# توضیحی اشاریہ

## تفسیر تدبرِ قرآن

مولانا امین احسن اصلاحیؒ


— مرتبہ —

منظور حسین عباسی



فاران فاؤنڈیشن

لاہور۔ پاکستان

جملہ حقوق بحق ادارہ محفوظ ہیں


اہتمام: ———— حسن خاور

اشاعت: ———— طبع اول

تاریخ اشاعت: ———— اپریل، ۲۰۱۳ جمادی الثانی، ۱۴۳۴ء

مطبع: ———— حسن عمر پرنٹرز، لاہور

ادارہ: ———— **فاران فاؤنڈیشن**

سیکنڈ فلور، علق پریس بلڈنگ، بالمقابل پی ٹی وی اسٹیشن

۱۹۔اے ایبٹ روڈ، لاہور

فون: 042-36303244

Rs-700/-

Rs-700/-

# صفحہ نُما

عرضِ مرتب ۷
اَسالیبِ کلامِ الٰہی ۱۵
اِستفادہ کے مآخذ ۱۰۱
اَسمآء الحسنیٰ ۱۵۱
اعتراضات ۱۹۱
اَلفاظ وترکیبات ۲۰۳
اَماکن ۲۸۷
تحریفاتِ تورات ۳۱۳
ذاتِ باری تعالیٰ ۳۱۹
رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ۳۳۷
سننِ الٰہی ۳۵۷
سوالات ۳۷۵
شخصیات واقوام ۳۹۵
فقہی اشارات ۵۳۶
کُتب ۵۳۷
مشکلاتِ قرآن ۵۷۴
موجودہ مسلمانوں سے خطاب ۵۷۷
موضوعات ۵۹۱
نظام القرآن ۶۸۱
نقطۂ نظر ۷۰۷

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

# عرضِ مرتب

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡن وَ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡاَمِیۡنِ مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِہٖ وَاَصۡحٰبِہٖ اَجۡمَعِیۡن

تفسیر تدبر قرآن کا اشاریہ پیشِ نظر ہے۔ قرآن مجید کے ہر قسم کے اشاریوں کے بعد تفاسیر کے اشاریوں کی روایت چل پڑی ہے، اور یہ ایک اچھی روایت ہے۔ اِس سے نہ صرف تشریح وتبیین اور تفہیم وتعلیمِ قرآن کے ضمن میں بہت سے پہلو اجاگر ہوں گے بلکہ تقابلی مطالعہ اور تنقید وتجزیہ سے بہت سے منفی تصوّرات کے اثرات بھی کم ہو جائیں گے۔ تقلیدِ محض اور مسلک پرستی کے مقابل میں استدلال کی اہمیت بھی اجاگر ہوگی۔

اشاریہ سازی کے میدان میں بہت سی ارتقائی منازل طے ہو چکی ہیں۔ ابتدا میں کسی موضوع کے بارے میں صرف صفحات کا ذکر کیا جاتا تھا، معلومات میں بے پناہ اضافے کے بعد موضوع کی رعایت سے صفحات کی وضاحت بھی دی جانے لگی۔ اب دائرۃ المعارف قسم کی کتابوں کے مختلف النوع اشاریے ترتیب پانے لگے ہیں اور اُن کی ضخامت بسا اوقات متن کے صفحات کے برابر تک پہنچ جاتی ہے۔ اِسی طرح اب اشاریے صرف تحقیقی وتقابلی مطالعہ ہی کے مقصد سے نہیں بلکہ تشویق وترغیبِ مطالعہ، فروغِ تعلیم اور تدریسی ضروریات کے لیے بھی استعمال ہونے لگے ہیں۔

توضیحی اشاریہ جلد وار نہیں بلکہ نفسِ مضمون کی رعایت سے مرتب کیا گیا ہے، لیکن استثنائی صورتیں بھی ہیں مثلاً سوالات، تفاسیر سے اختلاف، قدیم آسمانی صحیفوں سے استفادہ وغیرہ۔ اس طرح ان کی افادیت پہلی صورت کی نسبت زیادہ ہے۔ حوالے میں پہلا ہندسہ جلد کو ظاہر کرتا ہے۔ اور 'کولن' کے بعد کا عدد صفحے کا نمبر شمار ہے۔

توضیحی اشاریے میں Cross reference نہایت اہمیت کے حامل ہوتے ہیں۔ یہ دو طرح کے ہیں۔ ایک وہ جو از خود مختلف موضوعات کے حامل ہونے کی وجہ سے الگ الگ درج ہو گئے ہیں، مثال کے طور پر اگر اس کی حیثیت ایک سوال کی ہے تو وہ سوالات کے تحت درج ہوا ہے اور اگر اس کی نوعیت مفسرین سے اختلاف کی بھی ہے یا وہ اسالیب سے بھی متعلق ہے۔ تو ان دونوں موضوعات میں بھی اس کا اندراج ہوگا۔ دوسری قسم وہ ہے جس میں قاری کی تحقیقی ضرورت کا خیال رکھا گیا ہے، مثال کے طور پر نبی ﷺ کے فرائضِ منصبی کے تینوں اجزا یعنی تلاوتِ آیات، تعلیمِ کتاب وحکمت اور تزکیہ کو الگ الگ بھی درج کیا گیا ہے۔

توضیحی اشاریے کی محتویات ضروری تعارفی کلمات کے ساتھ درجِ ذیل ہیں:۔

۱۔ اسالیبِ کلامِ الٰہی: اِن کی نشاندہی اور وضاحت تفسیر تدبرِ قرآن کی ایک منفرد خصوصیت اور بے حد اہمیت کی حامل ہے۔ اِن کی

چند مثالیں یہ ہیں:۔

حذف کا اسلوب عربی زبان کا معروف اسلوب ہے اور قرآن مجید میں بہت سے مواقع پر استعمال ہوا ہے جب کہ اردو میں اس کا استعمال بہت محدود ہے۔مثال کے طور پر البقرۃ ۲۵۹: وَانْظُرْ اِلٰی حِمَارِكَ وَلِنَجْعَلَكَ اٰيَةً لِّلنَّاسِ: ''اور اپنے گدھے کو دیکھو(ہم اس کو کس طرح زندہ کرتے ہیں تاکہ تمہیں اٹھائے جانے پر یقین ہو)...'' یہاں اُنْظُرْ اِلٰی حِمَارِكَ کے بعد کَیْفَ نُحْیِیْهِ کے الفاظ محذوف ہیں۔اِس حذف کی وجہ یہ ہوئی کہ آگے زندہ کرنے سے زیادہ عجیب ماجرے یعنی اس کی گلی سڑی ہڈیوں کو جوڑنے اور ان پر گوشت اور کھال چڑھانے کی تفصیل آ رہی ہے۔اس مذکور کے اندر یہ محذوف آپ سے آپ موجود ہے۔

اِس طرح عربی کا اسلوب ہے کہ دو مقابل باتوں میں سے ایک مقابل کو حذف کر دیتے ہیں کیونکہ مذکور خود محذوف کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ اٰل عمران ۱۳ میں ہے: فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَاُخْرٰی كَافِرَةٌ یَّرَوْنَهُمْ مِّثْلَیْهِمْ رَاْیَ الْعَیْنِؕ اس اسلوب کے بموجب پوری بات اگر کھول دی جائے تو یوں ہوگی: فِئَةٌ مُّؤْمِنَةٌ تُقَاتِلُ فِی سَبِیْلِ اللّٰهِ وَاُخْرٰی كَافِرَةٌ تُقَاتِلُ فِیْ سَبِیْلِ الطَّاغُوْتِ جملے کے پہلے حصے میں سے لفظ، مُؤْمِنَةٌ، کو حذف کر دیا اور دوسرے میں سے 'فِیْ سَبِیْلِ الطَّاغُوْتِ' کو اس لیے کہ دوسرے میں 'كَافِرَةٌ' کی صفت پہلے میں 'مُؤْمِنَةٌ' کا پتا دے رہی ہے اور پہلے میں 'فِی سَبِیْلِ اللّٰهِ' کا حوالہ دوسرے میں 'فِیْ سَبِیْلِ الطَّاغُوْتِ' کی ضرورت کی طرف اشارہ کر رہا ہے۔

اَلزُّخْرُف ۳۳-۳۴ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَلَوْلَآ اَنْ یَّكُوْنَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً لَّجَعَلْنَا لِمَنْ یَّكْفُرُ بِالرَّحْمٰنِ لِبُیُوْتِهِمْ سُقُفًا مِّنْ فِضَّةٍ وَّمَعَارِجَ عَلَیْهَا یَظْهَرُوْنَ۝ وَلِبُیُوْتِهِمْ اَبْوَابًا وَّسُرُرًا عَلَیْهَا یَتَّكِـُٔوْنَ۝ اس میں 'مِّنْ فِضَّةٍ' کے الفاظ جس طرح سُقُفًا کے بعد آئے ہیں، اسی طرح، مَعَارِجَ، اَبْوَابًا اور سُرُرًا کے بعد آنے چاہییں لیکن عربی کے معروف اسلوب کے مطابق وہ حذف کر دیے گئے اس لیے کہ قرینہ خود ان کو واضح کر رہا ہے۔

قرآن مجید میں شرطیہ جملوں میں جوابِ شرط کا وہ حصہ بکثرت حذف ہوتا ہے جو سیاق وسباق کی روشنی میں آپ سے آپ سمجھا جا سکتا ہے۔

اس اشاریے میں لفظ، الفاظ، جملے، فعل، فاعل، مفعول وغیرہ پندرہ قسم کے محذوفات کے حوالے درج کیے گئے ہیں۔صاحبِ تدبرِ قرآن اپنے ترجمہ میں اس طرح کے حذف کھول دیتے ہیں اور چونکہ وہ محذوف مفہوم کو کلام کا حصہ مانتے ہیں اس لیے اس کے قوسین میں اظہار کو ضروری نہیں سمجھتے۔

حذف کے اسلوب کے علاوہ سینکڑوں دیگر اسالیب کا تذکرہ بھی اشاریے میں موجود ہے۔حوالوں کے سلسلے میں یہ بات پیشِ نظر رہے کہ اسالیب کے جتنے حوالے صاحبِ تدبرِ قرآن نے دیے ہیں، صرف انھی کو شمار کیا گیا ہے، سارے حوالے دینے کی کوشش نہیں کی گئی۔تعلیم، تدریس اور تربیت کے پہلو سے یہ حوالے کافی ہیں۔مصنف نے کوشش کی ہے کہ کوئی اہم حوالہ نہ رہ جائے۔

## ۲۔ استفادہ کے مآخذ:

قدیم آسمانی صحیفوں سے استفادہ بھی اس تفسیر کی ایک امتیازی خصوصیت ہے۔قرآن اور ان صحائف میں جہاں جہاں موافقت ہے

اس کے حوالے دیے گئے ہیں اور جہاں فرق ہے وہاں قرآن کے بیان کی حجت واضح کی گئی ہے۔

صاحبِ تدبرِ قرآن تفسیر کے ظنی ماخذوں میں ذخیرۂ احادیث کو سب سے اشرف اور سب سے زیادہ پاکیزہ چیز سمجھتے ہیں۔ اس لیے انہوں نے احادیث سے استفادے کو محدود نہیں رکھا بلکہ امکانی حد تک پورے ذخیرۂ احادیث سے فائدہ اٹھایا ہے۔ اشاریے میں سینکڑوں احادیث کے حوالے دیے گئے ہیں۔

قرآن کی زبان کے اسلوب و انداز، الفاظ و محاورات اور اہل عرب کے رسوم و معتقدات سے واقفیت کسی بھی مفسر کے لیے بے حد ضروری ہے۔ صاحبِ تدبرِ قرآن نے یہ ساری معلومات عرب جاہلیت کے دستیاب لٹریچر کے تمام ذخیرے سے استفادے کے بعد حاصل کیں اور اس تفسیر میں ان سے پورا پورا فائدہ اٹھایا ہے۔ اس اشاریے میں کلامِ عرب کے حوالے بھی درج کیے گئے ہیں۔

## ۳۔ اسماء الحسنٰی:

صاحبِ تدبر قرآن اسمائے الٰہی کو تمام دین و شریعت کی بنیاد سمجھتے ہیں۔ اس لیے اُن کے ہاں ان اسماء کے اسرار و مقتضیات کی شرح و وضاحت کا خاص اہتمام ہوتا ہے۔ قرآن مجید میں بیشتر اسماء کے جوڑے جوڑے آئے ہیں اور وہ بھی بغیر حرفِ عطف کے۔ یہ بات بھی بلاوجہ نہیں، اس کی حکمتوں کی بھی وضاحت کی گئی ہے۔ توضیحی اشاریے میں ان کے مکمل حوالے دیے گئے ہیں۔

## ۴۔ اعتراضات:

ان میں یہود اور مشرکینِ مکہ کے اعتراضات، مطالبات اور جرائم کا تذکرہ ہے۔ مستشرقین کے اعتراض کا بھی ذکر ہوا ہے۔ ان سب کے حوالے توضیحی اشاریے میں دیے گئے ہیں۔

## ۵۔ الفاظ و ترکیبات:

قرآن کے اہم اور کلیدی الفاظ و ترکیبات اور دینی اصطلاحات کی وضاحت مصنف نے پورے اہتمام کے ساتھ کی ہے۔ توضیحی اشاریے میں سب کو الف بائی ترتیب اور حوالوں کے ساتھ درج کیا گیا ہے۔

## ۶۔ اماکن:

مقامات، جن کا ذکر کسی نہ کسی حوالے سے تفسیر تدبرِ قرآن میں آیا ہے، ان کو الف بائی ترتیب کے ساتھ توضیحی اشاریے میں درج کیا گیا ہے۔ تمام حوالے بھی دیے گئے ہیں۔

## ۷۔ تحریفاتِ تورات:

قرآن مجید نے تورات میں تحریفات کی نشان دہی کیساتھ اصل حقائق کو بھی واضح کیا ہے۔ ان تحریفات میں ابراہیم علیہ السلام کی

قربانی اور متعلقات اور آخری نبی ﷺ کی بعثت خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ ان کے علاوہ یہود کی بدعات اور انبیاء علیہم السلام کے بارے میں بیہودہ روایات کی نشاندہی کی اور ان کے پس منظر کے اصل حقائق کو پیش کیا۔ ایسے تمام امور کو حوالوں کے ساتھ درج کیا گیا ہے۔

## ۸۔ ذاتِ باری تعالیٰ:

اسمائے الٰہی دراصل صفاتِ الٰہی ہی کا مظہر ہیں لیکن اس باب میں صفاتِ الٰہی کے علاوہ دیگر مباحث کا تذکرہ شامل ہے مثلاً اللہ تعالیٰ کا صحیح تصور، مسئولیت، بندوں کا امتحان، ظالمین سے معاملہ وغیرہ۔ توضیحی اشاریے میں ان امور کو حوالوں کے ساتھ درج کیا گیا ہے۔

## ۹۔ رسالت مآب ﷺ:

انبیاء و رسل کی مجموعی طور پر صفات و فضائل، دعوت و تعلیمات، ذمہ داری اور فرائض وغیرہ کو الگ سے بھی شمار کیا گیا ہے لیکن اس باب میں خصوصی طور پر نبی ﷺ کے بارے میں تذکرہ ہے۔ آپ ﷺ کی ذات و صفات، بعثت و رسالت، تعلیم و دعوت کا بیان ہے، آپ ﷺ کے صحابہؓ کا ذکر ہے اور الہامی کتب و صحائف میں آپ ﷺ کے بارے پیشین گوئیاں ہیں۔

## ۱۰۔ سنن الٰہی:

اللہ تعالیٰ کے ہاں ہر چیز کے لگے بندھے ضابطے، قانون یا سنتیں ہیں۔ یہ ہر ایک کے لیے اور ہر دور کے لیے یکساں ہیں۔ ان میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی مثلاً آزمائشیں اور امتحانات، ابتلاء، امہال، ہدایت و ضلالت، قوموں اور رسولوں وغیرہ کے بارے سنتیں۔ توضیحی اشاریے میں ۲۳ سنتیں شمار کی گئی ہیں اور ہر ایک کے حوالے دیے گئے ہیں۔

## ۱۱۔ سوالات:

تفسیر کرتے ہوئے بعض سوالات پیدا ہوتے ہیں یا مصنف یہ سمجھتا ہے کہ یہاں کسی کے ذہن میں سوال پیدا ہو سکتا ہے۔ ایسے تمام سوالات کو جلد وار جمع کیا گیا ہے۔ یہ سوالات دو سو سے زائد ہیں۔ سوالات اور ان کے جوابات کے حوالے توضیحی اشاریے میں درج کیے گئے ہیں۔ مثال کے طور پر چند سوالات دیے جاتے ہیں۔

ا۔ الانفال ۲۳، بعض لوگوں کے ذہن میں یہ شبہ پیدا ہوتا ہے کہ جب سننے سمجھنے پر ہی انسان کی انسانیت کا انحصار ہے اور اس سے محرومی خدا کو اس درجہ ناپسند ہے کہ اس سے محروم ہو کر انسان اس کے نزدیک بدترین جانور بن جاتا ہے تو وہ اپنی قدرت سے ان کے کان کھول کیوں نہیں دیتا اور ان کی عقل پر پڑے ہوئے پردے ہٹا کیوں نہیں دیتا؟۔

ب۔ کسی جانور کے ذبح کے وقت اس پر اللہ کا نام لینا اس قدر ضروری کیوں قرار دیا گیا کہ اس کے بغیر اس کا کھانا ہی حرام ہو جائے؟

ج۔ یہاں ظاہر پرستوں کو یہ بات عجیب معلوم ہوگی کہ نماز بھلا آدمی کے رزق کی ضامن کس طرح ہو سکتی ہے؟

د۔ یہاں (الحجر ۸۷) ایک اہم سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ 'سبع مثانی' سے کیا مراد ہے؟

ہ۔ یہاں ممکن ہے کسی کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہو کہ یہ بات تو معقول معلوم ہوتی ہے کہ ہر شخص اپنی نیکی یا بدی کی جزا یا سزا پائے لیکن

اس کے لیے یہ کیا ضروری ہے کہ یہ پوری دنیا ایک معین مدت کے بعد ختم ہو جائے۔ کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ یہ برابر قائم بھی رہے اور جو مرتے جائیں ان کی عدالت بھی ہوتی رہے؟

تفسیری نوعیت کے ان سوالات کے علاوہ کچھ سوالات ایسے ہیں جو دورِ رسالت میں مسلمانوں نے رسول ﷺ سے پوچھے اور ان کے جواب قرآن پاک میں بذریعہ وحی نقل ہوئے۔ ایسے سوالات قرآن پاک میں 'یَسْئَلُوْنَکَ' سے شروع ہوتے ہیں۔ یہاں ان کو اسی عنوان کے تحت جمع کر دیا گیا ہے اور ان کے حوالے درج کیے گئے ہیں۔

تیسری قسم کے ایسے سوالات درج کیے گئے ہیں جو قرآن نے معترضین سے کیے مثلاً قرآن میں جگہ جگہ یہ سوال اللہ تعالیٰ نے کیا ہے کہ بتاؤ تمہارا پیدا کیا جانا زیادہ مشکل ہے یا آسمان کا؟ ان سوالات کو حوالوں کے ساتھ درج کیا گیا ہے۔

## ۱۲۔ شخصیات واقوام:

اِن میں سب سے پہلے انبیاء ورسل کے بارے میں مجموعی طور پر صفات وفضائل، دعوت وتعلیمات اور ذمہ داریوں اور فرائض وغیرہ کا بیان ہے۔ اس کے بعد آدم علیہ السلام سے لے کر یونس علیہ السلام تک الگ الگ انبیاء ورسل کا تذکرہ ہے۔

انبیاء ورسل کے بعد افراد کا تذکرہ ہے جس میں سب سے پہلے انسان کا عمومی طور پر بیان ہے جس میں انسان کی اہمیت ومقصدِ حیات، ذات وصفات، خلقت وفطرت، امتحان وتربیت، تلقین وہدایت، اعمال ومسئولیت، خوبیوں اور خامیوں کے حوالے سے تذکرہ کیا گیا ہے۔ اس کے بعد 'آزر' سے لے کر 'یونتن' تک الف بائی ترتیب اور حوالوں کے ساتھ شمار کیا گیا ہے۔ شخصیات کے حوالے سے معلومات کو اس ترتیب سے درج کیا گیا ہے کہ ہر شخصیت کا سوانحی خاکہ سامنے آ گیا ہے۔

اِسی باب میں اقوام وقبائل کو بھی شمار کیا گیا ہے۔ سب سے پہلے عمومی طور پر اقوام کا تذکرہ ہے۔ اس کے بعد الف بائی ترتیب اور حوالوں کے ساتھ اہل کتاب سے لے کر یہود ونصاریٰ کا ذکر ہے۔

## ۱۳۔ فقہی اشارات:

صاحبِ تدبرِ قرآن نے شعوری کوشش سے اپنے آپ کو صرف تفسیر تک محدود رکھا ہے۔ اس کے باوجود چھ مقامات پر فقہی مسائل پر بھی اظہارِ رائے کیا ہے جن کو حوالوں کے ساتھ درج کیا گیا ہے۔

## ۱۴۔ کتب:

دو قسم کی کتابوں کا تذکرہ ہے، الہامی کتابیں اور انسانی کتابیں۔ الہامی کتابیں بھی الف بائی ترتیب سے شمار کی گئی ہیں اور پچاس انسانی کتابوں کو بھی الف بائی ترتیب اور حوالوں کے ساتھ درج کیا گیا ہے۔

## ۱۵۔ مشکلاتِ قرآن:

اس باب میں قرآن کے ان مقامات کا تذکرہ ہے جہاں مصنف نے خود اعتراف کیا ہے کہ "اس معاملے میں میں جزم سے کوئی

بات نہیں کہہ سکتا'' یا ''اس معاملے میں ابھی میرا تردّد دور نہیں ہوا''۔ قرآن کے جن مشکل مقامات کو مصنف نے حل کر لیا ہے اُن کو اس میں شامل نہیں کیا گیا ہے۔

## ۱۶۔ موجودہ مسلمانوں سے خطاب:

صاحبِ تدبرِ قرآن نے تفسیر کے دوران میں موقع محل کے مطابق موجودہ عام مسلمانوں اور حکومت کے کارپردازوں کو بھی انتباہ و انذار کیا ہے۔ ایسے ساٹھ مواقع کو شمار کیا گیا ہے۔ مثال کے طور پر دو کا ذکر کیا جاتا ہے:۔

النِّسَآء ۸۱-۸۲: اِس زمانے کے اُن لوگوں کے لیے اپنے اندر بڑی تنبیہ کا سامان رکھتی ہے جو ایک طرف تو قرآن کو اللہ کی کتاب مانتے ہیں، دوسری طرف اس کی ان تعلیمات کو ہدفِ تنقید بھی بناتے ہیں جو ان کی خواہشات یا ان کے مزعومہ مصالح کے خلاف ہیں۔ ان کا یہ طرزِ عمل اس بات کی غمازی کرتا ہے کہ وہ بھی ان منافقین ہی کی طرح اس کتاب میں خدا کے ساتھ غیر خدا کا ہاتھ بھی شریک مانتے ہیں ورنہ آخر اس کے کیا معنی کہ اس کو خدا کی کتاب بھی مانا جائے اور پھر اس کی بہت سی باتوں کو اعتراض، تنقید، تضحیک اور استہزا کا نشانہ بھی بنایا جائے۔

التَّوبَة ۱۱۵: جن کی حق دشمنی واضح ہو چکی ہے ان کے ساتھ کوئی ذہنی اور قلبی لگاؤ بسا اوقات آدمی کے لیے فتنہ بن جایا کرتا ہے۔ یہی لگاؤ بالتدریج ترقی کرتے کرتے بالآخر اتنا بڑھ جاتا ہے کہ اصول و عقائد نگاہوں کے سامنے سے اوجھل ہو جاتے ہیں اور خون و نسب کا تعلق تمام حقائق پر غالب آ جاتا ہے۔ آج جو لوگ مسلمانوں کے گھروں میں پیدا ہونے کے باوجود نَحْنُ اَبْنَآءُ الْفَرَاعِنَةِ کا نعرہ لگاتے ہیں یا محمد بن قاسم کی بجائے راجا داہر پر فخر کرتے ہیں وہ اسی فتنہ کا شکار ہوتے ہیں۔

## ۱۷۔ موضوعات:

دیگر ابواب میں جو امور شامل ہیں، ان کے علاوہ جو موضوع یا مضمون رہ گیا ہے وہ اس باب میں شامل ہو گیا ہے۔ مثال کے طور پر 'ت' کے تحت تبلیغ، تبوک، تجسس، تحریم و تحلیل، تخلیق، تربیت، تزکیہ، تسبیح، تسخیر، تصوف، تعلیم، تقدیر، تقلید، تقویٰ، تکبر، تمثیل، تنظیمِ معاشرہ، توبہ، توحید، الف بائی ترتیب اور حوالوں کے ساتھ 'آ' سے 'ی' تک موضوعات شامل ہیں۔

## ۱۸۔ نظام القرآن:

تفسیر تدبر قرآن کی یہ بھی ایک منفرد خصوصیت ہے۔ نظمِ قرآن کے حوالے سے پورے قرآن کی یہ تفسیر پہلی کامیاب کوشش ہے۔ مصنف کے الفاظ میں ''ہماری فقہ کے بہت سے اختلافات صرف بات کو اس کے سیاق اور نظم میں نہ دیکھنے سے پیدا ہوئے ہیں۔ اگر سیاق و نظم کو ملحوظ رکھا جائے تو اکثر مقامات ایسے ہیں جہاں ایک قول کے سوا کسی دوسرے قول کے لیے کوئی گنجائش ہی نہیں نکل سکتی''۔

''فقہی اختلافات سے زیادہ سنگین معاملہ گمراہ فرقوں کی ضلالتوں کا ہے۔ ہمارے اندر جتنے بھی گمراہ فرقے پیدا ہوئے ہیں ان میں سے اکثر نے قرآنی آیات ہی کا سہارا لیا ہے۔ ایک آیت کو اس کے سیاق و سباق سے کاٹا اور پھر جو جی میں آیا اس کے اندر معنی پہنا دیے۔ ظاہر ہے کہ ایک کلام کو اس کے نظم اور سیاق و سباق سے الگ کر کے اس کے اندر آپ معنی پہنانا چاہیں تو بہت سے معنی پہنا سکتے ہیں جن میں

سے بعض ایسے بھی ہو سکتے ہیں جن کا تصور اس قول کا کہنے والا کبھی نہیں کر سکتا"۔

توضیحی اشاریے میں اس حوالے سے گوشوارے اور ہر سورہ کا عمود وغیرہ دیے گئے ہیں۔

## ۱۹۔ نقطۂ نظر:

قرآن مجید کے ساڑھے تین سو سے زائد مقامات ایسے ہیں جہاں مصنف نے مفسرین سے اختلاف کیا ہے اور اپنے نقطۂ نظر کے حق میں دلائل دیے ہیں۔ ایسے مقامات کو جلد وار حوالے کے ساتھ درج کیا گیا ہے۔

مصنف نے اپنے استاذ امام حمید الدین فراہیؒ سے بھی قرآن مجید کے ایک درجن مقامات پر اختلاف کا اظہار کیا ہے اور اپنے نقطۂ نظر کے حق میں دلائل دیے ہیں۔ ان مقامات کو بھی جلد وار حوالے کے ساتھ شمار کیا گیا ہے۔

مذکورہ بالا تفصیلات سے یہ بات نکلتی ہے کہ یہ توضیحی اشاریہ تنقید و تحقیق کی ضروریات ہی کو پورا نہیں کرے گا بلکہ تعلیم و تدریس کے حوالے سے بھی مفید ثابت ہوگا۔ اس لیے یہ وقتاً فوقتاً دیکھنے کی چیز نہیں ہے بلکہ اسے ہمہ وقت مطالعے کی میز پر ہونا چاہیے اور اکثر و بیشتر اس کی ورق گردانی کرتے رہنا چاہیے۔ اس طرح کم سے کم وقت میں زیادہ سے زیادہ استفادہ ہو سکتا ہے۔

آخری لیکن سب سے اہم بات یہ ہے کہ یہ سب کچھ اس وقت تک ممکن نہیں جب تک تفسیر تدبرِ قرآن کو اوّل تا آخر سوچ سمجھ کر نہ پڑھ لیا جائے اور اس کا ہدف اصلاً قرآن فہمی ہی ہو۔ قرآن کے بارے میں صاحبِ تدبرِ قرآن کے یہ الفاظ توفیقِ عمل کی دعا کے ساتھ مستحضر رہنے چاہئیں:

"قرآن کی نوعیت کسی سپاٹ کتاب کی نہیں ہے کہ آپ اس کو دو چار مرتبہ پڑھ لیں اور اس کے اندر جو کچھ ہے اس کو اخذ کر لیں بلکہ اس کی حیثیت ایک معدن کی سی ہے جس کے اندر جتنی ہی گہری کھدائی کی جائے اتنے ہی اس سے خزانے پر خزانے نکلتے آتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس کو صرف ایک دو بار پڑھ لینے کی ہدایت نہیں ہوئی بلکہ بار بار مختلف شکلوں اور مختلف مقداروں میں تلاوت کرتے رہنے اور اس پر برابر تدبر کرتے رہنے کی ہدایت ہوئی"۔

محترم محمد نعمان علی کا اشاریہ تدبرِ قرآن اوّلیت کا درجہ رکھتا ہے۔ مَیں نے اس کام کو آگے بڑھایا ہے اور صاحبِ تدبرِ قرآن کی خواہش کے مطابق ایک جامع اور مکمل انڈکس، کی شکل دی ہے۔ ہمارے ہاں ادارے اور انجمن کے کرنے کے کام بھی بیشتر تنہا افراد ہی کرتے ہیں اس لیے سہو کے امکانات بھی پیدا ہوتے ہیں اور بہتری اور عمدگی کی گنجائش بھی موجود رہتی ہے، اس لیے فکرِ فراہی و اصلاحی کے مُؤیّدین اور علم و ادب کے متوسلین سے قوی امید ہے کہ نقد و تبصرہ سے نوازیں گے۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَآ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْن

والسلام

منظور حسین عباسی

۸۰۔ پیپلز کالونی، صمد پورہ روڈ، اوکاڑا

بسم الله الرحمن الرحيم

# آسالیبِ کلامِ الٰہی

## آہنگ وصوت کے تقاضے

البقرۃ ۲۸۲: لفظ املال کے معنی وہی ہیں جو 'املاء' کے ہیں یعنی لکھوانے کے۔ قرآن نے ان دونوں لفظوں کو استعمال کیا ہے اور بعینہٖ ایک ہی معنی میں استعمال کیا ہے۔ میں نے ان دونوں کے مادے اور مشتقات پر جہاں تک غور کیا ہے اِس سے میرا رجحان اس بات کی طرف ہے کہ لکھوانے کے معنی میں اصل لفظ تو 'املاء' ہی کا ہے لیکن صوتی مشابہت کی وجہ سے 'املال' بھی اس معنی میں استعمال ہونے لگا ورنہ بجائے خود املال کے مادے میں لکھنے یا لکھانے کے مضمون کے لیے کچھ زیادہ گنجائش نہیں ہے۔ صوتی مشابہت کی بنا پر ایک مادے سے دوسرے مادے کی طرف الفاظ کے منتقل ہو جانے کی عربی زبان میں بکثرت مثالیں موجود ہیں۔ ۱:۶۴۰

ھود ۳۸: بعض مرتبہ جملہ میں صوتی ہم آہنگی کے اقتضا سے لفظ ایک ہی استعمال ہوتا ہے لیکن اس کا مفہوم الگ الگ ہوتا ہے ۴:۱۴۱

الانبیاء ۷۳: 'اِقَامَ الصَّلٰوۃِ' دراصل 'اِقَامَۃُ الصَّلٰوۃِ' ہے۔ 'اِقَامَۃ' کی 'ۃ' آہنگ وصوت کے تقاضے سے گر گئی ہے۔ اِس قسم کی تخفیف بتقاضائے حُسنِ صوت عربی میں معروف ہے ۵:۱۶۶

اٰل عمران ۱۵۹: 'فَبِمَا رَحْمَۃٍ' میں زبان کا وہی اسلوب استعمال ہوا ہے جو 'فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ' میں ہے۔ اہل نحو اس طرح کے مواقع میں عموماً 'مـا' کو تاکید کے مفہوم میں لیتے ہیں۔ ہمارے نزدیک بعض مواقع میں یہ محض فقرے کے آہنگ کو ٹھیک رکھنے کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے ۲:۲۰۷

یٰسٓ ۳۲: 'وَاِنْ كُلٌّ لَّمَّا' اِسی طرح کا ہے جس طرح سورۂ طارق میں ہے ۶:۴۲۰

الزخرف ۳۵: 'لَمَّا' یہاں 'اِلَّا' کے معنی میں نہیں ہے بلکہ یہ اس 'ل' کی جگہ پر ہے جو اِنْ مخففہ اور اِنْ نافیہ کے درمیان بطور علامت فرق کے آیا کرتا ہے۔ بعض جگہ اس 'ل' کو اشباع یعنی کلام کے صوتی خلا کو بھرنے کے لیے 'لَمَّا' کر دیتے ہیں مثلاً سورۂ طارق میں ہے 'اِنْ كُلُّ نَفْسٍ لَّمَّا عَلَيْهَا حَافِظٌ' (بے شک ہر جان پر ایک نگران ہے) اصلاً تو یہ 'اِنْ كُلُّ نَفْسٍ لَّعَلَيْهَا حَافِظٌ' ہے لیکن فقرے میں ایک قسم کا صوتی خلا رہ جاتا تھا اِس وجہ سے آہنگ کو ٹھیک کرنے کے لیے اہل زبان کے معروف استعمال کے مطابق اِس کو 'لَمَّا' کر دیا۔ حروف میں اس قسم کے اضافہ کی مثالیں عربی میں بہت ہیں ۷:۲۲۹

الفتح ۱۰: اس آیت میں 'عَلَيْهُ اللّٰهَ' کی ضمیر مجرور پر جو ضمہ ہے اس کی بنا پر بعض مستشرقین نے قرآن کی نحو پر اعتراض کیا ہے۔ صرف آہنگ و صوت کے تقاضے سے حروف، الفاظ اور ضمیروں کی ہیئت میں ایسی تبدیلیاں ہو گئی ہیں جن کی اہل نحو کوئی توجیہ نہیں کر پاتے۔ یہاں بھی وہی صورت ہے ۷:۴۵۲

## اَثبات کے بعد نفی یا نفی کے بعد اثبات کا اسلوب

النسآء ۲۳: اس سے مقصود اکثر صورتوں میں رفع ابہام ہوتا ہے۔ اس وجہ سے ان لوگوں کا خیال قرآن کے خلاف ہے جو ربیبہ کے ساتھ نکاح صرف اس صورت میں حرام سمجھتے ہیں جب وہ نکاح کرنے والے کے آغوشِ تربیت میں پلی ہو۔ بصورتِ دیگر وہ اس کے ساتھ نکاح کو جائز سمجھتے ہیں ۲:۲۷۶

## 'اَحَدْ' جمع کے مفہوم میں

الاعراف ۸۰: اس وجہ سے اس کا مطلب ہے کہ یہ حرکت تو تم سے پہلے کسی قوم نے نہیں کی ۳:۳۰۶

العنکبوت ۲۸، ۶:۳۶

الحآقّۃ ۴۷: لفظ 'اَحَدْ' چونکہ جمع کے مفہوم میں آتا ہے جیسے 'لَسْتُنَّ'

كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ' الاحزاب ۳۳: ۳۲اس وجہ سے 'حَاجِزِیۡنَ' کا جمع آنا عربیت کے بالکل مطابق ہے ۸: ۵۵۴

## 'اِحۡدٰھُمَا' کا اعادہ

القصص ۲۶: 'اِحۡدٰھُمَا' کے اعادے سے یہ بات نکلتی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حق میں یہ سفارش حضرت شعیب علیہ السلام کی دوسری صاحبزادی نے فرمائی۔ اگر انھی نے یہ سفارش کی ہوتی جو ان کو بلانے کے لیے گئی تھیں تو یہاں فاعل کے اعادے کی ضرورت نہیں تھی ۵: ۶۷۰

## 'اِذۡ' کا استعمال

عربی زبان میں جب کلام کا آغاز 'اِذۡ' سے ہوتا ہے تو اس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ اس سے پہلے خیال کرو، تصور کرو، یاد کرو یا ان کے ہم معنی کوئی فعل یہاں محذوف ہے۔ عموماً اس کے بعد کسی ایسی ہی سرگزشت یا واقعہ کا حوالہ آتا ہے جو یا تو مخاطب کے علم میں ہو یا خود متکلم اس کی قطعیت پر اس درجہ مطمئن ہو کہ ایک معلوم و معروف حقیقت کی حیثیت سے اِس کا حوالہ دے سکے۔ یہاں اگرچہ آدم، ملائکہ اور ابلیس سے متعلق ایک ایسے ماجرے کا حوالہ دیا گیا ہے جو عالمِ غیب میں پیش آیا ہے اور جس کا علم خدا کے سوا کسی کو بھی نہیں ہے۔ لیکن مخاطب یہاں اوّل تو آنحضرت ﷺ ہیں جن کے لیے زبانِ وحی کی ہر بات ایک امرِ واقعی اور ایک حقیقتِ ثابتہ کی حیثیت رکھتی تھی۔ ثانیاً اس سرگزشت کا اصلی رخ یہود کی طرف ہے اور یہود تورات کے ذریعے سے اس ماجرے سے واقف تھے اگرچہ انھوں نے تحریف کر کے اس کی اصل شکل بہت بدل ڈالی تھی ۱: ۱۵۶

اٰل عمران ۴۵: 'اِذۡ' کا اعادہ اس بات کی دلیل ہے کہ یہاں جو بات کہی جارہی ہے، یہ اس سے الگ ہے جو اوپر کہی گئی ۲: ۹۱

الاعراف ۱۷۲، ۳: ۳۹۲

## 'اِذَا' کا استعمال

بنی اسرآئیل ۵: 'اِذَا' کا استعمال صرف مستقبل ہی کے لیے نہیں آتا بلکہ بیانِ عادت و سنت اور بعض اوقات تصویرِ حال کے لیے بھی آتا ہے۔ یہاں تصویرِ حال ہی کے لیے ہے ۴: ۴۸۰

التکویر ۱۴:

ا) اوپر جتنے 'اِذَا' گزرے ہیں، یہ ان سب کا اکٹھے جواب ہے۔

ب) اس جاننے سے مقصود ظاہر ہے کہ اس کے انجام کو جاننا ہے ۹: ۲۲۳

الزلزال ۱: جب اس طرح 'اِذَا' سے کسی چیز کا بیان ہوتا ہے تو مقصود اس کا یاد دہانی ہوتی ہے ۹: ۴۹۱

## 'اَرَءَیۡتَ' کا اسلوب

یہ اُسلوب کسی کی حالت پر تعجب یا افسوس کے ساتھ توجہ دلانے کے لیے آتا ہے۔ جس طرح ہم اپنی زبان میں کہتے ہیں 'ذرا فلاں کو تو دیکھو' یا بھلا تم نے فلاں کو بھی دیکھا؟ ۷: ۳۲۱

مریم ۷۸، ۴: ۶۸۲

فاطر ۴۰، ۶: ۳۹۱

العلق ۹، ۹: ۴۵۷

الماعون ۱، ۹: ۵۸۲

## اِستثناء

اِستثناءِ منقطع: یہ سابق سے الگ بات ہوتی ہے جس کی وضاحت

اس خبر سے ہوتی ہے جو اس کے بعد آتی ہے ۸:۶۲۸

آل عمران ۲۸، ۲:۶۸

الانعام ۲۲ تا ۲۴، ۳:۳۳

مریم ۸۷، ۴:۶۸۴

طٰہٰ ۱۰۹، ۵:۹۲

العنکبوت ۴۶، ۶:۵۵

الصّٰفّٰت ۴۰، ۶:۴۶۵

الشوریٰ ۲۳، ۷:۱۶۵

الزخرف ۲۷، ۷:۲۲۳

الزخرف ۸۶، ۷:۲۵۷

الجن ۲۷، ۸:۶۲۸

الغاشیہ ۶، ۹:۳۳۰

الغاشیہ ۲۳، ۹:۳۳۷

## اِستدراج

اِستدراج کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنے مخاطب پر اس راہ سے درجہ بدرجہ گھیرے ڈالتے جدھر سے اس کو سان گمان بھی نہ ہوتا کہ وہ گھیرے میں آ سکتا ہے۔ اس کی ایک مثال اس واقعہ میں موجود ہے جو سورہ انبیاء میں بیان ہوا ہے۔ انھوں نے ایک دن موقع نکال کر قوم کے بت خانے کے سارے بت ٹکڑے ٹکڑے کر کے رکھ دیے، صرف بڑے بت کو سلامت چھوڑ دیا۔ جب پوچھ گچھ شروع ہوئی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام سے سوال ہوا کہ کیا یہ تمہارا فعل ہے؟ انھوں نے جھٹ جواب دیا کہ یہ تو اس بڑے بت کی کارستانی معلوم ہوتی ہے اور ٹوٹے ہوئے بتوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ انھی سے کیوں نہیں پوچھ لیتے جن پر یہ مصیبت گزری ہے۔ اگر یہ بولتے ہیں تو اپنی مصیبت کی داستان خود ہی سنا دیں گے ۳:۳؟

اِستدراجی طریقہ استدلال میں متکلم اگر حریف کی کسی بات کو مانتا ہے تو ماننے کے لیے نہیں مانتا بلکہ وہ اس کو اسی داؤں پر شکست دینا چاہتا ہے جس کو حریف اپنا خاص داؤں سمجھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کے مکذبین کے لیے اپنی جس سنتِ استدراج کا ذکر قرآن میں فرمایا ہے اس کی بھی خاص خصوصیت یہی بیان ہوئی کہ اللہ تعالیٰ وہیں سے ان کو دھر لیتا ہے جہاں سے ان کو اپنی کامیابی و فتح مندی کا غرہ ہوتا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوم اگر سورج، چاند، زہرہ کی پرستش کرتی تھی تو آخر اس کے نزدیک ان کی خدائی کی دلیل کیا تھی؟ یہی نا کہ وہ طلوع ہوتے اور چمکتے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اسی کو پکڑ لیا کہ اگر طلوع ہونا اور چمکنا ہی ان کی الوہیت کی دلیل ہے تو آؤ ان کا ڈوبنا اور تاریک ہونا بھی دیکھ لو اور بتاؤ تمہاری وہ دلیل کہاں گئی! نفسیات انسانی کا یہ نکتہ بھی یہاں ملحوظ رہے کہ جن کی خدائی کی دلیل ان کے وقتی کروفر ہی سے اخذ کی گئی ہو ان کی بے ثباتی اور ناپائداری پر سب سے مؤثر تقریر کا وقت وہی ہوتا ہے جب ان کی لاش ان کے پرستاروں کے سامنے پڑی ہو ۳:۹۹ الانبیاء ۵۷، ۵:۱۶۰

**الانبیاء ۶۲، ۶۳:** جن لوگوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے جواب 'بَلْ فَعَلَہٗ کَبِیْرُھُمْ' کو کذب یا خوف پر محمول کیا ہے وہ عربی سے بے خبری کے باعث اس ارشاد کی بلاغت کو نہ سمجھ سکے۔ خوف کا سوال اس لیے نہیں پیدا ہوتا کہ جب وہ اس طرح بے دھڑک قوم کے بت خانے کے اندر توحید کی اذان دیتے ہیں، بتوں کے خلاف ایک مخفی اقدام کا اعلان کرتے ہیں اور پھر عین عدالت کے منہ پر ساری قوم کے سامنے 'اُفٍّ لَّکُمْ وَلِمَا تَعْبُدُوْنَ' کے الفاظ سے بتوں پر بھی اور ان کے پوجنے والوں پر بھی لعنت کرتے ہیں تو ایسے مردِ حق کے بارے میں یہ گمان بالکل ہی خلافِ عقل ہے کہ وہ کسی خطرے سے مرعوب ہو کر سخن سازی کرے گا۔

رہا اس کے جھوٹ ہونے کا معاملہ تو قطع نظر اس سے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام جھوٹ بول سکتے ہیں یا نہیں، کہی ہوئی بات میں کوئی پہلو ایسا نہیں ہے کہ اس کو جھوٹ پر محمول کیا جا سکے۔ اس کو کہہ سکتے ہیں تو ایک لطیف طنز: ایک پرمعنی استہزاء اور ایک حکیمانہ

استدراج کہہ سکتے ہیں۔ جھوٹ کا تو اس میں کوئی ادنیٰ شائبہ بھی نہیں ہے...

بعض لوگوں کو ایک حدیث کی بنا پر مغالطہ ہوا تھا جس میں یہ آیا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تین جھوٹ بولے جن میں سے ایک ان کا یہ قول بَلْ فَعَلَہٗ کَبِیْرُھُمْ ھٰذَا، بھی ہے۔ ہمارے نزدیک اس حدیث کے سمجھنے میں لوگوں سے غلطی ہوئی ہے۔ ۵:۱۶۲

الشعرآء ۱۳۲، ۱۳۳: انعام کے اندر استدراج کا پہلو ۵:۵۳۷

## اِستدراک

البقرۃ ۱۰۲، ۱:۲۸۳، ۲۸۶، ۲۸۷

اٰل عمران ۷۶، یہود کی باتوں پر استدراک ۲:۱۲۴

النسآء ۱۶۶، حرف لٰکِنْ استدراک کے لیے آتا ہے ۲:۴۳۳

یونس ۴۴، ۴:۵۹

الحج ۱۳، ۵:۲۲۴

المومنون ۹۰ تا ۹۲، ۵:۱:۳۴۱

الروم ۵۱، ۶:۱۰۹

الشوریٰ ۳۹، ۷:۱۸۱

المعارج ۲۸، ۸:۵۷۵

الانشقاق ۱۵، ۹:۲۷۶

## اِستعارہ

کسی شے کے لوازمات اور خصوصیات کو کسی دوسری سے منسوب کرنا، لفظ کو مجازی معنوں میں اس طرح استعمال کرنا کہ حقیقی اور مجازی معنوں میں تشبیہ کا تعلق ہو، استعارہ کہلاتا ہے۔

البقرۃ ۱۸۷: میاں بیوی کے لیے لباس کا استعارہ ۱:۴۵۶

البقرۃ ۲۲۳: عورت کے لیے کھیتی کا استعارہ ۱:۵۲۷

الانعام ۱۵۵: قرآن کے لیے بارش کا استعارہ ۳:۲۰۶

ھود ۴۰: 'فَارَ التَّنُّوْرُ' کا محاورہ بطریق استعارہ اس سائیکلونی طوفان کی تعبیر کے لیے استعمال ہوا ہے جو قوم نوح پر آیا ۴:۱۲۴

الکہف ۱۱: 'ضَرَبَ عَلَی الْاٰذَانِ' پیار کے ساتھ سلانے کے لیے نہایت بلیغ استعارہ ۴:۵۶۸

الانبیآء ۱۵: 'کاٹی ہوئی گھاس' اور 'بجھی ہوئی آگ' کے استعارے میں یہ مضمون مضمر ہے کہ جس طرح گھاس کاٹ کر اس کے خشک انبار میں آگ لگا دی جائے اور وہ راکھ کا ڈھیر ہو کے رہ جائے اسی طرح ہم نے ان کو خاک اور راکھ بنا دیا ۵:۱۲۹

الحج ۱۵: آسمان میں رسی تاننا آخری اور انتہائی تدبیر کو دیکھنے کا استعارہ ۵:۲۲۵

الحج ۲۷: اونٹ طول سفر سے لاغر اور مکہ کے راستے کثرتِ آمد و رفت سے گہرے۔ اِن استعارات سے آنے والوں کی کثرت، شوق و عشق، دارفتگی اور از خود رفتگی کا اظہار ہو رہا ہے ۵:۲۴۳

سبا ۱۳: 'قُدُوْرٍ رّٰسِیٰتٍ' بہت بڑے فیاض کے لیے استعارہ ۶:۳۰۵

## اِستفہامیہ اسلوب

استفہام جس طرح ہماری زبان میں مختلف معانی کے لیے آتا ہے اسی طرح عربی میں بھی اس کے مختلف مفہوم ہوتے ہیں۔ استفہام عربی زبان میں تاکید، اقرار، تنبیہ، انکار، زجر، امر اور تحقیر کے مفہوم کے لیے آتا ہے۔

استفہام کا ایک بلیغ موقع استعمال وہ بھی ہے جب مخاطب سے کسی ایسی بات کا اقرار کرانا ہو جس کی نوعیت ہو تو ایک بدیہی حقیقت کی

لیکن مخاطب اس کو تسلیم کرنے کے باوجود عملاً اس سے منحرف ہو۔ مثال سے یوں سمجھیے کہ کوئی ماں اپنے نافرمان بیٹے سے یوں کہے کہ 'کیا تجھے یاد نہیں کہ تو ایک مضغۂ گوشت کی صورت میں میری گود میں ڈالا گیا تھا، میں نے اپنا خون دودھ بنا کر تجھ کو پلایا اور پال پوس کر جوان کیا!'

اس پر غور کیجیے تو معلوم ہو گا کہ یہ محض ایک سادہ خبریہ جملہ نہیں ہے بلکہ اس کے اندر بہت سے معانی مضمر ہیں مثلاً

اس میں بیٹے کو ایک عظیم حق کی یاددہانی ہے جو اس پر عاید ہوتا ہے اور جس سے اس کے لیے انکار کی گنجائش نہیں ہے لیکن اس کا رویہ اس کے منافی ہے۔

اس میں ملامت، غصہ، رنج اور اظہارِ حسرت کے بھی گوناگوں پہلو ہیں۔

اس میں نہایت مبنی بر حقیقت گلہ و شکوہ بھی ہے اور نہایت مؤثر اپیل بھی۔

یہ سارے مفہوم اس استفہام ہی سے پیدا ہوتے ہیں جو اس جملہ کے اندر ہے۔ اگر اس کو الگ کر کے جملہ کو سادہ خبریہ اسلوب میں کر دیجیے تو یہ تمام معانی ہوا ہو جائیں گے ۹:۱۰۵

البقرۃ ۱۷۵: 'فَمَآ اَصْبَرَ' کا اسلوب 'مَآ اَحْسَنَ' کی طرح اظہارِ تعجب کے لیے ہے۔ مطلب یہ ہے کہ یہ لوگ جو اس دیدہ دلیری کے ساتھ ہدایت کی جگہ ضلالت اور مغفرت کی جگہ عذاب کو ترجیح دے رہے ہیں تو دوزخ کے معاملہ میں ان کی ڈھٹائی اور جرأت حیرت انگیز ہے ۱:۴۱۷

اٰل عمران ۸۳: باندازِ استعجاب سوال ۲:۱۳۶

المآئدۃ ۹۱: استفہام، یہاں موقع دلیل ہے کہ امر کے مفہوم میں ہے ۲:۵۹۱

الانعام ۱۲، ۱۳: قرآن میں جہاں جہاں سوال کر کے مخاطب کے جواب کا انتظار کیے بغیر خود اس کا جواب دیا ہے، غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان مواقع میں اصل جواب سے مخاطب کے لیے انکار کی گنجائش نہیں ہے ۳:۲۷

الاعراف ۸۰: استفہام اظہارِ نفرت و کراہت کے مفہوم میں ہے ۳:۳۰۶

الاعراف ۱۸۷: سوال بطور استہزاء ۳:۴۰۳

ابراہیم ۱۰: سوال استعجاب کی نوعیت کا ۴:۳۱۵

المومنون ۶۸: استفہامیہ اسلوب بقصد زجر و ملامت ۵:۳۳۴

النمل ۵۵: استفہام یہاں اظہارِ تعجب و حیرت و کراہت ہے ۵:۶۱۴

النمل ۶۰: اس قسم کے سوالیہ جملوں میں مقصود استفہام اور سوال و جواب نہیں ہوتا بلکہ افحام، اتمامِ حجت اور زجر و تنبیہ ہوتا ہے ۵:۶۲۳

حٰمٓ السجدۃ ۹: اس بات کو سوال کی صورت میں تعجب و کراہیت کے اظہار کے لیے رکھا ہے ۷:۸۶

الشوریٰ ۹: سوال یہاں اظہارِ تعجب اور انکار کے مفہوم میں ہے ۷:۱۴۶

النجم ۱۹: سوال یہاں تعجب اور استخفاف و تحقیر کے لیے ہے ۸:۶۰

القمر ۵: 'ما' نافیہ بھی ہو سکتا ہے اور استفہامیہ بھی، لیکن استفہامیہ میں زیادہ زور بھی ہے اور موقع کلام سے زیادہ مناسبت بھی ۸:۹۴

الحآقۃ ۲۸: 'ما' یہاں نافیہ بھی ہو سکتا ہے لیکن اظہارِ حسرت کے پہلو سے اس کا استفہامیہ ہونا زیادہ موزوں ہے ۸:۵۴۹

الدھر ۱: استفہامیہ اسلوب کی بلاغتیں ۹:۱۰۵

عبس ۱۷: 'مَآ اَكْفَرَهٗ' اسلوب اظہارِ تعجب اور اظہارِ نفرت دونوں کا حامل ہے ۹:۲۰۴

الانفطار ۶: استفہامیہ اسلوب اظہارِ تعجب کے لیے ہے ۹:۲۴۱

الفجر ۵: اس آیت کا استفہامیہ اسلوب اپنے اندر زجر و ملامت کا مفہوم بھی رکھتا ہے اور اتمامِ حجت کا بھی ۹: ۳۵۷

البلد ۱۲: یہ اندازِ سوال کسی چیز کی عظمت وشان یا اس کی ہولناکی کے اظہار کے لیے اختیار کیا جاتا ہے ۹:۳۷۶

الّیل ۱۱: 'ما' نافیہ بھی ہوسکتا ہے اور سوالیہ بھی۔ دونوں صورتوں میں کچھ زیادہ فرق نہیں ہوگا لیکن سوالیہ میں زیادہ زور ہے، اِسی وجہ سے میں نے اِسی مفہوم کو لیا ہے ۹:۴۰۴

## اُسلوب کی تبدیلی سے مبتدا پر زور

الاعراف ۱۵۶: 'وَالَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِنَا يُؤْمِنُوْنَ' کا ٹکڑا یہاں خاص طور پر توجہ طلب ہے۔ یوں نہیں فرمایا کہ 'يَتَّقُوْنَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَيُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِنَا' بلکہ اسلوب بدل کر فرمایا 'وَالَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِنَا يُؤْمِنُوْنَ' اسلوب کی اس تبدیلی سے مبتدا پر خاص طور پر زور دینا مقصود ہے کہ خاص کر وہ لوگ جو ہماری آیات پر ایمان لائیں گے۔ جو لوگ قرآن کے نظائر پر نگاہ رکھتے ہیں وہ سمجھ سکتے ہیں کہ یہ اس عہد و پیمان کی طرف اشارہ ہے جو بنی اسرائیل سے آئندہ آنے والے انبیاء پر ایمان لانے کے لیے لیا گیا تھا اور جس کی وضاحت مائدہ کی آیت ۱۲ میں ہے ۳:۳۷۱

## اِسم اور فعل کے مواقع استعمال میں فرق

الاعراف ۲: 'وَذِكْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ' کا ٹکڑا معناً تو 'لِتُنْذِرَ' ہی پر ہے لیکن یہ فعل کے بجائے اسم کی شکل میں ہے۔ اس کے اسم کی شکل میں لانے سے ایک امر واقعہ کا اظہار مقصود ہے وہ یہ کہ جہاں تک انذار کا تعلق ہے وہ تو تم ان کفار کو کر دو لیکن اس سے یاددہانی کا فائدہ صرف اہل ایمان ہی اٹھائیں گے ۳:۲۲۱

الحج ۱۷: مسلمانوں اور یہود و مشرکین کا ذکر تو فعل کی شکل میں ہوا ہے اور صابئین، نصاریٰ اور مجوس کا اِسم کی شکل میں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ عملاً اس میدان میں ایک طرف مسلمان تھے، دوسری طرف مشرکین اور یہود۔ یہود، مشرکین کی حمایت اور اسلام کی مخالفت میں اپنے حسد و عناد کے باعث بہت سرگرم تھے۔ باقی فرقوں کی ہمدردیاں اگرچہ تھیں تو مشرکین ہی کے ساتھ لیکن وہ کچھ زیادہ سرگرم نہ تھے۔ اس وجہ سے معرکہ کے اصل حریفوں کو تو فعل کے ساتھ ذکر کیا ہے اور دوسروں کا ذکر اسم کے ساتھ۔ زبان کا ذوق رکھنے والے جانتے ہیں کہ فعل کے اندر ایک قسم کی سرگرمی کا مفہوم پایا جاتا ہے جب کہ اسم بالعموم صرف علامت امتیاز کا فائدہ دیتا ہے ۵:۲۲۸

الذّٰریٰت ۵، ۶: یہاں یہ نکتہ بھی ملحوظ رہے کہ عذابِ دنیا کی وعید کا ذکر تو فعل سے کیا ہے اور آخرت کی جزا و سزا کا ذکر اسم 'دین' سے کیا ہے۔ اس کی وجہ واضح ہے کہ اس دنیا میں قوموں پر جو عذاب آتا ہے وہ ایک امر حادث اور مشروط بشرائط و حالات ہوتا ہے۔ لیکن جزا و سزا کا قانون اس دنیا کی خلقت کی غایت اور اس کا لازمی نتیجہ ہے۔ اس وجہ سے پہلے کو فعل سے تعبیر فرمایا اور دوسرے کو اسم سے ۷:۵۸۱

## اصنام اور احجار کے لیے ضمیر اور فعل

الانبیآء ۱۰۰: ضمیر اور فعل دونوں وہ استعمال ہوئے ہیں جو ذی عقل ہستیوں کے لیے استعمال ہوتے ہیں تو ان کا استعمال اصنام و احجار کے لیے کس طرح ہوا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ ضمیر اور فعل پجاریوں کے تصور کے اعتبار سے استعمال ہوئے ہیں۔ ان پتھروں کو وہ چونکہ اپنا فریادرس اور معبود خیال کرتے تھے اس وجہ سے یہ اسلوبِ بیان اختیار فرمایا گیا۔ اس کی مثالیں کلامِ عرب اور قرآن مجید میں بہت ہیں ۵:۱۹۳

## اضافت کا اسلوب

القمر ۵۵: 'مَقْعَدِ' کی اضافت 'صِدْقٍ' کی طرف اس کی عزت، پائیداری اور ابدیت کی طرف اشارہ کر رہی ہے ۸:۱۱۵

## اِظہارِ تعجب کا اسلوب

اٰل عمران ۱۶۵: 'أ' حرفِ استفہام ہے اور 'و' حرفِ ربط ہے۔ عربی

زبان میں حرفِ استفہام کی اصلی جگہ جملہ کے آغاز ہی میں ہے۔ یہ حرفِ استفہام اظہارِ تعجب کے لیے ہے۔ حرفِ ربط اس بات کی دلیل ہے کہ یہ بات بھی منجملہ ان اعتراضات کے ایک اعتراض ہے جن کے جواب اوپر دیئے گئے ۲:۲۱۳

المآئدۃ ۷۵: 'اُنْظُرْ' اظہارِ تعجب کے مفہوم میں ہے ۲:۵۶۹

الانعام ۱: 'ثُمَّ' اظہارِ تعجب کے لیے ۳:۱۷

## اظہارِ حسرت کا اسلوب

الجاثیۃ ۲۴: یہ اسلوب کلام اظہارِ حسرت کا ہے کہ بڑے ہی بدقسمت ہیں یہ لوگ جنھوں نے ایسے عظیم معاملہ میں علم کی جگہ اپنے خیال و گمان کو اپنا رہنما بنایا ہے ۷:۳۲۸

## اظہارِ نفرت کا اسلوب

الجاثیۃ ۱۸: لوگوں کی بدعات سے یہ بالواسطہ اظہارِ نفرت کا ایک طریقہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو مخاطب کرنا پسند نہیں فرمایا اس وجہ سے اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے ان بدعات سے احتراز کی تاکید فرما دی ۷:۳۱۸

محمد ۲۰: 'فَاَوْلٰی لَھُمْ' لعنت اور اظہارِ نفرت کا کلمہ ہے۔ اس کا مفہوم وہی ہے جو 'وَیْلٌ لَّھُمْ' کا ہے ۷:۴۱۶

الشعرآء ۷۵: 'اَفَرَءَیْتُمْ' کے اسلوب میں تعجب اور اظہارِ نفرت و بیزاری کا مضمون ہے ۵:۵۲۳

## اَفْعَلُ کا مخصوص استعمال

التوبہ ۱۰۸: یہاں 'اَحَقُّ' کا لفظ ہے جس سے گمان ترجیع و تفضیل کی طرف جاتا ہے لیکن کلامِ عرب اور قرآن میں ایسی مثالیں موجود ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ 'اَفْعَلُ' بعض مرتبہ نسبت اور تقابل سے مجرد ہو کر بھی استعمال ہوتا ہے ۳:۶۴۳

المومنون ۱۴: 'اَفْعَلُ' کا صیغہ جب کہ وہ جمع کی طرف مضاف ہو بسا اوقات تفضیل و ترجیع کے مفہوم سے مجرد ہو کر محض اعلیٰ مرتبہ صفت کے اظہار کے لیے آتا ہے ۵:۳۰۵

## اَلَا یَتَّقُوْنَ کا اسلوب

الشعرآء ۱۱: یہ اسلوبِ بیان فرعون اور اس کی قوم کے غایت درجہ طغیان و فساد کو ظاہر کر رہا ہے ۵:۵۰۶

## اَلفاظ کے اِحاطہ سے مافوق صورتِ واقعہ کا اسلوب

طٰہٰ ۷۸: 'فَغَشِیَھُمْ مِّنَ الْیَمِّ مَا غَشِیَھُمْ' یہ اسلوب بیان کسی چیز کی ایسی ہولناکی یا عظمت کے اظہار کے لیے آتا ہے جس کو الفاظ تعبیر کرنے سے قاصر ہوں ۵:۷۱

النجم ۱۶: یہ اسلوبِ بیان اس حقیقت کی طرف اشارہ کر رہا ہے کہ اس وقت اس 'سدرۃ' پر انوار و تجلیات کا ایسا ہجوم تھا کہ ان کی تعبیر الفاظ کی گرفت میں نہیں آسکتی ۸:۵۷

النجم ۵۴: 'فَغَشّٰھَا مَا غَشّٰی' یعنی اُن کو ایسی چیز نے ڈھانک دیا جو الفاظ کی گرفت سے باہر ہے ۸:۸۱

الواقعۃ ۸: 'مَآ اَصْحٰبُ الْمَیْمَنَةِ' میں جو استفہام ہے یہ اظہارِ شان و عظمت کے لیے آتا ہے اور اظہارِ نفرت و کراہت کے لیے بھی۔ یہاں یہ اظہارِ شان و عظمت کے لیے ہے یعنی دہنے والوں کی شان و عظمت، اِن کے عیشِ جاوداں، اِن کی رفاہیت و خوش حالی اور ان کی عالی مقامی کا کیا پوچھنا ہے! بھلا اس کی تفصیل کس طرح بتائی جاسکتی ہے اور اس کا صحیح اندازہ کون کر سکتا ہے! یہ اسلوبِ کلام اس صورت میں اختیار کیا جاتا ہے جب صورتِ واقعہ الفاظ کے احاطہ اور قیاس و گمان کی رسائی سے مافوق ہو ۸:۱۶۰

الواقعۃ ۹: 'مَآ اَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ' میں وہی اسلوب اس کے برعکس یعنی اظہارِ نفرت و کراہت کے مفہوم میں ہے ۸:۱۶۰

الواقعۃ ۱۰: 'وَالسّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ' میں دوسرا 'سَابِقُوْن' خبر کے محل میں ہے اور اس ایجاز میں غایت درجہ بلاغت ہے۔ مطلب یہ ہے کہ 'سَابِقُون' کی عالی مقامی کا کیا پوچھنا وہ تو 'سَابِقون' ہی ہوئے!

جب وہ سابقون ہیں تو ان کے درجہ و مرتبہ کو کون پہنچ سکتا ہے! وہ لازماً وہاں تک پہنچیں گے جو انسانی شرف و مزیّت کا آخری نقطہ ہے اور اس نقطۂ کمال کا اندازا بھلا اِس عالم ناسوت میں کون کر سکتا ہے! ۸:۱۶۰

## الف لام عہد کا

البقرۃ ۳۱: 'وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا' قرینہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں اسمآء پر الف لام عہد کا ہے... تو پھر اس سے کچھ خاص ناموں ہی کا مراد لینا صحیح ہوگا ۱:۱۶۰

طٰہٰ ۷۷: 'اَلْبَحْر' پر الف لام اس بات کا قرینہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو متعین طور پر اُس جگہ کی نشاندہی کر دی گئی تھی جہاں ان کو پہنچنا تھا ۵:۷۱

یٰسٓ ۱۳: 'اَصْحٰبَ الْقَرْيَةِ' میں قریہ پر الف لام اس بات کا قرینہ ہے کہ یہ بستی مخاطب کے لیے ایک معہود و معلوم بستی تھی ۶:۴۰۹

النصر ۱: 'اَلْفَتْحُ' پر الف لام اس حقیقت کی طرف اشارہ کر رہا ہے کہ اس سے مراد موعود و منتظر فتح ہے جو اللہ کے رسولوں اور ان کے ساتھیوں کے لیے سنتِ الٰہی کا تقاضا ہے ۹:۶۲۰

## 'اَلَمْ تَرَ' کا خطاب

'اَلَمْ تَرَ' کا خطاب ضروری نہیں کہ واحد کے لیے ہو بلکہ یہ عموماً جمع کے لیے آتا ہے اور خطاب اس میں گویا مخاطب گروہ کے ہر شخص سے فرداً فرداً ہوتا ہے۔ اس کے بعد جس واقعہ کا حوالہ دیا جاتا ہے وہ یا تو مخاطب گروہ کا عینی مشاہدہ ہوتا ہے یا واقعے کی شہرت اس درجے کی ہوتی ہے کہ اس کی نسبت یہ باور کیا جاتا ہے کہ اس سے مخاطب باخبر ہیں یا انھیں باخبر ہونا چاہیے یا متکلم کو یہ اعتماد ہوتا ہے کہ واقعے کی صداقت ایسی مسلم ہے کہ اس میں کسی شک و شبے کی گنجائش نہیں ہے ۱:۵۶۳

النسآء ۴۴، ۲:۳۰۸

ابراھیم ۲۴: مخاطب گروہ کے ایک ایک شخص کو فرداً فرداً خطاب کر کے آگے آنے والی تمثیلات پر غور کرنے کی دعوت ۴:۳۲۴

ابراہیم ۲۸، ۴:۳۲۸

بنی اسرآئیل ۲۲، ۴:۴۹۵

الکہف ۹، ۴:۵۶۶

الحج ۶۳، ۵:۲۸۱

الفرقان ۴۵، ۵:۴۷۴

لقمان ۲۹، ۳۱، ۶:۱۴۳

الجاثیۃ ۲۸، ۷:۳۳۰

المجادلۃ ۷، ۸:۲۵۷

الحشر ۱۱، ۸:۳۰۰

الفیل ۱، ۹:۵۵۸

## 'اَمْ' اِستنکار و اِستعجاب کے مفہوم

الشوریٰ ۲۱، ۷:۱۶۳

الزخرف ۱۶، ۷:۲۱۵

## امرِ غائب

طٰہٰ ۳۹: 'فَلْيُلْقِهِ' پر لام امر ہے اس وجہ سے یہ امرِ غائب ہے ۵:۴۴

## امر و اطاعت کے مرکز

النسآء ۵۹: اسلام میں امر و طاعت کے مرکز تین ہیں، اللہ، رسول، اولوالامر۔ اِن میں سے دو سابق الذکر مستقل اور بالذات مرکز اطاعت ہیں۔ اس وجہ سے ان کے ساتھ 'اَطِيْعُوْا' کا فعل مستقل استعمال ہوا۔ اولوالامر کی اطاعت اللہ و رسول کی اطاعت کے تحت ہے اِس وجہ سے اَطِيْعُوْا کا فعل الگ نہیں استعمال ہوا بلکہ اس کو صرف سابق پر عطف کر دیا۔ یہ اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ اولوالامر صرف اللہ و رسول کے

احکام کی تنفیذ کا ذریعہ ہیں، اس وجہ سے ان کی اطاعت خدا اور رسول کے احکام کے خلاف جائز نہیں ۲: ۳۲۴

## اٰمَنَ لَہٗ' اور اٰمَنَ بِہٖ کا فرق

**یونس ۸۳:** 'اٰمَنَ لَہٗ' تو یہ ہے کہ آپ کسی شخص کے دعوے یا اس کی خبر کو سچ مان لیں۔ اس کے لیے حوالگی، تفویض، تسلیم اور انقیاد و اطاعت شرط نہیں ہے لیکن 'اٰمَنَ بِہٖ' کا تقاضا پورا کرنے کے لیے یہ ساری چیزیں شرط ہیں۔ نبی اور رسول کے معاملے میں صرف 'اٰمَنَ لَہٗ' کافی نہیں ہے بلکہ اس کے لیے 'اٰمَنَ بِہٖ' کے تقاضے پورے کرنے ہوتے ہیں۔ اس مرحلے تک کچھ اسرائیلی نوجوانوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دعوے کی صداقت تو تسلیم کر لی تھی لیکن ابھی 'اٰمَنَ بِہٖ' کے مقام تک وہ نہیں پہنچے تھے۔ اس وجہ سے ان کے اعتراف و قبولیت کو قرآن نے 'اٰمَنَ لَہٗ' سے تعبیر کیا ہے۔ یہ حقیقت چونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر واضح تھی اس وجہ سے انھوں نے ان نوجوانوں کو ایمان کی اصل حقیقت سمجھائی جس کا ذکر آگے والی آیت میں آ رہا ہے ۴: ۷۹

**العنکبوت ۲۶:** 'اٰمَنَ لَہٗ' تصدیق و تائید کے مفہوم میں ہے ۶: ۳۴

## 'اَنَا' بطور فاصل

**الکہف ۳۹:** 'اَنَا' یہاں دونوں مفعولوں کے درمیان بطور ایک فاصل کے آ گیا ہے۔ اِس کو جملہ سے براہِ راست تعلق نہیں ہے۔ اِس قسم کے زائد استعمال کی مثالیں کلامِ عرب میں بھی موجود ہیں اور ہماری اپنی زبان میں بھی ۴: ۵۸۷

## اِنْ اور اِذَا کا استعمال

**البقرۃ ۱۸۰:** اِس وصیت کی فرضیت کے ساتھ دو شرطیں لگائی ہیں ایک یہ کہ آدمی اُس وقت کرے جب اُسے اپنی موت قریب ہوتی نظر آنے لگے اور دوسری یہ کہ جب وہ کچھ مال اپنے پیچھے چھوڑ رہا ہو۔ پہلی شرط کا ذکر 'اذا' کے ساتھ کیا ہے اس لیے کہ موت کا مرحلہ سب کو پیش آتا ہے۔ دوسری کا ذکر 'اِنْ' کے ساتھ کیا ہے اس لیے کہ مال کا ہونا ہر ایک کے پاس ضروری نہیں۔ 'اِنْ' اور 'اِذَا' کے استعمال کا یہ فرق عربی زبان کے طلبہ سے مخفی نہیں ۱: ۴۳۹

## 'اَنْزَلَ' اور 'نَزَّلَ' کا فرق

**النسآء ۱۳۶:** جو لوگ عربی زبان کی باریکیوں سے واقف ہیں وہ جانتے ہیں کہ 'اَنْـزَلَ' کا مفہوم تو مجرد اتار دینا ہے لیکن 'نَـزَّلَ' کے اندر اہتمام اور تدریج کا مفہوم بھی پایا جاتا ہے۔ لفظوں کا یہ فرق تورات اور قرآن دونوں کے اتارے جانے کی نوعیت کو واضح کر رہا ہے ۲: ۴۰۸

## 'اِنْ' شرطیہ کے بعد 'قد'

**التحریم ۴:** اس اسلوب میں 'قَدْ' کے بعد جو جملہ آتا ہے وہ اس امر کی آسانی و سہولت کو بیان کرتا ہے جو 'اِنْ' کے بعد کہی جاتی ہے ... اس روشنی میں آیت کی تاویل یہ ہو گی کہ اگر تم پیغمبر کی رضا جوئی کے لیے خدا سے توبہ کرو تو یہی تم سے متوقع ہے اس لیے کہ تمہارے دل تو پہلے ہی سے اس کی طرف جھکے ہوئے ہیں ۸: ۴۶۶

## 'اِنْ' کا استعمال

**البقرۃ ۲۸۰:** 'اِنْ کَانَ ذُوْعُسْرَۃٍ فَنَظِرَۃٌ اِلٰی مَیْسَرَۃٍ' (اگر قرض دار تنگ حال ہو تو اس کو کشادگی حاصل ہونے تک مہلت دی جائے)۔ عربی زبان میں 'اِنْ' کا استعمال عام اور عادی حالات کے لیے نہیں ہوتا بلکہ بالعموم نادر اور شاذ حالات کے بیان کے لیے ہوتا ہے۔ عام حالات کے بیان کے لیے عربی میں 'اِذَا' ہے۔ اس روشنی میں غور کیجیے تو آیت کے الفاظ سے یہ بات صاف نکلتی ہے کہ اس زمانہ میں عام طور پر قرض دار ذُومیسرۃ (خوش حال) ہوتے تھے لیکن گاہ گاہ ایسی صورت بھی پیدا ہو جاتی تھی کہ قرضدار غریب ہو یا قرض لینے کے لیے غریب ہو گیا ہو تو اس کے ساتھ اس رعایت کی ہدایت فرمائی ۱: ۶۳۸

## اِنْ مخفّفہ

**یونس ۲۹:** 'اِنْ کُنَّا' میں 'اِنْ مخففہ' ہے جو 'اِنَّ' کے معنی میں ہوتا ہے اور اس کے بعد 'لغافلین' کلام اس کا قرینہ ہے ۴: ۶۲

طٰہٰ ۶۳: 'اِنَّ' کے معنی میں ہے ۵: ۶۳

## 'او' تقسیمیہ

البقرۃ ۲۵۹: حرف 'او' اصلاً تقسیم کے لیے آیا کرتا ہے۔ پہلے ان لوگوں کی مثال پیش کی جن کا ذکر اوپر 'اَلَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اَوْلِیٰٓئُھُمُ الطَّاغُوْت' کے الفاظ سے فرمایا تھا۔ اب یہ ان لوگوں کے مثال بیان ہو رہی ہے جن کا ذکر 'اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُخْرِجُھُمْ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْر' سے فرمایا ہے ۱: ۶۰۱

المآئدۃ ۳۳: قرآن کے الفاظ صاف اس بات پر دلیل ہیں کہ حالات کی نوعیت اور بدامنی اور قانون شکنی کے موجود اور متوقع اثرات کے لحاظ سے حکومت ان میں سے جو اقدام بھی مناسب سمجھے کر سکتی ہے۔ عربی زبان میں 'او' کا استعمال اسی مفہوم کو ظاہر کرتا ہے ۲: ۵۰۶

المرسلٰت ۶: 'او' یہاں تقسیم کے لیے ہے ۹: ۱۳۳

## 'اَوَّلَ کَافِرٍ' اور 'اَوَّلُ الْکٰفِرِیْن' میں فرق

البقرۃ ۴۱: دونوں کے مواقع استعمال میں استاذ امام مولانا حمید الدین فراہی رحمۃ اللہ علیہ ایک لطیف فرق بتاتے ہیں۔ جب 'اَوَّلَ کَافِرٍ' کا استعمال ہوگا تو اس میں اس سے بحث نہیں ہوگی کہ اس کے علاوہ کوئی اور کافر پایا جاتا ہے یا نہیں اور دوسری شکل میں مفہوم یہ ہوگا کہ وہ کفر کرنے والوں میں سب سے پہلا شخص ہے ۱: ۱۸۰

## ''اِیْ'' کا اسلوب

یونس ۵۳: 'اِیْ' حرفِ جواب ہے 'نَعَمْ' کے معنی میں اور یہ صرف قسم سے پہلے آتا ہے ۴: ۶۲

## 'اَیَّانَ' کا ترجمہ

النّٰزِعٰت ۴۲: 'اَیَّان' وقتِ مستقبل سے متعلق سوال کے لیے آتا ہے، اِس وجہ سے اس کا ترجمہ میرے نزدیک 'کہاں' صحیح نہیں ہوگا بلکہ 'کب' ہونا چاہیے ۹: ۱۸۷

## ایجاز

کم سے کم لفظوں میں بڑی سے بڑی بات کو بیان کرنا 'ایجاز' ہے۔
الشوریٰ ۳، ۷: ۱۳۹

## ایک ہی حقیقت دو مختلف اسلوبوں سے

سبا ۴۷: یہ مضمون قرآن میں دو اسلوبوں سے آیا ہے اور دونوں کا مفاد ایک ہی ہے۔ ایک اسلوب یہ ہے کہ میں نے اپنی خدمت پر تم سے کوئی اجر نہیں مانگا ہے کہ تم مجھ سے بدک رہے ہو۔ میرا اجر تو بس میرے رب ہی کے ذمہ ہے۔ دوسرا یہ کہ اگر میں نے تم سے کوئی بات چاہی ہے جس کو تم اجر سمجھتے اور بار محسوس کرتے ہو تو وہ اپنے لیے نہیں بلکہ تمھاری ہی دنیا و آخرت کی بہبود کے لیے چاہی ہے۔ پہلے اسلوب کی مثالیں بکثرت ہیں، ان کے حوالے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہاں یہ مضمون اِس دوسرے اسلوب میں بیان ہوا ہے جس کی بعض نظیریں ہم نقل کرتے ہیں ۶: ۳۳۸

فرقان ۵۷، ۵: ۴۷۹

الشوریٰ ۲۳، ۷: ۱۶۵

## ایک ہی لفظ جملہ کے قائم مقام

اَلْحَآقَّۃ ۱: یہ اسلوبِ بیان اس وقت اختیار کیا جاتا ہے جب مخاطب، خاص طور پر غافل مخاطب کو ہڑ بڑا دینا مقصود ہو۔ ایسی صورت میں صرف مبتدا کا ذکر کافی ہوتا ہے، خبر کی ضرورت نہیں ہوتی تا کہ مخاطب کی پوری توجہ مبتدا ہی پر مرکوز ہو جائے۔ اس طرح جملہ میں جو ابہام پیدا ہوتا ہے وہ مخاطب کی توجہ جذب کرنے کا باعث بنتا ہے ۸: ۵۴۱

## بابِ تفعیل

المآئدۃ ۳۳: 'اَنْ یُّقَتَّلُوْٓا' یہاں لفظ قتل کے بجائے تقتیل، باب تفعیل سے اِستعمال ہوا ہے۔ باب تفعیل معنی کی شدت اور کثرت پر دلیل ہوتا ہے۔ اس وجہ سے تقتیل، شر تقتیل کے معنی پر دلیل ہوگا ۲: ۵۰۶

المآئدۃ ۳۳: سولی دینے کے لیے یہاں 'صلیب' کے بجائے 'تصلیب' کا لفظ استعمال ہوا ہے جس سے یہ اشارہ نکلتا ہے کہ سولی اور پھانسی کے وہ طریقے بھی اختیار کیے جا سکتے ہیں جو زیادہ دردناک اور زیادہ عبرت انگیز ہوں ۲:۵۰۶

ایضاً: 'اَوْ تُقَطَّعَ اَیْدِیْهِمْ وَ اَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ' یہ بے ترتیب کاٹنے کی ہدایت بھی عبرت انگیزی اور درد انگیزی کے نقطۂ نظر سے ہے ۲:۵۰۶

## بِالْیَمِیْن کا ترجمہ

الحاقّۃ ۴۵: عربیت کے قاعدہ سے اِس کا ترجمہ 'ہم اس کو اپنے قوی بازو سے پکڑتے'، ہونا چاہیے ۸:۵۵۴

## 'ب' کا اِستعمال

البقرۃ ۳: 'بِالْغَیْبِ' کی ب کے بارے میں دو رائیں ہو سکتی ہیں:

ایک یہ کہ اس کو ظرف کے معنی میں لیا جائے یعنی وہ غائب میں ہوتے ہوئے ایمان لاتے ہیں۔ اس معنی کی متعدد مثالیں قرآن میں موجود ہیں...

اِس صورت میں 'یُؤْمِنُوْنَ' عام رہے گا اور وہ تمام چیزیں اس کے تحت آسکیں گی جن پر ایمان لانا ضروری ہے۔ آیت کا مطلب یہ ہو گا کہ ایمان لانے کے لیے وہ اس بات کے منتظر نہیں ہیں کہ تمام حقائق کا آنکھوں سے مشاہدہ کر لیں بلکہ وہ مشاہدہ کے بغیر محض عقل و فطرت کی شہادت اور پیغمبر ﷺ کی دعوت کی بنا پر اُن تمام چیزوں پر ایمان لاتے ہیں جن پر ایمان لانے کا مطالبہ کیا گیا ہے...

دوسری رائے یہ ہو سکتی ہے کہ اس کو صلہ کی ب مانا جائے اور 'بِالْغَیْبِ' کو 'یُؤْمِنُوْنَ' کا مفعول قرار دیا جائے۔ یہ رائے اگرچہ اکثریت کی رائے ہے اور زبان کے اعتبار سے اِس میں کوئی نقص بھی نہیں ہے لیکن مندرجہ ذیل وجوہ سے ہمیں یہ رائے کچھ زیادہ قوی نہیں معلوم ہوتی... ایمان یا خشیت وہی معتبر ہے جو بصیرت اور تقویٰ سے پیدا ہو۔ جو ایمان یا خشیت گناہوں کے نتائج سامنے آجانے کے بعد پیدا ہو خدا کے ہاں اس کا کوئی اعتبار نہیں ہے... ۱:۹۰

اٰل عمران ۱۵۳: 'غَمًّۢا بِغَمٍّ' میں ب تلبس کے مفہوم میں ہے ۲:۱۹۳

النسآء ۳۶: 'بِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا' میں ب اس بات پر دلیل ہے کہ یہاں احسان کا لفظ 'بِرّ' کے مفہوم پر مشتمل ہے یعنی یہ احسان ادائے حقوق کے ساتھ ہو، محض چھدا اتارنے کی کوشش نہ ہو ۲:۲۹۷

النسآء ۱۵۴: 'وَرَفَعْنَا فَوْقَهُمُ الطُّوْرَ بِمِیْثَاقِهِمْ' میں ب تلبّس کے مفہوم میں ہے ۲:۴۱۹

الاعراف ۵۷: 'فَاَنْزَلْنَا بِهِ' میں ب ظرفیہ ۳:۲۸۳

الاعراف ۱۰۱: ب بیان سبب کے لیے ۳:۳۲۱

الشعرآء ۴۴: 'بِعِزَّةِ فِرْعَوْنَ' میں ب قسمیہ ہے ۵:۵۱۱

الزمر ۶۱: 'بِمَفَازَتِهِمْ' میں ب ظرفیہ ہے ۶:۶۰۵

قٓ ۳۳: 'بِالْغَیْبِ' میں ب ظرفیہ ہے ۷:۵۶۰

الدھر ۶: 'یَشْرَبُ بِهَا' میں ب ظرفیہ ہے۔ مطلب یہ ہے کہ یہ چشمہ اللہ کے خاص بندوں کی بزمِ مے نوشی کے لیے مخصوص ہو گا ۹:۱۱۰

المطففین ۲۸: 'بِهَا' میں ب ظرفیہ ہے ۹:۲۶۱

## بدل

بدل کے معنی عوض کے ہیں۔ بدل وہ تابع ہے جس کی تمہید کے طور پر پہلے ایک اور اسم بولا جائے جو بجائے خود بولنا اصل مقصود نہ ہو۔

البقرۃ ۱۶۶: 'اِذْ تَبَرَّاَ ... الْعَذَابَ' ۱۶۵ سے بدل ۱:۴۰۴

اٰل عمران ۱۶: 'اَلَّذِیْنَ یَقُوْلُوْنَ' الآیۃ، 'لِلَّذِیْنَ اتَّقَوْا' سے بدل ۲:۴۲

اٰل عمران ۱۷: 'اَلصّٰبِرِیْنَ' الآیۃ، 'لِلَّذِیْنَ اتَّقَوْا' سے بدل ۲:۴۲

المآئدۃ ۵۵: 'اَلَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ' الآیۃ، 'وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا' سے بدل ۲:۵۴۸

الانعام ۱۶۱: 'دِیۡنًا قِیَمًا' 'صِرَاطٍ مُّسۡتَقِیۡمٍ' سے بدل ۳:۲۱۰

الاعراف ۱۷۲: 'مِنۡ ظُہُوۡرِہِمۡ' 'مِنۡ بَنِیۡۤ اٰدَمَ' سے بدل ۳:۳۹۲

سبا ۳: 'عٰلِمِ الۡغَیۡبِ' 'رَبِّیۡ' سے بدل ۶:۲۹۲

فاطر ۱: 'جَاعِلِ الۡمَلٰٓئِکَۃِ' 'فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ' سے بدل ۶:۳۵۳

ص ۴۶: 'خَالِصَۃٍ' 'ذِکۡرَی الدَّارِ' سے بدل ۶:۵۴۲

الدخان ۳۰، ۳۱: 'مِنۡ فِرۡعَوۡنَ' 'الۡعَذَابِ الۡمُہِیۡنِ' سے بدل ۷:۲۸۴

الفتح ۲۵: 'اَنۡ تَطَـُٔوۡہُمۡ' 'ضَمِیۡرُہُمۡ' سے بدل ۷:۴۶۴

قٓ ۴۲: ق ۴۲ کا 'یَوۡمِ' ق ۴۱ کے 'یَوۡمَ' سے بدل ۷:۵۷۰

الحدید ۲۰: 'لَعِبٌ وَّلَہۡوٌ' وَ 'الآیۃ' 'اَنَّمَا الۡحَیٰوۃُ الدُّنۡیَا' سے بدل ۸:۲۲۰

العلق ۳: 'اِقۡرَاۡ' العلق ۱ کے 'اِقۡرَاۡ' سے بدل ۹:۴۵۵

العلق ۱۶: 'النَّاصِیَۃِ' العلق ۱۵ سے بدل ۹:۴۵۵

القریش ۲: 'اِیۡلٰفِ' القریش ۱ سے بدل ۹:۵۷۲

## بَلۡ کا اِستعمال

قٓ ۲: یہاں 'بَلۡ' اِس بات پر دلیل ہے کہ قرآن نے اس اعتراض کو محض حقیقت سے فرار کے لیے ایک بہانہ قرار دیا ہے ۷:۵۳۵

## بلاغت

بلاغت ہر وہ ذریعہ ہے جس سے ہم اپنے معنی کو خوبصورت انداز میں سامع تک پہنچاتے ہیں اور سامع کے دل میں وہی اثر پیدا کرتے ہیں جیسا کہ ہمارے دل میں ہوتا ہے۔

البقرۃ ۴۹: بلاغت کا ایک نکتہ ۱:۲۱۱

البقرۃ ۱۲۴: احکام و ہدایات کی تعبیر کے لیے 'کلمات' کے لفظ میں بلاغت کا ایک خاص نکتہ ۱:۳۲۵

البقرۃ ۲۹۸: حجتِ ابراہیمی علیہ السلام میں سورج کی تسخیر کے ذکر میں بلاغت کا ایک نکتہ ۱:۶۰۰

ال عمران ۱۸۱: بلاغت کا ایک لطیف نکتہ ۲:۲۱۹

النساء ۳۵: میاں اور بیوی کو ترغیب مصالحت، ایک نہایت بلیغ اسلوب ۲:۲۹۴

النسآء ۵۴: یہاں 'اٰتَیۡنَا' کے فعل کے اعادے میں بڑی بلاغت ہے ۲:۳۱۷

النسآء ۱۰۵ تا ۱۰۷: خطاب پیغمبر ﷺ سے، عتاب دوسروں پر، اسلوب کی بلاغت ۲:۳۷۸

النسآء ۱۲۷: سوال کے نقل کرنے میں اجمال ہی بلاغت ہے ۲:۳۹۷

النسآء ۱۳۱، ۱۳۲: 'لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الۡاَرۡضِ' الآیۃ کی تکرار کی بلاغت ۲:۴۰۰

النسآء ۱۵۳ تا ۱۶۲: پورے رکوع میں بلاغت کا ایک اسلوب ۲:۴۱۹

المآئدۃ ۱۱۸: مسیح علیہ السلام کے فقرے کی بلاغت ۲:۶۰۹

الاعراف ۲۷: 'یٰبَنِیۡۤ اٰدَمَ' کے خطاب کی بلاغت ۳:۲۴۵

الاعراف ۲۹: دریا بکوزہ، قرآن کی بلاغت ۳:۲۵۰

الاعراف ۳۱: آدم علیہ السلام کی طرف نسبت کی بلاغت ۳:۲۵۱

الاعراف ۶۳: اضمار تقاضائے بلاغت ۳:۲۹۵

الاعراف ۷۹: ترتیب میں تقدیم و تاخیر تقاضائے بلاغت ۳:۳۰۵

الاعراف ۱۷۵: تمثیل میں تقاضائے بلاغت ۳:۳۹۵

الاعراف ۱۹۷: اعجاز بیان کی ایک مثال ۳:۴۱۱

الانفال ۶۷: اسلوبِ بیان کی بلاغت ۳:۵۱۱

التوبۃ ۷۴: دو لفظوں کی بلاغت ۳:۶۱۰

التوبۃ ۹۵: 'اعراض' کا نہایت بلاغت سے دو مختلف بلکہ متضاد معنوں میں استعمال ۳:۶۲۸

ھود ۴۵: بلاغتِ کلام کا ایک خاص پہلو ۴:۱۴۵

ابراھیم ۳۵: بلاغتِ زبان کا ایک اسلوب ۴:۳۳۲

ابراھیم ۳۸: دعائیہ فقرے کی بلاغت ۴:۳۳۴

مریم ۶۴، ۶۵: وسطِ کلام میں حضرت جبرئیل علیہ السلام کی طرف سے ایک تلقین کی بلاغت ۴:۶۷۵

الحج ۳۷: ایک نہایت لطیف و بلیغ اشارہ ۵:۲۸۵

المومنون ۲۴: 'یَتَفَضَّلَ عَلَیۡکُمۡ' کی بلاغت ۵:۳۱۳

النور ۲۳: 'رَمۡی' کے استعمال میں ایک خاص بلاغت ۵:۳۸۹

القصص ۲۷: اسلوبِ بیان کی بلاغت ۵:۷۰۲

محمد ۱۴: آیت کی بلاغت ۷:۴۰۳

الفتح ۳: ترتیبِ بیان کی ایک بلاغت ۷:۴۴۰

نوح ۱۷: قرآن کی بلاغت کا اعجاز ۸:۶۰۱

عبس ۳۴ تا ۳۷: بلاغتِ کلام ۹:۲۱۲

التکویر ۱۸: ایک خاص بلاغت ۹:۲۲۷

التکویر ۲۲: لفظ کے استعمال کی بلاغت ۹:۲۲۹

الانشقاق ۱۱، ۱۲: تقاضائے بلاغت ۹:۲۷۵

القارعۃ ۹: 'اُمٌّ' کا نہایت بلاغت کے ساتھ استعمال ۹:۵۱۵

## بے التفاتی کا اظہار

یٰس ۷۷: اِنسان سے مراد قریش ہی ہیں جن سے یہاں بحث ہے۔ بے التفاتی کے اظہار کے لیے لفظ عام استعمال فرمایا ہے ۶:۴۴۴

## بیانِ حال

العنکبوت ۲۵: 'مَوَدَّةَ بَیۡنِکُمۡ' بیانِ علت کے لیے نہیں بلکہ بیانِ حال کے لیے ہے ۶:۳۴

## 'تَتَفَکَّرُوۡا' کے بعد وقف

سبا ۴۶: یہاں 'تَتَفَکَّرُوۡا' کے بعد وقف ہے اور یہ وقف نہایت بلیغ ہے۔ گویا غور وفکر کی دعوت کے بعد لوگوں کو غور وفکر کے لیے تھوڑا سا وقت بھی دے دیا ۶:۳۳۷

## ترتیبِ بیان

الغاشیۃ ۱۷ تا ۲۰: یہاں ترتیبِ بیان میں بھی ایک ندرت ہے کہ اس کے اندر صعودی اور ہبوطی دونوں ترتیبیں جمع ہوگئی ہیں ۹:۳۳۶

## ترجیع

کسی ایک ہی بات کی طرف بار بار توجہ دلانے کا یہ اسلوب ظاہر ہے کہ اُس صورت میں اختیار کیا جاتا ہے جب مخاطب یا تو اتنا ضدّی ہو کہ اپنی خواہش کے خلاف کوئی بات ماننے کے لیے تیار ہی نہ ہو یا اتنا غبی ہو کہ جب تک اس کو کان پکڑ پکڑ کر ایک ایک چیز کی طرف توجہ نہ دلائی جائے اُس سے کسی معقول بات کے سمجھنے کی توقع ہی نہ کی جا سکتی ہو۔

کلام میں مخاطب کی ذہنیت اور اس کے مزاج کی رعایت ایک ناگزیر شے ہے۔ اگر متکلم یہ چیز ملحوظ نہ رکھ سکے تو اس کا کلام نہ مطابقِ حال ہوگا نہ بلیغ۔ جو لوگ کلام کے ان تقاضوں سے نابلد ہوتے ہیں وہ اس نوعیت کے کلام کی خوبیوں اور نزاکتوں کے پرکھنے سے قاصر رہتے ہیں۔ وہ ایک ہی آیت کے بار بار اعادے کو تکرار پر محمول کرتے اور اس تکرار کو ایک عیب قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ سورہ رحمٰن پر بھی بعض کم سوادوں نے یہ اعتراض کیا ہے کہ اس میں ایک ہی آیت کا بار بار اعادہ ہے۔ حالانکہ اگر وہ یہ سمجھ جائیں کہ اس میں مخاطب کس ذہنیت کے لوگ ہیں تو وہ پکار اٹھیں کہ اس سورہ کی ایک ایک ترجیع اپنے محل میں اِس طرح جڑی ہوئی ہے جس طرح انگشتری میں نگینہ ہوتا ہے ۸:۱۱۹

الشعرآء ۶۷، ۶۸: آیتِ ترجیع ۵:۵۱۹

الشعرآء ۱۲۱، ۱۲۲: آیتِ ترجیع ۵:۵۳۳

الصّٰفّٰت ۱۰۸، ۶:۴۸۷

الصّٰفّٰت ۱۱۹ تا ۱۲۲، ۶:۴۹۰

الصّٰفّٰت ۱۲۹، ۶:۴۹۱

القمر سورہ، ۸:۸۷

الرحمٰن سورہ: آیت 'فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ' اس میں بار بار آئی ہے۔ ۸:۱۱۹

المرسلٰت سورہ: اسی طرح اس سورہ میں آیت 'وَیْلٌ یَّوْمَئِذٍ لِّلْمُکَذِّبِیْنَ' دس بار آئی ہے۔ ۱۰ مرتبہ آیت ترجیع، ۹:۱۲۳

## 'تَرْمِیْ' کا فاعل

الفیل ۴: 'تَرْمِیْ' کے فاعل قریش ہیں جو 'اَلَمْ تَرَا' کے مخاطب ہیں۔ فعل ترمی چڑیوں کے لیے کسی طرح موزوں ہے بھی نہیں چڑیاں اپنی چونچوں اور چنگلوں سے سنگ ریزے گرا تو سکتی ہیں لیکن اس کو 'رمی' نہیں کہہ سکتے۔ 'رمی' صرف اسی صورت میں ہوگی جب پھینکنے میں بازو یا فلاخن کا زور استعمال ہو یا ہوا کے تند و تیز تھپیڑے اس کے ساتھ ہوں ۹:۵۶۴

## تشبیہ

تشبیہ میں ایک چیز کو ایک یا ایک سے زیادہ مشترک خصوصیات کی بنا پر دوسری کی مانند قرار دیا جاتا ہے اور اِس طرح پہلی چیز کی اہمیت، تاثر یا شدت کو واضح کیا جاتا ہے جیسے چاند کی طرح روشن چہرہ۔

جنت اور دوزخ کے احوال متشابہات میں داخل ہیں۔ جن تمثیلات و تشبیہات سے اس نادیدہ عالم کے احوال کو ہمارے ذہن کے قریب لایا جا سکتا ہے قرآن ان کے ذریعہ سے ان کو ہمارے ذہن کے قریب کرتا ہے۔ رہی ان کی اصل حقیقت تو اس کا علم صرف اللہ کو ہے۔ دوزخ کے 'مہل' یا جنت کے کنگن اور سندس اور استبرق کی حقیقت یہاں نہیں معلوم کی جا سکتی۔ یہ امر بھی ملحوظ رہے کہ قرآن ان چیزوں کے بیان میں اہل عرب ہی کی معلومات اور انہی کے ذوق کو ملحوظ رکھتا ہے اس لیے کہ تشبیہ و تمثیل میں مؤثر وہی چیزیں ہوتی ہیں جن سے مخاطب واقف ہوں ۴:۵۸۲

البقرۃ ۱۴۶: بیٹوں کی طرح پہچاننے کی تشبیہ ۱:۳۷۱

البقرۃ ۲۷۵: سود خوار کی تشبیہ ایسے مخبوط الحواس شخص سے جس پر کسی جنات یا بھوت کا سایہ ہوا ۱:۶۳۱

یونس ۲۷: چونکہ یہ ابدی مایوسی کی سیاہی ہوگی اس وجہ سے ایسا معلوم ہوگا کہ گویا ان کے چہروں پر شب تاریک کے ٹکڑے کاٹ کاٹ کر ڈال دیے گئے ہوں ۴:۴۳

النور ۳۵: 'مشکوٰۃ' سے مراد انسان کا دل ہے جس کو چراغ رکھنے کے طاق یا چراغ دان سے تشبیہ دی گئی ہے ۵:۴۰۹

یٰس ۳۹: آخری اور ابتدائی تاریخوں کے چاند کی کھجور کی پرانی ٹہنی سے تشبیہ ۶:۴۲۶

الصّٰفّٰت ۴۹: شتر مرغ کے محفوظ انڈوں کی طرح عفت، صیانت اور رنگ کا لحاظ ۶:۴۶۷

الصّٰفّٰت ۶۵: دوزخ کے زقوم کے پتوں اور کانٹوں کو شیاطین کے سروں سے تشبیہ دی ہے ۶:۴۶۹

الطّور ۲۴: 'لُؤْلُؤٌ مَّکْنُوْنٌ' کسی چیز کی غایت درجہ نفاست و نزاکت کی تعبیر ۸:۲۸

النجم ۹: 'فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی': 'قاب' کے معنی بقدر کے ہیں، یہ غایت قرب و اتصال کی تعبیر ہے یعنی حضرت جبریل علیہ السلام آنحضرت ﷺ سے اِتنے قریب ہو گئے کہ بس دو کمانوں کے بقدر یا اس سے بھی کم فاصلہ رہ گیا۔ اس تشبیہ میں اہل عرب کے ذوق کا بھی لحاظ ہے۔ اہل عرب تیر و کمان والے لوگ تھے اس وجہ سے غایت قرب کی تعبیر کے لیے ایک کمان یا دو کمانوں کے بقدر کی تشبیہ استعمال کرتے تھے، جس طرح ہم ایک گز یا دو گز کے الفاظ بولتے ہیں۔ 'اَوْ' یہاں اس حقیقت کی طرف اشارہ کر رہا ہے کہ یہ تشبیہ محض قرب کی تعبیر کے لیے ہے۔ یہ فاصلہ اس سے بھی کم ہو سکتا ہے ۸:۵۵

القمر ۲۰: کھجوروں کے کھوکھلے تنوں کی طرح لڑھکتی ہوئی لاشیں

۱۰۵:۸

القمر ۵۰: چشم وابرو کے اشارے کی طرح ظہور ۱۱۴:۸

الرحمٰن ۳۷: سرخ کھال سے تشبیہ ۱۴۱:۹

الرحمٰن ۵۶: یہ ان کے شوہر نا آشنا ہونے اور کنوار پن کی تعبیر ہے ۱۴۷:۸

الرحمٰن ۵۸: یاقوت اور مرجان سے ان کی تشبیہ ان کے حسن اور اُن کی عصمت ومحفوظیت کے بیان کے لیے ہے ۱۴۷:۸

الرحمٰن ۷۰: 'خَیْرٰتٌ حِسَانٌ' کے معنی ہیں پاکیزہ سیرت اور پاکیزہ صورت ۱۴۹:۸

الواقعۃ ۲۳: دُرِّ مکنون کی طرح اچھوتی اور پاک حوریں ۱۶۵:۸

المنافقون ۴: گویا لکڑی کے کھوکھلے کندے جنھیں لباس پہنا کر دیواروں سے ٹیک لگا دی گئی ہو ۴۰۰:۸

المرسلٰت ۳۲: یہ تشبیہ شعلوں کے پھیلاؤ، ان کی بلندی اور ان کے رنگ کی دی گئی ہے ۱۴۳:۹

المرسلٰت ۳۳: یہ تشبیہ شعلوں اور چنگاریوں کے رنگ اور ان کی بڑائی دونوں کو نمایاں کر رہی ہے ۱۴۳:۹

القارعۃ ۵: اصل مقصود اُون کی پراگندگی کو نمایاں کرنا ہے نہ کہ اس کے رنگ کو ۵۱۴:۹

## تضمین

۱) جب صِلہ اور فعل میں مناسبت نہ ہو تو وہاں تضمین ہوتی ہے یعنی کوئی ایسا فعل وہاں محذوف مانیں گے جو موجود خلا کو بھر سکے ۲۲۴:۳

۲) ان تضمینات سے بالعموم اصولی باتیں یا مستقبل کے ماجرے یا ماضی کی سرگزشتیں حاضر اور حال کا جامہ پہنتی ہیں۔ اس وجہ سے ان پر خاص طور پر نگاہ رکھنی پڑتی ہے ورنہ نظم کلام درہم برہم ہو جاتا ہے ۲۶۵:۳

۳) اس کا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ کلام ماضی کی ایک حکایت نہیں رہتا بلکہ وہ حال پر پوری طرح منطبق ہو جاتا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کو جو جواب دیا اللہ تعالیٰ نے اس کے ساتھ اپنی بات ملا کر قریش کے فراعنہ کو بھی سنا دی کہ یہ صرف ماضی کی حکایت نہیں ہے بلکہ تمھاری بھی حکایت ہے ۵۹:۵

الاعراف ۴۵: عام طور پر لوگوں نے اس ٹکڑے کو منادی کے اعلان ہی کا ایک حصہ سمجھا ہے لیکن یہ ٹکڑا بطور تضمین ہے.... ۲۶۴:۳

الاعراف ۵۱: یہ آیت بطور تضمین ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے اہل جنت کے جواب 'حَرَّمَهُمَا عَلَى الْكٰفِرِيْنَ' کی وضاحت اپنی طرف سے فرما دی ۲۷۱:۳

النحل ۲۸، ۲۹: دو آیتیں بطور تضمین، کلام کا انطباق حال پر ۴۰۴:۴

النحل ۳۲: آیت بطور تضمین جس سے کلام بالکل مطابق حال ہو گیا ہے ۴۰۵:۴

طٰہٰ ۵۳ تا ۵۶: یہ چار آیتیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کلام کا حصہ نہیں ہیں بلکہ بطور تضمین براہِ راست اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں ۵۹:۵

طٰہٰ ۷۴ تا ۷۶: ان میں جزا وسزا اور آخرت کا حال جن الفاظ میں بیان ہوا ہے وہ اللہ تعالیٰ ہی کے شایانِ شان ہیں ۶۸:۵

النمل ۲۵، ۲۶: یہ دو آیتیں ہدہد کے قول کا جزو نہیں ہیں بلکہ یہ ایک تضمین ہے ۵۹۸:۵

القصص ۳۸: 'اِلٰی' کا صلہ اس بات کا قرینہ ہے کہ یہاں تضمین ہے ۶۷۶:۵

القصص ۵۸: ایک تضمین ۶۹۳:۵

العنکبوت ۱۹ تا ۲۳: حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بات جب قیامت کے ذکر تک پہنچی تو اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف سے قیامت کے دلائل کا حوالہ دے کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بات کو مکمل اور کلام کو بالکل مطابق حال بنا دیا ۳۱:۶

لقمان ۲۴: 'اضطرار' کے بعد 'اِلٰی' کا صلہ اس بات پر دلیل ہے کہ

یہ لفظ مجبور کر کے کشاں کشاں لے جانے کے مفہوم پر متضمن ہے ۱۴۱:۶

الشوریٰ ۱۳: 'یَجْتَبِیْ' کے بعد 'اِلَی' کا صلہ اس بات کا قرینہ ہے کہ یہاں تضمین ہے ۱۵۴:۷

الزخرف ۱۰ تا ۱۳: یہ چار آیتیں مشرکین کے جواب کا حصہ نہیں ہیں بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بطورِ تضمین ہیں ۲۱۰:۷

الحجرات ۳: لفظ 'اِمْتَحَنَ' یہاں 'اِصْطَفٰی' یا اس کے ہم معنی کسی لفظ پر متضمن ہے ۴۸۹:۷

القلم ۵، ۶: 'یُبْصِرُوْنَ' متضمن ہے 'یَعْلَمُوْنَ' کے معنی پر ۵۱۵:۸

نوح ۱۵ تا ۲۰: یہ چھے آیتیں حضرت نوح علیہ السلام کی تقریر کا حصہ بھی ہو سکتی ہیں لیکن یہ بطور تضمین اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت نوح علیہ السلام کی تقریر کی تکمیل کے لیے ہیں ۶۰۰:۸

## تعجب کے صیغے

مریم ۳۸: 'اسمع به' اور 'ابصر به' عربی میں تعجب کے صیغے ہیں ۶۵۲:۴

## تعریض

تعریض کنایہ کی انتہائی شکل ہے۔ کنایے کی اس سطح کو سمجھنے کے لیے اعلیٰ درجے کی ذہانت کی ضرورت ہوتی ہے۔ اشارے کنایے میں کسی کے عیب کو ظاہر کرنا تعریض ہے۔

المومن ۲۸: فرعون پر ایک بلیغ تعریض ۴۰:۷

اٰل عمران ۲۷: یہ ایک لطیف تعریض اس صورتِ حال پر بھی ہے جو بنی اسرائیل کی موت اور بنی اسرائیل کی زندگی سے نمایاں ہو رہی تھی ۶۴:۲

## تعلیق بالمحال

التوبۃ ۱۱۰: جس طرح ہم اپنے محاورے میں کہتے ہیں یہ داغ تو اَب کپڑے کے ساتھ ہی جائے گا، اِسی طرح 'اِلَّآ اَنْ تَقَطَّعَ قُلُوْبُهُمْ' تعلیق بالمحال کا ایک خوبصورت پیرایۂ بیان ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ عمل عمل کے اثرات و نتائج میں بڑا فرق ہوتا ہے۔ یوں تو نفاق کا ہر عمل اپنے اندر زہریلے اثرات رکھتا ہے لیکن مسجدِ ضرار جیسا فتنہ کھڑا کر دینا ایک ایسا عمل ہے جس کے نتائج و اثرات سے جان چھڑانے کا کوئی امکان ہی باقی نہیں رہا۔ یہ رگ و پے میں جاری و ساری ہو جاتا ہے ۶۴۴:۳

الاعراف ۴۰: 'لَا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ يَلِجَ الْجَمَلُ فِيْ سَمِّ الْخِيَاطِ' مطلب یہ ہے کہ جس طرح اونٹ کا سوئی کے ناکے میں داخل ہونا محال ہے اِسی طرح ان متکبرین کا جنت میں داخل ہونا محال ہے۔ تعبیر کا یہ اسلوب قدیم صحیفوں میں بھی استعمال ہوا ہے۔ انجیل میں ہے: ''اور یسوع نے اپنے شاگردوں سے کہا میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ دولت مند کا آسمان کی بادشاہت میں داخل ہونا مشکل ہے اور پھر تم سے کہتا ہوں کہ اونٹ کا سوئی کے ناکے سے نکل جانا اس سے آسان ہے کہ دولت مند خدا کی بادشاہی میں داخل ہو۔'' (متی ۲۳، ۲۴) ۲۵۸:۳

## تفضیل کے صیغے

مریم ۷۵: تفضیل کے صیغے بسا اوقات تقابل کے مفہوم سے مجرد ہو کر استعمال ہوتے ہیں ۶۸۱:۴

## تقابل کا اسلوب

البقرة ۲۷۴: 'اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَّ عَلَانِيَةً فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ' اس آیت میں رات اور دن، پوشیدہ اور علانیہ میں جو مناسبت اور تقابل ہے وہ ملحوظ رہے۔ اوقات بھی سب احاطے میں آ گئے ہیں اور حالتیں بھی دونوں اس میں جمع ہو گئی ہیں۔ نیز اہل ایمان کے اندر انفاق کے لیے جو جوش ہونا چاہیے اسلوب کلام سے وہ خود بخود ابلا پڑ رہا ہے علاوہ بریں انفاق کا خدا کے ہاں جو صلہ ہے وہ بھی پورا پورا بیان ہو گیا ہے ۶۲۵:۱

## تلفظ کا اسلوب

الاعراف ۱۱۱: 'اَرْجِهْ' اصل میں 'اَرْجِئْهُ' ہے۔۔۔

یہاں یہ ہمزہ کے حذف اور 'ہ' کے سکون کے ساتھ وارد ہوا ہے۔ تلفظ کا یہ اسلوب اہلِ عرب کے قاعدے کے مطابق ہے۔ بعض مرتبہ وہ لفظ کو ہلکا کرنے کے لیے اِس طرح کا تصرف کر دیتے ہیں ۳:۳۴۵

## 'تِلْکَ' کا اسلوب

النمل ۵۲: 'تِـــلْکَ' کا اشارہ یہاں اس بات پر دلیل ہے کہ گویا قریش کو ان کے سامنے کی ایک چیز کی طرف توجہ دلائی جا رہی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ یہ کوئی دُور کی داستان نہیں ہے بلکہ ثمود کی شاندار تعمیرات کے کھنڈر اپنی داستانِ عبرت سنانے کے لیے تمھارے ملک میں موجود ہیں ... ۵:۶۱۴

القصص ۵۸: 'تِلْکَ' اِس بات کا قرینہ ہے کہ یہ بستیاں مخاطب کی جانی پہچانی ہوئی ہیں ۵:۶۹۳

## تلمیح

کلام میں کوئی ایسا لفظ یا مرکب استعمال کرنا جو کسی تاریخی، مذہبی یا معاشرتی واقعے کی طرف اشارہ کرے، تلمیح ہے۔ تلمیح وہ الفاظ ہوتے ہیں جو کسی واقعے کے ساتھ خاص ہو جاتے ہیں اور پھر مستقل طور پر اس وقوع کے معنوں میں استعمال ہوتے ہیں مثلاً چاہِ یوسف، آتشِ نمرود، ابنِ مریم، یدِ بیضا، دیوارِ یتیم، لن ترانی، کشتیِ مسکین، عصائے موسیٰ، دمِ عیسیٰ، لحنِ داؤدی

البقرۃ ۴۷: بنی اسرائیل کی صحرائی زندگی کی ایک تلمیح ۱:۲۵۱

النسآء ۵۸: اس ہدایت کے اندر یہ تلمیح مضمر ہے کہ یہ امانت جن سے چھین کر تمھیں دی جا رہی ہے انھوں نے اس کا حق ادا نہیں کیا ۲:۳۲۲

الانعام ۹۹: ایک لطیف تلمیح آخرت کی ۳:۱۲۵

الاعراف ۴۳: اس آیت میں وراثت کا جو لفظ استعمال ہوا ہے اس میں ایک لطیف تلمیح ہے اُس ماجرے کی طرف جو اوپر آدم علیہ السلام کے جنت سے نکالے جانے کا مذکور ہوا کہ اولادِ آدم علیہ السلام میں وہی لوگ اپنے باپ کی اس جنت کے وارث ٹھہریں گے جو شیطان کی تمام فتنہ آرائیوں کے علی الرغم ایمان و عمل صالح کی صراطِ مستقیم پر قائم رہیں گے ۳:۲۶۰

الاعراف ۱۸۷: ایک اعلیٰ تلمیح۔ وہ گھڑی آسمان و زمین میں ایک بوجھ بنی ہوئی ہے۔ اس میں اس حقیقت کی طرف ایک تلمیح ہے کہ جس طرح ایک حاملہ عورت ولادت کے قریب بارِ حمل سے گرانبار ہوتی ہے، اگرچہ یہ کوئی نہیں جانتا کہ ولادت کا صحیح وقت کیا ہے لیکن ہر ایک یقین رکھتا ہے کہ یہ عورت جنے گی اور بہت جلد جنے گی۔ وہی حال قیامت اور عذاب کے معاملہ میں آسمان و زمین پر غور کرنے والے اربابِ بصیرت کا ہے ۳:۴۰۴

ھود ۲۵: 'نَذِیْرٌ مُّبِیْن' ۴:۱۳۶

یوسف ۴۹: پوچھنے والا بادشاہ کا خاص ساقی تھا۔ اس مناسبت سے 'یَــعْـصِــرُوْن' کے لفظ نے کلام میں ایک خاص لطف پیدا کر دیا ہے ۴:۲۲۳

بنی آسرائیل ۲۴: 'جَنَاح' کے استعارے میں تلمیح ۴:۴۹۶

بنی آسرائیل ۱۰۱: 'فَسْئَل بَنِیْٓ اِسْرَآئِیْل' میں ایک لطیف تلمیح ہے ۴:۵۴۴

الانبیآء ۸۷: اللہ تعالیٰ نے اِن کا ذکر ذوالنون کے لقب سے کیا ہے جس میں مچھلی کے واقعہ کی تلمیح ہے ۵:۱۸۰

الحج ۴۹: قرآن نے اس کو 'نذیر مبین' کی شکل میں شائستہ بنا لیا ہے لیکن تلمیح نذیرِ عریاں ہی کی طرف ہے ۵:۲۶۷

النور ۳۵: 'لاشرقیۃ ولاغربیۃ' میں ایک لطیف تلمیح یہود و نصاریٰ کے اس نزاع کی طرف جو قبلہ کے تعلق سے ان کے مابین مشرق و مغرب کے باب میں ہوئی ۵:۴۱۱

الزمر ۷۴: جنت کی وراثت کی ایک تلمیح ۶:۶۱۵

## تمثیلات میں لامِ تعریف

تمثیلات میں لامِ تعریف یا 'اَلَّـذِی' اور 'اَلَّتِـیْ' وغیرہ جو آتے ہیں تو اِس سے مقصود یہ نہیں ہوتا کہ کوئی معین ذات مدنظر ہے بلکہ اِس سے مقصود صرف صورتِ حال کو مشخص و مصوّر کرنا ہوتا ہے تا کہ قاری کے

سامنے واقعے کی پوری تصویر آ جائے ۸:۵۲۱

النحل ۹۲: یہود کی مثال ایک بڑھیا سے دی ہے۔ یہاں کسی متعین بڑھیا کو مراد لینے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ ایک ایسی بڑھیا کو فرض کر لینا کافی ہے جس سے چشمِ تصور کے سامنے واقعہ کی پوری تصویر آ جائے ۴:۴۴۳

مریم ۷۸: یہ ایک خاص گروہ کی ذہنیت کی تصویر ہے ۴:۶۸۲

الاحقاف ۱۷: یہ ان لوگوں کا ذکر ہے جو بالکل مادر پدر آزاد لا اُبالیانہ زندگی گزارتے ہیں ۷:۳۶۵

الاحقاف ۱۸: یہاں اشارے، ضمیریں اور افعال سب جمع استعمال ہوئے ہیں، یہاں تک کہ 'اَلَّذِی' یہاں 'اَلَّذِیۡنَ' ہو گیا ہے۔ یہ اس بات کی صاف دلیل ہے کہ اوپر والی آیت میں ذکر کسی خاص شخص کا نہیں بلکہ ایک خاص قماش کے لوگوں کا تھا ۷:۳۶۶

القلم ۱۷: 'اَصۡحٰبُ الۡجَنَّۃِ' میں لفظ 'اَلۡجَنَّۃ' پر الف لام داخل ہے جس سے گمان ہوتا ہے کہ یہ کسی خاص باغ والوں کے واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔ لیکن یہ خیال صحیح نہیں ہے ...۸:۵۲۱

النجم ۳۳: مفت کی جنت کے خواب دیکھنے والوں کی تمثیل ۸:۷۴

العلق ۹: قریش کے گنڈوں کے طغیان کی ایک مثال ۹:۴۵۶

## 'تُنَزَّلَ عَلَیۡہِمۡ' کا مفہوم

التوبۃ ۶۴: 'تُنَزَّلَ عَلَیۡہِمۡ' 'تُقۡرَءَ عَلَیۡہِمۡ' کے مفہوم میں ہے یعنی انھیں پڑھ کر سنا دی جائے ۳:۶۰۰

## تنکیر

تنکیر اظہارِ کراہت و نفرت، تعمیم، تفخیمِ شان اور تقلیل و تکثیر کے لیے آتی ہے۔

### اِظہارِ کراہت و نفرت

النساء ۲۵: 'فاحشۃ' کی تنکیر اظہارِ کراہت و نفرت کے لیے ۲:۲۷۹

النساء ۴۷: 'وُجُوۡھًا' کی تنکیر اظہارِ نفرت و کراہت کے لیے ۲:۳۱۱

المآئدۃ ۱۰۲: بطور مثال ایک قوم کا حوالہ دیا ہے۔ مراد تو اس سے بالبداہت یہود ہیں لیکن ان کا نام نہیں لیا ہے، بلکہ اِن کا ذکر نکرہ کے ساتھ کیا ہے جس سے فی الجملہ اعراض اور نفرت کا اظہار ہوتا ہے ۲:۶۰۰

الجاثیۃ ۱۴: 'قَوۡمًا' کی تنکیر اظہارِ نفرت و بیزاری کے لیے ۷:۳۱۱

محمد ۲۴: 'قُلُوۡبٌ' کی تنکیر اظہارِ نفرت و کراہت کے لیے ۷:۴۱۹

الجن ۶: 'رِجَالٌ' کی تنکیر تحقیر اور تفخیم دونوں پر دلیل ہو سکتی ہے ۸:۶۱۹

### تعمیم

اٰل عمران ۴۹: 'اٰیَۃ' کی تنکیر وحدت کو نہیں بلکہ تعمیم کو ظاہر کرتی ہے ۲:۹۶

البروج ۳: نکرہ تعمیم کے لیے ۹:۲۸۸

### تفخیمِ شان

البقرۃ ۱۰۱: 'رسول' سے مراد نبی ﷺ ہیں، نکرہ سے رسول کی عظمت کا اظہار ۱:۲۸۱

اٰل عمران ۵۱: 'ھٰذَا صِرَاطٌ مُّسۡتَقِیۡمٌ' شاہراہِ فطرت کی اہمیت و شان کی طرف اشارہ ۲:۹۸

النساء ۳۰: 'نَارًا' بمعنی سخت بھڑکتی ہوئی آگ ۲:۲۸۶

النساء ۱۶۳: 'زبور' نکرہ کی صورت تفخیمِ شان کے لیے ۲:۴۳۰

الحجر ۱: قرآن کی تنکیر تفخیمِ شان کے لیے ۴:۳۴۶

طٰہٰ ۵۲: 'کتاب' کی تنکیر تفخیمِ شان پر دلیل ۵:۵۸

الانبیآء ۴۶: 'نَفۡحَۃٌ' کی تنکیر یہاں اس بات کو ظاہر کر رہی ہے کہ خدا کا عذاب تو بڑی چیز ہے اگر اس کا کوئی معمولی جھونکا بھی اِن کو چھو گیا تو ان کے سارے کس بل نکال دے گا ۵:۱۵۱

الانبیآء ۱۰۶: 'بلاغ' کی تنکیر تفخیمِ شان کے لیے ۵:۱۹۹

المومنون ۲۰: 'صبغ' کی تنکیر اس کی خوبی پر دلیل ۵:۳۰۶

النور ۱: 'سُوۡرَۃٌ' کی تنکیر اہمیت پر دلیل ۵:۳۶۱

الفرقان ۷۱: 'مَتَابًا' یعنی یہ لوٹنا نہایت عزت وشان کا ہوگا ۵:۴۸۹

القصص ۸۵: 'مَعَاد' یعنی شاندار انجام اور اعلیٰ مرجع۔ [۵:۷۱۶]

العنکبوت ۴۴: 'اٰیَۃً' یعنی اس میں اہل ایمان کے لیے بہت بڑی نشانی ہے ۶:۵۰

الروم ۱۵: 'رَوْضَۃٍ' یعنی جنت کے باغوں میں سے شاندار باغ ۶:۸۰

سبا ۱۵: 'اٰیَۃٌ' کی تنکیر تفخیم شان کے لیے ۶:۳۰۷

یٰسٓ ۴: 'صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ' نہایت سیدھی راہ ۶:۴۰۱

یٰسٓ ۳۳: 'اٰیَۃٌ' کی تنکیر تفخیم شان کے لیے ۶:۴۲۳

فاطر ۱۴: 'خَبِیْرٍ' یعنی حقیقی باخبر ۶:۳۶۹

یٰسٓ ۵۵: 'شغل' خاص دلچسپی ۶:۴۳۳

الصّٰفّٰت ۱۰۹: 'سَلٰمٌ' کی تنکیر تفخیم شان کے لیے ۶:۴۸۷

صٓ ۱۱: 'جُنْدٌ' کی تنکیر تفخیم شان کے لیے ۶:۵۱۶

الزخرف ۲۲: 'اُمَّۃٍ' کی تنکیر اُس کی عظمت کے اظہار کے لیے ہے ۷:۲۱۸

الدخان ۳: 'لَیْلَۃٍ مُّبٰرَکَۃٍ' تنکیر تفخیم شان کے لیے ۷:۲۶۸

الاحقاف ۱۰: 'شَاھِدٌ' یعنی ایک عظیم شاہد ۷:۳۵۲

الجن ۶: 'رِجَالٌ' کی تنکیر تحقیر اور تفخیم دونوں پر دلیل ہو سکتی ہے ۸:۶۱۹

الشّمس ۷: 'نَفْسٍ' تفخیم شان کے لیے۔ نفس انسانی کی حیرت انگیز حکیمانہ تشکیل اور اس کی نہایت اعلیٰ ظاہری و باطنی صلاحیتوں کی طرف توجہ دلانا مقصود ہے ۹:۳۸۷

## تقلیل و تکثیر

الصّف ۱۴: 'طَآئِفَۃٌ' کی تنکیر ایک جگہ تقلیل کے مفہوم میں ہے اور دوسری جگہ تکثیر کے مفہوم میں ۸:۳۶۹

## توریہ

حضرت ابراہیم علیہ السلام کبھی کبھی توریہ سے بھی کام لیتے تھے۔ توریہ کا یہ مطلب ہے کہ وہ اپنی کوئی اسکیم پوری کرنے کے لیے حریف کے سامنے اپنی بات اس طرح پیش کرتے کہ بات تو بالکل صحیح ہوتی لیکن اس کے پیش کرنے کا انداز ایسا ہوتا کہ حریف اس سے مغالطہ میں پڑ جاتا جس کا نتیجہ یہ نکلتا کہ ہوشیاری کے باوجود وہ اسکیم کے بروے کار آ جانے سے پہلے اس سے آگاہ نہ ہو پاتا ۳:۹۳

الانبیآء ۶۳: ابراہیم علیہ السلام پر خوف یا جھوٹ کی تہمت عربی سے بے خبری پر مبنی ہے ۵:۱۶۲، ۱۶۳

الصّٰفّٰت ۸۹: ابراہیم علیہ السلام کے توریہ سے معبد کے پہرے داروں کو مغالطہ ۶:۴۸۱

## ثُمَّ برائے اظہارِ ترتیب

الانعام ۱۵۴: 'ثُمَّ' یہاں ترتیب کو ظاہر کرتا ہے۔ ابراہیم علیہ السلام کے بعد صاحبِ شریعت اور صاحبِ کتاب رسول سیدنا موسیٰ علیہ السلام ہی ہیں۔ فرمایا کہ ابراہیم علیہ السلام کے بعد ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب دی ۳:۲۰۵

الحج ۳۳: 'ثُمَّ' یہاں میرے نزدیک ترتیب کو ظاہر کرتا ہے۔ اس وجہ سے میں اس انتفاع کو اس وقت تک جائز سمجھتا ہوں جب تک قربانی ٹھکانے نہ لگ جائے ۵:۲۴۸

## 'ثُمَّ' کا استعمال

البقرۃ ۷۴: 'ثُمَّ قَسَتْ قُلُوْبُکُمْ' "پھر اس کے بعد تمھارے دل سخت ہو گئے"۔ یہاں 'ثُمَّ' کے استعمال سے یہ بات نکلتی ہے کہ دین کے معاملہ میں تمھاری اس قسم کی کٹ حجتیوں اور فرار پسندیوں کا یہ نتیجہ نکلا کہ تمھارے دل سخت ہو گئے ۱:۲۵۰

## جزو بول کر کل مراد لینا

صٓ ۲۱: محراب سے حضرت داؤد علیہ السلام کے محل کا کوئی کمرا بھی مراد ہو سکتا ہے اور خود محل بھی۔ عربی میں بسا اوقات جزو بولتے اور اس سے کل مراد لیتے ہیں ۶:۵۲۴

## جُزْءًا کا استعمال

البقرۃ ۲۶۰: اگرچہ یہاں پرندوں کے ٹکڑے ٹکڑے کر دینے کے معنی کے لیے کوئی خاص لفظ استعمال نہیں ہوا لیکن اس سے یہ معنی لینے میں کسی اشتباہ کی گنجائش نہیں ہے۔ اوّل تو یہاں 'جُزْءًا' کا جو لفظ آیا ہے وہ واضح قرینہ اِس بات کا ہے کہ ان کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے ہی پہاڑوں پر ڈالنے کی ہدایت ہوئی تھی۔ اگر ایک ایک پرندے کو زندہ الگ الگ پہاڑ پر رکھوا دینا مقصود ہوتا تو اس مفہوم کے لیے زبان کا یہ اسلوب صحیح نہیں ہے۔ عربی میں اس معنی کو ادا کرنے کے لیے اسلوب اس سے بالکل مختلف ہوگا۔ دوسرے یہ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو تردّد مُردوں کے زندہ ہونے کے باب میں تھا، یہ تردد اس طرح تو دور نہیں ہو سکتا تھا کہ چند مانوس چڑیاں ان کی آواز پر ان کے پاس آ جائیں۔ اس قسم کا تجربہ تو تیتر، بٹیر، کبوتر اور شکرے پالنے والے ہر روز کرتے ہی رہتے ہیں ۱:۶۰۷

## 'جَعَلَ فِیْکُمْ اَنْبِیَآءَ' اور 'جَعَلَکُمْ مُّلُوْکًا' کے اسلوب کا فرق

المآئدۃ ۲۰: سلسلۂ نبوت کی تعبیر کے لیے تو فرمایا 'جَعَلَ فِیْکُمْ اَنْبِیَآءَ' (تم میں انبیا بنائے) لیکن سلسلۂ بادشاہی کی تعبیر کے لیے 'وَجَعَلَکُمْ مُّلُوْکًا' (اور تم کو بادشاہ بنایا) کی تعبیر اختیار فرمائی۔ ان دونوں اسلوبوں کے فرق سے یہ بات نکلتی ہے کہ نبوت ایک مرتبۂ اختصاص ہے جو صرف اس سے مخصوص ہوتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ اس منصب پر فائز فرماتا ہے، دوسرے اس میں شریک نہیں ہوتے۔ اس کے برعکس بادشاہی ایک منصب اجتماعی ہے جس میں بادشاہ کے ساتھ اس کی پوری قوم حصہ دار ہوتی ہے۔ اگر کسی بادشاہی میں قوم شریک نہ ہو تو وہ استبداد اور مطلق العنانی ہے ۲:۴۸۷

## جمع سے واحد مراد

الاعراف ۵۷: 'سَحَاب' جمع لیکن صورۃً واحد ہے اِس لیے 'سُقْنٰهُ' میں ضمیر واحد ۳:۲۸۳

الملک ۹: 'اَنْتُمْ' کی ضمیر جمع ہے حالانکہ اوپر 'نَذِیْر' واحد ہے۔ اس سے یہ اشارہ نکل رہا ہے کہ یہ لوگ یہ اعتراف بھی کریں گے کہ یہی جواب ہم نے ہر اس شخص کو دیا جس نے ہمیں اس دن سے آگاہ کرنے کی کوشش کی خواہ وہ اللہ کا رسول رہا ہو یا اس کے ساتھی رہے ہوں ۸:۴۹۴

الدھر ۲: 'اَمْشَاج' اگرچہ جمع ہے لیکن یہ ان الفاظ میں سے ہے جو جمع ہونے کے باوصف مفرد الفاظ کی صفت کے طور پر آتے ہیں ۹:۱۰۷

## جمع لانے کا فائدہ

الشعرآء ۱۶۸: 'مِنَ الْقَالِیْنَ' میں لفظ جمع لانے سے کلام میں زیادہ زور پیدا ہو گیا ہے ۵:۵۴۸

فاطر ۸: 'عَلَیْهِمْ' کا تعلق میرے نزدیک 'حَسَرٰت' سے ہے۔ اس کا جمع کی صورت میں آنا فرطِ غم کے اظہار کے لیے ہے۔ ۶:۳۵۹

القمر ۴۷: 'سُعُر' کے جمع کی صورت میں لانے سے مقصود اس کے مختلف طبقات کی طرف اشارہ ہے ۸:۱۱۳

## جمع وسعتِ اطراف کے لیے

الاعراف ۱۳۷: 'مَشَارِقَ' اور 'مَغَارِبَ' کے الفاظ سے اس حکومت کے وسیع الاطراف ہونے کی طرف اشارہ ہو رہا ہے۔ عربی میں بعض مرتبہ کسی لفظ کی جمع اس کے اطراف کی وسعت کے لحاظ سے بھی آتی ہے ۳:۳۵۷

القمر ۵۴: لفظ 'جنت' کا جمع ہونا جنت کی وسعتِ اطراف کی طرف بھی اشارہ کر رہا ہے اور اس سے یہ بات بھی نکلتی ہے کہ ہر شخص کو کئی کئی باغ ملیں گے اور ان کے اندر بھی بہت سے الگ الگ باغ باغیچے ہوں گے ۸:۱۱۵

## جملہ معترضہ

سلسلۂ کلام کے بیچ میں بطورِ التفات، تنبیہ، تسلی، مناسب موقع حقیقت کی یاد دہانی یا مخاطب کی کسی غلط بات کی برسرِ موقع تردید یا لعنت کر دی

جاتی ہے، اِسے جملۂ معترضہ کہتے ہیں۔ مثلاً 'وَاللّٰہُ اَعۡلَمُ بِمَا وَضَعَتۡ' آل عمران ۶ ۳۔ یہ حضرت مریم علیہا السلام کی والدہ کی بات کے بیچ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک جملۂ معترضہ ہے۔

البقرۃ ۲۵ تا ۲۷: سلسلۂ کلام کے بیچ میں ایک مناسبِ موقع تنبیہ بطور جملہ معترضہ ۱: ۱۴۶

البقرۃ ۷۲: 'وَاللّٰہُ مُخۡرِجٌ مَّا کُنۡتُمۡ تَکۡتُمُوۡنَ' یہاں جملہ معترضہ ہے ۱: ۲۴۸

البقرۃ ۷۳: 'وَیُرِیۡکُمۡ اٰیٰتِہٖ' کا تعلق اس صورت میں جملہ معترضہ سے ہوگا ۱: ۲۵۰

البقرۃ ۱۰۲: 'وَمَا کَفَرَ سُلَیۡمٰنُ ...' ایک جملۂ معترضہ ہے ۱: ۲۸۳

البقرۃ ۲۳۵: 'عَلِمَ اللّٰہُ اَنَّکُمۡ سَتَذۡکُرُوۡنَہُنَّ' بطور جملہ معترضہ ہے اور مقصود اس سے تنبیہ ہے ۱: ۵۴۷

البقرۃ ۲۵۲، ۲۵۳: یہ دونوں آیتیں سلسلۂ کلام کے بیچ میں بطور التفات وارد ہیں یعنی اصل سلسلۂ کلام کو روک کر نبی ﷺ کو مخاطب فرمایا ۱: ۵۸۲

البقرۃ ۲۸۶: 'لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفۡسًا اِلَّا وُسۡعَہَا ...' یہ دعا کے بیچ میں ایک جملہ معترضہ ہے ۱: ۶۵۰

آل عمران ۳۶: حضرت مریم علیہا السلام کی والدہ کی بات کے بیچ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک جملہ معترضہ ہے ۲: ۷۷

آل عمران ۷۳: سلسلۂ کلام کے بیچ میں مخاطب کی ایک غلط بات کی برسرِ موقع تردید فرمادی گئی ہے ۲: ۱۲۰

النساء ۱۱۸: 'لَعَنَہُ اللّٰہُ' جملہ معترضہ کے مفہوم میں۔ یہ اظہارِ نفرت کا سب سے زیادہ مؤثر طریقہ ہے ۲: ۳۸۹

النساء ۱۵۵: 'بَلۡ طَبَعَ اللّٰہُ عَلَیۡہَا' جملہ معترضہ کی حیثیت رکھتا ہے ۲: ۴۱۹

النساء ۱۵۷، ۱۵۸: 'وَمَا قَتَلُوۡہُ' سے 'عَزِیۡزًا حَکِیۡمًا' تک جملہ معترضہ ہے۔ اس میں یہود کے دعوائے قتلِ مسیح علیہ السلام کی فوری تردید کردی گئی ہے ۲: ۴۲۰

المآئدۃ ۴۸: 'لِکُلٍّ جَعَلۡنَا مِنۡکُمۡ شِرۡعَۃً وَّمِنۡہَاجًا' کا ٹکڑا بھی اہلِ کتاب کے ساتھ اظہارِ رواداری کے لیے نہیں بلکہ ان کے رویہ سے اظہارِ بیزاری اور پیغمبر ﷺ کے لیے تسکین و تسلی اور راہِ حق میں سبقت کی دعوت کے لیے ہے ۲: ۵۳۴، ۵۳۶

المآئدۃ ۶۴: 'غُلَّتۡ اَیۡدِیۡہِمۡ وَلُعِنُوۡا بِمَا قَالُوۡا' یہ جملہ معترضہ کے طور پر یہود کی گستاخی پر لعنت اور پھٹکار ہے ۲: ۵۵۴

التوبۃ ۷: بات پوری کرنے سے پہلے ایک استثنا کا ذکر بطور جملہ معترضہ کردیا ۳: ۵۴۲

التوبۃ ۱۲: 'اِنَّہُمۡ لَاۤ اَیۡمَانَ لَہُمۡ' بطور جملہ معترضہ ہے ۳: ۵۴۵

یونس ۲۷: 'مَا لَہُمۡ مِّنَ اللّٰہِ مِنۡ عَاصِمٍ' سلسلۂ کلام کے بیچ میں جملہ معترضہ کے محل میں ہے یعنی اس ابدی مایوسی اور ذلت سے ان کو وہاں چھڑانے والا کوئی نہیں ہوگا۔ دنیا میں جن معبودوں سے سفارش اور مدد کی امیدیں باندھ کر ان کی پرستش کی ہوگی وہ سب ہوا ہو جائیں گے۔ ان میں سے کوئی کام آنے والا نہ بنے گا ۴: ۴۳

بنی اسرآئیل ۵۳ تا ۵۵: یہ تین آیتیں اثنائے کلام میں بطور جملہ معترضہ، برسرِ موقع تنبیہ و ہدایت کے لیے آگئی تھیں ۴: ۵۱۲

الکھف ۲۲ تا ۲۴: جملہ معترضہ کے طور پر نبی ﷺ کو خطاب ۴: ۵۷۵

طٰہٰ ۱۵: آیت کے بیچ میں 'اَکَادُ اُخۡفِیۡہَا' کے الفاظ جملہ معترضہ کے ہیں۔ یہ جملہ معترضہ نہایت بلیغ ہے ۵: ۳۳

یٰسٓ ۳۵: 'وَمَا عَمِلَتۡہُ اَیۡدِیۡہِمۡ' یہ جملہ معترضہ کے محل میں ہے اور یہ ایک نہایت اہم یاددہانی ہے ۶: ۴۲۴

صٓ ۶۰: جملہ معترضہ ۶: ۵۴۴

القمر ۳۵: سلسلۂ کلام کے بیچ میں بطور جملہ معترضہ ۸: ۱۰۸

الواقعۃ ۷۶: یہ قسم اور مقسم علیہ کے درمیان ایک برمحل جملہ معترضہ ہے ۸: ۱۸۳

الممتحنۃ ۱: 'اَنَا اَعْلَمُ بِمَآ اَخْفَیْتُمْ وَ مَآ اَعْلَنْتُمْ' جملہ معترضہ کے محل میں ہے ۸:۳۲۵

البلد ۲: یہ جملہ قسم کے بیچ میں بطور جملہ معترضہ، قسم کی تائید و تصویب کے طور پر ہے ۹:۳۶۹

## جملہ کی تکرار محض دعوے کو مؤکد کرنے کے لیے نہیں ہے

النّبا ۴، ۵: یہاں جملہ کی تکرار محض دعوے کو مؤکد کرنے کے لیے نہیں ہے بلکہ بیانِ حقیقت کے لیے ہے۔ اللہ کے رسولوں نے اپنی قوموں کو بیک وقت دو عذابوں سے ڈرایا ہے۔ اوّل اس عذاب سے جو سنتِ الٰہی کے مطابق ہر اس قوم پر لازماً آیا ہے جس نے رسول کی تکذیب کر دی ہے۔ دوسرے اس عذاب سے جس میں وہ قیامت کے دن مبتلا ہو گی۔ ان دونوں عذابوں کو سامنے رکھ کر اس تنبیہی کلمہ کو دوبارہ دہرایا ہے ۹:۱۵۸

## جمیع تاکید کے لیے

اٰل عمران ۱۰۳: مضبوط پکڑنے کے ساتھ ساتھ 'جَمِیْعًا' کی تاکید اور 'وَلَا تَفَرَّقُوْا' کی نہی نے یہ بات واضح کر دی ہے کہ یہ چیز جماعتی حیثیت سے مطلوب ہے ۲:۱۵۴

یونس ۲۸: 'وَیَوْمَ نَحْشُرُھُمْ جَمِیْعًا' میں 'جَمِیْعًا' کی تاکید اس حقیقت کو ظاہر کرتی ہے کہ مشرکین کے ساتھ اللہ تعالیٰ ان کے ان شریکوں اور شفیعوں کو بھی جمع کرے گا جن کو انھوں نے خدا کی خدائی میں شریک ٹھہرا کر ان کی عبادت کی اور ان کو اپنا سفارشی سمجھا ۴:۴۶

یٰسٓ ۵۳: جمیع تاکید کے لیے ہے ۶:۴۳۳

الجاثیۃ ۱۳: جمیعاً کا تعلق ماسبق سے نہیں بلکہ 'مِنْہُ' سے ہے ۷:۳۱۰

## حال

حال وہ اسم ہے جو فاعل یا مفعول یا دونوں کی اس حالت کو بیان کرے جس میں فعل واقع ہوا مثلاً 'وَلَا تَمْشِ فِی الْاَرْضِ مَرَحًا'، 'لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوۃَ وَاَنْتُمْ سُکٰرٰی'۔

البقرۃ ۱۲۱: 'یَتْلُوْنَہٗ حَقَّ تِلَاوَتِہٖ' (یہ اس کی تلاوت کرتے ہیں جیسا کہ اس کی تلاوت کا حق ہے) یہ ضمیر مفعول سے حال پڑا ہوا ہے اور مقصود اس سے یہ ظاہر کرنا ہے کہ یہ فکر و تدبر کے ساتھ برابر اس کی تلاوت کرتے رہے ہیں اور ان کی یہ تلاوت طلبِ ہدایت کے لیے تھی نہ کہ محض اپنی من گھڑت آرزوؤں اور خواہشات کے حق میں دلائل ایجاد کرنے کے لیے ۱:۳۰۷

البقرۃ ۱۷۳: 'غَیْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ' یہاں حال پڑے ہوئے ہیں ۱:۴۱۵

البقرۃ ۲۰۸: 'کَآفَّۃً' کے معنی جماعت کے ہیں اور یہ یہاں حال پڑا ہوا ہے ۱:۴۹۸

البقرۃ ۲۱۴: 'حَتّٰی یَقُوْلَ' حال کے معنی میں ہے اور مقصود اس سے تصویرِ حال ہے ۱:۵۰۴

اٰل عمران ۱۸: 'قَآئِمًا بِالْقِسْطِ' ترکیب کے لحاظ سے 'اِنَّہٗ' کی ضمیر سے حال پڑا ہوا ہے ۲:۵۰

النّسآء ۸۸: 'فِئَتَیْنِ' ضمیر مجرور سے حال پڑا ہوا ہے ۲:۳۵۷

النّسآء ۱۲۷: 'یُتْلٰی' حال کا صیغہ تصویرِ حال کے لیے ہے اس لیے کہ اس وقت یہ آیتیں زیرِ تعلیم بھی تھیں اور ہر حلقے میں زیرِ بحث بھی ۲:۳۹۷

النّسآء ۱۴۲، ۱۴۳: 'کُسَالٰی، یُرَآءُوْنَ اور مُذَبْذَبِیْنَ' تینوں حال پڑے ہوئے ہیں۔ اِن تینوں کو بیک وقت چشمِ تصور کے سامنے لائیے تب صحیح تصویر سامنے آئے گی ۲:۴۱۱

المآئدۃ ۴۶: 'فِیْہِ ھُدًی وَّنُوْرٌ' کا جملہ چونکہ حال واقع ہوا ہے اس وجہ سے 'مُصَدِّقًا' کا عطف اس پر موزوں ہوا ۲:۵۳۱

الانعام ۲۴: 'اُنْظُرْ' تصویرِ حال کے لیے ہے تاکہ مستقبل کا ایک ماجرا چشمِ تصور کے سامنے آ جائے ۳:۳۳

الانعام ۶۳: 'تَدْعُوْنَہٗ، یُنَجِّیْکُمْ' کی ضمیر مفعول سے حال پڑا ہوا ہے ۳:۷۱

الانعام ۱۲۶: چونکہ اشارہ کے اندر فعل کے معنی پائے جاتے ہیں اس

وجہ سے 'مُسْتَقِيمًا' یہاں 'صِرَاط' سے حال پڑا ہوا ہے ۳:۱۶۲

الانعام ۱۵۳: 'مُسْتَقِيمًا' یہاں 'صِرَاط' سے حال پڑا ہوا ہے، اسم اشارہ کے اندر فعل کے معنی پائے جاتے ہیں اس وجہ سے وہ فعل کا عمل بھی کرتا ہے ۳:۲۰۴

الانفال ۱۱: تصویرِ حال کے مقصد سے صیغہ مضارع کا استعمال ہوا ہے جس کا استعمال تصویرِ حال کے لیے معروف ہے ۳:۴۴۵

ھود ۴۲: 'وَهِيَ تَجْرِيْ' حال کا صیغہ تصویرِ حال کے لیے ہے۔ اِسی طرح 'وَكَانَ فِيْ مَعْزِلٍ' کے الفاظ بھی اسی لیے وارد ہوئے ہیں کہ پورا منظر قاری کی نگاہوں کے سامنے آ جائے۔ ۴:۱۴۴

طٰہٰ ۱۳۱: 'زَهْرَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا' 'به' کی ضمیر مجرور سے حال پڑا ہوا ہے۔ مجرور سے حال پڑنا فصیح عربی میں معروف ہے ۵:۱۰۹

العنکبوت ۴۷: 'يُؤْمِنُ بِه' حال کے مفہوم میں ہے ۶:۵۶

الروم ۳۱: 'مُنِيْبِيْنَ اِلَيْهِ' حال پڑا ہوا ہے 'وَاَقِمْ وَجْهَكَ' کی ضمیر خطاب سے ۶:۹۵

الاحزاب ۳۷: 'وَتُخْفِيْ ...' یہ جملہ حال کے محل میں ہے ۶:۲۳۵

فاطر ۸: 'حَسَـــرٰتٍ' حال بھی ہوسکتا ہے اور مفعول لہٗ بھی، کلامِ عرب میں دونوں کی نظیریں ملتی ہیں ۶:۳۵۹

یٰسٓ ۵۴: اس آیت میں تصویرِ حال کا اسلوب ہے۔ گویا وہ دِن سامنے ہے اور مخاطب سے یہ بات کہی جارہی ہے ۶:۴۳۳

المومن ۲۹: 'ظٰهِرِيْنَ' یہاں 'لَكُمْ' کی ضمیر مجرور سے حال پڑا ہوا ہے ۷:۴۱

الحجرات ۱۲: 'مَيْتًا' یہاں 'اَخِيْهِ' میں مضاف سے حال پڑا ہوا ہے اور یہ تصویر ہے اس کی اپنی مدافعت سے بے بسی کی ۷:۵۱۱

قٓ ۳۱: لفظ 'بعید' اگرچہ مذکر ہے لیکن اس کا مؤنث سے حال پڑنا عربیت کے خلاف نہیں ہے۔ زمخشریؒ نے اس کو جائز قرار دیا ہے اور مجھے اس کی رائے سے اتفاق ہے ۷:۵۵۸

قٓ ۴۴: 'سِرَاعًا' ضمیر مجرور سے حال پڑا ہوا ہے ۷:۵۷۱

القمر ۷، ۸: 'خُشَّعًا' اور 'مُهْطِعِيْنَ' دونوں حال ہیں ۸:۹۵

الممتحنۃ ۱: 'يُخْرِجُوْنَ الرَّسُوْلَ وَاِيَّاكُمْ' میں حال کا صیغہ صورتِ حال کو نگاہوں کے سامنے کر دینے کے لیے ہے ۸:۳۲۵

'تُسِرُّوْنَ' ضمیر خطاب سے حال واقع ہوا ہے ۸:۳۲۵

المدثر ۶: 'تَسْتَكْثِرُ' یا تو حال کے محل میں ہوگا یا اس کو مستقل جملہ کی حیثیت دینی پڑے گی۔ میرے نزدیک یہ حال کے مفہوم میں ہے ۹:۴۶

المدثر ۴۹: 'مُعْرِضِيْنَ' ضمیر مجرور سے حال پڑا ہوا ہے ۹:۶۵

القیٰمۃ ۳، ۴: 'قٰدِرِيْنَ' حال واقع ہے 'نَجْمَعَ' کی ضمیر جمع سے ۹:۸۱

الدھر ۲: 'نَبْتَلِيْهِ' حال کے مفہوم میں ہے اور مطلب اس کا یہ ہے کہ ہم نے انسان کو اس طرح پیدا کیا کہ درجہ بدرجہ اس کو مختلف اطوار و مراحل سے گزارتے ہوئے ایک سمیع و بصیر مخلوق کے درجے تک پہنچا دیا ۹:۱۰۷

الدھر ۲۱: 'عٰلِيَ' حال کے محل میں ہے اور مراد اس سے اہل جنت کے بالائی کپڑے عبا اور قبا وغیرہ ہیں ۹:۱۱۶

المرسلٰت ۴۳: 'هَنِيْٓـًٔا' مفعول سے حال پڑا ہوا ہے جو فعل سابق سے مفہوم ہو رہا ہے ۹:۱۴۵

اللّھب ۴: 'حَمَّالَةَ الْحَطَبِ' ترکیب میں حال پڑا ہوا ہے اور اس کی یہ حالت اس وقت کی بیان ہوئی ہے جب وہ اپنے شوہر کے ساتھ دوزخ میں پڑے گی ۹:۶۳۸

## حروف کی زیادتی سے معنی میں زیادتی

مریم ۶۵: حروف کی زیادتی معنی کی زیادتی پر دلیل ہوتی ہے۔ لفظ 'اصطبار' میں 'صبر' کے بالمقابل زیادہ زور ہے ۴:۶۷۶

## حصر

### 'اِلَيْه' کی تقدیم

البقرۃ ۴۶: 'اور وہ اُسی کی طرف لوٹنے والے ہیں' ۱:۱۹۴

المائدۃ ۳۵: 'خدا ہی کا قرب اور اسی کا تقرب ڈھونڈو'۲: ۵۱۰

'اِنَّمَا' حصر کے مفہوم میں

الحج ۴۹: اگر لوگ تمھارے اس واضح انذار کے بعد بھی متنبہ نہ ہوں گے تو نتائج کی ذمہ داری خود ان پر ہے۔ یہ مضمون 'اِنَّمَا' کے اندر جو حصر کا مفہوم ہے اس سے نکلتا ہے ۵: ۲۶۷

العنکبوت ۲۵، ۶: ۳۴

حصر در حصر

الحجر ۹: 'اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا' میں حصر در حصر کا جو مضمون پایا جاتا ہے اس سے اس حقیقت کا اظہار مقصود ہے کہ یہ کتاب تم نے ہم سے مانگ کے تو لی نہیں ہے کہ تم پر لوگوں سے اس کو قبول کروانے کی ذمہ داری ہو۔ تم پر ذمہ داری صرف تبلیغ و دعوت کی ہے، تم اس کو ادا کر دو۔ رہا اس کتاب کی حفاظت اور اس کے قیام و بقا کا مسئلہ تو یہ ہم سے متعلق ہے، اس کی حفاظت اور اس کے قیام و بقا کا انتظام ہم کریں گے ۴: ۳۴۸

النمل ۹: اسلوب کلام چونکہ حصر در حصر کا ہے۔ اس وجہ سے اس سے یہ بات بھی نکلتی ہے کہ میرے مقابل میں کسی اور کے زور و اقتدار یا میری حکمت و مصلحت کے مقابل میں کسی اور کی حکمت و مصلحت کے تصور کی کوئی گنجائش نہیں ہے ۵: ۵۸۲

فعل پر 'ف' آ جائے

فعل کے بعد ضمیر آ جائے

فعل کے مفعول یا اس کے متعلق کو فعل پر مقدم کر دیا جائے

فاتحہ ۵: اس جملہ میں مفعول کی تقدیم نے حصر کا مضمون بھی پیدا کر دیا ہے یعنی عبادت بھی صرف خدا ہی کی اور استعانت بھی تنہا اسی سے۔ اس حصر نے شرک کے تمام علائق کا یک قلم خاتمہ کر دیا کیونکہ اس اعتراف کے بعد بندہ کے پاس کسی غیر اللہ کو نہ کچھ دینے کو رہا اور نہ اس سے کچھ مانگنے کی گنجائش باقی رہی۔ اس کے بعد دوسروں سے بندے کے تعلق کی صرف وہی نوعیت جائز رہ گئی ہے جو خود اللہ تعالیٰ نے ہی قائم کر دی ہو ۱: ۵۸

البقرۃ ۴۰: اگر فعل کے مفعول یا اس کے متعلق کو فعل پر مقدم کر دیا جائے تو یہ اس کے اہتمام اور اس پر زور دینے کی ایک شکل ہوتی ہے۔ علاوہ بریں اگر فعل پر 'ف' آ جائے تو یہ مزید اہتمام کی ایک دلیل ہے۔ علیٰ ہذا القیاس اگر فعل کے بعد ضمیر بھی آ جائے تو اسی پہلو کی مزید وضاحت ہوگی۔ اس لحاظ سے 'وَاِيَّایَ فَارْهَبُوْنِ' کے معنی ہوں گے: 'پس صرف مجھی سے ڈرو' ۱: ۱۷۸

البقرۃ ۴۱: 'مجھ ہی سے بچو' کا ٹکڑا بیک وقت دو حقیقتوں پر مشتمل ہے۔ ایک تو یہ کہ مجھے کوئی بہت نرم چیز سمجھ کر میری گرفت اور میرے غضب سے بے پروا نہ ہو جاؤ۔ جو میری نعمت کی ناقدری کرتے ہیں، میرے عہد کو پامال کرتے ہیں، میری آیات کو مال بیع و شرا سمجھتے ہیں، جب میرا غضب ان پر نازل ہوتا ہے تو وہ ان کی کمر توڑ کے رکھ دیتا ہے اور اس وقت کوئی نہیں ہوتا ہے جو ان کو میرے غضب سے چھڑانے کے لیے کھڑا ہو سکے۔

دوسری حقیقت جو مفعول کی تقدیم سے یہاں پیدا ہوئی ہے وہ یہ ہے کہ اصل ڈرنے کی چیز اگر کوئی ہے تو صرف میرا غضب ہے کیونکہ اس سے کوئی پناہ نہیں دے سکتا۔ البتہ میں اگر چاہوں تو اپنے غضب سے ڈرنے والوں کو ہر خطرہ سے بچا سکتا ہوں ۱: ۱۸۲

النساء ۱۶۰: لفظ 'ظلم' کی تقدیم سے یہ مفہوم پیدا ہوتا ہے کہ وہ یہود پر حلال چیزیں جو حرام ہوئیں تو یہ بھی خود انھی کے اپنے نفس پر ظلم کرنے کے سبب سے حرام ہوئی، اللہ نے ان پر کوئی ظلم نہیں کیا ۲: ۴۲۴

بنی اسرآئیل ۱: اس کے اندر حصر کا پہلو ہے۔ وہ اس حقیقت کے اظہار کے لیے ہیں کہ حقیقی سمیع و بصیر خدا ہی ہے۔ اس کے سمع و بصر سے کوئی چیز بھی مخفی نہیں ہے ۴: ۴۷۶

النمل ۳، ۵: حصر اور تاکید کا اسلوب یہاں اس حقیقت کی طرف اشارہ کر رہا ہے کہ جو لوگ نماز اور زکوٰۃ کا یہ اہتمام کر رہے ہیں درحقیقت وہی لوگ آخرت پر یقین رکھنے والے ہیں ۵: ۵۷۶

آخرت میں سب سے زیادہ خسارے میں تو یہ لوگ ہوں گے ہی! ۵: ۵۷۷

لقمان ۴: میں ان اہل ایمان کی غایت درجہ تحسین ہے۔ یعنی

درحقیقت یہی لوگ ہیں جو آخرت پر پکا یقین رکھنے والے ہیں ۱۲۱:۶

لقمان ۵: یہی لوگ اس دنیا میں اپنے رب کی صراط مستقیم پر ہیں اور یہی لوگ آخرت میں فلاح پانے والے بنیں گے ۱۲۱:۶

السجدۃ ۱۱: سب کی پیشی اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ کے سامنے ہی ہوگی اور وہی سب کا فیصلہ فرمائے گا ۱۶۲:۶

سبا ۱: ان تمام باتوں کو حصر کے اسلوب میں فرمایا ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ جب حقیقی خالق و مالک اور حقیقی حکیم وخبیر وہی ہے تو اس کے سوا کوئی دوسرا حمد وشکر کا سزاوار کس طرح ہوسکتا ہے ۲۹۱:۶

سبا ۲۷: ان صفات کا ذکر حصر کے اسلوب میں فرمایا ہے یعنی وہ ان صفات سے کمال درجہ متصف ہے ... اگر کسی کو اس کا شریک اس پہلو سے مانا جائے کہ اس کائنات کے خلق وتدبیر میں خدا اس کا محتاج ہے تو یہ اس کے 'عزیز' ہونے کی نفی ہے اور اگر اس پہلو سے مانا جائے کہ کوئی اپنی رسائی وتقرب سے اس کے بے لاگ عدل پر اثر انداز ہوسکتا ہے تو یہ اس کے 'حکیم' ہونے کی نفی ہوئی۔ یہ امر یہاں واضح رہے کہ مشرکین کے شرک میں اصلی عامل کی حیثیت انھی دونوں غلط فہمیوں کو حاصل تھی ۳۱۸:۶

فاطر ۳۱: 'هُوَ الْحَقُّ' میں حصر کا مضمون ہے ۳۸۲:۶

الممتحنۃ ۹: 'وہ اپنی ہی جانوں پر ظلم ڈھانے والے بنیں گے' ۳۳۵:۸

المدثر ۳: مفعول کی تقدیم سے یہاں حصر کا مضمون پیدا ہوگیا ہے 'تم صرف اپنے رب ہی کی عظمت وکبریائی کا اعلان کرو' ۴۴:۹

النّٰزعٰت ۳۹: حصر کا مضمون ہے یعنی پھر ان کے لیے جہنم ہی جہنم ہے، کوئی اور راہ ان کے لیے کھلنے والی نہیں ہے ۱۸۶:۹

### مبتداء کا اعادہ

ھود ۱۹: مبتدا کے اعادے سے مقصود اس پر زور دینا ہے ۱۱۹:۴

الروم ۷: مبتدا کا اعادہ اس بات کی دلیل ہے کہ قرآن اِس حقیقت کو زور وتاکید کے ساتھ ظاہر کرنا چاہتا ہے کہ آخرت سے اصلی غافل یہی لوگ ہیں ۷۶:۶

لقمان ۳۳: اسلوبِ بیان کی یہ ندرت ملحوظ رہے کہ بیٹے کے کام نہ آ سکنے کی نفی میں شدت پائی جاتی ہے ۱۴۶:۶

فاطر ۱۰: مبتدا کے اعادے سے کلام میں یہ زور پیدا ہوگیا ہے کہ ان لوگوں کی ان ساری سازشوں سے کسی دوسرے کا کچھ نہیں بگڑے گا بلکہ تباہی ان کی سازشوں ہی پر آئے گی اور وہ انھی کی خرابی کا باعث ہوں گی ۳۶۴:۶

حٰمٓ السّجدۃ ۷: اس جملہ میں مبتدا کے اعادہ سے حصر کا مضمون پیدا ہو گیا ہے۔ 'آخرت کے منکر یہی ہیں' ۸۰:۷

## خبر نہی کے مفہوم میں، خبریہ اسلوب

النور ۳: 'لَا یَنْكِحُ' یہاں خبر کے مفہوم میں نہیں بلکہ نہی کے مفہوم میں ہے۔ نہی کے اندر جب نہی کے ساتھ ارشاد وموعظت کا مفہوم بھی ہو تو وہ خبر کی صورت میں آتی ہے۔ یہاں مقصود مسلم معاشرہ کی حس ایمانی کو بیدار کرنا ہے کہ تمھارے اندر زنا سے وہ نفرت و بیزاری ہونی چاہیے کہ کوئی زانی اگر تمھارے اندر نکاح کرنا چاہے تو کوئی صاحبِ ایمان اس کو اپنی بیٹی دینے کے لیے تیار نہ ہو۔ اس کو اگر نکاح کے لیے ملے تو کوئی زانیہ یا مشرکہ ہی ملے ۳۷۴:۵

الفرقان ۲۰: جب امر کے اندر ترغیب وتشویق اور حثّ وتحریض کا مفہوم پیدا کرنا ہو تو وہ خبریہ اسلوب کے قالب میں آتا ہے اور اگر اس پر حرف استفہام آجائے تو اس کے اندر مزید زور پیدا ہوجاتا ہے ۴۵۸:۵

الصّف ۱۱: جب امر یا نہی کے اندر موعظت اور ناصحانہ تلقین کا مضمون پیدا کرنا ہو تو ان کو خبریہ اسلوب میں کر دیتے ہیں چنانچہ اس آیت میں 'تُؤْمِنُوْنَ' اور 'تُجَاهِدُوْنَ' بظاہر تو خبر کے اسلوب میں ہیں لیکن یہ معنی میں امر کے ہیں ۳۶۷:۸

البقرۃ ۲۷۲: 'وَمَاتُنْفِقُوْنَ اِلاَّ ابْتِغَآءَ وَجْهِ اللّٰهِ' یہ خبر کے اسلوب میں انشائیہ جملہ ہے۔ عربی زبان میں یہ طریقہ معروف ہے۔ قرآن میں اس کی بہت سی نظیریں موجود ہیں کہ امر یا نہی کے مضمون کو ان مواقع میں خبریہ اسلوب میں کر دیتے ہیں جب مخاطب کو کوئی بات شفقت یا التفاتِ خاص کے ساتھ سمجھانی ہو ا: ۶۲۲

یوسف ۴۷: 'تَزْرَعُوْنَ' ہے تو خبر کے اسلوب میں لیکن ہے یہ امر

کے مفہوم میں جب موقع ومحل، رہنمائی، مشورہ اور ہدایت دینے کا ہو تو ایسے مواقع میں امر کی بجائے خبر کا اسلوب ہی موزوں رہتا ہے ۴: ۲۲۳

## خطاب کا تعیّن

قرآن میں تھوڑے تھوڑے وقفوں سے، بلکہ بعض اوقات ایک ہی آیت میں خطاب کا رخ کئی بار بدل جاتا ہے۔ ابھی مسلمان مخاطب تھے، ابھی خطاب مشرکین سے ہوگیا۔ ابھی اہل کتاب سے بات ہو رہی تھی کہ کلام کا رخ اچانک مسلمانوں کی طرف پلٹ گیا۔ یہی تغیر واحد اور جمع کے صیغوں میں بھی ہوتا رہتا ہے۔ پھر یہ مسئلہ صرف خطاب کے منتہا ہی میں نہیں ہوتا، اس کے مصدر میں بھی ہوتا ہے۔ ابھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے بات ہو رہی تھی کہ دفعتاً جبریل امین کی طرف سے ہونے لگی۔ ابھی جبریل امین کی زبان سے خطاب جاری تھا، ابھی رسول اللہ ﷺ کی زبان پر جاری ہوگیا۔ غرض یہ کہ جس طرح ایک خطیب اپنے لب ولہجہ کے تغیر، اپنے چشم وابرو کی گردش اور شانِ کلام کی تبدیلیوں سے اپنے مخاطبین اثنائے کلام میں تبدیل کرتا رہتا ہے، اسی طرح قرآن مجید میں بھی خطاب لحظہ بہ لحظہ بدلتا رہتا ہے ...

پھر ان میں التباس کے مواقع بھی ہوں گے، نبی ﷺ کو خطاب کر کے درحقیقت، امت کو خطاب کیا جائے گا۔ اِسی طرح بظاہر خطاب آپ سے ہوگا، لیکن روئے سخن قریش کے سرداروں کی طرف ہوگا یا یہود و نصاریٰ کی طرف۔ قرآن مجید میں اس کی مثالیں جگہ جگہ موجود ہیں۔

**البقرة ۱۴۴:** یہاں خطاب کی اس تبدیلی پر بھی نگاہ رکھنی چاہیے جو اس آیت میں نمایاں طور پر نظر آتی ہے۔ پہلے تو خطاب واحد کے صیغہ سے ہے 'فَوَلِّ وَجْهَكَ' پھر جمع کی صورت میں فرمایا 'فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ' اس تبدیلی کی وجہ یہ ہے کہ پہلا خطاب آنحضرت ﷺ سے بحیثیت امت کے وکیل کے ہے۔ اس دوسرے خطاب نے پہلے خطاب کے اس مضمر پہلو کو واضح کر دیا کہ اگرچہ وہ خطاب بظاہر ہے تو واحد کے صیغہ سے لیکن صرف آنحضرت ﷺ ہی سے نہیں ہے بلکہ اس میں پوری امت شامل ہے ۱: ۳۶۹

**البقرة ۱۴۹:** شروع کا خطاب آنحضرت ﷺ سے بحیثیت امت کے وکیل کے ہے، مراد اس سے پوری امت ہے ۱: ۳۷۵

**البقرة ۱۷۷:** یہاں 'مُوفُونَ' کے بعد دفعتاً اس سے بالکل مختلف اسلوب میں 'اَلصَّابِرِیْنَ' جو آ گیا تو اس سے معنی میں یہ اضافہ ہوجائے گا کہ گویا متکلم یہ کہنا چاہتا ہے کہ 'میں صابرین کا ذکر خاص طور پر کرنا چاہتا ہوں' ۱: ۴۲۷

**البقرة ۲۸۵:** 'لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِّن رُّسُلِهِ' اس میں یکا یک اسلوب کی جو تبدیلی ہوئی ہے یعنی بات غائب کے صیغے سے نکل کر جو متکلم کے صیغے میں آ گئی ہے، یہ دھیان میں رکھنے کی ہے۔ اوپر کے ٹکڑے میں یہ بات اللہ تعالیٰ کی طرف سے کی گئی ہے لیکن یہ جملہ براہِ راست امت کی طرف سے اعتراف واظہار کی شکل میں نمایاں ہوا ہے۔ اس میں بلاغت کا یہ نکتہ پوشیدہ ہے کہ اوپر کے ٹکڑے میں مسلمانوں کا جو ایمان وعقیدہ بیان ہوا ہے پوری امت اس کا اقرار واظہار کرتی ہے کہ ہم اللہ کے رسولوں کے باب میں کسی تعصب میں گرفتار نہیں ہیں۔ یہ تمام انبیاء ایک ہی سلسلۃ الذھب کی کڑیاں ہیں۔ اس وجہ سے ہم یہود و نصاریٰ کی طرح یہ نہیں کرتے کہ کسی کو مانیں اور کسی کو رد کر دیں۔ احد کا لفظ چونکہ جمع کے مفہوم میں آتا ہے، اس وجہ سے اس کے ساتھ 'بین' کا استعمال صحیح ہے ۱: ۶۴۹

**المآئدة ۴۴:** یہاں اسلوب غائب کے بجائے حاضر کا ہوگیا ہے ۲: ۵۲۸

**الانعام ۹۵:** فعل سے فاعل کے اسلوب کی تبدیلی ۳: ۱۱۷

**الانعام ۹۹:** غائب کے صیغہ سے متکلم کے صیغہ میں تبدیلی ۳: ۱۲۴

**الاعراف ۱۹۸:** 'تَرٰهُمْ' میں واحد کا خطاب جمع کے مفہوم میں ہے اور مخاطب مشرکین ہیں ۳: ۴۱۱

**الاعراف ۱۹۹:** 'خُذِ الْعَفْوَ' میں خطاب لفظاً واحد، عملاً جمع ۳: ۴۱۲

**الاعراف: ۲۰۴:** خطاب بصیغۂ واحد تمام مسلمانوں سے ۳: ۴۱۴

**النحل ۱:** براہِ راست خطاب کے بعد غائب کا صیغہ آ گیا ہے۔ اس میں بلاغت یہ ہے کہ پہلے ٹکڑے میں تہدید و وعید ہے جس کے لیے

خطاب ہی کا اسلوب زیادہ موزوں ہے اور اس دوسرے ٹکڑے میں کراہت ونفرت کا اظہار ہے جس کے لیے غائب کا صیغہ زیادہ مناسب تھا گویا بات ان سے منہ پھیر کر فرمائی گئی ۴:۳۸۹

بنی اسرآئیل ۱: غائب کے صیغہ سے صیغۂ متکلم میں تبدیلی ۴:۴۷۵

بنی اسرآئیل ۸: غائب کے صیغہ سے صیغۂ متکلم میں تبدیلی ۴:۴۸۳

مریم ۷۰، ۷۱: غائب کا اسلوب عدم التفات پر دلیل ہوتا ہے اسی طرح خطاب کا اسلوب شدتِ عتاب پر دلیل ہوتا ہے ۴:۶۷۸

مریم ۸۹: بات غائب کے صیغے سے ہو رہی تھی لیکن جب شدت عتاب وغضب کا موقع آیا تو دفعتاً صیغہ خطاب کا آ گیا ۴:۶۸۶

طٰہٰ ۱۳۲: ضمیر خطاب واحد ۵:۱۱۰

الحج ۲: آیت میں ایک ہی ساتھ مخاطب کے لیے جمع اور واحد دونوں کے صیغے استعمال ہوئے ہیں۔ جمع کے لیے جب واحد کا صیغہ استعمال ہوتا ہے تو مخاطب گروہ کا ایک ایک شخص فرداً فرداً مراد ہوتا ہے اور اس میں جمع کے بالمقابل زیادہ زور ہوتا ہے ۵:۲۰۸

النمل ۶۰: غائب کے صیغے سے متکلم میں تبدیلی، امتنان واحسان اور عنایت وربوبیت کے اظہار کے لیے ۵:۶۲۴

النمل ۶۰: متکلم سے غائب کے اسلوب میں تبدیلی، نفرت وکراہت اور اظہارِ حسرت پر دلیل ۵:۶۲۴

النمل ۶۱: غائب کا اسلوب اظہارِ حسرت وافسوس کے لیے ۵:۶۲۵

الروم ۳۰: خطاب واحد کے صیغہ سے جس کا ظاہر قرینہ یہی ہے کہ یہ آنحضرت ﷺ سے بحیثیت امت کے وکیل کے خطاب ہے ۶:۹۳

الاحزاب ۲۸، ۲۹: یہاں بلاغتِ کلام کے اس اسلوب کو یاد رکھیے کہ بسا اوقات ظاہر الفاظ کے اعتبار سے کلام میں خطاب کسی سے ہوتا ہے لیکن اس میں کوئی عتاب مضمر ہوتا ہے تو اس کا رخ کسی اور طرف ہوتا ہے ۶:۲۱۷

فاطر ۹: اسلوبِ کلام قابلِ توجہ ہے۔ پہلے ماضی کا صیغہ 'اَرْسَلَ' استعمال ہوا ہے، پھر مضارع 'تُثِيْرُ' آ گیا۔ اس کے بعد 'سُقْنَا' اور 'اَحْيَيْنَا' متکلم کے صیغے آ گئے۔ اسلوب کا یہ تنوع اپنے اندر گوناگوں خوبیاں رکھتا ہے۔ ماضی تو صرف بیانِ واقعہ کے لیے آتا ہے، مضارع میں تصویرِ حال کا پہلو بھی ہوتا ہے اور متکلم کا صیغہ التفات وعنایاتِ خاص پر دلیل ہوتا ہے ۶:۳۶۳

فاطر ۴۰: 'اَمْ اٰتَيْنٰهُمْ كِتٰبًا ...' اس ٹکڑے میں اسلوبِ کلام بدل کر حاضر کے بجائے غائب کا ہو گیا ہے جس سے تعجب اور اظہارِ بیزاری کے مضمون میں مزید اضافہ ہو گیا ہے ۶:۳۹۱

یٰسٓ ۶۵: اوپر کی آیات میں اسلوبِ کلام خطاب کا تھا، اس آیت میں غائب کا ہو گیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اوپر کی آیات میں زجر و ملامت ہے جس کے لیے موزوں اسلوب خطاب ہی کا ہے اور اس آیت میں ان کی بےبسی کی تصویر ہے جس کے لیے غائب کا اسلوب زیادہ موزوں ہے ۶:۴۳۵

صٓ ۲۱: 'هَلْ اَتٰىكَ' واحد کا خطاب جمع کے لیے بھی آتا ہے ۶:۵۲۳

حٰمٓ السجدۃ ۱۲: غائب سے متکلم کے اسلوب میں تبدیلی ۷:۸۵

الزخرف ۷۱: غائب سے حاضر کے اسلوب میں تبدیلی۔ اسلوب کی یہ تبدیلی التفاتِ خاص کی دلیل ہے ۷:۲۵۳

الزخرف ۷۹: اسلوب اچانک حاضر سے غائب کا اختیار کر لیا ہے گویا وہ لائق خطاب والتفات نہیں ہے ۷:۲۵۴

الدخان ۱۳، ۱۴: غائبانہ اسلوب، اس اسلوب میں اعراض کا مضمون نمایاں ہوتا ہے ۷:۲۷۷

الجاثیۃ ۳۵: اس ٹکڑے میں اسلوب کی اچانک تبدیلی قابلِ توجہ ہے۔ اوپر کے ٹکڑے میں اسلوب خطاب کا تھا اس میں دفعتاً غائب کا اسلوب آ گیا۔ گویا نظر انداز کیے جانے کی جو دھمکی ان کو دی گئی تھی اس کا عمل شروع ہو گیا یہاں تک کہ وہ اس قابل بھی نہیں رہے کہ ان کو خطاب کر کے کوئی بات کہی جائے۔ غائب کا اسلوب نظر انداز کیے جانے کے مواقع میں استعمال ہوتا ہے ۷:۳۳۴

محمد ۲۲: غائب سے براہِ راست خطاب۔ اسلوب کی یہ تبدیلی اس موعظت کو زیادہ مؤثر بنانے کے لیے ہے جو اس میں ان کو کی گئی ہے

۷:۴۱۸

الذّٰریٰت ۲۴: 'ھَلْ اَتٰکَ' کا خطاب ضروری نہیں کہ آنحضرت ﷺ سے ہو بلکہ اقرب یہ ہے کہ یہ خطاب انھی مکذبین سے ہے جن پر اس سورہ میں حجت تمام کی جا رہی ہے۔ جماعت کو جب واحد کے صیغہ سے خطاب ہوتا ہے تو مخاطب گروہ کے ایک ایک فرد کو متوجہ کرنا مقصود ہوتا ہے۔ استفہامیہ اسلوبِ بیان بھی بجائے خود اس امر کی دلیل ہے کہ آگے جو بات کہی جا رہی ہے وہ اہمیت رکھنے والی ہے، اس کو ہر شخص سنے اور گوشِ دل سے سنے ۷:۶۰۶

النجم ۲۳: اوپر کے ٹکڑے میں اسلوبِ کلام خطاب کا تھا۔ اس میں اسلوب غائب کا ہو گیا ہے۔ یہ اُن کی محرومی اور بدبختی پر ان کو ملامت اور ان کی ذہنی پستی پر اظہارِ افسوس ہے ۸:۶۳

النجم ۵۵: یہ خطاب قریش سے ہے۔ ضمیر اگرچہ واحد ہے لیکن مخاطب پوری جماعت ہے۔ جب جماعت کو واحد کے صیغہ یا ضمیر سے خطاب کرتے ہیں تو مقصود جماعت کے ایک ایک فرد کو متنبہ کرنا ہوتا ہے ۸:۸۲

الطلاق ۱: یہاں نبی ﷺ سے خطاب شخصاً نہیں بلکہ امت کے وکیل کی حیثیت سے ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ آپ کو خطاب کرنے کے بعد معاً 'طَلَّقْتُمُ' میں ضمیر خطاب جمع کی آ گئی ہے جس سے یہ بات واضح ہو گئی کہ یہاں جو احکام دیے جا رہے ہیں وہ ہیں تو تمام مسلمانوں کے لیے البتہ نبی ﷺ کو خطاب کر کے یہ احکام دینے سے ان کی اہمیت بہت بڑھ گئی ہے۔ مقصود اس سے یہ ہے کہ لوگوں کے اندر ان کی عظمت کا احساس پیدا ہو کہ جب پیغمبر ﷺ پر بھی ان باتوں کی پابندی لازمی ہے تو دوسروں پر تو بدرجہا زیادہ ہو گی ۸:۴۳۵

الجن ۱۸: غائب سے براہِ راست خطاب کا اسلوب ۸:۶۵۲

القیٰمۃ ۳۵: غائب کے اسلوب سے خطاب کے اسلوب میں تبدیلی افسوس اور نفرت کے اظہار میں شدت پر دلیل ہے ۹:۹۶

النّبا ۳۰: یہ مستقبل کے ماجرے کو زیادہ مؤثر بنانے کے لیے حاضر کے اسلوب میں بدل دیا ہے ۹:۱۶۴

عبس ۱۷: بعض مرتبہ کلام کا رخ ہوتا تو کسی خاص شخص یا کسی مخصوص گروہ ہی کی طرف ہے لیکن بات ان سے منہ پھیر کر عام صیغے سے کہہ دی جاتی ہے جس سے متکلم کی بے زاری کا اظہار ہوتا ہے۔ یہاں بھی یہی صورت ہے ۹:۲۰۴

الانفطار ۱۷: جمع کو واحد کے صیغہ سے خطاب ۹:۲۴۵

## 'ذٰلِکَ' اور 'ھٰذا' کا محلِ استعمال

البقرۃ ۲: اہلِ نحو کہتے ہیں کہ 'ذٰلِکَ' اشارہ بعید کے لیے آتا ہے اور 'ھٰذا' اشارہ قریب کے لیے اس سے عام طور پر لوگ اس غلط فہمی میں مبتلا ہو جاتے ہیں کہ اگر کسی فاصلہ کی چیز کی طرف اشارہ کرنا ہو تو 'ذٰلِکَ' لائیں گے اور اگر قریب کی کسی چیز کی طرف اشارہ کرنا ہو تو 'ھٰذَا' استعمال کریں گے۔ لیکن اہل نحو کا مطلب قریب اور بعید سے یہ نہیں ہے۔ ان کا مطلب یہ ہے کہ جو چیز مخاطب کے علم میں ہے یا جس کا ذکر گفتگو میں ہو چکا ہے اگر اس کی طرف اشارہ کرنا ہو تو وہاں 'ذٰلِکَ' استعمال کریں گے اور اگر کسی ایسی چیز کی طرف اشارہ کرنا ہو جس کا ذکر آگے آ رہا ہو تو وہاں 'ھٰذا' لائیں گے۔

یہاں 'ذٰلِکَ' کا اشارہ سورہ کے اس نام کی طرف ہے جس کا ذکر پہلے گزر چکا ہے اور بتانا یہ مقصود ہے کہ یہ 'الٓمّٓ' قرآن عظیم کا ایک حصہ ہے۔ قرآن میں اس قسم کے اشارات کی نظیریں بکثرت موجود ہیں۔

## 'ذٰلِکَ' کا استعمال

البقرۃ ۶۴: 'مِنْ بَعْدِ ذٰلِکَ' کا ترجمہ ہم نے 'اس سب کے بعد' کیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ عربی زبان اور قرآن میں اس اسلوب کے استعمالات سے واضح ہوتا ہے کہ 'ذٰلِکَ' جب اس طرح استعمال ہوتا ہے تو اوپر بیان کی ہوئی پوری سرگزشت کی طرف ایک جامع اشارہ کر دیتا ہے۔ یعنی مطلب یہ ہے کہ تورات کی پابندی کا میثاق باندھ چکنے، خدا کا جلال دیکھ لینے اور تمام تنبیہات و تہدیدات سے اچھی طرح واقف ہو چکنے کے بعد تمھارے اسلاف نے اس عہد سے منہ موڑا اور تم نے اس معاملہ میں ٹھیک ٹھیک انھی کی روش کی تقلید کی ۱:۲۴۴

المآئدۃ ۹۷: 'ذٰلِکَ' کا اشارہ مذکورہ بالا شعائر کی طرف ہے ۲:۵۹۸

الانفال ۱۸: 'ذٰلِکُمْ' جب اِس طرح آتا ہے تو یہ پورے جملے کا قائم مقام ہوتا ہے اور اس کے بعد جو حرفِ ربط آتا ہے اس کا تعلق اس مخفی مضمون سے ہوتا ہے جو اُس کے اندر مضمر ہوتا ہے ۳:۴۵۲

الحج ۳۰: 'ذٰلِکَ' پورے جملہ کا قائم مقام ۵:۲۴۵

الحج ۶۰: 'ذٰلِکَ' پورے جملہ کا قائم مقام ۵:۲۷۹

محمد ۴: 'ذٰلِکَ' پورے جملہ کا قائم مقام ۷:۳۹۸

## 'زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا' کا اسلوب

الزلزال ۱: 'زِلْـزَال' آیا تو ہے فعل 'زُلْـزِلَـتْ' کی تاکید کے لیے، جس طرح مفعول مطلق آیا کرتا ہے لیکن یہاں زمین کی طرف اس کی اضافت سے مضمون میں ایک خاص اضافہ ہو گیا ہے جس کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے ورنہ آیت کا صحیح زور سمجھ میں نہیں آئے گا۔ اس خاص اسلوب کو سامنے رکھ کر اس کا ترجمہ یہ ہوگا کہ جبکہ زمین ہلا دی جائے گی اِس طرح جس طرح زمین کو ہلانے کا حق ہے یا جس طرح اس کا ہلایا جانا مقدر ہے ۹:۴۹۲

## زبانِ حال کی تصویر

سبا ۱۹: یہ ان کے زبان قال کی نہیں بلکہ زبانِ حال کی تصویر ہے ۶:۳۱۰

## سبب بول کر مسبّب مراد لینا

الجاثیۃ ۵: 'مِــنْ رِّزْقٍ' سے مراد یہاں پانی ہے جو ذریعۂ رزق بنتا ہے۔ گویا مسبب سبب کے لیے استعمال ہوا ہے ۷:۳۰۴

الذّٰرِیٰت ۲۲: 'رزق' سے مراد بارش ہے جو رزق کا ذریعہ بنتی ہے۔ سبب بول کر مراد اِس سے مسبب کو لیا ہے ۷:۶۰۰

## 'سَخَّرْنَالَه' کے بجائے 'سَخَّرْنَا' کا اسلوب

الانبیآء ۷۹: 'سَخَّرْنَالَه' کے بجائے 'سَخَّرْنَا مَعَ' کے اسلوب سے یہ مفہوم پیدا ہوتا ہے کہ حضرت داوٗد علیہ السلام کی تسبیح میں اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں اور پرندوں کو بھی ان کا شریکِ بزم بنا دیا تھا۔ جب وہ اپنا نغمۂ حمد چھیڑتے تو یہ بھی ان کی ہم نوائی کرتے ۵:۱۷۴

## سمع کا واحد استعمال

البقرۃ ۷: ممکن ہے کسی کے ذہن میں سوال پیدا ہو کہ یہاں سمع کا لفظ واحد کیوں استعمال ہوا جب کہ قلوب و ابصار کے الفاظ جمع استعمال ہوئے ہیں۔ کلام کی ہم آہنگی کا تقاضا تو یہ تھا کہ یہ بھی جمع یعنی اَسماع استعمال ہوتا۔ میرے نزدیک اس کا جواب یہ ہے کہ اس چیز کا تعلق اہلِ زبان کے طریق استعمال سے ہے ۱:۱۱۰

## 'سُنَّةَ اللّٰهِ فِي الَّذِينَ خَلَوْا' کا اسلوب

الاحزاب ۳۸: 'سُنَّـةَ اللّٰـهِ فِـي الَّـذِيْنَ خَلَوْا' میں زبان کا جو اسلوب ہے اُس کو کھول دیجیے تو پوری بات یوں ہوگی: 'سَنَّ اللّٰهُ ذٰلِكَ سُنَّـةً فِي الانبيآءِ' (یہ اللہ نے اپنے نبیوں کے لیے ایک سنت مقرر کر رکھی ہے) ۶:۲۳۷

## سوال کا اسلوب

اٰل عمران ۴۰: سوال طلبِ تصدیق کے لیے۔ یہ سوال تعجب یا شک یا انکار کی نوعیت کا نہیں ہے بلکہ یہ نہایت حسین و بلیغ انداز سے طلبِ تصدیق ہے ۲:۸۲

عبس ۱۸: 'مِنْ اَيِّ شَيْءٍ خَلَقَهٗ' یہ سوال تحقیر کے لیے بھی ہے اور زندگی بعد الموت کی طرف توجہ دلانے کے لیے بھی ۹:۲۰۴

عبس ۱۹: سوال کا جواب چونکہ بالکل واضح تھا جس سے کسی کے لیے بھی انکار کی گنجائش نہیں تھی اس وجہ سے جواب خود ہی دے دیا کہ پانی کی ایک بوند سے انسان کو پیدا کیا ۹:۲۰۶

الغاشیۃ ۱: اِس انداز میں جو سوال ہوتا ہے وہ طلبِ جواب کے لیے نہیں بلکہ کسی چیز کے ہول و ہیبت یا اس کی عظمت و شان کے اظہار کے لیے ہوتا ہے ۹:۳۲۹

القارعۃ ۳: اس اسلوب میں سوال کے ساتھ ساتھ مخاطب کی غفلت، بلادت اور عاقبت نابینی پر افسوس اور حسرت کا اظہار بھی ہے ۹:۵۱۲

الھمزۃ ۵: یہ سوال اس کی ہولناکی کے بیان کے لیے ہے ۹:۵۵۰

## شائستہ اندازِ خطاب

ہود ۷۳: 'رَحۡمَتُ اللّٰہِ وَبَرَکٰتُہٗ عَلَیۡکُمۡ اَہۡلَ الۡبَیۡتِ' میں 'عَلَیۡکُمۡ' ضمیر مذکر جمع کا استعمال عربی زبان کے شائستہ اندازِ خطاب کی مثال ہے۔ عورتوں کے اِس اندازِ خطاب میں پردہ داری اور احترام کی جو شان ہے وہ محتاجِ اظہار نہیں۔ قرآن مجید اور کلامِ عرب میں اس کی نہایت واضح اور لطیف مثالیں موجود ہیں ۴:۱۵۶

## شرط کا اسلوب

المومن ۲۸: 'وَاِنۡ یَّکُ کَاذِبًا' کے الفاظ انھوں نے مخاطب کے خیال کو سامنے رکھ کر فرمائے جس سے یہ حقیقت واضح ہوئی کہ شرط کے اسلوب میں جس شک کا اظہار ہوتا ہے وہ شک کے مفہوم کے لیے صریح نہیں ہوا کرتا بلکہ اس سے شک کا صرف وہم ہوتا ہے۔ اس میں اصلی فیصلہ کا انحصار موقع و محل اور سیاق و سباق پر ہوتا ہے۔ زبان کے اس اسلوب کو سامنے رکھنا ضروری ہے اس سے دوسری بعض آیتوں کے سمجھنے میں بھی مدد ملے گی ۷:۴۰

## شقاق کے ساتھ بعید کی صفت

البقرۃ ۱۷۶: شقاق کے ساتھ جب بعید کی صفت لگ جاتی ہے تو اس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ کسی شخص یا چیز کی مخالفت اور دشمنی میں کوئی شخص اس قدر آگے بڑھ جائے اور اِتنی دور نکل جائے کہ اس کو اپنے نفع و نقصان کا بھی کچھ ہوش نہ رہ جائے اور پھر اس کے لیے اتنی دور سے پلٹنے اور تلافیِ مافات کرنے کا کوئی امکان ہی باقی نہ رہے ۱:۴۱۸

## شے بول کر اُس کے نتیجے کو مراد لینا

یوسف ۳۶: عربی زبان میں یہ اسلوب موجود ہے کہ بعض اوقات کسی شے کو اس کی غایت کے اعتبار سے تعبیر کرتے ہیں۔ انگور نچوڑنے کا مقصد اگر اس سے شراب بنانا ہے تو اس کو یوں کہہ سکتے ہیں کہ میں شراب نچوڑ رہا ہوں ۴:۲۱۷

الکہف ۳: اِس 'اجرِ حسن' میں ہمیشہ رہیں گے یعنی اس بہشت میں ہمیشہ رہیں گے جو اس 'اجرِ حسن' کے ثمرہ اور نتیجہ کے طور پر حاصل ہوگی ۴:۵۵۷

## شے کا نام انجام کے اعتبار سے

الفیل ۵: کسی شے کا نام اس کے انجام کے اعتبار سے رکھنا عربی زبان کا ایک معروف اسلوب ہے۔ 'کَعَصۡفٍ مَّاۡکُوۡلٍ' اِسی نوع کی ترکیب ہے ۹:۵۶۵

## 'صَرَفۡنَاۤ اِلَیۡکَ' کا اسلوب

الاحقاف ۲۹: 'صَرَفۡنَاۤ اِلَیۡکَ' کے اسلوبِ بیان سے یہ بات نکلتی ہے کہ جنوں نے قرآن سننے کا یہ واقعہ بالکل اتفاقاً محض اللہ تعالیٰ کی کارسازی سے پیش آگیا ۷:۳۷۷

## صفاتِ الٰہی کے ذکر سے مقصود اُن کا لازم ہے

البقرۃ ۹۶: خدا ان ساری چیزوں کو دیکھ رہا ہے جو یہ کر رہے ہیں اور جب دیکھ رہا ہے تو یہ کس طرح ممکن ہے کہ وہ ان کا بدلہ نہ دے ۱:۲۷۴

النسآء ۳۶: 'دوست نہیں رکھتا' کا مطلب یہ ہے کہ وہ ایسے لوگوں سے نفرت کرتا ہے ۲:۲۹۹

النسآء ۱۴۸: یعنی جب خدا سب کچھ سنتا اور جانتا ہے تو اس پر وہ گرفت بھی لازماً فرمائے گا ۲:۴۱۴

## صفات کا بیان بغیر حرفِ عطف

البقرۃ ۱۸: 'صُمٌّۢ بُکۡمٌ عُمۡیٌ' سے متعلق استاذ امام مولانا فراہیؒ کا یہ افادہ یہاں قابلِ ذکر ہے کہ اگر صفات کا بیان بغیر حرفِ عطف کے ہو تو یہ اِس بات کی دلیل ہے کہ یہ تمام صفات موصوف کے اندر بیک وقت

موجود ہیں ۱: ۱۳۰ ح

**المآئدۃ ۳۸:** اِن دونوں کے درمیان حرفِ عطف کا نہ ہونا اِس بات کی دلیل ہے کہ یہ دونوں باتیں اس سزا میں بیک وقت مطلوب ہیں یعنی یہ پاداشِ عمل بھی ہے اور دوسروں کے لیے سامانِ عبرت بھی ۲: ۵۱۲

**الانعام ۱۳۳:** 'وَرَبُّکَ الْغَنِیُّ ذُوالرَّحْمَۃِ' فرمایا کہ تمھارا خداوند غنی اور بے نیاز بھی ہے اور رحمت والا بھی ہے ... وہ سب سے بے نیاز، سب سے مستغنی اور سب سے بے پروا ہے۔ سب اس کا انکار کر دیں تو اس کا کچھ نہیں بگڑتا۔ سب اس کی حمد کے ترانے گائیں تو اس کا کچھ نہیں بنتا۔ وہ اگر اپنے رسول بھیجتا ہے، کتاب اتارتا ہے، ایمان و اسلام کی دعوت دیتا ہے تو اس لیے نہیں کہ لوگوں کے ایمان و اسلام کے بغیر اس کا کوئی کام اٹکا ہوا ہے بلکہ یہ سب کچھ اس لیے کرتا ہے کہ بے نیاز ہونے کے ساتھ ساتھ وہ رحمت والا بھی ہے۔ اس کی اس رحمت کا یہ تقاضا ہے کہ وہ لوگوں پر اپنی حجت تمام کیے بغیر ان کو نہیں پکڑتا بلکہ ان پر حجت تمام کرنے کے لیے سارے جتن کرتا ہے ۳: ۱۶۷

**التوبۃ ۱۲۸:** خلق کے ساتھ رأفت و رحمت کے معاملے میں رحمتِ عالم ﷺ بالکل صفاتِ الٰہی کے مظہر تھے۔ یہ ٹکڑا چونکہ بعینہٖ 'حَرِیْصٌ عَلَیْکُمْ' کی تفسیر و توضیح ہے اس وجہ سے حرفِ ربط یہاں نہیں ہے تاکہ کامل اتصال کا اظہار ہو ۳: ۶۶۷

**الاحقاف ۲، ۷:** ۳۴۵

**قٓ ۲۵، ۷:** ۵۵۲

**الحشر ۲۳:** اسمائے حسنٰی میں سے آٹھ اسماء، اتصال کے ساتھ بغیر حرفِ عطف ۸: ۳۱۲

**الصّف ۱:** 'اَلْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ' کی دو صفتوں کا بغیر حرفِ عطف کے بیان اس بات کی دلیل ہے کہ یہ دونوں صفتیں موصوف میں بیک وقت پائی جاتی ہیں یعنی وہ بیک وقت ہر چیز پر غالب و قادر بھی ہے اور اس کے ہر کام میں حکمت و مصلحت بھی ہے ۸: ۳۵۳

**التکویر ۱۶:** ستاروں کی صفات، ان کے موصوف الگ الگ نہیں ۹: ۲۲۶

## صفات کا بیان 'ف' کے ساتھ

جب صفات کا عطف 'ف' کے ساتھ ہو تو یہ دو باتوں پر دلیل ہوتا ہے۔ ایک اِس بات پر کہ ان کے اندر ترتیب ہے، دوسری اِس بات پر کہ یہ تمام صفتیں ایک ہی موصوف کی ہیں ۷: ۵۷۸

**الصّٰٓفّٰت ۳:** یہ تمام صفات ایک ہی چیز کی ہیں۔ اِس وجہ سے جن لوگوں نے ان صفات کے الگ الگ موصوف قرار دیے ہیں، اُن کی رائے ہمارے نزدیک عربیت کے خلاف ہے ۶: ۴۵۳

**الدخان ۵۸:** 'ف' سابق کے ساتھ مضمون کے اتصال کو ظاہر کرتا ہے ۷: ۲۹۳

**الذّٰریٰت ۲:** عربیت کے قاعدے کی رُو سے یہاں جو تین صفتیں 'ف' کے ساتھ بیان ہوئی ہیں وہ لازماً ہواؤں ہی کی ہوں گی۔ جن لوگوں نے ان کو الگ الگ چیزوں کی صفت مانا ہے، ان کی رائے عربیت کے بھی خلاف ہے اور قرآن کے نظائر کے بھی ۷: ۵۷۸

**المرسلٰت ۳:** یہاں زبان کا یہ نکتہ ملحوظ رہے کہ 'عٰصِفٰت' کو 'المرسلٰت' پر 'ف' کے ساتھ عطف کر کے اس کی تدریجی ترقی کو واضح کر دیا۔ اس کے برخلاف اس آیت میں حرفِ عطف 'و' آیا ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ یہ سابق کا نتیجہ نہیں بلکہ ایک مستقل وصف ہے ۹: ۱۳۲

**المرسلٰت، ۴:** ہواؤں کا یہ فرق و امتیاز چونکہ 'نشر' کے ذریعہ سے اور اس کے بعد نمایاں ہوتا ہے۔ اس وجہ سے عطف 'ف' کے ذریعہ سے ہوا۔ ۹: ۱۳۲

**النّٰزعٰت، ۳ تا ۵:** یہ صفتیں 'سٰبِحٰت' ہی کی ہیں اور اِن میں باہم دگر ترتیب بھی ہے ۹: ۱۷۶

**العٰدِیٰت ۲:** جنگی گھوڑوں کی صفات، ایک ترتیب کے ساتھ ۹: ۵۰۰

## صفت اور فاعل کے صیغے کا اِستعمال

**الانعام ۱۳۵:** مطلب یہ ہے کہ جب تم اپنے مقامِ کفر اور موقفِ مخالفتِ حق سے ہٹنے کے لیے تیار نہیں تو کرو جو کرنا چاہتے ہو۔ میں بھی اپنے موقف سے انچ برابر ہٹنے کے لیے تیار نہیں ہوں۔ عربیت کا ذوق رکھنے والے جانتے ہیں کہ 'اعملوا' کے مقابل میں 'اِنِّیْ عَامِلٌ' میں

زیادہ زور دیا ہے اس لیے کہ صفت اور فاعل کے صیغے فعل کے بالمقابل دوام، استمرار، استقلال اور عزم و جزم کو ظاہر کرتے ہیں۔ الفاظ کے تیور صاف بتا رہے ہیں کہ یہ پیغمبر ﷺ کی طرف سے صاف صاف برأت کا اعلان اور نہایت واضح الفاظ میں دھمکی ہے ۳:۱۶۹

## صفت بول کر موصوف مراد لینا

الانبیآء ۳۱: 'رواسی' عربی میں پہاڑوں کی صفت کے لیے آتا ہے اور یہ صفت ایسی مشہور ہوگئی ہے کہ موصوف کے قائم مقام کی حیثیت سے استعمال ہوتی ہے ۵:۱۴۱

المومنون ۱۷: صفت بول کر موصوف کو مراد لیا ہے یعنی دھاریوں والے سات آسمان ۵:۳۰۵

## صفت کے صیغے کا استعمال

البقرۃ ۱۷۷: 'وَالْمُوْفُوْنَ بِعَھْدِھِمْ' (اور اپنے عہد کو پورا کرنے والے ہیں) میں دفعتاً اسلوبِ کلام بدل گیا ہے۔ اوپر ایمان، انفاق، نماز اور زکوٰۃ کا ذکر فعل کی شکل میں آیا تھا۔ الموفون کا عطف تو انھی پر ہے لیکن یہ اسم فاعل اور صفت کی صورت میں ہے۔ پھر آگے 'الصّٰبِرِیْنَ فِی الْبَاْسَآءِ' (اور ثابت قدم رہنے والے) آ رہا ہے، جو ہے تو صفت کی صورت میں لیکن موفون پر معطوف ہونے کے باوجود صابرون کے بجائے 'صٰبِرِیْنَ' یعنی حالتِ نصب میں آ گیا ہے۔ اسلوب کا یہ ردّ و بدل صرف تنوع کے لیے نہیں ہے بلکہ اس کے کچھ معنوی فوائد بھی ہیں جن میں سے بعض کی طرف ہم اشارہ کریں گے۔

مثلاً یہاں 'مُوْفُوْنَ' کے بعد دفعتاً اِس سے بالکل مختلف اسلوب میں 'الصّٰبِرِیْنَ' جو آ گیا تو اِس سے معنی میں یہ اضافہ ہو جائے گا کہ گویا متکلم یہ کہنا چاہتا ہے کہ 'انا اخص بالذکر الصابِرِیْنَ' میں صابرین کا ذکر خاص طور پر کرنا چاہتا ہوں ۱:۴۲۷

النسآء ۱۶۲: 'وَالْمُقِیْمِیْنَ الصَّلٰوۃَ' عطف تو ہے 'اَلْمُؤْمِنُوْنَ' پر لیکن یہ منصوب ہو گیا ہے... اسلوب کی اس تبدیلی کا لفظی اثر تو سامع پر یہ پڑتا ہے کہ یہ تنوع اس کو لفظ پر متوجہ کر دیتا ہے اور معنوی فائدہ یہ ہوتا ہے کہ محض اسلوب کی تبدیلی سے بغیر ایک حرف کے اضافے کے، اس کے اندر اختصاص اور مدح و تعریف کا مضمون پیدا ہو جاتا ہے یعنی 'اور خاص کر نماز کو قائم کرنے والے' ۲:۴۲۵

## 'صلوٰۃ' نماز اور موضع نماز دونوں معنی میں

النسآء ۴۳: 'صلوٰۃ' کے معنی نماز کے ہیں لیکن جس طرح کبھی ظرف بولتے ہیں اور مظروف اس کے مفہوم میں آپ سے آپ شامل ہوتا ہے اسی طرح کبھی مظروف، اگر قرائن موجود ہوں، ظرف پر بھی مشتمل ہو جاتا ہے۔ یہاں دو قرینے موجود ہیں جو اس بات کی دلیل ہیں کہ 'صلوٰۃ' کا لفظ موضع صلوٰۃ یعنی مسجد پر بھی مشتمل ہے۔ ۲:۳۰۲

# صِلہ

### اِلٰی

'اِسْتَوٰٓی اِلَی' البقرۃ ۲۹: توجہ کرنے یا اس کے ہم معنی کسی مفہوم پر مشتمل ۱:۱۴۴

'عَھِدْنَآ اِلٰی' البقرۃ ۱۲۵: اس کے معنی کسی پر کوئی ذمہ داری ڈالنے یا اس کو کسی شرط کا پابند کرنے کے آتے ہیں ۱:۳۳۱

'رَفَثُ اِلٰی' البقرۃ ۱۸۷: بیویوں سے اختلاط و ملاقات ۱:۴۵۵

'رَفِعَ اِلَیَّ' اٰل عمران ۵۵: عزت و اکرام کے ساتھ اپنی جانب اٹھا لینا ۲:۱۰۴

'جَمَعَ اِلٰی' النسآء ۸۷: کوئی لفظ ہانکنے، دھکیلنے اور لے جانے کے معنی میں محذوف ۲:۳۵۷

'قَامَ اِلٰی' المآئدۃ ۶: بمعنی قصد کرنا ۲:۴۶۹

'اِلٰی یُحْشَرُوْنَ' الانفال ۳۶: ہانک کر لے جانے کا مفہوم پیدا کر دیا ہے ۳:۴۷۴

'بَرَآءَۃٌ اِلٰی' التوبۃ ۱: 'ابلاغ' کا مفہوم بھی مضمر ہے ۳:۵۳۶

ھدایت اِلٰی، یونس ۳۵: صرف کسی چیز کی طرف رہنمائی کرنا ۴:۵۰

'اُقْضُوۡٓا اِلَی' یونس ۷۱: اقدام پر دلیل ہے ۴:۵۷

'قَضَیۡنَآ اِلَی' الحجر ۶۶: 'اَبۡلَغۡنَا' یا اس کا ہم معنی کوئی لفظ محذوف ۳۶۹:۴

'قَضَیۡنَآ اِلَی' بنی اسرآئیل ۴: 'اَبۡلَغۡنَا' یا اس کا ہم معنی کوئی لفظ محذوف ۴:۴۷۹

'عَہِدَ اِلَی' طٰہٰ ۱۱۵: کسی کو کوئی خاص ہدایت یا وصیت تاکید و اہتمام کے ساتھ کرنے کے لیے آتا ہے ۹۶:۵

'مَحِلُّہَآ اِلَی' الحج ۳۳: لفظ محذوف جس سے یہ مفہوم پیدا ہو کہ پھر ان کو بیت عتیق کے پاس لے جا کر قربان کرنا ہے ۵:۲۴۷

'عَہِدَ اِلَی' یٰسٓ ۶۰: بمعنی ضامن اور ذمہ دار بنانا ۶:۴۳۴

'سُؤَالَ اِلَی' صٓ ۲۴: 'ضم' یا 'خلط' کے مفہوم پر متضمن ۶:۵۲۵

'یُحۡشَرُ اِلَی' حٰمٓ السجدۃ ۱۹: 'یُسَاقُوۡنَ' یا اس کے ہم معنی کسی لفظ پر متضمن ۷:۹۳

'یَجۡمَعُکُمۡ اِلَی' الجاثیۃ ۲۶: اتصال اور تسلسل کا اظہار یعنی یہ جمع کرنا قیامت تک جاری رہے گا ۷:۳۲۹

'حَبَّبَ، کَرَّہَ اِلَی' الحجرات ۷: اہتمام خاص کی طرف اشارہ جو اللہ تعالیٰ نے صحابہؓ کی نگاہوں میں ایمان کو محبوب اور کفر و فسق کو مبغوض بنانے کے لیے اپنے رسول کے ذریعہ سے فرمایا ۷:۴۹۳

'لَمَجۡمُوۡعُوۡنَ اِلَی' الواقعۃ ۵۰: جمع کیے جاتے رہیں گے ۸:۱۷۱

'نَظَرَ اِلَی' القیٰمۃ ۲۳: معنی جس طرح کسی چیز کی طرف دیکھنے کے آتے ہیں اسی طرح کسی کی رحمت و عنایت کے متوقع و منتظر ہونے کے بھی آتے ہیں ۹:۹۰

## ب

ایمان ب، البقرۃ ۳: بمعنی یقین اور اعتماد کرنا ۱:۸۹

سوال ب، البقرۃ ۱۰۸: معترضانہ سوال کے مفہوم میں ۱:۲۹۸

'بِکَلِمَۃٍ' اٰل عمران ۳۹: تصدیق کا لفظ بشارت کے مفہوم پر بھی مشتمل ۲:۸۰

'وَامۡسَحُوۡا بِرُءُوۡسِکُمۡ' المآئدۃ ۶: احاطہ کے مفہوم میں ۲:۴۶۹

'وَکَّلۡنَا بِہَا' الانعام ۸۴ تا ۹۰: ذمہ دار بنائے جانے کے ساتھ ساتھ ضامن اور امین بنائے جانے کا مفہوم ۳:۱۰۳

'فَظَلَمُوۡا بِہَا' الاعراف ۱۰۳: 'کَفَرُوۡا' اور 'جَحَدُوۡا' وغیرہ کے معنی پر متضمن ۳:۳۳۹

'فَظَلَمُوۡا بِہَا' بنی اسرآئیل ۵۹: چونکہ 'ظَلَمُوۡا' کے ساتھ مناسبت نہیں رکھتا اس وجہ سے یہاں حذف مانیں گے یعنی 'ظَلَمُوۡا اَنۡفُسَہُمۡ وَ کَذَّبُوۡا بِہَا' ۴:۵۱۵

'یُرِدۡ بِ' الحج ۲۵: 'ہَمَّ' کے مفہوم پر متضمن ۵:۲۴۰

'اِسۡتِکۡبَارٌ بِ' المومنون ۶۷: استہزاء کا مفہوم ۵:۳۲۹

'صَدَّقَ بِ' الزمر ۳۳: صدق دل کے ساتھ ایمان ۶:۵۸۷

'بِاسۡمِ رَبِّکَ' الواقعۃ ۷۴: 'سَبِّحۡ' یہاں استعانت کے مضمون پر بھی متضمن ۸:۱۷۹

سوال ب، المعارج ۱: استعجال اور استہزاء کے مفہوم پر متضمن ۸:۵۶۴

## عَلٰی

'تَابَ عَلٰی' البقرۃ ۳۷: اِس کے اندر رحمت کا مضمون بھی پوشیدہ ہے، جس کے لازم معنی بندے کی توبہ قبول کرنے کے بھی ہوئے ۱:۱۶۹

البقرۃ ۱۲۸، ۱:۳۳۹۔ البقرۃ ۱۶۰، ۱:۳۸۹، التوبۃ ۱۱۷، ۳:۶۵۶۔ طٰہٰ ۱۲۲، ۵:۱۰۱۔ المزمل ۲۰، ۹:۳۲۹۔

'کُتِبَ عَلٰی' البقرۃ ۱۷۸: فرضیت اور وجوب کا مضمون ۱:۴۳۲

'کُتِبَ عَلٰی' البقرۃ ۱۸۰: فرضیت اور وجوب کا مضمون ۱:۴۳۸

'اصۡطَفَا عَلٰی' اٰل عمران ۴۲: ترجیح اور فضیلت کے مفہوم پر بھی مشتمل ۲:۸۴

'قَامَ عَلٰی' النسآء ۳۴: نگرانی، محافظت، کفالت اور تولیت کے

مضمون پر مشتمل ۲:۲۹۱

'وَکیل عَلٰی' النسآء ۱۰۹: تین معنی i مسؤل اور ذمہ دار

ii نگران

iii ضامن

'اِمْسَاکَ عَلٰی' المآئدۃ ۴: کسی شے کو کسی خاص کے لیے روک یا سینت رکھنا ۲:۴۶۱

'اِسْتَوٰی عَلٰی' الاعراف ۵۴: بمعنی تمکن ۳:۲۷۸

'حَقِیْقٌ عَلٰی' الاعراف ۱۰۵: بمعنی حریص ۳:۳۴۰

'عُکُوْف عَلٰی' الاعراف ۱۳۸: کسی شے پر جم جانا اور اس سے اپنے آپ کو وابستہ کرنا ۳:۳۵۸

'صراط عَلَیَّ' الحجر ۴۱: یہ راستہ ایسا سیدھا ہے کہ راہرو کو خود منزل پر لا ڈالتا ہے ۴:۳۶۰

'بَعَثَ عَلٰی' بنی اسرآئیل ۵: ابھارنے اور اکسانے کے ساتھ ساتھ مسلط کر دینے کا مفہوم ۴:۴۸۱

'نَحْشُرُهُمْ عَلٰی' بنی اسرآئیل ۹۷: گھسیٹتے ہوئے اکٹھے کیے جائیں گے ۴:۵۴۳

'فَرَطَ عَلٰی' طٰہٰ ۴۵: کسی کے خلاف عاجلانہ اقدام ۵:۵۳

'تُمْلٰی عَلٰی' الفرقان ۵: لکھ کر تعلیم کیے جانا؛ ۵:۴۴۶

'یُحْشُرُوْنَ عَلٰی' الفرقان ۳۴: گھسیٹے جائیں گے ۵:۴۶۴

'ظَهِیْر عَلٰی' الفرقان ۵۵: حریف اور مدِ مقابل ۵:۴۷۹

## عَنْ

'رَغِبَ عَنْ' البقرۃ ۱۳۰: بمعنی کسی چیز سے بے رغبت اور بیزار ہونا ۱:۳۴۲

'طِبْنَ عَنْ' النسآء ۴: دستبرداری کے مفہوم کی طرف اشارہ ۲:۲۵۴

'اِسْتِکْبَار عَنْ' الانعام ۹۳، ۹۴: اعراض کے مفہوم پر بھی مشتمل۔ ۳:۱۱۲

'اِسْتِکْبَار عَنْ' الاعراف ۳۶: اعراض کے مفہوم پر بھی مشتمل ۳:۲۵۵

'عَتَوْعَنْ' الاعراف ۷۷: سرکشی اور نافرمانی ۳:۳۰۳

'سَکَتَ عَنْ' الاعراف ۱۵۴: 'زال' یا اس کے کسی ہم معنی لفظ کے مفہوم پر متضمن ۳:۳۶۹

'یَفْتِنُوْنَکَ عَنْ' بنی اسرآئیل ۷۳: 'یَصْرِفُوْنَکَ' یا اس کے ہم معنی کسی لفظ پر متضمن ۴:۵۲۸

'مُخَالِفَة عَنْ' النور ۶۳: گریز اور فرار کے معنی پر متضمن ۵:۴۳۵

'اَضَلَّنِیْ عَنْ' الفرقان ۲۹: 'صرف' کے معنی پر متضمن ۵:۴۶۱

'هَادِیْ عَنْ' النمل ۸۱: کسی کو کسی شے سے ہٹانے اور پھیرنے کے مضمون پر متضمن ۵:۶۳۳

'هَادِیْ عَنْ' الروم ۵۳: کسی کو کسی شے سے ہٹانے اور پھیرنے کے مضمون پر متضمن ۶:۱۰۹

'تَفْزِیْع عَنْ' سبا ۲۳: دہشت دور کر دینا ۶:۳۱۵

'اَحْبَبْتُ عَنْ' ص ۳۲: اعراض یا غفلت کے مضمون پر متضمن ۶:۵۳۱

'اِسْتِکْبَار عَنْ' المومن ۶۰: اعراض کے مفہوم پر متضمن ۷:۵۸

'اِفْکَ عَنْ' الاحقاف ۲۲: پھیرنا اور برگشتہ کرنا ۷:۳۷۱

'عَتَوْ عَنْ' الذّٰریٰت ۴۴: گھمنڈ اور نافرمانی کے ساتھ اعراض ۷:۶۱۷

'عَتَتْ عَنْ' الطلاق ۸: 'اَعْرَضَتْ' کے مفہوم پر متضمن ۸:۴۴۵

## فی

افاض فی، یونس ۶۱: کسی شے میں غایت درجہ انہماک ۴:۶۵

## ل

'لِلْفُقَرَآءِ' التوبۃ ۶۰: 'ل' تملیک ہی کے معنی کے لیے خاص نہیں ہے

بلکہ یہ متعدد معانی کے لیے آتا ہے ۳:۵۹۳

ایمان ل، التوبۃ ۶۱: کسی کی بات کو ماننا اور باور کرنا ۳:۵۹۹

ایمان ل، بنی اسرآئیل ۹۰: مجرد کسی بات کا ماننا اور باور کرنا ۴:۵۴۱

'بَوَّاْنَا' ل 'الحج ۲۶: یہ ابراہیم علیہ السلام ہی کا مسکن نہیں، ان کی ذریت کا مسکن بھی قرار پایا تھا ۵:۲۴۱

'ھَدٰی یَھْدِی' ل 'النور ۳۵: توفیق بخشی کے مفہوم پر بھی متضمن ۵:۴۱۰

'رَدِفَ' ل 'النمل ۷۲: ایک شے کے دوسری شے کے پیچھے لگے ہونا ۵:۶۳۰

'اَسْلَمَ' ل 'لقمان ۲۲: کامل تفویض و سپردگی ۶:۱۴۰

ہدایت ل، الحجرات ۱۷: توفیق کے مضمون پر متضمن ۷:۵۲۲

صبر ل، الطور ۴۸: 'صبر' یہاں انتظار کے مفہوم پر متضمن ہے ۸:۴۲

صبر ل، القلم ۴۸: 'صبر' یہاں انتظار کے مفہوم پر متضمن ہے ۸:۵۳

صبر ل، المدثر ۷: 'صبر' یہاں انتظار کے مفہوم پر متضمن ہے ۹:۴۷

صبر ل، الدھر ۲۸: 'صبر' یہاں انتظار کے مفہوم پر متضمن ہے ۹:۱۱۸

### مِنْ

'نَصَرْنَا مِنْ' 'الانبیآء ۷۷: 'اِنْتَقَمْنَا' کے مفہوم پر متضمن ۵:۱۶۸

'یَمْلِکُ مِنْ' 'الفتح ۱۱: 'یَمْنَعُ' کے معنی پر متضمن ۷:۴۵۳

## 'صُنْعَ اللّٰہِ الَّذِیْٓ اَتْقَنَ کُلَّ شَیْءٍ' کا اسلوب

النمل ۸۸: 'صُنْعَ اللّٰہِ الَّذِیْٓ اَتْقَنَ کُلَّ شَیْءٍ' یہ اسلوب اُس وقت اختیار کیا جاتا ہے جب کسی شے کی طرف خاص طور سے توجہ دلانا ہو۔ مطلب یہ ہے کہ یہ اس خدا کی کاریگری ہوگی جس نے ہر چیز کو محکم کیا ہے۔ جب اسی نے ہر چیز کو محکم کیا تو وہ یہ بھی کر دکھائے گا کہ پہاڑ جمے ہوئے بھی نظر آئیں گے اور وہ ہوا میں اڑتے ہوئے بھی ہوں گے ۵:۶۳۸

## صیغہ کا اِستعمال شریک غالب کے اعتبار سے

النسآء ۱۶: 'وَالَّذٰنِ یَاْتِیٰنِھَا مِنْکُمْ' یعنی بدکاری کا ارتکاب کرنے والے دونوں فریق، مرد اور عورت، مسلمانوں ہی کے اندر کے ہوں۔ اس میں مذکر کا صیغہ عربی زبان کے معروف قاعدے کے مطابق شریکِ غالب کے لحاظ سے اِستعمال ہوا ہے جیسے کہ والدین کا لفظ ہے جو ہے تو مذکر لیکن ماں باپ دونوں ہی کے لیے اِستعمال ہوتا ہے ۲:۲۶۴

## صیغۂ تفضیل کا ایک خاص محل

الاعراف ۱۴۵: 'بِاَحْسَنِھَا' میں جو تقابل و تفاضل ہے وہ نوشتۂ الواح کی مختلف ہدایات میں نہیں ہے اس لیے کہ وہ تو ساری کی ساری احسن بھی تھیں اور سب بلا استثنا و انتخاب اختیار کرنے کے لیے بھی تھیں بلکہ یہ ترجیح مشرک قوموں کے اس طور طریقے کے مقابل میں ہے جن سے بنی اسرائیل کو دریا پار کرنے کے بعد سابقہ پیش آیا اور جن سے وہ اس درجہ متاثر ہوئے ۳:۳۶۴

# ضمیر کا مرجع

### ھَا

'وَاِنَّھَا لَکَبِیْرَۃٌ اِلَّا عَلَی الْخٰشِعِیْنَ' 'البقرۃ ۴۵: صبر و صلوٰۃ سے اِستعانت کی تلقین ۱:۱۹۰

'وَوَصّٰی بِھَآ اِبْرٰھٖمُ' 'البقرۃ ۱۳۲: 'بِھَا' میں ضمیر ملتِ اسلام کے لیے ہے ۱:۳۴۴

'بَیْنَھَا وَبَیْنَہٗ' 'اٰل عمران ۳۰: پہلی ضمیر کا مرجع نفس، دوسری کا 'سُوْٓءٍ محضر' ۲:۷۰

'خٰلِدِیْنَ فِیْھَا' اٰل عمران ۸۸: ضمیر کا مرجع دوزخ ہے۔ اگرچہ دوزخ کا ذکر الفاظ میں موجود نہیں ہے لیکن اوپر جس لعنت کا ذکر ہے اُس نے اس کا واضح قرینہ بہم پہنچا دیا ہے کہ لفظوں میں اس کے ذکر کی ضرورت باقی

نہیں رہی۔ گویا لعنت خود عذاب کی قائم مقام بن گئی ۲:۱۳۸

'قَدْ سَاَلَهَا' المآئدۃ ۱۰۲: ضمیر کا مرجع مذکورہ سوال ہے ۲:۶۰۱

'اِنَّهَا' لقمان ۱۶: 'اِنَّهَا' میں ضمیر قصہ یا ضمیر شان ہے۔ اس صورت میں متکلم، ضمیر اپنے معہود ذہنی کو پیش نظر رکھ کر استعمال کرتا ہے۔ یہاں معہود ذہنی 'حبۃ خردل' کے برابر عمل ہے۔ اس وجہ سے 'حبۃ' کی رعایت ضمیر مؤنث ۶:۱۳۱

'عَنْهَا' طٰہٰ ۱۶: صلوٰۃ ۵:۳۳

'بِهَا' طٰہٰ ۱۶: الساعۃ ۵:۳۳

'يَذَرُهَاء' طٰہٰ ۱۰۶: زمین، اگرچہ الفاظ میں اس کا ذکر نہیں ہے ۵:۹۱

'اَتَيْنَا بِهَا' الانبیآء ۴۷: ضمیر مؤنث 'حَبَّةٍ' کی مناسبت سے ہے ۵:۱۵۲

'مِنْ قَبْلِهَا' النمل ۴۲: ضمیر کا مرجع ملکہ کے مشاہدے میں آنے والا واقعہ یا معجزہ ۵:۶۰۵

'وَجَعَلْنٰهَا' العنکبوت ۱۵: ضمیر کا مرجع کوئی معین لفظ نہیں بلکہ مذکورہ بالا پورا واقعہ ۶:۲۹

'اَقْطَارِهَا' الاحزاب ۱۳: 'یثرب' بھی ہو سکتا ہے لیکن قرائن کی روشنی میں 'بیوت' ۶:۲۰۲

'مِنْهَا' ص ۷۷: ضمیر کا مرجع جنت ہے ۶:۵۵۰

'يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا' الشوریٰ ۴۵: مذکورہ بالا آیت والا عذاب۔ چونکہ اس سے مراد دوزخ یا نارِ جہنم ہے اس وجہ سے ضمیر علیٰ سبیل التاویل مؤنث آئی ۷:۱۸۶

'فِيْهَا' الذّٰریٰت ۳۵: قوم لوط کی بستی ۷:۶۱۱

'فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا' الحدید ۲۷: ضمیر مؤنث کا مرجع 'رَهْبَانِيَّةً' ہے ۸:۲۳۳

'فِيْهَا' الحاقۃ: ہوا بھی ہو سکتی ہے اور سرزمین عاد بھی ۸:۵۴۴

'اَنَّهَا لَظٰى' المعارج ۱۵: مذکورہ عذاب، مراد چونکہ عذاب نار ہے اس وجہ سے ضمیر مؤنث آئی ۸:۵۶۹

'اِنَّهَا' المرسلٰت ۳۲: وہ آگ جو دھوئیں کے ذکر سے بطور اس کے لازم کے مفہوم ہوتی ہے ۹:۱۴۳

'اَبْصَارُهَا' النّٰزعٰت ۹: ضمیر کا مرجع 'قُلُوْبٌ' ہے ۹:۱۷۸

'اِنَّهَا' عبس ۱۱، ۱۲: ضمیر کا مرجع 'ذِكْرٰى' ہے۔ چونکہ 'ذِكْرٰى' اور 'تَذْكِرَةٌ' دونوں سے مراد قرآن ہی ہے، اس وجہ سے یہاں ضمیر مذکر لا کر ان کے اصل مفہوم پر روشنی ڈال دی گئی ۹:۲۰۱

'فَسَوّٰهَا' الشمس ۱۴: ضمیر مفعول کا مرجع ثمود اور ارضِ ثمود دونوں ہو سکتے ہیں ۹:۳۹۴

'ہ/ہٖ'

'وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ' البقرۃ ۱۷۷: ضمیر کا مرجع یوں تو خدا کی طرف بھی لوٹ سکتی ہے یعنی آدمی اپنا مال خدا کی محبت کی راہ میں خرچ کرے۔ لیکن ہمارے نزدیک مختلف وجوہ سے اُن لوگوں کا قول قابلِ ترجیح ہے جو اس کا مرجع مال کو قرار دیتے ہیں یعنی آدمی مال کی محبت کے باوجود اس کو خدا کی راہ میں خرچ کرے ۱:۴۲۵

'اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ' آل عمران ۷۶: ضمیر کا مرجع اللہ ہے ۲:۱۲۴

'لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ' النسآء ۱۵۹: ضمیر کا مرجع قرآن مجید ہے ۲:۴۲۳

'قَبْلَ مَوْتِهٖ' النسآء ۱۵۹: ضمیر کا مرجع آنحضرت ﷺ ہیں ۲:۴۲۳

'وَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهِ' المآئدۃ ۴: ضمیر کے مرجع سے متعلق سلف سے تین قول منقول ہیں ۲:۴۶۱

'وَكَذَّبْتُمْ بِهٖ' الانعام ۵۷، ۵۸: 'بَيِّنَة' لفظ کے ظاہر کے لحاظ سے نہیں بلکہ مفہوم کے لحاظ سے، اس وجہ سے ضمیر مذکر ۳:۶۷

'يُؤْمِنُوْا بِهٖ' الانعام ۱۱۰: ضمیر کا مرجع قرآن ۳:۱۴۱

'بِهٖ' بنی اسرآئیل ۷۹: ضمیر مجرور کا مرجع 'لَيْل' ہے ۴:۵۳۱

'خٰلِدِيْنَ فِيْهِ' طٰہٰ ۱۰۱: وزر کے لازم کے اعتبار سے آئی ہے۔ چونکہ وزر سے مراد اس کا لازمی نتیجہ یعنی عذاب ہے اس وجہ سے فرمایا کہ اس میں ہمیشہ رہیں گے ۵:۹۰

'مِنْ لِقَآءِ' السجدۃ ۲۳: ضمیر کا مرجع 'اَلْکِتٰب' نہیں بلکہ وہ یومِ انتقام یا یومِ عذاب ہے جس کی دھمکی اوپر کی آیات ۲۱، ۲۲ میں دی گئی ہے ۱۷۱:۶

'مِنْ ثَمَرِہٖ' یٰسٓ: ۳۵: بعض مرتبہ ضمیر لفظ کے ظاہر کے اعتبار سے نہیں بلکہ اس کے مفہوم کے اعتبار سے آتی ہے ۴۲۴:۶

'یَذْرَؤُکُمْ فِیْہِ' الشوریٰ ۱۱: ضمیر مجرور کا مرجع الفاظ کے اندر نہیں ہے بلکہ اُس مفہوم کے اندر ہے جو الفاظ سے سمجھ میں آتا ہے ۱۵۱:۷

'اِلَیْہِ' الواقعۃ ۸۵: ضمیر کا مرجع بتلائے نزع شخص ہے ۱۸۶:۸

'رَجْعِہٖ' الطارق: ۸: ضمیر کا مرجع انسان ہے۔ اگرچہ لفظ عام استعمال ہوا ہے لیکن اصل رُوئے سخن قریش ہی کی طرف ہے ۳۰۳:۹

'عَلٰی حُبِّہٖ' الدھر ۸: عام طور پر لوگوں نے اللہ تعالیٰ کو مانا ہے لیکن میرے نزدیک طعام ہے۔ وجوہِ ترجیح۔ ۱۱۲:۹

'بِہٖ' العٰدِیٰت ۵: ضمیر کا مرجع نقعاً ہے ۵۰۱:۹

'بِہٖ' العٰدِیٰت ۴: ضمیر کا مرجع 'صُبْحاً' قرار دیجیے ۵۰۱:۹

## لہٗ/ہٖ

'فَاِنَّہٗ' نَزَّلَہٗ' البقرۃ ۹۷: 'نَزَّلَہٗ' میں ضمیر کا مرجع قرآن ہے ۲۷۸:۱

'یَعْرِفُوْنَہٗ' البقرۃ ۱۴۶: قرآن مجید اور اس کا یہ بیان ہے جو اس نے آخری بعثت اور اس کے قبلہ سے متعلق دیا ہے ۳۷۱:۱

'یُطِیْقُوْنَہٗ' البقرۃ ۱۸۴: ضمیر مفعول کا مرجع صوم نہیں بلکہ طعام ہے ۴۴۸:۱

'جَعَلَہُ' اٰل عمران ۱۲۶: وعدۂ نصرت جو اوپر والی آیت میں مذکور ہوا ۱۷۲:۲

'یَعْرِفُوْنَہٗ' الانعام ۲۰، ۲۱: قرآن ۳۲:۳

'بَعْدَہٗ' الاعراف ۱۸۵: اجل ۴۰۳:۳

'عَنْہُ' الانفال ۲۰: ضمیر رسول کی طرف لوٹتی ہے حالانکہ اوپر ذکر اللہ و رسول دونوں کا ہے ۴۵۶:۳

'اِلاَّ تَفْعَلُوْہُ' الانفال ۷۳: ضمیر مفعول کا مرجع نصرت جس کا ذکر 'فَعَلَیْکُمُ النَّصْرُ' میں ہے ۵۱۸:۳

'تَنْصُرُوْہُ' التوبۃ: ۴۰: ضمیر مفعول آنحضرت ﷺ کی طرف لوٹتی ہے ۵۷۶:۳

'وَمَاتَتْلُوْا مِنْہُ مِنْ قُرْاٰنٍ' یونس ۶۱: کتابِ الٰہی ۶۵:۴

'وَیَتْلُوْہُ شَاھِدٌ مِّنْہُ' ھود ۱۷: 'مِنْہُ' میں ضمیر کا مرجع اللہ تعالیٰ ہے ۱۱۶:۴

'اِنَّہٗ رَبِّیْ' یوسف ۲۳: ضمیر منصوب کا مرجع خدا کو ماننا محض تکلف ہے ۲۰۶:۴

'اخنہ' یوسف ۵۲: عزیز ۲۲۵:۴

'لَعَلَّہٗ' الانبیآء ۱۱۱: ضمیر کا مرجع تاخیرِ وعدۂ عذاب ۲۰۰:۵

'یَنْصُرُہٗ' الحج ۱۵: 'مَنْ' ہے جن لوگوں نے اس کا مرجع رسول مانا ہے ان کی رائے سیاق و سباق کلام سے بے جوڑ ہے ۲۲۵:۵

'اِنَّہٗ' الشعرآء ۱۹۲: ضمیر کا مرجع قرآن ہے۔ چونکہ اصل سیاقِ کلام واضح ہے اس وجہ سے ضمیر مرجع کے بغیر آ گئی ہے ۵۵۷:۵

'وَجَعَلْنٰہُ' السجدۃ ۲۳: کتاب ۱۷۱:۶

'یَسَّرْنٰہُ' مریم ۹۷: قرآن ۶۸۹:۶

'مِنْہُ' حٰمٓ السجدۃ ۴۵: امام رازیؒ کے نزدیک ضمیر کا مرجع قرآن، میرے نزدیک تورات ۱۱۸:۷

'اِنَّہٗ' الذّٰرِیٰت ۲۳: ضمیر کا مرجع وہی مقسم علیہ ہے جو اوپر گزر چکا ہے ۶۰۰:۷

'اَنْزَلْنٰہُ' القدر ۱: ضمیر مفعول اگرچہ بظاہر مرجع کے بغیر آ گئی ہے لیکن قرینہ بالکل واضح ہے ۴۶۶:۹

## ھُمْ/ھِمْ

'بِھِمُ' البقرۃ ۱۶۶: ضمیر 'اَلَّذِیْنَ اتُّبِعُوْا' کی طرف لوٹ رہی ہے ۴۰۴:۱

'عَلَيْهِمْ' المآئدۃ ۲۷:۲:اہل کتاب بالخصوص یہود ۴۹۵:۲

'هُمْ' الاعراف ۵۲:قریش ۲۷۲:۳

'مِنْ م بَعْدِهِمْ' الاعراف ۱۰۳:رسول اور ان کی قومیں ۳۳۸:۳

'وَاتْلُ عَلَيْهِمْ' الاعراف ۱۰۳:قریش ۳۹۵:۳

'هُمْ' الاعراف ۲۰۲:مرجع وہ جاہلین جن کا ذکر آیت ۱۹۹ میں ہوا ۴۱۲:۳

'مَلَاۡئِهِمْ' یونس ۸۳:ذرّیت ۸۰:۴

'هُمْ' الانبیآء ۱۰۰:پہلے جملے میں پجاریوں کے لیے، دوسرے جملے میں ان کے اصنام واحجار کے لیے ۱۹۲:۵

'هُمْ' المومنون ۶۷:ضمیر سے مراد قریش نہیں بلکہ پچھلی امتوں کے ان کے ہم مشرب ہیں ۳۳۷:۵

'عَلَيْهِمْ' النمل ۸۲:قریش ۶۳۴:۵

'يَدْعُوْهُمْ' لقمان ۲۱:ضمیر مفعول کا مرجع 'اٰبَآء' نہیں بلکہ خود اس قول کے قائلین ہیں ۱۳۹:۶

'لَهُمْ' یٰسٓ ۱۳:قریش ۴۰۹:۶

'قَبْلَهُمْ' الصّٰفّٰت ۷۱:قریش ۴۷۰:۶

'اِنَّهُمْ' الزخرف ۳۷:شیاطین۔ جہاں کلام کا مفہوم واضح ہو وہاں ضمیروں میں اس قسم کا انتشار کوئی عیب نہیں ہے ۲۳۰:۷

'مِنْهُمْ' محمد ۱۶:ضمیر کا مرجع وہ گروہ ہے جس کا ذکر اوپر 'كَرِهُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ' کے الفاظ سے ہوا ہے ۴۱۲:۷

'بَلَوْنٰهُمْ' القلم ۱۷:یہ کردار کسی معین شخص کا نہیں بلکہ قریش کی پوری قیادت کا ہے ۵۲۱:۸

'هُمْ' الجن ۶:مرجع 'رِجَالٌ مِّنَ الْاِنْسِ' ہے ۶۱۸:۸

### هُنَّ / هِنَّ

'خَلَقَهُنَّ' حٰمٓ السجدۃ ۳۷:ضمیر جمع اُن تمام چیزوں کی طرف لوٹتی ہے جو اوپر مذکور ہوئیں ۱۰۸:۷

'وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْئَلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ' الاحزاب ۵۳:ضمیر کا مرجع ازواجِ نبی (رضی اللہ عنھن) ۲۶۴:۶

'فِيْهِنَّ' الرحمٰن ۵۶:ضمیر جمع کا مرجع وہ تمام نعمتیں بھی ہیں جن کا اوپر ذکر ہوا ہے اور جنت کے وہ تمام لان، چمن اور محل بھی جو لفظوں میں مذکور نہ سہی لیکن لوازم کی حیثیت سے وہ بدیہی طور پر سمجھے جاتے ہیں ۱۴۷:۸

### هُوَ

'هُوَ' الانعام ۹۰:قرآن ۱۰۳:۳

'هُوَ' الحج ۷۸:ابراہیم علیہ السلام کی دُعا کی طرف اشارہ ۲۸۹:۵

'هُوَ اَهْلُ التَّقْوٰى وَاَهْلُ الْمَغْفِرَةِ' المدثر ۵۶:مفسرین نے عام طور پر 'هُوَ' کا مرجع 'اللّٰه' کو قرار دیا ہے لیکن ہمارے نزدیک اس کا تعلق 'فَمَنْ شَآءَ ذَكَرَهٗ' سے ہے ۶۷:۹

'هُوَ' الاخلاص ۱:ضمیر شان ہے۔ یہ اُس معہود ذہنی یا صورتِ حال کے لیے آتی ہے جو مخاطب اور متکلم میں اِس طرح مشترک ہو کہ اس کے بولتے ہی بے تکلف ذہن اس کی طرف منتقل ہو جائے ۶۴۸:۹

### هِيَ

'هِيَ' المدثر ۳۱:عام مفسرین نے سقر کو سمجھا ہے لیکن میرے نزدیک اِس کا مرجع وہ آیات منذرات ہیں جن میں 'سقر' کے احوال سنائے گئے ہوں اِس لیے کہ 'ذِكْرٰى' یعنی یاددہانی ہونے کی حیثیت اِن آیات ہی کو حاصل ہے نہ کہ 'سقر' کو ۶۰:۹

## ضمیر بلا مرجع

'بِهٖ' الانعام ۶۹:قرآن جس کا اوپر ذکر آیت ۶۸ میں ہے ۸۰:۳

'بِهٖ' الانفال ۱۰:ضمیر مفعول کا مرجع وہی وعدۂ نصرت جو اوپر مذکور ہوا ۴۴۴:۳

'فَاِنَّمَا يَسَّرْنٰهُ' مریم ۹۷:ضمیر کا مرجع قرآن ہے۔ اگرچہ مرجع لفظوں میں مذکور نہیں ہے لیکن سورہ میں چونکہ شروع سے یہ بحث چلی آ رہی ہے کہ تمام انبیاء کی اصل دعوت یہی رہی ہے جو قرآن دے رہا ہے تو

گویا زیرِ بحث یہاں قرآن ہی ہے ۶۸۹:۴

'یَذَرُھَا' طٰہٰ ۱۰۶: ضمیر کا مرجع زمین ہے، اگرچہ الفاظ میں اس کا ذکر نہیں ہے ۹۱:۵

'فَفَھَّمْنٰھَا' الانبیاء ۷۹: ضمیر مؤنث اس مرجع کے لیے آئی ہے جو سیاقِ کلام سے مستنبط و متبادر ہوتا ہے ۱۷۲:۵

'بِہٖ' المومنون ۶۷: ایک گروہ نے لفظ 'آیات' کو قرار دیا ہے جو اوپر والی آیت میں مذکور ہے، راسی کو علیٰ سبیل التاویل 'ذکر' اور 'کتاب' کے مفہوم میں لیا ہے۔ ہمارے نزدیک اِس ضمیر کا مرجع رسول ہے جس کی تکذیب اور جس کے ساتھ استہزاء کے عواقب اس سورہ میں زیرِ بحث آئے ہیں ۳۲۹:۵

'ہٗ' الفرقان ۵۰: یہاں قرینہ دلیل ہے کہ ضمیر مفعول کا مرجع قرآن ہے جس کی تائید و تصویب ہی کے لیے اوپر کے دلائل بیان ہوئے ہیں ۴۷۷:۵

'فَسْئَلْ بِہٖ خَبِیْرًا' الفرقان ۵۹: ضمیر مجرور کا تعلق 'خَبِیْر' سے ہے ۴۸۱:۵

'وَلَایُلَقّٰھَا اِلَّا الصّٰبِرُوْنَ' القصص ۸۰: ضمیر کا مرجع وہ حکمت و موعظت ہے جس کی اِن اصحابِ علم نے تلقین فرمائی ۱۱:۵۷

'فَرَاَوْہُ' الروم ۵۱: 'زرع' یا اس کے ہم معنی کوئی لفظ ۱۰۹:۶

'بِہٖ' سبا ۵۳: ضمیر کا مرجع یہاں قرآن ہے جس کا ذکر اوپر کی آیات میں گزر چکا ہے۔ قرآن کو پیش کرنے والے یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ازخود اس میں شامل ہیں ۳۴۲:۶

فاطر ۲: آیت میں ایک ہی چیز (رحمت) کے لیے ضمیر پہلے مؤنث آئی، پھر اس کے لیے مذکر آئی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک جگہ لفظ کا لحاظ ہے دوسری جگہ مفہوم کا ۳۵۵:۶

'ہٗ' یٰسٓ ۶۹: ضمیر مفعول کا مرجع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں ۴۳۹:۶

عَلَیْہِ، الصّٰفّٰت ۱۱۳: ضمیر مجرور کا مرجع اسمٰعیل علیہ السلام ہیں، جن لوگوں نے ابراہیم علیہ السلام کو مرجع قرار دیا ہے ان کی رائے بالکل غلط ہے ۴۸۸:۶

'عَلَیْہِ بِفٰتِنِیْنَ' الصّٰفّٰت ۱۶۲: اللہ تعالیٰ ۵۰۰:۶

'رُدُّوْھَا' صٓ ۳۳: گھوڑے ۵۳۲:۶

'ھَا' حٰمٓ السجدۃ ۳۵: وہ حکمت و موعظت ہے جس کی ہدایت اوپر والی آیت میں فرمائی گئی ہے ۱۰۳:۷

'ھَا' الزخرف ۲۸: ضمیر منصوب کا مرجع وہی اعلانِ براءت و ہجرت ہے جس کا ذکر اوپر گزرا ۲۲۳:۷

'ہٗ' الاحقاف ۲۴: ضمیر مفعول کا مرجع وہی عذاب ہے جس کا اوپر والی آیت میں ذکر ہوا ۳۷۲:۷

'تُعَزِّرُوْہُ وَتُوَقِّرُوْہُ' الفتح ۹: ضمیر مفعول کا مرجع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں ۴۵۰:۷

'وَلَقَدْ تَّرَکْنٰھَا' القمر ۱۵: ضمیر مفعول کا مرجع وہ سرزمین بھی ہو سکتی ہے جس کا ذکر 'وَفَجَّرْنَا الْاَرْضَ عُیُوْنًا' کے الفاظ سے ہو چکا ہے اور قومِ نوح کی یہ سرگزشت بھی ہو سکتی ہے ۹۹:۸

'کُلُّ مَنْ عَلَیْھَا فَانٍ' الرحمٰن ۲۶: ضمیر مجرور کا مرجع 'الارض' ہے۔ اس کا ذکر اوپر آیت ۱۰ سے چلا آرہا ہے ۱۳۶:۸

'ھُنَّ' الواقعۃ ۳۵، ۳۶: بیویوں کے لیے ضمیر بغیر کسی مرجع کے آ گئی ہے۔ اس میں شبہ نہیں کہ ضمیر کے لیے لفظوں میں کوئی مرجع نہیں ہے لیکن قرینہ نہایت واضح موجود ہے ۱۶۸:۸

'جَعَلْنٰھَا' الواقعۃ ۷۳: ضمیر مؤنث کا مرجع 'شجرۃ' بھی ہو سکتا ہے اور وہ آگ بھی جو اس سے پیدا ہوئی ہے ۱۷۸:۸

'لِنَجْعَلَھَا' الحاقۃ ۱۲: ضمیر مفعول کا مرجع صرف 'جَارِیَۃ' (کشتی) نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت و نعمت کی یہ پوری سرگزشت ہے ۵۴۵:۸

'یٰلَیْتَھَا' الحاقۃ ۲۵: موت ۵۴۹:۸

'کَاَنَّہٗ' المرسلٰت ۳۳: شرر ۱۴۳:۹

## ضمیرِ خطاب کا بیان

الواقعۃ ۹۱: 'مِنْ' 'سلام کے صلہ کے طور پر نہیں آیا ہے، جیسا کہ عام

طور پر مفسرین نے سمجھا ہے بلکہ ضمیر خطاب کے بیان کے لیے آیا ہے۔ اِس وجہ سے میرے نزدیک اس ٹکڑے کا یہ ترجمہ صحیح نہیں ہو گا کہ ''تیرے لیے اصحابِ یمین کی جانب سے سلام پہنچے''۔ بلکہ عربیت کے صحیح قاعدے سے اِس کا صحیح ترجمہ یہ ہو گا کہ ''اے صاحبِ یمین! تیرے لیے سلامتی ہو۔'' ۱۸۷:۸

## ضمیروں کے باب میں ایک خاص اسلوب

'اَفَمَنْ کَانَ عَلٰی بَیِّنَۃٍ مِّنْ رَّبِّہٖ وَیَتْلُوْہُ' ھود ۱۷: یہاں یہ بات بھی یاد رکھیے کہ اِس طرح کے الفاظ کے معاملہ میں جن کی تانیث غیر حقیقی ہوتی ہے یہ ضروری نہیں ہوا کرتا کہ اُن کے لیے ضمیر لانے میں لفظ کے ظاہر کا لحاظ کیا جائے بلکہ ضمیر مذکر بھی لا سکتے ہیں اگر لفظ کا اصل مصداق مذکر ہو۔ چنانچہ یہاں 'یَتْلُوْہُ' میں اس کے لیے ضمیر مذکر ہی آئی ہے اس لیے کہ اس سے مراد درحقیقت وہی چیز ہے جس کے لیے قرآن کے دوسرے مقامات میں 'نور' 'برھان' اور 'سلطان' وغیرہ کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں ۱۱۶:۴

## ضمیروں کے استعمال کا ایک مخصوص اسلوب

'وَاَوْرَثْنٰھَا بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ' الشعراء ۵۹: اِس میں ضمیر مفعول سے مراد بعینہٖ وہی نعمتیں نہیں ہیں جن سے قبطیوں کو اللہ تعالیٰ نے نکالا بلکہ اس نوع کی وہ نعمتیں ہیں جو بنی اسرائیل کو مصر سے نکلنے کے بعد سرزمین فلسطین میں حاصل ہوئیں...

ممکن ہے کسی کو شبہ ہو کہ ہم نے ضمیر کا مرجع معین کرنے میں یہاں تکلف سے کام لیا ہے۔ آیت کا ظاہر مفہوم تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ جن باغوں، چشموں اور خزانوں سے اللہ تعالیٰ نے فرعونیوں کو بے دخل کیا اُنھی کا وارث بنی اسرائیل کو بنایا۔ لیکن یہ شبہ صحیح نہیں ہے۔ اعلیٰ عربی میں ضمیریں اس طرح بھی آتی ہیں ۵۱۶:۵

## جمع کے لیے ضمیر واحد اور اس کا فائدہ

الانعام ۹۹: 'اِلٰی ثَمَرِہٖٓ' میں ضمیر کا مرجع ہیں تو وہ ساری ہی چیزیں جن کا اوپر ذکر گزرا لیکن ضمیر واحد اس وجہ سے ہے کہ متکلم چاہتا ہے کہ ان میں سے ایک ایک چیز کو الگ الگ لے کر ان کے پیدا ہونے سے لے کر اُن کے پکنے تک کے تمام مراحل پر غور کیا جائے۔ غور و فکر کا عمل فطری طور پر یہ تقاضا کرتا ہے کہ ایک وقت میں ایک ہی چیز پر نگاہ جمائی جائے تا کہ قوتِ فکر منتشر نہ ہو۔ گویا یہاں قرآن نے صرف غور و فکر کی دعوت ہی نہیں دی بلکہ اُس کا صحیح طریقہ بھی بتا دیا ۱۲۶:۳

الانعام ۱۴۱: 'مِنْ ثَمَرِہٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ' میں ضمیر ہر چند واحد ہے لیکن مراد وہ ساری ہی چیزیں ہیں جو مذکور ہوئیں۔ اس طرح متعدد چیزیں ذکر کرنے کے بعد جب ضمیر یا فعل واحد لاتے ہیں تو مقصود اِن میں سے ایک ایک چیز کا حکم فرداً فرداً بیان کرنا ہوتا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام میں ہر پیداوار پر خدا کا حق ہے، خواہ کوئی شے بھی ہو۔ اس سے استثناء کسی شے کا نہیں بلکہ ایک خاص مقدار کا ہے ۱۸۴:۳

الانعام ۱۴۵: 'فَاِنَّہٗ' 'رِجْسٌ' ہمارے نزدیک اِس کا تعلق مذکورہ تینوں ہی چیزوں سے ہے۔ ضمیر جب اس طرح واحد آتی ہے تو بعض اوقات وہ سابق الذکر ساری ہی چیزوں پر حاوی ہوتی ہے۔ گویا وہ ایک ایک چیز کی طرف فرداً فرداً لوٹتی ہے ۱۹۰:۳

التوبۃ ۶۲: 'یُرْضُوْہُ' میں واحد کی ضمیر بھی قابل لحاظ ہے۔ چونکہ اللہ اور رسول کی رضا ایک ہی ہے، اس وجہ سے ضمیر واحد آئی ہے ۶۰۰:۳

التوبۃ ۹۹: 'اَلَآ اِنَّھَا قُرْبَۃٌ لَّھُمْ' میں ضمیر مؤنث ہر چند واحد ہے لیکن یہ سابق الذکر دونوں ہی چیزوں کی طرف لوٹے گی ۶۳۰:۳

## اَضمار قبل الذکر

البقرۃ ۱۸۴: 'وَعَلَی الَّذِیْنَ یُطِیْقُوْنَہٗ فِدْیَۃٌ طَعَامُ مِسْکِیْنٍ' اِس ٹکڑے میں جو اشکال ہے وہ 'یطیقون' کے لفظ میں نہیں ہے۔ اس کے معنی تو وہی ہیں جو معروف و مشہور ہیں۔ اِس کے سوا کسی اور معنی کے لیے اس لفظ میں کوئی ادنیٰ گنجائش بھی نہیں ہے۔ دراصل اس میں اگر اشکال ہے تو 'یُطِیْقُوْنَہٗ'' کی ضمیر مفعول میں ہے کہ اس کا مرجع کیا ہے؟ عام طور پر لوگ اس کا مرجع صوم کو مانتے ہیں۔ اِس وجہ سے یہ سارے اشکالات پیدا ہوتے ہیں جو اوپر مذکور ہوئے۔ لیکن اس کا مرجع صوم نہیں بلکہ طعام

ہے جس کا ذکر آگے آرہا ہے۔

اس میں شبہ نہیں کہ اضمار قبل الذکر کلام کا ایک عیب ہے۔ لیکن یہ عیب اُس شکل میں ہے جب ضمیر کا مرجع متکلم کی نیت میں مقدم نہ ہو اور وہ اس کے لیے ضمیر لائے۔ لیکن اگر مرجع متکلم کی نیت میں مقدم ہو اور محض تکرار سے بچنے کے لیے یا بلاغت کے کسی اور تقاضے کے تحت وہ مرجع کو مؤخر کرنے پر مجبور ہو تو اس صورت میں اضمار قبل الذکر نہ صرف یہ کہ عیب نہیں ہے بلکہ کلام کی ایک خوبی ہے اور اس کی نہایت عمدہ مثالیں کلامِ عرب میں موجود ہیں۔ ہمارے نزدیک وہ ضمیر بھی جس کو ہمارے اہل نحو ضمیر شان کی اصطلاح سے تعبیر کرتے ہیں اسی نوعیت کی چیز ہے۔ اس میں بھی متکلم ضمیر درحقیقت اس مرجع کے لیے لاتا ہے جو اس کے مافی الضمیر میں مضمر ہوتا ہے۔ [۱:۸۴۴]

## طنزیہ اسلوب

**الاعراف ۲۰۳:** 'اِجْتَبَاء' کا اَصل لغوی مفہوم تو مجموعہ میں سے کسی چیز کو اِنتخاب کر لینا اور چھانٹ لینا ہے لیکن جب طنز کے سیاق وسباق میں یہ لفظ استعمال ہو تو اس کے معنی گھڑنے اور بنا لینے کے ہو جائیں گے۔ طنزیہ اسلوب میں الفاظ کے مفہوم بدل جایا کرتے ہیں ۳: ۴۱۳

**ھود ۸۷:** پورا فقرہ طنزیہ انداز میں ہے ۴:۱۶۱

**الکھف ۵۱:** اس آیت کا اسلوب بیان طنزیہ ہے ۴:۵۹٦

**الانبیآء ۱۳:** 'لَعَلَّكُمْ تُسْئَلُوْنَ' یہاں طنز وتضحیک کے مفہوم میں ہے۔ طنز وتضحیک کا یہ اسلوب ہماری زبان میں بھی ہے۔ سخت اظہارِ غضب کے مواقع میں ہم بھی باندازِ طنز یوں کہتے ہیں کہ ٹھہرو، اَبھی میں تمھاری مزاج پرسی کرتا ہوں، ابھی تمھاری خبر لیتا ہوں، ابھی پوچھتا ہوں ۵:۱۲۹

**النجم ۲۱، ۲۲:** اِن فقروں کا اسلوب طنزیہ ہے ۸:۶۲

**النجم ۳۳:** اسلوبِ کلام یہاں طنز وتحقیر کا ہے ۸:۷۵

**الواقعۃ ۶۵:** لفظ 'تَفَكَّهُوْنَ' یہاں بطور طنز استعمال ہوا ہے ۸:۱۷٦

## ظاہر کلام کے بجائے نتیجہ مدِّ نظر

**الحدید ۲۹:** بعض مرتبہ کلام میں مدنظر ظاہر کلام نہیں بلکہ اُس کا نتیجہ ہوتا ہے مثلاً یہ جو فرمایا کہ "تا کہ اہل کتاب نہ جانیں کہ وہ اللہ کے فضل میں سے کسی چیز پر کوئی اختیار نہیں رکھتے"، تو مقصود اِس سے اِس کا نتیجہ ہے کہ وہ اپنی اس جہالت کے لازمی نتیجہ یعنی فضل والوں پر حسد میں مرتے رہیں ۸:۲۳۹

## ظرف کا اِستعمال

**المومن ۱۰:** 'اِذْتُدْعَوْنَ اِلَى الْاِيْمَانِ' ظرف ہے 'لَمَقْتُ اللّٰهِ اَكْبَرُ' کا ۷:۲۳

**محمد ۱۹:** 'مُتَقَلَّب' 'مثوٰی کی رعایت سے ظرف کے مفہوم میں ہے ۷:۴۱۵

**الممتحنۃ ۳:** آیت زیر بحث میں 'يَوْمَ الْقِيٰمَةِ' اِس خوبصورتی سے بیچ میں آیا ہے کہ وہ آگے اور پیچھے آنے والے دونوں فعلوں کا ظرف بن گیا ہے ۸:۳۲۸

## ظرف بول کر مظروف مراد لینا

**یوسف ۵۹، ۶۰:** 'کیل' کے معنی تو پیمانہ کے ہیں لیکن مراد غلّہ ہے ۴:۲۳۹

**الناس ۵:** 'صُدُوْرِ النَّاسِ' ظرف ہے لیکن مراد اس سے مظروف ہے یعنی دلوں میں وسوسہ اندازی ۹:٦٧٧

## عام وخاص کا اسلوب

قرآن میں یہ اسلوب جگہ جگہ اختیار کیا گیا ہے کہ بظاہر الفاظ عام ہیں، لیکن سیاق وسباق کی دلالت پوری قطعیت کے ساتھ واضح کر دیتی ہے کہ ان سے مراد عام نہیں ہے۔ قرآن 'الناس' کہتا ہے لیکن ساری دنیا کا تو کیا ذکر، بارہا اِس سے عرب کے سب لوگ بھی اس کے پیش نظر نہیں ہوتے۔

وہ 'علی الدین کلہٖ' کی تعبیر اختیار کرتا ہے لیکن اس سے دنیا کے سب ادیان مراد نہیں لیتا۔ وہ 'المشرکون' کے الفاظ استعمال کرتا ہے لیکن انھیں سب شرک کرنے والوں کے معنی میں استعمال نہیں کرتا۔ وہ 'ان من اہل الکتاب' کے الفاظ لاتا ہے لیکن اس سے پورے عالم کے اہل کتاب مراد نہیں ہوتے۔ وہ 'الانسان' کے لفظ سے اپنا مدعا بیان کرتا ہے لیکن اس سے ساری اولادِ آدم کا ذکر مقصود نہیں ہوتا۔ (جاوید احمد غامدی، میزان ۲۱)

**النساء ۳:** 'نِسَاء' کا لفظ اگرچہ ظاہر میں عام ہے لیکن قرینہ دلیل ہے کہ اس سے عام عورتیں مراد نہیں ہیں بلکہ یتیموں کی مائیں مراد ہیں۔ عام بول کر خاص مراد لینا، بشرطیکہ قرینہ موجود ہو، عربی زبان میں بہت معروف ہے ۲:۲۵۲

**النساء ۲۲:** یہ بات یہاں یاد رکھنے کی ہے کہ اس قسم کی برائیوں اور بے حیائیوں کا ذکر قرآن میں عام صیغے سے جو آتا ہے تو اس کے معنی یہ نہیں ہوتے کہ اس میں لازماً پوری قوم مبتلا تھی۔ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ برائی کسی خاص طبقے کے اندر محدود ہوتی ہے لیکن اس سے متعلق قانون چونکہ سب پر حاوی ہوتا ہے اس وجہ سے خطاب عام ہوتا ہے ۲:۲۷۲

**المآئدۃ ۹۱:** 'ذِکۡرَ اللّٰہِ' کے بعد 'صلوٰۃ' کا ذکر عام کے بعد خاص کا ذکر ہے جس سے ان دونوں کا ربط واضح ہوتا ہے ۲:۵۹۱

**الانفال ۲۰:** خطاب اگرچہ لفظاً عام ہے لیکن روئے سخن انھی کمزور اور منافق لوگوں کی طرف ہے جن کا ذکر شروع سے چلا آ رہا ہے۔ قرآن کا عام انداز یہی ہے کہ کمزوروں اور منافقوں کی غلطیوں پر گرفت بھی فرماتا ہے تو ان کا ذکر بصیغۂ عام ہی کرتا ہے کہ ان کا فضیحتا نہ ہو اور اگر وہ اصلاح قبول کرنا چاہیں تو قبول کر لیں۔ رہے اچھے لوگ تو وہ بہر حال اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ گویا دوسروں کی غلطیاں ان کے اپنے علم و عمل کو پختہ کرنے کے لیے مزید اسباب فراہم کر دیتی ہیں ۳:۴۵۶

**الحج ۳:** 'وَمِنَ النَّاسِ مَنۡ' کے اسلوب بیان میں جب کوئی بات کہی جاتی ہے تو اس سے مقصود عام میں سے خاص کا ذکر ہوتا ہے۔ اگر موقع و محل تحسین کا ہو تو یہ اسلوب تحسین کے لیے آتا ہے اور اگر موقع و محل تقبیح کا ہو جیسا کہ یہاں ہے تو اس سے تقبیح کی شدت نمایاں ہو گی ۵:۲۰۸

## 'عَسٰی' کا استعمال

**المآئدۃ ۵۲:** 'عَسٰی' اگرچہ اصلاً امکانِ غالب اور ظنِ غالب ہی کے اظہار کے لیے آتا ہے لیکن موقع دلیل ہو تو یہ وعدے کی تعبیر کے لیے بھی ایک لطیف اسلوب ہے۔ یہاں یہ اسی مفہوم میں ہے ۲:۵۴۴

**بنی اسرآئیل ۷۹:** 'عَسٰی' کا لفظ اصلاً امید و رجا، توقع اور ظنِ غالب کے اظہار کے لیے آتا ہے لیکن یہ اللہ تعالیٰ کی نسبت کے ساتھ آئے تو اس صورت میں امید و رجا کا تعلق اللہ تعالیٰ کے بجائے مخاطب یا متکلم سے ہو جائے گا مثلاً 'عَسٰی رَبُّکُمۡ اَنۡ یَّرۡحَمَکُمۡ' ۸-اسرآء کا ترجمہ ہو گا 'تم توقع رکھو کہ اللہ تم پر رحم فرمائے گا'۔ 'عَسَی اللّٰہُ اَنۡ یَّاۡتِیَنِیۡ بِهِمۡ جَمِیۡعًا' ۸۳-یوسف کا ترجمہ ہو گا 'میں امید رکھتا ہوں کہ اللہ ان سب کو میرے پاس لائے گا'۔ اسی طرح 'عَسٰۤی اَنۡ یَّبۡعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحۡمُوۡدًا' کا ترجمہ ہو گا 'تم امید رکھو کہ خدا تمھیں محمود اٹھانا اٹھائے گا'۔ اس توجیہ سے وہ شبہ رفع ہو جاتا ہے جو عربیت سے ناآشنا لوگ اٹھاتے ہیں کہ خدا کے نزدیک تو ہر چیز معلوم و معین ہے تو اس کی طرف توقع اور ظن و گمان کی نسبت کے کیا معنی؟ ۴:۵۳۱

**القصص ۶۷:** 'عَسٰی' جب اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت کے ساتھ آئے تو اس کے اندر وعدہ اور بشارت کا مفہوم مضمر ہوتا ہے ۵:۷۰۰

## عطف

**البقرۃ ۱۰۲:** 'وَمَاۤ اُنۡزِلَ عَلَی الۡمَلَکَیۡنِ بِبَابِلَ هَارُوۡتَ وَمَارُوۡتَ' اِس جملہ کا عطف لازماً 'مَا تَتۡلُوا الشَّیٰطِیۡنُ' پر ہے جس سے مراد خود قرآن کی تشریح کے مطابق جادو ہی ہے تو اس کے علیحدہ ذکر کرنے کا کوئی خاص فائدہ نہ ہوا۔ عربی زبان میں جب اِس طرح معطوف اور معطوف علیہ آئیں تو عام اصول کے مطابق ان میں ایک حد تک مغایرت ہونی چاہیے۔ بغیر کسی خاص قرینہ کے اہل زبان اس عام ضابطہ کی خلاف ورزی نہیں کرتے۔ یہاں دونوں کے ایک ہی چیز ہونے کا نہ صرف یہ کہ کوئی قرینہ موجود نہیں ہے بلکہ قرائن اس کے خلاف ہیں۔

دوسرا یہ کہ اس کے لیے 'اُنۡزِلَ' کا لفظ استعمال ہوا ہے جس کا واضح

مفہوم یہی سمجھ میں آتا ہے کہ یہ علم اللہ تعالیٰ کا اتارا ہوا تھا۔ اس لفظ میں عنایت اور افادیت کی جو شان ہے اس کو سامنے رکھتے ہوئے سحر جیسی شیطانی، ناپاک، اور سراسر باطل بلکہ کفریہ چیز کے لیے اس کا استعمال ذوق پر گراں گزرتا ہے ۱:۲۸۳

**اٰل عمران ۵۰:** 'وَلِاُحِلَّ لَکُمْ بَعْضَ الَّذِیْ حُرِّمَ عَلَیْکُمْ' یہ جملہ بھی معنی پر عطف ہے ۲:۹۷

**النسآء ۱:** 'ارحام' سے مراد رحمی رشتے ہیں۔ اس کو 'اللہ' پر عطف کر کے اس کی وہ اہمیت واضح فرمائی ہے جو دین میں اس کی ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ خدا کے بعد پہلی چیز جو تقویٰ اور احترام کی سزاوار ہے وہ رشتۂ رحم اور اس کے حقوق ہیں۔ خدا سب کا خالق ہے اور رحم سب کے وجود میں آنے کا واسطہ اور ذریعہ ہے، اس وجہ سے خدا اور رحم کے حقوق سب پر واجب ہیں... ۲:۲۴۶

**النسآء ۷۵:** 'مُسْتَضْعَفِیْنَ' کا عطف 'فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ' پر اس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ جو لوگ دین کی وجہ سے ستائے جا رہے ہوں ان کی آزادی کے لیے جنگ و قتال فی سبیل اللہ میں سب سے اوّل درجہ رکھتی ہے ۲:۳۴۶

**النسآء ۱۲۷:** 'وَمَا یُتْلٰی عَلَیْکُمْ فِی الْکِتٰبِ' کا عطف 'فِیْهِنَّ' کی ضمیر مجرور پر ہے ۲:۳۹۷

**المآئدۃ ۶:** 'وَاَرْجُلَکُمْ اِلَی الْکَعْبَیْنِ' کا عطف 'اَیْدِیَکُمْ' پر ہے۔ اِس وجہ سے یہ ان اعضا کے تحت داخل ہے جن کے لیے دھونے کا حکم ہے ۲:۴۶۹

**الانعام ۱۹:** عام طور پر مفسرین نے 'وَمَنْ بَلَغَ' کو ضمیر منصوب پر معطوف مانا ہے یعنی یہ قرآن اس لیے مجھ پر وحی کیا گیا ہے کہ میں اس کے ذریعے سے تم کو اور ان سب کو بیدار و ہوشیار کروں جن تک یہ پہنچے۔ لیکن ہمارا خیال یہ ہے کہ یہ ضمیر متکلم پر معطوف ہے یعنی میں اس کے ذریعے سے تم کو خبردار کروں اور جن کو یہ پہنچے وہ بھی اپنی اپنی جگہ پر دوسروں کو اس کے ذریعے سے خبردار کریں ۳:۳۱

**الاعراف ۵۱:** 'وَمَا کَانُوْا بِاٰیٰتِنَا یَجْحَدُوْنَ' یہ جملہ چونکہ اوپر والے جملے ہی پر عطف ہے اس وجہ سے یہ دراصل 'کَمَا کَانُوْا' کے مفہوم میں ہے 'کَمَا' کے اندر تشبیہ و تمثیل کے ساتھ ساتھ سببیت کا مفہوم بھی پایا جاتا ہے اس وجہ سے اگر اس کا ترجمہ یہ کیا جائے کہ 'اور سبب اس کے کہ وہ ہماری آیات کا انکار کرتے رہے' تو یہ ترجمہ بالکل صحیح ہوگا ۳:۲۷۲

**الکہف ۲۵:** زبان کا ایک نکتہ۔ اگر یہ بات اللہ تعالیٰ کی طرف سے خبر کے مفہوم میں ہوتی تو کلام کا آغاز حرفِ عطف سے نہ ہوتا بلکہ حرفِ عطف کے بغیر ہوتا۔ حرفِ عطف اس بات کا واضح قرینہ ہے کہ یہ انھی بے سروپا باتوں کے تحت ہے جو ان لوگوں کی طرف سے اوپر نقل ہوئی ہیں ۴:۵۷۸

**طٰہٰ ۱۲۹:** 'اَجَلٌ مُّسَمًّی' کا عطف 'کَلِمَةٌ' پر ہے ۵:۱۰۵

**یٰسٓ ۴:** یہ خبر کے بعد دوسری خبر ہے اور اس کا بغیر حرفِ عطف کے آنا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ قرآن حکیم بیک وقت دونوں باتوں کا شاہد ہے ۶:۴۰۱

**الشوریٰ ۲۴:** 'یَمْحُ' کا عطف 'یَخْتِمْ' پر نہیں ہے بلکہ یہ ایک الگ جملہ ہے یہ دراصل 'یَمْحُوْ' ہے لیکن مصاحف کے رسم الخط میں اس طرح کی واؤ بعض جگہ ساقط کر دی گئی ہے ۷:۱۶۷

**الزخرف ۸۸:** 'قِیْلِهٖ' کا عطف اوپر والی آیت میں 'بِالْحَقِّ' میں ہے ۷:۲۵۷

**الذّٰریٰت ۴۶:** یہ عطف اس مفہوم پر ہے جو اوپر کی سرگزشتوں سے متبادر ہوتا ہے یعنی جس طرح ہم نے قوموں کو پکڑا یا ہلاک کیا اسی طرح ان سے پہلے قومِ نوح کو بھی ہلاک کیا۔ مفہوم و معنی پر عطف کی مثالیں قرآن میں بہت ہیں ۷:۶۲۰

**الطّور ۲۹:** 'ف' کے ذریعہ سے عطف دلیل ہے کہ یہ بات جو فرمائی جا رہی ہے متفرع ہے انھی باتوں پر جو اوپر گزر چکی ہیں ۸:۳۲

**الجن ۲۳:** 'رِسٰلٰتِهٖ' کا عطف 'بَلٰغًا' پر ہے۔ 'بَلَاغ' کے بعد اِس لفظ کے اضافہ سے اس حقیقت کی طرف اشارہ مقصود ہے کہ میرا فریضۂ منصبی صرف بے کم و کاست پہنچا دینا ہے ۸:۶۲۷

النّبا ۸: اگرچہ اسلوبِ کلام باعتبارِ الفاظ خبریہ ہو گیا ہے لیکن معناً یہ 'اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ مِھٰدًا' ہی پر معطوف ہے ۱۵۹:۹

الم نشرح ۲: یہ جملہ معناً پہلے ہی جملہ پر عطف ہے ۴۲۶:۹

## عَلٰی سبیل الاختصاص

الدخان ۵: 'اَمْرًا' کا نصب علیٰ سبیل الاختصاص ہے اور مقصود اس سے اس تقسیم اُمور کی اہمیت وعظمت کو واضح فرمانا ہے کہ یہ جو کچھ بھی ہوتا ہے خاص امرِ الٰہی سے ہوتا ہے ۲۷۰:۷

## عَلٰی سبیل التغلیب

الزخرف ۱۲: لفظ 'ظُھُوْر' اگرچہ کشتیوں کے لیے زیادہ موزوں نہیں ہے، اس کی واضح مناسبت گھوڑوں یا سواری کے دوسرے جانوروں ہی کے ساتھ ہے لیکن یہاں یہ لفظ عَلٰی سبیل التغلیب استعمال ہوا ہے ۲۱۲:۷

## 'عَلَّمَہٗ مِمَّا یشآءُ' اور 'عَلَّمَہٗ مِمَّاشَآء' کے اسلوب کا فرق

البقرۃ ۲۵۱: یہاں ایک چھوٹا سا سوال یہ بھی پیدا ہوتا ہے کہ 'عَلَّمَہٗ مِمَّا یَشَآء' فرمایا 'عَلَّمَہٗ مِمَّاشَآء' نہیں فرمایا۔ میرا خیال ہے کہ یہ اسلوب اس لیے اختیار فرمایا کہ یہ بات حضرت داؤد علیہ السلام کے ساتھ خاص ہو کر نہ رہ جائے بلکہ یہ ایک سنت اللہ کے بیان کا اسلوب اختیار کر لے کہ اللہ نے اس کو وہ کچھ سکھایا اور بتایا جو وہ اپنے ایسے بندوں کے لیے چاہتا ہے کہ وہ ان کو بتائے اور سکھائے ۵۸۱:۱

## عود علی البدء کا اسلوب

المومنون ۱۱۱: جس بات سے سورہ کا آغاز ہوا تھا اب اِسی پر سورہ کا اختتام ہوا ہے۔ یہ اسلوب قرآن میں بہت استعمال ہوا ہے اور نظم قرآن کے نہایت واضح دلائل میں سے ہے ۳۴۹:۵

## 'غَرَابِیْبُ سُوْدٌ' کا اسلوب

فاطر ۲۷: غرابیب جمع ہے غربیب کی۔ اس کے معنی ہیں کالا بھجنگ۔ یہ لفظ عام طور پر 'اسود' کی تاکید کے لیے آتا ہے مثلاً کہیں گے 'اسود غربیب' فلاں چیز کالی بھجنگ ہے۔ اس وجہ سے سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہاں یہ 'سود' سے پہلے کیوں آیا؟ اس سوال کے جواب مختلف اہل ادب نے مختلف دیے ہیں۔ بعض نے اس کو بدل کے مفہوم میں لیا ہے جو وضاحت کے طور پر آیا ہے۔ اگر یہ توجیہ مان لی جائے تو یہ اس پہلو سے صحیح ہے کہ جو بدل وضاحت کے طور پر آتا ہے وہ درحقیقت تاکید ہی کے لیے آتا ہے۔ اس صورت میں متکلم گویا اپنی بات سادہ الفاظ میں پھر مخاطب کے سامنے دہرا دیتا ہے کہ اچھی طرح اس کے ذہن نشین ہو جائے ۳۷۶:۶

## فاعل اور فعل کے صیغوں کا فائدہ

الحدید ۱۸: یہاں انفاق کے لیے صدقہ اور قرض کے دو لفظ اِستعمال ہوئے ہیں۔ پہلا فاعل یا صفت کی شکل میں دوسرا فعل کی صورت میں۔ اس اختلاف کی وجہ میرے نزدیک یہ ہے کہ انفاق تو وہ ہے جس کا مطالبہ ہر ذی استطاعت مسلمان سے عام حالات میں ہے اور جو تزکیۂ نفس کے پروگرام کا ایک لازمی حصہ ہے۔ دوسرا وہ انفاق ہے جس کا مطالبہ کسی ناگہانی ضرورت کے موقع پر ملت کے تحفظ کے لیے کیا جاتا ہے۔ پہلے کو یہاں صدقہ کے لفظ سے تعبیر فرمایا ہے اور اس کے لیے فاعل اور صفت کے صیغے اِستعمال ہوئے ہیں اس لیے کہ وہ دواماً مطلوب ہے۔ دوسرے کو قرض سے تعبیر فرمایا ہے جو عند الضرورت دیا جاتا ہے اس وجہ سے اس کے لیے فعل کا صیغہ استعمال ہوا ہے ۲۱۸:۸

## فاعل کا صیغہ

الانفال ۹: فاعل کا صیغہ اللہ تعالیٰ کے وعدے کی قطعیت کے اظہار کے لیے ہے ۴۴۳:۳

طٰہٰ ۱۵: فاعل کا صیغہ زور اور تاکید کے لیے ہے ۳۲:۵

## فاعل کا محل

النسآء ۴۷: 'اَلَّذِیۡنَ' مفعول کے محل میں نہیں بلکہ فاعل کے محل میں ہے ۲:۳۳۵

الشوریٰ ۲۶: 'اَلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا' مفعول کے محل میں نہیں بلکہ فاعل کی حیثیت میں ہے ۷:۱۶۹

## فاعل کا مرجع

العنکبوت ۲۶: 'قَالَ' کا فاعل حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں ۶:۳۴

یٰسٓ ۷۰ 'یُنۡذِرَ' کا فاعل نبی ﷺ ہیں ۶:۴۴۱

الصّٰٓفّٰت ۲۸، ۲۹: قرینہ دلیل ہے کہ پہلے 'قَالُوۡا' کے فاعل عوام ہیں اور دوسرے کے ان کے لیڈر ۶:۴۶۳

محمد ۲۵: 'اَمۡلٰی' کا فاعل یہاں اللہ تعالیٰ ہیں۔ قرآن میں یہ فعل اللہ تعالیٰ ہی کے لیے استعمال ہوا ہے اور اُسی کے لیے اس کا استعمال موزوں ہے ۷:۴۲۰

الصّف ۶: 'جَآءَ' کا فاعل حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ بعض لوگوں نے اس کا فاعل آنحضرت ﷺ کو قرار دیا ہے لیکن یہ سیاق و سباق کے بالکل خلاف ہے ۸:۳۶۳

النجم ۱۰: 'اَوۡحٰی' کا فاعل اللہ تعالیٰ بھی ہوسکتا ہے اور حضرت جبریل علیہ السلام بھی۔ پہلی صورت میں مطلب بالکل واضح ہے کہ اس اہتمام کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے یعنی رسول اللہ ﷺ کی طرف جو وحی کرنی تھی وہ کی۔ دوسری صورت میں مضاف الیہ کی ضمیر کا مرجع اللہ تعالیٰ ہو گا یعنی اس توجہ اور اہتمام کے ساتھ جبریل علیہ السلام نے اللہ کے بندے کی طرف جو وحی کرنی تھی وہ کی یا وہ وحی کی جو اللہ تعالیٰ نے جبریل علیہ السلام کو کرنے کے لیے ہدایت فرمائی۔ میرا رجحان پہلے قول کی طرف ہے، ویسے دوسرے قول میں بھی کوئی خاص قباحت نہیں ہے ۸:۵۵

## 'فَاقۡتُلُوۡۤا اَنۡفُسَکُمۡ' کا مفہوم

البقرۃ ۵۴: 'پس اپنے آپ کو قتل کرو' کے معنی یہ نہیں ہیں کہ اپنی تلواریں خود اپنی گردنوں پر چلا دو بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر قبیلہ میں سے جو لوگ اس فتنۂ شرک اور گوسالہ پرستی سے الگ رہے ہیں اپنے اپنے قبیلہ کے ان لوگوں کی گردنیں اپنے ہاتھوں سے ماریں جنھوں نے قوم کے لیے اس فتنۂ ارتداد کی راہ کھولی ہے ۱:۲۱۳

## 'ف' تفصیل کے لیے

المآئدۃ ۵۲: 'ف' یہاں تفصیل کے لیے ہے اور خطاب، عام مسلمانوں سے ۲:۵۴۴

النجم ۶: 'فَاسۡتَوٰی' میں 'ف' تفصیل کے لیے ہے ۸:۵۴

القمر ۹: واقعہ کا اجمالاً حوالہ دینے کے بعد اب یہ اس کی تفصیل سنائی جا رہی ہے ۸:۹۷

## 'فَطَوَّعَتۡ لَهٗ نَفۡسُهٗ قَتۡلَ اَخِيۡهِ' کا اسلوب

المآئدۃ ۳۰: اِس کے معنی ہوں گے اس کے نفس نے اس کو بالآخر اپنے بھائی کے قتل پر آمادہ کر ہی لیا۔ اس اسلوب بیان سے اس اندرونی کشمکش کا اظہار ہو رہا ہے جو اوّل اوّل اس ارادۂ قتل سے اس کے اندر پیدا ہوئی ۲:۴۹۹

## 'فَرَضَ اللّٰهُ لَهٗ' اور 'فَرَضَ اللّٰهُ عَلَيۡهِ' کے اسلوب میں فرق

الاحزاب ۳۸: 'فَرَضَ اللّٰهُ عَلَيۡهِ' کا مفہوم تو یہ ہوتا ہے کہ اللہ نے اس پر فرض کیا ہے اور 'فَرَضَ اللّٰهُ لَهٗ' کا مطلب یہ ہو گا کہ اللہ نے اس کے لیے مقسوم کیا ہے کہ اس کی زندگی میں یہ احوال و مراحل پیش آئیں گے ۶:۲۳۷

## ’فِعَال‘ کاوزن

المرسلٰت ۲۵: عربی میں ’فِـعَـال‘ کاوزن اس چیز کے لیے بھی آتا ہے جس سے فعل انجام پذیر ہو، اس وجہ سے ’کِـفَـات‘ کے معنی جمع کر لینے والی کے ہوں گے۔ اس معنی کے اعتبار سے اس میں فاعل کی قوت پیدا ہوگی ہے اور اس کے بعد مفعول لانا جائز ہوا ۹: ۱۴۰

## فعل اور اسم کا اسلوب

دیکھیں اسم اور فعل کے مواقع استعمال میں فرق

## فعل کا اطلاق

### ارادۂ فعل اور طلبِ فعل کے معنی میں

البقرۃ ۲۳۰: ’یَعۡلَمُوۡن‘ بمعنی جو لوگ علم کے طالب ہیں ۱: ۵۳۹

الانعام ۹۷: ان کے لیے جو جاننا چاہیں ۳: ۱۲۲

الاعراف ۳۲: ان کے لیے جو جاننا چاہیں ۳: ۲۵۳

الاعراف ۵۲: ان لوگوں کے لیے جو ایمان لائیں ۳: ۲۷۳

یونس ۱۰۱: جو لوگ ایمان نہیں لانا چاہتے ان کو کوئی نشانی اور کوئی ڈراوا بھی نفع نہیں پہنچاتا ۴: ۹۲

النمل ۸۱: جو ہماری آیات پر ایمان لانا چاہیں ۵: ۶۳۳

النمل ۸۶: بے شک اس میں نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لیے جو ایمان لانا چاہیں ۵: ۶۳۶

القصص ۳: جن کے اندر ایمان لانے کا ارادہ پایا جاتا ہے ۵: ۶۵۵

الزمر ۵۲: انسان حقائق کو قبول کرنے کے لیے ارادہ نہیں کرتا ۶: ۱ ۶۰

حٰمٓ السجدۃ ۳: جو جاننے اور سمجھنے کا ارادہ رکھتے ہیں ۷: ۸۷

الجاثیہ ۴: ایمان کا ارادہ پایا جاتا ہو ۷: ۳۰۴

الطّور ۳۳: ’بَلۡ لَّا یُؤۡمِنُوۡن‘ بلکہ یہ ایمان نہیں لانا چاہتے ۸: ۳۴

الحآقۃ ۴۱، ۴۲: ایمان لانے کا ارادہ پایا جاتا یا یاددہانی سے فائدہ اٹھانے کی خواہش ہوتی ۸: ۵۵۲

### فعل کا اِستعمال اَپنے کامل اور حقیقی معنی میں

الفاتحہ ۶: ’اَنۡعَمۡتَ عَلَیۡہِمۡ‘ وہ لوگ جن کو اللہ تعالیٰ نے شریعت کی نعمت عطا فرمائی اور انھوں نے دل و جان سے اس کو قبول کیا ۱: ۶۰

البقرۃ ۱۰۴: ’اسمعوا‘ کا لفظ اپنے کامل اور حقیقی مفہوم میں ہے یعنی غور سے پیغمبر کی باتیں سنو اور ان کو سمجھو تاکہ تمھیں بار بار پیغمبر ﷺ کو متوجہ کرنے کی ضرورت ہی پیش نہ آئے ۱: ۲۹۵

البقرۃ ۱۷۴: بات نہ کرنے کا مطلب ظاہر ہے کہ لطف و عنایت کی بات نہ کرنا ہے۔ گویا فعل کی نفی سے مقصود حقیقی فعل کی نفی ہے۔ دوسری جگہ اس سلسلہ میں ’وَلَایَنۡظُرُ اِلَیۡہِمۡ‘ کے الفاظ بھی ہیں۔ اس سے بھی مراد نگاہِ التفات کی نفی ہے ۱: ۴۱۷

البقرۃ ۱۷۷: حقیقی ایمان اللہ پر یہ ہے کہ آدمی بلا کسی شائبۂ شرک کے اپنے کو رب کے حوالے کر دے ۱: ۴۲۳

البقرۃ ۲۱۸: وہ لوگ جو اپنے ایمان پر جمے رہے ۱: ۵۱۴

البقرۃ ۲۴۹: وہ صداقت شعار اور کامل الایمان لوگ مراد ہیں جو اس امتحان میں پورے اترے ۱: ۵۷۷

اٰل عمران ۷۷: فعل کی نفی اس کے حقیقی معنی کے اعتبار سے ہے یعنی اللہ تعالیٰ ان سے اس معنی میں کلام نہیں کرے گا یا ان کی طرف نظر نہیں کرے گا جو کلام کرنے اور نظر کرنے کا اصلی مفہوم ہے ۲: ۱۲۷

اٰل عمران ۱۴۵: ’شاکرین‘ سے مراد وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی اُس عظیم نعمت کے دل سے قدردان ہیں جو انھیں آخری اور کامل ہدایت کی صورت میں ملی ہے ۲: ۱۸۶

اٰل عمران ۱۷۹: ایمان و تقویٰ کے تمام تقاضے پورے کرتے رہنے کی تاکید ۲: ۲۱۸

النسآء ۱۳۶: اے ایمان کا دعوٰی کرنے والو، سچے اور پکے مومن بن جاؤ ۲:۸۰۴

المآئدۃ ۷: یعنی ظاہراً و باطناً ہر پہلو سے اس کا حق ادا کرنا ۲:۰۷۴

المآئدۃ ۵۵: یعنی مومنین مخلصین ۲:۸۴۵

الاعراف ۹۴: فعل تمکن و استمرار کے مفہوم میں ۳:۰۷۲

الانفال ۲۰: یعنی اللہ اور رسول کی اطاعت اس طرح کرو جس طرح ایمان کا تقاضا ہے ۳:۶۵۴

التوبۃ ۸۶: یعنی اپنے ایمان باللہ کا ثبوت دو ۳:۰۲۶

یونس ۹۴: حقیقی مفہوم میں استعمال ۴:۸۹

النمل ۱۳: حقیقی اور کامل معنوں میں ۴:۵۰۴

النمل ۶۵: یعنی جو بات کو کان کھول کر سنتے، اس کو سمجھتے اور اس کو قبول کرتے ہیں ۴:۷۲۴

الحج ۱۴: سختی و نرمی اور رنج و راحت ہر طرح کے حالات میں ایمان و عمل صالح کی روش پر قائم و دائم رہنے والے مخلصین ۵:۲۲۵

الحج ۵۴: 'وَلِیَعْلَمَ' اور 'فَیُؤْمِنُوْا بِهٖ' دونوں مقامات میں فعل اپنے کامل معنوں میں استعمال ہوئے ہیں ۵:۲۷۲

النور ۶۲: اللہ اور اس کے رسول پر سچا اور پکا ایمان رکھنے والے ۵:۴۳۴

السجدۃ ۲۶: سننا یہاں سمجھنے اور عبرت حاصل کرنے کے مفہوم میں ہے ۶:۱۷۴

یٰسٓ ۷: فعل 'انذار' یہاں اپنے حقیقی معنی میں استعمال ہوا ہے ۶:۱۴۴

الصّٰفّٰت ۸۱: راسخ الایمان بندے ۶:۸۷۴

الصّٰفّٰت ۱۱۱: بے شک ابراہیم علیہ السلام ہمارے حقیقی مومن بندوں میں سے تھا ۶:۸۸۴

محمد ۳۳: اللہ اور رسول کے ہر حکم کی اطاعت کرو ۷:۴۲۴

الحدید ۷: فعل 'اٰمِنُوْا' اپنے حقیقی اور کامل معنی میں ہے ۸:۲۰۳

الحدید ۱۹: ایمان اپنے کامل مفہوم میں استعمال ہوا ہے ۸:۲۱۸

الحدید ۲۷: 'اٰمَنُوْا' اپنے کامل معنی میں استعمال ہوا ہے ۸:۲۴۳

المجادلۃ ۴: اللہ اور رسول پر تمھارا ایمان مستحکم ہو ۸:۲۵۲

البروج ۱۱: جو اپنے ایمان پر ثابت قدم رہے ۹:۲۹۲

### فعل کی تاکید

اٰل عمران ۲۸: مفعول مطلق ہے جس سے فعل کی تاکید ظاہر ہو رہی ہے ۲:۶۸

الاعراف ۵۶: 'بَعْدَ اِصْلَاحِهَا' کی قید فعل کی شناعت کے اظہار کے لیے ۳:۲۸۱

طٰہٰ ۱۳۰: فعل کا اعادہ تاکید پر دلیل ہے ۵:۱۰۶

نوح ۱۷، ۱۸: 'نَبَاتًا، اِخْرَاجًا' تاکیدِ فعل کے لیے آئے ہیں ۸:۶۰۱

النّبا ۲۷: 'كِذَّابًا' مصدر ہے جو تاکید فعل کے لیے آیا ہے۔ اگرچہ اس کا وزن مختلف ہے لیکن معنی میں یہ تکذیب ہی کے ہے۔ تاکید کے مضمون کو ظاہر کرنے کے لیے اگر ترجمہ یوں کیجیے کہ ''نہایت بے دردی یا نہایت بے باکی سے جھٹلایا'' تو اس کا صحیح مفہوم ادا ہو جائے گا ۹:۱۶۳

النّٰزِعٰت ۱، ۲: 'نّٰزِعٰت' ان تند ہواؤں کے لیے استعمال ہوا ہے جو درختوں اور مکانوں کو اکھاڑ پھینکتی ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ لفظ 'غَرْقًا' معنی کی شدت کے اظہار کے لیے بطور تاکید ہے ۹:۱۷۵

### فعل کی نفی سے مقصود

الانفال ۱۷: یہاں زبان کا یہ اسلوب بھی نگاہ میں رہے کہ بعض مرتبہ فعل کی نفی سے مقصود نفس فعل کی نفی نہیں ہوتی بلکہ اس فعل کے ساتھ اُن شاندار نتائج کی نسبت کی نفی ہوتی ہے جو اس فعل کے پردے میں ظاہر ہوئے۔ مٹھی بھر نہتے مسلمانوں کا قریش کی دَل بادَل غرقِ آہن فوج کو گاجر مولی کی طرح کاٹ کر ڈال دینا یا آنحضرت ﷺ کے دستِ مبارک سے پھینکی ہوئی چٹکی بھر خاک کا ایک ایسا طوفان بن جانا کہ تمام

کفار کو اپنی اپنی آنکھوں کی پڑ جائے، یہ مسلمانوں کی چیتھڑوں میں لپٹی ہوئی تلواروں یا پیغمبر ﷺ کی 'رمی' کے کارنامے نہیں تھے بلکہ اُس دستِ غیب کے کارنامے تھے جو مسلمانوں کی میانوں اور پیغمبر ﷺ کی آستینوں میں چھپا ہوا تھا ۳:۴۵۱

الصّٰفّٰت ۸: یہ نفیِ فعل، نفیِ فائدۂ فعل کے پہلو سے ہے یعنی شیاطین ملاءِ اعلیٰ کی باتیں سننے کی کوشش کرتے تو ہیں لیکن وہ کان لگانے پاتے نہیں ۶:۴۵۴

المومن ۴۳: 'لَیْسَ لَهٗ دَعْوَةٌ' میں فعل کی نفی اس کے فائدہ کی نفی کے پہلو سے ہے یعنی ان کو پکارنے کا کوئی فائدہ نہ اس دنیا میں ہے، نہ آخرت میں ہوگا ۷:۴٦

## فعل نتیجۂ فعل کے مفہوم میں

البقرة ۸ تا ۱٦: یہ لوگ پیغمبر ﷺ کی دعوت کی جو مخالفت کر رہے تھے قرآن نے اس کو زمین میں فساد برپا کرنے سے تعبیر فرمایا ہے۔ یہ درحقیقت کسی فعل کو اس کے آخری نتائج سے تعبیر کرنے کا ایک معروف اسلوب ہے۔ اس اسلوب کا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ مخاطب کے سامنے اس کے کسی فعل کا آخری نتیجہ آجاتا ہے۔ یہ چیز کسی فعل سے باز رکھنے میں بھی مددگار ہوتی ہے اگر فعل برا ہو، اور اس پر ابھارنے میں بھی مددگار ہوتی ہے اگر فعل اچھا ہو ۱:۱۲۴

البقرة ۲۰۷: جو شخص خدا کی راہ میں کچھ خرچ کرتا ہے یا اس کے لیے کوئی منت مانتا ہے تو وہ یہ اطمینان رکھے کہ خدا اُس کی خیرات اور اس کی نذر ہر چیز کو اچھی طرح جانتا ہے۔ 'جانتا ہے' سے مقصود اس کا لازم ہے یعنی جب وہ جانتا ہے تو لازماً وہ اس کا اپنے وعدے کے مطابق صلہ بھی دے گا۔ زبان کا اسلوب عربی زبان اور قرآن میں بہت عام ہے ۱:٦۲۲

النسآء ۳٦: "دوست نہیں رکھتا" کا مطلب یہ ہے کہ وہ ایسے لوگوں سے نفرت کرتا ہے ۲:۲۹۹

الاعراف ۵۱: اللہ تعالیٰ کسی چیز کو بھولتا نہیں۔ یہ بھولنا نظر انداز کرنے کی تعبیر ہے ۳:۲۷۲

النحل ۹۴: 'سُوْٓءَ' کے معنی بدی اور برائی کے ہیں۔ یہاں 'سُوْٓءَ' سے مراد نتیجۂ سُوْٓءَ اور انجامِ سُوْٓءَ یعنی عذاب ہے ۴:۴۴۴

مریم ۵۹: 'فَسَوْفَ یَلْقَوْنَ غَیًّا' میں عمل سے نتیجۂ عمل مراد ہے۔ وہ اپنی گمراہی سے دوچار ہوں گے یعنی اپنی گمراہی کے انجام سے دوچار ہوں گے ۴:٦٦۸

المومن ۹: یعنی فرشتے اہلِ ایمان کے لیے یہ دعا کرتے رہتے ہیں کہ اے رب، تو ان کو بدیوں کے نتائج سے محفوظ رکھ یعنی ان کے گناہوں کو جھاڑ دے کہ وہ ان کے شر سے محفوظ رہیں ۷:۲۲

البروج ۷: لفظ 'شھود' یہاں نتیجۂ فعل کے مفہوم میں ہے ۹:۲۹۰

الزلزال ٦: دکھا دینے سے مقصود اس کا نتیجہ یعنی اس کا مزہ چکھو ۹:۴۹۴

## نفیِ فعل، عدمِ استطاعتِ فعل

النسآء ۴۲: 'لَا یَکْتُمُوْنَ اللّٰهَ حَدِیْثًا' میں نفیِ فعل، عدمِ استطاعتِ فعل کے مفہوم میں ہے۔ کسی بات کو نہ چھپا سکنے کی وجہ یہ ہوگی کہ اُس دن مجرموں کے ہاتھ پاؤں اور ان کے تمام اعضاء و جوارح خود ان کے خلاف گواہی دینے کے لیے بول اٹھیں گے ۲:۳۰۰

## فعل کا اِظہار اور اس کی تکرار

نوح ۱۲: 'وَیَجْعَلْ لَّکُمْ جَنّٰتٍ وَّیَجْعَلْ لَّکُمْ اَنْھٰرًا' میں فعل کے اظہار اور اس کی تکرار سے ان نعمتوں کی گراں قدری اور محبوبیت کا جو مضمون پیدا ہوتا ہے وہ عربیت کا ذوق رکھنے والوں سے مخفی نہیں ہے ۸:۵۹۸

## فعل کا متعدّی استعمال

الزمر ۸: یہاں چونکہ کفر کے سرغنوں کا رویہ زیرِ بحث ہے اِس وجہ سے فعل 'یُضِلَّ' متعدی استعمال فرمایا کہ وہ لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں۔ اس کے اندر گمراہ ہونے کا مفہوم خود شامل ہے ٦:۵٦۷

## فعل کے بغیر مفعول

النسآء ۹۲: 'تَوْبَةً مِّنَ اللّٰهِ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيماً حَكِيماً' جب مفعول اِس طرح فعل کے بغیر آئے تو اس پر خاص تاکید اور عزم کے ساتھ زور دینا مقصود ہوتا ہے ۲:۳٦۲

## فعل کی تقدیم

الانبیآء ۷۹: یہاں معطوف اور معطوف علیہ یعنی 'جبال' اور 'طیر' کے درمیان فعل 'يُسَبِّحْنَ' حائل ہے۔ حالانکہ بظاہر اس کو 'طیر' کے بعد آنا چاہیے۔ فعل کی اس تقدیم کی وجہ یہ ہے کہ پرندوں کی تسبیح خوانی تو ایک معروف بات ہے البتہ پہاڑوں کی نواسنجی ایک نادر بات تھی۔ اِس وجہ سے فعل کو ان سے متصل کر دیا ۵:۱۷۴

## 'فُعُول' کا وزن

الممتحنۃ ۱: لفظ 'عدوّ' واحد اور جمع دونوں کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ یہ 'فُعُوْل' کے وزن پر ہے اور عربی میں یہ وزن دونوں کے لیے یکساں ہے بلکہ اس میں مذکر و مؤنث کا بھی امتیاز نہیں ہے ۸:۳۲۴

## فعیل کا وزن

الاعراف ۵٦: فعیل کا وزن مذکر و مؤنث دونوں کے لیے یکساں آتا ہے ۳:۲۸۳

## 'فی' کا اِستعمال

المآئدۃ ۹۱: 'فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ' میں 'فی' اشتغال وانہماک کے مضمون پر دلیل ہے ۲:۵۹۰

الذّٰریٰت ۱۵: 'فی' یہاں اس بات پر دلیل ہے کہ یہ لوگ جنت کی نعمتوں میں بالکل گھرے ہوئے ہوں گے۔ ان کے لیے ہر طرف نعمت ہی نعمت ہوگی ۷:۵۹۱

المطففین ۲۲: 'فِي نَعِيمٍ' کے اسلوبِ بیان سے مقصود یہ ظاہر کرنا ہوتا ہے کہ وہ ہر جانب سے نعمتوں میں گھرے ہوں گے۔ ان کی نگاہیں جدھر اٹھیں گی، نعمت ہی نعمت ان کو نظر آئے گی ۹:۲٦۰

## 'فِيهَا' اور 'مِنْهَا' کے اسلوب کا فرق

النسآء ۵: 'وَارْزُقُوهُمْ فِيهَا' میں 'فِيهَا' کے لفظ سے یہ اشارہ نکلتا ہے کہ یتیموں کی ضروریات پوری کرنے میں سرپرستوں کو کشادہ دلی سے کام لینا چاہیے۔ عربی میں جب کہیں گے کہ 'ارزقوھم فیھا' تو اس کے معنی ہوں گے ان کو فراخی سے کھلاؤ پہناؤ اور اگر کہیں 'وارزقوھم منھا' جیسا کہ آگے آیت ۸ میں آ رہا ہے تو اس کے معنی ہوں گے ان کو اُس میں سے کچھ دے دلا دو ۲:۲۵۵

## قافیہ کی رعایت

التکاثر ۲: اوّل تو قافیہ کی رعایت یہ اسلوب اختیار کرنے کی مقتضی ہوئی۔ دوسرے اس سے سرگشتگانِ دنیا کی محرومی و بے نصیبی پر اظہارِ افسوس کا مضمون آیت میں پیدا ہو گیا۔ گویا مطلب یہ ہوا کہ اس تکاثر کی بھاگ دوڑ میں لگے رہے یہاں تک کہ قبروں سے دوچار ہوئے یا قبرستانوں میں جا براجے ۹:۵۲۳

## 'قَدْ كَانَتْ' کا اسلوب

الممتحنۃ ۴: اس اسلوبِ بیان سے یہ بات نکلتی ہے کہ یہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں ہے بلکہ پہلے سے تمھارے سامنے ہے ۸:۳۲۸

## قسم سے پہلے 'لا' کے اِستعمال کی نوعیت

'لا' نہ زائد ہوتا ہے اور نہ قسم کی نفی کے لیے، بلکہ یہ قسم سے پہلے مخاطب کے اُس زعم باطل کی پیشگی نفی کے لیے آتا ہے جس کی تردید قسم سے مقصود ہوتی ہے۔ اس اسلوب میں یہ بلاغت ہے کہ متکلم مخاطب کے زعم باطل کی تردید میں اتنا توقف بھی گوارا کرنے پر تیار نہیں ہے کہ دلیل بیان کرنے کے بعد اُس کی تردید کرے بلکہ کلام کا آغاز ہی اس کی تردید سے کرتا ہے۔ یہ اسلوب ایک فطری اسلوب ہے اور ہر قابلِ ذکر زبان میں موجود ہے ۹:۲٧٦

الواقعۃ ۷۵: 'لا' فعل سے الگ ہے ۸:۱۸۲

الحدید ۲۹: 'لا' نہ یہاں زائد ہے اور نہ قرآن میں اس کے زائد ہونے کی کوئی مثال موجود ہے ۸:۹۳۹

الحاقۃ ۳۸: جس طرح عام بول چال میں کہتے ہیں: 'نہیں' خدا کی قسم! یہ بات نہیں ہے، بلکہ یہ بات ہے۔ اسی طرح یہاں بھی 'نہیں' سے کلام کا آغاز کیا ہے ۸:۵۵۱

المعارج ۴۰، ۸:۵۷۹

المدثر ۳۲: شدت نفرت کے اظہار کے لیے متکلم، مخاطب کے خیال کی تردید ہی سے کلام کا آغاز کرتا ہے اور پھر بقیدِ قسم اپنی دلیل بیان کرتا ہے ۹:۶۰

القیٰمۃ ۱: قسم سے پہلے جب اس طرح 'لا' آیا کرتا ہے تو وہ قسم کی نفی کے لیے نہیں بلکہ مخاطب کے اس خیال کی نفی کے لیے آتا ہے جس کی تردید اس قسم سے مقصود ہوتی ہے ۹:۷۸

التکویر ۱۵: 'لا' قسم کی نفی کے لیے نہیں بلکہ مخاطب کے اس زعم کی نفی کے لیے آیا ہے، جس کی تردید اس قسم سے مقصود ہے ۹:۲۲۵

الانشقاق ۱۶، ۹:۲۷۹

البلد ۱: مخاطب کے خیال کی لغویت کے اظہار کے لیے قسم سے پہلے 'لا' ۹:۳۶۹

## قسم کا اسلوب

قسمیں قرآنی منطق اور استدلال کا ذریعہ ہیں اور زور اس بات پر نہیں ہونا چاہیے کہ مقسم بہ میں عظمت کا پہلو دریافت کیا جائے، کیونکہ اس کا نمایاں ہونا لازمی نہیں، بلکہ مقسم بہ اور مقسم علیہ کے مابین ایک بامعنی تعلق تلاش کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

قرآن میں اَشیاء اور مقامات کی جو قسمیں آئی ہیں وہ تمام تر اس دعوے پر دلیل کی حیثیت سے آئی ہیں جو قسم کے بعد مذکور ہوا ہے ۹:۴۳۶

یٰس ۱٦: 'رَبُّنَا یَعْلَمُ' قسم کے مفہوم میں آتا ہے ٦:۴۱۴

الصّٰفّٰت ۱: 'وَ' قسم کے لیے ہے، مقسم علیہ پر شہادت کے لیے ہے ٦:۴۵۲

الطّور ۱: یہاں مقسم علیہ 'اِنَّ عَذَابَ رَبِّکَ لَوَاقِعٌ' (بے شک تیرے رب کا عذاب واقع ہو کے رہے گا) ہے۔ اِس وجہ سے طور کی قسم لازماً اس دعوے پر شہادت کے لیے کھائی گئی ہے ۸:۱۵

الطّور ۴: لفظ 'معمور' یہاں زمین کے اسباب و وسائل اور اس کے لازمی نتیجہ یعنی مسئولیت اور جواب دہی کی طرف اشارہ کر رہا ہے ۸:۱۹

المنٰفقون ۱: عربی میں 'نَشْهَدُ' اور 'وَاللّٰهُ یَشْهَدُ' کے الفاظ قسم کے مفہوم کے حامل ہوتے ہیں ۸:۳۹۸

المرسلٰت ۱: یہ قسم بھی وعدۂ عذاب و قیامت کے شدنی ہونے پر کھائی گئی ہے ۹:۱۳۱

التین ۱: جبلِ تین اللہ تعالیٰ کے قانونِ مکافات کے ظہور کا ایک یادگار مقام ہے ۹:۴۴۱

العصر ۱: اِس قسم سے ایک طرف تو اللہ تعالیٰ نے تاریخ کے ان واقعات کی طرف توجہ دلائی ہے جو اس دنیا میں قانونِ مجازات کے ظہور کے پیش آئے۔ دوسری طرف لوگوں کو اس سے جھنجھوڑا ہے کہ لوگ اپنی زندگیاں غفلت میں نہ گزاردیں بلکہ پوری مستعدی سے ان سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کریں ۹:۵۳۲

## قطع بحث کا مضمون

سبا ۲۴، ۲۵: اِس طرح کی آیات کو عام طور پر لوگوں نے مخاطب کے ساتھ اظہارِ رواداری کے مفہوم میں لیا ہے لیکن یہ اظہارِ رواداری کے مفہوم میں نہیں بلکہ اظہارِ بیزاری کے مفہوم میں ہیں ٦:۳۱۸

## 'قُل' کا استعمال

الرعد ١٦: 'قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط قُلِ اللّٰهُ' پہلا 'قُل' اِن سے پوچھو، دوسرا 'قُل' اِن کو بتا دو کے معنی میں ہے ۴:۲۷۹

بنی اسرآئیل ۸۰: 'قُل' یہاں دعا کرنے کے مفہوم میں ہے ۴:۵۳۲

الکفرون ۱: 'قُل' یہاں اعلان کردینے کے معنی میں ہے ۹:۶۰۶

الاخلاص ۱: 'قُل' منادی کرنے کے مفہوم میں ہے ۹:۶۴۸

## 'قول' رویہ اور اختیار کی تعبیر کے لیے

الکہف ۸۶: لفظ 'قول' صورتِ حال، اختیار اور رویہ کی تعبیر کے لیے بھی آتا ہے ۴:۶۱۷

الکہف ۸۷: یہ قول بلسانِ عمل ہے یعنی اس نے اپنے رویہ اور طرزِ عمل سے یہ شہادت دی کہ جو ظلم و فساد کی راہ اختیار کرے گا اس کو تو ہم بھی سزا دیں گے... ۴:۶۱۸

## کَانَ تامہ

البقرۃ ۲۱۳: 'كَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً' میں 'كَانَ' ہمارے نزدیک تامہ ہے دوام کے مفہوم میں جیسا کہ 'كَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا' میں ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جہاں تک اللہ تعالیٰ کا تعلق ہے اس نے لوگوں کو ایک دین دیا اور ایک ہی امت بنایا ۱:۵۰۳

ال عمران ۱۱۰: 'كَانَ' یہاں تامہ ہے۔ 'خَيْرَ اُمَّةٍ' میں اشارہ اس حقیقت کی طرف ہے کہ اب دین کی صحیح شاہراہ پر تمھی ہو۔ ۲:۱۶۰

## كَذٰلِكَ کا استعمال

الرعد ۳۰: 'كَذٰلِكَ' عربی میں ان معنوں میں بھی آتا ہے جن معنوں میں ہم 'چنانچہ' یا 'اسی لیے' کے الفاظ بولتے ہیں ۴:۲۹۶

## 'کفر' لفظ کا استعمال

البقرۃ ۶: قرآن مجید میں 'کفر' کا مطلق بھی استعمال ہوا ہے اور اپنے مفعول کے ساتھ بھی۔ جہاں مفعول کے ساتھ استعمال ہوا ہے وہاں تو متعین طور پر اس مفعول ہی کا کفر و انکار مراد ہے لیکن جہاں کسی مفعول کے بغیر مطلق صورت میں استعمال ہوا ہے وہاں بالعموم تو ان تمام چیزوں کے انکار کے معنی میں استعمال ہوا ہے جن پر ایمان لانا ضروری ہے لیکن کہیں ناشکری اور کفرانِ نعمت کے معنی میں بھی استعمال ہوا ہے جس کا پتا قرینہ اور موقع و محل سے چلتا ہے ۱:۱۰۶

البقرۃ ۲۷۱: یہاں 'يُكَفِّرُ عَنْكُمْ' کا عطف 'فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ' کے مفہوم پر ہے یعنی اِس پوشیدہ انفاق کا اجر بھی سوا ملے گا اور یہ تمھارے دامن سے گناہوں کو جھاڑنے میں بھی زیادہ کارگر ہوگا۔ پھر فرمایا کہ پوشیدہ اور علانیہ کا مسئلہ تمھارے لحاظ سے ہے خدا سے کوئی چیز بھی پوشیدہ نہیں، تم جو کچھ بھی کرو گے، جہاں بھی کرو گے، جس جگہ بھی کرو گے، خدا ہر چیز سے باخبر ہے ۱:۶۲۲

## 'كَلَّا' کا استعمال

الفجر ۲۱: 'كَلَّا' یہاں ان کے اس زعم کی تردید کے لیے ہے جو اوپر مذکور ہوا کہ جس کو مال ملتا ہے وہ اِس خبط میں پڑ جاتا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کی سرفرازی اور عزت افزائی ہوئی ہے حالانکہ اس دنیا کی کوئی چیز بھی کسی کو ملتی ہے تو سرفرازی کے لیے نہیں بلکہ صرف امتحان کے لیے ملتی ہے ۹:۳۶۰

الھمزۃ ۴: 'كَلَّا' یہاں اس خیالِ باطل کی تردید کے لیے ہے جو 'يَحْسَبُ اَنَّ مَالَهٗٓ اَخْلَدَهٗ' کے الفاظ میں بیان ہوا ہے ۹:۵۵۰

## کُل بول کر جزو مراد لینا

الاعراف ۱۴۳: 'جبل' سے مراد یہاں پورا پہاڑ اور پورا سلسلۂ کوہ نہیں ہے بلکہ اِس کا کوئی خاص حصہ یا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سامنے کی کوئی مخصوص چوٹی ہے ۳:۳۶۱

الذّٰریٰت ۲۶: اِس سے یہ بات لازم نہیں آتی کہ انھوں نے پورا بچھڑا مہمانوں کے آگے پیش کردیا ہو۔ بعض اوقات کل بول کر اس سے جزو مراد لیتے ہیں۔ یہ اسلوب جس طرح ہر زبان میں ہے اسی طرح عربی میں بھی ہے ۷:۶۰۸

## ’کُل‘ کا استعمال

’کُل‘ کا لفظ اگرچہ لفظاً نکرہ ہے لیکن عموماً اِس سے مراد وہ خاص گروہ یا اشخاص ہی ہوتے ہیں جن کا ذکر کلام میں اوپر گزر چکا ہوتا ہے ۱:۳۷۲

البقرۃ ۱۴۸: وَلِكُلٍّ وِّجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيهَا فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ‘ یہاں بھی ’لِکُلٍّ‘ سے مراد یہود و نصاریٰ کے وہی گروہ ہیں جن کا ذکر اوپر سے چلا آ رہا ہے۔ ان کے متعلق فرمایا ہے کہ ان میں سے ہر ایک نے اپنے اپنے قبلہ کے لیے ایک جہت ٹھہرا لی ہے۔ کسی نے مشرق، کسی نے مغرب، یہ اپنی اسی ٹھہرائی ہوئی جہت ہی کو قبلہ بنائیں گے۔ تم کتنا ہی زور لگاؤ یہ پتھر کسی طرح اپنے مقام سے کھسکنے والے نہیں ہیں۔ اس وجہ سے تم ان کے پیچھے اپنی راہ کھوٹی نہ کرو بلکہ خدا کی دکھائی ہوئی صراط مستقیم پر آگے بڑھو اور نیکیوں اور بھلائیوں میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کرو ۱:۳۷۲

الاعراف ۴۶: لفظ ’کل‘ جب جماعتوں یا اشخاص کے ذکر کے بعد اس طرح آئے جس طرح یہاں آیا ہے تو یہ اپنے مفہوم کے اعتبار سے معرفہ بن جاتا ہے یعنی اس سے مراد وہی گروہ یا اشخاص ہوں گے جن کا ذکر اوپر گزرا ۳:۲۶۶

ھود ۴۰: ’مِن کُلٍّ‘ کی تعمیم سے یہ بات لازم نہیں آتی کہ ہوام و حشرات اور کیڑے مکوڑے سب اس میں شامل ہوں بلکہ یہ لفظ معہود ذہنی کو پیش نظر رکھ کر بھی استعمال ہوتا ہے ... اس وجہ سے اس سے مراد وہ جانور ہیں جو اس وقت تک انسان کے تصرف میں آ چکے تھے اور اس کی مختلف ضروریات میں کام آ رہے تھے ۴:۱۴۲

بنی اسرآئیل ۲۰: مطلب یہ ہے کہ تمھارے رب کی عطا و بخشش کا دروازہ مذکورہ دونوں گروہوں میں سے کسی پر بھی بند نہیں ۴:۴۹۰

بنی اسرآئیل ۸۴: وہی جماعتیں یا اشخاص مراد جن کا ذکر اوپر سے چلا آ رہا ہے ۴:۵۳۴

الانبیاء ۳۳: مراد سابق الذکر چیزیں عام اس سے کہ وہ دو ہیں یا اس سے زائد ۵:۱۴۳

الحج ۳۸: ’کُلَّ‘ یہاں تاکید صفت کے لیے ہے اور ’خَوَّانٍ كَفُورٍ‘ سے اشارہ کفارِ قریش کی طرف ہے ۵:۲۵۴

المومنون ۲۷: یعنی ان جانوروں میں سے جو براہِ راست انسان کی معاشی ضرورت سے تعلق رکھنے والے ہیں ۵:۳۱۶

صٓ ۷۳: ’کل‘ صفت کی تاکید کے لیے ہے ۶:۵۳۵

## ’کُلُوْا وَاشْرَبُوْا‘ کا اسلوب

البقرۃ ۶۰: یہاں یہ نکتہ بھی ملحوظ رکھنے کا ہے کہ مَنّ وسلوٰی کے ذکر کے بعد صرف ’کُلُوْا‘ (کھاؤ) کا لفظ وارد ہوا ہے اس لیے کہ اس وقت تک بہتات کے ساتھ صرف غذا کا اہتمام فرمایا تھا۔ جب اسی بہتات اور فراوانی کے ساتھ پانی کا بھی انتظام فرما دیا تو ’کُلُوْا‘ کے ساتھ ’وَاشْرَبُوْا‘ (اور پیو) کا بھی اضافہ کر دیا ۱:۲۲۳

## کلّیہ کا اسلوب، ایک خاص اسلوبِ کلام

ھود ۹: ضدّی اور جھگڑالو مخاطب سے جب منہ پھیر لینا مقصود ہوتا ہے تو بسا اوقات یہ طریقہ اختیار کیا جاتا ہے کہ اس کو خطاب کر کے یا اس کی طرف اشارہ کر کے بات کہنے کے بجائے ایک کلیہ کے اسلوب میں بات کہہ دی جاتی ہے جس سے اعراض کا مقصد بھی پورا ہو جاتا ہے اور بات بھی ایک کلیہ کا جامہ اختیار کر لینے کی وجہ سے زیادہ مؤثر اور جاندار ہو جاتی ہے۔ یہی اسلوبِ تقریر یہاں اختیار کیا گیا ہے ... عام طور پر لوگوں کا حال یہی ہوتا ہے کہ جب اللہ ان کو اپنے فضل سے نوازتا ہے تو وہ اس کے شکر گزار ہونے کے بجائے اکڑتے اور دندناتے ہیں اور جب ذرا خدا کی گرفت میں آ جاتے ہیں تو فوراً دل شکستہ اور مایوس ہو جاتے ہیں ۴:۱۱۱

## ’کَمَا‘ کے مواقع اِستعمال

البقرۃ ۱۵۱: ’كَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ‘ یہ ’کَمَا‘ تقریباً اسی موقع میں استعمال ہوا ہے جس موقع میں ہم ’چنانچہ‘ کا لفظ استعمال کرتے ہیں ۱:۳۷۷

الانفال ۵: عربی زبان میں ’كَذٰلِكَ، كَذٰلِكَ‘ اور ’کَمَا‘

بسااوقات واقعہ کی مماثلت واقعہ سے ظاہر کرنے کے لیے بھی آتے ہیں۔ ایسی صورت میں متعین الفاظ کے اندران کا مشبہ اور مشبہ بہ نہیں ہوتا بلکہ بحیثیتِ مجموعی واقعہ کے اندر ہوتا ہے ․․․ اسی طرح کا 'کَمَا' زیرِ بحث آیت میں بھی ہے۔ اوپر جیسا کہ مذکور ہوا، اِن کمزور قسم کے مسلمانوں کے رویہ پر گرفت فرمائی ہے جو بدر میں حاصل شدہ مالِ غنیمت کی تقسیم پر معترض ہوئے تھے۔ جب ان کی یہ کمزوری زیر بحث آ گئی تو تعلیم و تربیت کا تقاضا یہ ہوا کہ ان لوگوں کی ایک اور کمزوری کی طرف بھی توجہ دلا دی جائے جو اس سے پہلے ان سے اس وقت ظاہر ہوئی جب آنحضرت ﷺ نے مدینہ سے بدر کے لیے نکلنے کا ارادہ فرمایا ہے۔ گویا اس وقت تو ان کی غلطی نظر انداز فرما دی گئی کہ حکمت کا تقاضا یہی تھا لیکن جب اسی طرح کی غلطی ان سے پھر صادر ہوئی تو اس پر گرفت فرمائی گئی اور ساتھ ہی سابق غلطی کی طرف بھی اشارہ فرما دیا گیا کہ لوگ متنبہ ہو جائیں کہ یہ بیماری کہاں سے چلی ہے اور اگر اس کی اصلاح نہ ہوئی تو کہاں تک پہنچ سکتی ہے ٣: ٤٣٤

## 'کُنَّا مُرْسِلِیْنَ' کا اسلوب

القصص ٤٥: 'کُنَّا مُرْسِلِیْنَ' اِسی طرح کا اسلوب ہے جس طرح 'کُنَّا فَاعِلِیْنَ' ہے۔ یہ اسلوبِ کلام کسی فیصلۂ قطعی اور عزمِ جازم کے اظہار کے لیے آتا ہے ٥: ٦٨٠

## کنایہ

النسآء ٤٣: لفظ 'غائط' اصلاً نشیبی زمین کے لیے آتا ہے۔ یہاں یہ قضائے حاجت سے کنایہ ہے ٢: ٣٠٣

النسآء ٤٣: 'اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ' مباشرت سے کنایہ ٢: ٣٠٣

طٰہٰ ٧٧: 'فَاضْرِبْ لَھُمْ طَرِیْقًا' ایک لطیف کنایہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصا کی طرف بھی ہے اس لیے کہ اس راستہ کے بنانے میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصا کو بھی دخل تھا اور عصا کی مناسبت 'ضرب' کے ساتھ واضح ہے ٥: ٧٠

صٓ ١٢: ذُوالْاَوْتَاد میخوں والا۔ عربی میں میخوں سے خیموں کو تعبیر کرتے ہیں اور پھر خیموں سے بطریق کنایہ فوجیں مراد لیتے ہیں ٦: ٥١٦

صٓ ٣٤: 'جَسَدًا' بطور کنایہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی بے بسی اور ان کے غم و الم کی تصویر کے لیے استعمال ہوا ہے ٦: ٥٣٤

الفجر ٧: 'ذَاتِ الْعِمَادِ' 'عِمَاد' اونچے ستونوں کو کہتے ہیں۔ یہ ان کی تعمیری ترقیوں کی تعبیر کے لیے کنایہ ہے ٩: ٣٥٤

الفجر ١٠: 'اَوْتَادِ' بطریق کنایہ فرعون کی فوجوں کی تعبیر کے لیے آیا ہے ٩: ٣٥٥

الفیل ٣: دشمن پر چڑیوں کو مسلط کرنا اس کی شکست و پامالی کی تعبیر کے لیے معروف کنایہ ہے ٩: ٥٦٠

## گریز

المومنون ٢٣: ایک حسین گریز، کشتی کے ذکر کے بعد اس کشتی والے واقعہ کا ذکر اس طرح آ گیا ہے گویا بات میں سے بات پیدا ہو گئی ہے ٥: ٣١٢

النمل ٥٩: ایک بلیغ گریز اور خوبصورت حلقۂ اتصال ٥: ٦٢٢

## 'لَاتَ' کا اسلوب

صٓ ٣: 'لَاتَ' اصل میں 'لَا' ہے البتہ اس کے ساتھ 'ت' کا اضافہ ہو گیا ہے۔ اس طرح کا اضافہ 'ثُمَّ' اور 'رُبَّ' کے ساتھ بھی ہو جاتا ہے۔ البتہ اس صورت میں یہ وقت کی نفی کے لیے خاص ہو جاتا ہے جس طرح یہاں ہے ٦: ٥١٢

## 'لَارَیْبَ فِیْهِ' پہلے جملے کی تاکید

البقرۃ ٢: 'اس میں کوئی شک نہیں ہے' کا مطلب یہ ہے کہ اِس کے کتاب الٰہی ہونے یا ایک کتابِ منزل ہونے میں کوئی شک نہیں ہے۔ یہ جملہ پہلے جملہ کی خبر نہیں بلکہ اس کی تاکید ہے۔ 'ذٰلِکَ الْکِتٰبُ' کے معنی ہیں، یہ کتاب الٰہی ہے۔ اس کے بعد یہ تاکید اسی حقیقت کو مزید قوت کے ساتھ ظاہر کرتی ہے کہ اس کے کتابِ الٰہی ہونے میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے ١: ٨٦

## لازم سے ملزوم پر استدلال کا اسلوب

حٰمٓ السجدۃ ۲۲: 'تَسْتَتِرُوْنَ' کی تاویل بعض اہل تاویل نے 'تَخَافُوْنَ' سے کی ہے۔ ان کے نزدیک مفہوم یہ ہے کہ تم یہ اندیشہ نہیں رکھتے تھے کہ تمھارے کان، آنکھ اور دوسرے اعضا تمھارے خلاف گواہی دیں گے۔ میرے نزدیک لفظ کی یہ تعبیر صحیح ہے۔ یہ لازم سے ملزوم پر استدلال کی نوعیت کی ایک چیز ہے جس کی مثالیں ہر زبان میں مل سکتی ہیں۔ ظاہر ہے کہ اگر وہ یہ اندیشہ رکھتے ہوتے تو کوئی برا کام کرتے ہوئے ان سے چھپتے لیکن جب ان سے وہ نہیں چھپتے تھے تو اس کے صاف معنی یہ ہیں کہ وہ ان سے کوئی اس نوعیت کا اندیشہ نہیں رکھتے تھے ۷: ۹۴

## 'لا' کا استعمال

طٰہٰ ۹۳: 'لا' برائے تاکید ۵: ۸۰

فاطر ۲۰، ۲۱: اس میں دوسرے 'لا' کے اعادے کو بعض اہل ادب نے زائد مانا ہے لیکن ہمارے نزدیک یہ زائد نہیں بلکہ تاکید کے لیے ہے ۶: ۳۷۳

الکٰفرون ۲: مضارع پر جب اس طرح 'لا' آئے گا تو وہ مضارع کو لازماً مستقبل کے مفہوم میں کر دے گا۔ حال کے مفہوم کے لیے 'لا' نہیں بلکہ 'مَا' کا استعمال موزوں ہے ۹: ۶۰۸

## لائے نفی کے اعادے کی ضرورت

البقرۃ ۴۲: یہاں حرف 'لا' کا اعادہ نہ کرنا اس حقیقت کو ظاہر کرتا ہے کہ یہ دونوں باتیں ایک ہی حقیقت کو ظاہر کر رہی ہیں۔ پہلی بات کے بعد یہ دوسری بات صرف ایک وضاحت اور ایک بیان کی حیثیت رکھتی ہے۔ یہود نے حق اور باطل کو گڈمڈ کرنے کی جو کوشش کی اس سے اصل مقصود ان کا حق کو چھپانا ہی تھا۔ تورات میں ان کو جس چیز سے روکا گیا تھا وہ تو یہی حق کو چھپانا تھا لیکن اس حق کو چھپانے کی جو شکل ظاہر میں انھوں نے اختیار کی تھی وہ حق اور باطل دونوں کو گڈمڈ کرنے کی تھی۔ اس وجہ سے قرآن نے ان کو پہلے حق و باطل کو گڈمڈ کرنے سے روکا، پھر اس کتمانِ حق سے روکا جو درحقیقت حق و باطل کے التباس کی اس تمام کوشش کا اصل مقصود و مدعا تھا ۱: ۱۸۴

البقرۃ ۱۸۸: وَتُدْلُوْا... کا عطف پہلے جملہ پر ہے اور چونکہ یہ پہلے جملے ہی کی وضاحت کر رہا ہے اس وجہ سے اس میں حرف 'لا' کے اعادے کی ضرورت نہیں ہوئی۔ [۱: ۴۶۴]

الانفال ۲۷: لائے نفی کا اعادہ نہ کرنا اس بات کا قرینہ ہے کہ حق اور باطل کو گڈمڈ کرنا اخفائے حق کو مستلزم ہے ۳: ۴۶۱

محمد ۳۵: 'وَلَا تَهِنُوْا وَتَدْعُوْٓا اِلَى السَّلْمِ' میں عربیت کا وہی اسلوب ہے جو البقرۃ کی آیت ۴۲ میں زیرِ بحث آ چکا ہے۔ جہاں معطوف اور معطوف علیہ دونوں میں ایک ہی حقیقت ظاہر کی گئی ہو وہاں لائے نہی کے اعادے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ یہی صورت آیتِ زیرِ بحث میں بھی ہے ۷: ۴۲۵

## 'لَا یَغُرَّنَّکَ' کا اسلوب

اٰل عمران ۱۹۶: 'لَا یَغُرَّنَّکَ' میں خطاب عام مسلمانوں سے ہے۔ اِس طرح واحد کے صیغے سے خطاب اِس امر کو ظاہر کرتا ہے کہ مخاطب گروہ کا ایک ایک شخص فرداً فرداً مخاطب ہے ۲: ۲۳۲

## لفظاً ایک معناً مختلف آیات

الکٰفرون ۵: یہ آیت لفظاً تو آیت ۳ کا اعادہ ہے، اِس وجہ سے تکرار کا شبہ پیدا ہوتا ہے لیکن معناً یہ اس سے مختلف ہے۔ اس کا تعلق آیت ۴ کی طرح دَورِ ماضی سے ہے جب کہ آیت ۳ کا تعلق مستقبل سے ہے ۹: ۶۱۰

## لفظ سے مقصود اُس کا لازم

البقرۃ ۷۷: 'جانتا ہے' سے مقصود اُس کا لازم ہے یعنی جب وہ جانتا ہے تو لازماً وہ اس کا اپنے وعدے کے مطابق صلہ بھی دے گا۔ زبان کا یہ اسلوب عربی زبان اور قرآن میں بہت عام ہے ۱: ۲۲۲

الاعراف ۴۰: 'وَنَزَعْنَا مَا فِیْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ' میں زبان کا ایک خاص اسلوب ہے۔ بسا اوقات ایک لفظ استعمال ہوتا ہے اور مقصود اُس سے اُس کا لازم ہوتا ہے مثلاً ارشاد ہوا ہے 'فَالْيَوْمَ نَنْسٰهُمْ كَمَا نَسُوْا لِقَآءَ يَوْمِهِمْ هٰذَا' (پس آج ہم ان کو بھلا دیں گے جس طرح

انھوں نے اپنے اس دن کی ملاقات کو بھلائے رکھا) ظاہر ہے کہ یہاں بھلا دینے سے اُس کا لازم یعنی عدمِ التفات مراد ہے ورنہ اللہ کے کسی چیز کو بھلا دینے کے کیا معنی! وہ تو کوئی چیز بھی کبھی نہیں بھلاتا۔ اِسی طرح فرمایا 'فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ' (پس تم مجھے یاد رکھو، میں تمھیں یاد رکھوں گا) میں تمھیں یاد رکھوں گا یعنی میری نظرِ عنایت تم پر برابر رہے گی، ہر قدم پر تمھاری مدد کروں گا، اپنا ایک ایک وعدہ جو میں نے تم سے کیا ہے پورا کروں گا اور مزید براں اپنے فضلِ ابدی سے نوازوں گا۔

اِسی اسلوب پر یہاں 'نَزَعْنَا مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ' سے مراد اس کا لازم ہے یعنی اہلِ ایمان جنت میں ایک دوسرے سے تپاک اور محبت سے ملیں گے، ایک دوسرے کا خیرمقدم کریں گے، آمنے سامنے بیٹھ کر اُس میں تبادلۂ مہر و محبت کریں گے، ان کے درمیان کسی رنجش و کدورت کا شائبہ نہ ہوگا۔ یہ مضمون دوسرے مقامات میں 'عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ' کے الفاظ سے ادا ہوا ہے ۳:۲۵۸

## لفظ کی جمع وسعتِ اطراف کے لیے

الاعراف ۱۳۷: 'مَشَارِقَ' اور 'مَغَارِبَ' کے الفاظ سے اس حکومت کے وسیع الاطراف ہونے کی طرف اشارہ ہو رہا ہے۔ عربی میں بعض مرتبہ کسی لفظ کی جمع اس کے اطراف کی وسعت کے لحاظ سے بھی آتی ہے ۳:۳۵۷

القمر ۵۴: لفظ جنت کا جمع ہونا جنت کی وسعتِ اطراف کی طرف بھی اشارہ کر رہا ہے اور اس سے یہ بات بھی نکلتی ہے کہ ہر شخص کو کئی کئی باغ ملیں گے اور ان کے اندر بھی بہت سے الگ الگ باغ باغیچے ہوں گے ۸:۱۱۵

## 'ل' کا اِستعمال

البقرۃ: 'لِلْمُتَّقِيْنَ' میں حرف لام انتفاع کے مفہوم میں ہے یعنی اِس کتاب سے فائدہ وہی لوگ اٹھائیں گے جو متقی ہیں۔ جس طرح سورج چمکتا تو سب کے لیے ہے لیکن اس سے فائدہ وہی لوگ اٹھاتے ہیں جو آنکھیں رکھتے بھی ہیں اور جو ان آنکھوں کو دیکھنے کے لیے کھولتے بھی ہیں۔ اِسی طرح یہ کتاب اتری تو سب ہی کی ہدایت کے لیے ہے لیکن چونکہ اس سے فائدہ فی الحقیقت وہی لوگ اٹھائیں گے جن کے اندر خدا کا خوف ہو۔ اس وجہ سے فرمایا کہ یہ متقین کے لیے ہدایت ہے ۱:۸۸

آلِ عمران ۱۵۶: 'ل' بابت اور متعلق کے معنی میں ۲:۲۰۶

النسآء ۱۵۹: 'لَيُؤْمِنَنَّ' میں 'لام' تاکید اور قسم کا ہے ۲:۴۲۲

المآئدۃ ۴۱: 'سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ' سمع کے معنی جس طرح سننے کے آتے ہیں اسی طرح قبول کرنے کے بھی آتے ہیں اور 'ل' یہاں اضافت کے مفہوم کو ظاہر کر رہا ہے ۲:۵۲۲

الانعام ۵۳: لامِ عاقبت جو علت کو نہیں بلکہ نتیجہ کو ظاہر کرتا ہے ۳:۶۰

الانعام ۷۱ تا ۷۳: 'ل' مؤکد ۳:۸۲

الاعراف ۲۰: 'ل' عاقبت کا ہے ۳:۲۳۵

الاعراف ۳۸: 'ل' 'فی' کے معنی میں ۳:۲۵۶

الانفال ۱۱: 'ل' کا اعادہ ۳:۴۴۷

یونس ۷۷: 'لِلْحَقِّ' میں 'ل' 'فی' کے معنی میں ہے ۴:۷۶

یونس ۸۸: 'ل' بسا اوقات کسی چیز کے اس انجام اور نتیجہ کو ظاہر کرتا ہے جو اس سے ظہور میں آتا ہے ۴:۸۲

بنی اسرآئیل ۷۸: 'دُلُوْكِ' پر 'ل' وقت کے مفہوم میں ہے۔ اِس معنی کے لیے یہ عربی میں معروف ہے۔ جس مفہوم کو ہم لفظ 'پر' سے ادا کرتے ہیں، بعض مواقع میں وہی مفہوم 'ل' ادا کرتا ہے۔ 'اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ' نماز کا اہتمام کرو زوالِ آفتاب پر ۴:۵۳۰

الکہف ۱۲: 'لِنَعْلَمَ' پر 'ل' غایت و نہایت کے مفہوم میں ۴:۵۶۸

الکہف ۱۹: 'لِيَتَسَآءَلُوْا' پر 'ل' غایت و نہایت کے مفہوم میں ہے ۴:۵۷۳

الحج ۵: 'ل' غایت و نہایت کے مفہوم میں ۵:۲۱۸

القصص ۸: 'ل' غایت و نہایت کے مفہوم میں ۵:۶۶۰

سبا ۴۳: 'ل' 'فی' کے مفہوم میں ۶:۳۳۳

الاحقاف ۱۱: 'لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا' سے یہاں غربائے مسلمین مراد ہیں اور 'ل' یہاں فی کے مفہوم میں ہے ۷:۳۵۶

الفتح ۲: 'ل' یہاں غایت ونہایت کے مفہوم میں ہے ۷:۴۳۳

الفتح ۲۹: 'ل' یہاں غایت ونہایت کے مفہوم میں ہے ۷:۴۷۶

النور ۳۸: 'ل' ثمرۂ فعل کے لیے ۵:۴۱۳

النجم ۳۱: 'لِیَجْزِیَ الَّذِیْنَ'... یہ 'ل' بیانِ علت کے لیے نہیں بلکہ بیانِ نتیجہ کے لیے ہے ۸:۷۰

المدثر ۳۱: 'ل' یہاں نتیجہ کے بیان کے لیے ہے ۹:۵۷

التکاثر ۶: 'لَتَرَوُنَّ الْجَحِیْمَ' پر 'ل' اس یقین کی تعبیر کے لیے ہے جس کا ہونا مطلوب ہے ۹:۵۲۴

## 'لَکَ' کا استعمال

الم نشرح ۱، ۴: 'لَکَ' جس طرح پہلی آیت میں اختصاص، تائیداور نصرت کے اظہار کے لیے ہے اِسی طرح یہاں بھی ہے ۹:۴۲۷

## 'لِلْحَقِّ' کے بعد 'لَمَّا جَآءَ هُمْ' کا اسلوب

الاحقاف ۷: 'للحق' کے بعد 'لَمَّا جَآءَ هُمْ' کے الفاظ ان کے اس فعل کی شناعت کو ظاہر کررہے ہیں کہ اس حق کو انھوں نے جادو اس وقت قرار دیا جب کہ وہ ان کے پاس آ گیا ۷:۳۴۹

## 'لَمَّا' اور فعل کے درمیان 'اِن' کا استعمال

العنکبوت ۳۳: جب 'لَمَّا' اور اس کے بعد کے فعل کے درمیان 'اَنْ' آ جائے تو اس صورت میں شرط اور اس کے جواب کے درمیان سبب اور مسبّب کا تعلق پیدا ہو جاتا ہے ۶:۳۷

## 'لَمَّا' کا استعمال

الاعراف ۱۸۹: 'لَمَّا، کُلَّمَا' اور 'اِذَا' کی جگہ پر استعمال ۳:۴۰۷

الزخرف ۵۰: 'لَمَّا' یہاں 'کُلَّمَا' کے مفہوم میں ہے۔ اس وجہ سے اس کے بعد 'اذا' کا استعمال جو مناجات کے لیے آتا ہے، بالکل موزوں ہے ۷:۲۳۷

## 'مَاسَبَقَكُمْ بِهَا' الگ جملہ ہے

الاعراف ۸۰: 'مَاسَبَقَكُمْ بِهَا' 'فَاحِشَةً' کی صفت نہیں، الگ جملہ ہے ۳:۳۰۶

## 'ما' سوالیہ

الاعراف ۴۸: ہم نے یہاں 'مـا' کو سوالیہ مفہوم میں لیا ہے۔ اِس میں زور بھی زیادہ ہے اور قرآن کے نظائر سے اس کی تائید بھی ہوتی ہے۔ پھر بعد کا جملہ، جو اس سے متعلق ہے، واضح طور پر سوالیہ ہے بھی۔ اگر اس کو بعد والے جملہ سے الگ مفہوم میں لیں گے تو کلام میں ہم آہنگی باقی نہیں رہے گی ۳:۲۶۹

## ماضی کا اسلوب

جو بات اللہ تعالیٰ کے ہاں قطعی طور پر طے ہو گئی اور جس کا ظہور لازمی ہے وہ گویا واقع ہو چکی، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کے فیصلوں کو کوئی بدلنے پر قادر نہیں ہے۔ اِس قطعیت کو ظاہر کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ کے وعدے اور وعیدیں قرآن میں ماضی کے صیغوں سے بھی بیان ہوئی ہیں۔ یہ اسلوب ہر زبان میں معروف ہے ۷:۳۹۵

المآئدۃ ۲۰: اللہ تعالیٰ کے وعدے جو مستقبل سے متعلق ہوتے ہیں، بعض اوقات ماضی کے صیغے سے تعبیر کیے جاتے ہیں ـــــ یہ وعدوں کی قطعیت کے اظہار کا ایک بلیغ اسلوب ہے جو قرآن میں بہت استعمال ہوا ہے۔ گویا یہ وعدے محض وعدے نہیں بلکہ واقعات ہیں جو واقع ہو چکے ۲:۴۸۶

المومنون ۱: یہ بشارت ہے تو مستقبل سے متعلق لیکن اِس کو تعبیر ماضی کے صیغے سے فرمایا ہے جس سے مقصود اس کی قطعیت کا اظہار ہے ۵:۲۹۶

الفرقان ۱۹: مستقبل کی بات کو بتقاضائے بلاغت ماضی کی شکل میں

کر دیا ہے ۵:۷ ۴۵

الروم ۱۳: مستقبل کے احوال ماضی کے صیغوں میں بیان ہوئے ہیں۔ یہ اسلوب تقریبِ فہم کے لیے اختیار کیا جاتا ہے گویا مخاطب جس چیز کو نہایت بعید سمجھتے ہیں متکلم اس کو ماضی کے اسلوب میں ایک واقع شدہ واقعہ کی حیثیت سے پیش کرتا ہے۔ احوالِ قیامت کے بیان میں قرآن نے یہ اسلوب اکثر جگہ استعمال کیا ہے ۶:۷۹

محمد ۲: جس طرح کفار کے لیے تہدید قطعیت کے اظہار کے لیے ماضی کے اسلوب میں بیان ہوئی ہے اسی طرح اہل ایمان کے لیے بشارت بھی ماضی کے اسلوب میں بیان ہوئی ہے ۷:۳۵۹

محمد ۴: 'وَالَّذِیْنَ قُتِلُوْا' میں مستقبل کی جگہ ماضی کا صیغہ اس لیے استعمال ہوا ہے کہ یہ بشارت ان لوگوں پر بھی حاوی ہو جائے جو راہِ حق میں اس سے پہلے قتل ہوئے ۷:۴۰۰

قٓ ۱۹، ۲۰: ماضی کا صیغہ اس کی قطعیت کے اظہار کے لیے ہے ۷:۵۴۸

الصّف ۱: یہ بات بھی قابلِ توجہ ہے کہ اس سورہ میں 'سَبَّحَ' آیا ہے اور اگلی سورہ میں 'یُسَبِّحُ' ہے۔ ان دونوں اسلوبوں میں یہ فرق ہے کہ ماضی بیانِ واقعہ اور بیانِ حقیقت کے لیے آتا ہے اور مضارع تصویرِ حال اور استمرار کا فائدہ بھی دیتا ہے ۸:۳۵۳

البروج ۶: ممکن ہے کہ کسی کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہو کہ حرف 'اِذْ' گذرے ہوئے زمانے کے کسی واقعہ کی یاددہانی کے لیے آتا ہے اور ہم نے مستقبل میں پیش آنے والی صورتِ حال کے بیان کے مفہوم میں لیا ہے لیکن اس شبہ کا ازالہ یوں ہو جاتا ہے کہ قرآن میں احوالِ قیامت کی تفصیل جابجا ماضی کے صیغوں سے کی گئی ہے جس کی توجیہ علماء نے یہ کی ہے کہ مستقبل کی تعبیر ماضی کے اسلوب میں اس کی قطعیت کو ظاہر کرتی ہے ۹:۲۹۰

الکوثر ۱: اس میں حرفِ تاکید اور صیغۂ ماضی وعدے کی قطعیت کے اظہار کے لیے ہے ۹:۵۸۹

اللّھب ۱: یہ جملہ انشائیہ نہیں بلکہ خبریہ ہے اور یہ خبر ماضی کے صیغہ میں ابولہب کی بربادی کی پیشین گوئی ہے جو اس وقت کی گئی ہے جب اس پر حجت تمام کی جا چکی ہے ۹:۶۳۰

## مافی الذہن کی تعبیر قول سے

التوبۃ ۸۶: 'وَقَالُوْا ذَرْنَا نَکُنْ مَّعَ الْقٰعِدِیْنَ' میرے نزدیک یہ ان کے مافی الذہن کو ان کے قول سے تعبیر فرمایا ہے۔ قرآن میں بعض جگہ یہود کا قول نقل ہوا ہے 'وَقَالُوْا سَمِعْنَا وَعَصَیْنَا' ہر چند وہ کہتے تو تھے 'سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا' لیکن چونکہ ان کے دل کی آواز یہی ہوتی تھی کہ 'سَمِعْنَا وَعَصَیْنَا' اور اپنے عمل سے بھی انھوں نے اسی کی گواہی دی۔ اس وجہ سے قرآن نے ان کے دل کی شہادت کو ان کے قول سے تعبیر فرمایا گویا انھوں نے 'سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا' نہیں بلکہ 'سَمِعْنَا وَعَصَیْنَا' ہی کہا تھا۔ اس طرح ان منافقین نے اگرچہ پیش تو کیے عذرات اور کچھ مجبوریاں لیکن ان سب کے باطن میں مضمر تھی محض تن آسانی اور بزدلی۔ وہ نکلنے والے غازیوں کے ساتھی نہیں بلکہ بیٹھ رہنے والے بزدلوں، ناکاروں اور معذوروں کے ساتھی بننا چاہتے تھے۔ ان کے عذرات اور بہانوں کی اسی مضمر حقیقت کو قرآن نے ان کے قول سے تعبیر کر دیا ہے جس میں ایک نہایت لطیف قسم کا طنز پیدا ہو گیا ہے جس کی ایک سے زیادہ نظیریں قرآن میں موجود ہیں ۳:۶۲۰

## 'مَا کَانَ' کا اسلوب

الانفال ۶۷: 'مَا کَانَ' کا اسلوب بیانِ الزام اور رفعِ الزام دونوں کے لیے آ سکتا ہے اور قرآن میں دونوں ہی قسم کے مواقع میں یہ اسلوب استعمال ہوا ہے۔ اس امر کا تعین کہ یہ الزام کے لیے ہے یا رفعِ الزام کے لیے، موقع و محل، سیاق و سباق، قرینہ اور مخاطب کو پیشِ نظر رکھ کر کیا جاتا ہے۔ بعینہٖ یہی اسلوب بیانِ آل عمران ۱۶۱ میں ہے۔ 'وَمَا کَانَ لِنَبِیٍّ اَنْ یَّغُلَّ وَمَنْ یَّغْلُلْ یَاْتِ بِمَا غَلَّ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ' (اور کسی نبی کی یہ شان نہیں کہ وہ خیانت کرے اور جو خیانت کرے گا وہ قیامت کے دن اپنی خیانت کے ساتھ حاضر ہوگا) ظاہر ہے کہ یہ آیت الزام کے لیے

نہیں بلکہ رفع الزام اور نبی کی تنزیہ شان کے لیے ہے۔۔۔

ٹھیک اسی اسلوب پر آیت زیر بحث میں قریش کی تردید کی گئی ہے۔۔۔ کوئی نبی اس بات کا روادار نہیں ہوتا کہ وہ قیدی پکڑنے، فدیہ وصول کرنے اور مالِ غنیمت لوٹنے کے شوق میں ملک میں خوں ریزی برپا کر دے۔ یہ باتیں تم اس لیے کہتے ہو کہ تم نبی کو اپنے اوپر قیاس کرتے ہو۔ تمھاری چاہتیں چونکہ یہی کچھ ہیں، تم سمجھتے ہو کہ نبی بھی یہی کچھ چاہتا ہے ۳:۵۱۰

## مبالغہ

**الاعراف ۲۱:** 'مقاسمۃ' باب مفاعلت سے ہے جو عام طور پر تو مشارکت کے مفہوم کے لیے آتا ہے لیکن کبھی کبھی یہ صرف تکثیر اور مبالغہ کے لیے بھی آتا ہے۔ یہاں 'اقسم' کے بجائے 'قَاسَمَ' کا لفظ جو استعمال ہوا ہے اس سے یہ بات نکلتی ہے کہ شیطان کو اپنا اعتماد جمانے کے لیے بڑی جدوجہد کرنی پڑی۔ بار بار قسمیں کھا کھا کے اسے یہ یقین دلانا پڑا کہ وہ جو کچھ کہہ رہا ہے محض بربنائے خیر خواہی کہہ رہا ہے۔ اس میں کسی بدنیتی کو دخل نہیں ہے ۳:۲۳۶

**الاعراف ۵۴:** تفاعل میں غایت درجہ مبالغہ کا مضمون پایا جاتا ہے۔ اِس وجہ سے 'تَبٰرَکَ اللّٰہُ' کے معنی ہوں گے، بڑی ہی برکت و رحمت والی ہستی ہے اللہ ۳:۲۷۹

**ھود ۷۵:** 'اَوَّاہٌ' آہ سے مبالغہ کا صیغہ ۴:۱۵۷

**الفرقان ۱:** جس طرح تعاظم اور تعالیٰ اور اس باب کے دوسرے صیغوں کے اندر مبالغہ کا مفہوم پایا جاتا ہے اِسی طرح 'تبارک' کے اندر بھی مبالغہ کا مفہوم پایا جاتا ہے یعنی بڑی ہی بابرکت اور بافیض ہستی ہے وہ جس نے لوگوں کے انذار کے لیے، اپنے بندے پر، ایک ایسی کتاب اتاری جو حق اور باطل کے درمیان امتیاز کے لیے ایک حجتِ قاطع کی حیثیت رکھتی ہے ۵:۴۴۳

**الشعرآء ۹۴:** 'کُبْکِبُ' میں حرف کی زیادتی نے مبالغہ کا مفہوم پیدا کر دیا ہے ۵:۵۲۷

**القصص ۴۸:** لفظ 'سِحْرٌ' یہاں 'ساحر' کے مفہوم میں ہے لیکن اس کے اندر مبالغہ کا مضمون پیدا ہو گیا ہے جس طرح زیدٌ عدلٌ استعمال ہوتا ہے ۵:۶۸۷

**صٓ ۲۴:** 'قلیل' کے ساتھ 'مَا' کے اضافہ نے اِس کے اندر مبالغہ کا مفہوم پیدا کر دیا ہے ۶:۵۲۶

**محمد ۱۵:** 'خَمْرٌ' کی صفت 'لذت' میں مبالغہ کا مفہوم پایا جاتا ہے جس طرح زیدٌ عدلٌ میں مبالغہ کا مفہوم ہے یعنی وہ یکسر لذت ہی لذت ہوگی، پینے والے اس سے نہ کسی قسم کی تلخی، ناگواری یا خمار کا احساس کریں گے نہ وہ بدمستی اور گناہ کی محرک ہوگی ۷:۴۰۵

**الملک ۱:** 'تَبٰرَکَ' کے اندر عظمت اور برکت دونوں کے مفہوم پائے جاتے ہیں اور ساتھ ہی یہ صیغہ مبالغہ کا بھی ہے۔ اس وجہ سے اس کے معنی ہوں گے کہ بڑی ہی باعظمت اور بافیض ہے وہ ذات جس کے قبضۂ قدرت میں اِس کائنات کی باگ ہے ۸:۴۹۰

**الشمس ۱۰:** 'دَسّٰھَا' دراصل 'دَسَّسَ' کے مادہ سے ہے، جس کے معنی کسی چیز کو خاک میں ڈھانک دینے اور مٹی میں ملا دینے کے ہیں۔ یہی لفظ بدل کر 'دَسّٰھَا' ہو گیا اور اس تبدیلی سے اس کے اندر مبالغہ کا مفہوم پیدا ہو گیا ہے یعنی اس کو بالکل خاک میں ملا دیا ۹:۳۸۸

## مبالغہ فی النفی کا اسلوب

**اٰل عمران ۱۸۲:** یہ عذاب جو کچھ بھی ہوگا ان کے اعمال ہی کا ثمرہ و نتیجہ ہوگا اس لیے کہ اللہ تعالیٰ بندوں پر کسی قسم کا ظلم کرنے والا نہیں ہے ۲:۲۲۰

**الانفال ۵۱:** 'لَیْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِیْدِ' میں بھی عربی زبان کا ایک خاص اسلوب ہے۔ عربی میں مبالغہ پر جب نفی آتی ہے تو اِس سے مبالغہ فی النفی کا مضمون پیدا ہوتا ہے یعنی خدا بندوں پر ذرا بھی ظلم کرنے والا نہیں۔ امراء القیس نے 'لَیْسَ بِفَعَّالٍ' اور 'لَیْسَ بِقَتَّالٍ' کے قسم کی ترکیبیں استعمال کی ہیں یعنی فلاں میں کچھ بھی کرنے کی صلاحیت نہیں، فلاں میں لڑنے کا ذرا دم خم نہیں، بس باتوں کا غازی ہے کردار کا غازی نہیں ۳:۴۹۶

**الحج ۱۰:** اس اسلوب کی وضاحت اوپر ہو چکی ہے ۵:۲۲۱

حٰمٓ السجدۃ ۴۶: جب مبالغہ پر نفی آئے تو اس سے مقصود مبالغہ فی النفی ہوتا ہے اس وجہ سے 'وَمَا رَبُّکَ بِظَلَّامٍ لِّلۡعَبِیۡدِ' کے معنی ہوں گے: اور تیرا رب بندوں پر ذرا بھی ظلم کرنے والا نہیں ہے ۱۱۸:۷

قٓ ۲۹: 'وَمَآ اَنَا بِظَلَّامٍ لِّلۡعَبِیۡدِ' میں عربیت کا ایک اسلوب ہے کہ جب مبالغہ پر نفی آتی ہے تو اس سے مقصود مبالغہ فی النفی ہوتا ہے۔ اس وجہ سے اس کے معنی ہوں گے کہ میں بندوں پر ذرا بھی ظلم کرنے والا نہیں ہوں۔ ہمارے مفسرین اور مترجمین عام طور پر اس اسلوب سے چونکہ ناواقف ہیں اس وجہ سے وہ اس کو 'لَیۡسَ بِظَالِمٍ' کے معنی میں لیتے ہیں اور مترجمین اپنے ترجموں میں انہی کی پیروی کرتے ہیں حالانکہ یہ الفاظ قرآن سے صریح بے پروائی ہے۔ غور کرنے کی بات ہے کہ اگر مقصود یہی کہنا ہوتا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر ظالم نہیں ہے تو زبان کا سادہ اسلوب چھوڑ کر اس مطلب کو ادا کرنے کیلئے 'لَیۡسَ بِظَلَّامٍ' کا اسلوب کیوں اختیار کیا جاتا؟ قرآن میں ہر لفظ اور ہر اسلوب کا ایک خاص مقام ہے جس کو اچھی طرح سمجھے بغیر آیت کی صحیح تاویل ممکن نہیں ہے۔

کلامِ عرب میں اس اسلوب کی مثالیں موجود ہیں... قرآن میں یہی بات دوسرے اسلوب میں بھی فرمائی گئی ہے مثلاً سورۂ نساء میں ہے 'اِنَّ اللّٰہَ لَا یَظۡلِمُ مِثۡقَالَ ذَرَّۃٍ' (۴۰) اللہ ذرہ کے برابر بھی ظلم نہیں کرتا۔ سورۂ یونس میں ہے:

'اِنَّ اللّٰہَ لَا یَظۡلِمُ النَّاسَ شَیۡئًا' (۴۴) اللہ لوگوں پر ذرا بھی ظلم نہیں کرتا... ۵۵۵:۷

## متکلّم کی بات شروع ہوتے ہی مخاطب کی بات کاٹنے کا اسلوب

الصّٰٓفّٰت ۲۸: قرآن میں اہل دوزخ کے باہمی سوال و جواب کے سلسلے میں یہ بلیغ اسلوب جگہ جگہ استعمال ہوا ہے کہ متکلم کی بات شروع ہوتے ہی مخاطب اس کو کاٹ کر اس کا جواب دینے کی کوشش کرتا ہے تاکہ وہ اس کے لگائے ہوئے الزام سے اپنے کو بچالے جائے... یہاں بھی وہی اسلوب ہے۔ عوام جونہی اپنے لیڈروں کو ملامت کرنا چاہیں گے اور ان کی زبان سے یہ کلمہ نکلے گا کہ "آپ ہی لوگ ہمارے پاس آتے تھے دہنے سے..." تو ان کے لیڈر سمجھ جائیں گے کہ یہ لوگ کہنا چاہتے ہیں کہ "تم ہی لوگ ہمارے دہنے بائیں سے آ آ کر ہمیں پیغمبر کی بات سننے سے روکتے رہے ہو" چنانچہ جونہی ان کی زبان سے لفظ 'عَنِ الۡیَمِیۡنِ' نکلے گا وہ فوراً سبقت کر کے ان کی بات کاٹ دیں گے اور اپنا دفاع شروع کر دیں گے۔ ان کی اس مداخلت اور اس قطع کلام کو ظاہر کرنے کے لیے قرآن نے بات 'عَنِ الۡیَمِیۡنِ' ہی پر ختم کر دی ہے تاکہ اسلوب کلام ہی سے یہ حقیقت واضح ہو جائے کہ آج جو لوگ آنکھ بند کر کے اپنے لیڈروں کی پیروی کر رہے ہیں ایک دن آئے گا کہ ان کے لیڈر ان کو بات بھی پوری نہیں کہنے دیں گے بلکہ بیچ ہی سے بات کاٹ کر اپنی براءت کا اعلان شروع کر دیں گے ۴۶۳:۶

## مثنیٰ کا صیغہ

طٰہٰ ۱۲۳: اِن آیات میں خطاب حضرت آدم علیہ السلام و حوا علیہا السلام سے نہیں بلکہ آدم علیہ السلام اور ابلیس سے بحیثیت دو فریقوں کے ہے ۱۰۱:۵

الحج ۱۹: دونوں گروہوں کے انجام کی تفصیل ۲۳۱:۵

سبا ۱۵: 'جَنَّتٰنِ' یہاں دو باغوں کے مفہوم میں نہیں بلکہ باغوں کی دو قطاروں کے مفہوم میں ہے ۳۰۷:۶

الزخرف ۳۸: مشرقین کا مفہوم عام طور پر مفسرین نے مشرق و مغرب لیا ہے لیکن میرے نزدیک یہ صحیح نہیں ہے۔ عربی میں بعض مرتبہ مثنیٰ کسی شے کے دونوں کناروں کی وسعت کے اظہار کے لیے آتا ہے۔ قرآن میں مغربین و مشرقین اور مشارق و مغارب وغیرہ الفاظ اسی پہلو سے استعمال ہوئے ہیں ۲۳۰:۷

الحجرات ۱۰: 'بَیۡنَ اَخَوَیۡکُمۡ' میں مثنیٰ سے یہ بات لازم نہیں آتی کہ جنگ دو بھائیوں ہی کے درمیان ہو بلکہ یہ مثنیٰ مسلمانوں کے دو گروہوں کے لیے استعمال ہوا ہے۔ مثنیٰ کا اس طرح استعمال عربی میں معروف ہے ۵۰۰:۷

الرحمٰن ۱۷: 'مشرقین' اور 'مغربین' کے مثنیٰ لانے کی توجیہ عام طور پر ہمارے مفسرین نے یہ کی ہے اس سے سردی اور گرمی کے مشرق و مغرب

مراد ہیں لیکن یہ محض تکلف ہے۔ قرآن میں یہ الفاظ واحد، ثنیٰ، جمع تینوں صورتوں میں استعمال ہوئے ہیں اور ان تینوں ہی صورتوں میں مفہوم کے اعتبار سے کوئی خاص فرق نہیں ہے۔ ثنیٰ کی صورت میں مقصود ان کے دونوں اطراف کا احاطہ ہوتا ہے اور جمع کی شکل میں ان کے اطراف واکناف کی بے نہایت وسعت کی طرف اشارہ ہوتا ہے ۸:۱۳۳

المعارج ۴۰: عربی زبان میں بعض مرتبہ ثنیٰ کسی شے کے دونوں اطراف کی طرف اشارہ کے لیے آتا ہے جس طرح سورۂ کہف میں 'بَیْنَ الصَّدَفَیْنِ' آیا ہے۔ اسی طرح بعض اوقات جمع محض کسی شے کی وسعتِ اطراف کو ظاہر کرنے کے لیے آتی ہے ۸:۵۷۹

## مجانست کا اسلوب

البقرۃ ۱۹۳: فَاِنِ انْتَھَوْا فَلَا عُدْوَانَ اِلَّا عَلَی الظّٰلِمِیْنَ 'عدوان' کے اصلی معنی تو تعدی اور زیادتی کے ہیں لیکن یہاں یہ لفظ مجرد اقدام (action) کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ عربی زبان میں کبھی کبھی بعض الفاظ محض مجانست وہم آہنگی کے لیے استعمال ہوجاتے ہیں۔ ان کا مفہوم موقع ومحل سے متعین ہوتا ہے مثلاً کہتے ہیں 'دِنَّاھُمْ کَمَا دَانُوْا' (ہم نے ان کو بدلہ دیا جیسا کہ انھوں نے ہمارے ساتھ کیا) ظاہر ہے کہ یہاں دانوا محض دنّا کی مشابہت کی وجہ سے لایا گیا ہے ورنہ موقع 'فَعَلُوْا' یا اس کے ہم معنی کسی لفظ کا ہے یا قرآن میں ہے 'جَزٰٓؤُا سَیِّئَۃٍ سَیِّئَۃٌ مِّثْلُھَا' (برائی کا بدلہ اسی کے مانند بدلہ ہے)۔ ہر شخص جانتا ہے کہ کسی برائی کا بدلہ کوئی برائی نہیں ہے لیکن محض سابق لفظ کی ہم آہنگی کی وجہ سے جرم کے ساتھ اس کی سزا کو بھی 'سَیِّئَۃ' سے تعبیر کردیا ہے۔ اسی طرح آگے والی آیت میں ہے 'فَمَنِ اعْتَدٰی عَلَیْکُمْ فَاعْتَدُوْا عَلَیْهِ' (جو تم پر زیادتی کرے تو تم بھی اس کی زیادتی کے برابر اس کے خلاف اقدام کرو) اس آیت میں کسی کی زیادتی کے جواب میں جو اقدام کیا جائے اس کو بھی 'اعتداء' کے لفظ سے تعبیر فرمایا ہے حالانکہ یہ معنی میں محض اقدام کے ہے۔ صرف اپنے ماسبق کے ساتھ ہم آہنگی کی وجہ سے اس شکل میں استعمال ہوا۔ عربی زبان کے اسی معروف اسلوب کے مطابق زیر بحث آیت میں بھی لفظ 'عدوان' استعمال ہوا لیکن مراد اس سے مجرد وہ اقدام ہے جو جوابی کارروائی کے طور پر کیا جائے۔ ۱:۴۷۹

الانعام ۱۴۲: لفظی تجانس کے ساتھ معنوی تجانس ۳:۱۸۶

النحل ۱۲۶: 'فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ' میں مشاکلت کا وہی اسلوب ملحوظ ہے جس کی مثال 'دِنَّاھُمْ کَمَا دَانُوْا' ہے۔ 'کَمَا دَانُوْا' یعنی 'کَمَا فَعَلُوْا' اسی طرح اس کے معنی یہ ہیں کہ اگر تم بدلہ لینا ہی چاہو تو اتنا ہی بدلہ لو جتنا تمھارے ساتھ کیا گیا ہے۔ جرم اور سزائے جرم میں عدم توازن نہ ہو۔ یہ نہ ہو کہ تم اینٹ کا جواب پتھر سے دینے کے لیے اٹھ کھڑے ہو۔ علاوہ ازیں منہیات سے اجتناب مسلمانوں کے لیے ہر صورت میں لازم ہے۔ اگر مخالف ہمیں گالیاں دے تو ہم اس کے جواب میں گالیاں نہیں دے سکتے۔ اپنے معروف اخلاقی حدود کے اندر رہتے ہوئے ہی ہم اس کا جواب دے سکتے ہیں ۴:۴۶۴

الحج ۶۰: مماثلت کے اسی اسلوب پر ہے جو 'دِنَّاھُمْ کَمَا دَانُوْا' یا 'جَزٰٓؤُا سَیِّئَۃٍ سَیِّئَۃٌ مِّثْلُھَا' وغیرہ میں ملحوظ ہے ۵:۲۷۹

الشوریٰ ۴۰: کوئی انتقامی کارروائی کوئی برائی نہیں ہے بلکہ قصاص ہے لیکن یہاں اس کو 'سَیِّئَۃ' کے لفظ سے عربی زبان کے اس اسلوب کے مطابق تعبیر کیا گیا ہے کہ بعض اوقات الفاظ مجانست کے اصول پر استعمال ہوتے ہیں ... یہ امر یہاں ملحوظ رہے کہ کسی کے خلاف انتقامی کارروائی میں بھی کسی ایسے فعل کا ارتکاب جائز نہیں ہے جو شریعت میں بہر شکل ممنوع ہے ۷:۱۸۱

الکٰفرون ۳: مشرکین کے معبودوں کے لیے 'مَا تَعْبُدُوْنَ' کا استعمال بالکل ٹھیک ہے اس لیے کہ وہ فرضی اور وہمی چیزوں کی پوجا کرتے تھے لیکن اللہ تعالیٰ کے لیے 'مَآ اَعْبُدُ' کا استعمال کچھ کھٹکتا ہے۔ یہ مجانست کے اسی اصول پر استعمال ہوا ہے جس کی مثالیں عربی زبان اور قرآن دونوں میں معروف ہیں ۹:۶۰۹

## مجمل کی شرح مفصل کی روشنی میں

النبآء ۲۳: 'احقاب' کے معنی قرنوں کے ہیں۔ اس کی وضاحت قرآن میں جگہ جگہ 'خٰلِدِیْنَ فِیْھَآ اَبَدًا' کے الفاظ سے ہوگئی ہے یعنی وہ اس میں ہمیشہ ہمیش رہیں گے۔ بعض لوگوں نے اس سے طویل مدت مراد لے کر

یہ نتیجہ نکالنے کی کوشش کی ہے کہ جہنم بالآخر ایک دن ختم ہو جائے گی لیکن یہ رائے غلط ہے۔ زبان کے سمجھنے کا طریقہ یہ ہے کہ مجمل کی شرح مفصل کی روشنی میں کرتے ہیں نہ کہ مفصل کی شرح مجمل کی روشنی میں۔ 'خٰلِدِیْنَ فِیْهَآ اَبَدًا' کے الفاظ ظاہر ہے کہ مفصل ہیں اور لفظ احقاب مجمل۔ اس مجمل کو مفصل کی روشنی میں سمجھیں گے نہ کہ اس کے برعکس ۹:۱۶۳

## مجہول کا صیغہ

الاعراف ۱۲۰: 'وَاُلْقِیَ السَّحَرَۃُ سٰجِدِیْنَ' ساحر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزے کی قہرمانیت سے اتنے متاثر و مرعوب ہوئے کہ بے تحاشا سجدے میں گر پڑے۔ مجہول کا صیغہ ان کے جذبۂ تعظیم و اکرام سے مغلوبیت کی تعبیر کے لیے ہے ۳:۷۴۳

طٰہٰ ۱۰۲: مجہول کا صیغہ ہولناکی کی تعبیر کے لیے ہے ۵:۹۰

الحج ۲۴: صیغۂ مجہول تشریف و تکریم پر دلیل ہے ۵:۲۳۳

الحج ۴۴: 'وَکُذِّبَ مُوْسٰی' حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تکذیب کا ذکر مجہول کے صیغہ سے کیا ہے درآنحالیکہ اوپر دوسرے انبیاء کی تکذیب کا ذکر ان کی قوموں کی طرف نسبت کے ساتھ فرمایا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تکذیب۔ ان کی قوم نے نہیں بلکہ فرعونیوں نے کی ۵:۲۶۲

النمل ۸: مجہول کا صیغہ ابہام اور تفخیم کو ظاہر کر رہا ہے ۵:۵۸۱

فاطر ۳۳: 'یُحَلَّوْنَ' مجہول کا صیغہ تشریف و تکریم پر دلیل ہے ۶:۳۸۵

الزمر ۶: 'تُصْرَفُوْنَ' مجہول کا صیغہ اس حقیقت کی طرف اشارہ کر رہا ہے کہ ان واضح حقائق فطرت کے بعد کسی غلط سمت میں بھٹکنے کی گنجائش تو نہیں تھی لیکن تم نے معلوم نہیں کس شیطان کے ہاتھ میں اپنی باگ پکڑا دی ہے جو تمھیں گمراہی کی وادیوں میں گردش کرا رہا ہے ۶:۵۶۶

القیٰمۃ ۳۷: 'یُمْنٰی' مجہول کا صیغہ عدم اعتناء و اہتمام کی طرف اشارہ کر رہا ہے ۹:۶۹

## مجہول و معروف کا استعمال

الجن ۱۰: اسلوب کلام شاہد ہے کہ اہل زمین کے لیے انھوں نے اس کو ایک فالِ نیک سمجھا چنانچہ شر کا ذکر تو انھوں نے مجہول کے اسلوب میں کیا لیکن رشد و ہدایت کی توقع کا ذکر بصیغۂ معروف کے الفاظ سے کیا ۸:۶۲۱

## محاورہ

اٰل عمران ۱۵۲: 'تَنَازَعْ فِی الْاَمْرِ' اس کا مطلب، اس موقع پر یہ ہے کہ نبی ﷺ نے جو حکم دیا اس کی تعمیل میں کسی نے کچھ موقف لیا، کسی نے دوسرا موقف لیا ۲:۱۹۲

اٰل عمران ۱۵۳: 'اصعد فی العدو' اس کے معنی کسی سمت میں منہ اٹھائے بھاگ کھڑے ہونے کے ہیں ۲:۱۹۳

الانعام ۶۸: خوض فی الحدیث بمعنی بات میں سے بات نکالنا، بال کی کھال اُدھیڑنا، کسی بات میں اعتراض، نکتہ چینی اور کٹ حجتی کے نئے نئے پہلو پیدا کرنے کی کوشش کرنا۔ قرآن میں یہ لفظ کئی جگہ استعمال ہوا ہے اور ہر جگہ اسی طرح کی سخن گستری کے لیے استعمال ہوا ہے ۳:۶۷

النور ۱۴: 'افاض فی الحدیث' کا مفہوم یہ ہوتا ہے کہ بات میں سے بات نکالتے ہوئے آدمی کہیں سے کہیں جا پہنچے اور بات کا بتنگڑ بنا ڈالے۔ ۵:۳۸۴

الطّور ۱۲: 'خوض' کے معنی کسی چیز کے اندر گھسنے کے ہیں۔ اسی سے خوض فی الحدیث کا محاورہ نکلا ... عام طور پر یہ کسی باطل کی حمایت اور حق کی مخالفت میں سخن سازی اور دلیل بازی کے لیے آتا ہے۔ قرآن میں یہ اسی معنی میں جگہ جگہ آیا ہے مثلاً التوبۃ ۶۹، الزخرف ۸۳۔ ۸:۲۲

المدثر ۴۵: خوض فی الحدیث کے معنی ہیں کسی بات میں مین میکھ نکالتے نکالتے کہیں سے کہیں جا نکلنا اور اس کو فتنہ اور حق سے انحراف کے لیے بہانہ بنالینا۔ ۹:۶۴

الاعراف ۲۲: 'فَدَلّٰهُمَا بِغُرُوْرٍ' یہ ادلاء الدلو سے نکلا ہوا محاورہ ہے۔ 'اس طرح اس نے فریب سے ان کو شیشے میں اتار لیا' ۳:۲۳۶

الاعراف ۱۴۹: 'سُقِطَ فِیٓ اَیۡدِیۡہِمۡ' عربی زبان کا محاورہ ہے جس کے معنی عام طور پر نادم اور خجل ہونے کے کیے گئے ہیں۔لیکن ندامت و خجالت کا لازم چونکہ غلطی پر متنبہ ہونا بھی ہے اس وجہ سے اگر اس کا ترجمہ متنبہ ہونا کیا جائے تو میرے نزدیک غلط نہ ہوگا ۳:۳۶۶

بنی اسرآئیل ۸۹: 'ضَـرۡب مثل' سے مراد حکمت ومعرفت کی بات کہنا ہے۔عربی میں اس مفہوم کے لیے اس محاورہ کا استعمال معروف ہے۔کسی حماسی کے شعر کا حوالہ۔ ۴:۵۴۱

الفرقان ۹، ۳۳: 'ضَـرۡب مثل' سے مراد حکمت ومعرفت کی بات کہنا ہے۔اِسی طرح کسی پر اعتراض کرنے یا اس پر پھبتی چست کرنے کے لیے بھی آتا ہے۔اعتراضِ باطل کے مفہوم میں الفرقان ۳۳ میں بھی استعمال ہوا ہے۔ یہاں یہ پھبتی یا اعتراض ہی کے مفہوم میں ہے ۵:۴۴۹

الروم ۵۸: 'ضَرۡب مثل' اصل میں تو کسی موعظت وحکمت کی بات کو تمثیل کی صورت میں پیش کرنے کے لیے استعمال ہوتا ہے لیکن یہ اپنے وسیع مفہوم میں مجرد موعظت وحکمت کی بات بیان کرنے کے لیے بھی آتا ہے۔ ۶:۱۱۱

یٰسٓ ۷۸: 'ضَـرۡب مثـل' کوئی مثال بیان کرنے یا حکمت کی بات کہنے کے لیے بھی آتا ہے اور موقع ہو تو کسی پر طنز یا پھبتی چست کرنے کے معنی میں بھی آتا ہے۔یہاں یہ اس دوسرے مفہوم میں استعمال ہوا ہے۔ ۶:۴۴۴

الزمر ۲۷: 'ضَـرۡب مثـل' کے معنی حکمت وموعظت کی باتیں تمثیل کے اسلوب میں پیش کرنا ہے....اپنی اس خصوصیت کی وجہ سے 'ضرب مثل' کا محاورہ مجرد حکمت کی بات کہنے کے مفہوم میں استعمال ہونے لگا عام اس سے کہ وہ تمثیل کی صورت میں ہو یا عام اسلوب میں۔ ۶:۵۸۴

الکھف ۱۱: 'ضَـرَبَ عَـلَی الۡاٰذَانِ' کسی کو سننے سے روک دینا یا پیار و شفقت سے سلا دینا ۴:۵۶۸

طٰہٰ ۷۷: 'ضَـرَبَ طَرِیۡق' راستہ بنالینا ۵:۶۹

طٰہٰ ۱۰۳: زرق، ازرق کی جمع ہے۔ازرق نیلگوں چشم کو کہتے ہیں لیکن عربی محاورہ میں یہ خوف زدہ اور دہشت زدہ آدمی کے لیے بھی آتا ہے اس لیے کہ شدتِ خوف کی حالت میں آنکھیں نیلی پڑ جایا کرتی ہیں اور ان کے سرخ ڈورے غائب ہوجاتے ہیں ۵:۹۰

الانبیآء ۵: 'اَضۡغَاثُ اَحۡلَام' بمعنی خواب پریشان ۵:۱۲۴

الانبیآء ۹۱: 'اَحۡصَنَ فَرۡجَه' اندیشہ کی جگہوں کی حفاظت کرنا ۵:۱۸۶

الحج ۱۵: 'فَلۡیَمۡدُدۡ بِسَبَبٍ اِلَی السَّمَآءِ' اِنتہائی اور آخری جدوجہد ۵:۲۲۵

المومنون ۲۷: 'فَارَ التَّنُّوۡر' طوفان کے امڈ پڑنے اور جوش مارنے کی تعبیر ۵:۳۱۵

القصص ۶۶: 'فَعَمِیَتۡ عَلَیۡهِمُ الۡاَنۡبَآءُ' اس کا مفہوم ٹھیک ٹھیک وہی ہے جو ہم اپنے محاورے میں سٹی بھول جانے سے تعبیر کرتے ہیں ۵:۷۰۰

السجدہ ۵: 'یَعۡرُجُ اِلَیۡهِ' Refer ہونے کے مفہوم میں ہے ۶:۱۵۸

الاحزاب ۱۰: 'زَاغَ الۡبَصَـر' کوئی منظر ہولناک ودہشت ناک ہو تو نگاہ اس پر نہیں ٹکتی، عربی میں اس کو 'زاغ البصر' سے تعبیر کرتے ہیں، نگاہیں کج ہوگئیں ۶:۱۹۹

الاحزاب ۱۰: 'بَلَغَتِ الۡقُلُوۡبُ الۡحَنَاجِر' کلیجا منہ کو آنا، ہماری اپنی زبان میں بھی خوف ودہشت اور گھبراہٹ کی تعبیر کے لیے معروف ہے ۶:۱۹۹

سبا ۳۳: 'اَسَرُّوا النَّدَامَةَ' دل میں نادم اور سخت پشیمان ہونا ۶:۳۲۶

صٓ ۳۶: 'اَصَابَ' یہاں ہدف ٹھہرانے کے مفہوم میں ہے ۶:۵۳۵

حٰمٓ السجدۃ ۵۱: 'نَـابِجَـانِبِهٖ' غرور واستکبار سے اعراض کرنا اور منہ پھیرنا ۷:۱۲۷

الذّٰرِیٰت ۲۹: 'فِـی صَـرَّةٍ' تعجب اور حیرانی کی حالت کے اظہار کے لیے آتا ہے ۷:۶۰۹

الطّور ۳۰: 'رَیۡبَ الۡمَنُوۡن' حوادثِ روزگار ۸:۳۳

النجم ۳۴: 'اکدی الحافر' سے نکلا ہوا محاورہ ہے۔مفہوم یہ ہے کہ

کھودنے والے کے آگے کھدائی کے وقت کوئی ایسی چٹان آ گئی جس کو توڑنا اس کے لیے دشوار ہو گیا۔ بخیلوں کی عام روش کا بیان ۸:۷۵

القمر ۲۴: 'سُعُر' بھاڑ میں جانے اور جہنم میں پڑنے کے محاورے ہماری زبان میں بھی معروف ہیں ۸:۱۰۵

النّزِعٰت ۱۰: 'حَافِرَة' الٹے پاؤں واپس آنا ۹:۱۷۸

اللھب ۱: 'تَبَّتۡ یَدَآ' دونوں ہاتھوں کی ناکامی اور بے بسی کامل بے بسی کی تعبیر ہے ۹:۶۳۲

## محذوفات

ہمارے اور اہلِ عرب کے درمیان ایک نمایاں فرق یہ ہے کہ ہم ایک بات کے بعد جب دوسری بات اس کی دلیل یا اس کی مثال یا اس کے نتیجہ یا اس کی تکمیل یا اس پر استدراک یا کسی اور پہلو سے کہیں گے تو اس رابطہ کو لازماً ظاہر کر دیں گے جو دونوں کے تعلق کی نوعیت کو واضح کر دے۔ اس مدعا کے لیے ہماری زبان میں بہت سے الفاظ اور اسلوب ہیں جن کا سہارا لیے بغیر ہم ایک قدم بھی نہیں چل سکتے۔ اہلِ عرب کا طریقہ اس معاملے میں ہمارے طریقہ سے بالکل مختلف ہے۔ وہ اس طرح کے مواقع میں زیادہ اعتماد سامع کی ذہانت پر کرتے ہیں اور رابطہ کو حذف کر دیتے ہیں کہ سامع کا ذہن خود اس خلا کو بھر لے گا۔ اہلِ عرب اس حذف و ایجاز کو کلام کا حسن اور اس کی بلاغت قرار دیتے لیکن یہی چیز ہمارے لیے نظم کی مشکلات پیدا کر دیتی ہے۔ ہم کلام کی مخفی کڑیوں سے بے خبر ہونے کی وجہ سے ہر بات کو الگ الگ سمجھ بیٹھتے ہیں ۱:۲۳

### الفاظ/لفظ محذوف

البقرۃ ۱۹۷: 'وَتَزَوَّدُوا فَاِنَّ خَيۡرَ الزَّادِ التَّقۡوٰى' ہمارے نزدیک اصل ترکیبِ کلام یوں ہے 'تَزَوَّدُوا التَّقۡوٰى فَاِنَّ خَيۡرَ الزَّادِ التَّقۡوٰى' یعنی سفرِ حج کے لیے نکلو تو تقوٰی کا زادِ راہ لے کر نکلو کیونکہ بہترین زادِ راہ تقوٰی ہے۔ پہلی جگہ ایجاز اور بلاغت کے تقاضے کے تحت تقوٰی کے لفظ کو حذف کر دیا اس لیے کہ آگے اس کا اظہار ضروری تھا۔ اگر پہلے مقام میں بھی اس کا اظہار کر دیا جاتا تو اس سے کلام میں تکرار کا عیب پیدا ہو جاتا اور قرآن مجید ہر عیب سے پاک ہے ۱:۴۸۵

البقرۃ ۲۱۳: 'كَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً' کے بعد 'فَاخۡتَلَفُوۡا' کا لفظ محذوف ہے۔ اس محذوف کو آگے چل کر کھول دیا ہے۔ چنانچہ فرمایا ہے 'لِيَحۡكُمَ بَيۡنَ النَّاسِ فِيۡمَا اخۡتَلَفُوۡا فِيۡهِ' ۱:۵۰۳

البقرۃ ۲۲۴: عربی زبان میں 'اَنۡ' سے پہلے بعض حالات میں مضاف اور بعض مواقع میں اس کے بعد حرف 'لا' کو حذف کر دیتے ہیں۔ اس محذوف کو سیاق و سباق سے سمجھتے ہیں۔ یہاں واضح قرینہ ہے کہ 'اَنۡ' کے بعد 'لا' محذوف ہے ۱:۵۲۹

البقرۃ ۲۳۶: اِس آیت میں 'لَا جُنَاحَ عَلَيۡكُمۡ' کا تعلق ایک محذوف سے ہے ۱:۵۴۷

البقرۃ ۲۵۹: یہاں 'اُنۡظُرۡ اِلٰى حِمَارِكَ' کے بعد 'كَيۡفَ نُحۡيِيۡهِ' کے الفاظ محذوف ہیں یعنی دیکھو کہ کس طرح ہم اس گدھے کو زندہ کیے دیتے ہیں۔ اِس حذف کی وجہ یہ ہوئی کہ آگے زندہ کرنے سے زیادہ عجیب ماجرے اس کی گلی سڑی ہڈیوں کو جوڑنے اور اُن پر گوشت اور کھال چڑھانے کی تفصیل آ رہی ہے۔ اِس مذکور کے اندر یہ محذوف آپ سے آپ موجود ہے ۱:۶۰۳

البقرۃ ۲۸۲: لفظ فسوق کے ساتھ جو 'بِكُمۡ' کا لفظ آیا ہے اس میں 'بِ' کا تعلق 'فسوق' کے ساتھ بعض لوگوں کو بیگانہ سا محسوس ہو گا۔ ایسے لوگوں کو عربی زبان کا یہ اسلوب یاد رکھنا چاہیے کہ جب صلہ اور اس کے متعلق میں بیگانگی ہو تو وہاں کوئی ایسا لفظ محذوف مان لیتے ہیں جو اس صلہ سے موافقت رکھنے والا ہو۔ یہاں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ 'فسوق' کے بعد کوئی لفظ لازم ہو جانے اور چپک جانے کے مفہوم کا محذوف ہے ۱:۶۴۰

اٰل عمران ۱۳: عربی زبان کا یہ معروف اسلوب قرآن میں بہت استعمال ہوا ہے کہ دو مقابل باتوں میں سے بخیالِ اختصار ایک، مقابل کو حذف کر دیتے ہیں اس لیے کہ مذکور خود محذوف کی طرف رہنمائی کر دیتا ہے۔ یہاں اس اسلوب کے بموجب فقرے کے پہلے حصے میں سے لفظ 'مُوۡمِنَة' کو حذف کر دیا اور دوسرے میں سے 'فِىۡ سَبِيۡلِ

الطَّاغُوت ' کواس لیے کہ دوسرے میں 'کـافرة' کی صفت پہلے میں 'مومنة' کا پتا دے رہی ہے اور پہلے میں 'فی سَبِیلِ اللّٰہ' کا حوالہ دوسرے میں 'فی سَبِیلِ الطاغوت' کی ضرورت کی طرف اشارہ کر رہا ہے۔ حذف کا یہ اسلوب واضح نہ ہو تو کلام کا اصلی زور سمجھ میں نہیں آتا۔ یہ ایجاز کی ایک شاخ ہے اور ایجاز بلاغت کی جان ہے ۲:۳۷

اٰل عمران ۳۰: 'مَا عَمِلَتْ مِنْ سُوْءٍ' کے بعد 'مُحْضَرًا' کا لفظ محذوف ہے ۲:۷۰

اٰل عمران ۶۱: الفاظ محذوف ۲:۱۰۸

اٰل عمران ۷۳: 'اَنْ' سے پہلے عربی زبان میں بعض اوقات لفظ 'مخافة' یا اس کے کوئی ہم معنی لفظ محذوف ہو جاتا ہے ۲:۱۲۱

اٰل عمران ۱۵۶: 'لِیَجْعَلَ' سے پہلے اس کا متعلق محذوف ۲:۲۰۶

النسآء ۲: 'اکـل' کے ساتھ 'اِلٰی' کا صلہ اس بات پر دلیل ہے کہ یہاں 'ضمًّا' یا اس کے ہم معنی کوئی لفظ محذوف ہے ۲:۲۵۱

النسآء ۳۴: متقابل اجزا میں سے بعض اجزا محذوف ۲:۴۰۱

المآئدہ ۹۷: لفظ شعائر محذوف ۲:۵۹۸

الانعام ۲۵ تا ۲۸: لفظ محذوف ۳:۳۶

الانعام ۳۷ تا ۳۹: الفاظ محذوف ۳:۴۷

الانعام ۶۹: لفظ محذوف ۳:۸۰

الانعام ۹۹: لفظ محذوف ۳:۱۲۷

الانعام ۱۳۵: لفظ محذوف ۳:۱۶۸

الاعراف ۲۹: الفاظ محذوف ۳:۲۵۰

الاعراف ۳۲: الفاظ محذوف ۳:۲۵۲

الاعراف ۵۶: لفظ محذوف ۳:۲۷۱

الاعراف ۵۸: 'نَکِدًا' کا مقابل لفظ محذوف ۳:۲۸۴

الاعراف ۱۷۰: الفاظ محذوف ۳:۳۸۳

الاعراف ۱۷۲: 'اَنْ' سے پہلے 'کـراھـة' یا اس کے ہم معنی کوئی لفظ محذوف ۳:۳۹۳

الاعراف ۱۸۵: الفاظ محذوف ۳:۴۰۲

التوبۃ ۵۹: فصیح عربی میں اس قسم کے شرطیہ جملوں میں بالعموم جزا محذوف ہو جایا کرتی ہے ۳:۵۹۰

یونس ۶۷: مقابل الفاظ کے حذف کا اسلوب ۴:۶۷

یوسف ۴۳: 'وَاُخَرَ یٰبِسٰتٍ' کے بعد 'یَاْکُلْنَ' کا لفظ محذوف ہے ۴:۲۲۱

الرعد ۱۳: مقابل الفاظ قرینہ کی وضاحت کی وجہ سے محذوف ۴:۲۷۶

الرعد ۲۶: مقابل کے الفاظ محذوف ۴:۲۸۷

ابراہیم ۲۴: مقابل کے الفاظ محذوف ۴:۳۲۴

النحل ۱۱۲: مقابل کے الفاظ محذوف ۴:۴۵۸

بنی اسرآئیل ۴: آیت کے آخر میں 'فَنُعَذِّبُکُمْ مَرَّتَیْنِ' یا اس کے ہم معنی الفاظ حذف ہیں ۴:۴۸۰

بنی اسرآئیل ۷: الفاظ محذوف ۴:۴۸۲

بنی اسرآئیل ۱۲: الفاظ محذوف ۴:۴۸۷

بنی اسرآئیل ۳۰: 'یَقْدِرُ' کے بعد بھی 'لِمَنْ یَشَآءُ' ہے جو وضاحتِ قرینہ کی بنا پر محذوف ہے ۴:۴۹۹

بنی اسرآئیل ۴۶: مقابل کے الفاظ محذوف ۴:۵۰۹

الکہف ۲: الفاظ محذوف ۴:۵۵۷

الکہف ۲۹: 'قُلِ الْحَقُّ' یعنی 'قُلْ ھٰذَا ھُوَ الْحَقُّ' ۴:۵۸۱

الکہف ۵۷: تقابل کے اصول پر 'فِیْٓ اٰذَانِھِمْ وَقْرًا' کے بعد 'اَنْ یَّسْمَعُوْہُ' کے الفاظ محذوف ۴:۵۹۸

طٰہٰ ۷: مقابل کے الفاظ محذوف ۵:۱۷

الانبیآء ۵: لفظ محذوف ۵:۱۲۵

الانبیآء ۳۱: لفظ محذوف ۵:۱۴۱

الانبیآء ۳۶: لفظ محذوف ۵:۱۴۸

الانبیآء ۴۷: 'کَانَ' کا اسم بربنائے وضاحت قرینہ محذوف ۵:۱۵۲

الانبیآء ۶۰: الفاظ محذوف ۵:۱۶۱

الانبیآء ۹۷: لفظ محذوف ۵:۱۹۱

الحج ۵: تقابل کے اصول پر، بربنائے وضاحت قرینہ، ہم معنی الفاظ محذوف ۵:۲۱۸

الحج ۳۹: 'اُذِنَ' کا متعلق بربنائے قرینہ محذوف ۵:۲۵۴

الحج ۴۶: لفظ محذوف ۵:۲۶۴

المومنون ۱۹: لفظ محذوف ۵:۳۰۶

الشعرآء ۵۹: 'کَذٰلِکَ' کے بعد 'نَفۡعَلُ بِالۡمُجۡرِمِیۡنَ' یا اس کے ہم معنی الفاظ محذوف ۵:۵۱۶

النمل ۸۶: مقابل الفاظ محذوف ۵:۶۳۶

النمل ۹۱: 'قل' لفظ محذوف ۵:۶۳۸

القصص ۴۵: الفاظ محذوف ۵:۶۸۰

القصص ۶۸: 'یَخۡتَارُ' کے بعد بھی 'مَا یَشَآءُ' بربنائے قرینہ محذوف ۵:۷۰۱

القصص ۷۲: متقابل اجزاء بتقاضائے ایجاز و بلاغت محذوف ۵:۷۰۳

القصص ۸۲: 'یَقۡدِرُ' کے بعد 'لِمَنۡ یَشَآءُ' تقابل کے معروف اصول کے مطابق محذوف ۵:۷۱۳

لقمان ۲۷: مقابل لفظ محذوف ۶:۱۴۲

لقمان ۳۲: الفاظ محذوف ۶:۱۴۵

الاحزاب ۲۴: الفاظ محذوف ۶:۲۱۰

سبا ۳۹: آیت میں 'وَمَاۤ اَنۡفَقۡتُمۡ' کے بعد 'فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ' کے الفاظ وضاحت قرینہ کی بنا پر محذوف ۶:۳۲۹

سبا ۴۸: 'یَقۡذِفُ بِالۡحَقِّ' کے بعد 'عَلَی الۡبَاطِلِ' کے الفاظ محذوف ۶:۳۳۹

سبا ۴۹: 'جَآءَ الۡحَقُّ' کے بعد 'زَهَقَ الۡبَاطِلُ' کے الفاظ محذوف ۶:۳۴۰

فاطر ۲: 'مِنۡۢ بَعۡدِهٖ' یعنی 'مِنۡۢ بَعۡدِ اِمۡسَاكِهٖ' ۶:۳۵۵

فاطر ۱۸: 'کَانَ' کے بعد اس کا اسم المدعو محذوف ۶:۳۷۰

فاطر ۳۶: 'مِنۡ عَذَابِهَا' کے بعد کوئی لفظ بربنائے قرینہ محذوف ۶:۳۸۶

فاطر ۴۳: 'سُنَّتَ الۡاَوَّلِیۡنَ' کے اندر عربیت کے معروف قاعدے کے مطابق کچھ الفاظ حذف ہیں یعنی 'سُنَّتَ اللّٰهِ فِی الۡاَوَّلِیۡنَ' ۶:۳۹۳

فاطر ۴۵: 'بِمَا کَسَبُوۡا' کے بعد 'علی عجل' یا اس کے ہم معنی الفاظ محذوف ہیں۔ 'وَلٰکِنۡ یُّؤَخِّرُهُمۡ' کے الفاظ سے اس کی وضاحت ہوگئی ہے ۶:۳۹۴

یٰسٓ ۴۵: 'مَا بَیۡنَ اَیۡدِیۡکُمۡ وَمَا خَلۡفَکُمۡ' کے بعد 'مِنَ السَّمَآءِ وَالۡاَرۡضِ' کے الفاظ محذوف ۶:۴۲۷

الصّٰفّٰت ۵: 'رَبُّ الۡمَشَارِقِ' کے بعد 'رَبُّ الۡمَغَارِبِ' بربنائے وضاحت قرینہ محذوف ۶:۴۵۴

الزمر ۳۹: 'اِنِّیۡ عَامِلٌ' کے بعد 'عَلٰی مَکَانَتِیۡ' کے الفاظ تکرار سے بچنے کے لیے محذوف ۶:۵۹۴

المومن ۶۱: ان آیات میں 'الَّیۡلَ' کے بعد 'مُظۡلِمًا' اور 'مُبۡصِرًا' کے بعد 'لِتَعۡمَلُوۡا' کے الفاظ بربنائے قرینہ محذوف ۷:۵۹

المومن ۷۱: 'وَالسَّلٰسِلُ' کے بعد 'فِیۡۤ اَرۡجُلِهِمۡ' کے الفاظ محذوف ۷:۶۳

حٰمٓ السجدۃ ۵: مقابل الفاظ محذوف ۷:۷۹

الشوریٰ ۲۰: 'نَزِدۡ لَهٗ فِیۡ حَرۡثِهٖ' کے بعد 'نُؤۡتِهٖ مِنَ الدُّنۡیَا' کے الفاظ بربنائے قرینہ محذوف ۷:۱۵۹

الزخرف ۳۳، ۳۴: یہاں 'مِنْ فِضَّةٍ' کے الفاظ جس طرح 'سُقُفًا' کے بعد آئے ہیں اِسی طرح 'مَعارج، ابواب' اور 'سُرُر' کے بعد بھی آنے چاہییں لیکن فصیح عربی کے معروف اسلوب کے مطابق وہ حذف کردیے گئے ۷:۲۲۷

الزخرف ۱۷: مقابل الفاظ محذوف ۷:۲۵۲

الدخان ۲۸: 'کَذٰلِکَ' کے بعد 'نَفْعَلُ بِالْمُجْرِمِیْنَ' کے الفاظ محذوف ۷:۲۸۴

الجاثیۃ ۱۲: لفظ محذوف ۷:۳۱۰

الجاثیۃ ۲۲: الفاظ محذوف ۷:۳۲۰

محمد ۱۵: الفاظ محذوف، استفہامیہ اور شرطیہ جملوں میں اس قسم کا حذف معروف ہے ۷:۴۰۵

محمد ۲۰: 'لَوْلَانُزِّلَتْ سُوْرَةٌ' کے بعد 'فِی الجِهَادِ' یا 'فِی الْقِتَال' کے الفاظ محذوف ۷:۴۱۶

محمد ۳۶: 'وَلَایَسْئَلْکُمْ اَمْوَالَکُمْ' کے بعد لفظ احفاء محذوف ۷:۴۲۵

الحجرات ۲: 'اَنْ' سے پہلے 'کراهة' یا 'مخافة' یا اِن کے ہم معنی کوئی لفظ محذوف ۷:۴۸۸

قٓ ۱۷: بتقاضاے ایجاز ایک جگہ لفظ 'قَعِیْدٌ' محذوف ہے ۷:۵۴۶

الطّور ۳۸: زبان کے معروف قاعدے کے مطابق کچھ محذوفات ۸:۳۸

القمر ۱۸: 'کَذَّبَتْ عَادٌ' کے بعد 'بالنذر' بربناے قرینہ محذوف ۸:۱۰۴

الحدید ۲۳: 'لِکَیْ' سے پہلے حذف ۸:۲۲۴

الحشر ۴: 'وَمَنْ یُّشَاقِ اللّٰهَ' میں 'وَرَسُوْلَهٗ' کو حذف کردیا ہے جس سے یہ بات نکلتی ہے کہ رسول سے مخاصمت درحقیقت اللہ سے مخاصمت ہے اور جو اللہ سے مخاصمت کے لیے اٹھتا ہے وہ اچھی طرح سوچ لے کہ اس کا کیا انجام ہوسکتا ہے! ۸:۲۸۵

نوح ۴: وضاحتِ قرینہ کی بنا پر 'مَاتَقَدَّمَ' کے الفاظ محذوف ۸:۵۹۲

الجن ۲۱: مقابل الفاظ محذوف ۸:۶۲۶

الجن ۱۲: مقابل الفاظ محذوف ۸:۶۲۲

القیٰمۃ ۲۶: 'بَلَغَتِ التَّرَاقِیَ' میں ضمیر نفس کے لیے ہے جو یہاں محذوف ہے ۹:۹۱

القیٰمۃ ۳۱: 'صَدَّقَ' کے بعد 'بِالْحُسْنٰی' کا لفظ بربناے وضاحت قرینہ محذوف ہے ۹:۹۴

البلد ۱۸: تقابل کے اصول پر محذوف ۹:۳۷۸

## جملہ / کلام کے اَجزا محذوف

البقرۃ ۵۷: 'وَمَاظَلَمُوْنَا وَلٰکِنْ کَانُوْا اَنْفُسَهُمْ یَظْلِمُوْنَ' یہاں کلام کا سیاق وسباق اِس امر کو واضح کررہا ہے کہ بنی اسرائیل نے اللہ تعالیٰ کی ان عظیم نعمتوں کا حق نہیں پہچانا۔ وہ ان نعمتوں کو پاکر شکرگزار بننے کے بجاے ان کی ناقدری اور خدا کی نافرمانی کرتے رہے۔ یہ بات چونکہ سیاقِ کلام سے واضح ہے اِس وجہ سے لفظوں میں ظاہر نہیں کی گئی ہے بلکہ اس کی جگہ پر یہ بات کہہ دی گئی ہے کہ ''انھوں نے ہمارا کچھ نہیں بگاڑا بلکہ اپنی ہی جانوں پر ظلم کرتے رہے۔'' اس فقرہ سے بنی اسرائیل کا ان نعمتوں سے متعلق رویہ بھی واضح ہوگیا اور یہ بات بھی واضح ہوگئی کہ جو لوگ خدا کی کسی نعمت کی ناقدری کرتے ہیں وہ خدا کا کچھ نہیں بگاڑتے بلکہ اپنا ہی بگاڑتے ہیں ۱:۲۱۹

اٰل عمران ۴۹: سرگزشتوں کے بیان میں غیر ضروری حصے کا حذف ۲:۹۵

اٰل عمران ۱۴۲: 'جَاهَدُوْا مِنْکُمْ' کے بعد اس کا مقابل جملہ 'الَّذِیْنَ لَمْ یُجَاهِدُوْا' عربیت کے معروف اسلوب کے مطابق حذف کردیا گیا ہے ۲:۱۸۲

النسآء ۵۴: شرطیہ اور انشائیہ جملوں میں جب اس طرح 'فقد' آتا ہے تو اس سے پہلے کلام میں کچھ حذف ہوتا ہے جس کی تفصیل بعد کے جملہ سے ہوتی ہے ۲:۳۱۵

المآئدۃ ۵۶: ایجاز کلام کے تقاضے سے ایک ٹکڑا محذوف ہے ۲:۵۴۹

المآئدۃ ۱۷: 'ثُمَّ تَابَ اللّٰہُ عَلَیۡہِمۡ' سے پہلے جملہ محذوف ۲:۵٦٦

المآئدۃ ۹۴: مقابل کا جملہ محذوف ۲:۵۹۵

ھود ۱۷: استفہامیہ جملوں میں مقابل جملہ حذف ۴:۱۱۵

الرعد ۱۷: 'کَذٰلِکَ یَضۡرِبُ اللّٰہُ الۡاَمۡثَالَ' اس سے آگے کا ٹکڑا حذف ۴:۲۸۳

الرعد ۳۳: جملہ میں سوال کا آدھا حصہ محذوف ۴:۲۹۴

النحل ۱۵، ۱٦: کلام کے بعض اجزا محذوف ۴:۳۹۷

النحل ۷۰: 'وَمِنۡکُمۡ مَّنۡ یُّرَدُّ' کا اسلوبِ بیان اس بات کی طرف اشارہ کر رہا ہے کہ اس سے پہلے کلام میں کچھ حذف ہے ۴:۴۲۹

طٰہٰ ۱۳۵: مقابل جملہ محذوف ۵:۱۱۳

الانبیآء ۹۵: جملہ محذوف ۵:۱۹۰

النمل ۲۰: جملہ محذوف ۵:۵۹٦

النمل ٦۰: جملہ محذوف ۵:٦۲۳

النمل ٦۱: جملہ محذوف ۵:٦۲۴

النمل ٦۲: جملہ / سوال محذوف ۵:٦۲۵

النمل ٦۳: جملہ / سوال محذوف ۵:٦۲٦

النمل ٦۴: جملہ / سوال محذوف ۵:٦۲۷

القصص ۷۳: مقابل جملہ محذوف ۵:٦۷٦

العنکبوت ٦۵، ٦٦: اجزاء محذوف ٦:٦۵

الروم ۳۵: جملہ محذوف۔ اِس قسم کے سوالیہ جملوں میں کلام کا ایک ٹکڑا حذف ہو جاتا ہے جس کی خانہ پری متکلم کا لب و لہجہ کر دیتا ہے۔ اِس اسلوبِ کلام میں طنز و تحقیر اور غیظ و غضب سب جمع ہو جاتا ہے ٦:۹٦

لقمان ۱۴: ولادت کا ذکر غایت وضاحت کے سبب سے محذوف ہے ٦:۱۳۰

الاحزاب ۱۷: جملہ کا ایک حصہ محذوف ٦:۲۰۴

الاحزاب ۲۹: کچھ مضمون محذوف ٦:۲۱۸

سبا ۱۸: جملہ محذوف ٦:۳۰۹

الزمر ۹: اِس قسم کے سوالیہ جملوں میں کلام کا ایک جزو محذوف ہوتا ہے جو متکلم کے زورِ بیان سے واضح ہو جاتا ہے ٦:۵۷۰

المومن ٦۷: کلام کے بعض اجزاء محذوف:

ا۔ دونوں فعلوں سے پہلے پروان چڑھانے اور مہلت دینے کا مضمون محذوف

ب۔ 'لِتَبۡلُغُوۡا' سے پہلے یہ مضمون محذوف ہے کہ تم میں سے کتنے ایسے ہوتے ہیں جن کو زندگی کی مہلت نصیب ہوتی ہے۔

ج۔ 'لَعَلَّکُمۡ' سے پہلے یہ مضمون محذوف ہے کہ اللہ نے تمہاری خِلقت جو اس طرح بنائی ہے تو اس لیے کہ تم اس خلقت پر غور کرو اور اپنے رب کی قدرت اور حکمت کو سمجھو ۷:٦۲

الشوریٰ ۵: جملہ محذوف ۷:۱۴۱

الزخرف ۲۹: جملہ محذوف ۷:۲۲۴

الزخرف ۵۲: کلام کا ایک حصہ محذوف ۷:۲۳۷

الرحمٰن ۴۱: دوزخ میں پھینکے جانے کا مضمون محذوف ۸:۱۴۲

نوح ۷: 'دَعَوۡتُہُمۡ لِتَغۡفِرَ لَہُمۡ' میں کلام کا کچھ حصہ بتقاضاے بلاغت محذوف ۸:۵۹۵

عَبَس ۱۲: کلام کا ایک حصہ محذوف ۹:۲۰۱

البروج ۱۹: اِس 'بَلۡ' سے پہلے کلام کا کچھ حصہ بر بناے قرینہ محذوف ۹:۲۹۳

البروج ۲۱: اِس 'بَلۡ' سے پہلے کلام کا کچھ حصہ بر بناے قرینہ محذوف ۹:۲۹۴

الغاشیۃ ۲۳: حرف استثناء سے پہلے کلام میں کچھ حذف ۹:۳۳۷

جوابِ شرطِ محذوف

بعض اَوقات جوابِ شرط کی نوعیت ایسی ہوتی ہے کہ الفاظ اس کی تعبیر سے قاصر ہوتے ہیں۔ ایسے مواقع میں اس کو حذف کر دیتے ہیں کہ ۶:۶۱۴

ع خموشی معنی دارد کہ در گفتن نمی آید

البقرۃ ۱۶۵: 'لَو' کا جواب محذوف ہے اور 'اَنَّ الْقُوَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا' اور اس کے بعد کے الفاظ اس محذوف جواب کی وضاحت کر رہے ہیں ۱:۴۰۳

اٰل عمران ۷۶: ۲:۱۲۴

المآئدۃ ۵۴: ۲:۵۴۵

الانعام ۳۵، ۳۶: ۳:۴۵

الانعام ۹۳، ۹۴: ۳:۱۱۲

الانفال ۵۰: ۳:۴۹۶

ھود ۸۸: ۴:۱۶۲

الرعد ۳۱: ۴:۲۹۱

المومنون ۷۵: ۵:۳۳۷

النور ۱۰: ۵:۳۷۷

النور ۲۰: یہ حذف تنبیہ کی شدت پر دلیل ہے ۵:۳۸۷

القصص ۴۷: ۵:۶۸۶

السجدہ ۱۲: تمنی کا جواب محذوف ہے اور اس حذف میں بڑی بلاغت ہے ۶:۱۶۳

سبا ۳۱: ۶:۳۲۴

سبا ۵۱: ۶:۳۴۲

یٰسٓ ۴۵: 'اِذَا' کا جواب یہاں بربنائے وضاحت قرینہ محذوف ۶:۴۲۷

الصّٰفّٰت ۱۰۳: 'لَمَّا، اِذَا' اور اس نوع کے دوسرے شرطیہ جملوں میں جواب حذف ہو جاتا ہے اور متکلم کا زورِ کلام اس محذوف کا قائم مقام بن جاتا ہے ۶:۴۸۹

الزمر ۷۳: ۶:۶۱۴

الاحقاف ۱۰: یہ حذف اِس حقیقت کی طرف اشارہ کر رہا ہے کہ جوابِ شرط ایسے خوفناک نتائج پر متضمن ہے کہ الفاظ اس کی تعبیر سے قاصر ہیں ۷:۳۵۱

الفتح ۲۵: یہ حذف متکلم کے شدتِ غضب پر دلیل ہے ۷:۴۶۳

المنٰفقون ۱۰: 'اَكُنْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ' شرطِ محذوف کا جواب ہے۔ 'فَاَصَّدَّقَ' کی صورت میں چونکہ اس شرط کا قرینہ واضح تھا اس وجہ سے اسے حذف کر دیا گیا۔ اس کو کھول دیجئے تو مطلب یہ ہوگا کہ اگر میں یہ صدقہ کر سکتا تو نیکوکاروں میں سے بنتا ۸:۴۰۶

المرسلٰت ۱۵: ۹:۱۳۶

النّٰزعٰت ۳۴: ۹:۱۸۵

النّٰزعٰت ۳۵: ۹:۱۸۶

عبس ۳۳: ۹:۲۱۱

العلق ۱۳: ۹:۴۵۷

التکاثر ۵ تا ۸: یہ تینوں آیتیں 'لَو' کے تحت ہی ہیں ۹:۵۲۴

حروف محذوف

البقرۃ ۲۵۸: 'اَنْ' سے پہلے حرفِ جر محذوف ۱:۵۹۹

ھود ۶۲: 'عَنْ' محذوف ۴:۱۵۳

الحجر ۲۰: حرفِ جر محذوف۔ 'وَمَنْ لَّسْتُمْ' دراصل 'وَلِمَنْ لَّسْتُمْ' ہے ۴:۳۵۳

بنی اسرآئیل ۳: حرفِ ندا محذوف ۴:۴۷۹

الشعرآء ۱۷: 'اَنْ اَرْسِلْ' اصل میں 'بِاَنْ اَرْسِلْ' ہے۔ عربیت کے معروف اسلوب کے مطابق 'ب' حذف ہوگئی ہے ۵:۵۰۸

الشعرآء ۵۰: 'ل' محذوف ۵:۵۱۵

الزمر ۳۳: 'صَدَّقَ بِہٖ' سے پہلے 'مَنْ' محذوف ہے ۶:۵۸۷

خبر محذوف

الانعام ۹۵، ۳:۱۱۸

التوبۃ ۱۰۷، ۳:۶۴۲

التوبۃ ۱۱۲، ۳:۶۴۶

یوسف ۱۸، ۴:۱۹۹

الرعد ۳۵: 'ظِلُّھَا' کی خبر قرینہ کی وضاحت کے سبب سے محذوف ۴:۲۹۵

مریم ۹: 'کَذٰلِکَ' کی خبر کا حذف زور اور تاکید پر دلیل ہے ۴:۶۳

الحج ۲۵، ۵:۲۳۸

صٓ ۳۱، ۶:۵۱۷

الزمر ۲۲، ۶:۵۸۲

الزمر ۲۴، ۶:۵۸۳

حٰمٓ السجدۃ ۴۱، ۷:۱۱۰

محمد ۲۱: 'طَاعَۃٌ وَّقَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ' مبتدا کے محل میں ہے اور خبر یہاں بربنائے قرینہ و بتقاضائے بلاغت محذوف ہے۔ جب مخاطب کی توجہ پوری طرح مبتداء پر مرکوز کرانی ہو تو خبر کو حذف کر دیتے ہیں ۷:۴۱۷

صلہ محذوف

الفاتحۃ ۶: 'اِھْدِنَا' کا مطلب صرف اسی قدر نہیں ہے کہ ہمیں سیدھا رستہ دکھا دے بلکہ اس کا مفہوم اس سے بہت زیادہ ہے۔ اِس میں یہ مفہوم بھی ہے کہ راستہ کی صحت پر ہمارے دل مطمئن کر دے، اس پر چلنے کا ہمارے اندر ذوق و شوق پیدا کر دے، اِس کی مشکلیں ہمارے لیے آسان کر دے اور اس پر چلا دینے کے بعد دوسری پگڈنڈیوں پر بھٹکنے سے ہمیں محفوظ رکھ۔ یہ سارا مضمون یہاں صلہ کو حذف کر دینے سے پیدا ہوتا ہے ۱:۵۹

ظرف محذوف

الاعراف ۱۳۳: 'اٰیٰتٍ مُّفَصَّلٰتٍ' یعنی یہ تمام نشانیاں تفصیل سے مذکور ہیں۔ قرینہ دلیل ہے کہ 'مُفَصَّلٰتٍ' کا ظرف یہاں محذوف ہے یعنی ان کی تفصیل تورات میں موجود ہے ۳:۳۵۶

بنی اسرآئیل ۲۲: 'تَقْعُدُ' کا ظرف 'یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ' محذوف ۴:۴۹۵

فاعل محذوف

الانعام ۹۳، ۹۴، ۳:۱۱۳

الاعراف ۳۸: 'قَالَ' کا فاعل جب اس طرح کے مواقع میں حذف کر دیا جاتا ہے تو یہ بے اعتنائی اور بے رخی پر دلیل ہوتا ہے ۳:۲۵۶

صٓ ۳۲، ۶:۵۳۱

الواقعۃ ۸۳: 'بَلَغَتْ' کا فاعل نفس (جان) یہاں بربنائے قرینہ محذوف ہے ۸:۱۸۶

عبس ۱: 'عَبَسَ' کا فاعل یہاں مذکور نہیں ہے لیکن آگے کی آیات سے واضح ہو جائے گا کہ فاعل نبی ﷺ ہیں ۹:۱۹۶

فعل محذوف

البقرۃ ۱۴: 'خَلَوْا' کے بعد 'اِلٰی' کا صلہ تقاضا کرتا ہے کہ یہاں کوئی فعل ایسا مانا جائے جو اِس صلہ سے مناسبت رکھنے والا ہو ۱:۱۲۰

البقرۃ ۵۷: 'کُلُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰکُمْ' (کھاؤ ان پاکیزہ چیزوں میں سے جو ہم نے تم کو بخشی ہیں) اِس طرح کے مواقع پر عام طور پر ہمارے مفسرین 'قلنا' کا لفظ محذوف مانتے ہیں یعنی ہم نے اُن کو یہ چیزیں بخشیں اور کہا کہ کھاؤ ان چیزوں میں سے جو ہم نے بخشی ہیں۔ ہمارے نزدیک اِس طرح کے مواقع پر 'کہا' کا لفظ محذوف کر دینے میں ایک خاص بلاغت ہے وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کی ہر نعمت اپنی صورت و ہیئت یا بالفاظِ دیگر اپنی زبانِ حال سے بھی یہ دعوت دیتی ہے کہ اِس نعمتِ الٰہی سے فائدہ اٹھاؤ اور اپنے پروردگار کے شکر گزار رہو ۱:۲۱۸

البقرۃ ۱۳۵: 'قُلْ بَلْ مِلَّۃَ اِبْرٰھٖمَ حَنِیْفًا': کہدو، بلکہ ابراہیم کی ملت کی پیروی کرو جو یک سو تھا۔ ملت کا لفظ یہاں حالتِ نصب میں ہے اس وجہ سے لازماً یہاں کوئی فعل محذوف ماننا پڑے گا۔ عام طور پر لوگ یہاں ماضی کا صیغہ محذوف مانتے ہیں یعنی کہو ہم نے پیروی کی ملتِ ابراہیم کی۔ میں نے یہاں امر کا صیغہ محذوف مانا ہے اور ترجمہ میں اسی کا لحاظ کیا ہے ۱:۳۴۷

البقرۃ ۱۳۸: 'صِبْغَۃَ اللّٰہِ' میں بغیر کسی فعل کے 'صِبْغَہ' کا منصوب ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ یہاں کوئی ایسا صیغہ محذوف مانا جائے جو ابھارنے اور جوش دلانے کے مضمون پر مشتمل ہو ۱:۳۶۸

البقرۃ ۱۴۴: 'قَدْ نَرٰی تَقَلُّبَ وَجْھِکَ فِی السَّمَآءِ' یہاں عربی زبان کا ایک خاص اسلوب ذہن نشین کر لینا چاہیے وہ یہ کہ افعالِ ناقصہ کے صیغے عموماً مضارع سے پہلے حذف کر دیے جاتے ہیں مثلاً 'کَانَ یَفْعَلُ' میں صرف یفعل کو کافی سمجھیں گے۔ کلامِ عرب اور قرآن مجید دونوں میں اس کی بکثرت مثالیں ملتی ہیں۔ چند مثالیں ہم قرآن سے پیش کرتے ہیں:

سورہ ھود ۱۰۹ میں ہے 'فَلَا تَکُ فِیْ مِرْیَۃٍ مِّمَّا یَعْبُدُ ھٰٓؤُلَآءِ مَا یَعْبُدُوْنَ اِلَّا کَمَا یَعْبُدُ اٰبَآؤُھُمْ مِّنْ قَبْلُ' (پس تم ان چیزوں سے شک میں نہ پڑو جن کو یہ پوجتے ہیں۔ یہ ان چیزوں کو نہیں پوجتے مگر اُسی طرح جس طرح اس سے پہلے ان چیزوں کو ان کے باپ دادا پوجتے تھے)۔ اس آیت میں دیکھیے 'کَمَا یَعْبُدُ' فرمایا 'کَانَ' کو حذف کر دیا۔

اِسی طرح سورہ زخرف ۶، ۷ میں ہے: 'وَلَمْ اَرْسَلْنَا مِنْ نَّبِیٍّ فِی الْاَوَّلِیْنَ وَمَا یَاْتِیْھِمْ مِّنْ نَّبِیٍّ اِلَّا کَانُوْا بِہٖ یَسْتَھْزِءُوْنَ' (اور ہم نے کتنے نبی بھیجے اگلوں میں اور نہیں آتا تھا ان کے پاس کوئی نبی مگر وہ اس کا مذاق اڑاتے تھے)۔ اس میں 'مَا یَاْتِیْھِمْ' دراصل 'مَا کَانَ یَاْتِیْھِمْ' ہے لیکن عربی اسلوب کے مطابق 'کَانَ' کو حذف کر دیا۔

سورہ انعام ۷۵ میں ہے 'وَکَذٰلِکَ نُرِیْٓ اِبْرٰھِیْمَ مَلَکُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ' (اور اسی طرح ہم ابراہیم کو آسمانوں اور زمین کے کارخانہ کا مشاہدہ کراتے تھے)۔ یہاں غور کیجیے تو معلوم ہوگا کہ 'نُرِیْٓ اِبْرٰھِیْمَ' دراصل 'کُنَّا نُرِیْٓ اِبْرٰھِیْمَ' ہے لیکن عام اسلوب کے مطابق مضارع سے پہلے 'کُنَّا' حذف ہو گیا۔

اِسی اسلوب کے مطابق آیتِ زیرِ بحث میں 'قَدْ نَرٰی' دراصل 'قَدْ کُنَّا نَرٰی' ہے۔ ترجمہ میں ہم نے اس حذف کو کھول دیا ہے اس لیے کہ اردو میں حذف کا یہ اسلوب بیان نہیں ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ ہم تمہارے چہرے کی گردش آسمانوں کی طرف دیکھتے رہے تھے کہ تمہیں تحویلِ قبلہ کے لیے شدت سے انتظار ہے تو ہم نے یہ فیصلہ کیا کہ ہم تمہیں اس قبلہ کی طرف پھیر دیں گے جس کو تم پسند کرتے ہو۔ ۱:۳۶۸

البقرۃ ۱۸۰: 'حَقًّا عَلَی الْمُتَّقِیْنَ' میں حقا فعل محذوف کی تاکید کے لیے ہے یعنی یہ تمام اہلِ ایمان پر جو خدا سے ڈرنے والے ہیں واجب اور ضروری ہے، جو اس سے گریز کریں گے ان کے سینے خوفِ خدا سے خالی ہیں ۱:۴۴۰

البقرۃ ۲۴۰: وصیت کا لفظ فعل محذوف کا مفعول ہے ۱:۵۵۵

البقرۃ ۲۸۵: 'غُفْرَانَکَ' فعل محذوف کا مفعول ہے۔ اِس طرح کے مواقع میں فعل کا حذف دعا کرنے والے کے اضطراب کو ظاہر کرتا ہے جو قبولیتِ دعا کے لیے ایک نہایت مؤثر سفارش ہے ۱:۶۴۹

اٰل عمران ۴۹: 'رَسُوْلًا' سے پہلے ایک فعل محذوف ہے یعنی 'یَبْعَثُہٗ رَسُوْلًا' ۲:۹۵

النسآء ۱۶۵: 'رُسُلًا' فعل محذوف سے منصوب بھی ہو سکتا ہے اور بدل بھی ہو سکتا ہے۔ دونوں ہی شکلوں میں معنی کے لحاظ سے کوئی خاص فرق نہیں ہوگا ۲:۴۳۲

النسآء ۱۷۱: 'خَیْرًا' فعل محذوف سے منصوب ہے ۲:۴۳۶

المآئدۃ ۴۴: 'یَحْکُمُ بِھَا النَّبِیُّوْنَ' میں مضارع سے پہلے 'کَانَ' کا صیغہ محذوف ۲:۵۲۷

الانعام ۱۲، ۱۳: فعل محذوف ۳:۲۸

الانعام ۲۵: فعل محذوف ۳:۳۴

الانعام ۳۳، ۳۴: فعل ناقص محذوف ۳:۴۴

الانعام ۷۵: فعل ناقص محذوف ۳:۸۹

الانعام ۹۹: فعل محذوف ۳:۱۲۵

الانعام ۱۲۳: فعل ناقص محذوف ۳:۱۶۰

الانعام ۱۴۳: فعل محذوف ۳:۱۸۷

الاعراف ۸: فعل محذوف ۳:۲۲۴

الانفال ۴۲: فعل محذوف ۳:۴۸۴

یونس ۲۳: 'مَتَاعَ' فعل محذوف سے منصوب ۴:۴۰

یونس ۲۸: فعل محذوف ۴:۴۶

یونس ۵۸: فعل محذوف ۴:۶۴

ھود ۳۸: مضارع سے پہلے فعل ناقص محذوف ۴:۱۴۰

ھود ۷۴: مضارع سے پہلے فعل ناقص محذوف ۴:۱۵۶

یوسف ۹۶: 'اَنْ' سے پہلے فعل محذوف ۴:۲۵۲

النحل ۱۴: فعل محذوف ۴:۳۹۷

النحل ۱۰۳: مضارع سے پہلے فعل ناقص محذوف ۴:۴۵۱

بنی اسرآئیل ۲۳: 'اِحْسَانًا' یہاں فعل محذوف سے مفعول مطلق ہے اس وجہ سے اس کے معنی یہ ہوں گے کہ ان کے ساتھ نہایت بہتر سلوک کیا جائے ۴:۴۹۶

بنی اسرآئیل ۷۷: 'سُنَّةَ' فعل محذوف سے منصوب ہے یعنی 'اُذْکُرْ سُنَّةَ مَنْ' ۴:۵۲۹

طٰہٰ ۴۰: مضارع سے پہلے فعل ناقص محذوف ۵:۴۶

طٰہٰ ۸۳: فعل محذوف ۵:۷۳

الانبیآء ۲۵: فعل ناقص محذوف ۵:۱۳۷

الانبیآء ۷۸، ۷۹: فعل محذوف ۵:۱۷۲

الانبیآء ۸۱: فعل محذوف ۵:۱۷۵

الحج ۵: فعل محذوف ۵:۲۱۸

الحج ۱۰: جہاں مقصود صورتِ حال کی تعبیر ہو وہاں بالعموم 'قیل' اور 'یقول' وغیرہ حذف کر دیے جاتے ہیں۔ یہاں بھی یہی صورتِ حال ہے ۵:۲۲۱

الحج ۷۸: فعل محذوف ۵:۲۸۹

المومنون ۴۳: فعل ناقص محذوف ۵:۳۲۰

المومنون ۷۶: فعل ناقص محذوف ۵:۳۳۷

النور ۶۳: فعل ناقص محذوف ۵:۴۳۵

الفرقان ۲۲: فعل محذوف ۵:۴۵۹

الفرقان ۳۲: فعل محذوف ۵:۴۶۳

الفرقان ۳۵: فعل محذوف ۵:۴۶۷

النمل ۱۲: فعل محذوف ۵:۵۸۳

النمل ۵۴: فعل محذوف ۵:۶۱۴

القصص ۵: فعل ناقص محذوف ۵:۶۵۶

القصص ۱۹: فعل محذوف ۵:۶۶۵

القصص ۳۲: فعل محذوف ۵:۶۷۴

القصص ۳۵: فعل محذوف ۵:۶۷۵

القصص ۴۶: فعل محذوف ۵:۶۸۱

العنکبوت ۳۸: فعل محذوف ۶:۴۰

العنکبوت ۳۹: فعل محذوف ۶:۴۱

الروم ۳۰: فعل محذوف ۶:۹۴

الاحزاب ۱۸: فعل ناقص محذوف ۶:۲۰۵

الاحزاب ۲۴: فعل محذوف ۶:۲۱۰

سبا ۲۱: فعل محذوف ۶:۳۱۲

سبا ۲۳: فعل محذوف ۶:۳۱۶

یٰسٓ ۶۶: فعل ناقص محذوف ۶:۴۳۵

الصّٰفّٰت ۷: 'وَحِفْظًا' فعل محذوف کی تاکید ہے یعنی 'حَفِظْنٰهَا حِفْظًا' ۶: ۴۵۴

الصّٰفّٰت ۹۳: فعل محذوف ۶: ۴۸۱

صٓ ۳۳: 'مَسْحًا' فعل محذوف کی تاکید کے لیے ہے یعنی 'یَمْسَحُ مَسْحًا' ۶: ۵۳۲

الزمر ۲۰: 'وَعْدَ اللّٰهِ' فعل محذوف سے منصوب اور اس کی تاکید کے لیے ہے ۶: ۵۷۷

الزمر ۴۲: 'وَالَّتِیْ لَمْ تَمُتْ' کے بعد 'یَتَوَفّٰهَا' محذوف ۶: ۵۹۵

الزخرف ۳۵: فعل محذوف ۷: ۲۲۸

الزخرف ۴۸: فعل ناقص محذوف ۷: ۲۳۵

الدخان ۵۳: فعل محذوف ۷: ۲۹۲

الجاثیۃ ۲۸: 'اَلْیَوْمَ' سے پہلے 'قِیْلَ لَهُمْ' محذوف ۷: ۳۳۰

محمد ۲۰: فعل ناقص محذوف ۷: ۴۱۵

قٓ ۱۷: 'اِذْ' سے پہلے ایک فعل محذوف ۷: ۵۴۴

قٓ ۳۲: فعل ناقص محذوف ۷: ۵۵۹

المجادلۃ ۱: فعل ناقص محذوف ۸: ۲۴۶

المجادلۃ ۶: فعل محذوف ۸: ۲۵۷

الحشر ۹: اس آیت میں ایک فعل 'الایمان' سے مناسبت رکھنے والا محذوف ہے ۸: ۲۹۴

الطلاق ۱۲: فعل محذوف ۸: ۴۴۸

التحریم ۸: فعل محذوف ۸: ۴۷۱

المرسلٰت ۱۷: فعل ناقص محذوف ۹: ۱۳۷

النّٰزعٰت ۶: 'یَوْمَ' سے پہلے فعل محذوف یعنی اس دن کو یاد رکھو یا اس کے ہم معنی کوئی لفظ ۹: ۱۷۸

الشمس ۱۳: 'نَاقَةَ اللّٰهِ' کا نصب بربنائے تحذیر ہے یعنی یہاں کوئی فعل محذوف مانیں گے جو آگاہ اور خبردار کر دینے کے معنی میں ہوگا ۹: ۳۹۳

### مبتدا محذوف

البقرۃ ۱: 'الٓمّٓ' ایک مستقل جملہ ہے۔ عربی زبان کے عام قاعدے کے مطابق یہاں مبتدا محذوف ہے۔ اس کو ظاہر کر دیا جائے تو پوری بات یوں ہوگی: 'هٰذَا الٓمّٓ' (یہ الف، لام، میم ہے) ۱: ۸۲

البقرۃ ۵۸: 'قُوْلُوْا حِطَّةٌ۔ حِطَّةٌ' کا لفظ ایک جملہ کے قائم مقام ہے۔ اس وجہ سے یہاں مبتدا کو محذوف ماننا پڑے گا۔ زمخشری نے اس کی پوری وضاحت یوں کی ہے 'مسئلتنا حِطّه' (ہماری درخواست حِطّہ ہے) 'حِطَّة' عبرانی میں استغفار اور توبہ کے کلمات میں سے تھا، وہیں سے یہ عربی میں منتقل ہوا ۱: ۲۲۰

البقرۃ ۱۴۷: 'اَلْحَقُّ' خبر ہے اور مبتدا اس کا محذوف ہے۔ پوری بات یوں ہوگی 'هٰذَا هُوَالْحَقُّ' یعنی یہی بات حق ہے۔ 'مِنْ رَّبِّکَ' خبر سے متعلق ہے۔ مبتدا کو عربی میں اس موقع پر حذف کر دیتے ہیں جہاں مخاطب کی پوری توجہ خبر پر مرکوز کر دینی ہو ۱: ۳۷۲

البقرۃ ۲۷۳: 'لِلْفُقَرَآءِ' سے پہلے مبتدا محذوف ہے یعنی یہ صدقہ و انفاق جس کی دعوت دی جا رہی ہے ان فقراء کے لیے ہے جن کی صفات یہ یہ ہیں۔ مبتدا کے حذف کی وجہ ایک تو یہ ہے کہ قرینہ خود اس پر دلیل ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ اس سے صدقے کے اخفا کی طرف ایک بلیغ اشارہ ہو رہا ہے ۱: ۶۲۳

البقرۃ ۲۸۳: 'فَرِهٰنٌ مَّقْبُوْضَةٌ' یہ بالکل اسی طرح کا جملہ ہے جس طرح سورۂ یوسف میں 'فَصَبْرٌ جَمِیْلٌ' ہے۔ اس کو مبتدا مان کر اس کی خبر کو محذوف بھی قرار دے سکتے ہیں اور اس کو خبر مان کر اس کے مبتدا کو محذوف بھی مان سکتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ اگر لکھا پڑھی اور گواہی شہادت کی صورت مفقود ہو تو کوئی چیز بطور رہن قبضے میں کرا کے بھی قرض کی معاملت کی جا سکتی ہے ۱: ۶۴۲

اٰل عمران ۶۰: مبتدا محذوف ۲: ۱۰۷

اٰل عمران ۱۹۷: 'مَتَاعٌ قَلِیْلٌ' مبتدائے محذوف کی خبر ہے۔ مقصود

اس سے ساری توجہ صرف خبر پر مرکوز کرانا ہوتا ہے ۲:۲۳۲

النساء ۸۱: 'طاعة' خبر ہے، مبتدا اس کا محذوف ہے ۲:۳۴۶

الاعراف ۱، ۲: مبتدا محذوف ۳:۲۲۰

الرعد ۱: مبتدا محذوف ۴:۲۷۰

النور ۱: مبتدا محذوف ۵:۳۶۱

النور ۵۳: مبتدا محذوف ۵:۴۲۵

الشعرآء ۱: 'طٰسٓمّٓ' مبتدائے محذوف کی خبر ۵:۴۹۸

سبا ۴۸: 'عَلَّامُ الْغُيُوْبِ' مستقل جملہ ہے اور مبتدا محذوف ہے ۶:۳۴۰

یٰسٓ ۵۸: مبتدا محذوف تاکہ مخاطب کی ساری توجہ خبر پر مرکوز ہو جائے ۶:۴۳۴

حٰمٓ السجدۃ ۱، ۲: مبتدا محذوف ۷:۷۷

حٰمٓ السجدۃ ۲۸: 'النَّارُ' مستقل جملہ ہے، خبر پر زور دینے کے لیے مبتدا محذوف ۷:۹۹

الاحقاف ۳۵: 'بَلٰغٌ' مبتدا محذوف کی خبر ہے ۷:۳۸۴

قٓ ۱: مبتدا محذوف ۷:۵۳۳

الواقعۃ ۳۸: مبتدا محذوف ۸:۱۶۹

القلم ۱: مبتدا محذوف ۸:۵۱۲

القلم ۹: مبتدا محذوف ۸:۵۱۶

عبس ۱۳: صفات مابعد کے بیان میں مبتدا کا حذف عربیت میں معروف ہے ۹:۲۰۲

القدر ۵: 'سَلٰمٌ' مبتدائے محذوف کی خبر ہے۔ پورا جملہ 'هِيَ سَلٰمٌ' ہے۔ پوری توجہ خبر پر مرکوز کر دینے کے لیے مبتدا کو حذف کر دیا ہے۔ جس طرح 'زَيْدٌ عَدْلٌ' میں لفظ 'عَدْلٌ' میں مبالغہ کا مفہوم پیدا ہو گیا ہے۔ اِسی طرح 'سَلٰمٌ' میں بھی مبالغہ کا مفہوم ہے ۹:۴۶۹

### مصدر محذوف

الطّور ۱۹: 'هَنِيْٓئًا' فعیل کے وزن پر صفت ہے۔ یہاں یہ درحقیقت مصدر محذوف کی صفت واقع ہے۔ پورا جملہ یوں ہے: 'كُلُوْا وَاشْرَبُوْا اَكْلًا وَّ شَرَابًا هَنِيْٓئًا'، بعض لوگوں نے اس کو حال کے مفہوم میں لیا ہے لیکن یہ رائے عربیت کے خلاف ہے ۸:۲۴

نوح ۷: 'اَصَرُّوْا' کے بعد بھی مصدر محذوف ہے یعنی 'اَصَرُّوْا اِصْرَارًا' چونکہ 'اسْتَكْبَرُوْا' کے بعد مصدر کی وضاحت ہو گئی ہے اس وجہ سے ایک جگہ اس کو حذف کر دیا ۸:۵۹۵

نوح ۹: 'اَعْلَنْتُ لَهُمْ' کے بعد مصدر محذوف ہے ۸:۵۹۶

### مضاف محذوف

البقرۃ ۱۰۲: 'عَلٰى مُلْكِ سُلَيْمٰنَ' سے مقصود سلیمان علیہ السلام کی بادشاہی کا زمانہ ہے۔ عربی زبان کے عام قاعدے کے مطابق یہاں ایک مضاف محذوف ہے یعنی 'عَلٰى عَهْدِ مُلْكِ سُلَيْمٰنَ' ۱:۲۸۲

البقرۃ ۱۷۷: 'وَفِي الرِّقَابِ' میں مضاف محذوف ہے یعنی 'فِيْ فَكِّ الرِّقَابِ' گردنوں سے مراد یہاں غلاموں کی گردنیں ہیں ۱:۴۲۶

البقرۃ ۱۷۷: 'وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ' میں ایک مضاف محذوف ہے۔ گویا پوری عبارت یوں ہوگی: 'وَلٰكِنَّ الْبِرَّ بِرُّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ' ۱:۴۲۳

اٰل عمران ۲۵: حرفِ جر کے بعد ایک مضاف محذوف ۲:۶۲

اٰل عمران ۱۱۰: 'لِلنَّاسِ' میں ایک مضاف محذوف ۲:۱۶۰

النساء ۱۱۴: 'اِلَّا مَنْ اَمَرَ بِصَدَقَةٍ' میں ایک مضاف محذوف ۲:۳۸۲

المآئدۃ ۲: 'قَلَآئِدَ' میں مضاف محذوف ۲:۴۵۴

المآئدۃ ۲۹: 'بِاِثْمِيْ وَاِثْمِكَ' دونوں میں مضاف محذوف ۲:۴۹۸

المآئدۃ ۴۱: 'مِنْۢ بَعْدِ مَوَاضِعِهٖ' میں ایک مضاف محذوف ۲:۵۲۲

المآئدۃ ۶۰: 'مَنْ لَّعَنَهُ اللّٰهُ' میں مضاف محذوف ۲:۵۵۱

المآئدۃ ۶۰: 'وَعَبَدَ الطَّاغُوْتَ' میں مضاف محذوف ۲:۵۵۲

الاعراف ۲۲: مضاف محذوف ۳:۲۳۶

التوبۃ ۱۹: 'کَمَنْ اٰمَنَ بِاللّٰہِ' میں مضاف محذوف ۳:۵۵۱

التوبۃ ۶۰: 'وَفِی الرِّقَاب' میں مضاف محذوف ۳:۵۹۲

یوسف ۸۲: 'وَسْئَلِ الْقَرْیَۃَ' میں مضاف محذوف یعنی 'وَسْئَلْ اَھْلَ الْقَرْیَۃِ' ۴:۲۴۶

بنی اسرآئیل ۷۵: مضاف محذوف ۴:۵۲۹

الکہف ۲۱: 'رَبُّھُمْ اَعْلَمُ بِھِمْ' میں مضاف محذوف یعنی 'اَعْلَمُ بِدِیْنِھِمْ' ۴:۵۷۵

الکہف ۲۱: 'عَلَیْھِمْ مَسْجِداً' میں ایک مضاف محذوف ۴:۵۷۵

الحج ۷۸: 'فِی اللّٰہِ' میں مضاف محذوف ہے یعنی 'فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ' ۵:۲۸۸

المومنون ۳۲: 'اَنِ اعْبُدُو اللّٰہَ' میں 'اَنْ' سے پہلے مضاف محذوف ۵:۳۱۷

النور ۳۵: 'لِلنَّاس' سے پہلے مضاف محذوف ۵:۴۱۱

الشعرآء ۱۶۹: مضاف محذوف ۵:۵۴۹

النمل ۱۷: مضاف محذوف ۵:۵۹۳

لقمان ۲۰: 'یُجَادِلُ فِی اللّٰہِ' میں مضاف محذوف ہے یعنی 'فِیْ تَوْحِیْدِ اللّٰہِ' ۶:۱۳۹

لقمان ۲۸: مضاف محذوف ۶:۱۴۳

فاطر ۱۸: مضاف محذوف ۶:۳۷۰

الصّٰفّٰت ۷۸: مضاف محذوف ۶:۴۷۷

الشوریٰ ۱۶: 'فِی اللّٰہِ' میں مضاف محذوف یعنی 'فِیْ تَوْحِیْدِ اللّٰہِ' ۷:۱۵۷

الجاثیۃ ۲۳: 'مِنْ' کے بعد ایک مضاف محذوف یعنی 'مِنْ بَعْدِ اَنْ اَضَلَّہُ اللّٰہُ' ۷:۳۲۲

القمر ۵۴: 'فِیْ' کے بعد ایک مضاف محذوف یعنی وہ باغوں اور نہروں کے عیش میں گھرے ہوئے ہوں گے ۸:۱۱۵

المجادلۃ ۱۷: 'مِنَ اللّٰہِ' میں مضاف محذوف یعنی 'مِنْ عَذَابِ اللّٰہِ' ۸:۲۷۱

الحشر ۲: 'مِنَ اللّٰہِ' میں مضاف محذوف ۸:۲۸۴

الممتحنۃ ۱: 'اَنْ' سے پہلے مضاف محذوف ۸:۳۲۵

## معطوف علیہ محذوف

البقرۃ ۲۵۹: 'وَلِنَجْعَلَکَ اٰیَۃً لِّلنَّاسِ' میں حرفِ عطف کا وجود، درآنحالیکہ یہاں کوئی لفظ ایسا موجود نہیں ہے جو اس کا معطوف علیہ بن سکے، اس بات کا واضح قرینہ ہے کہ یہاں معطوف علیہ محذوف ہے...

یہاں موقع دلیل ہے کہ 'لِتُؤْمِنَ بِالْبَعْثِ' اور اس معنی کے الفاظ حذف ہیں۔ گویا پوری بات یوں ہوگی کہ "اور تم اپنے گدھے کو دیکھو کہ کس طرح ہم اس کو زندہ کیے دیتے ہیں تاکہ حیات بعد الممات پر تمہارا ایمان پکا ہو جائے اور تاکہ تمہیں ہم لوگوں کے لیے نشانی بنائیں"۔ یہ نشانی بنانا چونکہ اس کا ایک بعید فائدہ تھا جس کی طرف آسانی سے ذہن منتقل نہیں ہوسکتا تھا اِس وجہ سے اس کو ظاہر کر دیا اور ایمان بالبعث اس کا بالکل واضح اور قریبی فائدہ تھا اس وجہ سے اِس کو حذف کر دیا اور حرف ربط کے ذریعہ سے اس کی طرف اشارہ کر دیا ۱:۶۰۴

اٰل عمران ۱۴۰: 'وَلِیَعْلَمَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ' الایہ کا معطوف علیہ یہاں مذکور نہیں ہے۔ جب اِس طرح عطف آئے تو اس کا معطوف علیہ محذوف ہوتا ہے اور وہ قرینہ سے معین ہوتا ہے۔ ہمارے نزدیک اس سے پہلے 'لِنَبْتَلِیَکُمْ' محذوف ہے ۲:۱۸۱

اٰل عمران ۱۵۴: 'وَلِیَبْتَلِیَ اللّٰہُ' کا معطوف علیہ محذوف ہے ۲:۱۹۶

النسآء ۱۲۷: 'وَاَنْ تَقُوْمُوْا' کا معطوف علیہ محذوف ۲:۳۹۷

الانعام ۵۵: معطوف علیہ محذوف ۳:۶۲

الانعام ۷۵: معطوف علیہ محذوف ۳:۹۱

الانعام ۱۰۵: معطوف علیہ محذوف ۳:۱۳۳

الاعراف ۱۷۴: معطوف علیہ محذوف ۳:۳۹۳

الانفال ۱۷: معطوف علیہ محذوف ۳:۴۵۱

یوسف ۲۱: معطوف علیہ محذوف ۴:۲۰۱

یوسف ۶۵: 'وَنَمِیْرُ اَھْلَنَا' کا معطوف علیہ محذوف ۴:۲۴۰

مریم ۲۱: معطوف علیہ محذوف ۴:۶۴۵

طٰہٰ ۳۹: معطوف علیہ محذوف ۵:۴۵

الحج ۲۲: معطوف علیہ محذوف ۵:۲۳۲

الشوریٰ ۳۵: یہاں 'یَعْلَمَ' حالتِ نصب میں ہے اس وجہ سے اس کا معطوف علیہ محذوف ماننا پڑے گا ۷:۱۷۳

الزخرف ۶۳: 'وَلِاُبَیِّنَ' کا معطوف علیہ محذوف ۷:۲۴۵

الاحقاف ۱۹: 'وَلِیُوَفِّیَھُمْ' کا معطوف علیہ محذوف ۷:۳۶۷

الفتح ۲۰: معطوف علیہ محذوف ۷:۴۵۹

مفعول محذوف

البقرة ۲۱: 'تَتَّقُوْنَ' کے یہاں دو معنی ہو سکتے ہیں۔ ایک یہ کہ تم تقویٰ حاصل کرو۔ دوسرے یہ کہ تم خدا کے غضب اور اُس کے عذاب سے بچو۔ یہاں دونوں معنوں کے صحیح ہونے کا امکان ہے لیکن ہم نے دوسرے معنی کو ترجیح دی ہے۔ اس صورت میں اس کے مفعول کو محذوف ماننا پڑے گا۔ اِس محذوف کو قرآن نے اس کے بعد والی آیت میں خود کھول دیا ہے۔ فرمایا ہے: 'وَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِیْ وَقُوْدُھَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ' (پس اس آگ سے بچو جس کے ایندھن آدمی اور پتھر بنیں گے) ۱:۱۳۶

البقرة ۵۹: 'فَبَدَّلَ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا قَوْلاً غَیْرَ الَّذِیْ۔ بَدَّلَ' کا لفظ جب اپنے دو مفعولوں کے ساتھ آتا ہے (جیسا کہ یہاں ہے، اگرچہ ایک محذوف ہے) تو اس کے معنی یہی ہوتے ہیں کہ ایک چیز کی جگہ دوسری چیز رکھ دی۔ پھر جب واضح الفاظ میں یہاں یہ بات کہی گئی ہے کہ ظالموں نے اس قول کو جو اُن سے کہا گیا تھا ایک دوسرے قول سے بدل دیا جو اُن سے نہیں کہا گیا تو اس سے صرف رویہ اور عمل کی تبدیلی مراد لینا الفاظ قرآن سے صریح انحراف ہے ۱:۲۲۰

یونس ۷۷: 'تقولون' کا مفعول بتقاضائے بلاغت محذوف ۴:۷۶

طٰہٰ ۳: 'یَخْشٰی' کا مفعول محذوف یعنی 'لِمَنْ یَّخْشٰی رَبَّہٗ بِالْغَیْبِ' ۵:۱۵

طٰہٰ ۴۸: 'کَذَّبَ' کا مفعول محذوف ۵:۵۵

طٰہٰ ۷۷: 'تَخْشٰی' کا مفعول محذوف ۵:۷۰

الانبیآء ۸۷: مفعول محذوف ۵:۱۸۲

المومنون ۲۱: مفعول محذوف ۵:۳۰۷

المومنون ۲۳: مفعول محذوف ۵:۳۱۳

الطّور ۳۶: 'یُوْقِنُوْنَ' کا مفعول 'بالاخرة' یا 'بالعذاب' بربنائے قرینہ محذوف ۸:۳۶

الواقعة ۵۷: مفعول محذوف ۸:۱۷۴

البیّنة ۱: 'کَفَرُوْا' کا مفعول محذوف ۹:۴۷۹

مقسم علیہ محذوف

الزخرف ۲: جہاں قرینہ بالکل واضح اور قسم خود مقسم علیہ کو واضح کر رہی ہو وہاں مقسم علیہ کو حذف کر دیتے ہیں۔ یہاں لفظ مبین نے خود مقسم علیہ کی طرف اشارہ کر دیا ہے ۷:۲۰۷

الدخان ۲: مقسم علیہ محذوف ۷:۲۶۷

قٓ ۱: 'وَالْقُرْاٰنِ الْمَجِیْدِ' جملہ قسمیہ ہے۔ یہ قسم بھی مقسم علیہ پر دلیل ہے اگرچہ وہ محذوف ہے ۷:۵۳۳

الذّٰریٰت ۱۸: وضاحت قرینہ کی بنا پر جوابِ قسم حذف کر کے اِس کی جگہ کوئی سرزنش و ملامت کا جملہ رکھ دیا گیا ہے ۷:۵۸۲

القیٰمة ۱: یہاں قسم کا مقسم علیہ مذکور نہیں ہے۔ اس کی وجہ دو وجہیں ہیں۔ ایک یہ کہ یہاں مقسم علیہ اتنا واضح ہے کہ اس کے اظہار کی ضرورت نہیں ہے ... دوسری وجہ یہ ہے کہ اس کے بعد 'نفس لوامۃ' کی جو قسم ہے وہ قیامت کے حق ہونے پر ایسی بدیہی دلیل ہے کہ اس کی تکذیب آدمی کے خود اپنے قلب و ضمیر کی تکذیب کے ہم معنی ہے۔ اس شہادت کے ہوتے قیامت کسی دلیل کی محتاج نہیں رہ جاتی بلکہ وہ

بجائے خود دعویٰ اور دلیل، قسم اور مقسم علیہ دونوں کی حیثیت حاصل کر لیتی ہے ۹:۷۸

القیٰمۃ ۲: یہ دوسری قسم ہے اور اس کا مقسم علیہ بھی مذکور نہیں ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مقسم علیہ خود قسم کے اندر ہی مضمر ہے ۹:۷۸

النّٰزِعٰت ۳ تا ۵: اِن قسموں کا مقسم علیہ یہاں لفظوں میں مذکور نہیں ہے بلکہ محذوف ہے ... یہاں چونکہ قیامت کی ہلچل کا ذکر آگے تفصیل سے موجود ہے، جو مقسم علیہ کو واضح کرنے کے لیے کافی ہے، س وجہ سے اس کے ذکر کی کوئی خاص ضرورت باقی نہیں رہی تھی۔ اس حذوف کو کھولنا چاہیں تو سورۂ مرسلٰت کی روشنی میں 'اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ وَاقِعٌ' کے الفاظ یہاں محذوف مان سکتے ہیں ۹:۱۷۷

البروج ۴: یہاں بھی جوابِ قسم حذف کر کے اس کی جگہ منکرین یامت کے لیے تذکیر وتنبیہ کی آیتیں رکھ دی گئی ہیں ... یہاں مذکورہ سموں کی روشنی میں مقسم علیہ کو کھولیے تو یہ ہوگا کہ قیامت شدنی ہے، اللہ خالق کے احاطۂ قدرت سے کوئی چیز باہر نہیں ہے، اس دن ہر شخص اپنے کیے کا انجام دیکھے گا ۹:۲۸۹

الشمس ۱۰: یہاں جوابِ قسم محذوف ہے۔ اس کے حذف کرنے کی جہ یہ ہے کہ اِس آخری ٹکڑے نے مقسم علیہ کی طرف ایک اشارہ کر دیا۔ س وجہ سے اس کے اظہار کی ضرورت باقی نہیں رہی ۹:۳۸۹

### موصوف محذوف

الرعد ۱۸: 'اَلْحُسْنٰی' کا موصوف بر بنائے وضاحتِ قرینہ محذوف ہے یعنی 'اَلْعَاقِبَۃُ الْحُسْنٰی' ۴:۲۸۳

الانبیآء ۱۰۱: 'حُسْنٰی' کا موصوف محذوف ۵:۱۹۳

الحج ۴۵: صفت محذوف ۵:۲۶۳

فاطر ۱۸: 'مُثْقَلَۃٌ' سے پہلے موصوف محذوف یعنی نفس مثقلۃ (اپنے بارِ گناہ کے نیچے دبی ہوئی جان) ۶:۳۷۰

الاعلیٰ ۸: 'یُسْرٰی' صفت ہے جس کا موصوف 'طریقۃ' یا اس کا ہم معنی کوئی لفظ محذوف ہے ۹:۳۱۸

الیل ۶: 'حُسْنٰی' کا موصوف لفظ 'عاقبۃ' یا اس کا ہم معنی کوئی لفظ محذوف ہے ۹:۴۰۳

الیل ۱۰: 'عُسْرٰی' کا موصوف محذوف ۹:۴۰۳

البیّنۃ ۵: 'قَیِّمَۃ' کا موصوف محذوف ۹:۴۸۲

## 'مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ' کا ترجمہ

الفتح ۲۹: محمد رسول اللہ کا ترجمہ عام طور پر مترجموں نے مبتدا اور خبر کا کیا ہے لیکن میرے نزدیک 'رَسُوْلُ اللّٰہِ' یہاں صفت اور عطف بیان کے حکم میں ہے۔ خبر اس کے آگے 'اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ...' الایہ ہے۔ یہ تورات میں وارد ایک تمثیل کی طرف اشارہ ہے جس میں پورے زمرۂ مومنین کی تصویر اس طرح پیش کی گئی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس میں گل سرسبد کی حیثیت حاصل ہے۔ اگر رسول اللہ پر وقف اور 'وَالَّذِیْنَ مَعَہٗ' سے استیناف مان لیا جائے تو آیت کی یہ بلاغت ختم ہو جائے گی۔ اس پورے گروپ کا اصل جمال اسی صورت میں نمایاں ہوگا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس میں سرتاج کی حیثیت حاصل رہے جیسی کہ فی الواقع ہے ۷:۴۷۰

## مستعارلہ کی رعایت

الانبیآء ۱۵: 'خٰمِدِیْنَ' یہاں مستعارلہ کی رعایت سے آیا ہے اور یہ عربی کا معروف اسلوب ہے ۵:۱۲۹

## مصدر

المآئدۃ ۹۶: 'صَعِیْد' کا لفظ مصدری معنی میں ہے ۲:۵۹۷

یوسف ۳: 'اَحْسَنَ الْقَصَصِ' مصدر نہیں ہے ۴:۱۸۹

بنی اسرآئیل ۷۹: 'مَقَامًا مَّحْمُوْدًا' 'مقام' مصدر کے معنی میں ہے اور یہاں یہ مفعول مطلق کی حیثیت رکھتا ہے ۴:۵۳۱

الانبیآء ۱۰۴: 'وَعْدًا عَلَیْنَا' میں مصدر تاکید کے لیے ہے ۵:۱۹۴

الروم ۶: 'وَعْدَ اللّٰہِ' یہاں مصدر موکد ہے اس وجہ سے اس کے

اندر تاکید کا مفہوم پیدا ہو جائے گا ۷۶:۶

الشوریٰ ۲۳: 'قُرْبٰی' مصدر کے مفہوم میں ہے ۱۶۵:۷

الشوریٰ ۴۱: 'بَعْدَ ظُلْمِهٖ' میں مصدر اپنے مفعول کی طرف مضاف ہے ۱۸۲:۷

الزخرف ۲۶: 'بَرَآءٌ' مصدر ہے جو صفت کے مفہوم میں استعمال ہوا ہے۔ مصدر جب صفت کے مفہوم میں استعمال ہو تو اس کے اندر مبالغہ کا مفہوم پیدا ہو جاتا ہے جیسے 'زیدٌ عدلٌ' اِس وجہ سے 'اِنَّنِیْ بَرَآءٌ' کے معنی ہوں گے: میں تم سے یک قلم بری ہوں، میرے اور تمہارے درمیان اب کوئی رابطہ باقی نہیں رہا ۲۲۲:۷

الاحقاف ۱۶: 'وَعْدَ الصِّدْقِ' مصدر موکد ہے ۳۶۵:۷

الملک ۱۷: 'نَذِیْرِ' یہاں مصدر کے معنی میں ہے اور اس معنی میں اِس کا استعمال معروف ہے ۴۹۸:۸

الجن ۱: 'عَجَبٌ' مصدر ہے اس وجہ سے عجیب کے مقابل میں اِس کے اندر مبالغہ کا مفہوم پایا جاتا ہے۔ یہ لفظ انھوں نے اِس کلام کی دل پذیری، اثر انگیزی اور حکمت آفرینی کے پہلو سے استعمال کیا ۶۱۶:۸

الاحزاب ۵۶: 'سَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا' میں مصدر تاکید و تکثیر کے مفہوم پر دلیل ہے۔ اِس وجہ سے ہم ان فقہاء کی رائے کو صحیح نہیں سمجھتے جو کہتے ہیں کہ اگر عمر بھر میں ایک مرتبہ بھی کوئی درود پڑھ لے تو اِس آیت کا حق ادا ہو جائے گا ۲۶۷:۶

سبا ۳۷: 'زُلْفٰی' مصدر ہے جس سے مقصود فعل کی تاکید ہے ۳۲۷:۶

حٰمٓ السجدۃ ۱۲: 'وَحِفْظًا' یہ مصدر فعل کی تاکید کے لیے ہے ۸۵:۷

قٓ ۴۰: سجود مصدری معنی میں ہے اور اس سے مراد آفتاب کا سجود ہے ۵۶۸:۷

الواقعۃ ۲: یہاں 'کَاذِبَةٌ' عاقبۃ اور عافیۃ کی طرح مصدر ہے یعنی اس کے واقع ہونے میں ذرا کسی شک و شبہ اور جھوٹ کی گنجائش نہیں ہے ۱۵۸:۸

الشمس ۵، ۶: 'ما' موصولہ اور 'ما' مصدریہ ۳۸۶:۹

اللیل ۳: 'ما' مصدریہ ہے ۴۰۱:۹

العلق ۸: 'رُجْعٰی' مصدر ہے 'بُشْرٰی' کے وزن پر، لوٹنے کے معنی میں ۴۵۶:۹

## مضاعف صلہ

سبا ۳۷: 'فَاُولٰٓئِکَ لَهُمْ جَزَآءُ الضِّعْفِ بِمَا عَمِلُوْا' لفظ ضعف عربی میں کسی شے کی مثل کے لیے بھی آتا ہے اور اس کے امثال کے لیے بھی، خواہ وہ امثال کتنے ہی غیر محدود ہوں۔ اِس وجہ سے اس ٹکڑے کا مفہوم یہ ہوگا: البتہ وہ لوگ جو ایمان و عملِ صالح کی روش اختیار کریں گے ان کے لیے ان کے اعمال کا مضاعف صلہ ہوگا۔ اِس مضاعف صلہ کی وضاحت قرآن مجید کے دوسرے مقامات میں ہوئی ہے۔ اس کو دگنے اجر کے محدود مفہوم میں نہ لیجیے ۳۲۸:۶

## مضاف الیہ کی رعایت

الشعرآء ۴: آیت میں بظاہر 'خٰضِعِیْنَ' کی جگہ خاضعۃ ہونا تھا لیکن 'اَعْنَاقُهُمْ' میں مضاف الیہ کی رعایت سے 'خٰضِعِیْنَ' آیا ہے ۴۹۹:۵

## مضاف، مضاف الیہ کی ترکیب

الحج ۳۵: 'وَالْمُقِیْمِی الصَّلٰوةِ' یہ مضاف، مضاف الیہ کی ترکیب ہے۔ اس کا مفہوم صرف یہی نہیں ہے کہ وہ نماز پڑھتے ہیں بلکہ یہ ہے کہ وہ برابر نماز کا نہایت اہتمام رکھنے والے ہیں ۲۴۹:۵

## معروف کا صیغہ

البقرۃ ۱۲۱: یہاں صالحین اہل کتاب کے لیے 'اٰتَیْنٰهُمُ الْکِتٰبَ' کا صیغہ استعمال کیا ہے۔ قرآن کے نظائر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ صیغہ اہل کتاب کے لیے بالعموم مدح کے موقع میں استعمال ہوا ہے۔ 'اَلَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ' کے مقابل میں 'اٰتَیْنٰهُمُ الْکِتٰبَ' کے الفاظ کے اندر اہتمام اور عنایت کا جو پہلو نمایاں ہے وہ ان لوگوں سے مخفی نہیں ہو سکتا جو

معروف اور مجہول کے مواقع استعمال اور عربی زبان میں ان دونوں اسلوبوں کی ادبی نزاکتوں سے واقف ہیں۔ مذکورہ اسلوب میں معروف کا صیغہ اِس حقیقت کو ظاہر کر رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کتاب حقیقت میں انھی کو دی جنھوں نے اس کی قدر کی۔ جنھوں نے اس کی قدر نہیں کی ان کو گویا خدا نے کتاب دی ہی نہیں۔ اِسی فرق کے سبب سے 'اُوتُو الْكِتٰبَ' کا صیغہ مدح کے مواقع میں بہت کم استعمال ہوا ہے ۱:۳۰۷

القصص ۵۲: 'اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ' سے صالحین اہل کتاب مراد ہیں ۵:۶۸۹

العنکبوت ۴۷: قرآن نے جہاں جہاں اہل کتاب کا ذکر معروف کے صیغے سے کیا ہے، بالعموم اچھے معنوں میں کیا ہے۔ اس وجہ سے 'اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ' سے یہاں مراد عام اہل کتاب نہیں ہیں بلکہ ان کے اندر کے وہ لوگ ہیں جو اپنے علم کے حد تک تورات و انجیل پر قائم تھے ۶:۵۶

## مفعول کا محل

التکاثر ۶: 'لَتَرَوُنَّ الْجَحِيْمَ' سے کلام کا پھر آغاز نہیں ہو رہا ہے، جیسا کہ عام طور پر لوگوں نے خیال کیا ہے بلکہ یہ 'لَوْ تَعْلَمُوْنَ عِلْمَ الْيَقِيْنَ' کے مفعول کے محل میں ہے ۹:۵۲۴

## مفعول بغیر فعل کے

النسآء ۹۲: 'تَوْبَةً مِّنَ اللّٰهِ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا' جب مفعول اِس طرح فعل کے بغیر آئے تو اس پر خاص تاکید اور عزم کے ساتھ زور دینا مقصود ہوتا ہے ۲:۳۶۲

## مفعول کی طرف مضاف

المآئدة ۳۹: 'مِنْۢ بَعْدِ ظُلْمِهٖ' میں لفظ 'ظلم' اپنے فاعل کی طرف بھی مضاف ہو سکتا ہے اور اپنے مفعول کی طرف بھی ۲:۵۱۳

الاعراف ۵۱: 'لِقَاء' مفعول/ظرف کی طرف مضاف ۳:۲۷۲

الروم ۲: 'غَلَبٌ' اپنے مفعول کی طرف مضاف ہے ۶:۷۴

الاحزاب ۴۴: 'تَحِيَّة' یہاں اپنے مفعول کی طرف مضاف ہے ۶:۲۴۱

الذّٰریٰت ۱۴: لفظ 'فتنة' یہاں اپنے مفعول کی طرف مضاف ہے ۷:۵۸۶

## مفعول لہٗ

الانبیآء ۳۵: 'فِتْنَةً' کو زمخشریؒ نے تاکیدِ فعل کے مفہوم میں لیا ہے لیکن میرے نزدیک یہ مفعول 'لہٗ' ہے ۵:۱۴۷

الزخرف ۵: 'صَفْحًا' مفعول 'لہٗ' کے مفہوم میں ہے اور اس کے معنی چشم پوشی کے ہیں ۷:۲۰۹

الاحقاف ۲۸: 'قُرْبَانًا' مفعول 'لہٗ' ہے ۷:۳۷۴

## مفہوم کے لحاظ سے فعل مذکر

البقرة ۲۷۵: 'فَمَنْ جَآءَهٗ مَوْعِظَةٌ' موعظت کے لفظ میں زجر و تنبیہ کا پہلو غالب ہے اس وجہ سے اس کی اصل روح کو پیش نظر رکھ کر ہم نے اس کا ترجمہ تنبیہ کیا ہے۔ اس کی تانیث چونکہ غیر حقیقی ہے اس وجہ سے لفظ کے مفہوم کے لحاظ سے اس کے لیے فعل مذکر آیا ہے ۱:۶۳۴

## مُقسَم علیہ

القلم ۲: یہ مقسم علیہ ہے یعنی تمام پچھلے آسمانی صحیفے اور یہ قرآن، جو لکھا جا رہا ہے، سب اس بات پر شاہد ہیں کہ تم اللہ کے فضل سے کوئی دیوانے نہیں ہو ۸:۵۱۳

الطارق ۴: یہ مقسم علیہ یا اصل دعوٰی ہے جس کو ثابت کرنے کے لیے مذکورہ بالا قسم کھائی گئی ہے ۹:۳۰۱

## ملائکہ کے جمع لانے کی وجہ

اٰل عمران ۳۹: 'مَلٰٓئِكَةُ' کا لفظ یہاں اور خاص اس سیاق میں جہاں

جہاں بھی آیا ہے جمع کی صورت میں آیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ زکریاؑ نے ہاتفِ غیبی کی ندا سنی۔ تعین کے ساتھ انھوں نے فرشتے کو نہیں پہچانا، اس ابہام کے سبب سے قرآن نے کسی خاص فرشتہ کے بجائے فرشتوں کا ذکر فرمایا ہے ۲:۷۹

النسآء ۹۷: 'تَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ' میں 'مَلٰٓئِكَةُ' اسی طرح جمع آیا ہے جس طرح آل عمران کی آیات ۳۹، ۴۲ اور ۴۵ میں آیا ہے۔ بعض دفعہ جمع سے مقصود صرف جنس کا اظہار ہوتا ہے ۲:۳۶۵

## 'مِنَ السَّمَآءِ' کا مفہوم

البقرۃ ۵۹: قرآن نے مذکورہ عذاب کی اس مخصوص نوعیت کو 'مِنَ السَّمَآءِ' کے لفظ سے ظاہر کیا ہے جس طرح ہم کسی ہولناک آفت کو قہر آسمانی سے تعبیر کرتے ہیں ۱:۲۲۲

## 'مِنْ رُّوْحِهٖ' کا اسلوب

السجدۃ ۹: 'مِنْ رُّوْحِهٖ' میں اضافت سے مقصود فی الجملہ اس روح کے اختصاص کا اظہار ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے خاص فیوض و برکات میں سے ہے یہ مطلب نہیں ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا کوئی حصہ ہے ۶:۱۶۱

## 'مِنْ قَبْلِ اَنْ يُّنَزَّلَ' کے بعد پھر 'مِنْ قَبْلِهٖ' کا اسلوب

الروم ۴۹: 'مِنْ قَبْلِ اَنْ يُّنَزَّلَ' کے بعد پھر 'مِنْ قَبْلِهٖ' میں بظاہر کچھ تکرار سی محسوس ہوتی ہے لیکن غور کیجیے تو معلوم ہوگا کہ تکرار نہیں ہے بلکہ یہاں دو الگ الگ باتیں فرمائی گئی ہیں یعنی بارش سے پہلے وہ بارش سے مایوس تھے اور بشارت کے ظہور سے پہلے خوشی سے ۶:۱۰۸

## 'مِنْ' کا اِستعمال

البقرۃ ۲۶۵: 'تَثْبِيْتًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ' تثبیت کے معنی مضبوط کرنے، جمانے اور مستحکم کرنے کے ہیں یعنی وہ اپنے مال خدا کی خوشنودی کے ساتھ ساتھ اِس مقصد سے بھی خرچ کرتے ہیں کہ اس طرح وہ اپنے نفس کی تربیت کریں کہ وہ دین کے احکام کی تعمیل میں اچھی طرح پختہ ہو جائے۔ 'مِنْ' یہاں تثبیتاً کے مفعول پر داخل ہے ۱:۶۱۷

ابراہیم ۴۰: 'وَمِنْ ذُرِّيَّتِيْ' میں 'مِنْ' تبعیض کا ہے ۴:۳۳۴

النحل ۲۵: 'مِنْ' تبعیض کے لیے ہے ۴:۴۰۲

الاحقاف ۳۱: 'مِنْ ذُنُوْبِكُمْ' میں 'مِنْ' تبعیض کے لیے ہے جس سے یہ بات نکلتی ہے کہ بعض گناہ ایسے بھی ہیں جن کی معافی کا معاملہ اس ایمان کے بعد بھی محوّل رہتا ہے ۷:۳۷۹

الاحقاف ۳۵: 'مِنَ الرُّسُلِ' میں 'مِنْ' تبعیض کے لیے نہیں بلکہ بیان کے لیے ہے ۷:۳۸۳

التغابن ۱۴: 'اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ' میں حرف 'مِنْ' تبعیض کے لیے ہے جس سے یہ بات نکلتی ہے کہ یہ ضروری نہیں ہے کہ ہر شخص کے بیوی بچے لازماً ایسے ہی ہوں ۸:۴۲۲

نوح ۴: 'يَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ' میں 'مِنْ' تبعیض کے لیے ہے ۸:۵۹۲

البینۃ ۱: 'مِنْ' تبعیض کے لیے ہے ۹:۴۷۹

القریش ۴: 'مِنْ' سببیہ ہے ۹:۵۷۵

## 'مَنْ' کا اِستعمال

محمد ۱۴: آیت میں 'مَنْ' کے لیے ضمیریں اور فعل واحد اور جمع دونوں شکلوں میں استعمال ہوئے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ واحد، جمع، مذکر، مؤنث سب میں مشترک ہے ۷:۴۰۳

المدثر ۱۱: یہاں حرف 'مَنْ' استعمال ہوا ہے جو واحد اور جمع دونوں کے لیے استعمال ہوتا ہے اور اس کے لیے ضمیریں بھی دونوں ہی طرح آ سکتی ہیں ۹:۴۹

القارعۃ ۷: یہاں 'مَنْ' کے لحاظ سے ضمیر اگرچہ واحد ہے لیکن اس سے مراد جمع لے سکتے ہیں ۹:۵۱۵

القیمۃ ۲۷: نکرہ سے پہلے 'مَنْ' یا تو شدتِ طلب کے لیے آتا ہے یا غلبۂ یاس کی تعبیر کے لیے ۹:۹۲

الانعام ۱۳۳: اس آیت میں زبان کا ایک نکتہ بھی قابلِ توجہ ہے فرمایا کہ 'وَيَسْتَخْلِفْ مِنْۢ بَعْدِكُمْ مَّا يَشَآءُ' حالانکہ بظاہر 'مَنْ يَشَآءُ' ہونا تھا اس لیے کہ 'ما' کا غالب استعمال بے جان چیزوں ہی کے لیے ہے۔ میرے نزدیک 'مَنْ' کی جگہ 'ما' کا استعمال اللہ تعالیٰ نے اپنی کامل قدرت کے اظہار اور قریش کے غرور پر ضرب لگانے کے لیے فرمایا ہے ۳:۱۶۸

## 'مِنْ كَيْدِكُنَّ' میں جمع کی ضمیر

یوسف ۲۸: 'مِنْ كَيْدِكُنَّ' میں جمع کی ضمیر مرد کے غصہ کی تیزی اور شدت کو ظاہر کرتی ہے۔ گویا اس کے اس فعل نے تنہا اس کو نہیں بلکہ اس کی پوری جنس کو اس کی نگاہوں میں کیا داور مبغوض بنا دیا ۴:۲۰۷

## 'مِنْهُ' سے مراد

الذّٰریٰت ۵۰: 'مِنْهُ' سے مراد یہ ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے خاص تمہارے انذار ہی کے مشن پر مامور ہو کر آیا ہوں۔ بعض لوگوں نے 'مِنْهُ' کو 'نذیر' کے صلہ کے مفہوم میں لیا ہے لیکن یہ رائے عربیت کے بھی خلاف ہے اور نظائر قرآن کے بھی ۷:۶۲۸

## نتیجۂ خیر یا شر کی مبادرت

الفیل ۳ تا ۵: بعض مرتبہ کسی نتیجۂ خیر یا شر کی مبادرت ظاہر کرنے کے لیے اس کو فعل کی پوری تفصیل سے پہلے ہی ظاہر کر دیتے ہیں۔ دعاؤں کی قبولیت کی مبادرت ظاہر کرنے کے لیے قرآن نے یہ اسلوب جگہ جگہ اختیار کیا ہے۔ اس سورہ میں ابرہہ کی فوجوں کا انجام ظاہر کرنے کے لیے ان پر چڑیوں کے بھیجے جانے کا ذکر پہلے کیا اور ان کے پامال ہونے کا ذکر اس کے بعد کیا۔ سورہ کا مزاج چونکہ قریش پر امتنان و احسان کا تھا اس وجہ سے بلاغت کا تقاضا یہی تھا کہ دشمن کی بدانجامی کی تصویر پہلے سامنے آئے ۹:۵۶۶

## نحوی مسائل

البقرۃ ۴۲: 'وَتَكْتُمُوْا' کے اعراب کے بارے میں اہلِ تحویل نے اختلاف کیا ہے۔ بعض لوگ یہاں 'اِنْ' کو پوشیدہ مانتے ہیں۔ اس وجہ سے 'تکتموا' کو نصب کی حالت میں قرار دیتے ہیں۔ بعض اس کو سابق پر عطف قرار دے کر اس کو جزم کی حالت میں مانتے ہیں۔ استاذ امام مولانا حمید الدین فراہی رحمۃ اللہ علیہ عطف کی صورت کو ترجیح دیتے ہیں۔ ان کا کہنا یہ ہے کہ یہاں حرف 'لا' کا اعادہ نہ کرنا اس حقیقت کو ظاہر کرتا ہے کہ یہ دونوں باتیں ایک ہی حقیقت کو ظاہر کر رہی ہیں۔ پہلی بات کے بعد یہ دوسری بات ایک وضاحت اور ایک بیان کی حیثیت رکھتی ہے ۱:۱۸۴

یوسف ۱۰۰: 'يٰۤاَبَتِ' میں 'ت' 'ی' کی قائم مقام ہے ۴:۲۵۴

المومنون ۴۴: 'تَتْرَا' کی اصل 'وترا' ہے۔ عربی کے معروف قاعدے کے مطابق 'و' 'ت' سے بدل گئی ہے ۵:۳۲۰

صٓ ۱۴: 'فَحَقَّ عِقَابِ' اصل میں 'حَقَّ عِقَابِی' ہے۔ قافیہ کی رعایت سے 'ی' گر گئی ہے ۶:۵۱۷

فاطر ۱۰: اس ٹکڑے میں 'سَيِّاٰتِ' کا نصب کچھ بیگانہ سا محسوس ہوتا ہے اس لیے کہ فعل 'مکر' اس طرح متعدی نہیں ہوتا۔ صاحبِ کشاف نے اس کی توجیہ یہ کی ہے کہ 'سَيِّاٰتِ' یہاں مصدر کی صفت ہے یعنی یمکرون المکرات السیأت۔ یہ توجیہ صحیح معلوم ہوتی ہے ۶:۳۶۴

المجادلۃ ۲: 'مَا هُنَّ اُمَّهٰتِهِمْ' میں ایک سوال 'اُمَّهٰتِهِمْ' کے اعراب سے متعلق بھی پیدا ہوتا ہے کہ اس کو نصب کیوں ہے؟ میرے نزدیک یہاں 'ما' معنی میں 'لَيْسَ' کے ہے۔ قرآن میں اس کی مثالیں موجود ہیں ۸:۲۵۰

الحاقۃ ۱۹: 'كِتٰبِيَهْ' میں 'ہ' سکتہ کی ہے جو محض قافیہ کی رعایت سے آ گئی ہے ۸:۵۴۷

النّبا ۱: 'عَمَّ' دراصل ہے تو 'عَمَّا' لیکن عام استعمال میں جس طرح بعض حروف کی آواز دب جاتی ہے اسی طرح 'عَمَّا' سے بھی الف ساقط ہو گیا ہے اور یہ اسی طرح استعمال ہوتا ہے ۹:۱۵۶

القارعۃ ۱۰: 'مَاهِيَهْ' میں 'ہ' سکتہ کی ہے جو قافیہ کی رعایت سے آئی ہے ۹:۵۱۵

## نسبت کی تبدیلی سے معانی میں فرق

قرآن نے ایک ہی لفظ کبھی بندے کے لیے استعمال کیا ہے اور کبھی اللہ تعالیٰ کے لیے۔ ایسی صورت میں لامحالہ لفظ کے مختلف مفاہیم میں فرق کرنا پڑتا ہے تاکہ اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کی طرف کوئی ایسی بات منسوب نہ ہو جائے جو اس کی عظمت و تقدیس کے منافی ہو مثلاً صلوٰۃ جب بندے کی طرف سے ہو تو دعا کے معنی میں ہے اور جب اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہو تو رحمت کے مفہوم میں ہے۔ اسی طرح شکر بندے کی طرف سے اعترافِ نعمت ہے اور خدا کی طرف سے ہماری نیکیوں کی پذیرائی ہے۔ یہی حال توبہ، سخط، مکر، کید، اسف اور حسرت وغیرہ الفاظ کا ہے، بلکہ حق یہ ہے کہ ہماری لغت کا کوئی لفظ بھی ایسا نہیں ہے جس کو ہم اس فرق کے لحاظ کے بغیر اللہ تعالیٰ کے لیے استعمال کرتے ہوں۔ ہم تمام الفاظ میں یہی کرتے ہیں کہ ان کو اللہ تعالیٰ کے لیے استعمال کرتے وقت ان کے صرف انھی مفاہیم کو سامنے رکھتے ہیں جو خدا کی ذات برتر کے شایانِ شان ہوں۔

الفاتحہ ۶: 'مَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ' میں فعل کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف اِس طرح براہِ راست نہیں ہے جس طرح انعام کے ذکر میں ہے۔ اس کی ایک وجہ تو سُوءِ ادب سے احتراز ہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ انعام ہمیشہ اور ہر حال میں بندہ پر اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہوتا ہے، برعکس اس کے خدا کے غضب کا مستحق بندہ اپنے اعمال کے سبب سے خود بنتا ہے ۱:۶۰

البقرۃ ۱۵۷: 'اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِنْ رَّبِّهِمْ' 'صَلَوٰت' صلوٰۃ کی جمع ہے جس کے اصل معنی کسی چیز کی طرف بڑھنے کے ہیں۔ اسی مفہوم کے اعتبار سے یہ لفظ نماز کے لیے استعمال ہوا کہ بندہ نماز میں اپنے رب کی طرف بڑھتا ہے۔ اسی طرح یہ لفظ اس التفات و توجہ کے لیے بھی آتا ہے جو اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی طرف فرماتا ہے۔ اس صورت میں اس کے معنی الطاف و عناياتِ الٰہی کے ہو جاتے ہیں۔ لفظ کی روح تو ایک ہی رہتی ہے لیکن نسبت کے بدل جانے سے ایک میں نیازمندی کا اور دوسرے میں لطف و عنایت کا مفہوم پیدا ہو جاتا ہے۔ اسی وجہ سے اس کا ترجمہ ہم نے 'عنایتیں' کیا ہے۔ نسبت کے بدل جانے سے الفاظ کے مفہوم میں اس قسم کی تبدیلیوں کی مثالیں عربی زبان میں بہت ملتی ہیں ۱:۳۸۳

البقرۃ ۱۵۸: شکر کا لفظ صلوٰۃ یا توبہ کے الفاظ کی طرح اُن الفاظ میں سے ہے جن کے معنی میں نسبت کی تبدیلی سے فرق ہو جایا کرتا ہے، جب بندے کی طرف اِس کی نسبت ہوتی ہے تو اس کے معنی شکر گزاری کے ہوتے ہیں لیکن جب اس کی نسبت خدا کی طرف ہو تو اس کے معنی قبول کرنے کے ہو جاتے ہیں ۱:۳۸۷

الشعرآء ۸۰: بیمار ہونے کی نسبت اپنی طرف فرمائی۔ اِس کی وجہ سوءِ ادب سے احتراز بھی ہے اور اس حقیقت کا اظہار بھی کہ نعمتیں جس قدر بھی بندے کو ملتی ہیں وہ سب خدا کے فضل وجود سے ملتی ہیں لیکن اس کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ بسا اوقات اس کے کسی عمل پر مترتب ہوتی ہے، ہرچند وہ پہنچتی تو خدا کے اذن وحکم ہی سے ہے لیکن اس میں انسان کی اپنی غفلت کو بھی دخل ہوتا ہے، اس وجہ سے وہ بندے کی طرف منسوب ہوتی ہے ۵:۵۲۵

الاحزاب ۴۳: لفظ 'يُصَلِّىْ' اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت سے رحمت کرنے کے مفہوم میں ہوگا اور ملائکہ کی طرف نسبت سے رحمت کی دعا کے مفہوم میں ۶:۲۴۰

## 'نَفّٰثٰتِ فِی الْعُقَدِ' کا اسلوب

الفلق ۴: 'نَفّٰثٰتِ فِی الْعُقَدِ' کے معنی گرہوں میں پھونک مارنے والوں کے ہیں۔ اگرچہ یہ مؤنث ہے لیکن اس سے عورتوں کو مراد لینا لازم نہیں ہے۔ عربیت کے قاعدے سے آپ اس سے ارواحِ خبیثہ اور نفوسِ خبیثہ مراد لے سکتے ہیں عام اس سے کہ وہ مرد ہوں یا عورتیں ۹:۶۶۲

## 'نفع' کے مقابل 'اثم'

البقرۃ ۲۱۹: 'يَسْــَٔلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ قل فِيْهِمَآ اِثْمٌ كَبِيْرٌ وَّ مَنَافِعُ لِلنَّاس' یہاں آیت میں 'نفع' کا مدمقابل لفظ 'اِثْمٌ' استعمال کر کے قرآن نے بالکل واضح کر دیا تھا کہ یہاں زیر بحث ان

کے مادّی اور طبی فوائد نہیں ہیں بلکہ اخلاقی فائدے ہیں۔ اس لیے کہ اثم کا لفظ طبی نقصانات کے لیے نہیں استعمال ہوتا بلکہ اخلاقی مفاسد اور گناہوں کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ اگر سوال شراب کے طبی نفع و نقصان سے متعلق ہوتا تو نفع کے مقابل میں 'ضرر' کا لفظ استعمال ہوتا نہ کہ اثم کا ۱:۵۱۵

## 'نفی الشئی بنفیِ لازمہٖ' کا اسلوب

البقرہ ۴۸: 'لَایُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ وَّلَایُؤْخَذُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّلَاهُمْ يُنْصَرُوْنَ' میں عربی زبان کا وہ اسلوب ملحوظ ہے جس میں بظاہر تو ایک شے کے لازم کی نفی ہوتی ہے لیکن مقصود درحقیقت ملزوم کی نفی ہوتی ہے۔ امراءالقیس نے اپنے ایک شعر میں ایک صحرائی راستہ کی تعریف کی ہے کہ 'لَایُهْتَدٰی بِمَنَارِهٖ' (اس کی برجیوں سے راستہ معلوم نہیں کیا جاتا) ظاہر ہے کہ اس طرزِ تعبیر سے اس کا مقصود یہ بتانا ہے کہ اس صحرا میں رہنمائی کے لیے برجیاں اور منارے سرے سے موجود ہی نہیں ہیں۔ اسی اسلوب پر یہاں یہ بتانا مقصود ہے کہ اس دن نہ کوئی ان کے لیے شفاعت کرنے والا ہوگا، نہ کوئی شفاعت قبول ہوگی، نہ کسی کے پاس دینے کے لیے معاوضہ ہوگا، نہ کسی سے معاوضہ لیا جائے گا، نہ کسی کے حامی اور مددگار ہوں گے، نہ کسی کی حمایت و مدد کی جا سکے گی ۱:۲۰۹

الاعراف ۴۰: 'لَا تُفَتَّحُ' سے مقصود نفس فعل کی نفی نہیں بلکہ اس کے لازم کی نفی ہے ۳:۲۵۷

یونس ۱۸: 'قُلْ اَتُنَبِّـُٔوْنَ اللّٰهَ بِمَا يَعْلَمُ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ' یہ نفی الشئی بنفیِ لازمہٖ کے اسلوب پر ان فرضی سفارشیوں کی تردید ہے یعنی ان کے ان فرضی سفارشیوں کا آسمان و زمین میں کوئی وجود ہوتا تو سب سے زیادہ ان سے باخبر تو خود اللہ تعالیٰ ہوتا جس کے وہ مقرب اور چہیتے ٹھہرائے جاتے ہیں۔ لیکن خدا کو تو ان کا کوئی پتا نہیں ہے، بس یہی لوگ ان کا سراغ بھی دے رہے ہیں اور یہی ان کو آسمان پر بھی چڑھا رہے ہیں۔ بعینہٖ یہی مضمون رعد آیت ۳۳ میں بھی ہے: 'وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ قُلْ سَمُّوْهُمْ اَمْ تُنَبِّـُٔوْنَهٗ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي الْاَرْضِ اَمْ بِظَاهِرٍ مِّنَ الْقَوْلِ' (اور انھوں نے اللہ کے شریک ٹھہرائے ہیں، ان سے کہو کہ ذرا ان کے نام تو لو۔ کیا تم اس کو ایسی چیز کا پتا دے رہے ہو جس کی زمین میں وجود کا اس کو خود علم نہیں یا یوں ہی ہوائی بات کررہے ہو) عربیت کے اس اسلوب کی مثالیں کلامِ عرب میں موجود ہیں۔ امراءالقیس نے ایک صحرائی راستہ کی تعریف کی ہے کہ 'لَایُهْتَدٰی بِمَنَارِهٖ' اس کی برجیوں سے رہنمائی نہیں حاصل کی جاتی۔ جس کا صریح مفہوم یہ ہے کہ اس میں برجیاں اور مینارے سرے سے موجود ہی نہیں ہیں۔ اگر ہوتے تو لازماً ان سے رہنمائی حاصل کی جاتی ۴:۳۴

الرعد ۳۳، ۴:۲۹۵

المدثر ۴۸: یہ ان کے مزعومہ شفعاء اور ان کی مفروضہ شفاعت کی نفی فرمائی ہے کہ نہ وہاں ان کے مزعومہ شفعاء ہوں گے اور نہ ان کی شفاعت۔ یہاں کلام، عربیت کے اسلوب پر ہے جس کو 'نفی الشئی بنفی لازمہٖ' سے تعبیر کرتے ہیں ...۹:۶۴

## نفیِ جواز

الروم ۳۰: 'لَاتَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ' میں لائے نفی، نفیِ امکان یا نفیِ وقوع کے مفہوم میں نہیں ہے بلکہ نفیِ جواز کے مفہوم میں ہے ۶:۹۵

## نہی کے ساتھ قید کا اضافہ

البقرہ ۴۱: 'وَلَا تَكُوْنُوْٓا اَوَّلَ كَافِرٍۢ بِهٖ' سب سے پہلے اس کے کفر کرنے والے نہ بنو، کا مطلب یہ نہیں ہے کہ جب دوسرے کفر کرلیں تو تمھارے لیے کفر کرنا جائز ہو جائے گا بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ چونکہ یہ قرآن تمھاری کتاب کی تصدیق کرتا نازل ہوا ہے اور اس پر ایمان لانے کا تم سے اس کے نزول سے پہلے ہی عہد لیا جا چکا ہے اس وجہ سے اس کو قبول کرنے اور اس پر ایمان لانے کی سب سے پہلے تم ہی سے توقع کی جا سکتی تھی لیکن یہ عجیب صورتِ حال ہے کہ دوسرے تو اس سے ناآشنا ہونے کے باوجود اس پر ایمان لانے کے لیے سبقت کریں اور تم اس سے پہلے سے آشنا ہو کر اس کی مخالفت کی راہ میں سبقت کرو۔

اس طرح کے مواقع پر نہی کے ساتھ جو قید لگی ہوئی ہوتی ہے استاذ امامؒ کے نزدیک اس کا مقصود محض صورتِ واقعہ کے گھناؤنے پن کو ظاہر کرنا ہوتا ہے۔ نہی کا اصل تعلق تو فعل سے ہوتا ہے، قید اس کے ساتھ محض اس

لیے بڑھا دی جاتی ہے تا کہ وہ صورتِ حال سامنے آجائے جو اس کے ارتکاب میں مضمر ہے مثلاً قرآن مجید میں ارشاد ہوا ہے 'لَا تَاْكُلُوا الرِّبٰوا اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً' آل عمران ۱۳۰ (سود نہ کھاؤ دگنا چوگنا کرتے ہوئے)۔ اِس آیت میں مطلب یہ نہیں ہے کہ اگر سود در سود کی شکل پیدا نہ ہو تو سود مباح ہے بلکہ مقصود اس صورتِ حال کے پیش کرنے سے اصل فعل کی نفرت انگیز شکل کو سامنے کر دینا ہے۔

اسی طرح زیر بحث ٹکڑے کے بعد فرمایا: 'وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِيْ ثَمَنًا قَلِيْلًا' (اور میری آیتوں کو حقیر پونجی کے عوض نہ بیچو) تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اگر اچھے دام مل جائیں تو بیچ سکتے ہو بلکہ نہی کا تعلق یہاں بھی اصل فعل سے ہے یعنی روکا جس چیز سے گیا ہے وہ دین فروشی ہے لیکن 'ثَمَنًا قَلِيْلًا' کی قید نے یہ حقیقت بھی واضح کر دی کہ دین فروشی کا یہ کاروبار نہایت ذلیل طریقہ سے ہو رہا ہے کیونکہ اللہ کی آیات کے بدلے میں اگر تمام دنیا بھی حاصل ہو جائے تو وہ بہر حال ایک متاعِ حقیر ہے ۱:۱۸۰

البقرۃ ۲۷۳: 'لَا يَسْئَلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا' (وہ لوگوں سے لپٹ کر سوال نہیں کرتے) میں اصل مقصود سوال کرنے کی نفی ہے 'اِلْحَافًا' کی قید اس کے ساتھ صرف سوال کرنیوالوں کی عام حالت کی تصویر اور اس کے گھنونے پن کے اظہار کے لیے لگائی ہے۔ مثلاً فرمایا ہے کہ 'لَا تَقْتُلُوْا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ' (اور اپنی اولاد کو فقر کے اندیشے سے قتل نہ کرو) اس میں ممانعت دراصل قتل کی ہے، 'خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ' کی قید محض اس کے گھنونے پن کو واضح تر کرنے کے لیے ہے۔ یا فرمایا ہے کہ 'لَا تَاْكُلُوا الرِّبٰوا اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً' (اور سود نہ کھاؤ دگنا چوگنا کر کے)۔ اس میں ممانعت دراصل سود کھانے کی ہے، 'اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً' کی قید محض اس کی کراہت کو نمایاں کرنے کے لیے ہے۔ یا فرمایا ہے 'لَا تُكْرِهُوْا فَتَيٰتِكُمْ عَلَى الْبِغَآءِ اِنْ اَرَدْنَ تَحَصُّنًا' (اور اپنی لونڈیوں کو بدکاری پر مجبور نہ کرو اگر وہ قیدِ نکاح میں آنا چاہتی ہوں) اس میں بھی مقصود مطلق اکراہ کی ممانعت ہے 'اِنْ اَرَدْنَ تَحَصُّنًا' کی قید محض اس کے گھنونے پن کے اظہار کے لیے ہے۔

اسی طرح 'لَا يَسْئَلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا' میں مقصود ان کے سوال کرنے کی نفی ہے۔ 'اِلْحَافًا' کی قید محض سوال کرنے والوں کی عام حالت کے اظہار کے لیے ہے کہ بھلا جو لوگ اتنے خوددار ہیں کہ جو ان کے حال سے بے خبر ہو وہ ان کو غنی سمجھتا ہے، وہ گداگروں اور بھک منگوں کی طرح کی حرکت کس طرح کر سکتے ہیں۔ چنانچہ ان کی اسی خودداری اور پردہ داری کی وجہ سے قرآن نے اہل انفاق کو ان کا سراغ دینے کے لیے ان کی پہچان یہ بتائی ہے کہ ان کو صرف چہرے بشرے سے پہچان کر ڈھونڈنے کی کوشش کرو اور ان کے پاس خود پہنچو، یہ توقع نہ رکھو کہ عام گداگروں کی طرح یہ لوگ تمھارے پیچھے پیچھے بھاگیں گے ۱:۶۲۴

## واحد کے لیے جمع کا اِستعمال

المجادلۃ ۱۱: قرینہ دلیل ہے کہ 'مجلس' سے یہاں مراد اصلاً مجلس نبوی ہے لیکن لفظ جمع استعمال کر کے یہ رہنمائی دی گئی ہے کہ یہاں جو آداب بتائے جا رہے ہیں وہ مسلمانوں کی تمام مجالس کے لیے عام ہیں تاکہ ان کی ہر مجلس میں مجلس نبوی (ﷺ) کا عکس پایا جائے۔ قرآن میں اِسی طرح بعض جگہ لفظ 'مساجد' جمع کی شکل میں استعمال ہوا ہے اگرچہ اصلاً اس سے مراد مسجد حرام ہے جیسا کہ 'اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ' (التوبۃ ۹:۱۸) میں ہے لیکن لفظ جمع استعمال کر کے یہ تعلیم دی گئی کہ جو ہدایت اس مرکزی مسجد سے متعلق دی جا رہی ہے وہی حکم تمام مساجدِ الٰہی کا ہو گا اس لیے کہ وہ سب اس کے تابع ہیں ۸:۲۶۲

## 'وَاِذْ تَقُوْلُ' کا اسلوب

الاحزاب ۳۷: 'وَاِذْ تَقُوْلُ' کے الفاظ سے یہ بات نکلتی ہے کہ حضور ﷺ نے بات زیدؓ سے بار بار فرمائی۔ اگر یہ بات ایک ہی مرتبہ کہنے کی نوبت آئی ہوتی تو 'قُلْتَ' کافی تھا، 'تَقُوْلُ' کی ضرورت نہیں تھی ۶:۲۳۴

## 'وَاِذْ' کا اِستعمال

التحریم ۳: 'وَاِذْ' سے بالعموم کسی دوسرے مستقل واقعہ ہی کا حوالہ دیا جاتا ہے ۸:۴۶۰

## واوِ تفسیریہ

البقرۃ ۵۳: 'وَاِذْ اٰتَیْنَا مُوْسَی الْکِتٰبَ وَالْفُرْقَانَ' فرقان کے معنی ہیں حق و باطل کے درمیان فرق کرنے والی چیز۔ یہاں واوٗ، بیان اور تفسیر کے لیے ہے یعنی کتاب (تورات) ہی کو فرقان کے لفظ سے تعبیر کر کے اس کے ایک اور پہلو کو واضح کر دیا ہے۔ قرآن مجید میں قرآن اور تورات کے لیے دونوں کے لیے فرقان کی تعبیر استعمال ہوئی ہے... ۱:۲۱۲

## 'وَسْئَلْ مَنْ اَرْسَلْنَا' کا اسلوب

الزخرف ۴۵: 'وَسْئَلْ مَنْ اَرْسَلْنَا' ایک، بلیغ اسلوب کلام ہے۔ ظاہر ہے کہ یہاں 'رُسُل' سے مراد ان کے صحیفے اور ان کی تعلیمات ہیں جو ان کی دعوت کے ترجمان ہیں۔ کلام کا یہ اسلوب پچھلے صحیفوں میں اکثر استعمال ہوا ہے اور اعلیٰ خطیبوں کے خطبات میں بھی اس کی نہایت بلیغ مثالیں ملتی ہیں ۷:۲۳۲

## 'وَعْظٌ' کے بعد 'لا' لانے کی ضرورت نہیں

النور ۱۷: لفظ 'وَعْظٌ' کے اندر زجر اور نہی کا مفہوم خود مضمر ہے اِس وجہ سے اس کے بعد حرف 'لا' کے لانے کی ضرورت نہیں ہے ۵:۳۸۵

## 'وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ' کا اسلوب

بنی اسرآئیل ۷۸: 'وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ' اِس کو اگرچہ 'اَقِمْ' کے تحت بھی رکھ سکتے ہیں لیکن میرے نزدیک اِس کا نصب تخصیص ذکر کے پہلو سے ہے ۴:۵۳۰

## 'وَلَا اَنَا عَابِدٌ' جملہ اسمیہ ہے

الکٰفرون ۴: 'وَلَا اَنَا عَابِدٌ' کا جملہ اسمیہ ہے اِس وجہ سے اس کے حاضر، ماضی اور مستقبل میں سے کسی کے ساتھ مقید ہونے کا کوئی سوال پیدا نہیں ہوتا۔ یہ تینوں زمانوں کے ساتھ یکساں مربوط ہو سکتا ہے بشرطیکہ قرینہ ان میں سے کسی کو ترجیح نہ دے دے ۹:۶۱۰

## 'وَلَاتَطْغَوْا فِیْہِ' کا اسلوب

طٰہٰ ۸۱: اس اسلوب بیان سے یہ بات بھی نکلتی ہے کہ خدا کی نعمتوں کی فراوانی تم کو طغیان میں مبتلا نہ کرنے پائے ۵:۷۳

## 'وَلِبَاسُھُمْ فِیْھَا حَرِیْرٌ' کا اسلوب

الحج ۲۳: 'وَلِبَاسُھُمْ فِیْھَا حَرِیْرٌ' کے اسلوبِ بیان سے یہ بات نکلتی ہے کہ اس جنت میں ان کا لباس ریشم ہی ریشم ہو گا۔ اسی کا لباس، اسی کا اوڑھنا، اسی کا بچھونا، اسی کے دوسرے لوازم ۵:۲۳۳

## 'وَمَا اَدْرٰکَ' کا اسلوب

الحاقۃ ۲، ۳: یہ سوال اس کے ہول، اس کی وحشت اور اس کی بے پناہی کی تعبیر کے لیے ہے جس کی مزید وضاحت بعد کے الفاظ 'وَمَا اَدْرٰکَ مَا الْحَاقَّۃُ' سے ہوتی ہے کہ کون جان سکتا اور کون بتا سکتا ہے کہ یہ شدنی کیا ہے اور جب یہ ظہور میں آئے گی تو ان لوگوں پر کیا گزرے گی جو آج نہایت ڈھٹائی کے ساتھ اس کو جھٹلا رہے ہیں! ۸:۵۴۲

اَلْقَارِعَۃ ۳: اس میں سوال کے ساتھ ساتھ مخاطب کی غفلت، بلادت اور عاقبت نابینی پر افسوس اور حسرت کا اظہار بھی ہے کہ تم کیا جانو کیا سمجھے کہ وہ اچانک ٹوٹ پڑنے والی آفت کیا ہے اور ان لوگوں پر کیا گزرے گی جو بار بار کی تنبیہ و تذکیر کے باوجود اس کا مذاق اڑائے جا رہے ہیں ۹:۵۱۲

## 'وَمَا لَکُمْ' کا اسلوب

النسآء ۷۵: یہ اسلوب کسی کام پر ابھارنے اور شوق دلانے کے لیے ہے ۲:۳۳۵

## 'ھَا' کلمۂ تنبیہ

اٰل عمران ۱۱۸: 'ھٰاَنْتُمْ اُولَآءِ' میں ضمیر خطاب 'ھا اولاء' کے بیچ میں آ گئی ہے۔ 'ھَا' درحقیقت تنبیہ کا کلمہ ہے۔ اس وجہ سے جب اس پر

زور دینا ہوتا ہے تو اہل عرب یہ طریقہ اختیار کرتے ہیں ۲:۱۶۵

**النسآء ۱۰۹:** یہ جملہ کے شروع میں آتا ہے اور مقصود اس سے یہ ہوتا ہے کہ مخاطب کان کھول کر بات سنے ۲:۳۷۹

## 'ھَا' کی حیثیت

**الحاقۃ ۱۹:** 'ھَـــا' کی حیثیت ہے تو مجرد ایک آواز کی جیسے 'ارے' یا 'اُف' وغیرہ لیکن یہ اس موقع پر بولتے ہیں جب کہنا ہو 'یہ لو'۔ یہاں 'ھَا' اور 'اِقرَاءُ وْا' کے بیچ میں 'ءُ مْ' محض اس خلا کو بھرنے کے لیے آ گیا ہے جو دونوں کے بیچ میں ہے ۸:۵۴۷

## 'ھُمْ' کا استعمال

**الشوریٰ ۳۷:** 'ھُمْ' کے اظہار سے جملہ میں یہ زور پیدا ہو گیا ہے کہ اگرچہ یہ کام ہے نہایت کٹھن لیکن مستحق آفرین ہیں وہ لوگ جو یہ کڑوے گھونٹ حلق سے اتارتے ہیں ۷:۱۷۸

## 'ھیھات' کا موقعِ استعمال

**المومنون ۳۶:** 'ھیھـــات' اسمِ فعل ہے۔ یہ عربی میں مختلف شکلوں میں استعمال ہوتا ہے اور اس موقع پر بولا جاتا ہے جب کسی چیز کو نہایت مستبعد اور بعید از اِمکان ظاہر کرنا ہو۔ تکرار کی صورت میں اس کے اندر تاکید اور شدت کا مفہوم پیدا ہو جاتا ہے۔ استفہام یہاں استنکار کے مفہوم میں ہے ۵:۳۱۸

## 'یَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْھَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ' کا اسلوب

**ال عمران ۱۰۴:** اِن کے لیے امر و نہی کے جو الفاظ استعمال ہوئے ان کا غالب قرینہ یہی ہے کہ یہ کام مجرد وعظ و تلقین ہی سے نہیں انجام دینا ہے بلکہ اختیار اور قوت سے اس کو نافذ کرنا ہے جو بغیر اس کے ممکن نہیں کہ یہ گروہ امت کی طرف سے سیاسی اقتدار و اختیار کا حامل ہو۔ اگر تنہا دعوت و تبلیغ ہی سے یہ کام لینا مدنظر ہوتا تو اس مطلب کو ادا کرنے کے لیے 'یَدْعُوْنَ اِلَی الْخَیْرِ' کے الفاظ کافی تھے 'یَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ' الایہ کی ضرورت نہیں تھی ۲:۱۵۴

## 'یَدْ' کا مفہوم

**التوبہ ۲۹:** 'حَتّٰی یُعْطُوا الْجِزْیَةَ عَنْ یَّدٍ وَّھُمْ صٰغِرُوْنَ' 'یَدْ' کے اصل معنی تو ہاتھ کے ہیں لیکن یہ غلبہ، تسلط اور اختیار و اقتدار کے معنی میں بھی آتا ہے یعنی ان کی طرف سے یہ ادائیگی جزیہ تمھارے اقتدار و غلبہ کے نتیجہ میں ہو۔ ان سے جنگ کر کے ان کے کس بل اِس طرح نکال دو کہ یہ تمھارے آگے گھٹنے ٹیک دیں اور ہاتھ باندھ کر جزیہ دینے پر راضی ہوں۔ 'وَھُمْ صٰغِرُوْنَ' یعنی تمھاری ماتحتی و محکومی قبول کریں اور اس کو غنیمت جانیں ۳:۵۶۰

## 'یُرِیْدُ' کے بعد 'لِ' اور 'اَنْ'

**النسآء ۲۶، ۲۷:** 'یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُبَیِّنَ لَکُمْ' اور 'وَاللّٰہُ یُرِیْدُ اَنْ یَّتُوْبَ عَلَیْکُمْ' کے اسلوب پر غور کیجیے تو دونوں میں ایک نمایاں فرق نظر آئے گا کہ ایک جگہ یرید کے بعد 'لِ' ہے اور دوسری جگہ 'اَنْ'۔ یہ فرق بے فائدہ نہیں ہے۔

قرآن مجید میں ان دونوں اسلوبوں کے تتبع سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ 'ارادہ' کا لفظ دو معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ ایک تو قطعی فیصلہ اور حتمی ارادہ کے معنی میں، دوسرے چاہنے کے معنی میں۔ جب پہلے معنی مراد ہوتے ہیں تو اس کے بعد 'لِ' آتا ہے اور جب مجرد چاہنے کے معنی میں آتا ہے تو اس کے بعد 'اَنْ' آتا ہے ۲:۲۸۲

## یہ خواب ابراہیمؑ کو ایک سے زیادہ مرتبہ نظر آیا

**الصّٰٓفّٰت ۱۰۲:** اسلوبِ کلام سے متبادر ہوتا ہے کہ یہ خواب ابراہیمؑ کو ایک سے زیادہ مرتبہ نظر آیا۔ اگر ایک ہی بار نظر آیا ہوتا تو اس کے اظہار کے لیے 'اِنِّیْ رَاَیْتُ فِی الْمَنَامِ' کا اسلوب زیادہ موزوں رہتا ۶:۴۸۵

# اِستفادہ کے مآخذ

- قدیم آسمانی صحیفوں سے استفادہ
- احادیث سے استفادہ
- کلامِ عرب سے استفادہ

# قدیم آسمانی صحیفوں سے استفادہ

قرآن مجید میں جگہ جگہ قدیم آسمانی صحیفوں تورات، زبور، انجیل کے حوالے ہیں۔ بہت سے مقامات پر انبیائے بنی اسرائیل کی سرگزشتیں ہیں۔ بعض جگہ یہود ونصاریٰ کی تحریفات کی تردید اور ان کی پیش کردہ تاریخ پر تنقید ہے۔ اس طرح کے مواقع میں میں نے ان روایات پر اعتماد نہیں کیا ہے جو ہماری تفسیر کی کتابوں میں منقول ہیں۔ یہ روایات زیادہ تر سنی سنائی باتوں پر مبنی ہیں، اس وجہ سے نہ تو یہ اہل کتاب پر حجت ہو سکتی ہیں اور نہ ان سے خود اپنے ہی دل کے اندر اطمینان پیدا ہوتا ہے۔ ایسے مواقع پر میں نے بحث و تنقید کی بنیاد اصل ماخذوں یعنی تورات و انجیل پر رکھی ہے۔ جس حد تک قرآن اور قدیم صحیفوں میں موافقت ہے وہ موافقت میں نے دکھا دی ہے اور جہاں فرق ہے وہاں قرآن کے بیان کی حجت وقوت واضح کر دی ہے۔[۱:۳۳]

**تسمیہ:** آپ خلقِ خدا کو جو تعلیم دیں گے وہ اللہ کا نام لے کر دیں گے۔ (تورات، موسیٰ کی پانچویں کتاب، باب ۱۸ (۱۸۔۱۹)) [۱:۴۷]

**البقرۃ ۲:** آخری نبی کی بعثت کے بارے یہود سے اللہ تعالیٰ کا وعدہ (تورات، کتاب تثنیہ) [۱:۱۰۱]

**البقرۃ ۳:** اسلام کی دو بنیادی نیکیاں۔ اِسی سے ملتی جلتی بات حضرت مسیحؑ نے فرمائی (متی ۲۲: ۳۵-۴۰) [۱:۱۰۵]

**البقرۃ سورہ:** یہ سورہ بنی اسرائیل کے لیے صرف دعوت کی سورہ نہیں بلکہ ان کے لیے ملامت کی سورہ بھی ہے۔ مسیحؑ نے بھی یہود کے علماء اور لیڈروں کے لیے جو سخت الفاظ استعمال فرمائے ہیں وہ بھی اس طرح کے اِتمام حجت کے بعد استعمال فرمائے ہیں۔ ان سے قرآن کے الفاظ بہت ہی نرم ہیں۔ [۱:۱۲۷]

**البقرۃ ۳۴:** پچھلے مذاہب میں تعظیم کی یہ قسم غیر اللہ کے لیے جائز تھی لیکن عموماً اس کی حد وہی تھی جو ہمارے ہاں رکوع کی ہے۔ بنی اسرائیل میں اس طرح کے تعظیمی سجدے کا عام رواج تھا اور تورات کے مختلف مقامات سے اس کی جو شکل معین ہوتی ہے وہ رکوع سے ملتی جلتی ہوئی ہے۔ اسلام نے تعظیم کی اس شکل کو خدائے ربُّ العزت کے لیے خاص کر دیا۔ [۱:۱۶۳]

**البقرۃ ۳۵:** تورات میں اس درخت کو خیر و شر کی معرفت کا درخت کہا گیا ہے۔ یہ بات ہے تو دلچسپ لیکن ہمارے نزدیک یہ صحیح نہیں ہے... [۱:۱۶۷]

**البقرۃ ۳۰ - ۳۹:** قرآن کے اس بیان سے عیسائیوں کے اس خیال کی پوری پوری تردید ہو جاتی ہے جو آدم کے ازلی و ابدلی گنہگار ہونے سے متعلق ان کے ہاں پایا جاتا ہے اور جس کے حل کے لیے انہوں نے کفارہ کا عقیدہ گھڑا ہے۔ [۱:۱۷۳]

**البقرۃ ۴۰:** یہاں اس عام معاہدہ کے ساتھ ساتھ اس خاص عہد کی طرف اشارہ ہے جو بنی اسرائیل سے آنحضرت ﷺ کے متعلق لیا گیا تھا۔ اس عہد کا ذکر تورات میں بھی ہے اور اس کی طرف قرآن میں بھی اشارات کیے گئے ہیں۔ (استثنا باب ۱۸: ۱۵-۱۹) [۱:۱۷۷]

**البقرۃ ۴۱:** اس چیز کی تصدیق کرتا ہوا جو تمہارے پاس ہے یعنی قرآن مجید اس پیشین گوئی کو سچی ثابت کر رہا ہے جو تورات میں آخری نبی ﷺ کی بعثت اور اس بعثت کی خصوصیات سے متعلق وارد تھی۔ [۱:۱۷۹]

**البقرۃ ۴۳:** جہاں تک نماز کا تعلق ہے اس کا حکم تو ان کے صحیفوں میں سرے سے موجود ہی نہیں۔ زکوٰۃ کا اگرچہ انہوں نے انکار تو نہیں کیا لیکن ان کے علماء اور کاہنوں نے اس کا مصرف فقرا اور مساکین کے بجائے اپنے آپ کو قرار دے لیا۔ (کتاب احبار) [۱:۱۸۶]

**ایضاً:** یہاں یہود کو رکوع کرنے کا حکم دیا گیا ہے کیونکہ انہوں نے رکوع کو بالکل ترک کر دیا تھا۔ تورات میں یہود کو بار بار جو گردن کش کہا گیا ہے اس کی وضاحت ان کے اس طرزِ عمل کی روشنی میں بہ خوبی ہو جاتی ہے۔ [۱:۱۸۶]

**البقرۃ ۴۴:** علمائے یہود کی اس حالت کی طرف حضرت مسیح علیہ السلام نے بھی نہایت بلیغ الفاظ میں اشارہ فرمایا ہے۔ (لُوقا باب ۱۱: ۴۷) [۱:۱۸۸]

**البقرۃ ۵۲:** کتاب خروج باب ۳۲ میں گوسالہ پرستی کے واقعہ کی تفصیلات موجود ہیں لیکن یہود نے اپنی عادت کے مطابق اس میں ہارون علیہ السلام کو بھی ملوث کر دیا ہے جس کی قرآن نے دوسرے مقام پر تردید فرمائی ہے۔ [۱:۲۱۲]

**البقرۃ ۵۴:** فَاقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ہر قبیلہ و خاندان کے اخیار اگر اپنے اپنے قبیلوں کے اشرار پر تلوار اٹھائیں گے تو اس سے خاندانی اور قبائلی عصبیت نہیں ابھرے گی بلکہ بغیر کسی فتنہ کے اندیشہ کے بنی اسرائیل کی تطہیر ہو جائے گی۔ تورات کے مطالعہ سے بھی قریب قریب یہی بات نکلتی ہے۔ (خروج، باب ۳۲، آیات ۲۵-۳۰) [۱:۲۱۴]

**البقرۃ ۵۷:** 'منّ' سے مراد وہ خاص غذا ہے۔ جو اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے لیے صحرائے سینا میں خاص اپنے فضل سے مہیا فرمائی، جس کے لیے نہ انہیں ہل چلانے پڑے، نہ تخم ریزی اور آب پاشی کی زحمتیں اٹھانی پڑیں۔ تورات میں اس کی تفصیل بیان ہوئی ہے۔

(خروج باب ۱۶: ۱۳-۲۱) [۱:۲۱۷]

**البقرۃ ۵۷:** سلویٰ بھی عربی میں اہل کتاب کے واسطہ سے آیا ہے۔ تورات میں اس کی تفصیل بیان ہوئی ہے۔(خروج باب ۱۶: ۱-۱۳) [۱:۲۱۸]

**البقرۃ ۵۹:** جس طرح نصاریٰ نے اپنی سورہ فاتحہ کے فقروں کے مفہوم میں تبدیلی کردی اِسی طرح کی تبدیلی بنی اسرائیل نے اپنی اس دعا کے مفہوم میں کردی ہے۔نصاریٰ کی فاتحہ مندرج لوقا باب ۱۱: ۱-۴ میں یہ الفاظ جو آتے ہیں۔"ہماری روز کی روٹی ہر روز ہمیں دیا کر"۔ظاہر ہے کہ اصل دعا کے مفہوم سے بالکل ہٹے ہوئے ہیں۔[۱:۲۲۱]

**البقرۃ ۵۹:** رجز اور رجس عذاب کے لیے استعمال ہوئے... اس کے ساتھ مِّنَ السَّمَآءِ کا اضافہ اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ اِس حادثہ کی نوعیت عام حوادث سے بالکل مختلف نوعیت کی تھی۔اس میں قدرت کی غضبناکی کا پہلو بہت نمایاں تھا۔تورات کے بعض مقامات میں اِس مخصوص نوعیت کی وضاحت کی گئی ہے۔(گنتی باب ۱۶: ۲۹-۳۰)[۱:۲۲۲]

**البقرۃ ۶۰:** تورات سے معلوم ہوتا ہے کہ موسیٰؑ نے پانی کے لیے یہ دعا دشت صین میں کی ہے۔(گنتی باب ۲۰: ۱-۱۲)[۱:۲۲۲]

**البقرۃ ۶۱:** اِس آیت میں بنی اسرائیل کے طعام کے بارہ میں جس مطالبہ کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اِس کا ذکر تورات کی کتاب گنتی باب ۱۱: ۴-۷ میں تفصیل سے دیا گیا ہے۔[۱:۲۲۴]

**البقرۃ ۶۲:** لفظ یہود کی تحقیق کے حوالے سے کتاب پیدائش باب ۳۵:۱۸، باب ۳۰: ۱۹-۲۰ کے حوالے درج ہیں۔[۱:۲۲۶]

**البقرۃ ۶۲:** لفظ نصاریٰ کی تحقیق کے سلسلہ میں یوحنا باب ۱: ۴۵، متی باب ۲-۲۴، اور باب ۱۶: ۱۸ کے حوالے درج ہیں۔[۱:۲۲۹]

**البقرۃ ۶۳:** یہ معاہدہ قرآن مجید اور تورات دونوں میں تصریح ہے کہ بنی اسرائیل کے سرداروں سے دامن کوہ میں لیا گیا ہے۔[۱:۲۴۳]

**البقرۃ ۶۷:** یہ بات کہ شریعت موسوی میں قسامہ کا طریقہ موجود تھا کتاب استثنا میں تفصیل سے درج ہے۔(استثنا باب ۲۱: ۱-۸) [۱:۲۴۶]

**البقرۃ ۷۳:** یہ بات کہ قصاص میں سب کے لیے زندگی ہے قرآن مجید میں واضح طور پر بقرۃ ۱۷۹ میں موجود ہے۔تورات میں بھی ایک کے قتل کو سب کا قتل اور ایک کے قصاص کو سب کی زندگی قرار دیا گیا تھا۔قرآن مجید میں تورات کے اس حکم کا حوالہ مائدہ ۳۲ میں موجود ہے۔[۱:۲۴۹]

**البقرۃ ۸۷:** یہود نے اِن کھلے کھلے معجزات کو بھی تائید ربانی اور فیض روح القدس کا نتیجہ قرار دینے کے بجائے نعوذ باللہ شیطانی تصرف کا نتیجہ قرار دیا۔انجیل میں یہود کے اس الزام کا ذکر بار بار آیا ہے اور ان کے اس الزام کا جو جواب عیسیٰؑ نے دیا وہ بھی نقل ہوا ہے۔(متی باب ۱۲: آیات ۲۲-۳۳)[۱:۲۶۸]

**البقرۃ ۸۹:** قرآن اور نبی آخر الزمان ﷺ کی پیشین گوئیاں چونکہ یہود کے صحیفوں میں موجود تھیں اس وجہ سے ان کو ان پیشین گوئیوں کے ظہور کا بڑی شدت کے ساتھ انتظار تھا ... لیکن یہ عجیب بدقسمتی ہے کہ جب یہ پیشین گوئی پوری ہو گئی... تو محض ضد اور حسد کی وجہ سے اس کا انکار کر دیا گیا۔یہود کے اس رویہ کو مسیح علیہ السلام نے دس کنواریوں والی تمثیل میں واضح فرمایا ہے جو متی کے باب ۲۵ میں منقول ہے۔[۱:۲۷۰]

**البقرۃ ۹۲:** بعض پچھلے انبیاء نے بھی یہود کی سرزنش کی ہے اور اسی واقعۂ گوسالہ پرستی کی طرف تعریض کرتے ہوئے یہ الفاظ تک فرمائے ہیں کہ"اے اسرائیل (بنی اسرائیل) تو تو وہ ہے کہ تو نے پہلی شب میں بے وفائی کی"۔[۱:۲۷۲]

**البقرۃ ۱۰۲:** جب یہود دینی و اخلاقی انحطاط میں مبتلا ہوئے اور کتاب و شریعت کا ذوق ان کے اندر مردہ ہوا تو قدرتی طور پر سحر و ساحری اور اس قسم کے سفلی اور شیطانی علوم کی مزخرفات کے سیکھنے سکھانے میں ان کا انہماک بہت بڑھ گیا۔تورات میں ان کا خال تفصیل سے بیان ہوا ہے۔(سلاطین باب ۱۷: ۱۶-۱۷)[۱:۲۸۲]

**البقرۃ ۱۰۲:** تورات سے معلوم ہوتا ہے کہ بابل میں سحر و ساحری اور نجوم کا بڑا زور تھا۔(یسعیاہ ۴۷: ۸-۱۳)[۱:۲۸۵]

**ایضاً:** یہود کو اچھی طرح معلوم تھا کہ جو لوگ اس طرح کے فتنوں

میں پڑیں گے آخرت میں ان کا کوئی حصہ نہیں ہوگا۔تورات میں نہایت واضح الفاظ میں انہیں ان چیزوں سے روک دیا گیا تھا۔ (استثنا باب ۱۸: آیات ۹ تا ۱۲)۔[۱:۲۸۸]

**الیضاً:** اِن چیزوں کا ذوق یہود کے اندر اِس قدر بڑھ گیا کہ طالوت کو اپنے زمانہ میں پوری قوم کی تطہیر کرنی پڑی۔ (سموئیل باب ۲۸: ۳) [۱:۲۸۸]

**البقرۃ ۱۰۶:** تورات کے بہت سے احکام کی ظاہری شکل بھی اس بات کی گواہی دیتی ہے کہ یہ جس وقت نازل ہوئے تھے خام حالت میں تھے۔اِن کو پختہ ہونے کے لیے کسی اور فصل وموسم کا اِنتظار تھا۔اسلام کے ظہور نے وہ منتظر موسم فراہم کیا اور وہ پختگی کو پہنچے ... تکمیل اور ترقی کی اِس ضرورت کی طرف حضرت موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام نے نہایت غیر مبہم الفاظ میں اشارہ بھی فرمایا تھا۔(تثنیہ ۱۸: ۱۵-۲۰)[۱:۳۰۹]

**البقرۃ ۱۰۶:** بنی اسرائیل نے خود اس امر کا اظہار کر دیا تھا کہ وہ اب مزید شریعت کا بوجھ اٹھانے کی طاقت اپنے اندر نہیں پا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے اس اعترافِ ضعف کی تحسین فرمائی اور وعدہ فرمایا کہ وہ ان کے بھائیوں میں سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مانند ایک دوسرا نبی برپا کرے گا اور اس کے ذریعہ سے اپنے دین کی تکمیل فرمائے گا۔حضرت عیسیٰ علیہ اسلام نے اس حقیقت کو زیادہ واضح الفاظ میں ظاہر فرمایا۔(یوحنا ۱۶: ۵-۱۴)۔[۱:۳۱۰]

**الیضاً:** یوحنا کی مذکورہ بالا آیات میں ''مددگار'' اور ''سچائی کا روح'' یا بعض دوسرے ترجموں میں ''معزی'' اور ''وکیل'' کے الفاظ جو وارد ہوئے ہیں، ان کا مصداق آنحضرت ﷺ کے سوا اور کون ہوسکتا ہے؟ حضور ﷺ ہی کے اوپر یہ بات منطبق ہوسکتی ہے کہ ''وہ تم کو تمام سچائی کی راہ دکھائے گا'' اور حضور ﷺ ہی کی یہ شان ہوسکتی ہے کہ ''وہ اپنی طرف سے نہ کہے گا لیکن جو کچھ سنے گا وہی کہے گا۔'' بعینہٖ یہی بات قرآن مجید میں ان الفاظ میں وارد ہوئی ہے[۱:۳۱۰]

**البقرۃ ۱۲۵:** بیت سے مراد بیت اللہ یعنی خانہ کعبہ ہے۔قرآن مجید میں اِس شکل میں یہ لفظ خانہ کعبہ ہی کے لیے استعمال ہوا ہے۔ تورات کی کتاب پیدائش باب ۱۲ میں اس کو بیتِ ایل سے تعبیر کیا گیا ہے۔ایل،عبرانی میں اللہ کو کہتے ہیں۔[۱:۳۲۷]

**البقرۃ ۱۲۵:** تورات کے مطالعہ سے معلوم ہے کہ یہود کو شروع ہی سے یہ حکم ملا تھا کہ وہ اپنی بڑی قربانیوں کا قبلہ مکہ معظمہ کی سمت کو قرار دیں۔ دیکھو سفر خروج ۲۷: ۹ نیز اِسی سفر خروج کے باب ۴۰ آیت ۲۱: ۲۴ کو دیکھو[۱:۳۲۷]

**البقرۃ ۱۲۵:** جس طرح ہماری نمازوں اور قربانیوں کا قبلہ خانہ کعبہ ہے اسی طرح ابتدا ہی سے ابراہیم علیہ السلام کی تمام ذریت کی عبادت وقربانی کا قبلہ بھی خانہ کعبہ ہی کو قرار دینے کا فیصلہ ہوا تھا۔ (پیدائش ۲۵: ۱۸، ۱۶: ۱۲)[۱:۳۲۸]

**البقرۃ ۱۲۹:** ان میں انہی میں سے ایک رسول اٹھا یعنی ہماری ذریت میں سے۔چونکہ اِس موقع پر ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ صرف اسمٰعیل علیہ السلام ہی تھے اور وہی اِس وادی غیر ذی زرع میں بسائے جارہے تھے اس وجہ سے اِس دعا کا تعلق لازماً انہی کی ذریت سے تھا۔ تورات کے الفاظ سے بھی یہی بات نکلتی ہے کہ آخری نبی کی بعثت اسمٰعیل علیہ السلام کی نسل سے ہونے والی تھی۔[۱:۳۴۰]

**البقرۃ ۱۳۳:** ہمارے مخدوم مولانا عبدالماجد دریا آبادی نے یہود کے لٹریچر سے تلاش کر کے اس موقع پر اپنی تفسیر میں دو حوالے نقل کیے ہیں۔ایک حضرت اسحٰق علیہ السلام کی وصیت سے متعلق ہے، دوسرا حضرت یعقوب علیہ السلام کی وصیت سے متعلق۔(گنز برگ کی قصص جلد اول ۴۱۶،)[۱:۳۴۵]

**البقرۃ ۲۴۳:** اس آیت میں جس واقعے کی طرف اشارہ ہے اس کا تعلق بنی اسرائیل کی تاریخ کے اُس دور سے ہے جس کا ذکر صحیفۂ سموئیل میں ہے۔سموئیل میں یہ داستان بہت پھیلی ہوئی ہے۔ہم اِس کے کچھ ضروری حصے یہاں نقل کرتے ہیں جن سے ہمارے اس خیال کی تائید ہوئی ہے جو ہم نے اوپر پیش کیا ہے۔

(۱) فلسطیوں سے بنی اسرائیل کی مرعوبیت، ان کے ہاتھوں ان کے قتل عام اور خدا کے صندوق کے چھن جانے کا ذکر ہوا: (سموئیل باب ۴: ۱۰-۱۱)

(۲) خدا کے صندوق کے چھن جانے کا جو اثر بنی اسرائیل پر پڑا

اس کا ذکر اس طرح ہوا ہے (سموئیل باب ۴: ۱۷-۲۲)

(۳) اس حادثہ کے بعد بنی اسرائیل پر پورے بیس سال تک خوف و بزدلی اور نوحہ و ماتم کی جو مردنی طاری رہی اور پھر سموئیل نبی نے ان کے اندر اصلاح و تجدید کی جو دعوت بلند کی اس کا ذکر اس طرح آتا ہے۔(سموئیل باب ۷: ۲-۶)

(۴) اس اجتماعی توبہ و استغفار اور تنظیم و اتحاد کے بعد بنی اسرائیل اس قابل ہوئے کہ فلستیوں کے مقابل میں کھڑے ہو سکیں اور ان کو شکست دے کر ان سے اپنے چھنے ہوئے شہر اور ساتھ ہی اپنی چھنی ہوئی حشمت واپس لے سکیں۔ بنی اسرائیل کی اس نئی زندگی کا ذکر اس طرح آتا ہے۔(سموئیل باب ۷: ۱۰-۱۴)[۱:۵۶۳]

**البقرۃ ۲۴۶:** زیر بحث آیت میں جس واقعے کی طرف اشارہ ہے اس کی تفصیل تورات کے مطالعہ سے معلوم ہوتی ہے۔(سموئیل باب ۱۰: ۲۵، سموئیل باب ۸)[۱:۵۶۸]

**البقرۃ ۲۴۷:** طالوت کا انتخاب اور اس پر بنی اسرائیل کا اعتراض۔(سموئیل باب ۱۰: ۲۴، باب ۹: ۲۱، باب ۱۰: ۲۷، باب ۱۱، ۱۲)[۱:۵۷۰]

**البقرۃ ۲۴۸:** تابوت کی بنی اسرائیل میں واپسی (سموئیل باب ۶: ۷-۱۳) [۱:۵۷۲]

**ایضاً:** طالوت کے تقرر کے موقع پر سموئیل نے جو تقریر بنی اسرائیل کی پوری قوم کے سامنے کی ہم اس کا کچھ حصہ یہاں نقل کرتے ہیں۔(سموئیل باب ۱۲: ۶-۱۶)[۱:۵۷۵]

**ایضاً:** تورات کے بیان کی خود تورات ہی کے بیان سے تردید۔(سموئیل باب ۷: ۱)[۱:۵۷۶]

**البقرۃ: ۲۴۹** جنگ بدر کی تصویر قدیم صحیفوں میں۔(سموئیل باب ۱۷: ۱-۳)[۱:۵۷۶]

**ایضاً:** سموئیل باب ۱۴: ۶[۱:۵۷۸]

**ایضاً:** تورات میں اس امتحان کا ذکر نہیں ہے لیکن اسی سے ملتے جلتے ایک امتحان کا ذکر ہے۔(سموئیل باب ۱۴: ۲۴-۳۴)[۱:۵۷۸]

**البقرۃ ۲۵۰، ۲۵۱:** حضرت داؤد علیہ السلام نے جالوت کو مخاطب کر کے یہ کہا تھا کہ "اور یہ ساری جماعت جان لے کہ خداوند تلوار اور بھالے کے ذریعے سے نہیں بچاتا اس لیے کہ جنگ تو خداوند کی ہے اور وہی تم کو ہمارے ہاتھ میں کر دے گا۔" (سموئیل باب ۱۷: ۴۸)

یہی بات قرآن مجید کی آیت وَ مَا رَمَیۡتَ اِذۡ رَمَیۡتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ رَمٰی سے ثابت ہوتی ہے۔[۱:۵۸۱]

**البقرۃ ۲۵۸:** تالمود میں ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ نمرود کا وہ مناظرہ بھی مذکور ہے جس کی طرف قرآن نے یہاں اشارہ کیا ہے۔[۱:۵۹۹]

**ایضاً:** قدیم صحیفوں اور قرآن دونوں سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ ان میں سورج کو سب سے بڑے دیوتا کا درجہ حاصل تھا۔ اس وجہ سے لازماً نمرود سورج دیوتا کا اوتار مانا جاتا رہا ہوگا۔[۱:۵۹۹]

**البقرۃ ۲۵۹:** ارباب تفسیر میں سے کسی نے خضر علیہ السلام کا نام لیا ہے، کسی نے عزیر علیہ السلام کا۔ لیکن قدیم صحیفوں میں ان دونوں بزرگوں سے متعلق کوئی اس قسم کا واقعہ منقول نہیں ہے جس کی طرف قرآن نے یہاں اشارہ کیا ہے۔ البتہ صحیفہ حزقی ایل میں اس سے ملتی جلتی ہوئی ایک چیز ملتی ہے جس کی نوعیت ایک مکاشفہ کی ہے۔(حزقی ایل باب ۳۷: ۱-۱۱)[۱:۶۰۱]

**ایضاً:** بنی اسرائیل کے لیے پیغام حیات (حزقی ایل باب ۳۷: ۱۱-۱۴)[۱:۶۰۴]

**آل عمران ۲:** اہل کتاب "خداوند خدا، زندہ خدا" کی تعبیر سے اچھی طرح آگاہ تھے۔ ان کے انبیاء کے صحیفوں میں بکثرت یہ تعبیر استعمال ہوئی ہے۔ نصاریٰ اگرچہ اپنے زعم کے مطابق ایک مصلوب خدا کی پرستش کرتے ہیں لیکن وہ بھی "زندہ خدا" کی تعبیر سے ناآشنا نہیں تھے۔

اسی طرح "قیوم" کی صفت بھی انبیاء کے صحیفوں میں بار بار مذکور ہوئی ہے۔[۲:۱۶]

**آل عمران ۳:** قرآن اور اس کے حامل کی صفات پچھلے صحیفوں کی پیشین گوئیوں میں مذکور ہیں، یہ پیشین گوئیاں اب تک اپنے مصداق کی

منتظر تھیں، قرآن کے نزول اور محمد ﷺ کی بعثت سے اِن کی تصدیق ہوئی۔ [۱۸:۲]

**ال عمران ۱۳:** یوحنا کے مکاشفات میں یہ مکاشفہ موجود ہے کہ نبی موعود (خاتم النبیین، ﷺ) جب ظاہر ہوں گے تو وہ حق کی طاقت کے ساتھ جہاد کریں گے اور ان کے جلو میں کروبیوں کا لشکر ہوگا۔ یہ پیشینگوئی بدر کے موقع پر ظاہر ہوئی [۴۷:۲]

**ال عمران ۲۱:** انجیل میں جگہ جگہ سیدنا مسیح علیہ السلام نے قاتلین انبیاء کی اولاد کے ایمان اور ان کی نجات سے جو مایوسی کا اظہار کیا ہے وہ بھی بالکل اِسی موقع کی بات ہے۔ بعینہٖ وہی بات قرآن نے یہاں اپنے اسلوب میں کہی ہے کہ یہ لوگ ایمان و اسلام کی راہ اختیار کر کے نجات و فلاح کی خوشخبری کے اہل نہیں ہیں۔ بس انہیں ایک دردناک عذاب کی خوش خبری سنا دو۔ [۵۵:۲]

**ال عمران ۲۲:** ''حبطِ عمل'' سے مطلب ہے کہ کوششوں اور محنتوں کا اکارت ہو جانا۔ ظاہر ہے کہ وہ ساری دینداریاں جو سیدنا مسیح علیہ السلام کے الفاظ میں مچھر کو چھاننے اور اونٹ کو نگلنے کے مترادف تھیں، ان کے آخرت میں نتیجہ خیز ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ [۵۵:۲]

**ال عمران ۳۷:** رزق سے مراد یہاں حکمت و معرفت ہے۔ قرآن نے وحی و ہدایت کے لیے یہ لفظ ایک سے زیادہ مقامات میں استعمال کیا ہے۔ تورات اور انجیل میں بھی یہ تعبیر موجود ہے۔ مسیح علیہ السلام کا ارشاد مشہور ہے کہ آدمی صرف روٹی سے نہیں جیتا بلکہ اُس کلمے سے جیتا ہے جو خداوند کی طرف سے آتا ہے۔ [۷۸:۲]

**ال عمران ۳۹:** یہ وہی یحییٰ علیہ السلام ہیں جن کا نام انجیلوں میں یوحنا آیا ہے۔ انجیلوں کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ عیسیٰ علیہ السلام سے صرف چھے ماہ پہلے پیدا ہوئے۔ [۸۰:۲]

**ایضاً:** انجیل میں ہے کہ یحییٰ علیہ السلام کمل کی پوشاک پہنتے تھے اور جنگلی شہد اور ٹڈیوں پر گزارہ کرتے تھے لیکن وقت کے حکمران کو انہوں نے اس کی ایک بے ہودگی پر سخت سرزنش کی۔ [۸۱:۲ ح]

**ایضاً:** انجیلوں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ انہی نے عیسیٰ علیہ السلام کو بپتسما دیا اور عیسیٰ علیہ السلام نے ان کی بابت فرمایا کہ ''ماؤں نے جن کو جنا اِن میں یوحنا سے بڑا کوئی نہیں''۔ [۸۲:۲]

**ال عمران ۴۱:** قرآن نے یہاں ضمناً اس بات کی تردید بھی کر دی جو انجیل لوقا میں بیان ہوئی ہے کہ زکریا علیہ السلام کو جو یہ حالت پیش آئی وہ ان کے اس جرم کی سزا کے طور پر تھی کہ انہوں نے فرشتے کی بات کا اعتبار نہ کیا اور سوال کر بیٹھے کہ مجھے اس کی کوئی نشانی دی جائے۔ [۸۳:۲]

**ال عمران ۴۴:** واقعہ یہ ہے کہ انجیلوں میں اہل کتاب کی تاریخ کا یہ حصہ تقریباً غائب ہے۔ بس کچھ غیر مربوط باتیں لوقا میں یحییٰ علیہ السلام کے متعلق ملتی ہیں اور بعض اشارات مریم علیہا السلام کے متعلق۔ [۸۵:۲]

**ایضاً:** لوقا میں ذکر ہے کہ جس روز زکریا علیہ السلام کو بیٹے کی بشارت ملی ہے اس روز جس خدمت پر وہ مامور تھے اس کا فیصلہ قرعہ کے ذریعے ہوا تھا۔ [۸۵:۲]

**ال عمران ۴۵:** 'مسیح'، عیسیٰ علیہ السلام کا لقب ہے۔ لقب کے لیے قاعدہ یہ ہے کہ نام سے پہلے اِس کو لاتے ہیں۔ بنی اسرائیل میں یہ روایت رہی ہے کہ ان کے ہاں جو نبی ہونے والا ہوتا اُس کے سر پر اس کا پیشرو نبی ایک قسم کا مقدس تیل مل کر اُس کو اپنا جانشین بناتا... تورات سے معلوم ہوتا ہے کہ طالوت اور داؤد علیہ السلام کو سموئیل نبی نے اسی طرح مامور کیا تھا۔ حضرت مسیح علیہ السلام کے بارے میں انجیلوں سے یہ تو ثابت ہے کہ یحییٰ علیہ السلام نے ان کو بپتسما دیا لیکن تیل ملنے کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ ممکن ہے اِس کی وجہ یہ ہو کہ وہ پیدائشی مسیح تھے۔ بخاری شریف میں ان کا جو حلیہ بیان ہوا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے سر کا حال یہ تھا کہ گویا اس سے تیل ٹپک رہا ہے۔ ممکن ہے ان کی اِس خصوصیت کی وجہ سے ان کو مسیح کا لقب عنایت ہوا ہو۔ انجیل میں ان کے لیے ''خدا کا مسیح'' کے الفاظ بھی استعمال ہوئے ہیں۔ [۹۱:۲]

**ایضاً:** 'وجیہ' کے لفظ سے اُس سرداری کی شان کی طرف اشارہ ہو رہا ہے جس کا ذکر یحییٰ علیہ السلام کے بیان میں گزر چکا ہے۔ لوقا کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۲ سال کی عمر میں مسیح علیہ السلام نے ہیکل میں تعلیم دی لیکن اس کم سنی کے باوجود اُن کی تعلیم کی حکمت و معرفت، کلام کی بلاغت و جزالت اور لب و لہجہ کی عظمت و جلالت کا عالم

یہ تھا کہ فقیہ وفریسی، سردار، کاہن اور ہیکل کا تمام عملہ دم بخود رہ گیا... یہودیہ کی بستیوں میں جب انہوں نے تبلیغ شروع کی تو ایک سرے سے دوسرے سرے تک ہلچل مچ گئی۔ خلقت اُن پر ٹوٹی پڑتی تھی... تھوڑے ہی دنوں میں ان کی وجاہت کا یہ غلغلہ ہوا کہ عوام اُن کو اسرائیل کا بادشاہ کہنے اور اُن کی بادشاہی کے گیت گانے لگے۔ [۹۲:۲]

**ایضاً:** اس وجاہت کا ایک پہلو یہ ہے کہ اس سے ان تمام خرافات کی تردید ہورہی ہے جو انجیلوں میں مذکور ہیں کہ یہودیوں نے سیدنا مسیح علیہ السلام کے نعوذ باللہ طمانچے لگائے، ان کا مذاق اڑایا، ان کو گالیاں دیں اور ان کے منہ پر تھوکا۔ اِن خرافات کا اکثر حصہ غلط ہے۔ [۹۳:۲]

**اٰل عمران ۴۶:** 'کہل' کے معنی ادھیڑ کے ہیں... انجیل میں بھی بعض اشارات اِس کی تائید میں ہیں مثلاً یوحنا ۸:۵۷ میں ہے۔ [۹۳:۲]

**اٰل عمران ۴۹:** سیدنا مسیح علیہ السلام بنی اسرائیل کی طرف رسول بنا کر بھیجے گئے تھے۔ رسول جس قوم کی طرف بھیجا جاتا ہے اس کے لیے خدا کی عدالت بن کر آتا ہے... اگر وہ ایمان لاتی ہے تو نجات پاتی ہے اور اگر اپنے کفر پر اڑی رہ جاتی ہے اور اپنے نبی کو گزند پہنچانے کی کوشش کرتی ہے تو فنا کردی جاتی ہے۔ اِس حقیقت کی طرف یحییٰ علیہ السلام نے مختلف اسلوبوں سے اشارہ فرمایا تھا۔ مثلاً یہ کہ ''میں تمہیں تو پانی سے بپتسمادے رہا ہوں، پر جو آرہا ہے وہ تمہیں آگ سے بپتسمادے گا''۔ یا یہ کہ ''اب درختوں کی جڑوں پر کلہاڑا رکھا ہوا ہے''۔ یا یہ کہ ''اُس کے ہاتھ میں اس کا چھاج ہوگا اور وہ اپنے کھلیان کو اچھی طرح پھٹکے گا اور گندم کو بھس سے علیحدہ کرے گا''۔ [۹۵:۲]

**ایضاً:** اِس سے عیسیٰ علیہ السلام کی رسالت کا بنی اسرائیل کے لیے خاص ہونا بھی واضح ہوگیا۔ سیدنا مسیح علیہ السلام کا خود اپنا اعلان بھی یہی ہے۔ انہوں نے جب اپنے حواریوں کو تبلیغ دین کی مہم پر روانہ کیا تو ان کو غیر بنی اسرائیل کی طرف جانے سے نہایت صاف لفظوں میں روک دیا۔ [۹۵:۲]

**اٰل عمران ۴۹:** یہاں جو معجزات مذکور ہیں ان میں سے پہلے اور آخری کے سوا انجیل میں بھی سب مذکور ہیں۔ البتہ قرآن میں ان میں سے ہر ایک کے ساتھ باذن اللہ کی قید لگی ہوئی ہے لیکن انجیل میں اِس قسم کی تصریحات غائب ہیں۔ [۹۶:۲]

**اٰل عمران ۵۰:** مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیَّ سے دو مفہوم۔ ایک یہ کہ میں تورات کی تصدیق کرتا ہوں۔ اس تصدیق کے شواہد انجیلوں میں موجود ہیں۔ مسیح علیہ السلام نے بڑے زور اور بڑی تاکید کے ساتھ یہ بات بار بار فرمائی ہے کہ ''میں تورات کو منسوخ کرنے نہیں بلکہ اس کو قائم کرنے آیا ہوں''۔ انہوں نے یہ بھی فرمایا ''آسمان و زمین ٹل جائیں گے لیکن اس کا (تورات) ایک نقطہ بھی نہیں ٹل سکتا جب تک ہر بات پوری نہ ہولے''۔

دوسرا یہ کہ میں تورات کی پیشین گوئیوں کا مصداق ہوں۔ میرے ظہور سے ان کی تصدیق ہوئی ہے۔ انجیلوں میں یوحنا کے متعلق بھی منقول ہے کہ جب وہ ہیرودیس کے حکم سے جیل میں تھے تو انہوں نے اپنے چند شاگردوں کو مسیح علیہ السلام کی خدمت میں بھیج کر پچھوایا کہ ''وہ جس کا انتظار تھا تو ہی ہے یا ہم کسی اور کا انتظار کریں''۔ مسیح علیہ السلام نے پیغام لانے والوں سے کہا کہ ''جو کچھ دیکھ رہے ہو وہ جا کر بتادو کہ لنگڑے چل رہے ہیں، گونگے بول رہے ہیں، اندھے دیکھ رہے ہیں، اب اور کس بات کا انتظار ہے''۔ [۹۶:۲]

**ایضاً:** احترام سبت کے مسئلے پر مسیح علیہ السلام اور علمائے یہود کے درمیان متعدد مناظروں کا ذکر انجیلوں میں بھی ہے۔ اسی طرح متعدد ایسی روایات کا بھی انجیلوں میں ذکر ہے جن کو سیدنا مسیح علیہ السلام اور اُن کے شاگردوں نے علانیہ توڑا اور جب ان کے توڑنے پر علمائے یہود نے اِن پر بے دینی کا الزام لگایا تو آپ علیہ السلام نے ان کی اس جھوٹی دینداری کی اچھی طرح قلعی کھولی۔ [۹۷:۲]

**اٰل عمران ۵۱:** انجیلوں میں خدا کے لیے میرا باپ اور تمہارا باپ کی جو تعبیر بار بار آتی ہے، یہ قرآن نے اس کی تصحیح فرمائی ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نے دراصل جو بات فرمائی تھی وہ یہ تھی کہ اللہ ہی میرا رب بھی ہے اور تمہارا رب بھی، سو اسی کی بندگی کرو۔ عبرانی میں 'اب' کا لفظ باپ اور رب دونوں معنوں کے لیے استعمال ہوتا ہے، اِسی طرح 'ابن' کا لفظ بیٹے اور 'عبد' دونوں معنوں میں آتا ہے۔ مسیح علیہ السلام جب خدا کو 'اب' کہتے ہیں تو اس سے ان کی مراد 'رب' ہی ہوتی ہے۔ چنانچہ بعض مقامات

میں انہوں نے دوسرے مترادف اس لفظ کے استعمال کر کے مطلب کو بالکل واضح کردیا ہے۔[۲:۹۷]

**اٰل عمران ۵۲:** 'حوارئین' کا لفظ عیسیٰ علیہ السلام کے خاص شاگردوں کے لیے استعمال ہوا جو آپ پر ایمان لائے۔ اِن شاگردوں کا ذکر تفصیل کے ساتھ انجیل میں موجود ہے۔[۲:۹۸]

**ایضاً:** جب عیسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کے علماء اور سرداروں کے رویے سے یہ محسوس کرلیا کہ یہ لوگ ایمان لانے والے نہیں ہیں تو انہوں نے اپنی ساری توجہ اپنے ان غریب ساتھیوں کی طرف پھیر دی جو اگرچہ منصب و جاہ نہیں رکھتے تھے لیکن دولتِ ایمان سے متمتع تھے... یہی مرحلہ ہے جس میں سیدنا مسیح علیہ السلام نے دریا کے کنارے کے ماہی گیروں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ "اے مچھلیوں کے پکڑنے والو! آؤ، میں تمہیں آدمیوں کا پکڑنے والا بناؤں"۔[۲:۹۹]

**اٰل عمران ۵۴:** انجیل سے معلوم ہوتا ہے کہ یہود کے علماء اور ان کے کاہنوں اور فقیہوں نے آنحضرت علیہ السلام کے خلاف مختلف قسم کے جال پھیلائے... اِن تمام سازشوں کی تفصیل انجیلوں میں موجود ہے۔[۲:۱۰۲]

**اٰل عمران ۵۹:** تورات اور انجیل میں 'ابن' کا لفظ صرف عیسیٰ علیہ السلام ہی کے لیے نہیں استعمال ہوا ہے بلکہ آدم علیہ السلام کے لیے بھی استعمال ہوا ہے ملاحظہ ہو لوقا ۳:۳۸۔ فرشتوں کے لیے بھی استعمال ہوا ہے، ملاحظہ ہو پیدائش ۶:۲-۴۔ یعقوب علیہ السلام کیلئے بھی استعمال ہوا ہے ملاحظہ ہو استثنا ۱۴:۱۔ نصاریٰ کے لیے بھی استعمال ہوا ہے ملاحظہ ہو(یوحنا ۱:۱۱-۱۲)[۲:۱۰۷]

**اٰل عمران ۶۴:** جو شخص بھی تورات اور انجیل پر نگاہ رکھتا ہے وہ اِس سے اچھی طرح واقف ہے کہ توحید ہمارے اور اہل کتاب کے درمیان ایک مشترک حقیقت ہے۔ جہاں تک تورات کا تعلق ہے اس میں تو توحید کی تعلیم اس قدر وضاحت و قطعیت اور اتنی کثرت کے ساتھ ہے کہ اِس کے حوالے نقل کرنا محض بات کو طول دینا ہوگا۔ البتہ انجیل سے کچھ حوالے یہاں ہم پیش کرتے ہیں اِس لیے کہ توحید کے معاملے میں سب سے زیادہ گمراہی نصاریٰ ہی کو پیش آئی ہے۔ (لوقا ۴:۸، مرقس ۱۲:۲۹-۳۰۔ یوحنا ۱۷:۳، متی ۱۹:۱۷)[۲:۱۱۲]

**اٰل عمران ۷۵:** اب اگر کوئی تورات کو پڑھے تو عام اخلاقی و انسانی حقوق و معاملات میں بھی محسوس کرتا ہے کہ بنی اسرآئیل کے لیے شریعت کچھ اور ہے اور غیر بنی اسرائیل کے لیے، جن کو تورات میں اجنبیوں اور پردیسیوں سے تعبیر کیا جاتا ہے، کچھ اور۔[۲:۱۲۵]

**اٰل عمران ۷۹:** رَبَّانِیُّ کے معنی خدا پرست اور اللہ والے کے ہیں۔ یہ لفظ عربی میں عبرانی سے آیا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ رَبَّانِیُّ کا لفظ تورات اور انجیل میں بہت آیا ہے۔ صورت ذرا دونوں کی مختلف ہے لیکن معناً کوئی فرق معلوم نہیں ہوتا۔[۲:۱۲۹]

**اٰل عمران ۸۱:** انبیاء کے بارے میں میثاق کے کچھ آثار تورات اور انجیل میں بھی موجود ہیں لیکن اب وہ تحریف کے گردوغبار سے بہت بڑی حد تک دھندلے ہو چکے ہیں۔[۲:۱۳۴]

**اٰل عمران ۹۶:** اِس آیت میں قرآن نے مکہ کو بکّہ کے نام سے ذکر کر کے مکہ کے اس قدیم نام کی یاددہانی کی ہے جو تورات کے صحیفوں میں تھا بلکہ بعض صحیفوں میں اب بھی ہے مثلاً زبور میں۔[۲:۱۴۵]

**اٰل عمران ۱۱۲:** تورات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بھی اِن کی اِس بزدلی اور پست ہمتی پر بار بار ملامت کی ہے۔[۲:۱۶۲]

**اٰل عمران ۱۸۳:** تورات میں بعض انبیاء سے اِس معجزے کا صادر ہونا مذکور ہے مثلاً سلاطین ۱۸:۳۷-۳۸ میں ایلیا نبی کے متعلق اور تواریخ ۷:۱ میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے متعلق۔ لیکن یہ کہیں مذکور نہیں ہے کہ یہ معجزہ لوازم و شرائط نبوت میں سے ہے۔[۲:۲۲۰]

**اٰل عمران ۱۸۷:** وہ اصل میثاق جو اللہ نے ان سے اپنی کتاب کو ایک ایک کے آگے آشکارا کرنے کا لیا تھا اور یہ جو ہدایت فرمائی تھی کہ کسی چیز کو چھپانا مت۔ اِس عہد کو انہوں نے پس پشت ڈال دیا اور دنیا کے حقیر فائدے کے عوض اس کو قربان کر دیا۔ اِس عہد کا حوالہ تورات اور انجیل دونوں میں مختلف اسلوبوں اور پیرایوں سے ہوا ہے۔ ہم بخیال اختصار صرف دو حوالے نقل کرتے ہیں۔[۲:۲۲۲]

**النسآء ۵۱:** انجیل سے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہودی فقہا مسیح علیہ

السلام کے صحابہ پر اس بات کے لیے بھی معترض ہوتے تھے کہ یہ لوگ بعض اوقات ہاتھ دھوئے بغیر ہی کھانا کھا لیتے ہیں۔ سیدنا مسیح علیہ السلام نے اِن کی اسی طرح کی خردہ گیریوں پر ان کو سفیدی پھری ہوئی قبروں سے تشبیہ دی تھی کہ جس طرح قبروں کے اوپر سفیدی پھری ہوئی ہوتی ہے لیکن اندر سڑی گلی ہوئی ہڈیاں ہوتی ہیں۔ اسی طرح اوپر سے تو یہ لوگ بڑے اُجلے اور صاف معلوم ہوتے ہیں لیکن اِن کے اندر لوٹ کا مال بھرا ہوا ہے۔ [۲:۳۱۴]

**النسآء ۵۴:** تورات سے ثابت ہے کہ یہود نے اپنے آپ کو ابراہیم علیہ السلام کی بجائے ہمیشہ اسحٰق علیہ السلام ہی سے منسوب کیا۔ تورات میں ہے کہ ’’ابراہیم علیہ السلام کی اولاد اسحٰق علیہ السلام کے نام سے پکاری جائے گی‘‘۔ [۲:۳۱۵]

**ایضاً:** یہ اللہ تعالیٰ کے اُس وعدے کے طرف اشارہ ہے جو اُس نے ابراہیم علیہ السلام سے فرمایا تھا اور جو صریحاً اسمٰعیل علیہ السلام اور ان کی اولاد ہی سے متعلق تھا۔ تورات میں یہ وعدہ کتاب پیدائش باب ۲۲: ۱۵-۱۸ میں مذکور ہے) [۲:۳۱۶]

**النسآء ۱۲۵:** ابراہیم علیہ السلام کے خلیل اللہ ہونے کا ذکر تورات میں بھی بار بار ہوا ہے۔ اور یہ چیز منجملہ ان چیزوں کے ہے جن کے سبب سے بنی اسرائیل اس آرزوے باطل میں مبتلا ہوئے کہ چونکہ وہ اللہ کے دوست کے خاندان سے ہیں اس وجہ سے ان کی حیثیت اَبْنَـاءُ اللّٰہِ اور اَحِبَّـاءُ اللّٰہِ کی ہے اور جب ان کی حیثیت یہ ہے تو دوزخ کی آگ کی کیا مجال ہے کہ وہ ان کو چھوئے۔ [۲:۳۹۳]

**النسآء ۱۵۷:** وَلٰـكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ جس واقعہ کے بارے میں خود ان لوگوں کے درمیان، جیسا کہ انجیلوں سے ثابت ہے، شدید اختلاف ہوا جو اس وقت موجود تھے اب دو ہزار سال کے بعد اس کی شکل متعین کرنے کی کوشش کرنا محض اٹکل کے تیر تکے چلانا ہے ... سولی کے مزعومہ واقعے کے بعد بھی انجیلوں سے ثابت ہے کہ مسیح علیہ السلام کے شاگردوں نے ان کو دیکھا۔ [۲:۴۲۱]

**النسآء ۱۶۱:** سود کی حرمت کا صریح حکم احبار باب ۲۵: ۳۵-۳۸ میں ملاحظہ ہو۔ [۲:۴۲۴]

**النسآء ۱۶۴:** تورات اور قرآن دونوں سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے خاص خطاب وکلام سے نوازا ہے اور اس خطاب وکلام کی شان اس وحی سے مختلف تھی جس سے دوسرے انبیاء مشرف ہوئے ہیں۔ اگرچہ قرآن اور تورات دونوں سے ثابت ہے کہ یہ خطاب وکلام بھی خدا سے رودررُو نہیں بلکہ من وراء حجاب یعنی پردے کی اوٹ ہی سے تھا۔ [۲:۴۳۰]

**النسآء ۱۶۳:** اِس تمام حوالے سے قرآن کا مقصود یہ ہے کہ یہ انبیاء ہیں جن کے نام اور کام تورات کے صحیفوں میں بھی بیان ہوئے ہیں۔ [۲:۴۳۱]

**النسآء ۱۷۱:** خدا کے تمام رسولوں کی تعلیم تورات و انجیل میں موجود ہے اور اس تعلیم میں مسیح علیہ السلام سے لیکر آدم علیہ السلام تک کہیں تثلیث کا سراغ نہیں ملتا تو آخر یہ فتنہ تم نے کہاں سے گھڑ لیا۔ [۲:۴۳۶]

**المآئدۃ ۳:** اس سے پہلے جو دین آئے وہ اِسی دین کے اجزا تھے... پورے دین کی حیثیت صرف اسی دین کو حاصل ہے۔ اِس حقیقت کے اشارات پچھلے آسمانی صحیفوں میں بھی موجود ہیں۔ [۲:۴۵۸]

**المآئدۃ ۱۲:** وَاٰمَنْتُمْ بِرُسُلِيْ میں یوں تو بعد میں آنے والے تمام انبیاء کی طرف اشارہ ہے لیکن اس میں خاص اشارہ نبی خاتم ﷺ کی طرف ہے جن کا ذکر تورات میں نہایت نمایاں علامات کے ساتھ ہوا ہے۔ [۲:۴۷۵]

**المآئدۃ ۱۳:** تورات موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں مرتب نہیں ہوئی بلکہ اُن کی وفات کے اتنے دنوں کے بعد اس کی ترتیب عمل میں آئی جب کسی کو یہ علم بھی نہیں رہا تھا کہ ان کی قبر کہاں ہے۔ اس کے مرتبین کا نام بھی معلوم نہیں کہ وہ کون اور کن صفات کے لوگ تھے۔ استثنا باب ۳۴ کے آخر میں ہے کہ ’’پر آج تک کسی آدمی کو اس کی قبر معلوم نہیں‘‘۔ [۲:۴۷۶]

**المآئدۃ ۲۱:** مصر سے نکلنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے اسی علاقے کو بنی اسرائیل کی میراث قرار دیا اور تورات سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قسم کھا کر ان سے وعدہ کیا کہ میں نے یہ علاقہ تم کو دیا۔ ملاحظہ

ہو گنتی باب ۱۳ [۲:۴۸۷]

**المآئدۃ ۲۲:** قَوْمًا جَبَّارِیْنَ تورات میں ان کی تصویر ان الفاظ میں کھینچی گئی ہے۔(گنتی ۱۳:۳۳)[۲:۴۸۸]

**المآئدۃ ۲۳:** یہ ان دونوں مردانِ حق کی تقریر ہے جو انہوں نے اپنی ہمت ہاری ہوئی قوم کا حوصلہ بحال کرنے کے لیے کی ... تورات میں ان کی یہ تقریر ان الفاظ میں ہے...(گنتی باب ۱۴:۶-۱۰)[۲:۴۹۰]

**المآئدۃ ۲۴:** تورات میں بنی اسرائیل کا یہ جواب ان لفظوں میں تو موجود نہیں ہے لیکن بنی اسرائیل کے گریہ و ماتم کا ذکر ہے۔ (گنتی ۱۴:۱-۳)[۲:۴۹۰]

**المآئدۃ ۲۶:** بنی اسرائیل کی ناقدری اور بے یقینی کی سزا ان کو یہ دی کہ چالیس سال کے لیے سرزمین مقدس کو ان کے لیے حرام کر دیا اور یہ فیصلہ فرمایا کہ یہ مدت یہ اسی صحرا گردی میں گزاریں گے۔تورات میں اس کا ذکر اس طرح ہوا ہے۔(گنتی باب ۱۴: ۲۷-۳۴)۔ [۲:۴۹۱]

**المآئدۃ ۲۷:** ہم مذکورہ واقعہ یہاں تورات سے نقل کرتے ہیں۔ اس کو پڑھیے اور پھر قرآن کے بیان سے مقابلہ کر کے دیکھیے تو اس سے خود اندازہ ہو جائے گا کہ بِالْحَقِّ، بیان کرنے کا مقصد کیا ہے... (کتاب پیدائش باب ۴:۱-۱۲)[۲:۴۹۶]

**المآئدۃ ۳۲:** حضرت نوح علیہ السلام اور ان کی ذریت کو اس باب میں جو ہدایت ہوئی تھی وہ تورات میں یوں مذکور ہے:

"آدمی کی جان کا بدلہ آدمی سے اور اس کے بھائی بند سے لوں گا۔ جو آدمی کا خون کرے گا اس کا خون آدمی سے ہوگا کیونکہ خدا نے انسان کو اپنی صورت پر بنایا ہے"۔(پیدائش باب ۹:۵-۶)[۲:۵۰۶]

**المآئدۃ ۴۳:** احکام، بالخصوص تعزیرات و حدود، بنیادی طور پر تورات و قرآن دونوں میں یکساں ہیں۔[۲:۵۲۶]

**المآئدۃ ۴۴:** تورات میں جہاں جہاں یہود سے پابندی احکام شریعت کے عہد لینے کا ذکر آتا ہے وہاں موسیٰ علیہ السلام کی طرف سے ان باتوں کی تاکید ضرور آتی ہے جن کی طرف قرآن کے الفاظ اشارہ کر رہے ہیں یعنی خداوند خدا ہی سے ڈرنا، اس کے حکموں کے معاملے میں کسی کی پروانہ کرنا، اس کی شریعت کو دنیا کے حقیر فوائد پر قربان نہ کرنا۔[۲:۵۲۹]

**المآئدۃ ۴۵:** یہ تورات کے اس قانون کا حوالہ ہے جو خروج ۲۱: ۲۳-۲۵ احبار ۲۴: ۲۰، استثنا ۱۹: ۲۱ میں مذکور ہے [۲:۵۳۰]

**المآئدۃ ۵۴:** سیدنا مسیح علیہ السلام نے اپنے شاگردوں کو ہدایت فرمائی تھی کہ "کبوتر کے مانند بے آزار اور سانپ کے مانند ہوشیار بنو"۔ اس میں بھی یہی دونوں پہلو محفوظ ہیں۔[۲:۵۴۷]

**المآئدۃ ۷۵:** انجیلوں میں خود عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق ہے کہ جب اُن کے شاگرد ان کو ایک روح سمجھ کر ان سے ڈرے تو انہوں نے بھنی ہوئی مچھلی کا ایک قتلہ ان کے سامنے کھا کر ان کو اطمینان دلایا کہ وہ کوئی روح نہیں بلکہ آدمی ہیں۔ لُوقا ۲۴: ۳۶-۴۳ میں ہے...[۲:۵۶۸]

**المآئدۃ ۷۸:** یہ بنی اسرائیل کے ذکر کو پھر لے لیا کہ آج تو انہوں نے اپنی پاکدامنی اور برگزیدگی کی حکایت اتنی بڑھا رکھی ہے لیکن ان کا حال یہ رہا ہے کہ داؤد علیہ السلام سے لے کر عیسیٰ علیہ السلام ابن مریم تک ہر نبی نے ان کی حالت پر نوحہ کیا ہے۔ زبور کے مزامیر میں جگہ جگہ ایسی چیزیں ملتی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ بنی اسرائیل کی بدعہدیوں سے داؤد علیہ السلام کا دل نہایت زخمی تھا اور اپنی دعاؤں اور مناجاتوں میں انہوں نے بار بار ان پر لعنت کی ہے۔ ملاحظہ ہو۔

| | |
|---|---|
| زبور باب ۱۲:۱-۳ | باب ۲۸: ۳-۶، |
| باب ۴۰: ۱۰-۱۷ | باب ۶۸:۱-۴، |
| باب ۱۰۹ | باب ۱۴۰: ۶-۱۱ |
| باب ۵۹ | |

زبور ۵۰: ۱۶-۲۲ سے ایک مثال

اسی طرح سیدنا مسیح علیہ السلام نے بھی ان پر بار بار لعنت کی ہے جس کی مثالیں انجیلوں میں موجود ہیں۔ ہم بخیال اختصار صرف ایک مثال پر اکتفا کرتے ہیں... (متی ۲۳: ۱۴-۳۹)

مقصود یہ بتانا ہے کہ داؤد علیہ السلام سے لیکر مسیح علیہ السلام تک ہر نبی نے اس بدبخت قوم پر لعنت کی ہے۔[۲:۵۷۰]

**المآئدۃ ۸۲:** اس گروہ کی یہ صفت بیان فرمائی ہے کہ ان میں علماء اور زاہد اور وہ تکبر نہیں کرتے ... مجھے بار بار خیال ہوتا ہے کہ یہ سیدنا مسیح علیہ السلام کی اس بات کی طرف اشارہ ہے جو انجیلوں میں ہے کہ ’’مبارک ہیں وے جو دل کے غریب ہیں، آسمان کی بادشاہی میں وہی داخل ہوں گے‘‘۔[۲:۵۷۴]

**الانعام ۵۲:** سیدنا مسیح علیہ السلام نے اس باب میں ایک تمثیل بھی بیان فرمائی ہے۔ یہ تمثیل جس طرح اللہ تعالیٰ کی اس رافت کو ظاہر کرتی ہے جو اللہ تعالیٰ اپنے ان بندوں کے لیے رکھتا ہے جو گمراہی کے بعد ہدایت کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ اسی طرح حضرات انبیاء کی اس بیقراری کو بھی ظاہر کرتی ہے جو ان کے اندر اپنی قوم کے گمراہوں کے ایمان اور ان کی اصلاح کے لیے ہوتی ہے۔[۲:۵۹۰]

**الانعام ۷۴:** آزر، ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام ہے۔ تورات کے عربی اور انگریزی ترجموں اور تالمود سب میں اس کا تلفظ ایک دوسرے سے مختلف ہے۔ قرآن نے یہاں جس تصریح کے ساتھ اِس نام کا ذکر کیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے بارے میں یہود کے ہاں روایات کا جو اختلاف ہے وہ اس کو رفع کرنا چاہتا ہے اور قرآن چونکہ قدیم صحیفوں کے لیے کسوٹی (مہیمن) کی حیثیت رکھتا ہے اور براہِ راست وحی الٰہی پر مبنی ہے اس وجہ سے ماننا چاہیے کہ یہی نام صحیح ہے۔[۳:۸۸]

**الانعام ۸۴:** تالمود سے معلوم ہوتا ہے کہ نوح علیہ السلام نے ابراہیم علیہ السلام کی تربیت بھی فرمائی تھی۔ اِس پہلو سے گویا اوپر اور نیچے دونوں کی کڑیاں مل گئیں۔ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهٖ، میں ضمیر ابراہیم علیہ السلام کی طرف لوٹتی ہے۔[۳:۱۰۱]

**الانعام ۹۲:** یہاں قرآن کے لیے ’مبارک‘ اور مصدق، کے الفاظ اس سند کو ظاہر کر رہے ہیں جو پچھلے صحیفوں میں اِس کی موجود ہے... پیدائش باب ۲۲ میں ہے: ’’خداوند فرماتا ہے اس لیے کہ تو نے ایسا کام کیا اور اپنا بیٹا اپنا اکلوتا ہی بیٹا دریغ نہ رکھا میں نے قسم کھائی کہ میں تجھے برکت پر برکت دوں گا... اور تیری نسل سے زمین کی ساری قومیں برکت پائیں گی کیونکہ تو نے میری بات مانی‘‘۔

’مصدق‘ کے لفظ پر ہم ایک سے زیادہ مقامات پر بحث کر کے بتا چکے ہیں کہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ یہ قرآن ان پیشین گوئیوں کا مصداق ہے جو اس کے متعلق پچھلے صحیفوں میں موجود ہیں۔ چنانچہ تثنیہ باب ۱۸ کے حوالہ سے موسیٰ علیہ السلام کی پیشین گوئی اور یوحنا باب ۱۶ کے حوالہ سے عیسیٰ علیہ السلام کی پیشین گوئی تفسیر سورہ بقرہ میں نقل ہو چکی ہے۔[۳:۱۰۹]

**الانعام ۱۲۲:** يَمْشِيْ بِهٖ فِي النَّاسِ میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی کو روشنی ملے تو اس کا حق یہ ہے کہ اس سے خود بھی رہنمائی حاصل کرے اور لوگوں میں بھی اس کو لے کر نکلے تاکہ جن کے اندر صلاحیت ہو وہ بھی اس سے فائدہ اٹھائیں۔ روشنی چھپا کر رکھنے کی چیز نہیں ہوتی بلکہ اونچی جگہ سرِ راہ رکھنے کی چیز ہوتی ہے۔ سیدنا مسیح علیہ السلام نے اِسی حکمت کو یوں سمجھایا ہے کہ ’’جس کے پاس چراغ ہوتا ہے وہ پیمانہ کے نیچے ڈھانپ کے نہیں رکھتا بلکہ اونچی جگہ رکھتا ہے تاکہ اُس کا اپنا گھر بھی روشن ہو اور دوسرے بھی اس سے راستہ پائیں‘‘۔[۳:۱۵۹]

**الانعام ۱۳۳:** سیدنا مسیح علیہ السلام نے ایک جگہ بنی اسرائیل کو مخاطب کر کے فرمایا ہے کہ تم اِس بات پر گھمنڈ نہ کرو کہ تم ابراہیم علیہ السلام کی اولاد ہو۔ میرا خداوند چاہے تو ریگستان کے ذرّوں سے ابراہیم کے لیے اولاد کھڑی کرے۔ بعینہٖ یہی زور قرآن کے اس اسلوب میں مضمر ہے بلکہ قرآن کا اسلوب اپنی تعمیم کے پہلو سے زیادہ زوردار ہے۔[۳:۱۶۸]

**الانعام ۱۴۳:** قرآن نے عربوں کے اِن توہمات کی تردید کے لیے عقلی اور نقلی دونوں قسم کے دلائل دیے۔ اس نے ابراہیم علیہ السلام کی زندگی کا وہ سارا تحریری ریکارڈ پیش کیا جو تورات کے صحیفوں میں موجود تھا۔ جس کا ایک ایک حرف شاہد ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کو نہ صرف یہ کہ شرک اور مشرکانہ رسوم سے کوئی تعلق نہ تھا بلکہ انہوں نے اپنے ایک ایک قول اور ایک ایک عمل سے شرک کے ایک ایک جرثومہ کا قلع قمع کیا ہے۔[۳:۱۸۸]

**الانعام ۱۴۶:** یہود پر ہر ’ناخون والے جانور‘ اور چربی کی حرمت

کا یہاں جو ذکر ہے اس کی وضاحت کے لیے ہم تورات کے بعض حوالے پیش کرتے ہیں ۔ پہلے چربی کی حرمت کے مسئلہ کو لیجیے ... (احبار باب ۷:۲۲-۲۵)

دوسرے مقام میں چربی کی اِن تمام قسموں کی تفصیل بھی ہے جو ان کے لیے حرام ٹھہرائی گئیں ... (احبار باب ۳:۱۵-۱۷)۔ ۱۹۱:۳

الانعام ۱۵۴: یہاں یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کو جو کتاب دی گئی اس میں بھی بنیادی احکام وہی ہیں جو ملت ابراہیم علیہ السلام کے باب میں بیان ہوئے ہیں آپ کو سب سے پہلے جو احکام الواح میں لکھ کر دیے گئے احکامِ عشرہ کے نام سے مشہور ہیں۔ تورات میں دیکھ لیجیے، الفاظ میں فرق ہو تو ہو لیکن باتوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔ اوپر ملت ابراہیم علیہ السلام کے جو احکام گنائے گئے ہیں وہ امر و نہی سب ملا کر دس بنتے ہیں۔ یہی دس احکام شریعتِ موسوی کی بھی بنیاد ہیں۔ اِن پر اضافہ ہوا ہے تو تفصیلات کا اضافہ ہوا ہے۔ گویا اصل دین بنیادی طور پر ایک ہی ہے۔ فرق ہے تو اجمال و تفصیل اور آغاز و تکمیل کا ہے۔[۲۰۵:۳]

الاعراف ۴۰: بعینہٖ یہی بات سیدنا مسیح علیہ السلام نے فرمائی ہے کہ جس طرح اونٹ سوئی کے ناکے میں نہیں جا سکتا اسی طرح دولت مند خدا کی بہشت میں نہیں جا سکتا۔ (متی ۱۹:۲۳-۲۴)[۲۳۱:۳]

الاعراف ۱۶: توحید کو قرآن میں بھی اور دوسرے آسمانی صحیفوں میں بھی 'صِرَاطِ مُسْتَقِيْم' سے تعبیر فرمایا گیا ہے[۲۳۲:۳]

الاعراف ۵۴: چھ دنوں سے مراد چھ ادوار ہیں۔ دنیا کا چھ اَدوار میں پیدا ہونا تورات میں بھی مذکور ہے اور قرآن میں بھی۔[۲۷۶:۳]

الاعراف ۸۰: لوط علیہ السلام ابراہیم علیہ السلام کے بھتیجے ہیں۔ ان کی تربیت جیسا کہ تورات سے معلوم ہوتا ہے ابراہیم علیہ السلام نے فرمائی تھی۔[۳۰۶:۳]

الاعراف ۱۰۳: تورات میں، اِس کے مرتبوں کی مخصوص ذہنیتوں کی وجہ سے، موسیٰ علیہ السلام کی سرگزشت ایک قوم پرست لیڈر کی سرگزشت بن گئی ہے حالانکہ موسیٰ علیہ السلام ایک جلیل القدر نبی اور رسول تھے۔ ان کی دعوت دوسرے انبیاء کی دعوت اور ان کا طریقۂ کار دوسرے رسولوں کے طریقۂ کار سے بالکل مختلف کس طرح ہو سکتا ہے؟[۳۳۹:۳]

الاعراف ۱۰۵: 'بَيِّنَة' سے مراد یہاں 'عصا' اور 'یدبیضا' کا وہ معجزہ ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے ان کو مسلح کر کے فرعون کے پاس بھیجا۔ تورات سے معلوم ہوتا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام چونکہ فرعون کی سرکشی اور اس کے تمرد سے اچھی طرح باخبر تھے۔ اس وجہ سے جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کو فرعون کے پاس جانے کا حکم ہوا تو وہ اِس بارِ گراں سے بہت مضطرب ہوئے ۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس خاص حالت کے سبب سے شروع ہی میں موسیٰ علیہ السلام کو یہ معجزے عطا فرمائے اور چونکہ موسیٰ علیہ السلام فرعون اور اس کے درباریوں کی ذہنیت سے آگاہ تھے اِس وجہ سے انہوں نے پہلی ہی ملاقات میں اپنے ان معجزات کا مظاہرہ بھی کر دیا تاکہ فرعونیوں کے کبر پر کچھ ضرب لگے اور وہ ان کی بات سننے پر آمادہ ہوں۔[۳۴۰:۳]

الاعراف ۱۰۵: فَاَرْسِلْ مَعِيَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ تورات کی کتاب خروج کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے ابتداءً یہ مطالبہ فرعون کے سامنے اس شکل میں رکھا کہ بنی اسرائیل کو میرے ساتھ عبادت کے لیے جانے دے... تورات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس مطالبہ کے منوانے میں موسیٰ علیہ السلام کے کئی سال صرف ہو گئے...[۳۴۱:۳]

الاعراف ۱۰۹، ۱۱۰: اس دور کی تاریخ، تورات میں پڑھیے تو معلوم ہو گا کہ اس زمانے میں فرعون اور اس کے اعیان اپنے لیے سب سے بڑا خطرہ یہ محسوس کر رہے تھے کہ بنی اسرائیل کی تعداد بہت زیادہ ہو گئی ہے، ایسا نہ ہو کہ وہ طاقت پکڑ جائیں اور ایک دن ہمیں اس ملک سے نکال چھوڑیں۔ تورات کی کتاب خروج سے مندرجہ ذیل اقتباس ملاحظہ ہو... (خروج باب ۱:۷-۲۲)[۳۴۴:۳]

الاعراف ۱۳۳: اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھوں نہایت اہم معجزات دکھائے جن میں سے چند کی طرف یہاں اشارہ فرمایا ہے۔ ہم تورات کی روشنی میں اس کی تفصیل پیش کرتے ہیں:۔

طوفان: تورات میں اس طوفان کی تفصیل اس طرح آئی ہے ... (خروج باب ۹:۲۲-۲۵)

ٹڈیاں: اس کی تفصیل تورات میں یوں آئی ہے ... (خروج باب

(۱۰:۱۲-۱۵)

**قمل:** کے معنی ہیں جوئیں۔ یہ آفت جس شکل میں ظاہر ہوئی اس کی تفصیل یوں بیان ہوئی ہے... (خروج باب ۸:۱۶-۱۷)

اَلضَّفَادِعُ 'ضفدع': مینڈک کو کہتے ہیں۔ اس عذاب کی تفصیل یوں بیان ہوئی ہے... (خروج باب ۸:۱-۶)

**دَم:** کے معنی خون کے ہیں۔ اِس کے ظہور کی شکل اس طرح مذکور ہے... (خروج باب ۷:۱۹-۲۱)[۳:۳۵۴]

**الاعراف ۱۳۴:** تورات میں اس کا ذکر یوں ہے... (خروج باب ۸:۸، ۲۸-۳۲)[۳:۳۵۶]

**الاعراف ۱۴۵:** تختیوں پر اللہ تعالیٰ نے خود لکھا یا اللہ تعالیٰ کی ہدایت کے تحت موسیٰ علیہ السلام نے لکھا۔ تورات سے دونوں باتیں نکلتی ہیں... (خروج باب ۲۴:۳-۴)(خروج باب ۳۲:۱۵-۱۶)

قرآن کے الفاظ دونوں معنوں کو متحمل ہیں اور اصلاً دونوں میں کوئی فرق ہے بھی نہیں۔[۳:۳۶۲]

**ایضاً:** عام طور پر یہ سمجھا گیا ہے کہ الواح میں صرف مشہور احکام عشرہ درج ہوئے لیکن یہ بات کچھ صحیح نہیں معلوم ہوتی ہے۔ اوپر ہم نے کتاب خروج سے جو حوالے نقل کیے ہیں اُن سے معلوم ہوتا ہے کہ تختیاں دو تھیں اور دونوں اپنے دونوں جانب سے بھری ہوئی تھیں۔ علاوہ ازیں تورات کے مذکورہ مقام پر بہت سی دوسری تفصیلات بھی ہیں جو جماعتی تنظیم و تشکیل سے تعلق رکھتی ہیں اور ان کی نوعیت ایسی ہے کہ اس مرحلہ میں بنی اسرائیل کو ان سے آگاہ ہونا ضروری تھا۔ پھر یہ امر بھی قابل توجہ ہے کہ قرآن نے تورات کی طرح صرف دو ہی تختیوں کا ذکر نہیں کیا ہے بلکہ 'الواح' کا لفظ استعمال کیا ہے جو جمع کے لیے آتا ہے اور عربی میں جمع کا اطلاق دو سے زیادہ پر ہوتا ہے۔[۳:۳۶۳]

**الاعراف ۱۴۸:** اس مورت کو بنانے کے لیے تورات سے معلوم ہوتا ہے کہ لوگوں نے اپنے سونے کے زیورات چندہ میں دیے۔ انہی زیورات سے بچھڑے کی ایک مورت بنائی گئی...

تورات والوں نے تو یہ سارا فتنہ ہارون علیہ السلام کی طرف منسوب کر دیا ہے لیکن قرآن نے اس کی شدت کے ساتھ تردید کی ہے اور سارے فساد کا ذمہ دار جیسا کہ سورہ طٰہٰ میں آئے گا، سامری کو قرار دیا ہے۔[۳:۳۶۵]

**الاعراف ۱۵۰-۱۵۱:** تورات اور قرآن دونوں ہی سے یہ بات ثابت ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کو پہاڑ ہی پر اس حادثہ کی اطلاع مل چکی تھی بلکہ قرآن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کی خبر اللہ تعالیٰ ہی نے موسیٰ علیہ السلام کو دی تھی۔ چنانچہ جب وہ پلٹے ہیں تو نہایت غصہ اور غم وافسوس کی حالت میں پلٹے ہیں۔[۳:۳۶۷]

**الاعراف ۱۵۰:** اس سے مرتبین تورات کے اس جھوٹ کی پوری پوری تردید ہوگئی جو انہوں نے ہارون علیہ السلام پر لگایا ہے کہ گوسالہ سازی کا یہ سارا کام ہارون علیہ السلام کے اہتمام میں انجام پایا۔[۳:۳۶۸]

**الاعراف ۱۵۴:** 'اَخَذَ الْاَلْوَاحَ' انہوں نے وہ تختیاں جو ایک طرف ڈال دی تھیں، پھر اٹھالیں۔ اِس سے ضمناً تورات کی اس غلط روایت کی تردید ہوگئی کہ تختیاں پھینکنے سے ٹوٹ پھوٹ گئی تھیں۔[۳:۳۶۹]

اگرچہ تورات (خروج باب ۱۹:۱۸-۱۹) میں یہ ذکر اس موقع کا ہے جب بنی اسرائیل کو مشہور احکام عشرہ دیے گئے ہیں لیکن معلوم ہوتا ہے کہ یہی صورت حال اس توبہ کے موقع پر بھی پیش آئی ہے جس کا ذکر قرآن نے اَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ سے کیا ہے[۳:۳۷۰]

**الاعراف ۱۵۷:** یہاں آنحضرت ﷺ سے متعلق تورات و انجیل کی جن پیشین گوئیوں کا حوالہ ہے... ان سے واضح ہوتا ہے کہ اہل کتاب، بنی اسمٰعیل کے اندر ایک صاحب رسالت نبی کی بعثت سے پہلے سے واقف تھے اور اس کا چرچا ان کے ہاں برابر قائم رہا ہے... (استثنا باب ۱۸:۱۵-۱۹)(استثنا باب ۳۳:۲)

یسعیاہ نبی کی پیشینگوئی ان الفاظ میں مذکور ہے (یسعیاہ باب ۴۲:۱-۴)

سیدنا مسیح علیہ السلام کی پیشینگوئی ملاحظہ ہو... (متی باب ۲۱:۴۲-۴۴)(یوحنا باب ۱۴:۱۷-۳۱)[۳:۳۷۳]

**الاعراف ۱۵۸:** اَلَّذِیْ یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَكَلِمٰتِهٖ میں اس بات کی

طرف اشارہ ہے جو اوپر موسیٰ علیہ السلام کی پیشینگوئی میں مذکور ہوئی ہے کہ ”میں اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا اور جو کچھ میں اسے حکم دوں گا وہ وہی لوگوں سے کہے گا“ [۳:۳۷٦]

**الاعراف ۱٦۷:** اِس طرح کی تنبیہ ان کو موسیٰ علیہ السلام نے بار بار فرمائی اور بعد کے نبیوں نے بھی نہایت آشکارا الفاظ میں اس سے آگاہ کیا... (احبار باب ۲٦: ۱۴-۱۷) اِسی طرح کتاب استثنا میں ہے۔(استثنا باب ۲۸: ۳۲) [۳:۳۸۰]

**الاعراف ۱۹۵:** بعینہٖ یہی حقیقت زبور میں بدیں الفاظ واضح فرمائی گئی ہے... (زبور باب ۱۱۵: ۴-۸) [۳:۴۰۹]

**الانفال ۲۳:** جو خدا کی اس ودیعت کردہ فطری صلاحیت کو ضائع کر بیٹھتے ہیں ان کو مزید ہدایت ملنا تو الگ رہا، قانونِ الٰہی یہی ہے کہ ان کو جو ہدایت فطرت سے ملی ہوئی ہوتی ہے وہ بھی سلب ہو جاتی ہے۔ سیدنا مسیح علیہ السلام نے اِس حقیقت کو نہایت بلیغ پیرایہ میں یوں سمجھایا ہے کہ ”جو غلام ایک پیسہ میں چور ثابت ہوا اُس کو اُس کا مالک ایک لاکھ کی امانت کیسے سونپے گا؟“ [۳:۴۵۷]

**الانفال ۲۴:** فرمایا کہ اللہ و رسول ﷺ کی اس دعوت پر لبیک کہو اس لیے کہ اِسی سے تم کو حقیقی اور جاوداں زندگی حاصل ہوگی۔ سیدنا مسیح علیہ السلام نے اِس حقیقت کو یوں واضح فرمایا کہ ”انسان روٹی سے نہیں جیتا بلکہ اس کلمہ سے جیتا ہے جو خدا کی طرف سے آتا ہے“ [۳:۴۵۸]

**الانفال ۳۴:** یہاں سیدنا مسیح علیہ السلام کے وہ الفاظ بھی یاد رکھیے جو اِسی طرح کے موقع پر آنجناب نے بیت المقدس کی تولیت کے مدعی فقیہوں اور پروہتوں کو مخاطب کر کے فرمائے تھے کہ تم نے میرے باپ کے گھر کو چوروں کا بھٹ بنا ڈالا ہے۔ [۳:۴۷۱]

**التوبۃ ۱۷:** خدا کے ہاں صرف وہی نیکی باقی رہتی ہے جو توحید کے ساتھ ہو۔ مذہبی صحیفوں میں مشرک کو زانیہ عورت سے تشبیہ دی گئی ہے۔ جس طرح ایک عورت کا اپنے شوہر کے ساتھ سارا چاؤ پیار بیکار ہے اگر وہ بدکار ہے اسی طرح بندے کا سارا کیا دھرا برباد ہے اگر وہ اپنے رب کا کسی کو شریک ٹھہرائے۔ [۳:۵۵۰]

**التوبۃ ۳۰:** ’عزیر علیہ السلام‘ کا نام تورات میں ’عزرا‘ آیا ہے... کہا جاتا ہے کہ یہی عزرا ہیں جنھوں نے اپنی یادداشت سے ازسرِنو تورات کو مرتب کیا۔ عجب نہیں کہ ان کے اسی کارنامے کی بنا پر یہود نے ان کو ابن اللہ بنا دیا ہو تاکہ اس دھونس سے ان کی مرتب کی ہوئی تورات کو درجۂ استناد حاصل ہو سکے... [۳:۵٦۱]

**التوبۃ ۳۴:** سیدنا مسیح علیہ السلام نے اِن لوگوں کی زرپرستی پر نہایت سخت الفاظ میں ملامت فرمائی۔ ہیکل کی انتظامیہ اور اس کے کارپردازوں کا جو حال تھا اُس کو دیکھ کر مسیح علیہ السلام نے فرمایا کہ تم نے میرے باپ (رب) کے گھر کو چوروں کا بھٹ بنا دیا ہے۔ یہ بھی فرمایا کہ ”تم اوروں کو تو زیرے اور سونف پر بھی عشر کا حساب بتاتے ہو لیکن خود دوسروں کا مال ہڑپ کر جاتے ہو“۔ [۳:۵٦۵]

**التوبۃ ۱۱۱:** جان و مال کی قربانی کے عوض جنت کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اوپر واجب کر رکھا ہے اور اس کا اظہار و اقرار تورات، انجیل اور قرآن سب میں ہے۔ یہ تمام آسمانی مذاہب اور خدائی صحیفوں کی ایک مسلمہ اور مشترکہ حقیقت ہے۔ مثلاً تورات میں ہے:۔(استثنا ٦: ۴-۵)

انجیل میں ہے:۔(متی ۱۹: ۲۹) [۳:٦۴۵]

**یونس ۳:** خدا خود عرشِ حکومت پر متمکن اور صرف متمکن ہی نہیں بلکہ بالفعل تمام معاملات کا اِنتظام فرما رہا ہے۔ زبور میں یہی حقیقت ان الفاظ میں بیان ہوئی ہے۔ ”تو نے تخت پر بیٹھ کر صداقت سے انصاف کیا“۔(۹: ۴) [۴:۲۳]

**ھود ۷:** وَکَانَ عَرْشُهٗ عَلَی الْمَآءِ یہی بات تورات میں بھی بیان ہوئی ہے۔ اگرچہ اِس کے مترجموں نے مطلب خبط کر دیا ہے۔ کتاب پیدائش کی پہلی ہی آیت میں یہ الفاظ ہیں: ”اور گہراؤ کے اوپر اندھیرا اور خدا کی روح پانی کی سطح پر جنبش کرتی تھی“۔ [۴:۱۰۹]

**ھود ۷۴:** ہم تورات سے اِس مجادلہ کی تفصیل نقل کرتے ہیں تاکہ کچھ اندازہ ہو سکے کہ کس نوعیت کا مجادلہ اللہ تعالیٰ کی نگاہوں میں پسندیدہ ہے... (پیدائش باب ۱۸: ۲۳-۳۲) [۴:۱۵٦]

**ھود ۸۸:** جس طرح مادی رزق انسان کی مادی زندگی کے لیے

ضروری ہے اسی طرح 'وحی الٰہی' کا رزق حسن انسان کی روحانی زندگی کے لیے ضروری ہے۔ سیدنا مسیح علیہ السلام نے اِسی حقیقت کو یوں تعبیر فرمایا ہے کہ "اِنسان صرف روٹی سے نہیں جیتا بلکہ اس کلمہ سے جیتا ہے جو خداوند کی طرف سے آتا ہے"۔ [۴:۱۶۲]

**یوسف ۵۵:** تورات میں ہے کہ " پھر فرعون نے یوسف علیہ السلام سے کہا کہ دیکھ مَیں نے تجھے ساری زمین مصر پر حکومت بخشی اور فرعون نے اپنی انگشتری اپنے ہاتھ سے نکال کر یوسف علیہ السلام کے ہاتھ میں پہنا دی۔ تب اس کے آگے منادی کی گئی۔ سب ادب سے رہو اور اس نے اسے مصر کی ساری مملکت پر حاکم کیا اور یوسف علیہ السلام کو کہا، "مَیں فرعون ہوں اور تیرے حکم کے بغیر ساری زمین میں کوئی انسان اپنا ہاتھ یا پاؤں نہ اٹھائے گا"۔ (پیدائش باب ۴۱:۴۱-۴۴) [۴:۲۳۷]

**یوسف ۸۰:** 'کَبِیـــر' سے کون بھائی مراد ہے، عمر میں بڑا روبیل یا عقل ورائے میں بڑا یہوذا۔ ہمارے نزدیک اگر اس سے یہوذا، کو مراد لیا جائے تو یہ زیادہ اقرب ہے۔ تورات میں اسی کا نام آیا ہے۔ [۴:۲۴۶]

**یوسف ۹۹:** تورات سے معلوم ہوتا ہے کہ یوسف علیہ السلام نے شہر سے نکل کر ان لوگوں کا خیر مقدم کیا اور اس شان سے ان لوگوں کو شہر میں لائے کہ ایک جشن کی صورت پیدا ہوگئی۔ [۴:۲۵۳]

**یوسف ۱۰۰:** جس عہد کا یہ واقعہ ہے تورات وغیرہ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانے میں بڑوں کی تعظیم کے لیے یہ طریقہ معروف رہا ہے لیکن اس کی صورت زمین پر پیشانی ٹیک دینے کی نہیں بلکہ جھک پڑنے کی تھی۔ .. [۴:۲۵۴]

**بنی اسرآئیل ۲:** تورات توحید کی تعلیم سے بھری پڑی ہے، ہم صرف ایک حوالہ پر اکتفا کرتے ہیں۔ خروج ۲۰:۲-۵ میں ہے:۔

قرآن کے الفاظ اَلَّا تَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِيْ وَكِيْلًا اور تورات کے الفاظ " میرے حضور تیرے لیے دوسرا خدا نہ ہووے"۔ میں کتنی مطابقت ہے لیکن اِن واضح ہدایات کے باوجود یہود بار بار شرک و بت پرستی میں مبتلا ہوئے جس پر ان کے نبیوں نے نہایت دردانگیز الفاظ میں ماتم بھی کیا ہے اور یہود کو ملامت بھی کی ہے۔ سیدنا مسیح علیہ السلام نے تو یہود کو مخاطب کر کے یہاں تک فرمادیا کہ

" تو تو وہ ہے کہ تو نے پہلی شب میں چھنالا کیا" [۴:۴۷۹]

**بنی اسرآئیل ۴:** آیت میں یہود کے جن دو بڑے فسادات اور اُن کے انجام کی خبر دی گئی ہے۔ ان میں سے پہلے فساد اور اس کے عبرت انگیز انجام سے حضرت داؤد، یسعیاہ، یرمیاہ اور حزقی ایل علیہم السلام نے آگاہ فرمایا اور دوسرے فساد اور اس کے عواقب سے سیدنا مسیح علیہ السلام نے ڈرایا۔ فساد سے مراد خدا کی توحید اور اس کی شریعت سے بغاوت ہے... ۴:۴۸ داؤد علیہ السلام نے پہلے فساد اور اس کے انجام کی جن لفظوں میں پیشین گوئی فرمائی تھی وہ یہ ہیں ... (زبور باب ۱۰۶ آیات ۳۴-۴۱)

دوسرے فساد کی پیشین گوئی کے سلسلہ میں سیدنا مسیح علیہ السلام کے الفاظ یہ ہیں ... (متی باب ۲۴ آیت ۲)

لوقا میں ہے: " اے یروشلم کی بیٹیو! میرے لیے نہ روؤ بلکہ اپنے لیے اور اپنے بچوں کے لیے روؤ کیونکہ دیکھو وہ دن آتے ہیں جب کہیں گے کہ مبارک ہیں بانجھیں اور وہ پیٹ جو نہ جنے اور وہ چھاتیاں جنہوں نے دودھ نہ پلایا۔ اس وقت وہ پہاڑوں سے کہنا شروع کریں گے کہ ہم پر گر پڑو اور ٹیلوں سے کہیں گے کہ ہمیں چھپالو"۔ (باب ۲۳ آیات ۲۸-۳۰) [۴:۴۷۹]

**بنی اسرآئیل ۵:** یہ اشارہ بابل و نینوا کے بادشاہ بخت نصر یا بنو کدنضر کے حملہ کی طرف ہے جس نے ۵۸۶ ق م میں یروشلم کی اینٹ سے اینٹ بجا دی تھی۔ یرمیاہ نبی نے اس کی پیشین گوئی یوں فرمائی تھی... (یرمیاہ ۲۵:۸-۹)

اِن کے انذار کی مزید تفصیل سنیے:۔

" میں ایسا کروں گا کہ ان کے درمیان خوشی کی آواز اور خرمی کی آواز، دلہے کی آواز، دلہن کی آواز، چکی کی آواز اور چراغ کی روشنی باقی نہ رہے اور یہ ساری سرزمین ویرانہ اور حیرانی کا باعث ہو جائے گی اور یہ قومیں ستر برس تک بابل کے بادشاہ کی غلامی کریں گی"۔ (یرمیاہ: ۲۵:۱۰-۱۱)

یرمیاہ نبی کا نوحہ سنیے... (یرمیاہ کا نوحہ ۲:۱-۳) [۴:۴۸۱]

**بنی اسرآئیل ۲۲ تا ۳۹:** تورات میں کم وبیش یہی باتیں جس انداز میں کہی گئی ہیں ان سے واقف رہنا بھی فائدہ سے خالی نہیں ہوگا۔

اس وجہ سے ہم اِس کا ضروری حصہ یہاں نقل کیے دیتے ہیں:۔

"پھر خداوند نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا، بنی اسرائیل کی ساری جماعت سے کہ کہ تم پاک رہو کیونکہ میں جو خداوند تمہارا خدا ہوں پاک ہوں۔تم میں سے ہر ایک اپنی ماں اور باپ سے ڈرتا رہے اور تم میرے سبتوں کی ماننا۔میں خداوند تمہارا خدا ہوں۔تم بتوں کی طرف رجوع نہ ہونا اور نہ اپنے ڈھالے ہوئے دیوتا بنانا۔میں خداوند تمہارا خدا ہوں اور جب تم خداوند کے حضور سلامتی کے ذبیحے گزرانو تو ان کو اِس طرح گزراننا کہ تم مقبول ہو... (احبار باب ۱۹:۱-۱۹) [۴:۴۹۴]

بنی اسرآئیل ۸۵: جس طرح جسم کی زندگی روح سے ہے اسی طرح روح و عقل اور دل کی زندگی وحی الٰہی سے ہے۔اِس حقیقت کو سیدنا مسیح علیہ السلام نے یوں واضح فرمایا ہے کہ "انسان صرف روٹی سے نہیں جیتا بلکہ اس کلمے سے جیتا ہے جو خداوند کی طرف سے آتا ہے"۔ قرآن کو اسی پہلو سے جگہ جگہ روح سے تعبیر کیا ہے۔[۴:۵۳۹]

الکھف ۸۳: یہود پر ذوالقرنین کا عظیم احسان ہے کہ اس نے بابل کی اسیری سے ان کو نجات دلائی اور اس کی مدد سے بیت المقدس اور ہیکل کی از سرِ نو تعمیر ہوئی۔یہود کے انبیاء نے ان کی پیشین گوئی بھی کی تھی۔یسعیاہ میں ہے... (۱:۴۵)

اِسی طرح دانیال نبی کا ایک مکاشفہ یوں منقول ہے ... (دانی ایل ۸:۳-۴)[۴:۶۱۳]

الکھف ۹۲: یہ سد، جیسا کہ قرآن سے واضح ہے یاجوج و ماجوج کے حملوں کو روکنے کے لیے تعمیر کی گئی۔حزقی ایل فرماتے ہیں... (حزقی ایل ۳۹:۱-۲)[۴:۶۲۰]

مریم ۲۰: مریم علیہا السلام کے اس ارشاد سے یہ بات بالکل صاف واضح ہے کہ لوقا میں یہ روایت کہ یوسف نامی کسی شخص سے ان کا نکاح ہوا تھا، بالکل بے سروپا روایت ہے...[۴:۶۴۴]

مریم:۲۶ یہود کے ہاں مجرد خاموشی کا بھی روزہ تھا اور یہ روزہ ہر حال میں رکھا جا سکتا تھا۔اسفار یہود میں "خاموش رہو" کی تعبیر اللہ کو یاد رکھنے اور اس کی عبادت کرنے کے لیے جگہ جگہ استعمال ہوئی ہے۔

ملاحظہ ہو (زکریا باب ۲:۱۳)[۴:۶۴۷]

مریم:۳۰ عیسیٰ علیہ السلام جہاں تک شریعت کا تعلق ہے تورات ہی کی شریعت پر عامل اور اسی کے داعی اور مجدد تھے۔البتہ انہوں نے اِس پر حکمت کا اضافہ فرمایا۔یہی حکمت کے وعظ ہیں جو منتشر اور ناتمام حالت میں ہمیں انجیلوں میں ملتے ہیں...[۴:۶۴۸]

مریم:۳۲ مسیح علیہ السلام کے اِس ارشاد سے انجیل کی بعض ان روایات کی تردید ہوتی ہے جن سے یہ گمان گزرتا ہے کہ خدانخواستہ وہ مریم علیہا السلام کا واجبی احترام نہیں کرتے تھے...[۴:۶۴۹]

مریم:۳۶ انجیلوں میں عیسیٰ علیہ السلام کی زبان سے یہ جو نقل ہوتا ہے کہ "میرا باپ اور تمہارا باپ" یہ قرآن نے اس کی صحیح تعبیر بتائی ہے...[۴:۶۵۰]

طٰہٰ ۱۶: یہود کی بدقسمتی قابل ماتم ہے کہ انہوں نے نماز بھی ضائع کر دی اور آخرت بھی بھلا بیٹھے۔آپ کو یہ سن کر تعجب ہوگا کہ ان کے صحیفوں میں قربانی کا ذکر تو ملتا ہے لیکن نماز کا ذکر، بالخصوص ہیکل میں، صرف ایک جگہ سفر خامس باب ۲۶ میں ملتا ہے۔اُن کے بعض فقہاء کا خیال تو یہ بھی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے نماز کا حکم سرے سے دیا ہی نہیں، اگر تورات میں اس کا کہیں ذکر ہے تو وہ بعد کے مرتبوں کی ایجاد ہے...[۵:۳۴]

طٰہٰ ۲۲: اِس سے تورات کی اس روایت کی تردید ہو جاتی ہے کہ جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنا ہاتھ نکالا تو وہ برص سے سفید نکلا۔یہ امر بھی یاد رکھیے کہ موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ کی یہ سفیدی مستقل نہیں تھی بلکہ قرآن کے الفاظ شاہد ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے ظہور کو اس شرط کے ساتھ خاص کیا تھا کہ جب موسیٰ علیہ السلام ایک نشانی کے طور پر دکھانے کے لیے اپنا ہاتھ اپنی بغل میں ڈال کر نکالیں گے تب یہ سفید نکلے گا...[۵:۳۵]

طٰہٰ ۲۹-۳۰: موسیٰ علیہ السلام اپنے بیان کی کمی کی تلافی کے لیے اپنے بھائی ہارون علیہ السلام کو نہایت موزوں آدمی سمجھتے تھے... اُن کی فصاحتِ بیان کی، جیسا کہ تورات سے واضح ہے، قوم میں بڑی شہرت تھی...[۵:۴۰]

ایضاً: تورات میں ہارون علیہ السلام کا ذکر اس حیثیت سے نہیں آیا ہے جس حیثیت سے قرآن میں آیا ہے۔تورات میں ان کا ذکر بس موسیٰ

علیہ السلام کے ایک ساتھی اور ترجمان کی حیثیت سے آیا ہے...[۵:۴۱]

**طٰہٰ ۳۹:** موسیٰ علیہ السلام تورات کی روایات سے ثابت ہے کہ نہایت خوبصورت بھی تھے۔ پھر مزید لطفہ خداوندی یہ ہوا کہ ان پر اللہ تعالیٰ نے اپنی محبت کا پرتو ڈال دیا... (خروج ۲:۴، عبرانیون ۱۱: ۲۳، اعمال ۷: ۲۰)[۵:۴۴]

**طٰہٰ ۴۰:** تورات میں یہ واقعہ یوں بیان ہوا ہے :۔(خروج ۲: ۷-۹)

تورات اور قرآن کے بیان میں جو فرق ہے اس پر تبصرہ کی ضرورت نہیں ہے۔ ہر ذی فہم آدمی اندازہ کرسکتا ہے کہ قرآن کا بیان ہر اعتبار سے قرینِ عقل وفطرت ہے۔ افسوس ہے کہ تورات والے اپنے گھر کی باتوں سے بالکل بے خبر ہیں۔[۵:۴۶]

**طٰہٰ ۴۹:** تورات میں اس موقع پر جو عبارت ہے اس سے بھی یہی بات نکلتی ہے جس کی طرف ہم نے اشارہ کیا۔ خروج ۵: ۲ میں ہے۔

''فرعون نے کہا کہ خداوند کون ہے کہ میں اس کی آواز کو سنوں کہ بنی اسرائیل کو جانے دوں؟ میں خداوند کو نہیں جانتا اور نہ میں بنی اسرائیل کو جانے دوں گا''۔[۵:۵۶]

**طٰہٰ ۷۷:** اس واقعہ کے متعلق تورات میں جو تفصیل آئی ہے وہ ہم یہاں نقل کیے دیتے ہیں تاکہ واضح ہو جائے کہ اِس موقع پر شان خداوندی کس شکل میں ظاہر ہوئی۔ کتاب خروج باب ۱۴ ملاحظہ ہو... (آیات ۱۵: ۲۳) [۵:۷۱]

**طٰہٰ ۷۸:** تورات سے معلوم ہوتا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کے معجزات سے تنگ آ کر اگرچہ فرعون نے ان کو جانے کی اجازت دے دی تھی لیکن ان کی روانگی کے بعد اس کی رائے بدل گئی اور اس نے فوج کے ساتھ ان کا تعاقب کیا اور بالآخر اپنی فوج سمیت سمندر کی بے پناہ موجوں کی لپیٹ میں آ گیا۔ اِس کی تفصیل تورات میں یوں آتی ہے... (خروج باب ۱۴: ۵-۷، ۲۶-۲۹)[۵:۷۱]

**طٰہٰ ۸۳:** تورات میں کسی مدت یا موسیٰ علیہ السلام کی کسی عجلت کا ذکر نہیں ہے... (خروج باب ۲۴: ۱۲-۱۴)[۵:۷۳]

**طٰہٰ ۸۵:** سامری کا کوئی ذکر تورات میں نہیں ہے۔ اسی وجہ سے اِس کے متعلق صرف اتنی ہی بات علم میں آئی ہے جو قرآن میں بیان ہوئی ہے۔ تورات کے راویوں نے تو اس سارے فتنہ کو ہارون علیہ السلام کی طرف منسوب کر دیا ہے۔ یہ قرآن کا احسان ہے کہ اس نے اس فتنہ کے اصل بانی کا پتا دیا اور ہارون علیہ السلام کو اِس تہمت سے بری کیا۔[۵:۷۵]

**طٰہٰ ۹۷:** 'اَنْ تَقُوْلَ لَامِسَاسَ' یعنی تو خود اپنی زبان سے پکارتا پھرے کہ میں ناپاک ہوں۔ نہ مجھے کوئی چھوئے نہ میں کسی کو چھونے کا مجاز ہوں۔ موسیٰ علیہ السلام کی شریعت میں جماعت سے کسی شخص کو کاٹ دینے کی سزا موجود ہے۔

اس سے زیادہ سخت سزا کوڑھیوں کے لیے بیان ہوئی ہے۔ احبار کے الفاظ ملاحظہ ہوں... (احبار باب ۱۳: ۴۵-۴۶)

لیکن سامری کو موسیٰ علیہ السلام نے یہ سزا عمر بھر کے لیے دی اس لیے کہ وہ منافقت کے کوڑھ میں مبتلا تھا جو ایک اخلاقی اور روحانی کوڑھ جسمانی کوڑھ سے زیادہ غلیظ ہے۔ مزید براں اس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے لعنت بھی کر دی جو دین میں سخت ترین سزا ہے۔[۵:۸۲]

**ایضاً:** اس بت سے متعلق قرآن کا ارشاد تو یہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے اس کو جلا کر اور کوٹ پیس کر اس کی راکھ سمندر میں بکھیر دی لیکن تورات میں یہ دلچسپ روایت ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کی راکھ پانی میں گھول کر لوگوں کو پلا دی۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ تورات کے راویوں کو روایت گھڑنے کا بھی سلیقہ نہیں ہے![۵:۸۳]

**طٰہٰ ۱۳۲:** سیدنا مسیح علیہ السلام نے اِسی حقیقت کو یوں واضح فرمایا ہے کہ ''جو مزدور اپنی ڈیوٹی پر ہے وہ اپنی مزدوری کا حق دار ہے''۔[۵:۱۱۰]

**الانبیاء ۷۹:** تورات سے یہ بات ثابت ہے کہ داؤد علیہ السلام نہایت خوش الحان تھے اور اِس خوش الحانی کے ساتھ ساتھ ان کے اندر سوز و درد بھی تھا۔ مزید براں یہ کہ ان کی تمام مناجاتیں گیتوں اور نغموں کی شکل میں ہیں اور یہ گیت الہامی ہیں۔ ان گیتوں کا حال یہ ہے کہ زبور پڑھیے تو اگرچہ ترجمہ میں ان کی شعری روح نکل چکی ہے لیکن آج بھی اِن کو پڑھ کر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ دل سینہ سے نکل پڑے گا...[۵:۱۷۳]

الانبیآء ۸۲: شیاطین سے مراد وہ شیاطین جنّ ہیں جن کو سلیمان علیہ السلام نے مسخر کر رکھا تھا۔ قرآن اور تورات دونوں سے ثابت ہے کہ ان کے پاس انسانوں، جنوں اور پرندوں کی باقاعدہ فوج تھی جس کی پریڈ ہوتی رہتی تھی۔ [۱۷۶:۵]

الانبیآء ۸۳-۸۴: سفر ایوب سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام خدم وحشم رکھنے کے باوجود ایوب علیہ السلام خدا کے نہایت شکر گزار اور فرمانبردار تھے۔ کبھی کسی برائی سے وہ آلودہ نہ ہوئے۔

اُن کی اس نیکی پر شیطان اور اس کے ایجنٹوں کو حسد ہوا۔ انہوں نے طعنہ دیا کہ ایوب کی یہ خدا پرستی اور راستبازی اس لیے ہوئی کہ خدا نے اسے ہر طرح کی خوشحالیاں دے رکھی ہیں۔ اگر یہ ان سے محروم ہو جائے تو پھر کبھی خدا کا شکر گزار نہ ہو۔ [سفر ایوب ۱:۹-۱۱]

اِس کے بعد خدا کی طرف سے اُن کے لیے آزمائشوں کا ایک سلسلہ شروع ہو گیا۔ ایوب علیہ السلام نے ان تکالیف کا بھی اسی صبر ورضا کے ساتھ مقابلہ کیا جس صبر ورضا کے ساتھ انہوں نے مالی آفات ومصائب کا مقابلہ کیا۔ بالآخر اس امتحان سے بھی وہ بحسن وخوبی عہدہ برآ ہوئے جس کے صلہ میں اللہ تعالیٰ نے ان کو اس سے زیادہ دیا جو انہوں نے کھویا تھا... (سفر ایوب ۴۲:۱۰) [۱۷۷:۵]

الانبیآء ۸۷: 'ذوالنون' سے مراد یونس علیہ السلام ہیں۔ قدیم صحیفوں میں ان کا نام یوناہ آیا ہے۔ [۱۸۰:۵]

ایضاً: یونس علیہ السلام اہل نینوا کی طرف رسول بنا کر بھیجے گئے تھے۔ نینوا کی آبادی، صحیفہ یونس کی روایت کے مطابق ایک لاکھ بیس ہزار تھی۔ قرآن کی سورۂ صافات میں بھی مِـائَةَ اَلْفٍ اَوْيَزِيْدُوْنَ کے الفاظ آئے ہیں جس سے اِس روایت کی تائید ہوتی ہے [۱۸۰:۵]

ایضاً: یونس علیہ السلام کے واقعہ کی روایت میں چونکہ مفسرین نے بڑا گھپلا کر دیا ہے اِس وجہ سے میں نے اس کی صحیح نوعیت واضح کرنے کے لیے اس کی تفصیل پیش کر دی۔ یہ تفصیل صحیفہ یونس اور قرآن کی تصریحات واشارات پر مبنی ہے۔ [۱۸۲:۵]

ایضاً: صحیفہ یونس میں اِس دعا کا ذکر اِن لفظوں میں آیا ہے:-

''اُس نے مچھلی کے پیٹ میں خداوند اپنے خدا سے دعا مانگی اور اُس نے اُس کی پکار سن لی تھی۔ وہ پاتال کے بطن میں سے چلایا اور اس کی پکار سنی گئی''۔ (۲:۱) [۱۸۳:۵]

الانبیآء ۹۱: فَنَفَخْنَا فِيْهَا مِنْ رُّوْحِنَا عیسیٰ علیہ السلام نے جیسا کہ انجیلوں سے واضح ہے، خود بھی اپنی نسبت یہی فرمایا ہے جو قرآن بیان کر رہا ہے [۱۸۶:۵]

الانبیآء ۱۰۵: زبور کا باب ۳۷ ... ہمارے نزدیک زبور کے اسی مزمور کا قرآن نے یہاں حوالہ دیا ہے۔ اِس مزمور پر غور کیجیے تو یہ بات صاف نظر آئے گی کہ اِس کی نوعیت ایک ترکیب بند کی ہے جس میں پہلے موعظت ونصیحت کی باتیں آتی ہیں پھر بار بار ایک ترجیع یا ٹیپ کے بند کی طرح یہ بات آتی ہے کہ زمین اور ملک کے وارث خدا کے نیک اور متقی بندے ہوں گے ...یہ بات بھی معلوم ہوگی کہ یہاں صالحین اور متقین کے لیے زمین کی جس وراثت کا ذکر ہے اس کے ساتھ یہ بشارت بھی ہے کہ یہ وراثت ابدی ہوگی مثلاً فرمایا ہے'' ان کی میراث ہمیشہ کے لیے ہوگی'' دوسری جگہ ہے'' اور ہمیشہ تک آباد رہ'' تیسری جگہ ہے'' وہ ہمیشہ کے لیے محفوظ ہیں''۔ چوتھی جگہ نہایت واضح الفاظ میں ہے'' اور صادق زمین کے وارث ہوں گے اور وہ اس میں ہمیشہ بسے رہیں گے''۔ [۱۹۴:۵]

الحج ۳۴: یہاں قربانی کے قدیم ترین طریقۂ عبادت ہونے کا جو ذکر ہے اس کی شہادت کے لیے یہ کافی ہے کہ تورات اور قرآن دونوں میں آدم علیہ السلام کے بیٹے ہابیل کی قربانی کا ذکر موجود ہے۔ [۲۴۸:۵]

الحج ۴۷: خدائی دنوں کا یہ حساب جو یہاں مذکور ہوا ہے یہ بھی صرف تقریب فہم کے لیے ایک تمثیل ہے اور'' کَـاَلْفِ سَنَةٍ'' کے الفاظ خود اس کی طرف اشارہ کر رہے ہیں اصل حقیقت اِن دنوں کی کیا ہے اس کو صرف خدا ہی جانتا ہے۔ یہ تمثیل جس طرح قرآن میں وارد ہوئی ہے اِسی طرح زبور اور انجیل میں بھی ہے۔ ۲ پطرس باب ۳-۸ کے الفاظ ملاحظہ ہوں: '' یہ خاص بات تم پر پوشیدہ نہ رہے کہ خداوند کے نزدیک ایک دن ہزار برس کے برابر ہے اور ہزار برس ایک دن کے برابر''۔

آسمان و زمین کے چھے دنوں میں پیدا کیے جانے کا ذکر جس طرح قرآن میں ہے اسی طرح تورات میں بھی ہے۔[۵:۲۶۵]

**المومنون ۲۳:** تورات اور قرآن دونوں میں رسولوں کی تاریخ کا آغاز نوح علیہ السلام ہی سے ہوتا ہے۔[۵:۳۱۳]

**المومنون ۲۷:** بِاَعْيُنِنَا وَوَحْيِنَا یعنی یہ کشتی ہمارے اہتمام اور ہماری ہدایات کے مطابق بناؤ۔ تورات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا سارا نقشہ، اس کی جزئیات کی تفصیل کے ساتھ، اللہ تعالیٰ نے اپنی وحی کے ذریعے سے نوح علیہ السلام کو بتایا تا کہ یہ اس عظیم مہم کے لیے بالکل موزوں ہو جو پیشِ نظر تھی۔[۵:۳۱۵]

**المومنون ۴۲:** قرآن اور تورات دونوں میں یہ اشارہ موجود ہے کہ خدا نے تمام قوموں میں اپنے رسول بھیجے۔[۵:۳۲۰]

**المومنون ۴۵:** نوح علیہ السلام کے بعد تمام رسولوں کی طرف اجمالی اشارہ کرنے کے بعد ان رسولوں کا ذکر ہے جن کی مفصل سرگزشت تورات و انجیل کے صحیفوں میں موجود ہے۔ 'آیات' سے مراد وہ عام معجزات ہیں جو موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھوں فرعونیوں کے انذار کے لیے ظاہر ہوئے۔ ان کی تفصیل تورات میں بھی موجود ہے [۵:۳۲۱]

**الفرقان ۲۰:** عیسائیوں نے اگرچہ پال کے زمانہ سے عیسیٰ علیہ السلام کو مافوق بشر بنانے کی بڑی کوشش کی لیکن ان کے اور ان کی والدہ ماجدہ کے کھانا کھانے سے وہ بھی انکار نہیں کر سکتے اس لیے کہ انجیلوں میں یہ چیز نہایت تصریح کے ساتھ موجود ہے۔[۵:۴۵۷]

**الفرقان ۳۲:** یہ اَمر ملحوظ رہے کہ آسمانی صحائف میں سے کوئی صحیفہ بھی بیک دفعہ نہیں نازل ہوا ہے۔ جن لوگوں نے یہ خیال کیا ہے ان کا خیال ان صحائف سے بے خبری پر مبنی ہے۔ تورات بھی پوری کی پوری بیک دفعہ نہیں نازل ہوئی۔

اِسی طرح انجیل تمام تر سیدنا مسیح علیہ السلام کے مواعظ حکمت پر مشتمل ہے جو مختلف مواقع پر حسبِ اقتضائے حالات، آپ پر نازل ہوئے اور آپ نے ان سے اپنی قوم کو انذار کیا۔

یہی حال زبور کا ہے۔ یہ داؤد علیہ السلام کی منظوم مناجاتوں اور تلقینات پر مشتمل ہے جو وقتاً فوقتاً آپ پر القا ہوئیں۔

غرض یہ خیال بالکل بے بنیاد ہے کہ ان میں سے کوئی کتاب بھی بیک دفعہ، مابین الدفتین، نازل ہوئی۔[۵:۴۶۳]

**الفرقان ۷۰:** سیدنا مسیح علیہ السلام نے کھوئی ہوئی بھیڑ والی تمثیل میں نہایت بلاغت سے یہ بات سمجھائی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے توبہ کرنے والے بندے کی توبہ سے کس قدر خوش ہوتا ہے اور اس کو اپنے کس درجے کے فضل و کرم سے نوازتا ہے۔ وہی بات اس آیت سے واضح ہو رہی ہے۔[۵:۴۸۹]

**الفرقان ۷۵:** فرمایا کہ یہ لوگ جو مذکورہ بالا صفات سے متصف ہیں اپنے ان اوصاف و اعمال کے صلے میں جنت کے بالا خانے پائیں گے۔ انھوں نے دنیا میں تواضع اور فروتنی کی زندگی گزاری اِس وجہ سے یہ جنت کی عالی مقامی کے سزاوار ہوں گے۔ مسیح علیہ السلام نے فرمایا ہے" مبارک ہیں وہ جو دل کے غریب ہیں، آسمان کی بادشاہی میں وہی داخل ہوں گے"۔[۵:۴۹۱]

**الشعرآء ۱۷:** تورات سے یہ تو معلوم ہوتا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام تمام بنی اسرائیل کو عید قربانی منانے کے لیے تین دن کی راہ بیابان میں لے جانا چاہتے تھے لیکن یہ تصریح تورات میں نہیں ہے کہ بیابان میں کہاں لے جانا چاہتے تھے۔[۵:۵۰۸]

**الشعرآء ۴۴:** بِعِزَّةِ فِرْعَوْنَ میں 'ب' ہمارے نزدیک قسمیہ ہے۔ فرعون کو چونکہ ان کے ہاں دیوتا کی حیثیت حاصل تھی اِس وجہ سے کوئی اہم قدم اٹھاتے ہوئے وہ اس کی عزت و اقبال کی قسم کھاتے۔ تورات میں ان کے شواہد موجود ہیں۔[۵:۵۱۳]

**الشعرآء ۵۰-۵۱:** اگرچہ ہما شما کے لیے یہ بات نہایت حیرت انگیز ہے کہ ساحر ایک ہی جست میں معرفت کے اس مرتبۂ بلند پر پہنچ گئے لیکن یہ بات تعجب کی نہیں ہے۔ سیدنا مسیح علیہ السلام نے بھی اپنے ان پڑھ شاگردوں سے فرمایا تھا کہ جب میرے نام پر تم کو لوگ عدالتوں میں پکڑوائیں گے تو پہلے سے نہ سوچنا کہ کیا جواب دو گے۔ وقت پر روح القدس خود تمھارے دل میں بات ڈال دے گا۔[۵:۵۱۵]

الشعرآء ۶۰ تا ۶۲: بالآخر صبح تڑکے فرعونیوں نے بنی اسرائیل کا تعاقب کیا۔ جب بنی اسرائیل نے دیکھا کہ آگے سمندر ہے اور پیچھے فرعون کا لشکر تو وہ بہت گھبرائے کہ اب تو ہم مارے گئے۔ تورات میں ہے کہ انہوں نے موسیٰ علیہ السلام کو برا بھلا کہنا شروع کر دیا۔ موسیٰ علیہ السلام نے ان کو اطمینان دلایا کہ گھبراؤ نہیں، میرا رب میرے ساتھ ہے وہ ہمارے لیے راہ کھولے گا۔ تورات میں یہ ماجرا یوں بیان ہوا ہے ...(خروج باب ۱۴: ۵-۱۴) [۵: ۵۱۷]

الشعرآء ۶۳ تا ۶۶: تورات میں یہ ماجرا یوں بیان ہوا ہے۔(خروج باب ۱۴: ۲۱-۲۷) [۵: ۵۱۸]

الشعرآء ۱۴۶ تا ۱۴۹: عرب میں اچھے باغ کا تصور یہ تھا کہ انگوروں، اناروں کا باغ ہو اور اس کے نیچے نہریں جاری ہوں۔ بیچ بیچ میں مختلف چیزوں کی کاشت کے قطعات ہوں اور کنارے کنارے کھجوروں کی باڑ ہو۔ یہاں انہی اجزا کو الگ الگ گنا کر سوال فرمایا ہے کہ کیا تم نے یہ گمان کر رکھا ہے کہ یہ ساری چیزیں تمہیں دے کر باغ کا اصل مالک اس سے بالکل بے تعلق ہو کر بیٹھ رہا ہے اور اس کی بابت تم سے کوئی پرسش نہیں ہونی ہے۔ یہ امر واضح رہے کہ یہی حقیقت تمثیل کی صورت میں انجیلوں میں بھی بار بار واضح فرمائی گئی ہے۔ [۵: ۵۴۳]

الشعرآء ۲۱۱: سیدنا مسیح علیہ السلام نے جو کچھ فرمایا وہ انجیل میں یوں نقل ہوا ہے "لیکن ان میں سے (اشارہ فقیہوں اور فریسیوں کی طرف ہے) بعض نے کہا یہ تو بدروحوں کے سردار بعلزبول کی مدد سے بدروحوں کو نکالتا ہے ...مگر اس نے، مسیح علیہ السلام نے ان کے خیالات کو جان کر اس سے کہا جس سلطنت میں پھوٹ پڑے وہ ویران ہو جاتی ہے اور جس گھر میں پھوٹ پڑے وہ برباد ہو جاتا ہے۔ اگر شیطان بھی اپنا مخالف ہو جائے تو اس کی سلطنت کس طرح قائم رہے گی"۔(لوقا باب ۱۱: ۱۶-۱۸)

بعینہٖ یہی بات قرآن نے مَا يَنۢبَغِىْ لَهُمْ کے دو لفظوں میں فرما دی ہے۔ [۵: ۵۶۱]

الشعرآء ۲۱۹: آنحضرت ﷺ جس طرح خود شب کی دعا و مناجات کا اہتمام فرماتے تھے اسی طرح اپنے صحابہ کو بھی اس کی تاکید فرماتے تھے اور وقتاً فوقتاً آپ ﷺ مسجد میں جا کر یہ روح پرور منظر دیکھتے بھی تھے کہ لوگ دعا و عبادت میں مشغول ہیں۔ انجیلوں میں سیدنا مسیح علیہ السلام کے بارے میں بھی آتا ہے کہ جب آزمائش کا آخری مرحلہ آیا ہے تو وہ ایک پہاڑی پر جا کر دعا میں مشغول ہو گئے اور اپنے شاگردوں کو بھی ہدایت فرمائی کہ وہ جاگیں اور دعا کریں کہ فتنہ میں نہ پڑیں۔ پھر وہ بار بار اپنے شاگردوں کے پاس یہ دیکھنے کے لیے آتے کہ وہ دعا کر رہے ہیں یا نہیں۔ شاگرد سو جاتے تو وہ ان کو بار بار جگاتے کہ دعا کرو تا کہ فتنہ سے محفوظ رہو۔ [۵: ۵۶۴]

النمل ۱۲: اِن نو نشانیوں سے بھی صرف وہ نشانیاں مراد ہیں جو فرعون اور اس کی قوم کے مقابل میں ظاہر ہوئیں۔ وہ نشانیاں جو اس عصا کے ذریعے سے خاص بنی اسرائیل کے لیے ظاہر ہوئیں وہ ان سے بالکل الگ ہیں اور ان کی تعداد بھی، تورات سے معلوم ہوتا ہے کہ کم نہیں ہے، بہت ہے [۵: ۵۸۴]

النمل ۱۶: کتاب سلاطین (تورات) میں یہ تصریح موجود ہے کہ انہوں نے اپنی عظمت و شوکت کو برابر اللہ تعالیٰ کا فضل قرار دیا اور اپنی قوم کو بھی اِس فضل و نعمت پر خدا ہی کا شکر گزار رہنے کی تاکید فرمائی۔ [۵: ۵۹۲]

النمل ۴۲-۴۴: ملکہ سبا کی یہ سرگزشت تورات میں اس تفصیل و وضاحت سے نہیں آئی ہے لیکن اس کے بھی ضروری حصے پر نظر ڈال لیجیے تا کہ قرآن مجید اور تورات میں جو قدر مشترک ہے وہ سامنے آ جائے۔ تورات میں ملکہ کی آمد اور ان کے تاثرات کا یوں ذکر ہوا ہے ...(۱-سلاطین: باب ۱۰: ۱-۱۳) [۵: ۶۰۷]

النمل ۸۰-۸۱: جو لوگ طلبِ ہدایت کے اس داعیہ کی قدر کرتے ہیں اُن کے لیے اللہ تعالیٰ ہدایت کی مزید راہیں کھولتا ہے اور اگر کوئی اس داعیہ کی قدر نہیں کرتا تو صرف یہی نہیں ہوتا کہ اس کے لیے مزید ہدایت کے دروازے نہیں کھلتے بلکہ اس کا یہ فطری داعیہ بھی مُردہ ہو جاتا ہے۔ اِسی حقیقت کو سیدنا مسیح علیہ السلام نے یوں واضح فرمایا ہے کہ: "اُس سے وہ بھی لے لیا جاتا ہے جو اس کو دیا گیا" [۵: ۶۳۳]

القصص ۶: یہاں بالکل پہلی مرتبہ فرعون کے ساتھ 'ہامان' کا ذکر

بھی آیا ہے اور اس طرح آیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی حیثیت فرعون کے وزیر کی تھی۔ تورات میں یہ نام نہیں آیا ہے لیکن اس سے کوئی خاص فرق نہیں پیدا ہوتا۔ کتنی باتیں ہیں جن میں قرآن نے تورات کے بیانات کی تصحیح کی ہے یا اُن پر اضافہ کیا ہے۔ [۵:۶۵۷]

القصص ۷: جس زمانے میں موسیٰ علیہ السلام کی ولادت ہوئی ہے بنی اسرائیل کے بچوں کے ہلاک کرنے کی سکیم بڑے زوروں سے چل رہی تھی۔ اوّل اوّل تو یہ کام فرعون اور اس کے اعیان نے دائیوں سے لینا چاہا لیکن تورات سے معلوم ہوتا ہے کہ دائیوں نے اس میں کچھ زیادہ تعاون نہیں کیا... ایک صندوق میں بچے کو رکھ کر صندوق کو دریا میں بہا دینے کی ہدایت ہوئی تھی...

تورات میں یہ واقعہ یوں بیان ہوا ہے... [۵:۶۵۸]

القصص ۹: معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت تک ملکہ کے ہاں کوئی اولاد نہیں تھی اور اگر تورات کے بیان کو باور کر لیا جائے کہ جس نے موسیٰ علیہ السلام کے صندوق کو سب سے پہلے دیکھا وہ فرعون کی لڑکی تھی تو یہ ماننا پڑے گا کہ اس وقت تک اُن کے ہاں کوئی اولاد نرینہ نہیں تھی [۵:۶۶۰]

القصص ۲۳: 'مَــآء' سے مراد چشمہ بھی ہو سکتا ہے کنواں بھی۔ تورات میں کنویں ہی کا ذکر آیا ہے [۵:۶۶۷]

القصص ۲۵: تورات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس روز صاحبزادیاں چونکہ معمول کے خلاف وقت سے پہلے فارغ ہو کر گھر پہنچ گئیں اس وجہ سے شعیب علیہ السلام نے ان سے پوچھا کہ آج تم اتنی جلدی کیسے چلی آئیں؟ اِس پر انہوں نے بتایا کہ آج ایک مصری نے ہم پر یہ احسان کیا کہ اس نے ہماری بکریوں کو خود بھر کر پانی پلا دیا... [۵:۶۶۹]

القصص ۲۹: اس بات کی تصریح قرآن یا تورات میں نہیں ہے کہ انہوں نے آٹھ سال کی مدت پوری کی یا وہاں دس سال گزارے۔ البتہ تورات سے اتنا معلوم ہوتا ہے کہ ان کے ساتھ بیوی کے سوا آپ کے دو بچے بھی تھے۔ [۵:۶۷۱]

القصص ۳۵: اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کی درخواست ہارون علیہ السلام کے بارے میں منظور فرما لی اور ساتھ ہی اِن کو یہ اطمینان بھی دلا دیا کہ تم خاطر جمع رکھو۔ ہم فرعونیوں پر تمہارا ایسا رعب و دبدبہ قائم کر دیں گے کہ وہ تم پر دست درازی کی جرأت نہیں کر سکیں گے ... اِس کا بڑا سبب جو تورات کے مطالعہ سے واضح ہوتا ہے یہ ہے کہ فرعون اور اس کے اعیان موسیٰ علیہ السلام کو جھوٹا نہیں سمجھتے تھے بلکہ ان کو یقین تھا کہ یہ سچے آدمی ہیں۔ تورات سے یہاں تک معلوم ہوتا ہے کہ جب مصر پر کوئی آفت آتی تو وہ موسیٰ علیہ السلام سے درخواست کرتے کہ وہ اپنے رب سے دعا کریں کہ یہ آفت ٹل جائے۔ [۵:۶۷۵]

القصص ۷۶: قارون کا ذکر تورات کی کتاب گنتی باب ۱۶ میں آیا ہے۔ تورات میں اس کا نام قورح مذکور ہوا ہے۔ یہ موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ اسلام کے خاندان بنی لاوی سے اور رشتہ میں موسیٰ علیہ السلام کے سگے چچا کا لڑکا تھا۔ اس کو موسیٰ علیہ السلام و ہارون علیہ السلام کی امامت و سیادت کا بڑا حسد تھا چنانچہ وہ خاندان کے کچھ لوگوں کو ملا کر موسیٰ علیہ السلام کے خلاف بغاوت کے لیے اٹھ کھڑا ہوا۔ تورات کے الفاظ ملاحظہ ہوں... (گنتی باب ۱۶:۱-۳) [۵:۷۰۷]

القصص ۸۱: تورات سے معلوم ہوتا ہے کہ جب موسیٰ علیہ السلام نے دیکھا کہ سامری کے فتنے کے بعد ان کی قوم میں ایک اور فتنہ اٹھ کھڑا ہوا ہے تو انہوں نے قارون اور اس کے ساتھیوں کو خیمۂ اجتماع کے سامنے مباہلہ کی دعوت دی تا کہ واضح ہو جائے کہ خدا کی نظروں میں مقبول اور پسندیدہ کون ہے۔ تورات میں اس کی تفصیل طویل ہے۔ ہم صرف اس کا ضروری حصہ یہاں نقل کرتے ہیں ... (گنتی باب ۱۶:۲۸-۳۴)

اس سے معلوم ہوا کہ قارون اور اس کے ساتھیوں کے زمین میں دھنسائے جانے کا واقعہ موسیٰ علیہ السلام کی لعنت اور بددعا کے نتیجے میں ظہور میں آیا۔ اور اس طرح پیش آیا کہ نہ قارون اپنی مدافعت میں کچھ کر سکا اور نہ اس کا وہ جتھا اس کے کچھ کام آ سکا جس کے بل پر اس نے موسیٰ علیہ السلام کا مقابلہ کرنا چاہا تھا۔ [۵:۷۱۲]

العنکبوت ۸: اسلوب بیان سے یہ بات نکلتی ہے کہ قرآن نے اس کو یہاں تمام مذاہب اور تمام انبیاء کی مسلّم تعلیم کی حیثیت سے پیش

کیا ہے۔ چنانچہ یہ واقعہ ہے کہ تورات، انجیل اور زبور سب میں والدین کی اطاعت کو خدا کی اطاعت کے تحت جگہ دی گئی ہے۔[۱۸:۶]

العنکبوت: ۱۴ نوح علیہ السلام کی جو عمر یہاں مذکور ہوئی ہے بالکل تورات کے بیان کے مطابق ہے۔ تورات میں ہے:۔

''اور طوفان کے بعد نوح ساڑھے تین سو برس اور جیتا رہا اور نوح کی کل عمر ساڑھے نو سو برس کی ہوئی، تب اس نے وفات پائی''۔ (پیدائش ب۹:۲۸-۲۹)[۲۸:۶]

العنکبوت: ۶۰ جس طرح خدا کی زمین بہت کشادہ ہے اسی طرح خدا کا خوانِ کرم بھی بہت کشادہ ہے۔ اگر اللہ کی راہ میں اموال و جائداد سے دست بردار ہونا پڑ جائے تو بے درنگ ہاتھ جھاڑ کے اٹھ کھڑے ہونا یہ نہ سوچنا کہ آگے کیا کھائیں گے اور کہاں سے پہنیں گے؟ دیکھتے ہو کہ اس زمین میں کتنے جاندار ہیں جو اپنے ساتھ اپنی روزی باندھے نہیں پھرتے تاہم ان کا رب ان کو ان کا رزق بہم پہنچاتا ہے۔ یہی حکمت سیدنا مسیح علیہ السلام نے اپنے انداز میں یوں واضح فرمائی ہے ...(متی باب ۶:۲۵-۳۴)

یہ قرآن کی بلاغت کا اعجاز ہے کہ سیدنا مسیح علیہ السلام نے جو حکمت اتنے فقروں میں واضح فرمائی ہے وہ اُس نے ایک ہی آیت میں سمیٹ دی ہے۔[۶۲:۶]

الاحزاب: ۴۰ ابراہیم علیہ السلام اور آپ کے بعد آنے والے انبیاء کے حالات تورات میں بھی موجود ہیں اور قرآن میں بھی۔ ابراہیم علیہ السلام نے اپنی ذرّیت کے دونوں سلسلوں...... بنی اسحٰق اور بنی اسمٰعیل میں انبیاء کی بعثت کے لیے جو دعا کی ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان کو اس دعا کی قبولیت کی جو بشارت دی ہے وہ قرآن میں بھی مذکور ہے اور تورات و تالمود میں بھی ...

الغرض آنحضرت ﷺ تک تمام انبیاء کی روایت یہی رہی ہے کہ ہر نبی نے اپنے بعد آنے والے نبی کی بشارت دی ہے لیکن آنحضرت ﷺ پر آ کر یہ روایت بالکل ختم ہو جاتی ہے۔ نہایت واضح الفاظ میں خود اللہ تعالیٰ نے بھی آپ کو خاتم النبیین قرار دیا...[۲۴۳:۶]

الاحزاب: ۶۹ موسیٰ علیہ السلام کو بنی اسرائیل نے جو اذیتیں پہنچائی ہیں اس کا شکوہ خود موسیٰ علیہ السلام کی زبانی بھی قرآن مجید میں مذکور ہے (الصف ۵)

تو موسیٰ علیہ السلام نے ان کو اِن الفاظ میں ملامت کی۔

''تو (خطاب بنی اسرائیل سے ہے) اس بات کو یاد رکھ اور کبھی نہ بھول کہ تم نے خداوند اپنے خدا کو بیابان میں کس کس طرح غصہ دلایا بلکہ جب سے تم ملک مصر سے نکلے ہو تب سے اس جگہ پہنچنے تک تم برابر خداوند سے بغاوت ہی کرتے رہے ہو''۔

تورات میں بار بار اس بات کا ذکر آتا ہے کہ بنی اسرائیل کو جب کوئی آزمائش پیش آتی تو وہ اس کا الزام موسیٰ علیہ السلام پر ڈال کر ان کو ہدفِ ملامت بناتے۔[۲۷۶:۶]

سبا ۱۱: اس ٹکڑے میں زرہیں بنانے کے فن کا اخلاقی تقاضا بیان ہوا ہے کہ اس کو پا کر بہک نہ جانا اور اُس کو زمین میں فساد کا ذریعہ نہ بنانا، بلکہ اِس بات کو برابر یاد رکھنا کہ جو کچھ بھی تم کرتے ہو اللہ اُس کو دیکھ رہا ہے۔ یہ ہدایت اللہ تعالیٰ نے داوٗد علیہ السلام اور اُن کے تمام آل و اتباع کو فرمائی۔ اِس کا ذکر بار بار زبور اور امثال میں بھی آیا ہے۔[۳۰۰:۶]

سبا ۱۳: سلیمان علیہ السلام کی تعمیر کرائی ہوئی عمارتوں میں سے ہیکل اور اُن کے محل کی تعمیر کی تفصیل کتاب سلاطین میں موجود ہے۔

''اور ان حاشیوں پر جو پٹروں کے درمیان تھے شیر اور بیل اور کرّوبی بنے تھے۔(سلاطین باب ۷:۲۹)

''اور الہام گاہ میں اُس نے زیتون کی لکڑی کے دو کرّوبی دس دس ہاتھ اونچے بنائے۔اور کرّوبی کا ایک بازو پانچ ہاتھ کا اور دوسرا بازو بھی پانچ ہی ہاتھ کا تھا''

''اور اس کے گھر کے اندر دیودار تھا جس پر لٹو اور کِھلے ہوئے پھول کندہ کیے گئے تھے''۔(سلاطین باب ۶:۱۸)

''اِس گھر کی سب دیواروں پر گرداگرد، اندر اور باہر کرّ و بیوں اور کھجور کے درختوں اور کھلے ہوئے پھولوں کی صورتیں کندہ کیں''۔ (سلاطین باب ۶:۲۹) [۶:۳۰۳]

**سبا ۱۳:** یہ اُس فضل و انعام کا حق بیان ہوا ہے جو اللہ تعالیٰ نے سلیمان علیہ السلام پر فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعے سے بھی ان کو اس کی ہدایت فرمائی۔ اِس کا ذکر زبور اور امثال دونوں میں بار بار آتا ہے۔ [۶:۳۰۵]

**ایضاً:** اللہ تعالیٰ اپنی نعمتیں بخشا بہتوں کو ہے لیکن ان کو پا کر ان کا حق ادا کرنے والے بہت تھوڑے نکلتے ہیں۔ اس سے حکمتِ دین کا یہ نکتہ واضح ہوا کہ صبر اور شکر میں سے زیادہ مشکل امتحان شکر کا امتحان ہے مسیح علیہ السلام کے ارشادات سے بھی اس بات کی تائید ہوتی ہے۔ انہوں نے اِسی حقیقت کو یوں واضح فرمایا کہ ''اونٹ کا سوئی کے ناکے میں داخل ہونا آسان ہے پر دولت مند خدا کی بادشاہی میں نہیں داخل ہوسکتا''۔ [۶:۳۰۵]

**سبا ۲۸:** اِس آیت میں کَآفَّةً لِّلنَّاس کے الفاظ بھی قابلِ غور ہیں۔ آنحضرت ﷺ سے پہلے جو رسول آئے وہ صرف اپنی اپنی قوموں ہی کے لیے نذیر بن کر آئے لیکن آنحضرت ﷺ چونکہ خاتم الانبیاء و خاتم الرسل ہیں، اس وجہ سے آپ کی بعثت تمام خلق کی طرف ہوئی۔ یہ حقیقت قرآن مجید میں بھی مختلف پہلوؤں سے واضح فرمائی گئی ہے اور سابق صحیفوں میں آپ کی نسبت جو پیشین گوئیاں وارد ہیں اُن میں بھی آپ کی یہ حیثیت نمایاں ہے [۶:۳۲۳]

**الصّٰفّٰت ۱۰۲:** تورات سے معلوم ہوتا ہے کہ اُس وقت اسمٰعیل علیہ السلام کی عمر ۱۳ برس کی تھی [۶:۴۸۴]

**الصّٰفّٰت ۱۱۲:** تورات سے معلوم ہوتا ہے کہ جب اُن کو اسحٰق علیہ السلام کی خوشخبری دی گئی تو انہوں نے فرمایا کہ ''کاش! اسمٰعیل علیہ السلام ہی تیرے حضور جیتا رہے''۔ البتہ یہ بات ان کے لیے بشارت ہوسکتی تھی کہ پیدا ہونے والا فرزند صالح اور نبی ہوگا۔ [۶:۴۸۸]

**الصّٰفّٰت ۱۱۷:** کتاب مستبین، سے مراد تورات ہے [۶:۴۸۹]

**ص ۲۸:** یہی حقیقت سیدنا مسیح علیہ السلام نے تاکستان والی تمثیلوں میں مختلف اسلوبوں سے سمجھائی ہے کہ یہ کس طرح ممکن ہے کہ ایک آقا اپنے تاکستان کی نگرانی پر اپنے غلاموں کو مقرر کرے جن میں سے بعض تو اس کے تاکستان کے اندر دھاندلی مچائیں اور کچھ ایمانداری کے ساتھ اپنے فرائض بجا لائیں اور آقا دونوں کے ساتھ یکساں سلوک کرے! [۶:۵۲۸]

**ص ۳۱:** صَافِنَاتُ ایک خاص اصیل نسل کے گھوڑوں کو کہتے ہیں اور 'جیاد' اچھے گھوڑوں کی عام صفت کے طور پر آتا ہے یعنی یہ گھوڑے اپنی نسل کے اعتبار سے بھی اچھے تھے اور اپنی صفات کے اعتبار سے بھی۔ تورات میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے ان گھوڑوں کی تفصیل موجود ہے۔ [۶:۵۳۱]

تورات سے معلوم ہوتا ہے کہ سلیمان علیہ السلام کے گھوڑے ہزاروں کی تعداد میں تھے۔ [۶:۵۳۳]

**ص ۴۱:** سِفرِ ایوب سے معلوم ہوتا ہے کہ ایوب علیہ السلام کو بڑی دولت و حشمت حاصل تھی لیکن اس کے باوجود وہ نہایت خدا ترس اور عبادت گزار بندے تھے۔ اُن کی اِسی حالت پر شیطان اور اس کے ایجنٹوں کو بڑا حسد ہوا اور انہوں نے ان کے خلاف یہ پروپیگنڈا شروع کر دیا کہ اگر ایوب دن رات خدا کی عبادت ہی میں لگے رہتے ہیں تو یہ کیا کمال ہوا۔ خدا نے جب اتنا مال و اسباب دے رکھا ہے تو عبادت نہ کریں تو اور کیا کریں۔ ہم تو جب جانیں جب خدا یہ ساری چیزیں ان سے چھین لے اور پھر بھی وہ اس کے عبادت گزار رہیں! بالآخر اللہ تعالیٰ نے ہر چیز سے ان کو محروم کر دیا۔ لیکن اس کے بعد ان کی انابت اللہ کی طرف اور بڑھ گئی اور اس آزمائش میں بھی انہوں نے شیطان کو شکست دیدی۔ شیطان کی اِس شکست کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت ایوب علیہ السلام کو اس سے کہیں زیادہ بخشا۔ جو ان سے چھینا گیا تھا۔ [۶:۵۳۹]

**الشوریٰ ۱۴:** اس 'تفرق' کی نوعیت سمجھنے کے لیے یہ اشارہ غالباً یہاں کافی ہوگا کہ یہود کے علماء اور فقہاء میں بالکل اس طرح کے اختلافات برپا ہوئے جس طرح کے اختلافات ہمارے ہاں برپا ہوئے۔ بس فرق یہ ہے کہ اِس امت کے پاس قرآن محفوظ ہے اِس لیے رفعِ اختلاف کی کسوٹی موجود ہے لیکن یہود نے تورات بھی ضائع

کردی اس وجہ سے ان کے اختلاف کے رفع ہونے کی کوئی شکل باقی ہی نہیں رہی [۷:۱۵۴]

**ایضاً:** اَلَّذِیۡنَ اُوۡرِثُوا الۡکِتٰبَ سے یہود ہی کے اختلاف ہیں جو اپنے اگلوں کے بعد تورات کے وارث ہوئے۔ چونکہ تورات اُن کو بالکل متناقض شکل میں ملی اِس وجہ سے ان کا اس کی طرف سے شکوک میں مبتلا ہو جانا ایک امرِ فطری تھا اور یہ چیز مقتضی تھی کہ وہ اِس اختلاف کو رفع کرنے والی کتاب قرآن کی دل سے قدر کرتے لیکن انہوں نے محض حسد اور ضد کے سبب سے اِس کی مخالفت کی۔ [۷:۱۵۵]

**الشوریٰ ۲۴:** ذرا مختلف الفاظ میں یہی بات سیدنا مسیح علیہ السلام سے اُن لوگوں کے جواب میں منقول ہوئی ہے جو آپ پر یہ الزام لگاتے تھے کہ آپ بدروحوں کو بدروحوں کے سردار بعلزبول کی مدد سے نکالتے ہیں۔ آپ نے ان معترضین کو یہ جواب دیا کہ اگر میں نے شیطانوں کو شیطان ہی کی مدد سے نکالا تو اس کے معنی یہ ہوئے کہ شیطان خود ہی اپنا دشمن بن گیا۔ یہی بات یہاں ارشاد ہوئی کہ اگر یہ کلام افتراء اور اس کا پیش کرنے والا مفتری ہے تو اس کا اثر احقاقِ حق اور ابطال باطل کی صورت میں نہیں بلکہ اس کے بالکل برعکس نکلنا تھا۔ [۷:۱۶۸]

**الشوریٰ ۵۲:** 'وحیٔ' کو 'روح' سے تعبیر کرکے اِس حقیقت کی طرف اشارہ فرمایا گیا ہے کہ یہ تمہارے لیے بھی حقیقی زندگی کا ذریعہ ہے اور اُن لوگوں کے لیے بھی جو اس کو اپنالیں۔ تمام آسمانی صحیفوں میں اللہ کے کلام والہام کے لیے یہ تعبیر موجود ہے اِس لیے کہ بندوں کو حقیقی زندگی جیسا کہ مسیح علیہ السلام کا ارشاد ہے۔ روٹی سے نہیں حاصل ہوتی بلکہ اُس کلام والہام سے حاصل ہوتی ہے جو خدا کی طرف سے آتا ہے۔ [۷:۱۹۳]

**الزخرف ۶۱:** عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھوں جو معجزے ظاہر ہوئے ان میں احیائے موتٰی کے معجزے بھی ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے مُردوں کو بھی زندہ کر دیتے اور مٹی سے پرندوں کی مانند مورتیں بنا کر اِن میں بھی پھونک مار کر زندگی پیدا کر دیتے۔ ان کے اِس قسم کے معجزات کا ذکر انجیلوں میں بھی ہے اور قرآن میں بھی اِن کا حوالہ ہے۔ [۷:۲۴۴]

**الزخرف ۶۴:** انجیلوں میں جو یہ آتا ہے کہ "میرا باپ اور تمہارا باپ" اسکی تعبیر قرآن نے 'اِنَّ اللّٰہَ ھُوَ رَبِّیۡ وَ رَبُّکُمۡ' کے الفاظ سے فرمائی ہے۔ [۷:۲۴۶]

**الدخان ۲۸:** مصر سے نکلنے کے بعد بنی اسرائیل کا مصر آنا ثابت نہیں ہے۔ ممکن ہے اس سے مراد پڑوس کی وہ قومیں ہوں جن سے فرعونیوں کو برابر اندیشہ رہا کہ اگر بنی اسرائیل کی تعداد زیادہ ہوگئی تو وہ ان کے دشمنوں کے ساتھ مل کر ان کے لیے خطرہ ثابت ہو سکتے ہیں۔ [۷:۲۸۴]

**الدخان ۲۹:** ایک مظلوم کی موت پر تو آسمان بھی کبیدہ خاطر ہوتا ہے اور زمین بھی فریاد کرتی ہے۔ تورات میں لکھا ہے کہ خداوند نے فرمایا کہ زمین سے مجھے ہابیل کا خون پکارتا ہے۔ [۷:۲۸۴]

**الجاثیہ ۳۲:** آخرت کا معاملہ ایک نہایت اہم بلکہ اس پوری کائنات کا سب سے اہم معاملہ ہے۔ اس کے حق میں جو دلائل قرآن اور دوسرے صحیفوں میں بیان ہوئے ہیں وہ ناقابلِ تردید ہیں۔ [۷:۳۳۲]

**الاحقاف ۴:** تورات، انجیل اور دوسرے صحیفوں میں اگرچہ بہت سی تحریفات ہوچکی ہیں تاہم ان کے اندر شرک کا کوئی شائبہ نہیں ہے۔ اسی طرح ابراہیم علیہ السلام سے متعلق جو روایات تورات، انجیل یا دوسرے صحیفوں میں نقل ہوئی ہیں اِن میں بھی شرک کا کوئی جرثومہ نہیں ہے۔ [۷:۳۴۷]

**الاحقاف ۱۰:** انجیلوں کا مطالعہ کیجیے تو یہ بات صاف نظر آئے گی کہ جس طرح مسیح علیہ السلام کی بعثت سے پہلے اللہ تعالیٰ نے یحییٰ علیہ السلام کو مسیح علیہ السلام کی بشارت دینے کے لیے مبعوث فرمایا اسی طرح خاتم الانبیاء ﷺ کی بعثت سے پہلے مسیح علیہ السلام کو مبعوث فرمایا کہ وہ آنے والے کی راہ صاف کریں۔ انجیلوں میں اصل مضمون جو گوناگوں اسلوبوں سے سامنے آتا ہے وہ آنحضرت ﷺ کی بشارت ہی ہے۔

آنحضرت ﷺ کی بشارت اگرچہ تورات اور زبور میں بھی ہے لیکن مسیح علیہ السلام نے نام کی تصریح کے ساتھ آپ کی بشارت دی

ہے۔[۷:۳۵۲]

**الفتح ۲۹:** 'ذٰلِکَ مَثَلُهُمْ فِی التَّوْرَاةِ' یعنی محمد ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ کی یہ تمثیل تورات میں بیان ہوئی ہے۔ یہ اشارہ ان پیشین گوئیوں کی طرف ہے جو آنحضرت ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنھم کے باب میں تورات، زبور اور یسعیاہ نبی کے صحیفوں میں ہیں اگرچہ یہود نے قطع و برید کر کے ان کو بالکل مسخ کر دیا ہے ... (استثنا باب ۳۳:۲)

اس پیشین گوئی کا مصداق آنحضرت ﷺ کے سوا ظاہر ہے کہ دوسرا نہیں ہوسکتا۔ اِس میں جبل فاران کا ذکر بھی ہے اور دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ آپ ﷺ کے نمودار ہونے کا صریح الفاظ میں حوالہ بھی ہے۔ یہ اَمر ملحوظ رہے کہ یہاں قرآن نے اس پیشین گوئی کا حوالہ مسلمانوں کے غلبہ و تمکن ہی کے پہلو سے دیا ہے اور یہ ایک مسلّم تاریخی حقیقت ہے کہ فتح مکہ کے موقع پر دس ہزار صحابہ رضی اللہ عنھم آپ کے ہم رکاب تھے...

دوسری خاص بات جو اِس پیشین گوئی میں ہے وہ یہ کہ ''اِس کے داہنے ہاتھ میں ایک آتشی شریعت ان کے لیے تھی''۔ آتشی شریعت ہمارے نزدیک تعبیر ہے اِس مضمون کی جو قرآن میں 'اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ' کے الفاظ سے بیان ہوا ہے۔ اِس کی وضاحت مسیح علیہ السلام نے اپنے الفاظ میں یوں فرمائی کہ ''اس کے ہاتھ میں (یعنی پیغمبر خاتم ﷺ کے ہاتھ میں) اس کا چھاج ہوگا۔ وہ اپنے کھلیان کو خوب صاف کرے گا، دانے کو بھس سے الگ کرے گا، پھر دانے کو محفوظ کرے گا اور بھس کو جلا دے گا''۔

یہی حقیقت مسیح علیہ السلام نے دوسرے الفاظ میں یوں بیان فرمائی ہے.. (متی باب ۲۱:۴۲-۴۵)[۷:۴۷۳]

**ایضاً:** وَمَثَلُهُمْ فِی الْاِنْجِیْلِ تورات کی تمثیل کے بعد یہ انجیل کی تمثیل کا حوالہ ہے۔ تورات کی تمثیل میں اہل ایمان کے زہد و تبتل، ان کے غلبہ و تمکن اور امتوں کے ساتھ ان کے عدل اور رحم کی تصویر ہے۔ انجیل کی تمثیل میں ان کے تدریجی ارتقاء کو نمایاں فرمایا گیا ہے کہ ان کی ابتدا اگرچہ نہایت کمزور ہوگی لیکن بالآخر ایک ایسے تناور درخت کی شکل اختیار کریں گے کہ ان کے سایہ میں بڑی بڑی قومیں پناہ لیں گی۔ متی باب ۱۳:۳۱-۳۲ میں یہ تمثیل یوں بیان ہوئی ہے ...

یہ تمثیل معمولی تغیر الفاظ کے ساتھ مرقس باب ۴ اور لوقا باب ۸ میں بھی آئی ہے۔[۷:۴۷۵]

**الذّٰریٰت ۲۱:** جزا و سزا انسان کے مرتبۂ خلافت پر سرفرازی کا ایک لازمی اور بدیہی تقاضا ہے۔ یہ دلیل قرآن میں بھی بیان ہوئی ہے اور سیدنا مسیح علیہ السلام نے بھی اس کو نہایت خوبصورت تمثیلوں سے واضح فرمایا ہے۔[۷:۵۹۸]

**الذّٰریٰت ۴۰:** یہاں فرعون اور اس کی فوجوں کے غرق ہونے کے واقعہ کی نوعیت واضح نہیں فرمائی لیکن قرآن کے دوسرے مقامات اور تورات سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ان کی تباہی میں بھی اصلی دخل ہوا کے تصرفات ہی کو تھا تورات کی سفر خروج میں اس کی نوعیت یہ بیان کی گئی ہے:۔

''پھر موسیٰ نے اپنا ہاتھ سمندر کے اوپر بڑھایا اور خداوند نے رات بھر تند پوربی آندھی چلا کر اور سمندر کو پیچھے ہٹا کر اسے خشک زمین بنا دیا اور پانی دو حصے ہوگیا''۔ (خروج: باب ۱۴:۲۱)

سفر خروج باب ۱۵:۱۰ میں موسیٰ علیہ السلام کا ترانۂ حمد یوں نقل ہوا ہے ''تو نے اپنی آندھی کو پھونک ماری تو سمندر نے اُن کو چھپا لیا''۔ (سفر استثناء باب ۱۱:۴) میں ہے:۔

''اور اس نے مصر کے لشکر اور اُن کے گھوڑوں اور رتھوں کا کیا حال کیا اور کیسے اُس نے بحر قلزم کے پانی میں ان کو غرق کیا جب وہ تمہارا پیچھا کر رہے تھے اور خداوند نے اُن کو کیسا ہلاک کیا کہ آج کے دن تک وہ نابود ہیں''۔[۷:۶۱۵]

**الطّور ۳:** یہود کو تورات کی اصل نوعیت کی یاد دہانی فرمائی گئی کہ یہ پھیلے ہوئے صاف و شفاف اوراق میں تھی کہ لوگ اس کو پڑھیں اور سمجھیں اور اس کے اوراق ہر وقت لوگوں کے سامنے کھلے رہیں لیکن وہ اپنی بدبختی سے ان کو چھپاتے ہیں۔ یہی حقیقت مسیح علیہ السلام نے یہود کو خطاب کر کے یوں واضح فرمائی کہ ''تم کو چراغ دیا گیا تھا کہ گھر میں اس کو بلند جگہ پر رکھو کہ سارے گھر میں روشنی پھیلے لیکن تم نے اِس کو پیمانے کے نیچے ڈھانک کر رکھا ہے''[۸:۱۸]

النجم ۳۸: یہ اسی شفاعتِ باطل کے تصور کی تردید ہے جو اس سورہ کا موضوع ہے۔ یہ تعلیم تورات اور انجیل دونوں میں اتنی کثرت سے بیان ہوئی ہے کہ آدمی حیران رہ جاتا ہے کہ اتنی واضح ہدایات کے باوجود اِن کتابوں کے حاملین کو شیطان نے کس طرح شرک کے کھڈ میں گرادیا۔[۸:۷۶]

القمر ۴۱: یہ اشارہ انذار کی ان تمام نشانیوں کی طرف ہے جو موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھوں مصریوں کو قہرِ الٰہی سے ڈرانے کے لیے ظاہر ہوئیں اور جن کی پوری تفصیل تورات میں بھی موجود ہے اور قرآن نے بھی ان کا حوالہ دیا ہے۔[۸:۱۱۰]

الواقعۃ ۱۴: یہ لوگ زمانے کے اعتبار سے تو آخرین میں ہوں گے لیکن اپنی خدمات کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ کے ہاں اولین کے زمرے میں جگہ پائیں گے۔ اسی حقیقت کی طرف سیدنا مسیح علیہ السلام نے ان الفاظ میں اشارہ فرمایا ہے کہ

”کتنے پیچھے آنے والے ہیں جو آگے ہو جائیں گے“۔[۸:۱۶۲]

الواقعۃ ۲۸: موسیٰ علیہ السلام کے ابتدائی مشاہدات نبوت جو تورات اور قرآن میں بیان ہوئے ہیں، میں بھی ذکر آتا ہے کہ انہوں نے ایک درخت سے اللہ تعالیٰ کی آواز سنی اور اس پر انوار و تجلیاتِ الٰہی کا مشاہدہ کیا۔ اگرچہ قرآن میں کوئی اشارہ اِس طرح کا نہیں ہے جس سے معلوم ہو سکے کہ وہ درخت کس چیز کا تھا لیکن دونوں واقعات میں یکسانی واضح ہے اور ہوسکتا ہے کہ وہ درخت بھی بیری ہی کا ہو۔[۸:۱۶۶]

الواقعۃ ۷۹: اگر اس کو ہاتھ لگانے یا اس کی کسی سورہ یا آیت کی تلاوت کرنے یا حوالہ دینے کے لیے بھی آدمی کا طاہر و مطہر اور باوضو ہونا ضروری قرار پایا جائے تو یہ ایک ایسی تکلیف مالا یطاق ہوگی جو دینِ فطرت کے مزاج کے خلاف ہے۔ اس طرح کی غیر فطری پابندیاں عائد کرنے سے قرآن کی تعظیم کا وہی تصور پیدا ہوگا جس کی تعبیر سیدنا مسیح علیہ السلام نے یوں فرمائی ہے کہ ”تمہیں چراغ دیا گیا کہ اِس کو گھر میں بلند جگہ رکھو کہ سارے گھر میں روشنی پھیلے لیکن تم نے اس کو پیمانے کے نیچے ڈھانپ کر رکھا ہے“۔[۸:۱۸۴]

الواقعۃ ۸۲: وحیِ الٰہی کو قدیم صحیفوں میں بھی جا بجا رزق سے تعبیر فرمایا گیا ہے۔ اور قرآن میں بھی۔ مسیح علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ ”انسان صرف روٹی سے نہیں جیتا بلکہ اس کلمہ سے جیتا ہے جو خداوند کی طرف سے آتا ہے“۔ قرآن میں بھی اس کو زندگی سے تعبیر فرمایا گیا۔[۸:۱۸۵]

الحشر ۲۳: اللہ تعالیٰ کے اِس شعور کی تعبیر دوسرے آسمانی صحیفوں میں یوں کی گئی ہے کہ ”تمہارا خداوند خدا غیور ہے۔ جس طرح تم یہ گوارا نہیں کرتے کہ تمہاری بیوی کسی غیر کی بغل میں سوئے اسی طرح وہ بھی گوارا نہیں کرتا کہ اس کا بندہ کسی غیر کی بندگی کرے“۔ میرے نزدیک قرآن نے جو مضمون لفظ 'متکبر' سے ادا کیا ہے دوسرے آسمانی صحیفوں میں وہی مضمون 'غیور' سے ادا کیا گیا ہے۔[۸:۳۱۴]

الصّف ۵: تورات کا مطالعہ کیجیے تو معلوم ہوگا کہ ایک موقع بھی ایسا نہیں گزرا ہے جب انہوں نے پوری خوش دلی سے موسیٰ علیہ السلام کی اطاعت کی ہو۔ ان کی اِس روش پر موسیٰ علیہ السلام نے بار بار نہایت دلسوزی کے ساتھ اپنے غم و غصہ کا اظہار بھی فرمایا ہے اور نہایت سخت الفاظ میں اُن کو ملامت بھی کی ہے لیکن آخر وقت تک ان کی روش میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی بلکہ ان کے دل کی سختی بڑھتی ہی گئی۔[۸:۳۵۶]

الصّف ۶: مسیح علیہ السلام کا امتیازی وصف اور خاص مشن تھا ہی یہ کہ وہ اپنے بعد آنے والے آخری رسول کی بشارت دیں۔ اِس مشن پر وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مامور کر کے بھیجے گئے تھے۔ اس وجہ سے ان کے صحیفہ کا نام ہی بشارت (انجیل) ہوا کہ نام ہی سے آپ کے مشن کا اظہار ہو اور یہ نام قیامت کے دن عیسائیوں پر حجت بنے کہ جس کی بشارت دینے پر وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مامور ہوئے اس پر ایمان لانے سے خود محروم رہے اور سیدنا مسیح علیہ السلام کی کنواریوں والی تمثیل اُن پر صادق آئی کہ رات بھر تو وہ شمعیں جلائے دولہا کا انتظار کرتی رہیں لیکن جب دولہا کے آنے کا وقت ہوا تو ان کی کپّیوں کا تیل ختم ہو گیا اور وہ سو رہیں[۸:۳۵۹]

ایضاً: جو لوگ انجیلوں پر اس پہلو سے غور کریں گے وہ میری اِس رائے سے اتفاق کریں گے کہ ان کا اصل مضمون اس آسمانی بادشاہت کی بشارت ہی ہے جو آنحضرت ﷺ کے مبارک ہاتھوں سے قائم ہوئی۔[۸:۳۶۰]

ایضاً: ہم انجیل یوحنا سے وہ حوالے نقل کرتے ہیں جن میں حضور ﷺ کی بشارت دی گئی ہے۔ سیدنا مسیح علیہ السلام فرماتے ہیں:

"اور میں باپ سے درخواست کروں گا تو وہ تمہیں دوسرا مددگار بخشے گا کہ ابد تک تمہارے ساتھ رہے یعنی سچائی کا روح"۔ (یوحنا باب ۱۴: ۱۶-۱۷)

"لیکن مددگار یعنی روح القدس جسے باپ میرے نام سے بھیجے گا وہ تمہیں سب باتیں سکھائے گا اور جو کچھ میں نے تم سے کہا ہے وہ سب تمہیں یاد دلائے گا"۔ (یوحنا باب ۱۴: ۲۶)

"اس کے بعد میں تم سے بہت سی باتیں نہ کروں گا کیونکہ دنیا کا سردار آتا ہے اور مجھ میں اس کا کچھ نہیں"۔ (یوحنا باب ۱۴: ۳۰)

"لیکن جب وہ مددگار آئے گا جس کو میں تمہارے پاس باپ کی طرف سے بھیجوں گا یعنی سچائی کا روح، جو باپ سے صادر ہوتا ہے تو وہ میری گواہی دے گا"۔ (یوحنا باب ۱۵: ۲۶)

"لیکن میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ میرا جانا تمہارے لیے فائدہ مند ہے کیونکہ اگر میں نہ جاؤں گا تو وہ مددگار تمہارے پاس نہ آئے گا"۔ (یوحنا باب ۱۶: ۷)

"مجھے تم سے اور بھی بہت سی باتیں کہنا ہیں مگر اب تم ان کو برداشت نہیں کر سکتے۔ لیکن جب وہ یعنی سچائی کا روح آئے گا تو تم کو تمام سچائی کی راہ دکھائے گا۔ اس لیے کہ وہ اپنی طرف سے نہ کہے گا لیکن جو کچھ سنے گا وہی کہے گا اور تمہیں آئندہ کی خبریں دے گا"۔ (یوحنا باب ۱۶: ۱۲-۱۳) [۸: ۳۶۱]

**الصّف ۱۴:** لفظ 'حواری' عربی میں اہل کتاب سے آیا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ اس کے معنی سرگرم و پرجوش حامی وحمایتی کے ہیں۔ قرآن مجید اور انجیل دونوں سے یہ بات نکلتی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب یہود کے علماء وفقہاء کے رویہ سے مایوس ہو گئے تو انہوں نے غرباء عوام اور دریا کے کنارے کے ماہی گیروں کو دعوت دی کہ اے مچھلیوں کے پکڑنے والو! آؤ، میں تمہیں آدمیوں کے پکڑنے والا بناؤں۔ بالآخر انہی کے اندر سے ایک مختصر جماعت تین سوا تین سو آدمیوں کی، پورے جوشِ دلی کے ساتھ، دعوت کے کام میں تعاون کے لیے اٹھ کھڑی ہوئی۔ [۸: ۳۶۸]

**البلد ۱۱:** اس حقیقت کو سیدنا مسیح علیہ السلام نے یوں فرمایا ہے کہ نیکی کی راہ تنگ اور اُس پر چلنے والے تھوڑے ہیں اور بدی کی راہ فراخ اور اس پر چلنے والے بہت ہیں۔ [۹: ۳۷۶]

**الشمس ۱۵:** اس سے ضمناً ان لغو بیانات کی بھی نفی ہو جاتی ہے جو تورات کی کتاب پیدائش میں اس کے راویوں نے ملائے ہیں مثلاً

"اور خداوند نے دیکھا کہ زمین پر انسان کی بدی بہت بڑھ گئی اور اس کے دل کے تصور اور خیال سدا برے ہیں۔ تب خداوند زمین پر انسان کو پیدا کرنے سے ملول ہوا اور دل میں غم کیا"۔ (پیدائش باب ۶: ۵-۶)

اِسی طرح طوفان نوح کے ذکر کے بعد ہے: (پیدائش باب ۸: ۲۱) [۹: ۳۹۴]

**الضحیٰ ۴:** قدیم صحیفوں میں بھی آنحضرت ﷺ سے متعلق جو پیشین گوئیاں وارد ہوئیں ان میں آپ کی دعوت کے آغاز کو رائی کے دانے کی تمثیل سے سمجھایا ہے جو ہوتا تو نہایت چھوٹا ہے لیکن جب اگتا ہے تو اس کا پودا سب ترکاریوں سے بڑا ہو جاتا ہے یہاں تک کہ پرندے اس پر بسیرا لیتے ہیں۔ [۹: ۴۱۴]

**التین ۱:** لوقا باب ۲۱: ۳۷ میں اس کا ذکر یوں آیا ہے:۔

"اور دن میں وہ ہیکل میں تعلیم دیتا تھا اور رات میں نکل جاتا تھا اور اس پہاڑ پر شب بسر کرتا تھا جس کا نام کوہِ زیتون ہے" [۹: ۴۳۷]

**التین ۲:** تورات میں کہیں 'سینا' آیا ہے اور کہیں 'سینیم' اور معلوم ہے کہ عبرانی میں 'یم' جمع کی علامت ہے۔ [۹: ۴۳۷]

**التین ۱:** اِسی پہاڑ پر (کوہ زیتون) خدا نے اپنی شریعت یہود سے چھینی اور وہ سلسلۂ ابراہیمی کی دوسری شاخ کے حوالہ کر دی ...(متی باب ۲۱: ۴۲)[۹: ۴۴۱]۔

**العلق ۱:** قدیم صحیفوں میں حضور ﷺ سے متعلق جو پیشین گوئیاں ہیں ان میں بھی یہ بات واضح فرمائی گئی ہے کہ "آپ جو کچھ کہیں گے خدا کے نام سے کہیں گے اور اللہ تعالیٰ ان لوگوں سے اِنتقام لے گا جو خدا کے نام پر کہی ہوئی اس کی باتوں کو رد کر دیں گے"۔ [۹: ۴۵۴]

**البینۃ ۵:** یہود کو نماز اور زکوٰۃ کا بھی حکم دیا گیا تھا لیکن نماز انہوں نے بالکل ہی ضائع کر دی یہاں تک کہ تورات میں اس کا ذکر بھی باقی نہیں رہا۔ تورات میں قربانی کا ذکر آتا ہے لیکن نماز کا ذکر بمنزلہ صفر ہے۔ یہی حال زکوٰۃ کا بھی ہوا۔ رسمی طور پر تو وہ باقی رہی لیکن اس کے اصلی حقدار فقراء وغرباء کی جگہ بنی لادی کے علماء وفقہاء بن گئے اور ان

کے علماء وفقہاء کی خست و بخالت کا جو حال رہا ہے اس کا اندازہ کرنا ہو تو انجیلوں اور دوسرے نبیوں کے صحیفوں میں ان کی زر پرستی کی جو تصویر کھینچی گئی ہے اس کو ملاحظہ فرمائیے۔ [۶:۴۸۲]

الہمزہ ۳: سیدنا مسیح علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ "تو اپنا مال اپنے خداوند کے پاس رکھ اس لیے کہ جہاں تیرا مال رہے گا وہیں تیرا دل بھی رہے گا۔ [۹:۵۵۰]

الفیل ۳: تورات میں داؤد علیہ السلام اور جالوت کا جو واقعہ بیان ہوا ہے اس میں بھی ہے کہ جب داؤد علیہ السلام اس سے مقابلہ کرنے پر بضد ہوئے اور اس کی مغرورانہ باتوں کا جواب ترکی بہ ترکی دیا تو اس نے جھلا کر کہا کہ " اچھا آ، آج تیرا گوشت چیلوں اور کوّوں کو کھلاتا ہوں"۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے داؤد علیہ السلام کو اس پر غلبہ دیا اور خود اسی کے گوشت کو چیلوں اور گدھوں نے کھایا۔ [۹:۵۶۰]

اللّھب ۱: عبرانی زبان میں بھی جو عربی کی بہن ہے یہ محاورہ استعمال ہوا ہے۔ صحیفہ ذی الکفل کے باب ۳ آیات ۲-۲۲ کے فقرے ملاحظہ ہوں:۔

" گیارھویں برس کے پہلے مہینے کی ساتویں تاریخ کو یوں ہوا کہ خداوند کا کلام مجھے پہنچا اور اس نے کہا کہ اے آدم زاد! میں نے مصر کے بادشاہ فرعون کا بازو توڑا اور وہ دیکھ وہ باندھا نہیں جائے گا اور دوا کی تدبیر کر کے اس پر پٹیاں کسی نہیں جائیں گی کہ تلوار پکڑنے کے لیے مضبوط ہو۔ اس لیے خداوند یہوہ یوں فرماتا ہے کہ دیکھ میں مصر کے بادشاہ، فرعون کا مخالف ہوں اور اس کے بازوؤں کو، اسے جو پرزور ہے اور اسے جو ٹوٹا تھا، توڑوں گا اور اس کے ہاتھ سے تلوار گراؤں گا۔" [۹:۶۳۲]

الاخلاص ۲: لفظ صَمَد اصل میں اُس بڑی چٹان کے لیے آتا ہے جس کی دشمن کے حملہ کے وقت پناہ پکڑتے ہیں۔ یہیں سے قوم کے سردار کو جو قوم کا پشت پناہ اور سب کا مرجع ہو 'صَمَد' کہنے لگے۔ زبور اور دوسرے آسمانی صحیفوں میں اللہ تعالیٰ کو بکثرت چٹان اور مدد کی چٹان کہا گیا ہے۔ [۹:۶۵۰]

# احادیث سے استفادہ

مَیں احادیث کو تمام تر قرآن ہی سے ماخوذ و مستنبط سمجھتا ہوں۔ اس وجہ سے مَیں نے صرف انہی احادیث تک استفادے کو محدود نہیں رکھا ہے جو قرآن کی کسی آیت کے تعلق کی صراحت کے ساتھ وارد ہوئی ہیں بلکہ پورے ذخیرۂ احادیث سے اپنے امکان کی حد تک فائدہ اٹھایا ہے۔ خاص طور پر حکمتِ قرآن کے مسائل میں جو مدد مجھے احادیث سے ملی ہے وہ کسی بھی چیز سے نہیں ملی۔ اگر کوئی حدیث مجھے ایسی ملی ہے جو قرآن سے متصادم نظر آئی ہے تو میں نے اس پر ایک عرصے تک توقف کیا ہے اور اسی صورت میں اس کو چھوڑا ہے جب مجھ پر یہ بات اچھی طرح واضح ہوگئی ہے کہ اس حدیث کو ماننے سے یا تو قرآن کی مخالفت لازم آتی ہے یا اس کی زد دین کے کسی اصول پر پڑتی ہے۔ جہاں تک صحیح احادیث کا تعلق ہے اس کی نوبت کم آئی ہے کہ ان کی موافقت قرآن سے ہو ہی نہ سکے۔ لیکن اگر کہیں ایسی صورت پیش آئی ہے تو وہاں مَیں نے بہرحال قرآن مجید کو ترجیح دی ہے اور اپنے وجوہِ ترجیح تفصیل کے ساتھ بیان کر دیے ہیں۔ [۱:۳۰]

سورتوں کی موجودہ ترتیب کے مطابق نبی ﷺ اور جبریل امین علیہ السلام ہر رمضان میں قرآن مجید کا مذاکرہ فرماتے تھے۔ [۱:۲۵]

آنحضرت ﷺ نمازوں میں بالعموم سورتوں کی تلاوت میں جوڑا ہونے کی نسبت کو ملحوظ رکھتے تھے۔ [۱:۲۶]

زبور، امثال اور انجیلوں کو پڑھیے تو ان کے اندر ایمان کو وہ غذا ملتی ہے جو قرآن و حدیث کے سوا اور کہیں بھی نہیں ملتی۔ [۱:۳۳]

آپ ﷺ فکر کے قرآنی حلقوں کو ذکر کے حلقوں پر ترجیح دیتے تھے۔ [۱:۳۹]

مسند احمد کی ایک دعا۔ [۱:۴۰]

جو کام بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ سے شروع نہ کیا جائے وہ بے برکت ہے۔ [۱:۴۶]

الفاتحہ سے متعلق مشہور حدیث قدسی کا ایک حصہ۔ [۱:۵۸]

الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ کی تشریح ایک سیدھا خط کھینچنے سے۔[۵۹:۱]

''اُس شخص کی نماز نہیں ہے جس نے سورۂ فاتحہ نہیں پڑھی''۔[۶۷:۱]

الفاتحہ کی تاثیر کے حوالے سے مکمل حدیثِ قدسی [۶۷:۱]

الفاتحہ کے مختلف نام۔[۶۹:۱]

حدیثوں سے بھی حروفِ مقطعات کے سورتوں کے نام ہی ہونا ثابت ہے۔[۸۲:۱]

''صفوں کو برابر کرنا بھی اقامت صلوٰۃ کا ایک جزو ہے''۔[۹۲:۱]

ختم قلوب کی حقیقت کے بارے ایک حدیث۔[۱۱۳:۱]

احادیث میں بے شمار تمثیلات ہیں۔[۱۴۱:۱]

''میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے''[۱۵۲:۱]

''اگر لوگ جان جائیں کہ عشا کی نماز میں کیا چیز پوشیدہ ہے تو وہ اس کے لیے پیٹوں کے بل رینگتے ہوئے بھی پہنچیں''[۱۵۲:۱]

کسی قابلِ اعتماد حدیث میں کوئی ایسی چیز نہیں ملتی جس سے یہ ثابت ہو سکے کہ انسان سے پہلے زمین میں جنّات کی حکمرانی تھی۔[۱۵۷:۱]

الشجرۃ کس چیز کا تھا؟ اس سوال کا جواب نہ تو قرآن مجید ہی نے دیا ہے اور نہ کسی صحیح حدیث ہی میں اس کا جواب موجود ہے۔[۱۶۶:۱]

زکوٰۃ کا لفظ ابتدا میں تو انفاق فی سبیل اللہ کی تمام قسموں کے لیے استعمال ہوتا رہا لیکن بعد میں قرآن و حدیث کے استعمالات نے اس کو خاص کر دیا۔[۱۸۵:۱]

سو کر اٹھنے کے بعد کی مشہور دعا۔[۲۰۶:۱]

رسول اللہ اور دوسرے اجزائے ایمان پر ایمان لانا قرآن اور حدیث میں ضروری قرار دیا گیا ہے۔[۲۲۳:۱]

''جس نے میرے کسی دوست کے ساتھ دشمنی کی تو اس نے خود مجھے اعلانِ جنگ دیا'' اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبی ﷺ کی حدیث[۲۸۹:۱]

روایات بلکہ قرآن کے اشارات سے بھی یہ معلوم ہوتا ہے کہ زیادہ ذہین اور روحِ دین کے ذوق آشنا مسلمان پہلا ہی حکم سن کر ہوا کا رخ پہچان گئے اور اسی وقت سے وہ شراب سے بالکل تائب ہو گئے[۳۰۹:۱]

بعض فقہاء نے حدیث کو بھی قرآن کے لیے ناسخ مانا ہے لیکن ہمارے نزدیک یہ مسلک صحیح نہیں ہے[۳۱۵:۱]

نبی ﷺ کی سنت نے طواف کا وہ طریقہ واضح فرما دیا ہے جو اِس کا اصل ابراہیمی طریقہ ہے۔[۳۳۲:۱]

اعتکاف کی صحیح شکل نبی ﷺ نے اپنی سنت سے واضح فرما دی۔[۳۳۳:۱]

احادیث میں ان چیزوں کے سوا اور کیا ہے جو آنحضرت ﷺ نے بحیثیت معلم کتاب و حکمت ہونے کے بتائی ہیں یا ان پر عمل کر کے دکھایا ہے۔[۳۵۴:۱]

فرائض نبوت کے مقاصد کے تحت آپ نے جو کچھ بتایا یا جو کچھ کیا اس کو دین و شریعت سمجھنے سے انکار کرنا خود قرآن مجید کے انکار کے ہم معنی ہے۔[۳۵۵:۱]

جب تک آپ ﷺ مکہ میں رہے روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نمازوں کے لیے اس طرح کھڑے ہوتے کہ بیت اللہ اور بیت المقدس دونوں سامنے ہوتے۔[۳۶۶:۱]

مجبوریوں کی صورت میں رخصتوں سے استفادہ۔[۳۷۵:۱]

بعض حدیثوں میں حجرِ اسود کو یمین اللہ (خدا کا ہاتھ) سے تعبیر کیا گیا ہے۔[۳۸۴:۱]

جس طرح شعائر اللہ کے مقرر کردہ ہیں اس طرح اسلام میں ان شعائر کی تعظیم کے حدود بھی خدا اور رسول ہی کے مقرر کردہ ہیں۔[۳۸۵:۱]

سعی کی صحیح شکل اور اس کے حدود کا تعین دوسرے مناسک حج کی طرح نبی ﷺ کی سنت سے ہوتا ہے۔[۳۸۶:۱]

حکمِ سعی کی نوعیت۔[۳۸۷:۱]

فَلَا جُنَاحَ بقرہ ۱۵۸ کا تعلق سعی کے حکم سے نہیں ہے بلکہ اس قباحت سے ہے جو اس حکم کے نزول کے وقت مقام سعی میں بتوں کی موجودگی کی وجہ سے پائی جاتی تھی۔[۳۸۷:۱]

الانعام ۱۲۰ کے ضابطہ کے تحت نبی ﷺ نے بھی بعض چیزوں کو حرام ٹھہرایا۔[۱:۴۱۵]

مسلم شریف کی روایت: بوڑھے زانی، جھوٹے بادشاہ اور متکبر گدا کی سزا۔[۱:۴۱۷]

جو شخص دین میں تشدد پسندی کی راہ اختیار کرتا ہے وہ درحقیقت دین سے دھینگا مشتی کرتا ہے اور ایسا شخص دین سے شکست کھا جاتا ہے۔[۱:۴۱۹]

سب سے افضل صدقہ کون سا ہے؟[۱:۴۲۵]

سائلین سے شائستہ انداز میں معذرت۔[۱:۴۲۶]

صلح حدیبیہ کے موقع پر آپ ﷺ نے ابوجندل رضی اللہ عنہ کے معاملہ میں معاہدہ کا جو احترام کیا وہ تاریخ کبھی فراموش نہ کر سکے گی۔ [۱:۴۲۶]

''اس کے مال کی عزت اس کی جان کی عزت کی طرح ہے''[۴۳۷

روزہ کی شرعی حدود وقیود کی تفصیل قرآن و حدیث میں بیان ہوئی ہے۔[۱:۴۴۵]

یطیقون بمعنی جو لوگ بمشکل سے طاقت رکھتے ہیں، کی کوئی نظیر کلامِ عرب اور قرآن وحدیث میں موجود نہیں ہے۔[۱:۴۴۷]

روزہ دار کے عمل کی خصوصیت۔[۱:۴۵۲]

حاملہ: مرضعہ یا پیرفانی سے متعلق احادیث میں رخصتیں [۱:۴۵۲]

دعا کی قبولیت۔[۱:۴۵۴]

''مشتبہ کو چھوڑ کر آدمی اس پہلو کو اختیار کرے جو غیر مشتبہ ہو''[۱:۴۵۶]

نبی کریم ﷺ نے نگاہ کو باحیا بنانے کے لیے سب سے زیادہ ضروری چیز نکاح کو قرار دیا ہے۔[۱:۴۵۷]

رمضان شریف میں کھانے پینے کی اجازت صبح صادق کے اچھی طرح نمایاں ہو جانے تک ہے، اس بات کی تائید احادیث اور صحابہ رضی اللہ عنھم کے عمل سے ہوتی ہے۔[۱:۴۵۹]

اعتکاف کے بارے نبی ﷺ کا عمل اور ارشادات۔[۱:۴۵۹]

عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کی روایت کہ انہوں نے فجر کو پہچاننے کے لیے دو سیاہ و سفید دھاگے باندھ لیے۔[۱:۴۵۹]

''میں اس حال میں رات گزارتا ہوں کہ ایک کھلانے والا مجھے کھلاتا ہے اور ایک پلانے والا مجھے پلاتا ہے۔''[۱:۴۶۰]

روزے کے دو بنیادی مقاصد: تقویٰ اور صبر [۱:۴۶۲]

اسلام میں تمام معاملات کی بنیاد کا اصول۔[۱:۴۶۴]

حکام کو تحفے اور ہدیے پیش کرنا رشوت کا چور دروازہ ہے۔[۱:۴۶۵]

نبی ﷺ نے پورے جزیرۂ عرب کے متعلق یہ ہدایت دے دی کہ اس میں دین حق کے ساتھ کوئی اور دین جمع نہیں ہو سکتا اور آخر وقت میں آپ نے یہود و نصاریٰ کو بھی اس سرزمین سے نکال دینے کی وصیت فرمائی۔[۱:۴۷۹]

امن اور احصار کی دو مختلف حالتوں میں قربانی کے ٹھکانے لگنے کی شکلیں دو مختلف ہوں گی اور نبی ﷺ کے عمل سے دونوں کے ثبوت موجود ہیں۔[۱:۴۸۳]

قربانی سے پہلے سر منڈانے کے کفارے کی تشریح۔[۱:۴۸۳]

''جو شخص مرا اس کی قیامت کھڑی ہو گئی''۔[۱:۴۸۹]

رزق کی تعبیر اور تمثیل۔[۱:۵۰۲]

'' ان کے مالداروں سے لے کر ان کے غریبوں میں تقسیم کر دیا جائے''[۱:۵۱۰]

'اعتزال' کی وضاحت احادیث اور نبی ﷺ کے عمل سے۔[۱:۵۲۶]

اللہ کے نزدیک مبغوض۔[۱:۵۲۷]

اولادِ صالح کی نیکی ایک خیر جاری ہے۔[۱:۵۲۸]

حلالہ کرنے والا، کرایہ کا سانڈ ہے [۱:۵۳۸] (مکرر)

وطی یا غیر وطی حلالہ کے حوالہ سے ایک حدیث کی طرف

اشارہ۔[۱:۵۳۸]

قرض حسن کا مفہوم۔[۱:۵۶۷]

'انفاق فی سبیل اللہ' کی تمثیل۔[۱:۶۱۳]

غریبوں کی آستینوں کے اندر سے جو ہاتھ مالداروں کے سامنے پھیلتا ہے وہ جیسا کہ مشہور حدیثِ قدسی میں وارد ہے، درحقیقت خدا ہی کا ہاتھ ہوتا ہے۔[۱:۶۱۵]

اسلام میں منت ماننے کو مستحسن نہیں قرار دیا گیا ہے۔[۱:۶۲۰]

احادیث میں اہل صفہ کی خصوصیات ٹھیک ٹھیک قرآن کے اشارات کے مطابق ہیں۔[۱:۶۲۵]

صدقات کی برکت، حدیث کا ترجمہ۔[۱:۶۳۶]

رہن سے متعلق حدیث کی توجیہ۔[۱:۶۴۳]

سمع وطاعت کے عہد کے ساتھ تا بہ حدِ استطاعت کی شرط۔[۱:۶۵۰]

رسول کریم ﷺ کا استغفار۔[۱:۶۵۱]

اللہ تعالیٰ کے امتحان کے معاملہ میں زیادہ اعتماد کی ممانعت۔[۱:۶۵۲]

## جلد دوم

نبی صلی اللہ علیہ نے سورہ البقرہ اور آل عمران کو شمس وقمر سے تشبیہ دی ہے اور فرمایا ہے کہ یہ دونوں حشر کے دن دو بدلیوں کی صورت میں ظاہر ہوں گی۔[۲:۹]

حضور ﷺ نمازوں میں کبھی کبھی ایک رکعت میں بقرہ سے آیت ایمان پڑھتے اور دوسری رکعت میں آلِ عمران میں سے آیت اسلام۔[۲:۱۲]

ہر دور میں اس امت کے اندر ایک ایسا گروہ، خواہ وہ کتنا ہی قلیل التعداد ہو، پیدا ہوتا رہے گا، جو خود حق وعدل پر قائم اور دوسروں کو اس عدل وحق کے قائم کرنے کی دعوت دیتا رہے گا۔[۲:۱۷]

غزوۂ بدر کے متعلق قرآن اور آنحضرت ﷺ کی پیشین گوئیاں۔[۲:۳۷]

قبولیتِ استغفار کا سب سے زیادہ موزوں وقت۔[۲:۴۴]

آنحضرت ﷺ نے اپنی قوم کے لیے اُمّی کا لفظ استعمال کیا ہے ایک حدیث کا حوالہ۔[۲:۵۳]

رسول اللہ ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنھم کی نمازوں کی کیفیت۔[۲:۷۹]

بخاری شریف میں مسیح علیہ السلام کا حلیہ۔[۲:۹۲]

اہل کتاب اپنے احبار و رہبان کو رب مانتے تھے۔[۲:۱۱۳]

حج کی استطاعت کے باوجود حج سے بے پروائی کی وعید۔[۲:۱۴۸]

'حبل اللہ' کے بارے ایک حدیث۔[۲:۱۵۳]

'وہن' کا مفہوم۔[۲:۱۸۰]

غزوۂ احد میں سرور عالم ﷺ کی شہادت کی خبر۔[۲:۱۸۳]

غزوۂ احد کی شکست کا فوری اثر۔[۲:۱۹۳]

ایک تفسیری روایت پر نقد۔[۲:۲۱۱]

رحمی رشتوں کی اہمیت، ایک حدیثِ قدسی کا حوالہ۔[۲:۲۴۶]

صرف نابالغ لڑکیوں کے لیے 'یتامٰی' کا استعمال نہ عربی زبان میں معلوم ہے نہ قرآن مجید اور حدیث میں۔۲۵۱

وارثوں کے حق میں وصیت جائز نہیں۔[۲:۲۶۱]

نبی ﷺ نے وصیت کو ثلث مال تک محدود فرما دیا تاکہ اس سے اصلی وارثوں کی حق تلفی نہ ہو۔[۲:۲۶۲]

نبی ﷺ نے خالہ اور بھانجی، پھوپھی اور بھتیجی کے جمع کرنے کی بھی ممانعت فرما دی۔[۲:۲۷۶]

اَلْمُسْلِمُ اَخُو الْمُسْلِمِ[۲:۲۸۶]

اَلْمُسْلِمُوْنَ کُلُّھُمْ اِخْوَۃٌ[۲:۲۸۶]

مرد کو اپنی بیوی کو جسمانی سزا دینے کی آخری حد۔[۲:۲۹۳]

ایک مرتبہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کو قرآن سناتے ہوئے جب النساء ۴۱ کی اس آیت پر پہنچے تو حضور ﷺ شدتِ تاثر سے آبدیدہ ہوگئے۔[۳۰۲:۲]

"جس کا عمل اس کو پیچھے کردے گا اس کا نسب اس کو آگے نہ بڑھا سکے گا"۔[۳۳۴:۲]

مومن کی جان کا احترام۔[۳۶۳:۲]

نماز میں قصر کی رخصت اصلاً سفر جہاد کے تعلق ہی سے ہے۔ دوسرے سفروں میں اس کی حیثیت نبی ﷺ کے ارشاد کے مطابق اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک صدقے کی سی ہے۔[۳۶۷:۲ح]

نمازِ قصر کی شکل۔[۳۶۹:۲]

شرعی رخصتوں کو تقویٰ کے خلاف سمجھنا مذموم ہے۔[۳۷۰:۲]

قصر نماز کی اجازت سفر جہاد ہی کے ساتھ خاص نہیں۔[۳۷۰:۲]

اوقاتِ نماز تمام تر نبی ﷺ کے مقرر کردہ ہیں۔[۳۷۳:۲]

امیر و غریب دونوں کے لیے یکساں قانون، ایک حدیث۔[۴۰۷:۲]

برائی کا ذکر عام صیغے سے۔[۴۱۴:۲]

آنحضرت ﷺ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام مماثل نبی ہیں۔[۴۳۱:۲]

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ ... حجۃ الوداع کے موقع پر نازل ہوئی۔[۴۵۹:۲]

شکاری جانور شکار میں سے کچھ کھالے تو وہ شکار جائز نہ ہوگا۔[۴۶۱:۲]

شکار کے بارے بخاری کی حدیث۔[۴۶۱:۲]

وضو سے طہارت حاصل کرنے کا طریقہ۔[۴۶۹:۲]

آدم علیہ السلام کے دونوں بیٹوں کا واقعہ اس امت کے لیے بطور مثال بیان ہوا ہے تو ان میں سے اچھے کی مثال کی پیروی کرو۔[۴۹۵:۲]

اپنی جان یا اپنے مال کی مدافعت کرنا خوفِ خدا کے منافی بات نہیں ہے، حدیث کا حوالہ۔[۴۹۸:۲]

اگر مظلوم نے کوئی زیادتی نہیں کی ہے تو جو کچھ اسے اپنی عزت کی حفاظت کے لیے کرنا پڑے اس کا بارِ گناہ پہل کرنے والے پر ہے۔[۴۹۸:۲]

عکل اور عرینہ والوں کو نبی ﷺ نے بیت المال کے اونٹوں کو ہنکا لے جانے اور ان کے چرواہوں کو قتل کرنے کے جرم میں جو عبرت انگیز سزا دی امام بخاریؒ نے اس کو المائدہ ۳۳ کے تحت لیا ہے۔[۵۰۷:۲]

بنونضیر، بنوقریظہ، بنوقینقاع کے ساتھ جو معاملہ حضور ﷺ نے کیا وہ بھی المائدۃ ۳۳ کے حکمِ الٰہی کے تحت کیا۔ ۵۰۷:۲

آنحضرت ﷺ کے زمانے میں کسی کو معمولی چیزوں کی چوری پر قطعِ ید کی سزا نہیں دی گئی۔[۵۱۲:۲]

آنحضرت ﷺ کا زنا کے ایک مقدمے کا فیصلہ بالکل تورات کے قانون کے مطابق تھا۔[۵۲۶:۲]

المائدۃ ۴۵: نبی ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنھم کے عمل سے محکم ہے۔[۵۳۱:۲]

"مومن اپنے دوسرے بھائی کے لیے بھولا بھالا اور شریف و کریم ہوتا ہے"۔[۵۴۷:۲]

اذان شعائرِ الٰہی میں سے ہے۔[۵۵۰:۲]

## جلد سوم

"بس چاہیے کہ جو لوگ موجود ہیں وہ ان لوگوں کو پہنچا دیں جو موجود نہیں ہیں"۔[۳۱:۳]

"اپنے رب کی بندگی اس طرح کرو گویا تم اسے دیکھ رہے ہو، اگر تم اُسے نہیں دیکھ رہے ہو تو وہ بہرحال تمہیں دیکھ رہا ہے"۔[۱۳۲:۳]

حدیثوں میں گوہ کے باب میں حضور ﷺ کا ارشاد۔[۱۹۵:۳]

آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ دنیا میں جو قتل بھی ہوتا ہے اس کے وبال کا

ایک حصہ آدم علیہ السلام کے بیٹے قابیل کے کھاتے میں جمع ہو رہا ہے جس نے ہابیل کو قتل کر کے قتل ناحق کی طرح ڈالی۔ [۳:۲۵۷]

اہل جنت اور اہل دوزخ اپنی نمایاں علامتوں سے ممتاز ہوں گے، مسلم شریف کی ایک حدیث کا حوالہ۔ [۳:۲۶۶]

معراج سے متعلق احادیث میں بھی اس نوع کے اشارات موجود ہیں۔ [۳:۲۶۷]

''مَیں بھی اسی وقت جنت میں جاؤں گا جب اللہ کی رحمت مجھے ڈھانک لے''۔ [۳:۲۶۹]

بخاری و مسلم کی ایک حدیث، فیض بقدر استعداد۔ [۳:۲۸۴]

اونٹنی کا کسی پہاڑ یا پہاڑی سے پیدا ہونا کسی صحیح حدیث میں نہیں ہے۔ [۳:۳۰۱]

ایک موقع پر نبی ﷺ نے زیادہ بلند آواز سے ذکر کرنے سے صحابہ رضی اللہ عنھم کو روک دیا تھا۔ [۳:۴۱۴]

ایمان کے گھٹنے اور بڑھنے کی نوعیت۔ [۳:۴۳۴]

روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ غزوۂ بدر میں قریش کے خاص خاص لیڈروں کے قتل ہونے کی جگہیں بھی حضور ﷺ کو رویا میں دکھا دی گئیں۔ [۳:۴۳۵]

سیرت و مغازی کی کتابوں کی وہ روایت قرآن کے الفاظ کے صریحاً خلاف ہے جس میں یہ بیان ہوا ہے کہ نعوذ باللہ آنحضرت ﷺ قریش کے اس تجارتی قافلے پر حملہ کرنا چاہتے تھے جو ابوسفیان کی سرکردگی میں شام سے واپس آرہا تھا۔ [۳:۴۳۵]

غزوۂ بدر کے موقع پر دعاؤں کی نوعیت کا اندازہ کرنے کے لیے خود سرورِ عالم ﷺ کی اس دعا کو پڑھ لینا کافی ہے جس کے الفاظ احادیث میں وارد ہوئے ہیں۔ [۳:۴۴۴]

روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ کفار نے غزوۂ بدر میں پانی کے چشمے پر پہلے قبضہ کرلیا تھا۔ [۳:۴۴۶]

'رجز الشیطٰن' سے مراد۔ [۳:۴۴۷]

روایات میں ہے کہ جب کفار کی فوجیں سامنے ہوئیں تو آنحضرت ﷺ نے مٹھی بھر خاک زمین سے اٹھائی اور شاھت الوجوہ کہہ کر کفار کی طرف پھینکی۔ [۳:۴۵۱]

کشتی کے مسافروں کی تمثیل۔ [۳:۴۵۹]

اسلام نے ہر شخص پر دوسروں کو برائی سے روکتے رہنے کی ذمہ داری ڈالی ہے۔ [۳:۴۶۰]

الانفال ۳۹ کی بات کو نبی ﷺ نے یوں مؤکد فرمایا کہ اس سرزمین پر دو دین جمع نہیں ہوسکتے۔ [۳:۴۷۵]

نبی ﷺ نے مدینہ منورہ کو محترم قرار دیا جس سے اس حکم، (الانفال ۳۹) کا دائرہ بہت وسیع ہوگیا۔ [۳:۴۷۶]

الانفال ۷۰-۷۱ کے حوالے سے بعض تفسیری روایات۔ [۳:۵۱۵]

التوبہ پر بسم اللہ کا نہ لکھنا نبی ﷺ کے زمانے ہی سے ہے۔ [۳:۵۲۳]

استدار الزمان کھیتہ یوم خلق السموت و الارض میں حضور ﷺ نے اسی حقیقت کی طرف اشارہ فرمایا تھا۔ [۳:۵۳۹، ۵۷۲]

روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ غزوۂ حنین میں مسلمانوں کا لشکر ۱۲ ہزار مجاہدین پر مشتمل تھا۔ [۳:۵۵۴]

احبار و رہبان کو رب بنانے کا مفہوم، عدی بن حاتم کی مشہور روایت۔ [۳:۵۶۳]

مصارفِ خیر۔ [۳:۵۶۶]

'نسیٔ' کا خاتمہ۔ [۳:۵۷۲]

بیوی بچے آدمی کو بخیل اور بزدل بنا چھوڑتے ہیں۔ [۳:۶۰۳]

اپنے گناہوں کا اعتراف کرلینے والے۔ [۳:۶۳۷]

بے داغ ماضی رکھنے والے بعض لوگوں پر عتاب۔ [۳:۶۴۰]

''میری اُمت کی سیاحت اللہ کی راہ میں جہاد کے لیے نکلنا

ہے"۔[۳:۶۴۷]

غزوۂ تبوک کے معتوبین کے دل کی حالت۔[۳:۶۵۹]

صحابہ رضی اللہ عنھم کی مجلس نبوی ﷺ میں حاضری کی منصوبہ بندی۔[۳:۶۶۲]

## جلد چہارم

"جو شخص مرا تو اس کی قیامت آ گئی"[۴:۱۷۲]

فتح مکہ کے موقع پر آنحضرت ﷺ کا اپنی قوم کے لوگوں سے سوال اور آپ ﷺ کا جواب۔[۴:۱۸۵]

فتح مکہ کے دن نبی ﷺ کا مخالفین قریش کے لیے عفوِ عام۔[۴:۲۵۱]

مستحقین کے ساتھ سلوک کرنے میں اس چیز کو نہیں دیکھتے کہ کس کا سلوک ان کے ساتھ کیسا ہے بلکہ وہ ان کے ساتھ بھی اچھا سلوک کرتے جو ان کے ساتھ برا سلوک کرتے ہیں۔قرآن اور حدیث دونوں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اس نیکی کا اللہ تعالیٰ کی میزان میں بڑا وزن ہے۔[۴:۲۸۵]

جب کبھی آپ ﷺ کو معذب قوموں کی بستیوں پر سے گزرنے کا اتفاق پیش آتا تو آپ وہاں سے تیزی سے گزر جاتے اور دوسروں کو بھی اس کی ہدایت فرماتے۔[۴:۳۶۹]

نبی ﷺ نے سورہ فاتحہ کو سبع مثانی اور قرآن عظیم قرار دیا۔[۴:۳۷۸]

نماز فجر کی برکات۔[۴:۵۳۰]

'رقیم' کی وجہ تسمیہ۔[۴:۵۶۷]

حدیثوں میں ان کا نام 'خضر علیہ السلام' آیا ہے۔[۴:۶۰۶]

اقطاب وابدال کا قرآن وحدیث میں کوئی ثبوت نہیں ملتا۔[۴:۶۱۱]

'قال بیدہ ھکذا' کا محاورہ بعض حدیثوں میں بھی استعمال ہوا ہے۔ [۴:۶۴۷]

'ہارون' سے مراد۔[۴:۶۴۷]

اہل جنت کے لیے اصلی رزق۔[۴:۶۶۹]

## جلد پنجم

موسیٰ علیہ السلام کی لکنت کی روایت صرف تورات میں ہے، وہیں سے ہماری تفسیر کی کتابوں میں داخل ہوئی۔[۵:۳۹]

سورج کے طلوع اور غروب ہونے سے پہلے فجر اور عصر کی نمازیں ہیں، بخاری میں نبی ﷺ سے بھی یہی روایت ہے۔[۵:۱۰۶]

بعض لوگوں کو ایک حدیث کی بنا پر مغالطہ ہوا تھا جس میں یہ آیا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تین جھوٹ بولے جن میں سے ایک ان کا یہ قول، بَلْ فَعَلَهٗ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا، بھی ہے۔اس حدیث کو سمجھنے میں لوگوں سے غلطی ہوئی ہے۔[۵:۱۶۲]

القائے شیطان کی بے بنیاد روایت۔[۵:۲۷۱]

جس نے نماز ضائع کر دی تو وہ باقی دین کو بدرجۂ اولیٰ ضائع کر دے گا۔[۵:۳۰۰]

عبادہ بن صامت کی روایت، رجم کی سزا کے حق میں فقہاء کے استدلال کا ماخذ۔[۵:۳۶۵]

فقہاء کا ایک دوسرا ماخذ، ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت۔[۵:۳۶۶]

سلف میں بعض لوگ رجم کی سزا کا ماخذ سورہ مائدہ کی آیت ۳۳ کو سمجھتے تھے۔[۵:۳۶۹]

عہدِ رسالت کے رجم کے واقعات کا ذکر 'الجامع الصحیح' میں آیت محاربہ کے تحت۔[۵:۳۶۹]

ماعز بن مالک کے رجم کی پانچ روایات۔[۵:۳۷۰،۳۷۱]

آنحضرت ﷺ نے بھی غیر مسلموں پر حدود جاری فرمائے اور

خلفائے راشدین نے بھی۔[۵:۳۶۵]

غامدیہ کا واقعۂ رجم۔[۵:۳۷۲]

زنا بالجبر کے مجرم کو رجم کی سزا۔[۵:۳۷۳]

احادیث میں 'ثیب' اور 'بکر' کے الفاظ۔[۵:۳۷۴]

عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی روایت کا صحیح محل[۵:۳۷۴]

واقعۂ افک[۵:۳۸۲]

فتنۂ اِفک میں ملوث ایک نادار صحابی مسطح رضی اللہ عنہ سے درگزر کی ہدایت۔[۵:۳۸۸]

گھروں کے اندر داخل ہونے کے لیے طلبِ اذن کا طریقہ۔ [۵:۳۹۴]

مکاتبت کا حق اسلام نے جس طرح غلاموں کو دیا اسی طرح لونڈیوں کو بھی دیا۔[۵:۴۰۲]

غلاموں اور لونڈیوں کے لیے تحقیر آمیز الفاظ کی تبدیلی۔[۵:۴۰۳]

غلامی کا بتدریج خاتمہ۔[۵:۴۰۶]

اہل وعیال کی عاقبت کی فکر۔[۵:۴۹۰]

نبی ﷺ جس طرح خود شب کی دعا و مناجات کا اہتمام فرماتے تھے اسی طرح اپنے صحابہ رضی اللہ عنھم کو بھی اس کی تاکید فرماتے تھے۔[۵:۵۶۴]

سلیمان علیہ السلام کے ملکہ سبا سے نکاح کرنے کی ضعیف روایت۔[۵:۶۰۸]

سوکر اٹھنے کے وقت کے لیے دعا۔[۵:۶۳۷]

جو عہدہ اللہ بغیر کسی تمنا کے کسی کو دیتا ہے اس میں وہ اس کی مدد فرماتا ہے۔[۵:۷۱۷]

## جلد ششم

نبی ﷺ نے ماں کا حق باپ کے مقابل میں تین درجہ زیادہ قرار دیا ہے۔[۶:۱۳۰]

روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ محاصرہ کے آخری دنوں میں طوفانی صورتِ حال نے دشمنوں پر مرعوبیت طاری کر دی اور ابوسفیان نے سلامتی اس میں دیکھی کہ کسی طرح اس آفت سے جان بچا کر گھر واپس ہوجائے۔ [۶:۱۹۸]

روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ قبیلہ غطفان وغیرہ کا حملہ مشرق کی طرف سے ہوا تھا اور قریش اور ان کے حلیفوں کی فوجیں مغرب کی سمت سے آئی تھیں۔ [۶:۱۹۹]

ہم ان تفسیری روایات کو بالکل بے سروپا سمجھتے ہیں جن میں یہ تاثر دینے کی کوشش کی گئی کہ العیاذ باللہ غزوۂ احزاب کے موقع پر ایک آدھ آدمیوں کے سوا اور کوئی شخص مسلمانوں میں عزم و ہمت رکھنے والا نہیں نکلا۔ [۶:۲۰۰]

غزوۂ احزاب کے موقع پر اشرار کی پھبتی۔ [۶:۲۰۰]

غزوۂ احزاب سے واپسی کے معاً بعد بنو قریظہ پر حملہ۔ [۶:۲۱۲]

الاحزاب ۲۸-۲۹ کے حوالہ سے عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا جواب۔ [۶:۲۱۷]

زینب رضی اللہ عنہا کا طلاق پر صدمہ، روایات میں آتا ہے کہ ان کو جب اس کی اطلاع ملی تو انہوں نے اِنَّـا لِلّٰـهِ وَاِنَّـا اِلَيْـهِ رَاجِعُوْن پڑھا۔[۶:۲۲۹]

زید رضی اللہ عنہ اور زینب رضی اللہ عنہا کے واقعہ کی روایات کی تحقیق کے بعد صحیح نوعیت۔[۶:۲۲۷-۲۲۹]

وحی کے علاوہ امور پر نبی ﷺ کی صحابہ رضی اللہ عنھم سے مشاورت۔[۶:۲۳۲]

عدت گزرنے کے بعد حضور ﷺ نے زید رضی اللہ عنہ ہی کے واسطہ سے زینب رضی اللہ عنہا کو پیغام دیا۔ [۶:۲۳۶]

ختم نبوت کے حوالے سے بخاریؒ کی ایک روایت۔ [۶:۲۴۵]

ختم نبوت کے حوالے سے ترمذی کی ایک روایت۔ [۶:۲۴۶]

''میرے اوپر انبیاء کا سلسلہ ختم کر دیا گیا''۔ [۲۴۶:۶]

اپنے ایک نام 'عاقب' کی نبی ﷺ نے خود شرح فرمائی ''جس کے بعد کوئی اور نبی نہیں آئے گا''۔ [۲۴۶:۶]

ختم نبوت کے حوالے سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی ایک روایت۔[۲۴۶:۶]

بعض روایات میں 'مبشرات' کی وضاحت 'الرویا الحسنہ' اچھے خواب یا 'الرویاء الصالحۃ' نیک خواب سے بھی وارد ہوئی ہے۔ [۲۴۷:۶]

امت میں ایسے علماء و مصلحین برابر پیدا ہوتے رہیں گے جو مفسدین کی پیدا کی ہوئی خرابیوں کی اصلاح کرتے رہیں گے۔ [۲۴۸:۶]

مَیں نے ختم نبوت کے پہلو سے تمام روایات و آثار کو جانچا ہے، میرے نزدیک ان کی تطبیق اس بنیادی اصول کے ساتھ نہایت عمدہ طریقے پر ہو جاتی ہے۔ [۲۴۸:۶]

ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنھن کی نبوی مشن کی بہ احسن معاونت۔[۲۴۹:۶]

میمونہ رضی اللہ عنہا کی رسول ﷺ سے شرف نسبت کی خواہش۔ [۲۵۰:۶]

صحابیات رضی اللہ عنھنّ کا انتہائی ایثار نفس کا جذبہ۔ [۲۵۵:۶]

بعض روایات کی بنا پر ایک غلط فہمی کا ازالہ۔ [۲۵۶:۶]

''انسان کے جسم میں ایک ٹکرا گوشت کا ہے، اگر وہ تندرست ہے تو سارا جسم تندرست ہے اور جب اس میں فساد پیدا ہو جاتا ہے تو سارا جسم فاسد ہو جاتا ہے، آگاہ ہو کر سن لو کہ وہ دل ہے!''[۲۶۴:۶]

جبریل علیہ السلام کے پروں کی تعداد [۳۵۴:۶]

فرشتے جنت کے تمام دروازوں سے داخل ہوں گے اور اہل جنت کو اللہ تعالیٰ کا سلام پہنچائیں گے۔ [۴۳۴:۶]

مفسرین کی ایک غلط فہمی کا ازالہ۔ [۴۸۰:۶]

غزوۂ بدر کے موقع پر ابوجہل کی دعا کا روایت میں ذکر [۵۱۸:۶]

عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں قحط اور اس کا عمر رضی اللہ عنہ پر اثر۔ [۵۳۴:۶]

ایوب علیہ السلام کی دَورِ ابتلا میں ان کی بیوی کی خدمت۔[۵۴۲:۶]

ہر شخص پر اس کے اہل وعیال کی بھی مسئولیت ہے۔ [۵۷۴:۶]

صبح سو کر اٹھنے کے بعد مومن کی دعا۔ [۵۹۵:۶]

## جلد ہفتم

حدیثوں میں عذابِ قبر کا ذکر برزخی زندگی سے متعلق ہے۔ [۴۸:۷]

روایات سے ثابت ہے کہ جتنا قرآن نازل ہو چکا ہوتا اس کو نبی ﷺ اور آپ کے مقرب صحابہ رضی اللہ عنھم یاد بھی رکھتے اور ہر رمضان میں جبریل علیہ السلام کے ساتھ آنحضرت ﷺ اس کا مذاکرہ بھی فرماتے رہتے۔[۱۱۲:۷]

آنحضرت ﷺ نے اپنی حیاتِ مبارک کے آخری رمضان میں یہ مذاکرہ دو مرتبہ فرمایا۔[۱۱۲:۷]

آنحضرت ﷺ دو بعثتوں کے ساتھ مبعوث ہوئے ہیں، ایک بعثتِ خاص، دوسری بعثتِ عام[۱۴۳:۷]

''مجھے اگر اُحد کے برابر بھی سونا دے دیا جائے جب بھی مَیں اپنی دعوت سے باز آنے والا نہیں ہوں''۔[۱۶۶:۷]

عہدِ رسالت اور خلفائے راشدین کے دَور میں شوریٰ کا انعقاد مسجد ہی میں ہوتا تھا۔[۱۸۰:۷]

اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبر کے دل پر اپنا کلام القاء فرما دیتا ہے۔[۱۹۱:۷]

لیلۃ القدر رمضان کے آخری عشرہ کی کوئی رات ہے۔[۲۶۸:۷]

نمازوں کے اوقات روحانی اعتبار سے اپنے اندر ایک خاص برکت رکھتے ہیں۔[۲۶۹:۷]

'دخان مبین' کے حوالے سے ایک روایت پر نقد۔[۲۷۳:۷]

نبی ﷺ نے خدمت کے معاملے میں ماں کا حق باپ کے بالمقابل تین گنا رکھا ہے۔[۳۶۲:۷]

اقلِ مدّتِ حمل چھے ماہ ہے۔ [۷:۳۶۳]

جنوں کے قرآن سننے کا واقعہ۔ [۷:۳۷۷]

جنوں کے وفود کی نبی ﷺ کے پاس آمد۔ [۷:۳۸۱]

آپ ﷺ نے اپنی دو انگلیوں کو اٹھا کر فرمایا کہ جس طرح ان دونوں کے درمیان کوئی فاصلہ نہیں ہے اسی طرح میری بعثت اور قیامت کے مابین بھی کوئی فاصل نہیں ہے۔ [۷:۴۱۴]

”آل و اولاد سب سے زیادہ بخل و بزدلی میں مبتلا کرنے والے ہیں“۔ [۷:۴۴۴]

بیعتِ رضوان کیکر کے ایک درخت کے نیچے ہوئی تھی۔ [۷:۴۵۷]

نبی ﷺ کی رُویا۔ [۷:۴۶۸]

نبی ﷺ نے اعلان فرما دیا کہ اس ملک میں دو دین مجتمع نہیں ہو سکتے۔ [۷:۴۶۹]

صحابہ رضی اللہ عنھم کی ایک خاص علامتِ امتیاز۔ [۷:۴۷۳]

حضور ﷺ سب سے زیادہ لوگوں سے مشورہ لینے والے تھے۔ [۷:۴۸۷]

الحجرات ۶ کے تحت ایک بے بنیاد شانِ نزول۔ [۷:۴۹۵]

شانِ نزول سے متعلق روایات بیشتر ضعیف بلکہ بے بنیاد ہیں۔ [۷:۴۹۶]

فسقِ عملی اور فسقِ عقائدی کی تقسیم کے حق میں قرآن وحدیث میں کوئی دلیل موجود نہیں ہے۔ [۷:۵۰۳]

مومن بھولا بھالا شریف ہوتا ہے۔ [۷:۵۰۹]

عمر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے ایک بے سند روایت۔ [۷:۵۱۳]

”عمر رضی اللہ عنہ جس راستہ سے گزرتے ہیں شیطان وہ راستہ ہی چھوڑ کر ہٹ جاتا ہے“۔ [۷:۵۱۴]

ایک کشتی کے مسافروں والی تمثیل۔ [۷:۵۱۵]

بعض حدیثوں میں اپنے مسلمان بھائی کے گناہوں پر پردہ ڈالنے کی فضیلت بیان ہوئی ہے۔ [۷:۵۱۶]

قرآن وحدیث میں جس طرح غیبت کی نہی وارد ہوئی ہے اسی طرح جرح وتعدیل، شہادتِ حق، انکارِ منکر، خیر خواہی، مسلمین کے احکام بھی نہایت مثبت اور قطعی الفاظ میں وارد ہوئے ہیں۔ [۷:۵۱۶]

اگر تم میں سے کوئی برائی دیکھے تو وہ اپنے ہاتھ سے اس کی اصلاح کر دے اگر اس کی طاقت رکھتا ہو، طاقت نہ رکھتا ہو تو زبان سے اس کی اصلاح کرے، اگر اس کی بھی طاقت نہ رکھتا ہو تو دل سے اس کو برا سمجھے۔ اس سے نیچے ایمان کا کوئی درجہ نہیں ہے۔ [۷:۵۱۶]

اصحاب الرّس کے بارے ایک تفسیری روایت۔ [۷:۵۴۲]

لوگوں کے اعمال واقوال کا ریکارڈ رکھنے کا اہتمام۔ [۷:۵۴۷]

”جو مرا اس کی قیامت آ گئی“۔ [۷:۲۶، ۵۴۸]

قرآن وحدیث دونوں میں فجر اور عصر نمازوں کی اہمیت پر خاص زور دیا گیا ہے۔ [۷:۵۶۸]

اوقاتِ نماز کی تعلیم۔ [۷:۵۶۹]

استغفار کے لیے سازگار ساعت۔ [۷:۵۹۳]

## جلد ہشتم

النجم ۳۳ کے حوالے سے ایک تفسیری روایت [۸:۴۷]

شقِ قمر کا ذکر حدیثوں میں ہے۔ [۸:۹۱]

حق پر قائم اور حق کی دعوت دینے والا ایک گروہ اس امت میں ہر دور میں پیدا ہوتا رہے گا۔ [۸:۱۶۲]

”تو ظاہر ہے پس کوئی چیز تجھ سے اوپر نہیں اور تو باطن ہے پس کوئی چیز تجھ سے اوجھل نہیں“ نبی ﷺ کی طرف سے الحدید ۳ کی تفسیر۔ [۸:۱۹۸]

بیوی بچے بخل وبزدلی کا سبب بنتے ہیں۔ [۸:۲۱۸، ۲۲۲]

اہل ایمان باہمی ہمدردی و دردمندی میں اس طرح ہیں جس طرح ایک جسم کے اعضاء باہم گرہ ہوتے ہیں۔ [۸:۲۳۶]

بعض احادیث میں جہاد کو بھی رہبانیت کہا گیا ہے۔[۸:۲۳۴]

دُہرا اجر پانے کی حقدار اُمت۔[۸:۲۳۷]

المجادلۃ ۱ میں جس خاتون کی طرف اشارہ ہے روایات میں ان کا نام خولہ بنت ثعلبہ رضی اللہ عنہا آیا ہے۔[۸:۲۴۷]

اوس رضی اللہ عنہ کے مزاج میں کچھ تیزی تھی۔[۸:۲۴۷]

ناسخ اور منسوخ دونوں یکجا ہیں۔[۸:۲۶۶]

بخاریؒ کے مطابق بنی نضیر کی غداری کا واقعہ۔[۸:۲۸۳]

”خود غرضی سے بچو! یہی چیز ہے جس نے تم سے پہلے کی قوموں کو تباہ کیا، اس نے ان کو ظلم کی راہ سجھائی تو انہوں نے ظلم کیے، اس نے ان کو فسق و فجور کا حکم دیا تو انہوں نے فسق و فجور کا ارتکاب کیا، اس نے ان کو قطع رحم پر ابھارا تو انہوں نے قطع رحم کیا“۔[۸:۲۹۶]

نیکی ایک یک طرفہ عمل ہے۔[۸:۳۳۵]

معاہدہ حدیبیہ کی ایک اہم دفعہ۔[۸:۳۳۶]

مکہ سے ہجرت کر کے آنے والی عورتوں سے متعلق تحقیق کی ایک روایت۔[۸:۳۴۰]

روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ بیعت کرنے والوں کو خود یاد دہانی فرما کر تا بہ حدِّ استطاعت کی قید لگوا دیتے تھے۔[۸:۳۴۵]

عورتوں سے بیعت لینے کا طریقہ۔[۸:۳۴۵]

نبی ﷺ اور شیخین رضی اللہ عنہما کے عہد مبارک میں جمعہ کی اذان ایک ہی تھی جو خطبہ سے پہلے دی جاتی تھی۔[۸:۳۸۵]

الجمعۃ ۱۱ کے نزول کا سبب۔[۸:۳۸۷]

جمعہ کے قیام کا اہتمام ہجرت کے بعد مدینہ پہنچ کر نبی ﷺ نے فرمایا۔[۸:۳۸۸]

۶ھ میں غزوہ بنی مصطلق کے موقع پر ایک واقعہ۔[۸:۴۰۳]

الطلاق ۴ کے حوالے سے روایات کی طرف اشارہ۔[۸:۴۴۱]

التحریم ۱ کے حوالے سے واقعہ کی نوعیت۔[۸:۴۵۷]

ازواج مطہرات رضی اللہ عنھن کی باہمی چشمک و رقابت کی روایات کی تردید۔[۸:۴۶۱،۴۶۲،۴۶۷]

لفظ ’صغو‘ کی تحقیق کے حوالے سے ایک حدیث۔[۸:۴۶۴]

’ھرۃ‘ (بلی) والی حدیث۔[۸:۴۶۵]

بعض روایات میں ’زاغت‘ کی جو قرأت آئی ہے وہ بالکل ہی نا قابلِ التفات ہے۔[۸:۴۶۶]

”تم میں سے ہر ایک چرواہا بنایا گیا اور ہر ایک سے اس کے گلّے کے بارے میں پرسش ہونی ہے“۔[۸:۴۶۹]

روایات میں آتا ہے کہ لوط علیہ السلام کی بیوی ان کے پاس آنے والے مہمانوں کی خبر قوم کے غنڈوں کو دیتی تھی۔[۸:۴۷۴]

”قرآن سات حرفوں پر اتارا گیا ہے“۔[۸:۴۸۰]

بعض حدیثوں میں آیا ہے کہ اہل علم قرآن سے کبھی آسودہ نہیں ہوتے اور اس کی تازگی پر کبھی خزاں کا گزر نہیں ہوتا۔[۸:۴۸۱]

روایات میں اخنس بن شریق کے متعلق آیا ہے کہ اصلاً وہ ثقیف میں سے تھا لیکن مدعی تھا کہ وہ زہرہ میں سے ہے۔ اسی طرح ولید بن مغیرہ کے متعلق بھی مشہور ہے کہ وہ قریشی ہونے کا مدعی تھا حالانکہ وہ قریش میں سے نہ تھا۔[۸:۵۱۹]

عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے نبی ﷺ کے عمل کو جھڑی سے تشبیہ دی ہے۔[۸:۵۷۲]

سائلوں کو جھڑکنے یا ملامت کرنے کی ممانعت۔[۸:۵۷۳]

روایات میں آتا ہے کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ نمازِ استسقاء میں صرف استغفار پر کفایت فرمائی۔[۸:۵۹۷]

بچے کے بناؤ یا بگاڑ میں سب سے زیادہ دخل والدین کی تربیت اور معاشرہ و ماحول کے اثرات کا ہوتا ہے۔[۸:۶۰۵]

جنوں کے قرآن سننے کا واقعہ۔[۸:۶۱۵]

## جلد نہم

بعثت سے پہلے نبی ﷺ کی خلوت گزینی۔[۹:۲۲]

حضور ﷺ کا تلاوتِ قرآن کا طریقہ[۹:۲۳-۲۴]

جنوں کے قرآن سننے کا واقعہ۔[۹:۲۶]

ہر چھوٹے بڑے کام کے لیے آپ ﷺ سے دعائیں منقول ہیں۔[۹:۲۷]

"مجھے سورہ ھود اور اس کی ہم جنس سورتوں نے بوڑھا کر دیا"۔[۹:۳۰]

متمردین قریش کی دوزخ کے مامور فرشتوں پر پھبتی۔[۹:۵۷]

نزولِ وحی کے لیے نبی ﷺ کا شوق واضطراب۔[۹:۸۵]

حیاتِ مبارک کے آخری رمضان میں آپ ﷺ نے جبریل علیہ السلام کے ساتھ قرآن کا مذاکرہ دومرتبہ فرمایا۔[۹:۸۶]

آنحضرت ﷺ قرآن کی پوری پوری سورتیں لوگوں کو سناتے۔[۹:۸۹]

جبریل علیہ السلام نے پورا قرآن اس کی اصلی ترتیب کے مطابق آپ ﷺ کو سنایا۔[۹:۸۹]

"جو مرا اس کی قیامت اس کے سامنے ہے"۔[۹:۱۶۶]

نُزِعٰت سے مراد۔ اس باب میں جو روایات ہیں وہ بالکل تفسیری نوعیت کی ہیں۔[۹:۱۷۵]

عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کے واقعہ کی نوعیت۔[۹:۱۹۶]

بعض روایات میں یہ بات جو نقل ہوئی ہے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ کو 'اَبّ' کے معنی کا علم نہیں تھا، کسی طرح صحیح نہیں ہے۔[۹:۲۱۰]

اعمال کا ریکارڈ رکھنے والے فرشتوں میں تقسیم کار۔[۹:۲۴۴]

ایک ضعیف شانِ نزول۔[۹:۲۵۵]

صبح کو اٹھنے کی دعا کی طرف اشارہ۔[۹:۳۴۷]

نبی ﷺ نے فرمایا کہ میں اور قیامت ساتھ ساتھ کی دو انگلیوں کی طرح ہیں۔[۹:۳۵۰]

"جنت مشکلات سے گھیر دی گئی ہے"[۹:۳۷۶]

آخر دورِ حیات میں آپ ﷺ کا انہماک عباداتِ الٰہی میں بہت بڑھ گیا تھا۔[۹:۴۲۹]

سورہ علق کے بارے صحیحین کی ایک روایت۔[۹:۴۵۹]

لیلۃ القدر کی تعیین۔[۹:۴۶۸]

روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ہاتھیوں کا ایک پورا دستہ ابرہہ کی فوج کے ساتھ تھا۔[۹:۵۵۸]

آنحضرت ﷺ نے ہماری مسجدوں کو نہر سے تشبیہ دی ہے، صحیح بخاری کی روایت۔[۹:۵۹۴]

حوضِ کوثر پر امتِ مسلمہ کی کثرت کا اظہار ہوگا۔[۹:۵۹۴]

'کوثر' کے بارے روایات کا خلاصہ۔[۹:۵۹۵]

آنحضرت ﷺ کی بعثت ملت ابراہیم پر ہوئی۔[۹:۶۱۶]

سورہ النصر کا زمانۂ نزول۔[۹:۶۱۶]

فتح مکہ کے دن قریش کے سرغنوں کے لیے عفو عام [۹:۶۲۱]

سورہ اللھب کا شانِ نزول[۹:۶۲۸]

ایک ضعیف روایت[۹:۶۶۵-۶۶۶]

# کلامِ عرب سے استفادہ

"قرآن مجید جس زبان میں اُترا ہے وہ تو حریری و متنبی کی زبان ہے نہ مصر و شام کے اخبارات و رسائل کی بلکہ وہ اس ٹکسالی زبان میں ہے جو امراء القیس، عمرو بن کلثوم، زہیر اور لبید جیسے شعراء اور قس بن ساعدہ جیسے بلند پایہ خطیبوں کے ہاں ملتی ہے۔ میں نے اِس تفسیر کے لیے قلم اٹھانے سے پہلے ادب جاہلی کے اس تمام ذخیرہ کو اچھی طرح پڑھ لیا ہے

جو مجھے دستیاب ہوسکا ہے اور جو قرآن کی کسی ادبی، نحوی اور معنوی مشکل کے حل کرنے میں کسی پہلو سے مددگار ہوسکتا ہے"...

"صرف زبان و اسلوب ہی کے معاملے میں نہیں بلکہ اہل عرب کے معروف ومنکر، اُن کی معاشرتی زندگی کی خصوصیات، ان کی سوسائٹی میں خیروشر کے معیارات، ان کے سماجی، تمدنی اور سیاسی نظریات روزمرہ کی زندگی میں ان کی دلچسپیاں اور مشاغل، ان کے مذہبی رسومات و معتقدات غرض اِس طرح کی ساری چیزوں کے سمجھنے میں جو مدد ان کے لٹریچر سے ملتی ہے وہ کسی دوسری چیز سے نہیں ملتی۔ اِن چیزوں سے صحیح واقفیت اس شخص کے لیے نہایت ضروری ہے جو قرآن کے اشارات و تعلیمات اور اس کی تعریضات و کنایات کو اچھی طرح سمجھنا اور دوسروں کو سمجھانا چاہتا ہو"...

"مجھے عرب جاہلیت کے لٹریچر میں اہلِ عرب کی تصویر کا حسن و قبح دونوں دیکھنے کی کوشش کرنی پڑی اور اِس کوشش سے میری معلومات میں جو اضافہ ہوا میں نے اس تفسیر میں اِس سے پورا پورا فائدہ اٹھایا ہے"۔(ا:مقدمہ)

البقرۃ:۴۵ عربوں کے نزدیک صبر عجز و تذلّل کے قسم کی کوئی چیز نہیں ہے جو بے بسوں اور درماندوں کا شیوہ ہے بلکہ یہ عزم اور قوت کی بنیاد ہے۔ کلامِ عرب میں اس کا استعمال بہت ہے اور اس کے تمام استعمالات سے اِسی مفہوم پر روشنی پڑتی ہے۔حاتم طائی کہتا ہے:۔

وغمرة موت ليس فيها هوادة

يكون صدور المشرفي جسورها

اور موت و ہلاکت کے کتنے ہولناک دریا، ہیں جن پر تلواروں کے پل ہیں۔

صبر ناله في نهكها مصابها

باسيا فنا حتى يبوخ سعيرها

ہم نے ان کے تمام آفات وشدائد کے مقابل اپنی تلواروں کے ساتھ ثابت قدمی دکھلائی یہاں تک کہ وہ ٹھنڈے پڑ گئے۔

اصبغ کا شعر ہے:۔

يا ابن الجحاجحة المداره

والصبرين على المكاره

اے شریف سرداروں اور شدائد پر صبر کرنے والوں کی اولاد۔

زہیر بن ابی سلمیٰ نے کہا ہے:۔

قود الجياد واصهار الملوك و صبر

في مواطن لو كانوا بها سئموا

اصیل گھوڑوں کی سواری، بادشاہوں کی دامادی اور ایسے مورچوں میں ثابت قدمی جہاں دوسرے ہمت ہار بیٹھیں۔

صبر کے اصلی معنی قرآن مجید نے خود بھی واضح کر دیے ہیں۔ چنانچہ فرمایا ہے:۔

وَالصّٰبِرِيْنَ فِي الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِيْنَ الْبَاْسِ (البقرۃ:۱۷۷)

ترجمہ: اور ثابت قدمی دکھانے والے سختی میں، تکلیف میں اور لڑائی کے وقت۔

اس آیت میں صبر کے تین موقعے ذکر کیے ہیں: غربت، بیماری اور جنگ۔غور کیجیے تو تمام مصائب و شدائد کے سر چشمے یہی تین ہیں۔[۱:۱۸۹]

البقرۃ ۴۸: اِس آیت میں عربی زبان کا وہ اسلوب محفوظ ہے جس میں بظاہر تو ایک شے کے لازم کی نفی ہوتی ہے لیکن مقصود درحقیقت ملزوم کی نفی ہوتی ہے۔امراء القیس نے اپنے ایک شعر میں ایک صحرائی راستہ کی تعریف کی ہے کہ لايهتدى بمنار (اس کی برجیوں سے رستہ معلوم نہیں کیا جاتا) ظاہر ہے کہ اِس طرزِ تعبیر سے اِس کا مقصود یہ بتانا ہے کہ اس صحرا میں رہنمائی کے لیے برجیاں اور منارے سرے سے موجود ہی نہیں ہیں۔ اِسی اسلوب پر یہاں یہ بتانا مقصود ہے کہ اس دن نہ کوئی ان کے لیے شفاعت کرنے والا ہوگا نہ کوئی شفاعت قبول ہوگی، نہ کسی کے پاس دینے کے لیے معاوضہ ہوگا، نہ کسی سے معاوضہ لیا جائے گا، نہ کسی کے حامی و مددگار ہوں گے، نہ کسی کی حمایت و مدد کی جا سکے گی۔[۱:۲۰۹]

البقرۃ ۴۹: آل سے مراد کسی شخص کی اولاد نہیں ہوا کرتی بلکہ یہ لفظ

آل واولاد، قوم وقبیلہ اور اتباع وانصار سب پر حاوی ہے۔

نابغہ ذبیانی کا شعر ہے:۔

من آل میه رایح او مغتدی

عجل فذا زاد وغیر مزود

(میہ کے قبلہ کے لوگوں میں کوئی صبح روانہ ہوا کوئی شام، کوئی زادِراہ کے ساتھ کوئی بغیر زادِراہ کے)۔[۲۱۰:۱]

**البقرۃ ۵۸:** عمرو بن کلثوم نے اپنے مشہور فخریہ شعر میں سجدہ کا یہی کامل مفہوم لیا ہے۔

اذا بلغ الفطامه لنا صبی

تخرله الجبابر ساجدینا

(جب ہماری قوم کا کوئی بچہ دودھ چھوڑنے کی مدت کو پہنچ جاتا ہے تو بڑے بڑے جبار اس کے آگے سجدوں میں گرتے ہیں)۔[۲۱۹:۱]

**البقرۃ ۱۶۹:** 'امر' کے معنی جس طرح کسی بات کا حکم دینے کے ہیں اسی طرح کوئی بات سمجھانے یا اس کا مشورہ دینے کے بھی ہیں مثلاً

امر تهم امری بمنعرج اللوی

فلم یستبینوا الرشد الاضحی الغد

(میں نے ان کو اپنے مشورے سے منعرج اللوی ہی میں آگاہ کر دیا تھا لیکن میری بات ان کی سمجھ میں دوسرے دن کی صبح سے پہلے نہ آسکی)

یا

اطعت لامریک بصرم حبلی

(تو نے بالآخر انہی لوگوں کی بات سنی جو تجھے مجھ سے قطع تعلق کا مشورہ دینے والے تھے)۔[۴۱۰:۱]

**البقرۃ ۱۸۲:** 'خوف' کے اصل معنی گمان کرنے، خیال کرنے، توقع کرنے، اندیشہ کرنے کے ہیں۔ پھر یہیں سے یہ ڈرنے کے معنی کے لیے استعمال ہونے لگا۔

ایک حماسی شاعر کا شعر ہے:۔

ولو خفت انی ان کففت تحیتی

تنکب عنی رمت ان یتنکبا

(اگر مجھے توقع ہوتی کہ میں بڑھاپے کا خیر مقدم نہ کروں گا تو وہ مجھ سے رک جائے گا تو میں اپنے خیر مقدم سے باز رہ کر اس کو روکنے کی کوشش کرتا)۔[۴۴۰:۱]

**البقرۃ ۱۸۳:** صوم اور صیام مصدر ہیں۔ صوم کے لغوی معنی کسی شے سے رک جانے اور اس کو ترک کرنے کے ہیں۔

نابغہ کا شعر ہے:۔

خیل صیام و خیل غیر صائمة

تحت العجاج واخری تعلک اللجما

(بہت سے بھوکے اور بہت سے آسودہ گھوڑے میدانِ جنگ کے غبار میں کھڑے تھے اور دوسرے بہت سے اپنی لگامیں چبا رہے تھے)۔

"اہل عرب اپنے گھوڑوں اور اونٹوں کو بھوک اور پیاس کا عادی بنانے کے لیے باقاعدہ ان کی تربیت کرتے تھے تاکہ مشکل اوقات میں وہ زیادہ سے زیادہ سختی برداشت کر سکیں۔ اسی طرح وہ اپنے گھوڑوں کو تند ہوا کے مقابلے کی بھی تربیت دیتے تھے۔ یہ چیز سفر اور جنگ کے حالات میں جب کہ ہوا کے تھپیڑوں سے سابقہ پیش آجائے، بڑی کام آنے والی ہے ...جریر نے اپنے ایک شعر میں ان دونوں باتوں کا حوالہ دیا ہے۔ وہ کہتا ہے:

ظللنابمستن الحرور کاننا

لدی فرس مستقبل الریح صائم

(ہم لُو کے تھپیڑوں کی جگہ جمے رہے گویا ہم ایک ایسے گھوڑے کے ساتھ کھڑے ہوں جو بادِ تند کا مقابلہ کر رہا ہو اور روزہ رکھے ہوئے ہو۔)[۴۴۴:۱]

**اٰل عمران ۱۰۳:** 'حبل' کے معنی رسی کے ہیں۔ اپنے اسی معنی سے ترقی کر کے یہ لفظ تعلق اور ربط کے مفہوم میں استعمال ہوا ہے اِس لیے کہ رسی دو چیزوں میں ربط و تعلق کا ذریعہ ہوتی ہے۔ ایک حماسی شاعر کا

مشہور شعر ہے:۔

وَلٰکِنّی وصلت الحبل منه

مواصلة بحبل ابی بیان

(لیکن میں نے اِس سے اپنا تعلق جوڑے رکھا، ابو بیان کے تعلق سے وابستگی کی بنا پر)[۲:۱۵۳]

**النسآء ۱۷:** 'جہالت' کے معنی عربی میں صرف نہ جاننے کے نہیں آتے بلکہ اِس کا غالب استعمال جذبات سے مغلوب ہوکر کوئی شرارت یا ظلم یا گناہ کا کام کرگزرنے کے معنی میں ہے۔ یہ لفظ عام طور پر علم کے بجائے حلم کے ضد کے طور پر استعمال ہوتا ہے۔ ایک حماسی کا شعر ہے:۔

وللحلم خیر فاعلمن مغبة

من الجهل الا ان تشمس من ظلم

(اور یاد رکھو کہ جہالت کے مقابلے میں تحمّل و بردباری انجام کار کے اعتبار سے بہتر ہے مگر یہ کہ تمہیں ظلم کی وجہ سے ذلیل کرنے کی کوشش کی جائے۔)

معلقات کا مشہور شعر ہے:۔

الا لایجهلن احد علینا

فنجهل فوق جهل الجاهلینا

(آگاہ، کہ کوئی ہمارے خلاف جہالت کا اظہار نہ کرے کہ ہم بھی تمام جاہلوں سے بڑھ کر جہالت کرنے پر مجبور ہو جائیں)[۲:۲۶۶]

**المآئدۃ ۵۴:** 'اَعِزَّۃٍ' 'عزیز' کی جمع ہے۔ یہ لفظ بالکل، ذلیل، کے مقابل لفظ کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس کے معنی ہیں سخت، مشکل، بھاری، ناقابلِ شکست، ناقابلِ عبور، عسیر الانقیاد، اگر کسی چیز کے متعلق کہیں کہ هُوَ عَزِیْزٌ عَلَیّ تو اِس کے معنی ہوں گے کہ وہ چیز مجھ پر بھاری اور مشکل ہے۔ اس کو رام کرنا اور قابو میں کرنا میرے لیے دشوار ہے۔ یہی مفہوم، شَدِیْدٌ عَلَیَّ کا بھی ہوتا ہے۔ کسی حماسی کا نہایت عمدہ شعر ہے:۔

اذاالمرء اعیته المروة ناشئاً

فمطلبها کهلاً علیه شدید

(اگر اٹھتی جوانی میں اولوالعزمی پیدا کرنے سے آدمی قاصر رہ جاتا ہے تو ادھیڑ پن میں اس کا حاصل کرنا نہایت دشوار ہو جاتا ہے)۔[۲:۵۴۶]

**الانفال ۴۳:** قرآن نے 'قلیل' کا لفظ بہت جچا تلا استعمال کیا ہے عربی میں لفظ 'قلیل' صرف عددی اور مقداری اعتبار ہی سے قلیل کے لیے نہیں آتا بلکہ معنوی اعتبار سے بے وزن و بے حقیقت کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے۔ کسی حماسی کا یہ شعر بہت معروف ہے:۔

فان اکُ فی اشرار کم قلیلا

فانی فی خیار کم کثیرا

(اگر میں تمہارے اشرار کی نگاہوں میں کم رتبہ ہوں تو کچھ غم نہیں۔ تمہارے اخیار کی نگاہوں میں میرا بڑا رتبہ ہے۔)[۳:۴۸۵]

**الانفال ۵۱:** لَیْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِیْدِ، میں عربی زبان کا ایک خاص اسلوب ہے۔ عربی میں مبالغہ پر جب نفی آتی ہے تو اِس سے مبالغہ فی النفی کا مضمون پیدا ہوتا ہے۔ یعنی خدا بندوں پر ذرا بھی ظلم کرنے والا نہیں۔ امراء القیس نے 'لَیْسَ بِفَعَّالٍ' اور لَیْسَ بِقَتَّالٍ' کے قسم کی ترکیبیں استعمال کی ہیں یعنی فلاں میں کچھ بھی کرنے کی صلاحیت نہیں، فلاں میں لڑنے کا ذرا دم خم نہیں، بس باتوں کا غازی ہے کہ کردار کا غازی نہیں۔[۳:۴۹۶]

**قٓ ۲۹:** (اوپر والا مضمون) طویل بحث[۷:۵۵۴]

**یونس ۱۸:** یہ نفی الشئی بنفی لازمہ کے اسلوب میں ہے۔ امراء القیس نے ایک صحرائی راستہ کی تعریف کی ہے کہ 'لایهتدی بمناره' اس کی برجیوں سے رہنمائی نہیں حاصل کی جاتی۔ جس کا صریح مفہوم یہ ہے کہ اِس میں برجیاں اور مینارے سرے سے موجود ہی نہیں ہیں۔ اگر ہوتے تو لازمًا ان سے رہنمائی حاصل کی جاتی۔[۴:۳۴]

**هود ۷۳:** امراء القیس کا ایک شعر بھی قابلِ ذکر ہے:۔

فلو کان اهل الدّار فیها کعهدنا

وجدت مقیلا عندهم ومعرّسا [۴:۱۵۶]

بنی اسرآءیل ۸۹: 'ضربِ مثل' سے مراد حکمت و معرفت کی بات کہنا ہے کسی حماسی کا شعر مشہور ہے:۔

یا بدر والامثال

یضربها لذی اللّب الحکیم

(اے بدر، حکمت کی باتیں حکیم عاقل ہی کے لیے بیان کرتا ہے۔)[۴:۵۴۱]

طٰہٰ ۱۰۵: عوام تو درکنار اہلِ عرب کے بہت سے دانشوروں تک کا یہ خیال تھا کہ پہاڑ غیر فانی ہیں۔ زہیر جو عرب کے حکیم شعراء میں سے ہے کہتا ہے کہ

الاارٰی علی الحوادث باقیا

ولا خالدا الاالجبال الرواسیا

(حوادث روزگار کے مقابل میں ان مستحکم پہاڑوں کے سوا میں اور کسی چیز کو قائم و دائم رہنے والی خیال نہیں کرتا)[۵:۹۲]

النور ۳۸: امراء القیس کا ایک مشہور شعر ہے:۔

وماذرفت عیناکِ الالتضربی

بهمیکِ فی اعشار قلب مقتّلِ

'لِتضرِبی' پر 'ل' نتیجہ فعل ہی کے بیان کے لیے ہے۔[۵:۴۱۳]

الفرقان ۲۴: 'مقیل' قیلولہ کی جگہ کو کہتے ہیں لیکن یہ اپنے عام استعمال میں آرام گاہ اور عیش گاہ کے مفہوم میں آتا ہے۔ امراء القیس کا مصرع ہے 'فقل فی مقیل نحہ متغیب' (ایسی عیش گاہ میں عیش کرو جو ہر نحوست سے محفوظ ہے۔)[۵:۴۶۰]

الفرقان ۳۸: شعرائے جاہلیت میں زہیر نے وادیِ رس کا ذکر کیا ہے۔ دھن وودای الرس کالید للفم (اور وہ اور وادی رس اس طرح تھے جس طرح منہ کو ہاتھ)[۵:۴۶۸]

الاحزاب ۵۹: شعرائے جاہلیت کے کلام سے یہ بات ثابت ہے کہ شرفائے عرب میں 'جلباب' کا رواج تھا۔ قبیلہ 'ہذیل' کی ایک شاعرہ کا ایک شعر ہمارے دعوے کے ثبوت کے لیے کافی ہے وہ اپنے کسی مقتول کے مرثیہ میں کہتی ہے:

تمشی السنورالیه وهی لاهية

مشی العذاری علیهن الجلابیب

[۶:۲۶۹]

سبا ۱۳: اگر آپ کو یہ کہنا ہو کہ فلاں شخص بڑا فیاض ہے، اس کے خوانِ کرم سے ایک خلقِ عظیم کی پرورش ہو رہی ہے۔ تو فصیح عربی میں اس کی تعبیر کے لیے یہ دو حرف کافی ہوں گے کہ 'لَہٗ قُدُوْرٌ رّٰسِیٰتٌ' عرب شعراء نے حاتم اور اپنے دوسرے فیاضوں کے لیے یہ استعارہ استعمال کیا ہے۔[۶:۳۰۵]

قٓ ۲۴: فصحائے عرب 'ثنیٰ' کا صیغہ بعض اوقات مجرد تکرارِ فعل کے مفہوم کے لیے بھی استعمال کرتے ہیں مثلاً امراء القیس کے قصیدے کا مطلع ہے: قفا نبکِ من ذکریٰ حبیب و منزلٖ'' اِس قول کی روشنی میں 'قفا' کے معنی صرف 'ٹھہرو' 'ٹھہرو' کے ہوں گے۔ دو مخاطب فرض کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اِسی طرح 'اَلْقِیَا' کا مفہوم آیت میں اس کے نزدیک 'ڈال دو' 'ڈال دو' ہوگا۔ مقصود اس سے اظہارِ غضب اور تاکید حکم ہے۔ اس سے بحث نہیں کہ یہ حکم دو فرشتوں کو دیا جائے گا یا دو سے زیادہ فرشتوں کو۔[۷:۵۵۰]

الذّٰرِیٰت ۱ تا ۴: کلامِ عرب میں بھی اس اسلوب کی مثالیں بہت ہیں۔ ہم صرف ابن زیابہ کا ایک مشہور شعر نقل کرتے ہیں:۔

یالهف زیابة للحارث

المصابح، فالغانم، فالائب

(زیابہ کی طرف سے افسوس ہے حارث پر، جس نے غارت گری کی، لوٹا اور چل دیا)[۷:۵۷۹]

الذّٰرِیٰت ۷: امراء القیس فلک بوس محلوں کی تعریف کرتے ہوئے جن پر بادل چھائے ہوئے ہیں، کہتا ہے:۔

مکللة حمراء ذات اسرة

لھا حبک کانھا من وصائل

(اِن محلوں پر سرخ دھاریوں والے بادل چھائے ہوئے ہیں گویا کہ دھاریوں والی چادریں ہیں۔)[۷:۵۸۱]

**الذّٰریٰت ۴۵:** 'انتصار' کے معنی مدافعت کرنے کے ہیں یعنی وہ اللہ کے عذاب سے اپنی مدافعت کرنے والے نہ بن سکے۔ اِس معنی میں یہ لفظ معروف ہے۔

امراءالقیس کا شعر ہے:۔

فانشب اظفاره في النسا

فقلت هبلت الا تنتصر

(کتے نے اس نیل گاؤ کی ران میں اپنے پنجے گاڑ دیے۔ تب مَیں نے اس سے کہا، کم بخت! اب تو اپنا بچاؤ کر!)[۷:۶۱۸]

**الذّٰریٰت ۵۹:** 'ذَنُوب' بھرے ہوئے ڈول کو کہتے ہیں۔ خالی ڈول کے لیے یہ لفظ نہیں آتا۔ اِسی مفہوم سے ترقی کر کے یہ لفظ حصہ اور نصیب کے معنی میں بھی استعمال ہونے لگا۔ ابوذویب کا ایک شعر ہے۔

لعمرك والمنايا غالبات

لكل بني اب منها ذنوبه

(تیری جان کی قسم، موت سے مفر نہیں۔ ہر باپ کے بیٹوں کے لیے اس میں سے حصہ ہے)[۷:۶۳۳]

**النجم ۲۸:** اہلِ عرب اس حقیقت سے اچھی طرح واقف تھے کہ جس بات کے حق میں کوئی دلیل نہ ہو وہ علم نہیں بلکہ ظن ہے جس کی کوئی بنیاد نہیں۔ ایک شاعر نے 'ظن' اور 'علم' کے اس فرق کی طرف یوں اشارہ کیا ہے:۔

وَاعِلمُ عِلمًا ليس بالظن انه

(اور میں ایک علم پر مبنی بات جانتا ہوں جو ظن نہیں کہ......)[۸:۶۵]

**النجم ۴۹:** 'شِعرٰی' ایک ستارے کا نام ہے جو موسم بہار میں طلوع ہوتا ہے۔ مشرکین عرب اس کو بہت مبارک سمجھتے تھے اور بہار کی تمام شادابیاں اور تمام تجارتی سرگرمیاں اسی سے منسوب کرتے تھے۔

ایک جاہلی شاعر اپنے ممدوح کی تعریف میں کہتا ہے:۔

شامس في القرحتى اذاما

ذكت الشعرى فبرد وظل

(وہ سردیوں کی ٹھنڈ میں لوگوں کو گرمی پہنچانے والا ہے اور جب شعریٰ طلوع ہوتا ہے (یعنی موسم بہار میں) تو وہ لوگوں کے لیے ٹھنڈک اور سایہ بن جاتا ہے)[۸:۸۰]

**التحریم ۴:** لفظ 'صغو' عربی میں کسی شے سے انحراف کے معنی میں نہیں بلکہ کسی شے کی طرف جھکنے اور مائل ہونے کے معنی میں آتا ہے ...

ابنِ بری نے 'اصغاء سمع' (کسی کی طرف کان لگانا) کے ثبوت میں کسی شاعر کا مندرجہ ذیل شعر پیش کیا ہے:۔

ترى السفيه به عن كل مكرمة

زيغ فيه للسّسنيه اصغاء

(بے وقوف عزت و شرف کی باتوں سے منہ موڑتا ہے اور سفاہت کی باتوں کی طرف کان لگاتا ہے)۔

شاعر اور اونٹنی کی تعریف میں کہتا ہے:۔

تصغى اذا شدّها بالكور جانحة

حتىٰ اذاما استوى في غرزها تثب

(جب وہ اس پر کجاوہ کستا ہے وہ گردن موڑ کر کان لگاتی ہے اور جب وہ رکاب میں پاؤں رکھ دیتا ہے وہ جھپٹ پڑتی ہے۔)

اعشیٰ اپنی کتیا کی آنکھ کا ذکر کرتا ہے:۔

ترى عينها صغواء في جنب مؤقها

تراقب كفي والقطيع المحلما

(اس کی آنکھ گوشۂ چشم کی طرف جھکی ہوئی ہوتی ہے اور وہ میرے ہاتھ اور سخت کوڑے کو دیکھتی ہوتی ہے)۔

تمر بن تولب نے 'اصغاء اناء' کا محاورہ ایک خاص معنی میں استعمال کیا ہے لیکن لفظ کے اصل مفہوم کی روح اس کے اندر بھی موجود ہے:۔

و ان ابن اخت القوم مصغی اناؤہ

اذالم یذاحم خالہ باب جلد

(اور قوم کے بھانجے کی حق تلفی کی جاتی ہے اگر وہ اپنے ماموؤں کی مزاحمت ایک بہادر باپ سے نہ کرے۔)[۸:۴۶۴]

**المدثر ۴:** لفظ ثِیابٌ جمع ہے 'ثَوبٌ' کی جس کے معنی کپڑے کے ہیں لیکن اس کے معنی دامن کے بھی ہوسکتے ہیں۔ بلکہ کلامِ عرب کے شواہد سے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ اس مفہوم میں بھی آتا ہے جس کو ہم اپنی زبان میں 'دامنِ دل' سے تعبیر کرتے ہیں امراء القیس کا مشہور شعر ہے:۔

وان تک قدساء تک منی خلیقه

فسلی ثیابی من ثیابک تنسل

(اگر میری کوئی حرکت تجھے بری ہی لگی ہے تو میرے دامنِ دل کو اپنے دامنِ دل سے جدا کردے تو جدا ہوجائے گی)۔

اس شعر میں شارحین نے 'ثیاب' کو دل ہی کے معنی میں لیا ہے اور یہ معنی اس صورت میں لیے جاسکتے ہیں جب اس کو بطریق استعارہ 'دامنِ دل' کے مفہوم میں سمجھا جائے۔ امراء القیس ہی کا مصرع ہے:۔

ثیاب بنی عوف طهاری نقیّة

(بنی عوف کے دامن بالکل پاک صاف ہیں)[۹:۴۴]

**القیٰمۃ ۲۶:** بَلَغَتِ التَّرَاقِی، میں ضمیر نفس کے لیے ہے جو یہاں محذوف ہے۔ کلامِ عرب میں اس کی مثالیں موجود ہیں۔ حاتم طائی کہتا ہے:۔

اماوی ما یغنی الشراء عن الفتی

اذا حشرجت یوماً وضاق بها الصدر

(اے ماویہ! مال آدمی کے کیا کام آئے گا جب جان سینے میں پھنسے گی)

اس میں 'حشرجت' کا فاعل نفس ہے لیکن اسی قاعدے کے مطابق جو مذکور ہوا اس کو حذف کردیا۔[۹:۹۱]

**ایضاً:** نکرہ سے پہلے 'مَنْ' یا تو شدتِ طلب کے لیے آتا ہے یا غلبۂ یاس کی تعبیر کے لیے۔ طرفہ کا شعر ہے:۔

اذا القوم قالوا من فتی خلت اننی

عنیت فلم اکسل ولم ابتلد

(جب قوم پکارتی ہے کہ ہے کوئی جوان! تو میں سمجھ جاتا ہوں کہ ان کا اشارہ میری ہی طرف ہے، پھر میں کسی سستی اور بودے پن کا اظہار نہیں کرتا)۔

**ایضاً:** مشہور شاعر خنساء نے اس مضمون کو یوں ادا کیا ہے:۔

لکن سهام المنایا من یصبن له

لم یشفهٔ طب ذی طب فالاراق

(جس کو موت کے تیر ترازو ہوگئے اس کو نہ کسی طبیب کی حذاقت شفا دے سکتی نہ کسی جھاڑ پھونک والے کی جھاڑ پھونک)[۹:۹۱]

**القیٰمۃ ۳۴-۳۵:** 'اَولیٰ' لفظ 'ویلٌ' ہے جو زجر، اظہارِ حسرت و ملامت اور اظہارِ نفرت و غضب کے لیے آتا ہے۔ اس معنی میں یہ کلامِ عرب میں بکثرت آیا ہے۔ خنساء کا مشہور شعر ہے:۔

هممت بنفسی کل الهموم

فَاَولی لنفسی اَولی لها

(میں نے اپنے نفس کے بارے میں طرح طرح کے ارادے کر ڈالے۔ پس افسوس ہے میرے نفس پر، افسوس ہے!)[۹:۹۵]

**الدھر ۱:** معلقات کے ایک قصیدے کا مطلع ہے:۔

هل غادر الشعراء من متردم

اَم هل عرفت الدار بعد توهم

(کیا شاعروں نے شاعری میں کوئی خلا چھوڑ دیا تھا یا تجسس کے بعد تم نے منزلِ جاناں کا سراغ پالیا ہے!!)

یہ ایک بہترین مطلع ہے اور اس کا سارا حسن اس کے خاص قسم کے استفہامیہ اسلوب میں مضمر ہے۔ اگر اس 'ھل' کو 'قد' سے بدل دیجیے تو یہ حسن بالکل غائب ہوجائے گا۔[۹:۱۰۵]

**المرسلٰت ۱:** لفظ 'عُرف' گھوڑے کی ایال کے بالوں کے لیے آتا

ہے۔ جو پیشانی پر لٹکے ہوئے ہوتے ہیں۔ اِسی معنی کے لیے یہ ایک معروف لفظ ہے۔ امراء القیس کا مشہور شعر ہے:۔

نمش باعراف الجیاد اکفنا

اذا نحف قمنا عن شواء مضھب

(جب ہم شکار کا کچا پکا گوشت کھا کر اٹھتے تو گھوڑوں کی ایال میں اپنے ہاتھ پونچھ لیتے)[۹:۱۳۱]

الاعلیٰ ۵: غُثَــآءً اَحْــوٰی بطور استعارہ کڑیل، صحت مند گل تر کی صورت کھلے ہوئے جوان کے لیے بھی استعمال ہوا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جن کی صحت بہت اچھی اور اُن کے بدن میں خون وافر ہو ان کے ہونٹوں پر سیاہی مائل سرخی نمایاں ہو جاتی ہے۔ چنانچہ مشہور جاہلی شاعر تابط شرا اپنے ممدوح کی تعریف میں کہتا ہے۔

مسبل فی الحی احوی رفل

و اذا یغزوا فلیث ابل

(یوں قبیلہ کے اندر تو وہ ایک خوش پوش، سرخ وسپید بانکا چھبیلا بنا رہتا ہے لیکن جب میدانِ جنگ میں اترتا ہے تو شیر نیستان بن جاتا ہے)۔

قطامی کا ایک شعر جو اس نے ایک وادی کی تعریف میں کہا ہے:۔

حلوا باخضر قد مالت سرارتہ

من ذی غثاء علی الاعراض انضاد

(وہ ایک سرسبز و شاداب وادی میں اترے جس کے بیچ گھنے اور شاداب سبزے اس کے کنارے پر باہم دگر گتھم گتھا اور ایک دوسرے پر تہ بہ تہ گرے ہوئے تھے)۔[۹:۳۱۵]

الشّمس ۱۱: شعراء نے بھی ان (ثمود) کا ذکر ایک جانی پہچانی ہوئی قوم کی حیثیت سے کیا ہے۔ ان کی شوکت وعظمت ضرب المثل تھی۔ خنساء نے کہا ہے کہ

ولاقاہ من الایام یوم

کمامن قبل لم یخلد قدار

(ور اُس کو گردشِ روزگار نے فنا کر دیا جس طرح اس سے پہلے قِدار کو دوام حاصل نہیں ہوا)۔

شعر میں قِدار سے مراد احمر ثمود ہے جو قوم کا سردار تھا اور اس نے اونٹنی کو گزند پہنچایا جس طرح عاد میں قیل بن عمر گزرا ہے اِسی طرح قومِ ثمود میں یہ نہایت سرکش اور مطلق العنان سردار تھا۔ مشہور جاہلی شاعر افوہ اودی نے ایک قصیدے میں اپنی قوم کے پاجیوں کو قیل اور قِدار سے تشبیہ دی ہے:۔

فینا معاشر لم یبنوا القومھم

و ان بنی قومھم مانسد و اعادوا

(ہم میں کچھ ایسے اشرار ہیں جنہوں نے اپنی قوم کے لیے بنایا تو کچھ بھی نہیں اور اگر ان کی قوم نے ان کے بگاڑے ہوئے کو بنایا تو انہوں نے اس کو پھر بگاڑ دیا۔

لایر شدون و لن یرعوالمرشدھم

والجھل منھم مفاد التی میعاد

(نہ خود راہ دیکھتے اور نہ راہ دکھانے والوں کی سنتے، جہالت اور سرکشی دونوں ان میں ساتھ ساتھ موجود ہیں۔)

اضحوا کقیل بن عمرو فی عشیرتہٗ

اذا ھھلت بالذی سدّی لھا عاد

(وہ اپنی قوم میں قیل بن عمرو کی مثال ہیں جس کی کرتوتوں کی بدولت عاد تباہ ہوئے)

اوبعدہ کقدار حین تابعہٗ

علی الغوایۃ اقوام فقد بادوا

(یا اس کے بعد وہ قدار کی مثال ہیں جس کی پیروی لوگوں نے گمراہی میں کی اور تباہ ہوئے)۔[۹:۳۹۱]

التین ۱: مشہور شاعر نابغہ ذبیانی نے اپنے شعروں میں 'تین' کا ذکر ایک مقام کی حیثیت سے کیا ہے:۔

صھب الظلال اتین التین عن عرض

یرجین غیما قلیلاً مادہ شیما

[۴۳۶:۹]

**العدیٰت ۱ تا ۵:** گھوڑوں کے خصوصیت سے ذکر کرنے کی وجہ یہ ہے کہ جنگ اور دفاع کے لیے خاص طور پر اُس دور میں، بڑی اہمیت رکھتے تھے جب ہر خاندان اور قبیلہ کی حفاظت کی ذمہ داری خود خاندان و قبیلہ پر عائد ہوتی تھی ...ان کے ذوق کا اندازہ کرنے کے لیے کسی حماسی کا ایک شعر نقل کرتا ہوں:۔

وفی فرس نهد عتیق جعلته

حجا بالبیتی ثم اخذمته عبدا

(اور میں اپنا مال ایک جوان اور اصیل گھوڑے کے لیے خرچ کرتا ہوں جس کو میں نے اپنے گھر کا پاسبان بنایا ہے اور پھر میں نے اس کی خدمت کے لیے ایک غلام رکھ چھوڑا ہے)۔[۵۰۲:۹]

**التکاثر ۲:** 'زُرۡتُمُ الۡمَقَابِرَ' کے معنی بس یہ ہوں گے کہ تم نے قبروں کو دیکھا یعنی ان کے حوالے ہوئے۔ کسی حماسی کا شعر ہے:۔

اذا زدت ارضاً بعد طول اجتنا بها

فقدت صدیقی والبلاد کماهیا

(جب میں کسی سرزمین کو، عرصہ تک اس سے جدا رہنے کے بعد، دیکھتا ہوں تو نظر آتا ہے کہ احباب تو میں نے سارے کھو دیے لیکن زمین اسی طرح سے ہے جس طرح تھی)۔[۵۲۳:۹]

**والعصر ۱:** لفظ عَصۡر میں اس کے گزرنے اور اس کی تیز روی کی طرف اشارہ ہے چنانچہ اس کا غالب استعمال گزرے ہوئے زمانہ ہی پر ہوتا ہے۔

امراء القیس کا مصرع ہے

وهل ینعمن من کان فی العصر الخالی

(اور اب ان کے لیے کیا مبارکی ہے جو گزرے ہوئے زمانوں میں ہوئے)۔

عبید بن الابرص نے کہا ہے:

فذاک عصرو قدارانی

یحملنی بازل شبوب

(وہ بھی زمانہ تھا جب میں اپنے کو دیکھتا کہ ایک جوان اور خوبصورت اونٹنی پر سوار ہوں۔)[۵۳۲:۹]

**والعصر ۳:** عربوں کے نزدیک صبر کوئی عجز و تذلل کے قسم کی کوئی چیز نہیں ہے جو بے بسوں اور درماندوں کا شیوہ ہے بلکہ ان کے نزدیک یہی تمام قوت و استقامت کی بنیاد ہے۔ کلامِ عرب میں یہ لفظ بہت استعمال ہوا ہے اور اس کے تمام استعمالات سے اسی حقیقت کی تائید ہوتی ہے۔ حاتم طائی کہتا ہے:۔

وغمرة موت لیس فیها هوادة

یکون صدور المشرفی جسورها

(موت و ہلاکت کے کتنے ہولناک دریا جن پر تلواروں کے پل تھے)

صبرناله فی نهکها و مصابها

باسیافنا حتیٰ یبوخ سعیرها

(ہم نے ان کی تمام آفات کے مقابلہ میں اپنی تلواروں کے ساتھ ثابت قدمی دکھائی یہاں تک کہ وہ ٹھنڈے پڑ گئے)[۵۳۷:۹]

**الفیل ۲:** 'حاصب' کا ذکر واقعہ کے بعض عینی شاہدوں نے کیا ہے اور ابن ہشام وغیرہ نے اپنی کتابوں میں ان شہادتوں کو نقل کیا ہے۔ مشہور شاعر ابوقیس اس واقعہ کے سلسلہ میں قدرتِ الٰہی کی بعض شانوں کا ذکر کرتے ہوئے 'حاصب' کا ذکر یوں کرتا ہے۔

فارسل من ربهم حاصب

یلعنهم مثل لف القزم

(پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان پر حاصب (سنگریزے برسانے والی آندھی) چلی جو خس و خاشاک کی طرح ان کو لپیٹ لیتی)۔

اسی طرح صیفی بن عامر نے بھی 'ساف' اور 'حاصب' کا ذکر کیا ہے:۔

فلما اجازوا بطن نعمان ردهم

جنود الاله بین ساف و حاصب

(جونہی وہ بطن نعمان سے آگے بڑھے، خدا کی فوجوں نے ساف اور حاصب کے درمیان نمودار ہو کر ان کو پسپا کر دیا)[۵۶۰:۹]

**الفیل ۴:** عبدالمطلب کے یہ اشعار پڑھیے ان میں کتنی حرارت اور اللہ تعالیٰ کی غیرت کو جوش میں لانے والی کتنی مؤثر اپیل ہے:

اللهم ان المرء يمنع رحله

فامنع رحالک

(اے خدا، آدمی اپنے اہل وعیال کی حفاظت کرتا ہے تو بھی اپنے لوگوں کی حفاظت کر۔)

لایغلِبَنّ صلیبهم

و محالهم ابدا محالک

(ان کی صلیب اور ان کی قوت تیری قوت پر ہرگز غالب نہ ہونے پائے)۔

ان کنت تارکهم و قبلتنا

فامر ما بدالک

(اگر تو ہمارے قبلہ کو ان کے رحم وکرم پر چھوڑنا چاہتا ہے تو کر جو تری مرضی)[۹:۵۶۳]

**اللّهب ا:** دونوں ہاتھوں کی ناکامی اور بے بسی کامل بے بسی کی تعبیر ہے۔ اسی طرح 'کسریدٗ (ہاتھ توڑ دینا) کسی کا زور توڑ دینے کی تعبیر ہے۔فندالزمانی کا شعر ہے:۔

وترکنا دیار تغلب قفرا

و کسرنا من الفواة الجناها

(ہم نے تغلب کے علاقہ کو چٹیل بنا کے چھوڑ دیا اور ان کے سرکشوں کے بازو توڑ دیے)[۹:۶۳۲]

# اَسْمَآءُ الْحُسْنٰی

# اَسۡمَآءُ الۡحُسۡنٰی

"تمام دین و شریعت کی بنیاد درحقیقت اللہ تعالیٰ کی صفات اور ان کے مقتضیات ہی پر ہے۔ قرآن میں 'اَلۡحَمۡدُ' سے لے کر، 'وَالنَّاس' تک جو کچھ بیان ہوا ہے وہ تمام تر صفاتِ الٰہی کے مظاہر و انوار اور ان کے تقاضوں ہی کا بیان ہے۔ انہی سے دین کا فلسفہ وجود میں آیا ہے اور انہی سے دین کے مظاہر و اشکال بھی ظہور پذیر ہوئے ہیں اس وجہ سے اِن کا سمجھنا ضروری ہے لیکن اِن کو سمجھنے کے لیے پورے قرآن کو سمجھنا ضروری ہے۔[۸:۳۱۱]

اِس امر پر سب کا اتفاق ہے کہ یہاں اسماء سے مراد صفات الٰہی ہیں اس لیے کہ خدا کے تمام نام اس کی صفات ہی کی تعبیر ہیں۔[۵:۱۸]

تمام علم کا سرچشمہ درحقیقت اسمائے الٰہی ہیں۔ انہی سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ ہمارے رب کی صفات کیا ہیں اور پھر انہی سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان صفات کی روشنی میں ہمارے عقائد کیا ہونے چاہئیں اور وہ عقائد ہمارے اوپر ہمارے رب اور اس کے بندوں سے متعلق کیا حقوق و فرائض عائد کرتے ہیں۔[۹:۳۲۰]

## اَلْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ

احاطۂ علم کا بیان۔ جب کچھ نہیں تھا وہ تھا اور جب کچھ نہیں ہوگا تب بھی وہ ہوگا۔ اس نے ہر چیز کا آغاز کیا ہے اور بالآخر ہر چیز کی وراثت اسی کو لوٹنے والی ہے۔[۸:۱۹۸]

## اَلْبَرُّ الرَّحِیْمُ

'بَرّ' جب اللہ تعالیٰ کی صفت کے طور پر آتا ہے تو اس کا مفہوم یہ ہوتا ہے کہ اس نے اپنے بندوں سے جو وعدے کیے ہیں وہ سب کو پورا کرنے والا ہے، صدق اور وفا اس لفظ کی اصل روح ہے۔ اس کے ساتھ 'رحیم' کا اضافہ اس حقیقت کو ظاہر کر رہا ہے کہ وہ صرف وعدے ہی پورے کرنے والا نہیں، بلکہ بندوں کی کوتاہیوں سے درگزر کر کے ان کو اپنے مزید افضال سے نوازنے والا بھی ہے۔[۸:۲۹]

## تَوَّابٌ حَکِیْمٌ

یہ اللہ کے فضل و رحمت اور اس کے تواب و حکیم ہونے کی برکت ہے کہ وہ تم کو یہ روشن ہدایات اور واضح و پُر حکمت احکام دے رہا ہے کہ تمہارے لیے توبہ و اصلاح کی راہ کھولے ورنہ تم جس روش پر چل پڑے تھے یہ تو خدا کے غضب کو دعوت دینے والی تھی۔[۵:۳۷۷]

## اَلتَّوَّابُ الرَّحِیْمُ

ایسے لوگوں کی توبہ میں قبول کرتا اور ان پر رحم کرتا ہوں التوبۃ ۱۱۸: توبہ کی ابتدا اصلاً اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہے۔ وہی پہلے بندے کے دل میں رجوع الی اللہ کا جذبہ پیدا کرتا ہے۔ پھر جب بندہ توبہ کرتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ دوبارہ اس پر رحمت کی نظر فرماتا اور اس کی توبہ قبول کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کی فطرت ایسی بنائی ہے کہ اگر اس کے اندر ایمان ہو تو ہر گناہ پر اس کا دل کڑھتا اور آزردہ ہوتا ہے اور ایک احساسِ ندامت کے ساتھ اس کے اندر اپنے رب کی طرف رجوع ہونے کا جذبہ ابھرتا ہے۔ اگر آدمی اپنے اس جذبے کے مطابق عمل کرنے کے لیے آمادہ ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے دل اور زبان پر وہ الفاظ اور کلمات بھی جاری فرما دیتا ہے جو اس کو پسند ہیں اور جن کو وہ شرفِ قبولیت بخشتا ہے۔[۳:۶۶۰]

الحجرات ۱۲: یہ تنبیہ بھی ہے اور توبہ و اصلاح احوال کی ترغیب بھی۔ اگر تم نے توبہ کر لی تو اللہ بڑا ہی توبہ قبول فرمانے والا اور اپنے بندوں پر رحم کرنے والا ہے۔[۷:۵۱۱]

## حَکِیْمٌ حَمِیْدٌ

حکیم یعنی جس کی ہر بات اور ہر کام میں حکمت ہے چنانچہ اس نے یہ حکیمانہ کلام نہایت اہتمام کے ساتھ اتارا ہے۔ 'حمید' یعنی جو سزاوارِ حمد، ستودہ صفات اور تمام سزاوارِ حمد کاموں کا منبع و سرچشمہ ہے چنانچہ اس نے اپنی اس عظیم نعمت سے اپنی خلق کو محض اپنے جود و کرم سے نوازا۔ حٰم السجدۃ ۴۲ میں ان دو صفات کا حوالہ اپنے اندر ترغیب کا پہلو رکھتا ہے۔[۷:۱۱۳]

## حَکِیْمُ الْخَبِیْرُ

خدا کا حکیم و خبیر ہونا کئی باتوں کو مستلزم ہے مثلاً یہ کہ وہ ایک روز جزا و سزا کو لائے اس لیے کہ اس کے بغیر یہ دنیا بالکل بے مقصد ہو کے رہ جاتی ہے۔ اس کے ہاں کسی ایسی شفاعت کی گنجائش نہ ہو جو حق کو باطل اور باطل کو حق بنا سکے اس لیے کہ یہ اس کی حکمت کے بھی منافی ہے اور اس کے خبیر ہونے کے بھی۔[۳:۳۰]

مکّہ کے ابتدائی دور میں جو سورتیں نازل ہوئیں وہ اختصار، جامعیت اور اعجازِ بیان کا کامل نمونہ ہیں۔ دین کی بنیادی باتیں مختصر گٹھے ہوئے جملوں میں دریا بکوزہ کی مثال ہیں۔ بعد میں آہستہ آہستہ ان پر تفصیل کا رنگ آیا یہاں تک کہ مدنی دور میں آکر دین کی وہی بنیادی باتیں ایک جامع اور ہمہ گیر نظامِ زندگی کی شکل میں نمایاں ہوگئیں۔ اس چیز کا حوالہ دینے سے مقصود اس اہتمامِ خاص کی طرف لوگوں کو متوجہ کرنا ہے جو ان کی تعلیم و تربیت کے لیے اللہ تعالیٰ نے اس کتاب میں ملحوظ رکھا ہے۔ آخر میں 'حکیم و خبیر' کی صفات کا حوالہ ہے اس لیے کہ خدائے حکیم ہی جان سکتا تھا کہ وہ حکمت کے خزانوں کو کس طرح مختصر لفظوں میں بند کرے اور پھر خدائے خبیر ہی کی یہ شان تھی کہ وہ کھول کر دکھائے کہ ایک کوزے میں کتنے دریا اور کتنے سمندر بند ہیں۔[۴:۱۰۷].

وہ حکیم و خبیر ہے اس وجہ سے لازم ہے کہ وہ ایک ایسا دن لائے

جس میں اپنے شکر گزار بندوں کو ان کی شکر گزاری کا صلہ دے اور ناشکرے اپنی ناسپاسی کی سزا بھگتیں۔ اگر ایسا نہ ہو تو یہ دنیا ایک بازیچۂ اطفال بلکہ ایک نہایت ظالمانہ کھیل بن کے رہ جاتی ہے اس کے اس محیطِ کلُ علم کا لازمی تقاضا یہ ہے کہ وہ کسی کے معاملہ کا فیصلہ کرتے وقت نہ کسی دوسرے کے علم و خبر کا محتاج ہو اور نہ کوئی اس کو اپنی جھوٹی سفارش سے فریب دے سکے۔[۶:۲۹۰]

## حَکِیْمٌ عَلِیْمٌ

حکیم و علیم کی صفات کا حوالہ اسی سنت اللہ کی طرف اشارہ کر رہا ہے جو اللہ نے اپنے اس ’چاہنے‘ کے لیے مقرر فرمائی ہے یعنی اس کا یہ ’چاہنا‘ اس کے علم و حکمت پر مبنی ہوتا ہے۔ وہ اپنے قرب کے مدارج آنکھ بند کر کے نہیں بانٹتا بلکہ ان کو بخشتا ہے جو اس کے سزاوار ہوتے ہیں اور جو اس کے حقوق ادا کرتے ہیں۔[۳:۱۰۰]

’ماشاء اللہ‘ اور ’ماشاءَ رَبُّکَ‘ کی قید یہاں اس خلود کے منتہی ہونے کو ظاہر نہیں کرتی بلکہ اس حقیقت کو ظاہر کرتی ہے کہ ان مجرمین کے لیے اس عذاب نار میں گرفتار ہونے کے بعد امید کے سارے دروازے بند ہو جائیں گے۔ کسی کی سعی، کسی کی سفارش، کسی کا زور، کسی کی فریاد کچھ کارگر نہ ہوگی، اختیار اور ارادے کی ساری حدیں ختم ہو جائیں گی۔ توبہ اور اصلاح اور حسرت و ندامت کی مہلتیں گزر جائیں گی۔ واحد چیز جو کارفرما ہوگی وہ خدا کی مشیت ہے اور اپنی مشیت کے بھیدوں کو وہی جانتا ہے وہ فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْد، اور حکیم و علیم ہے۔[۳:۱۶۴]

اس کے علم و حکمت کے یہ بات منافی ہے کہ وہ ان لوگوں کو سزا نہ دے جو اس جسارت کے ساتھ اس کے نام پر شریعت سازی کے کارخانے کھول لیں۔ اس میں ایک لطیف اشارہ اس بات کی طرف بھی ہے کہ ان لوگوں سے نمٹنے میں جو دیر ہو رہی ہے یہ اس کے علم و حکمت پر مبنی ہے۔ خدا کے ہاں دیر ہے لیکن اندھیر نہیں۔[۳:۱۷۳]

اس کے حکیم ہونے کا تقاضا ہے کہ وہ ایک روز جزا و سزا لائے اور اس کے علیم ہونے کے معنی یہ ہیں کہ نہ کوئی اس سے اوجھل ہو سکتا اور نہ وہ کسی کے کسی عمل سے بے خبر ہے۔[۴:۳۵۴]

نہ اس کا کوئی کام حکمت سے خالی ہوتا اور نہ وہ اپنی معلومات کے لیے کسی کی مدد کا محتاج ہے اس وجہ سے شفاعتِ باطل کا عقیدہ جس کی آڑ میں مشرکین آخرت سے نچنت بیٹھے ہیں، بالکل بے سود ہے۔ یہ عقیدہ اس کی حکمت اور اس کے علم کی نفی ہے۔[۷:۲۵۶]

فرشتوں نے جواب دیا کہ آپ مطمئن رہیں۔ آپ کے رب نے ایسا ہی حکم دیا ہے اور جب اس نے حکم دیا ہے تو یہ بات پوری ہو کے رہے گی۔ نہ آپ کا بڑھیا بانجھ ہونا اس میں مانع ہوگا اور نہ آپ کے شوہر کا بڑھاپا۔ اللہ تعالیٰ حکیم و علیم ہے۔ اس کی حکمت اور اس کا علم ہر چیز پر حاوی ہے اسباب اس کے پیدا کیے ہوئے اور اسی کے حکم کے تابع ہیں۔ وہ جب چاہے گا ان کو آپ کے لیے سازگار کر دے گا۔[۷:۶۰۹]

## حَلِیْمًا غَفُوْرًا

تمہاری یہ حرکت تو ایسی ہے کہ تم پر آسمان ٹوٹ پڑتا لیکن اللہ بڑا ہی حلیم اور غفور ہے، تمہاری ان حرکتوں کے باوجود تمہیں مہلت دیے جا رہا ہے۔[۴:۵۰۸]

لوگوں کی سرکشی اور استکبار کے باوجود خدا لوگوں کو جو ڈھیل دیتا ہے تو اس وجہ سے دیتا ہے کہ وہ حلیم و غفور ہے۔ وہ قہر کرنے میں جلدی نہیں کرتا بلکہ لوگوں کے جرائم کے باوجود ان سے درگزر کرتا اور ان کو مہلت دیتا ہے تاکہ جو شخص بھی اپنی اصلاح کرنی چاہے وہ کر لے۔[۶:۳۹۲]

## اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ

حَیّ کے معنی زندہ کے ہیں اور قَیُّوم کے معنی ہیں وہ ذات جو خود اپنے بل پر قائم اور سب کو قائم رکھنے والی اور سب کو سنبھالنے والی ہو۔ ظاہر ہے جو خود زندہ نہ ہو وہ تمام دنیا جہان کے لیے زندگی بخش کس طرح ہو سکتا ہے اور جو خود اپنی ذات سے قائم نہ ہو وہ آسمان و زمین کو قائم رکھنے والا کس طرح ہو سکتا ہے اور جو ذات ان صفات سے عاری ہو اس کو خدا ماننے کے کیا معنی؟ اور جب خدا ان صفات سے متصف ہے اور لازماً اس کو ان صفات سے متصف ہونا چاہیے بھی تو پھر کسی کو اس کا شریک و سہیم ماننا ایک بالکل بے جوڑ سی بات ہے۔

اس طرح قرآن نے ان تمام معبودوں کی نفی کر دی جو نہ زندہ ہیں، نہ زندگی کا سرچشمہ اور نہ خود قائم ہیں اور نہ دوسروں کے قائم رکھنے والے بلکہ خود اپنی زندگی اور اپنے قیام و بقا کے لیے ایک حیّ و قیوم کے محتاج ہیں۔[۵۸۸:۱]

جب اللہ تعالیٰ، جس کے سوا کوئی معبود نہیں، ایک زندہ خدا ہے تو ناگزیر ہے کہ وہ سب کچھ سنتا دیکھتا ہے، ہماری دعائیں، فریادیں اس تک پہنچتی ہیں، ہمارے اعمال و افعال اس کی نظر میں ہیں۔ اس سے یہ بات لازم آتی ہے کہ وہ ہماری دعائیں اپنی حکمت کے مطابق قبول فرماتا ہے اور ہمارے اعمال پر وہ ایک دن جزا اور سزا بھی دے گا۔ پھر ایک قدم اور آگے بڑھ کر اس سے یہ بات بھی لازم آتی ہے کہ بندے اپنی زندگی میں وہ رویہ اختیار کریں جو اسے پسند ہو۔ یہ چیز اس بات کی مقتضی ہے کہ بندوں میں اس بات کی جستجو ہو کہ کون سے اعمال خدا کو پسند ہیں، کون سے ناپسند، تاکہ وہ اس کی اطاعت و ہدایت کی راہ اختیار کر کے سعادت کا مقام حاصل کر سکیں اور حقیقی زندگی کے چشمۂ حیواں سے فیضیاب ہو سکیں۔

اللہ تعالیٰ کے قیوم ہونے کا لازمی تقاضا ہے کہ وہ ہمیں ہدایت بخشے ... یہ چیز ہماری خلقت کی اصل غایت ہے۔ چنانچہ یہی چیز قیام عدل و قسط کی اصل اور اللہ کی طرف سے شرائع و احکام کے نزول کی بنیاد بنی اس لیے کہ اس کے بغیر فطرتِ انسانی ارتقا کے اس درجے کو حاصل نہیں کر سکتی تھی جو اس کے وجود کے اندر مضمر ہے۔

یہ قیومیت اس بات کی بھی مقتضی ہوئی کہ خدائے قیوم و کارساز اس امر کی بھی نگرانی رکھے کہ جب بندے اپنی خود مختاری اور سرکشی سے کام لے کر اس کے نظامِ عدل کو بالکل مٹا دینے کی کوشش کریں تو وہ اپنے ایسے بندوں کو بھی اٹھاتا رہے جو اس کو از سرِ نو بحال کرنے کے لیے اپنی مساعی صرف کریں۔ چنانچہ دنیا کی تاریخ شاہد ہے کہ خاتم الانبیاء محمد رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے پہلے تک اللہ تعالیٰ نے دنیا کو عدل و حق اور اپنی سیدھی راہ پر استوار رکھنے کے لیے اپنے بے شمار نبی اور رسول بھیجے اور خاتم الانبیاء پر دین کی تکمیل کر دینے اور کتابِ الٰہی کو ہر قسم کی دست اندازیوں سے محفوظ کر دینے کے بعد اس مقصد کے لیے یہ اہتمام فرمایا کہ ہر دَور میں اس امت کے اندر ایک ایسا گروہ خواہ وہ کتنا ہی قلیل التعداد ہو، پیدا ہوتا رہے گا جو خود حق و عدل پر قائم اور دوسروں کو اس حق و عدل کے قائم کرنے کی دعوت دیتا رہے گا۔[۱۶:۲]

## اَلْخَالِقُ الْبَارِیُٔ الْمُصَوِّرُ

یہ اللہ ہی ہے جو ہر چیز کے وجود کے تمام مراحل کو طے کراتا ہے۔ وہی ہر چیز کا خاکہ تیار کرتا ہے، وہی پھر اس کو وجود بخشتا ہے، پھر وہی اس کی صورت گری کرتا اور نوک پلک سنوارتا ہے۔ ان میں سے کسی مرحلہ میں نہ وہ کسی سے طالبِ مدد ہوتا نہ کوئی اس کا ہاتھ بٹاتا یا بٹا سکتا ہے تو آخر کوئی دوسرا اس کا کسی چیز میں بھی شریک کس طرح بن جائے گا! ہر وجود کے اندر یہی تین اولین مرحلے پیش آتے ہیں۔ پہلا مرحلہ اس کے ڈیزائن کا ہوتا ہے جس کے لیے عربی میں لفظ 'خلق' ہے۔ دوسرا مرحلہ اس کو وجود میں لانے کا ہے، اس کے لیے لفظ 'برء' ہے تیسرا مرحلہ اس کی نوک پلک سنوارنے کا ہے، اس کے لیے لفظ 'تصویر' ہے۔ اگر ہر شے کے یہ تینوں مرحلے اللہ طے کراتا ہے تو وہی ہر ایک کی تسبیح اور بندگی کا حق دار ہے۔[۳۱۴:۸]

## خَبِیْرًاۢ بَصِیْرًا

پیغمبر ﷺ کو تسلی دی ہے کہ وہ تمہاری قوم کے سرکشوں کے جرائم سے بھی اچھی طرح باخبر ہے اور سارے حالات کو دیکھ رہا ہے۔ جب وقت آ جائے گا تو وہ ان کا فیصلہ کرنے میں بھی دیر نہیں لگائے گا۔[۴۸۹:۴]

وہ اپنے بندوں کے حال سے اچھی طرح باخبر اور ان کا نگران و نگہبان ہے۔ وہی اپنی مشیت کے تحت جس کے لیے رزق کو چاہتا ہے کشادہ کرتا ہے اور جس کے رزق کو چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے۔[۴۹۹:۴]

اللہ اپنے بندوں کے ظاہر و باطن سے خوب واقف ہے۔ اب وہی فیصلہ فرمائے گا کہ تم پر میری رسالت کی صداقت واضح نہیں ہوئی تھی یا تم سب کچھ دیکھ، سن اور سمجھ کر اندھے، بہرے اور گونگے بنے رہے[۵۴۲:۴]

دنیا کی دولت و ثروت کسی کے برحق ہونے کی دلیل نہیں ہے۔ یہ چیز محض امتحان کے لیے ہے اور اللہ اپنی حکمت و مصلحت کے مطابق کافر و مومن دونوں کو یہ دیتا اور دونوں کا امتحان کرتا ہے۔ یہ چیز تمام تر اللہ ہی

کے اختیار میں ہے۔ وہ بندوں کے حالات و مصالح سے اچھی طرح باخبر ہے اس وجہ سے اپنی حکمت و مصلحت کے تحت جس کے لیے چاہتا ہے اس کو تنگ کرتا ہے اور جس کے لیے چاہتا ہے کشادہ کرتا ہے اور اس طرح ان کے صبر یا شکر کا امتحان کرتا ہے۔ [۱۶۹:۷]

## خَلّٰقُ الْعَلِیْمُ

خداوند خلّاق بھی ہے اور علیم بھی۔ جس نے یہ ساری دنیا پیدا کی ہے اور برابر پیدا کر رہا ہے اس کے لیے لوگوں کو ان کے مرنے کے بعد ازسرِنو پیدا کرنا کچھ مشکل نہیں۔ اور وہ علیم بھی ہے، ہر ایک کے ایک ایک قول و فعل سے اچھی طرح باخبر، تو اس کے لیے لوگوں کے اقوال و اعمال کا مواخذہ و محاسبہ بھی کچھ دشوار نہیں۔ یہ امر بھی یہاں ملحوظ رہے کہ جو خالق ہے لازم ہے کہ وہ اپنی خلق سے پوری طرح باخبر بھی ہو۔ [۳۷۶:۴]

خدا بڑا پیدا کرنے والا ہے، کوئی اس غلط فہمی میں نہ رہے کہ اس دنیا کو پیدا کر کے وہ تھک گیا یا اس کی قوتِ تخلیق ختم ہوگئی بلکہ وہ اس طرح تازہ دم ہے جس طرح پہلے تھا اور وہ اپنی ہر مخلوق کے اجزائے ترکیبی سے اچھی طرح باخبر ہے، وہ جب چاہے گا ازسرِنو اس کے پور پور اور جوڑ جوڑ کر ٹھیک کرے گا [۴۴۵:۶]

## رَبِّ رَّحِیْمٍ

یہ اُس سب سے بڑی سرفرازی کا ذکر ہے جو اہلِ جنت کو جنت میں حاصل ہوگی کہ ربِّ رحیم کی طرف سے ان کو سلام کہلایا جائے گا۔ [۴۴۴:۶]

## رَبِّ الْعَظِیْمِ

اللہ تعالیٰ بڑی قدرت و عظمت والا ہے۔ جب وقت آجائے گا تو وہ ان سرکشوں کو دکھا دے گا کہ اس کی ہر بات کس طرح پوری ہوتی ہے۔ [۵۵۶:۸]

## رَبٌّ غَفُوْرٌ

اگر وہ کھلی آنکھوں سے اپنے ملک کو دیکھتے تو اس وسیع خوانِ کرم کو جس پر اس فیاضی کے ساتھ ان کے لیے نعمتیں چنی گئی تھیں دیکھ کر ان پر یہ حقیقت بھی واضح ہو جاتی کہ جس نے یہ خوانِ کرم بچھایا ہے وہ بڑا ہی غفار و ستار آقا ہے جس نے بلا کسی استحقاق کے ان کی ناقدریوں اور ناشکریوں کے باوجود، ان کے لیے اپنی نعمتوں کے یہ انبار لگا دیے ہیں۔ نعمت پا کر منعم کی شکر گزاری کا شعور انسانی فطرت کا ایک بدیہی تقاضا ہے۔ یہ چیز حیوانات کی جبلّت میں بھی داخل ہے۔ اگر کوئی انسان اس شعور سے عاری ہے تو وہ حیوانات سے بھی بدتر ہے۔ [۳۰۸:۶]

## رَبِّ الْکَرِیْمِ

اگر تمہارے رب کی اس کریمی نے تم کو جزا و سزا سے نچنت کیا کہ وہ تمہاری سرکشیوں پر فوراً گرفت نہیں کرتا اور برابر ڈھیل پر ڈھیل دیے جا رہا ہے تو تم نے اس کریمی سے بہت سخت دھوکا کھایا۔ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ تم اس کے لطف و کرم کی قدر کرتے، اس کے شکر گزار بندے بنتے اور اپنے آپ کو اس کی مزید عنایات کا حق دار بناتے لیکن ہوا یہ کہ تم اس کے آگے بالکل ڈھیٹ بن گئے۔

## اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اِن میں سے ایک خدا کی رحمت کے جوش و خروش کو ظاہر کر رہی ہے، دوسری اس کے دَوام و تسلسل کو۔ اس نے یہ نہیں کیا ہے کہ اپنی رحمانیت کے جوش میں دنیا پیدا تو کر ڈالی ہو لیکن پیدا کر کے پھر اس کی خبر گیری اور نگہداشت سے غافل ہو گیا ہو بلکہ اس کو پیدا کرنے کے بعد وہ اپنی پوری شانِ رحیمیّت کے ساتھ اس کی پرورش اور نگہداشت بھی فرما رہا ہے۔ بندہ جب بھی اُسے پکارتا ہے وہ اس کی پکار سنتا ہے اور اس کی دعاؤں اور التجاؤں کو شرفِ قبولیت بخشتا ہے۔ پھر اس کی رحمتیں اس چند روزہ زندگی ہی تک محدود نہیں ہیں بلکہ جو لوگ اس کے بتائے ہوئے راستے پر چلتے رہیں گے ان پر اس کی رحمت ایک ایسی ابدی اور لازوال زندگی میں بھی ہوگی جو کبھی ختم ہونے والی نہیں ہے۔ غور کیجیے تو معلوم ہوگا کہ یہ ساری حقیقت اس وقت تک ظاہر نہیں ہو سکتی جب تک یہ دونوں مل کر اس کو ظاہر نہ کریں [۴۸:۱]

اللہ تعالیٰ نے اپنے رحمان اور رحیم ہونے کا یہ لازمی نتیجہ قرار دیا ہے کہ

ایک ایسا دن وہ لائے جس میں اچھوں اور بروں کے درمیان انصاف کرے، نیکو کاروں کو ان کی نیکیوں کا صلہ دے اور بدکاروں کو ان کی برائیوں کی سزا دے۔ ایک رحمان اور رحیم ہستی کے لیے یہ کس طرح ممکن ہے کہ وہ ظالم اور مظلوم، نیکوکار اور بد، باغی اور وفادار دونوں کے ساتھ ایک ہی طرح کا معاملہ کرے ان کے درمیان ان کے اعمال کی بنا پر کوئی فرق نہ کرے۔[۱:۶۳]

رحمان اور رحیم کا حوالہ دو مختلف پہلو اپنے اندر رکھتا ہے:۔

اس کا ایک پہلو تو یہ ہے کہ شرک کے اسباب و محرکات میں سے ایک بہت بڑا سبب خدا کے ہر قسم کے شغل و عمل اور ہر نوع کے تعلق سے ارفع اور بالاتر ہونے کا غلط تصور بھی ہے۔ قرآن نے معرفتِ الٰہی کی راہ کے اس مغالطے کو دور کرنے کے لیے جگہ جگہ یہ کیا ہے کہ خدا کی وحدانیت، اس کی بے ہمگی اور اس کی برتری کے بیان کے ساتھ ساتھ اس کی ایسی صفات کا بھی حوالہ دیا ہے جو خلق کے ساتھ اس کے تعلق کو واضح کرنے والی ہیں تا کہ انسان وسائل و وسائط کا سہارا تلاش کرنے کے بجائے خود خدا کے دامنِ رحمت کو پکڑنے اور اس میں چھپنے کی کوشش کرے۔ چنانچہ بقرۃ ۱۶۳ میں بھی خدا کی وحدانیت کو مثبت اور منفی دونوں پہلوؤں سے بیان کرنے کے بعد یہ بھی واضح فرما دیا کہ وہ خدا رحمان اور رحیم ہے۔ اس نے اپنے جوشِ رحمت سے تمہیں وجود بخشا ہے۔ اپنی رحمت ہی کے آغوش میں تمہاری تربیت اور پرورش کر رہا ہے اور اپنی اس رحمت ہی کے لیے اس نے تمہارے واسطے جزا اور سزا کا ایک دن مقرر کیا ہے پس تم اس کے لیے جیو اور اس کے لیے مرو اور اپنی تمام آرزوئیں اور امیدیں اکیلے اس سے وابستہ کرو۔

دوسرا پہلو یہ ہے کہ مشرک اور بت پرست قوموں نے ہمیشہ قہر و غضب کو الوہیت کے ضروری لوازم میں سمجھا ہے۔ انہوں نے کائنات کے بادشاہ کو دنیاوی بادشاہوں پر قیاس کیا۔ انہوں نے دیکھا کہ جب دنیا کے بادشاہ صرف ایک ایک علاقے کے بادشاہ ہو کر یہ جلال و جبروت رکھتے ہیں تو جو سارے جہان کا بادشاہ ہے اس کے جلال و جبروت اور اس کے قہر و غضب کا اندازہ کون کر سکتا ہے۔ اس طرح انہوں نے خدا کا تصور ایک نہایت خوفناک اور ہولناک ہستی کی حیثیت سے کیا اور پھر اس کے کچھ مقربین اور درباری محض اپنے ذہن سے ایجاد کر کے ان کی پرستش شروع کی تا کہ یہ ان کو اسی ہولناک خدا کی آفتوں سے محفوظ رکھیں ... [۱:۳۹۴]

خدائے رحمان کی صفتِ رحمت ہی ہے جو بندوں کے لیے قرآن کو اس اہتمام کے ساتھ اتارنے کا باعث ہوئی ہے۔ ان اسماء کے حوالہ سے مقصود یہاں ان لوگوں کی تکذیب کی شناعت ظاہر کرنا بھی ہے جو قرآن جیسی عظیم رحمت کی ناقدری اور اس پر ایمان لانے کے بجائے اس عذاب کا مطالبہ کر رہے تھے جس سے قرآن ان کو آگاہ کر رہا تھا۔ گویا ان کو بتایا جا رہا ہے کہ خدائے رحمان و رحیم نے تو ان کے لیے ایک عظیم برکت و رحمت نازل فرمائی لیکن وہ اپنی شامت کے باعث رحمت کی جگہ نقمت کا مطالبہ کر رہے ہیں۔[۷:۷۷]

ان صفات کے اندر امید و بیم دونوں کے پہلو موجود ہیں۔ امید کا پہلو تو واضح ہے کہ جب خدا رحمان بھی ہے اور رحیم بھی تو اس سے کسی ظلم یا ناانصافی کا کوئی اندیشہ نہیں ہو سکتا کہ اس کے ہاں کسی سفارش کی ضرورت پیش آئے۔ بیم کا پہلو اس میں یہ ہے کہ جب خدا رحمان اور رحیم ہے تو وہ کسی کے ظلم کو گوارا نہیں کرے گا بلکہ ہر شخص کے ظلم کا لازماً بدلہ لے گا۔[۸:۳۱۲]

## اَلرَّحِیْمُ الْغَفُوْرُ:

خدا کوئی ظالم اور غیر منصف بھی نہیں ہے کہ اس کو راضی کرنے یا اس کی آفتوں سے اپنے کو بچانے کے لیے کسی دوسرے کی سعی و سفارش کی ضرورت پیش آئے بلکہ وہ نہایت مہربان اور نہایت بخشنے والا ہے۔ اس کی رحمت کو متوجہ کرنے اور اس کی مغفرت حاصل کرنے کے لیے یہ کافی ہے کہ بندہ اس سے اپنے گناہوں کی معافی مانگے اور توبہ و اصلاح کرے۔ یہاں یہ حقیقت پیش نظر رہے کہ شرک کے عوامل میں سے ایک اہم عامل مشرکوں کا یہ مغالطہ بھی ہے کہ انہوں نے خدا کا تصور ایک نہایت ہولناک ہستی کی حیثیت سے کیا اور پھر اس کو راضی رکھنے کے لیے انہوں نے اپنے تصور کے مطابق وسائل و ذرائع ایجاد کیے۔ اس ٹکڑے نے اسی واہمہ پر ضرب لگائی ہے۔[۶:۲۹۱]

## اَلرَّزَّاقُ ذُوْقُوَّةِ الْمَتِيْنَ

ظاہری نامساعدت سے بددل ہوکر کوئی خدا کی رزق رسانی و کارسازی کے باب میں کسی شک میں مبتلا نہ ہو۔ رزاق حقیقی اللہ تعالیٰ ہی ہے اور وہ بڑی ہی محکم قوت کا مالک ہے حالات کی نامساعدت اور مخالفوں کی مزاحمت اس کی تدبیروں کو شکست نہیں دے سکتی۔ [۷:۶۳۳]

## رَءُ وْفٌ رَّحِيْمٌ

رؤف رافت سے ہے جس کے اندر دفعِ شر غالب ہے اور رحیم رحمت سے ہے جس کے اندر اثبات خیر کا پہلو نمایاں ہے۔ غور کیجیے تو معلوم ہوگا کہ یہی دونوں پہلو اللہ تعالیٰ کی اس سنت ابتلاء و امتحان میں ملحوظ ہیں یعنی بندوں کو خرابیوں اور کمزوریوں سے پاک کر کے فضائل و محاسن سے آراستہ کرنا [۱:۳۶۷]

یہ وہ اصل سبق ہے جو ان نعمتوں سے متمتع ہونے والے انسان کو حاصل ہونا چاہیے کہ وہ یہ مانے کہ ان کا بخشنے والا نہایت ہی مہربان اور نہایت ہی رحیم و کریم ہے اور پھر اس سے جو بات لازم آتی ہے اس کو اختیار کرے یعنی اس منعم کا حق پہچانے، اس کا شکر گزار بندہ بنے، اس کی بندگی و اطاعت میں سرگرم رہے، اس کے حقوق میں دوسروں کو شریک نہ بنائے اور اس کے مقابل میں حریف بن کر نہ اٹھ کھڑا ہو۔ لیکن انسان کی یہ عجیب شامت ہے کہ وہ خدا کی نعمتیں پا کر اس کا شکر گزار بندہ بننے کی بجائے خود اپنی شان میں مبتلا ہو جاتا ہے اور خدا کا حریف بن کر اٹھ کھڑا ہوتا ہے۔ مزید ستم یہ کہ اگر شکر گزار بھی ہوتا ہے تو خدا کا نہیں بلکہ خدا کے سوا دوسروں کا ہوتا ہے۔ [۴:۳۹۱]

یہ ان کے مطالبہ عذاب پر اظہارِ تعجب اور ان کو ملامت ہے کہ اگر وہ عذاب کا مطالبہ کر رہے ہیں تو کس برتے پر کر رہے ہیں؟ خدا جہاں سے چاہے ان کو پکڑ لے۔ اس کی پکڑ سے بچنے کا انہوں نے کیا سامان کر رکھا ہے؟ خدا ہر حالت میں ان کو پکڑ سکتا ہے، اگر وہ نہیں پکڑتا تو اس وجہ سے نہیں پکڑتا کہ وہ مہربان اور رحیم ہے۔ وہ اپنے بندوں کو آخری حد تک مہلت دیتا اور ان سے درگزر فرماتا ہے۔ [۴:۴۱۳]

اس دنیا میں انسان کو جو مہلت ملی ہوئی ہے یہ خدا کے فضل و کرم اور اس کی عنایت و مہربانی سے ملی ہوئی ہے۔ آسمان و زمین کی ہر چیز جو انسان کی خدمت گزاری میں لگی ہوئی ہے اور جس کے بغیر اس دنیا میں انسان کا بقاء ایک لمحہ کے لیے بھی ممکن نہیں ہے، یہ خدا ہی کے حکم سے لگی ہوئی ہے۔ [۵:۲۸۱]

## سَمِيْعًا بَصِيْرًا

یاد رکھو کہ خدا سب کچھ سنتا اور دیکھتا ہے، کوئی مخفی سے مخفی ناانصافی بھی اس سے مخفی رہنے والی نہیں۔ [۲:۳۲۳]

سمیع و بصیر کی صفات کے حوالہ سے مقصود اس حقیقت کی یاد دہانی ہے کہ خدا نہ کسی کی دعا و فریاد سے بے خبر ہے نہ کسی کی احتیاج اور حالت اس سے مخفی ہے تو آخر انسان اس سے کیوں نہ چاہے اور مانگے، دوسروں سے کیوں آرزومند اور دادخواہ ہو۔ [۲:۴۰۱]

حقیقی سمیع و بصیر خدا ہی ہے۔ اِس کے سمع و بصر سے کوئی چیز بھی مخفی نہیں ہے اگر دوسروں کو اس میں سے کوئی حصہ ملا ہے تو وہ خدا ہی کا عطا کردہ اور نہایت محدود ہے۔ مقصود ان صفات کا حوالہ دینے سے مشرکین قریش اور بنی اسرائیل دونوں کو متنبہ کرنا ہے کہ خدا کو اپنی کرتوتوں سے بے خبر نہ سمجھو، وہ ہر چیز کو دیکھ اور سن رہا ہے۔ [۴:۴۷۴]

جب مصرفِ حقیقی بھی وہی ہے اور وہ سب کچھ دیکھتا اور سنتا بھی ہے تو آخر وہ اس کائنات کی سیاست سے بے تعلق کیسے رہے گا؟ لازم ہے کہ وہ ان لوگوں کے مقابل میں، جو اس کی دنیا میں فساد برپا کر رہے ہیں، ان لوگوں کی مدد فرمائے جو اس کی اصلاح کے طالب ہیں اور جب وہ رات کے بعد دن کے لانے پر قادر ہے اور اس کی اس قدرت کا مشاہدہ ہر شخص ہر روز کر رہا ہے تو کفر کی تاریکی کو مٹا کر دنیا کو ایمان کی روشنی سے جگمگا دینا اس کے لیے کیا مشکل ہے۔ [۵:۲۸۰]

بیک وقت دو حقیقتوں کی طرف اشارہ ہو رہا ہے۔ ایک اس طرف کہ جو خدا خود سمیع و بصیر ہے، سب کچھ سننے والا اور دیکھنے والا ہے اس کو ضرورت کیا ہے کہ وہ کسی کو اپنا شریک بنائے۔ دوسرا اس طرف کہ جب خدا سمیع و بصیر ہے تو ان فرشتوں کے فرائض کی بھی ہر قدم پر نگرانی کر رہا ہے۔ مجال نہیں کہ وہ سرِ مُو اس کے مقرر کردہ حدود سے متجاوز ہو سکیں [۵:۲۸۵]

یہ قیامت کے اصل مقصد، حساب کتاب کی یاددہانی ہے کہ کسی کو یہ غلط فہمی بھی نہ ہو کہ اتنی وسیع خلقت کے احوال و معاملات کا علم کیسے ہے کہ وہ ان کا حساب کرنے بیٹھے گا۔ فرمایا کہ اللہ سب کچھ سن اور دیکھ رہا ہے، کوئی چیز اس کے علم و مشاہدے سے باہر نہیں ہے۔ اس وجہ سے اس کو لوگوں کا حساب کرنے اور ان کو جزا یا سزا دینے میں کوئی زحمت نہیں پیش آئے گی۔ [۶:۱۴۳]

حقیقی دیکھنے اور سننے والا تو اللہ تعالیٰ ہی ہے تو اس کے سوا حق کیسے ہے کہ وہ کوئی فیصلہ کرے اور جب وہ دیکھنے اور سننے والا ہے تو یہ کس طرح ممکن ہے کہ کوئی اپنی سفارش سے اس کو دھوکا دے کر غلط فیصلے کرا سکے اور یہ معبودانِ باطل جو نہ دیکھتے ہیں نہ سنتے ہیں آخر کس بنا پر ان کے متعلق یہ تصور کیا گیا ہے کہ یہ بھی کسی کے معاملہ کا فیصلہ کرنے والے بنیں گے! [۷:۲۷]

اپنے آپ کو اپنے اللہ کی پناہ میں دو اور اطمینان رکھو کہ اصل سننے دیکھنے والا وہی ہے۔ وہی تم کو ان متکبروں کے شر سے محفوظ رکھے گا۔ [۷:۵۷]

جس طرح اس کائنات کے مشاہدے سے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ کوئی اس کا مثیل نہیں ہے اسی طرح یہ حقیقت بھی اس سے نکلتی ہے کہ حقیقی سمیع و بصیر وہی ہے۔ ایک سمیع و بصیر خالق ہی اتنی وسیع کائنات کو وجود میں لا سکتا ہے اور وہی اس کو برقرار بھی رکھ سکتا ہے۔ تو جب اس کی قدرت بھی بے مثال اور اس کا علم بھی محیط کل تو سب اس کی بندگی کریں اور اسی سے اپنی ضرورتیں مانگیں۔ وہ سب کی باتیں سنتا اور سب کچھ دیکھتا ہے۔ اس سے مانگنے کے لیے کسی واسطہ اور وسیلہ کی ضرورت نہیں ہے۔ [۷:۱۵۱]

جو لوگ اپنی مشکل اپنے رب سے عرض کرتے ہیں وہ اطمینان رکھیں کہ اللہ تعالیٰ اس کو نہایت توجہ و شفقت سے سنتا ہے۔ وہ سمیع و بصیر ہے اور جب وہ سنتا ہے اور ہر چیز کی قدرت بھی رکھتا ہے تو بندہ اس سے مایوس و بدگمان کیوں ہو! [۸:۲۴۸]

## سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ

شاہدوں کی عظیم ذمہ داری واضح فرما دی کہ اگر وہ صاحبِ وصیت کی وصیت میں کوئی رد و بدل کریں گے تو اس کا سارا بارِ گناہ انہی کے سر ہوگا۔ سمیع و علیم کی صفات کے حوالے میں تبدیلی کی عبادت کرنے والوں کے لیے تنبیہ اور دھمکی ہے کہ وہ اس بات کو یاد رکھیں کہ خدا سب کچھ سنتا اور جانتا ہے، وہ اس جرم عظیم کی سزا دیے بغیر نہ رہے گا۔ [۱:۴۴۰]

اگر انہوں نے طلاق کا فیصلہ کر لیا ہے تو وہ یہ راہ اختیار کر سکتے ہیں لیکن اس معاملے میں اللہ نے جو حدود و قیود مقرر کر دیے ہیں ان کی پوری پوری نگہداشت ملحوظ رہے، اللہ ہر چیز کو سنتا اور جانتا ہے۔ [۱:۵۳۱]

ان صفات کا حوالہ دینے سے مقصود یہاں اس کا لازم ہے یعنی جب اللہ سنتا اور جانتا ہے تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ وہ تمہاری پکار پر تمہاری مدد و نصرت فرمائے گا اور تمہاری جانبازیوں کا تمہیں بھرپور صلہ دے گا۔ [۲:۵۶۶]

صفاتِ الٰہی کے ذکر سے مقصود ان کا لازم ہے یعنی جب خدا سب کچھ سنتا اور جانتا ہے تو اس پر وہ گرفت بھی لازماً فرمائے گا۔ [۲:۴۱۴]

اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات کا حوالہ دے کر تمہید ہی میں سب کو متنبہ کر دیا کہ اس تبصرے پر کسی کے لیے چون و چرا، رد و قدح اور بحث و تردید کی کوئی گنجائش نہیں ہے اس لیے کہ یہ تبصرہ اس کی طرف سے ہے جو سب کچھ سنتا جانتا ہے۔ اس نے جو کچھ بھی کہا ہے سب کچھ بے خطا سمع و علم پر مبنی ہے۔ [۲:۱۷۰]

انسان کو عبادت تو صرف اس ذات کی کرنی چاہیے جو حقیقی معنوں میں نافع و ضار ہے۔ ایسی ذات صرف خدا کی ذات ہے۔ وہی نافع و ضار بھی ہے اور وہی سمیع و علیم بھی ہے دوسروں کی عبادت سے کیا حاصل جو نہ نافع و ضار ہیں نہ سمیع و علیم [۲:۵۶۹]

رات کی تاریکی اور دن کی روشنی دونوں اس کے لیے یکساں ہے اور وہ ہر جگہ سے سب کو اکٹھا کر دے گا اور جس طرح اس کی قدرت سب کو محیط ہے اسی طرح اس کا علم بھی ہر چیز پر حاوی ہے اس لیے کہ وہ سمیع و علیم ہے۔ [۳:۲۸]

اللہ سمیع و علیم ہے، نہ اس کی کوئی بات بے خبری پر مبنی ہوتی، نہ اس میں کسی خطا یا ناانصافی کا امکان ہے۔ یہ بات مشرکین کیلئے بطور تمہید و وعید اور پیغمبر ﷺ کے لیے بطور تسلی ارشاد ہوئی ہے۔ [۳:۱۴۶]

اللہ تعالیٰ کی صفات سمع و علم کے حوالے سے یہاں مقصود مسلمانوں کو یہ

اطمینان دلانا ہے کہ خدا کسی بات سے بھی بے خبر نہیں۔ وہ اپنے بندوں کی دعائیں اور فریادیں ہر وقت سنتا اور ان کی ضرورتیں اور حاجتیں ہر لحہ جانتا ہے۔ بدر میں اس کی تائیدات کا بروقت ظہور اس کی تازہ شہادت ہے۔[۴۵۲:۳]

مطلب یہ ہے کہ کہاں تم، کہاں قریش اور کہاں قافلہ لیکن اللہ تعالیٰ نے سب کے بھید معلوم کر لیے، سب کی سرگوشیاں سن لیں اور سب کے ارادے تاڑ لیے اور پھر سب کو اس طرح جمع کر کے وہ بات پوری کر کے دکھا دی جو اس نے طے کر لی تھی اس لیے کہ وہ سمیع و علیم ہے۔ [۴۸۴:۳]

قوموں کے عزل و نصب میں اللہ تعالیٰ کا معاملہ اندھے کی لاٹھی کی طرح نہیں ہے بلکہ تمام تر سمع و علم پر مبنی ہے۔ وہ قوموں کو اختیار و اقتدار اور اسباب و وسائل دے کر برابر ہر چیز کو دیکھتا، سنتا اور جانتا رہتا ہے کہ وہ کیا بنا رہی ہیں اور کس راہ پر جا رہی ہیں اور اس کا معاملہ ان کے ساتھ اسی بے خطا سمع و علم پر مبنی ہوتا ہے۔[۴۹۷:۳]

چونکہ اجتماعی اصول عدل اسی بات کا مقتضی تھا کہ حریف کی صلح کی پیشکش ٹھکرائی نہ جائے اس وجہ سے آنحضرت ﷺ کو ہدایت ہوئی کہ اندیشے کے باوجود مصالحت قبول کر لینا اور اللہ پر بھروسا رکھنا، اللہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔ اگر اس کے اعتماد پر تم ایک مقصد خیر کی خاطر خطرہ مول لو گے تو اللہ تمہاری مدد فرمائے گا اور حریف اس سے کوئی غلط فائدہ اٹھانے میں کامیاب نہ ہوگا۔[۵۰۵:۳]

اللہ سمیع و علیم ہے۔ اس سے کوئی راز اور بھید مخفی نہیں ہے۔ وہ جو کچھ بتا رہا ہے سب سمع و علم پر مبنی ہے اور جو کچھ ان کے ساتھ معاملہ کرے گا وہ بھی سمع و علم پر مبنی ہوگا۔[۶۳۰:۳]

اِن صفات کے حوالہ سے مقصود یہاں پیغمبر ﷺ اور آپ کے ساتھیوں کو صبر اور توکل کی تعلیم دینا ہے کہ خدا ساری باتیں سنتا اور جانتا ہے۔ ان کی ہر بات کا جواب اپنے وقت پر ظاہر ہوگا۔ تم صبر کے ساتھ اپنے کام کیے جاؤ۔[۶۷:۴]

خدا سمیع و علیم ہے۔ وہ بندے کی دعائیں اور فریادیں سنتا اور دلوں کے احوال اور اسرار سے اچھی طرح واقف ہے۔[۲۱۱:۴]

یہ سرگوشیاں جن نہاں خانوں میں بھی ہو رہی ہیں اور یہ فتنے جو لوگ بھی ایجاد کر رہے ہیں، میرا رب ہر بات کو اچھی طرح جانتا ہے۔ تو جب وہ جانتا ہے تو وہی اس کے تدارک کا سامان بھی فرمائے گا۔ میں اس معاملہ کو اپنے رب ہی کے حوالے کرتا ہوں۔[۱۲۳:۵]

تنبیہ کے لیے ہے یعنی ہر شخص کو یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ خدا سے کوئی بات مخفی نہیں رہتی، وہ سب کچھ سنتا اور سب کچھ جانتا ہے۔[۴۳۲:۵]

پیغمبر ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنھم کی شب بیداریوں کا حوالہ دینے کے بعد اپنی صفات سمیع و علیم کا حوالہ دیا۔ اللہ تعالیٰ کی انہی صفات کے استحضار پر توکل کی بنیاد ہے۔[۵۶۵:۵]

یہ مظلوم مسلمانوں کو تسلی دی ہے کہ بہر حال تمہیں ہر کام آخرت کی امید پر کرنا ہے اور اگر تم یہ امید رکھتے ہو تو اطمینان رکھو کہ اللہ نے اس کے لیے جو مدت ٹھہرا رکھی ہے وہ لازماً پوری ہو کے رہے گی۔ ایک دن تم اپنے رب سے ملو گے اور اس دن تم اپنی ہر اس محنت و زحمت کا صلہ پاجاؤ گے جو اس کی خاطر تم نے جھیلی ہوگی۔ خدا سمیع و علیم ہے۔ کوئی چیز اس کے احاطۂ علم سے باہر نہیں ہے۔ تمہاری سرفروشیاں بھی اس کے علم میں ہوں گی اور تمہارے دشمنوں کی ستم رانیاں بھی اس کے سامنے ہوں گی۔[۱۷:۶]

دیکھتے ہو کہ اس زمین میں کتنے جاندار ہیں جو اپنے ساتھ اپنی روزی باندھے نہیں پھرتے تاہم ان کا رب ان کو ان کا رزق بہم پہنچاتا ہے۔ وہی رب ان کو بھی رزق دیتا ہے وہی تم کو بھی رزق دیتا ہے۔ وہ سمیع و علیم ہے۔ اس وجہ سے ہر ایک کی فریاد سنتا اور ہر ایک کی ضرورت کو جانتا ہے۔ اس بات کا کوئی اندیشہ نہیں ہے کہ تم اس کو پکارو گے اور وہ بے خبر رہے گا یا تم حاجت مند ہو گے اور وہ تمہاری پریشانی سے ناواقف ہوگا۔[۶۲:۶]

اللہ تعالیٰ ہی حقیقی سمیع و علیم ہے۔ کوئی بات اس سے مخفی نہیں رہتی۔ بندہ جب صدقِ دل سے شیطان کے مقابل میں اللہ تعالیٰ سے مدد کا طالب ہوتا ہے تو وہ ضرور اس کی مدد فرماتا ہے۔[۱۰۴:۷]

اس کائنات کا رب ایک دانا و بینا ہستی ہے۔ وہ اپنی خلق کو شتر بے مہار بنا کر نہیں چھوڑ سکتا۔ اس کے دانا و بینا ہونے کا لازمی تقاضا ہے کہ وہ خلق کے حالات پر پوری نظر رکھے۔ لوگوں کو اپنے احکام و اوامر سے آگاہ کرے۔ اگر وہ ان کی تعمیل کریں تو دنیا و آخرت دونوں میں اس کا انعام

دے اور اگر سرکشی کریں تو اس کی سزا دے۔[۷:۱۷۲]

اللہ سمیع و علیم ہے۔ وہ تمہاری ساری باتوں کو سن بھی رہا ہے اور ان کے پیچھے جو محرکات کام کر رہے ہیں ان سے بھی اچھی طرح واقف ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جب وہ سب کچھ سنتا اور جانتا ہے تو اس کا مکافاتِ عمل کا قانون لازماً ظہور میں آئے گا۔[۷:۴۸۷]

## سَمِیْعٌ قَرِیْبٌ

یہ تفویض الی اللہ کا کلمہ ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اب تم سے زیادہ بحث و جدال بے سود ہے۔ میں یہ آخری بات کر کے تمہارا معاملہ اپنے رب کے حوالے کرتا ہوں۔ تم نہ تو میری بات سننے کے لیے تیار ہو، نہ قریب آنے کے روادار ہو لیکن میرا رب میری باتیں سننے والا بھی ہے اور قریب بھی ہے۔ تو اب تمہارے پیچھے سر کھپانے کے بجائے اسی سے عرض معروض کروں گا جو سنتا اور قبول فرماتا ہے۔[۶:۳۴۱]

## شَاکِرٌ عَلِیْمٌ

تطوّع کے طور پر بھی حج و عمرہ کیے جا سکتے ہیں، جو لوگ ایسا کریں گے اللہ ان کی اس نیکی کو قبول فرمائے گا اور یہ اس کے علم میں رہے گی۔ ایک دن وہ اس کا پورا پورا بدلہ دے گا۔

بندے کی طرف جب شکر کی نسبت ہوتی ہے تو اس کے معنی شکر گزاری کے ہوتے ہیں لیکن جب اس کی نسبت خدا کی طرف ہو تو اس کے معنی قبول کرنے کے ہو جاتے ہیں[۱:۳۸۷]

منافقین کو مخاطب کر کے بانداز التفات فرمایا کہ خدا کو تمہیں عذاب دینے میں کوئی نفع نہیں ہے۔ اگر تم شکر گزار بنو اور ایمان اختیار کرو تو اللہ بڑا قدر دان اور ہر ایک کے ایمان و عمل سے اچھی طرح باخبر ہے۔[۲:۴۱۳]

## شَکُوْرٌ حَلِیْمٌ

'شکور' کے معنی قدر دانی کے ساتھ قبول کرنے والے کے ہیں یعنی اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی نیکیوں کا بڑا ہی قدر دان اور ان کی بڑی پذیرائی فرمانے والا ہے۔ اگرچہ وہ غنی و حمید ہے، اس کے بندے اس کے حضور میں جو نذرانے پیش کرتے ہیں اسی کے دیے ہوئے مال میں سے پیش کرتے ہیں لیکن وہ ان کو حقیر نہیں خیال کرتا بلکہ وہ ان کو قدر کے ساتھ قبول کرتا اور ان کو پروان چڑھاتا ہے۔ ساتھ ہی وہ 'حلیم' ہے اس وجہ سے اپنے بندوں کے ساتھ نہایت فیاضانہ معاملہ کرتا ہے۔ اگر وہ بڑی برائیوں سے بچنے والے ہوتے ہیں تو ان کی لغزشوں اور کوتاہیوں سے وہ چشم پوشی فرماتا ہے۔[۸:۴۲۵]

## اَلظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تفسیر: ''تو ظاہر ہے پس کوئی چیز تجھ سے اوپر نہیں اور تو باطن ہے پس کوئی چیز تجھ سے اوجھل نہیں''۔ آیت ۱۳ میں یہ الفاظ بالکل اسی معنی میں استعمال ہوئے ہیں جس معنی میں ہم 'اندر باہر' کے الفاظ بولتے ہیں یعنی اللہ تعالیٰ کا علم اندر و باہر ہر چیز کو محیط ہے۔[۸:۱۹۸]

## عٰلِمُ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ

اللہ تعالیٰ تمام غائب و حاضر کا جاننے والا ہے۔ اس کی رضا جوئی کے لیے تم جو قربانی بھی کرو گے وہ اس سے مخفی نہیں رہے گی۔[۸:۴۲۵]

## اَلْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ

عزیز کے معنی غالب اور عزت و قوت والے کے ہیں یعنی وہ ذات جو پوری قوت و صولت اور پورے اختیار و اقتدار کے ساتھ اس کائنات پر فرمانروائی کر رہی ہے۔ حکیم کے معنی ہیں جس کے ہر کام میں حکمت و مصلحت اور مقصد و غایت ہو۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کی ان دونوں صفتوں کا حوالہ بالعموم ایک ساتھ آتا ہے۔ اس سے اس حقیقت کا اظہار ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کائنات پر پوری قوت اور پورے غلبہ کے ساتھ حاوی اور متصرف ہے لیکن اس کے اس غلبہ و اقتدار کے معنی یہ نہیں ہیں کہ وہ اس کے زور میں جو چاہے کر ڈالے، بلکہ وہ جو کچھ بھی کرتا ہے حکمت و مصلحت کے ساتھ کرتا ہے۔ اس کا کوئی کام بھی حکمت و مصلحت سے خالی نہیں ہوتا۔ یہاں ان دونوں صفتوں کا حوالہ دینے سے مقصود یہ ہے کہ جو خدا عزیز و حکیم ہے، اس کی عزت و حکمت کا لازمی تقاضا یہ ہے

کہ وہ اپنی پیدا کی ہوئی اس مملکت میں اپنا سفیر اور پیغمبر بھیجے جو اس کی رعیت کو اس کے احکام وقوانین سے آگاہ کرے اور ان کو شریعت اور حکمت کی تعلیم دے۔[۱:۳۴۲]

عزیز کی صفت کے حوالہ سے دو حقیقتوں کی طرف اشارہ مقصود ہے۔ ایک تو اس حقیقت کی طرف کہ خدا کوئی کمزور و ناتواں ہستی نہیں ہے بلکہ وہ غالب و توانا ہے۔ تو جو اس کی تنبیہات کے باوجود شیطان کی پیروی کریں گے ان کو وہ اس عذاب میں ضرور پکڑے گا جو شیطان کے پیروؤں کے لیے اس نے مقدر کر رکھا ہے اور جس کی اس نے پہلے سے خبر دے رکھی ہے۔ دوسرا اس طرف کہ جو لوگ ان واضح ہدایات کے بعد بھی راہِ حق کو چھوڑ کر شیطان ہی کی پیروی اختیار کریں گے وہ خدا کا کچھ نہیں بگاڑیں گے بلکہ اپنا ہی بگاڑیں گے اس لیے کہ خدا عزیز ہے یعنی ہر نفع و نقصان سے بالاتر۔

اس طرح حکیم کی صفت بھی یہاں دو حقیقتوں کو نمایاں کر رہی ہے۔ ایک تو یہ کہ اس دنیا کا خالق حکیم ہے اور اس کے حکیم ہونے کا یہ بدیہی تقاضا ہے کہ وہ اپنی ہدایت پر جمے رہنے والوں اور اس سے منحرف ہو جانے والوں کے درمیان ان کے انجام کے لحاظ سے امتیاز کرے۔ اگر وہ ان میں کوئی امتیاز نہ کرے بلکہ دونوں کو ان کے حال پر چھوڑ دے یا دونوں کو ایک ہی لاٹھی سے ہانکے تو اس کے معنی یہ ہوئے کہ وہ ایک حکیم نہیں بلکہ ایک کھلنڈرا ہے اور یہ دنیا ایک پُر حکمت اور بامقصد کارخانہ نہیں بلکہ کسی کھلنڈرے کا کھیل تماشا ہے۔ دوسری یہ کہ بدی اور نیکی کے نتائج کے ظہور میں جو دیر سویر ہوتی ہے وہ سب حکمت پر مبنی ہوتی ہے۔ بعض اوقات شیطان کے پیروکاروں کو اللہ تعالیٰ مہلت دیتا ہے اور بسا اوقات اہل حق کسی آزمائش میں ڈالے جاتے ہیں، اس سے نہ تو اہل باطل کو مغرور ہونا چاہیے نہ اہل حق کو مایوس بلکہ یہ یقین رکھنا چاہیے کہ وہ مہلت اور یہ آزمائش دونوں حکیم و دانا کی حکمت پر مبنی ہے۔[۱:۴۹۹]

ہر شخص یاد رکھے کہ اللہ تعالیٰ سے یہ بات مخفی نہیں رہ سکتی کہ اس اشتراک سے کس کے پیشِ نظر یتیم کی بہبود ہے اور کس کے پیشِ نظر اس پردے میں اس کے مال کو ہڑپ کرنا۔ اگر کسی نے اس اجازت سے غلط فائدہ اٹھایا تو وہ یاد رکھے کہ خدا عزیز و حکیم ہے، کوئی اس کی پکڑ سے بچ نہیں سکے گا۔ ساتھ ہی اس احسان کی طرف بھی توجہ دلا دی کہ یہ محض اللہ تعالیٰ کی عنایت ہے کہ اس نے تمہاری سہولت کے پیشِ نظر تمہیں اس قسم کے اشتراک کی اجازت دے دی ورنہ یہ عین ممکن تھا کہ وہ تمہیں اس اشتراک سے روک دیتا اور ساتھ ہی یہ حکم دے دیتا کہ یتیم کے مال یا جائیداد کی حفاظت کرو۔[۱:۵۱۸]

عزیز و حکیم کی صفات خدا کے حق قانون سازی اور اس کے قانون کے پُر حکمت ہونے کی طرف بھی اشارہ کر رہی ہیں اور اس کی خلاف ورزی کے نتائج کی طرف بھی۔[۱:۵۵۶]

انہی صفتوں کی یادداشت سے یہ یقین مضبوط ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ لوگوں کو دوبارہ ضرور اٹھائے گا اس لیے کہ وہ اس پر قادر بھی ہے اور ایسا کرنا اس کی حکمت کا مقتضی بھی ہے۔[۱:۶۰۷]

اللہ تعالیٰ عزیز بھی ہے اور حکیم بھی۔ اسے ہر چیز پر قدرت بھی حاصل ہے اور اس کے ہر کام میں عدل و حکمت بھی ہے اور ساتھ ہی وہ ہر چیز سے باخبر بھی ہے تو یہ کس طرح ممکن ہے کہ وہ ان لوگوں سے انتقام نہ لے گا جو اللہ کی اس کتاب کا انکار کریں گے جو اس نے دنیا میں ازسرِ نو حق و عدل کے آثار و اعلام کو اجاگر کرنے کے لیے نازل فرمائی ہے۔[۲:۲۰]

خدا، فرشتوں اور تمام حاملین علم کی شہادت یہی ہے کہ خدا کے سوا کوئی اِلٰہ نہیں اور وہ اِلٰہ امور دنیا سے بے تعلق نہیں ہے کہ لوگوں کو ان کی خواہشات کی چراگاہ میں شتر بے مہار کی طرح چھوڑے رکھے، وہ دندناتے پھریں اور حی وقیوم ہونے کے باوجود ان کا کوئی نوٹس نہ لے بلکہ وہ تمہاری خواہشوں کے علی الرغم اپنے نظامِ عدل و قسط کو ضرور قائم کرے گا اور کوئی اس کا ہاتھ نہ پکڑ سکے گا پھر فرمایا کہ وہ ایسا کیوں نہ کرے گا جب کہ وہ وحدہ لاشریک بھی ہے اور عزیز و حکیم بھی۔ اس کی عزت اور حکمت دونوں کا تقاضا ہے کہ وہ ایسا کرے۔ اگر وہ ایسا نہ کرے تو اس کے معنی یہ ہوئے کہ یا تو وہ بے بس اور حق کے لیے غیرت سے خالی ہے یا وہ ایک کھلنڈرا ہے جس نے دنیا کو محض ایک کھیل تماشا بنایا ہے۔ ظاہر ہے کہ خدا کی عظیم ہستی کے متعلق اس قسم کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔[۲:۵۱]

اہل ایمان کو یہ عقیدہ رکھنا چاہیے کہ فتح و نصرت ہمیشہ اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے اور وہ عزیز و غالب ہے۔ جس کو چاہے فتح و غلبہ عطا فرمائے اور حکیم

بھی ہے اس وجہ سے اس کا کوئی فعل حکمت سے خالی نہیں ہوتا۔ [۲:۱۷۳]

اللہ عزیز یعنی غالب ہے کوئی اس کا ہاتھ نہیں پکڑ سکتا۔ حکیم ہے یعنی اس کا کوئی فعل عدل و حکمت سے خالی نہیں ہوتا۔ [۲:۳۱۷]

ان صفات کے حوالے سے مقصود یہاں یہ ہے کہ خدا جب کسی کام کو کرنا چاہے تو وہ اپنے ارادے پر غالب ہے۔ اس کے لیے کوئی راہ بھی بند نہیں ہے، وہ جہاں سے چاہے اپنی تدبیر و حکمت سے راہ کھول لیتا ہے۔ [۲:۴۲۲]

اللہ تعالیٰ کے تمام قوانین و احکام اس کی صفات کا عکس ہیں۔ وہ عزیز اور غالب ہے اس وجہ سے اس کو حق ہے کہ وہ جو چاہے حکم دے اور حکیم ہے اس وجہ سے اس کا ہر حکم حکمت و مصلحت پر مبنی ہے۔ اس کے بندوں کے لیے نہ تو اس کے حکم سے سرتابی جائز ہے اور نہ ان کے لیے یہ زیبا ہے کہ وہ اس کے کسی حکم کو خلافِ حکمت و مصلحت قرار دیں۔ [۲:۵۱۳]

خدا پر بھروسا کرنے والے ہمیشہ خدا پر بھروسا کریں، وہ ہمیشہ ان کی مدد فرمائے گا خدا عزیز اور غالب ہے۔ کسی کی مجال نہیں کہ اس کے ہاتھ پکڑ سکے لیکن ساتھ ہی وہ حکیم بھی ہے اس وجہ سے اگر کبھی اہل ایمان کو کوئی افتاد پیش آجائے تو اس میں بھی کوئی حکمت کار فرما اور اس کی تہ میں بھی بندوں ہی کی کوئی مصلحت مضمر ہوتی ہے۔ [۳:۴۴۴]

ان منافقین و حاسدین کے علی الرغم جو لوگ اللہ پر بھروسا کر کے اٹھ کھڑے ہوئے انہوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا کہ خدا غالب اور حکیم ہے۔ وہ اپنے اوپر بھروسا کرنے والوں کا خود ساتھی بنتا ہے، اس کی قوت کو کوئی شکست نہیں دے سکتا، وہ ان کے لیے خود تدبیر فرماتا ہے اور اس کی تدبیر کے مقابل میں کسی کی تدبیر کارگر نہیں ہوتی۔ [۳:۴۹۳]

لوگوں کا ایمان لانا یا نہ لانا خدا کی مشیت پر منحصر ہے اور خدا عزیز و حکیم ہے یعنی اس کی ہر مشیت اس کی حکمت کے ساتھ ہے۔ جو لوگ اس کی حکمت کے تحت ہدایت پانے کے مستحق ٹھہریں گے وہ ہدایت پائیں گے اور جو لوگ اس کے مستحق نہیں ٹھہریں گے وہ اس سے محروم رہیں گے۔ [۴:۳۰۹]

'عزیز' کے ساتھ 'حکیم' کی صفت سے مقصود اس حقیقت کو واضح کرنا ہے کہ جس ذات نے تم (موسیٰ علیہ السلام) کو اس وقت خطاب و کلام سے مشرف فرمایا ہے وہ ہر چیز پر غالب و مقتدر ہے۔ کوئی اس کے کسی ارادے میں مزاحم نہیں ہو سکتا اور ساتھ ہی وہ حکیم ہے اس کا ہر ارادہ حکمت و مصلحت پر مبنی ہے۔ اور اسلوب کلام چونکہ حصر در حصر کا ہے اس وجہ سے اس سے یہ ہدایت بھی نکلتی ہے کہ میرے مقابل میں کسی اور کے زور و اقتدار یا میری حکمت و مصلحت کے مقابل میں کسی اور کی حکمت و مصلحت کے تصور کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ [۵:۵۸۱]

اگرچہ بظاہر حالات بالکل ناساعد ہیں لیکن میرا رب ہر چیز پر غالب ہے اور اس کے ہر کام میں حکمت ہے۔ وہ میرے لیے (ابراہیم علیہ السلام) اپنی قدرت و حکمت سے راہ کھولے گا اور اس تاریکی کے اندر سے روشنی نمودار کرے گا۔ [۶:۳۴]

جب خدا عزیز ہے تو کوئی دوسرا، خواہ اس کا مرتبہ کتنا ہی اونچا ہو اس کو اپنے زور و اثر سے دبا نہیں سکتا۔ اور جب وہ 'حکیم' بھی ہے تو کوئی اس کے قانونِ مجازات و عدل کو باطل نہیں کر سکتا۔ تو جب یہ دیوی دیوتا نہ اس کو دبا سکتے اور نہ اس کے عدل پر سرمو اثر انداز ہو سکتے تو آخر یہ کس مرض کی دوا ہیں کہ نادان لوگ ان کی پوجا کرتے ہیں۔ [۶:۴۹]

اللہ تعالیٰ اگر متکبروں اور ظالموں کو سزا اور ایمان و عمل صالح والوں کو جزا نہ دے تو اس کے معنی یہ ہوئے کہ نہ وہ عزیز ہے نہ حکیم ہے بلکہ العیاذ باللہ وہ ایک بالکل عاجز و بے بس ہستی ہے جس نے بالکل بے غایت و بے حکمت یہ دنیا بنا ڈالی۔ حالانکہ یہ بات بالبداہت غلط ہے۔ خدا نہ صرف عزیز و حکیم ہے بلکہ حقیقی عزیز و حکیم وہی ہے۔ [۶:۱۲۳]

یہ اللہ تعالیٰ کی بنیادی صفات میں سے ہیں اور قرآن میں ان سے جگہ جگہ توحید، قیامت اور رسالت تینوں پر استدلال کیا گیا ہے اور یہی مسائل قرآن کے اصولی مسائل ہیں۔ گویا اس کائنات کی ہر چیز اس کے خالق کے عزیز و حکیم ہونے کی گواہی دے رہی ہے اور انہی کے مقتضیات ہیں جن کو تسلیم کرنے کی قرآن دعوت دے رہا ہے۔ [۶:۱۴۲]

اللہ تعالیٰ ان صفات سے کمال درجہ متصف ہے اور وہ جب ان سے کمال درجہ متصف ہے تو ان کے ساتھ شرک کا کوئی جوڑ نہیں ہے اس لیے کہ اگر کسی کو اس کا شریک اس پہلو سے مانا جائے کہ اس کائنات کے خلق و تدبیر میں خدا اس کا محتاج ہے تو یہ اس کے 'عزیز' ہونے کی نفی ہے اور اگر

اس پہلو سے مانا جائے کہ کوئی اپنی رسائی وتقرّب سے اس کے بے لاگ عدل پر اثر انداز ہوسکتا ہے تو یہ اس کے 'حکیم' ہونے کی نفی ہوئی۔[۳۱۸:۶]

یہ کتاب، اللہ تعالیٰ نہایت اہتمام و تدریج کے ساتھ لوگوں کی ہدایت کے لیے اتار رہا ہے۔ اس کا حق یہ ہے کہ لوگ اس نعمت کی قدر اور اس سے ہدایت و روشنی حاصل کریں۔ اگر انہوں نے اس کے برعکس اس کی تکذیب کی راہ اختیار کی تو یاد رکھیں کہ یہ کسی سائل کی درخواست نہیں بلکہ خدائے عزیز و حکیم کا فرمان واجب الاذعان ہے۔ وہ جو چاہے کر سکتا ہے۔ اگر اس کے باوجود تکذیب کرنے والوں کو ڈھیل دے رہا ہے تو یہ محض اپنی حکمت کے تقاضے کے تحت دے رہا ہے۔[۵۶۲:۶]

تفویض اِلی اللہ کا کلمہ ہے یعنی تو جو چاہے کر سکتا ہے لیکن ساتھ ہی تو حکیم بھی ہے اِس وجہ سے وہی کرے گا جو عدل و حکمت پر مبنی ہو گا۔[۲۲:۷]

اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ میں سے 'عزیز و حکیم' کا حوالہ تسلی کے مضمون سے بھی تعلق رکھتا ہے اور تہدید کے مضمون سے بھی۔ جب اللہ تعالیٰ 'عزیز' ہے تو وہ گردن کشوں کو جب چاہے دبا سکتا ہے اگر وہ فوراً نہیں دباتا تو وہ اپنی حکمت کے تحت ان کو مہلت دے رہا ہے اس وجہ سے پیغمبر ﷺ کو اپنے رب عزیز و حکیم پر بھروسا رکھنا اور ان لوگوں کا معاملہ اسی کے حوالے کرنا چاہیے۔[۱۴۱:۷]

اِن دونوں صفتوں کے اجتماع سے یہاں دو باتیں واضح ہوئیں:۔

ایک یہ کہ جس خدا نے یہ کلام اس اہتمام کے ساتھ اتارا ہے وہ کوئی ضعیف و ناتواں اور عاجز و بے بس ہستی نہیں ہے بلکہ تمام کائنات کا اختیار واقتدار اسی کے ہاتھ میں ہے۔ یہ کسی سائل کی درخواست نہیں بلکہ تمام کائنات کے مالکِ حقیقی کا فرمانِ واجب الاذعان ہے۔ اگر اس کا کماحقہٗ احترام نہ کیا گیا تو لوگ یاد رکھیں کہ جب وہ لوگوں کو پکڑے گا تو کوئی اس کا ہاتھ پکڑنے والا نہ بن سکے گا۔

دوسری یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ عزیز اور غالب و مقتدر ہونے کے ساتھ ساتھ 'حکیم' بھی ہے۔ اس وجہ سے اس کا ہر قول و فعل حکمت پر مبنی ہے۔ اس کی حکمت کی شان اس کے اس حکیمانہ کلام سے واضح ہے بشرطیکہ لوگ اس پر غور کریں...[۱۴۱:۷]

اگر کوئی اس کی مملکت کے اندر اس کے مقابل میں سر اٹھاتا ہے تو وہ اس کی کبریائی کو چیلنج کرتا ہے اور جو اس کی کبریائی کو چیلنج کرے گا وہ لازماً کیفر کردار کو پہنچے گا۔ اللہ تعالیٰ 'عزیز' یعنی غالب و مقتدر ہے اس وجہ سے کوئی اس کی گرفت سے نہیں بچ سکتا لیکن ساتھ ہی وہ حکیم بھی ہے اس وجہ سے اگر اس نے لوگوں کو سرکشی کے لیے مہلت دے رکھی ہے تو اس سے کسی کو یہ غلط فہمی نہیں ہونی چاہیے کہ وہ خدا کی گرفت سے باہر ہو گیا بلکہ اس کا ہر کام حکمت پر مبنی ہوتا ہے اور یہ حکمت ایک دن سب کے سامنے ظاہر ہو کے رہے گی۔[۳۳۴:۷]

'عزیز' یعنی ہر چیز پر غالب، ہر اختیار کا مالک، کوئی نہیں جو اس کی دسترس سے باہر ہو، کوئی نہیں جو اس کو دبا سکے یا اپنے زور سے اس پر اثر انداز ہو سکے۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ حکیم بھی ہے اس وجہ سے اس کا ہر فعل حکمت، عدل اور رحمت پر مبنی ہوتا ہے۔ یہ نہیں ہے کہ وہ اپنے زور میں جو چاہے کر ڈالے خواہ اس میں کوئی حکمت و غایت ہو یا نہ ہو۔ یہ کائنات اس کی قدرت کا ایک ادنیٰ کرشمہ ہے۔ اور یہ اپنے وجود سے شہادت دے رہی ہے کہ اس کو وجود میں لانے والا ہر چیز پر غالب ہے اور اس کے ہر کام میں اتھاہ حکمت پوشیدہ ہے۔ اس کی یہ حکمت مقتضی ہے کہ وہ ایک ایسا دن بھی لائے جس میں ان لوگوں کو صلہ عطا فرمائے جنھوں نے اس کے مقرر کیے ہوئے حدود کے اندر زندگی گزاری اور ان لوگوں کو سزا دے جنھوں نے اس کے حدود سے تجاوز کیا۔[۱۹۷:۸]

یہ ساری کائنات اپنی تسبیح و تقدیس اور اپنی بندگی و سرافگندگی سے اِس بات کی شہادت دیتی ہے کہ اس کا خالق ہر عیب، ہر کمزوری اور شائبۂ شرک سے بالکل پاک و منزہ ہے۔ وہ ہر چیز پر قدرت و اختیار رکھتا ہے۔ اس کے کسی ارادے میں کوئی مزاحم نہیں ہو سکتا۔ اس کے ہر کام میں حکمت ہے۔ اس وجہ سے بندوں کے لیے صحیح رویہ یہ ہے کہ اپنے آپ کو اس کے حوالہ کریں، اس پر بھروسا کریں، اس کے احکام کی تعمیل کریں، اسی سے ڈریں اور اسی سے امید رکھیں۔ مصرّف حقیقی وہی ہے۔ اس کے اذن کے بغیر کوئی چیز اپنی جگہ سے حرکت نہیں کر سکتی۔

اِس حقیقت کے راسخ ہونے سے صحیح ایمان پیدا ہوتا ہے جو تمام عزم و قوت کا سرچشمہ ہے اور اس کے اندر رخنہ پیدا ہونے سے نفاق اور کفر و شرک کو دل کے اندر گھسنے کی راہ ملتی ہے جس سے علم و عمل کے ہر گوشے میں

فساد پھیل جاتا ہے۔[۸:۲۸۲]

اللہ تعالیٰ عزیز ہے اس وجہ سے وہ جو چاہے کرسکتا ہے۔ اگر وہ چاہتا تو انسان بھی اسی طرح مجبورانہ اپنے رب کی بندگی اور تسبیح کرتا جس طرح ساری کائنات کررہی ہے لیکن وہ حکیم بھی ہے اس وجہ سے اس نے یہ چاہا کہ وہ انسان کو اختیار دے کر آزمائے کہ وہ یہ شرف پا کر اپنے رب کا حق پہچانتا ہے یا شیطان کا مرید بن جاتا ہے۔[۸:۳۱۵]

یہ کامل تفویض کا کلمہ ہے۔ تو ہر چیز پر غالب ہے، جو چاہے کرسکتا ہے۔ کوئی تیرا ہاتھ نہیں پکڑ سکتا۔ ساتھ ہی تو حکیم بھی ہے تیرا ہر کام حکمت پر مبنی ہوتا ہے اس وجہ سے ہم اپنا معاملہ تیرے حوالے کرتے ہیں۔ تو جو کرے گا اس میں خیر اور اسی میں حکمت و مصلحت ہے۔[۸:۳۳۰]

جو ذات ان صفات سے موصوف ہے اس سے بڑھ کر بھروسا کے قابل اور کس کی ذات ہوسکتی ہے بد قسمت ہیں وہ جو ایسی ذات پر بھروسا نہ کریں۔[۸:۳۵۳]

یہ بھی اطمینان رکھو کہ اگر تم اس کا ساتھ دو گے تو وہ کوئی کمزور ہستی نہیں ہے بلکہ وہ ہر چیز پر غالب اور اس کے ہر کام میں حکمت ہے۔ اس پر بھروسا کرنے والے کبھی نامراد نہیں ہوتے اور اس کے حکموں پر عمل کرنے والے کبھی ٹھوکر نہیں کھاتے۔[۸:۴۲۵]

## اَلۡعَزِیۡزُ الۡحَمِیۡدِ

'عزیز' سے اس کی عزت و قدرت کا اظہار ہو رہا ہے اور 'حمید' سے دنیا اور آخرت دونوں میں اسی کا سزاوارِ حمد ہونا اور یہ دونوں صفتیں توحید اور قیامت کو مستلزم ہیں۔[٦:۲۹۴]

صفت 'عزیز' اس کی عزت، قدرت، شان اور عظمت و جلال کو ظاہر کرتی ہے اور 'حمید' سے اس کی رحمت، ربوبیت اور سزاوارِ حمد و شکر ہونے کا اظہار ہوتا ہے ان کے حوالے سے مقصود اس حقیقت کی طرف اشارہ کرنا ہے کہ جو ذات ان صفات سے متصف ہے، وہی حقدار ہے کہ اس پر ایمان لایا جائے۔ جو اس پر ایمان لائے انہوں نے اس کا سہارا لیا ہے جس کا سہارا ہی اصل سہارا ہے اور وہی فلاح پانے والے ہوں گے۔[۹:۲۹۱]

## الۡعَزِیۡزُ الرَّحِیۡمُ

'عزیز' یعنی غالب، وہ جو چاہے کرسکتا ہے کوئی اس کا ہاتھ نہیں پکڑ سکتا۔ اگر وہ ان پر فوراً کوئی عذاب نازل کردے تو کوئی اس کی پکڑ سے ان کو بچا نہ سکے گا لیکن وہ رحیم بھی ہے اس وجہ سے عذاب بھیجنے میں جلدی نہیں کرتا کہ جو لوگ توبہ اور اصلاح کرنی چاہیں وہ اس مہلت سے فائدہ اٹھا کر کرلیں اور اس کی رحمت کے سزاوار بن جائیں۔ خدا کی ان صفات کو متحضر نہ رکھنے ہی کے باعث نادانوں کو یہ مغالطہ پیش آیا کہ وہ خدا کی ڈھیل کو اپنے رویہ کی صحت و صداقت کی دلیل سمجھ بیٹھے اور نہایت غور کے ساتھ ان لوگوں کا مذاق اڑایا جنھوں نے ان کو اصلاح کی دعوت دی۔[۵:۵۰۰]

اس اعلانِ براءت کے نتائج کی پروانہ کرو بلکہ اپنے رب عزیز و حکیم پر پورا بھروسا رکھو کہ وہ آگے کے مراحل میں ہر مشکل اور ہر خطرے میں تمہاری اور تمہارے ساتھیوں کی مدد فرمائے گا۔ وہ عزیز ہے اس وجہ سے جو کچھ کرنا چاہے گا کر ڈالے گا۔ کوئی اس کا ہاتھ نہیں پکڑ سکتا اور رحیم ہے اس وجہ سے وہ اپنے ان بندوں کو اپنی رحمت سے نوازے گا جو اس کی خاطر اپنے عزیزوں قریبوں کو چھوڑیں گے۔[۵:۵٦۳]

ان صفات کا حوالہ یہاں اس کی مشیت کی نوعیت کے اظہار کے لیے ہے کہ وہ غالب و مقتدر ہے، اس وجہ سے اس کی مشیت میں کوئی مزاحم تو نہیں ہوسکتا لیکن ساتھ ہی وہ رحیم بھی ہے، اس وجہ سے اس کا ہر ارادہ عدل و رحمت پر مبنی ہوتا ہے۔ وہ اپنی مشیت کے زور میں یہ نہیں کرتا کہ قوموں کو قوموں سے ٹکرا کر ان کے فساد فی الارض کا تماشا دیکھے۔[٦:۷٦]

قرآن کو خدائے عزیز و حکیم نے نہایت اہتمام و تدریج کے ساتھ اتارا ہے کہ لوگ اس پر غور کریں، اس کو سمجھیں اور اس سے 'صراطِ مستقیم' کی رہنمائی حاصل کریں۔ یہاں اللہ تعالیٰ کی دو صفتوں کا حوالہ ہے۔ ایک 'عزیز' دوسری 'رحیم'۔ ان میں ایک صفت انذار کے لیے ہے اور دوسری بشارت کے لیے۔[٦:۴۰۱]

## عَزِیۡزٌ ذُو انۡتِقَامٍ

وہ عزیز یعنی غالب اور قدرت والا ہے، کمزور اور ناتواں نہیں ہے

کہ کوئی اسے بے بس کر دے۔ اس طرح وہ انتقام لینے والا ہے یعنی عدل وقسط کے معاملے میں غیور ہے۔ سرد مہر اور بے احساس نہیں ہے کہ ان کی پامالی پر راضی ہو جائے۔ یہ اس کی انہی صفات کا ظہور ہے کہ جن قوموں نے اس کے قائم کردہ قسط کو مٹایا ہے، ایک خاص حد تک ان کو مہلت دینے کے بعد اس نے ان کو صفحۂ ہستی سے مٹا دیا ہے اور جب جب اس کے شرائع واحکام کو نابود کرنے کی کوشش کی گئی ہے اس نے ان کو ازسرِ نو تازہ کرنے اور سنوارنے کا اہتمام فرمایا ہے۔ عدل وقسط کے قیام وبقا کے لیے اپنی اسی سنت کو یہاں انتقام سے تعبیر فرمایا ہے۔[۱۸:۲]

اگر خدا اپنے بندوں کے لیے کافی نہیں ہے تو اس کے معنی یہ ہوئے کہ وہ ’عزیز‘ نہیں ہے۔ حالانکہ وہ ’عزیز‘ ہے اس لیے کہ جو ’عزیز‘ نہیں ہے وہ خدا نہیں ہو سکتا۔ ساتھ ہی وہ ’ذی انتقام‘ بھی ہے یعنی نہ وہ اپنے حقوق پر ڈاکا ڈالنے والوں کو چھوڑنے والا ہے اور نہ اپنے بندوں پر تعدّی کرنے والوں کو معاف کرنے والا ہے۔ بلکہ وہ ایک ایک چیز کا بدلہ لینے والا ہے۔ تو اس کے بندوں کو اس پر پورا بھروسا رکھنا چاہیے، وہ ہر خطرے سے ان کی حفاظت کرے گا۔[٦:۵۹۳]

## اَلۡعَزِیۡزُ الۡعَلِیۡمُ

اس کے اندر کئی حقیقتیں مضمر ہیں:۔

ایک یہ کہ یہ سورج اور چاند خدائی میں کوئی دخل نہیں رکھتے بلکہ اس کارخانہ کائنات میں ان کی حیثیت صرف کل پرزوں کی ہے جن کو ایک عزیز وعلیم نے ان کے مقام میں فٹ کیا ہے اور یہ اپنی مفوضہ خدمت پوری پابندی کے ساتھ انجام دے رہے ہیں دوسری یہ کہ یہ کارخانہ متضاد قوتوں اور مختلف دیوتاؤں کی کوئی رزمگاہ نہیں ہے بلکہ اس کے اضداد کے اندر حیرت انگیز سازگاری ہے اور ان کی یہ باہمی سازگاری اس بات کی شاہد ہے کہ ایک ہی خدائے قاہر وقیوم اور ایک ہی رب عزیز وعلیم کا ارادہ اور اس کی مشیت اس پر کارفرما ہے اور اس کی ہر حرکت اور اس کا ہر سکون اس کی مشیت کے تابع ہے۔

تیسری یہ کہ یہ دنیا کسی کباڑیے کی دکان یا کوئی مال گودام نہیں ہے جس میں کسی چیز کا بھی کوئی قرینہ نہ ہو بلکہ اس میں نہایت حیرت انگیز پلاننگ ہے، ہر چیز کے لیے اس کی متعین جگہ ہے، ہر حرکت اور گردش کے لیے متعین محور اور مدار ہیں، ہر عمل کے ظہور کے لیے لگے بندھے ضابطے قاعدے ہیں، ہر آزادی اور ہر پابندی کے لیے معلوم ومعروف حدود و قیود ہیں۔ اس سے صاف یہ اشارہ نکلتا ہے کہ اس جہان کے خالق کی مرضی انسانوں کے لیے بھی یہی ہے کہ وہ شتر بے مہار کی زندگی نہ گزاریں بلکہ اس کی ہدایات اور اس کے احکام کے تحت زندگی بسر کریں تاکہ ان کی زندگی اس پورے کارخانہ سے ہم آہنگ ہو۔ یہی راہ فلاح و سعادت کی راہ ہے۔[۱۲۰:۳]

یہ دنیا نہ تو اتفاق سے وجود میں آئی ہوئی کوئی چیز ہے اور نہ یہ آپ سے آپ چل رہی ہے بلکہ یہ ایک ایسی ہستی کی پلاننگ کا کرشمہ ہے جو ہر چیز پر قادر وغالب اور ہر چیز کا علم رکھنے والی ہے۔[٦:۴۲٦]

قرآن کسی سائل کی درخواست نہیں ہے بلکہ خدائے عزیز علیم کا اتارا ہوا صحیفۂ ہدایت ہے اس وجہ سے اس کی موافقت بھی بڑی اہمیت رکھنے والی بات ہے اور اس کی مخالفت کے نتائج بھی نہایت سنگین اور دوررس ہیں۔[۱۸:۷]

## اَلۡعَزِیۡزُ الۡغَفَّارُ

خدا ’عزیز‘ ہے اس وجہ سے کوئی اس کے اذن کے بغیر نہ اس کے ہاں رسائی حاصل کر سکتا نہ کسی کے لیے کوئی سفارش کر سکتا اور ’غفار‘ ہے اس وجہ سے وہ ان لوگوں کو خود بخشنے والا ہے جو اپنے لیے مغفرت کا حق پیدا کر لیں۔ ان کو کسی سفارشی کی سفارش کی ضرورت نہیں پیش آئے گی۔[٦:۵٦۴]

## عَزِیۡزٌ غَفُوۡرٌ

وہ ’عزیز‘ ہے اس وجہ سے جو سزا کے مستحق ہوں گے ان کو اس کی پکڑ سے کوئی بچا نہیں سکتا اور وہ ’غفور‘ بھی ہے اس وجہ سے جو اس کی مغفرت کے مستحق ہوں گے ان کو وہ اس سے محروم نہیں فرمائے گا بلکہ وہ کسی کی سعی وسفارش کے بغیر اس کے حق دار ٹھہریں گے۔[۸:۴۹۱]

## اَلۡعَزِیۡزُ الۡوَهَّابِ

اللہ تعالیٰ 'عزیز' اور 'وہاب' یعنی اپنے تمام خزانوں کا بلاشرکت غیرے مالک و مصرف اور بڑا ہی بخشنے والا ہے۔ وہ اپنے ان بندوں کو بھی بڑی فیاضی سے بخشتا ہے جو ان کی نظروں میں اگرچہ کسی چیز کے اہل نہیں ہیں لیکن خدا کی نظروں میں ان کا بڑا مرتبہ ہے چنانچہ اس نے اگر ان کو اس زمین کے کچھ خزف ریزے دیے ہیں جن پر یہ اترا رہے ہیں تو اس نے جس کو چاہا ہے نبوت و رسالت اور علم و حکمت کی بادشاہی بخش دی ہے جس سے بڑے منصب کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔[٦:٥١٥]

## عَفُوًّا غَفُوۡرًا

اگر کوئی شخص بیمار یا سفر میں ہے یا اسے پانی نہیں مل رہا ہے تو وہ تیمم کر سکتا ہے۔ اس کے ساتھ قضائے حاجت اور مباشرت کا ذکر اس لیے فرمایا کہ یہ ظاہر ہو جائے کہ تیمم ہر قسم کی نجاست میں جائز ہے۔ آخر میں فرمایا کہ اللہ معاف کرنے والا اور بخشنے والا ہے یعنی بندوں کے ساتھ اس نے یہ جو رعایت فرمائی ہے تو اس لیے کہ وہ عفو اور غفور ہے۔[٢:٣٠٤]

اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات 'عفوّ' 'غفور' کی یاددہانی فرمادی کہ ہر چند تمہیں اپنی جان، اپنے مال اور اپنی عزت و ناموس کی حفاظت کا حق ہے اور خدا تمہاری پشت پر ہے، لیکن ہم جس طرح لوگوں کی تعدیوں کے باوجود عفو و مغفرت سے کام لیتے ہیں اسی طرح چندے تم بھی عفو و درگزر سے کام لو۔ ان سرکشوں سے نمٹنے کا وقت بس آرہا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ تمہارا رب اپنی صفات کا عکس تمہارے اندر بھی دیکھنا چاہتا ہے۔[٥:٢٨٠]

اس طرح کی منکر اور خلافِ حقیقت بات اشتعال میں آکر کوئی مسلمان اپنے منہ سے نکال بیٹھا پھر اس کو اپنی غلطی کا احساس ہو گیا تو اللہ تعالیٰ درگزر فرمانے والا اور معاف کرنے والا ہے چنانچہ ظہار کے معاملے میں بھی چونکہ غلطی کے مرتکب کو اپنی غلطی کا پورا پورا احساس ہے اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس سے درگزر فرمایا۔[٨:٢٤٩]

## عَفُوًّا قَدِیۡرًا

پسندیدہ روش یہ ہے کہ آدمی اچھی بات کا اظہار کرے، اچھا جذبہ دل میں پرورش کرے اور دوسروں کی برائیوں سے درگزر کرے۔ اس کے بعد اپنی دو صفتوں — عفو اور قدیر — کا حوالہ دیا ہے جس سے اس حقیقت کی طرف اشارہ ہو رہا ہے کہ خدا ہر طرح کی قدرت رکھنے کے باوجود لوگوں کی برائیوں سے درگزر فرماتا ہے۔ اس وجہ سے وہ چاہتا ہے کہ اس کی ان صفات کا عکس اس کے بندوں کے اندر بھی پایا جائے۔ آدمی طاقت رکھتا ہے کہ وہ کسی کو ترکی بہ ترکی جواب دے سکے لیکن اس کے باوجود درگزر کر جائے تو یہ عفو ہے۔[٢:٤١٤]

## عَلِیٌّ حَکِیۡمٌ

ایک اس کی عظمت، رفعت اور بالاتری کو ظاہر کرتی ہے دوسری اس کی حکمت اور اس حکمت کے لوازم رحمت، عدل اور ہدایتِ خلق کی طرف اشارہ کر رہی ہے۔ ان دونوں کو جمع کرنے سے یہ بات نکلتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات اتنی بلند و بالا ہے کہ نہ اس کو کسی سے کلام کی ضرورت ہے اور نہ کوئی یہ درجہ و مرتبہ رکھتا ہے کہ اس سے ہم کلام ہو سکے لیکن اس عظمت و رفعت کے ساتھ وہ حکیم، عادل اور رحیم بھی ہے۔ اس وجہ سے وہ خلق کی رہنمائی اور اپنے بندوں کی اصلاح کے لیے ان کو اپنے خطاب و کلام سے بھی نوازتا ہے۔ اس سے آگے بڑھ کر جو لوگ یہ مطالبہ کر رہے ہیں کہ خدا ان میں سے ہر ایک سے رُو در رُو ہو کر بات کرے تو اس قسم کے لوگ نہ خدا کی عظمت سے آگاہ ہیں، نہ اپنی بے حقیقتی سے! ایسے احمق لوگ اپنی اس رعونت ہی کے ہاتھوں ہلاک ہوں گے۔[٧:١٩٣]

## عَلِیُّ الۡعَظِیۡمُ

اس کی ہستی بڑی ہی بلند اور بڑی ہی عظیم ہے۔ اس کے علم، اس کی قدرت اور اس کی وسعت کو اپنے محدود پیمانوں سے نہ ناپو، یہیں سے اس کے بارے میں گمراہیاں پیدا ہوتی ہیں اور شرک کی راہیں کھلتی ہیں۔ اپنی صفات کے باب میں جو کچھ وہ خود بتاتا ہے اس پر ایمان لاؤ اور ظن و قیاس اور تشبیہ و تمثیل کی خیال آرائیوں سے بچو![١:٥٩٠]

وہ بڑی ہی بلند اور بڑی ہی عظیم ہستی ہے۔ کسی کا بھی یہ درجہ نہیں کہ اس کا کفو اور ہمسر ہو سکے۔ اگر وہ لوگوں کو مہلت دے رہا ہے تو اس کے معنی یہ نہیں ہیں کہ لوگ اس کے دائرہ اختیار سے باہر ہو گئے اور اگر اس نے کسی

کوعزت وشوکت بخشی ہے تو اس کو اتنا مغرور نہیں ہونا چاہیے کہ وہ خدا کو دیکھنے اور اس سے ہم کلام ہونے کا حوصلہ کر بیٹھے۔ اللہ کی بارگاہ بہت بلند اور اس کی ہستی بڑی عظیم ہے۔[۷:۱۴۱]

## عَلِیۡمًا حَکِیۡمًا

اللہ کے اُوپر صرف ان کی توبہ کا حق قائم ہوتا ہے جو جذبات سے مغلوب ہو کر کوئی برائی کر گزرتے ہیں پھر فوراً توبہ کر لیتے ہیں۔ انہی لوگوں کی توبہ اللہ قبول فرماتا ہے۔ اللہ تعالیٰ علیم اور حکیم ہے۔ نہ کسی بات سے بے خبر نہ اُس کا کوئی کام حکمت سے خالی۔ پھر وہ ان لوگوں کی توبہ کی کوئی ذمہ داری اپنے اوپر کیوں لے گا جو جانتے بوجھتے ٹھنڈے دل سے گناہ بھی کیے جا رہے ہیں اور توبہ کا وظیفہ بھی پڑھتے جا رہے ہیں۔

اسی طرح ان لوگوں کی توبہ بھی توبہ نہیں ہے جو زندگی بھر تو گناہوں میں ڈوبے رہے جب دیکھا کہ موت سر پر آن کھڑی ہوئی تو بولے کہ اب میری توبہ! علیٰ ہذا القیاس کفر کی حالت میں مرنے والوں کی بھی توبہ نہیں ہے۔[۲:۲۶۶]

فرمایا کہ مقرر شدہ مہر ایک فریضہ کی حیثیت سے ادا کیا جائے۔ البتہ مہر کے مقرر کرنے کے بعد میاں بیوی باہمی رضامندی سے اگر اس میں کوئی کمی بیشی کر لیں تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ آخر میں علیم و حکیم کی صفات کا حوالہ اس قانون کی عظمت اور حکمت کے اظہار کے لیے ہے کہ جس نے یہ قانون اتارا ہے وہ علیم و حکیم ہے اس وجہ سے اس کی ہر بات بے خطا علم اور اتھاہ حکمت پر مبنی ہے۔ دوسروں کے لیے نہ یہ جائز ہے کہ اس کی خلاف ورزی کریں نہ یہ جائز ہے کہ اس میں ترمیم و اصلاح کی کوشش کریں۔[۲:۲۷۸]

آخری بعثت کے ذریعے سے ایک ایسی امت کا برپا کرنا جو پورے دین و شریعت کی حامل اور تمام اولین و آخرین کی وارث ہو پہلے سے اللہ تعالیٰ کی اسکیم میں طے تھا اور سابق انبیاء نے اس کی خبر بھی دے دی تھی وراس کا برپا ہونا خدا کے علم و حکمت کا مقتضٰی بھی تھا اس لیے کہ وہ علیم و حکیم اس بات کو پسند نہیں کر سکتا تھا کہ وہ اپنی پیدا کی ہوئی مخلوق کو یوں ہی گمراہی میں بھٹکنے کے لیے چھوڑ دے، اس کی ہدایت کے لیے کوئی انتظام نہ فرمائے۔[۲:۲۸۲]

خوں بہا کے ساتھ ساتھ ایک غلام آزاد کرنے کی مقدرت نہ ہونے کی صورت میں مسلسل دو مہینے کے روزے رکھنے کی جو ہدایت ہوئی تو اس پر خاص تاکید کے ساتھ زور دیا کہ یہ خدائے علیم و حکیم کی طرف سے مقرر کردہ توبہ ہے، نہ کوئی اس کو شاق سمجھے، نہ اس کی خلاف ورزی کرے۔[۲:۳۶۲]

یاد رکھو کہ اللہ علیم و حکیم ہے۔ اگر وہ اپنی راہ میں جہاد کرنے والوں کو کسی آزمائش میں ڈالتا ہے، ان کو کوئی نقصان پہنچ جاتا ہے تو یہ چیز اس کے علم و حکمت کا تقاضا ہوتی ہے جس سے اہل ایمان کی اصلاح و تربیت مقصود ہوتی ہے۔[۲:۳۷۴]

خدا سب سے بے نیاز ہے۔ آسمان و زمین میں جو کچھ ہے اسی کا ہے۔ سب اس کے قابو میں ہیں اور وہ ہر ایک کے اعمال سے واقف ہے۔ وہ ہر نفس کو اس کے اعمال کی جزا دے گا۔ اگر یہ چیز آج ٹل رہی ہے تو اس کے معنی یہ نہیں ہیں کہ جزا ہے ہی نہیں بلکہ یہ اس کی حکمت کے تحت ٹل رہی ہے۔ خدا حکیم بھی ہے۔[۲:۴۳۴]

تنگی یا کشادگی انسان کے اپنے اختیار میں نہیں، اللہ ہی کے اختیار میں ہے۔ اس وجہ سے اصل بھروسا اللہ ہی پر ہونا چاہیے جس کا ہر کام علم و حکمت پر مبنی ہے۔[۳:۵۵۶]

اللہ علیم و حکیم ہے۔ اس کا معاملہ ہر ایک کے ساتھ علم و حکمت پر مبنی ہے۔ وہ دین اور علم دین کسی کے سر نہیں منڈھتا بلکہ ہر ایک کو وہی دیتا ہے۔ جس کا وہ اپنے کو سزاوار ثابت کرتا ہے۔[۳:۶۲۹]

آزمائش کی شدت اللہ کی رحمت کی امید کو غذا اور قوت بخشتی ہے۔ خاصانِ خدا اِس رمز سے آگاہ ہوتے ہیں کہ اللہ اپنے بندوں کو ان کی طاقت سے زیادہ نہیں آزماتا۔ اس وجہ سے جب وہ دیکھتے ہیں کہ اب معاملہ ان کی طاقت سے باہر ہو رہا ہے تو وہ منتظر ہو جاتے ہیں کہ اب فتح باب میں زیادہ دیر نہیں ہے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے جب دیکھا کہ یوسف علیہ السلام کے بعد وہ بن یامین اور یہوذا سے بھی محروم ہو گئے تو انہیں دفعتاً یہ روشنی نظر آئی کہ اب انشاء اللہ سب کے جمع ہو جانے کا وقت قریب آ گیا ہے۔ رہی یہ بات کہ یہ کیسے ہو گی تو اس کیسے کا جواب صرف اسی کے پاس ہے جو تمام علم و حکمت کا مالک ہے۔ بندے کو چاہیے

کہ وہ اسی علیم وحکیم پر بھروسا رکھے۔[۴:۷۴۴]

میرا رب جس کام کو کرنا چاہتا ہے اس کے لیے اپنے علم اور اپنی حکمت سے ایسی باریک راہیں نکال لیتا ہے کہ اس کا سان گمان بھی نہیں ہوتا۔ حضرت یوسف علیہ السلام کی پوری سرگزشت اس حقیقت کی ایک عظیم شہادت ہے۔[۴:۲۵۴]

اللہ تعالیٰ حق و باطل میں کشمکش کراتا ہے اور اپنے نبیوں کی دعوت کے مقابلہ میں شیاطین کو بھی زور آزمائی و فتنہ انگیزی کا موقع جو دیتا ہے تو یہ سب کچھ اس کے علم وحکمت پر مبنی ہے۔[۵:۲۶۹]

اللہ نے اہلِ ایمان کو اپنے رسول کی نصرت کی دعوت دے کر یہ چاہا کہ ان کے لیے ایک فوزِ عظیم کے حصول کی راہ کھولے۔ اللہ تعالیٰ علیم وحکیم ہے۔ اس کا ہر کام علم وحکمت پر مبنی ہوتا ہے اور اس کے اس کام میں بھی اس کی عظیم حکمت ہے۔[۷:۴۴۲]

اللہ تعالیٰ کا ہر فعل اس کے علم اور اس کی حکمت پر مبنی ہوتا ہے۔ اس کی تقسیم کسی اندھے کی تقسیم نہیں ہے۔ وہ اپنے دین کی نعمت انہی کو دیتا ہے۔ جن کو وہ اس کا اہل پاتا ہے۔[۷:۴۹۴]

حقیقی علیم وحکیم اللہ تعالیٰ ہی ہے اس وجہ سے اُس نے بندوں کو جو حکم دیا ہے یا جس چیز سے روکا ہے وہ تمام تر علم وحکمت پر مبنی ہے۔ کسی دوسرے کو خدا سے زیادہ علیم و حکیم ہونے کے خبط میں نہیں مبتلا ہونا چاہیے۔[۸:۴۵۹]

اللہ تعالیٰ کا ہر کام اس کے علم وحکمت پر مبنی ہے۔ وہ ہدایت کی توفیق انہی کو بخشتا ہے جو اپنے سمع و بصر سے کام لیتے اور خیر و شر، حق و باطل کے درمیان امتیاز کی اس صلاحیت کی قدر کرتے ہیں جو اس نے ان کے اندر ودیعت فرمائی ہے۔ رہے وہ لوگ جو اپنی صلاحیتیں ضائع کر کے اندھے بہرے بن جاتے ہیں تو ان کو ہدایت نصیب نہیں ہوتی۔ ان کے لیے خدا نے جہنم تیار کر رکھی ہے۔[۹:۱۲۰]

## عَلِيمٌ حَلِيمٌ

ہمارے بندے پورا اطمینان رکھیں کہ اس دنیا میں ہماری خاطر اعدائے حق کے ہاتھوں وہ جو کچھ جھیل رہے ہیں ہم اس سے بے خبر نہیں ہیں۔ ہم ہر چیز سے واقف ہیں لیکن 'علیم' کے ساتھ ساتھ ہماری صفت 'حلیم' بھی ہے۔ اس وجہ سے ہم اپنے دشمنوں کو جلدی نہیں پکڑتے بلکہ ان کو اصلاح حال کا پورا موقع دیتے ہیں۔ لیکن وہ یاد رکھیں کہ ہمارے ہاں دیر ہے، اندھیر نہیں ہے۔[۵:۲۷۹]

اللہ تعالیٰ دلوں کے بھیدوں سے بھی واقف ہے لیکن وہ واقف ہونے کے ساتھ ساتھ حلیم اور بردبار بھی ہے، اس وجہ سے وہ درگزر بھی فرماتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اس علم وحلم کو متحضر رکھنے ہی سے خدا کی حیثیت اور اس کی عفو کا وہ صحیح تصور انسان کے اندر پیدا ہوتا ہے جو امید و بیم دونوں کے اندر توازن پیدا کر کے انسان کی زندگی کو صحیح منہاج پر قائم رکھتا ہے۔[۶:۲۵۸]

## عَلِيمًا خَبِيرًا

علیم وخبیر کی صفات کے حوالے سے مقصود ہر ایک کو تنبیہ کرنا ہے کہ خدا اچھی طرح باخبر ہے کہ (میاں بیوی) کے اس قضیے میں کس کا رول کیا رہا ہے اور اسی کے مطابق وہ اس کے ساتھ معاملہ کرے گا۔[۲:۲۹۴]

اصلی علیم وخبیر اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ وہی جانتا ہے کہ قیامت کب آئے گی، لیکن وہ آئے گی ضرور۔ اس کائنات کا ذرّہ ذرّہ اس کے وقوع کی شہادت دے رہا ہے۔[۶:۱۴۷]

وہ ہر چیز کو جاننے والا اور ہر ایک کے ہر قول و فعل کی خبر رکھنے والا ہے۔ جو عزت کا مستحق ہوگا وہ اپنا عزت کا مقام پا کے رہے گا اگرچہ وہ کتنے ہی گمنام اور حقیر خاندان کے اندر سے اٹھا ہو اور جو اس کا مستحق نہیں ہوگا وہ خواہ کتنا ہی بڑا قرشی و ہاشمی یا سورج بنسی یا چاند بنسی ہو لیکن اللہ تعالیٰ اس کو اسی کھڈ میں پھینکے گا جس کا وہ سزاوار ہوگا۔[۷:۵۱۳]

## عَلِيمٌ قَدِيرٌ

وہی انسان جس کو اپنے علم اور اپنی عقل پر بڑا ناز ہوتا ہے ایک وقت اس پر ایسا آتا ہے جب وہ خود بھی دیکھ لیتا ہے اور دوسرے بھی دیکھ لیتے ہیں کہ وہ شیر خوار بچوں کی طرح عقل و علم اور قدرت و اختیار سے بالکل عاری

ہو کر رہ گیا ہے۔ اس کو اپنے تن بدن تک کا کچھ ہوش نہیں رہ جاتا۔ وہ تمام تر دوسروں پر انحصار کرتا اور اپنی ضروریات میں ان کا محتاج ہوتا ہے۔ اس کی تمام علمی و عقلی صلاحیتیں اسی خدا کی طرف واپس ہو جاتی ہیں جو ان کا اصل عطا کرنے والا ہے اس لیے کہ علیم و قدیر خدا ہی ہے۔ جس کو جس حد تک بھی علم و قدرت کی نعمت ملتی ہے خدا ہی سے ملتی ہے، اس وجہ سے اس پر فخر و غرور جائز نہیں بلکہ اس کا شکر واجب ہے۔[۴:۴۳۰]

خدا کا علم ہر چیز کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔ کوئی چیز اس کی نگاہوں سے اوجھل نہیں ہے۔ ساتھ ہی وہ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے، کوئی کام اس کی قدرت سے باہر نہیں، مطلب یہ ہے کہ جو اپنے علم اور اپنی قدرت دونوں میں کامل ہے، کوئی اس سے بھاگ کے کہاں جا سکتا ہے؟[۶:۳۹۴]

یہ خدا ہی ہے جو جس کو چاہتا ہے بیٹیاں دیتا ہے، جس کو چاہتا ہے بیٹے عطا کرتا ہے، جس کو چاہتا ہے بیٹے اور بیٹیاں دونوں ہی دیتا ہے اور جن کو چاہتا ہے بے اولاد ہی رکھتا ہے۔ وہی علم اور قدرت رکھنے والا ہے اور جو کچھ کرتا ہے اپنے علم اور قدرت کے مطابق کرتا ہے، کسی دوسرے کو اس میں کوئی دخل نہیں ہے اِس وجہ سے بندوں کا فرض یہ ہے کہ تمام معاملات میں خدا ہی پر بھروسا رکھیں۔ نہ کبھی مغرور ہوں، نہ کبھی مایوس اور نہ کبھی اس کے سوا کسی اور سے لو لگائیں۔[۷:۱۸۹]

## عَلِيًّا كَبِيرًا

عورت بغاوت کے بجائے اطاعت کی راہ پر آجائے، تو پچھلی کدورتیں بھلا دینی چاہئیں۔ مرد کو اپنی قوامیت کے زعم میں یہ بات نہیں بھولنی چاہیے کہ سب سے بلند اور سب سے بڑا خدا ہے۔ جب وہ قیم السمٰوٰت والارض ہو کر ہم سب کے نشوز سے درگزر فرماتا اور توبہ و اصلاح کے بعد سب کی نافرمانیوں کو معاف کر دیتا ہے تو بندے اپنی قوامیت کی لے حد سے آگے کیوں بڑھائیں۔[۲:۲۹۳]

خدا کی ذات بڑی ہی برتر اور بڑی ہی عظیم ہے۔ اس کی قدرت و حکمت کا یہ ادنیٰ کرشمہ ہے کہ وہ رات کے بعد دن کو نمودار کر دیتا ہے اور دن پر رات کو ڈھانک دیتا ہے اور سورج اور چاند سب کی نکیل اس کے ہاتھ میں ہے۔ جو ذات اتنی عظیم و بلند ہے وہ اس سے ارفع ہے کہ کسی چیز کو اس کا شریک ٹھہرایا جائے۔[۶:۱۴۴]

اللہ تعالیٰ کی ذات بڑی ہی بلند و ارفع اور بڑی باعظمت و باجبروت ہے۔ کسی کی مجال نہیں کہ اس کے آگے اس کے اذن کے بغیر زبان کھول سکے اور نہ کسی کی یہ شان ہے کہ اس تک اس کی رسائی ہو سکے۔[۶:۳۱۶]

تمہیں توحید کی دعوت دی جاتی تو تم اس سے بدکتے اور شرک کے تم بڑے حامی بنے رہے تو اب فیصلہ خدائے برتر و عظیم ہی کے اختیار میں ہے۔[۷:۲۳]

## غَفُورٌ حَلِيمٌ

'لغو' قسموں کو اگرچہ مواخذہ سے مستثنیٰ رکھا ہے اس لیے کہ خدا غفور اور حلیم ہے لیکن ان کو 'لغو' کے لفظ سے تعبیر کر کے واضح کر دیا کہ ثقہ اور سنجیدہ لوگوں کو ان سے بھی احتراز کرنا واجب ہے[۱:۵۳۰]

سوچ سمجھ کر وہی سوالات کرو جو دنیا اور آخرت میں تمہارے لیے نافع اور علم شریعت میں اضافہ کے موجب ہوں۔ غیر ضروری سوالات اٹھا کر اپنی پابندیوں میں اضافہ کی راہ نہ کھولو۔ خدا بخشنے والا اور بردبار ہے۔ اس لیے اس نے تمہارے بے ضرورت سوالات نظر انداز کر دیے ہیں۔[۲:۶۰۰]

## غَفُورٌ رَّحِيمٌ

احتیاطوں کے ساتھ کسی واقعی مجبوری میں اگر کوئی شخص کسی حرام چیز سے فائدہ اٹھائے تو فرمایا ہے کہ اس کے اوپر کوئی گناہ نہیں ہے۔ اللہ غفور رحیم ہے۔[۱:۴۱۵]

کفار کی ستم رانیوں کا جواب ارتداد نہیں بلکہ ہجرت اور جہاد ہے۔ جو لوگ یہ بازیاں کھیل سکیں ان کے متعلق فرمایا کہ یہ اللہ کی رحمت کے امیدوار ہو سکتے ہیں یعنی یقین تو ان کے تمام مراحل سے گزرنے کے بعد بھی کسی کو نہیں کرنا چاہیے، اس لیے کہ کوئی بھی اپنے عمل سے نجات نہیں حاصل کرے گا بلکہ جس کو بھی نجات حاصل ہو گی خدا کی بخشش اور اس کی مہربانی ہی سے ہو گی چنانچہ آگے فرما دیا وَاللّٰهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ[۱:۵۱۴]

اگر تم رسول کی پیروی کرو گے تو یہی راستہ اللہ سے محبت کرنے کا ہے اور

اس کا انعام یہ ہے کہ اللہ بھی تم سے محبت کرے گا اور اب تک تم سے جو غلطیاں اور کمزوریاں صادر ہوئی ہیں ان کو معاف فرما دے گا۔ اللہ غفور و رحیم ہے۔[۲:۷۰]

جو لوگ ان تنبیہات کے بعد توبہ کر کے اپنے حالات کی اصلاح کر لیں گے اور جن حق پوشیوں کے اب تک مجرم ہوئے ہیں ان کا برملا اظہار و اعلان کر دیں گے اللہ تعالیٰ بخشنے والا رحم کرنے والا ہے۔[۲:۱۳۸]

خدا غفور رحیم ہے اس وجہ سے اگر وہ کسی کو سزا دے گا تو اسی وقت دے گا جب وہ اس کو سزا کا مستحق پائے گا۔[۲:۱۷۳]

اگر کسی سے کوئی برائی یا کسی ظلم نفس (شرک) کا ارتکاب ہو جائے تو وہ اللہ کی طرف رجوع کرے اور اس سے مغفرت مانگے، جو شخص خلوص کے ساتھ استغفار کرے گا وہ اللہ کو بخشنے والا اور مہربان پائے گا۔[۲:۳۸۰]

یہ بات کسی کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ رفع اضطرار کی حد سے آگے بڑھے۔ اگر ان پابندیوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے کوئی شخص کسی حرام سے اپنی زندگی بچا لے گا تو اللہ بخشنے والا اور رحم فرمانے والا ہے[۲:۴۵۹]

قابو میں آنے سے پہلے ہی توبہ و اصلاح کر لینے والوں کے معاملے میں حکومت کے لیے کوئی انتقامی کارروائی جائز نہیں ہے۔ خدا غفور اور رحیم ہے۔[۲:۵۰۸]

جو لوگ خدا سے بے خوف ہو کر اس کے شعائر کی بے حرمتی کریں گے اللہ ان کو سخت سزا دے گا اور جو لوگ غیب میں رہتے اس سے ڈرتے رہیں گے اور اس کے شعائر کا کماحقہٗ احترام کریں گے ان کے لیے وہ بخشنے والا اور مہربان ہے۔[۲:۵۹۹]

اگر تم میں سے کسی سے نادانی کے سبب کوئی غلطی صادر ہو جائے گی اور اس کے بعد وہ توبہ و اصلاح کر لے گا تو اللہ بخشنے والا اور مہربان ہے۔[۳:۶۱]

جزا اور سزا کے دن ہر شخص اپنی نیکی اور بدی کو دیکھ لے گا۔ جنہوں نے اپنے رب کی ناشکری کی ہوگی وہ اس ناشکری کی سزا بھگتیں گے۔ جنہوں نے اس کا حق پہچانا ہوگا، اللہ تعالیٰ ان کو اپنی مغفرت اور رحمت سے نوازے گا۔[۳:۲۱۲]

کوئی خدا کو اس دنیا کے معاملات سے بے تعلق یا الگ تھلگ نہ خیال کرے۔ جو لوگ اس کی راہ سے بے راہ ہوتے ہیں ان کو وہ سزا بھی بڑی ہی سخت دیتا ہے اور جو اس کی طرف رجوع کرتے ہیں ان کے لیے وہ بڑا بخشنے والا اور رحم فرمانے والا بھی ہے۔[۳:۳۸۱]

اگر تم حدودِ الٰہی کے تجاوز سے بچتے رہے تو وہ تمہاری چھوٹی موٹی غلطیوں اور کوتاہیوں پر گرفت نہیں فرمائے گا۔ وہ غفور رحیم ہے۔[۳:۵۱۴]

گناہ سے بری صرف وہی ہوں گے جو اپنی کمزوری، بیماری یا غربت کے سبب سے اگر میدانِ جنگ میں نہ پہنچ سکیں تو جہاں ہیں وہیں اپنے امکان کے حد تک اسلام اور مسلمانوں کی خدمت کریں اور اگر کچھ نہیں کر سکتے تو اپنے اپنے بستروں پر اور گھروں میں صدق دل سے اسلام اور مسلمانوں کی فتح مندی کی دعائیں اور اپنی محرومی پر غم کریں کہ افسوس ہے کہ وہ جہاد کے اہل نہیں رہے۔ فرمایا کہ جو لوگ ایسے ہوں گے وہی، محسن، یعنی خوب کار ٹھہریں گے اور ایسے خوب کاروں پر کوئی الزام نہیں ہے۔ اللہ بخشنے والا اور مہربان ہے۔[۳:۶۲۶]

جب خدا خود مغفرت فرمانے والا اور رحم فرمانے والا ہے تو بندے اسی کے دامنِ رحمت میں پناہ لیں، دوسروں کا سہارا کیوں ڈھونڈیں۔[۴:۹۳]

جس طرح مجرد اسباب پر بھروسا جائز نہیں ہے اسی طرح اپنے اعمال پر بھی، خواہ وہ کتنے ہی نیک کیوں نہ ہوں، غرہ نہیں ہونا چاہیے بلکہ اصل بھروسا خدا کی مغفرت و رحمت ہی پر ہونا چاہیے۔ کون جانتا ہے کہ خدا کی میزان میں کسی کے عمل کا کیا وزن ٹھہرتا ہے۔[۴:۱۴۳]

حضرت یوسف علیہ السلام نے یہ حقیقت بھی واضح فرما دی کہ میں اگر فتنوں سے محفوظ رہا تو اس وجہ سے نہیں کہ میں اپنے اندر نفس نہیں رکھتا بلکہ صرف اس وجہ سے محفوظ رہا کہ میرے رب کی رحمت و عنایت نے میری دست گیری فرمائی۔ میرا رب بخشنے والا اور مہربان ہے۔[۴:۲۲۵]

جن لوگوں نے ان جان گسل مصائب کا مقابلہ کر کے اپنے ایمان کی حفاظت کی ہے خدا ان کی لغزشوں اور فروگزاشتوں سے درگزر فرمائے گا اور ان کو اپنی رحمت سے نوازے گا۔[۴:۴۵۵]

جو لوگ خدا کی واضح ہدایات کے باوجود اب تک غلطیوں، جہالتوں اور

تعصبات میں گرفتار رہے ہیں ان کے لیے اب بھی نجات کی راہ کھلی ہوئی ہے۔ تمہارا رب ان لوگوں کو بخش دے گا اور ان پر رحم فرمائے گا جنہوں نے جہالت کے سبب سے برائیاں کیں پھر اس کے بعد توبہ اور اصلاح کر لی۔[۴:۴۶۱]

وہ چونکہ بخشنے والا اور رحم فرمانے والا ہے اس وجہ سے اس نے یہ کتاب نازل فرمائی ہے تاکہ جو لوگ توبہ و اصلاح کرنا چاہیں وہ توبہ و اصلاح کر کے اس کی رحمت کے مستحق بن جائیں۔[۵:۴۴۷]

میرے کسی بندے سے اگر کوئی غلطی صادر ہو جاتی ہے، پھر وہ توبہ و اصلاح سے اس کی تلافی کر دیتا ہے تو میں اس کو معاف کر دیتا ہوں، میں بڑا ہی غفور رحیم ہوں۔[۵:۵۸۳]

بالکل بے ارادہ جب (قتل قبطی) کا حادثہ پیش آ گیا تو موسیٰ علیہ السلام کو فوراً اپنی غلطی پر سخت پشیمانی ہوئی اور انہوں نے اپنے رب سے معافی مانگی۔ چونکہ یہ غلطی ان سے بالکل بے ارادہ ہوئی تھی، پھر انہوں نے معافی بھی بلا تاخیر مانگی، اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کو فوراً ہی معاف فرما دیا اور اس معافی کی غیبی طور پر ان کو بشارت مل گئی۔ اللہ تعالیٰ غفور و رحیم ہے۔[۵:۶۶۴]

جو غلطی بر بنائے جہالت اب تک ہوئی ہے اس پر تو کوئی مواخذہ نہیں ہے، اللہ غفور رحیم ہے لیکن اب اس تنبیہ و تعلیم کے بعد اگر اسی غلط بات پر اصرار قائم رہا تو اس کی نوعیت غلطی کی نہیں بلکہ جرم کی ہوگی، اس لیے کہ یہ چیز تمہارے دلوں کے قصد و ارادہ اور دیدہ و دانستہ تعمیر کا نتیجہ ہوگی جس پر اللہ تعالیٰ ضرور مواخذہ فرمائے گا۔[۶:۱۹۰]

اللہ تعالیٰ کی مشیت، اس کی حکمت اور اس کی سنت کے مطابق ہے، اس وجہ سے اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اگر وہ توبہ کریں گے تو اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے۔[۶:۲۱۰]

اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے۔ وہ ان تقصیرات سے درگزر فرماتا ہے جو بلا قصد و ارادہ صادر ہو جایا کرتی ہیں[۶:۲۵۶]

ہر چند امانت کی یہ ذمہ داری ہے تو بہت بھاری لیکن اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے اس نے اپنے باایمان بندوں اور بندیوں کے لیے توبہ کی راہ کھلی رکھی ہے۔ اگر وہ اپنی کسی کمزوری کے سبب سے کسی ظلم یا جہل کے مرتکب ہوں گے اور پھر توبہ کر لیں گے تو اللہ تعالیٰ ان کی توبہ قبول کر کے ان پر رحم فرمائے گا۔[۶:۲۸۱]

جنہوں نے اپنی جانوں پر گناہ یا شرک کر کے زیادتی کی ہے خدا کی رحمت سے مایوس ہو کر تم دوسروں کا سہارا نہ پکڑو اور اسی سے مغفرت کے طالب بنو، اللہ بڑا ہی غفور و رحیم ہے۔ اس کے جو بندے اخلاص کے ساتھ متوجہ ہوتے ہیں وہ ان کے ہر قسم کے گناہ معاف کر دیتا ہے۔[۶:۶۰۳]

مشرکین کو ایک برمحل تنبیہ ہے کہ کان کھول کر اچھی طرح سن لو کہ بخشنے والا اور رحم فرمانے والا اللہ ہی ہے۔ اگر یہ چیز فرشتوں کے اختیار میں ہوتی تو وہ اس تذلل کے ساتھ لوگوں کی مغفرت کے لیے اللہ سے کیوں درخواست کرتے؟[۷:۱۴۲]

اللہ تعالیٰ بڑا ہی غفور رحیم ہے۔ وہ تمہاری کوتاہیوں اور خامیوں سے درگزر فرمائے گا، صلہ دینے میں ذرا بھی کمی نہیں کرے گا۔ اس بات کا کوئی اندیشہ نہیں ہے کہ تمہارے اعمال کی قیمت کم کرنے کے لیے تمہارے چھوٹے چھوٹے نقائص کو بہانہ بنائے۔[۷:۵۲۱]

اللہ غفور رحیم ہے۔ وہ لوگوں کو عذاب میں ڈالنے کے بہانے نہیں ڈھونڈتا بلکہ مغفرت و رحمت سے نوازنے کے بہانے ڈھونڈتا ہے۔[۸:۳۳۱]

فرمایا کہ جو عورتیں ان تمام منکرات سے بچتے رہنے اور دین کے تمام معروفات کی پابندی کا اقرار کریں ان سے بیعت لو اور ان کے لئے اللہ تعالیٰ سے مغفرت مانگو کہ اس سے پہلے ان سے جو غلطیاں صادر ہوئی ہیں وہ ان سے درگزر فرمائے۔ اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے۔ وہ ان پر رحم فرمائے گا۔[۸:۳۴۵]

تمہارے لیے یہ دیکھنا تو ضروری ہے کہ (بیوی بچے) تم کو اللہ کی راہ سے روکنے والے نہ بنیں۔ لیکن ساتھ ہی یہ لحاظ رکھنا بھی ضروری ہے کہ حتی الامکان یہ چیز قطع تعلق اور مفارقت پر منتہی نہ ہو بلکہ جس حد تک گنجائش ہو عفو و درگزر اور چشم پوشی سے کام لو اور یہ امید رکھو کہ اللہ غفور رحیم ہے۔ وہ تمہاری کوتاہیوں سے بھی درگزر فرمائے گا اور ان کی کمزوریوں کو بھی معاف کرے گا۔[۸:۴۲۲]

برابر اپنے رب سے اپنی کوتاہیوں اور غلطیوں کی معافی بھی مانگتے رہو اور یہ امید رکھو کہ وہ معاف فرمائے گا۔ وہ بڑا ہی غفور رحیم ہے۔[۹:۳۳]

## غَفُوۡرٌ شَکُوۡرٌ

اِن صفات کا حوالہ بندوں کی امید افزائی کے لیے ہے کہ ان کی نیکیاں قبول کرنے کے معاملے میں اللہ تعالیٰ بڑی چشم پوشی سے کام لے گا اور ان کے چھوٹے چھوٹے عمل کو بھی قدر و عزت کے ساتھ قبول فرمائے گا۔[۳۸۲:۶]

## غَنِیٌّ حَلِیۡمٌ

غنی وحلیم کی صفات کے حوالے میں ایک پہلو تو یہ ہے کہ اللہ چونکہ غنی ہونے کے ساتھ ساتھ حلیم بھی ہے اس وجہ سے اپنے بندوں کی تمام کوتاہیوں اور نافرمانیوں کے باوجود ان کو اپنے جود و کرم سے نوازتا رہتا ہے۔ اگر وہ بندوں کی کوتاہیوں پر ان کو اپنے فضل سے محروم کر دیا کرے تو کون ہے جو کسی فضل کا مستحق قرار پاسکے۔ یہ اس غنی کا حلم ہی ہے جس کی بدولت نیکوکار اور گنہگار سب اس کے خزانے سے رزق پا رہے ہیں۔ جب اس کی صفات یہ ہیں تو وہ چاہتا ہے کہ انہی صفات کا عکس اس کے بندوں کے اندر بھی نمایاں ہو یعنی جن کو اس نے غنی بنایا ہے ان کے اندر ان کے غنا کے بقدر بردباری بھی ہو۔

دوسرا پہلو یہ ہے کہ غریبوں کی آستینوں کے اندر سے جو ہاتھ مالداروں کے سامنے پھیلتا ہے۔ وہ جیسا کہ مشہور حدیث قدسی میں وارد ہے، درحقیقت خدا ہی کا ہاتھ ہوتا ہے اس وجہ سے اس ہاتھ کی تحقیر کرنے والوں کو یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ وہ جس ہاتھ کو رد کر رہے ہیں یہ درپردہ اس غنی کا ہاتھ ہے جس کے ہاتھ سے انہوں نے سب کچھ پایا ہے۔ اگر ان کی طرف سے اس طرزِ عمل کے باوجود بھی وہ ان سے درگزر فرما رہا ہے تو اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ وہ حلیم ہے، ورنہ حق تو یہ تھا کہ ایسے ناشکرے لوگ خدا کی ہر نعمت سے محروم کر دیے جاتے۔[۶۱۵:۱]

## غَنِیٌّ حَمِیۡدٌ

خدا 'غنی وحمید' ہے یعنی اللہ کسی کے مال اور کسی کی خیرات کا محتاج نہیں، وہ اگر لوگوں سے یہ چاہتا ہے کہ خدا کی راہ میں خرچ کریں تو اس لیے نہیں کہ اس کے خزانے میں کمی ہے بلکہ اس سے لوگوں کی وفاداری کا امتحان مقصود ہے کہ دیکھے کہ لوگ اس کے بخشے ہوئے مال کو جب خود اس کو دینے کا وقت آتا ہے تو کس طرح دیتے ہیں۔ پھر 'غنی' کے ساتھ 'حمید' کی صفت لگائی ہے۔ حمید کے معنی ہیں وہ ذات جو سزاوارِ حمد و تعریف کاموں کا منبع ہے یعنی سب سے بے نیاز ہونے کے ساتھ اس کی ذات ستودہ صفات ہے، اس کا فیض ہمیشہ جاری رہتا ہے اور سب اس سے فیضیاب ہوتے ہیں، نیک بھی اور بد بھی۔[۶۲۰:۱]

خدا کی شکرگزاری کا یہ مطالبہ اس بنا پر نہیں ہے کہ وہ اس کا محتاج ہے یا اس سے اس کی شان اور عظمت میں کوئی اضافہ ہوتا ہے۔ وہ ہر چیز سے بے نیاز اور ہر حال میں ستودہ صفات ہے۔ یہ شکرگزاری خود بندوں ہی کے لیے موجب خیر و برکت ہے اس لیے کہ اس سے اللہ تعالیٰ بندوں پر اپنی نعمتوں اور برکتوں میں اضافہ فرماتا ہے۔[۳۱۲:۴]

'حمید' کی صفت یہاں بطور بدرقہ ہے یعنی وہ غنی ہونے کے ساتھ 'حمید' بھی ہے 'حمید' کے معنی ہیں ستودہ صفات اور تمام سزاوارِ حمد کاموں کا منبع۔ اس بدرقہ کی ضرورت اس لیے تھی کہ خدا کے بے نیاز ہونے کے سبب سے بندوں کے اندر مایوسی نہ پیدا ہو بلکہ وہ امید رکھیں کہ اس کے بے نیاز ہونے کے باوجود خلق کے لیے اس کا فیض ہر وقت جاری ہے۔ وہ بے ہمہ ہونے کے ساتھ ساتھ باہمہ بھی ہے۔[۲۸۱:۵]

جو شخص خدا کا شکرگزار رہتا ہے وہ دنیا اور آخرت دونوں میں اپنے لیے اللہ کی نعمتوں کو بڑھاتا ہے۔ رہا اللہ کا معاملہ تو وہ ہر چیز سے بے نیاز ہے نہ کسی کی شکرگزاری سے اس کو کوئی نفع پہنچتا اور نہ کسی کی ناشکری سے کوئی نقصان ساتھ ہی وہ حمید بھی ہے یعنی تمام اعلیٰ صفات سے متصف اور یہ تمام صفات اس کی ذاتی ہیں۔ نہ ان میں کوئی اضافہ کر سکتا، نہ کمی، اس کی اس صفت ہی کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ خواہ کوئی اس کے احسانات کی قدر کرے یا ناقدری لیکن اس دنیا میں اپنے رزق و فضل سے وہ کسی کو بھی محروم نہیں کرتا۔[۱۲۸:۶]

آسمانوں اور زمین میں جو بھی ہیں سب اسی کی مخلوق و مملوک اور سب اسی کے دروازے کے سائل و محتاج ہیں۔ بے نیاز اور ستودہ صفات صرف

اسی کی ذات ہے۔ اس وجہ سے شکر کا سزاوارِ حقیقی تنہا وہی ہے، اس کے سوا کسی کا بھی یہ درجہ و مرتبہ نہیں ہے کہ اس کے اس حق میں وہ شریک قرار دیا جا سکے۔ [۶:۱۴۱]

خدا اپنی ذات میں کامل ہے۔ اس کا یہ کمال اس کی ذات سے خارج کی کسی چیز کا محتاج نہیں ہے۔ ساتھ ہی وہ حمید یعنی تمام صفاتِ حمد سے متصف بھی ہے۔ خلق کے ساتھ اس کا تعلق کسی احتیاج پر نہیں بلکہ تمام تر اس کی رحمت و عنایت پر مبنی ہے۔ [۶:۳۶۹]

اللہ تعالیٰ اپنی ذات میں بالکل بے نیاز و بے پروا ہے۔ اسے کسی کی حاجت نہیں۔ وہ لوگوں سے مانگتا ہے تو اس لیے نہیں کہ وہ ان کا محتاج ہے بلکہ وہ 'حمید' ہے۔ اس وجہ سے وہ چاہتا ہے کہ اس طرح وہ لوگوں کو اپنے افضال کا حق دار بنائے اور انکے دیے ہوئے خزف ریزوں کو ایک لازوال خزانے کی شکل میں تبدیل کر کے ان کو واپس کرے۔ [۸:۲۲۵]

اللہ تعالیٰ کو لوگوں کی ہدایت مطلوب ہے تو اس وجہ سے نہیں کہ اس میں اس کا کوئی نفع ہے۔ وہ لوگوں کی ہدایت و ضلالت سے بالکل بے نیاز اور خود اپنی ذات میں ستودہ صفات اور کامل ہے۔ وہ ہدایت کا انتظام کرتا ہے تو محض اس وجہ سے کرتا ہے کہ لوگوں کی فلاح اسی میں ہے لیکن جب وہ اس کی قدر نہیں کرتے تو وہ اس کو زبردستی لوگوں کے اوپر نہیں لادتا۔ [۸:۴۱۸]

## اَلْفَتَّاحُ الْعَلِیْمُ

ایک ایسا دن آنے والا ہے جس میں ہمارا رب ہم کو اور تم کو دونوں کو جمع کرے گا اور پھر بالکل ٹھیک فیصلہ فرمائے گا کہ کون حق پر تھا اور کون باطل پر وہ بہت بڑا فیصلہ کرنے والا ہے۔ اس کے فیصلہ کے خلاف کوئی دھاندلی مچانا کسی کے بس میں نہ ہو گا اور وہ ہر چیز کا پورا پورا علم رکھنے والا ہے۔ کوئی چیز اس سے مخفی نہیں ہے۔ [۶:۳۱۸]

## اَلْقَوِیُّ الْعَزِیْزُ

آنحضرت ﷺ کے لیے پیغام تسکین و تسلی ہے کہ قوت اور عزت کا مالک تو تیرا رب ہی ہے۔ اگر اس میں سے کسی کو کوئی حصہ نصیب ہوتا ہے تو اسی کی عنایت سے نصیب ہوتا ہے تو تم مطمئن رہو جس طرح اس نے صالح علیہ السلام کے دشمنوں کو ذلیل و پامال کر کے رکھ دیا اسی طرح تمہارے دشمنوں کو بھی ایک دن رسوا کر دے گا اور کوئی اس کا ہاتھ پکڑنے والا نہیں بن سکے گا۔ [۴:۱۵۴]

خدا کے قوی و عزیز ہونے کے بعض خاص پہلو ہیں:۔

۱۔ خدا قوی و عزیز ہے اس وجہ سے وہ کسی کی مدد کا محتاج نہیں ہے جو لوگ اس کی مدد کرتے ہیں وہ درحقیقت خود اپنے لیے خدا کی مدد کی راہ کھولتے ہیں۔

۲۔ مسلمان اپنی قلت تعداد اور دشمن کی بھاری جمعیت سے ہراساں نہ ہوں، جو خداوند ذوالجلال انکی پشت پناہی کا وعدہ کر رہا ہے وہ قوی و عزیز ہے۔

۳۔ کفار مسلمانوں کی موجودہ حالت کو دیکھ کر اس غلط فہمی میں مبتلا نہ رہیں کہ یہ چند چنے بھلا کیا بھاڑ پھوڑیں گے! یہی قطرے اَب طوفان بنیں گے! اس لیے کہ ان کو خدا کی نصرت و حمایت حاصل ہے اور خدا قوی و عزیز ہے [۵:۲۵۷]

انہوں نے خدا کی شان اور اس کی عظمت و قدرت بالکل نہیں پہچانی خدا اِن کے معبودوں کی طرح کوئی عاجز و بے بس ہستی نہیں ہے بلکہ وہ نہایت ہی طاقتور اور غالب ہستی ہے۔ وہ جو ارادہ فرماتا ہے اس کو پورا کرنے پر پوری قدرت رکھتا ہے اور مجال نہیں ہے کہ کوئی اس کے ارادے میں مزاحم ہو سکے۔ [۵:۲۸۵]

اللہ تعالیٰ قوی و غالب و مقتدر ہے، اس وجہ سے اس کے بندوں کو چاہیے کہ اس پر پورا بھروسا رکھیں۔ اگر وہ اس کے بھروسے پر اس کی راہ میں اٹھیں گے تو وہ ان کو بے یارو مددگار نہیں چھوڑے گا بلکہ عناصرِ کائنات اور اپنے ملائکہ کو وہ ان کی مدد کے لیے بھیج دے گا۔ [۶:۲۱۱]

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر بڑا ہی مہربان ہے وہ رحمت کرنے میں سبقت کرتا ہے، عذاب نازل کرنے میں جلدی نہیں کرتا۔ وہ نافرمانوں کی نافرمانی کے باوجود ان کو رزق دیتا رہتا ہے کہ اگر وہ چاہیں تو اس مہلت سے فائدہ اٹھا کر توبہ و اصلاح کر لیں اور اپنے رب کی ابدی رحمت کے سزاوار بن جائیں اس کی دوسری وجہ یہ ہے کہ خدا نہایت ہی قوی و عزیز

ہے۔ کسی کی تاب نہیں ہے کہ اس کی پکڑ سے بچ سکے تو جب کوئی نہ اس کی گرفت سے باہر ہے اور نہ باہر ہو سکتا وہ جلدی کیوں کرے! جلدی کی ضرورت اسے پیش آتی ہے جس کو اندیشہ ہو کہ شکار اس کے قابو سے باہر نکل جائے گا۔ [۱۵۸:۷]

یہ جہاد کی حکمت واضح فرمائی کہ اگر اللہ تعالیٰ خود قوی اور غالب ہے، وہ اپنے بڑے سے بڑے دشمن کو چشم زدن میں شکست دے سکتا ہے لیکن اس جہاد کے ذریعے وہ اپنے بندوں کا امتحان کرتا ہے کہ کون غیب میں ہوتے اس کی اور اس کے رسولوں کی مدد کرتا ہے اور کون محض دکھاوے کا مجنون ہے جو امتحان میں پھسڈی ثابت ہوتا ہے۔ [۲۳۱:۸]

اللہ اور اس کے رسولوں کے لیے غلبہ لازمی ہے۔ اللہ کوئی کمزور ہستی نہیں ہے بلکہ وہ قوی وعزیز ہے۔ وہ جب اپنے بندوں کے پاس اپنا رسول بھیجتا ہے تو وہ رسول اللہ کا سفیر ہوتا ہے جو لوگوں کے پاس ان کے حقیقی بادشاہ کے احکام سے آگاہ کرنے کے لیے آتا ہے۔ اگر لوگ اپنے مالک حقیقی کے احکام کی بجا آوری کے لیے اٹھ کھڑے ہوتے ہیں تو وہ زمین میں ان کو اقتدار بخشا اور ان کو اپنے افضال وعنایات سے نوازتا ہے اور اگر وہ خود اللہ سے مقابلہ کے لیے اٹھ کھڑے ہوتے ہیں تو وہ باغی قرار پاتے ہیں اور اتمامِ حجت کے بعد اللہ تعالیٰ ان باغیوں کے وجود سے اپنی زمین کو پاک کر دیتا ہے۔ [۲۷۳:۸]

## اَلْکَبِیْرُ الْمُتَعَالِ

وہ بڑی ہی عظیم ہستی اور اس کی بارگاہ بہت بلند ہے وہ اپنے ارادوں اور اپنی سکیموں کے بھیدوں کو خود ہی جانتا ہے، دوسرے اس میں سے اتنا ہی جان سکتے ہیں، جتنا وہ ظاہر کر دے۔ [۲۷۵:۳]

## لَطِیْفٌ خَبِیْرٌ

ان صفات کا حوالہ یہاں نہایت لطیف طریقہ سے آیا ہے۔ 'لَطِیْف' کے معنی باریک بین اور دقیقہ رس کے ہیں یعنی وہ اپنی تدبیروں کو اس طرح بروئے کار لاتا ہے کہ کسی کو ان کا سان گمان بھی نہیں ہوتا۔ وہ بڑی خبر رکھنے والا ہے لوگ صرف ظاہر کو دیکھتے ہیں لیکن وہ ماضی کے پردوں میں جو کچھ چھپا ہوا ہے اس سے بھی باخبر ہے اور مستقبل کے اوٹ میں جو کچھ ہے اس سے بھی باخبر ہے۔ [۲۸۱:۵]

اگر رائی کے دانے کے برابر بھی کوئی نیک یا بد عمل کسی کا ہوگا تو خواہ وہ کسی پہاڑی یا گھاٹی کے اندر ہو یا لامتناہی یا ناپیدا کنار فضاؤں اور آسمانوں میں ہو یا زمین کی تہوں میں ہو، جہاں کہیں بھی ہوگا، خدا قیامت کے دن اس کو حاضر کر دے گا، اس لیے کہ اللہ نہایت باریک بین اور نہایت باخبر ہے۔ [۱۳۱:٦]

یہ اطمینان رکھو کہ اگر تمہاری ڈیوٹی گھروں کے اندر سے متعلق ہے تو تمہاری کوئی خدمت تمہارے رب سے مخفی نہیں رہے گی۔ خدا بڑا ہی باریک بین اور بڑا ہی خبر رکھنے والا ہے۔ وہ تمہارے ہر عمل اور تمہاری ہر ضرورت سے اچھی طرح باخبر ہے تم اس کے بھروسے پر اپنا فرض انجام دو، اللہ تمہاری ضروریات کا خود کفیل ہے۔ [۲۲۳:٦]

حقیقی باریک بین اور باخبر تو وہی ہے۔ دوسرا اگر کسی کی زندگی کے کسی پہلو سے واقف ہوتا ہے تو اس کی واقفیت جزوی اور ناتمام ہوتی ہے لیکن اللہ تعالیٰ سب کو وجود میں لانے والا اور سب کو رزق وزندگی بخشنے والا ہے اس وجہ سے اس کا علم ہر چھوٹی سے چھوٹی چیز کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔ [۴۹٦:۸]

## اَلْمَلِکِ الْقُدُّوْسِ الْعَزِیْزِ الْحَکِیْمِ

اللہ تعالیٰ نے اپنی جو صفات گنائی ہیں انہی کے تقاضوں کو بروئے کار لانے کے لیے اس رسول کی بعثت ہوئی ہے:۔

وہی خلق کا بادشاہ حقیقی ہے۔ اس کی اس صفت کا تقاضا یہ ہوا کہ اس نے اپنی رعیت کو اپنے احکام وہدایات سے آگاہ کرنے کے لیے اس کی طرف اپنا رسول بھیجا جس کی صفت یہ ہے کہ وہ لوگوں کو اس کی تعلیمات وہدایات پڑھ کر سنا رہا ہے۔

وہ پاک اور قدوس ہے اس وجہ سے اس نے یہ چاہا کہ وہ اپنے رسول اور اپنی تعلیمات کے ذریعہ سے لوگوں کو پاکیزہ بنائے چنانچہ اس کا رسول لوگوں کو عقائد واعمال اور اخلاق کی خرابیوں سے پاک کر رہا ہے۔

پھر وہ 'عزیز' اور 'حکیم' ہے اس وجہ سے اس نے ایسا رسول بھیجا ہے جو

اس کے بندوں کی شریعت اور حکمت کی تعلیم دے رہا ہے یہاں لفظ کتاب، شریعت اور قانون کے مفہوم میں ہے۔ شریعت اور قانون کا مؤثر نفاذ اسی کی طرف سے ہوتا ہے جو غالب و مقتدر ہو لیکن اللہ تعالیٰ صرف غالب اور مقتدر ہی نہیں بلکہ 'حکیم' بھی ہے اس وجہ سے وہ اپنے رسول کے ذریعہ سے جس قانون کی تعلیم دے رہا ہے وہ مجرد اس کے زور و اقتدار کا مظہر نہیں بلکہ اس کی حکمت اور بندوں کی دنیوی اور اخروی مصلحت کا بھی مظہر ہے۔ [۸:۳۷۷]

## اَلۡمَلِکُ الۡقُدُّوۡسُ السَّلٰمُ الۡمُؤۡمِنُ الۡمُھَیۡمِنُ الۡعَزِیۡزُ الۡجَبَّارُ الۡمُتَکَبِّرُ

'الملک' یعنی وہ بادشاہ ہے۔ اسی نے یہ دنیا پیدا کی ہے اور وہی بلا شرکتِ غیرے اس کا مالک اور حکمران ہے۔ چنانچہ اس نے اپنے اسی حق کی بنا پر اپنے رسول بھیجے تاکہ وہ اس کے بندوں کو اس کے احکام سے آگاہ کریں اور بندے ان کی تعمیل کر کے اپنے بادشاہ حقیقی کی خوشنودی حاصل کریں۔

'اَلۡقُدُّوۡس' وہ ہر عیب، ہر نقص اور برائی و خرابی سے بالکل پاک و منزہ ہے، اس وجہ سے اس نے اپنے بندوں کو پاکیزہ بنانے کے لیے کتاب اتاری اور رسول بھیجے تاکہ بندے پاکیزہ بن کر اس کا قرب حاصل کرنے کے اہل بن سکیں۔

'اَلسَّلٰمُ' کے معنی سلامتی، سکھ اور چین کے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے لیے ہر آفت اور ہر خطرے سے امان اور سپر ہے۔ بندہ جب اپنے کو اس کی پناہ میں دے دیتا ہے تو وہ سکھ اور چین پاتا ہے۔ اس کی اسی صفت کا فیض ہے کہ اس کی یاد دلوں کو سکینت و طمانیت بخشتی ہے

'اَلۡمُؤۡمِنُ' کے معنی ہیں امان دینے والا، یعنی شیطان اور اس کے ایجنٹوں کے حملوں سے بچنے کے لیے جب بندہ اس کی پناہ ڈھونڈتا ہے تو وہ اس کو اپنی پناہ میں لے لیتا ہے۔ یہ پناہ اس کے سوا اور کہیں بھی بندے کو حاصل نہیں ہو سکتی۔ شیطان کی رسائی خدا کے دامن کے سوا ہر جگہ ہے۔

'اَلۡمُھَیۡمِنُ' کے معنی معتمد اور وکیل کے ہیں۔

'اَلۡعَزِیۡزُ' اس کے اندر رسائی سے بالاتر اور دست رسی سے مافوق ہونے کا مفہوم بھی ہے اور غالب و قوی ہونے کا بھی یعنی اس پر کوئی حاوی نہیں ہو سکتا وہ سب کو شکست دے سکتا ہے۔

'اَلۡجَبَّارُ' کے معنی زور آور اور تگڑے کے ہیں۔ یہ صفت ان تمام تصورات الوہیت کی نفی کرتی ہے جن میں ساری اہمیت دیویوں کو دی گئی ہے۔

'اَلۡمُتَکَبِّرُ' کے معنی ہیں اپنی بڑائی اور برتری کا احساس رکھنے والا۔ یہ احساس اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کے اندر ہو تو باطل ہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو بھی کوئی ایسی بڑائی حاصل نہیں ہے جو اس کی ذاتی ہو بلکہ جس کو بھی کوئی بڑائی حاصل ہے وہ اللہ ہی کی بخشی ہوئی ہے۔ البتہ اللہ تعالیٰ کے لیے تکبر زیبا اور حق ہے اس لیے کہ اس کی بڑائی ذاتی اور ازلی و ابدی ہے۔ اس کے اس احساس ہی کا یہ اثر ہے کہ وہ اپنی خدائی اور بادشاہی میں کسی کی شرکت گوارا نہیں کرتا۔ [۸:۳۱۲]

## اَلۡوَاحِدُ الۡقَھَّارُ

مشرکین عرب نے فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں مان کر ان کو معبود بنا رکھا ہے اور ان کو خدا کے تقرب کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔ ان کم عقلوں نے اتنا بھی نہیں سوچا کہ اگر خدا اپنے لیے اولاد ہی بنانے کا ارادہ کرتا تو وہ بیٹیاں کیوں بناتا۔ وہ اپنی مخلوقات میں سے جس بہتر سے بہتر چیز کو چاہتا اپنے لیے منتخب کرتا۔ وہ ایسی نسبتوں اور ایسی ضرورتوں سے ارفع، منزہ اور بالکل پاک ہے۔ اس کو کسی بیٹے بیٹی یا کسی شریک و مددگار کی ضرورت نہیں ہے وہ بالکل یکہ و تنہا اور اپنی پوری کائنات کو اپنے قابو میں رکھنے والا ہے۔ [۶:۵۶۳]

## وَاسِعًا حَکِیۡمًا

شریعت میں مطلوب تو یہی ہے کہ ازدواجی رشتہ ٹوٹنے نہ پائے لیکن حالات اگر مجبور ہی کر دیتے ہیں اور دونوں میں علیحدگی ہو ہی جاتی ہے تو بہر حال اصل رزاق اور کارساز میاں اور بیوی دونوں کا اللہ ہے۔ وہ ہر ایک کو اپنے فضل سے مستغنی کر دے گا۔ وہ بڑی سمائی رکھنے والا اور حکیم ہے۔ [۲:۴۰۰]

## وَاسِعٌ عَلِیمٌ

تم ہر معاملے کو اپنی تنگ اور محدود نگاہوں سے دیکھتے ہو لیکن خدا اپنے فیصلے اپنی قدرت اور اپنے علم کی روشنی میں صادر فرماتا ہے۔[۱:۵۷۱]

اجر کی اس وسعت پر بندہ اپنی تنگ دامانی پر قیاس کر کے حیران ہو سکتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ غیر محدود سمائی رکھنے والا ہے، دوسری یہ بات فرمائی کہ خدا کی راہ میں جو چھوٹی یا بڑی، پوشیدہ یا علانیہ نیکی کی جاتی ہے سب اس کے علم میں ہوتی ہے اس وجہ سے ہر شخص اپنے اجر کی طرف سے مطمئن رہے۔ جب دینے والے کا خزانہ بھی غیر محدود ہے اور اس کا علم بھی غائب و حاضر سب پر محیط ہے تو تشویش کی گنجائش کہاں باقی رہی!۔[۱:۶۱۳]

اللہ تم سے اس انفاق کے عوض میں دنیا اور آخرت دونوں میں اپنے بے پایاں فضل و انعام کا وعدہ فرماتا ہے۔ اللہ بڑی سمائی رکھنے والا اور تمہارے ایک ایک عمل سے واقف ہے۔ نہ اس کے پاس دینے کے لیے کمی ہے اور نہ تمہارے راہ خدا میں دیئے ہوئے کسی پیسے دھیلے سے بے خبر ہے۔[۱:۶۲۱]

اللہ تعالیٰ اپنے فضل و رحمت کو تمہارے تنگ پیمانوں سے ناپ کر نہیں دیتا جن میں تمہارے سوا کسی اور کے لیے کوئی گنجائش ہی نہیں ہے بلکہ وہ بڑی سمائی رکھنے والی ہستی ہے اور اس کا ہر فیصلہ علم و خبر پر مبنی ہوتا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ کون کس چیز کا مستحق ہے اور کون مستحق نہیں ہے۔[۲:۱۲۲]

خدا کی مشیت اس کی کامل قدرت اور اس کے کامل علم و حکمت کے ساتھ ہے اور جہاں مشیت کامل قدرت اور کامل علم و حکمت کے ساتھ ہو وہاں کسی حق تلفی و ناانصافی کا سوال نہیں پیدا ہوتا۔ مشیت کے بیان کے ساتھ اللہ وَاسِعٌ عَلِیمٌ کی صفات کا حوالہ دینے سے مقصود اسی حقیقت کا اظہار ہے۔[۲:۵۴۸]

اللہ تعالیٰ نے یہ بشارت دی کہ جو لوگ غریب ہیں وہ بھی اطمینان رکھیں اور دوسرے سبھی یہ اطمینان رکھیں کہ نکاح فقر میں اضافہ نہیں کرتا بلکہ خدا کے رزق و فضل میں اضافہ کرتا ہے۔ جو آدمی اپنے ایمان و اخلاق کی حفاظت کے لیے نکاح کرتا ہے اس پر اللہ تعالیٰ کی نظر کرم ہوتی ہے اور وہ اس کی دستگیری فرماتا ہے یہ اسی بشارت کو مؤکد کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات کا حوالہ دیا ہے کہ اللہ کے دامنِ کرم میں بڑی گنجائش ہے اور وہ سب کے حالات اور ضروریات سے اچھی طرح باخبر ہے۔[۵:۴۰۱]

## اَلوَلِیُّ الحَمِیدُ

کارسازِ حقیقی صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے اور وہ 'حمید' یعنی ستودہ صفات اور تمام سزاوارِ حمد و شکر کاموں کا منبع ہے۔ اس حیات چند روزہ میں وہ ان لوگوں کو بھی اپنے رزق سے محروم نہیں کرتا جو اسی کے رزق پر پلتے اور اسی کو چیلنج کرتے ہیں[۷:۱۷۰]

## مَلِیکٍ مُّقتَدِرٍ

ملیک میں ملک کے بالمقابل زیادہ زور ہے۔ اس کے ساتھ 'مقتدر' کی صفت اس کو مزید زوردار بنانے کے لیے ہے۔ مطلب یہ ہے کہ آسمان و زمین کا بادشاہ محض نام کا بادشاہ نہیں ہے جیسا کہ مشرکوں اور ان گمراہ فرقوں نے مانا ہے جو خدا کو ہر چیز سے بالا محض ایک وجود معطل قرار دیتے ہیں بلکہ وہ ہمہ گیر اقتدار رکھنے والا ہے۔[۸:۱۱۶]

## بَدِیعُ السَّمٰوٰتِ وَالاَرضِ

'بدیع' کے معنی ہیں عدم سے وجود میں لانے والا یعنی خدا آسمانوں اور زمین اور تمام کائنات کو عدم سے وجود میں لانے والا ہے۔ جب کچھ نہ تھا تب خدا تھا۔ یہ ایک مسلم حقیقت ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ اس کائنات کی ہر چیز خدا کی مخلوق ہے تو کسی مخلوق کو بیٹوں بیٹیوں کا درجہ کس طرح حاصل ہوا؟ اور وہ خدا کی خدائی میں شریک کس راہ سے ہوئے؟[۳:۱۳۱]

## بَصِیرٌ

اللہ سے ڈرتے رہو اور یہ جان رکھو کہ جو کچھ تم کرتے ہو سب خدا کے سامنے کرتے ہو، کوئی چیز اس سے مخفی نہیں رہتی۔[۱:۵۴۵]

اللہ کے نیک بندے اس کی رضا جوئی اور اپنے نفس کی تربیت کے لیے جو ریاض کرتے ہیں اللہ تعالیٰ اس سے بے خبر نہیں ہے، وہ سب کچھ دیکھ

رہا ہے وہ اپنے ہر بندے کو اس کی محنت اور اس کے ایثار کا پورا پورا بدلہ دے گا۔[۶۱۸:۱]

پیغمبر ﷺ کو تسلی دی ہے کہ تمہارے اوپر ذمہ داری صرف حق کو پہنچا دینے کی تھی، وہ ذمہ داری تم نے ادا کر دی۔ اب تم اپنے فرض سے سبکدوش ہو اب ان کا فیصلہ اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ وہ اپنے بندوں کے سارے حالات و معاملات کو دیکھ رہا ہے اور ہر ایک کے ساتھ وہ وہی معاملہ کرے گا جس کا اس کو مستحق پائے گا[۵۴:۲]

بصیر بالعباد میں دھمکی اور تسلی دونوں ہیں [۴۲:۲]

رضائے الٰہی کے طالب اور اس کے قہر و غضب کے سزاوار یکساں نہیں ہوں گے۔ ان کے درجے اور ٹھکانے ان کے اعمال کے مطابق الگ الگ ہوں گے۔ اللہ ہر ایک کے اعمال کو دیکھ رہا ہے۔[۲۱۱:۲]

اللہ تمہارا نگرانِ حال ہے۔ اس کی نصرت پر پورا بھروسا رکھو۔ اگر تم ثابت قدم رہے تو اللہ تعالیٰ تمہیں ان تمام مخالفتوں کے علی الرغم منزل مقصود پر پہنچائے گا۔[۴۵۸:۵]

سائنس کا ہر ایک انکشاف جو ہوا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی رہنمائی سے ہوا ہے، دوسری بات یہ کہ ہر نعمت اور ہر قوت کا یہی بدیہی تقاضا ہے کہ انسان اس کو خدا کی امانت سمجھے اور یہ یاد رکھتا ہوا اس کو استعمال کرے کہ جس خدا نے یہ بخشی ہے وہ دیکھ رہا ہے کہ میں اس کو کہاں استعمال کرتا ہوں۔ ان دو حقیقتوں کے فراموش کر دینے کی وجہ سے اب سائنس انسان کے لیے ایک عظیم خطرہ بن گئی ہے اور نہیں کہا جا سکتا کہ انسان اپنے ہی ایجاد کیے ہوئے اسلحہ سے کب خودکشی کرے۔[۳۰۰:۶]

اگر تم اس کلمۂ حق کے سبب سے میرے دشمن بنتے ہو تو میں اپنا معاملہ اللہ کے حوالے کرتا ہوں۔ وہ اپنے بندوں کا محافظ اور ان کا نگرانِ حال ہے۔[۴۷:۷]

اللہ نے نیکی اور بدی اور ان دونوں کے انجام کو واضح کر کے تمہیں آزاد چھوڑ دیا ہے کہ چاہے تم نیکی کرو یا بدی البتہ یہ یاد رکھو کہ تم جو کچھ کر رہے ہو اللہ اس کو دیکھ رہا ہے۔[۱۱۰:۷]

حدیبیہ کے موقع پر جنگ کی نوبت جو نہیں آئی تو یہ تدبیر الٰہی کا کرشمہ ہے۔ اللہ تعالیٰ سارے حالات کا خود جائزہ لے رہا تھا اس وجہ سے یہ جو کچھ ہوا اس کی حکمت کے مطابق ہوا اور اسی میں تمہاری بہتری ہے۔[۴۶۲:۷]

اپنے ایمان و اسلام کو زیادہ بتانے اور جتانے کی ضرورت نہیں ہے۔ اللہ آسمانوں اور زمین کے سارے بھیدوں کو خود جانتا ہے اور یہ یاد رکھو کہ اللہ تمہارے سارے اعمال کو دیکھ رہا ہے۔[۵۲۳:۷]

تم جہاں کہیں بھی ہوتے ہو اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ ہوتا ہے اور جو کچھ بھی تم کرتے ہو اس کو دیکھ رہا ہوتا ہے۔[۱۹۹:۸]

اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کو دیکھ رہا ہے اور وہ ہر ایک کے ساتھ اس کے عمل کے مطابق ہی معاملہ کرے گا۔ اگر وہ ایسا نہ کرے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ اس کی نگاہوں میں کفر اور ایمان دونوں یکساں ہیں۔ یہ بات بالبداہت خدا کے عدل اور اس کی حکمت کے خلاف ہے۔[۴۱۵:۸]

یہ خدائے رحمان ہی کی رحمت ہے کہ وہ ہر چیز کی دیکھ بھال کر رہا ہے اور اس کو سنبھالے ہوئے ہے ورنہ کسی چیز کا کوئی ایک پیچ بھی ذرا سا ڈھیلا ہو جائے تو یہ سارا عالم چشم زدن میں تباہ ہو جائے۔[۴۹۸:۸]

اصل حقیقت یہ ہے کہ ان کا رب ان کو دیکھ رہا تھا، تو جب دیکھ رہا تھا تو آخر یہ کس طرح روا تھا کہ وہ ان کو اپنے حضور میں پیشی کے لیے نہ بلاتا؟ یہ بات تو اس کی قدرت، حکمت، عدل اور رحمت سب کے منافی ہوتی! قیامت اور جزا و سزا کے حق میں یہ دلیل قرآن میں جگہ جگہ بیان ہوئی ہے۔[۲۷۶:۹]

## حَسِیْب

سلام اور جواب سلام کا معاملہ کوئی رسمی حیثیت نہیں رکھتا تھا بلکہ اسلامی معاشرہ میں یہ وصل و فصل کی بنیاد تھا اس وجہ سے قرآن نے اہمیت کے ساتھ اس کو بیان فرمایا اور تنبیہ فرمائی کہ خدا ہر چیز کا حساب کرنے والا ہے اور قیامت کے دن سب کو اپنے احوال و اقوال کی جواب دہی کرنی ہے۔[۳۵۷:۲]

اگر اللہ کے پیغام کی تبلیغ میں دوسروں کے خوف یا لحاظ کے سبب سے ادنیٰ کوتاہی بھی ہوئی تو یاد رہے کہ اللہ محاسبہ کے لیے کافی ہے۔[۲۳۸:۶]

## حَفِیظٌ

وہ ہر چیز کا نگران اور محافظ ہے۔ جو چیز بگڑ جاتی ہے اس کو ہٹا کر اس کی جگہ دوسری نئی چیز لا دیتا ہے۔ یہ نہیں ہے کہ وہ ایک مرتبہ اس دنیا کو بنا کر پھر اس سے بے تعلق ہو کر بیٹھ رہا ہو بلکہ وہ برابر اس کی نگرانی بھی کر رہا ہے[۱۵۰:۴]

اللہ تعالیٰ اس رزم گاہ امتحان میں شیطان اور انسان کو اتار کر خود الگ تھلگ ہو کر نہیں بیٹھ رہا ہے بلکہ ہر چیز کی نگرانی کر رہا ہے۔ مجال نہیں ہے کہ شیطان اپنے حدود سے متجاوز ہو سکے اور ممکن نہیں ہے کہ انسان اپنی کسی دادرسی سے محروم رہ جائے۔ اگر انسان اپنا فرض اپنے امکان کی حد تک ادا کرنے کی کوشش کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کی اس دنیا میں بھی مدد فرمائے گا اور آخرت میں بھی اس کی ہر سعی کا بھرپور صلہ دے گا۔ اس سے معلوم ہوا کہ شیطان اور اس کی ذریات کے غلبہ سے مایوس ہو کر ادائے فرض سے دستکش ہونا جائز نہیں ہے اللہ تعالیٰ نے شیطان کو مہلت تو ضرور دی ہے لیکن اپنی دنیا اس کے حوالے نہیں کر دی ہے بلکہ ہر چیز کی نگرانی وہ خود فرما رہا ہے۔[۳۱۲:۶]

## خَالِقُ

رات اور دن کی یہ سازگاری کہ دونوں مل کر انسان کی پرورش کرتے ہیں اس بات کی دلیل ہے کہ اس کائنات میں جو چیزیں بظاہر اضداد کی شکل میں نظر آتی ہیں ان کے اندر بھی بڑی گہری وابستگی و پیوستگی ہے۔ یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ ایک بالاتر حکیم ہستی ان تمام اضداد کو اپنی حکمت کے تحت استعمال کر رہی ہے۔ اسی کا ارادہ سب پر حاکم اور وہی ہر چیز کا خالق و مالک ہے۔[۶۰:۷]

## خَبِیرٌ

خدا نے جو حدود مقرر کر دیے ہیں بس انہیں کی پابندی کرنی چاہیے اور اس بات کو یاد رکھنا چاہیے کہ اللہ بندوں کے ہر عمل سے باخبر ہے۔[۵۴۶:۱]

اس پوشیدہ انفاق کا اجر بھی سوا ملے گا اور یہ تمہارے دامن سے گناہوں کو جھاڑنے میں بھی زیادہ کارگر ہو گا۔ پھر فرمایا کہ پوشیدہ اور علانیہ کا مسئلہ تمہارے لحاظ سے ہے۔ خدا سے کوئی چیز بھی پوشیدہ نہیں تم جو کچھ بھی کرو گے، جہاں بھی کرو گے، جس جگہ بھی کرو گے، خدا ہر چیز سے باخبر ہے۔[۶۲۲:۱]

اچھی طرح تحقیق کر کے اقدام کرنا چاہیے۔ اگر کسی نے اس معاملے میں بے پروائی اور سہل انگاری کو راہ دی یا مالِ غنیمت کی طمع میں کسی مسلمان کو قتل کر دیا تو یاد رکھو کہ خدا تمہارے ہر عمل سے باخبر ہے۔[۳۶۳:۲]

رشتہ نکاح کو برقرار رکھنے کے لیے مرد کو ابھارا ہے کہ ایثار و قربانی اور احسان و تقویٰ کا میدان اصلاً اسی کے شایانِ شان ہے، وہ اپنی فتوت اور مردانگی کی لاج رکھے اور عورت سے لینے والا بننے کی بجائے اس کو دینے والا بنے۔ اللہ ہر ایک کے ہر عمل سے باخبر ہے اور ہر نیکی کا وہ بھرپور صلہ دے گا۔[۳۹۹:۲]

نظامِ قسط کو بگاڑنے کی دو شکلوں کی طرف اشارہ ہوا ہے۔ ایک تو یہ کہ اس کو کج کرنے، بگاڑنے اور مسخ کرنے کی کوشش کی جائے جیسا کہ یہود نے کیا دوسری شکل یہ ہے کہ اس کو بگاڑنے کی کوشش تو نہ کی جائے، اس کی شکل باقی رہے لیکن زندگی کے معاملات میں اس کو کوئی اہمیت نہ دی جائے۔ فرمایا کہ ان میں سے جو ظلم بھی کرو گے خدا اس سے بے خبر نہیں رہے گا اور جب بے خبر نہیں رہے گا تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ وہ اس جرمِ عظیم کی سزا دیے بغیر بھی نہ چھوڑے گا۔[۴۰۷:۲]

اگرچہ اللہ تعالیٰ ہر ایک کے اعمال سے اچھی طرح باخبر ہے لیکن اس کا طریقہ یہ ہے کہ وہ امتحان کی کسوٹی پر پرکھ کے غث وسمین کو نمایاں اور اہل ایمان کی تطہیر کرتا رہتا ہے۔ اب تمہاری جانچ کا مرحلہ آ گیا کہ تم میں کون اللہ و رسول اور اہل ایمان کا وفادار ہے اور کون محض جھوٹا مدعی ہے۔[۵۴۸:۳]

فرمایا کہ مشرکین قریش اور یہود دعوتِ حق کی مخالفت میں جو ایڑی چوٹی کا زور لگانا چاہتے ہیں لگالیں۔ وہ وقت بھی آئے گا۔ جب تیرا رب ان کے سارے اعمال کا بھرپور بدلہ ان کو دے گا۔ جو کچھ یہ کر رہے ہیں اس سے وہ پوری طرح باخبر ہے۔[۱۷۴:۴]

گھروں کے اندر یہ احتیاطیں اخلاقی پاکیزگی کے نقطۂ نظر سے نہایت

اعلیٰ اور اہم ہیں بشرطیکہ ان احتیاطوں کے ساتھ یہ حقیقت بھی ہر وقت متحضر رہے کہ انسان جو کچھ بھی کرتا ہے، خواہ کتنے ہی مخفی طریقے سے کرے، خدا اس سے باخبر ہوتا ہے، اگر یہ حقیقت متحضر نہ ہو تو نہ نگاہ کو آوارگی سے بچایا جا سکتا ہے نہ اعضاء کو نمائش سے۔[۳۹۶:۵]

خدا نے اپنی جو صفتیں بیان فرمائی ہیں اس کی حقیقی صفتیں وہی ہیں نہ کہ وہ جو تم نے اپنے جی سے گھڑ کر اس کی طرف منسوب کر رکھی ہیں۔ اگر اس کی صفتیں معلوم کرنی ہیں تو اٹکل کے تیر تکے نہ چلاؤ بلکہ اس خبیر سے معلوم کرو جو اپنی صفات سے سب سے زیادہ واقف خود ہے۔ [۴۸۱:۵]

اگر تم اس نظامِ ربوبیت و قدرت پر غور کرو تو اس امر میں ذرا شبہ کی گنجائش باقی نہیں رہے گی کہ جو اس سارے نظام کو چلا رہا ہے وہ تم سے اور تمہارے اعمال سے بے خبر نہیں ہو سکتا۔ اگر وہ بے خبر ہو تو وہ تمہاری پرورش کس طرح کرے گا؟ اور اگر باخبر ہے تو آخر وہ تم سے پرسش کیوں نہیں کرے گا کہ تم نے اس کی پروردگاری کا حق ادا کیا یا نہیں![۱۴۴:۶]

اس کا عمل اس کائنات کے ایک ایک ذرے اور ایک ایک حرکت و سکون کو محیط ہے۔ جو دانہ زمین میں ڈالا جاتا ہے، وہ اس سے بھی باخبر ہوتا ہے اور جو پودا اس سے برآمد ہوتا ہے اس کو بھی وہ جانتا ہے۔ اسی طرح آسمان سے جو خیر و شر نازل ہوتا ہے وہ بھی اس کے علم میں ہوتا ہے اور جو چیزیں اس میں صعود کرتی ہیں ان سے بھی وہ آگاہ ہوتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اس کا علم تمام کلیات و جزئیات کو محیط ہے اور وہ ہر چیز کی نگرانی فرما رہا ہے۔ اس کی مملکت میں کوئی چھوٹی سی چھوٹی چیز بھی نہ تو اس کے دائرہ علم سے باہر ہے اور نہ یہ ممکن ہے کہ اس کے کسی گوشے میں اس کے علم و اذن کے بغیر کوئی کسی قسم کی نقل و حرکت یا دراندازی کر سکے۔ علم الٰہی کے اس احاطہ کی وضاحت اس مقصد سے کی گئی ہے کہ شرک کے عوامل میں سے ایک بہت بڑا عامل مشرکین کا یہ مغالطہ ہے کہ بھلا اتنی ناپیدا کنار کائنات کے ہر کونے اور گوشے، ہر ایک کے قول و عمل اور ہر ایک کے دکھ درد سے خدا ہر لحظہ کس طرح واقف رہ سکتا ہے![۲۹۱:۶]

ان باتوں کی نصیحت تمہیں تمہارے رب کی طرف سے کی جا رہی ہے۔ اگر تم نے در پردہ یا علانیہ ان کی خلاف ورزی کی تو یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ تمہارے سارے اعمال کی خبر رکھتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جب وہ خبر رکھتا ہے تو اس کی گرفت سے نہ بچ سکو گے۔[۲۵۰:۸]

اللہ تعالیٰ تمہارے ہر عمل سے باخبر ہے۔ اس کو آگاہ ہونے کے لیے اس بات کی ضرورت نہیں ہے کہ تمہاری خدمات کا اشتہار اخباروں میں چھپے تب ہی اس کے علم میں آئے۔ تم دین و ملت کے قیام اور نظمِ جماعت کے احترام کی خاطر جو ایثار بھی کرو گے اللہ اس سے باخبر ہے اور وہ اس کا بھرپور صلہ دے گا۔[۲۶۳:۸]

اِس حقیقت کو ہمیشہ متحضر رکھو کہ اللہ تعالیٰ تمہارے ہر عمل سے باخبر ہے۔[۲۶۷:۸]

وہ تمہارے ایک ایک قول و فعل سے واقف ہے اس وجہ سے سلامتی اِسی میں ہے کہ جو کچھ کرو یہ پیشِ نظر رکھ کر کرو کہ تمہارا یہ عمل خدا کے علم میں رہے گا اور ایک دن تمہیں اس کی جزا یا سزا ملنی ہے۔[۳۰۸:۸]

زندگی کی فرصت گزر جانے کے بعد اللہ تعالیٰ کسی کو مہلت نہیں دیا کرتا اور اللہ تعالیٰ کو یہ بھی پتا ہے کہ آج انفاق اور نیکی کی زندگی بسر کرنے کا جو عہد تم کر رہے ہو یہ بالکل بے حقیقت ہے۔ اگر تمہیں مزید مہلت بھی ملی تو تم وہی کرو گے جو اب تک کرتے رہے ہو۔[۴۰۶:۸]

اس مغالطے میں نہ رہو کہ اللہ تمہارے اعمال سے بے خبر ہے۔ جو کچھ تم کر رہے ہو وہ سب اس کے علم میں ہے اور ایک دن وہ سب تمہارے سامنے آ کے رہے گا۔[۴۱۹:۸]

اللہ تعالیٰ ہر شخص کے اعمال اور ان کے محرکات سے اچھی طرح باخبر تو آج بھی ہے، لیکن آج ہر چیز کو آشکارا کرنا اس کی حکمت کے خلاف ہے۔ البتہ وہ دن اسی لیے ہوگا کہ سارا ریکارڈ ہر شخص کے سامنے رکھ دیا جائے چنانچہ جب وہ رکھ دیا جائے گا تو دوسرے بھی جان لیں گے کہ ان کا رب ان کے ظاہر و باطن دونوں سے کتنا آگاہ ہے۔[۵۰۵:۹]

## خَيۡرُ الرّٰزِقِيۡنَ

خدا کی راہ میں خرچ کرنے والے اطمینان رکھیں کہ اللہ تعالیٰ بہترین رزق دینے والا ہے۔ آج وہ تصور بھی نہیں کر سکتے کہ ان کے خرچ کیے

ہوئے خزف ریزوں کے عوض میں کل وہ ان کو کیا کچھ بخش سکتا ہے اور کیا کچھ بخش دے گا۔ لفظ 'خیر' یہاں ترجیح و تفصیل کے مفہوم میں نہیں بلکہ مطلق بیانِ صفت کے لیے ہے۔[۳۲۹:۶]

## ذُوْرَحْمَةٍ وَّاسِعَةٍ

اللہ چونکہ بڑی وسیع رحمت والا ہے، وہ سرکشوں اور ہٹ دھرموں کو بڑی دور اور بڑی دیر تک ڈھیل دیتا ہے تاکہ ان کے پاس کوئی عذر باقی نہ رہ جائے۔ اس سے اللہ کی پکڑ کچھ پیچھے تو بے شک ہو جاتی ہے لیکن اس سے اس کی وہ سنت باطل نہیں ہو جاتی جو مجرموں کی پکڑ کے لیے اس نے ٹھہرا رکھی ہے۔ جب اس کی اس سنت کے ظہور کا وقت آجائے گا۔تو وہ کسی کے ٹالے نہیں ٹل سکے گی۔[۱۹۳:۳]

## رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ تمہارا رب العلمین وہی ہے جو آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے، سب کا رب ہے۔ یہ امر یہاں ملحوظ رہے کہ 'مَا بَيْنَهُمَا' کے تحت سورج چاند سب آگئے اور فرعون سورج دیوتا کا اوتار سمجھا جاتا تھا۔[۵۱۰:۵]

آسمانوں اور زمین اور عرش کا مالک ان باتوں سے پاک ہے جو یہ اس کی طرف بغیر کسی دلیل کے منسوب کر رہے ہیں ۔ وہی تنہا ان تمام چیزوں کا خالق اور وہی اکیلا اس ساری کائنات کا مالک اور اس کے عرشِ حکومت پر بلاشرکتِ غیرے حکمران ہے۔[۲۵۵:۷]

## رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ

رب کس طرح گوارا کر سکتا ہے کہ وہ اپنے چمن میں ایک ایسے درخت کو جگہ گھیرے رکھنے کے لیے چھوڑ دے جس کی زہریلی ہوا اور جس کے مسموم برگ وبار پورے چمن کو غارت کر کے رکھ دیں۔ پس حمد و شکر کا سزاوار ہے وہ رب العلمین جو ایسی نابکار قوموں کی جڑ کاٹ کے رکھ دیتا ہے۔[۵۲:۳]

اللہ ہی تمام عالم کا رب ہے تو اس کے سوا کون حقدار ہو سکتا ہے کہ اپنے آپ کو اس کے حوالے کیا جائے[۸۲:۳]

یہ کائنات جس طرح اپنے خالق کی بے پایاں عظمت و جبروت پر شاہد ہے اسی طرح اس کی بے پایاں برکت و رحمت پر بھی گواہ ہے تو اس سے مانگنے کے لیے کسی واسطے اور وسیلے کی ضرورت نہیں۔ خوف اور طمع، امید اور بیم ہر حال میں اسی کو پکارو اور اسی سے مانگو، جس طرح وہ اپنے جلال میں یکتا ہے اسی طرح اپنی رحمت میں بھی یکتا ہے۔[۲۷۹:۳]

قرآن کے خداوند عالم کی طرف سے ہونے میں کسی شک کی گنجائش نہیں ہے۔[۵۷:۴]

قرآن مجید کی تنزیل 'اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ' کی طرف سے ہے۔اس کے اللہ رب العلمین کی طرف سے ہونے میں کسی شبہ کی گنجائش نہیں ہے۔[۱۵۵:۶]

اللہ واحد تمام آسمانوں اور زمین اور ان کے درمیان کی ساری چیزوں کا خداوند ہے اور وہی تمام مشرق و مغرب کا مالک ہے۔ کوئی اس غلط فہمی میں نہ رہے کہ اس نے اپنی ناپیدا کنار مملکت کے دور دراز گوشوں کا انتظام اپنے دوسرے شریکوں کے سپرد کر رکھا ہے۔ وہ کسی کی مدد کا محتاج نہیں ہے۔ وہ اپنی کائنات کے ہر گوشے اور کونے کا مالک ہے۔ اور خود ہی اپنے احکام کے تحت اس کا اِنتظام فرماتا ہے اس کائنات میں فرشتوں کا اگر کوئی دخل ہے تو خدا کے شریک کی حیثیت سے نہیں بلکہ اس کے فرمانبردار سفیروں اور کارندوں کی حیثیت سے ہے۔ وہ جو کچھ بھی کرتے ہیں اپنے رب کے احکام کی تعمیل میں کرتے ہیں۔[۴۵۳:۶]

قیامت کے دن جب اس کے کامل عدل اور اس کی کامل رحمت کا ظہور ہوگا تب ہر ایک کا تردّد دور ہو جائے گا اور ہر گوشے سے اس کی حمد کا ترانہ بلند ہوگا۔[۶۱۶:۶]

حقیقی زندہ اور زندگی بخش وہی ہے۔ اس کے سوا جن کو تم پکارتے ہو وہ 'اموات غیر احیاء' زندگی سے محروم مردے ہیں۔ وہ نہ سنتے ہیں نہ کسی کی مدد کر سکتے ہیں۔ ان کو پکارنا بالکل لا حاصل ہے تو اللہ ہی کو پکارو اور پورے اخلاص کے ساتھ اسی کی اطاعت کرو۔ اس لیے کہ شکر کا سزاوار اللہ ہی ہے جو تمام عالم کا رب ہے۔[۶۱:۷]

پس لاریب وہی تمہارا ابھی رب ہے اور اس عالم کا بھی رب ہے اور وہ بڑا ہی بافیض اور برکت والا ہے۔[۶۱:۷]

قرآن القائے شیطانی نہیں بلکہ اللہ رب العالمین کا اتارا ہوا کلام ہے۔

اس کا سرچشمہ لوحِ محفوظ ہے جس تک ملائکہ مقربین کے سوا کسی کی بھی رسائی نہیں۔[۸:۱۸۴]

قرآن اللہ رب العلمین کی طرف سے اتارا ہوا کلام ہے۔[۸:۵۵۳]

یہ لوگ گمان نہیں رکھتے کہ ایک ایسا عظیم دن آنے والا ہے جس میں لوگ اپنے رب کے حضور میں پیشی کے لیے اٹھائے جائیں گے۔[۹:۲۵۶]

## رَبُّ الۡعَرۡشِ الۡعَظِیۡمِ

اصل عرشِ عظیم کا، جو تمام آسمانوں اور زمین پر حاوی ہے، مالک وہی ہے تو اسی کی بندگی کرو، اس کے عرش کے آگے کسی کے عرش کی بھی، خواہ وہ کتنا ہی بڑا ہو، کوئی وقعت و حیثیت نہیں ہے۔[۸:۵۹۸]

## رَبُّ الۡعَرۡشِ الۡکَرِیۡمِ

'عرش' خدا کی حکومت کی تعبیر ہے اور لفظ 'کریم' قرآن میں باعزت اور بافیض کے معنی میں آیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ خدا ایک باعزت اور بافیض عرش کا خداوند ہے تو اس کی حکومت ایک اندھیر نگری کس طرح ہو سکتی ہے۔[۵:۳۵۰]

## رَبِّ الۡعَظِیۡمِ

رب عظیم اس بات سے پاک اور برتر ہے کہ وہ کوئی عبث اور محض کھیل تماشے کی قسم کا کام کرے۔[۸:۱۷۹]

## رَبِّ الۡفَلَقِ

نمودار کرنے والا خدا۔ پھاڑ کر نمودار ہونے والی چیز صرف صبح ہی نہیں ہے۔ ہر چیز کسی نہ کسی چیز کے اندر سے اس کو چاک کر کے ہی نمودار ہوتی ہے۔ گٹھلی سے پودا نمودار ہوتا ہے، دانے کو پھاڑ کر انکھوے نکلتے ہیں، زمین کو پھاڑ کر نباتات اگتی ہے، پہاڑوں کا سینہ چاک کر کے چشمے اور دریا ابلتے ہیں، اسی طرح انڈے کو پھاڑ کر بچے نکلتے ہیں اور رحم کے منہ کو کھول کر دوسری تمام زندہ مخلوقات وجود پذیر ہوتی ہیں۔[۹:۶۶۰]

## رَبُّ الۡمَشۡرِقَیۡنِ وَرَبُّ الۡمَغۡرِبَیۡنِ

مشرق و مغرب، سب کا رب اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ نہ کوئی اس کے حدودِ مملکت سے باہر ہے اور نہ کوئی اس کی خدائی میں حصہ دار ہے۔ اللہ تعالیٰ تمام مشرق و مغرب کا بلاشرکتِ غیرے مالک ہے اس کے آسمانوں اور زمین میں بالشت بھر علاقہ بھی کسی اور کے قبضہ میں نہیں ہے کہ وہ اس علاقہ والوں کو خدا کی پکڑ سے بچالے۔[۸:۱۳۳]

## رَبِّ ذُوالۡجَلٰلِ وَالۡاِکۡرَامِ

درحقیقت وہی اپنی ذات میں باعظمت ہے اس وجہ سے وہی سب کی تعظیم و تکریم کا حقیقی سزاوار ہے۔ کوئی اور ان اوصاف میں اس کا شریک نہیں ہے۔[۸:۱۳۶]

## رَبِّ النَّاس

جو لوگوں کا پروردگار ہے وہی حقدار ہے کہ لوگوں کا بادشاہ حقیقی ہو اور جو بادشاہ حقیقی ہے وہی حقدار ہے کہ لوگوں کا معبود ہو۔ اگر پروردگار کے سوا کوئی دوسرا لوگوں کا بادشاہ بن کر اپنا قانون اور حکم چلائے تو یہ چیز بھی خلاف عقل و فطرت اور ناجائز ہے اور رب کے سوا اگر کسی اور کو لوگ اپنا معبود بنائیں تو یہ چیز بھی خلافِ عقل و فطرت اور حرام ہے۔[۹:۶۷۴]

## اَلرَّحۡمٰنُ

جس نے اس کائنات کو وجود بخشا ہے وہ رحمان ہے۔ یہاں صفتِ رحمان کی تذکیر سے مقصود خاص طور پر اس کائنات کے باغائت و بامقصد ہونے کی طرف اشارہ ہے کہ اس کا خالق رحمان ہے اور اپنی اس رحمت ہی کے لیے اس نے اس کو پیدا کیا ہے۔ اس کی اس صفت کا لازمی تقاضا ہے کہ ایک ایسا دن وہ لائے جس میں اس کی یہ رحمت اس کے کامل عدل کے ساتھ ظہور میں آئے۔[۵:۴۸۰]

اللہ تعالیٰ نے غایت رحمت کے سبب سے تم کو اپنے صحیفۂ رحمت سے نوازا کہ تم اس کو پڑھو، اور سمجھو اور اس کی روشنی میں اپنی عقلی و عملی کج رویوں کی اصلاح کر کے اس دنیا میں بھی پھلو پھولو اور آخرت میں بھی فلاح پاؤ۔[۸:۱۲۷]

## رَحِیۡم

جب تمہارا رب تمہارے اوپر مہربان اور رحیم ہے تو وہ کس طرح یہ

پسند کر سکتا ہے کہ تم ایک دوسرے کا مال ہڑپ کرو اور ایک دوسرے کو قتل کرو۔ رؤف و رحیم رب تو یہی چاہے گا کہ تم آپس میں 'رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ' بن کر رہو۔ پھر یہیں سے یہ بات بھی نکلی کہ اگر اس کے برخلاف لوگ آپس میں ظلم و عدوان کے مرتکب ہوں تو یہ عین اس کی رافت و رحمت ہی کا تقاضا ہے کہ وہ عدل و انصاف کا ایک ایسا دن لائے جس میں ان لوگوں کو کیفرِ کردار کو پہنچائے جو اس کے مرتکب ہوئے ہوں۔ [۲:۲۸۶]

## رَءُوْفٌ بِالْعِبَاد

ہر چند اللہ تعالیٰ کے ساتھ بیع و شرا کا عہد بڑا کٹھن ہے اور اللہ کی رضا جوئی کے لیے اپنی ساری زندگی کو تج دینا ایک عظیم جہاد ہے جس کے تقاضے بڑے صبر آزما ہیں لیکن اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر بڑا مہربان ہے، وہ ان پر ان کی استطاعت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتا، اور اگر اس عہد کے تقاضوں میں ان سے کوئی بھول چوک ہو جاتی ہے تو اس کو معاف کرتا ہے، لغزشوں اور کوتاہیوں کے لیے اس نے توبہ و اصلاح کی راہیں کھلی رکھی ہیں۔ [۱:۴۹۷]

اللہ تعالیٰ چونکہ اپنے بندوں پر غایت درجہ مہربان ہے۔ وہ ان کو ان کے اعمال کے نتائج بد سے بچانا چاہتا ہے اس وجہ سے وہ ان کو اپنی ذات سے بار بار ہوشیار کر رہا ہے کہ وہ اس کی ڈھیل سے کسی غلط فہمی میں نہ پڑیں وہ ڈھیل تو بے شک دیتا ہے لیکن جب پکڑے گا تو اس کی پکڑ بھی بڑی سخت ہوگی۔ [۲:۷۰]

## سریع الحساب

جو لوگ آخرت کے عذاب و ثواب کو ایک بہت بعید چیز سمجھ کر اپنی بدعملیوں میں بدمست رہتے ہیں کہ جو چیز اتنی دور ہے اس کی فکر میں ابھی سے مبتلا ہو کر اپنے عیش کو کیوں مکدر کریں۔ ان کو ان الفاظ سے یہ بات یاد دلائی جاتی ہے کہ آج تم جس حساب کتاب کو بہت دور کی چیز سمجھ رہے ہو جب وہ سر پر آ جائے گا تو تم یہ سمجھو گے کہ اس پر تو ایک صبح و شام بھی نہیں گزری۔

اسی طرح جو لوگ اللہ کے اچھے وعدوں کو وعدہ فردا سمجھتے ہیں اور یہ گمان کرتے ہیں کہ ان کے ظہور میں ایک غیر متناہی مدت باقی ہے، ان کو ان الفاظ سے یہ تسلی دی جاتی ہے کہ اطمینان رکھو خدا کے وعدوں کے پورے ہونے میں دیر نہیں ہوگی۔ جب تمہیں اجر ملے گا تو محسوس کرو گے کہ تمہاری مزدوری تمہارا پسینا خشک ہونے سے پہلے ہی تم کو مل گئی۔ [۱:۴۸۸]

## سَمِیْعُ الدُّعَآءِ

جس پروردگار نے مجھے بڑھاپے میں اسمٰعیل علیہ السلام و اسحٰق علیہ السلام عطا فرمائے، میں اس سے یہی امید رکھتا ہوں کہ جس طرح اس نے ان کے باب میں میری دعا کو قبولیت سے نوازا اسی طرح میری اس دعا کو بھی شرفِ قبول بخشے گا۔ میں اس سے مانگ کر کبھی محروم نہیں ہوا ہوں۔ [۴:۳۳۴]

## شَدِیْدُ الْمِحَال

خدا جن پر چاہتا ہے اپنا صاعقۂ عذاب بھیج دیتا ہے اور لوگ خدا کے بارے میں جھگڑنے ہی میں مصروف ہوتے ہیں۔ خدا 'شدید المحال' یعنی بڑی طاقت والا ہے، کسی میں طاقت نہیں کہ اس کے وار کو روک سکے۔ [۳:۲۷۶]

## شَھِیْدٌ :

اللہ تعالیٰ کہیں غائب نہیں ہوتا ہے، بلکہ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہوتا ہے اس کے سامنے ہوتا ہے اور وہ ہر جگہ موجود ہوتا ہے۔ [۸:۲۵۷]

## عٰلِمُ الْغَیْبِ وَالشَّھَادَۃِ

وہ غائب و حاضر دونوں کو جاننے والا ہے۔ لفظ 'غیب' یہاں بندوں کے لحاظ سے استعمال ہوا ہے ورنہ اللہ تعالیٰ کے لیے ہر چیز شہادت (حاضر) کے حکم میں داخل ہے۔ اس صفت کے اندر امید و بیم دونوں کے پہلو ہیں۔ بیم کا پہلو یہ ہے کہ انسان جو کچھ بھی کرتا ہے۔ خواہ سرًّا یا علانیتاً وہ اللہ کے علم میں ہے اور جب سب کچھ اس کے علم میں ہے تو وہ لازماً ایک ایک چیز سے متعلق باز پرس کرے گا۔ پھر نہ تو کوئی اپنے کسی قول و فعل کو چھپا سکے گا اور نہ اس کا کوئی سفارشی خدا کے سامنے

اس کے باب میں کوئی غلط بیانی کر سکے گا۔ امید کا پہلو اس میں یہ ہے کہ جب اس کا رب اس کے ہر غائب و حاضر سے واقف ہے تو اس کو اس پر پورا بھروسا رکھنا چاہیے اور اپنی درخواست اسی کے آگے پیش کرنی چاہیے۔[۳۱۱:۸]

## عَزِیْزٌ

اِس کے معنی غالب و مقتدر کے ہیں۔ جو لوگ قرآن کا انکار کر رہے ہیں وہ اِس حقیقت کو نظر انداز نہ کریں کہ یہ قرآن کسی سائل کی درخواست نہیں ہے بلکہ اس کا بھیجنے والا بھی عزیز یعنی غالب و مقتدر ہے اور یہ کتاب خود بھی عزیز ہے۔ اس وجہ سے اس کی حیثیت ایک فرمانِ واجب الاذعان کی ہے۔ جو لوگ اس کا انکار کریں گے وہ یہ بات اچھی طرح یاد رکھیں کہ یہ کتاب ان کا فیصلہ کر کے رہے گی۔[۱۱۱:۷]

## عَلَّامُ الْغُیُوْبِ

اس کائنات کا رب تمام غیب کی باتوں کو جانتا ہے کوئی چیز بھی اس سے مخفی نہیں ہے، اس وجہ سے کوئی اس غلط فہمی میں نہ رہے کہ اس کو کسی چیز کا فیصلہ کرنے میں کوئی زحمت پیش آئے گی۔ وہ ہر ایک کا پورا اعمال نامہ اس کے آگے رکھ دے گا جس میں اس کا ہر عمل درج ہو گا خواہ وہ کتنے ہی پوشیدہ گوشوں میں انجام دیا گیا ہو۔[۳۴۰:۶]

## عَلِیْمٌ

انسان جو نیکی بھی کرتا ہے اسے اطمینان رکھنا چاہیے کہ اس کا ایک ایک ذرہ سب خدا کے علم میں ہے۔ کوئی چیز نہ تو اس کے علم سے باہر ہے اور نہ کسی چیز کو وہ فراموش کرنے والا ہے۔ پھر جب وہ سب کچھ جانتا ہے تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ وہ اس کا بھرپور صلہ بھی دے گا اور جب ہر چیز کا صلہ ملنے والا ہے اور وہ بھی دس گنے سے لے کر سات سو گنے تک تو ایسے نفع بخش کاروبار میں سرمایہ لگانے سے انسان کیوں گھبرائے؟[۵۱۰:۱]

اللہ سے ڈرتے رہو اور خوب جان رکھو کہ وہ تمہاری ہر بات سے باخبر ہے یعنی وہ لوگوں کی شرارتوں کے باوجود ان کو ڈھیل تو دیتا ہے لیکن جب وہ پکڑے گا تو اس کی پکڑ سے کوئی بھی چھوٹ نہ سکے گا۔[۵۴۰:۱]

اللہ ظالموں کو خوب جانتا ہے، سے مراد اس کا لازمی نتیجہ ہے یعنی جب خدا خوب جانتا ہے تو ان کے ساتھ معاملہ بھی اپنے علم کے مطابق ہی کرے گا۔[۵۶۹:۱]

’جو تم خرچ کرو گے‘ اللہ اس سے باخبر ہے، یعنی ایسے خوددار سائلوں کو تلاش کر کے چپ چپاتے ان کی حاجت روائی کرنا خلق سے چھپا رہے گا لیکن خالق سے چھپا نہیں رہے گا۔ وہ تمہارے ہر انفاق سے باخبر ہے اور وہ اس کا بھرپور صلہ دے گا۔[۶۲۵:۱]

’اور جو کوئی چیز بھی تم اللہ کی راہ میں خرچ کرو گے تو اللہ اس سے باخبر ہے‘ سے مقصود اس کا لازم ہے یعنی خدا جب تمہارے خرچ کیے ہوئے پیسے پیسے سے باخبر ہے تو اطمینان رکھو، کوئی حبہ ضائع جانے والا نہیں ہے۔ اگر ایک خرچ کرو گے تو دس گنے سے لے کر سات سو گنے تک پاؤ گے اور اللہ کا فضل مزید براں ہے جس کی کوئی حد و نہایت ہی نہیں۔[۱۴۳:۲]

تمہارے اندر چونکہ یہ کمزوریاں موجود تھیں، اس وجہ سے اللہ نے چاہا کہ ایسے حالات پیش آئیں کہ تمہاری کمزوریاں ظاہر ہوں، تمہارے دلوں کی جانچ ہو اور تمہارے کھوٹ باہر آئیں۔ اللہ دلوں کے امراض اور ان کے علاج سے اچھی طرح واقف ہے۔[۱۹۷:۲]

دینے والا سب کی طلب، سب کے ذوق و شوق اور سب کی نیت اور سب کے اخلاص سے واقف ہے اور اس کے خزانے میں نہ کمی ہے، نہ وہ دینے میں بخیل ہے تو غلط میدان میں اپنی محنت برباد کرنے سے کیا حاصل ہے۔ جس کو قسمت آزمائی کرنی ہو اکتسابی میدان میں کرے۔[۲۸۹:۲]

اللہ تعالیٰ نہ کسی کے عمل سے بےخبر ہے۔ نہ ذرہ برابر وہ کسی کی حق تلفی کرنے والا ہے بلکہ کسی کی کوئی نیکی ہو گی تو وہ اس کو بڑھا کر کئی گنا کرے گا اور اس پر مزید وہ خود اپنی طرف سے ایک بہت بڑا اجر عطا فرمائے گا۔[۳۰۰:۲]

جو لوگ اللہ کے فضل کے حاصل کرنے کے لیے ہجرت اور جہاد کی بازیاں کھیلیں گے وہ مطمئن رہیں کہ اللہ ان کی جاں بازیوں سے اچھی

طرح باخبر ہے۔[۲:۲۳۴]

جو نیکی اور حسن سلوک تم کرو گے اللہ اس سے باخبر ہوگا اور خدا کے ہاں اس کا صلہ پاؤ گے۔[۲:۳۹۸]

اللہ سے ڈرتے رہو اور یہ بات یاد رکھو کہ خدا دلوں کے بھیدوں سے بھی واقف ہے۔[۲:۴۷۱]

خدا کا علم ماضی، حاضر مستقبل، ظاہر، باطن، غائب، موجود، مضمر سب پر محیط ہے اور انسان کا خدا کے علم کے متعلق یہی عقیدہ ہے جو اس کے اندر خشیت بالغیب پیدا کرتا ہے۔[۲:۵۹۸]

جب خدا ہی نے ہر چیز کو پیدا کیا ہے اور اس کا علم ہر چیز کو محیط ہے تو آخر وہ ضرورت کیا ہے جس کے لیے ان شرکاء کا سہارا ڈھونڈا گیا ہے۔ یہ تصور کرنے کی تو کوئی گنجائش نہیں ہے کہ خدا نے پیدا کرنے کو تو کر دیا لیکن اس کو ہر چیز اور ہر شخص کی خبر نہیں ہے۔ جس نے پیدا کیا ہے وہ لازماً ہر چیز کو جانتا بھی ہے۔[۳:۱۳۱]

اللہ کی ہر بات اس کے بے خطا علم پر مبنی ہے اور ہر چیز کا اس نے ایک محل اور مقام مخصوص کیا ہے۔ دینی اخوت و ولایت کا اپنا دائرہ ہے اور رحمی قربت و قرابت کا اپنا مقام ہے۔ اپنے اپنے محل میں دونوں کا احترام کرو اور خدا نے ان کے جو حقوق ٹھہرائے ہیں ان کو ادا کرو۔[۳:۵۱۹]

خدا ظاہر و باطن ہر چیز سے آگاہ ہے جس کے اندر بھی شرک و کفر کے ساتھ کوئی لوث اور لگاؤ ہوگا وہ خدا سے مخفی نہیں رہے گا۔[۳:۶۵۶]

اگر خدا انذار فرما رہا ہے تو اس سے چھپنے کی یہ تدبیر بالکل ہی احمقانہ ہے کہ اس کو سننے سے گریز کیا جائے۔ آخر خدا سے آدمی کہاں چھپ سکتا ہے۔ وہ تو اس وقت بھی لوگوں کو دیکھتا ہے جب لوگ اپنے اوپر چادر لپیٹتے ہیں۔ وہ تو ظاہر سے بھی واقف ہوتا ہے اور پوشیدہ سے بھی اور سینوں کے تمام اسرار سے بھی۔[۴:۱۰۸]

اللہ کو خوب پتا تھا کہ وہ کیا کر رہے تھے۔ وہ تو اپنی سکیم پوری کر رہے تھے اور اللہ اپنی سکیم پوری کر رہا تھا۔ انہیں تو ایک غلام ملا تھا، خوش تھے کہ اس کو بیچ کر کچھ پیسے حاصل کر لیں گے اور اللہ نے یہ چاہا کہ یوسف علیہ السلام کی یہ غلامی مصر کی بادشاہی کی تمہید ثابت ہو۔[۴:۲۰۰]

یوں میرا رب تو ان کی سازش سے اچھی طرح واقف ہی ہے اور میرے اعتماد کے لیے اس کا واقف ہونا ہی کافی ہے لیکن چاہتا ہوں کہ میری رہائی سے پہلے اس واقعہ کی تحقیق ہو جائے تاکہ بعد میں اس کے سبب سے کسی کو میرے خلاف لب کشائی کی جرأت نہ ہو سکے حضرت یوسف علیہ السلام کے اس ارشاد کی تہ میں اتر کر غور کیجیے تو یہ حقیقت واضح ہوگی کہ انہوں نے مجرد بادشاہ کے وقتی حسن ظن سے فائدہ اٹھا کر اپنی رہائی اور بادشاہ کے تقرب کو پسند نہیں فرمایا بلکہ سب سے زیادہ اہمیت الزام سے برأت کو دی۔[۴:۲۲۴]

سب علم والوں سے بڑھ کر بھی ایک علم والا ہے اور اس کا علم حقیقی ہے۔[۴:۲۴۵]

بے شک اللہ اس سے خوب باخبر ہے جو تم کرتے رہے ہو۔[۴:۴۰۴]

اگر تم نیک عمل کرو گے تو وہ بھی میرے علم میں رہے گا اور میں اس کا پورا پورا صلہ دوں گا اور اگر برائی کا ارتکاب کرو گے تو وہ بھی میرے علم میں رہے گی اور میں اس کی سزا بھی دے کر رہوں گا۔[۵:۳۲۵]

اللہ تعالیٰ کی صفت علم کی بار بار یاد دہانی اس وجہ سے کی جا رہی ہے کہ جن چیزوں سے یہاں روکا جا رہا ہے ان کے لیے نفس کے اندر چور دروازے بہت سے ہیں۔ جب تک خدا کے علیم و خبیر ہونے کا صحیح طور پر استحضار نہ ہو مجرد احکام و ہدایات سے ان رخنوں کو بند کرنا ممکن نہیں ہے۔ شیطان کوئی نہ کوئی راستہ نکال ہی لیتا ہے اور آدمی ٹھوکر کھا جاتا ہے۔ البتہ اگر اس تصور کا دل پر ہر وقت غلبہ رہے کہ اللہ تعالیٰ سب کچھ دیکھ رہا ہے تو یہ چیز شیطان کی مخفی سے مخفی چالوں سے بھی انسان کو محفوظ رکھتی ہے۔[۵:۳۹۵]

اللہ کی مشیت ہمیشہ اس کے علم و حکمت پر مبنی ہوتی ہے۔ وہ ہر ایک کے ظاہر و باطن سے اچھی طرح واقف ہے، اس وجہ سے ہر ایک کے ساتھ وہی معاملہ کرتا ہے جس کا وہ سزاوار ہوتا ہے۔[۵:۴۱۱]

لوگ اس دن کو یاد رکھیں جس دن اللہ کے حضور ان کی پیشی ہوگی اور اللہ ان کا سارا کچا چٹھا ان کے سامنے رکھ دے گا۔ اللہ ہر چیز سے باخبر

ہے۔[۴۳۵:۵]

وہ ہر چیز کا علم رکھتا ہے اور اپنے علم و حکمت کے مطابق رزق کی تقسیم فرماتا ہے نہ کوئی دوسرا اس سے زیادہ علم رکھنے والا ہے کہ اس کو بتائے کہ فلاں کا رزق پہنچا ہے، فلاں کا نہیں پہنچا اور نہ کوئی اس کے بندوں کے احوال و مصالح سے اس سے زیادہ باخبر ہے کہ اس کو رائے دے سکے کہ فلاں کا رزق زیادہ ہونا چاہیے فلاں کا کم۔[۶۳:۶]

کوئی اس غلط فہمی میں نہ رہے کہ ساری دنیا کے اعمال و اقوال سے واقف ہونا اللہ تعالیٰ کے لیے کچھ مشکل ہے۔ اللہ تعالیٰ کے احاطۂ علم کا حال یہ ہے کہ لوگوں کے سینوں میں جو راز چھپے ہوئے ہیں وہ ان سے بھی باخبر ہے۔[۱۴۱:۶]

خدا چونکہ دلوں کے بھید سے بھی واقف ہے اس وجہ سے اس سے کوئی بات چھپائی نہیں جا سکے گی۔ اس دنیا میں تو اپنی کسی نازیبا سے نازیبا حرکت کے لیے بھی نہایت حسین عذر تراشے جا سکتے ہیں لیکن یہ عذرات خدا کے ہاں نہیں کام آئیں گے۔ وہ دلوں کے مخفی کھوٹ بھی سب کے سامنے رکھ دے گا۔[۲۶۶:۶]

خدا بڑا پیدا کرنے والا ہے۔ کوئی اس غلط فہمی میں نہ رہے کہ اس دنیا کو پیدا کر کے وہ تھک گیا یا اس کی قوت تخلیق ختم ہو گئی بلکہ وہ اسی طرح تازہ دم ہے جس طرح پہلے تھا اور وہ اپنی ہر مخلوق کے اجزائے ترکیبی سے اچھی طرح باخبر ہے وہ جب چاہے گا از سرِ نو اس کے پور پور اور جوڑ جوڑ کو ٹھیک کر دے گا۔[۴۴۵:۶]

اللہ تعالیٰ ہر ایک کے سامنے اس کے اعمال کا پورا دفتر رکھ دے گا۔ وہ لوگوں کے دلوں کے بھیدوں سے بھی اچھی طرح واقف ہے۔ نہ اس کو کسی کے بارے میں کسی سے کچھ پوچھنے کی ضرورت ہے اور نہ کوئی اس کے آگے یہ کہنے والا بنے گا کہ فلاں کے بارے میں اس کی معلومات میں کچھ ایسی باتیں ہیں جو خدا کے علم میں نہیں ہیں۔[۵۶۶:۶]

وہ ہر چیز کا علم رکھنے والا ہے، اس وجہ سے بندوں کو اسی سے امید بھی رکھنی چاہیے اور اگر کسی کے رزق میں تنگی ہو تو اس بدگمانی میں اس کو نہیں مبتلا ہونا چاہیے کہ خدا کو اس کی خبر نہیں ہے یا اس نے اس کے ساتھ کوئی ناانصافی کی ہے بلکہ یہ اطمینان رکھنا چاہیے کہ جو کچھ ہوا یا ہو رہا ہے خدا کے علم سے ہو رہا ہے اور اسی میں حکمت ہے۔[۱۵۲:۷]

خدا تمہارے دلوں کے بھیدوں سے اچھی طرح واقف ہے کہ تمہارے دلوں کے اندر کیا ہے اور زبانوں سے تم کیا کر رہے ہو۔[۱۶۸:۷]

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے حال سے بے خبر نہیں رہتا۔ وہ ان آزمائشوں سے بھی باخبر رہتا ہے جن میں وہ ڈالے جاتے ہیں اور ان حالات و احساسات سے بھی پوری طرح آگاہ رہتا ہے جن سے وہ گزرتے ہیں۔ اگر بندے اپنا وہ فرض ادا کرتے ہیں جو ان سے مطلوب ہے تو اللہ تعالیٰ ان کو تنہا نہیں چھوڑتا بلکہ ہر کام پر ان کا مددگار و کارساز بنتا ہے۔[۴۶۵:۷]

اگر ان لوگوں کو اپنے ایمان پر ناز ہے تو اس پر وہ کسی ایسے کے سامنے ناز کریں جو ان کے دین و ایمان سے بے خبر ہو۔ اس کے سامنے ناز کرنے سے کیا فائدہ جو اس کائنات کے ہر سر و علانیہ سے اچھی طرح آگاہ ہے۔ کیا جو ہر چیز سے آگاہ ہے وہ ان کے ایمان کے طول و عرض سے آگاہ نہیں ہوگا۔[۵۲۲:۷]

وہ ہر چیز کو جانتا ہے۔ اس کے لیے ظاہر و باطن سب یکساں ہے۔[۱۹۸:۸]

وہی دن کی روشنی نمودار کر کے رات کی عالم گیر تاریکی کو کافور اور اس کی ڈھانکی ہوئی ہر چیز کو بے نقاب کرتا ہے تو اس سے کوئی چیز کس طرح مخفی رہ سکتی ہے۔ وہ ہر مخفی سے مخفی راز یہاں تک کہ سینوں کے بھیدوں سے بھی پوری طرح باخبر ہے۔[۱۹۹:۸]

وہ جہاں کہیں بھی چھپ کر سرگوشی کریں گے، اللہ وہاں ان کے پاس موجود ہوگا۔ آسمانوں اور زمین میں کوئی گوشہ وہ ایسا نہیں تلاش کر سکتے جہاں وہ اپنے آپ کو خدائے عالم الغیب سے چھپا سکیں۔[۲۵۸:۸]

وہ ان ظالموں سے اچھی طرح واقف ہے۔ وہ ہر ایک کو اس کے کیے کی بھرپور سزا دے گا۔[۳۸۳:۸]

آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے وہ سب سے واقف ہے اور تم کوئی کام خواہ پوشیدہ طور پر کرو یا علانیہ وہ تمہارے ہر قول و فعل کو جانتا ہے بلکہ جو کچھ تمہارے سینوں میں چھپا ہوا ہوتا ہے وہ اس سے بھی باخبر رہتا ہے۔[۴۱۷:۸]

بندے کو اطمینان رکھنا چاہیے کہ جو کام وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل میں کرے گا وہ اس کے لیے کسی ایسی آزمائش کا سبب نہیں بن سکتا جو اس کی قوت برداشت سے زیادہ ہو۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی قوتوں اور صلاحیتوں سے سب سے زیادہ واقف ہے۔ وہ کسی پر اس کی قوت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالے گا۔[۸:۴۲۱]

## غَالِبٌ

خدا کے ارادے اور اس کی سکیمیں اس طرح (بحوالہ حضرت یوسف علیہ السلام) بروئے کار آتی ہیں لیکن جن لوگوں کی نظر صرف ظاہر پر ہوتی ہے وہ اس کو نہیں جانتے۔[۴:۲۰۱]

## غَنِیٌّ

جو اہل کتاب اپنی ضد پر اڑے ہی رہ جائیں گے اور یہی دعویٰ کرتے رہیں گے کہ ملت ابراہیم علیہ السلام وہی ہے جس پر وہ ہیں اور ملت ابراہیم علیہ السلام کا مرکز بیت المقدس ہے تو یہ لوگ اللہ کی آیات کے منکر ہیں اور اللہ تعالیٰ حجت تمام کرنے کے بعد اس بات سے بے پروا ہو جاتا ہے کہ کون کفر کی راہ اختیار کرتا ہے اور کون ایمان کی۔[۲:۱۴۷]

خدا اس بات سے مستغنی ہے کہ اس کے اولاد ہو۔ آدمی کو اولاد کی ضرورت اس لیے ہوتی ہے کہ وہ اس کی نسل کی بقا کا ذریعہ بنتی ہے۔ اس کے کاروبار میں اس کی مددگار ہوتی ہے۔ جب وہ بوڑھا ہوتا ہے تو اس کو سہارا دیتی ہے خدا ان تمام ضروریات و حالات سے بالا و برتر، مستغنی اور بے نیاز ہے۔[۴:۶۸]

## اَلْقَادِرُ

یہ نہ سمجھو کہ آج اگر امن و اطمینان کی زندگی حاصل ہے تو پھر کبھی خدا کی پکڑ میں آ ہی نہیں سکتے، خدا جب چاہے تمہارے اوپر سے پتھر برسا دے، بجلی گرا دے، گرد باد بھیج دے، اسی طرح جب چاہے عین تمہارے پاؤں کے نیچے سے زلزلہ، سیلاب یا کوئی اور آفتِ ارضی بھیج دے۔ یہ نہیں تو تمہیں آپس ہی میں قبیلہ قبیلہ، گروہ گروہ، اور قوم قوم کو باہم دگر ٹکرا دے اور ایک دوسرے کے ظلم و تشدد کا مزہ چکھا دے۔ ان میں سے ہر بات، ہر وقت خدا کی قدرت میں ہے فرمایا، دیکھو کس طرح ہم اپنی قدرت کی نشانیاں اور اپنے اختیار و تصرف کی دلیلیں مختلف اسلوبوں سے بیان کرتے ہیں کہ یہ سمجھیں لیکن یہ سمجھنے کے بجائے ہمارا عذاب ہی دیکھنا چاہتے ہیں۔[۳:۴۷]

جس خدا نے انسان کو پیدا کرنے میں اپنی قدرت و حکمت کی یہ شانیں دکھائی ہیں وہ اس کے مرکھپ جانے کے بعد اس کو دوبارہ پیدا کرنے پر بھی ضرور قادر ہے۔[۹:۳۰۴]

## قَدِیْرًا

یہ قدرت و اختیار صرف خدا ہی کو حاصل ہے کہ وہ ایک ہی پانی سے اضداد کو وجود میں لائے اور پھر ان اضداد کو اپنی قدرت و حکمت سے ایک سلک میں پرو دے۔ یہ اس حقیقت کا واضح ثبوت ہے کہ ایک ہی حکیم و قدیر کا ارادہ اس پوری کائنات پر متصرف ہے۔ وہی اپنی قدرت سے ایک ہی مادہ سے اضداد کو وجود میں لاتا ہے اور پھر اپنی بے نہایت حکمت سے ان اضداد کے اندر وابستگی و پیوستگی پیدا کرتا ہے۔[۵:۴۷۸]

انسان مرنے کے بعد کی زندگی کو بعید از امکان نہ تصور کرے بلکہ اپنے روزمرہ کے مشاہدات کی روشنی میں یقین رکھے کہ جس خالق کی قدرت کے یہ کرشمے وہ ہر روز اور ہر آن مشاہدہ کر رہا ہے اس کے لیے کوئی کام بھی مشکل نہیں ہے، وہ ہر چیز پر قادر ہے۔[۶:۳۱]

جس طرح زمین میں اس کی رحمت کے آثار دیکھتے ہو کہ وہ اس کے خشک ہو جانے کے بعد اس کو دوبارہ باغ و بہار کر دیتا ہے اسی طرح وہ دوبارہ مُردوں کو بھی زندہ کر دے گا۔ اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔[۳:۱۰۸]

یہ جو کچھ تم نے اپنی آنکھوں دیکھا کافی ہے یہ اطمینان پیدا کرنے کے لیے کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ کوئی اس کے ارادے میں مزاحم نہیں ہو سکتا، اس وجہ سے اہل ایمان کو چاہیے کہ اس پر پورا بھروسا رکھیں۔[۳:۲۱۲]

اللہ تعالیٰ جن صلاحیتوں اور قوتوں کی مخلوق چاہے پیدا کر سکتا ہے، وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اگر کسی کی صفات اور قوتوں میں افزونی عطا فرمائی ہے تو اس کے بھی معین حدود ہیں۔ اس کی بنا پر نہ کسی کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ خدا کی خدائی میں شریک ہونے کا مدعی بن جائے، نہ یہ جائز ہے

کہ دوسرے اس کو خدائی میں شریک بنا دیں۔[۶:۳۵۴]

اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ اگر وہ ہر چیز پر قادر نہ ہو تو خدا نہیں ہے۔[۷:۱۰۹]

جس نے زمین اور فضا میں یہ تمام جاندار پھیلائے ہیں، وہ ان کو جب چاہے گا جمع کرنے پر بھی قادر ہے۔ جب وہ بکھیرنے پر قادر ہوا تو ان کے سمیٹنے سے کیوں قاصر رہے گا۔ جو کسان اپنے کھیت میں تخم ریزی کرتا ہے، وہ ضائع کرنے کے لیے تخم نہیں بکھیرتا بلکہ وہ اس کا حاصل ایک دن جمع بھی کرتا ہے اور اس میں اس کو کوئی زحمت نہیں پیش آتی۔[۷:۱۷۱]

بلا شبہ اللہ تعالیٰ جو آسمان اور زمین کو پیدا کرنے سے عاجز نہیں رہا وہ نہ صرف مُردوں کو زندہ کر دینے پر قادر ہے بلکہ ہر چیز پر قادر ہے۔[۷:۳۸۳]

کوئی کام اس کی قدرت سے باہر نہیں ہے کہ وہ کسی معاون و مددگار کا محتاج ہو۔ اپنی مملکت کے ایک ایک چپّا پر وہ خود قابض و متصرف ہے اور جو چاہے براہِ راست اپنے کلمہ ٔکن سے کر سکتا ہے۔[۸:۱۹۸]

سنتِ الٰہی کے تحت رسول کے لیے غلبہ ضروری ہے۔ اس غلبہ کے لیے اللہ کا رسول اپنے ربّ کے سوا کسی اور کی مدد کا محتاج نہیں ہے اور اس کا رب ہر چیز پر قادر ہے۔ وہ چاہے تو اس کو دشمنوں کے بڑے سے بڑے ملک پر بغیر کسی فوج ہی کے غالب کر دے۔ اہل ایمان سے اگر وہ مدد کا طالب ہوتا ہے تو اس وجہ سے نہیں کہ وہ ان کی مدد کا محتاج ہے بلکہ اس سے ایک مقصد تو یہ ہوتا ہے کہ ان کے لیے حصول سعادت کی راہ کھلے اور دوسرا مقصد یہ ہوتا ہے کہ مخلص اور منافق میں امتیاز ہو جائے۔[۸:۲۹۱]

اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے وہ چاہے تو جانی دشمنوں کو جگری دوست بنا دے۔[۸:۳۳۱]

وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اپنے کسی کام میں، خواہ کتنا ہی بڑا ہو، کسی کی مدد کا محتاج نہیں ہے، اس وجہ سے کسی کو اس کا شریک ٹھہرانا ایک بالکل بے معنی بات ہے۔ اس نے نہ دنیا کے پیدا کرنے میں کسی کی مدد حاصل کی اور نہ اس کے انتظام و انصرام میں وہ کسی کا محتاج ہوا بلکہ اس نے سب کچھ تنہا اپنے بل بوتے پر کیا ہے اور جس طرح پہلے کیا ہے اس طرح آئندہ بھی کرتا رہے گا۔ اسی وجہ سے بندوں کے اعتماد کے لیے وہ تنہا کافی ہے۔ ان کو چاہیے کہ اسی پر بھروسا کریں اور اس کی بندگی میں کسی دوسرے کو شریک نہ کریں[۸:۴۱۵]

اللہ تعالیٰ کی قدرت کی کوئی حد و نہایت نہیں ہے۔[۸:۴۴۷]

ہم ایک عقیدہ کے طور پر مانتے تو رہے ہیں کہ تو ہر چیز پر قادر ہے لیکن اب ہم نے اپنی آنکھوں سے بھی اس حقیقت کا مشاہدہ کر لیا۔ لاریب تو ہر چیز پر قادر ہے باعظمت و بافیض ہونے کے ساتھ ساتھ وہ ہر چیز پر قادر ہے۔[۸:۴۷۲]

باعظمت و بافیض ہونے کے ساتھ ساتھ وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ کوئی بڑے سے بڑا اور مشکل سے مشکل کام بھی ایسا تصور نہیں کیا جا سکتا جو اس کے حیطۂ امکان سے خارج ہو۔ اس تصور سے ظاہر ہے کہ ان تمام باطل تصورات کی جڑ بھی کٹ جاتی ہے جن میں مشرک قومیں مبتلا ہوئیں اور ان اوہام کے لیے بھی کوئی گنجائش باقی نہیں رہ جاتی ہے جن میں فلاسفہ اور سائنس دان مبتلا ہوئے۔[۸:۴۹۰]

## مُقۡتَدِرًا

یہ دنیا کی جس زندگی پر ریجھے ہوئے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ اس پر کبھی خزاں نہیں آئے گی، ان کو بتا دو کہ اس کی یہ بہار چند روزہ ہے۔ لیکن وہ وقت دور نہیں ہے جب اس پر خاک اڑتی نظر آئے گی۔ خدا ہر چیز پر قادر ہے۔ جس طرح اس نے یہ بہار دکھائی اسی طرح وہ اس کی خزاں بھی دکھا دے گا۔[۴:۵۹۱]

## نَصِيۡرًا

جس کا حامی و ناصر اللہ ہو اس کے لیے اللہ کی حمایت و نصرت کافی ہے۔ پس اپنی راہ پر آگے بڑھے چلو اور اللہ کی کارساز اور مدد پر بھروسا رکھو۔[۲:۳۰۹]

## وَكِيۡلًا

پیغمبر ﷺ کو ہدایت کہ منافقین سے اعراض فرمایئے اور خدا پر بھروسا کیجیے۔ خدا کا بھروسا کافی ہے۔[۲:۳۴۷]

یا تو خدا اپنی ذات میں کوئی خلا رکھتا ہو تب شرک کی گنجائش پیدا ہوتی ہے یا دوسروں کی ضروریات کے اعتبار سے کوئی کمی اس کے اندر ہو تب اس کی گنجائش پیدا ہوتی ہے۔ اگر وہ اپنی ذات اور صفات میں بھی کامل ہے اور اپنی خلق کے لیے بھی کافی و وافی ہے تو شرک کی گنجائش کدھر سے نکلی! [٢:٤٣٧]

آنحضرت ﷺ کے لیے تسلی۔ انذار کا فرض ادا کر دینے کے بعد تمہاری ذمہ داری ختم ہو جاتی ہے۔ اگر لاطائل مطالبات کو بہانہ بنا کر یہ لوگ حقیقت سے گریز کرنا چاہتے ہیں تو معاملہ اللہ کے حوالے کرو۔ وہ ہر چیز کو دیکھ رہا ہے تمہاری جانفشانیاں بھی اس کے سامنے ہیں اور ان کی شرارتیں بھی۔ وہ ان کو جس چیز کا مستحق پائے گا وہی ان کے ساتھ کرے گا اور جب کرے گا تو کوئی اس کا ہاتھ پکڑنے والا نہ بن سکے گا۔ [٤:١١٢]

اللہ کے جو بندے شیطان کے فتنوں کے علی الرغم اپنے ایمان پر قائم رہنا چاہیں گے اور اپنے آپ کو پورے اعتماد کے ساتھ اپنے رب کے حوالے کر دیں گے خدا ان کا کارساز ہے اور وہ کارسازی کے لیے کافی ہے۔ وہ سخت سے سخت حالات کے اندر بھی اپنے بندے کی حفاظت فرمائے گا اور اس کے ایمان کو بچالے گا۔ [٤:٥٢١]

آنحضرت ﷺ کے لیے جتنی بڑی تسلی ہے اس سے بڑی کفار و منافقین کے لیے دھمکی ہے کہ اب تم ان کا معاملہ اللہ پر چھوڑو، اللہ ان سے نمٹنے کے لیے کافی ہے۔ [٦:٢٤٣]

اللہ ہی ہر چیز کا خالق ہے اور وہ اپنی دنیا پیدا کر کے اس کو چھوڑ نہیں بیٹھا ہے۔ بلکہ وہی ہر چیز کا نگہبان بھی ہے۔ اس وجہ سے بندوں کو اس پر بھروسا کرنا چاہیے۔ [٦:٢٠٦]

## اَلْوَهَّابُ

تو بڑا بخشنے والا ہے۔ اس وجہ سے میں بھی (حضرت سلیمان علیہ السلام) اپنی غلطیوں کے باوجود امیدوار ہوں کہ تو مجھے محروم نہیں فرمائے گا۔ [٦:٥٣٤]

# اعتراضات

- یہود کے اعتراضات و جرائم
- مشرکین مکہ کے اعتراضات
- مستشرقین کے اعتراضات

## یہود کے اعتراضات و جرائم

البقرۃ ۳: يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ کے الفاظ یہود کی اس محسوسات پرستی کی طرف اشارہ کر رہے ہیں جس میں وہ ابتدا سے مبتلا رہے ہیں۔ اپنی اسی بیماری کے سبب سے یہود عین اپنے نبی کی موجودگی میں ایک بچھڑے کو معبود بنا بیٹھے۔ مصر کے دورِ غلامی میں وہ جس ذہنی و روحانی پستی میں مبتلا ہو گئے تھے اس سے آخر وقت تک ان کو نکلنا نصیب نہ ہوا۔ یہاں تک کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہزاروں معجزات دیکھنے کے بعد بھی ان کا اصرار یہی رہا کہ وہ ایک مرتبہ خود اپنی آنکھوں سے خدا کو دیکھ لیں تب وہ اِس بات کو مانیں گے کہ فی الواقع وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام بھی کرتا ہے۔[۱:۹۸]

البقرۃ ۴۲: آیت زیر بحث میں اشارہ ہے یہود کی اس بات کی طرف کہ انھوں نے تورات میں اپنی رائیں اور بدعتیں داخل کر کے اللہ تعالیٰ کے اتارے ہوئے حق اور اپنے داخل کیے ہوئے باطل کو ایک ساتھ گڈمڈ کر دیا ہے ...

یہود نے حق پر پردہ ڈالنے کے لیے تورات میں ہر قسم کے تصرفات کر ڈالے تھے بعض چیزیں انھوں نے اس میں اپنی طرف سے داخل کر دی تھیں، بعض چیزیں اس میں سے نکال دی تھیں اور بعض چیزوں میں انھوں نے تبدیلیاں کر دی تھیں ...[۱:۱۸۳]

البقرۃ ۴۳: نماز قائم کرنے، زکوٰۃ دینے اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرنے کے اس حکم کے مخاطب، جیسا کہ سیاق کلام سے واضح ہے، یہود ہیں اور اشارہ ان کے عوام و خواص سب کی طرف ہے۔ جس عہدِ الٰہی کا اوپر حوالہ دیا گیا ہے اس کے بنیادی احکام یہی تھے اور یہود نے ان کو بالکل ترک کر رکھا تھا۔ قرآن نے یہاں یہود کو ان احکام کے ازسرِ نو زندہ کرنے کی طرف توجہ دلائی اور اشارہ اس بات کی طرف بھی کر دیا کہ انھوں نے عہدِ الٰہی کے ان بنیادی احکام کو بالکل ختم کر رکھا ہے ...[۱:۱۸۵]

البقرۃ ۵۵: ہم تمہارا یقین اس وقت تک نہیں کرنے کے جب تک خدا کو اپنی آنکھوں سے نہ دیکھ لیں۔ بنی اسرائیل شک کے ایسے مریض تھے کہ انھیں کسی طرح یہ یقین ہی نہیں آتا تھا کہ فی الواقع اللہ تعالیٰ موسیٰ علیہ السلام سے کلام بھی کرتا ہے۔ اِس وجہ سے جب موسیٰ علیہ السلام ان سے کہتے کہ خداوند تمھیں یہ حکم دیتا ہے تو وہ کہتے کہ جب خدا تم سے کلام کرتا ہے تو وہ ہم سے بھی کلام کرے اور ہم بھی اس کو آنکھوں سے دیکھیں۔ اس کے بغیر ہم تمہاری بات کی صحت کس طرح تسلیم کر لیں؟۔[۱:۲۱۵]

البقرۃ ۵۷: یہاں کلام کا سیاق و سباق اس امر کو واضح کر رہا ہے کہ بنی اسرائیل نے اللہ تعالیٰ کی ان عظیم نعمتوں کا حق نہیں پہچانا۔ وہ ان نعمتوں کو پا کر شکر گزار بننے کے بجائے ان کی ناقدری اور خدا کی نافرمانی کرتے رہے۔ یہ بات چونکہ سیاق کلام سے واضح ہے اِس وجہ سے لفظوں میں ظاہر نہیں کی گئی ہے بلکہ اس کی جگہ پر یہ بات کہہ دی گئی ہے کہ" انھوں نے ہمارا کچھ نہیں بگاڑا بلکہ اپنی ہی جانوں پر ظلم کرتے رہے"۔[۱:۲۱۹]

البقرۃ ۶۱: یہاں انبیاء علیہم السلام کے قتل کے ذکر کے ساتھ بغیر الحق (ناحق) کی قید بھی لگی ہوئی ہے۔ اس سے مقصود ان کے اس جرم کی سنگینی کو واضح کرنا ہے اس لیے کہ قتل نفس بجائے خود انسانی معاشرے کا سب سے بڑا جرم ہے۔ یہ جرم مزید سنگین ہو جاتا ہے اگر اس کا ارتکاب انبیاء و مصلحین کے خلاف کیا جائے۔ پھر اس کی سنگینی میں مزید اضافہ اس بات سے ہو جاتا ہے کہ اس جرم کا ارتکاب بغیر کسی وجہ جواز کے کیا جائے۔ یہاں قرآن نے یہود کے اس جرم میں تمام سنگینیاں جمع کر دی ہیں۔[۱:۲۲۶]

البقرۃ ۶۴: یعنی مطلب یہ ہے کہ تورات کی پابندی کا میثاق باندھ چکنے، خدا کا جلال دیکھ لینے اور تمام تنبیہات و تہدیدات سے اچھی طرح واقف ہو چکنے کے بعد تمہارے اسلاف نے اس عہد سے منہ موڑا اور تم نے اس معاملہ میں ٹھیک ٹھیک انھی کی روش کی تقلید کی۔[۱:۲۴۴]

البقرۃ ۶۵: یہ اس نقضِ عہد کی ایک مثال ہے جس کا اجمالی ذکر اوپر والی آیت میں ہوا ہے۔ بنی اسرائیل کے لیے سبت (ہفتہ) کا دن عبادت کے لیے مخصوص کیا گیا تھا۔ اس دن ان کو کام کاج اور سیر و شکار

وغیرہ کی ممانعت تھی۔ لیکن انہوں نے اپنے آپ کو شریعت الٰہی کی ان پابندیوں سے آزاد کرنے کے لیے بہت سے شرعی حیلے ایجاد کر لیے۔ یہاں تک کہ سیر و شکار وغیرہ کی بھی بہت سی راہیں کھول لیں۔ چونکہ یہ تمام باتیں ان کے درمیان شہرت رکھتی تھیں اس وجہ سے قرآن نے اس کی طرف ایک معلوم و معروف حقیقت کی طرح اشارہ کر دیا ہے۔[۱:۲۴۴]

**البقرۃ ۶۷:** یہ یہود کے نقضِ عہد کی دوسری مثال بیان ہو رہی ہے اس مثال کو بیان کرنے کے لیے قرآن نے یہ طریقہ اختیار کیا ہے کہ ایک ہی بات کو دو حصوں میں اس نے تقسیم کر دیا ہے۔ ایک حصہ اس امر کو واضح کرتا ہے کہ بنی اسرائیل کی ذہنیت شروع ہی سے شریعتِ الٰہی کے قبول کرنے کے معاملہ میں کیسی حیلہ جویانہ اور فرار پسندانہ رہی ہے اور اس کے دوسرے حصے سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ ہزار حیلہ و حجت کے بعد جب وہ کسی بات کو قبول بھی کر لیتے رہے ہیں تو اس کی تعمیل بھی صحیح طریقہ پر نہیں کرتے تھے بلکہ اس حکم سے گریز کی راہیں تلاش کرتے تھے۔ اس چیز کو واضح کرنے کے لیے قرآن نے بنی اسرائیل کی تاریخ سے قسامہ کے ایک واقعہ کو منتخب کیا ہے۔[۱:۲۴۵]

**البقرۃ ۷۵:** اہل کتاب تحریف کی تمام قسموں کے مرتکب ہوئے اور قرآن نے ان کو ان سب کا مجرم گردانا ہے ... تحریف پر تحریف کا اطلاق صرف اسی صورت میں ہوتا ہے جب وہ دیدہ دانستہ اور سمجھ بوجھ کر کی جائے۔ قرآن مجید نے اس کے ساتھ قید لگائی ہے مِنْۢ بَعْدِ مَا عَقَلُوْهُ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ (بعد اس کے کہ انہوں نے اس کو سمجھ لیا اور وہ جانتے تھے کہ وہ تحریف کر رہے ہیں)۔ یہی علم و شعور ہے جو درحقیقت تحریف کو ایک سنگین جرم بناتا ہے اور اس جرم کی سزا میں اس جرم کے مرتکبین اللہ تعالیٰ کے بخشے ہوئے نورِ علم سے یک قلم محروم کر دیے جاتے ہیں۔[۱:۲۵۲]

**البقرۃ ۷۸:** مطلب یہ ہے کہ یہ لوگ اپنی کتاب کی اصل حقیقت سے تو کچھ واقف نہیں کہ اس میں ان کو کیا تعلیم دی گئی ہے، کیا نہیں دی گئی ہے۔ بس ان کے ذہن میں کچھ تمنائیں اور خواہشات ہیں جو اگرچہ بالکل بے بنیاد اور بے حقیقت ہیں لیکن ان کے علماء کی غلط تعلیم سے ان کے اندر وہی رچی بسی ہوئی ہیں۔ وہ اپنی کتاب کو اپنی انہیں خواہشات کا مجموعہ سمجھتے ہیں۔ ان کے خیال میں ان کی کتاب ان کے اوپر کوئی ذمہ داری عائد نہیں کرتی بلکہ صرف انکی ان خواہشات کی سند تصدیق عطا کرنے کے لیے نازل ہوئی ہے۔[۱:۲۵۴]

**البقرۃ ۷۹:** ''اپنے ہاتھوں لکھنے'' کا مطلب یہ ہے کہ ان فتووں کے لیے کتابِ الٰہی کے اندر کوئی بنیاد اور سند نہیں ہوتی تھی، محض ان کے طبع زاد اور من گھڑت فتوے ہوتے تھے لیکن وہ ان کو منسوب خدا اور اس کی شریعت کی طرف کرتے تھے۔ اسی طرح کے فتوے تھے جن سے ان کے عوام شریعت کی حقیقی ذمہ داری سے بے پروا ہو کر ان اوہام میں مبتلا ہوئے جن کی طرف اوپر کی آیت میں اشارہ ہوا ہے اور اسی راہ سے ان کے دین میں ان چیزوں کی ملاوٹ ہوئی جن کا دین سے کوئی تعلق نہیں تھا۔[۱:۲۵۵]

**ایضاً:** (تاکہ اس کے عوض حقیر قیمت حاصل کریں) حقیر اس لیے کہ یہ دین فروشی وہ محض اپنے دنیوی اغراض کے لیے کرتے تھے اور دنیا کا بڑے سے بڑا فائدہ بھی دین کو فروخت کر کے حاصل کیا جائے تو بہر حال وہ حقیر ہی ہے۔[۱:۲۵۵]

**البقرۃ ۸۳:** بنی اسرائیل کو اس نقضِ عہد کی یاد دہانی ان کے اس پندار پر ضرب لگانے کے لیے کی جا رہی ہے کہ وہ اپنے آپ کو کتابِ الٰہی کا امین، شریعتِ خداوندی کا حامل اور اللہ تعالیٰ کی تمام دنیوی اور اخروی نعمتوں کا اجارہ دار سمجھے ہوئے بیٹھے تھے اس وجہ سے نہ تو نئی نبوت و رسالت کی ضرورت کے قائل تھے اور نہ اپنے دائرے سے باہر کی کسی نبوت و رسالت پر ایمان لانے کے لیے تیار تھے۔ ان لوگوں کو اس آیت میں نیز اس کے بعد والی آیتوں میں یاد دہانی کی جا رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو عہد و میثاق ان سے لیا تھا اور جس پر ان کو اس قدر فخر و ناز ہے اس عہد و میثاق کی انہوں نے کس طرح دھجیاں بکھیر دیں۔[۱:۲۶۵]

**البقرۃ ۸۴:** یہ ایک اور عہد کی طرف اشارہ کیا جا رہا ہے جو بنی اسرائیل سے لیا گیا۔ یہ عہد اس بات کے لیے تھا کہ یہ آپس میں نہ تو ایک دوسرے کا خون بہائیں گے نہ اپنے بھائیوں کو ان کے گھروں سے جلاوطن کرنے کی کوشش کریں گے۔ لیکن انہوں نے اس عہد کو بھی نہایت بے دردی سے پامال کیا۔[۱:۲۶۶]

البقرة ۸۷: یہود نے ان کھلے کھلے معجزات کو بھی تائید ربانی اور فیضِ روح القدس کا نتیجہ قرار دینے کے بجائے نعوذ باللہ شیطانی تصرف کا نتیجہ قرار دیا۔ ان کا کہنا تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام یہ معجزے شیطانوں اور بھوتوں کے سردار بعلزبول کی مدد سے دکھاتے تھے۔ قرآن مجید نے یہود کے اِسی الزام کی تردید کرتے ہوئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں بار بار یہ فرمایا ہے کہ اَیَّدْنَاهُ بِرُوْحِ الْقُدُس (ہم نے روح القدس سے اس کی مدد کی۔) [۱:۲۶۸]

البقرة ۸۹: کتاب سے یہاں مراد قرآن مجید ہے جو ان پیشین گوئیوں کی تصدیق کرتا ہوا نازل ہوا تھا جو اس کے بارے میں یہود کے صحیفوں میں وارد تھیں۔ اس پہلو سے قرآن کا سب سے پہلا اور سب سے بڑا احسان خود یہود پر تھا کہ اس نے ان کے صحیفوں کی بہت سی باتوں کو سچا ثابت کیا۔ اس احسان کا حق تو یہ تھا کہ وہ سب سے آگے بڑھ کر اس کتاب عزیز کو ہاتھوں ہاتھ لیتے۔ لیکن انہوں نے اس کو قبول کرنے کے بجائے ضد اور حسد کے سبب سے اس کی مخالفت کی راہ میں سبقت کی۔ [۱:۲۷۰]

البقرة ۹۰: "وہ اللہ کا غضب در غضب لے کر لوٹے" ...ایک غضب کے مستحق تو وہ اس عہد کو توڑنے کے سبب سے ٹھہرے جو اللہ تعالیٰ سے انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واسطہ سے باندھا تھا اور دوسرے غضب کے مستحق اس وجہ سے ہوئے کہ جب ان کے لیے پھر خدا کے عہد میں داخل ہونے کا موقع آیا تو انہوں نے ضد اور حسد میں مبتلا ہو کر اس سے فائدہ اٹھانے سے انکار کر دیا۔ [۱:۲۷۱]

البقرة ۹۱: یہود کا تورات پر ایمان کا دعویٰ بھی بالکل بے بنیاد ہے۔ اگر یہ فی الواقع تورات پر ایمان رکھنے والے ہوتے تو اللہ کے ان نبیوں کو قتل کرنے کی جسارت کس طرح کرتے جو اسی تورات کی تجدید و تصدیق کے لیے آئے۔ [۱:۲۷۲]

البقرة ۹۲: یہ یہود کے دعوائے ایمان کی مزید تردید ہے ...کہ عین موسیٰ علیہ السلام کی موجودگی میں ان کے کھلے کھلے معجزات کو دیکھتے ہوئے تم نے اپنے رب کو چھوڑ کر ایک بچھڑے کی عبادت شروع کر دی۔ [۱:۲۷۲]

البقرة ۹۳: منافقین اور یہود آنحضرت ﷺ کی مجلس میں جب کبھی آتے تو سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا کی جگہ سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا ہی کہتے لیکن ادا اس طرح کرتے کہ سننے والا عَصَيْنَا کو اَطَعْنَا سمجھے۔ یہ روش انہوں نے اپنے اسلاف ہی سے سیکھی تھی۔ بس فرق یہ تھا کہ وہ اَطَعْنَا کہتے اور اس سے عَصَيْنَا مراد لیتے اور یہ عَصَيْنَا کہتے اور یہی مراد بھی لیتے لیکن زبان کو توڑ مروڑ کر مغالطہ یہ دیتے کہ مسلمان ان کے عَصَيْنَا کو اَطَعْنَا سمجھیں۔ [۱:۲۷۳]

البقرة ۹۷: معلوم ہوتا ہے کہ یہود، قرآن اور نبی ﷺ کی ضد میں جبریل علیہ السلام کو بھی اپنا مخالف ظاہر کرنے لگے تھے۔ ممکن ہے یہود کے علماء اور لیڈروں کو جب یہ اندیشہ ہوا ہو کہ قرآن کی دعوت ان کے عوام کو کہیں متاثر نہ کر دے تو انہوں نے یہ اشقلا چھوڑا ہو کہ محمد ﷺ کے پاس ان کے اپنے بیان کے مطابق جبریل فرشتہ آتا ہے اور یہ فرشتہ ہمارا دیرینہ مخالف ہے۔ ہمارے اوپر فلاں فلاں آفتیں اسی کے ہاتھوں آئیں۔ اس وجہ سے ہم کسی ایسے شخص پر ایمان نہیں لا سکتے جس کی ہمارے مخالف فرشتہ سے ساز باز ہے۔ [۱:۲۷۸]

البقرة ۱۰۱-۱۰۲: اِن ظالموں نے کتاب الٰہی کو تو پیٹھ پیچھے ڈال دیا اور سحر و شعبدہ اور علم نجوم وغیرہ جیسے علوم سفلیہ کو ...اس کی جگہ اختیار کر لیا۔ [۱:۲۸۲]

البقرة ۱۰۴: سیاق و سباق پر نگاہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض یہودی محض منافقانہ اغراض کے لیے آنحضرت ﷺ کی مجالس میں شریک ہوتے اور اپنے شوق استفادہ و ذوقِ تعلّم کے اظہار کے طور پر رَاعِنَا کا لفظ بار بار دہراتے تا کہ حاضرینِ مجلس پر یہ اثر ڈالیں کہ یہ علم کے بڑے طالب اور قدر دان لوگ ہیں۔ حالانکہ یہ لوگ اس لفظ کو صرف اس لیے استعمال کرتے تھے کہ ذرا سا زبان کو توڑ مروڑ کر استعمال کرنے سے اس سے حضور ﷺ کی توہین کا پہلو پیدا کیا جا سکتا تھا۔ رَاعِنَا کو ذرا نیچے کی طرف دبا کر ادا کیجیے تو بڑی آسانی سے رَاعِیْنَا بن جائے گا جس کے معنی ہمارے چرواہے کے ہیں ...[۱:۲۹۵]

البقرة ۱۰۶: یہود مسلمانوں کے دلوں میں یہ وسوسہ ڈالتے تھے کہ جب قرآن حضرت موسیٰ علیہ السلام کو خدا کا پیغمبر اور تورات کو خدا کی

کتاب تسلیم کرتا ہے تو پھر تورات کے احکام کے رد و بدل کے کیا معنی؟ کیا خدا اپنے ہی بنائے ہوئے قوانین کو خود اپنے ہی ہاتھوں بدلتا ہے۔ کیا اب تجربہ کے بعد خدا پر اپنی غلطیاں واضح ہو رہی ہیں اور وہ ان کی اصلاح کر رہا ہے۔[۱:۲۹۶]

**البقرۃ ۱۱۱:** یہ پروپیگنڈا بھی یہود اور نصاریٰ دونوں کی طرف سے کیا گیا کہ نجات حاصل کرنے کا اگر کوئی راستہ ہے تو یہ ہے کہ آدمی یہودیت اختیار کرے یا نصرانیت، یہ دونوں خدائی دین ہیں، ان کے ہوتے ہوئے کسی نئے دین کی نہ ضرورت ہے، نہ گنجائش۔[۱:۳۰۰]

**البقرۃ ۱۴۲:** ''ان کو ان کے اس قبلہ سے کس چیز نے ہٹا دیا جس پر وہ اب تک تھے''۔ یہ تحویلِ قبلہ کے حکم پر اہلِ کتاب کے ردعمل کا بیان ہے۔[۱:۳۶۲]

**البقرۃ ۱۵۸:** اصل قربان گاہ جہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی قربانی کی، یہی مروہ ہے جس کا ذکر تورات میں آیا ہے لیکن یہود نے بیت اللہ سے حضرت ابراہیم علیہ اسلام کا تعلق کاٹ دینے کے لیے اس لفظ کو تحریف کر کے کچھ سے کچھ کر دیا۔[۱:۳۸۳]

**البقرۃ ۱۵۹:** آیت میں بینات اور ہدیٰ سے مراد اگرچہ وہ عام تعلیمات بھی ہیں جن کو یہود نے چھپانے کی کوشش کی لیکن یہاں موقع کلام دلیل ہے کہ اس سے خاص طور پر وہ نشانیاں مراد ہیں جو تورات میں اللہ تعالیٰ نے اس لیے واضح فرمائی تھیں کہ ان کی مدد سے یہود کو آخری پیغمبر کے باب میں رہنمائی حاصل ہو سکے۔ لیکن یہود نے ان نشانیوں سے فائدہ اٹھانے کے بجائے ان کو چھپانے کی کوشش کی۔[۱:۳۸۸]

**البقرۃ ۱۷۴:** اہل کتاب نے اپنے جی سے حرام کو حلال اور حلال کو حرام قرار دے لیا تھا اور اب جب کہ اسلام حرام و حلال کے معاملہ میں اس ضابطے کی طرف لوگوں کو لوٹا رہا تھا جو توہمات و بدعات کے بجائے ملت ابراہیم علیہ السلام کی اساس اور وحی الٰہی کی رہنمائی پر مبنی تھا تو یہ لوگ اس کی تائید کرنے کی جگہ کتاب الٰہی کی باتوں کو چھپاتے تھے...[۱:۴۱۶]

**البقرۃ ۲۴۷:** بنی اسرائیل کے اپنے مطالبے پر جب سموئیل نے ایک سالار کا انتخاب کیا اور اس کو ان کے سامنے پیش کیا تو بجائے اس کے کہ خوشی سے اس کو قبول کرتے انہوں نے حسبِ عادت اِس انتخاب پر اعتراض کر دیا کہ بھلا یہ ہمارا سردار کیسے ہو سکتا ہے، اس سے زیادہ حق دار تو ہم اس منصب کے ہیں؟ اعتراض کی بنیاد یہ تھی کہ طالوت کوئی مال دار آدمی نہیں ہیں۔ علاوہ ازیں طالوت بنیامین کے قبیلہ سے تھے، بنیامین کا قبیلہ اول تو بنی اسرائیل کے تمام قبیلوں میں سب سے چھوٹا قبیلہ تھا۔ پھر طالوت اس قبیلے کے تمام گھرانوں میں سب سے چھوٹے گھرانے سے تھے ...[۱:۵۷۰]

**البقرۃ ۲۵۶:** کفار و مشرکین کہتے تھے کہ اگر ان کا عقیدہ و عمل باطل ہے تو خدا کے اختیار میں تو سب کچھ ہے، وہ اپنی قدرتِ کاملہ سے کام لے کر ان کو ٹھیک کیوں نہیں کر دیتا ... دوسرے پیغمبر ﷺ پر واضح کرنا تھا کہ بحیثیت نبی اور رسول کے ان کی ذمہ داری صرف دینِ حق کو اچھی طرح واضح کر دینا ہے۔ یہ ذمہ داری نہیں ہے کہ لوگ لازماً ایمان و ہدایت کی راہ اختیار بھی کر لیں۔[۱:۵۹۳]

**ال عمران ۵۴:** انجیل سے معلوم ہوتا ہے کہ یہود کے علماء اور ان کے کاہنوں اور فقیہوں نے اِس موقع پر آنحضرت علیہ السلام کے خلاف مختلف قسم کے جال پھیلائے۔

۱۔ ایک تو انہوں نے آپ پر اور آپؑ کے ساتھیوں پر اسلاف کی روایات توڑنے اور بزرگوں کی توہین و تحقیر کا الزام لگایا تاکہ عوام کے جذبات ان کے خلاف بھڑکائے جا سکیں۔

۲۔ دوسرا جال انہوں نے یہ بچھایا کہ اپنے مخصوص آدمی بھیج بھیج کر ان سے ایسے سوالات کیے جن کے جوابوں سے ان کے خلاف کفر و ارتداد کے فتوے کا مواد فراہم ہو سکے۔ یہ کام یہود کے فقیہوں اور فریسیوں نے بڑی سرگرمی سے انجام دیا اور سیدنا مسیح علیہ السلام کی تمثیلوں اور تشبیہوں کے اندر سے انہوں نے اپنی دانست میں وہ مواد فراہم کر لیا جس کی بنیاد پر ان کے واجب القتل ہونے کا فتویٰ دیا جا سکے۔

۳۔ تیسرا یہ کہ اس زمانے میں چونکہ ملک پر سیاسی اقتدار رومیوں کا تھا۔ اس وجہ سے ان کو بھڑکانے کے لیے مواد فراہم کرنے کی کوشش کی گئی۔ پہلے تو خراج کی ادائیگی سے متعلق سیدنا مسیح علیہ السلام سے

سوالات کیے گئے جن سے یہ ثابت ہو سکے کہ یہ شخص لوگوں کو قیصر کو خراج دینے سے روکتا ہے۔ پھر انہوں نے الزام لگایا کہ یہ شخص اسرائیل کا بادشاہ ہونے کا مدعی ہے۔

۴۔ چوتھی تدبیر یہ کی گئی کہ سیدنا مسیح علیہ السلام کے بارہ شاگردوں میں سے ایک شاگرد یہودا کو جو منافق تھا، یہود نے رشوت دے کر اس بات پر راضی کر لیا کہ وہ آنحضرت علیہ السلام کی مخبری کرے اور ان کو گرفتار کرائے۔

ان تمام سازشوں کی تفصیل انجیلوں میں موجود ہے۔ [۱۰۲:۲]

**ال عمران ۷۵:** یہ قرآن نے اُمّیین سے متعلق بنی اسرائیل کے ذہن اور ان کے مجموعی کردار کو واضح کیا ہے کہ وہ ان کی امانتوں میں خیانت کرنے اور ان کے مال کو ہڑپ کر جانے میں کوئی قباحت نہیں سمجھتے بلکہ اس کو اپنی دینداری کا حق سمجھتے ہیں۔ ان کا نظریہ یہ ہے کہ تورات میں غصب، خیانت اور سود خواری وغیرہ کی جو ممانعت وارد ہے اس کا تعلق غیر قوموں خصوصاً کافر قوموں سے نہیں ہے۔ [۱۲۳:۲]

**ال عمران ۷۸:** یہ اہل کتاب کی ان تدبیروں میں سے ایک تدبیر ہے جو انہوں نے عہد الٰہی کی ذمہ داریوں سے فرار کے لیے اختیار کی تھیں ... تحریف کے طریقوں میں سے ایک طریقہ یہ بھی تھا کہ قرأت کی راہ سے لفظ یا جملہ کا تلفظ توڑ مروڑ کر اس طرح بگاڑ دیتے تھے کہ اصل حقیقت بالکل گم ہو کر رہ جاتی تھی۔ اِس جرم کا ارتکاب یہود اور نصاریٰ دونوں ہی نے کیا ہے ... [۱۲۸:۲]

**ال عمران ۹۳-۹۴:** یہ یہود کے اس اعتراض کا ضمنی جواب ہے جس کی طرف ہم نے اوپر اشارہ کیا ہے۔ یہود مدعی تھے کہ اصل ملت ابراہیم علیہ السلام پر وہ ہیں نہ کہ مسلمان۔ اپنے اس دعوے کے ثبوت میں جو باتیں وہ کہتے تھے ان میں سے ایک بات یہ بھی تھی کہ مسلمانوں نے جو چیزیں جائز کر رکھی ہیں ان میں سے بعض چیزیں ملت ابراہیم میں حرام تھیں لیکن مسلمان نہ صرف یہ کہ ان کو جائز رکھتے ہیں بلکہ ان کے بر و تقویٰ اور ان کے انفاق و قربانی کا انحصار انہی چیزوں پر ہے۔ ان کا اشارہ اونٹ کے ذبیحہ اور اس کی قربانی کی طرف ہوگا اس لیے کہ اونٹ عرب کے محبوب ترین اموال میں سے تھا اور یہود کی شریعت میں جیسا کہ احبار میں وارد ہے، وہ حرام ہے۔

تورات میں ملت ابراہیمی کے خلاف جن طیبات کو حرام ٹھہرایا گیا ہے، وہ تین قسم کی ہیں:۔

۱۔ ایک تو وہ ہیں جو محض یہود کے فقہا کی تحلیل و تحریم اور ان کی موشگافیوں کی پیدا کردہ ہیں۔

۲۔ دوسری وہ ہیں جو یہود کی سرکشی، ان کی کٹ حجتی اور ان کی سوال بازی کے سبب سے حرام ہوئیں۔

۳۔ تیسری وہ ہیں جن سے احتراز و اجتناب کا تصور ان کے ہاں بزرگوں سے چلا آ رہا تھا مثلاً بعض چیزیں حضرت یعقوب علیہ السلام کسی احتیاط یا محض طبعی و ذوقی عدم مناسبت کی بنا پر نہیں استعمال کرتے تھے۔ یہود نے اس طرح کی چیزوں کا سرا حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ملا دیا اور ان کی حرمت بھی تورات کی محرمات کی فہرست میں شامل ہو گئی۔

یہی وہ حرمتیں ہیں جن کو قرآن میں ''اصر و اغلال'' سے تعبیر کیا گیا ہے اور یہود کے صحیفوں میں ملت ابراہیم علیہ السلام پر مبعوث ہونے والے پیغمبر ﷺ کے بارے میں یہ پیشین گوئی موجود تھی کہ جب وہ آئیں گے تو یہود کے لیے تمام طیبات کو حلال کریں گے اور جو طوق و سلاسل انہوں نے اپنے اوپر لاد رکھے ہیں ان سے ان کو نجات دیں گے۔ [۱۴۳:۲]

**ال عمران ۹۶:** 'بَکَّہ' سے مراد مکہ ہے۔ قدیم صحیفوں میں اس کا یہی نام آیا ہے۔ لغوی معنی اس کے شہر کے ہیں مثلاً بعلبک (بعل کا شہر) اس کو یہود نے بگاڑ کر 'بکہ' کے بجائے بکاء بنایا اور اس کو مصدر قرار دے کر ترجمہ اس کا رونا کر دیا۔ [۱۴۵:۲]

**ال عمران ۱۴۹:** یہود نے اپنے منظم پروپیگنڈے سے مسلمانوں کو یہ باور کرانے کی کوشش کی کہ تمہارا یہ خیال بالکل غلط ہے کہ محمد ﷺ خدا کے کوئی فرستادہ ہیں اور ان کو خدا اور فرشتوں کی مدد حاصل ہے۔ اگر یہ بات ہوتی تو تم احد میں شکست کیوں کھاتے؟ بدر میں تم نے فتح حاصل کی، احد میں ہم فتحمند رہے۔ یہ

تدبیر اور وسائل کا کھیل ہے۔ اس کو خدا اور اس کے فرشتوں سے وابستہ کر دینا اور اپنے آپ کو خدا کی مدد کا اجارہ دار سمجھ بیٹھنا محض طفلانہ خام خیالی ہے۔ [۱۹۱:۲]

**النسآء ۵۱:** یہود اسلام کی مخالفت میں اتنے اندھے ہو گئے تھے کہ کھلم کھلا مشرکین مکہ کو مسلمانوں پر ترجیح دیتے تھے اور اپنی اس مخالفت کے لیے آڑ اسلام کی ان تعلیمات اور رخصتوں کو بناتے تھے جو ان کی بدعات یا ان کی شریعت کے تشددات کے خلاف تھیں۔ مثلاً حدث اور جنابت کی حالت میں اسلام نے پانی میسر نہ آنے کی صورت میں تیمم کی اجازت دی تو اس کو بھی انہوں نے فتنہ انگیزی کا ذریعہ بنالیا یاد رکھنا چاہیے کہ طہارت کے باب میں یہود کے فقہاء نے اتنے تشددات پیدا کر لیے تھے کہ آدمی حالتِ جنابت میں بالکل ہی اچھوت بن کے رہ جاتا تھا۔

جنابت تو درکنار، انجیل سے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہودی فقہاء حضرت مسیح علیہ السلام کے صحابہ پر اس بات کے لیے بھی معترض ہوتے تھے کہ یہ لوگ بعض اوقات ہاتھ دھوئے بغیر ہی کھانا کھا لیتے ہیں۔ سیدنا مسیح علیہ السلام نے ان کی اسی طرح کی خردہ گیریوں پر ان کو سفیدی پھری ہوئی قبروں سے تشبیہ دی تھی ... [۳۱۴:۲]

**النسآء ۱۵۳:** یہود تم سے یہ مطالبہ کر رہے ہیں کہ وہ قرآن اور تمہاری رسالت پر اس وقت ایمان لائیں گے جب تم ان کے اوپر آسمان سے اس طرح ایک کتاب اتارو کہ وہ اس کو اترتے ہوئے خود اپنی آنکھوں سے دیکھیں۔ تم ان کے اس مطالبے پر تعجب نہ کرو۔ یہ جن اسلاف کے خلف ہیں وہ اپنے پیغمبر سے اس سے بھی کہیں بڑھ چڑھ کر مطالبہ کر چکے ہیں۔

اسلاف کے جرائم:۔

۱۔ ہمیں خدا کو کھلم کھلا دکھاؤ۔

۲۔ انہوں نے کسی عہد کی بھی پروا نہ کی بلکہ ہر عہد کو توڑا۔

۳۔ اللہ کی آیات کا انکار کیا۔

۴۔ انبیاء کو بے گناہ قتل کیا۔ [۴۱۹:۲]

**المآئدۃ ۷۰:** یہود سے جس کتاب و شریعت کی پابندی کا عہد لیا گیا تھا اور جس کی تجدید اور یاد دہانی کے لیے اللہ تعالیٰ نے یکے بعد دیگرے اپنے بہت سے رسول اور نبی بھی بھیجے، اس عہد کو انہوں نے توڑ دیا اور جو رسول اس کی تجدید اور یاد دہانی کے لیے آئے ان کی باتوں کو اپنی خواہشات کے خلاف پا کر یا تو ان کی تکذیب کر دی یا ان کو قتل کر دیا۔ [۵۶۶:۲]

**المآئدۃ ۷۲:** نصاریٰ حلول اور تثلیث دونوں ہی کے قائل تھے اور یہ دونوں ہی باتیں کفر ہیں۔ [۵۶۷:۲]

**الانعام ۹۱:** یہود نے تورات اس شکل میں جمع نہیں کی تھی جس شکل میں مسلمانوں نے قرآن کو ما بین الدفتین جمع کیا بلکہ انہوں نے اس کو مختلف اجزا میں تقسیم کر لیا تھا اور ہر جزو کو الگ الگ قلمبند کیا تھا۔ اس طرح ان کو اس کی ان تعلیمات اور پیشین گوئیوں کے چھپانے کا آسانی سے موقع مل جاتا تھا جن کو وہ اپنی خواہشات اور مصالح کے خلاف پاتے۔ قرآن نے یہود پر کتاب الٰہی کے اخفا کا جو جرم عاید کیا اس کی ایک نہایت سنگین شکل یہ بھی تھی اور قرآن کے اندازِ بیان سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اِس طرح کتابِ الٰہی کا زیادہ حصہ یہود نے چھپا لیا تھا۔ [۱۰۸:۳]

**ھود ۱۵-۱۶:** کفار نبی ﷺ اور آپ کے ساتھیوں کی بے سرو سامانی کو آپ ﷺ کی رسالت کے خلاف بطور دلیل پیش کرتے تھے۔ ان کا گمان یہ تھا کہ جب ہم دنیوی اسباب و وسائل کے اعتبار سے ان سے نہایت بہتر حالت میں ہیں تو اس کے معنی یہ ہیں کہ خدا کی نگاہوں میں بھی ہم ان سے بہتر ہیں۔ [۱۱۴:۴]

**یوسف ۱۰۹:** ان کا اعتراض یہ تھا کہ یہ کس طرح ممکن ہے کہ ہم اپنے ہی اندر کے ایک آدمی کو جو ہمارے ہی اندر پیدا ہوا، ہمارے ہی اندر رہا سہا اور جوان ہوا، اللہ کا رسول مان لیں۔ اگر اللہ کو کوئی رسول ہی بھیجنا ہوتا تو کسی برتر مخلوق یعنی کسی فرشتہ کو رسول بنا کر بھیجتا۔ [۲۵۹:۴]

**الرعد ۳۸:** اس آیت میں مخالفین کے دو اعتراضوں کے، بغیر ان کے نقل کیے، جواب دیے ہیں۔

۱۔ ایک یہ کہ یہ اللہ کے رسول ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں، اگر اللہ کو کوئی رسول بھیجنا ہوتا تو کیا وہ ہمارے ہی جیسے ایک بشر کو رسول بنا کر بھیجتا؟

۲۔ دوسرا یہ کہ ہم کو دھمکی سنا رہے ہیں کہ اگر ہم نے ان کی بات نہ مانی تو ہم پر اللہ کا عذاب آجائے گا۔ اگر یہ اپنے اس دعوے میں سچے ہیں تو آخر یہ ہم کو کوئی ایسی نشانی عذاب کیوں نہیں دکھاتے۔[۴:۲۹۹]

**الحجر ۹۱:** اِس آیت میں ضمناً یہود کے اس اعتراض کا جواب بھی آگیا کہ تورات کے بعد اب کسی نئے قرآن کی ضرورت کیا باقی رہی؟[۴:۳۷۹]

**النحل ۱۰۱:** یہ ایک مثال ہے ان اعتراضات کی جو یہود لوگوں کے دلوں میں وسوسہ اندازی کے لیے قرآن کے خلاف اٹھاتے تھے۔ فرمایا کہ جب ہم ایک حکم کو دوسرے حکم سے بدلتے ہیں تو وہ کہتے ہیں کہ تم تو نرے مفتری ہو۔ اپنے جی سے ایک بات گھڑتے ہو اور لوگوں پر دھونس جمانے کے لیے اس کو خدا کی طرف منسوب کر دیتے ہو، ورنہ اس کے کیا معنی کہ خدا ایک مرتبہ ایک قانون بنائے اور پھر اس قانون کو خود ہی دوسرے قانون سے بدل دے۔[۴:۴۴۹]

**النحل ۱۰۳:** یہ مخالفین کے ایک دوسرے فتنے کا حوالہ دیا ہے جو وہ لوگوں کو قرآن سے بدگمان کرنے کے لیے اٹھائے ہوئے تھے۔ وہ کہتے تھے کہ اِس کلام کو وحی الٰہی اور فرشتہ کا لایا ہوا کہنا تو محض ایک دھونس ہے۔ یہ تو فلاں شخص ان کو سکھاتا ہے۔[۴:۴۵۱]

**النحل ۱۲۴:** یہ یہود کے ایک اعتراض کا جواب ہے۔ یہود آنحضرت ﷺ اور مسلمانوں پر ایک اعتراض یہ بھی کرتے تھے کہ یہ لوگ سبت کا احترام نہیں کرتے۔[۴:۴۶۲]

**بنی اسراءیل ۹۰-۹۳:** مخالفین کے مطالبات برائے تصدیق رِسالت:۔

۱۔ یہ کہ دیکھتے دیکھتے آپ زمین سے ایک چشمہ جاری کر دیں۔

۲۔ یا یہ کہ آپ کے پاس کھجوروں اور انگوروں کا ایک باغ ہو جائے اور آپ اس کے بیچ بیچ میں بہت سی نہریں نکال دیں۔

۳۔ یا یہ کہ آپ ہم پر آسمان کے کچھ ٹکڑے گرا دیں جیسا کہ آپ کا دعویٰ ہے یا یہ کہ اللہ اور فرشتوں کو رو در رو دکھا دیں۔

۴۔ یا یہ کہ آپ کے پاس ایک سونے کا مکان ہو جائے یا آپ ہماری آنکھوں کے سامنے آسمان پر چڑھ جائیں اور ہم آپ کے اس آسمان پر چڑھنے کو بھی اس وقت تک باور نہیں کریں گے جب تک آپ وہاں سے ہم پر کوئی کتاب نہ اتار دیں جس کو ہم پڑھیں۔[۴:۵۴۱]

**بنی اسراءیل ۱۱۰:** اہل عرب زمانۂ جاہلیت میں اللہ تعالیٰ کے لیے اللہ اور رحمان دونوں نام استعمال کرتے تھے۔ کلامِ جاہلیت میں یہ دونوں نام ہی ملتے ہیں۔ البتہ اتنی بات ضرور تھی کہ اسم رحمان زیادہ معروف اہل کتاب کے ہاں تھا۔ عرب کے ذہینوں نے یہیں سے اس نام کو بھی قرآن پر اعتراض کا بہانہ بنالیا۔ انہوں نے یہ نکتہ پیدا کیا کہ اس کتاب کی تیاری میں اس شخص کو (آنحضرت ﷺ) اہل کتاب میں سے کچھ لوگ مدد دیتے ہیں ... بعد میں جب اسم رحمان کی طرف ان کی توجہ ہوئی تو اس کو انہوں نے اپنے گمان کی تائید میں پیش کرنا شروع کر دیا کہ دیکھ لو یہ شخص اپنے پیش کردہ کلام میں رحمان کا نام بہت لاتا ہے جو اہل کتاب سے اس کے تعلق کی دلیل ہے۔ اور پھر یہیں سے انہوں نے یہ نتیجہ نکال لیا ہوگا کہ یہ ہمارے مذہب اور ہماری روایات پر اہل کتاب کے مذہب اور ان کی روایات مسلط کرنے کی ایک سازش ہے۔[۴:۵۴۶]

**الانبیاء ۵:** اِس کو افتراء قرار دینے سے ان کا مدعا یہ تھا کہ ہے تو ان کے (آنحضرت ﷺ کے) اپنے ذہن کی ایجاد لیکن (العیاذ باللہ) یہ جھوٹ موٹ محض ہم پر اپنی دھونس جمانے کے لیے اس کو خدا کی طرف منسوب کرتے ہیں۔[۵:۱۲۴]

**ایضاً:** یہ امر یہاں ملحوظ رہے کہ اہل عرب کا تصور یہ تھا کہ ہر بڑے شاعر کے ساتھ ایک جن ہوتا ہے جو اس کو شعر القا کرتا ہے۔ آنحضرت ﷺ کو ایک شاعر کہہ کر وہ لوگوں کو اس مغالطہ میں مبتلا کرنا چاہتے تھے کہ نعوذ باللہ آپ ﷺ کے ساتھ بھی کوئی جن ہے جو یہ کلام

آپ ﷺ پر القا کرتا ہے۔[۵:۱۲۴]

**الانبیآء ۳:** یہ نہ سمجھو کہ ان کے کلام میں یہ زور و اثر اس چیز کا نتیجہ ہے کہ یہ کوئی فرستادے ہیں۔ دیکھتے نہیں کہ یہ بھی تمہارے ہی جیسے انسان ہیں۔ اگر خدا کو کوئی رسول ہی بھیجنا ہوتا تو وہ کسی فرشتے یا کسی اور مخلوق کو اپنا رسول بناتا نہ کہ ہمارے ہی جیسے ایک انسان کو۔[۵:۱۲۳]

**الحج ۴۷:** تم کو جھٹلانے والے جلدی مچائے ہوئے ہیں کہ جس عذاب کی تم ان کو وعید سنا رہے ہو یہ آ کیوں نہیں جاتا؟[۵:۲۶۵]

**الحج ۵۲:** اللہ کا رسول جب لوگوں کے سامنے اللہ کا کلام پیش کرتا ہے تو یہ معاندین، رسول کو مطعون کرنے کے لیے یہ شگوفہ چھوڑتے ہیں کہ اگر یہ اللہ کے رسول ہیں تو یہ پورا قرآن بیک دفعہ کیوں نہیں پیش کر دیتے! آخر اللہ کے لیے یہ کیا مشکل ہے! مطلب یہ ہے کہ جب یہ ایسا نہیں کر رہے ہیں تو اس کے معنی (نعوذ باللہ) یہ ہیں کہ یہ خود اس کلام کو گھڑتے ہیں اور جتنا گھڑ پاتے ہیں اتنا سنا دیتے ہیں اور دھونس جمانے کے لیے جھوٹ موٹ اس کو خدا کی طرف منسوب کرتے ہیں۔[۵:۲۷۰]

**المومنون ۲۵:** یعنی اِن لیڈروں نے اپنے عوام کو یہ بھی باور کرانے کی کوشش کی کہ یہ شخص جو یہ دعویٰ کرتا ہے کہ اس کے پاس خدا کی طرف سے کوئی فرشتہ وحی لے کر آتا ہے تو اس سے اس کے رعب میں نہ آؤ۔ یہ محض ایک قسم کا خلل دماغ ہے جس کے سبب سے اس کو ایک قسم کا وسوسہ لاحق ہوتا ہے جس کو یہ آسمانی وحی سمجھ بیٹھتا ہے۔[۵:۳۱۴]

**الفرقان ۴:** ان کو اصلی کد آنحضرت ﷺ کے دعوائے رسالت اور قرآن کے وحی الٰہی ہونے سے تھی۔ اس کی تردید میں وہ یہ کہتے تھے کہ قرآن کے وحی الٰہی ہونے کا دعویٰ جو کیا جاتا ہے یہ بالکل جھوٹ ہے۔ یہ وحی الٰہی نہیں بلکہ (نعوذ باللہ) یہ محمد ﷺ کے اپنے ذہن کا گھڑا ہوا کلام ہے جس کو وہ جھوٹ موٹ اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرتے ہیں تا کہ اس طرح ہم پر اپنی برتری کی دھونس جمائیں۔

اپنی بات کو مدلّل کرنے کے لیے ایک اور جھوٹ اس کے ساتھ وہ یہ لگا دیتے کہ اس کتاب کی تصنیف میں کچھ دوسرے لوگوں کے ذہن بھی محمد ﷺ کے ساتھ شریک ہیں۔[۵:۴۴۵]

**الفرقان ۷-۸:** وہ کہتے ہیں کہ یہ خوب رسول ہیں کہ اللہ کے رسول ہونے کے مدعی ہیں اور حال یہ ہے کہ ہمارے ہی طرح یہ بھی کھانے پینے کے محتاج ہیں اور اپنی ضروریات و مایحتاج کی فراہمی کے لیے ہماشا کی طرح یہ بھی بازاروں میں پھرتے ہیں۔

۲۔ اگر کسی بشر ہی کو رسول بنایا تھا تو کم از کم یہ تو ہونا تھا کہ اس کے ساتھ کوئی فرشتہ ہوتا جو ساتھ ساتھ منادی کرتا پھرتا کہ لوگو، یہ اللہ کے رسول ہیں، یہ جس چیز سے ڈرا رہے ہیں اس سے ڈرو۔

۳۔ یا آسمان سے ان کے لیے کوئی خزانہ اتار دیا جاتا۔

۴۔ یا ان کے پاس کوئی شاندار باغ ہوتا جس سے یہ اپنی معاش حاصل کرتے اور عام آدمیوں کی طرح ان کو بازاروں میں جوتیاں چٹخاتے نہ پھرنا پڑتا! مطلب یہ ہے کہ جب ان باتوں میں سے کوئی بات بھی نہیں ہے تو آخر ہم ان کو اللہ کا رسول کس طرح مان لیں۔[۵:۴۴۸]

**الفرقان ۳۲:** وہ قرآن کے خلاف لوگوں میں یہ خیال بھی پھیلاتے تھے کہ اگر یہ خدا کی اتاری ہوئی کتاب ہے تو آخر یہ پوری کی پوری بیک وقت کیوں نہیں نازل کر دی گئی۔ خدا کے لیے تو کچھ سوچنے اور اہتمام کرنے کی ضرورت نہیں ہے کہ وہ اس کو تھوڑی تھوڑی اتارے؟[۵:۴۶۲]

**الفرقان ۶۰:** اس کائنات کے خالق کی سب سے بڑی صفت تو رحمان ہے لیکن ان نادانوں کا حال یہ ہے کہ جب ان کو خدائے رحمان کو سجدہ اور اس کی عبادت کی دعوت دی جاتی ہے تو بڑی رعونت کے ساتھ جواب دیتے ہیں کہ یہ رحمان کیا چیز ہے؟ کیا ہم ہر اس چیز کو سجدہ کریں جس کا تم ہمیں حکم دیتے ہو؟[۵:۴۸۱]

**العنکبوت ۵۰:** اہل کتاب کا عام اعتراض نبی ﷺ پر اوّل اوّل یہی رہا ہے کہ اگر یہ اللہ کے رسول ہیں تو ان کو اس طرح کے معجزے کیوں نہیں عطا ہوئے جس طرح کے معجزے ہمارے نبیوں، خاص طور پر حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کو عطا ہوئے۔ یہ اعتراض وہ قریش کو اکسانے کے لیے اٹھاتے تھے۔[۶:۵۸]

**لقمان ۳۴:** مخالفین کو جب قیامت سے ڈرایا جاتا تو وہ جھٹ یہ

سوال کرتے کہ 'مَتٰی هٰذَا الْوَعْدُ' آخر یہ دھمکی کب پوری ہوگی!اگر اس کو آنا ہے تو آ کیوں نہیں جاتی!![۶:۱۴۷]

السجدۃ ۲: قریش اور یہود دونوں کو سب سے زیادہ اختلاف آنحضرت ﷺ کے اس دعوے سے تھا کہ یہ کتاب آپ پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کی جاتی ہے۔اس دعوے کو وہ اِفتراء قرار دیتے یعنی آنحضرت ﷺ پر یہ الزام لگاتے کہ نعوذ باللہ اس کتاب کو یہ تصنیف تو خود کرتے ہیں لیکن ہمارے اوپر دھونس جمانے کے لیے اس کو جھوٹ موٹ منسوب اللہ تعالیٰ کی طرف کرتے ہیں۔[۶:۱۵۵]

یٰسٓ ۱۵: یہ وہی اعتراض ہے جو ہر رسول کے مکذبین نے اپنے اپنے رسولوں کے خلاف اٹھایا ہے کہ تم تو ہمارے ہی جیسے انسان ہو تو تم خدا کے رسول کیسے ہوئے!اگر خدا کو کوئی رسول بھیجنا ہوتا تو کسی برتر مخلوق کو رسول بناتا نہ کہ ہمارے ہی جیسے انسانوں کو۔[۶:۴۱۴]

حٰمٓ السجدۃ ۴۴: یہود کے القاء کیے ہوئے اعتراضات میں سے ایک اعتراض یہ بھی ان کا تھا کہ وحی کی مخصوص زبان تو اب تک عبرانی رہی ہے جس میں وہ تمام صحیفے نازل ہوئے جن کے آسمانی ہونے کا اقرار قرآن کو بھی ہے تو اب اللہ میاں نے اپنی زبان کیوں بدل لی اور یہ نئی وحی عربی میں کیوں نازل ہوئی![۷:۱۱۴]

حٰمٓ السجدۃ ۴۵: یہود، یہ اعتراض بھی لوگوں کو سکھاتے تھے کہ جب تورات، اللہ کی کتاب موجود ہے اور اس کا کتاب الٰہی ہونا قرآن کو بھی تسلیم ہے تو آخر ایک نئی کتاب نازل کرنے کی کیوں ضرورت پیش آئی؟[۷:۱۱۶]

الشوریٰ ۵۱: اگر اللہ ان سے (پیغمبر ﷺ سے) بات کرتا ہے، جیسا کہ یہ دعویٰ کرتے ہیں، تو آخر وہ ہم سے رُو در رُو ہو کر بات کیوں نہیں کرتا؟[۷:۱۹۱]

الزخرف ۶۱: مشرکینِ عرب کو قیامت کے باب میں سب سے بڑا شبہ یہی تھا کہ مر کھپ جانے کے بعد آخر لوگ قیامت کو کس طرح از سرِ نو پیدا ہو جائیں گے؟[۷:۲۴۳]

الطّور ۳۳: 'تَقَوَّلَ' کے معنی کسی پر جھوٹا بہتان لگانے کے ہیں۔ یہی مضمون دوسرے مقامات میں 'بَلِ افْتَرٰهُ' سے ادا کیا گیا ہے۔یعنی ان کے نزدیک یہ کتاب ہے تو ان کی اپنی طبع زاد لیکن عوام فریبی کے لیے جھوٹ موٹ یہ دعویٰ کر رکھا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ نے اتاری ہے۔[۸:۳۴]

الطّور ۳۰: فرمایا کہ کیا یہ لوگ تمہیں شاعر کہتے ہیں اور یہ توقع رکھتے ہیں کہ جس طرح دوسرے بہت سے شاعر اپنی اپنی بولیاں بول کر اڑ گئے اس طرح گردشِ روزگار ایک دن تمہیں بھی فنا کر دے گی۔[۸:۳۳]

الحشر ۵: مسلمانوں نے جب بنی نضیر پر فوج کشی کی تو جنگی ضرورت و مصلحت کے تحت ان کے باغوں کے کچھ درخت انہیں کاٹنے پڑے۔اِس چیز کو انہوں نے اسلام کے خلاف پروپیگنڈے کا ذریعہ بنالیا کہ مسلمان دعویٰ تو کرتے ہیں کہ وہ ملک میں اصلاح کے لیے اٹھے ہیں لیکن ان کا حال یہ ہے کہ انہوں نے ہمارے باغوں کے پھل لانے والے عمدہ درخت کاٹ کے ڈال دیے۔بھلا مثمر درختوں کا کاٹنا بھی کوئی اصلاح کا کام ہوا، یہ تو صریح اِفساد فی الارض ہے![۸:۲۸۹]

القیٰمۃ ۶: یہ منکرینِ قیامت کی جسارت اور ڈھٹائی کا بیان ہے کہ باوجودیکہ خدا کا محتسب خود ان کے اندر ہی موجود ہے اور وہ اس کو محسوس بھی کر رہے ہیں لیکن جب ان کو قیامت سے ڈرایا جاتا ہے تو یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ قیامت کہاں ہے؟ وہ کب آئے گی!اگر اس کو آنا ہے تو آ کیوں نہیں جاتی![۹:۸۲]

البینۃ ۳: جس طرح تورات کے احکامِ عشرہ الواح میں لکھ کر دیے گئے تھے، اِسی طرح واضح احکام، اوراق میں لکھے ہوئے لے کر فرشتہ آسمان سے ہمارے اوپر اترے تب ہم مانیں گے کہ یہ خدا کی اتاری ہوئی کتاب ہے۔[۹:۴۸۱]

## مشرکینِ مکّہ کے اعتراضات

**البقرۃ ۳:** یہود کی طرح مشرکین مکہ کا اعتراض بھی نبی ﷺ پر یہ تھا کہ اگر اللہ آپ سے کلام کرتا ہے تو آخر ہم سے کلام کیوں نہیں کرتا؟[۱:۹۸]

**البقرۃ ۱۱۹:** اُن کا پہلا مطالبہ یہ تھا کہ محمد (ﷺ) یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ خدا اُن سے ہم کلام ہوتا ہے۔ اگر ایسا ہے تو خدا نے انہیں کو ہمارے اندر سے ہم کلامی کے لیے کیوں منتخب کیا، آخر ہم جو قریش کے سردار اور لیڈر ہیں اور اثر واقتدار میں محمد ﷺ سے کہیں اونچے ہیں، خدا ہم سے ہم کلام کیوں نہیں ہوتا۔[۱:۳۰۴]

**ایضاً:** دوسرا مطالبہ یہ تھا کہ ہمارے پاس کوئی نشانی کیوں نہیں آتی۔ نشانی سے اُن کی مراد کوئی ایسی نشانی تھی جو ایک محسوس معجزہ کی نوعیت کی ہو جس کو دیکھ کر ہر شخص پکار اٹھے کہ بے شک اس نشانی کا دکھانے والا خدا کا فرستادہ اور اس کا رسول ہے مثلاً یہ کہ اس رسول کے ساتھ ساتھ

۱۔ کوئی فرشتہ اس کی رسالت کی منادی کرتا پھرے، یا

۲۔ اس کے حکم سے مُردے جی اٹھیں، یا

۳۔ اس کے اشارے سے پہاڑ چلنے لگیں، یا

۴۔ اس کی خواہش پر صحرا چمن بن جائے، یا

۵۔ اور نہیں تو کم از کم اس کے ایما پر اس عذاب ہی کا کوئی نمونہ نمودار ہو جائے جس کی یہ ہر روز دھمکی سنا رہے ہیں۔[۱:۳۰۵]

**الانعام ۱۴۸:** مشرکین جب ہر طرف سے بحث میں پسپا ہو جاتے تو آخری بات یہ کہتے کہ اگر ہم نے خدا کا شریک ٹھہرانے اور کسی چیز کو حرام قرار دینے کے معاملے میں خدا کی مرضی کی مخالفت کی ہے تو خدا کے اختیار میں تو سب کچھ ہے۔ اس نے اپنے اختیار سے ہم کو روک کیوں نہیں دیا؟ جب اس نے اپنے اختیار کے زور سے ہم کو نہیں روکا تو اس کے معنی یہ ہیں کہ جو کچھ ہم نے کیا اور کر رہے ہیں یہی اس کا حکم اور یہی اس کی مرضی ہے۔[۳:۱۹۶]

**ھود ۱۹:** ان کا ایک جرم تو یہ ہے کہ انہوں نے دیدہ ودانستہ، حقیقت کے واضح ہونے کے باوجود، لوگوں کو اللہ کے راستے سے روکا۔

۲۔ دوسرا جرم یہ ہے کہ اس راستہ کو کج کرنے کی کوشش کی۔

بندوں کے لیے خدا تک پہنچنے کی راہ بالکل ہموار و مستقیم ہے۔ اس میں کج پیچ اور پگڈنڈیاں نہیں ہیں۔ بندہ اس راہ پر چلے تو براہِ راست اپنے رب سے تعلق پیدا کر لیتا ہے لیکن ان ظالموں نے اس راہ میں بہت سے اڑنگے ڈال دیے۔ قدم قدم پر انہوں نے اس کا رخ مختلف تھانوں، استھانوں، دیویوں اور دیوتاؤں کی طرف موڑ دیا اور اس طرح لوگوں کو اصل شاہراہِ توحید سے ہٹا کر گلیوں اور کوچوں میں ڈال دیا۔[۴:۱۱۹]

## مستشرقین کا اعتراض

**القصص ۶:** یہاں بالکل پہلی مرتبہ فرعون کے ساتھ، ہامان، کا ذکر بھی آیا ہے ... تورات میں یہ نام نہیں آیا ہے لیکن اس سے کوئی خاص فرق نہیں پیدا ہوتا۔ کتنی باتیں ہیں جن میں قرآن نے تورات کے بیانات کی تصحیح کی ہے یا ان پر اضافہ کیا ہے۔ یہ بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کی سرگزشت میں ایک قیمتی اضافہ ہے۔ بعض مستشرقین نے اِس نام کو اعتراض کا ہدف بنایا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ مصر میں اِس نام کا کوئی شخص نہیں تھا۔[۵:۶۵۷]

# الفاظ و ترکیبات

اَبَـآء: النور ۳۱ میں اپنے وسیع معنوں میں اجداد وعمام سب پر مشتمل ہے ۳۹۷:۵

آثار: تمدنی وتعمیری ترقیوں کے آثار مراد ہیں ۲۸:۷

آثم: شاکر کے ضد کی حیثیت سے آیا ہے۔ یہ لفظ حقوق تلف کرنے والے کے لیے آتا ہے۔ حقوق العباد تلف کرنے والوں کے لیے معروف لفظ آثم ہے اور حقوق اللہ نہ ادا کرنے والوں کے لیے معروف 'کفور' ہے ۱۱۹:۹

آثِمٌ قَلْبُهٗ: اُس کا دل آلودۂ گناہ ہے۔ بعض گناہ تو ایسے ہوتے ہیں جن کا اثر انسان کے محض ظاہری اعضا ہی تک محدود رہتا ہے، اس کی نوعیت بس اوپری گرد وغبار کی ہوتی ہے۔ دوسرے گناہ وہ ہوتے ہیں جن کی تحریک دل کی گہرائیوں سے اٹھتی ہے۔ ایسے گناہوں کے اثرات بھی دل تک متعدی ہوتے ہیں، گناہ کی یہ قسم خطرناک ہے ۶۴۲:۱

اٰزِفَة: وہ چیز جو قریب آ لگی ہو، مراد عذاب کی گھڑی، قیامت ۲۶:۷، ۸۳:۸

اٰسِـنٌ: صفت کے طور پر اس پانی کے لیے آتا ہے جس کا رنگ اور ذائقہ تبدیل ہو چکا ہو ۴۰۵:۷

آل: یہ لفظ آل واولاد، قوم وقبیلہ اور اتباع وانصار سب پر حاوی ہے ۲۱۰:۱، ۳۳۵:۲، ۴۹۶، ۳۱۱:۴، ۱۰۸:۸

الآء: 'اِلـی' کی جمع۔ اصل معنی کرشمے، نشانیاں عجائبِ قدرت، کارنامے نوادر اور آثارِ حکمت۔ نعمتیں بھی اس کے مفہوم میں داخل ہیں لیکن ہر جگہ اِس کا ترجمہ نعمت صحیح نہیں اس لیے کہ نعمت کی طرح نقمت کی نشانیاں بھی اِس میں شامل ہیں ۸۲:۸، ۱۲۰

اٰمَنَ لَهٗ: تصدیق وتائید کے مفہوم میں ہے ۳۴:۶ ... اور اٰمَنَ بِهٖ ۷۹:۴

اٰمِنِیْن: نعمت کے اندر بے فکری بالآخر وہی نتیجہ پیدا کرتی ہے جو ریشم کے کیڑے کے سامنے آتا ہے کہ جو ریشم وہ اپنے اوپر تنتا ہے اسی کے اندر وہ گھٹ کر مرتا اور وہی اس کا کفن بنتا ہے ۵۴۲:۵

اٰنَسْتُ: اس لفظ سے یہ بات نکلتی ہے کہ موسیٰؑ کو جو آگ نظر آئی اُس کی نوعیت آگ کے کسی جلتے ہوئے الاؤ کی نہیں بلکہ ایک شعلہ مستعجل کی تھی جو چمکا اور غائب ہو گیا۔ یہ لفظ تاڑنے اور بھانپنے کے لیے آتا ہے ۳۰:۵

آیات: مراد عقل وفطری دلائل بھی ہیں اور حسی معجزات بھی ۳۳۹:۳، ۳۷۵:۴، ۳۲۱:۵

المومن ۵۶ میں توحید وآخرت کی دلیلیں مراد ہیں ۵۷:۷، ۳۶:۷

اٰیٰتٍ بَیِّنٰتٍ: آپ ﷺ کی نبوت ورسالت کی وہ واضح اور قطعی دلیلیں جو آپ پر نازل ہوئیں عام اس سے کہ وہ قرآن کے مدلل بیانات کی صورت میں ہیں یا ان کارناموں، علامات، شواہد اور معجزات کی شکل میں جو آپ کے ذریعے سے ظہور میں آئے ۲۸۰:۱

الحدید ۹ میں خاص طور پر ان آیات کی طرف اشارہ جو انفاق وجہاد سے متعلق ہیں ۲۰۵:۸

اٰیٰتٌ مُّحْکَمٰتٌ: قرآن کی وہ آیات جو آفاق وانفس کی بالکل بدیہیات، خیر وشر کے مسلمات اور معروف ومنکر کے قطعیات ویقینیات پر مشتمل ہیں۔ جن کو دل قبول کرتے ہیں اور جن کو قبول کرنے کے لیے اس کے سوا کوئی شرط نہیں ہے کہ دل سلیم ہو۔ جن کے حق میں ہر عقل گواہی دیتی ہے بشرطیکہ اس پر تعصب، جذبات اور غیر فطری عقلیات کے پردے پڑے ہوئے نہ ہوں۔ انھی محکمات پر ہر صحیح مذہب کی بنیاد ہوتی ہے اس وجہ سے تمام آسمانی مذاہب اور تمام انبیاء سے یہ تواتر کے ساتھ نقل ہوئی ہیں۔ چونکہ فطرت انسانی کے اندر ان کی جڑیں نہایت مستحکم ہوتی ہیں، شبہات وشکوک کی آندھیاں ان کو ہلانے سے قاصر رہتی ہیں اس وجہ سے قرآن نے ان کو محکمات سے تعبیر کیا ہے ۲۵:۲

محکمات ومتشابہات کے بارے میں چند تنبیہات ۲۸:۲

آیت: علامت اور نشانی

۱۔ دلائل اور نشانیاں جو آسمان وزمین اور آفاق وانفس کے ہر گوشے میں موجود ہیں اور جو خدا کی قدرت وحکمت، اس کی توحید اور اس کے قانونِ جزا وسزا کی گواہی دے رہی ہیں

۲۔ انبیاء علیہم السلام کے معجزات

۳۔قرآن مجید کی آیات جن سے قرآن کی سورتیں مرکب ہیں ۱:۰۷ا

۴۔وہ چیز جس سے کسی چیز پر دلیل لائی جاسکے ۱:۰ ۳۴

الرعد ۷ ۲ میں کوئی حسی معجزہ مراد ہے ۴:۲۸۹

النحل ۱۰۱ میں کوئی حکم شرعی مراد ہے ۴:۴۴۹

الشعرآء ۱۲۸ میں نشانی اور یادگار کے مفہوم میں ہے ۵:۵۳۶

سبا ۱۵ میں تنکیر تفخیم شان کے لیے ہے یعنی بہت بڑی نشانی ۶:۵۰، ۴۰۷، ۳۲۳

وہ دلیلیں اور حجتیں جو قیامت اور جزا و سزا کے حق میں قرآن کے ذریعے سے سنائی گئیں ۹:۲۵۸

اَبَارِیْق: جمع اِبْرِیْق جو فارسی کے آب ریز سے معرب معلوم ہوتا ہے ۸:۱۶۴

اِبتلآء : جانچنا پرکھنا اور امتحان کرنا۔آدمی جب کسی چیز کو جانچتا ہے تو اس کو مختلف پہلوؤں سے الٹ پلٹ اور ٹھونک بجا کر دیکھتا ہے۔یہیں سے اس کے اندر ایک طور سے گزار کر دوسرے طور میں لے جانے کا مفہوم بھی پیدا ہو گیا۔الدھر ۲ میں یہ لفظ اِسی معنی میں ہے ۹:۱۰۷

ابتھال: اِس کے معنی دعا اور تضرع کے ہیں لیکن اس کے اندر ترک کا مفہوم بھی پایا جاتا ہے اس وجہ سے یہ ایک دوسرے پر لعنت کی بددعا کے لیے معروف ہے ۲:۱۰۸

ابرام: کسی امر کو محکم کرنا۔الزخرف ۷۹ میں یہ کسی بات کا قطعی فیصلہ کر لینے کے مفہوم میں آیا ہے ۷:۲۵۴

اَبْصِرْبِہٖ وَاَسْمِعْ: مبالغہ اور غایت درجہ تعریف کا اسلوب بیان، یعنی کیا کہنے ہیں اس کے دیکھنے اور سننے کے! وہ بہت ہی خوب دیکھنے اور سننے والا ہے! ۴:۵۷۸

اَبَقَ: اس واقعہ کی طرف اشارہ جب یونسؑ قوم کو چھوڑ کر کسی دوسرے مقام کو چلے جانے کے لیے اٹھ کھڑے ہوتے ہیں ۶:۴۹۳

ابن: عبرانی میں 'ابن' کا لفظ بندہ اور بیٹے دونوں کے لیے آتا ہے، موقع و محل سے اِس کا تعین کرتے ہیں ۴:۶۴۸

ابن السَّبِیْل: مسافر۔اس طرح کے لوگوں کے لیے سرائیں، مسافر خانے، قیام و طعام اور رہنمائی کے مراکز قائم کرنا بھی ان کاموں میں شمار ہے جن پر صدقات سے خرچ کیا جاسکتا ہے ۳:۵۹۳

اِتّباع: پیچھے لگنا، درپے ہونا، تعاقب کرنا۔اَتْبَعَ سَبَبًا اس کے وسائل و ذرائع کا جائزہ لیا، اس کا اہتمام کیا۔پھر یہیں سے ذرا وسیع معنی میں یہ کسی مہم کی تیاری کے لیے استعمال ہوا ۴:۶۱۷

الاعراف ۱۹۳ میں اپنے ابتدائی لغوی مفہوم میں ہوگا: اس کے پیچھے چلا، اس کے ساتھ ہو لیا، اس کو جا پہنچا ۳:۴۰۷

اتّباع ھوٰی، ھدی اللّٰہ کی ضد ہے ۲:۴۰۷

اَتْرَاب: تِرْب کی جمع، ہم سِن اور ہم عمر، غالب استعمال عورتوں کے لیے ہے ۸:۱۶۹

اتقآء: یہ لفظ قرآن مجید میں کئی معنوں میں استعمال ہوا ہے:۔

۱۔جس چیز سے نقصان پہنچنے کا خطرہ ہو اس سے بچنا، مزمل ۱۷

۲۔کسی آفت کے ظہور سے اندیشہ ناک رہنا، انفال ۲۵

۳۔اس ربِّ قدوس سے برابر لرزتے اور کانپتے رہنا جو اپنے شکرگزار اور وفادار بندوں پر رحم فرماتا ہے، جو کفر و معصیت کو ناپسند کرتا ہے اور جو ہر ظاہر و پوشیدہ سے باخبر ہے، زمر ۷۳

۴۔اس کا چوتھا مفہوم مذکورہ تینوں مفہوموں کا جامع ہے یعنی گناہ سے اس کے برے نتائج اور خدا کے غضب کے ڈر سے بچتے رہنا۔جب یہ لفظ مفعول کے بغیر استعمال ہوتا ہے تو عموماً یہی معنی مراد ہوتے ہیں اور اسی چیز کو تقوٰی سے تعبیر کیا جاتا ہے، ال عمران ۱۷۹

تقوٰی میں عمل کی نسبت کیفیت اور حال کا پہلو اور فعل کے بالمقابل ترک کا پہلو اگرچہ زیادہ نمایاں ہے اور اس پہلو سے کہہ سکتے ہیں کہ اس میں نفی اثبات پر غالب ہے لیکن چونکہ یہ دل کی تندرستی کی دلیل ہے اور دل تندرست ہو تو سب کچھ تندرست ہے، اس وجہ سے اس سے علم اور عمل دونوں کے سوتے پھوٹتے ہیں۔

اَتُوْبُ عَلَیْھِمْ: توبہ کے ساتھ علیٰ کا صلہ میں رحمت کا مضمون بھی

پوشیدہ ہے۔ یعنی ایسے لوگوں کی توبہ قبول کرتا اور ان پر رحم کرتا ہوں۔ لفظ کی اس مخفی حقیقت کو اَنَا التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ کہہ کر واضح فرمایا دیا ہے ۳۸۹:۱

اَثَارَۃ: اس روایت کو کہتے ہیں جو سلف سے منقول ہوتی چلی آ رہی ہو ۳۴۶:۷

اَثَامٌ: نتیجۂ گناہ۔ یہ اسی طرح کا استعمال ہے جس طرح کوئی فعل یا اسم لاتے ہیں اور مقصود اس سے اس کا ثمرہ اور نتیجہ ہوتا ہے ۴۸۸:۵

اثبات: اصل لغوی مفہوم پابند کر دینا، روک دینا ہے جس میں قید کر دینا بھی شامل ہے ۴۶۶:۳

اَثقَال: ثِقل کے معنی بار اور بوجھ کے ہیں۔ الزلزال ۲ میں اس کا اوّل مصداق تو مردے ہیں لیکن لفظ عام ہے اس وجہ سے اس سے وہ خزانے اور دفینے بھی مراد ہو سکتے ہیں اور ان جرائم کی یادگاریں بھی جن کا مجرموں نے ارتکاب کیا اور زمین میں ان کو چھپایا ۴۹۲:۹

اِثم: اصلاً تاخیر یعنی پیچھے رہ جانے کا مفہوم پایا جاتا ہے پھر یہ لفظ ادائے حقوق میں پیچھے رہ جانے کے لیے استعمال ہوا، عام اس سے کہ وہ خدا کے حقوق ہوں یا بندوں کے۔ اپنے اس مفہوم کے لحاظ سے یہ 'بِرّ' کا ضد ہے۔ یہ لفظ عدوان کے ساتھ بھی استعمال ہوتا ہے اس لیے کہ حقوق کے معاملہ میں گناہ دو قسم کے ہوتے ہیں ایک کوتاہی اور حق تلفی کی نوعیت کے، دوسرے دست درازی اور تعدی کی نوعیت کے۔ پہلی قسم کے لیے اثم کا لفظ ہے، دوسری کے لیے عدوان کا ۴۴۱:۱، ۷۲:۸

اثم، فحشا اور غضب کی تحقیق ۱۷۷:۷

اَثِیمٌ: اخلاقی اعتبار سے ہر قسم کے گناہوں میں آلودہ ۵۶۵:۵

اجتباء: وہ برگزیدگی جو اللہ نے اپنی توحید اور ہدایت کی دعوت و اشاعت کے لیے بخشی ۱۰۲:۳

اِجتِبَاء: اصل لغوی مفہوم مجموعہ میں سے کسی چیز کو انتخاب کر لینا اور چھانٹ لینا ہے لیکن جب طنز کے سیاق وسباق میں یہ لفظ استعمال ہو تو اس کے معنی گھڑنے اور بنا لینے کے ہو جائیں گے ۴۱۳:۳

آدمؑ کو توفیقِ توبہ اور کلماتِ توبہ سے سرفراز فرماتا ہے ۱۰۰:۵

اَجَل: مدتِ مقررہ۔ اَجَل یا اَجَلٌ مُّسَمًّی کا لفظ فرد یا اقوام کے تعلق سے مختلف معنوں میں استعمال ہوا ہے:

۱۔ ایک تو اس مدتِ حیات کے لیے جو ہر فرد کو تقدیر کی طرف سے ملی ہے

۲۔ اس روزِ بعث کے لیے جو خلق کے اٹھائے جانے کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر ہے

۳۔ اس مقررہ پیمانہ کے لیے جو کسی قوم کی ہلاکت کے لیے مقرر ہے ۱۸:۳، ۶۱:۴

افراد اور اقوام کے معاملہ میں خدا نے اَجَل کے پیمانے الگ الگ رکھے ہیں۔ افراد کے پیمانے تو سالوں، مہینوں، دنوں اور گھنٹوں منٹوں کے حساب سے پورے ہوتے ہیں۔ جب وہ پورے ہو جاتے ہیں، فرد ختم ہو جاتا ہے۔ قوموں اور امتوں کا معاملہ اس سے مختلف ہے۔ ان کا حساب ان کے ایمانی واخلاقی زوال سے ہوتا ہے ۲۵۴:۳

اَجنِحَة: جَنَاح کی جمع، جو آدمیوں کے بازوؤں کے لیے بھی آتا ہے اور پرندوں کے پروں کے لیے بھی۔ فاطر ۱ میں یہ فرشتوں کے لیے استعمال ہوا ہے ۳۵۴:۶

اَحْبَبْتُ: صٓ ۳۲ میں اعراض یا غفلت کے مضمون پر متضمن ہے اور حرف 'عن' اس کا قرینہ ہے ۵۳۱:۶

اِحسَان: عدل سے ایک زائد شے ہے۔ یہ صرف حق کی ادائیگی ہی کا تقاضا نہیں کرتا بلکہ مزید براں یہ تقاضا بھی کرتا ہے کہ دوسرے کے ساتھ ہمارا معاملہ کریمانہ اور فیاضانہ ہو ۴۳۹:۴

البقرۃ ۱۱۲ میں اس کا مفہوم: شریعت کے احکام کی تعمیل پورے خلوص، پوری دیانت داری اور کامل راستبازی کے ساتھ کرے ۳۰۱:۱

کسی کام کو کمال حسن وخوبی سے انجام دینا ۶۳۶:۳

الاحزاب ۲۹ میں یہ حسن وخوبی اور اخلاص اور راستبازی کے ساتھ اللہ اور اس کے رسول کے حقوق اور طلبِ آخرت کی ذمہ داریاں ادا

کرنے کے مفہوم میں ہے ۲۱۸:۶

نیکی کے معنی میں بھی آتا ہے اور نیک صلہ کے معنی میں بھی۔ الرحمٰن ۶۰ میں یہ نہایت خوبصورتی کے ساتھ دونوں ہی معنوں میں استعمال ہوا ہے ۱۴۸:۸

اَحۡسَنُ الۡخَالِقِیۡنَ: اَفۡعَلُ کا صیغہ بالخصوص جب کہ وہ جمع کی طرف مضاف ہو بسا اوقات تفضیل و ترجیح کے مفہوم سے مجرد ہو کر محض اعلیٰ مرتبہ صفت کے اظہار کے لیے آتا ہے۔ اس کے معنی ہوں گے کہ وہ صرف خالق ہی نہیں بلکہ بہترین خالق ہے۔ اس نے انسان کو جیسا تیسا پیدا ہی نہیں کر دیا ہے۔ بلکہ بہترین ساخت اور بہترین صلاحیتوں کے ساتھ پیدا کیا ہے ۳۰۵:۵

اَحۡسَنَ الۡقَصَصِ: یعنی ہم تمہیں بہترین قصہ سناتے ہیں یہ معنی اس کے صحیح نہیں ہیں کہ ہم تمہیں بہترین پیرایہ میں سناتے ہیں ۱۸۹:۴

احصان: اس کے معنی کسی شے کو اپنی حفاظت و حمایت میں لینے کے بھی ہیں اور کسی کی حفاظت و حمایت میں ہونے کے بھی۔ اِسی سے 'محصنٰت' کا لفظ ہے جو ان عورتوں کے لیے بولا جاتا ہے جو کسی کی قیدِ نکاح میں ہوں نیز یہ لونڈیوں کے مقابل لفظ کی حیثیت سے بھی استعمال ہوتا ہے۔ اس صورت میں اس کا اطلاق حرائر اور شریف زادیوں پر ہوتا ہے۔ قرآن مجید میں یہ ان دونوں ہی معنوں میں استعمال ہوا ہے ۲۷۷:۲

اَحۡصَنَتۡ فَرۡجَهَا: اس نے اپنے آپ کو ہر برائی سے پاک رکھا یا خطرہ سے محفوظ رکھا۔ یہ محاورہ عورتوں کے لیے جس طرح استعمال ہوا ہے اسی طرح مردوں کے لیے بھی استعمال ہوا ہے۔ لفظ فرج کے معنی لغتِ عرب میں اصلاً ہیں بھی اندیشہ کی جگہ کے ۱۸۶:۵

احضار: القصص ۶۱ میں مجرموں کی طرح پکڑ کر حاضر کیے جانے کے مفہوم میں ہے اس وجہ سے 'مُحۡضَرِیۡنَ' کے اندر ذلت کے ساتھ حاضر کیے جانے کا مفہوم خود پیدا ہو گیا ہے ۶۹۵:۵

اِحۡفَآءٌ: کسی شے کو سمیٹ کر پوری کی پوری لے لینا یا کسی شے کا الحاح و اصرار کے ساتھ مطالبہ کرنا ۴۲۶:۷

اَحَقُّ: التوبۃ ۱۰۸ میں اس لفظ سے گمان ترجیح و تفضیل کی طرف جاتا ہے ۶۴۳:۳

اَحۡقَاف: ریگ کے مستطیل تودے۔ الاحقاف ۲۱ میں وہ ریگستان مراد ہے جو عمان و یمن اور نجد و حضر موت کے درمیان الاحقاف کے نام سے موسوم ہے اور جو قومِ عاد کا اصل مسکن رہا ہے ۳۷۰:۷

اِحۡکَام: کسی چیز کو اچھی طرح گانٹھنا اور مضبوط کرنا۔ کپڑا خوب ٹھونک کر گف بُنا جائے تو یہ لفظ اس کے لیے بھی آئے گا۔ قرآنی آیات کے لیے اس لفظ کے استعمال سے مقصود اس حقیقت کو ظاہر کرنا ہے کہ قرآن کی تعلیمات پہلے گٹھے ہوئے، مختصر اور جامع جملوں کی شکل میں نازل ہوئیں، پھر بالتدریج وہ واضح اور مفصل ہوتی گئیں ۱۰۶:۴

اَحۡوٰی: سیاہی مائل سرخی یا سبزی کے لیے آتا ہے جو کسی شے پر اس کی تازگی، شادابی، زرخیزی اور جوشِ نمو کے سبب سے نمایاں ہوتی ہے ۳۱۵:۹

اخبات: 'خبت' پست اور نشیبی زمین کو کہتے ہیں۔ اس سے 'اخبات' ہے جس کے معنی فروتنی و تذلل و تواضع کے اظہار کے ہیں ... اسلام کی اصل روح اخبات ہی ہے یعنی انسان کا صرف ظاہر ہی نہیں بلکہ اس کا دل بھی اپنے پروردگار کے آگے جھک جائے ۲۴۸:۵

اِختِلَاط: کسی شے کا باہم گرمل جانا اور گتھم گتھا ہو جانا۔ یہ فصلوں اور نباتات کے خوب اپجنے کی تعبیر ہے ۴۲:۴

اِختِلاف: بیک وقت دو معنوں کو ظاہر کرتا ہے ایک اختلافِ رائے کو دوسرے تناقض فکر کو اور یہ دونوں معانی لازم و ملزوم ہیں ۱۵۷:۹

اِخۡتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الۡاَرۡضِ: زمین کی نباتات بارش کی بدولت خوب اپجیں اور اپنی کثرت اور اپنے زور کے باعث باہم دگر گتھم گتھا ہو جائیں ۵۹۰:۴

اَخۡذَ عَزِیۡزٍ مُّقۡتَدِرٍ: جب ہم نے ان کو پکڑا تو اس طرح پکڑا جس طرح ایک زبردست اور بے پناہ قدرت والا پکڑتا ہے جس کی پکڑ سے کوئی بھی کسی کو بچا نہیں سکتا ۱۱۰:۸

اخـراج: جس طرح کسی چیز سے کسی چیز کا نکالنا اسی طرح کسی چیز کا ظاہر کرنا بھی ۶:۸۴

اِخـفـآء: تحریف خواہ تبدیلی الفاظ کی نوعیت کی ہو یا تبدیلی معنی کی نوعیت کی، اِس کا اصل مقصد حقیقت پر پردہ ڈالنا اور خلق کی آنکھوں میں دُھول جھونکنا ہوتا ہے اِس وجہ سے قرآن نے اس کے لیے جامع لفظ 'اخفاء' کا استعمال کیا ہے جس کے تحت ان کی لفظی و معنوی تحریفیں بھی آ گئیں اور ان کی کتابوں کی وہ آیتیں بھی جن کو اہل کتاب کے علماء اس اندیشے سے عام لوگوں سے چھپاتے تھے کہ ان کے خلافِ شریعت اقدامات کی پردہ دری نہ ہو یا ان کی بنا پر آخری بعثت کے باب میں ان پر کوئی حجت نہ قائم ہو سکے ۲:۴۸۱

اخلاص: اللہ واحد پر اس طرح ایمان لانا کہ اس کی ذات یا صفات یا ان صفات کے لازمی تقاضوں میں کسی پہلو سے کسی دوسرے کی شرکت کا کوئی شائبہ نہ پایا جائے ۹:۶۴۳

اِدّٰرَکَ: دراصل تَـدَارَکَ ہے جو بقاعدہَ ادغام اِدّٰرَکَ ہو گیا ہے 'تَـدَارَکَ الْـقَـوم' کے معنی ہوں گے قوم کے اگلے پچھلے سب ایک دوسرے کے ساتھ مل گئے۔ یہیں سے اس کے اندر اختلاط اور گڈمڈ ہونے کا مفہوم بھی پیدا ہو گیا اس لیے کہ جب مختلف چیزیں اکٹھی ہو جاتی ہیں تو وہ آپس میں گڈمڈ ہو جاتی ہیں ۵:۶۲۸

اِدلاء: کنوئیں میں ڈول ڈالنا۔ یہیں سے اس کے اندر رسائی اور قربت حاصل کرنے کا مفہوم پیدا ہو گیا۔ جس طرح رسّی کے ذریعے سے ڈول پانی تک پہنچتا ہے اسی طرح مال رشوت خور حکام تک رسائی کا ذریعہ بن سکتا ہے ۱:۴۶۴

اَدْھٰی: ایسی مصیبت کا دن ہوگا کہ اس دن کسی کو کچھ بھائی نہیں دے گا، سب کی سٹّی بھول جائے گی ۸:۱۱۳

اَلـدِّیْن: وہ دینِ حقیقی جو شروع سے اللہ کا دین ہے یعنی اسلام۔ یہی دین اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیوں اور رسولوں کے ذریعہ سے ہمیشہ بھیجا ۱:۳۴۴

'اِذْ': کے ذریعہ سے کسی ایسے امر واقعی کی یاددہانی بھی کی جاتی ہے جو متکلم کے نزدیک ایک حقیقت ہو، قطع نظر اس سے کہ مخاطب اس کو فراموش کیے ہوئے ہوں یا اس سے منحرف ہوں ۳:۳۹۲

اِذَا: جب اِس طرح 'اِذَا' سے کسی چیز کا بیان ہوتا ہے تو مقصود اس کی یاددہانی ہوتی ہے یعنی اس وقت کو یاد رکھو، اس دن سے ہوشیار رہو جب کہ ایسا ایسا ہوگا ۹:۴۹۲

اَذِلَّـۃ: ذلیل کی جمع۔ عزیز کا مقابل لفظ ہے۔ عزیز کے معنی غالب، زور آور اور دوسروں کی دسترس سے باہر۔ ذلیل کے معنی کمزور، ناتواں اور دوسروں کے لیے لقمہء تر کے ہیں۔ اخلاقی رذالت اس لفظ کے بنیادی اجزا میں سے نہیں ہے بلکہ اس کے لوازمِ بعیدہ میں سے ہے چنانچہ یہ لفظ اچھے معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ ال عمران ۱۲۳ میں یہ لفظ مسلمانوں کی صرف اس وقت کی عددی و مادی کمزوری کو ظاہر کرتا ہے، اس میں اخلاقی ضعف اور ذلت کا کوئی شائبہ نہیں ہے ۲:۱۷۰

المآئدۃ ۵۴ میں اس کے معنی نرم خُو، نرم مزاج، فرمانبردار، متواضع اور سہل الانقیاد کے ہوتے ہیں۔ ذلول کا لفظ بھی اسی معنی میں آتا ہے فرمانبردار اونٹنی کو 'ناقہء ذلول' کہتے ہیں ۷:۱۷۴

اُذُن: کان۔ جب یہ کسی شخص کے لیے بطور استعارہ استعمال کیا جائے تو اس کے اندر ہجو ملیح کا مفہوم پیدا ہو جاتا ہے یعنی بس وہ نرا کان ہی کان ہے، ہر ایک کی بات سن لیتا اور اس کو باور کر لیتا ہے۔ ہر ایک کی بات سن لینا جہاں آدمی کی شرافت اور کریم النفسی کی دلیل ہے وہیں یہ اس کی سادگی، بھولے پن اور بے بصیرتی کی بھی دلیل ہے ۳:۵۹۸

اَذِنَ لَـہٗ: اُس نے اس کی بات مان لی، اس کے حکم کی تعمیل کی، اس کے آگے سر جھکا دیا ۹:۲۷۱

اراء ت: اَرِنا کے اصل معنی "ہمیں دکھا" کے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے دین اور اپنی شریعت کی طرف اپنے بندوں کی رہنمائی اس طرح کی وحی کے ذریعہ سے بھی کرتا ہے جس کا مظہر قرآن مجید ہے اور کبھی رؤیا یا کشف میں براہ راست اپنا کوئی فرشتہ بھیج کر اس کام کو عملاً دکھا یا بتا بھی دیتا ہے جو مطلوب ہوتا ہے۔ اِس قسم کی رہنمائی قرآن مجید کی اصطلاح میں 'اراءت' ہے ۱:۳۳۹

اَرَءَ یْتَ: الکہف ۶۳ میں قائل کی جھجک کو ظاہر کرتا ہے، جیسے ہم بولتے ہیں، کیا عرض کروں، ذرا دیکھیے تو سہی ۴:۶۰۵

یہ اسلوب کسی کی طرف تعجب اور نفرت کے ساتھ متوجہ کرنے کے لیے آتا ہے ۹:۵۸۲

اَرَءَ یْتُم: فاطر ۴۰ میں اظہارِ تعجب اور تحقیر کے لیے آیا ہے ۶:۳۹۱

اَرْجِهْ: اصل میں 'اَرْجِئه' ہے۔ اِرْجاء کے معنی ٹالنے، کسی معاملے کو کسی دوسرے وقت پر محول کرنے، کسی کو منتظر بنانے کے ہیں۔ یہاں یہ ہمزہ کے حذف اور 'ہ' کے سکون کے ساتھ وارد ہوا ہے ۳:۳۴۵

اَرْحام: رحمی رشتے۔ اس کو اللہ پر عطف کر کے اس کی وہ اہمیت واضح فرمائی ہے جو دین میں اِس کی ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ خدا کے بعد پہلی چیز جو تقویٰ اور احترام کی سزاوار ہے وہ رشتۂ رحم اور اس کے حقوق ہیں ۲:۲۴۶

اِزْلَافٌ: قریب لانا۔ یہ نیکوکاروں کی تشریف و تکریم کی طرف اشارہ ہے کہ جنت ایک پیشکش کی طرح ان کے سامنے پیش کی جائے گی ۵:۵۲۷

اَزْوَاج: قرآن مجید میں بیویوں کے معنی میں استعمال ہوا ہے اور بعض دوسرے معنوں میں بھی مثلاً نوع بنوع اور گوناگوں کے معنی ہیں۔ الزخرف ۷۰ میں ہم مسلک اور ہم عقیدہ جماعتوں کے مفہوم میں آیا ہے ۷:۲۵۲

یٰسٓ ۳۶ میں انواع و اقسام اور جوڑے جوڑے دونوں ہی معنوں کا جامع ہے ۶:۴۲۴

الصّٰفّٰت ۲۲ میں ہم مشربوں، اتباع اور پیروکاروں کے لیے استعمال ہوا ہے ۶:۴۶۲

اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ: عورت کے لیے مرد جوڑا ہے اور مرد کے لیے عورت۔ زوج کے بغیر انسان کے لیے کسی نعمت کا تصور بھی کامل نہیں ہوتا چنانچہ جنت میں بھی جو کمالِ نعمت کی تعبیر ہے اس کا ذکر موجود ہے۔

'مطہرۃ' کی صفت نہایت اہتمام کے ساتھ تربیت و تزکیہ کو ظاہر کر رہی ہے تا کہ وہ اہل جنت کی رفاقت کے لیے پوری طرح موزوں ہو سکیں ۱:۱۴۱

اساطیر: سطر کے مادے سے اسطورہ اور اسطیرہ کی جمع ہے۔ اس کے معنی ہیں بے سروپا داستان، بے اصل قصہ، فسانہ ۳:۳۵

اَسْبَاب: سبب کی جمع جس کے اصل معنی رسی۔ یہیں سے اس کے اندر تعلق و توسل اور اسباب و وسائل کا مفہوم پیدا ہوا اور پھر مزید وسعت پا کر کسی شے کے متعلقات و اطراف کے لیے بھی استعمال ہونے لگا ۴:۴۰۴

اَسْبَاط: سبط کی جمع، لغوی مفہوم بڑھنے اور پھیلنے کا ہے۔ اسی مفہوم کے لحاظ سے ایک باپ کی اولاد اور ان کی مختلف شاخوں کے لیے اس کا استعمال ہوا اور نسل یعقوبؑ کی مختلف شاخوں کے لیے تو اس کا استعمال اس قدر معروف ہے کہ معلوم ہوتا ہے انھی کے لیے وضع ہوا ہے ۱:۳۴۸

اسباغ: اصل معنی وسیع اور کشادہ کرنے کے ہیں۔ پھر یہیں سے یہ اتمام و تکمیل کے مفہوم میں استعمال ہونے لگا ۶:۱۳۸

اِسْتَحْوَذَ عَلَيْهِ: اس کو گھیرے میں لے لیا، اس پر غالب آ گیا۔ نر، مادہ کو جب اپنے گھیرے میں لے لیتا ہے، کسی دوسرے نر کو اس کی طرف بڑھنے نہیں دیتا تو اس کے لیے بھی یہ لفظ استعمال ہوتا ہے ۲:۴۱۰

اِسْتِدْرَاج: مطلب یہ ہے کہ وہ اپنے مخاطب پر اس راہ سے درجہ بدرجہ گھیرے ڈالتے جدھر سے اس کو سان گمان بھی نہ ہوتا کہ وہ گھیرے میں آ سکتا ہے ۳:۹۳

اِسْتَدْرَجَهٗ: اس کو آہستہ آہستہ، درجہ بدرجہ چڑھا لایا، اس کو چکما دے دیا۔ یہ اللہ تعالیٰ کے فتنوں میں سب سے زیادہ خطرناک فتنہ ہے جس میں اس کے باغی مبتلا کیے جاتے ہیں ۳:۴۰۰

اِسْتِغْفَار: اللہ تعالیٰ سے تضرع و زاری کہ وہ اپنے بندے کی کوتاہیوں، گناہوں اور جرموں پر پردہ ڈالے۔ یہ تضرع اس حیا اور خوف کا نتیجہ ہے جو بندے کے دل میں اپنے پروردگار کے بے پایاں احسانات و انعامات کے احساس اور اس کے عدل و انتقام کے تصور سے پیدا ہوتی ہے ۲:۴۴

اِسْتِقْسَام بِالْاَزْلَام: استقسام کے معنی حصہ یا قسمت یا تقدیر معلوم کرنا۔ ازلام جوئے یا فال کے تیروں کو کہتے ہیں۔ عرب شراب نوشی کی مجلسیں منعقد کرتے، شراب کے نشے میں جس کا اونٹ چاہتے ذبح کر دیتے، مالک کو منہ مانگے دام دے کر راضی کر لیتے، پھر اس کے گوشت پر جوا کھیلتے۔ گوشت کی جو ڈھیریاں جیتتے جاتے ان کو بھونتے، کھاتے

کھلاتے اور شرابیں پیتے اور بسا اوقات اسی شغل بدمستی میں ایسے ایسے جھگڑے کھڑے کر لیتے کہ قبیلے کے قبیلے برسوں کے لیے آپس میں گتھم گتھا ہو جاتے اور سینکڑوں جانیں اس کی نذر ہو جاتیں ——— استقسام بالازلام سے یہی صورت مراد ہے ۱۵۷:۲

اِستِکَانَۃ: استکانۃ اور تضرّع میں ظاہر و باطن کا فرق ہے۔ استکانۃ دل کی شکستگی و خستگی کی تعبیر ہے اور تضرّع سے مراد وہ گریہ وزاری اور وہ دعا و فریاد ہے جو استکانۃ کے نتیجہ کے طور پر ظاہر ہوتی ہے ۳۳۸:۵

اِستِکْبَار: جانتے بوجھتے حق کی مخالفت اور اس کے مقابل میں سرکشی ہے حق چھوٹا ہو یا بڑا خدا کو محبوب و مطلوب ہے اس وجہ سے بندے کا فرض یہی ہے کہ اس کے آگے سر جھکا دے اگرچہ یہ نفس پر کتنا ہی شاق کیوں نہ گزرے۔ اگر کوئی شخص حق کے مقابل میں اکڑ دکھائے تو وہ سنتِ ابلیس کا پیرو ہے اور وہ اسی کا ساتھی بنے گا ۵۹۵:۸

اس کے ساتھ بِغَیْرِ الْحَقِّ کا اضافہ اس حقیقت کے اظہار کے لیے ہے کہ ساری نعمتیں بخشتا تو اللہ تعالیٰ ہے تو ان کو پا کر کسی کو اکڑنے اور اِترانے کا کیا حق ہے۔ آدمی اِترائے تو جب کہ وہ کسی چیز کا خالق ہو اور خدا کے دیے بغیر اس نے محض اپنی ذاتی قابلیت سے کوئی چیز حاصل کی ہو ۳۶۸:۷

المومن ۶۰ میں اعراض کے مفہوم میں متضمن ہے، حرف 'عن' اس پر دلیل ہے ۵۸:۶

اِستِکْثَار: دو معنوں میں معروف ہے۔ ایک کسی چیز کو زیادہ کرنے اور زیادہ چاہنے کے معنی میں، دوسرے کسی چیز کو زیادہ سمجھ لینے یا زیادہ گمان کر لینے کے معنی میں۔ المدثر ۶ میں دوسرے معنی میں آیا ہے۔ مطلب یہ ہوگا کہ انذار کا یہ فرض بغیر کسی وقفہ اور انقطاع کے برابر جاری رکھو، کبھی یہ گمان کر کے چھوڑ نہ بیٹھنا کہ کافی انذار ہو چکا، اب ضرورت نہیں رہی ۴۶:۹

اِستَنبَاط: اصل مفہوم کنواں کھود کر اس سے پانی نکالنا اور کسی پوشیدہ چیز کو ظاہر کرنا ہے۔ اپنے اسی مفہوم سے ترقی کر کے کسی بات کی تہ کو پہنچنے اور اس کی حقیقت کو پانے کے معنی میں استعمال ہوا ۳۴۸:۲

اِستَوٰی: سیدھا کھڑا کرنا، اِلٰی کے ساتھ یہ لفظ توجہ کرنے یا اس کے ہم معنی کسی مفہوم پر مشتمل ہے ۱۴۴:۱

اِستَوٰی اِلَی الشَّیْءِ کے معنی ہیں اس کی طرف توجہ کی، اس کا قصد فرمایا، اس کا ارادہ کیا۔

اِستَـوٰی سے مقصود وہ توجہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے آسمان کو ایک تکمیلی شکل دینے کے لیے فرمائی ۸۴:۷

اَسراف: حدود سے تجاوز کرنا۔ 'مَنْ اَسْرَفَ' سے وہ لوگ مراد ہیں جنھوں نے اپنی قوتیں اور صلاحیتیں ان چیزوں پر برباد کیں جن سے ان کو بچنا تھا اور جو چیزیں اختیار کرنے کی تھیں ان سے انھوں نے آنکھیں بند رکھیں ۱۰۴:۵

اَسَرُّو النَّدَامَۃَ: محاورہ ہے۔ ندامت ایک کیفیتِ قلبی و باطنی ہے اس وجہ سے اس کے لیے 'اسر' استعمال ہوا ہے۔ مقصود صرف یہ ظاہر کرنا ہے کہ اس سوال و جواب کے بعد جب وہ دیکھیں گے کہ سامنے عذاب کھڑا ہے تو وہ اپنی بدبختی پر سخت پشیمان ہوں گے ۳۲۶:۶

اِسلام: اپنے آپ کو پورے طور پر خدا کی مرضی اور اس کے احکام کے حوالہ کر دینا ہے یہاں تک کہ کوئی عزیز سے عزیز چیز بھی بندے کے نزدیک خدا سے زیادہ عزیز نہ رہ جائے ۳۴۳:۱

الحجرات ۱۴ میں اپنے لغوی مفہوم یعنی ظاہری اطاعت کے معنی میں ہے ۵۲۰:۷

اَلسَّلٰمُ: سلامتی، سکھ اور چین یعنی اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے لیے ہر آفت اور ہر خطرے سے امان اور سپر ہے۔ بندہ جب اپنے آپ کو اس کی پناہ میں دے دیتا ہے تو وہ سکھ اور چین پاتا ہے۔ اس کی اسی صفت کا فیض ہے کہ اس کی یاد دلوں کو سکینت اور طمانیت بخشتی ہے ۳۱۳:۸

اَسمَآء: الحشر ۲۴ میں صفات کے معنی میں ہے۔ اللہ تعالیٰ کے جتنے بھی نام ہیں وہ سب اس کی کسی نہ کسی صفت ہی کو تعبیر کرتے ہیں ۳۱۵:۸

اَسْمِعْ بِہٖ اور اَبْصِرْ بِہٖ: عربی میں تعجب کے صیغے ہیں ۶۵۲:۴

اِسْمَعْ غَیْرَ مُسْمَعٍ: سنو وہ بات جو پہلے سنائی نہیں گئی۔ اس فقرے کا اچھا محل یہ ہے کہ مجلس میں متکلم یا خطیب کی کوئی حکیمانہ بات سن کر ایک سامع دوسرے سامع کو متوجہ کرے کہ یہ دانشمندانہ اور حکیمانہ بات سنیے، یہ بات پہلی بار ہمارے کانوں نے سنی ہے، اس سے

ہلے یہ بات کبھی ہم نے نہیں سنی۔ ظاہر ہے کہ یہ بات نہ صرف متکلم اور مخاطب کی قدردانی کی دلیل ہے بلکہ دوسروں کو اس کی قدردانی کے لیے تشویق وترغیب بھی ہے۔ لیکن کوئی شخص ہونٹ کے انداز میں باندازِ تمسخر یہی بات کہے تو اس کا مفہوم بدل جاتا ہے ۲:۳۱۰

اسمَعُوا: البقرہ ۱۰۴ میں اَپنے کامل اور حقیقی مفہوم میں ہے یعنی غور سے پیغمبر ﷺ کی باتیں سنو اور ان کو سمجھو تاکہ تمھیں بار بار پیغمبر ﷺ کو متوجہ کرنے کی ضرورت ہی پیش نہ آئے ۱:۲۹۵

اشترآء: خریدنا، ترجیح دینا ۱:۱۲۱

البقرۃ ۸۵ میں دوسرے معنی کا استعمال: اِن کفار نے ضلالت کو اپنی ایک مرغوب ومحبوب چیز کی طرح پکڑ لیا ہے ۱:۲۶۷

البقرۃ ۹۰ میں معنی بیچنا اور مبادلہ کرنا ۱:۲۷۰

جب مبادلہ چیز کا چیز سے ہو، جس کا عموماً قدیم زمانہ میں رواج تھا تو ہر شئے مبیع بھی ہوسکتی ہے اور ثمن بھی۔ اس وجہ سے کسی شے کا اشتراء درحقیقت اس مفہوم میں خریدنا نہیں ہوتا تھا جس مفہوم میں ہم خریدنا بولتے ہیں بلکہ اس کا مفہوم مبادلہ ہوتا تھا ... ۲:۱۲۶

اَشِحَّۃً: شحیح، کی جمع۔ اس کے معنی بخیل کے بھی آتے ہیں اور حریص کے بھی۔ یہ دونوں ہی مفہوم ایک ہی کردار کے دو پہلو ہیں ۶:۲۰۶

اَشَدُّ مِنۡہُ قُوَّۃً: القصص ۷۸ میں اسباب ووسائل، خدم وحشم اور اسلحہ وآلات کی قوت مراد ہے ۵:۱۰۷

اَشۡھُرٌ حُرُم: ذی قعدہ، ذی الحجہ، محرّم اور رجب کے مہینے ۳:۵۴۰

اَشۡھُرٌ مَّعۡلُوۡمٰتٌ: سے مقصود، ایامِ معدودات، کی طرح ان کے معین ومحدود ہونے کی طرف اشارہ کرنا ہے کہ یہ کچھ ایسی غیر محدود وغیر معین مدت نہیں ہے کہ حج یا عمرہ کی نیت کرنے والا ان کی پابندیوں کے تصور سے گھبرا اٹھے ... ۱:۴۸۴

اِصۡرًا: اصل معنی عہد اور ذمہ داری۔ یہیں سے اس کا استعمال ان بھاری اور گراں ذمہ داریوں اور بوجھوں کے لیے ہوا جن کا اٹھانا دشوار ہو۔ یہود کی شریعت میں اِس قسم کے اِصر اور اغلال موجود تھے اور خاتم الانبیاء محمد رسول اللہ ﷺ کے مقاصدِ بعثت میں سے ایک مقصد یہ بھی تھا کہ آپ ﷺ اللہ کی شریعت کو ان بوجھل طوق وسلاسل سے آزاد کر کے اس کو فطرت کی اساس پر قائم کریں گے ۱:۶۵۱

اَلصِّراطَ الۡمُسۡتَقِیۡمُ: خود اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں کے لیے دکھایا ہوا سیدھا راستہ ۱:۵۹، ۶۶

اصطبار: 'صبر' کے بالمقابل زیادہ زور ہے۔ عربیت کے اس قاعدے کو یاد رکھیے کہ حروف کی زیادتی معنی کی زیادتی پر دلیل ہوتی ہے ۴:۶۷۶

اِصۡطَفَآء: چھانٹنا اور انتخاب کرنا۔ قرآن کی اصطلاح میں اس کا مفہوم اللہ تعالیٰ کا اپنے کسی بندے کو کسی کارِ خاص کے لیے منتخب کر لینا ہے ...اس کے بعد 'علیٰ' کا صلہ جب آتا ہے تو اس کے اندر ترجیح اور فضیلت کا مفہوم بھی پیدا ہو جاتا ہے ۲:۸۳

اصعاد: اصل معنی کسی چڑھائی کی سمت میں جانے کے ہیں۔ اسی سے 'اصعد فی العدوٗ' کا محاورہ نکلا جس کے معنی کسی سمت میں منہ اٹھائے بھاگ کھڑے ہونے کے ہیں ۲:۱۹۳

اِصلاح: یونس ۸۱ میں بارآور اور نتیجہ خیز کرنے کے معنی ہیں ۴:۸۷

اِضۡطِرار: کسی کو کسی چیز کی طرف مجبور کر دینا ۱:۱۵۱۴ اس کے بعد 'اِلیٰ' کا صلہ اس بات پر دلیل ہے کہ یہ لفظ مجبور کر کے کشاں کشاں لے جانے کے مفہوم پر متضمن ہے ۱:۱۴۱۶ اِضطرار کی شرعی حد ۲:۴۵۸

اَضۡغَاث: ضغث کی جمع جس کے معنی گھاس کی وہ مٹھی جو رطب ویابس اور خشک وتر دونوں کا مجموعہ ہو۔ یہیں سے 'اَضۡغَاثُ اَحۡلَام' کا محاورہ پیدا ہوا جس کے معنی خواب پریشان کے ہیں یعنی وہ خواب جو معنی ومفہوم سے بالکل خالی اور اپنے الجھاؤ کے سبب سے اس قابل نہ ہوں کہ ان کی تاویل وتعبیر کی طرف کوئی توجہ کی جائے اور ان کو کوئی اہمیت دی جائے ۵:۱۲۴

اِضۡلال: ابراہیم ۲۷ میں اس سے مراد کوششوں اور محنتوں کو رائگاں کر دینا ہے ۴:۳۲۶

اِطَاعَۃ: الفرقان ۵۲ میں کسی کی بات ماننے اور اس کا لحاظ کرنے کے مفہوم میں ہے ۵:۴۷۷، الاحزاب ۴۸ میں کسی کی بات کا دھیان کرنے، اس کو اہمیت دینے اور اس کی پروا کرنے کے مفہوم میں استعمال

ہوا ہے ۶:۳۴۳، القلم ۸ میں کسی کی بات کا اثر لینے کے مفہوم میں ہے ۸:۵۱۶

اِطْعَامٌ: محدود معنی میں نہیں ہے۔ زندگی کی دوسری ناگزیر ضروریات کا اہتمام بھی اِس میں شامل ہے۔ قرآن میں یہ لفظ وسیع معنوں میں استعمال ہوا ہے ۹:۱۱۲

اِطْمِینان: کسی چیز کا اپنی جگہ پر بالکل ٹھیک ٹھیک اس طرح ٹک جانا کہ اس کے ادھر یا ادھر جھکنے یا لڑھکنے کا کوئی اندیشہ باقی نہ رہے ... یہیں سے یہ لفظ نفس یا دل کی حالت کی تعبیر کے لیے استعمال ہونے لگا۔ جو نفس اپنے عقائد اور اعمال میں بالکل پابرجا رہے، حالات کے تغیر و تلون سے اس کے اطمینان اور اس کی دلجمعی میں کوئی فرق واقع نہ ہو، اس کو نفس مطمئنہ کہتے ہیں۔ یہ اطمینان ایمان کے اعلیٰ مدارج میں سے ہے۔ قرآن مجید میں اس کو شرح صدر کے لفظ سے بھی تعبیر کیا گیا ہے ۱:۶۰۵

اِعْتداء: جس طرح اللہ تعالیٰ کی جائز کردہ چیزوں میں سے طیبات کو حرام ٹھہرانا جائز نہیں ہے اسی طرح اس کی حرام کردہ چیزوں کو حلال بنا لینا بھی جائز نہیں ہے۔ یہ 'اعتداء' یعنی اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ حدود سے تجاوز ہے ۲:۵۸۷

اِعْتِصام: کسی شے کو مضبوطی سے پکڑنا اور تھامنا۔ اعتصام باللہ کے معنی اللہ کے احکام و ہدایات اور اس کی کتاب پر مضبوطی سے نرم و گرم ہر طرح کے حالات میں مخالفت و موافقت سے بے نیاز ہو کر قائم رہنا ہے ۲:۱۵۱

اِعْتِکاف: عَکَفَ کے اصل معنی اپنے آپ کو کسی چیز سے روک لینے یا کسی چیز پر جما دینے کے ہیں۔ اصطلاحِ دین میں اس سے مراد ہر چیز سے الگ ہو کر یادِ الٰہی کے لیے گوشہ نشین ہو جانا ہے۔ رمضان کے مہینے اور مسجد سے اِس عبادت کو خاص نسبت ہے ۱:۴۵۹

اَعْراب: اعرابی کی جمع۔ بدوی اور دیہاتی عربوں کو کہتے ہیں التوبۃ ۹۰ میں یہ اطرافِ مدینہ اور صحرائی علاقوں کے ان بادیہ نشینوں کے لیے استعمال ہوا ہے جن کی اکثریت سے اگرچہ اسلام کی بڑھتی ہوئی طاقت سے مرعوب ہو کر اس کی سیاسی سیادت تسلیم کر لی تھی لیکن اسلام ان کے اندر رچا بسا نہیں تھا ۳:۶۲۵

اِعْرَاض: التوبۃ ۹۵ میں ایک ہی لفظ 'اعراض' پہلو بہ پہلو نہایت بلاغت سے دو مختلف بلکہ متضاد معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ اس کا ایک مفہوم تو کسی سے منہ پھیر لینا ہے۔ اس کا دوسرا مفہوم یہ ہے کہ آپ کسی کے عذر کو قبول کر کے اس سے درگذر کر لیں اس سے راضی ہو جائیں ۳:۶۲۸

اَعْرَاف: عُرف کی جمع جو گھوڑے کی پیشانی کی چوٹی اور مرغ کی کلغی کو کہتے ہیں۔ یہیں سے یہ لفظ کسی مینارہ یا برجی یا دیدبان کے لیے استعمال ہوا جو کسی اونچی دیوار یا پہاڑی پر بنا دیا جائے، جہاں سے تمام اطراف و جوانب کا بیک نظر مشاہدہ ہو سکے ۳:۲۶۶

اَعْـرَضَ وَنَـابِجَانِبِہٖ: اِن الفاظ سے ان کے اعراض کی تصویر سامنے آ رہی ہے۔ کسی چیز سے اعراض شائستہ انداز میں بھی ہو سکتا ہے لیکن جب انسان نفرت، بیزاری اور غرور کے انداز میں کسی چیز سے اعراض کرتا ہے تو وہ پہلو بدلتا اور مونڈھے پھیر لیتا ہے ۴:۵۳۳

اَعِزَّۃٍ: عزیز کی جمع ہے۔ یہ لفظ بالکل 'ذلیل' کے مقابل لفظ کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس کے معنی ہیں سخت، مشکل، بھاری، ناقابلِ شکست، ناقابلِ عبور، عسیر الانقیاد ۲:۵۴۶

اگر کسی چیز کے متعلق کہیں کہ ھُوَ عَزِیْزٌ عَلَیَّ تو اس کے معنی ہوں گے کہ وہ چیز مجھ پر بھاری اور مشکل ہے۔ اس کو رام کرنا اور قابو میں کرنا میرے لیے دشوار ہے ۷:۱۷۴

اَعْمٰی: الرعد ۱۶، فاطر ۱۹ اور المومن ۵۸ میں عقل و دل کے اندھوں کے لیے استعمال ہوا ہے ۴:۲۷۹، ۶:۲۷۳، ۷:۵۸

اَفَـاضَ: کا صلہ جب 'فی' کے ساتھ آتا ہے تو اس کے معنی کسی شے میں غایت درجہ انہماک کے ہوتے ہیں ۴:۶۵۰ افاض فی الحدیث کا مفہوم یہ ہوتا ہے کہ بات میں سے بات نکالتے ہوئے آدمی کہیں سے کہیں جا پہنچے اور بات کا بتنگڑ بنا ڈالے ۵:۳۸۴

اَفَّاکٌ: بالکل لاغی، دروغ باف اور لپاٹیا ۵:۵۶۵

حقائق کی قلبِ ماہیت کر دینے والا یعنی خدا کی نشانیاں اور اس کی آیات تو کسی اور حقیقت کی طرف اشارہ کر رہی ہوں لیکن وہ محض اپنی خواہشاتِ نفس کی بندگی میں اس حقیقت کی بالکل قلبِ ماہیت کر دے ۷:۳۰۷

اَفْرَطَ الشَّیْئَ: اس چیز کو بھلا دیا، چھوڑ دیا یعنی کفار و مشرکین دوزخ میں ڈال کر اسی میں پڑے چھوڑ دیے جائیں گے، پھر ان کی خبر نہیں لی جائے گی ۴:۴۲۱

اَفَرَءَیْتَ: جب اِس خطاب سے بات کا آغاز ہو تو اس کے معنی یہ ہیں کہ اس کے بعد کسی بہت ہی بر خود غلط شخص یا کسی نہایت بھونڈی بات کا حوالہ آئے گا ۴:۶۸۲

اَفَرَءَیْتُم کے اسلوب میں تعجب اور اظہارِ نفرت و بیزاری کا مضمون پایا جاتا ہے ۵:۵۲۳

افساد فی الارض اور اسراف فی الارض: دونوں میں مفہوم کے اعتبار سے کوئی خاص فرق نہیں ہے۔ زمین کا امن اور نظم اس قانونِ عدل و قسط پر منحصر ہے جو خدا نے اُس کے لیے اتارا ہے۔ جس طرح کائنات کے نظامِ تکوینی میں کوئی خلل پیدا ہو جائے تو سارا نظامِ کائنات درہم برہم ہو جائے۔ اسی طرح اگر اس نظامِ تشریعی میں کوئی خلل پیدا کر دیا جائے تو اس کا اجتماعی و معاشرتی اور سیاسی نظام درہم برہم ہو جاتا ہے۔ پھر نہ تو نظامِ تکوینی کے ساتھ اس کے نظامِ سیاسی کی ہم آہنگی ہی باقی رہ جاتی ہے اور نہ اس کے نظامِ اجتماعی و سیاسی میں ہی کوئی ربط قائم رہ جاتا ہے۔ اسی صورتِ حال کو یہاں افساد اور اسراف سے تعبیر فرمایا ہے ۲:۵۰۴

اَفْضٰی بَعْضُکُمْ اِلٰی بَعْضٍ: یہ میاں بیوی کے ازدواجی تعلقات کی نہایت جامع اور نہایت شائستہ تعبیر ہے۔ دونوں ایک دوسرے کے لیے اس طرح بے نقاب ہو جاتے ہیں کہ ان کے ظاہر و باطن اور احساسات و جذبات کا کوئی گوشہ اور کوئی پہلو ایک دوسرے سے مخفی نہیں رہ جاتا ۲:۲۷۰

اِفْکٌ: جھوٹی، من گھڑت، خود تراشیدہ اور خلافِ حقیقت بات کو کہتے ہیں۔ النور ۱۱ میں اس سے اشارہ اس فتنہ کی طرف ہے جو غزوہ بنی مصطلق کے موقع پر منافقین نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کو متہم کرنے کے لیے برپا کیا ۵:۳۸۱

اس کے بعد 'عن' کا صلہ اس بات کا قرینہ ہے کہ یہ کسی ایسے فعل پر متضمن ہے جس کے معنی پھیرنے اور برگشتہ کرنے کے ہیں ۷:۳۷۱

افٍ لَّکُمْ: نہایت شدید نفرت و کراہت کا کلمہ ہے ۵:۱۶۴

اُقامتِ دین: دین قائم رکھنے سے مراد یہ ہے کہ

۱۔ اس کی جو باتیں ماننے کی ہیں وہ سچائی کے ساتھ مانی جائیں

۲۔ جو کرنے کی ہیں وہ دیانتداری اور راستبازی کے ساتھ کی جائیں

۳۔ نیز لوگوں کی برابر نگرانی کی جائے کہ وہ اِس سے غافل یا منحرف نہ ہونے پائیں

۴۔ اور اس بات کا بھی پورا اہتمام کیا جائے کہ اہلِ بدعت اس میں کوئی رخنہ نہ پیدا کر سکیں ۷:۱۵۳

اَقامتِ صلوٰۃ: اس کا مفہوم صرف نماز پڑھنا ہی نہیں بلکہ نماز کا اہتمام کرنا ہے ۴:۵۲۹

۱۔ پوری یکسوئی کے ساتھ اللہ ہی کے لیے پڑھی جائے

۲۔ خشوع و خضوع کے ساتھ پڑھی جائے

۳۔ بغیر کسی کمی بیشی کے اللہ کے بتائے ہوئے طریقہ کے مطابق ادا کی جائے

۴۔ اوقاتِ نماز کی پابندی کی جائے

۵۔ مداومت، برابر قائم رہنا

۶۔ جمعہ اور جماعت کا قیام و اہتمام کیا جائے ۱:۹۱

۷۔ نماز پڑھتے بھی ہیں اور یہ اہتمام بھی کرتے ہیں کہ دوسرے بھی نماز پڑھیں ۷:۱۷۸

اُقِّتَتْ: دراصل 'وُقِّتَتْ' کی بدلی ہوئی صورت ہے۔ عربی زبان میں الفاظ کے اندر اس طرح کا تصرف ہو جایا کرتا ہے۔ 'الرُّسُلُ اُقِّتَتْ' کے معنی ہوں گے رسولوں کے لیے وقت مقرر کیا جائے گا ۹:۱۳۵

اِقْتِحَامٌ: چڑھائی چڑھنا یا کوئی مشکل کام کرنا۔ البلد ۱۱ میں اِس لفظ سے نیکی کے ان کاموں کی طرف اشارہ ہے جو ہمدردیِ خلق اور بندگیِ رب کے نہایت اعلیٰ کام ہیں لیکن ان کی انجام دہی میں ایثار و قربانی سے کام لینا پڑتا ہے جو انسان پر شاق ہے ۹:۳۷۵

اِقْتِـــرَاف: اکتساب۔ قاعدہ ہے کہ جس مال کو آدمی نے خود کمایا اور بڑھایا ہو وہ اس کو زیادہ عزیز ہوتا ہے ۳:۵۵۳

اِقْرَآء: پڑھو۔ صرف اسی مفہوم میں نہیں آتا جس مفہوم میں ایک استاد اپنے شاگرد سے کہتا ہے، پڑھو! بلکہ یہ بطریق دعوت سنانے کے معنی میں بھی آتا ہے۔ العلق ۱ میں قرینہ دلیل ہے کہ یہ لفظ اسی مفہوم میں استعمال ہوا ہے ۹:۴۵۳

اَقْسِـطُوْا: الحجرات ۹ میں عدل کے تقاضوں کو پورا کرنے کی تاکید کے لیے آیا ہے مطلب یہ ہے کہ بے رُو رعایت جو کچھ عدل کا تقاضا ہے وہ پورا کیا جائے ۷:۴۹۸

اَقْفَالُهَا: وہ چیزیں جو دلوں کو روگ یا زنگ کی طرح لگتی ہیں۔ دنیا کی محبت، موت کا ڈر، بخل، بزدلی، کینہ، حسد، نفاق اور اِس قبیل کی دوسری چیزیں اس کے نمایاں اجزا ہیں۔ اگر ریاست و امارت حاصل ہو تو کبر و غرور کا بھی اضافہ ہو جاتا ہے اور قساوت بھی اس کے لازمی نتیجہ کے طور پر پیدا ہو جاتی ہے۔ ان بیماریوں کا علاج قرآن کو سننا اور سمجھنا ہے لیکن اس طرح کے لوگوں کو سب سے زیادہ وحشت قرآن ہی سے ہوتی ہے، اس وجہ سے ان کا علاج ناممکن ہو جاتا ہے ۷:۴۲۰

اَقْنٰی: 'قنیة' سے ہے جو جمع کیے ہوئے مال کے لیے آتا ہے۔ النجم ۴۸ میں 'اَغْنٰی' ان لوگوں کے لیے استعمال ہوا جو فقر کے دائرہ سے نکل چکے ہیں اور 'اقنٰی' ان کے لیے استعمال ہوا ہے جو صرف فقر کے دائرہ سے نکل ہی نہیں چکے ہیں بلکہ مال داروں کے زمرے میں ہیں ۸:۸۰

اَقْـوَم: سیدھا اور مستقیم۔ یعنی وہ راستہ جو ٹھیک فطرت اور عقل کے مطابق اور خدا تک پہنچنے اور پہنچانے والا ہے ۴:۴۸۶

اَكَادُ اُخْفِيْهَا: لفظ 'اَكَادُ' سے جملہ کے اندر یہ مضمون پیدا ہو گیا ہے کہ ہر چند میں نے تو ابھی قیامت پر پردہ ڈال رکھا ہے اور یہ پردہ ابھی ڈالے ہی رکھوں گا لیکن خود قیامت کا یہ حال ہے کہ وہ بے نقاب ہو جانے کے لیے بالکل بے قرار ہے ۵:۳۳

اَكْثَرُ جَمْعاً: القصص ۷۸ میں 'جمع' سے قبیلہ و خاندان کی جمعیت مراد ہے ۵:۷۱۰

اَكْـدٰى: 'اکدی الحافر' کا مفہوم یہ ہے کہ کھودنے والے کے آگے کھدائی کے وقت کوئی ایسی چٹان آ گئی جس کا توڑنا اس کے لیے دشوار ہو گیا۔ یہ بخیلوں کی عام روش بیان ہوئی ہے کہ اگر مارے باندھے کبھی کچھ خرچ کرتے بھی ہیں تو تھوڑا سا خرچ کرتے ہی ان پر بخل کا ایسا دورہ پڑتا ہے کہ ان کی مٹھیاں بھنچ جاتی ہیں ۸:۷۵

اَكْوَابٌ: كَوْبٌ کی جمع۔ کَوب اور کپ (Cup) ایک ہی چیز ہے۔ یہ پیالے، آبخورے، جام سب کے لیے آتا ہے ۹:۳۳۳

اَلْحَـآقَّةُ: وہ بات جو شدنی ہو، جس کا وقوع عقلاً و اخلاقاً لازم ہو، جو بالکل اٹل اور قطعی ہو۔ یہ ایک ہی لفظ جملہ کے قائم مقام ہے۔ قیامت کے ناموں میں سے ہے ۸:۵۴۱

اَلْحِـجَارَةُ: تراشے ہوئے پتھر جن کی دیوی دیوتا کی حیثیت سے پرستش ہوتی ہے۔ اِن کو دوزخ میں پھینکنے سے مقصود ان کے پرستاروں کے عذاب میں اضافہ کرنا ہوگا ۱:۱۳۹

اَلَّذِیْ: ضروری نہیں کہ ہر جگہ معرفہ ہی کے لیے آئے۔ بعض اوقات یہ تمثیل کے لیے بھی آتا ہے جس کی نہایت بلیغ مثالیں قرآن مجید میں بھی موجود ہیں اور کلامِ عرب میں بھی۔ اس صورت میں اس سے کوئی معین شخص مراد نہیں ہوتا بلکہ اس سے مقصود کسی خاص کردار یا کسی خاص ذہنیت کو ممثل و مصور کرنا ہوتا ہے۔ مریم ۷۷ میں یہ ایک خاص گروہ کی ذہنیت کی تصویر ہے ۴:۶۸۲

اَلْعَـزِيْزُ: اس کے اندر رسائی سے بالاتر اور دستبرد سے مافوق ہونے کا مفہوم بھی ہے اور غالب و قوی ہونے کا بھی یعنی اس پر کوئی حاوی نہیں ہو سکتا ۸:۳۱۳

اَلْعِلْم: قرآن کی ایک اصطلاح ہے، جس سے مراد وہ علم حقیقی ہوتا ہے جو نبیوں اور رسولوں کے ذریعہ سے دنیا کو ملا ہے ۲:۴۹، ۵۱، ۴:۲۹۷

اَلْقَارِعَةُ: قیامت کے مختلف ناموں میں سے ایک نام۔ اس کے معنی ہیں ٹھونکنے والی، کھٹکھٹانے والی ۹:۵۱۲، ۸:۵۴۲

اَلْـقَـآء: یہ جس طرح زمین پر کسی چیز کے ڈال دینے یا پھینک دینے کے معنی میں آتا ہے اسی طرح پانسا پھینکنے، کوئی ہنر دکھانے یا کوئی کرتب

دکھانے کے معنی میں بھی آتا ہے۔ طٰہٰ ۸۷ میں یہ لفظ ہنر اور کرتب دکھانے کے معنی میں ہے ۵:۸۷

اَلْقُدُّوس: وہ ہرعیب، ہر نقص اور برائی وخرابی سے بالکل پاک ومنزہ ہے، اس وجہ سے اس نے اپنے بندوں کو پاکیزہ بنانے کے لیے کتاب اتاری اور رسول بھیجے تاکہ بندے پاکیزہ بن کر اس کا قرب حاصل کرنے کے اہل بن سکیں ۸:۳۱۲

اَلْقَول: یٰسٓ ۷۰ میں وہ قول مراد ہے جو اللہ تعالیٰ نے ابلیس کے چیلنج کے جواب میں فرمایا تھا کہ میں بنی آدم کی ہدایت کے لیے اپنی کتاب اور اپنی ہدایت نازل کروں گا۔ پھر جو اس کے بعد تیری پیروی کریں گے تو میں ان سب کو تیرے سمیت جہنم میں بھر دوں گا ۶:۴۴۲

حٰمٓ السجدہ ۲۵ میں اِس سے مرادعذابِ الٰہی کی وہ دھمکی ہے جو اللہ تعالیٰ نے رسولوں کی تکذیب کرنے والی قوموں کو دی اور جو ان تمام قوموں پر پوری ہوئی جنھوں نے رسولوں کی تکذیب کی ۷:۹۸

اَلْقَوم: الحآقۃ ۷ میں حریف اور مدِ مقابل کے مفہوم میں ہے ۸:۵۴۳

اَلْقَھَّار: اس کا صحیح مفہوم وہ ہے جو لفظ کنٹرولر کا ہے یعنی سب پر حاوی اور غالب، جس کے حیطۂ اقتدار سے نہ کوئی باہر ہو، نہ باہر نکل سکے ۴:۲۱۹

تنہا سب پر اپنا کنٹرول رکھنے والا، دوسروں کی مدد واعانت سے بالکل مستغنی، کسی کی مجال نہیں کہ اس کے قابو سے باہر نکل سکے ۴:۳۹۹

اَلْکِتٰب: الکھف ۴۹ میں اس سے مراد لوگوں کے اعمال کا دفتر ہے ۴:۵۹۲ نیز دیکھیے کُتُب

اَللّٰہ: اِلٰہ کے معنی معبود کے ہیں۔ اسی پر الف لام تعریف کا داخل کر کے لفظ اللہ، اللہ تعالیٰ کے لیے بطور اسم ذات استعمال ہوا ۱۱:۳۹۴

آسمان وزمین اور تمام مخلوقات کا خالق ۱:۷۴

اَلَمْ تَرَ: اگرچہ لفظاً واحد ہے لیکن اس کا استعمال بیشتر جمع کو مخاطب کرنے کے لیے ہوتا ہے اور یہ طرزِ خطاب گویا مخاطب گروہ کے ایک ایک فرد کو فرداً فرداً متوجہ کرتا ہے ۹:۵۵۸، ۱:۵۶۳، ۲:۵۹، ۴:۳۲۸

الحشر ۱۱ میں اظہارِ تعجب کے لیے ہے ۸:۳۰۰

اَلْمُتَکَبِّرُ: اپنی بڑائی اور برتری کا احساس رکھنے والا۔ یہ احساس اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کے اندر ہو تو باطل ہے۔ اس کے اس احساس ہی کا یہ اثر ہے کہ وہ اپنی خدائی اور بادشاہی میں کسی کی شرکت گوارا نہیں کرتا ۸:۳۱۴

اَلْمُفْلِحُوْن: صبر آزما اور جاں گسل جدوجہد کے بعد جب فائز المرامی اور کامیابی حاصل ہو جاتی ہے تو محنت کرنے والے نہال اور ان کی توقعات کے سارے پیمانے اس کے ناپنے سے قاصر رہ جاتے ہیں ۱:۹۳

اَلْمَلِکُ: یعنی وہ بادشاہ ہے، اُسی نے یہ دنیا پیدا کی ہے اور وہی بلا شرکتِ غیرے اِس کا مالک اور حکمران ہے ۸:۳۱۲

اَلْمُؤْمِنُ: امان دینے والا، یعنی شیطان اور اس کے ایجنٹوں کے حملوں سے بچنے کے لیے جب بندہ اس کی پناہ ڈھونڈتا ہے تو وہ اس کو اپنی پناہ میں لے لیتا ہے۔ یہ پناہ اس کے سوا اور کہیں بھی بندے کو حاصل نہیں ہو سکتی۔ شیطان کی رسائی خدا کے دامن کے سوا ہر جگہ ہے ۸:۳۱۳

اَلْمُھَیْمِنُ: معتمد اور وکیل، محافظ ونگران ۸:۳۱۳

اَلْوَان: فاطر ۲۸ میں صرف رنگوں کے مفہوم میں نہیں بلکہ انواع و اقسام کے وسیع مفہوم میں ہے یعنی صورت، سیرت، صفات، مزاج، خصوصیات اور عادات واطوار کے اعتبار سے ان میں بڑا فرق واختلاف پایا جاتا ہے ۶:۳۷۶

اَلْھُدٰی: اللہ کی واضح ہدایت اپنے تمام دلائل و براہین کے ساتھ ۴:۵۴۲

اِلْ یَاسِیْن: الیاسؑ کی جمع، اس سے مراد ان کے تمام آل واتباع ہیں ۶:۴۹۱

اِلٰی رَبِّھَا نَاظِرَۃٌ: نظَرَ کے بعد جب اِلٰی کا صلہ آتا ہے تو اِس کے معنی جس طرح کسی چیز کی طرف دیکھنے کے آتے ہیں اسی طرح کسی کی رحمت وعنایت کے متوقع ومنتظر ہونے کے بھی آتے ہیں ۹:۹۰

اُمٌّ: ماں، لیکن القارعہ ۹ میں یہ ملجا اور ٹھکانے کے معنی میں ہے ۹:۵۱۵

اُمُّ الْقُرٰی: مرکزی بستی، عرب میں مرکزی بستی کی حیثیت مکہ ہی کو حاصل تھی ۷: ۱۴۳

اُمُّ الْکِتٰب: آیات محکمات کی حیثیت اُمّ الکتٰب کی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ بقیہ ساری کتاب کا مرجع و مرکز وہی محکمات ہوتی ہیں، انھی پر ساری بحث کا مدار ہوتا ہے، ساری شاخیں انھی سے پھوٹتی ہیں۔ اگر کوئی نزاع و اختلاف پیدا ہوتا ہے تو اس کا فیصلہ بھی انھی کی کسوٹی پر پرکھ کر ہوتا ہے، پھر انھی کا یہ درجہ ہوتا ہے کہ ان کو اصول قرار دے کر ان سے مسائل مستنبط کئے جائیں اور ان مسائل پر اسی طرح اعتماد کیا جائے جس طرح اصولوں پر اعتماد کیا جاتا ہے ۲: ۲۵

اِمَام: اصلی معنی رہنما، ہادی، لیڈر اور مرجع کے ہیں۔ یہیں سے یہ لفظ اس کتاب کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے جو سب کے لیے رہنما اور مرکز و مرجع کی حیثیت رکھتی ہو ہود ۱۷ اور احقاف ۱۲ میں یہ لفظ تورات کے لیے آیا ہے۔ یٰس ۱۲ میں یہ اس مرکزی کتاب کے لیے استعمال ہوا ہے جس میں ہر شخص کے اعمال درج ہوں گے اور جس کے مطابق ہر شخص جزا یا سزا پائے گا ۶: ۴۰۴

اَمَانَات: وہ تمام امانات جو ہمارے رب نے قوتوں اور صلاحیتوں، فرائض اور ذمہ داریوں کی شکل میں یا انعامات و افضال اور اموال و اولاد کی صورت میں ہمارے حوالہ کی ہیں ـــــــ اور وہ امانتیں بھی اِس میں داخل ہیں جو کسی نے ہمارے پاس محفوظ کی ہوں یا ازروئے حقوق ان کی ادائیگی کی ذمہ داری ہم پر عاید ہوتی ہو ۵: ۲۹۹

اِن میں سے ایک ایک کی بابت اللہ تعالیٰ پوچھے گا کہ ان کے استعمال میں کوئی خیانت تو نہیں کی گئی ہے؟ ۸: ۵۷۵

تمام حقوق و فرائض خواہ حقوق اللہ سے تعلق رکھتے ہوں یا حقوق العباد سے، انفرادی نوعیت کے ہوں یا اجتماعی نوعیت کے، اپنوں سے متعلق ہوں یا بیگانوں سے، مالی معاملات کی قسم سے ہوں یا سیاسی معاہدات کی قسم کے، صلح دامن کے دَور کے ہوں یا جنگ کے، غرض جس نوعیت اور جس درجے کے حقوق و فرائض ہوں وہ سب امانت کے مفہوم میں داخل ہیں اور مسلمانوں کو شریعت اور اقتدار کی امانت سپرد کرنے کے بعد اجتماعی حیثیت سے سب سے پہلے جو ہدایت ہوئی وہ یہ ہے کہ تم جن حقوق و فرائض کے ذمہ دار بنائے جا رہے ہو ان کو ٹھیک ٹھیک ادا کرنا ۲: ۳۲۲

امانِیّ باطلہ: جھوٹی آرزوئیں جن میں بالعموم مشرک قومیں مبتلا ہو جاتی ہیں مثلاً

۱۔ عربوں کا یہ عقیدہ کہ وہ جن دیویوں اور دیوتاؤں کو پوجتے ہیں وہ خدا سے ان کے لیے سفارش کرتے ہیں۔ انھی کی سفارش سے دنیا میں نعمتیں ملتی ہیں اور آخرت میں جنت ملے گی

۲۔ یہود کا یہ وہم کہ وہ ابراہیمؑ خلیل اللہ اور خدا کے برگزیدہ بندوں کی اولاد ہیں، اِس وجہ سے وہ خدا کے بیٹوں اور محبوبوں کی حیثیت رکھتے ہیں اور جنت کے پشتینی حقدار ہیں

۳۔ نصاریٰ کا یہ عقیدہ کہ خدا نے اپنے بیٹے کو ان کے تمام گناہوں کا کفارہ بنا دیا ہے، اب وہ عمل و اطاعت کی تمام ذمہ داریوں سے سبکدوش ہیں ۲: ۳۹۰

امتـــراء: متھنا، مسلنا، نچوڑنا۔ 'امتری اللبن' کے معنی ہوں گے اس نے تھن سے دودھ نچوڑا۔ یہیں سے یہ لفظ اس بحث و جدال کے لیے استعمال ہوا جس میں کوئی کٹ حجتی کرنے والا مناظر اس بات میں سے بھی شک و اعتراض کا کوئی پہلو نکال ہی لے جس میں اعتراض و بحث کی کوئی گنجائش نہ ہو ۳: ۱۹

کٹ حجتی کر کے کسی بات کو بتنگڑ بنانا اور اس میں طرح طرح کے اوہام و شکوک پیدا کرنا ۴: ۶۴۹

اُمّتِ وَسَط: امتِ مسلمہ کو امتِ وَسَط کہنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ امت ٹھیک ٹھیک دین کی اس بیچ شاہراہ پر قائم ہے جو اللہ تعالیٰ نے خلق کی رہنمائی کے لیے اپنے نبیوں اور رسولوں کے ذریعہ سے کھولی ہے اور جو ابتدا سے ہدایت کی اصلی شاہراہ ہے۔ یہود و نصاریٰ اللہ کے نبیوں میں تفریق کر کے اس شاہراہ سے ہٹ گئے اور انھوں نے یہودیت و نصرانیت کی پگ ڈنڈیاں نکال لیں ۱: ۳۶۳

البقرۃ ۱۴۳ میں امتِ وَسَط کا فریضۂ منصبی بیان ہوا ہے۔ شہادت علی الناس کا جو فرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بحیثیت رسول کے تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم

کے بعد آپ ﷺ کی امت کی طرف منتقل ہوا اور اب یہ اس امت کی ذمہ داری ہے کہ وہ ہر دور، ہر ملک اور ہر زبان میں لوگوں پر اللہ کے دین کی گواہی دے اگر وہ اس فرض میں کوتاہی کرے گی تو اس دنیا کی گمراہیوں کے نتائج بھگتنے میں دوسروں کے ساتھ وہ بھی برابر کی شریک ہوگی ۱:۳۶۵

اَمر: حکم دینا، مشورہ دینا اور سمجھانا ۲:۹۱:۳ ڈھیلا چھوڑ دینا اور مہلت دے دینا ۴:۴۸۹

یونس ۲۴، ھود ۴۰، ۴۳ میں عذاب کے مفہوم میں ہے ۴:۲۴

یونس ۷۱ میں اس سے مراد رائے اور فیصلہ ہے ۴:۴۷

الجاثیۃ ۱۷ میں دین و شریعت مراد ہے ۷:۳۱۶

الشوریٰ ۳۸ میں قرینہ پتا دے رہا ہے کہ یہ لفظ جماعتی نظم کے مفہوم میں آیا ہے یعنی مسلمانوں کا جماعتی اور سیاسی نظم خود سری، انانیت، خاندانی برتری، نسبی غرور پر مبنی نہیں ہے بلکہ اہل ایمان کے باہمی مشورہ پر مبنی ہے ۷:۱۷۹

اَمرِ مریج: ایسی صورتِ حال جس میں نہایت واضح قسم کا تناقض و تضاد ہو مرج کے معنی خلط یعنی گڈمڈ کر دینے کے ہیں ۷:۵۳

اَمس: فصیح عربی میں صرف گزرے ہوئے کل کے لیے نہیں آتا بلکہ ماضی قریب کے مفہوم میں بھی آتا ہے۔ جس طرح ہم اپنی زبان میں بولتے ہیں ''یہ تو کل کی بات ہے۔'' القصص ۸۲ میں بھی یہ اسی مفہوم میں ہے ۵:۷۱۳

اَمشَاج: جمع مشج اور مَشِیج، جس کے معنی ملی جلی اور مخلوط چیز کے ہیں۔ اگرچہ جمع ہے لیکن یہ ان الفاظ میں سے ہے جو جمع ہونے کے باوصف مفرد الفاظ کی صفت کے طور پر آتے ہیں۔ نطفہ کے مخلوط ہونے سے اس کا مختلف قویٰ و عناصر سے مرکب ہونا بھی مراد ہو سکتا ہے اور مرد و عورت کے نطفوں کا امتزاج بھی ۹:۱۰۷

'املآء' اور 'املال': لفظ املال کے معنی وہی ہیں جو املاء کے ہیں یعنی لکھوانے کے۔ قرآن نے ان دونوں لفظوں کو استعمال کیا ہے اور بعینہٖ ایک ہی معنی میں استعمال کیا ہے ... لکھوانے کے معنی میں اصل لفظ تو املاء ہی کا ہے لیکن صوتی مشابہت کی وجہ سے 'املال' بھی اس معنی میں استعمال ہونے لگا ... ۱:۶۴۰

امــنــة: راحت، سکون اور اطمینان۔ نعاس اونگھ اور نیند کو کہتے ہیں۔ یہاں یہ بدلیت کے طریقے پر امنة کی گویا وضاحت ہے۔ نیند اطمینان و راحت کا ذریعہ بھی ہے اور دل کے اطمینان اور دماغ کی یکسوئی کی شہادت بھی ۲:۱۹۵

اُمِّـی: مدرسی و کتابی تعلیم و تعلّم سے نا آشنا کو کہتے ہیں۔ اُمّیین کا لفظ اسماعیلی عربوں کے لیے بطور لقب استعمال ہوتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ لوگ مدرسی و رسمی تعلیم و کتابت سے نا آشنا اپنی بدویانہ سادگی پر قائم تھے اور اِس طرح بنی اسرائیل کے بالمقابل، جو حاملِ کتاب تھے، امیّت ان کے لیے ایک امتیازی علامت تھی۔ ہوسکتا ہے کہ عربوں کے لیے اس کے استعمال کا آغاز اہلِ کتاب ہی سے ہوا ہو اس لیے کہ اسمٰعیلؑ اور ان کی ذرّیت کی بدویت و امیت کا ذکر تورات میں بھی ہے لیکن یہ بات بالکل واضح ہے کہ اس لفظ کے استعمال میں عربوں کے لیے تحقیر کا کوئی پہلو نہیں تھا۔ چنانچہ قرآن نے اس لفظ کو عربوں کے لیے ان کو اہل کتاب سے محض ممیّز کرنے کے لیے استعمال کیا ہے۔ اسی پہلو سے آنحضرت ﷺ کے لیے 'نبی امّی' کا لقب استعمال ہوا ہے ۲:۵۳، البقرۃ ۷۸ میں یہود کے اَن پڑھ عوام مراد ہیں ۱:۲۵۳

انتباذ: لوگوں سے بالکل منقطع ہو کر ایک طرف ہو جانا۔ مریم ۱۶ میں اس سے مراد یہ ہے کہ مریمؑ ہیکل کے مشرقی جانب میں معتکف ہو گئیں ۴:۶۴۴

اِنتِقَام: الحجر ۷۹ میں اِس سے مراد وہ پاداشِ عمل ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اتمامِ حجت کے بعد ان کے لیے ظاہر ہوئی ۴:۳۷۴

اَنْ تَـقُـوْلَ لَامِسَاس: یعنی تو خود اپنی زبان سے پکارتا پھرے گا کہ میں ناپاک ہوں، نہ مجھے کوئی چھوئے نہ میں کسی کو چھونے کا مجاز ہوں ۵:۸۲

اَلــنَّــجــم: اَلنّجم ۱، النحل ۱۶، الرحمٰن ۶ میں اِسم جنس کے مفہوم میں ہے

یعنی ستارے ۸:۵۰،۱۲۹

اِنْذَار: ڈرانا، ہوشیار کرنا اور خبردار کرنا۔ ان خطرات اور مہالک سے آگاہ کرنا جن سے نبی کی تکذیب کرنے والوں کو دنیا اور آخرت دونوں میں لازماً دوچار ہونا پڑتا ہے ۱:۱۰۹

اَنْزَلَ اور نَزَّلَ: اَنزل کا مفہوم تو مجرد اتار دینا ہے لیکن نَزَّلَ کے اندر اہتمام اور تدریج کا مفہوم بھی پایا جاتا ہے ۲:۴۰۸

اِنْشَار: کھولنا، پھیلانا، چھینٹنا اور ازسرِ نو اٹھا کھڑا کرنا ۹:۲۰۷

انشر اللّٰہ الْاَرْض کے معنی یہ ہوں گے ”خدا نے زمین کو اس کی خشک و بے آب و گیاہ ہو جانے کے بعد ازسرِ نو زندہ و شاداب کر دیا ۵:۱۳۵

انصار: ناصر کی جمع ہے اور نصیر کی بھی۔ معنی کے اعتبار سے انصار اور حوارئین کے لفظ میں کچھ ایسا فرق نہیں ہے۔ چنانچہ اسی اشتراکِ معنوی کے پہلو سے حوارئین کو قرآن نے انصارِ مدینہ کے سامنے بطور مثال پیش کیا ہے ۲:۹۸

انفاق: یہ مرغوباتِ دنیا کی محبت کی ضد صفت ہے... انفاق کی خصلت اس امر کی شہادت ہے کہ صاحبِ نفاق کی نظر میں اصلی قدر و قیمت دنیوی خزف ریزوں کی نہیں بلکہ آخرت کی ابدی زندگی اور اس کی لازوال نعمتوں کی ہے۔ برعکس اس کے جو شخص خدا کی راہ میں خرچ کرنے سے گریز کرتا ہے وہ اپنے عمل سے ثابت کرتا ہے کہ اس کی نگاہوں میں ساری قدر و قیمت بس اس فانی دنیا کی فانی لذتوں ہی کی ہے، آخرت کی زندگی کا اس کے ذہن میں سرے سے کوئی تصور ہی نہیں ہے ۲:۴۴

انفاق کے ذکر کے ساتھ مِمَّا رَزَقْنٰھُمْ (اس میں سے جو ہم نے ان کو بخشی ہیں) کے الفاظ فرما کر کئی باتوں کی طرف اشارہ کر دیا۔

ایک تو یہ کہ خدا کی راہ میں اسی کا بخشا ہوا مال خرچ کرنا درحقیقت بندہ کی طرف سے اس مال کے عطیہ الٰہی ہونے کا اعتراف ہے۔

دوسرے اس سے خرچ کرنے کی ایک مؤثر دلیل سامنے آ گئی، وہ یہ کہ خدا کے بخشے ہوئے مال کا کچھ حصہ اس لیے اس کی راہ میں خرچ کرنا چاہیے کہ اس کی شکرگزاری کا حق ادا ہو سکے۔

تیسرے اس وضاحت نے انفاق کے مشکل کام کو ایک گونہ سہل بھی بنا دیا کیونکہ جو کچھ اس نے دیا ہے اس سارے کے لیے اس کا مطالبہ نہیں ہے بلکہ اس میں سے صرف ایک قلیل حصہ ہی ہے جو اس کی راہ میں خرچ کرنا ہے ۱:۹۵

اللہ کی راہ میں فیاضی اور خوش دلی کے ساتھ خرچ کرو اور وہ مال خرچ کرو جو تمھیں عزیز و محبوب ہو ۱:۴۸۱

یہ اس بڑھوتری کی تمثیل ہے جو راہِ خدا میں خرچ کیے ہوئے مال کے اجر و ثواب میں ہوگی۔ فرمایا کہ جس طرح ایک دانے سے سات بالیاں نکلیں اور ہر بالی میں سو سو دانے ہوں اسی طرح ایک نیکی کا صلہ سات سو گنے تک بندے کو آخرت میں ملے گا ۱:۶۱۳ ... یہ اجر عظیم ان خرچ کرنے والوں کے لیے ہے جو خرچ کرنے کے بعد نہ تو ان لوگوں پر کوئی احسان جتائیں جن پر انھوں نے خرچ کیا ہے اور نہ کسی پہلو سے ان کی کوئی دل آزاری کریں ۱:۶۱۴

... سب سے اعلیٰ انفاق وہ ہے جو قحط کے زمانے میں ہو، جو غربت کے باوجود ہو، جو اپنی ذاتی ضروریات نظر انداز کر کے ہو، جو عزیز و محبوب مال میں سے ہو اور خاص طور پر ان حق داروں کے لیے جن سے اُن کا دل خوش نہ ہو اس لیے کہ یہی انفاق ہے جس سے نفس کو حق پر جمائے رکھنے کی حقیقی تربیت حاصل ہوتی ہے ۱:۶۱۷

علانیہ اور پوشیدہ انفاق کے درجے ۱:۶۲۲

نیز دیکھیے معیشت

اَنْفَال: نفل کی جمع جس کے معنی اضافہ اور زیادتی کے ہیں۔ جو چیز کسی کو اس کے حق سے زیادہ دی جائے تو جتنی حق سے زیادہ دی گئی وہ نفل ہے۔ یہاں انفال سے اس مالِ غنیمت کو تعبیر کیا گیا ہے جو راہ خدا میں جہاد کرنے والوں کو مفتوح دشمن سے میدانِ جنگ میں حاصل ہوتا ہے۔ اس تعبیر میں یہ لطیف اشارہ ہے کہ اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے دشمن سے جو مالِ غنیمت حاصل کرتے ہیں اس کی حیثیت ان کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک نفل مزید اور انعام مزید کی ہے اس لیے کہ جہاد کا جو اجر ہے وہ اس سے بالکل الگ مستقلاً اللہ کے ہاں دائمی اور بے پایاں اجر کی شکل میں محفوظ ہو جاتا ہے ۳:۴۲۹

اِنْ یَّدْعُوْنَ: النسآء ۱۱۷ میں پکارنے سے مراد وہ پکارنا ہے جو دعا، فریاد، استغاثہ، استعانت، استرحام وغیرہ کے قصد سے اس معنی میں ہو جس معنی میں معبود کو پکارا جاتا ہے ۳۸۸:۲

اَنْ یُّقَتَّلُوْا: یہاں لفظ 'قتل' کے بجائے 'تقتیل' باب تفصیل سے استعمال ہوا ہے۔ باب تفعیل معنی کی شدت اور کثرت پر دلیل ہوتا ہے اِس وجہ سے 'تقتیل' 'شر تقتیل' کے معنی پر دلیل ہوگا۔ اس سے اشارہ نکلتا ہے کہ ان کو عبرت انگیز اور سبق آموز طریقہ پر قتل کیا جائے۔ صرف وہ طریقہ اس سے مستثنیٰ ہوگا جو شریعت میں ممنوع ہے مثلاً آگ میں جلانا، رجم یعنی سنگسار کرنا بھی 'تقتیل' کے تحت داخل ہے ۳۶۹:۵

اَوَّاہٌ: آہ سے مبالغہ کا صیغہ ہے جس کا لغوی مفہوم ہے کثرت سے آہ کرنے والا یعنی نہایت دردمند، نہایت غم خوار اور صاحبِ سوز دل ۶۵۵:۳، ۱۵۷:۴

اَوْتَاد: بطریق کنایہ فرعون کی فوجوں کی تعبیر کے لیے آیا ہے فوجیں بالعموم خیموں میں رہتی ہیں اور خیمے میخوں سے نصب کیے جاتے ہیں اس وجہ سے عربی میں یہ تعبیر معروف ہے ۳۵۵:۹

اَوْحٰی: الزلزال ۵ میں ایماء اور اشارہ کے مفہوم میں ہے ۴۹۳:۹

اَوْزِعْنِیْٓ: مجھے روک، مجھے تھام، مجھے سنبھال۔ یعنی اب تک تو میں اپنے جذبات کی رو میں بہتا رہا ہوں لیکن اب تو مجھے توفیق دے کہ میں جذبات و خواہشات کی رَو میں بہنے کی بجائے تیری ان بے پایاں عنایات کا شکر ادا کرسکوں جو تو نے مجھ پر اور میرے ماں باپ پر کی ہیں ۳۶۴:۷

اُولُو الْاَبْصَار: صاحبِ بصیرت کے لیے ایک معمولی سی نشانی، ایک ادنیٰ سی تنبیہ اور ایک سرسری سا اشارہ حقائق کا ایک دفتر کھول دیتا ہے ایک دروازہ اس کے لیے کھل جائے تو دوسرے دروازے کھولنے کے لیے کلید ہاتھ آجاتی ہے۔ ایسے لوگوں کو قرآن 'اولوا الابصار' کہتا ہے کیونکہ ان کی آنکھوں میں بصارت کے ساتھ بصیرت کا نور بھی ہوتا ہے جو جزو میں کل اور قطرہ میں دجلہ کے مشاہدہ کی صلاحیت رکھتا ہے ۴۰:۲

اُولُوا الْاَمْر: اِسلامی معاشرے کے اَربابِ حل وعقد، ذمہ دار اور سربراہِ کار ہیں معاشرے کے حالات کے لحاظ سے اس کے مصداق اربابِ علم و بصیرت بھی ہوسکتے ہیں اور اربابِ اقتدار و سیاست بھی ۳۲۳:۲

اولوا العلم مصلحین و مجددین کے گروہ کی طرف اشارہ ہے جو ہر دور میں پیدا ہوتے ہیں اور جنہوں نے اللہ کے دین کو بدعات اور آمیزشوں سے پاک کر کے عقائد کو توحیدِ خالص کی بنیاد پر اور شرائع و قوانین اور اعمال و اخلاق کو حق و عدل کی اساس پر استوار کرنے کی جدوجہد کی ہے ۴۹:۲

اُولُوْا بَاْسٍ شَدِیْد: اپنی جنگی مہارت و بصیرت اور جرأت و بسالت کی طرف اشارہ کیا ۶۰۱:۵

اُولُوْا بَقِیَّۃٍ: اخیار و صالحین اور حاملینِ حق ۱۷۶:۴

اُولُوْا قُوَّۃٍ: انھوں نے اپنی عددی قوت اور وسائل جنگ کی طرف اشارہ کیا ۶۰۱:۵

اَوْمَامَلَکْتُمْ مَّفَاتِحَہٗٓ: وہ گھر جن کی تولیت کی کسی شخص پر ذمہ داری ہے مثلاً کوئی شخص کسی یتیم کا ولی ہے ۴۳۳:۵

اِھْتَدَآء: ہدایت منزل کے مفہوم میں ہے یعنی جو مذکورہ صفات کے حامل ہوں گے انھی کے باب میں یہ توقع ہے کہ وہ منزل پر پہنچیں اور بامراد و فائز المرام ہوں ۵۵۰:۳

اَھْل: طٰہٰ ۱۳۲ میں صرف اہل بیت نبی ﷺ کے مفہوم میں نہیں ہے۔ یہ لفظ عربی میں وسیع معنوں میں آتا ہے مثلاً اہل کتاب، اہل انجیل، اہل قریہ، اہل اللہ، اہل حدیث وغیرہ۔ نبی کے اہل سے اس کے امتی مراد ہوتے ہیں۔ ۱۰۹:۵

اہل سے وہ تمام لوگ مراد ہیں جو نبی ﷺ پر ایمان لائے تھے عام اس سے کہ وہ حضور ﷺ کے خاص متعلقین ہوں یا دوسرے مسلمان اور عام اس سے کہ وہ قریشی و ہاشمی ہوں یا لونڈی اور غلام۔ ان سب کو نبی ﷺ کے اہل سے تعبیر کیا گیا ہے ۱۱۰:۵

کسی شخص کے اہل خانہ اور اتباع و اصحاب سب مراد ہوتے ہیں ۱۶۸:۵

اَھِلَّہ: ہلال کی جمع، ہلال شروع ماہ کے چاند کو بھی کہتے ہیں اور اس سے مراد مہینا بھی ہوتا ہے۔ خاص طور پر جمع کی صورت میں تو اس کا استعمال مہینوں ہی کے لیے معروف ہے ۴۷۱:۱

اَھْوَآء: بدعات مراد ہیں اِس لیے کہ بدعات تمام تر خواہشوں ہی

سے وجود میں آتی ہیں ۷:۱۵۶، ۴:۲۹۷

اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ: طلبِ مدد، عبادت واطاعت کے علاوہ زندگی کے تمام معاملات کے لیے ہے ۱:۵۸، ۶۹

اَلْاَیَّام: جب اِس طرح جمع کی شکل میں آتا ہے تو اس سے مراد تاریخ کے وہ دن ہوتے ہیں جن میں بڑے بڑے واقعات وحوادث پیش آئے ہوں۔ ایامُ العرب سے مراد اہلِ عرب کی جنگیں ہیں ۲:۱۸۰

اَیَّام اللّٰہ: وہ یادگار تاریخی دن جن میں اللہ تعالیٰ نے نافرمان قوموں پر عذاب نازل فرمائے اور اپنے باایمان بندوں کو ان کے ظلم وستم سے نجات بخشی ۴:۳۱۱

اَیَّامٍ نَّحِسَاتٍ: سخت سردی کے وہ دِن جن میں سردی کی شدت کے سبب سے ہر چیز پر اداسی، افسردگی، خشکی اور ایک قسم کی نحوست چھا جاتی ہے ۷:۹۲، ۸:۱۰۴

اَیَامٰی: رانڈ اور رنڈوے دونوں کے لیے یہ لفظ استعمال ہوتا ہے بلکہ اپنے وسیع مفہوم میں یہ ان مردوں اور عورتوں کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے جو بن بیاہے رہ گئے ہوں ۵:۴۰۰

اَیَّانَ: وقتِ مستقبل سے متعلق سوال کے لیے آتا ہے۔ اس لیے اس کا ترجمہ 'کب' ہونا چاہیے ۹:۱۸۷

اِیْتَآیءِ ذِی الْقُرْبٰی: احسان کی ایک اہم فرع ہے۔ قرابت مند عدل واحسان کے حقدار تو ہیں ہی، مزید براں وہ بربنائے قرابت مزید انفاق کے مستحق ہیں۔ ہر صاحبِ مال کو اپنے عزیزوں اور رشتہ داروں پر فیاضی سے خرچ کرنا چاہیے۔ ۴:۴۳۹

اَیْد: معروف معنی تو ہاتھ کے ہیں لیکن یہ قوت وقدرت کی تعبیر کے لیے بھی آتا ہے تنکیر تفخیم شان کے لیے ہے ۷:۶۲۶

ایلآء: اَلَا یا لُو کا اصل لغوی مفہوم کسی امر میں کوتاہی اور کمی کرنا ہے اور ایلاء کے معنی کسی چیز کے ترک کی قسم کھا لینے کے ہیں۔ عرب جاہلیت کی ایک اصطلاح جس کا مفہوم بیوی سے زن وشوہر کا تعلق نہ رکھنے کی قسم کھا لینا ہے ۱:۵۳۰

اِیْمَان: خدا کو اس کی تمام صفات اور ان کے لازمی مقتضیات کے ساتھ پورے صدقِ دل سے تسلیم کرنا ایمان ہے ۹:۵۳۴

خشیت، توکل اور اعتقاد کی خصوصیات کے ساتھ پایا جانے والا یقین ۱:۸۹، ۹۴ مزید دیکھیں مومن ایمان بالقسط ۲:۵۶

ایمان کا صلہ جب 'ل' کے ساتھ آتا ہے تو اس کے معنی ایمان لانے کے نہیں بلکہ مجرد کسی بات کے ماننے اور باور کرنے کے ہوتے ہیں ۴:۵۴۱

اَیْـمَـن: داہنا بھی اور مقدس ومبارک بھی۔ مریم ۵۲ میں مقدس و مبارک کے معنی میں ہے ۴:۶۶۳

بِاٰیٰتِنَا: ابراہیم ۵ میں عصا اور یدِ بیضا کی نشانیوں کے ساتھ ۴:۳۱۱

بَادِیَ الرَّاْیِ: یعنی جو بات دِل میں باوّل وہلہ آ گئی وہ کر گزرے، اِس پر غور کرنے کی زحمت انھوں نے نہیں اٹھائی ۴:۱۳۷

بَاْسَآء اور ضَرَّآء: یہ دونوں لفظ جب ایک دوسرے کے بالمقابل استعمال ہوتے ہیں تو پہلے سے مالی آفتیں مراد ہوتی ہیں مثلاً قحط، گرانی، کساد بازاری وغیرہ اور دوسرے سے جسمانی آفتیں مثلاً بیماریاں اور وبائیں وغیرہ لیکن جب ضَرَّآء کا لفظ سَرَّآء کے ساتھ استعمال ہوتا ہے تو یہ دونوں الفاظ ہر قسم کی بدحالی وخوش حالی کو اپنے اندر سمیٹ لیتے ہیں ۳:۳۱۷

باطل: حق کا ضد ہے

۱۔ عبث اور بے مقصد

۲۔ ایسی چیز جس کی عقل یا فطرت یا شریعت کے اندر کوئی بنیاد نہ ہو

۳۔ وہ طریقہ جو عدل، انصاف، شریعت، معروف اور سچائی کے خلاف ہو۔ اس کے تحت جھوٹ، خیانت، غصب، رشوت، سود، سٹہ، جوا، چوری اور معاملات کی وہ ساری قسمیں آتی ہیں جن کو شریعت نے ناجائز قرار دیا ہے ۱:۴۶۴

باقیات الصّٰلِحٰت: قرآن میں اعمالِ صالحہ کو جگہ جگہ باقیات الصّٰلِحٰت سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اس سے یہ اشارہ نکلتا ہے کہ درحقیقت وہی اعمالِ صالحہ ہیں جو پائیدار اور غیر فانی ہیں۔ جو اعمال چند روزہ اور

فانی ہیں وہ غیر صالح ہیں ۲۸۱:۴

بَــال: ایک جامع لفظ ہے۔ یہ ظاہر و باطن دونوں قسم کے احوال پر حاوی ہوتا ہے ۳۹۶:۷

بِـالْـحَقِّ: ٹھیک ٹھیک اور حکمت و موعظت کے پہلو کو سامنے رکھتے ہوئے سنانا ۴۹۵:۲

الجاثیۃ ۶ میں وہ قطعی اور حقیقی نتائج ہیں جو ان نشانیوں پر غور کرنے سے سامنے آتے ہیں ۳۰۶:۷

بِالْغَیْبِ: 'بِ' ظرفیت کی ہے، صلہ کی 'بِ' نہ ماننے کی پانچ وجوہ ۹۰:۱

بَـدَع: کسی چیز کو عدم سے وجود میں لانا اور بغیر کسی مادہ و مثال کے ایجاد کرنا۔ اِسی سے بدعت کا لفظ ہے جس کے معنی دین میں کوئی ایسی چیز ایجاد کرنا جس کے لیے کوئی مثال، نظیر اور کوئی ماخذ و مصدر نہ ہو۔

بدیع اسی سے فعیل کا وزن ہے اور معنی میں فاعل کے ہیں ۳۰۴:۱

بُـدْن: بدنۃ کی جمع۔ یہ لفظ اونٹوں کے لیے آتا ہے لیکن الحج ۳۶ میں خاص طور پر ان اونٹوں کے لیے استعمال ہوا ہے جو قربانی کے لیے نامزد کر دیے گئے ہوں ۲۴۹:۵

بِـرّ: ایفائے عہد، وفاداری اور ادائے حقوق۔ احسان اور نیکی کی تمام قسموں پر حاوی ہے اور عدل کا بھی ہم معنی ہے۔ اثم (حق تلفی)، عقوق (والدین کی نافرمانی) عذر (بے وفائی) اور ظلم کا ضد ہے ۱۸۷:۱

بِر، تقوٰی اور اصلاح، ان تینوں الفاظ نے یہاں خیر اور نیکی کی تمام اقسام کو جمع کر لیا ہے۔ 'بِرّ' ان تمام نیکیوں پر حاوی ہے جن کا تعلق والدین، رشتہ داروں، مسکینوں، یتیموں اور دوسرے حقوق العباد سے ہے۔ 'تقوٰی' ان نیکیوں پر حاوی ہے جو حقوق اللہ سے متعلق ہیں اور 'اصلاح' سے مراد وہ نیکیاں ہیں جو معاشرہ سے تعلق رکھنے والی ہیں ۵۲۹:۱

بَـرّ: جب یہ اللہ تعالیٰ کی صفت کے طور پر آتا ہے تو اس کا مفہوم یہ ہوتا ہے کہ اس نے اپنے بندوں سے جو وعدے کیے ہیں وہ سب کو پورا کرنے والا ہے صدق اور وفا اس لفظ کی اصل روح ہے ۲۹:۸

بُـرج: قلعہ اور محل۔ الحجر ۱۶ میں اِس سے مراد وہ آسمانی قلعے ہیں جو خدا نے آسمانوں میں بنائے ہیں ۳۵۱:۴ ان قلعوں اور دیدبانوں میں اللہ کے کروبیوں کا پہرا رہتا ہے جو استراقِ سمع کرنے والے شیاطین کی نگرانی کرتے ہیں ۴۸۲:۵

'برھان' اور 'نور مبین': دونوں سے (النساء ۱۷۴) قرآن مجید مراد ہے۔ 'برہان' کے لفظ سے اس کے عقلی و استدلالی پہلو کو واضح فرمایا ہے کہ وہ ایک حجت قاطع ہے، اس کے اندر ہر شبہ، ہر اعتراض اور ہر سوال کا مسکت اور تسلی بخش جواب موجود ہے بشرطیکہ آدمی اس پر کھلے دل سے غور کرے۔

'نور مبین' سے اس کے عملی پہلو کو واضح فرمایا ہے کہ وہ زندگی کے تمام نشیب و فراز میں حق و باطل کو واضح کر کے صراط مستقیم کی طرف رہنمائی فرماتا ہے اور تاریکیوں سے نکال کر روشنی میں لاتا ہے ۴۳۸:۲

بُـرھان رب: وہ نور یزدانی جو اللہ تعالیٰ ہر انسان کی فطرت کے اندر ودیعت فرماتا ہے جو خیر و شر میں امتیاز کا ذریعہ بھی ہے اور جو خیر پر ابھارتا بھی ہے اور برائی سے روکتا بھی ہے۔ یہ نور اللہ تعالیٰ بخشتا تو ہر ایک کو ہے لیکن سنتِ الٰہی یہ ہے کہ جو اس کی قدر کرتے اور اس کی رہنمائی قبول کرتے ہیں ان کے اندر تو یہ برابر قوی سے قوی تر ہوتا جاتا ہے، یہاں تک کہ اتنا قوی ہو جاتا ہے کہ نہایت سخت آزمائش کے مواقع پر بھی وہ انسان کو نفس اور شیطان کے فتنوں میں مبتلا ہونے سے بچا لیتا ہے۔

برعکس اس کے جو لوگ اس کی قدر نہیں کرتے بلکہ برابر اس کی رہنمائی کو ٹھکراتے ہی رہتے ہیں ان کے اندر یہ آہستہ آہستہ ضعیف ہوتے ہوتے بالکل بجھ جاتا ہے اور ان پر وہ سیاہی چھا جاتی ہے جو ان کو بصیرت سے بالکل ہی محروم اور اخلاقی اعتبار سے بالکل ہی اندھا بہرا بنا کر چھوڑ دیتی ہے ۲۰۶:۴

بـــرء: خلق کے مفہوم سے ملتا جلتا۔ خلق کا مفہوم ہے کسی چیز کا خاکہ (design) تیار کرنا، برء کا مفہوم ہے اس کو ٹھیک ٹھاک کرنا، تصویر کے معنی ہیں اس کو مکمل کرنا۔ خالق اور باری دونوں لفظوں کے لغوی مفہوم میں ایک باریک سا فرق ہے لیکن عام استعمال میں دونوں ایک دوسرے کی جگہ پر استعمال ہوتے ہیں ۲۱۳:۱

بسط ید: کے معنی ہاتھ بڑھانے اور دست درازی کرنے کے ہیں المآئدۃ ۲۸ میں بارادۂ قتل ہاتھ بڑھانے کا ذکر ہے، اس وجہ سے اس کے معنی اقدامِ قتل کے ہوں گے ۲:۴۹۸

بَصَآئِرُ: الجاثیۃ ۲۰ میں قرآن کی آیات کو پیشِ نظر رکھ کر استعمال ہوا ہے۔ فرمایا کہ یہ قرآن لوگوں کے لیے بصیرت بخش آیات کا مجموعہ ہے ۷:۳۱۸

بَصِیْر: فاطر ۱۹ میں وہ لوگ مراد ہیں جن کی عقل و دل کی صلاحیتیں زندہ ہیں اور وہ ان سے کام لیتے ہیں ۶:۳۷۲

بَصِیْرَت: دل و دماغ کی صلاحیتیں اور تعقل و تفکر کی قوتیں بیدار کرنے والی ۵:۶۷۹

بطَانَۃ: لحاف کے استر کو کہتے ہیں۔ بطانۃ الرجل سے آدمی کے اہل و عیال اور اس کے خواص و محرمانِ راز مراد ہوتے ہیں ۲:۱۶۵

بَطَر: حق سے اکڑنا اور اس سے متکبرانہ منہ موڑنا۔ قرآن نے اس سے اس بدمستی اور سرکشی کو تعبیر فرمایا ہے جو اللہ کی نعمتیں پا کر کسی شخص یا گروہ پر طاری ہو جاتی ہے اور وہ شکر اور تواضع کے بجائے غرور اور طغیان میں مبتلا ہو جاتا ہے ۳:۴۸۸

بَطْنِ مَکَّۃ: حدیبیہ مراد ہے، یہ بالکل مکہ کے دامن میں ہے ۷:۴۶۲

بُعْثِرَ: کسی جمع کی ہوئی چیز کو جائزہ لینے کے لیے پراگندہ اور متفرق کر دینا یعنی اس دن کوئی چیز ڈھکی چھپی نہیں رہ جائے گی بلکہ ہر چیز سب کے سامنے آجائے گی ۹:۵۰۴

بِعِزَّۃِ فِرْعَوْنَ: 'بِ' قسمیہ ہے۔ فرعون کو چونکہ ان کے ہاں دیوتا کی حیثیت حاصل تھی اس وجہ سے کوئی اہم قدم اٹھاتے ہوئے وہ اس کے عزت و اقبال کی قسم کھاتے ۵:۵۱۳

بَغْی: سرکشی اور تعدی یعنی آدمی اپنی قوت و طاقت اور اپنے زور و اثر سے ناجائز فائدہ اٹھائے اور اس سے دوسروں کو دبانے کی کوشش کرے اخلاقی فساد کو قرآن نے 'بَغْی' کے لفظ سے تعبیر فرمایا ہے ۳:۱۹۲، ۴:۴۳۹

بدکار اور چھنال عورت کو کہتے ہیں ۴:۶۴۴

البقرۃ ۹۰ میں ضد کے معنی میں ہے ۱:۱۷۲

بِغَیْرِ حِسَاب: دو مفہوموں پر مشتمل ہے۔ ایک کثرت کے مفہوم پر یعنی وہ جس کو چاہتا ہے بے اندازہ فضل و انعام سے نوازتا ہے جس کی کوئی حد و نہایت نہیں۔ دوسرے بے سان گمان کے مفہوم پر، اس کو وہاں سے روزی دے گا جہاں سے اس کو گمان بھی نہ ہوگا ۲:۶۵

بَکَّہ: مکہ مراد ہے۔ قدیم صحیفوں میں اس کا یہی نام آیا ہے۔ لغوی معنی اس کے شہر کے ہیں مثلاً بعلبک (بعل کا شہر)۔ یہود نے بالفاظِ قرآن 'لَیِّ لِسَان' کے ذریعہ سے جو تحریفیں کی ہیں ان کی ایک مثال یہ لفظ بھی ہے۔ اس کو یہود نے بگاڑ کر بکہ کے بجائے بکاء بنا دیا ۲:۱۴۵

بَلَاغ: الانبیاء ۱۰۶ میں منادیِ عام اور بشارتِ عام دونوں کے مضمون کا حامل ہے اور لفظ کی تنکیر تفخیم شان کے لیے ہے ۵:۱۹۹

بَلْوٌ: اصل معنی تو امتحان اور جانچ کے ہیں لیکن امتحان نعمت کے ذریعے سے بھی ہوتا ہے اور مصیبت کے ذریعے سے بھی۔ نعمت کا امتحان شکر کی جانچ کے لیے آتا ہے اور مصیبت کا امتحان صبر و رضا کی جانچ کے لیے۔ الدخان ۳۳ میں قرینہ دلیل ہے کہ یہ نعمت اور انعام کے مفہوم میں آیا ہے ۷:۲۸۵

بَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ: خوف و دہشت اور پریشانی کی تعبیر کے لیے محاورہ ہے۔ کلیجا منہ کو آنا۔ ہماری اپنی زبان میں بھی خوف و دہشت اور گھبراہٹ کی تعبیر کے لیے معروف ہے ۶:۱۹۹

بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ عٰدُوْنَ: الشعرآء ۱۶۶ میں یہ انتہائی غم و حسرت کا فقرہ ہے مطلب یہ ہے کہ تمھارے جرم کے گھنونے پن کی تعبیر سے الفاظ قاصر ہیں تم فطرت کے تمام حدود توڑ کر بہت دور نکل گئے ہو! ۵:۵۴۸

بَلَغَ اَشُدَّہٗ: جوانی کو پہنچنا مراد ہے اور اس کے ساتھ لفظ 'اِسْتَوٰٓی' عقلی و مزاجی اعتدال و توازن کی طرف اشارہ کر رہا ہے ۵:۶۶۲

بُنْیَان: عمارت کو کہتے ہیں لیکن الصف ۴ میں اس سے مراد دیوار ہے دیوار کی ایک اینٹ بھی اگر اپنی جگہ سے کھسک جائے تو پھر پوری دیوار کو

اکھاڑ پھینکنا آسان ہو جاتا ہے ۳۵۵:۸

بُـوْر: واحد، جمع اور مذکر و مؤنث سب کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ اس کے معنی شور زمین کے بھی ہیں اور فاسد و ناکارہ آدمی کے بھی۔ یہاں یہ قوم کی صفت کے طور پر استعمال ہوا ہے جس کے معنی ہلاک ہونے والی قوم کے ہیں ۴۵۷:۵

بَیْتِ عَتِیْق: بیت اللہ کو الحج ۲۹ میں بیت عتیق سے تعبیر فرمایا ہے۔ اِس کو عتیق کہنے کی وجہ یہ ہے کہ حضرت ابراہیم کا تعمیر کردہ خدا کا اصل اور قدیم گھر یہی ہے نہ کہ بیت المقدس ۲۴۵:۵

بَیَّتَ یُبَیِّتُ: اصلاً معنی تو کوئی عمل رات میں کرنے کے آتے ہیں لیکن اپنے عام استعمال میں یہ لفظ رات کی قید سے مجرد ہو کر چھپ کر کوئی کام، کوئی مشورہ، کوئی رائے کرنے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ الفاظ کے اِس طرح اپنے ابتدائی مفہوم سے مجرد ہو جانے کی مثالیں عربی زبان میں بہت ہیں ۳۴۶:۲

بِیَعٌ: بیعة کی جمع ہے۔ یہ یہود و نصاریٰ دونوں کے عبادت خانوں کے لیے آتا ہے لیکن آگے یہود کے عبادت خانوں کے لیے الگ لفظ آیا ہے۔ اس وجہ سے اقرب یہ ہے کہ اس سے مراد نصاریٰ کے گرجے ہوں۔ ان کے ہاں رہبانیت کے نظام کی وجہ سے خانقاہوں اور گرجوں دونوں کو یکساں اہمیت حاصل رہی ہے ۲۵۶:۵

بَیْضَآءَ مِنْ غَیْرِ سُوْٓءٍ: بیضاء کے ساتھ مِنْ غَیْرِ سُوْٓءٍ کی قید اس شبہ کے ازالے کے لیے ہے کہ یہ ہاتھ کی سفیدی کسی مرض کے سبب سے نہیں ہوگی بلکہ اللہ کی ایک نشانی کے طور پر ہوگی ۳۵:۵

بَیْـــعٌ: بعض مواقع میں خرید و فروخت دونوں معنوں میں آتا ہے۔ جب تبادلہ چیز کا چیز سے ہو تو معاملت کے دونوں فریق بائع بھی ہوتے ہیں اور مشتری بھی ۳۲۹:۴

بَیِّنَـاتٌ: واضح اور روشن۔ یہ لفظ آیات کی صفت کے طور پر استعمال ہوتا ہے۔ قرآن میں جہاں یہ لفظ تنہا بغیر موصوف کے استعمال ہوا ہے دو معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ واضح مسکت دلائل کے معنی میں یا حسی معجزات کے معنی میں ۲۲۱:۲

وہ تنبیہات و تہدیدات بھی ہیں جو شیطان کی چالوں اور اس کے فتنوں سے آگاہ کرنے کے لیے نہایت تفصیل کے ساتھ قرآن میں بیان ہوئی ہیں اور وہ واضح اور قطعی ہدایات بھی جو ایمان و اسلام کے تقاضوں کو بیان کرنے کے لیے وارد ہوئی ہیں ۴۹۹:۱

بَیْنَ اَخَوَیْکُمْ: مثنیٰ سے یہ بات لازم نہیں آتی کہ جنگ دو بھائیوں ہی کے درمیان ہو، بلکہ یہ مثنیٰ مسلمانوں کے دو گروہوں کے لیے استعمال ہوا ہے مثنیٰ کا اس طرح استعمال عربی میں معروف ہے ۵۰۰:۷

بَیْنَ اَیْدِیْهِنَّ وَاَرْجُلِهِنَّ: جنسی اعضاء کی طرف اشارہ ہے۔ یہ اعضاء ہاتھوں اور پاؤں کے درمیان ہی ہوتے ہیں۔ نہایت مہذب اسلوب سے ان تمام تہمتوں کی طرف اشارہ ہو گیا جو جنسی نوعیت کی ہو سکتی ہیں مثلاً زنا، تقبیل اور ملامست وغیرہ ۳۴۳:۸

بَیِّـنَـةٌ: روشن دلیل اور واضح حجت۔ ھود ۱۷ میں اس سے مراد وہ نورِ فطرت ہے جو حق و باطل اور خیر و شر کے مبادی کے امتیاز کے لیے خدا نے خود ہمارے اندر ودیعت فرمایا ہے۔ جن کی فطرت خارج کے برے اثرات سے جتنی ہی محفوظ ہوتی ہے ان کے اندر یہ نور اتنا ہی قوی ہوتا ہے ۱۱۶:۴، ۱۴۸، ۱۶۲

الاعراف ۱۰۵ میں 'عصا' اور 'ید بیضا' کا وہ معجزہ ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے ان کو مسلح کر کے فرعون کے پاس بھیجا ۳۴۰:۳

تَابَ عَلٰی: تَابَ، یَتُوْبُ، توبة کے معنی اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے کے ہیں لیکن جب اس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو اور صلہ 'علیٰ' کے ساتھ آئے تو یہ رحمت کے مضمون پر بھی متضمن ہوتا ہے۔ اس وجہ سے اس کا مفہوم کسی پر رحمت کی نظر کرنے کا ہو جاتا ہے جس کے لازم معنی بندے کی توبہ قبول کرنے کے بھی ہوئے ۶۵۶:۳

تَابَ عَلَیْهِ وَهَدٰی یعنی اللہ تعالیٰ نے اس کی توبہ قبول کی اور اس پر رحم فرمایا اور اس کو ہدایت دی ۱۰۱:۵

تَـاْوِیْل: آل، یئول، اولاً ومالاً کے معنی ہیں کسی چیز کی طرف لوٹنا، رجوع کرنا۔ اسی سے تاویل کا لفظ ہے جس کے معنی بات کو اس کے اصل مآل و مرجع کی طرف لوٹانے کے ہیں۔ اسی مفہوم سے یہ خواب کی تعبیر،

کسی بات کی حقیقت اور کسی کلام کی تفسیر وتوضیح کے لیے استعمال ہونے لگا اس لیے کہ ان صورتوں میں بھی بات اپنے اصل مآل اور مدعا کی طرف لوٹائی جاتی ہے ۲:۲۴۴، ۳:۴، ۵۸

تَبَّ: ہلاک ہونا اور خسارہ میں پڑنا۔ اسی لیے 'تبت یدا فلان' کا محاورہ نکلا ہے جس کے معنی یہی ہو سکتے ہیں کہ فلان کے دونوں ہاتھ حصولِ مقصد میں ناکام و عاجز رہے۔ دونوں ہاتھوں کی ناکامی اور بے بسی کامل بے بسی کی تعبیر ہے ۹:۶۳۲

تَبَارَکَ: 'تعاظم' 'تعالٰی' اور اس باب کے دوسرے صیغوں کی طرح مبالغہ کا مفہوم پایا جاتا ہے یعنی بڑی ہی بابرکت اور بافیض ہستی ۵:۴۴۳

تَبَتَّلْ اور تَبْتِيلًا: دونوں کے معنی انقطاع الی اللہ کے ہیں یعنی خلق سے کٹ کر رب کے دامن رحمت میں پناہ گیر ہو جانا ۹:۲۷

تَبْصِرَةً: آنکھوں کے اندر بصیرت پیدا کرنا ہے کہ وہ ظاہر سے گزر کر اس حقیقت تک پہنچ سکیں جس کی طرف ظاہر رہنمائی کر رہا ہے ۷:۵۳۹

تَتْرَا: اصل 'وترا' ہے۔ عربی کے معروف قاعدے کے مطابق 'و' 'ت' سے بدل گئی ہے۔ 'جاء القوم تترا' کے معنی ہوں گے لوگ تسلسل کے ساتھ یکے بعد دیگرے آئے ۵:۳۲۰

تَتَّقُوْنَ: ۱۔ تم تقویٰ حاصل کرو

۲۔ تم خدا کے غضب اور اس کے عذاب سے بچو

البقرۃ ۲۱ میں دوسرے معنی، مفعول محذوف جس کو قرآن نے اس کے بعد والی آیت میں کھول دیا ہے ۱:۱۳۷

تَثَاقَلَ اور اثَّاقَلَ: ایک ہی لفظ ہے۔ کسی شے کو بوجھ محسوس کرنا اور لدھڑ بن جانا ہے ۳:۵۷۵

تَحْرِيف: بات یا کلام کو بدل دینا۔ اس بدل دینے کی کئی شکلیں ہو سکتی ہیں ۱:۲۵۲

تحریم: 'حرام ٹھہرانے' سے مراد کسی شے کو اس حیثیت سے اپنے لیے یا دوسروں کے لیے ممنوع ٹھہرانا ہے کہ اس کے متعلق وہ یہ گمان یا دعوٰی کرے کہ یہ خدا کا حکم ہے یا اس پر عذاب و ثواب مترتب ہوتا ہے یا یہ نیکی اور فضیلت میں داخل ہے۔ اگر اس قسم کی کوئی بات نہ ہو بلکہ مجرد ذوق یا باقتضائے صحت یا بربنائے احتیاط و کفایت کسی چیز کا استعمال کوئی شخص ترک کر دے تو یہ چیز تحریم میں داخل نہیں ہے ۲:۵۸۸

تَحِيَّت: حیّاہ تحیة کے اصل معنی کسی کو زندگی کی دعا دینے کے ہیں۔ اسی سے دعائیہ کلمہ 'حیاک اللہ' ہے یعنی اللہ تعالیٰ تمھاری عمر دراز کرے۔ سلام اور اس کے ہم معنی دوسرے دعائیہ کلمات بھی چونکہ کم و بیش یہی یا اسی سے ملتے جلتے مفہوم اپنے اندر رکھتے ہیں اس وجہ سے لفظ کے عام مفہوم میں وہ سب اس کے اندر شامل ہیں ۲:۳۵۶

صحیح مفہوم خیر مقدم ہے ۶:۲۴۱

**تدبیر اور تقدیر کا باہمی تعلق:** تقدیر بہرحال اٹل ہے جس کو کسی کی تدبیر نہیں بدل سکتی لیکن اس کے باوجود انسان کا فرض ہے کہ وہ حالات و مصالح کے مطابق تدابیر اختیار کرے۔ اسی میں اس کے ارادے اور سعی و عمل کا امتحان ہے اور اسی پر آخرت میں اس کے درجے اور مرتبے کا انحصار۔ اس وجہ سے کسی کے لیے یہ بات جائز نہیں ہے کہ وہ تقدیر کے نام پر اپنے ہاتھ پاؤں توڑ کے بیٹھ رہے۔ بلکہ ضروری ہے کہ وہ اللہ کے مقرر کیے ہوئے حدود کے اندر تدابیر اختیار کرے، ان کو بروئے کار لانے کے لیے اپنے امکان بھر جدوجہد کرے اور ساتھ ہی یہ یقین رکھے کہ ہوگا وہی جو اللہ کی مشیت میں ہے۔ اللہ کے فیصلہ کو کوئی بدل نہیں سکتا ۴:۲۴۱

تذکرہ: یاددہانی۔ ظاہر ہے کہ یاددہانی جس چیز کی کی جاتی ہے وہ خارج سے لائی ہوئی چیز کی نہیں کی جاتی بلکہ اس چیز کی کی جاتی ہے جو مخاطب کے خود اپنے پاس ہو لیکن وہ اس کو بھولا ہوا ہو ۵:۱۵

تزکیہ: دو مفہوموں پر مشتمل ہے ایک پاک و صاف کرنے پر، دوسرے نشوونما دینے پر۔ یہ دونوں چیزیں ایک دوسرے کے لیے لازم و ملزوم ہیں ۱:۳۴۱

تزئین: کوئی چیز اس طرح آنکھوں میں کھب جائے کہ آدمی اس کے اثر سے ہر چیز اسی کے رنگ میں دیکھنے لگ جائے یہاں تک کہ اس سے الگ ہو کر اس کے لیے کسی چیز کو دیکھنا ممکن ہی نہ رہ جائے ۲:۴۰

تَسَــآءُل: باہم گر ایک دوسرے سے پوچھنے، سوال کرنے یا مانگنے کے ہیں۔ اسی سے ترقی کر کے ایک دوسرے سے طالبِ مدد ہونے کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے ۲:۲۴۶

پوچھ گچھ دریافتِ حال اور تحقیق کے لیے بھی ہوتی ہے اور بعض اوقات محض سخن گستری اور استہزاء کے لیے بھی۔ النبا میں یہ استہزاء کے مفہوم میں ہے ۹:۱۵۶ الصّٰٓفّٰت ۲۷ میں باہم سوال و جواب کے مفہوم میں ہے ۹:۳۶۳

تَسْبِیْــح: کسی کے سامنے عجز و تذلل کے ساتھ بچھ جانا۔ تسبیح قول سے بھی ہوتی ہے اور عمل سے بھی۔ عملی صورت خدا کے احکام کی تعمیل میں ہر وقت سرفگندہ رہنا ہے۔ نماز کو قرآن نے خاص طور پر تسبیح سے تعبیر کیا ہے اس لیے کہ نماز سرفگندگی اور عجز و تذلل کی نہایت مکمل تصویر ہے۔ قولی صورت سے مراد خدا کو منافیِ شانِ الوہیت صفات سے پاک قرار دینا ہے ۱:۱۵۹

تَسْجِیْرٌ: اصلاً تنور کو ایندھن سے بھر کر بھڑکا دینے کے لیے آتا ہے پھر اسی مفہوم سے وسعت پا کر یہ دریاؤں اور سمندروں کی طغیانی کے لیے بھی آنے لگا۔ دریا جب بے قابو ہو کر اپنے حدود سے باہر نکل پڑیں اور زمین پر پھیل جائیں تو اس حالت کی تعبیر کے لیے یہ معروف لفظ ہے۔ اس معنی کو ادا کرنے کے لیے لفظ تَفْجِیْرٌ بھی آیا ہے ۹:۲۲۱

تَسْخِیْــر: کسی کو مطیع و فرمانبردار بنا کر بلا کسی اُجرت و معاوضہ کے کسی کی خدمت میں لگا دینا۔ سَخَّرَلَکُمْ کے معنی یہ ہیں کہ خدا نے ان کو تمہاری نفع رسانی میں لگا دیا ہے۔ یہ معنی نہیں ہیں کہ ان کو تمھارے تابع فرمان بنا دیا ہے ۱:۳۹۸

تَسْوِیَۃٌ: کسی شے کو ٹھیک ٹھاک کرنا، اس کو ہموار کرنا، اس کے نوک پلک سنوارنا۔ الاعلیٰ ۲ میں یہ اسی آخری مفہوم میں ہے ۹:۳۱۴

آرٹ کی اصطلاح میں جس چیز کو تکمیلی یا اتمامی عمل (Finishing Touch) کہتے ہیں۔ ٹھیک وہی مفہوم تَسْوِیَۃ کا ہے۔ ۶:۱۶۱

تَشَاکُس: الزمر ۲۹ میں ایک اہم نفسیاتی حقیقت کی طرف اشارہ کر رہا ہے۔ تشاکس کے معنی 'تخالف' کے ہیں۔ شُرَکَآءُ مُتَشَاکِسُوْن کے معنی ہوں گے ایسے شرکاء جو مختلف الاغراض اور باہم گر نبرد آزما ہوں ۶:۵۸۶

تشبیہ: اصلی نگاہ مشبہ اور مشبہ بہ پر ہوتی ہے۔ اِن دونوں کے اجزا کو الگ الگ ایک دوسرے کے مقابل میں رکھ کے باہم دگر مشابہت و مطابقت کو دیکھا جاتا ہے اور اسی مطابقت و مشابہت کے لحاظ سے اِس تشبیہ کا حسن و قبح متعین ہوتا ہے ۱:۱۲۹

تَصَدَّق: صدقہ کرنا۔ اس کا تعلق خاص طور پر حقوق العباد سے ہے۔ آدمی جب اپنی خواہشوں کو دبا کر اور اپنی ضروریات میں ایثار کر کے اپنا مال دوسروں کی ضروریات پوری کرنے پر خرچ کرتا ہے تو اس سے اس کے ایمان باللہ اور ایمان بالآخرت کی تصدیق ہوتی ہے اور یہ چیز درجہ بدرجہ اس کے ایمان کو پختہ اور استوار کرتی جاتی ہے ۶:۲۲۵

تَــصْــرِیْف: گردش دینا۔ بنی اسرائیل ۴۱ میں اس سے مراد کسی حقیقت کو مختلف اسلوبوں اور گوناگوں طریقوں سے پیش کرنا ہے مثلاً توحید کا مضمون قرآن میں اتنے مختلف اسلوبوں اور طریقوں سے بیان ہوا ہے کہ غبی سے غبی آدمی بھی، اگر ہٹ دھرم نہ ہو تو اس کو ذہن نشین کر سکتا ہے ۴:۵۰۷

تَصْرِیْفُ الْاٰیٰت: قرآن میں تصریف کا لفظ ہواؤں کے لیے استعمال ہوا ہے وہی لفظ یہاں قرآن نے آیات کے لیے استعمال فرمایا ہے۔ جس طرح ہواؤں کی گردش سے اس کائنات میں قدرت و حکمت اور رحمت و نقمت کے گوناگوں پہلو ظہور میں آتے ہیں اسی طرح اللہ تعالیٰ اس قرآن کے ذریعے سے اپنی نشانیاں گوناگوں پہلوؤں سے نمایاں کرتا ہے تاکہ لوگ ان کو سمجھیں، پہچانیں اور ان کی قدر کریں ۳:۲۸۵، ۱:۱۳۳

تَصْرِیْفِ رِیَاح: ہواؤں کی گردش، ان کی گردش کے مختلف پہلو خود قرآن میں بیان ہوئے ہیں۔ ان کے بھیس مختلف ہیں اور ہر بھیس میں نئی آن اور نئی شان ہے اور جو شان بھی ہے وہ ان کے مُصرّف (خدا) کی حکمت و قدرت اور اس کی رحمت و ربوبیت کا ایک عظیم نشان ہے ۱:۳۹۸

تَضَرُّع: ضَرَاعَۃٌ سے ہے جس کے معنی عاجزی، خوشامد، لجاجت،

تملق کے اظہار کے ہیں۔ یہ اظہار حرکات اور اداؤں سے بھی آتا ہے اور الفاظ و عبارات سے بھی۔ اس کی سب سے زیادہ مؤثر شکل وہ ہوتی ہے جب یہ الفاظ و حرکات دونوں میں کامل ہم آہنگی کے ساتھ نمایاں ہو جس کی بہترین شکل اسلام میں نماز ہے ۳:۲۷۹

تَطوّع: اس سے مراد یہ ہے کہ آدمی کسی فرض سے سبکدوش ہو چکنے کے بعد خدا کی خوشنودی اور اس کا تقرب حاصل کرنے کے لیے مزید اس کو ایک نفلی نیکی کی حیثیت سے انجام دے ۱:۳۸۷

تَطہیر: تطہیر میں غالب پہلو ظاہری اور باطنی نجاستوں اور رذائل سے پاک کرنے کا ہے اور 'تزکیہ' میں رذائل سے پاک کرنے کے ساتھ ساتھ صلاحیتوں اور خوبیوں کو نشو و نما دینے اور فضائل اخلاق سے آراستہ کرنے کا مفہوم بھی شامل ہے ۳:۶۳۹

تَطَیّر: طیر سے ہے۔ طیر چڑیوں اور پرندوں کو کہتے ہیں۔ چونکہ توہم پرستوں میں چڑیوں کے اڑنے سے فال لینے کا عام رواج ہے اس وجہ سے 'تطیّر' کا لفظ فال لینے کے معنی میں استعمال ہوا۔ پھر اس کا غالب استعمال فال نحس کے معنی میں ہو گیا۔ اسی مادے سے 'طائر' کا لفظ بھی ہے جو اس چیز کے لیے استعمال ہوا جس سے کوئی نیک یا بد فال لی جائے اور پھر اسی مفہوم سے ترقی کر کے خط، قسمت اور نصیبہ کے معنی میں استعمال ہونے لگا ۳:۳۵۳

یٰسٓ ۱۸ میں یہ بری فال لینے اور کسی کو منحوس سمجھنے کے مفہوم میں ہے ۶:۴۱۴

تعقّل، تذکّر اور تقوٰی: ان تینوں میں بڑا گہرا معنوی ربط ہے۔ انسان جب اندھی تقلید کی بیڑیوں سے آزاد ہو کر سنجیدگی سے ایک بات پر غور کرنے کا عزم کرتا ہے تو یہ 'تعقّل' ہے۔ اس 'تعقّل' سے وہ حقائق آشکارا ہوتے ہیں جو فطرتِ انسانی کے اندر ودیعت ہیں لیکن انسان کی غفلت کی وجہ سے ان پر دھول کا پردہ پڑا ہوا ہوتا ہے۔ ان حقائق کا آشکارا ہونا 'تذکّر' ہے۔ یہ تذکّر انسان کی رہنمائی، 'تقوٰی' کی منزل کی طرف کرتا ہے جو خلاصہ ہے تمام تعلیم و تزکیہ اور تمام قانونِ شریعت کا ۳:۲۰۴

تعلیمِ کتاب و حِکمت: ... تعلیمِ کتاب کا فریضہ آپ ﷺ کے فرائض نبوت ہی کا ایک جز اور آپ کا معلم ہونا آپ ﷺ کے منصبِ رسالت ہی کا ایک پہلو ہے۔ اس وجہ سے اپنی اس حیثیت میں آپ نے جو کچھ لوگوں کو سکھایا اور بتایا اس کو آپ کے فرائض نبوت سے نہ تو خارج کیا جا سکتا اور نہ اس کا درجہ اصل کتاب کے مقابل میں گرایا ہی جا سکتا۔ اس تعلیم کے تقاضے یہ ہیں:۔

اس کا ایک بالکل ابتدائی تقاضا تو یہ ہے کہ قرآن میں جو شرعی اصطلاحات مثلاً صلوٰۃ، زکوٰۃ، حج، صیام، طواف، عمرہ، نکاح، طلاق وغیرہ استعمال ہوئی ہیں لیکن ان کی عملی شکلیں واضح نہیں کی گئی ہیں ان کو آپ اچھی طرح لوگوں پر واضح کر دیں تاکہ لوگ عملی زندگی میں ان کو اختیار کر سکیں اور ان کے مختلف اجزا کا دین میں جو مقام ہے اس کو متعین کر سکیں۔

دوسری چیز یہ ہے کہ قرآن میں فکر و عمل کی تصحیح کے جو اصول دیے گئے ہیں ان کے لوازم و تضمنات کے ضروری گوشے واضح کر دیے جائیں تاکہ ان ابواب میں مزید رہنمائی حاصل کرنے کے لیے وہ روشنی کے میناروں کا کام دیں۔

اسی طرح قرآن میں جو احکامِ شریعت دیے گئے ہیں ان کی حیثیت صرف اصولی احکام کی ہے۔ ان میں سے ہر باب کے تحت بے شمار صورتیں ایسی آتی ہیں جن میں احکام کا تعین معلم کی رہنمائی اور اجتہاد پر چھوڑ دیا گیا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس اجتہاد کے لیے امت کو بہترین رہنمائی ان مثالوں ہی سے مل سکتی تھی جو اس کتاب کے معصوم معلم نے اپنے اجتہاد سے قائم کیں۔

چوتھی چیز یہ ہے کہ قرآن اجتماعی زندگی کا ایک نظام بھی پیش کرتا ہے لیکن اس کے صرف چاروں گوشے متعین کر دینے والے اصول دے کر اس کی جزئیات و تفصیلات اور اس کے عملی ڈھانچا کے معاملہ کو معلم کی ذمہ داری پر چھوڑ دیا گیا ہے۔ اس چیز کو بھی لوگوں نے حضور ﷺ ہی کی تعلیم سے سیکھا۔

ان کے علاوہ ایک اہم چیز یہ بھی ہے کہ زیر بحث آیت میں صرف تعلیم کتاب ہی کا ذکر نہیں ہے بلکہ تعلیم حکمت کا بھی ذکر ہے۔ تعلیم حکمت تعلیم شریعت سے بہت وسیع چیز ہے۔ اس سے مراد وہ دانش و بینش اور

بصیرت و معرفت ہے جو زندگی کے ان بعید گوشوں میں بھی انسان کی رہنمائی کرتی ہے جہاں رہنمائی کرنے والی اس کے سامنے کوئی اور روشنی نہیں ہوتی ۱:۳۵۳

تَفزِیع: اَصل معنی توڈرادینے اور دہشت زدہ کردینے کے ہیں لیکن جب اِس کا صلہ 'عن' کے ساتھ آتا ہے تو اس کے معنی دہشت دور کردینے کے ہوجاتے ہیں ۶:۳۱۵

تَقدِیر: یعنی یہ ظروف اور پیالے مختلف شکلوں، مختلف پیمانوں اور الگ الگ اندازوں کے بنے ہوں گے اور خدام نے ان کو نہایت قرینہ اورحسن سلیقہ سے الگ الگ خانوں میں سجا رکھا ہوگا تاکہ حالات، وقت، ضرورت اور مطلوب شے کی مناسبت سے جس قسم کے سیٹ کی ضرورت ہو، پیش کرسکیں ۹:۱۱۴

الانعام ۹۶ میں تقدیر کا لفظ وہی مفہوم رکھتا ہے جو پلاننگ کا مفہوم ہے ۳:۱۲۰ نیز دیکھیں تدبیر اور تقدیر کا باہمی تعلق۔

تَقرِضُھُم: قرض کے معنی کاٹنے اور کترانے کے ہیں۔ اسی سے 'قرض المکان' کا محاورہ پیدا ہوا جس کے معنی ہیں اس جگہ سے ہٹ گیا، کترا گیا، گریز کر گیا ۴:۵۷۱

تقسیم امر: (الذّٰریٰت ۴) 'قَسَمَ الْاَمْرَ' کے معنی ہوں گے کہ جس کے لیے جو بات طے تھی یا جو امر مقدر تھا وہ اس کو پہنچا دیا۔ یعنی یہ ہوائیں بادلوں کو لاد کر لانے کے بعد اپنے رب کے حکم کے مطابق تقسیم کرتی ہیں یعنی جس علاقہ کے لیے جتنا پانی برسانے کا حکم ہوتا ہے اتنا برسا دیتی ہیں اور اگر اللہ تعالیٰ ان کو حکم دے دیتا ہے تو بعض علاقوں پر وہ طوفان و سیلاب بن کر نازل ہوتی ہیں اور پورے کا پورا علاقہ ان کی زد میں آکر تباہ ہوجاتا ہے ...۷:۵۷۹

تَقطِیع: یہاں اچھے معنوں میں استعمال ہوا ہے یعنی ایک ہی باپ کی اولاد بارہ خاندانوں کی شکل میں پھلی پھولی اور ہم نے ہر خاندان کو امتوں اور قوموں کی شکل میں بڑھایا اور پھیلایا ۳:۳۷۷

تَقَلُّب: آمد و شد، چلت پھرت اور ایاب و ذہاب۔ موقع و محل کے لحاظ سے اس کے اندر غرور، اکڑ اور دندنانے کے معنی بھی پیدا ہوجاتے ہیں ۲:۲۳۲

تَقلِیب: الٹنا پلٹنا۔ گوشت کو آگ پر بھونتے ہیں تو اس کو کبھی ایک جانب سے بھونتے ہیں کبھی دوسری جانب سے۔ فرمایا یہ گت ان کی بننے والی ہے ۶:۲۷۵

تقویٰ: خدا کے مقرر کردہ تمام حدود و قیود کی اخلاص و خشیت کے ساتھ نگرانی کرنا تقویٰ ہے۔ یہی چیز تمام دین کا خلاصہ اور مقصود ہے ۲:۲۳۳

اِتقاء بھی دیکھیں

تَقوِیم: لغوی مفہوم تو کسی چیز کو سیدھا کرنا۔ پھر اسی مفہوم سے ترقی کر کے یہ لفظ کسی شے کو کسی خاص مقصد کے لیے موزوں اور مناسب بنانے کے معنی میں استعمال ہوا ہے ۹:۴۳۸

تَکَاثُر: مال و دولت کی کثرت میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی تگ و دو ۹:۵۲۲

تَکَبُّر: درحقیقت حق سے اعراض کا نام ہے جو نتیجہ ہے انانیت و خود پرستی کا اور یہ چیز پیدا ہوتی ہے آخرت پر ایمان نہ ہونے سے ۷:۳۸

تَکلّم: النمل ۸۲ میں یہ لفظ اس عام معنی میں نہیں ہے جس معنی میں ہم بولتے ہیں بلکہ اس کا مفہوم کسی چیز کے حق میں دلیل، نشانی یا شہادت ہونا ہے ۵:۶۳۴

تلاوتِ آیات: تلاوتِ آیات سے مراد لوگوں کو قرآن مجید سنانا ہی ہے۔ دین و دانش دونوں ہی سے اس بات کی شہادت ملتی ہے کہ خدا کے ایک رسول کا اوّلین فریضہ یہی ہونا چاہیے کہ وہ اللہ کے بندوں تک اس کی وحی کو پہنچاتے لیکن اس تلاوت کے متعلق یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ یہ اس طرح نہیں ہوئی ہے کہ لوگوں کو پوری کتاب بیک دفعہ سنا دی گئی ہو بلکہ یہ ۲۳ سال کی وسیع و طویل مدت میں تھوڑی تھوڑی کر کے اتاری گئی اور اسی تدریج کے ساتھ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو سبقاً سبقاً اس کی تعلیم دی۔ یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ یہ کتاب کوئی سہل اور سپاٹ کتاب نہیں ہے بلکہ یہ نہایت گہرے علوم و معارف اور اعلیٰ اسرار و حقائق کی کتاب

ہے۔ اس وجہ سے اس کے لیے یہ ضروری ہوا کہ یہ سبق سبق کر کے پڑھائی جائے تا کہ لوگوں کی اس کے خزانوں تک رسائی ہو سکے ۱:۳۵۲

تَمَاثِیل: تِمثَال کی جمع ہے۔ تِمثال کسی چیز کی مصوّر یا کندہ کی ہوئی صورت، شبیہ یا اس کے پیکر اور مجسمہ کو کہتے ہیں۔ یہ صورت بے جان چیزوں کی بھی ہو سکتی ہے مثلاً کسی دریا، پہاڑ، درخت، جھاڑی، پھول وغیرہ کی اور حقیقی یا فرضی جاندار چیزوں کی بھی ہو سکتی ہے مثلاً انسان، فرشتے، جنات اور حیوانات وغیرہ کی ۶:۳۰۳

تَمثِیل: اِس میں اجزا کی کوئی خاص اہمیت نہیں ہوتی بلکہ اس میں صورتِ واقعہ کو صورتِ واقعہ سے تشبیہ دی جاتی ہے ۱:۱۲۹

تمثیل کی اصل قدر و قیمت ۱:۱۴۱، تمثیل کا استعمال برائے تعلیم ۱:۱۴۶

تُملٰی: اِس کے بعد علٰی کا صلہ اس بات کا قرینہ ہے کہ اس کے معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ یہ اس کو لکھوائے جاتے ہیں اور یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ یہ اس کو لکھ کر تعلیم کیے جاتے ہیں۔ الفرقان ۵ میں یہ دوسرے معنی میں ہے ۵:۴۴۶

تَمَنّٰی: کسی چیز کی خواہش کرنا، ارمان کرنا، تمنا کرنا، حوصلہ کرنا یا کسی مقصد کے لیے اپیل یا استمالت کرنا۔ اسی طرح امنیۃ کے معنی خواہش، ارمان، تمنا، حوصلہ اور اپیل کے ہوں گے۔ اس لفظ کے اندر قراءت یا تلاوت کے معنی کے لیے کوئی ادنیٰ گنجائش بھی نہیں ہے ۵:۲۶۸

تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ: آپس میں ایک دوسرے پر بُرے اَلقاب چسپاں کرنا۔ اچھے اَلقاب سے ملقب کرنا جس طرح کسی فرد یا قوم کی عزت افزائی ہے اسی طرح بُرے القاب کسی پر چسپاں کرنا اس کی انتہائی توہین و تذلیل ہے ۷:۵۰۷

تَنَازَع امر: اور تنازع فی الحدیث کا محاورہ عربی میں آپس میں تبادلۂ خیالات و آراء کے لیے آتا ہے ۵:۶۲، ۲:۱۹۲

تَنَازَعُو الْکَاس: یعنی وہ آپس میں ایک دوسرے کی طرف شراب کے جام بڑھائیں گے۔ چھین جھپٹ اس نقطہ کے لوازم میں سے نہیں ہے ۸:۲۷

تَنْزِیلٌ: یہ لفظ اہتمام، تدریج اور تفخیم شان پر دلیل ہوتا ہے یعنی یہ خدائے رحمان و رحیم کی طرف سے نہایت اہتمام کے ساتھ اتاری ہوئی کتاب ہے ۷:۷۷ قرآن چونکہ لوگوں کی یاد دہانی کے لیے اُترا ہے اس وجہ سے اللہ نے صرف اتنے پر اکتفا نہیں فرمایا کہ کسی نہ کسی طرح بات ایک مرتبہ لوگوں تک پہنچ جائے بلکہ نہایت اہتمام اور تدریج اور وقفہ وقفہ کے ساتھ اس کو اتارا تا کہ لوگوں کے لیے یہ عذر باقی نہ رہے کہ بات کے سنانے یا سمجھانے میں کوئی کسر رہ گئی ۵:۱۶

تَنکِیس اور نکس کو عام اہل لغت بالکل ہم معنی قرار دیتے ہیں یعنی کسی شے کو پیچھے کی طرف لوٹا دینا لیکن تنکیس میں تدریج کا مفہوم بھی پایا جاتا ہے یعنی درجہ بدرجہ کسی چیز کو پیچھے کی طرف لوٹانا۔ قرآن میں یہ دونوں لفظ استعمال ہوئے ہیں اور دونوں جگہ یہ فرق ملحوظ ہے ۶:۴۳۶

تَوبہ: رجوع کرنا اور متوجہ ہونا۔ علٰی کے ساتھ اس کے اندر رحم کا مضمون پوشیدہ ہے۔ بندہ جب اپنے رب کی طرف خشیت کے ساتھ رجوع کرتا ہے تو رب رحیم رحمت کے ساتھ بندے کی طرف متوجہ ہوتا ہے ۱:۳۳۹

تَوْبَۃً نَّصُوحًا: وہ توبہ ہے جو دل کے پورے انقیاد اور سچے عزم کے ساتھ ہو جس کے بعد گناہ کی طرف مڑنے کی کوئی خواہش باقی نہ رہے بلکہ گناہ کو آخری طلاق دے کر آدمی اپنے آپ کو اپنے رب کے آگے ڈال دے ۸:۴۷۱

توریہ: اِس کا یہ مطلب ہے کہ وہ اپنی کوئی سکیم پوری کرنے کے لیے حریف کے سامنے اپنی بات اس طرح پیش کرتے کہ بات تو بالکل صحیح ہوتی لیکن اس کے پیش کرنے کا انداز ایسا ہوتا کہ حریف اس سے مغالطہ میں پڑ جاتا جس کا نتیجہ یہ نکلتا کہ ہوشیاری کے باوجود وہ سکیم کے بروئے کار آجانے سے پہلے اس سے آگاہ نہ ہو پاتا۔ اس کی نہایت لطیف مثال سورۂ صافات میں ہے ۶:۹۳

تَوصِیۃ: العنکبوت ۸ میں ہدایت دینے کے مفہوم میں ہے اور اس معنی میں یہ قرآن میں جگہ جگہ استعمال ہوا ہے ۶:۱۸

تُوعَدُوْن: وَعید سے ہے اور الذّٰریٰت ۵ میں اس سے مراد وہ عذاب ہے جو رسول کی تکذیب کی صورت میں لازماً اس کے مکذبین پر

نازل ہوتا ہے ۷:۵۸۰

تَوَفّیٰ: اَصل معنی عربی لغت میں 'الاخذ بالتمام' کسی شے کے پورا پورا لے لینے یا کسی چیز کو اپنی طرف قبض کر لینے کے ہیں۔ موت دینے کے معنی میں اس لفظ کا استعمال حقیقتاً نہیں بلکہ مجازاً ہوا ہے۔ ایسے الفاظ جو اپنے حقیقی اور مجازی دونوں معنوں میں استعمال ہوتے ہیں، اپنے صحیح مفہوم کے تعین میں قرائن کے محتاج ہوتے ہیں ۲:۱۰۳

تَوَکّل: کسی جائز مقصد کے لیے جائز تدابیر و وسائل کا اختیار کرنا توکل اور اعتماد علی اللہ کے منافی نہیں ہے۔ توکل کے منافی یہ ہے کہ آدمی حالات سے دل شکستہ ہو کر ناجائز تدابیر کے اختیار کرنے پر اتر آئے۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مقبول بندہ وہ نہیں ہے جو توکل کے نام پر ہاتھ پاؤں توڑ کر بیٹھ رہے بلکہ وہ ہے جو کارزارِ حیات میں اترے، وسائل و تدابیر سے کام لے، اسباب و ذرائع کو استعمال کرے لیکن ہر کام پر خدا کے حدود و قیود کا احترام پورا پورا ملحوظ رکھے۔ یہی وہ اصلی امتحان ہے جس کے لیے خدا نے خلق کو پیدا کیا ہے اور جو اس دنیا کے وجود کی غایت ہے ۴:۲۲۱

تَیْسِیر: کسی شے کو کسی مقصد کے لیے موزوں، ساز گار اور ہر پہلو سے مستحکم و استوار بنانا ہے۔ یَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّکْرِ کے معنی ہوں گے قرآن کو تعلیم و تذکیر کے مقصد کے لیے تمام ضروری لوازم سے آراستہ کر کے نہایت موزوں بنایا ہے ۷:۲۹۳ نیز ۴:۶۸۹

الّیل ۱۰ میں امہال یعنی ڈھیل دینے کے مفہوم میں ہے ۹:۴۰۳

ثقیل: التوبۃ ۴۱ میں وہ جو سروسامان سے بھرپور اور اسلحہ سے لیس ہو ۳:۵۷۷

ثَانِیَ عِطْفِہٖ: کبر و غرور کی تصویر۔ جب کوئی شخص غرور کے ساتھ کسی سے اپنا رخ موڑتا ہے تو شانے جھٹک کر موڑتا ہے ۵:۲۲۰

ثُبَات: ثُبَۃٌ کی جمع۔ ثبہ کے معنی سواروں کی جماعت، ٹکڑی اور دستے کے ہیں۔ عرب میں جنگ کے دو طریقے معروف تھے۔ ایک منظم فوج کی شکل میں لشکر آرائی دوسرا گوریلا جنگ کا طریقہ یعنی ٹکڑیوں اور دستوں کی صورت میں دشمن پر چھاپا مارنا۔ یہاں ثبات کے لفظ سے اسی طریقے کی طرف اشارہ ہے ۲:۳۳۴

ثَقَلٰن: جن و انس دونوں من حیث الجماعت مراد ہیں۔ جماعتی حیثیت میں چونکہ دونوں بھاری بھر کم بن جاتے ہیں اس وجہ سے 'ثقلن' کا لفظ استعمال ہوا ۸:۱۳۹

ثُلَّۃٌ: گروہ اور جماعت۔ لیکن اس کے مقابل میں چونکہ لفظ قلیل استعمال ہوا ہے اس وجہ سے یہاں قرینہ دلیل ہے کہ اس کو گروہِ کثیر کے مفہوم میں لیا جائے ۸:۱۶۱

ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ: یعنی اس اہتمام و انتظام سے اس دنیا کو پیدا کر کے اللہ تعالیٰ اس سے بے تعلق نہیں ہو بیٹھا ہے بلکہ وہ اپنے عرش حکومت پر متمکن ہو کر براہِ راست اور بالفعل اس کا انتظام بھی فرما رہا ہے۔ یہ مشرکین کے اس خیال کی تردید ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا کو پیدا کر کے اس کا انتظام اپنی دوسری مقرب ہستیوں کے سپرد کر دیا ہے اور خود اس سے بالکل الگ ہو بیٹھا ہے ۶:۱۵۷

ثمرات: ثمرات کے معنی صرف میوہ جات کے نہیں آتے بلکہ اس کے ساتھ ساتھ اجناس اور غلہ جات بھی اس کے مفہوم میں شامل ہیں۔ میوہ جات کے لیے مخصوص لفظ عربی میں 'فواکہ' ہے۔ ثمرات کا لفظ اس سے عام اور وسیع ہے ۱:۳۳۵

ثنی: پھرنا، موڑنا اور لپیٹنا۔ قاعدہ ہے کہ آدمی جب کسی بات کو غرور اور نفرت کے سبب سے سننا نہیں چاہتا تو مونڈھے جھٹک کر اور سینہ موڑ کر وہاں سے چل دیتا ہے۔ اسی حالت کو حج ۹ میں 'ثانی عطفہ' سے تعبیر فرمایا ہے اور ھود ۵ میں 'یَثْنُوْنَ صُدُوْرَھُم' سے۔ اسی چیز کی ایک شکل یہ بھی ہوتی ہے کہ آدمی اپنی چادر سنبھالتا اور اپنے اُوپر لپیٹتا اور چل دیتا ہے اس کو نوح ۷ میں 'استغشائے ثیاب' سے تعبیر فرمایا ہے ۴:۱۰۸

ثَوَاب: ثاب، یثوب، ثوباً کے اصل معنی رجوع کرنے اور لوٹنے کے ہیں۔ اِسی سے ثواب ہے جس کے معنی اس ثمرے اور نتیجے کے ہیں جو کسی عمل کرنے والے کے عمل کے ردِّعمل کے طور پر اس کو حاصل ہو۔ اگرچہ لفظ یہ گنجائش خیر اور شر دونوں کی ہے لیکن اس کا غالب استعمال اچھے عمل کے اچھے ردِّعمل کے لیے ہے ۲:۲۳۱

ثِیَابٌ: جمع ہے ثَوبٌ کی جس کے معنی کپڑے کے ہیں لیکن اس کے معنی دامن کے بھی ہو سکتے ہیں بلکہ کلامِ عرب کے شواہد سے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ اس مفہوم میں بھی آتا ہے جس کو ہم اپنی زبان میں 'دامنِ دل' سے تعبیر کرتے ہیں ۹:۴۴

جَاثِیَۃ: دوزانو بیٹھا ہوا۔ غلام، محکوم اور مجرم اپنے آقاؤں اور حاکموں کے حضور میں اپنا فیصلہ سننے کے لیے اسی طرح دوزانوں بیٹھتے تھے ۷:۳۳۰

جاھل: وہ جو علم اور عقل کے بجائے جذبات اور خواہشوں کی پیروی کرتا ہے ۶:۶۰۹

البقرۃ ۲۷۳ میں اس کے معنی بے خبر کے ہیں ۱:۶۲۴

جَآءُوْ: القرآن ۴ میں مرتکب ہونے کے مفہوم میں ہے اور اس معنی میں اس کا استعمال معروف ہے ۵:۴۴۶

جِبْت: اِس سے مراد اعمال سفلیہ مثلاً سحر، شعبدہ، ٹونے ٹوٹکے، رمل جفر، فال گیری، نجوم، آگ پر چلنا اور اس قسم کی دوسری خرافات ہیں۔ ہاتھ کی لکیروں کا علم بھی اسی میں شامل ہے ۲:۳۱۲

جبر و اختیار: جبر و اختیار کے بارے میں چند اصولی باتیں درج ذیل ہیں:۔

۱۔ مبداء فطرت سے اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کو اچھی فطرت پر پیدا کیا ہے، اس کو نیکی و بدی کا امتیاز بخشا ہے اور ان میں سے جس کو بھی وہ اختیار کرنا چاہے اس کو اختیار کرنے کی اس کو آزادی دی ہے۔ اس کے بعد اس کا نیک یا بد بننا اس کے اپنے روّیے اور توفیق الٰہی پر منحصر ہے اگر وہ نیکی کی راہ اختیار کرنے کی کوشش کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو نیکی کی توفیق بخشتا ہے اور اگر وہ بدی کی راہ پر جانا چاہتا ہے تو اس کو اللہ تعالیٰ، اگر چاہتا ہے، تو بدی کی راہ پر جانے کے لیے بھی چھوڑ دیتا ہے۔

۲۔ اللہ تعالیٰ جن چیزوں پر انسان کا مواخذہ کرے گا یا جن پر اس کو اجر دے گا ان کے لیے اس نے انسان کو اختیار و ارادہ کی آزادی بھی بخشی ہے۔ جو لوگ اس اختیار و ارادہ کے حامل نہیں ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کو مواخذہ سے بھی بری رکھا ہے ... اللہ تعالیٰ اپنی مشیت اور حکمت کے تحت انسان کے جس ارادہ کو چاہے پورا نہ ہونے دے البتہ اگر وہ اپنی کسی حکمت کے تحت اس کے کسی نیکی کے ارادہ کو پورا نہیں ہونے دیتا تو اس نیکی کے اجر سے اس کو محروم نہیں کرتا۔ اسی طرح اگر اس کی کسی بدی کی سکیم کو پایہ تکمیل تک پہنچنے نہیں دیتا تو اس کے معنی یہ نہیں ہیں کہ وہ اس کے اخروی خمیازہ سے بھی لازماً اس کو بری قرار دے دے۔

۳۔ قرآن مجید میں جہاں جہاں اللہ تعالیٰ کی مطلق مشیت کا بیان ہوا ہے اس کے معنی صرف یہ ہیں کہ اس کی مشیت کو اس کے سوا کوئی دوسرا روک یا بدل نہیں سکتا۔ یہ معنی نہیں ہیں کہ اس کی مشیت سرے سے کسی عدل و حکمت کی پابند ہی نہیں ہے ... مثلاً اللہ تعالیٰ نے یہ جو فرمایا ہے کہ وہ جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے تو اس کے معنی یہ نہیں ہیں کہ اس پر ہدایت و ضلالت کے لیے اس نے عدل و حکمت کا کوئی ضابطہ سرے سے مقرر ہی نہیں کیا ہے، بلکہ اس کے معنی یہ ہیں کہ یہ ہدایت و ضلالت اسی سنت کے مطابق واقع ہوتی ہے جو اس نے ہدایت و ضلالت کے لیے مقرر کر رکھی ہے اور کوئی دوسرا اس سنت کے توڑنے یا بدلنے پر قادر نہیں ہے۔

۴۔ قرآن مجید میں بعض افعال اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف منسوب فرمائے ہیں لیکن ان سے اصل مقصود ان افعال کی نسبت نہیں ہے بلکہ ان ضابطوں اور ان قوانین کی نسبت ہے جن کے تحت وہ افعال واقع ہوتے ہیں۔ چونکہ وہ ضابطے اور قاعدے خود اللہ تعالیٰ ہی کے ٹھہرائے ہوئے ہیں اسی وجہ سے کہیں کہیں اللہ تعالیٰ نے ان کے تحت واقع ہونے والے افعال کو بھی اپنی طرف منسوب کر دیا ہے ...

۵۔ اللہ تعالیٰ کا ازلی و ابدی اور محیط کل علم، اللہ تعالیٰ کی مقرر کی ہوئی سنتوں میں سے کسی سنت کی نفی نہیں کرتا۔ اس میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ وہ ہر شخص سے متعلق ازل سے یہ جانتا ہے کہ وہ ہدایت کی راہ اختیار کرے گا یا ضلالت کی لیکن اسی کے ساتھ ساتھ وہ یہ بھی جانتا ہے کہ وہ ہدایت یا ضلالت کو اسی سنت اللہ کے مطابق اختیار کرے گا جو ہدایت و ضلالت کے لیے اس نے مقرر کر رکھی ہے ۱:۱۱۴

جَدُّ: عظمت، شان اور رتبہ۔ یعنی اس کی ذات اتنی بلند ہے کہ کوئی

چیز اس کی شریک و سہیم اور ہم رتبہ نہیں ہوسکتی۔ وہ اپنی ذات میں بالکل یکتا، بے نیاز اور ہر چیز سے مستغنی ہے۔ کسی کا یہ درجہ نہیں کہ اس کا کفو اور ہم سر ہو سکے ۸:۶۱۷

جُدَدٌ: جُدة کی جمع۔ یہ لفظ اصلاً تو ہرنوں اور خچروں کی پیٹھوں پر مختلف رنگوں کی جو دھاریاں ہوتی ہیں، ان کے لیے آتا ہے لیکن یہاں فاطر ۲۷ میں یہ ان مختلف الالوان سِلوں اور چٹانوں کے لیے آیا ہے جن کی دھاریاں یا قطاریں پہاڑوں کے اندر پائی جاتی ہیں ۶:۳۷۶

جُرُف: ندیوں، نالوں اور وادیوں میں دیکھا ہوگا کہ بعض اوقات پانی کا زور کسی کنارے کے نیچے سے مٹی بہا لے جاتا ہے اور چھجے کی طرح صرف کنارا لٹکا رہ جاتا ہے۔ اس طرح کی کھوکھلی اور بے ثبات گگر کو عربی میں جرف کہتے ہیں ۳:۶۴۳

جَزٰی عَنْہُ: کے معنی ہیں، اس کی طرف سے ادا کر دیا، یا اس کی طرف سے کافی ہوگیا۔ لَاتَجْزِیُ نَفْسٌ عَنْ نَفْسٍ شِیْئًا کے معنی ہوں گے کہ کوئی شخص کسی دوسرے کے کچھ کام نہ آسکے گا، جو ذمہ داری اس پر عائد ہوتی ہوگی کوئی دوسرا اس کی طرف سے وہ ادا نہ کر سکے گا یہ مضمون قرآن مجید میں مختلف اسلوبوں سے بیان ہوا ہے مثلاً ...۱:۲۰۹

جَزَآءُ الضِّعْفِ: ضعف عربی میں کسی شے کے مثل کے لیے بھی آتا ہے اور اس کے امثال کے لیے بھی، خواہ وہ امثال کتنے ہی غیر محدود ہوں۔

اس وجہ سے اس ٹکڑے کا مفہوم یہ ہوگا کہ البتہ وہ لوگ جو ایمان و عمل صالح کی روش اختیار کریں گے ان کے لیے ان کے اعمال کا مضاعف صلہ ہوگا ۶:۳۲۸

جُزْءٌ مَّقْسُوْمٌ: اس سے یہ اشارہ نکلتا ہے کہ جہنم کے مختلف دروازوں سے داخل ہونے والوں کے درمیان ایک خاص نوعیت کی درجہ بندی ہوگی ۴:۳۶۱

جَسَد: ص ۳۴ میں بطور کنایہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی بے بسی اور ان کے غم والم کی تصویر کے لیے استعمال ہوا ہے ۶:۵۳۴

جَعَل: وسیع معنوں میں آتا ہے، ایک معنی جائز ٹھہرانا اور مشروع قرار دینا بھی ہے ۱:۳۶۵

جُلُود: الزمر ۲۳ میں جسم کے رونگٹوں کے معنی میں بھی آتا ہے اور پورے جسم کے معنی میں بھی۔ عربی زبان میں کل بول کر جزو بھی مراد لیتے ہیں اور جزو بول کر کل بھی ۶:۵۸۲

جَمَال: النحل ۶ میں شان و شوکت اور دولت و عظمت مراد ہے ۴:۳۹۱

جُنُب کا لفظ جس طرح اجنبی کے لیے آتا ہے، اسی طرح جُنبی کے لیے بھی آتا ہے اور واحد، جمع، مذکر، مؤنث سب میں اس کی شکل ایک ہی رہتی ہے ۲:۳۰۲

جَنَّتٰن: سبا ۱۵ میں دو باغوں کے مفہوم میں نہیں بلکہ باغوں کی دو قطاروں کے مفہوم میں ہے۔ تثنیٰ کے اس طریق استعمال کی مثالیں عربی میں موجود ہیں اور یہاں اس کا قرینہ واضح ہے ۶:۳۰۷

قرآن میں 'جنت' تمام اُخروی کامیابیوں کی ایک جامع تعبیر ہے اور دو جنتوں کا ذکر تکمیل نعمت کے طور پر ہوا ہے ۸:۱۴۵

جَنّٰتٍ تَجْرِی مِنْ تَحْتِھَا الْاَنْھٰر: باغ کا سب سے زیادہ دلکش تصور یہ ہے کہ وہ بلندی پر ہو اور اس کے نیچے نہر جاری ہو۔ بلندی اس کے منظر کی دلکشی میں اضافہ کرتی ہے اور سیلاب وغیرہ کی آفتوں سے محفوظ رکھتی ہے اور نیچے بہنے والی نہر اس کی شادابی کی ضمانت دیتی ہے ۱:۱۳۹

جُنْدٌ: ص ۱۱ میں اس کی تنکیر تفخیم شان کے لیے اور مَا اس تنکیر کی تاکید کے لیے ہے یعنی کوئی لشکر بھی ہو اور وہ کتنی ہی قوت و صولت رکھتا ہو، عذاب الٰہی کے مقابل میں وہ نہیں ٹک سکتا ۶:۵۱۶

جَنَفٌ: اصل معنی مائل ہونے کے ہیں لیکن اِس کا غالب استعمال نیکی اور حق سے ہٹ کر برائی اور ناانصافی کی طرف مائل ہونے کے لیے ہے۔ البقرۃ ۱۸۲ میں یہ بے جا پاسداری اور ناروا جانب داری کے لیے استعمال ہوا ہے ۱:۴۴۰

جوع اور خوف: جوع سے مراد کسی علاقہ کی وہ خاص حالت ہے جو غذائی اشیاء و اجناس کی قلت یا نایابی سے پیدا ہوتی ہے۔ اسی طرح 'خوف' سے کسی علاقہ کی وہ حالت مراد ہے جو امن و امان کے فقدان اور جان و مال کے عدم تحفظ سے رونما ہوتی ہے ۹:۵۷۵

جہاد: الحج ۷۸ میں جہاد سے مراد قتال نہیں ہے وہ مشروط بشرائط و حالات ہے یہاں اس سے مراد ہر وہ جدوجہد ہے جو اللہ کے کلمہ کو بلند کرنے کے لیے بندے کے امکان میں ہو ۵:۲۸۸

جہالت: اس کے معنی عربی میں صرف نہ جاننے کے نہیں آتے بلکہ اس کا غالب استعمال جذبات سے مغلوب ہو کر کوئی شرارت یا ظلم یا گناہ کا کام کر گزرنے کے معنی میں ہے۔ یہ لفظ عام طور پر علم کے بجائے حلم کے ضد کے طور پر استعمال ہوتا ہے ۲:۲۶۶

الحجرات ۶ میں جوش و ہیجان کے معنی میں ہے ۷:۴۹۲

جَهَل: جذبات وخواہشاتِ نفس سے اس طرح مغلوب ہو جانے کے لیے آتا ہے کہ آدمی عقل و ہوش بالکل ہی کھو بیٹھے ۵:۶۱۵

حَاشَ لِلّٰهِ: استثنا اور تنزیہہ کا کلمہ ہے۔ یہ اس موقع پر بولا جاتا ہے جب اپنے آپ کو یا کسی اور کو کسی الزام سے بری ثابت کرنا ہو ۴:۲۱۰

حَافِرَةٌ: اصل معنی نقشِ قدم کے ہیں لیکن اگر محاورے میں کہیں کہ 'فلان رجع علی حافرتہ او فی حافرتہ' تو اس کے معنی ہوں گے کہ فلاں شخص جس حال میں تھا اس سے نکل کر پھر الٹے پاؤں اسی میں واپس آ گیا ۹:۱۷۸

حٰفِظٰتٌ لِلْغَيْبِ: مطلب یہ ہے کہ وہ رازوں کی حفاظت کرنے والی ہیں۔ 'غیب' کا لفظ راز کے مفہوم کے لیے مشہور ہے۔ عورت اور مرد کے درمیان رازوں کی امانت داری کا مسئلہ سب سے زیادہ اہمیت رکھنے والا مسئلہ ہے یہ دونوں ایک دوسرے کے قدرتی امین ہیں۔ بالخصوص عورت کا مرتبہ تو یہ ہے کہ وہ مرد کے محاسن و معائب، اس کے گھر در، اس کے اموال و املاک اور اس کی عزت و ناموس ہر چیز کی ایسی رازدان ہے کہ گر وہ اس کا پردہ چاک کرنے پہ آ جائے تو مرد بالکل ہی ننگا ہو کر رہ جائے ۲:۲۹۲

حَاقَ: احاطہ کر لینا، گھیر لینا اور چھا جانا ۳:۲۲، یہ لفظ اس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ اس عذاب نے اس طرح ان کو اپنے احاطہ میں لے لیا کہ ان کے لیے کوئی مفر باقی نہیں رہا ۷:۴۷

حَبَّبَ اور کَرَّهَ کے بعد 'اِلٰی' کا صلہ اس اہتمام خاص کی طرف اشارہ کر رہا ہے جو اللہ تعالیٰ نے صحابہؓ کی نگاہوں میں ایمان کو محبوب اور کفر و فسق کو مبغوض بنانے کے لیے اپنے رسول کے ذریعہ سے فرمایا ۷:۴۹۳

حبطِ عمل: کوششوں اور محنتوں کا اکارت ہو جانا۔ وہ ساری دینداریاں جو سیدنا مسیحؑ کے الفاظ میں مچھر کو چھاننے اور اونٹ کو نگلنے کے مترادف تھیں، ان کے آخرت میں نتیجہ خیز ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ۲:۵۵ شرک کے ساتھ جو عمل اللہ کے لیے بھی کیے جاتے ہیں وہ بھی سب ضائع اور لا حاصل ہو کر رہ جاتے ہیں ۶:۶۱۰

حَبْلُ اللّٰهِ: حبل کے معنی رسّی کے ہیں۔ اپنے اسی معنی سے ترقی کر کے یہ لفظ تعلق اور ربط کے مفہوم میں استعمال ہوا ہے اس لیے کہ رسّی دو چیزوں میں ربط و تعلق کا ذریعہ ہوتی ہے۔ پھر مزید ترقی کر کے یہ لفظ معاہدہ کے مفہوم میں بھی استعمال ہونے لگا اس لیے کہ رسّی جس طرح دو چیزوں کو ایک ساتھ باندھ دیتی ہے اسی طرح معاہدہ بھی دو قوموں کو ایک دوسرے سے باندھ دیتا ہے۔ معاہدہ کے مفہوم میں یہ لفظ خود قرآن میں استعمال ہوا ہے۔ آل عمران ۱۰۳ میں حبل سے مراد قرآن ہے۔ اس لیے کہ یہی ہمارے رب اور ہمارے درمیان ایک عہد و میثاق ہے۔ خدا کو مضبوطی سے پکڑنا ظاہر ہے کہ اپنے ظاہری مفہوم میں نہیں ہے اس لیے کہ خدا پکڑنے اور چھونے کی چیز نہیں ہے۔ اِس کو مضبوطی سے پکڑنے کی شکل یہی ہو سکتی ہے کہ ہم اس کتاب کو مضبوطی سے پکڑیں جو ہمارے اور اس کے درمیان واسطہ ہے۔ اعتصام بحبل اللہ جماعتی حیثیت سے مطلوب ہے ۲:۱۵۳

حِجَارَةٌ: التحریم ۶ میں وہ پتھر مراد ہیں جو اس دنیا میں شرک و کفر اور عبادت غیر اللہ کی علامت کی حیثیت سے پوجے گئے ۸:۴۷۰

حِجْر: کے معنی ممنوع کے ہیں لیکن یہ لفظ عرب جاہلیت کی ایک دینی اصطلاح ہے۔ اِس سے مراد وہ چیز ہوتی ہے جو کسی دینی رسم کے تحت ممنوع (Taboo) ہو۔ اسلامی اصطلاح اس کے لیے حرام کی ہے ۳:۱۷۲

حِجْرًا مَّحْجُوْرًا: سخت پردہ اور اوٹ۔ یہ استعاذہ کے الفاظ سے بھی ہے اور بالکل اسی شکل میں استعمال ہوتا ہے جس طرح مَعَاذَ اللّٰهِ

استعمال ہوتا ہے ۴۵۹:۵ الفران ۵۳ میں مضبوط آڑ اور محکم اوٹ کے مفہوم میں ہے ۴۷۸:۵

حَـرْث: اگرچہ کھیتی کے معنی میں آتا ہے لیکن القلم ۲۲ میں اس سے مراد وہ باغ ہی ہے جس کا ذکر اوپر سے آ رہا ہے۔ عرب میں باغوں ہی کے اندر مختلف چیزوں کی کاشت کے لیے قطعات بھی ہوتے تھے اس وجہ سے ان کو باغ (جنت) بھی کہہ سکتے تھے اور کھیتی (حرث) بھی ۵۲۳:۸

حِـذْر: کسی خطرہ اور آفت سے بچنا۔ اپنے اسی مفہوم سے ترقی کر کے یہ لفظ ان چیزوں کے لیے استعمال ہوا جو جنگ میں دشمن کے حملوں سے بچنے کے لیے استعمال ہوتی ہے مثلاً زرہ بکتر، سپر، خود وغیرہ۔ اس کا خاص استعمال تو دفاعی آلات ہی کے لیے ہے لیکن اپنے عام استعمال میں یہ ان اسلحہ پر بھی بولا جاتا ہے جو حملے کے کام آتے ہیں مثلاً تیر، تفنگ، تلوار وغیرہ ۳۴۴:۲

جب یہ لفظ اسلحہ کے ساتھ استعمال ہو (النساء ۱۰۲) تو اس سے مراد صرف وہی چیزیں ہوں گی جن کو ایک سپاہی اپنے دشمن سے بچاؤ کے لیے استعمال کرتا ہے ۳۷۰:۲

حَسَنَةٌ: النمل ۴۶ میں استغفار مراد ہے جس کا ثمرہ خدا کی رحمت ہے ۶۱۱:۵ القصص ۵۴ میں صبر و عزیمت اور عفو و درگزر ہے ۶۹۰:۵

حَـصُـور: یہ لفظ حصر سے فعول کے وزن پر ہے جس کے لغوی معنی اپنے آپ کو گھیرے رکھنے والا۔ یہیں سے اس کا استعمال اس شخص کے لیے ہوا جو لذاتِ دنیا سے منقطع اور اپنے آپ کو کامل ضبط میں رکھنے والا ہو ۸۱:۲

حَـصِـیْد: کاٹی ہوئی فصل ۴۲:۴ ہود ۱۰۰ میں ان بستیوں کے لیے استعمال ہوا ہے جو عذابِ الٰہی سے یک قلم نیست و نابود ہو گئیں ۱۶۹:۴

حِـفْـظِ فُـرُوج: عفت کی تعبیر ہے جو ضبطِ نفس کا ثمرہ ہے۔ معاشرے میں خرابی پیدا کرنے کا سب سے زیادہ زود اثر نسخہ شیطان کے ہاتھ میں یہی ہے کہ وہ اپنے پروپیگنڈے کے ذریعے سے عورتوں اور مردوں کے اندر عفت کے احساس کو مردہ کر دیتا ہے ۲۲۶:۶

حَـفِـیٌّ: اس شخص کو کہتے ہیں جو کسی شخص یا کسی چیز کی کھوج کرید، دریافت، جستجو اور اہتمام کے درپے رہے ۴۰۴:۳ جو کسی کی بڑی خبر رکھنے والا، اس کے لیے بڑا اہتمام کرنے والا اور اس پر بے نہایت کرم فرمانے والا ہو ۶۶۰:۴

حق: ایک واضح، مبرہن اور مدلّل حقیقت۔

یونس ۷۷ میں اس سے مراد موسیٰؑ اور ان کے بھائی کا فرعون اور اس کے اعیان کے سامنے نہایت کھلے ہوئے معجزات کے ساتھ یہ دعویٰ ہے کہ ہم تیرے رب کے رسول ہیں ۷۶:۴

البقرۃ ۴۲ میں 'الحق' سے مراد وہ حقائق ہیں جو تورات میں واضح کر دیے گئے تھے جن کا زیادہ تر تعلق نبی آخر الزمان ﷺ کی نشانیوں سے تھا ۱۸۴:۱

الحجر ۸ میں اس کے معنی فیصلہ کے ہیں ۳۴۸:۴

الحجر ۵۵ میں اس کے معنی امرِ واقعی اور ہو کے رہنے والی بات کے ہیں ۳۶۶:۴

النحل ۱۰۲ میں اس سے مراد وہ خالص اور بے آمیز دین ہے جو اللہ کی طرف سے یہود و نصاریٰ اور مشرکین کی تمام ملاوٹوں سے پاک و صاف ہو کر اترا ہے ۴۵۰:۴

بنی اسراءیل ۸۱ میں اس سے مراد قرآن اور وہ دین حق ہے جس کو لے کر قرآن آیا تھا ۵۳۲:۴

الانبیاء ۵۵ میں اس سے سنجیدہ اور سوچی سمجھی ہوئی بات مراد ہے ۱۵۹:۵

المومنون ۴۱ میں وہ وعدۂ حق ہے جو تکذیب کی صورت میں بشکل عذاب لازماً ظاہر ہونے والا تھا اور جس کی پیغمبر نے ان کو خبر دے دی تھی ۳۱۹:۵

الزمر ۲ میں اس کے معنی قولِ فیصل کے ہیں ۵۶۲:۶

الاحقاف ۳۰ میں اس سے مراد عقیدۂ توحید ہے۔ لفظ حق اس عقیدہ کے رسوخ و استحکام اور اس کے مطابق حقیقت و موافق عقل و فطرت

ہونے کی طرف اشارہ کر رہا ہے ۷:۳۷۹

قٓ ۱۹ میں اس سے مراد قیامت ہے ۷:۵۴۸

الحدید ۱۶ میں اس سے وہ کلیات مراد ہیں جو قرآن نے از سرِ نو باطل سے الگ کر کے اجاگر کیے ۸:۲۱۶ مزید دیکھیں ۱:۲۴۸، ۱:۴۱۸

حَـقَّ جِهـادِهٖ: الحج ۷۸ میں یہ تنبیہ ہے کہ یہ جدوجہد نیم دلی اور کمزوری کے ساتھ مطلوب نہیں ہے بلکہ اس کے لیے جی جان کی بازی لگا دی جائے ۵:۲۸۸

حُـقَّ لَـهٗ: اس کے لیے واجب ہے کہ وہ ایسا کرے۔ اس کے لیے یہی زیبا ہے کہ وہ یہ کام کرے ۹:۲۷۱

حَقِيقٌ: حَقَّ اور حُقَّ سے فعیل کا وزن ہے اور معنی میں مفعول کے آتا ہے۔ اس کے معنی لائق، اہل اور سزاوار کے ہیں۔ اگر اس کے ساتھ 'علیٰ' آئے تو اس کے اصل مفہوم کے اندر 'حریص' کا اضافہ ہو جاتا ہے۔ اس وضاحت کی روشنی میں الاعراف ۱۰۵ کا ترجمہ ہوگا: ''میں اہل اور حریص ہوں اس بات کا کہ خدا پر نہ لگاؤں مگر وہی بات جو حق ہے'' ۳:۳۴۰

حَقَّهٗ: الروم ۳۸ میں اس لفظ سے یہ بات نکلتی ہے کہ جس کو اللہ تعالیٰ رزق کی کشادگی عطا فرماتا ہے اس کے مال میں درحقیقت دوسروں کے حقوق بھی ہوتے ہیں جو اس کی امانت میں ہوتے ہیں، اسی وجہ سے یہ اس کا فرض ہے کہ وہ ان حقوق کو ادا کرے۔ اگر اس نے اس میں کوتاہی کی تو وہ حقوق کو غصب کرنے والا ٹھہرے گا ۶:۹۸

حُـکم: اس سے مراد حق و باطل میں امتیاز کی قوت و صلاحیت ہے۔ یہی قوت و صلاحیت تمام علم و حکمت کی بنیاد ہے ۴:۳۹۳

'حـکم' سے مراد صحیح فہم اور صحیح فہم کی روشنی میں معاملات کا فیصلہ کرنا ہے۔ یہی چیز جب پختہ ہو کر ایک ملکۂ راسخہ کی حیثیت اختیار کر لیتی ہے تو اس کو حکمت کہتے ہیں۔ حکم اور حکمت کتاب الٰہی کے لوازم میں سے ہے۔ اس لیے کہ کتابِ الٰہی کا اصل مقصد ہی زندگی کے معاملات میں راہنمائی دینا ہے عام اس سے کہ زندگی انفرادی ہو یا اجتماعی اور عام اس سے کہ پیش آمدہ صورتِ معاملہ صریحاً کتاب میں بیان ہوئی ہو یا اجتہاد و

استنباطاً اس کا حکم نکالنا پڑے ۳:۱۰۲

الجاثیۃ ۱۶ میں قرینہ دلیل ہے کہ وہ حکومت مراد ہے جو بنی اسرائیل کو داؤدؑ اور سلیمانؑ کے دور میں حاصل ہوئی اور ایک طویل مدت تک قائم رہی ۷:۳۱۵

یہ قرآن میں تین مختلف پہلوؤں سے استعمال ہوا ہے، بعض جگہ مجرد فیصلہ کے معنی میں، بعض مقامات میں قوتِ فیصلہ اور بصیرت کے مفہوم میں اور بعض آیات میں امر و حکم کے معنی میں ۲:۱۲۹ 'حکم' سے مراد قوتِ فیصلہ بھی ہے اور حکومت بھی ۴:۲۰۲

حُكماً عَرَبِيًّا: قرآن کی حیثیت واضح فرمائی ہے کہ یہ 'حکم' ہے یعنی ایک فیصلہ ناطق اور فرمان واجب الاذعان اور عربی میں ہے اس لیے ان تمام لوگوں پر جن کی زبان عربی ہے یہ احسان بھی ہے اور اتمامِ حجت بھی ۴:۲۹۷

حِكْمَت: النحل ۱۲۵ میں دلائل و براہین مراد ہیں ۴:۴۶۳

حَلْف: بالعموم اچھے معنوں میں نہیں آتا۔ جن لوگوں کے پاس کردار کی حجت نہیں ہوتی وہ اپنے آپ کو معتبر ثابت کرنے کے لیے اکثر جھوٹی قسموں کا سہارا لیتے ہیں ۳:۵۸۹

حـمـد: ہر قسم کی خوبیوں اور کمالات کے اعتراف میں جذبۂ شکر ۱:۵۶، ۵۸

حَـمِيـد: تمام جود و کرم کا منبع، اس وجہ سے وہی حقدار ہے کہ اس کی حمد کی جائے اور اس سے امیدیں باندھی جائیں ۴:۳۰۸

حَنِيف: حنیف کے اصل معنی مائل ہونا اور جھکنا۔ حنیف اس شخص کو کہتے ہیں جو ہر طرف سے کٹ کر پوری یکسوئی کے ساتھ خدا کا ہو رہے۔ حضرت ابراہیمؑ کے لیے حنیف کی صفت قرآن مجید نے بار بار استعمال کی ہے ۱:۳۴۷

حـواری: خیرخواہ، حامی، ناصر اور مددگار۔ حضرت عیسیٰؑ کے خاص شاگرد جو آپ پر ایمان لائے، ہر قسم کے نرم و گرم حالات میں آپ کے

ساتھ رہے۔ آپ نے پوری شفقت اور دل سوزی سے شب و روز جن کی تعلیم و تربیت کی اور جو بالآخر آپ کے داعی، نقیب اور آپ کے پیغام بر بن کر بنی اسرائیل کی ایک ایک بستی میں پہنچے ۲:۹۸

حیـات: مادی زندگی سے لے کر نیند سے بیداری اور ایمانی و اخلاقی زندگی تک سب کے لیے استعمال ہوتا ہے ۱:۵۶۳

حَسِیْـب: الاحزاب ۳۹ میں 'حَسِیْب' کی تفسیر ابن کثیر اور کشاف نے 'ناصر' اور 'معین' کی ہے یعنی اللہ تمام خطرات سے حفاظت کے لیے کافی ہے۔ اگر یہ تاویل قبول کر لی جائے تو نظمِ کلام بالکل واضح ہے اور اگر 'حسیب' کے معنی حساب کرنے والے کے کیے جائیں، جیسا کہ معروف ہے تو یہ ٹکڑا تنبیہ کے مفہوم میں ہوگا کہ اگر اللہ کے پیغام کی تبلیغ میں دوسروں کے خوف یا لحاظ کے سبب سے ادنیٰ کوتاہی بھی ہوئی تو یاد رہے کہ اللہ محاسبہ کے لیے کافی ہے ۶:۲۳۷

خَـاتَم اور خاتِم: دونوں لفظ ہم معنی۔ قوم کا آخری فرد، کسی شے کا انجام، خط کے آخر کی مہر، یہ سب چیزیں اس کے مفہوم میں داخل ہیں ۶:۲۳۹

خبـت: پست اور نشیبی زمین۔ اسی سے اخبات ہے، جس کے معنی فروتنی اور تذلل و تواضع کے اظہار کے ہیں ۵:۲۴۸ دیکھیں اخبات

خَبِیْث و طَیِّب: یہ الفاظ جس طرح ان اشیا اور ذوات کے لیے استعمال ہوتے ہیں جو اخلاقی و شرعی نقطہ نظر سے خبیث یا طیب ہوتی ہیں اسی طرح ان اشیا کے لیے بھی اِن کا استعمال عربی میں معروف ہے جو مادی اعتبار سے ناقص یا عمدہ ہوتی ہیں ۲:۲۵۱

خَتَّـار: خَتر سے مبالغہ ہے۔ بدترین قسم کی بے وفائی و عہد شکنی کرنے والا ۶:۱۴۴

خَتَـم: کسی چیز کے منہ کو اس طرح بند کر دینا کہ نہ اس میں کوئی چیز داخل ہو سکے نہ نکل سکے ۱:۱۱۰

ختـم قلـوب: کوئی فرد یا کوئی گروہ جب حق کو حق سمجھتے ہوئے، اپنے دل کی گواہی کے بالکل خلاف محض ضد، نفسانیت اور ہٹ دھرمی کے سبب سے اس کی مخالفت کرتا ہے اور اس مخالفت پر جم جاتا ہے تب اس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ اس کے دل پر مہر لگ جاتی ہے اور وہ صحیح طور پر سوچنے سمجھنے کی صلاحیت سے محروم ہو جایا کرتا ہے ۱:۱۱۲

ختمِ قلوب کی حقیقت اور اس کے بارے میں قانونِ الٰہی ۱:۱۱۰ تا ۱۱۵ ایک جامع مضمون

خـدع: کسی شخص کے اللہ تعالیٰ کو دھوکا دینے کے ارادے کے لیے 'خدع' کا لفظ استعمال ہوا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کو تو وہ دھوکا دے نہیں سکتا لیکن اپنے آپ کو وہ ضرور دھوکے میں ڈالتا ہے ۱:۱۱۹ دیکھیے مخادعت

خَسَأ: کتے کو دھتکارنے کے لیے آتا ہے۔ المومنون ۱۰۰ کا مطلب یہ ہے کہ ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کی اس التجا کا یہ جواب ملے گا کہ چلو دفع ہو! اسی میں پڑے رہو اور اب مجھ سے کوئی بات نہ کرو ۵:۳۴۸

خُشُبٌ مُّسَنَّدَةٌ: یہ ان کے باطن پر عکس ڈالا گیا ہے کہ ہر چند ان کے جسم اور ان کی شکلیں دل کش ہیں لیکن ان کے جسموں کے اندر جو دل ہیں وہ مردہ ہیں۔ اس روحانی اور قلبی موت کے سبب سے تمھاری مجلس میں ان کی مثال بالکل ایسی ہوتی ہے کہ گویا لکڑی کے کھوکھلے کندے ہوں جنھیں لباس پہنا کر دیواروں سے ٹیک لگا دی گئی ہو ۸:۴۰۰

خشـوع: اصل حقیقت پستی، فروتنی اور عجز و تذلل ہے۔ خدا سے ڈرنا، غرور و سرکشی سے پاک ہونا، خدا کے حضور جواب دہی کے تصور سے ہر وقت اندیشہ ناک رہنا اس کے مفہوم میں شامل ہے ۱:۱۹۲

یہ چیز خدا کی ہیبت اور اس کی عظمت و جلال کے صحیح تصور سے پیدا ہوتی ہے یہ صفت آدمی کو اس کے رب کے آگے بھی جھکاتی ہے اور خلق کے لیے بھی اس کو مہربان و حلیم بناتی ہے۔ یہ استکبار کا ضد ہے جو تمام انفرادی و اجتماعی برائیوں کی خواہ ان کا تعلق حقوق اللہ سے ہو یا حقوق العباد سے، جڑ ہے ۶:۲۲۵

خشیت اور تقویٰ: النور ۵۲ میں دونوں لفظ ایک ساتھ استعمال ہوئے ہیں۔ خشیۃ یہاں دل کی حالت کی تعبیر کے لیے ہے اور 'تقویٰ' سے مراد حدودِ الٰہی کی پاسداری ہے یعنی ایک کا تعلق باطن سے ہے، دوسرے کا تعلق ظاہر سے ۵:۴۲۴

خشیت بالغیب: جن کے اندر یہ علم راسخ ہوتا ہے کہ آسمان و زمین میں جو کچھ ہے سب کو خدا جانتا ہے وہی ہیں جو غیب میں رہتے اور خدا سے ڈرتے ہیں اور یہی غیب میں رہتے خدا سے ڈرنا تمام خشیت و تقویٰ اور سارے اسلام و ایمان کی روح ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے علم کو فعلاً بھی بیان کیا ہے اور صفتاً بھی اس لیے کہ خدا کا علم ماضی، حاضر، مستقبل، ظاہر، باطن، غائب، موجود، مضمر سب پر محیط ہے اور انسان کا خدا کے علم سے متعلق یہی عقیدہ ہے جو اس کے اندر خشیت بالغیب پیدا کرتا ہے ۲:۵۹۸

خِصَامٌ: الزخرف ۱۸ میں مبارزت اور مفاخرت دونوں معنوں پر مشتمل ہے اور عرب جاہلیت ان دونوں ہی چیزوں کے رسیا تھے ۷:۲۱۶

خضد: کسی کانٹوں والی چیز کے کانٹوں کو کاٹ دینے کے لیے آتا ہے۔ 'مَخْضُوْدٍ' 'سِدرٍ' کے ساتھ صفت اِس حقیقت کے اظہار کے لیے ہے کہ یہ بیری دنیا کی بیریوں کی طرح آزار پہنچانے والی نہیں ہوگی، یہ بے خار اور بالکل بے آزار ہوں گی ۸:۱۶۶

خطا اور نسیان: نسیان تو یہ ہے کہ آدمی سمع وطاعت کی ذمہ داری ادا کرتے ہوئے کوئی چیز بھول جائے اور خطا یہ ہے کہ اپنی ناسمجھی سے کسی کام کو غلط طور پر کر بیٹھے۔ اگرچہ یہ چیزیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے معاف ہیں لیکن معاف شدہ چیزوں کی معافی کی درخواست بندے کی طرف سے غایت درجہ خشیت کا اظہار ہے جس سے اللہ تعالیٰ کی رحمت و عنایت کے مزید دروازے کھلتے ہیں ۱:۶۵۱

خِفَاف: خفیف کی جمع ہے۔ التوبۃ ۴۱ میں اس شخص کے لیے استعمال ہوا ہے جس کے پاس عسرت کے سبب سے زیادہ سروسامان جنگ اور زادِ سفر نہ ہو ۳:۵۷۷

خِلَاف: قرآن میں دو معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ ایک بے ترتیب کے معنی میں، دوسرے بعد اور پیچھے کے معنی میں۔ التوبۃ ۸۱ میں دوسرے معنی میں ہے ۳:۶۱۷

خِلْفَۃً: وہی مفہوم ہے جو قرآن مجید کے دوسرے مقامات میں 'اختلاف الیل والنہار' کے الفاظ سے تعبیر ہوا ہے یعنی رات اور دن کی ایک دوسرے کے پیچھے گردش ۵:۴۸۳

خَلْق: یٰسٓ ۶۸ میں 'خِلقت' کے مفہوم میں ہے ۶:۴۳۶، یٰسٓ ۷۹ میں مخلوق کے معنی میں ہے ۶:۴۴۴

خَلَقَ: صحیح لغوی مفہوم کسی چیز کا خاکہ (Design) بنانا ہے۔ یہ لفظ قرآن میں تنہا بھی استعمال ہوا ہے اور بعض جگہ اپنے دوسرے لوازم و متعلقات مثلاً برء، تسویہ، ترکیب اور تصویر کے ساتھ بھی استعمال ہوا ہے۔ جہاں یہ تنہا استعمال ہوا ہے وہاں یہ اپنے تمام لوازم و متعلقات پر مشتمل ہے لیکن جہاں اپنے دوسرے متعلقات کے ساتھ آیا ہے جیسے الاعراف ۱۱ میں خَلَقْنٰکُمْ کے بعد صَوَّرْنٰکُمْ بھی ہے تو ایسے مواقع میں یہ اپنے اصل لغوی مفہوم ہی میں استعمال ہوا ہے ۳:۲۳۰، ۹:۳۱۳

خَلِیْفَۃ: اللہ تعالیٰ کی اطاعت و وفاداری کے امتحان کی خاطر اختیار و اقتدار کا مالک نائب ۱:۱۵۸

خَمْرٍ لَذَّۃٍ: اس کی صفت 'لذت' میں مبالغہ کا مفہوم پایا جاتا ہے جس طرح زیدٌ عدلٌ میں مبالغہ کا مفہوم ہے یعنی وہ یکسر لذت ہی لذت ہو گی۔ پینے والے اس سے نہ کسی قسم کی تلخی، ناگواری یا خمار کا احساس کریں گے نہ وہ بدمستی اور گناہ کی محرک ہوگی ۷:۴۰۵

خَنَّاس: دبک رہنے والے، اس سے مقصود شیطان کے کردار کے اس پہلو کو سامنے لانا ہے کہ وہ اللہ کے بندوں کو ورغلانے کے لیے تو نمودار ہوتا ہے لیکن جب کوئی شخص اس کے چکما میں آکر گناہ کر بیٹھتا ہے تو وہ اس کے نتائج کی ذمہ داری سے اپنے آپ کو بالکل بری قرار دے کر اس کو چھوڑ بیٹھتا ہے ۹:۶۷۵

خُنَّسٌ: جمع ہے خَانِسٌ کی۔ اس کے معنی آگے بڑھ کر پیچھے پلٹ جانے والے، ظاہر ہو کر غائب ہو جانے والے اور نمایاں ہو کر روپوش ہو جانے والے کے ہیں۔ یہ لفظ ستاروں کی صفت کے طور پر آتا ہے ۹:۲۲۵

خِنْثِ الْعَظِیْم: خِنث کے معنی گناہ کے ہیں۔ اس کی صفت یہاں عظیم آئی ہے جس سے یہ اشارہ نکلتا ہے کہ اس سے مراد شرک ہے ۸:۱۷۰

خَوَالِف: عورتوں کو کہتے ہیں۔ اس لیے کہ مرد جنگ و جہاد اور

دوسرے مردانہ کاموں کے لیے گھر سے باہر نکلتے ہیں اور یہ بچوں اور گھروں کی دیکھ بھال کے لیے گھروں میں بیٹھتی ہیں ۳:۱۲۱

خَوَّان کَفُوْر: خوان کے معنی خائن، غدار اور عہد شکن کے ہیں اس کے ساتھ کفور کی صفت ان کی ناسپاسی و ناشکری کے بیان کے لیے ہے ۵:۲۵۴

خَـــوض: کسی چیز میں گھس جانا۔ اس سے 'خوض فی الحدیث' کا محاورہ نکلا ہے، جس کے معنی ہیں بات میں سے بات نکالنا، بال کی کھال ادھیڑنا، کسی بات میں اعتراض، نکتہ چینی اور کٹ حجتی کے نت نئے پہلو پیدا کرنے کی کوشش کرنا۔ قرآن میں یہ لفظ کئی جگہ استعمال ہوا ہے اور ہر جگہ اسی طرح کی سخن گستری کے لیے استعمال ہوا ہے جس کا مقصد کسی بات کو ہنسی دل لگی اور مذاق میں اڑا دینا ہو ۳:۶۷

عام طور پر یہ محاورہ کسی باطل کی حمایت اور حق کی مخالفت میں سخن سازی اور دلیل بازی کے لیے آتا ہے ۸:۲۲

خَــوف: اصل معنی گمان کرنا، خیال کرنا، توقع کرنا، اندیشہ کرنا۔ پھر یہیں سے یہ ڈرنے کے معنی کے لیے استعمال ہونے لگا ۱:۴۴۰، الروم ۲۸ میں لحاظ کرنے کے مفہوم میں ہے ۶:۸۹

خوف سے کسی علاقہ کی وہ حالت مراد ہے جو امن و امان کے فقدان اور جان و مال کے عدم تحفظ سے رونما ہوتی ہے ۹:۵۷۵

خَیــر: اس کے اصل معنی مطلوب و مرغوب شے کے ہیں۔ اس وجہ سے علم، عقل، حکمت، عدل، نیکی اور بھلائی سب کے لیے اس کا استعمال ہے۔ پھر یہیں سے یہ مال کے لیے بھی استعمال ہونے لگا اس لیے کہ مال بھی ایک مرغوب و مطلوب شے ہے۔ ۱:۴۳۹

خَیــر اور اَحسَــن الفرقان ۲۴ میں تقابل کے مفہوم میں نہیں بلکہ یہ خوب ترین اور بہترین کے مفہوم میں ہیں ۵:۴۶۰

دآبّة: اس کا معروف استعمال تو زمین پر چلنے پھرنے والے جانوروں ہی کے لیے ہے بلکہ زیادہ نمایاں طور پر ان جانوروں کے لیے جو سواری یا بار برداری کے کام آتے ہیں۔ اس کے اس معنی کے لحاظ سے پرندے اس کے مفہوم سے خارج ہیں۔

دوسرے وسیع مفہوم کے تحت سارے ہی جاندار آ جاتے ہیں، عام اس سے کہ وہ چرند ہیں یا پرند بلکہ اس صورت میں یہ بنی نوع انسان کو بھی اپنے اندر سمیٹ لیتا ہے ۱:۳۹۷

سبا ۱۴ میں اس سے مراد دیمک ہے ۶:۳۰۶

دَارَالمُقَامَة: ہمیشہ یعنی ایک ہی انداز، ایک ہی راہ اور ایک ہی مدار و مستقر پر سیکنڈ اور منٹ کی پابندی کے ساتھ، اپنی مفوضہ خدمت کی انجام دہی میں مصروف ہیں ۴:۳۳۰

دَرَس: اصل معنی گھسنے اور مٹانے کے ہیں۔ آدمی جب کسی چیز کو کثرت سے بار بار پڑھتا ہے بالخصوص جب اس پر انگلی رکھ کر ایک ایک حرف کو متعین کرتے ہوئے پڑھتا ہے جیسا کہ مذہبی صحیفوں کی تلاوت کے لیے رواج ہے تو بالعموم وہ نسخے گھس جاتے ہیں۔ اس وجہ سے لفظ 'درس' کسی کتاب کو اچھی طرح بار بار کرات و مرات پڑھنے کے لیے استعمال ہونے لگا ۳:۱۳۳

اَلدَّرکِ الْاَسفَل: 'درک' کے معنی اقصیٰ قعرِ اشیی یعنی کسی شے کا سب سے نچلا حصہ ۲:۴۱۲

دَرَءٌ: کے معنی رَفع کرنے اور پھینکنے کے ہیں اسی سے تدارأتم ہے جو ادغام کے قاعدے سے اِدّارءتُم ہو گیا ہے۔ اس کے معنی آپس میں ایک دوسرے پر الزام لگانے کے ہیں ۱:۲۴۸

دَسّٰھَــا: دَسَــسّ مادہ سے ہے، جس کے معنی کسی چیز کو خاک میں ڈھانک دینے اور مٹی میں ملا دینے کے ہیں۔ یہی لفظ بدل کر 'دسّھا' ہو گیا ہے اور اس تبدیلی سے اس کے اندر مبالغہ کا مفہوم پیدا ہو گیا ہے یعنی اس کو بالکل خاک میں ملا دیا ۹:۳۸۸

دُوْنَ: اپنے استعمالات کے لحاظ سے ورے اور پرے، نیچے اور اوپر، آگے اور پیچھے دونوں معنوں میں آتا ہے ۲:۳۸۶

دِھَــانٌ: لوگوں نے تیل کے تلچھٹ کے معنی بھی لیے ہیں لیکن یہ لفظ کھال کے معنی میں بھی معروف ہے۔ سرخی کی تشبیہ کے لیے کھال زیادہ موزوں ہے ۸:۱۴۱

دین: ۱۔ مذہب و شریعت

۲۔ قانونِ ملکی

۳۔ اطاعت

۴۔ نیک اعمال کا صلہ اور برے کاموں کی سزا (جزا وسزا)

۱:۵۷

النحل ۵۲ اور الزمر ۲ میں اس کے معنی اطاعت کے ہیں ۴:۴۱۷، ۶:۵۶۲

النور ۲۵ میں بدلہ اور جزا کے معنی میں ہے ۵:۳۸۹

الماعون ۱ میں جزا وسزا کے معنی میں ہے ۹:۵۸۲

ذَاتِ الْحُبُکِ: ... یہ لفظ دھاریوں، شکنوں، لہروں اور خطوط کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ الذّٰریٰت ۷ میں یہ قسم سرما کے سرخ دھاریوں والے بادلوں کی ہے جو شمال کی بادِ تند کے ساتھ نمایاں ہوتے ہیں اور جن کو پچھلی معذب قوموں کی تباہی میں بڑا دخل رہا ہے۔ گویا ہواؤں کی قسم کے بعد یہ بادلوں کی قسم اسی قسم کی تکمیل ہے اس لیے کہ یہ ہواؤں اور بادلوں میں لازم وملزوم کا رشتہ ہے۔ اس قسم کے اضافے سے ہواؤں کی ہلاکت انگیزی کے پہلو کی طرف خاص طور پر اشارہ مقصود ہے ۷:۵۸۲

ذَاتَ لَهَبٍ: لَهَبٌ کے معنی شعلہ کے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے وہ سرخ و سپید شعلہ رُو تھا، اس وجہ سے اس نے یا تو خود یہ کیفیت اختیار کی یا اس کے خوشامدیوں نے اس سے اس کو پکارا اور یہ اتنی مشہور ہوئی کہ اس کا اصل نام غائب ہو گیا ۹:۶۳۶

ذٰلِکَ: ایک جملہ کا قائم مقام ہے۔ اس کا واضح مطلب یہ ہوگا کہ یہ کام جو تمھارے کرنے کا ہے۔ یا یہ کام ہے جس کے لیے کمر ہمت باندھو یا یہ کام ہے جس کے لیے تمھیں ہدایت کی جاتی ہے ۷:۳۹۸

جو چیز مخاطب کے علم میں ہے یا جس کا ذکر گفتگو میں ہو چکا ہے، اس کے لیے ذٰلِکَ مستعمل ہوگا ۱:۸۵ دیکھیے ھٰذا

الحج ۳۰، ۳۲، ۶۰ میں جب اس طرح آتا ہے تو یہ پورے جملہ کا قائم مقام ہوتا ہے یعنی یہ باتیں ہیں جو بیت اللہ اور اس کے حج ومناسک سے متعلق ابراہیمؑ کو بتائی گئی تھیں، ان کو اچھی طرح سن اور سمجھ لو۔ یہ گویا تنبیہ کا کلمہ ہے ۵:۲۴۵

ذُرِّیَّةٌ: صرف قلتِ تعداد کو ظاہر نہیں کرتا، بلکہ اس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ موسیٰؑ پر ابتدائی ایمان لانے والے ان کی قوم کے اندر سے صرف تھوڑے سے نوجوان تھے ۴:۷۹

ذِکر: قرآن کے ذکر ہونے کا مفہوم: یہ ان تمام حقائق کی بھی یاد دہانی کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے انسانی فطرت کے اندر ودیعت فرمائے ہیں، اس پوری تاریخ ہدایت کی بھی یاد دہانی کرتا ہے جو حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت محمد ﷺ تک پھیلی ہوئی ہے اور ان تمام نتائج وعواقب کی بھی یاد دہانی کرتا ہے جو دنیا اور آخرت دونوں میں پیش آ کے رہیں گے اگر اللہ کے رسول کی تکذیب کی گئی ... ۶:۴۴۱

القمر ۱۷ میں وسیع معنوں میں استعمال ہوا ہے یعنی تعلیم، تذکیر، آگاہی، تنبیہ، نصیحت، موعظت، حصولِ عبرت اور اتمامِ حجت سب اس کے مفہوم میں شامل ہیں ان تمام مفہوموں میں یہ لفظ قرآن میں بھی آیا ہے ۸:۱۰۰

ذکر سے مراد ذکرِ عبادت اور ذکرِ دعوت دونوں ہی ہے۔ نبی کا ہر کام ذکر الٰہی ہوتا ہے ... ۵:۵۲

ذِکْرُ اللّٰهِ: تمام صفات کا منبع اور ان کا محافظ ہے۔ بندہ جتنا ہی زیادہ اپنے رب کو یاد رکھتا ہے اتنی ہی یہ صفات اس کے اندر راسخ و پختہ ہوتی ہیں۔ سارے دین کی محافظ درحقیقت اللہ کی یاد ہی ہے اور نماز اللہ کے ذکر ہی کا دوسرا نام ہے۔ چنانچہ قرآن میں جگہ جگہ نماز کا ذکر تمام دین و اخلاق کے محافظ کی حیثیت سے آیا ہے ۶:۲۲۶

الرعد ۲۸ میں اس سے مراد اللہ تعالیٰ کی صفات، اور اس کے دلائل و حجج کا وہ بیان ہے جو قرآن میں موجود ہے ۴:۲۹۰

الحدید ۱۶ میں اس سے مراد وہ تنبیہات ہیں جو ان خطرات ومہالک سے آگاہ کرنے کے لیے نازل ہوئی ہیں ۸:۲۱۶

ذِکْرٰی: اس سے دو حقیقتوں کی طرف اشارہ ہو رہا ہے۔ ایک تو اس حقیقت کی طرف کہ قرآن جو کچھ پیش کر رہا ہے وہ کوئی اوپری اور انوکھی

بات نہیں ہے بلکہ انھی حقائق کی یاد دہانی ہے جو انسانی فطرت کے اندر ودیعت ہیں لیکن لوگوں نے ان کو اپنی خواہشات و بدعات کے نیچے دبا دیا ہے۔ دوسرے اس حقیقت کی طرف کہ یہ اس ہدایت الٰہی کی یاد دہانی کر رہا ہے جس کو نوحؑ، ابراہیمؑ اور تمام انبیاء لے کر آئے لیکن ان کے ساتھ نسبت کے مدعیوں نے اس ہدایت الٰہی کی جگہ مختلف ناموں سے مختلف ضلالتیں ایجاد کر لیں اور انھی ضلالتوں کو اپنے بزرگوں کا دین سمجھ بیٹھے ۳:۱۰۴

قٓ ۸ میں اس سے مراد غفلت کے حجاب کو دور کرنا ہے ۷:۵۳۹

ذِلّت اور خِزی کے الفاظ اپنے عام استعمال میں ایک دوسرے کے مفہوم میں بھی آتے ہیں لیکن جب یہ دونوں ایک ساتھ آئیں تو اس صورت میں 'ذلت' سے مراد وہ ذلت ہوتی ہے جس کا احساس ایک ذلیل ہونے والا خود اپنے باطن میں کرتا ہے اور 'خزی' سے وہ رسوائی مراد ہوتی ہے جو دوسروں کے سامنے اس کو ہوتی ہے ۵:۱۱۲

ذُلُل: ذلول کی جمع ہے جس کے اصل معنی مطیع و منقاد کے ہیں۔ النحل ۶۹ میں یہ 'سبل' کی صفت ہے، اس وجہ سے اس کے معنی ہموار، سیدھے اور پٹے ہوئے راستوں کے ہوں گے ۴:۴۲۸

ذَنُوب: بھرا ہوا ڈول، خالی ڈول کے لیے یہ لفظ نہیں آتا۔ اسی مفہوم سے ترقی کر کے یہ لفظ حصہ اور نصیب کے معنوں میں بھی استعمال ہونے لگا ۷:۶۳۳

ذُو الْاَوْتَادِ کا لفظی ترجمہ ہوگا 'میخوں والا' لیکن عربی میں میخوں سے خیموں کو تعبیر کرتے ہیں اور پھر خیموں سے بطریق کنایہ فوجیں مراد لیتے ہیں۔ صٓ ۱۲ میں اس سے فرعون کی کثیر فوجوں کی طرف اشارہ ہے جو خیموں میں رہتی تھیں ۶:۵۱۶

ذُوْ مِرَّۃٍ: یعنی وہ اپنی عقل اور اپنے کردار میں نہایت محکم ہے۔ یہ لفظ اخلاقی و عقلی برتری کے لیے آتا ہے ۸:۵۴

ذِی الْمَعَارِجِ: معارج کے معنی زینوں اور سیڑھیوں کے ہیں یعنی اللہ تعالیٰ وراء الوراء اور وراء الوراء ہے۔ اس تک رسائی کے لیے دوسروں کا تو کیا ذکر ملائکہ اور جبریلؑ تک کا یہ حال ہے کہ اس راہ کے مراحل طے کرنے کے لیے انھیں پچاس ہزار سال کے برابر کا دن لگتا ہے ۸:۵۶۶

رَاسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ: وہ علماء ہیں جن کے قدم علم شریعت میں خوب جمے ہوئے، جو عقیدہ اور عمل ہر چیز میں راسخ اور کردار و اخلاق ہر پہلو سے جادۂ مستقیم پر استوار ہوں ۲:۴۲۴

رٰسِیٰت: پہاڑوں کی صفت کے لیے آتا ہے۔ سبا ۱۳ میں یہ ان بڑی بڑی دیگوں کے لیے آیا ہے جو اتنی بھاری بھرکم ہوتیں کہ آسانی سے ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل نہیں کی جا سکتی تھیں ۶:۳۰۴

رَاعِنَا: مراعات سے امر کا صیغہ ۱:۲۹۴ لفظی معنی ہیں، ذرا ہماری رعایت فرمائیے۔ اِس لفظ کا اچھا محلِ استعمال یہ ہے کہ اگر مخاطب نے متکلم کی بات اچھی طرح سنی یا سمجھی نہ ہو یا بات ایسی لطیف اور حکیمانہ ہو کہ خود متکلم کی زبان سے اس کو مکرر سننا چاہے تو اس کو دوبارہ متوجہ کرنے کے لیے جس طرح ہمارے ہاں کہتے ہیں، پھر ارشاد ہو، پھر فرمائیے، اسی طرح عربی میں 'راعنا' کہتے ہیں۔ یہ لفظ سامع کے ذوق و شوق اور اس کی رغبتِ علم کی دلیل ہے لیکن یہودی اس کو زبان کے توڑ مروڑ کے ذریعے سے اس کو بھی طنز کے قالب میں ڈھال لیتے تھے۔ قرآن نے یہود کی اس شرارت کی وجہ سے اس کی جگہ 'انظرنا' کے استعمال کی ہدایت فرمائی ۲:۳۱۰

رَافِعُکَ اِلَیَّ: اِس کے معنی مجرد رفعِ درجات لینا صحیح نہیں ہے۔ اس صورت میں 'اِلَیَّ' کا لفظ بالکل بے ضرورت ہو کر رہ جاتا ہے اور قرآن میں کوئی لفظ بھی بے ضرورت استعمال نہیں ہوا ہے۔ 'رَافِعُکَ اِلَیَّ' کے معنی یہ ہوں گے کہ میں تم کو عزت و اکرام کے ساتھ اپنی جانب اٹھا لینے والا ہوں ۲:۱۰۳

رَبّ: کائنات کا خالق، مالک اور پرورش کرنے والا ۱:۵۶

یوسف ۲۳ میں اپنے عام لغوی مفہوم یعنی آقا اور مالک کے معنی میں ہے ۴:۲۰۵

ربُّ الْمَشَارِقِ میں 'مشارق'، جمع اپنے اطراف کی وسعت کے اعتبار سے ہے۔ جمع بعض مرتبہ کسی شے کی وسعت اور اس کے طول کو ظاہر کرنے کے لیے بھی آتی ہے قرآن میں 'مشارق' اور 'مغارب' کے

الفاظ اسی اعتبار سے آئے ہیں۔ اسی طرح جہاں مقصود کسی شے کے دونوں کناروں کی طرف اشارہ کرنا ہو وہاں اس کو بعض اوقات ثنیٰ کی شکل میں لاتے ہیں چنانچہ قرآن میں 'مشرقین' اور 'مغربین' بھی استعمال ہوتے ہیں ۶:۴۵۳

رَبوا: رَبـا یَربُو رَباءً بمعنی بڑھنا اور زیادہ ہونا۔ اِسی سے 'ربو' ہے جس سے مراد وہ معین اضافہ ہوتا ہے جو ایک قرض دینے والا مجرد مہلت کے عوض اپنے مقروض سے اپنی اصلی رقم پر وصول کرتا ہے ۱:۶۳۰

اس مال کو بھی کہتے ہیں جو کسی کو سودی قرض کے طور پر دیا جائے اور اس سود کو بھی کہتے ہیں جو کسی قرض پر حاصل کیا جائے ۶:۹۹

رَبّـانِی: خدا پرست اور اللہ والا۔ 'رِبِّی' کا لفظ تورات اور انجیل میں بہت آیا ہے۔ صورت ذرا دونوں کی مختلف ہے لیکن معناً کوئی فرق معلوم نہیں ہوتا ۲:۱۲۹

رَبَـطَ اللّٰہُ علیٰ قلبہٖ: خدا نے اس کے دل کو قوت و عزیمت دے دی ۴:۵۶۹

رَبُّنَا یَعْلَمُ: قسم کے مفہوم میں آتا ہے ۶:۴۱۴

رِجَـال: یوں تو اپنے عام مفہوم میں بھی استعمال ہوتا ہے لیکن عربیت کا ذوق رکھنے والے جانتے ہیں کہ اس سے بالعموم نمایاں اور ممتاز اشخاص مراد ہیں ۳:۲۶۶

جب اس طرح استعمال ہوتا ہے تو وہ تفخیم شان پر دلیل ہوتا ہے۔ اس وجہ سے اس کا ترجمہ 'مردانِ حق' یا 'مردانِ کار' لفظ کی روح کے مطابق ہو گا ۶:۲۱۰

راجل کی جمع ہے جس کی معنی پیادہ چلنے والوں کے ہیں، الحج ۲۷، ۵:۲۴۲

رِجْـز اور رِجْــس: دونوں ایک ہی لفظ کی دو شکلیں، اصل مفہوم اضطراب اور ارتعاش ہے، یہیں سے یہ گندگی، نجاست اور عذاب کے لیے استعمال ہوئے ۱:۲۲۱

یوں تو اِس سے ہر قسم کی گندگی مراد ہو سکتی ہے لیکن یہاں یہ خاص طور پر شرک کی گندگی کے لیے آیا ہے ۹:۴۵

الاعراف ۷۱ میں کفر و شرک اور اعمال و عقائد کی گندگی و ناپاکی ہے۔ رِجْسٌ اور غَضَبٌ میں لازم و ملزوم کا رشتہ ہے۔ رجس کا اتنا بڑا انبار جمع کر لینے کے بعد اب خدا کے صاعقہ عذاب کو دور نہ سمجھو ۳:۲۹۹

الاحزاب ۳۳ میں 'بیگمات' کے سامانِ زینت پر تعریض ہے کہ یہ زینت نہیں بلکہ گندگی کا بوجھ ہے جس کو یہ لادے پھر رہی ہیں ۶:۲۲۲

رِجْزَ الشَّیْطٰنِ: شیطانی وساوس۔ اس کے ذکر کا بھی ایک خاص محل ہے۔ آدمی جب ناپاکی کی حالت میں ہو تو جس طرح گندی چیزوں پر مکھیوں کا زیادہ ہجوم ہوتا ہے، اسی طرح گندگی کی حالت میں شیطانی وساوس کا بھی آدمی پر زیادہ غلبہ ہوتا ہے ۳:۴۴۷

رِجزًا مِّنَ السَّمَآءِ: رجز سے مراد اس طرح کا عذاب ہے جو سننے اور دیکھنے والوں کے دلوں میں کپکپی پیدا کر دے۔ اس کے ساتھ 'مِنَ السَّمَآءِ' کی قید اس کی شدت اور بے پناہی کے اظہار کے لیے ہے ۶:۳۹

رَجْفَۃ: شدت کی حرکت، کپکپی اور تھرتھراہٹ، قومِ ثمود کے عذاب کی تعبیر۔ قرآن نے دوسری جگہ اس عذاب کو صَیـحَـۃ سے بھی تعبیر کیا ہے جس کے معنی ڈانٹ کے ہیں۔ بعض جگہ صَاعِقَہ سے بھی تعبیر کیا ہے جس کے معنی کڑکے کے ہیں سورہ حاقہ میں طَاغِیَۃ سے تعبیر کیا ہے جس کے معنی حد سے بڑھ جانے والی کے ہیں ۳:۳۰۴

رَحْـمَـان: مبالغے کا صیغہ ہے، جس کی رحمت میں جوش و خروش ہے ۱:۴۸

رَحْـمَـت: وہ تمام افضال و عنایات اور وہ تمام برکتیں اور رحمتیں جو حضرت ابراہیمؑ اور آلِ ابراہیمؑ کو از قبیل نبوت و رسالت اور از قسم برکات دنیا حاصل ہوئیں ۴:۶۶۲

الانبیاء ۷۵ میں رحمت سے مراد وہ نجات و فلاح بھی ہے جو اس دنیا میں ان کو حاصل ہوئی اور وہ کامیابی و کامرانی بھی جو آخرت میں ان کو حاصل ہو گی ۵:۱۶۷

الفرقان ۴۸ میں بارش کے مفہوم میں ہے اور یہ لفظ اس معنی میں جگہ

جگہ قرآن میں استعمال ہوا ہے ۵:۴۷۶

الجاثیۃ ۳۰ میں یہ لفظ اس حقیقت کی طرف اشارہ کر رہا ہے کہ ان لوگوں کو صرف ان کے اعمال ہی کا بدلہ نہیں ملے گا بلکہ اس کے ساتھ ان کے رب کا بے پایاں فضل بھی ہوگا ۷:۳۳۱

رَحِیم: جس کی رحمت میں دوام، تسلسل اور استواری ہے ۱:۴۸

رَدُّوا: ابراہیم ۹ میں جَعَلُوا کے معنی میں ہے اور اس معنی میں یہ لفظ استعمال ہوتا ہے ۴:۳۱۵

رزق: رزق مادی و روحانی دونوں ہی کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ اصلی رزق وہ علم و معرفت ہے جو قرآن اور پیغمبر ﷺ سے ہمیں حاصل ہوا ہے۔ اسی وجہ سے وحی کو قرآن نے رزق کے لفظ سے تعبیر فرمایا ہے ۱:۱۴۰

تعبیر ہے اللہ تعالیٰ کے فضل کی ۱:۵۰۲

آلِ عمران ۳۷ میں حکمت و معرفت مراد ہے۔ قرآن نے وحی و ہدایت کے لیے یہ لفظ ایک سے زیادہ مقامات میں استعمال کیا ہے۔ تورات و انجیل میں بھی یہ تعبیر موجود ہے ۲:۷۸

الانعام ۱۴۲ میں ایک جامع تعبیر ہے بخششِ الٰہی کی ۳:۱۸۷، ۴:۱۶۲

الاحزاب ۳۱ میں یہ اللہ تعالیٰ کے فضل و انعام کی تعبیر ہے اور اس کے ساتھ کریم کی صفت اِس حقیقت کی تعبیر کے لیے ہے کہ یہ رزق و فضل ان کو بطور صدقہ نہیں ملے گا بلکہ ان کے حق کے طور پر ملے گا اور ہمیشہ کے لیے، بلاکسی قید و شرط اور بغیر کسی اندیشۂ احتساب و مواخذہ کے ملے گا ۶:۲۱۹

الواقعۃ ۸۲ میں اس سے مراد وحی الٰہی یا بالفاظ دیگر قرآن ہے ۸:۱۸۵

الملک ۲۱ میں یہ بارش کی تعبیر ہے جو رزق کا ذریعہ بنتی ہے ۸:۴۹۹

رِزقٍ حَسَنٍ: وحی الٰہی۔ جس طرح مادی رزق انسان کی مادی زندگی کے باقی رہنے کے لیے ضروری ہے اِسی طرح 'وحی الٰہی' کا رزقِ حسن انسان کی روحانی زندگی کے لیے ضروری ہے ۴:۱۶۲

رِزقٌ کَرِیمٌ: مغفرت کا ثمرہ اور جنت کی تمام نعمتوں کی ایک جامع تعبیر ہے ۵:۲۶۷

رِدْءً: مددگار و معین۔ دوسرے مقامات میں اسی مفہوم کے لیے 'وزیر'

استعمال ہوا ہے ۵:۶۷۴

رُسُل: الزخرف ۴۵ میں اس سے مراد رُسُل کے صحیفے اور تعلیمات ہیں جو ان کی دعوت کے ترجمان ہیں ۷:۲۳۴

رسول: البقرۃ ۱۰۱ میں نبی ﷺ مراد ہیں، نکرہ تفخیمِ شان کے لیے ہے ۱:۲۸۱

رَشَدَ: اس نے ہدایت اور استقامت پائی۔ الکہف ۱۰ کا مفہوم ہوگا کہ اے ہمارے رب ہمارے لیے اس راہ میں جو ہم نے اختیار کی ہے تو رہنمائی اور استقامت کا بدرقہ مہیا فرما ۴:۵۶۷

رُشد: یہ لفظ ان تمام بنیادی عقائد اور نیکیوں پر حاوی ہے جو انسانی فطرت کے اندر ودیعت ہیں۔ انسان اپنے اختیار کے سوءِ اعمال سے اپنی فطرت بگاڑ نہ لے تو یہ اس کی رہنمائی صحیح سمت میں کرتی ہے اور اگر غفلت کے سبب سے ان پر کبھی حجاب بھی آجاتا ہے تو وہ معمولی تذکیر و تنبیہ سے دور ہو جاتا ہے بشرطیکہ انسان نفس کی خواہشوں کی پیروی میں اس کی ناقدری نہ کرے۔ اس رشد میں سب سے اونچا مقام توحید کا ہے۔ تمام بنیادی عقائد و اعمال کا منبع بھی وہی ہے اور اسی پر اِن کی صحت کا مدار بھی ہے ۸:۶۱۶

علم و حکمت لیکن الکہف ۶۶ میں اس سے مراد وہ خاص علم ہے جو اسرارِ کائنات سے متعلق اللہ تعالیٰ نے حضرت خضرؑ کو بخشا ۴:۶۰۷

رِضوَان: خدا کی خوشنودی اور رضامندی۔ قرآن میں یہ لفظ بالعموم جنت کی نعمتوں کی ایک جامع تعبیر کے طور پر استعمال ہوا ہے۔ جب اس کا ذکر ہو گیا تو گویا ہر نعمت کا ذکر ہو گیا۔ اس کا بھی جس کے لیے تعبیر کا کوئی جامہ موجود ہے اور اس کا بھی جو گمان و خیال اور قیاس و وہم ہر چیز سے بالاتر ہے ۲:۴۲

رَغِبَ: عن کے صلہ کے ساتھ معنی کسی چیز سے بے رغبت اور بیزار ہونا ۱:۳۴۲

رِقَاب: رقبہ کی جمع بمعنی گردن۔ البقرۃ ۱۷۷ میں گردنوں سے مراد غلاموں کی گردنیں ہیں ۱:۴۲۶

رکم: کسی شے کو ایک دوسرے پر تہ بہ تہ ڈھیر کرنا۔ کوڑے کرکٹ کو

جلانا ہوتو اس کے لیے طریقہ یہی اختیار کیا جاتا ہے، سب کو جمع کر کے تہ بہ تہ ڈھیر کیا جاتا ہے پھر اس کو آگ دکھادی جاتی ہے۔ تہ بہ تہ جمع کرنے کا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ آگ زیادہ مقدار میں ایندھن پا کر پورے زور سے بھڑکتی ہے اور جمع شدہ انبار کا ہر حصہ دوسرے حصے کو جلانے میں مددگار بن جاتا ہے۔ اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اہل کفر جس طرح اس دنیا میں تائید کفر میں ایک دوسرے کے پشت پناہ ہیں، اسی طرح جہنم میں ایک دوسرے کو جلانے کے لے باہمد گر ایندھن کا کام دیں گے ۳:۴۷۴

رُکنٌ: مونڈھے مراد ہیں اور 'ب' سے یہاں تعدی کا مفہوم پیدا ہو رہا ہے۔ جب کوئی شخص کسی چیز سے تکبر کے ساتھ اعراض کرتا ہے تو شانے اور مونڈھے جھٹک کر منہ پھیرتا ہے اس وجہ سے اس کے معنی ہوں گے کہ اس نے غرور کے ساتھ منہ پھیرا ۷:۶۱۴

رکوع: آگے کی طرف جھک پڑنا، تواضع ظاہر کرنا اور فقر و غربت سے پست ہو جانا۔ قرآن مجید میں اس سے مراد نماز ہوتی ہے ۱:۱۸۵

البقرۃ ۱۲۵ میں رکوع اور سجود کے لفظ نماز کی تعبیر کے لیے وارد ہوئے ہیں ۱:۳۳۳

رَمْـیٌ: اصل معنی تو تیر مارنے کے ہیں لیکن یہ کسی پر تہمت اور بہتان لگانے کے مفہوم میں بھی استعمال ہوتا ہے ۵:۳۸۹

رَوَاسِی: پہاڑوں کی صفت کے لیے آتا ہے اور یہ صفت ایسی مشہور ہو گئی ہے کہ موصوف کے قائم مقام کی حیثیت سے استعمال ہوتی ہے ۵:۱۴۱

رُوح: بنی اسرآئیل ۸۵ میں اس سے مراد وحی الٰہی ہے ۴:۵۳۹

رُوحُ الْـقُـدُس: وہ پاکیزہ روح جو خدا کی طرف سے آتی ہے اور عبرانی میں اس سے مراد جبریلؑ ہیں ۱:۲۶۹

رَوْضٰتُ الْجَنّٰتِ: 'روضات' سے مراد وہ ضمنی باغیچے اور لان ہیں جو اللہ تعالیٰ کی وسیع جنت میں اہل جنت کی تفریح اور سیر کے لیے بنے ہوں گے۔ روضات بھی ایک سے زیادہ ہوں گے اور جنتیں بھی ایک سے زیادہ ہوں گی۔ اس وجہ سے دونوں جمع کی صورت میں آئے ہیں ۷:۱۶۴

رَوْضَـةٌ: تنکیر تفخیم شان کے لیے ہے یعنی جنت کے باغوں میں سے شاندار باغ ۶:۸۰

رِهٰنٌ مَّقْبُوضَةٌ: 'رہان' رہن کی جمع ہے۔ اس سے مراد وہ شے ہے جو قرض دینے والے کے قرض کی ضمانت کے طور پر اس کے قبضے میں کرا دی جائے ۱:۶۴۲

رَهَـــقٌ: اصل معنی کسی پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ ڈالنے کے ہیں۔ یہیں سے اِس کا استعمال زیادتی، گناہ، حق تلفی اور تعدی کے معنی میں وسیع ہو گیا ۸:۶۱۸

زَاغَ الْبَـصَر: کوئی منظر ہولناک و دہشت ناک ہو تو نگاہ اس پر نہیں ٹکتی۔ عربی میں اس کو 'زاغ البصر' سے تعبیر کرتے ہیں ۶:۱۹۹

زَبَـانِيَـةٌ: جمع ہے زبنیۃ کی جس کے اصل معنی تو دفاع کرنے والے کے ہیں لیکن یہ پولیس اور پیادوں کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے گویا یہ خدائی ٹاسک فورس کے وہ کروبی ہیں جو خاص نوعیت کی وقتی مہمات پر بھیجے جاتے ہیں ۹:۴۵۹

زُبُـر: زبور کی جمع ہے۔ اس کے معنی ٹکڑے، قطعے اور صحیفے کے ہیں۔ مزامیر داوؑد کے لیے اس کا استعمال معروف ہے۔ آل عمران ۱۸۴ میں اس سے مراد انبیاء کے وہ صحائف ہیں جو تورات کے مجموعے میں شامل ہیں ۲:۲۲۱

زَحف: گھسل گھسل کر یا گھٹنوں پر چلنا۔ یہیں سے یہ کسی بھاری بھرکم، ساز و سامان سے لدے پھندے لشکر کے جنگ کے لیے نکلنے کے معنی میں استعمال ہوا اس لیے کہ وہ بھی آہستہ آہستہ ہی مارچ کرتا ہے ۳:۴۵۰

زُخْـرُف: ملمع کی ہوئی بات، جھوٹی اور باطل چیز جس پر حق کا رنگ چڑھانے کی کوشش کی گئی ہو۔ اس سے مراد وہ مشرکانہ بدعات ہیں جو ہر دور کے شیاطین جن و انس نے باہمی گٹھ جوڑ سے ایجاد کیں، پھر ان کے اوپر شریعتِ الٰہی کا لیبل لگا کر ان کو رواج دیا اور جب انبیاء و مصلحین نے ان کی اصلاح کی دعوت دی تو ان کی مخالفت میں بحث و جدال کا بازار گرم کر دیا ۳:۱۴۳

حسن، زینت اور طمع۔ یہیں سے یہ لفظ زمین کی گوناگوں و بوقلموں نباتات کے لیے بھی آتا ہے ۴:۴۲

اس کے معنی زینت کے بھی آتے ہیں اور سونے کے بھی جو زینت کا ذریعہ ہوتا ہے ۷:۲۲۸

زُرق: اَزرَق کی جمع۔ ازرق نیلگوں چشم کو کہتے ہیں لیکن عربی محاورہ میں یہ خوف زدہ اور دہشت زدہ آدمی کے لیے بھی آتا ہے اس لیے کہ شدتِ خوف کی حالت میں آنکھیں نیلی پڑ جایا کرتی ہیں اور ان کے سرخ ڈورے غائب ہو جاتے ہیں ۵:۹۰

زَفِیرٌ اور شَھِیقٌ: دونوں لفظ گدھے کی چیخ کے لیے آتے ہیں۔ جب وہ چیختا ہے تو جو سانس وہ باہر کی طرف نکالتا ہے اس کو زَفِیر کہتے ہیں اور جو سانس اندر کی طرف لے جاتا ہے اس کو شَھِیق کہتے ہیں۔ یہ دوزخیوں کے چیخنے چلانے اور رونے گھگھیانے کی تعبیر ہے اور ان لفظوں میں جو حقارت کا پہلو ہے وہ بالکل واضح ہے ۴:۱۷۲

زکوۃ: اس کے اندر پاکیزگی اور نشوونما دونوں کا مفہوم پایا جاتا ہے۔ اِس لیے کہ زکوٰۃ نفس اور مال دونوں کو پاکیزگی بھی بخشتی ہے اور اس سے مال میں برکت اور بڑھوتری بھی ہوتی ہے ۱:۱۸۵

الروم ۳۹ میں اصطلاحی زکوٰۃ کے مفہوم میں نہیں بلکہ صدقات کے عام مفہوم میں ہے اس مفہوم میں اس کا استعمال قرآن کے دوسرے مقامات میں بھی ہوا ہے ۶:۹۹

حٰمٓ السجدۃ ۷ میں اس سے مراد انفاق فی سبیل اللہ ہے۔ اس مفہوم کے لیے یہ لفظ اسلام کے مکی دور میں بھی استعمال ہوتا رہا ہے۔ مدنی دور میں آکر اس کی ایک باضابطہ شکل معین ہوگئی اور پھر اس کا اطلاق اسی پر ہونے لگا ۷:۸۰

زُلفٰی: مصدر ہے جس سے مقصود فعل کی تاکید ہے یعنی تُقَرِّبُكُمْ قُرْبَةً مطلب یہ ہے کہ مال و اولاد ان چیزوں میں سے نہیں ہیں جو خدا کے ہاں ذرا بھی وجہ قربت ہو سکیں ۶:۳۲۷

زنجبیل اور سلسبیل: 'زنجبیل' جنت کے چشموں میں سے ایک چشمہ ہے جس کا دوسرا نام 'سلسبیل' ہے۔ زنجبیل کے مشہور معنی تو سونٹھ کے ہیں لیکن نام بادنیٰ مناسبت بھی رکھے جاتے ہیں۔ جنت اور دوزخ کی کتنی ہی چیزوں کے نام قرآن میں مذکور ہیں لیکن ان ناموں سے ان کے مسمّٰی کی حقیقت کا صحیح علم ممکن نہیں ہے ... اس چشمہ کا دوسرا نام سلسبیل ہے۔ زجاج کے نزدیک اس کے معنی رواں دواں کے ہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ نام بھی محض اس کی روانی کی مناسبت سے رکھا گیا ہے جو اس کے گوناگوں اوصاف میں سے صرف ایک ہے ۹:۱۱۴

زَنِیم: وہ شخص جو کسی قوم کے نسب میں شریک بن بیٹھے درآنحالیکہ نہ وہ ان میں سے ہو اور نہ اہل قوم اس کی کوئی ضرورت محسوس کرتے ہوں۔ یہ لفظ 'زنمۃ' سے نکلا ہے۔ زنمۃ اس غدود کو کہتے ہیں جو بعض بکریوں کی گردن میں لٹک آتا ہے اور جس کی حیثیت جسم میں ایک بالکل فالتو عضو کی ہوتی ہے ۸:۵۱۹

زوج: یہ لفظ جس طرح جوڑے کے لیے آتا ہے اِسی طرح جوڑے کے ایک فرد کے لیے بھی آتا ہے ۳:۱۸۷، اِس کے معنی قسم اور نوع کے ہیں۔ 'مِنْ كُلِّ زَوْجٍ' یعنی نوع بنوع چیزیں ۵:۴۹۹

زَھَدَ فِي الشَّيْءِ: یعنی وہ فلاں چیز سے بے رغبت ہو گیا، اس کو چھوڑ بیٹھا۔ تارکِ دنیا کو 'زاھد' اِس لیے کہتے ہیں کہ وہ دنیا اور اسبابِ دنیا سے بے رغبت و بے نیاز ہو جاتا ہے ۴:۲۰۰

زَیتون: زیتون کا درخت یا اس کا پھل مراد نہیں ہے بلکہ جبل زیتون مراد ہے جو حضرت مسیحؑ کی دعوت اور عبادت کے مرکز کی حیثیت سے معروف ہے اور انجیل میں جس کا ذکر بار بار آیا ہے ۹:۴۳۷

زَیغ: کج ہونا یعنی آپ ﷺ نے ہر چیز کا مشاہدہ اس کے بالکل صحیح زاویہ سے کیا ۸:۵۷

اصل معنی میل یعنی جھکنے اور مائل ہونے کے ہیں۔ یہ لفظ بیک وقت دو مفہوموں کا حامل ہے، ایک کجی اور دوسرے سقوط۔ کوئی چیز جو کھڑی ہو جب جھک جاتی ہے تو گرنے سے قریب ہو جاتی ہے۔ یہ حالت اس رسوخ کے برعکس حالت ہے جو اس آیت میں رَاسِخُونَ فِي الْعِلْمِ کی بیان ہوئی ہے ۲:۳۰

زِیَن: فریبِ نظر۔ یعنی اس دنیاوی زندگی کا یہ فریب اس طرح ان کی نگاہوں میں کھبا دیا گیا ہے کہ وہ اس کے اس پہلو سے نگاہ ہٹا کر کسی اور پہلو سے اس کو دیکھنے کے لیے تیار ہی نہیں ہوتے۔ ظاہر ہے کہ ان کی

نگاہوں میں اس زندگی کی اس خاص پہلو سے تزئین شیطان نے کی ہے اور یہ امر بھی ظاہر ہے کہ شیطان کو اس تزئین کا موقع انسان کی عاجلہ پرستی اور اتباعِ شہوات نے فراہم کیا ہے ۱:۵۰۲

سَبِحٰتٌ: سَبَحٌ سے ہے جس کے معنی تیرنے کے بھی آتے ہیں۔ قرینہ اشارہ کررہا ہے کہ یہاں یہ بادلوں کی صفت کے طور پر آیا ہے ۹:۱۷۶

سَبِغٰتٌ: ڈھیلے ڈھالے لباس کو کہتے ہیں، جو پورے جسم کو ڈھانک لے۔ یہاں یہ ڈھیلی ڈھالی زرہوں کی صفت کے طور پر استعمال ہوا ہے ۶:۳۰۰

سَابِقُوْن: سے مراد وہ لوگ ہیں جنھوں نے دعوتِ حق کے قبول کرنے میں سبقت کی اور اس دَور میں اپنے جان و مال سے اس کی خدمت کی توفیق پائی جب اس کی خدمت کرنے والے تھوڑے تھے اور اس کی مدد کے لیے حوصلہ کرنا اپنے آپ کو جوکھوں میں ڈالنا تھا ۸:۱۶۰، ۳:۵۳۶

سَآءِ ل: الضّحٰی ۱۰ میں محدود معنی میں نہیں بلکہ وسیع معنی میں استعمال ہوا ہے خواہ سائل اپنے پیٹ اور تن کی کسی ضرورت کے تحت سوال کرے یا اپنی کسی ذہنی و عقلی الجھن سے متعلق سوال کرے یا اپنے دین سے متعلق سوال کرے، غرض جس طرح کی بھی مدد و رہنمائی کا طالب ہو حتی الامکان اس کی مدد و رہنمائی کی جائے ۹:۴۱۸

سٰٓئِحٰتٌ: ایک دینی اصطلاح ہے۔ اس کی روح زُہد اور ترکِ دنیا ہے اس وجہ سے اس سے وہ عبادات اور ریاضتیں مراد ہیں جو اسلام نے ترکِ دنیا اور زہد کے لیے پسند فرمائی ہیں مثلاً روزہ، اعتکاف اور حج وغیرہ۔ یہ درحقیقت رہبانیت کے زمرہ کی عبادت ہے۔ جس طرح رہبانیت ایک خاص حد تک ہی اِسلام میں جائز ہے اِسی طرح سیاحت بھی ایک خاص حد ہی تک مطلوب ہے۔ روزہ اِس ریاضت کے اہم ارکان میں سے ضرور ہے لیکن اس کا ترجمہ روزہ کے لفظ سے صحیح نہیں ہے۔ اس کا ترجمہ ریاض کرنے والیاں ہے جو نسبتاً جامع ہے ۸:۴۶۸

سُبَات: 'سبت' اور 'سبات' کے اصل معنی تو کاٹنے کے ہیں لیکن النبا ۹ میں یہ دفعِ کلفت اور راحت وسکون کے معنی میں ہے۔ نیند کو 'سبات' اِس وجہ سے کہا کہ یہ حرکت وعمل کے تسلسل کو منقطع کرکے کلفت سے نجات دیتی اور راحت وسکون حاصل کرنے کا موقع بہم پہنچاتی ہے ۹:۱۶۰

سَبَب: اصل معنی وسیلہ وذریعہ کے ہیں۔ الکہف ۸۳ میں 'مِنْ کُلِّ شَیْءٍ سَبَبًا'، کا مطلب یہ ہے کہ اس کی مملکت میں ہر قسم کے وسائل و ذرائع (Resources) موجود تھے ۴:۶۱۶

سُبْحٰنَکَ: تو پاک ہے۔ قرآن کے مواقع استعمال:

۱۔ نامناسب اور خلافِ شان باتوں سے اللہ تعالیٰ کی تنزیہہ کے لیے

۲۔ دعا کے موقع کے لیے

۳۔ امر کے معنی کے لیے

۴۔ تعجب کے ساتھ کسی چیز کے انکار کے لیے ۱:۱۶۲

النور ۱۶ میں بالکل اسی مفہوم میں ہے جس مفہوم میں ہم مَعَاذ اللّٰہ بولتے ہیں ۵:۳۸۵

سُبْحٰنَہٗ: تنزیہہ کے لیے آتا ہے لیکن اس کے اندر توحید کی نہایت واضح منطقی دلیل بھی ہے۔ وہ یہ کہ کسی چیز کی مسلم اور بنیادی صفات سے بالکل متناقض صفات کا اِس کے ساتھ جوڑ ملانا بالبداہت خلافِ عقل ہے۔ اس اصول کے مطابق خدا کا کسی کو شریک ٹھہرانا اس کی شانِ الوہیت کے منافی ہے کیونکہ اس سے اس کی مسلمہ صفات کی نفی لازم آتی ہے ۳:۵۶۴، وہ ایسی نسبتوں اور ایسی ضرورتوں سے ارفع، منزہ اور بالکل پاک ہے اس کو کسی بیٹے، بیٹی یا کسی شریک و مددگار کی ضرورت نہیں ہے وہ بالکل یکہ وتنہا اور اپنی پوری کائنات کو اپنے قابو میں رکھنے والا ہے ۶:۵۶۳

سُبْحٰن تنزیہہ کا کلمہ ہے ۴:۴۷۳

سَبْح طویل: کافی تسبیح کا موقع ۹:۲۶

سَبِیْل: وہ صراطِ مستقیم جو اللہ تعالیٰ نے بندوں کی ہدایت کے لیے کھولی ہے ۲:۵۵۲

الِ عمران ۷۵ میں اس کے معنی الزام اور مواخذہ کے ہیں ۲:۱۲۳

العنکبوت ۲۹ میں اس سے مراد فطرت کی راہ ہے ۶:۳۶

سَبِيْلِ مُّقِيْم: چلتا راستہ، عام گزرگاہ ۴:۱۷۳

سجدہ: اصل معنی سر جھکانا، اس سر جھکانے کے مختلف درجے ہو سکتے ہیں، کامل شکل زمین پر پیشانی رکھ دینے کی ہے۔ البقرۃ ۵۸ میں اس سے مراد صرف سر جھکانا ہے ۱:۲۱۹، ۱۶۳

حٰم السجدۃ ۳۷ میں عبادت کے مفہوم میں ہے اس لیے کہ یہ عبادت کے سب سے زیادہ نمایاں مظاہر میں سے ہے ۷:۱۰۸

سِجِّيْل: فارسی کے سنگِ گِل سے معرب ہے، اس کا ترجمہ کنکر ہے ۹:۵۶۴، ۴:۳۷۱

سِجِّيْن: اس کا مادہ سجن ہے جس کے معنی قید یا قید خانے کے ہیں اس مناسبت سے مستحقین سزا کے ریکارڈ آفس کا نام 'سِجِّین' رکھا گیا ہے ۹:۲۵۷

سُحت: کسبِ حرام۔ کسبِ حرام کی یوں تو مختلف شکلیں ہو سکتی ہیں لیکن اس لفظ کا غالب استعمال رشوت کے لیے ہے۔ قرآن میں جہاں کہیں بھی استعمال ہوا ہے اسی معنی میں ہوا ہے۔ ۲:۵۲۴

سِحر: وہ کلام ہے جو نبی ﷺ لوگوں کو سناتے تھے۔ اہل عرب اس کلام کو جس میں غیر معمولی تاثیر و تسخیر ہو سحر سے تعبیر کرتے تھے۔ زور و اثر رکھنے والے کلام کے لیے یہ تعبیر ہمارے ہاں بھی موجود ہے ۵:۱۲۳

سَخَّرَ لَكُمْ: اس کا مفہوم کسی شے کو کسی کی نفع رسانی میں لگا دینے کا ہے۔ آسمان و زمین، سورج اور چاند سب مسخر خدا ہی کے ہاتھ میں ہیں، البتہ خدا نے ان کو انسان کی نفع رسانی میں لگا رکھا ہے اور یہ اس کا فضل و کرم ہے ۴:۳۲۹، ۳۹٦، ۱:۳۹۹

سَرَاح جمیل: اسلام میں مطلوب یہ ہے کہ میاں بیوی میں جدائی کی نوبت بھی آئے تو حتی الامکان یہ خوبصورتی کے ساتھ ہو ٦:۲۵۳

'سُعُر' جنون کے معنی میں نہیں بلکہ جہنم ہی کے مفہوم میں ہے۔ اس کے جمع کی صورت میں لانے سے مقصود اس کے مختلف طبقات کی طرف اشارہ ہے ۸:۱۱۳

سَعِيْ: اس کے معنی صرف دوڑنے کے نہیں آتے بلکہ یہ لفظ اصلاً کسی کام کو مستعدی اور سرگرمی کے ساتھ، چاق چوبند ہو کر، کرنے کے لیے آتا ہے۔ غلام آقا کی پکار سن کر جب مستعدی سے اس کی طرف لپکتا ہے تو یہ سعی ہے ۸:۳۸۵

جدوجہد کے معنی میں بھی آتا ہے اور نتیجۂ جدوجہد یعنی کمائی کے معنی میں بھی۔

اللیل ۴ میں دوسرے معنی میں ہے

سفح اور مسافحت: سفح کے لغوی معنی بہانے کے ہیں۔ اسی سے مسافحت ہے جس کے معنی عیاشی اور بدکاری کے ہیں اس لیے کہ اس میں بھی عورت اور مرد دونوں محض تلذذ کو مقصد قرار دے کر اپنا مادۂ منی برباد کرتے ہیں ۲:۲۷۷

سُفَهَآء: النسآء ۵ میں اس سے مراد نادان یتامٰی ہیں ۲:۲۵۴

سُقِطَ فِيْۤ اَيْدِيْهِمْ: عربی زبان کا محاورہ ہے جس کے معنی عام طور پر نادم اور خجل ہونے کے کیے گئے ہیں۔ لیکن ندامت و خجالت کا لازم چونکہ غلطی پر متنبہ ہونا بھی ہے اس وجہ سے اگر اس کا ترجمہ متنبہ ہونا کیا جائے تو غلط نہ ہوگا ۳:۳٦٦

سَكِيْنَة: اطمینان، قرار اور حوصلہ بالخصوص وہ اطمینان و حوصلہ جو پُرخطر حالات اور جنگ کے مصائب میں آدمی کے عزم کو قائم رکھے ۱:۵۷۱

الفتح ۲٦ میں اس سے مراد صبر، حلم، رزانت اور حکمت و تدبر ہے ۷:۴٦۴

سَلٰمٌ: جس طرح خیر مقدم کے مواقع کے لیے ہے اسی طرح ان مواقع کے لیے بھی جب کسی سے خوبصورتی اور شائستگی کے ساتھ علیحدہ ہونا اور اس سے پیچھا چھڑانا مقصود ہو ۵:۴۸۵

مریم ۴۷ میں وداعی سلام کے مفہوم میں ہے ۴:٦٦۰

الزخرف ۸۹ میں 'وداع' کے مفہوم میں ہے ۷:۲۵۹

سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ: یہ سلام، مفارقت کے مفہوم میں ہے جس طرح حضرت ابراہیمؑ نے اپنے باپ کو سلام کیا تھا۔ یہ کسی سے پیچھا چھڑانے کا ایک نہایت شائستہ طریقہ ہے ۵:٦۹۱

سُلْطٰن: قرآن میں دلیل و حجت کے معنی میں بھی آیا ہے اور اختیار و اقتدار کے معنی میں بھی ۲:۵۹ ۳

القصص ۳۵ میں غلبہ، دبدبہ اور ہیبت ہے ۵:۶۷۵، قرآن میں سند، اختیار نامہ، پروانہ اور اتھارٹی کے مفہوم میں جگہ جگہ استعمال ہوا ہے ۷:۳۶

الرحمٰن ۳۳ میں سند کے معنی میں ہے ۸:۱۴۰

سُلْطٰنٍ مُّبِیْنٍ: واضح اور قطعی حجت ۲:۴۱۲

وہ حجتِ قاطع جو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ کو معجزات کی شکل میں عطا فرمائی ۲:۴۱۸

النمل ۲۱ میں یہ اپنی صفائی میں کسی عذرِ معقول کے لیے آیا ہے ۵:۵۹۶

سَلَکَ: کسی چیز کو کسی چیز کے اندر داخل کرنا۔ الشعرآء ۲۰۰ میں یہ اسی معنی میں استعمال ہوا ہے ۵:۵۶۰

سَلَمَ: انقیاد و اطاعت اور حوالگی و سپردگی۔ 'القاء السلم' سے مراد کسی کے آگے سپر ڈال دینا، گھٹنے ٹیک دینا، سپر انداز ہونا اور اس سے صلح کی درخواست کرنا ۲:۳۵۸

سَمَآء: سقفِ نیلگوں، ابر، ہمارے سروں کے اوپر فضائے بسیط و عریض ۱:۱۲۹

ہمارے اوپر یہ تنا ہوا شامیانہ، قرآن اس کے عجائب اور اس کی نیرنگیوں کی طرف ہمیں متوجہ کرتا ہے ۱:۱۴۴

یہ لفظ بادلوں کے لیے بھی آتا ہے۔ 'مِدْرَارًا' کے اندر مبالغہ کا مفہوم پایا جاتا ہے اور بارش کی کثرت رزق و فضل کی کثرت کی تعبیر ہے ۳:۲۰

سَمِعَ اللّٰہُ: المجادلۃ ۱ میں اس کے معنی موقع کلام دلیل ہے کہ یہاں صرف سن لینے کے نہیں بلکہ قبول کر لینے کے ہیں۔ اس معنی میں یہ لفظ قرآن میں بھی استعمال ہوا ہے اور عربی زبان میں بھی معروف ہے ۸:۲۴۶

سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا: لفظی معنی ہم نے سنا اور اطاعت کی۔ اہل عرب یہ اس موقع پر بولتے تھے جب اپنے کسی بڑے، کسی سردار، کسی بادشاہ کے حکم و ارشاد پر اپنی طرف سے امتثالِ امر کے لیے آمادگی اور مستعدی کا اظہار کرنا چاہتے ۲:۳۰۹

سمع و طاعت: سمع کا لفظ یہاں مجرد سننے کے معنی میں نہیں بلکہ ماننے اور قبول کرنے کے معنی میں ہے۔ اس معنی میں یہ لفظ قرآن میں جگہ جگہ استعمال ہوا ہے اس میں 'سَمِعْنَا' کا لفظ دل کی قبولیت کا اظہار کرتا ہے اور 'اَطَعْنَا' کا لفظ عملی اطاعت کا۔ ایمان اور اسلام کی اصل حقیقت یہی ہے ۱:۶۴۹

سَمِیْعٌ بَصِیْرٌ: انسان کی تمام اعلیٰ صفات کی نہایت جامع تعبیر ہے۔ انھی صفات کے فیض سے انسان کے اندر خیر و شر میں امتیاز کی صلاحیت پیدا ہوئی اور اس قابل ٹھہرا کہ اللہ تعالیٰ اس کا امتحان کرے کہ وہ خیر کی راہ اختیار کر کے اپنے رب کا شکر گزار بندہ بنتا ہے یا شر کی راہ اختیار کر کے ناشکرا اور کافر نعمت بن جاتا ہے۔ پھر اس سے لازماً یہ نتیجہ بھی نکلتا ہے کہ جو اپنے سمع و بصر کی صلاحیتوں کی قدر کریں وہ اس کا صلہ پائیں اور جو ان کی ناقدری کریں وہ اس کی سزا بھگتیں ۹:۱۰۹

سُنَن: اللہ تعالیٰ کے وہ ضابطے اور قاعدے ہیں جن کے تحت وہ قوموں کے ساتھ معاملہ کرتا ہے۔ ایک قوم اگر اللہ تعالیٰ کے احکام و ہدایات کی تعمیل اور اس کے بھیجے ہوئے رسولوں کی پیروی کرتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو برومند اور کامیاب کرتا ہے۔ برعکس اس کے اگر کوئی قوم خدا کے احکام و قوانین کی نافرمانی اور اس کے رسولوں کی تکذیب کرتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو تباہ کر دیتا ہے۔ 'عدلِ الٰہی' کے انھی مظاہر کو یہاں 'سنن' کے لفظ سے تعبیر فرمایا ہے ۲:۱۷۹

سِنِیْن: سنۃ کی جمع ہے۔ اس کے عام معنی تو سال کے ہیں لیکن یہ قحط اور مصیبت کے سال کے لیے بھی معروف ہے اور اسی مفہوم میں الاعراف ۱۳۰ میں استعمال ہوا ہے ۳:۳۵۳

سوال: کئی مفہوم ہیں: مانگنا، درخواست کرنا، مطالبہ کرنا، پوچھنا، پرسش کرنا، سوال کرنا۔ سوال بعض صورتوں میں اعتراض کی نوعیت کا ہوتا ہے اس وجہ سے اس کے مفہوم میں اعتراض کرنا بھی داخل ہے۔ بعض حالات میں تحقیق کی نوعیت کا ہوتا ہے، اس صورت میں اس کا صلہ 'عن' کے ساتھ آتا ہے۔ بعض حالات میں سوال استہزاء کی نوعیت کا بھی ہوتا

ہے، اس صورت میں اس کا صلہ 'ب' کے ساتھ آتا ہے۔ البقرۃ ۱۰۸ میں معترضانہ سوال کے مفہوم میں استعمال ہوا ہے ۲۹۸:۱

حٰم السجدۃ: ۱۰ میں اسی معنی میں ہے جس معنی میں ابراہیم ۳۷ میں ہے یعنی تمھارے اندر اس نے جن چیزوں کی احتیاج رکھی وہ چیزیں بھی مہیا فرمائیں ۸۳:۷

الرحمٰن ۲۹ میں اپنے ثمر اور نتیجہ کے اعتبار سے استعمال ہوا ہے ۱۳۷:۸

المعارج ۱ میں اس کا صلہ 'ب' کے ساتھ اس بات کی دلیل ہے کہ یہ استعجال یا استہزاء کے مفہوم میں متضمن ہے یعنی ایک سوال کرنے والے نے واقع ہونے والے عذاب کی جلدی مچائی یا اس کا مذاق اڑایا ۵۶۴:۸

سُوْرَۃٌ: جس طرح لفظ 'کتاب' یا 'قرآن' بعض مقامات میں قرآن کے کسی حکم یا اس کے کسی حصہ کے لیے خود قرآن میں استعمال ہوا ہے اسی طرح لفظ 'سورۃ' التوبۃ ۸۶ میں اصطلاحی مفہوم میں نہیں بلکہ اس کے کسی حصہ یا ٹکڑے کے لیے استعمال ہوا ہے ۶۲۰:۳

سَوَآء: وسط۔ جو چیز دو جماعتوں کے بیچوں بیچ ہوگی وہ دونوں میں یکساں مشترک، مسلّم اور جانی پہچانی ہوئی ہوگی۔ توحید کے متعلق قرآن مجید کا دعوٰی یہ ہے کہ یہ اہل کتاب اور مسلمانوں کے درمیان یکساں مشترک و مسلّم ہے ۱۱۲:۲

سُوْء: یہ لفظ وسیع معنوں میں استعمال ہوتا ہے:

۱۔ جسمانی اور مادی نقصان اور گزند

۲۔ بیماری

۳۔ بدی اور گناہ، عام اس سے کہ بدی چھوٹی ہو یا بڑی ۴۱۰:۱

سَوِیّ: مرض اور عیب سے بری ۶۳۸:۴

سوی: وسط۔ مَکَانًا سُوًی یعنی ایسی جگہ ہو جو ہمارے اور تمھارے دونوں کے لیے یکساں ہو، جہاں ہمارے آدمی بھی آسانی سے جمع ہو سکیں اور تمھارے آدمی بھی ۶۱:۵

سَیِّات: وہ چھوٹی موٹی غلطیاں اور کوتاہیاں ہیں جو بشر کی بشریت کا لازمہ ہیں ۴۶۶:۳

سَیِّئَۃٌ: النمل ۴۶ میں قرینہ دلیل ہے کہ عذاب اور قسمت ہے ۶۱۱:۵

القصص ۵۴ میں مخالفین کے اعتراضات و مطاعن اور ان کے سبّ و شتم کی طرف اشارہ ہے ۶۹۰:۵

سَیَاحَت: یہ قدیم زمانے سے اہل دین کی ایک اصطلاح ہے جس کا مفہوم عبادت و ریاضت کے لیے کسی سمت کو نکل کھڑے ہونا ہے ۶۴۸،۶۴۶:۳

سَوْق: کسی چیز کو کسی چیز کی طرف ہانک کر لے جانے کے معنی میں آتا ہے۔ یہ اچھے اور برے دونوں محل میں استعمال ہو سکتا ہے۔ سازگار ہوائیں ابر رحمت کو مرغزاروں اور چمنستانوں کی طرف لے جاتی ہیں تو اس کے لیے بھی یہ لفظ استعمال ہوتا ہے اور اہل دوزخ جہنم کی طرف جو ہانک کر لے جائے جائیں گے اس کے لیے بھی۔

الزمر ۷۳ میں یہ اچھے معنوں میں استعمال ہوا ہے ۶۱۴:۶

سَقِیْم: عربی زبان میں مریض، ماندہ، مضمحل، نڈھال اور ضعیف و ناتواں سب کے لیے آتا ہے۔ جس کلام کے درو بست میں چستی نہ ہو اس کو بھی سقیم کہتے ہیں ۴۸۰:۶

شَاھِدٌ: اللہ کے دین اور اس کے احکام و مرضیات کی گواہی دینے والا۔ رسول کی بعثت کا اصلی مقصد یہی ہوتا ہے کہ وہ اپنی قوم کے لوگوں کو یہ بتائے کہ اللہ نے کن باتوں کا حکم دیا ہے، کن باتوں سے روکا ہے ۲۴۱:۶

شجاعت اور تہور میں فرق: شجاعت دل کی وہ طمانیت اور سکینت ہے جو انسان کے اندر وہ عزم و حوصلہ پیدا کرتی ہے کہ جو اس کو خدا کے سوا ہر خوف اور ہر طمع سے بے پروا کر دیتی ہے۔ یہی وہ اصلی فتوت اور حقیقی شجاعت و بسالت ہے جو ایمان اور خدا کی یاد سے حاصل ہوتی ہے۔ یہ شجاعت اس تہور سے بالکل مختلف چیز ہے جو مایوسی یا جذبۂ انتقام یا خوف یا ناموری کی خواہش یا عاقبت نا اندیشی سے ظہور میں آتا ہے۔ جو لوگ شجاعت اور تہور کے اس فرق سے واقف نہیں ہیں وہ ایک مومن کی شجاعت اور ایک کافر کے تہور کو ایک ہی نوعیت کی چیز سمجھتے ہیں، حالانکہ

دونوں کے نفسیاتی محرکات بھی الگ الگ ہوتے ہیں اور اس دنیا میں دونوں کے اثرات بھی دو بالکل مختلف شکلوں میں ظاہر ہوتے ہیں۔ایک کا منبع ایمان اور اللہ کی یاد ہے اور دوسرے کا منبع نفسیات محرکات میں سے کوئی ایک محرک۔اس وجہ سے ایک کی شجاعت سے دنیا میں اس طرح کی برکت ورحمت ظہور میں آتی ہے جس طرح کی رحمت و برکت حضرت عمرؓ اور حضرت خالدؓ کی شجاعت سے ظہور میں آئی اور دوسرے کے تہور سے اس قسم کا شر وفساد ظہور میں آتا ہے جس قسم کا شر وفساد ہٹلر اور مسولینی اور اس قبیل کے دوسرے متہورین کے ہاتھوں ظہور میں آیا ۶:۵۳

شَجَرَۃً: المومنون ۲۰ میں اس سے مراد زیتون کے درخت ہیں۔ اگرچہ اس کا نام نہیں لیا ہے لیکن جو صفات اس کی بیان فرمائی ہیں وہ خود پتا دے رہی ہیں کہ اس سے مراد زیتون ہی ہے ۵:۳۰۶

شَجَرَۃٍ خَبِیْثَۃٍ: جھاڑ جھنکاڑ کے قسم کا درخت جس میں نہ پھول نہ پھل، نہ سایہ نہ غذا۔ہاتھ لگایئے تو اس کے کانٹے ہاتھوں کو زخمی کریں، چکھیے تو اس کی تلخی سے زبان اینٹھ جائے، پاس بیٹھے تو اس کی بو سے قوتِ شامہ ماؤف ہو کے رہ جائے ۴:۳۲۵

شَجَرَۃٌ طَیِّبَۃٌ: وہ درخت جو مثمر، سایہ دار، نفع بخش اور بابرکت ہو ۴:۳۲۴

شح: کے معنی بخل کے بھی ہیں اور حرص کے بھی۔بخل تو یہ ہے کہ آدمی ادائے حقوق میں تنگ دلی برتے۔یہ چیز ہر حال میں مذموم ہے۔لیکن حرص اچھی چیز کی بھی ہو سکتی ہے، بری چیز کی بھی۔حد کے اندر بھی ہو سکتی ہے اور حد سے باہر بھی، اس وجہ سے اس کا اچھا اور برا ہونا ایک امر اضافی ہے۔اپنے اچھے پہلو کے اعتبار سے یہ انسانی فطرت کے اندر اپنا ایک مقام رکھتی ہے لیکن اکثر طبائع پر اس کا ایسا غلبہ ہو جاتا ہے کہ یہ ایک بیماری بن کے رہ جاتی ہے۔النسآء ۱۲۸ میں اس کے اسی پہلو کی تعبیر ہے ۲:۳۹۸

شحن: کسی چیز کو پُر کرنا۔یہاں کشتی کے لیے اس صفت کے ذکر سے مقصود بالا جمال ان چیزوں کی طرف اشارہ کرنا ہے جن کو کشتی میں رکھنے کی نوحؑ کو ہدایت ہوئی تھی ۵:۵۳۳

شَخَصَ شُخُوصًا: معنی تو ارتفاع کے ہیں لیکن جب یہ آنکھوں کے لیے آئے تو اس کے معنی آنکھوں کی ٹنگی ہوئی یا پھٹی ہوئی رہ جانے کے ہوں گے ۴:۳۴۷

شَدِیْدُ الْعِقَاب: اس لفظ میں دو مفہوم موجود ہیں۔ایک تو یہ کہ خدا کی طرف سے انسان کو جو سزا بھی ملتی ہے وہ انسان کے اپنے ہی اعمال کا ردِعمل ہوتی ہے، دوسرا یہ کہ جس طرح خدا کے قوانینِ طبعی کے نتائج بے لاگ اور لازمی ہیں اس طرح خدا کے اخلاقی قوانین کے نتائج بھی بے لاگ اور لازمی ہیں۔جب ان کے ظہور کا مرحلہ آئے گا تو وہ اس طرح بے لاگ لپیٹ اور ایسی قطعیت اور قوت کے ساتھ ظاہر ہوں گے کہ نہ کوئی ان سے بچ سکے گا اور نہ کوئی ان سے بچا سکے گا ۲:۳۵

شُرَّع: شَارِعة کی جمع ہے۔جب یہ لفظ نیزوں کے لیے بولا جاتا ہے تو اس سے مراد سیدھے اٹھائے ہوئے نیزے ہوتے ہیں۔یہاں یہ لفظ مچھلیوں کے لیے آیا ہے تو اس سے منہ اٹھائے ہوئے مچھلیاں مراد ہیں ۳:۳۷۸

شعآئر: شعیرہ کی جمع، وہ چیز جو کسی حقیقت کا احساس دلانے والی ہو اور اس کا مظہر اور نشان (Symbol) ہو۔اصطلاحِ دین میں اس سے مراد شریعت کے وہ مظاہر ہیں جو اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے کسی معنوی حقیقت کا شعور پیدا کرنے کے لیے بطور ایک نشان اور علامت کے مقرر کیے گئے ہوں ۱:۳۸۴ ... اللہ نے یہ اس لیے مقرر فرمائے ہیں کہ تمھارے اندر خدا کے فعلاً وصفتاً علیم وخبیر ہونے کا عقیدہ پوری طرح راسخ ہو جائے ۲:۵۹۸

شِعْرٰی: ایک ستارے کا نام ہے جو موسم بہار میں طلوع ہوتا ہے۔ مشرکین عرب اس کو بہت مبارک سمجھتے تھے اور بہار کی تمام شادابیاں اور تمام تجارتی سرگرمیاں اسی سے منسوب کرتے تھے ۸:۸۰

شَفَاعَت: شفع سے ہے، شفع بفلان یاشفع فیه کا مطلب ہے کہ کسی کی بات یا درخواست کے ساتھ کوئی شخص اپنی تائید یا سفارش ملا کر اس کو مؤید کر دے ۱:۲۰۹

اس کے معنی ایک چیز کو دوسری چیز کے ساتھ جوڑنے کے ہیں۔اسی مفہوم سے ترقی کر کے کسی بات کی تائید وحمایت یا اس کے حق میں سفارش کرنے کے معنی میں استعمال ہوا ۲:۳۴۹

شُکر: یہ لفظ بھی صلوٰۃ یا توبہ کے الفاظ کی طرح ان الفاظ میں سے ہے جن کے معنی میں نسبت کی تبدیلی سے فرق ہو جایا کرتا ہے۔ جب بندے کی طرف اس کی نسبت ہوتی ہے تو اس کے معنی شکر گزاری کے ہوتے ہیں لیکن جب اس کی نسبت خدا کی طرف ہو تو اس کے معنی قبول کرنے کے ہو جاتے ہیں ۳۸۷:۱، شکر کی اصل حقیقت قدر دانی ہے۔ اِسی قدر دانی پر ہر نعمت کی افادیت کا انحصار ہے ۲۸۵:۳، شکر کی اصل روح شرک سے اجتناب ہے ۱۲۸:۶

شہادت: المعارج ۳۳ میں وسیع معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ ہر شخص چھوٹے سے چھوٹے معاملے میں بھی اس شہادت کے ادا کرنے کا ذمہ دار ہے جس کا بار اس نے اپنے سر لیا ہے اور اس شہادت کبریٰ کے ادا کرنے کا بھی ذمہ دار ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے اس کو لِتَکُوْنُوْا شُہَدَآءَ عَلَی النَّاسِ میں مامور فرمایا ہے ۵۷۶:۸

شہادتِ حق: وہ اصل ذمہ داری ہے جو ہر نبی کی امت پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ڈالی جاتی ہے۔ نبی، جان کی بازی لگا کر امت پر اللہ کے دین کی گواہی دیتا ہے اور نبی کے بعد یہ امت کی ذمہ داری ہوتی ہے کہ اس حق کی گواہی ہر طمع اور ہر خوف سے بے پروا ہو کر خلق کو دے۔ یہ گواہی، دل، زبان، قول، عمل اور جان و مال کی قربانی، ہر پہلو سے دینے کا مطالبہ ہے۔ اس شہادت کا ضد کتمانِ حق ہے جو شریعتِ الٰہی کے شدید ترین جرائم میں سے ہے ۶۰۰:۲!

شُہَدَآء: اس سے مراد اللہ کی راہ میں شہادت کا درجہ حاصل کرنے والے ہیں۔ ان لوگوں کو شہید کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اس امت پر شہادت علی الناس کی جو ذمہ داری اللہ تعالیٰ کی طرف سے ڈالی گئی ہے اس کا حق یہ جان دے کر کرتے ہیں ۱۸۱:۲

شَہِدُوْا: اٰل عمران ۸۶ میں شہادت سے مراد دل کی شہادت ہے کہ ان اہلِ کتاب کے دل مانتے ہیں کہ یہ رسول سچے ہیں ۱۳۷:۲

شَہِیْد: قوم کا لیڈر، ترجمان اور نمائندہ جو اہم مواقع پر اس کی ترجمانی اور نمائندگی کرتا ہے ۱۳۸:۱

اس سے مراد اللہ کے وہ رسول ہیں جو ہر امت کی طرف بھیجے گئے۔ ان کو 'شہید' کے لفظ سے اس لیے تعبیر فرمایا کہ انھوں نے خدا کے دین کی گواہی اپنی اپنی امتوں پر اس دنیا میں بھی دی ہے اور آخرت میں بھی وہ دیں گے کہ انھوں نے خدا کا دین ٹھیک ٹھیک پہنچا دیا تھا۔ اگر بعد والوں نے اس میں بدعتیں داخل کیں تو یہ ان کی اپنی ذمہ داری ہے، وہ ان سے بری ہیں۔ یہ امر یہاں ملحوظ رہے کہ ہر امت اپنے شرک و بدعت کی تائید میں اپنے رسولوں اور نبیوں کا حوالہ دیتی ہے کہ یہ ان کی تعلیم ہے جس پر وہ عمل کر رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں کی شہادت کے ذریعے سے ان پر آخری حجت تمام کر دے گا جس کے بعد کسی کے لیے لب کشائی کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہے گی ۷۰۴:۵

شَیٰطِیْن: جلد باز، تندخو، مشتعل مزاج اور شریر و سرکش، جنوں میں سے بھی اور انسانوں میں سے بھی، فساد فی الارض کے رہنما ۱۲۰:۱

شَہَوٰت: اٰل عمران ۱۴ میں مشتہیات یعنی مرغوبات کے معنی میں ہے ۴۰:۲

شَہِیْقٌ دیکھیے زفِیْرٌ

صَابِئِیْن: دینِ حق سے منحرف ہو کر ملائکہ اور ستارہ پرست ہو گئے تھے۔ وجہ تسمیہ کے بارے مولانا فراہیؒ کا خیال یہ ہے کہ چونکہ صباء کے معنی طلوع ہونے کے آتے ہیں اِس وجہ سے ہو سکتا ہے کہ یہ لوگ اپنی ستارہ شناسی اور معرفتِ نجوم میں مہارت کے سبب سے اس نام سے موسوم ہوئے ہوں ۲۳۰:۱

صَآخَّةٌ: بہرا کر دینے والی کڑک یا چیخ۔ یہ تعبیر اس حقیقت کی طرف اشارہ کر رہی ہے کہ صُورِ قیامت کی پہلی کڑک ہی ایسی ہولناک ہو گی کہ کانوں کو بہرا کر دے گی ۲۱۱:۹

صَاعِقَةٌ: اس کا ذکر اس عذاب کی ایک نمایاں علامت کے طور پر ہوا ہے جس سے عاد و ثمود ہلاک ہوئیں۔ ان قوموں پر جو عذاب آیا وہ شمال کی بادِ تند، ژالہ باری اور ہولناک رعد و برق کا مجموعہ تھا۔ چنانچہ قرآن میں اس کی تعبیر مختلف الفاظ سے ہوئی ہے۔ یہاں اس کے ایک نمایاں وصف 'صاعقة' سے اس کا ذکر فرمایا لیکن مقصود اس کے ان تمام لوازم کی طرف اشارہ کرنا ہے جو دوسرے مقامات میں مذکور ہوئے ہیں ۹۰:۷

صَـالِـح: بھلا چنگا، تندرست، ذی صلاحیت (الاعراف ۱۸۹)، یوسف ۹ میں ٹھیک اپنے لغوی مفہوم میں ہے۔ عربی میں اگر کہیں 'صَلَحَتْ حال فلان' تو اس کے معنی ہوں گے: اس کا حال بالکل ٹھیک ہوگیا، اس کی پریشانی دور ہوگئی، جو کانٹا اسے چبھ رہا تھا اس سے وہ نجات پا گیا ۱۹۶:۴

صٰلِحِیْن: یہ لفظ قرآن مجید میں عام نیکوکاروں کے لیے بھی استعمال ہوا ہے اور اس پورے زمرے کے لیے بھی جو انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین، سب پر مشتمل ہے ۱:۳۴۳، النور ۳۲ میں جسمانی اور اخلاقی دونوں قسم کی صلاحیتیں رکھنے والوں کے لیے استعمال ہوا ہے ۴۰۰:۵

صبـــر: اِستقامت، استقلال، پامردی کے مفہوم میں آتا ہے۔ جو آدمی ہر خوف و طمع کے مقابل میں، خواہ وہ اس کے اندر سے سر اٹھائے یا باہر سے، موقفِ حق پر ڈٹا اور اپنے رب سے راضی و مطمئن رہا وہ صابر ہے اور اسی کردار پر درحقیقت تمام دین قائم ہے ۲۲۵:۶

صبر کوئی عجز و تذلل کی چیز نہیں ہے جو بے بسوں اور درماندوں کا شیوہ ہے بلکہ یہی تمام قوت و استقامت کی بنیاد ہے ۵۳:۷:۹

صبر کے ساتھ جب 'ل' آئے تو اس کے معنی صبر و استقامت کے ساتھ انتظار کرنے کے ہوجاتے ہیں ۴:۷:۹، ۴۳:۲

صبـر اور شکـر: دونوں توام ہیں۔ یہ دونوں بیک وقت مطلوب ہیں۔ جن کے اندر صبر نہ ہو وہ شکر کا حق ادا نہیں کرسکتا اور جس کے اندر شکر نہ ہو وہ صبر نہیں کرسکتا۔ اور اس دنیا کے دارالامتحان میں ہر قدم پر بندے کا امتحان ان دونوں ہی چیزوں میں ہوتا رہتا ہے اور اسی امتحان پر اس کی اُخروی کامیابی و ناکامی کا انحصار ہے ۳۱۱:۶

صَبْرٌ جَمِیْلٌ: وہ صبر ہے جو ہر قسم کے جزع فزع، گلے شکوے اور نوحہ و ماتم سے پاک ہو ۱۹۹:۴

صُحُفٌ: لوگوں کے اعمالنامے مراد ہیں اور ان کے کھولے جانے سے مقصود یہ ہے کہ ہر ایک کا سارا کچا چٹھا اس کے سامنے آجائے گا ۲۲۲:۹

صَحِیفَةٌ: لکھے ہوئے ورق کو کہتے ہیں۔ جمع کی صورت میں یہ بعض اوقات کتاب کے لیے بھی آتا ہے۔ عبس ۱۳ میں اس سے اشارہ لوحِ محفوظ کی طرف ہے ۲۰۲:۹

صَخْرَةٌ: لقمان ۱۶ میں اس سے پتھر مراد لینا ضروری نہیں ہے۔ اس سے پہاڑی اور گھاٹی بھی مراد لے سکتے ہیں۔ یہ بات عربیت کے بالکل مطابق ہوگی ۱۳۱:۶

صَدْعٌ: کے معنی پھٹنے کے ہیں یعنی جب بارش ہوتی ہے تو زمین کے مسامات کھل جاتے ہیں اور وہ پانی جذب کر کے پھول جاتی اور دیکھتے دیکھتے لہلہا اٹھتی ہے ۳۰۴:۹

صَـــدَف: لازم اور متعدی دونوں آتا ہے یعنی کسی چیز سے اعراض کرنے اور منہ پھیرنے کے معنی میں بھی اور کسی کو اس سے پھیرنے اور موڑنے کے معنی میں بھی ۲۰۷:۳

خول اور خلا کو کہتے ہیں۔ الکہف ۹۶ میں اس کے تثنیٰ استعمال کرنے میں اس کے دونوں طرفوں کا لحاظ ہے۔ مقصود یہی بتانا ہے کہ دونوں پہاڑوں کے درمیان کا خلا پورا بھر دیا گیا ۶۲۱:۴

صـدق: اصل حقیقت کسی شے کا بالکل مطابق واقعہ ہونا ہے۔ اس کی روح پختگی اور ٹھوس پن ہے۔ زبان، دل سے ہم آہنگ ہو، عمل اور قول میں مطابقت ہو، ظاہر اور باطن ہم رنگ ہوں، عقیدہ و فعل دونوں ہم عناں ہوں، یہ باتیں صدق کے مظاہر میں سے ہیں اور انسانی زندگی کا سارا ظاہر و باطن انھی سے روشن ہے۔ یہ نہ ہو تو انسان کی ساری معنویت ختم ہو کر رہ جاتی ہے۔ یہی چیز ہے جو انسان کو وہ پر پرواز عطا کرتی ہے جس سے وہ روحانی بلندیوں پر چڑھتا ہے اور اس سے اس کے صبر کو بھی سہارا ملتا ہے ۴۳:۲

صـدقه: انفاق سے آدمی کے ایمان کی صداقت اور پختگی واضح ہوتی ہے اس وجہ سے اس کو صدقہ کہتے ہیں جس کی اصل صدق ہے جس کی روح قول و فعل کی کامل مطابقت اور رسوخ و استحکام ہے ۵۹۱:۳

صُـدُوْرِ النَّاس: ظرف ہے لیکن مراد اس سے مظروف ہے یعنی دلوں میں وسوسہ اندازی۔ وسوسہ اندازی کا مفہوم ظاہر ہے کہ لوگوں کو خدا کی صراط مستقیم سے برگشتہ کرنے کے لیے وسوسہ اندازی ہے ۶۷۷:۹

صـدّیق: اس کی اصل روح قول و عمل کی کامل مطابقت اور اس کی پختگی

ہے ۲۱۹:۸

صِرَاط: اس کے بعد 'عَلَیَّ' جو آیا ہے۔ یہ عربی زبان کے مخصوص اسلوب کے مطابق ہے، عربی زبان میں کسی سیدھے راستے کی تعریف کے لیے یہ اسلوب بیان موجود ہے کہ یہ راستہ ایسا سیدھا ہے کہ راہرو کر خود منزل پر لا ڈالتا ہے ۳۶۰:۴

صِرَاطِ الْحَمِیْدِ: اس سے مراد اسی دَارُ الْمُقَامَۃِ کی شاہراہ ہے جس کی طرف سورۂ فاطر ۳۴-۳۵ آیت میں اشارہ ہوا۔ یہاں لفظ ہدایت، منزلِ مقصود کی طرف ہدایت کے مفہوم میں ہے اور صیغۂ مجہول تشریف و تکریم پر دلیل ہے کہ ملائکہ کی ایک جماعت کے ذریعہ سے ان لوگوں کی رہنمائی اس شاہراہ کی طرف کی جائے گی جو اس دارالمقامۃ تک ان کو پہنچائے گی جو خدائے حمید نے ان کے قیام کے لیے پسند فرمایا ۲۳۳:۵

صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْم: تنکیر یہاں تفخیمِ شان کے لیے ہے جس سے یہ بات نکلتی ہے کہ یہ راہ عقل و فطرت اور خدا کی بتائی ہوئی نہایت سیدھی راہ ہے ۴۰۱:۶

صَرِیْخ: فریاد اور فریادرسی کے معنی میں آتا ہے اور فریاد کرنے اور فریادرسی کرنے والے کے معنی میں بھی۔ یٰسٓ ۴۳ میں یہ تمام معانی کے اعتبار سے موزوں ہے ۴۲۷:۶

صَلٰوۃ: نماز، عبادت کے معنی میں بہت قدیم لفظ۔ امت کے قول اور عملی تواتر نے اس کی شکل و ہیئت اور اس کے اوقات محفوظ کر دیے ہیں ۹۳:۱

صَلَوٰتٌ: صلوٰۃ کی جمع، اصل معنی کسی چیز کی طرف بڑھنا۔ اسی مفہوم کے اعتبار سے یہ لفظ نماز کے لیے استعمال ہوا کہ بندہ نماز میں اپنے رب کی طرف بڑھتا ہے اسی طرح یہ لفظ اس التفات و توجہ کے لیے بھی آتا ہے جو اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی طرف فرماتا ہے۔ اس صورت میں اس کے معنی الطاف و عنایات الٰہی کے ہو جاتے ہیں ۳۸۳:۱، یہ لفظ یہود کے کنیسوں کے لیے آتا ہے۔ عبرانی میں اس کی اصل 'صلوتا' ہے ۲۵۶:۵

صَمَدٌ: اصل میں اس بڑی چٹان کے لیے آتا ہے جس کی دشمن کے حملہ کے وقت پناہ پکڑتے ہیں۔ یہیں سے قوم کے سردار کو جو قوم کا پشت پناہ اور سب کا مرجع ہو 'صَمَد' کہنے لگے۔ زبور اور دوسرے آسمانی صحیفوں میں اللہ تعالیٰ کو بکثرت چٹان اور مدد کی چٹان کہا گیا ہے ۶۵۰:۹

صَوَامِع: صومعۃ کی جمع ہے۔ اصلاً یہ لفظ ان بلند پہاڑوں اور مکانوں کے لیے آیا ہے جہاں عیسائی راہب عبادت کے لیے خلوت اور گوشہ نشینی کی زندگی گزارتے تھے۔ اس وجہ سے اس کا ترجمہ، خانقاہیں، موزوں ہے ۲۵۶:۵

صَوْم: کسی شے سے رک جانا اور اس کو ترک کرنا: ۴۴۴

ضبطِ نفس اور تربیتِ صبر کی خاص ریاضت ہے۔ انسان کے تمام کردار کی بنیاد صبر پر ہے اور روزہ صبر کی تربیت کا سب سے بڑا ذریعہ ہے ۲۲۵:۶

صَیْحَۃٌ: لغوی معنی تو چیخ کے ہیں لیکن یہ خطرہ کے معنی میں بھی آتا ہے اور المنٰفقون ۴ میں اسی معنی میں ہے ۴۰۱:۸ وہ عذاب جو قومِ ثمود پر آیا ۱۵۴:۴

'صَیْحَۃٌ' کے معنی ڈانٹ کے ہیں اور قرآن میں یہ عذابِ الٰہی کی تعبیر کے لیے جگہ جگہ استعمال ہوا ہے، خواہ وہ عذاب کسی شکل میں ظاہر ہوا ہو ۳۱۹:۵

ضَآلٌّ: الشعرآء ۲۰ میں اسی مفہوم میں استعمال ہوا ہے جس مفہوم میں الضحیٰ ۷ میں استعمال ہوا ہے یعنی سرگشتہ، جویائے راہ، کھویا ہوا ۵۰۹:۵

ضَآلِّیْن: گمراہ، دین میں غلو کرنے والے، بدعتوں کے پیرو اور رہبانیت کے موجد، نمایاں مثال نصاریٰ ہیں ۶۱:۱

ضَحِکَ: خوشی اور ابتہاج و سرور کے مفہوم میں ہے۔ مجرد تبسم استخفاف و تحقیر کی نوعیت کا بھی ہوسکتا ہے، اس کے ساتھ ضَاحِکًا کی قید نے معین کر دیا کہ یہ تبسم خوشی اور سرور کی نوعیت کا تھا ۵۹۵:۵

ضرب طریق: عربی محاورہ کے لحاظ سے راستہ بنا لینے کے ہیں۔ لیکن طٰہٰ ۷۷ میں اس لفظ کے استعمال میں ایک لطیف کنایہ موسیٰؑ کے عصا کی طرف بھی ہے اس لیے کہ اس راستہ کے بنانے میں موسیٰؑ کے عصا کو بھی

دخل تھا اور عصا کی مناسبت لفظ ضرب کے ساتھ واضح ہے ۶۹:۵

ضَرَبَ عَلَی الْاٰذَان: لفظی معنی کانوں پر ٹھپا لگانے یا تھپکنے کے ہیں۔ یہیں سے یہ محاورہ کسی کو سننے سے روک دینے یا پیار و شفقت سے سلا دینے کے مفہوم میں استعمال ہونے لگا ۵۶۸:۴

ضَرْبِ مَثَل: اصل میں تو کسی موعظت وحکمت کی بات کو تمثیل کی صورت میں پیش کرنے کے لیے استعمال ہوتا ہے لیکن یہ اپنے وسیع مفہوم میں مجرد موعظت وحکمت کی بات بیان کرنے کے لیے بھی آتا ہے ۱۱۱:۶

تمثیل کا اسلوب حقائق کی تعلیم وتفہیم کے لیے سب سے زیادہ موثر ہوتا ہے، بالخصوص ان حقائق کی تعلیم کے لیے جن کا تعلق ایک نادیدہ عالم سے ہو۔ اس وجہ سے انبیاء علیہم السلام اس صنفِ کلام سے بہت زیادہ کام لیتے ہیں ۵۸۴:۶

النحل ۷۴ میں اس سے مراد تمثیل وتشبیہ کو ذریعہ بنا کر خدا کے لیے صفتیں بیان کرنا ہے ۴۳۱:۴

بنی اسرآئیل ۴۸ میں فقرے اور پھبتیاں چست کرنا مراد ہے ۵۱۰:۴

الفرقان ۹ اور یٰس ۷۸ میں طنز یا پھبتی چست کرنے کے معنی میں ہے ۴۴۴:۶

ضُعَف: جسمانی اور مادی کمزوری کے لیے نہیں آتا بلکہ عزم وارادہ اور معرفت وبصیرت کے ضعف کے لیے بھی آتا ہے ۵۰۷:۳

ضِغث: خس وخاشاک کے گٹھے کو کہتے ہیں۔ اسی کی جمع اضغاث (دیکھیں اضغاث) ہے جو بے حقیقت باتوں اور خبروں کے مجموعہ کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے۔ پھر اسی سے اَضْغَاثُ اَحْلَام کی ترکیب پیدا ہوگئی جس سے مراد وہ خواب پریشاں ہوتے ہیں جو یوں ہی تبخیر معدی یا کسی اور باعث سے نظر آجاتے ہیں۔ ان کے اندر کوئی تعبیر نہیں ہوتی ۲۲۲:۴

ضَلّ: عام طور پر انسان کی اس گمراہی کے لیے آتا ہے جس کا تعلق بھول چوک یا فکر واجتہاد کی غلطی سے ہو اور غوٰی کا تعلق اس گمراہی سے ہوتا ہے جس میں نفس کی اکساہٹ اور آدمی کے قصد وتعمد کو بھی دخل ہو ۵۲:۸

ضَنِیْنٌ: بخل کے معنی میں جب آتا ہے تو اس کا صلہ 'ب' آتا ہے اور التکویر ۲۴ میں 'علیٰ' آیا ہے جو اس بات کا قرینہ ہے کہ یہ 'حرص' کے معنی پر متضمن ہو ۲۳۱:۹

طَاغُوْت: طغٰی کے مادہ سے ہے جس کے معنی حد سے آگے بڑھ جانے کے ہیں۔ یہیں سے یہ لفظ حدود عبدیت وبندگی سے نکل جانے کے لیے استعمال ہوا اور جو حدودِ بندگی سے نکل جائے اس کو طاغوت کہنے لگے۔ طاغوت ہر وہ وجود ہے جو بندگی سے نکل جائے اور ہر وہ معبود ہے جس کی اللہ کے سوا پرستش کی جائے ۵۹۱:۱

غیر اللہ کی تعبیر کے لیے ایک جامع لفظ ہے خواہ اصنام والٰہہ ہوں یا جنّات وشیاطین اور اللہ کی بندگی واطاعت سے برگشتہ کرنے والے لیڈر ۵۷۵:۶

طَاغِیَةٌ: وہ شے جو اپنے حدود وقیود سے متجاوز ہو جائے۔ سورہ الحاقۃ میں اس بارش کو جس نے قومِ نوح کو غرق کیا 'طَغَا الْمَآءُ' سے تعبیر فرمایا ہے ۵۴۲:۸

طَآئِر: اصل معنی تو پرندے کے ہیں لیکن اہل عرب پرندوں سے چونکہ فال بھی لیتے تھے اور اپنے زعم کے مطابق ان سے قسمت بھی معلوم کرتے تھے اس وجہ سے یہ لفظ قسمت، خط اور نصیبہ کے معنی میں استعمال ہونے لگا ۴۸۸:۴

یٰس ۱۹ میں اس کے معنی نحوست کے ہیں ۴۱۵:۶

طِبَاقاً: تہ بہ تہ۔ اس لفظ سے یہ بات لازم نہیں آتی کہ کپڑے کی تہوں کی طرح آسمان کی بھی سات تہیں ہیں بلکہ مقصود یہ ہے کہ الگ الگ ایک سے ایک بلند سات عالم ہیں اور ان کے الگ الگ سات آسمان ہیں۔ اس طرح کی باتیں جو قرآن میں بیان ہوئی ہیں اللہ تعالیٰ کی غیر محدود قدرت کا ایک اجمالی تصور دینے کے لیے بیان ہوئی ہیں ۶۰۰:۸

طِبْتُمْ: خیر مقدم کے کلمات میں سے ہے جس طرح ہم کہتے ہیں خوش رہو، شاد وآباد رہو، پھلو پھولو! ۶۱۴:۶

طَرَآئِق: طَرِیْقَةٌ کی جمع ہے۔ طرائق، دھاریوں کے معنی میں آتا ہے۔ المومنون ۱۷ میں صفت بول کر موصوف کو مراد لیا ہے جو عربی زبان

میں معروف ہے یعنی دھاریوں والے سات آسمان۔ یہاں اس لفظ سے آسمان کی رنگارنگی و بوقلمونی کی طرف بھی اشارہ ہو رہا ہے اور اس بارش کی طرف بھی جس کا ذکر آگے نہایت اہتمام سے آ رہا ہے ۳۰۵:۵

طرآئق کے معنی راستے اور مسلک و مذہب کے ہیں ۶۲۲:۸

طعام: الفجر ۱۸ میں محدود معنوں میں نہیں بلکہ وسیع معنوں میں استعمال ہوا ہے اور اس معنی میں اس کا استعمال معروف ہے۔ مقصود ان کی ضروریات کا اہتمام ہے ۳۵۹:۹

طَغْوٰی: سرکش اور اللہ تعالیٰ کی حدود سے کھلم کھلا بغاوت، خاص طور پر وہ سرکشی جس کی مرتکب کوئی قوم اس وقت ہوتی ہے جب کہ حق اس پر اچھی طرح واضح ہو چکا ہو ۳۹۲:۹

طَغٰی: بے قابو، یعنی اگرچہ انوار و تجلیات کا ایسا ہجوم تھا کہ الفاظ اس کی تعبیر و تصویر سے قاصر ہیں لیکن آپ ﷺ کی نگاہ ذرا بھی بے قابو نہیں ہوئی بلکہ آپ ﷺ نے ہر چیز کا مشاہدہ اچھی طرح جم کر کیا ۵۷:۸

النّٰزِعٰت ۱۷ میں اس کے ربِّ اعلیٰ ہونے کا دعویٰ اور بنی اسرائیل کے ساتھ جبارانہ رویہ ہے ۱۸۰:۹

طَوْل: فضل، غنی، قدرت اور بخشش۔ المومن ۳ میں تقابل کے اصول کو پیش نظر رکھ کر 'قدرت' کے معنی کو ترجیح دی گئی ہے ۱۸:۷، ۲۷۹:۲

طَیِّبٰت: بعض اوقات چیز تو فی الاصل جائز ہوتی ہے لیکن کسی خارجی سبب سے اس کو خباثت لاحق ہو جاتی ہے مثلاً ایک جانور حلال ہے لیکن اس کو ذبح نہیں کیا گیا یا ذبح تو کیا گیا لیکن اس پر غیر اللہ کا نام لیا گیا یا اس کو کسی تھان یا استھان کی نذر کیا گیا تو ان صورتوں میں وہ جانور جائز ہونے کے باوجود طیب و پاکیزہ نہیں رہے گا، اس وجہ سے وہ ناجائز قرار پائے گا ۵۸۷:۲

البقرۃ ۲۶۷ میں طیبات کا لفظ بیک وقت دو باتوں کو ظاہر کرتا ہے ایک تو یہ کہ اپنی کمائی میں سے وہی مال خرچ کرو جو پاکیزہ طریقہ سے آیا دوسری یہ کہ مال بجائے خود اچھا ہو، بے وقعت، گھٹیا اور نکمانہ ہو ۶۱۹:۱

سبا ۱۵ میں زرخیز و شاداب کے معنی میں ہے۔ اس معنی میں یہ لفظ قرآن میں جگہ جگہ استعمال ہوا ہے ۳۰۸:۶

طَیْر: چڑیوں اور پرندوں کو کہتے ہیں۔ چونکہ توہم پرستوں میں چڑیوں کے اڑنے سے فال لینے کا عام رواج ہے اس وجہ سے 'تطیر' کا لفظ فال لینے کے معنی میں استعمال ہوا۔ پھر اس کا غالب استعمال فال نحس کے معنی میں ہو گیا۔ اسی مادے سے 'طائر' کا لفظ بھی ہے جو اس چیز کے لیے استعمال ہوا جس سے کوئی نیک یا بد فال لی جائے اور پھر اس مفہوم سے ترقی کر کے خط، قسمت اور نصیبہ کے معنی میں استعمال ہونے لگا ۳۵۳:۳

ظٰلِمُوْن: مریم ۳۷ میں اپنی جانوں پر ظلم ڈھانے والے وہ بدقسمت لوگ ہیں جو آنکھ، کان رکھتے ہوئے اندھیرے میں ٹھوکریں کھاتے رہے ۶۵۲:۴

ظِلّ: الفرقان ۴۵ میں شب کا سایہ مراد ہے جس کو اللہ تعالیٰ تمام دنیا پر پھیلا دیتا ہے ۴۷۴:۵

ظُلَل: جمع ظُلّۃ کی۔ اس کے اصل معنی 'غاشیۃ' یعنی ڈھانک لینے والی چیز کے ہیں ۵۷۵:۶

ظُلم اور ھَضم: دونوں لفظ جب ایک ساتھ استعمال ہوں تو 'ظلم' کے اندر حق تلفی کا مفہوم پایا جاتا ہے اور ھضم کے اندر غصب اور تعدی کا۔ یعنی ایک صورت تو یہ ہے کہ کسی کا حق جو آپ پر عاید ہوتا ہے آپ اس کو دبا بیٹھیں، یہ ظلم ہے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ آپ تعدی کر کے دوسرے کے پاس جو کچھ ہے اس کو چھیننے اور غصب کرنے کی کوشش کریں، یہ ھضم ہے ۹۴:۵

طٰہٰ ۱۱۱ میں اس سے مراد شرک ہے ۹۳:۵، اس لفظ کی تنکیر اس بات پر دلیل ہے کہ شرک کی جس نوع کا بھی کوئی مرتکب ہوگا وہ آخرت میں خاسر اور نامراد ہوگا ۹۴:۵، قرآن نے جگہ جگہ کفر و شرک کو ظلم سے تعبیر کیا ہے ۴۲۰:۴، ۳۲۶:۱

ظُلُمٰت: عقلی اور اخلاقی تاریکیاں مراد ہیں اور نور سے مراد عقلی و ایمانی روشنی ۲۷۹:۴

ابراہیم ۱ میں ظُلُمٰت سے مراد عقائد و اعمال کی تاریکیاں اور 'نور' سے مراد ایمان و عمل صالح کی روشنی ہے۔ گمراہی کے ہزاروں راستے ہیں

لیکن ہدایت کی راہ ایک ہی ہے اس وجہ سے ظلمات جمع ہے اور نور واحد ۳۰۸:۴

البقرۃ ۲۵۷ میں اس سے مراد عقلی و اخلاقی ظلمت ہیں ۵۹۸:۱

الانبیآء ۸۷ میں اس تاریکی کی شدت اور اس کے اطراف کی وسعت اور اس کے ناپیدا کنار ہونے کو ظاہر کر رہا ہے ۱۸۳:۵

شہواتِ نفس اور حبِّ دنیا کی تاریکیاں ہیں جن کا واحد علاج اللہ کی راہ میں انفاق ہے اور نور سے وہ نور مراد ہے جو انفاق سے پیدا ہوتا ہے ۲۰۵:۸

ظُلُمٰتِ الارض: الانعام ۵۹ میں زمین کی تہیں اور اس کے طبقات مراد ہیں ۶۸:۳

ظَلُوْمٌ: حق کو تلف کرنے والا۔ شرک کا ارتکاب کر کے انسان خدا کے حق کو بھی تلف کرتا ہے اور خود اپنے نفس کے حق کو بھی ۳۳۰:۴

ظَلُوماً جَھُولاً: یہ انسان کی اس صلاحیت کی طرف اشارہ ہے جس کی بنا پر وہ اس امانت کا اہل قرار پایا۔ وہ یہ ہے کہ یہ امانت مقتضی تھی کہ انسان کے اندر متضاد داعیے موجود ہوں تا کہ اس کی آزمائش ہو سکے کہ وہ ان متضاد داعیوں کی کشاکش کے اندر اپنے رب کی اطاعت بالاختیار کے عہد کو کس طرح نبھاتا اور اس کی ذمہ داریوں سے کس طرح عہدہ برآ ہوتا ہے۔ چنانچہ وہ 'ظلوم' 'جھول' بنایا گیا۔

'ظلم' عدل و حق کا ضد ہے اور 'جہل' علم اور حلم کا ضد ہے۔ ظلوم اس کو کہیں گے جو عدل و حق کا شعور رکھتے ہوئے ظلم کا مرتکب ہونے والا ہو۔ اسی طرح 'جھول' اس کو کہیں گے جو علم و علم کی صلاحیت کے باوصف جہل اور جذبات سے مغلوب ہو جانے والا ہو۔ یہ کشاکش انسان کی آزمائش ہے اور یہی اس کے تمام شرف کی بنیاد ہے ...۲۸۱:۶

ظن: آدمی کسی چیز کے متعلق اس کے دیکھے بغیر جو رائے قائم کرتا ہے اس کو ظن کہتے ہیں۔ یہ لفظ اندیشہ اور گمانِ غالب سے لے کر یقین اور قطعیت تک کی حالت کی تعبیر کے لیے کافی ہے ۱۹۳:۱

یہ لفظ علم، یقین اور حق تینوں کے ضد کی حیثیت سے اِستعمال ہوتا ہے ۶۷،۵۰:۴

حٰمٓ السجدۃ ۴۸، ان مواقع میں یہ یقین کے مفہوم میں آتا ہے جہاں مقصود مستقبل کی کسی ایسی حقیقت کا بیان ہو جو اگرچہ نادیدہ ہو لیکن متکلم کے نزدیک وہ یقینی ہو مثلاً الحاقۃ ۲۰: مجھے یہ یقین رہا کہ مجھے بہر حال اپنے روزِ حساب سے دوچار ہونا ہے ۱۲۴:۷

النجم ۲۳ میں 'الھدٰی' کے مقابل میں استعمال ہوا ہے۔ النجم ۲۸ میں یہ 'علم' کے مقابل کی حیثیت سے بھی استعمال ہوا ہے اور حق کے مقابل کی حیثیت سے بھی۔ علم انسان کو اس کی فطرت اور عقل کی راہ سے بھی حاصل ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ وحی سے بھی۔ جو علم اللہ تعالیٰ کی وحی کے ذریعہ سے حاصل ہوتا ہے وہ دراصل 'الھدٰی' کا درجہ رکھتا ہے۔ اس لیے کہ وہ ہر شبہ سے بالا ہوتا ہے، چنانچہ یہاں اس کو حق سے تعبیر فرمایا گیا ہے۔ جس بات کے حق میں نہ فطرت اور عقل کی گواہی موجود ہو نہ وحی کی شہادت وہ سرتاسر ظن ہے اور یہ بالکل باطل ہے ۶۵:۸

ظَنَّ الْجَاھِلِیَّۃِ: (اٰل عمران ۱۵۴) ظَنَّ الْجَاھِلِیَّۃِ غیر الحق کی وضاحت ہے اور مقصود اس وضاحت سے ان کے خیال کے گھنونے پن کو ظاہر کرنا ہے کہ باوجودیکہ یہ لوگ مسلمان بنے پھرتے ہیں لیکن اب تک خدا کی صفات اور انسانی زندگی سے اس کے تعلق کے باب میں ان کے خیالات و تصورات وہی ہیں جو زمانۂ جاہلیت کی تاریکی میں تھے۔ یَقُوْلُوْنَ لَوْ کَانَ لَنَا الآیہ ان کے ظن جاہلیت کی ایک مثال بھی ہے اور وہ اپنے دل میں جو کچھ چھپائے ہوئے تھے اس کا اظہار و بیان بھی ۱۹۶:۲

ظِھَار: عرب جاہلیت کی ایک اصطلاح۔ اگر کوئی شخص اپنی بیوی سے یہ کہہ بیٹھتا کہ 'اَنْتِ عَلَیَّ کَظَھْرِ اُمِّی' (اب تو میرے اوپر میری ماں کی پیٹھ کی طرح حرام ہے) تو اس کی بیوی اس کے اوپر ہمیشہ کے لیے حرام ہو جاتی۔ اسی لفظ ظھر سے جس کے معنی پیٹھ کے ہیں 'ظِھار' کی اصطلاح پیدا ہو گئی ... عرب جاہلیت میں یہ صورت ایک طلاق مغلظ کی تھی جس کے بعد کسی شخص کے لیے اپنی بیوی سے مراجعت کی کوئی شکل باقی نہیں رہ جاتی تھی۔ قرآن نے اس طرح کی بات کو منکر اور جھوٹ قرار دیا اور یہ اجازت دے دی کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو اس طرح کی بات کہہ بیٹھے اور وہ پھر اس کے ساتھ زن و شو کے تعلقات قائم کرنا چاہے تو ایسا کر سکتا ہے۔ لیکن چونکہ اس نے ایک منکر اور باطل بات کی

ہے اس وجہ سے ضروری ہے کہ ملاقات سے پہلے وہ ایک غلام آزاد کرے یا لگاتار دو ماہ روزے رکھے یا ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے ۱۸۷:۶

ظُھُوْرٌ: اگرچہ کشتیوں کے لیے زیادہ موزوں نہیں ہے، اس کی واضح مناسبت گھوڑوں یا سواری کے دوسرے جانوروں ہی کے ساتھ ہے لیکن یہاں الزخرف ۱۳ میں یہ لفظ علیٰ سبیل التغلیب استعمال ہوا ہے۔ اس طرح کا استعمال عربی میں معروف ہے ۲۱۲:۷

عَاتِیَۃ: وہ ہوا جو سرکش اور بے قابو ہوگئی۔ اللہ تعالیٰ نے ہوا کو انسان کے لیے مسخر کیا ہے اور یہ اس کی زندگی اور بقا کے لیے ناگزیر ہے لیکن جب انسان سرکشی میں مبتلا ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسی مسخر ہوا کو جب چاہتا ہے ذرا سی ڈھیل دے کر اس کے لیے عذاب بنا دیتا ہے ۵۴۳:۸

عَاجِلَۃ: آخرت کا مقابل لفظ ہے یعنی یہ دنیا اور اس کا نفع عاجل ۴۸۹:۴

عَاقِبَۃ: یوں تو انجام کے معنی میں معروف ہے ہی خواہ نیک انجام ہو یا بد لیکن بعض اوقات یہ مخصوص طور پر انجامِ خیر و فلاح ہی کے معنی میں آتا ہے ۱۶۹:۳

عٰلِمْ: قرآن کی اصطلاح میں اصلی عالم وہ لوگ نہیں ہیں جو اپنے اوپر کتابوں کا بوجھ لادے ہوئے ہیں بلکہ عالم وہ ہیں جو آفاق و انفس کی نشانیوں پر غور کرنے والے اور ان سے صحیح سبق حاصل کرنے والے ہیں ۵۰:۶

عٰلِمُوْن: وہ لوگ مراد ہیں جن کی فطری صلاحیتیں زندہ اور جو اپنی عقل سے کام لیتے ہیں۔ اس طرح کے لوگ ہر واقعہ سے سبق حاصل کرتے ہیں جس سے درجہ بدرجہ ان کے علم میں اضافہ ہوتا جاتا ہے۔ برعکس اس کے جن کے اندر سبق آموزی و عبرت پذیری کی صلاحیت مردہ ہو جاتی ہے وہ اوّل تو اس طرح کی چیزوں کی طرف دھیان ہی نہیں کرتے اس لیے کہ اس سے ان کی بے فکری میں خلل پڑتا ہے اور اگر کچھ توجہ کرتے بھی ہیں تو اس میں اپنے لیے کوئی درس تلاش نہیں کرتے بلکہ اس کو محض قصہء ماضی سمجھتے ہیں ۵۰:۶

عٰمِلِیْن: وہ لوگ جو صدقات کی وصولی اور ان کے حساب کتاب پر حکومت کی طرف سے مامور ہوں۔ ان کی تنخواہیں اور ان کے دفاتر کے مصارف بھی اس مد سے ادا ہوں گے ۵۹۱:۳

عِبَادَت: رب کی بندگی اور اس کے احکام کی اطاعت ۶۳۲:۷

الحج ۷۷ میں عبادت، اطاعت کے مفہوم پر بھی متضمن ہے یعنی زندگی کے سارے گوشوں میں خدا ہی کی بندگی اور اسی کی اطاعت کرو ۲۸۸:۵

عُتُلٍّ: اس کے معنی سخت دل اور بے مروت کے ہیں۔ جو شخص بخیل ہو گا وہ لازماً سنگ دل بھی ہو گا ۵۱۹:۸

عِبْـرَت: ایک حقیقت سے دوسری حقیقت تک عبور کر جانا۔ ایک صاحبِ بصیرت اور ایک بلید میں سب سے بڑا فرق یہی ہے کہ ایک اپنی ناک سے آگے نہیں دیکھتا لیکن دوسرے کے لیے ایک معمولی سی نشانی، ایک ادنیٰ سی تنبیہ اور ایک سرسری سا اشارہ حقائق کا ایک دفتر کھول دیتا ہے۔ ایک دروازہ اس کے لیے کھل جائے تو دوسرے دروازے کھولنے کے لیے کلید ہاتھ آ جاتی ہے۔ ایسے لوگوں کو قرآن 'اولوالابصار' کہتا ہے کیونکہ ان کی آنکھوں میں بصارت کے ساتھ بصیرت کا نور بھی ہوتا ہے جو جزو میں کل اور قطرہ میں دجلہ کے مشاہدہ کی صلاحیت رکھتا ہے ۴۰:۲

عَـدْل: انصاف، یہیں سے یہ لفظ مساوی اور برابر کے معنی میں استعمال ہوا اور فدیہ کے معنی میں بھی ۲۰۹:۱

عدل یہ ہے کہ جو حق واجب ہم پر عاید ہوتا ہے ہم بے کم و کاست اس کو ادا کریں، خواہ صاحبِ حق کمزور ہو یا طاقت ور اور خواہ وہ ہم کو مبغوض ہو یا محبوب ۴۳۹:۴

عدل کا مطلب یہ ہے کہ قانون کی نگاہ میں امیر و غریب، شریف و وضیع، کالے اور گورے کا کوئی فرق نہ ہو، انصاف خریدنی و فروختنی چیز نہ بننے پائے، اس میں کسی جنبہ داری، کسی عصبیت، کسی سہل انگاری کو راہ نہ مل سکے۔ کسی دباؤ، کسی زور و اثر اور کسی خوف و طمع کو اس پر اثر انداز ہونے کا موقع نہ ملے ۳۲۳:۲

عَدْن: توطن اور اقامت۔ یہ متقین کے گھر کی تعریف کی ہے کہ وہ

اقامت اور توطن کے باغ ہوں گے ۴۰۵:۴

عُدوَان اور ظلم: جب یہ الفاظ ایک ساتھ آئیں تو یہ گناہ کی دو الگ الگ صورتوں پر دلالت کرتے ہیں۔ ایک صورت تو یہ ہے کہ کوئی شخص زور وزبردستی سے دوسرے کے جان یا مال پر دست درازی کرے، دوسری شکل یہ ہے کہ کوئی شخص دھاندلی سے کسی کا حق واجب ادا نہ کرے بلکہ اس کو دبا بیٹھے۔ پہلی صورت عدوان کی ہے دوسری ظلم کی۔ اگر یہ الگ الگ آئیں تو ایک دوسرے کے مضمون پر حاوی ہوجاتے ہیں ۲۸۶:۲

مجرد وہ اقدام جو جوابی کارروائی کے طور کیا جائے ۴۷۹:۱

عَذَاب اور سَاعَت: جب یہ دونوں لفظ ساتھ ساتھ استعمال ہوں تو ایک سے عذابِ دنیا مراد ہوتا ہے اور دوسرے سے عذابِ قیامت ۶۸۰:۴

عَذَابِ اَدْنٰی: اِس دنیا کا عذاب جو تذکیر وتنبیہ کے لیے آتا ہے ۱۶۹:۶

عَذَاباً صَعَدًا: 'صَعَدٌ' کا اصلی مفہوم ترقی کرنا ہے۔ اس وجہ سے اس میں اشارہ ہے اس حقیقت کی طرف کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسول اور اپنی کتاب کی تکذیب کی پاداش میں جن کو پکڑتا ہے ان کی سزا وقتی اور ہنگامی نہیں ہوتی بلکہ اس میں برابر ترقی ہی ہوتی رہتی ہے۔ اس کے ختم یا اس میں بالتدریج کمی ہونے کا کوئی امکان نہیں ہے ۶۲۵:۸

عَذَابَ الْحَرِیْق: عمل اور جزا کی مشابہت کا پہلو موجود ہے یعنی چونکہ وہ اس دنیا میں حق کے خلاف غصہ، نفرت اور حسد سے جلتے اور کھولتے رہے اس وجہ سے وہ مستحق ہیں کہ آخرت میں جلنے کے عذاب کا مزہ چکھیں ۲۲۱:۵

عَذَابٌ مُّقِیْم: رسواکن اور ٹک جانے والا عذاب۔ یہ عذاب جس قوم اور جس بستی پر نازل ہوتا ہے وہیں ڈیرے ڈال دیتا ہے اور اس کی عبرت انگیز سرگزشت آثار اور کھنڈروں کی شکل میں بھی اور تاریخ کے صفحات میں بھی محفوظ ہوجاتی ہے تاکہ آنے والی نسلیں بھی ان کے انجام سے سبق حاصل کریں ۱۴۱:۴

عرش: خدا کی حکومت کی تعبیر ہے ۱۰۹:۴

عَرْض: الحدید ۲۱ میں قرینہ دلیل ہے کہ طول وعرض یعنی وسعت او پہنائی کے مفہوم میں ہے ۲۲۲:۸

عُـرْف: گھوڑے کی ایال کے بالوں کے لیے آتا ہے جو پیشانی پر لٹکے ہوئے ہوتے ہیں ۱۳۱:۹

ایسی بات کو کہتے ہیں جو عقل اور فطرت اور معقول لوگوں کے نزدیک جانی پہچانی ہوئی ہو۔ الاعراف ۱۹۹ میں اس سے مراد توحید ومعاد اور نیکی وعدل کی وہی باتیں ہیں جن کی اس دور میں اہل عرب کو دعوت دی جا رہی تھی اور جو یکسر عقل وفطرت کی شہادت پر مبنی اور سلیم الفطرت طبائع کے لیے ان کے دل کی آواز تھیں ۴۱۱:۳

عَـرِم: بعض اہل لغت نے اس کے معنی زوردار بارش کے لکھے ہیں اور بعض نے اس کو 'عَـرِمَـة' کی جمع بتایا ہے جو تہ بہ تہ اکٹھا کیے ہوئے پتھروں کے لیے آتا ہے پھر یہیں سے یہ اس سدّ یا بند کے لیے بھی استعمال ہونے لگا جو کسی وادی کے درمیان پانی کو روکنے کے لیے بنایا جائے ۳۰۸:۶

عَـزْم: صحیح مفہوم صبر اور عزیمت واستقامت ہے، جس کا ضد بے صبری اور جلد بازی ہے ۹۷:۵

عُزّٰی: 'عزیز' اور 'اَعَزّ' کی مؤنث ہے۔ اللہ تعالیٰ کی صفات میں 'عزیز' ایک نمایاں صفت ہے جو اس کی عزت وعظمت کو ظاہر کرتی ہے۔ اسی پہلو سے اِس دیوی کے لیے 'عزّیٰ' کا نام اختیار کیا گیا ۶۲:۸

عَزِیز: سب کی رسائی سے بالاتر اور ہر چیز پر غالب ومقتدر ۳۱۸:۶

یہ لفظ بادشاہ کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے اور اونچے درجہ کے بااختیار و بااقتدار افسروں اور عہدہ داروں کے لیے بھی۔ چونکہ یہ شخص شاہی باڈی گارڈ کا افسر اعلیٰ تھا اس وجہ سے عورتوں نے اس کے لیے 'عزیز' کا لفظ استعمال کیا ۲۰۸:۴

عَسْعَسَ: تاریک ہوجانے کے معنی بھی ہیں اور پیچھے ہٹ جانے اور گزر جانے کے بھی۔ دوسرے معنی کو ترجیح ۲۲۷:۹

عَسَلٌ: اس کے ساتھ 'مُصَفًّی' کی صفت اس حقیقت کو ظاہر کرتی ہے کہ اس دنیا میں جو شہد میسر آتا ہے وہ بہرحال مکھیوں ہی کے واسطہ

سے میسر آتا ہے جوان کے غل وغش سے پاک نہیں ہو سکتا۔ جنت کا شہد اپنے اصل منبع سے نکالا ہوا ہوگا اس پر کوئی مکس کی قے ہونے کی پھبتی چست نہ کر سکے گا ۷:۴۰۵

عَسٰی: اصلاً امید و رجا، توقع اور ظن غالب کے اظہار کے لیے آتا ہے لیکن جب یہ اللہ تعالیٰ کی نسبت کے ساتھ آئے تو اس صورت میں امید و رجا کا تعلق اللہ تعالیٰ کے بجائے مخاطب یا متکلم سے ہو جائے گا ۱:۵۳۱

عَشِیر: وہ مشرکین جنھوں نے مولیٰ کو مرجع و کارساز بنایا ۵:۲۲۴

عُصْبَة کے معنی گروہ، جتھا اور جماعت کے ہیں، خاص طور پر وہ گروہ جس کے اندر خون کی عصبیت بھی موجود ہو۔ بدویانہ دور زندگی میں، جب منظم حکومتوں کا وجود نہیں تھا، حمایت و مدافعت کا تمام تر انحصار خاندان اور قبیلہ کی عصبیت ہی پر ہوتا تھا۔ سب سے زیادہ باعزت اور بااثر وہ خاندان سمجھا جاتا جس کے اندر حمایت اور مدافعت کے لیے اٹھنے والے نوجوان سب سے زیادہ ہوں، اسی خاندان کو قوم و قبیلہ کی سربراہی حاصل ہوتی اور وہی حکومت کرتا ۴:۱۹۶

عِصْمَتِ نبی: نبی کے معصوم ہونے کے معنی یہ نہیں کہ اس کو کوئی تذبذب کی حالت پیش نہیں آتی یا کوئی غلط میلان اس کے دل میں خطور نہیں کرتا بلکہ اس کے معنی صرف یہ ہیں کہ اول تو اس کا میلان کبھی جانبِ نفس میں نہیں ہوتا بلکہ ہمیشہ جانبِ خیر میں ہوتا ہے۔ دوسرے یہ کہ جانبِ خیر میں بھی اگر وہ کوئی ایسا قدم اٹھاتا نظر آتا ہے جو صحیح نہیں ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس سے اس کو بچا لیتا ہے اور صحیح سمت میں اس کی رہنمائی فرما دیتا ہے ۴:۵۲۸

عَطَآءً غَیْرَ مَجْذُوْذٍ: ان کو جنت کبھی نہ منقطع ہونے والے عطیہ کی حیثیت سے ملے گی ۴:۱۷۳

عِفْرِیْتٌ: کارداں، شاطر اور چالاک اور ساتھ ہی اس کے اندر تگڑے، زور آور اور لیڈر ہونے کا مفہوم بھی پایا جاتا ہے۔ اس وجہ سے اس کا ترجمہ سرہنگ کیا گیا ہے ۵:۶۰۳

عَفو: درگزر کرنا ۷:۱۷۱، الاسراف ۱۹۹ میں دل سے صاف کر دینے کے معنی میں نہیں بلکہ مجرد درگزر کرنے کے معنی میں آتا ہے ۳:۴۱۱

عقد: یہ لفظ عہد و میثاق کے الفاظ کے مقابل میں عام ہے۔ اس میں قول قرار، قسم اور کسی معاملے میں گواہی کی ذمہ داری سے لے کر اس عہد و میثاق تک، جو خدا اور اس کے بندوں کے درمیان ہوا ہے، سب آ گیا ۲:۴۵۲

عَلَقَةٌ: خون کی پھٹکی کو بھی کہتے ہیں اور چھوٹے جاندار کیڑے کو بھی۔ یہ نطفہ کے قرار پا جانے کے بعد کا درجہ ہے جب وہ خون اور جنین کی صورت اختیار کر لیتا ہے اور اس کے اندر زندگی کی نمود پیدا ہو جاتی ہے ۵:۲۱۶

عَلِمَ یَعْلَمُ: اس کا معنی جس طرح جان لینا اور معتین کر لینا ہے اسی طرح ممیز کر دینا، چھانٹ کر الگ کر دینا اور ظاہر کر دینا کے بھی ہیں ۱:۳۶۵

محمد ۳۰ میں اس کے معنی پرکھنے اور امتیاز کرنے کے ہیں ۷:۴۲۳

عِلْمٌ: النمل ۱۵ میں اس سے مراد وہ حکمت و معرفت بھی ہے جو حضرات داؤد اور سلیمان علیہما السلام کو حاصل ہوئی جس کا مظہر زبور اور امثال ہیں اور سائنس کا وہ علم بھی ہے جس کی بدولت انھوں نے وہ عظیم سلطنت قائم کی جو اپنی بری و بحری قوت کے اعتبار سے اپنے زمانے کی سب سے زیادہ طاقتور سلطنت تھی ۵:۵۹۱

العنکبوت ۸ اور الروم ۲۹ میں اس سے مراد دلیل و حجت و برہان ہیں ۶:۱۸، ۹۰

حقیقی علم، قرآن کی اصطلاح میں صرف خدا کی معرفت اور آخرت کا علم ہے۔ اگر یہ علم کسی کے اندر نہ ہو تو دوسرے کتنے ہی علم وہ پڑھ ڈالے اس کا یہ سارا علم اس کے لیے بار اور دوسروں کے لیے خطرہ ہے ۶:۲۹۴

علم اور تفقہ میں فرق یہ ہے کہ علم، عقل و شعور کا فعل ہے اور تفقہ دل کا ۳:۱۲۴

عَمَلِ صَالِح: وہ عمل ہے جو انسان کے لیے زندگی اور نشو و نما کا سبب بن سکے اور جس کے ذریعے سے انسان ترقی کے ان اعلیٰ مدارج تک پہنچ سکے جو اس کی فطرت کے اندر ودیعت ہیں ۹:۵۳۶

عَمِیْنَ: عمون، عمی کی جمع ہے۔ یہ لفظ آنکھ کے اندھوں کے لیے بھی آتا ہے اور عقل و دل کے اندھوں کے لیے بھی۔ الاعراف ۶۴ میں یہ

عقل و دل کے اندھوں کے لیے آیا ہے ۳:۲۹۶

عَنِت: مشقت، زحمت اور تکلیف ۲:۱۶۵

لیکن اس کا استعمال ایسی زحمتوں اور مشقتوں کے لیے ہوتا ہے جو آدمی کے لیے وجہ ابتلا اور مزلہء قدم بن جائیں ۲:۲۷۹

اِس سے اسلامی شریعت کا مزاج معلوم ہوتا ہے کہ اس شریعت نے مشقت میں ڈالنے کی نہیں بلکہ مشقتوں سے بچانے کی راہیں کھولی ہیں ۱:۵۱۸

عَھْد: المعارج ۳۲ میں وسیع معنوں میں ہے:

۱۔ وہ عہد بھی اس میں شامل ہے جو باہمی قول و قرار سے ہمارے اندر وجود میں آتا ہے

۲۔ وہ عہد بھی اس میں شامل ہے جو اگرچہ قول و قرار سے وجود میں نہیں آتا لیکن ہر اچھے معاشرے میں وہ مسلّم و معروف ہے

۳۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ہماری فطرت سے جو عہد لیا ہے وہ بھی اس میں شامل ہے

۴۔ اور سب سے زیادہ اہم حصہ اس کا وہ عہد میثاق ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیوں اور رسولوں کے ذریعہ سے ہم سے لیا ہے ۸:۵۷۶

۵۔ شریعت کے علاوہ وہ عہد بھی ہے جو بنی اسرائیل سے آنحضرت ﷺ کی رسالت پر ایمان لانے کے بارے میں لیا گیا تھا ۱:۱۷۷

عَھدَالِی: یہ اسلوب بیان کسی کو کوئی خاص ہدایت یا وصیت تاکید و اہتمام کے ساتھ کرنے کے لیے آتا ہے ۵:۹۶

عِھْنٌ: اس اون کو کہتے ہیں جو دھنک کر اور رنگ کر کاتنے کے لیے تیار کی جا چکی ہو۔ تشبیہ میں اصل مقصود اُون کی پراگندگی کو نمایاں کرنا ہے نہ کہ اس کے رنگ کو ۹:۵۱۴

عَیْلَة: فقر و مفلسی۔ یہاں التوبۃ ۲۸ میں یہ معاشی اور تجارتی نقصان کے مفہوم میں استعمال ہوا ہے ۳:۵۵۶

غَاشِیَةٌ: ڈھانک لینے والی اور چھا جانے والی۔ الغاشیۃ ۱ میں یہ لفظ قیامت کی صفت کے طور پر استعمال ہوا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کی آفت ایک ہمہ گیر آفت ہوگی جو سب پر چھا جائے گی ۹:۳۲۹

غٰرِمِیْن: غارم اس شخص کو کہیں گے جو اپنے کاروبار میں نقصان یا کسی اور سبب سے ایسے بار اور قرضے کے نیچے آ گیا ہو کہ اس کے لیے تنہا اپنے ذرائع سے اپنے آپ کو سنبھالنا ناممکن ہو رہا ہو۔ ایسے اشخاص کے قرضے اتارنے اور ان کو سہارا دینے پر بھی صدقات کی رقم صرف ہو سکتی ہے تاکہ وہ از سر نو سنبھل کر معاشرے کو اپنی صلاحیتوں سے فائدہ پہنچا سکیں ... یہاں غارم سے مراد کوئی مجرم نہیں بلکہ وہ شخص ہے جس نے اپنی جائز معاشی جدوجہد کی راہ میں ٹھوکر کھائی ہو یا کسی سبب سے تاوان میں پڑ گیا ہو ۳:۵۹۳

غُثَـآءً: اگرچہ مکھن کے جھاگ اور سیلاب کے خس و خاشاک کے لیے بھی آتا ہے لیکن اس سبزہ کے لیے بھی اس کا استعمال معروف ہے جو زمین کی زرخیزی کے سبب سے اچھی طرح گھنا اور سیاہی مائل ہو گیا ہو ۹:۳۱۵

المومنون ۴۱ میں یہ پامال شدہ خس و خاشاک کے مفہوم میں ہے ۵:۳۱۹

غُرُوْر: فریب کار۔ فاطرہ ۵ اور الحدید ۱۴ میں اس سے مراد شیطان ہے ۶:۳۵۷، ۸:۲۱۱

غَضِّ بَصر: مقصود صرف اس حد تک نگاہوں کو نیچی رکھنا ہے کہ گھر کی عورتوں سے اپنی نظر کو بچائے رکھے۔ غض بصر کی ہدایت بڑی اہم ہدایت ہے۔ نگاہ ہی درحقیقت مرد و عورت کے درمیان اوّلین قاصد کا کام دیتی ہے۔ اگر اس کے اوپر ایمانداری کے ساتھ کوئی شخص پہرا بٹھا دے تو وہ شیطان کے بہت سے فتنوں سے امان میں ہو جاتا ہے ۵:۳۹۶

غُلْبٌ: جمع ہے اغلب کی جس کے معنی موٹی گردن والے کے ہیں لیکن جب یہ باغ کی صفت کے طور پر آئے تو اس سے مقصود درختوں کی شادابی کی طرف اشارہ کرنا ہوتا ہے۔ باغ شاداب ہوگا تو لازماً درختوں کا گھیراؤ بڑھ جائے گا اور ان کے اوپر کے حصے باہم دگر مل کر گھنے ہو جائیں گے ۹:۲۱۰

غلو: 'غَلَا یَغْلُو' کے معنی بڑھنے، زیادہ ہونے، متجاوز ہونے کے ہیں۔ جب یہ لفظ دین کے تعلق سے آئے تو اس کا مفہوم یہ ہوتا ہے کہ

دین میں جس چیز کا جو درجہ و مرتبہ یا جو وزن و مقام ہے اس کو بڑھا کر کچھ سے کچھ کر دیا جائے۔ جو حکم صرف استحباب و استحسان کا درجہ رکھتا ہے اس کو فرض اور واجب کا درجہ دے دیا جائے، جو شخص ایک فقیہ یا مجتہد یا صحابی ہے اس کو امام معصوم بنا دیا جائے، جس کو اللہ نے نبی اور رسول بنایا اس کو شریکِ خدا یا خدا بنا ڈالا جائے۔ جس کی صرف تعظیم مطلوب ہے اس کی عبادت شروع کر دی جائے۔ یہ اور اس طرح کی ساری باتیں غلو میں داخل ہیں ۲:۴۳۴

غلو کے فتنہ کا راستہ ۲:۴۳۵

غلو کا بڑا سبب استکبار ہے ۲:۴۳۷

غَلَّ یَغُلُّ غُلُوْلًا: خیانت، بدعہدی اور بے وفائی کرنا۔ یہ لفظ دراصل لفظ 'نصح' کا ضد ہے جس کے معنی خیر خواہی اور خیر سگالی کے ہیں ۲:۲۱۱

غَمْرَةٌ: خواہشاتِ نفس اور مطامعِ دنیا کی تاریکی ۷:۵۸۵

المومنون ۵۴ میں اس سے مراد غفلت کی سرمستی ہے ۵:۳۲٦

غُمَّـه: کسی ڈھانک لینے والی چیز کو کہتے ہیں لیکن محاورۂ کلام میں جب کہیں گے 'ھُوَ فِیْ غُمَّه' تو اس کے معنی ہوں گے وہ حیرانی اور تردّد میں ہے ۴:۷۴

غَنِمَ الشَّی: فلاں چیز بلا کسی عوض کے حاصل کر لی۔ اسی سے غنیمت' ہے جس سے مراد وہ مال و اسباب ہوتا ہے جو میدانِ جنگ میں کفار سے مسلمان مجاہدین کو حاصل ہوتا ہے ۳:۴۸۰

غَوٰی: غَلَّ و خَابَ کے معنی میں ہے ۵:۱۰۰ اغوٰی کا تعلق اس گمراہی سے ہوتا ہے جس میں نفس کی اکساہٹ اور آدمی کے مقصد و تعمّد کو بھی دخل ہو ۸:۵۲

غَوْل: خفیہ طور پر ہلاک کرنے کے معنی میں آتا ہے اور یہیں سے یہ کسی مخفی ضرر کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے ٦:۴٦٦

غَیب: ۱۔ وہ چیز جو ہماری نگاہوں سے اوجھل ہو

۲۔ وہ چیز جس کے جاننے کا آدمی کے پاس کوئی ذریعہ نہ ہو

۳۔ وہ جگہ جو آدمی کے سامنے نہ ہو۔

۴۔ وہ سمت جو متعین نہ ہو رہی ہو

۵۔ راز ۹۰:۱

غِیْبَت: کسی کی اُس کی پیٹھ پیچھے برائی کرنا۔ غیبت کرنے والا چاہتا ہے کہ اس کے اس فعل کی خبر اس کو نہ ہو جس کی وہ برائی بیان کر رہا ہے ۷:۵۱۰

فَاحِشَة: کھلی ہوئی بے حیائی اور بدکاری۔ زنا کی تعبیر کے لیے یہ لفظ معروف ہے ۲:۲٦۴

کھلی ہوئی بے حیائی، یعنی اس کے برائی اور بے حیائی ہونے پر کسی منطقی بحث و حجت کی ضرورت نہیں ہے بلکہ یہ فطرت انسانی کی قدیم ترین جانی پہچانی حقیقتوں میں سے ایک واضح ترین حقیقت ہے ۴:۵۰۰

فَارَ التَّنُّوْر: یہ محاورہ بطریق استعارہ اس سائیکلونی طوفان کی تعبیر کے لیے استعمال ہوا ہے جو قوم نوح پر آیا جس سے سخت بارش بھی ہوئی اور آس پاس کے سمندروں کا پانی بھی ابل پڑا۔ 'فَارَیَفُوْرُ' کے معنی جوش مارنے کے ہیں۔ یہ لفظ پکتی ہوئی ہانڈی کے جوش مارنے اور ابلنے کے لیے بھی آتا ہے اور بھڑکتے ہوئے تنور کے جوش مارنے کے لیے بھی، (ھود ۴۰) ۴:۱۴۲

فَاسِق: شریعت کے حدود و قیود سے بے پروا لوگ ۷:۴۹۲

التوبۃ ۸۰ اور الحشر ۵ میں غدار اور عہد شکن کے مفہوم میں ہے اور اس مفہوم میں یہ لفظ قرآن میں جگہ جگہ استعمال ہوا ہے ۸:۲۸۹، ۳:٦۱۴

فَاقْتُلُوْا اَنْفُسَكُمْ: پس اپنے آپ کو قتل کرو کا مطلب یہ ہے کہ ہر قبیلہ میں سے جو لوگ اس فتنۂ شرک و گوسالہ پرستی سے الگ رہے ہیں اپنے اپنے قبیلہ کے ان لوگوں کی گردنیں اپنے ہاتھوں سے ماریں جنھوں نے قوم کے لیے اس فتنۂ ارتداد کی راہ کھولی ہے۔

'اس حکم کی مصلحتیں' ایک شذرہ ۱:۲۱۳

فَاِنِ انْتَهَوْا: البقرہ ۱۹۲ میں باز آ جانے سے مقصود اس عناد و مخالفت اور اس جبر و ظلم (Persecution) سے باز آ جانا ہے جس کے قریش

مرتکب ہوئے تھے اور جس کے ذریعے سے انھوں نے مسلمانوں کو ان کے گھروں سے نکال دیا تھا اور ساتھ ہی بیت اللہ سے مسلمانوں کو روکنے سے باز آجاتا ہے ۱:۶۷۴

فَاِنَّکَ بِاَعْیُنِنَا: تم ہر وقت ہماری آنکھوں یعنی ہماری حفاظت میں ہو ۸:۴۲

فَاکِھَۃ اور 'لَحم' دونوں لفظوں کے اندر تمام غذائی نعمتیں جمع ہوگئی ہیں خواہ وہ تفکہات کی نوعیت کی ہوں یا غذا کی ۸:۲۷

فَبُعْدًا لِّقَوْمٍ لَّایُؤْمِنُوْنَ: لعنت اور پھٹکار کا جملہ ہے یعنی ایسے نانجاروں پر خدا کی پھٹکار ہو! عذاب کی معنوی تعبیر ہے۔ عذابِ الٰہی درحقیقت خدا کی لعنت ہوتا ہے ۵:۳۲۰

فَتْـرَۃ: اس وقفہ کو کہتے ہیں جو ایک چیز کے ظہور کے بعد اس کے دوسرے ظہور سے پہلے واقع ہوتا ہے مثلاً باری کے بخار کے دو حملوں کے درمیان جو وقفہ ہوگا اس کو 'فترہ' کہیں گے۔ المآئدۃ ۱۹ میں اس سے مراد وہ وقفہ ہے جو دو نبیوں کی بعثت کے درمیان ہوتا ہے ۲:۴۸۴

فَتَـقْـعُـدَ: بنی اسرآئیل ۲۲ میں اس مفہوم میں آیا ہے جس مفہوم میں افعالِ ناقصہ مثلاً فَتَکُوْنَ، فَتَصِیْرَ، وغیرہ استعمال ہوتے ہیں۔ اردو میں بھی 'بیٹھ رہو' 'بیٹھ رہے' اس مفہوم میں استعمال ہوتے ہیں ۴:۴۹۵

فَتَنَ: یہ لفظ جلانے اور تپانے کے معنی میں بھی آتا ہے اور کسی کو امتحان میں ڈال کر جانچنے اور پرکھنے کے معنی میں بھی ۷:۵۸۶

فِتْنَہ: امتحان اور آزمائش۔ قرآن میں عموماً اس سے وہ چیزیں مراد لی گئی ہیں جو پیدا تو کی گئی ہیں اصلاً انسان کے نفع و بہبود کے لیے لیکن انسان اپنے استعمال کی غلطی سے یا ان کی حد سے بڑھی ہوئی محبت میں گرفتار ہوکر ان کو اپنے لیے فتنہ بنا لیتا ہے جس کے سبب سے وہ مفید ہونے کے بجائے مضر بلکہ مہلک بن کر رہ جاتی ہیں مثلاً مال و اولاد ۱:۲۸۴

اللہ تعالیٰ کی تمام دنیوی نعمتیں، بیوی بچے، مال و جاہ، اقتدار و سلطنت وغیرہ دو دھاری تلوار کی حیثیت رکھتی ہیں۔ انسان اگر ان سے صحیح کام لے تو یہ اس کے لیے نعمت ہیں اور اگر ان کی وجہ سے فتنہ میں پڑ جائے تو یہ اس کے لیے عذاب بن جایا کرتی ہیں۔ اسی طرح علم بھی مضرت اور منفعت کے دونوں پہلو اپنے اندر رکھتا ہے۔ فتنہ کا مفہوم، شذرہ ۱:۲۸۶

فتنہ کا استیصال ۱:۵۱۳

البقرۃ ۱۹۱ میں اس کے معنی کسی کو جبر و ظلم سے اُس کے مذہب سے برگشتہ کرنے کی کوشش کے ہیں۔ انگریزی میں اس کو (Persecution) کہتے ہیں۔ قرآن میں یہ لفظ اس معنی میں جگہ جگہ استعمال ہوا ہے ۱:۴۷۵

النسآء ۹۱ میں اس سے مراد کفار کے وہ جارحانہ اور ظالمانہ اقدامات ہیں جو وہ مسلمانوں کو اسلام سے پھیرنے اور بزعمِ خویش اسلام کو مٹانے کے لیے کر رہے تھے ۲:۳۵۹

یونس ۸۵ میں اس کے معنی ہدف اور نشانہ کے ہیں ۴:۸۰

فتنہ سے مراد آزمائش اور امتحان ہے ظاہر ہے کہ اگر حق کے مقابل میں باطل اور اہلِ باطل کو بھی زور آزمائی کا موقع نہ دیا گیا ہوتا تو حق پرستوں اور باطل پرستوں میں امتیاز نہ ہوتا ۵:۴۷۱

الاحزاب ۱۴ میں اس سے رجعت و ارتداد یا مسلمانوں کے خلاف جنگ کا مطالبہ مراد ہے ۶:۲۰۳

الممتحنۃ ۵ میں ہدفِ فتنہ کے معنی میں ہے اور اس سے مراد کفار کی وہ اذیتیں ہیں جو مسلمانوں کو وہ پہنچا سکتے تھے ۸:۳۳۰

فرمایا کہ تمھارے مال اور تمھاری اولاد تمھاری آزمائش کے لیے ہیں۔ اللہ نے ان کے ذریعہ سے تمھارا امتحان کیا ہے کہ تم ان کی محبت میں پھنس کر خدا اور اس کے حقوق کو بھول جاتے ہو یا ان کو خدا کی محبت اور اس کی خوشنودی کے حصول کا ذریعہ بناتے ہو ۸:۴۲۳

فَتَیٰـت: النور ۳۳ میں لونڈیوں کے لیے استعمال کیا ہے اور مقصود اس لفظ کے استعمال سے معاشرے کے اندر ان کی عزت کو بڑھانا ہے۔ 'فتاۃ'، فتی کی مؤنث ہے جس طرح فتی کے معنی جوان اور لڑکے کے ہیں اسی طرح فتاۃ کے معنی لڑکی اور چھوکری کے ہیں۔ حدیث میں ہے کہ کوئی اپنے غلام کو 'عبد' اور اپنی لونڈی کو 'اَمَۃ' نہ کہے بلکہ فتی (جوان) اور فتاۃ (لڑکی) کہے ۵:۴۰۳

فَحْشَـآء: کھلی ہوئی بدکاری اور بے حیائی کے لیے استعمال ہوتا

ہے۔قرآن میں اس سے زنا، لواطت اور ننگے ہو کر طواف کرنے کی قسم کی برائیوں کی طرف اشارے کیے گئے ہیں۔ جب سوء اور فحشاء دونوں لفظ ایک ساتھ جمع ہو جاتے ہیں تو یہ نہ صرف تمام چھوٹی بڑی برائیوں ہی کو اپنے اندر سمیٹ لیتے ہیں بلکہ ہر طرح کے مالی، جسمانی اور عقلی نقصانات و مصائب بھی ان کے تحت آ جاتے ہیں ۱:۴۱۰

فحشاء اور مُنکَر کے دو لفظوں نے اخلاقی مفاسد کے تمام پہلو اپنے اندر سمیٹ لیے ہیں۔ بہت سی برائیاں ایسی ہیں جو شہوانی جذبات کی بے اعتدالی یا ان کے انحراف سے وجود میں آتی ہیں اور پھر آہستہ آہستہ پورے معاشرے کو اس طرح بے حیا بنا دیتی ہیں کہ لوگوں کے اندر سے بے حیائی کا احساس ہی مٹ جاتا ہے۔ ماضی کی قوموں میں سے اس کی مثال کے طور پر قرآن نے قوم لوط کا ذکر کیا ہے ۶:۵۲

فَرج: عربی میں محدود معنی میں نہیں آتا۔ اس کے اصل معنی 'موضع مخافۃ' (اندیشہ کی جگہ) کے ہیں۔ جن راستوں سے بھی انسان کے اندر کوئی برائی راہ پا سکتی ہے وہ سب اس کے مفہوم میں شامل ہیں۔ قرآن میں یہ لفظ عورتوں اور مردوں دونوں کے لیے استعمال ہوا ہے ۸:۴۷۵

فَرش: اس زمین کو بھی کہتے ہیں جہاں نباتات کی کثرت ہو، اس کھیتی کو بھی کہتے ہیں جو ابھی اپنے ڈنٹھلوں پر کھڑی نہ ہوئی ہو اور حیوانات کے تعلق سے یہ لفظ آئے تو اس سے مراد وہ چھوٹے جانور ہوتے ہیں جو سواری یا بار برداری کے لیے موزوں نہیں ہیں، صرف ذبح یا دوسری ضروریات ہی کے لیے موزوں ہیں مثلاً بکریاں، بھیڑیں وغیرہ ۳:۱۸۶

فُرقَان: ہر اس چیز کو کہتے ہیں جو حق و باطل کے درمیان امتیاز کر دے۔ یہ امتیاز پیدا کرنے والی شے داخلی بھی ہو سکتی ہے خارجی بھی، علمی اور عقلی بھی ہو سکتی ہے عملی اور واقعاتی بھی۔ قرآن نے دلائل و براہین کو فرقان کہا ہے۔ خود قرآن بلکہ اصل تورات کے لیے بھی ایک سے زیادہ مقامات میں یہ لفظ استعمال ہوا ہے اس لیے کہ اللہ نے یہ کتابیں حق و باطل کے درمیان امتیاز کے لیے اتاریں۔ اسی طرح غزوۂ بدر کو فرقان سے تعبیر فرمایا ہے۔ اس لیے کہ اس جنگ نے واقعات کی دنیا میں یہ دکھا دیا کہ کون حق پر ہے اور کون باطل پر ۳:۴۶۶،۱:۲۱۲

فَرِحٌ: خوش ہونا، مگن ہونا، اکڑنا اور اِترانا۔ یہ حالت کسی کے نچنت اور عاقبت نااندیش ہونے کا لازمی نتیجہ ہے ۵:۵۴۳

فساد فی الارض: اللہ واحد کی عبادت اور اس کے احکام و قوانین کی اطاعت پر مبنی نظامِ حق کو بگاڑنا یا بگاڑنے کی کوشش کرنا اگرچہ یہ کوشش بظاہر اصلاح کے نیک ارادہ ہی کے ساتھ کیوں نہ کی جائے ۱:۱۱۹

پیغمبر ﷺ کی دعوت کی مخالفت کو قرآن نے زمین میں فساد برپا کرنے سے تعبیر فرمایا ہے ۱:۱۲۴

چونکہ تمام صلاح و فلاح اور تمام تمدن و معاشرت کی بنیاد اسلام نے اللہ سے، تقویٰ اور رشتۂ رحم کے احترام پر رکھی ہے اس وجہ سے جو شخص ان دونوں پابندیوں سے آزاد ہو اس کا ہر اقدام لازماً فساد فی الارض کا موجب ہوگا ۱:۱۴۳

شرک فساد فی الارض ہے ۲:۱۰۹

فساد فی الارض کا مفہوم، ایک جامع شذرہ ۱:۱۵۸

فساد فی الارض کی حقیقت ۵:۷۰۹

فسق: خروج۔ یہاں سے یہ لفظ معروف سے منکر اور اطاعت سے نافرمانی کی طرف نکل جانے کے لیے استعمال ہوا۔ قرآن میں یہ لفظ عام منکرات سے لے کر کفر و بغاوت تک سب کے لیے استعمال ہوا ہے مگر زیادہ تر بڑی نافرمانیوں ہی کے لیے ہوا ہے جن کے ساتھ ایمان جمع نہیں ہوتا ۲:۱۴۲، ۲۸۰

التوبۃ ۸ میں غداری اور عہد شکنی کے معنی میں استعمال ہوا ہے ۳:۵۴۳

الحجرات ۷ میں اس سے مراد اللہ تعالیٰ کی وہ حکم عدولی ہو گی جس کا ارتکاب کوئی شخص ایمان کا مدعی ہوتے ہوئے کرے ۷:۴۹۴

فَشَل: ہمت ہار دینا اور حوصلہ چھوڑ دینا۔ جنگ میں اصل اہمیت حوصلہ و ہمت کو حاصل ہے، اسلحہ اور دوسری چیزیں ثانوی حیثیت رکھتی ہیں ۲:۱۷۰، ۱۹۲

فَصَكَّتْ وَجْهَهَا: یعنی انھوں نے اپنی پیشانی پر ہاتھ مارا۔ یہ عورتوں کے اظہارِ تعجب کا طریقہ ہے ۷:۶۰۹

فَضل: البقرۃ ۱۹۸ میں فَضۡلاً مِّن رَّبِّکُمۡ سے مراد تجارتی فائدہ ہے۔ اس قسم کے معاشی فوائد کے لیے قرآن میں دوسرے مقامات میں بھی یہ لفظ استعمال ہوا ہے خدا کے حدود کے اندر رہتے ہوئے اور اس کے حقوق ادا کرتے ہوئے بندہ جو معاشی فتوحات حاصل کرتا ہے وہ سب فضل رب میں داخل ہے ۱:۴۸۶

فَعَمِیَتۡ عَلَیۡهِمُ الۡاَنۡۢبَآءُ: القصص ۶۶ میں اس کا مفہوم ٹھیک وہی ہے جو ہم اپنے محاورے میں سٹی بھول جانے سے تعبیر کرتے ہیں۔ یعنی اس وقت سب پر ایسی بدحواسی طاری ہوگی کہ کسی سے کوئی بات بنائے نہیں بنے گی ۵:۷۰۰

فَغَشّٰهَا مَا غَشّٰی: یہ اسلوب کسی ایسی صورتِ حال کی تعبیر کے لیے آتا ہے جس کی تعبیر سے الفاظ قاصر ہوں یعنی ان کو ایسی چیز نے ڈھانک دیا جو الفاظ کی گرفت سے باہر ہے ۸:۸۱

فُقَرآء: فقیر غنی کا مقابل ہے۔ اس وجہ سے ہر وہ شخص جو غنی نہیں بلکہ محتاج ہے وہ فقیر ہے، عام اس سے کہ وہ سوال کرتا ہے یا اپنی خودداری کی شرم رکھتے ہوئے سوال سے احتراز کرتا ہے چنانچہ بقرۃ ۲۷۳ میں ان خوددار محتاجوں کے لیے 'فقراء' ہی کا لفظ استعمال ہوا ہے ۳:۵۹۱

فَلَق: اصل معنی پھاڑنا۔ صبح چونکہ شب کے پردے کو چاک کر کے نمودار ہوتی ہے اس وجہ سے اس پر بھی اس کا اطلاق ہوا لیکن پھاڑ کر نمودار ہونے والی چیز صرف صبح ہی نہیں ہے ہر چیز کسی نہ کسی چیز کے اندر سے اس کو چاک کر کے ہی نمودار ہوتی ہے اس کو اس کے وسیع معنی میں رکھنا ہی موقع و محل کے اعتبار سے زیادہ موزوں ہے ۹:۶۶۰

فَلۡیَمۡدُدۡ بِسَبَبٍ اِلَی السَّمَآءِ: آسمان میں رسّی تاننا آخری اور انتہائی تدبیر کو دیکھنے کے لیے اسی طرح کا ایک استعارہ ہے جس طرح ہماری زبان میں تھگلی لگانے کا استعارہ ہے ۵:۲۲۵

فَهُمۡ لَا یَتَسَآءَلُوۡنَ: القصص ۶۶، وہ ایسی حالت سراسیمگی میں گرفتار ہوں گے کہ اس سوال کے جواب کے لیے کسی سے کچھ پوچھ پاچھ بھی نہ کر سکیں گے ۵:۷۰۰

فَے: لوٹانا۔ یعنی اللہ تعالیٰ اس مال کو غاصبوں سے لے کر اس کے حقیقی حق داروں کو لوٹا دیتا ہے، وہ مال جو دشمن سے بغیر جنگ کے حاصل ہوا ہو ۸:۲۹۰

فِی الۡحَیٰوۃِ: یعنی تیرے لیے یہ لعنت کی سزا وقتی اور عارضی نہیں ہے بلکہ عمر بھر کے لیے یہ تیرے اوپر مسلط کر دی گئی ۵:۸۲

فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰهِ: قرآن کی ایک اصطلاح ہے جس کے تحت وہ سارے کام آتے ہیں جو اسلام اور مسلمانوں کی فلاح و بہبود کے لیے کیے جائیں۔ حالات کے اعتبار سے کوئی کام زیادہ اہم ہو سکتا ہے، کوئی کم، لیکن جو کام بھی رضائے الٰہی کے لیے اور شریعت کی ہدایات کے تحت کیا جائے وہ فی سبیل اللہ ہے ۱:۶۱۳

فِیۡ سِتَّةِ اَیَّامٍ: اَیَّام سے مراد یہاں خدائی ایام ہیں، اس وجہ سے یہ ادوار کے مفہوم میں ہیں۔ آسمانوں اور زمین کی خلقت کا ذکر جب چھے دنوں کی قید کے ساتھ ہوتا ہے تو اس سے مقصود اس اہتمام کی طرف توجہ دلانا ہوتا ہے جو اس کائنات کی تخلیق میں ملحوظ ہے اور جو اس بات پر دلیل ہے کہ یہ دنیا نہ تو کسی اتفاقی حادثہ کے طور پر ظہور میں آئی ہے نہ یہ کسی کھلنڈرے کا کھیل تماشا ہے بلکہ یہ ایک با مقصد کارخانہ ہے اور اس کے با مقصد ہونے کا یہ لازمی تقاضا ہے کہ اس کے بعد ایک ایسا دن آئے جس میں اس کی غایت واضح ہو ۷:۵۶۵

فِیۡ مَا هٰهُنَآ: الشعراء ۱۴۶ میں اس سے اشارہ اس رفاہیت و خوش حالی کی طرف ہے جو قوم کو حاصل تھی ۵:۵۴۲

فِیۡمَ کُنۡتُمۡ: تم کہاں پڑے رہے؟ یہ سوال زجر و توبیخ کی نوعیت کا ہے ۲:۳۶۵

قَابَ: بقدر کے معنی میں ہے۔ یہ غایت قرب و اتصال کی تعبیر ہے ۸:۵۵

قٰدِرِیۡنَ: یعنی ان کے دل اعتماد و حوصلہ سے معمور تھے کہ اب کیا اندیشہ ہے، باغ اپنا ہے اور پھل تیار ہے۔ اَب ہمارے اَرمانوں میں کون خلل انداز ہو سکتا ہے! ۸:۵۲۳

قَالَ: مختلف معنوں میں آتا ہے مثلاً کہنا، سمجھانا، اشارہ کرنا، دعوت دینا، ابھارنا اور کسی اقدام پر آمادہ کرنا ۸:۳۰۴

قَامَ عَلٰی: علٰی کے ساتھ اس کے اندر نگرانی، محافظت، کفالت،

اور تولیت کا مضمون پیدا ہو جاتا ہے۔ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ میں بالاتری کا مفہوم بھی ہے اور کفالت و تولیت کا بھی اور یہ دونوں باتیں کچھ لازم و ملزوم سی ہیں ۲:۲۹۱

قَانِع اور معتر: غریبوں میں بہت سے ایسے ہوتے ہیں جن کی خودداری سوال کرنے کا ننگ گوارا نہیں کرتی اور بہت سے ایسے ہوتے ہیں جو سوال کرتے ہیں۔ پہلی قسم کے ناداروں کے لیے 'قانع' کا لفظ استعمال فرمایا ہے اور دوسری قسم کے ناداروں کے لیے معتر کا ۵:۲۵۰

قَآئِلُوْن: قیلولہ سے ہے۔ جس کے معنی دوپہر منانے کے ہیں، سونا اس کے لوازم میں سے نہیں ہے۔ عرب کا ملک، گرم ملک ہے اس وجہ سے وہاں دوپہر میں لوگ مجبور ہوتے ہیں کہ اپنے اپنے مکانوں، ڈیروں، خیموں اور باغوں میں آرام کریں ۳:۲۲۲

قَآئِمٌ: ایک مثال مصر کی ہے جس کے اندر سے فرعون اور اس کی قوم کو خدا نے نکالا اور لے جا کر سمندر میں غرق کر دیا۔ مکان قائم رہ گئے، مکین ناپید ہو گئے ۴:۱۷۰

قُبُل: مصدر بھی ہو سکتا ہے جس کے معنی کسی شے کو سامنے سے آتے دیکھنے کے ہیں اور 'قبیل' کی جمع بھی ہو سکتا ہے جس کے معنی گروہ اور جماعت کے ہیں۔ قرآن میں ان دونوں معنوں کے لیے نظیر موجود ہے ۳:۱۴۲

سامنے اور رُو در رُو کے معنی میں ہے ۴:۵۹۷

قدر: اندازہ کرنا لیکن الرعد ۲۶ میں یہ تنگ کر دینے کے معنی میں ہے ۴:۲۸۷

قَدَّرَ فَهَدٰى: قدرت نے انسان کی زندگی کو جن چیزوں کا محتاج بنایا ہے ان کے تقاضے بھی اس کے اندر رکھے ہیں، اس کے اسباب بھی فراہم کیے ہیں اور ان سے فائدہ اٹھانے کا اس کو سلیقہ بھی الہام فرمایا ہے ۹:۳۱۴

قَدِّرْ فِي السَّرْدِ: سرد کے معنی بناوٹ کے اور 'تقدیر' کے معنی بناوٹ میں پورے تناسب کو ملحوظ رکھنے کے ہیں ۶:۳۰۰

قَدَّرْنَا: اس کو ہم نے تاک رکھا ہے کہ وہ مبتلائے عذاب ہونے والوں کے ساتھ ساتھ ہی رہے گی اور اسی عذاب میں مبتلا ہو گی۔ اس تصریح سے یہ حقیقت واضح ہوئی کہ خدا کا قانون بالکل بے لاگ ہوتا ہے، یہاں تک کہ اس کی زد سے پیغمبر کی بیوی بھی محفوظ نہیں رہتی۔ بلکہ لفظ 'قَدَّرْنَا' کے صحیح مفہوم کو پیش نظر رکھیے تو اس سے یہ اشارہ بھی نکلتا ہے کہ پیغمبروں اور نیکوں سے قرابت رکھنے کے باوجود اگر کوئی شخص، خواہ مرد ہو یا عورت، بدی کی راہ اختیار کرے تو وہ خدا کے غضب کا دوسروں کے مقابل میں زیادہ سزاوار ٹھہرتا ہے ۴:۳۶۸

قَدَمَ صِدْقٍ: صدق کا لفظ رسوخ، استحکام اور تمکن پر دلیل ہے اِس وجہ سے قَدَمَ صِدْقٍ کا مفہوم عزت کا مقام، مرتبہء بلند، اونچی پائگاہ اور لازوال سرفرازی ہو گا ۴:۲۲

قذف: پھینک دینا اور قے کر دینا ۵:۷۷

قذف بالحجارة کے معنی پتھر پھینکنا، قذف بالقول تکلم بلا تدبر ولا تامل یعنی بے سوچے سمجھے بات پھینک ماری۔ یہیں سے یہ 'رجماً بالغیب' یعنی انکل پچو بات کرنے کے معنی میں بھی آتا ہے ۶:۳۴۲

قَرَارٌ: سکون اور جائے سکون دونوں معنوں میں آتا ہے۔ المرسلت ۲۰ میں جائے قرار کے معنی میں ہے ۹:۱۳۸

قُرْاٰنٌ مُّبِيْن: ایک جامع صحیفہء ہدایت جو زندگی کے ہر پہلو کے لیے اپنے اندر نہایت واضح، ٹھوس، محکم اور مدلل رہنمائی رکھتا ہے اور ہر حقیقت کو اس طرح کھول کر بیان کرتا ہے کہ کسی انصاف پسند کے لیے کسی شبہے کی گنجائش باقی نہ رہے۔ ایسی مدلل، مبرہن اور منضبط کتاب کو شعر و شاعری سے کیا تعلق! ۶:۴۴۱

قُرُبٰت: قربة کی جمع ہے۔ اس سے مراد بر و تقویٰ اور احسان و انفاق کے وہ کام ہیں جو خدا کے تقرب کا وسیلہ و ذریعہ بنتے ہیں ۳:۶۳۰

قَرْضِ حَسَن: ۱۔ دل کی تنگی کے ساتھ محض چھدا اتارنے کے لیے نہ دیا جائے بلکہ پوری فراخدلی اور حوصلے کے ساتھ دیا جائے۔

۲۔ ریا اور نمائش کے لیے نہ دیا جائے بلکہ صرف خدا کی خوشنودی کے لیے دیا جائے

۳۔ کسی دنیوی طمع کے حصول کی غرض سامنے رکھ کر نہ دیا جائے بلکہ

صرف آخرت کے اجر کی خاطر دیا جائے

۴۔ حقیر، کم وقعت اور ناجائز ذرائع سے حاصل کیے ہوئے مال میں سے نہ دیا جائے بلکہ محبوب، عزیز اور پاکیزہ کمائی میں سے دیا جائے ۵۶۷:۱

قَرَن: صدی کے مفہوم میں بھی آتا ہے اور اس سے ایک دَور کے لوگ اور قوم وامت بھی مراد ہوتے ہیں ۳۱۷:۵

قُروء: قرء کی جمع۔ اس کے اصلی معنی تو حیض ہی کے ہیں لیکن چونکہ ہر حیض کے ساتھ طہر بھی لازماً لگا ہوا ہے اس وجہ سے عام بول چال میں اس سے طہر کو بھی تعبیر کر دیتے ہیں ۵۳۲:۱

قَرْیَہ: جمع ہونے کی جگہ، بستی، چھوٹے دیہات، بڑے شہر اور مرکزی آبادیوں کے لیے مستعمل ہے ۲۱۹:۱، ۴۵۸:۴

بنی اسرآئیل ۵۸ میں وہ مرکزی بستیاں ہیں جو کسی قوم کے اعیان و مترفین کا مرکز ہوتی ہیں ۵۱۴:۴ یہ لفظ قریہ اور اہل قریہ دونوں پر حاوی ہوتا ہے ۲۲۲:۳

قِسْط: اس کا مفہوم وہی ہے جو ہم عام بول چال میں حق، عدل، انصاف وغیرہ کے الفاظ سے ادا کرتے ہیں۔ اِس کا ضد ظلم، جور اور اس معنی کے دوسرے الفاظ ہیں۔ فکر، عمل، قول، اخلاق، کردار، مظاہر اور اشکال غرض ظاہر و باطن کے ہر گوشے میں ایک نقطہ تو وہ ہے جو ہر چیز کے خالق و فاطر کی بنائی ہوئی فطرت اور اس کے مقرر کیے ہوئے حدود و قیود کے اندر ہے، اِسی کو نقطۂ اعتدال یا بالفاظ دیگر مرجع عدل و قسط سمجھیے۔ اگر کسی گوشے میں اس نقطہ سے شوشے کے برابر بھی انحراف واقع ہو جائے تو یہ بات عدل وقسط کے منافی ہوگی۔ اعتبارات اور نسبتوں کی تبدیلی سے تعبیرات بدل بدل جائیں گی۔ کسی دائرے میں ہم اس انحراف کو ظلم وجور سے تعبیر کریں گے، کسی گوشے میں بدصورتی اور بدہیئتی سے، اس طرح کسی پہلو میں اس اعتدال کو حق وعدل سے تعبیر کریں، کسی محل میں حسن و جمال سے لیکن اصل حقیقت ہر جگہ ایک ہی ہوگی۔ وہ یہ کہ ایک شے اپنے اصل فطری مقام سے ہٹ گئی تو بگاڑ پیدا ہو گیا اور اگر اپنے جوڑ سے پیوست ہو گئی تو بناؤ نمودار ہو گیا ... ۵۰:۲

قِسِّیْس اور رہبان: یہ الفاظ عرب کے نصاریٰ اپنے علماء اور زاہدوں کے لیے بولتے تھے جس طرح یہود اپنے علماء اور فقہاء کے لیے ربی، ربانی، اور احبار استعمال کرتے تھے ۵۷۳:۲

قِصَاص: قصص سے ہے جس کے اصل معنی کسی کے پیچھے، اس کے نقش قدم کے ساتھ ساتھ چلنے کے ہیں، اسی سے قصہ کو قصہ کہتے ہیں کیونکہ جس کا قصہ بیان کیا جاتا ہے، قصہ بیان کرنے والا گویا اس کے قدم بقدم اس کے حالات کا تعاقب کرتا ہے۔ اسی سے قصاص نکلا اس لیے کہ قاتل کا بھی کھوج لگایا جاتا اور اس کا تعاقب کیا جاتا ہے۔ پھر قصاص اس سزا کو کہنے لگے جس میں مجرم کے ساتھ بھی وہی معاملہ کیا جائے جس کا مرتکب وہ خود ہوا ہے ۴۳۱:۱

قَصْد: سیدھا اور مستقیم ۳۹۲:۴ ھُوَ عَلٰی قَصْد وہ رشد و ہدایت پر ہے۔ اسی سے فُلانٌ اِقْتَصَدَ فِی اَمْرِہٖ ہے (وہ اپنے معاملہ میں راہِ راست پر ہے) ۵۵۶:۲

قطع: عزم وجزم کے ساتھ کسی معاملہ کا فیصلہ کرنے کے مفہوم کے لیے یہ لفظ اعلیٰ عربی میں معروف ہے ۲۲۶:۵

قُل: کہو، پوچھو، سوال کرو، جواب دو سب معنوں میں آتا ہے۔ موقع و محل کی مناسبت پیش نظر رکھ کر اس کا صحیح مفہوم متعین کرنا پڑتا ہے ۲۷۹:۴

بنی اسرآئیل ۸۰ میں یہ دعا کرنے کے مفہوم میں ہے۔ اس مفہوم میں یہ لفظ قرآن میں جگہ جگہ آیا ہے ۵۳۲:۴

القصص ۷۱ میں سوال کرنے اور پوچھنے کے معنی میں ہے ۷۰۲:۵

اَلْکٰفِرُوْن ۱ میں اعلان کر دینے کے معنی میں ہے ۶۰۶:۹ الاخلاص ۱ میں بھی انھی معنی میں ہے یعنی اعلان کر دو، برملا کہہ دو اور اس طرح منادی کر دو کہ ہر شخص سن اور جان لے، نہ کسی کو کوئی اشتباہ باقی رہے نہ کسی مزید سوال و جواب کی گنجائش رہ جائے ۶۴۸:۹

قُلِ الْعَفْو: یہاں وہ انفاق زیر بحث نہیں جو عام مستحقین کے لیے صدقاتِ واجبہ اور زکوٰۃ وغیرہ کی صورت میں ہر مسلمان پر ضروری ہے بلکہ یہ وہ انفاق ہے جس کا تعلق جہاد، اعلائے کلمۃ اللہ اور تحفظ و دفاع ملت سے ہے۔ ان مقاصد کے لیے ایک مسلمان پر انفاق کی جو ذمہ

داری عائد ہوتی ہے اس کی یہ آخری حد بتا دی گئی ہے ۱:۵۱٦

لفظ 'عفو' سے اشتراکیت کا غلط استدلال ۱:۵۱۷

قَلْبٍ سَلِيم: وہ دل جو شرک و نفاق کے امراض سے بالکل محفوظ و پاک ہو ۵:۵۲۷، ٦:۴٦۹

قَلْبٍ مُّنِيب: وہ دل جو رنج و راحت اور امید و بیم ہر حال میں اپنے رب ہی کی طرف متوجہ رہا، کسی حال میں بھی اپنے رب سے منہ موڑ کر کسی اور سے اس نے لو نہیں لگائی ۷:۵٦۰

قُلُوْبُنَا غُلْفٌ: ہمارے دل و دماغ، اس قسم کی لایعنی باتوں کے لیے نہیں بنے ہیں، اس وجہ سے یہ کسی طرح بھی ہمارے دلوں میں نہیں دھنستی ہیں۔ اگر ان میں ذرا بھی معقولیت ہوتی تو معقول باتوں کے قبول کرنے کے معاملہ میں ہم سے بڑھ کر کون ہو سکتا ہے ۱:۲٦۹

قَلِيل: عربی میں یہ لفظ صرف عددی اور مقداری اعتبار ہی سے قلیل کے لیے نہیں آتا بلکہ معنوی اعتبار سے بے وزن و بے حقیقت کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے ۳:۴۸۵

قَلِيلاً مَّا تَشْكُرُوْنَ: اظہارِ حسرت و افسوس کا جملہ ہے۔ مطلب یہ ہے کہ تم اللہ کی بخشی ہوئی اتنی اعلیٰ نعمتیں پا کر ان کی بہت کم قدر کرتے ہو! شکر کی اصل حقیقت نعمت کی قدردانی ہے اور نعمت کی قدردانی یہ ہے کہ آدمی اس سے صحیح فائدہ اٹھائے اور اپنے منعم کا شکر گزار ہو ۵:۳۳۸

قِنْطَار: اصل میں تو وزن ہے جس کی مقدار زمانے کے ساتھ گھٹتی بڑھتی رہی ہے لیکن عام استعمال میں اس سے مراد مالِ کثیر ہوتا ہے جیسے ہم منوں مال، ڈھیروں مال بولتے ہیں۔ عربی میں اس مفہوم کی تعبیر کے لیے یہ لفظ ہے ۲:۲۰۷

اس کے ساتھ 'مُقَنْطَرَة' کی صفت اسی طرح استعمال ہوتی ہے جس طرح عربی میں لیل الیل یا ظل ظلیل وغیرہ کی ترکیبیں استعمال ہوئی ہیں ۲:۴۰

قنوت: اصل روح اللہ جل شانہٗ کے لیے تواضع اور تذلل ہے۔ یہ چیز اللہ تعالیٰ کی بے پایاں نعمتوں کے شعور اور اس کی بے نہایت عظمتوں کے احساس کا قدرتی ثمرہ ہے۔ یہ نعمت کو شکر کا اور مصیبت کو صبر کا ذریعہ بناتی ہے اور ہر حالت میں بندے کو اللہ تعالیٰ ہی کی طرف متوجہ رکھتی ہے۔ اصلاً تو یہ عقل و دل کی فروتنی اور انکساری ہے لیکن جس طرح قلب کی ہر حالت کا عکس انسان کے ظاہر پر بھی نمایاں ہوتا ہے اسی طرح اس کا عکس بھی انسان کی وضع قطع، چال ڈھال، گفتار کردار ہر چیز میں نمایاں ہوتا ہے۔ یہ اس غرور اور گھمنڈ کی ضد ہے جو نعمتوں کو اپنے استحقاقِ ذاتی کا ثمرہ سمجھنے کا نتیجہ ہوتا ہے اور اس تلون اور بے صبرے پن کے بھی منافی ہے جو صبر و صدق کے فقدان سے پیدا ہوتا ہے ۲:۴۳

یہ خدا اور رسول کی اس فرمانبرداری کی تعبیر ہے جو دل کی پوری یکسوئی، پوری نیازمندی اور کامل اخلاص کے ساتھ دائماً ہو ٦:۲۲۵

یہ ایک قلبی حالت ہے جس کا بہترین اظہار نماز، بالخصوص شب کی نمازوں سے ہوتا ہے ٦:۵۷۱

قَوَّام: دیکھیے قام علیٰ

قَوْل: ۱۔ جو سنا جاتا ہے

۲۔ جو سرزد ہوتا ہے

۳۔ زبانِ حال و فعل سے نکلنے والا اشارہ

۴۔ جو بات آدمی اپنے دل سے کہتا ہے

البقرۃ ۲۵ میں قَالُوْا سے مراد یہ ہے کہ وہ اپنے دلوں میں خیال کریں گے ۱:۱۴۰

صورتِ حال، اختیار اور رویہ کی تعبیر کے لیے بھی آتا ہے ۴:٦۱۷

المومنون ٦۸ میں اس سے مراد قرآن ہے ۵:۳۳۴

قَوْلاً بَلِيْغًا: یہ الفاظ اس حقیقت کو ظاہر کر رہے ہیں کہ اس نصیحت کا انداز کان کھولنے والا اور دل میں دھنسنے والا ہونا چاہیے۔ یہ بہرے اور بلید لوگ ہیں اس وجہ سے کریمانہ اندازِ نصیحت ان پر اثر انداز نہیں ہوتا ۲:۳۲۸

قَوْلٍ ثَابِت: کلمۂ توحید مراد ہے ۴:۳۲٦

قَوْلِ ثَقِيل: بھاری بات سے اندارِ عام مراد ہے جس کا حکم اگلی سورہ میں اور اس کے بعد کی آیات میں دیا گیا ہے ۹:۲۴

قَوْلِ سَدِیْد: الاحزاب ۷۰ میں اس سے مراد سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا کا اقرار ہی ہے ٦:۲۷۸

قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ: سے مراد 'سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا' کا کلمہ ہے۔ اللہ ورسول کے معاملے میں یہی کلمہ دستور اور اہل ایمان کی روایت کی حیثیت رکھتا ہے ۷:۴۱۷

قُوَّۃ: عددی قوت اور مین پاور کے لیے بھی آتا ہے، الکہف ۹۵- ۳:۵۰۳، ۴:٦۲۱

قھر: عربی میں اس معنی میں بالکل نہیں آتا جس معنی میں اردو میں آتا ہے بلکہ اس کے معنی اختیار اور قابو، حکومت اور تسلط میں رکھنے کے آتے ہیں۔ انگریزی میں لفظ 'کنٹرول' کا جو مفہوم ہے وہی مفہوم عربی میں اس لفظ کا ہے۔ اسی سے لفظ 'قھار' مبالغہ کا صیغہ ہے جو اسمائے حسنیٰ میں سے ہے یعنی تمام جہان اور اس کے تمام بندے ہر آن اس کی مٹھی اور اس کے قابو میں ہیں۔ وہ ان کو قابو میں رکھنے کے لیے نہ کسی مددگار کا محتاج ہے اور نہ اس امر کا اندیشہ ہے کہ جب وہ ان کو پکڑنا چاہے یا اکٹھا کرنا چاہے تو کوئی اس کی گرفت سے باہر نکل سکے ۳:۳۰، ۴:۲۱۹، ۴:۳۳۹

قَیِّمَۃٌ: سیدھے، واضح اور قطعی یعنی ہمیں قطعی احکام بتائے جائیں ۹:۴۸۱

قَیُّوم: مبالغہ کا وزن ہے۔ وہ ذات جو خود اپنے بل پر قائم اور دوسروں کے قیام و بقا کا واسطہ اور ذریعہ ہو ۱:۵۸۷

یہ صفت اللہ تعالیٰ کی ان بدیہی صفات میں سے ہے جن پر عقلاً بھی ایمان لانا ضروری ہے اور انبیاء کے صحیفوں کی رُو سے بھی۔ اللہ واحد، ہمارا پروردگار جس طرح ہمارا پیدا کرنے والا اور ہمیں زندگی بخشنے والا ہے اسی طرح وہ اپنی خلق کو قائم رکھنے والا بھی ہے اور اس کے لیے اس نے ہر قسم کے اسباب و وسائل پیدا کیے ہیں۔ پھر جب اس نے ہماری معیشت کے لیے یہ کچھ سامان کیے تو یہ کس طرح ممکن ہے کہ وہ ہماری اجتماعی زندگی کے لیے وہ چیز نہ دے جو ہمارے قیام و بقا کی ضامن ہو سکے درآنحالیکہ یہ چیز ہماری خلقت کی اصل غایت ہے۔ چنانچہ یہی چیز تمام عدل و قسط کی اصل اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے شرائع و احکام کے نزول کی بنیاد بنی اس لیے کہ اس کے بغیر فطرتِ انسانی ارتقا کے اس درجے کو حاصل نہیں کرسکتی تھی جو اس کے وجود کے اندر مضمر ہے ۲:۱۷

کَافُوْرٌ: اس سے مراد معروف 'کافور' نہیں ہے۔ قرآن نے خود وضاحت فرما دی ہے کہ یہ جنت کا ایک چشمہ ہے جس کے کنارے بیٹھ کر اللہ کے خاص بندے شراب نوش کریں گے اور اس چشمے کے پانی کی ملونی سے اس کے کیف و سرور کو دوچند کریں گے ۹:۱۱۰

کَآفَّۃً: اس کے معنی جماعت کے ہیں اور یہ البقرۃ ۲۰۸ میں حال پڑا ہوا ہے۔ قرآن میں دوسرے مقامات میں بھی یہ اسی شکل میں استعمال ہوا ہے ۱:۴۹۸

کِتٰب: ۱۔ نوشتۂ تقدیر

۲۔ اللہ تعالیٰ کا رجسٹر جس میں ہر چیز ریکارڈ ہے

۳۔ خط اور پیغام

۴۔ احکام و قوانین

۵۔ اللہ تعالیٰ کا اتارا ہوا کلام ۱:۸٦

الحدید ۲۲ میں اس سے مراد وہ کتاب ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے ہر شخص کی تقدیر رقم فرما رکھی ہے۔ اس کو لوحِ محفوظ سے بھی تعبیر فرمایا گیا ہے اور اس سے مراد درحقیقت علم الٰہی ہے ۸:۲۲۳

الجمعۃ ۲ میں شریعت اور قانون کے مفہوم میں ہے ۸:۳۷۷

کِتٰبٌ حَکِیْمٌ: کتاب کی صفت 'حکیم' اس بات کی طرف اشارہ کر رہی ہے کہ یہ کتاب اپنے ہر دعوے پر دلیل و حجت سے اس طرح آراستہ ہے کہ اپنی صداقت کی کسوٹی خود اپنے ہی اندر رکھتی ہے، کسی خارجی شہادت کی محتاج نہیں ہے۔ جو لوگ اس کی صداقت کے ثبوت کے لیے کسی شہادت کے طلب گار ہیں وہ خارج کی بجائے خود اس کے اندر اتریں، اگر ان کی عقل سلیم اور فطرت مستقیم ہوگی تو اس کی حکمت خود ان کے شبہے کو صاف کردے گی ۴:۲۱

کِتٰبٌ مُّبِیْن: وہ کتاب جو اپنے بیان و استدلال میں بالکل واضح ہو، جس کی ہر بات ناقابل انکار دلائل سے مبرہن ہو، جس کا اندازِ بحث و نظر دل نشین، طمانیت بخش اور تمام الجھنوں کو دور کر دینے والا ہو اس

کتاب کی صداقت کی گواہی کے لیے کسی خارجی معجزے یا نشانی کی ضرورت نہیں ہے بلکہ اس کی حقانیت و صداقت کے سورج کی طرح روشن دلائل خود اس کے اندر ہی موجود ہیں ۴:۱۸۸

کُتُب: جمع ہے کتاب کی۔ یہ لفظ قرآن میں شریعت کے احکام کے معنی میں بھی آیا ہے اَلْبَیِّنَۃ ۳ میں یہ اسی معنی میں ہے ۹:۴۸۱

الانبیاء ۱۰۴ میں اس سے مراد اوراقِ نوشتہ ہیں ۵:۱۹۴

کُتِبَ عَلَیْکُمْ: فرض کر دینے کے معنی میں قرآن اور کلامِ عرب دونوں میں معروف ہے ۱:۴۳۸

کَذٰلِکَ: عربی میں ان معنوں میں بھی آتا ہے جن معنوں میں ہم 'چنانچہ' یا 'اسی لیے' کے الفاظ بولتے ہیں ۴:۲۹۶

کُرسِی: کسی چیز کی جمی جمائی تہ۔ اس سے کرسی کا لفظ بنا جو بیٹھنے کی جگہ یا چیز مثلاً تخت وغیرہ کے لیے استعمال ہوا۔ بیٹھنے کی جگہ یا چیز جب کہ وہ کسی صاحبِ اقتدار کے لیے خاص ہو اس کے اقتدار کا مرکز ہوتی ہے۔ اس وجہ سے کرسی کا لفظ اقتدار کی تعبیر کے لیے بھی استعمال ہونے لگا ۱:۵۸۷

کُشِطَتْ: کسی چیز کے اوپر سے اس چیز کو اتار لینے کے ہیں جو اس کو ڈھانکے ہوئے ہو۔ یہیں سے یہ ذبیحہ کی کھال اتار لینے کے معنی میں استعمال ہونے لگا اور یہ امر بالکل ظاہر ہے کہ ذبیحہ کی کھال اتار لینے کے بعد اس کا گوشت سرخ سرخ نظر آنے لگتا ہے۔ گویا یہ آسمان کے سرخ ہو جانے کی تعبیر ہے ۹:۲۲۳

کَشْفِ سَاق: شدت امر کی تعبیر کے لیے عربی زبان کا معروف محاورہ ہے ۸:۵۲۷

کِفَات: جمع کرنا اور اکٹھا کرنا۔ عربی میں فِعَال کا وزن اس چیز کے لیے بھی آتا ہے جس سے فعل انجام پذیر ہو۔ اس وجہ سے کفات کے معنی جمع کر لینے والی کے ہوں گے ۹:۱۳۹

کَفَّار: ناشکرا، جو نعمت تو کسی اور سے پاتا ہے اور گُن کسی اور کے گاتا ہے ۴:۳۳۰

کُفَّار: یہ لفظ قرآن میں کہیں صرف منکرین خدا کے لیے استعمال نہیں ہوا ہے۔ قرآن کے مخاطبوں میں کوئی گروہ بھی منکرِ خدا نہیں تھا بلکہ سب مشرک تھے۔ انھیں مشرکوں کو قرآن نے کہیں کفار کہا ہے اور کہیں مشرکین۔ اس لیے کہ شرک درحقیقت کفر ہی ہے۔ دین میں خدا کا صرف مان لینا ہی مطلوب نہیں بلکہ اس کی تمام صفات اور ان صفات کے تمام تقاضوں کے ساتھ ماننا مطلوب ہے ۵:۴۱۴

کُفر: شکر اور ایمان کا ضد یعنی ناشکری اور انکار ۱:۱۰۶

جس طرح خدا کا صریح انکار کفر ہے اسی طرح اس کا وہ ماننا بھی کفر ہے جو اس کی حقیقی صفات مثلاً وحدانیت، قدرت اور علم وغیرہ کی نفی کے ساتھ ہے ۱:۱۴۴

الزمر ۷ میں ناشکری اور کفرانِ نعمت کے مفہوم میں آیا ہے ۶:۵۶۶

کُفر بالایمان: اس کا مطلب یہ ہے کہ آدمی خدا اور رسول کو ماننے کا دعویٰ بھی کرے اور ساتھ ہی خدا اور رسول کے صریح خلاف محض اپنی خواہشات کی اتباع میں قانون و شریعت ایجاد کر کے اس پر عمل پیرا بھی ہو۔ کفر و ایمان کے اس ملغوبہ کی خدا کے ہاں کوئی پوچھ نہیں۔ جو لوگ اپنے شرائط پر ایمان لاتے ہیں ان کا ایمان ان مدعیانِ ایمان کے منہ پر پھینک مارا جائے گا اور اس قسم کے ایمان کے تحت کیے ہوئے سارے اعمال خدا کے ہاں ڈھے جائیں گے ۲:۴۶۶

کُفُوٌ: ہم سر ذات، برادری۔ یعنی کوئی اس کا جوڑ نہیں۔ سب مخلوق وہ خالق، سب محتاج وہ غنی، سب فانی اور وہ تنہا باقی ۹:۶۵۲

کُل: لفظ اگرچہ نکرہ ہے لیکن عموماً اس سے مراد وہ خاص گروہ یا اشخاص ہی ہوتے ہیں جن کا ذکر کلام میں اوپر گزر چکا ہوتا ہے ۱:۳۷۲

ص ۳۷ میں صفت کی تاکید کے لیے ہے یعنی وہ نہایت ماہر معماروں اور غوطہ خوروں کو مسخر کیے ہوئے تھے ۶:۵۳۵

کَلَّا: المطففین ۷، ۱۸ میں مکذبین قیامت کے زعمِ باطل کی تردید کے لیے ہے ۹:۲۵۹

کُلًّا: لفظ 'کل' جب جماعتوں یا اشخاص کے ذکر کے بعد آئے تو یہ اپنے مفہوم کے اعتبار سے معرفہ بن جاتا ہے یعنی اس سے مراد وہی گروہ

یا اشخاص ہوں گے جن کا ذکر اوپر گزرا ۳:۲۶۶

كُلَّ اُمَّةٍ: یعنی مومن اور کافر، ابرار اور فجار اس دن سب اکٹھے ہوں گے ۷:۳۳۰

كَلِمٰت: کلمہ کی جمع۔ اس کے معنی مفرد لفظ کے بھی آتے ہیں اور پوری بات کے بھی۔ البقرہ ۱۲۴ میں اس سے مراد اللہ تعالیٰ کے وہ احکام ہیں جو اس نے حضرت ابراہیمؑ کی عزیمت و استقامت کے امتحان کے لیے ان کو دیے اور انھوں نے بے چون و چرا ان کی تعمیل کی ۱:۳۲۵

الکہف ۱۰۹ میں اللہ تعالیٰ کی قدرت و حکمت کی وہ نشانیاں ہیں جو آفاق و انفس میں پھیلی ہوئی ہیں ۴:۶۲۶

کلمات سے مراد اللہ تعالیٰ کی وہ نشانیاں ہیں جو اس کی ذات و صفات اور اس کی قدرت و حکمت پر گواہی دیتی ہیں۔ چونکہ ہر نشانی اللہ کے کلمہء 'کن' کا مظہر ہے اور ہر نشانی اپنی زبانِ حال سے ناطق بھی ہے اس وجہ سے یہاں نشانیوں کو کلمات سے تعبیر فرمایا ہے اور یہ تعبیر نہایت ہی معنی خیز تعبیر ہے ۶:۱۴۲

كَلِمٰتِ اللّٰهِ: یونس ۶۴ میں اِس سے مراد خدا کے وعدے ہیں ۴:۶۶

كَلِمَةٌ: طٰہٰ ۱۲۹ میں کلمۃ الفصل مراد ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے پہلے سے یہ طے کر رکھا ہے کہ فیصلہ اور انصاف کا ایک دن آئے گا ۵:۱۰۵

الصّٰفّٰت ۱۸۰ میں وہ سنت الٰہی ہے جو اپنے رسولوں سے متعلق اللہ تعالیٰ نے قرآن میں جگہ جگہ واضح فرما دی ہے ۶:۵۰۳

كَلِمَةً بَاقِيَةً: پائدار اُور باقی رہنے والی روایت Tradition ہے ۷:۲۲۳

كَلِمَةٍ خَبِيْثَةٍ: کلمہء شرک اُور مبنی بر شرک و کفر عقائد و نظریات ۴:۳۲۵

كَلِمَةُ رَبِّ: کلمۃ العذاب مراد ہے یعنی اللہ تعالیٰ کا وہ کلی فیصلہ جس سے اُس نے ابلیس کے چیلنج کے جواب میں آگاہ فرما دیا تھا کہ جو اللہ کی ہدایت کو چھوڑ کر شیطان کی پیروی کریں گے، اللہ ان سب کو جہنم میں بھر دے گا ۷:۲۰

كَلِمَةً طَيِّبَةً: کلمہ توحید اور اس پر مبنی عقائد و نظریات ۴:۳۲۴

كَنُوْدٌ: ناشکرا، ناسپاس، تنہا خور، اپنے مالک کی عنایتوں کا ناقدرا ۹:۵۰۲

كَوْثَرٌ: مبالغہ ہے کُثر کا جس کے معنی دولت و ثروت کے ہیں۔ اِس وجہ سے 'کَوْثَر' کے معنی ہوں گے بڑی کثرت اور بڑی برکت و ثروت والا ۹:۵۹۲

كَهْل: بمعنی ادھیڑ۔ موجودہ انجیلوں سے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ عیسیٰؑ ادھیڑ ہونے سے بہت پہلے دنیا سے رخصت ہو گئے تھے لیکن قرآن کی اس آیت، اٰل عمران ۴۶ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مریمؑ کو ضمناً عیسیٰؑ کے کہولت تک پہنچنے کی بھی بشارت دی گئی تھی ۲:۹۳

لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ: اِس میں جس جبر و اکراہ کی نفی کی گئی ہے اس سے مقصود جبر فطری کی نفی ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے ہدایت و ضلالت کے معاملے میں یہ طریقہ نہیں اختیار فرمایا ہے کہ وہ اپنی مشیت و قدرت کے زور سے لوگوں کو ہدایت پر چلا دے یا گمراہی کی طرف ہانک دے۔ اگر وہ ایسا کرنا چاہتا تو کوئی اس کا ہاتھ پکڑنے والا تو نہیں تھا لیکن یہ بات اس کی حکمت اور اس کے عدل کے خلاف ہوتی۔ اس نے اس کے برعکس یہ طریقہ اختیار فرمایا ہے کہ اپنے نبیوں اور رسولوں کے ذریعے سے لوگوں کے سامنے حق و باطل دونوں کو اچھی طرح واضح کر دیتا ہے۔ پھر جو لوگ حق کی راہ اختیار کرنا چاہتے ہیں ان کو راہِ حق اختیار کرنے کی توفیق ارزانی کرتا ہے اور جو لوگ باطل کی راہ اختیار کرنا چاہتے ہیں ان کو اس کے لیے ڈھیل دے دیتا ہے۔

مقصود اس حقیقت کے واضح کرنے سے ایک تو ان کفار و مشرکین کو جواب دینا تھا جو اس جبر کی آڑ لے کر اپنے کفر و شرک کو ثواب ٹھہرانا چاہتے تھے اور کہتے تھے کہ اگر ان کا عقیدہ و عمل باطل ہے تو خدا کے اختیار میں تو سب کچھ ہے، وہ اپنی قدرتِ کاملہ سے کام لے کر ان کو ٹھیک کیوں نہیں کر دیتا۔ دوسرے پیغمبر ﷺ پر واضح کرنا تھا کہ بحیثیت نبی اور رسول کے ان کی ذمہ داری صرف دینِ حق کو اچھی طرح واضح کر دینا ہے۔ یہ ذمہ داری نہیں ہے کہ لوگ لازماً ایمان و ہدایت کی راہ اختیار بھی کر لیں ۱:۵۹۲

نیز دیکھیے ہدایت و ضلالت کے باب میں سنتِ الٰہی

لَاتَجْزِیْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَیْئًا: جزی عنہ کے معنی ہیں اس کی طرف سے ادا کر دیا یا اس کی طرف سے کافی ہو گیا۔ اس حوالہ سے معنی ہوں گے کہ کوئی شخص کسی دوسرے کے کچھ کام نہ آسکے گا، جو ذمہ داری اس پر عائد ہوتی ہو گی کوئی دوسرا اس کی طرف سے وہ ادا نہ کر سکے گا ۱:۲۰۹

لَاتَفَرَّقُوْا: مطلب یہ ہے کہ یہی دین حبل اللہ ہے اس وجہ سے سب کا فرض ہے کہ سب مل کر اس کو تھامیں ۲:۱۵۳

لَاتَقْرَبُوْا: اُن برائیوں سے روکنے کے لیے قرآن میں استعمال ہوا ہے جن کا پرچھاواں بھی انسان کے لیے مہلک ہے ۳:۲۰۱

لَاجَرَمَ: لابد، لامحالہ۔ یہ حقیقت ہے، اس میں کسی بحث یا کسی شبہ کی گنجائش نہیں ہے۔ اِس مفہوم سے ترقی کر کے یہ قسم کے مفہوم میں بھی آتا ہے ۷:۲۶، ۴:۴۶، ۴:۴۵۴

لَارَیْبَ فِیْہِ: اِس کے کتاب الٰہی ہونے میں کوئی شک نہیں۔ یہ مطلب لینے کے لیے وجوہ ۱:۸۷

لٰکِنْ: الزمر ۲۰ میں استدراک کے لیے ہے، اس وجہ سے اس کا موزوں ترجمہ 'البتہ' ہو گا ۶:۵۷

لَایَسْئَلُوْنَ اِلْحَافًا: وہ لوگوں سے لپٹ کر سوال نہیں کرتے۔ اَصل مقصود سوال کرنے کی نفی ہے۔ الحافاً کی قید محض سوال کرنے والوں کی عام حالت کے اظہار کے لیے ہے کہ بھلا جو لوگ اِتنے خوددار ہیں کہ جو ان کے حال سے بے خبر ہو وہ ان کو غنی سمجھتا ہے، وہ گداگروں اور بھک منگوں کی طرح کی حرکت کس طرح کر سکتے ہیں؟ ۱:۶۲۴

لَایَکَادُ یُبِیْنُ: حضرت موسیٰؑ کی قوتِ بیانیہ کی کمزوری کی طرف اشارہ ہے ۷:۲۴۳

لَبْس: خلط یعنی ملانا اور گڈمڈ کرنا۔ الانعام ۶۵ میں اس کا مطلب ہے کہ تم کو گروہ در گروہ کر کے آپس میں ایک دوسرے سے گتھم گتھا کر دے ۳:۶۷

لَبْسِ حق بِالْبَاطِل، حق کو باطل کے ساتھ خلط ملط اور گڈمڈ کر دیا۔ البقرۃ ۴۲ میں حق پر باطل کو ڈھانک دینے کا مفہوم بھی لیا جا سکتا ہے ۱:۱۸۳

لَحْنٌ: توریہ کرنے کے معنی میں بھی آتا ہے یعنی آدمی بات اس طرح کرے کہ اپنے دل میں تو اس کا مفہوم کچھ اور رکھے لیکن دوسرے کو اس کا کچھ اور مفہوم سمجھانے کی کوشش کرے۔ منافقین اس فن میں بڑے مشاق تھے ۷:۴۲۲

لَرَآدُّکَ: ایک فیصلہ، حتمی و قطعی کا مفہوم پایا جاتا ہے یعنی یہ بات علیٰ رغمِ اعداء ہو کے رہے گی ۵:۱۶۷

لِسَانَ صِدْقٍ: لِسان سے مراد ذکر، چرچا اور شہرت ہے۔ لفظ 'صدق' کے اندر رسوخ، پائداری اور استحکام کا مفہوم پایا جاتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ نے ان کی دعوت کو خوب فروغ دیا اور ان کو وہ پائدار عزت و شہرت حاصل ہوئی جو دنیا میں کسی کو حاصل نہیں ہوئی ۴:۶۶۲

الشعراء ۸۴ میں اس سے مراد ذکر جمیل ہو گا بلکہ اس کے اندر پائیداری اور دوام و استہزاء کا مفہوم بھی پیدا ہو جائے گا ۵:۵۲۶

لَطِیْفٌ: باریک بین اور دقیقہ رس۔ اللہ تعالیٰ سب کو وجود میں لانے والا اور سب کو رزق و زندگی بخشنے والا ہے، اس وجہ سے اس کا علم ہر چھوٹی سے چھوٹی چیز کا احاطہ کیے ہوئے ہے ۸:۴۹۶

لِعَان: اگر کوئی شخص اپنی بیوی پر زنا کا الزام لگائے اور اس کی ذات کے سوا اس کے پاس کوئی گواہ نہ ہو تو اس صورت میں معاملہ کا فیصلہ قسم سے ہو گا۔ اِس کو اصطلاحِ شریعت میں 'لعان' کہتے ہیں۔ اس کی شکل یہ ہو گی کہ مرد چار بار اللہ کی قسم کھا کر یہ کہے گا کہ میں جو الزام لگا رہا ہوں اس میں سچا ہوں۔ پانچویں بار یہ کہے گا کہ اگر وہ جھوٹ الزام لگا رہا ہو تو اس پر اللہ کی لعنت ہو۔ اگر عورت مرد کی اس قسم کی کوئی مدافعت نہ کرے تو اس پر زنا کی حد جاری ہو جائے گی اور اگر وہ اس الزام کو تسلیم نہیں کرتی تو اس کے لیے سزا سے بریت اس صورت میں ہو گی جب وہ چار مرتبہ اللہ کی قسم کھا کر یہ کہے کہ یہ شخص جھوٹا ہے اور پانچویں بار یہ کہے کہ مجھ پر اللہ کا غضب ہو اگر یہ شخص سچ کہہ رہا ہے ۵:۳۷۷

لَعَلَّ: مختلف معانی، البقرۃ ۲۱ میں کسی چیز کے ممکن و متوقع نتیجہ کا بیان ۱:۱۳۷

لَعَلَّکُمْ: فصیح عربی میں 'کَاَنَّکُمْ' یعنی 'گویا کہ' کے مفہوم میں بھی آتا

ہے ۵:۵۳۶

لَعَلَّكُمْ تُسْئَلُوْنَ: الانبیآء ۱۳ میں طنز وتضحیک کے مفہوم میں ہے طنز وتضحیک کا یہ اسلوب ہماری زبان میں بھی ہے۔ سخت اظہارِ غضب کے مواقع میں ہم بھی باندازِ طنز یوں کہتے ہیں کہ ٹھہرو، ابھی میں تمھاری مزاج پرسی کرتا ہوں، ابھی تمھاری خبر لیتا ہوں، ابھی پوچھتا ہوں۔ قرآن کے دوسرے مواقع میں بھی یہ اسلوب استعمال ہوا ہے مثلاً تکاثر ۸، نحل ۹۳، ۵:۱۲۹

لَغْو: ہر وہ قول وفعل جو زندگی کے اصل مقصود ——— رضائے الٰہی ——— سے غافل کرنے والا ہو قطع نظر اس سے کہ وہ مباح ہے یا غیر مباح ۵:۲۹۶

وہ باتیں اور کام جو ثقہ وسنجیدہ لوگوں کے شایانِ شان نہ ہوں ۵:۴۸۹

لَقَحَ: باردار اور حاملہ کرنا۔ اسی سے لاقِحَہ اور اس کی جمع 'لَوَاقِح' ہے ۴:۳۵۳

لَمَمُ: اَصل معنی کسی جگہ ذرا دیر کے لیے اُترپڑنے کے ہیں۔ لمم کا مفہوم یہ ہے کہ آدمی کسی گناہ میں آلودہ تو ہو جائے لیکن پھر اس سے کنارہ کش ہو جائے مطلب یہ ہوا کہ انسان سے یہ مطالبہ نہیں ہے کہ وہ معصوم بن کر زندگی گزارے۔ جذبات اور خواہشوں سے مغلوب ہو کر گناہ کا مرتکب ہو جانا اس سے بعید نہیں ہے لیکن اللہ تعالیٰ کا یہ مطالبہ اس سے ضرور ہے کہ اس کی حس ایمانی اتنی بیدار رہے کہ کوئی گناہ اس کی زندگی کا اس طرح احاطہ نہ کر لے کہ اس کے لیے اس سے پیچھا چھڑانا ہی ناممکن ہو جائے بلکہ جب بھی اس کا نفس اس کو ٹھوکر کھلائے وہ متنبہ ہوتے ہی توبہ کر کے اپنی اصلاح کر لے۔ جو لوگ اس طرح زندگی گزارتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کے گناہوں کو معاف فرما دے گا ۸:۷۱

لَنْ يَّتِرَكُمْ اَعْمَالَكُمْ: اللہ سے یہ اندیشہ نہ رکھو کہ وہ تمھارے اعمال کے صلہ کے باب میں تمھارے ساتھ کوئی بے وفائی یا خیانت کرے گا بلکہ وہ بھرپور صلہ دے گا ۷:۴۲۵

لَوْمَا: ابھارنے، اکسانے یا مطالبہ کرنے کے مفہوم میں ہے یعنی 'کیوں نہیں ایسا کرتے' کلامِ عرب اور قرآن مجید میں اس کی نظیریں

موجود ہیں ۴:۳۴۸

لوٗی یلوی لَیاً: کے معنی کسی چیز کو بٹنے، توڑنے مروڑنے اور اینٹھنے کے ہیں۔ ال عمران ۷۸ میں اس کے معنی یہ ہوئے کہ کتاب الٰہی کے بعض الفاظ ادا کرتے ہوئے وہ اپنی زبان اس طرح توڑتے مروڑتے ہیں کہ الفاظ کچھ سے کچھ ہو جاتے ہیں ۲:۱۲۸

لَهَا سَبْعَةُ اَبْوَابٍ: یہ جہنم کی وسعت کی تعبیر ہے اور اگر غور کیجیے تو اس میں ایک لطیف اشارہ اس بات کی طرف بھی ہے کہ وہ مہلکات جو انسان کو تباہ کرنے والے اور اس کو جہنم کی راہ پر ڈالنے والے ہیں اپنی اصل کے اعتبار سے سات ہیں ۴:۳۶۱

لَهْوَا الْحَدِيْث: وہ گمراہ کن باتیں جو وقت کے مفسدین لوگوں کو آیاتِ الٰہی سے برگشتہ کرنے کے لیے پھیلاتے تھے ۶:۱۲۲

لَيْلَةُ الْقَدْر: تقدیرِ اُمور یا تقسیمِ امور کی وہ رات جس کا ذکر دخان ۳، ۴ میں ہوا ہے ۹:۴۶۶

مَآ اَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ: استفہام اظہارِ نفرت وکراہت کے مفہوم میں ہے یعنی ان کی بدبختی، ان کی ذلت ومصیبت اور ان کی بدانجامی کا حال بھی کچھ نہ پوچھو! ۸:۱۶۰

مَآ اَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ: میں جو استفہام ہے یہ اظہارِ شان وعظمت کے لیے بھی آتا ہے اور اظہارِ نفرت وکراہت کے لیے بھی۔ یہاں یہ اظہارِ شان وعظمت کے لیے ہے یعنی دہنے والوں کی شان وعظمت، ان کے عیش جاوداں، ان کی رفاہیت وخوشحالی اور ان کی عالی مقامی کا کیا پوچھنا ہے! ۸:۱۶۰

مَاقَدَّمَتْ وَاَخَّرَتْ: کی تاویل اگر ان مستکبرین کو سامنے رکھ کر کی جائے جو سورہ کے اوّل مخاطب ہیں تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ جو نا کردنی کام اللہ ورسول کے خلاف انھوں نے کیے ان کا انجام بھی وہ دیکھیں گے اور جو کرنے کے کام انھوں نے نظر انداز کیے ان کی حسرت بھی چکھیں گے ۹:۲۴۰

مَاكَانَ: اس کا اسلوب بیانِ الزام اور رفعِ الزام دونوں کے لیے آسکتا ہے اور قرآن میں دونوں ہی قسم کے مواقع میں یہ اسلوب استعمال ہوا

ہے۔ اس امر کا تعین کہ یہ الزام کے لیے ہے یا رفعِ الزام کے لیے، موقع و محل، سیاق و سباق، قرینہ اور مخاطب کو پیشِ نظر رکھ کر کیا جاتا ہے ۳:۵۱۰

مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ: کے اسلوب میں اِستعجاب اور طنز و استہزاء دونوں ہیں یعنی وہ کہتے ہیں کہ یہ خوب رسول ہیں کہ اللہ کے رسول ہونے کے مدعی ہیں اور ہمارے ہی طرح یہ بھی کھانے پینے کے محتاج ہیں ۵:۸۴۴...

مَا يَسْطُرُوْنَ: قرآن مجید مراد ہے جو اس وقت نازل بھی ہو رہا تھا اور صحابہؓ کے ہاتھوں لکھا بھی جا رہا تھا ۸:۵۱۳

مباہلہ: دیکھیے ابتہال

مَبْنِيَّةٌ: الزمر ۲۰ میں آراستہ و پیراستہ (Furnished) کے مفہوم میں ہے ۶:۵۷۶

مُتَشٰبِهٰتٌ: وہ آیتیں ہیں جن میں ہمارے مشاہدات و معلومات کے دسترس سے باہر کی باتیں تمثیلی و تشبیہی رنگ میں قرآن نے بتائی ہیں۔ یہ باتیں جس بنیادی حقیقت سے تعلق رکھنے والی ہوتی ہیں وہ بجائے خود واضح اور مبرہن ہوتی ہے، عقل اس کے اتنے حصے کو سمجھ سکتی ہے جتنا سمجھنا اس کے لیے ضروری ہوتا ہے۔ البتہ چونکہ اس کا تعلق ایک نادیدہ عالم سے ہوتا ہے اِس وجہ سے قرآن ان کو تمثیل و تشبیہ کے انداز میں پیش کرتا ہے تاکہ علم کے طالب بقدرِ استعداد ان سے فائدہ اٹھالیں اور ان کی اصل صورت و حقیقت کو علمِ الٰہی کے حوالہ کریں۔ یہ باتیں خدا کی صفات و افعال یا آخرت کی نعمتوں اور اس کے آلام سے تعلق رکھنے والی ہوتی ہیں۔ ان کا جس حد تک ہمارے لیے سمجھنا ضروری ہے اتنا ہماری سمجھ میں آ جاتا ہے اور اس سے ہمارے علم و یقین میں اضافہ ہوتا ہے لیکن اگر ہم اپنی حد سے آگے بڑھ کر ان کی اصل حقیقت اور صورت کو اپنی گرفت میں لینے کی کوشش کریں تو یہ چیز فتنہ بن جاتی ہے اور اس کا نتیجہ صرف یہ نکلتا ہے کہ انسان اپنے ذہن سے شک کا ایک کانٹا نکالنا چاہتا ہے اور اس کے نتیجے میں بے شمار کانٹے اس کے اندر چبھا لیتا ہے ۲:۲۵

محکمات و متشابہات کے بارے میں چند تنبیہات، شذرہ ۲:۲۸

متشابہات سے گمراہی کی ایک مثال ۲:۳۱

مُتَطَوِّع اور مُطَّوِّع: دونوں ایک ہی لفظ ہیں۔ مُطَّوِّع اس کو کہتے ہیں جو صرف فرائض و واجبات ہی ادا کر لینے پر قناعت نہ کرے بلکہ اپنی خوشی اور حوصلہ مندی سے نفلی نیکیوں میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لے ۳:۲۱۳

مُتَّقِی: جس کے دل میں خدا کی عظمت اور اس کے غضب کا خوف سمایا ہوا ہو اور جس کو گناہوں کے نتائج کا پورا پورا احساس ہو ۱:۸۹ تقوٰی بھی دیکھیں

خدا کے مقرر کردہ حدود و قیود کے اندر زندگی گزارنے والے ۷:۵۹۰

مُتَّكِئِيْنَ: اس کے اندر گاؤ تکیوں کا مفہوم خود مضمر ہے اس لیے کہ ٹیک لگانے کے لیے مسندیں اور گاؤ تکیے ضروری ہیں اور زمانۂ قدیم میں تختِ شاہی کے لوازم میں یہ شامل بھی رہے ہیں ۸:۱۶۳

مَثَابَة: مرکز و مرجع جس کی طرف سب رجوع کریں، جس کے ساتھ سب وابستہ ہوں، جو سب کا مرکز اور سب کا قبلہ ہو ۱:۳۲۷

مَثَل: مثال اور نمونہ، مثال بھی اچھی اور بری دونوں ہو سکتی ہے۔ الزخرف ۵۶ میں یہ برے مفہوم میں ہے، اِس وجہ سے اس کے معنی نمونہء عبرت کے ہیں ۷:۲۳۹

الکہف ۵۴ میں اس سے مراد عالمِ غیب اور آخرت کے وہ حقائق ہیں جو تمثیل کے رنگ میں لوگوں کو متنبہ کرنے کے لیے سنائے گئے ہیں ۴:۵۹۷

مُجَادِلَة: اچھے اور برے دونوں معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ برے معنی اس کے کٹ حجتی کرنے اور جھگڑنے کے ہیں اور اچھے معنی اس کے کسی سے اپنی بات محبت، اعتماد، حسنِ گزارش، تذلل اور اصرار کے ساتھ منوانے کی کوشش کرنے کے ہیں۔ اس میں جھگڑنا تو بظاہر ہوتا ہے لیکن یہ جھگڑنا محبت اور اعتماد کے ساتھ ہوتا ہے جس طرح چھوٹے اپنی کوئی بات اپنے کسی بڑے سے، اس کی شفقت پر اعتماد کر کے منوانے کے لیے جھگڑتے ہیں ۸:۲۴۷

العنکبوت ۴۶ میں اچھے معنوں یعنی بحث و استدلال اور محبت کے مفہوم میں ہے ۶:۵۵

مجازات: بدلہ دینا۔ بدلہ برا بھی ہوتا ہے اور اچھا بھی، اس وجہ سے اس کے صحیح مفہوم کا تعین موقع و محل سے ہوتا ہے سبا ۱۷ میں موقع برے بدلہ کا ہے ۶:۳۰۹

محاربہ: اللہ اور رسول سے محاربہ یہ ہے کہ کوئی شخص یا گروہ یا جتھا جرأت و جسارت، ڈھٹائی اور بے باکی کے ساتھ اس نظامِ حق و عدل کو درہم برہم کرنے کی کوشش کرے جو اللہ اور رسول نے قائم فرمایا ہے۔ اس طرح کی کوشش اگر بیرونی دشمنوں کی طرف سے ہو تو اس کے مقابلے کے لیے جنگ و جہاد کے احکام ہیں ...

اسلامی حکومت کی رعایا ہوتے ہوئے عام اس سے کہ وہ مسلم ہیں یا غیر مسلم اس کے قانون اور نظم کو چیلنج کریں تو اس صورت میں اس کے ساتھ شریعت کے عام ضابطہ حدود و تعزیرات کے تحت کارروائی کی جائے گی۔

دوسری صورت یہ ہے کہ کوئی شخص یا گروہ قانون کو اپنے ہاتھ میں لے لینے کی کوشش کرے۔ اپنے شر و فساد سے علاقے کے امن و نظم کو درہم برہم کر دے۔ لوگ اس کے ہاتھوں اپنی جان، مال، عزت، آبرو کی طرف سے ہمہ وقت خطرے میں مبتلا رہیں۔ قتل، ڈکیتی، رہزنی، آتش زنی، اغوا، زنا، تخریب، تہریب اور اس نوع کے سنگین جرائم حکومت کے لیے لا اور آرڈر کا مسئلہ پیدا کر دیں ایسے حالات سے نمٹنے کے لیے عام ضابطہ حدود و تعزیرات کے بجائے اسلامی حکومت سنگین اقدامات کرنے کی مجاز ہے جو عبرت انگیزی اور درد انگیزی کے نقطۂ نظر سے ہوں، رجم، تصلیب، ہاتھ پاؤں بے ترتیب کاٹنا اسی کی مثالیں ہیں ۲:۵۰۵

مُحْتَظِر: باڑھ بنانے والے کو کہتے ہیں۔ چرواہے عام طور پر اپنے گلوں کی حفاظت کے لیے میدانوں میں جھاڑ جھنکاڑ کی باڑھ بنا لیتے ہیں۔ جس کے اندر شب میں گلہ کو محفوظ کر دیتے ہیں۔ اس قسم کی باڑھ کچھ عرصہ کے بعد بارش، ہوا اور جانوروں کے روندنے سے ریزہ ریزہ ہو جاتی ہے ۸:۱۰۷

مَحْرُوْم: وہ شخص جو وسائل معاش سے محروم ہو لیکن المعارج ۲۵ میں یہ لفظ چونکہ 'سائل' کے ساتھ آیا ہے اس وجہ سے اس سے یہ بات نکلتی ہے کہ وہ محروم ہونے کے باوجود لوگوں کے آگے دستِ سوال دراز کرنے کا ننگ گوارا نہ کرتا ہو ۸:۵۷۳

یوں تو ہر وہ شخص ہے جو مال سے محروم ہو لیکن اس کے مفہوم میں وہ لوگ خاص طور پر شامل ہیں جو پہلے صاحبِ مال رہے ہوں بعد میں کسی افتاد نے ان کو محروم بنا دیا ہو ۷:۵۹۴

محسن: احسان کرنے والا، کسی عمل کو نہایت خوبی کے ساتھ انجام دینے والا ۱:۲۲۰

یوسف ۳۶ میں خوب کار کے معنی میں ہے ۴:۲۱۷

القصص ۱۴ میں وہ لوگ مراد ہیں جو اپنی قوتوں اور صلاحیتوں کو ان کے صحیح مصرف میں بالکل صحیح طریقہ پر استعمال کرتے ہیں ۵:۶۶۳

وہ خوب کار لوگ جنھوں نے اپنے سوچنے سمجھنے کی قوتوں سے صحیح کام لیا، اپنی فطرت کی صلاحیتوں کو زندہ رکھا اور اپنی بصیرت کے حد تک جو قدم بھی اٹھایا صحیح سمت میں اٹھایا ۶:۱۲۱

مُحْصَنٰت: النور ۴ میں 'حرائر' یعنی لونڈیوں کے مقابل میں شریف زادیوں کے لیے آتا ہے ۵:۳۷۶، ۳۸۹ نیز دیکھیے احصان

مُحْضَرُوْن: ان کی ذلت کی تصویر کے لیے ہے کہ وہ اس طرح ہمارے سامنے حاضر کیے جائیں گے جس طرح مجرم عدالت کے سامنے حاضر کیے جاتے ہیں ۶:۴۳۳

مخادعت: دھوکا دینے کی کوشش کرنا عام اس سے کہ وہ دھوکا کامیاب ہو سکے یا نہ ہو سکے۔ جہاں لفظ کا تعلق اللہ تعالیٰ سے ہے وہاں مخادعت استعمال ہوا ہے برعکس اس کے خدع کا لفظ استعمال ہوا ہے ۱:۱۱۸ دیکھیے خدع

مُخَاطَبَة: الفرقان ۶۳ میں الجھنے کے مفہوم میں ہے ۵:۴۸۶

مخالفة: النور ۶۳ میں گریز اور فرار کے مفہوم پر متضمن ہے اس وجہ سے اس کا صلہ 'عن' کے ساتھ آیا ہے ۵:۴۳۵

مُخَلَّدُوْن: مفہوم یہ ہے کہ وہ ہمیشہ ایک ہی سن و سال کے رہیں گے۔ ان کی حیثیت دائمی خدام کی ہو گی۔ مجلسی خدمات کے لیے ایک خاص سن کے لڑکے ہی زیادہ موزوں، خوش آداب اور مستعد و سرگرم

خیال کیے جاتے ہیں ۸: ۱۶۴

مُخلَص: جو کسی کارِ خاص کے لیے منتخب و مخصوص کیا گیا ہو۔ لفظ کے اس عام مفہوم کے اعتبار سے تمام انبیاء مخلص ہیں اس لیے کہ وہ ایک خاص خدائی مشن کے لیے منتخب کیے گئے ۴: ۲۶۳

صرف اس حقیقت کو ظاہر کرنے کے لیے استعمال ہوا ہے کہ جس کو جو کچھ بھی ملے گا خدا ہی کے فضل ورحمت سے ملے گا ۶: ۴۶۵

مُخلَّف: وہ جو پیچھے چھوڑ دیا گیا۔ التوبۃ ۸۱ میں ان لوگوں کو مراد لیا گیا ہے جو جھوٹے عذرات پیش کر کے تبوک کی مہم میں شریک ہونے سے گریز کر گئے ۳: ۶۱۷، ۷: ۴۵۳

مرابطت: اصلی ابتدائی مفہوم دشمن کے مقابلے اور اپنی سرحدوں کی حفاظت کے لیے جنگی گھوڑے تیار کر رکھنا ہے۔ اب گھوڑوں کی جگہ ٹینکوں اور ہوائی جہازوں نے لے لی ہے اس وجہ سے حالات کی تبدیلی سے اس لفظ کا مفہوم بھی تبدیل ہو جائے گا۔ مرابطت کی ہدایت دشمن کے مقابلے کے لیے اخلاقی تیاری کے ساتھ ساتھ مادی تیاری کی ہدایت کی ہے ۲: ۲۳۳

مَرجُوًّا: وہ شخص جس کی اٹھان ایسی اچھی رہی ہو کہ وہ قوم وقبیلہ کی امیدوں اور آرزوؤں کا مرکز بن جائے اور لوگ مستقبل میں اس سے بڑی بڑی امیدیں وابستہ کرنے لگیں ۴: ۱۵۲

مَرحَمَة: ہمدردی۔ البلد ۱۷ میں اس کے ساتھ 'صبر' کا ذکر اسی طرح آیا ہے جس طرح سورہ عصر میں 'حق' اور 'صبر' کا ذکر ایک ساتھ آیا ہے ۹: ۳۷۷

مَرَض: حسد، کینہ نفاق ۱: ۱۱۹

المائدۃ ۵۲ میں اس سے مراد نفاق ہے۔ نفاق کے لیے مرض کا لفظ استعمال کر کے قرآن نے یہ واضح فرما دیا کہ ان لوگوں کی یہ حرکت دل کی بیماری اور اس کے فساد کا نتیجہ ہے ۲: ۵۴۴

النور ۵۰ میں نفاق مراد ہے ۵: ۴۲۳

مُرِیب: الجھن میں ڈال دینے والا ۴: ۱۷۴

مبتلائے شک۔ اس کا معروف استعمال اس شک کے لیے ہوا ہے جو قیامت کے بارے میں ہو، قیامت کے باب میں شک ہی وہ چیز ہے جو آدمی کو ناشکرا، معاند، بخیل اور تعدی کرنے والا بناتا ہے ۷: ۵۵۲

مِزَاجٌ: ملونی۔ کھانے پینے کی چیزوں میں بعض اوقات لذت، خوشبو یا ان کے مزاج میں اعتدال پیدا کرنے کے لیے بعض چیزیں ان کے استعمال کے وقت ملائی جاتی ہیں۔ اہل جنت کی شراب میں یہ ملونی چشمہء کافور کا آبِ زلال کی ہوگی ۹: ۱۱۰

مُزَّمِّلُ: اپنے اوپر چادر لپیٹے رکھنے والا۔ یہ حالت بالعموم ایسے شخص کی ہوتی ہے جو سامنے کے حالات سے فکرمند اور گردو پیش کے لوگوں کے رویہ سے بددل ہو ۹: ۲۲

مَسٰکِین: مسکین کی جمع۔ وہ شخص جو اپنے فقر و مسکنت یا فقدانِ عزم وحوصلہ کے سبب سے زندگی کی جدوجہد میں حصہ لینے سے عاجز ہو، صرف دوسروں کی امداد ہی اس کا سہارا ہو۔ گویا فقر کے ساتھ اس کے اوپر مسکنت اور بے بسی کا بھی غلبہ ہو۔ اس اعتبار سے یہ لفظ 'فقیر' کے مقابل میں سخت ہے ۳: ۵۹۱

مُستَقَرّ اور مُقام: یوں تو ہم معنی الفاظ کی حیثیت سے بھی استعمال ہوتے ہیں لیکن جب یہ دونوں ایک ساتھ استعمال ہوں تو ان کے درمیان کچھ فرق ہو جاتا ہے۔ مستقر میں مستقل قیام گاہ کا مفہوم پایا جاتا ہے اور 'مقام' عارضی جائے قیام کے لیے بھی آتا ہے مطلب یہ ہے کہ جہنم ایک ایسی ہولناک جگہ ہے کہ مستقل مستقر کی حیثیت سے تو درکنار ایک عارضی منزل کی حیثیت سے بھی وہ گوارا کیے جانے کے قابل نہیں ہے حالانکہ کوئی بری سے بری جگہ بھی ایسی ہو سکتی ہے کہ کسی پہلو سے وہ وقتی طور پر گوارا کی جا سکے ۵: ۴۸۷

الفرقان ۷۶ میں اوپر دوزخ کے مقابل میں حَسُنَت مستقرًا وَّمُقَامًا جنت کے لیے استعمال ہوئے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ یہ مستقر ہونے کی حیثیت سے بھی خوب ہے اور مقام ہونے کے اعتبار سے بھی خوب ہے! ۵: ۴۹۱

مستقر سے مراد وہ ٹھکانا ہے جہاں انسان زندگی کے دن گزارتا ہے

اور مستودَع سے مراد وہ جگہ ہے جہاں وہ مرنے کے بعد زمین کے سپرد کیا جاتا ہے ۴:۱۰۸

مُستَمِرٌّ: سحر کے ساتھ مُستَمِرٌّ کی صفت اس حقیقت کو ظاہر کر رہی ہے کہ یہ اسی قسم کا جادو ہے جس قسم کے جادو پچھلے جادوگروں نے دکھائے اور سکھائے اور جو برابر منتقل ہوتے چلے آرہے ہیں ۸: ۹۳

مُستَودَع: وہ جگہ جہاں کوئی چیز بطور ودیعت و امانت حفاظت سے رکھی جائے۔ مراد وہ جگہ ہے جہاں مرنے کے بعد انسان دفن کیا جاتا ہے ۳:۱۲۳

مُسَوَّمَة: سومة سے ہے، جس کے معنی علامت کے ہیں۔ مُسَوَّمَة کے معنی ہوں گے نشان زدہ۔ چونکہ اصیل اور نفیس گھوڑوں پر بالعموم نشان لگا دیا جاتا ہے اس وجہ سے یہ لفظ اصالت اور عمدگی کی تعبیر کے لیے معروف ہو گیا ۲:۴۱

فرشتوں کے لیے اس صفت سے اس امر کا اظہار مقصود ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو خاص اہتمام کے ساتھ اس مہم کے لیے بھیجے گا اور وہ خاص اس جنگ کے لیے اپنے امتیازی نشان اور بیج لگائے ہوئے ہوں گے ۲:۱۷۱

مَشَارِق اور مَغَارِب: قرآن میں یہ الفاظ واحد، تثنیٰ اور جمع تینوں شکلوں میں استعمال ہوئے ہیں اور تینوں ہی صورتوں میں معنی کے اعتبار سے کوئی خاص فرق نہیں ہوتا عربی زبان میں بعض تثنیٰ کسی شے کے دونوں اطراف کی طرف اشارہ کے لیے آتا ہے اسی طرح بعض اوقات محض کسی شے کی وسعتِ اطراف کو ظاہر کرنے کے لیے آتی ہے ۸:۵۷۹، ۱۳۳

ان الفاظ سے اس حکومت کے وسیع الاطراف ہونے کی طرف اشارہ ہو رہا ہے ۳:۳۵۷ نیز دیکھیے رَبُّ المَشَارِق

مَشَّآءٍ بِنَمِیمٍ: دیکھیے نمیمة اور نمیم

مُصَدِّقاً لِّمَا مَعَکُم: اس چیز کی تصدیق کرتے ہوئے جو تمھارے پاس ہے یعنی قرآن مجید اس پیشین گوئی کو سچی ثابت کر رہا ہے جو تورات میں آخری نبی ﷺ کی بعثت اور اس بعثت کی خصوصیات سے متعلق وارد تھی ۱:۱۷۹

مُطَّوِّع: اس کو کہتے ہیں، جو صرف فرائض و واجبات ہی ادا کر لینے پر قناعت نہ کرے بلکہ اپنی خوشی اور حوصلہ مندی سے نفلی نیکیوں میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لے ۳:۶۱۳

مَعَاد: مرجع، غایت اور انجام کار۔ اس کی تنکیر یہاں تفخیمِ شان پر دلیل ہے اس وجہ سے یہ معادِ حسن کے مفہوم میں ہو گا یعنی شاندار انجام اور اعلیٰ مرجع (القصص ۸۵) ۵:۶۷۱

مُعتَدٍ اَثِیمٍ: 'اعتداء' میں دوسروں کے حقوق پر دست درازی کا مفہوم پایا جاتا ہے اور 'اثم' میں حق تلفی کا۔ یعنی صرف یہی نہیں کہ یہ خود خرچ کرتے ہیں نہ خرچ کرنے دیتے بلکہ وہ دوسروں کے حقوق پر تعدی کرنے والے بھی ہیں اور جو حقوق ان پر عائد ہوتے ہیں ان کو دبا بیٹھنے والے بھی ۸:۵۱۹

معروف: جانی پہچانی ہوئی چیز یعنی جس کو عقل مانتی ہو، جو عدل پر پوری اترتی ہو، اچھے لوگ جسے پہچانتے ہوں، سوسائٹی کے شریفوں میں جس کا چلن اور رواج ہو۔ یہ معروف بہت سے معاملات میں اسلامی قانون کا درجہ رکھتا ہے اور اس حیثیت سے قرآن میں اس کا جگہ جگہ حوالہ آیا ہے ۱:۴۳۹

مُعَذِّر: جھوٹا اور بالکل بے سروپا عذرات تراشنے والا بہانہ باز جو ہر ذمہ داری سے بچنے کے لیے کوئی نہ کوئی عذر گھڑ لیتا ہو۔ معذر اور معتذر میں یہ فرق ہے کہ 'معتذر' کا عذر جھوٹا بھی ہو سکتا ہے اور بعض حالات میں سچا بھی، لیکن معذر کہتے ہی اس کو ہیں جو نرا بہانہ باز ہو ۳:۶۲۵

مُعَقِّبٰتٌ: یعنی 'اَرْوَاحٌ مُعَقِّبٰتٌ' سے مراد وہ فرشتے ہیں جو باری باری ہر انسان پر خدا کی طرف سے نگرانی کے لیے مقرر ہوتے ہیں ۴:۲۷۵

مُعَمَّرٌ: طویل العمر کے مفہوم میں نہیں ہے بلکہ اس سے مراد ہر وہ شخص ہے جس کو کوئی عمر ملتی ہے خواہ طویل یا قصیر ۶:۳۶۶

مَعِینٌ: خالص پانی اور خالص پانی کے چشمہ کے لیے بھی قرآن میں آیا ہے اور شراب خالص کے ایک چشمہ کے لیے بھی جو جنت میں ہے۔ الواقعۃ ۱۹ میں یہ اسی مفہوم میں ہے ۸: ۱۶۴

مَغضُوبِ عَلَیهِم: شریعت کی نعمت کی ناقدری کرنے والے

سرکش اور انبیاء کے مکذب اور قاتل لوگ، واضح مثال یہود کی ہے ۱:۶۰

مقطّعات: اشخاص، قصائد، خطبات اور مختلف اشیاء کے نام رکھنے کا اہل عرب کا مانوس طریقہ، ان کے معنی کے بارے میں مولانا فراہیؒ کا نقطہء نظر ۱:۸۲

مَقْعَد: اس کی اضافت 'صِدْقٍ' کی طرف اس کی عزت، پائداری اور ابدیت کی طرف اشارہ کر رہی ہے ۸:۱۱۵

مکاتبت: 'کتاب' اور 'مکاتبت' ایک اصطلاح ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ کوئی غلام اپنے آقا سے اس بات کا خواہاں ہو کہ وہ فلاں مدت کے اندر اس کو اتنی رقم یا اس کی کوئی معین خدمت انجام دے دے گا یا اس کے کسی کام کی تکمیل کر دے گا جس کے بعد آقا اس کو آزاد کر دے۔ ایسی صورت میں حکم ہے کہ اس غلام کو مکاتب بنا دیا جائے۔ ایسے غلام کو مکاتب بنا دینا مالک پر واجب ہے ۵:۴۰۱

مَکر: کسی کو نقصان پہنچانے کے لیے کوئی مخفی تدبیر کرنا۔ اس میں مذمت کا پہلو یہاں سے پیدا ہوا کہ مخفی تدابیر کا استعمال آدمی کی کمزوری کی دلیل ہے۔ چونکہ عام طور پر صورت یہی ہوتی ہے کہ خفیہ تدبیریں کمزور لوگ ہی استعمال کرتے ہیں اس وجہ سے اس کی مذمت کا پہلو ذہنوں پر غالب ہو گیا اور یہ گمان کیا جانے لگا کہ مکر لازماً مذموم ہی ہوتا ہے لیکن یہ بات حقیقت کے خلاف ہے۔ خفیہ تدبیر بعض حالات میں کسی مکر کرنے والے کے مکر کے توڑ یا اس کی سزا کے طور پر بھی استعمال کرنی پڑتی ہے ... ال عمران ۵۴ میں جس مکر کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کی گئی ہے اس سے مراد یہی مکر ہے جو حق کے دشمنوں کی سازشوں کے توڑ یا ان کی سرکوبی کے لیے اللہ تعالیٰ اختیار فرماتا ہے ۲:۱۰۱

النحل ۲۶ میں سازش اور چال کے معنی میں ہے ۴:۴۰۳

مَکِیْن: جب جگہ کی صفت کے لیے آتا ہے تو اس سے ایسی جگہ مراد ہوتی ہے جو اندیشوں، خطرات اور مداخلتِ غیر مطلوب سے بالکل محفوظ و مامون ہو ۹:۱۳۸

مَلَاء: اصل لغوی مفہوم بھرنا ہے۔ اسی مفہوم سے ترقی کر کے یہ لفظ کسی قوم کے اشراف و اعیان اور اکابر و سادات کے لیے استعمال ہونے لگا ۸:۵۶۸

ملامست: کے معنی اصلاً چھونے اور ہاتھ لگانے کے ہیں لیکن یہاں یہ کفایہ ہے مباشرت سے ۲:۳۰۳

مَلٰٓئِکَۃ: ملک کی جمع، رسول اور پیغام بر یعنی فرشتے۔ نہایت اعلیٰ اور پاکیزہ صفات کی حامل ذی عقل، ذی ارادہ اور ذی شعور مخلوق۔ اللہ تعالیٰ سے بھی غایت درجہ قرب و اتصال اور مخلوقات سے بھی نسبت اور تعلق رکھتے ہیں ۱:۱۵۷

ملّت: اصل معنی طریقہ لیکن اس سے کسی شخص یا گروہ کا وہ طریقہء زندگی مراد ہوتا ہے جس کی بنیاد مذہب اور روایاتِ مذہب پر ہو ۱:۳۰۶

مَلَکُوت: لغوی مفہوم تو عزت و اقتدار، بادشاہی اور سلطنت ہے لیکن قرآن میں یہ لفظ خدا کی اس تکوینی بادشاہی کے لیے استعمال ہوا ہے جو آسمانوں اور زمین بلکہ ہر چیز پر قائم و دائم ہے۔ اس 'ملکوتِ الٰہیٰ' پر غور کرنے کی دعوت مختلف اسلوبوں سے قرآن میں بار بار دی گئی ہے ۳:۹۰

المومنون ۸۸ میں زمامِ اختیار و اقتدار کے مفہوم میں ہے ۵:۳۴۱

مَلِیْکٍ مُّقْتَدِرٍ: ہمہ گیر اقتدار رکھنے والا، مَلِیْک میں ملک کے بالمقابل زیادہ زور ہے، اس کے ساتھ مقتدر کی صفت اس کو مزید زوردار بنانے کے لیے ہے ۸:۱۱۶

مَنّ: اصل معنی فضل و احسان لیکن یہاں اس سے مراد وہ خاص غذا ہے جو اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے لیے صحرائے سینا میں خاص اپنے فضل سے مہیا فرمائی۔ شبنم کی طرح ایک چیز زمین پر ٹپکتی تھی اور پالے کے دانوں کی طرح جم جاتی تھی، آفتاب کی تمازت سے پہلے پہلے اس کا جمع کر لینا ممکن ہوتا تھا ۱:۲۱۸

جس طرح احسان کرنے کے معنی میں آتا ہے اسی طرح کسی چیز کو کاٹ دینے کے بھی معنی میں آتا ہے ۹:۴۵

مَنٰوۃ: 'مَنیۃ' کے مادہ سے بنایا ہوا نام جس کے معنی ہوں گے وہ دیوی جس کے قرب کی آرزو کی جائے یا جو آرزوؤں کے بر آنے کا ذریعہ ہو ۸:۶۲

مناسک: منسک کی جمع، اصل معنی دھونا اور پاک کرنا۔ اسی سے

نُسُک ہے جس کے معنی قربانی کے ہیں۔ قربانی بندے کو گناہ کی آلودگیوں اور آلائشوں سے پاک کر کے اللہ تعالیٰ کا تقرب عطا کرتی ہے۔ پھر اسی سے مَنسَک ہے جس کے معنی قربانی کے طریقہ کے بھی ہیں اور قربان گاہ کے بھی۔ اس کی جمع مناسک ہے جو حج کے تمام سلسلہء عبادات و مراسم پر حاوی ہے ۱:۳۴۹

مَنَّاعٍ لِّلْخَیْرِ: یوں تو عام ہے کہ وہ ہر نیکی اور بھلائی کی راہ میں ایک بھاری پتھر ہیں لیکن القلم ۱۲ میں خاص اشارہ ان کی بخالت کی طرف ہے ۸:۵۱۸

مِنْ دُوْنِهِمْ: سبا ۴۱ میں مقابل کے مفہوم میں ہے ۶:۳۳۲

مِنْ رِّزْقٍ: الجاثیة ۵ میں پانی مراد ہے جو ذریعہء رزق بنتا ہے گویا مسبب سبب کے لیے استعمال ہوا ہے ۷:۳۰۴

مَنْسَک: الحج ۳۴ میں قربانی مراد ہے ۵:۲۴۸

الحج ۶۷ میں یہ لفظ طریقہء عبادت، شریعت کے ظاہری ڈھانچا اور اس کے قواعد وضوابط کے لیے آیا ہے ۵:۳۸۲

مِنْ عِنْدَهٗ: الانبیاء ۱۹ میں اس سے مراد خدا کے مقرب ملائکہ ہیں ۵:۱۳۵

مُنْعِمٌ عَلَیْهِمْ: انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین ۱:۶۰

مُنْكَر: وہ تمام چیزیں جو معروف کی ضد ہیں۔ بخالت، غصبِ حقوق، تعدی، عہد شکنی، فخر وغرور اور اس قبیل کی ساری چیزیں اس کے مفہوم میں داخل ہیں ۶:۱۳۲

وہ تمام برائیاں اس میں شامل ہیں جو ایک صالح معاشرہ کی پاکیزہ روایات اور اس کے معروف مسلمات کے خلاف ہوں۔ پچھلی قوموں میں سے قوم عاد وثمود کے تمدنی مفاسد اور قومِ شعیب کے معاشی فساد کا ذکر قرآن نے اس کی مثال کے طور پر کیا ہے ۶:۵۲

معروف ان اچھی باتوں کو کہتے ہیں جن کا ہر اچھی سوسائٹی میں چلن ہو مثلاً مہمانداری، مسافر نوازی اور اس قبیل کی دوسری نیکیاں۔ منکر اس کا ضد ہے تو اس سے مراد وہ باتیں ہوں گی جو معروف اور عقل وعرف کے پسندیدہ طریقہ اور آداب کے خلاف ہوں ۴:۴۳۹

مِنْ کُلٍّ: اس کی تعمیم سے یہ بات لازم نہیں آتی کہ ہوام وحشرات اور کیڑے مکوڑے سب اِس میں شامل ہوں بلکہ یہ لفظ معہود ذہنی کو پیش نظر رکھ کر بھی استعمال ہوتا ہے۔ اس وجہ سے اس سے مراد وہ جانور ہیں جو اس وقت انسان کے تصرف میں آ چکے تھے اور اس کی مختلف ضروریات میں کام آ رہے تھے (ھود ۴۰) ۴:۱۴۲

مِنْ مَّشْهَدِ یَوْمٍ عَظِیْمٍ: اس سے حضرات انبیاء کی وہ شہادت مراد ہے جو قیامت کے روز وہ اپنی اپنی امتوں کے معاملہ میں اللہ تعالیٰ کے سامنے دیں گے ۴:۶۵۱

مَوَاقِع: موقع کی جمع جس کے معنی کسی چیز کے واقع ہونے یا گرنے کی جگہ کے ہیں۔ الواقعة ۷۵ میں یہ ان ٹھکانوں یا کمین گاہوں کے لیے آیا ہے جن پر ان شیاطین کے تعاقب کے لیے شہابِ ثاقب پھینکے جاتے ہیں ۸:۱۸۲

مَوَالِی: کسی شخص کے بنی اعمام، بھائی بند اور اس کے نسبتی اعزہ و اقرباء مراد ہیں ۴:۶۳۶

النساء ۳۳ میں ہر مورث کے ورثہ مراد ہیں ۲:۲۸۹۔ نیز دیکھیے مولیٰ

مَوْبِقٌ: ہلاکت کا کھڈ، تباہی کا گڑھا ۴:۵۹۶

مَوْت: جس طرح زندگی کے فنا ہونے کے لیے استعمال ہوا ہے اسی طرح نیند، بے ہوشی اور اخلاقی و ایمانی موت کے لیے بھی استعمال ہوا ہے ۱:۵۶۳، ۲۱۶

مُؤْتَفِكَة: وہ ہوائیں جو زمین کو بالکل تلپٹ کر دیتی ہیں جس طرح جوتنے والا کھیت کی زمین کو تلپٹ کر دیتا ہے۔ جب کوئی بڑا سیلاب آتا ہے اور وہ زمین پر مٹی اور ریت کی نئی تہ جما دیتا ہے تو اس کو بھی 'مؤتفکة' کہتے ہیں۔ علیٰ ہذا القیاس جو تند طوفانی ہوا زمین کو ریت اور کنکر سے ڈھانک دیتی ہے وہ بھی مؤتفکة ہے ۸:۸۱

مؤتفِکت سے مراد قوم لوط کی بستیاں ہیں ۳:۶۰۴

مُؤَلَّفَةِ الْقُلُوْب: وہ لوگ جن کی اسلامی حکومت کے مصالح کے

تحت دلداری پیشِ نظر ہو۔ بسا اوقات حکومت کو بعض ایسے ذی اثر لوگوں سے معاملہ کرنا پڑتا ہے جو حکومت کی پوری رعیت نہیں ہوتے بلکہ ایسی پوزیشن میں ہوتے ہیں کہ اگر ان کو بزور قابو میں رکھنے کی کوشش کی جائے تو ڈر ہوتا ہے کہ وہ دشمن سے مل کر مسلمانوں کو نقصان پہنچائیں۔ خاص طور پر سرحدی علاقوں میں اس طرح کے لوگوں سے بڑے خطرے پہنچ سکتے ہیں، اگر یہ دشمن بنے رہیں یا دشمن ان کی ہمدردیاں حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائے۔ اس طرح کے لوگوں کو اپنی حمایت میں رکھنا اسلامی حکومت کے مصالح کا تقاضا ہوتا ہے اس کی شکل یہی ہوتی ہے کہ ان کی کچھ مالی سرپرستی کی جاتی ہے ... یہ غیر مسلم بھی ہو سکتے ہیں اور نام کے مسلمان بھی ۵۹۲:۳

مَوْعِد: ظرفِ زمان اور ظرفِ مکان یعنی وقتِ موعود اور مقامِ موعود، دونوں معنوں میں آتا ہے۔ طٰہٰ ۵۸ میں دونوں اور بعد والی آیت میں ظرفِ زمان کے معنی میں ہے ۶۱:۵

مَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ: النحل ۱۲۵ میں مشفقانہ انداز میں تذکیر و تنبیہ مراد ہے ۴۶۳:۴

مَوْلٰى: خاندان اور قبیلہ کے ان افراد کے لیے آتا ہے جن کے ساتھ آدمی کا خون اور نسبت کا رشتہ اور جن میں باہم عصبیت کا جذبہ ہو ۲۹۰:۷

شرکاء و شفعاء مراد ہیں جن کو خدا کے سوا مرجع اور کارساز بنایا گیا ۲۲۴:۵

مومن: اللہ تعالیٰ، اس کی آیات اور احکام پر ایمان لانے والا اور اپنا سب کچھ اس کے حوالے کر کے اس کے فیصلوں پر پوری طرح راضی اور مطمئن ہو جانے والا ۸۹:۱ دیکھیے ایمان

مُهَيْمِن: اللہ تعالیٰ کی صفت کے طور پر بھی استعمال ہوا ہے اور قرآن کی صفت کے طور پر بھی۔ محافظ اور نگران۔ اپنے سے سابق صحیفہ پر قرآن کے 'مھیمن' ہونے کے معنی یہ ہیں کہ قرآن اصل معتمد نسخہ کتاب الٰہی کا ہے اس لیے وہ دوسرے صحیفوں کے حق و باطل میں امتیاز کے لیے کسوٹی ہے ۵۳۳:۲

مَهِيْن: حقیر و ناچیز ۱۳۸:۹

اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ موسیٰؑ ایک غلام قوم کے فرد ہیں ۲۳۷:۷

مِيْقَات: وقتِ مقررہ۔ الاعراف ۱۴۳ میں وہ وقتِ خاص مراد ہے جو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ کو اپنے خطاب و کلام سے مشرف کرنے کے لیے مقرر فرمایا ۳۶۰:۳

مِيْثَاق: عہد و پیمان۔ اس لفظ کی روح وثوق اور استحکام ہے اس وجہ سے کسی اہم معاملہ کے لیے پورے شعور اور پورے احساسِ ذمہ داری کے ساتھ کیے گئے عہد و پیمان کے لیے آتا ہے ۲۴۲:۱

الرعد ۲۰ میں میثاقِ فطرت مراد ہے جو تمام اولادِ آدم سے لیا گیا اور جس کا سب نے اقرار کیا ۲۸۵:۴

نَابِجَانِبِهٖ: وہی مضمون ہے جو دوسرے مقامات میں 'تَوَلّٰى بِرُكْنِهٖ' یا 'ثَانِيَ عِطْفِهٖ' وغیرہ محاورات سے ادا کیا گیا ہے۔ یہ غرور و استکبار سے اعراض کرنے اور منہ پھیرنے کی تعبیر ہے، جانب کے معنی پہلو کے ہیں۔ آدمی جب کسی سے غرور کے ساتھ منہ موڑتا ہے تو مونڈھے جھٹک کر اپنا پہلو بدلتا اور وہاں سے چل دیتا ہے۔ اس حالت کو یہاں نَابِجَانِبِهٖ سے تعبیر فرمایا ہے ۱۲۷:۷

نَادِي: اصل معنی مجلس اور سوسائٹی کے ہیں۔ العلق ۱۷ میں وہ افراد مراد ہیں جو کسی رشتۂ عصبیت کے تحت باہم دگر وابستہ ہیں۔ موقع و محل کا لحاظ کر کے اس کا ترجمہ 'ٹولی' یا پارٹی ہو سکتا ہے ۴۵۹:۹

نٰشِطٰت: نشط کے مادہ سے ہے جس کے معنی کسی کام کو نرمی سے کرنے کے بھی آتے ہیں اور کسی رسی کی گرہ یا کسی جانور کے بندھن کو چرنے چگنے کے لیے چھوڑ دینے کے معنی میں بھی۔ النّٰزِعٰت ۲ میں قرینہ بتا رہا ہے کہ یہ نرم رو اور آہستہ خرام ہواؤں کے لیے ہے ۱۷۶:۹

نَافِلَة: اصل پر جو شے زائد ہو اس کو کہتے ہیں۔ اس کا استعمال کسی نعمت و رحمت پر زیادتی کے لیے ہوتا ہے، کسی بار اور مصیبت پر زیادتی کے لیے نہیں ہوتا ۵۳۱:۴

اس حقیقت کا اظہار مقصود ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کو حضرت اسمٰعیلؑ تو ان کی دعا کے صلے میں ملے۔ مزید برآں اللہ تعالیٰ نے ان کو اسحٰقؑ اور یعقوبؑ بھی عطا فرمائے ۵:۱۶۵

نَبَـأ: کسی اہم حادثے اور واقعے کی خبر کو کہتے ہیں۔ چونکہ یہ واقعہ (واقعہء ہابیل و قابیل) اس آسمان کے نیچے، عدل و ظلم، وفاداری و عہد شکنی، خدا خوفی اور تعدی کی کشمکش کا سب سے پہلا واقعہ ہے اور بالکل پہلی بار خدا کی اس زمین پر حق کی راہ میں ایک حق پرست کا خونِ ناحق بہا، اس وجہ سے قرآن نے اس کو 'نبا' سے تعبیر فرمایا تا کہ اس کی اہمیت واضح ہو سکے ۲:۴۹۵

نَجْویٰ: سرگوشی اور رازداری کے انداز میں کسی سے بات کرنا ۲:۳۸۱

بجائے خود کوئی بری چیز نہیں ہے۔ اجتماعی و معاشرتی زندگی میں ایسے مواقع بھی پیش آتے ہیں جب باہم دگر راز دارانہ مشورت کی ضرورت پیش آتی ہے۔ اگر یہ مشورت نیکی، تقویٰ اور اصلاح ذات البین کے لیے ہے تو یہ نجویٰ باعث خیر و برکت ہے اور تم جب بھی کوئی راز دارانہ مشورت کرو تو کسی مقصدِ خیر ہی کے لیے کرو۔ البتہ وہ نجویٰ شیطانی نجویٰ ہے جو گناہ، تعدی اور معصیتِ رسول کے مقصد سے منافقین کرتے ہیں ۸:۲۶۱

نَجِيّ: راز اور سرگوشی کو بھی کہتے ہیں اور اس شخص کو بھی کہتے ہیں جس سے سرگوشی کے انداز میں بات کی جائے اور اس کو محرم راز بنایا جائے ۴:۲۶۳

نَـحْـب: وسیع معنوں میں آتا ہے۔ عزم و ہمت، عہد و پیمان، نذر سب اس کے مفہوم میں داخل ہے۔ امام بخاریؒ نے اس کی تفسیر 'عہد' سے کی ہے اور یہ تفسیر لفظ کی روح اور موقع و محل کے مقتضیات کے بالکل مطابق ہے ۶:۲۱۰

نَحْشُرُهُمْ: اس کے بعد 'عَلٰی' اس بات پر دلیل ہے کہ یہ موقہوں کے بل گھسیٹتے ہوئے اکٹھے کیے جائیں گے ۴:۵۴۳

نَـذْر: کوئی نیک کام کرنے کا عہد کر لینے کو کہتے ہیں۔ جو لوگ ان نذروں کے پورے کرنے کا بھی اہتمام رکھیں گے جو انھوں نے بطور خود اپنے اوپر واجب کی ہوں ان سے ان نیکیوں کے بدرجہء اولیٰ اہتمام کی توقع ہے جو ان کے رب نے ان پر واجب ٹھہرائی ہیں ۹:۱۱۱

'نـذر' کا مفہوم یہ ہے کہ آدمی منت مانے کہ اگر میری فلاں مراد پوری ہو گئی تو میں فلاں عبادت یا ریاضت یا اتنا صدقہ کروں گا۔ اسلام میں منت ماننے کو مستحسن قرار نہیں دیا گیا ہے لیکن کوئی شخص اگر اس طرح کی منت مان بیٹھے اور اس میں کسی شرعی قباحت کا کوئی پہلو نہ ہو تو اس کو پورا کرنا ضروری قرار دیا گیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ ایک قسم کا عہد ہے جو منت ماننے والا اپنے رب سے کر رہا ہے اور عہد چھوٹا ہو یا بڑا اگر خلاف شریعت نہیں ہے تو اس کو پورا کرنا ضروری ہے اس لیے کہ خدا کے ہاں عہد سے متعلق خواہ وہ چھوٹا ہو یا بڑا پرسش ہونی ہے ۱:۶۲۱

نُذُر: نذیر کی جمع بھی ہے اور 'انـذار' سے اسم یا حاصل مصدر بھی۔ اگر نذیر کی جمع مانیے تو اس کے معنی ہوں گے ڈرانے والے رسول، آگاہی دینے والی نشانیاں، بیدار کرنے والی تنبیہات۔ اور اگر اس کو حاصل مصدر کے مفہوم میں لیجیے تو اس کے معنی ہوں گے ڈراوا، تنبیہ، آگاہی اور تہدید و وعید۔ قرآن میں یہ لفظ ان تمام معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ اس کا ترجمہ کرتے وقت موقع و محل کی مناسبت کا لحاظ ضروری ہے ۸:۱۰۴

النجم ۵۶ میں یہ 'نـذیر' کی جمع ہے۔ اس سے مراد پچھلے انبیاء اور پچھلے صحائف سب ہیں اور مقصودِ کلام تنبیہ ہے کہ اس کلام کو ہنسی مسخری کی چیز نہ سمجھو ۸:۸۳

القمر ۴۱ میں جمع کے مفہوم میں ہے اور 'كَذَّبُوا بِاٰيٰتِنَا كُلِّهَا' کے الفاظ سے اس کی وضاحت ہو گئی ہے یعنی یہ اشارہ انذار کی ان تمام نشانیوں کی طرف ہے جو حضرت موسیٰؑ کے ہاتھوں مصریوں کو قہر الٰہی سے ڈرانے کے لیے ظاہر ہوئیں ۸:۱۱۰

نَذِيرٌ مُّبِيْن: کھلا ڈرانے والا۔ اس میں اس حقیقت کی طرف اشارہ ہے کہ رسول جس قہر و غضب سے ڈراتا ہے اس کی نوعیت قیاسات اور اندازوں پر مبنی اشارات و کنایات کی نہیں ہوتی بلکہ ایک واضح اور قطعی خبر اور اعلان کی ہوتی ہے اس لیے کہ اس کی بنیاد اوّل تو وحی پر ہوتی ہے ثانیاً یہ اس سنتِ الٰہی کا تقاضا بھی ہے جو رسول کی تکذیب کی صورت میں لازماً ظاہر ہوتی ہے۔ اس قطعیت کا اثر قدرتی طور پر اس کے الفاظ پر لب و لہجہ میں بھی نمایاں ہوتا ہے۔ وہ آنے والے خطرے کا اس طرح

اعلان کرتا ہے گویا اپنی دونوں آنکھوں سے اس کو دیکھ رہا ہے ۱۳۶:۴

عربوں میں یہ طریقہ تھا کہ قبیلہ یا قافلہ جہاں ڈیرا ڈالتا وہاں کسی اونچی جگہ پر ایک نگران پہرا دیتا اور اگر وہ کسی طرف سے کوئی خطرہ محسوس کرتا تو اپنے کپڑے اتار کر ننگا ہو جاتا اور خطرے کا اعلان کرتا جس کے بعد قبیلہ یا قافلہ کے سارے مرد تلواریں سونت کر مدافعت کے لیے تیار ہو جاتے۔ اس کو 'نذیر عریان' کہتے تھے۔ یہ تعبیر چونکہ ناشائستہ تھی، نبی کے لیے اس کا استعمال موزوں نہ تھا، اس وجہ سے قرآن نے اس کو 'نذیر مبین' کی شکل میں شائستہ بنا لیا ہے ۲۶۷:۵

نُسْخَہ: کسی تحریر کی حرف حرف نقل کو بھی کہتے ہیں۔ اصل تورات چونکہ انھی الواح کی نقل تھی اس وجہ سے تورات کو ان کے نسخہ سے تعبیر فرمایا ۳۶۹:۳

نِسَـآءِ ھِنَّ: النور ۳۱ میں اس سے میل جول اور تعلق و خدمت کی عورتیں مراد ہیں ۳۹۷:۵

نسخ: اصل معنی ہٹانا اور مٹانا۔ البقرۃ ۱۰۶ میں یہ ایک قانون کو ہٹا کر اس کی جگہ دوسرا قانون لانے کے لیے استعمال ہوا ہے ۲۹۶:۱، نسخ کی حقیقت اور اس کی ضرورت، ایک جامع مضمون ۳۰۸:۱ تا ۳۱۶

نَسئی: 'نسا' کے معنی موخر کرنا اور پیچھے ہٹانا۔ اسی سے 'نسئی' کا اسم بنا لیا گیا ہے جس سے عرب جاہلیت کی اصطلاح میں وہ مہینا مراد ہوتا ہے جس کو چند دن پیچھے ہٹا کر اس کے دنوں میں اضافہ کر دیتے تھے۔ شمسی سال قمری سال سے تقریباً گیارہ دن زیادہ ہوتا ہے۔ قمری سال کی اس کمی کو پورا کرنے کے لیے اہل عرب یہ کرتے کہ اس میں کمی کے بقدر اضافہ کر دیتے جس کی عملی شکل یہ تھی کہ ہر آٹھ سالوں میں تین ماہ بڑھائے جاتے گویا ہر دوسرے یا تیسرے سال کے خاتمے پر ایک ماہ کبیسہ کا ہوتا ۵۷۱:۳

طٰہٰ ۱۱۵ میں نگاہوں سے اوجھل ہو جانے کے مفہوم میں ہے ۹۷:۵

الجاثیۃ ۳۴ میں نظر انداز کرنے کے مفہوم میں ہے ۳۳۳:۷

نَشْرٌ: پھیلانے، چھینٹنے، ابھارنے، اگانے کے معنی میں ہے۔ یہ لفظ ان تمام معانی میں قرآن میں استعمال ہوا ہے۔ المرسلٰت ۲ میں اس سے مراد وہ ہوائیں ہیں جو ابرِ رحمت لاتی ہیں ۱۳۲:۹

نُشُـوْز: سر اُٹھانا لیکن اس لفظ کا غالب استعمال اس سرتابی و سرکشی کے لیے ہوتا ہے جو کسی عورت کی طرف سے اس کے شوہر کے مقابل میں ظاہر ہو ... نشوز عورت کی ہر کوتاہی، غفلت یا بے پروائی یا اپنی شخصیت اور اپنی رائے اور ذوق کے اظہار کی قدرتی خواہش کو نہیں کہتے۔ نشوز یہ ہے کہ عورت کوئی ایسا قدم اٹھاتی نظر آئے جو مرد کی قوامیت کو چیلنج کرنے والی ہو اور جس سے گھر کی مملکت میں بدامنی و اختلال پیدا ہونے کا اندیشہ ہو۔ نشوز کی صورت میں مرد کے تادیبی اختیارات ۲۹۳:۲

نشوز عورت کی طرف سے ہو تو اس کا مفہوم یہ ہوتا ہے کہ وہ شوہر کی قوامیت کو تسلیم نہ کرے۔ مرد کی طرف سے ہو تو اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ بیوی کے حقوق کو تسلیم کرنے سے انکار کر دے اور اس سے پیچھا چھڑانے پر آمادہ ہو جائے ۳۹۸:۲

نصارٰی: نصران کی جمع۔ مولانا فراہیؒ کی تحقیق سے اقتباس ۲۳۰:۱

نُصُب: جمع ہے نَصِیْبٌ کی جس کے ایک معنی گاڑے ہوئے پتھر کے ہیں۔ گاڑے ہوئے پتھر سے مراد وہ پتھر بھی ہو سکتے ہیں جو مشرکین اپنی نذریں اور قربانیاں پیش کرنے کے لیے گاڑتے ہیں اور وہ پتھر بھی ہو سکتے ہیں جو دوڑ وغیرہ کے مقابلہ کے لیے نشان کے طور پر گاڑ دیے جاتے ہیں ۵۸۰:۸

تھان اور استھان کو کہتے ہیں۔ عرب میں یہ بے شمار تھے جہاں دیویوں، دیوتاؤں، بھوتوں جنوں کی خوشنودی کے لیے قربانیاں کی جاتی تھیں۔ قرآن نے اس قسم کے ذبیحے بھی حرام قرار دیے۔ قرآن کے الفاظ سے یہ بات صاف نکلتی ہے کہ ان کے اندر حرمت مجرد بارادۂ تقرب، خوشنودی استھانوں پر ذبح کیے جانے ہی سے پیدا ہو جاتی ہے اس سے بحث نہیں کہ ان پر نام اللہ کا لیا گیا یا کسی غیر اللہ کا ۴۵۶:۲

نَصْرٌ عَزِیْزٌ: کفر کے مقابل میں ایسی فتح و نصرت جس کو چیلنج نہ کیا جا سکے ۴۴۰:۷

نَضْرَۃٌ: وہ تازگی اور بشاشت جو نعمتوں میں گھرے ہوئے لوگوں کے

چہروں پر جھلکتی ہے ۹: ۲۶۰

نَظَرَ یَنظُرُ: جس طرح دیکھنے کے معنی میں آتا ہے اسی طرح اس کے معنی انتظار کرنے کے بھی آتے ہیں ۱: ۵۰۰ نظر کا لفظ اصلاً عربی میں غور و تامل سے دیکھنے کے لیے آتا ہے ۳: ۳۴۳

نِعمت: ہدایت وشریعت کی نعمت ۱: ۶۰

وہ افضال وعنایات جو بنی اسرائیل پر اللہ تعالیٰ نے دنیا کی سیادت و امامت اور شریعت عطا کر کے کیں ۱: ۱۷۶

القلم ۴۹ میں اللہ تعالیٰ کا وہ فضل مراد ہے جو توبہ کے بعد ان کو قبولیتِ توبہ اور ازسرنو فریضۂ رسالت پر ماموریت کی شکل میں حاصل ہوا ۸: ۵۳۱

رفاہیت وتنعم کے معنی میں آتا ہے ۹: ۲۹

نَعِیم: اللہ تعالیٰ نے انسان کو جتنی قوتیں وصلاحیتیں عطا فرمائی ہیں اور جو وسائل وذرائع بھی بخشے ہیں وہ سب نعیم میں داخل ہیں ۹: ۵۲۴

نَفّٰثٰتِ فِی الْعُقَد: گرہوں میں پھونک مارنے والے، اگرچہ یہ مؤنث ہے لیکن اس سے عورتوں کو مراد لینا لازم نہیں ہے۔ عربیت کے قاعدے سے آپ اس سے ارواحِ خبیثہ اور نفوسِ خبیثہ مراد لے سکتے ہیں ۹: ۶۶۲

نَفسِ مُّطمَئِنَّۃ: اللہ سے ان کے راضی ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ نے ان کے ساتھ جو معاملہ کیا اس کو ہر رنگ میں انھوں نے اس کے عدل، اس کی حکمت اور اس کی رحمت پر محمول کیا۔ ان کو اگر کوئی افتاد پیش آئی تو اس کو انھوں نے اپنی کسی خامی کا علاج سمجھا، کوئی مشکل پیش آئی تو اس کو صبر وعزیمت کا امتحان جانا، سکھ ملا تو دل و جان سے اس کے شکر گزار ہوئے۔ دکھ ملا تو صابر و مطمئن رہے۔ کسی حال میں بھی اپنی امید کے چراغ کو انھوں نے گل نہیں ہونے دیا، طوفان اٹھے، بجلیاں چمکیں بلکہ کبھی کبھی برقِ خرمن سوز سارے خرمن کو جلا کر خاکستر بھی کر گئی لیکن ان کے نفس مطمئنہ کو کوئی چیز بھی ہلا نہ سکی وہ بدستور 'راضیۃً مرضیۃً' کی چٹان پر جمار ہا ۳: ۶۳

نَقُول: القصص ۲۸ میں قول وقرار اور عہد وپیمان کے مفہوم میں ہے ۵: ۶۷۱

نَقِیب: کھوج لگانے والا، معاملات کی ٹوہ میں رہنے والا، لوگوں کے حالات کی جستجو کرنے والا۔ یہیں سے یہ قوم اور قبیلہ کے سردار، نگران، ذمہ دار افسر اور مانیٹر کے معنی میں استعمال ہوا۔ اس لیے کہ نگرانوں اور مانیٹروں کا اصلی کام لوگوں کے حالات کی نگرانی اور ان کی محافظت ہی ہوتا ہے ۲: ۴۷۴

نَکَال: نمونۂ عبرت ۱: ۲۴۵

قرآن مجید نے سخت نوعیت کی سزاؤں کی اس لفظ سے تعبیر کیا ہے۔ یہ سزا دوسروں کو عبرت دلانے والی ہوتی ہے جس کو دیکھ کر دوسرے عبرت پکڑیں اور اس قسم کے جرم کے ارتکاب سے باز رہیں ... اس طرح کی سزائیں نافذ کر کے گویا پورے معاشرہ کو ایسے ٹیکے لگا دیے جاتے ہیں جس سے وہ متعدی جراثیم کے اثرات سے محفوظ ہو جائے ۱: ۲۴۳

نُکُر: ہولِ قیامت کی طرف اشارہ۔ اس کی ہولناکی کی شدت ظاہر کرنے کے لیے ابہام کا اسلوب اختیار فرمایا ہے ۸: ۹۴

نَکِیر: مجرد انکار کے معنی نہیں بلکہ اس انکار کے ہیں جس کے ساتھ غیرت، نفرت اور بیزاری کی شدت پائی جاتی ہو۔ اس وجہ سے اس کا ترجمہ پھٹکار کیا گیا ہے ۵: ۲۶۳، ۷: ۱۸۸

نَمِیمَۃ اور نَمِیم: چغلی اور لگانے بجھانے کے معنی میں ہے ۸: ۵۱۸

نُور: البقرۃ ۲۵۷ میں اس سے مراد عقلی، ایمانی، عملی اور اخلاقی روشنی ہے ۱: ۵۹۸

وَارِد: اصلی معنی تو کسی گھاٹ یا چشمہ پر اترنے والے کے ہیں۔ عرب میں قافلے والے یوں کرتے کہ جس کنوئیں میں اترنا ہوتا ذرا پہلے اپنا ایک آدمی اس پر بھیج دیتے کہ وہ پانی وغیرہ کا انتظام رکھے۔ یوسف ۱۹ میں وارد سے وہی مراد ہے ۴: ۲۰۰

واصباحا: عرب میں غارتگری کا اصلی وقت صبح کا وقت ہوتا تھا اس وجہ سے لفظ 'صباح' غارت گری اور حملہ کے مفہوم میں بھی آتا ہے اور 'واصباحا' کے نعرے میں اس کا یہی مفہوم ہے ۶: ۵۰۴

وَالْتَفَّتِ السَّاقُ بِالسَّاقِ: پنڈلی سے پنڈلی لپٹنے کا مطلب یہ ہے کہ آدمی چل نہ سکے گا۔ یہ حالت شدتِ ضعف و بے بسی کے سبب

سے ہوگی ۹: ۹۳

وَالسّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ: دوسرا سابقون خبر کے محل میں ہے۔ مطلب یہ ہے کہ سابقون کی عالی مقامی کا کیا پوچھنا ہے، وہ تو سابقون ہی ہوئے! جب وہ سابقون ہیں تو ان کے درجہ و مرتبہ کو کون پہنچ سکتا ہے! وہ لازماً وہاں تک پہنچیں گے جو انسانی شرف و مزیّت کا آخری نقطہ ہے اور اس نقطۂ کمال کا اندازہ بھلا اس عالم ناسوت میں کون کر سکتا ہے! ۸: ۱۶۱

وُجُـوْہٌ: الغاشیۃ ۲ میں مراد اگرچہ اشخاص ہیں لیکن ان کو تعبیر وجوہ سے اس لیے کیا ہے کہ مقصود ان کی اندرونی کیفیات کو ظاہر کرنا ہے اور کیفیات کا اظہار سب سے زیادہ نمایاں طریقہ پر چہروں ہی سے ہوتا ہے ۹: ۳۲۹

وَجْـہ: الرحمٰن ۲۷ میں اس کی ذات کی تعبیر کے لیے آیا ہے۔ چہرہ ذات کا سب سے اشرف حصہ ہے اس وجہ سے بعض اوقات اس سے پوری ذات کو تعبیر کر دیتے ہیں ۸: ۱۳۶

وحی: النحل ۶۸ میں اس سے مراد وہ جبلی وفطری وحی ہے جو ہر مخلوق کو اپنے اندر کی ودیعت کردہ صلاحیتیں استعمال کرنے کے لیے خاطر فطرت وجبلت کی طرف سے ہوئی ہے ۴: ۴۲۸

القصص ۷ میں وہ اصطلاحی وحی نہیں ہے جو حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے ساتھ مخصوص ہے بلکہ الہام و القاء یا رؤیا کے ذریعہ سے اس طرح دل میں کوئی بات ڈال دینا ہے جس سے دل کو اس پر فی الجملہ اطمینان ہو جائے ۵: ۶۵۸

وَرِیْد: رگِ جاں۔ 'اقرب من حبل الورید' عربی زبان کا ایک معروف محاورہ ہے جو غایت درجہ قرب کے اظہار کے لیے آتا ہے ۷: ۵۴۶

وَزْعٌ: اصل معنی روکنا، تھامنا اور سنبھالنا۔ النمل ۱۹ میں اسی معنی میں یہ لفظ استعمال ہوا ہے۔ لیکن فوج کے تعلق سے جب یہ لفظ آئے تو اس کے معنی تربیت دینے اور درجہ بندی وصف بندی کرنے کے ہوتے ہیں ۵: ۵۹۳

وسیلہ: قربت۔ المآئدۃ ۳۵ میں 'اِلَیْہِ' کی تقدیم سے حصر کا مضمون پیدا ہو گیا ہے یعنی خدا ہی کا قرب اور اسی کا تقرب ڈھونڈو۔ جس کا طریقہ یہ ہے کہ خدا کے احکام وحدود کی پوری پوری پابندی کرو اور ان کی خلاف ورزی کے نتائج سے ڈرتے رہو خدا اور اس کے بندوں کے درمیان واسطہ اور وسیلہ کتاب اللہ اور شریعت ہی ہے۔ اس وجہ سے کتاب اللہ اور شریعت کو مضبوطی سے تھامنا ہی خدا سے قربت کا واسطہ ہے۔ گویا تنبیہ ہے کہ جن لوگوں نے خدا اور اس کی شریعت سے بے پروا ہو کر دوسروں کا تقرب ڈھونڈا اور ان کو اپنی نجات وفلاح کا ضامن سمجھے بیٹھے ہیں وہ بڑی غلط امیدوں اور بڑے ہی غلط سہاروں پر جی رہے ہیں۔ فوز وفلاح کی راہ یہ ہے کہ خدا ہی سے ڈرو اور اسی کا قرب ڈھونڈو۔ قرآن میں دوسری جگہ اس بات کی بھی تصریح ہے کہ فرشتے جن کو نادانوں نے خدا کی قربت کا ذریعہ سمجھ کر معبود بنایا وہ خود ہر لحہ خدا کے قرب کے لیے ساعی وسرگرم اور اس کے عذاب سے ڈرتے رہتے ہیں ۲: ۵۱۰

وصیّت: عربی میں یہ لفظ کسی بڑے کی طرف سے چھوٹوں کو تلقین و ہدایت کے معنی میں آتا ہے عام اس سے کہ یہ تلقین و ہدایت کوئی شخص اپنے آخری وقت میں کرے یا عام حالات میں۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندوں کو جو ہدایات دی گئی ہیں، قرآن میں ان کے لیے بھی یہ لفظ استعمال ہوا ہے۔ وصیت کے لیے دو شرطیں ۱: ۴۳۹

اس میں وصیت کرنے والے کی پیش بینی، خیر خواہی اور شفقت کا پہلو بھی مضمر ہوتا ہے اور اس کے اندر ایک عہد اور معاہدے کی ذمہ داری بھی پائی جاتی ہے ۲: ۲۶۰

وَعْد: اس سے مراد وہی وعدہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں سے فرمایا کہ اگر لوگ تمھاری تکذیب کر دیں گے تو ہم تمھاری تکذیب کرنے والوں کو ہلاک کر دیں گے اور تم کو اور تمھارے ساتھیوں کو نجات دیں گے ۵: ۱۲۷

وَفّٰی: وہ جس نے اپنے رب کے ہر حکم کی تعمیل کا حق ادا کر دیا، جس نے ہر عہد پورا کیا اور جو ہر امتحان میں صادق الوعد اور کامل العیار ثابت ہوا ۸: ۷۶

وَقْر: بوجھ، ثقل اور گرانی۔ یہاں اس سے وہ گرانی مراد ہے جو کانوں کو بہرا کر دے۔ الانعام ۲۵ میں یہ جس حجاب اور جس بہرے پن کا

ذکر ہے ظاہر ہے کہ وہ معنوی اور روحانی حجاب اور گرانی ہے جو دلوں اور کانوں کو سننے اور سمجھنے کی اس صلاحیت سے محروم کر دے جو انسانیت کا اصلی خاصہ ہے، جس سے محروم ہو کر انسان چوپایہ بلکہ چوپائے سے بھی بدتر ہو جاتا ہے ۳۴:۳

یوں تو اس سے ہر وہ بوجھ اور بار مراد ہو سکتا ہے جس کو ہوائیں اٹھاتی ہیں مثلاً غبار اور کنکر وغیرہ لیکن اس کا معروف استعمال بادلوں کے لیے ہے ۵۷۹:۷

وَكِيل: کارساز، معتمد اور وہ ذات جس پر کامل بھروسا کر کے اپنے معاملات اس کے حوالے کر دیے جائیں ۴۷۸:۴، علٰی کے صلہ کے ساتھ تین معنی: مسئول اور ذمہ دار، نگران، ضامن ۳۷۹:۲

وہ ذات مراد ہے جس پر پورا اعتماد کر کے اپنے معاملات اس کے حوالے کر دیے جائیں۔ اللہ تعالیٰ کا مطالبہ بندوں سے یہی ہے کہ وہ خدا کے دیے ہوئے احکام کی ہر حال میں تعمیل کریں اور اللہ تعالیٰ پر بھروسا رکھیں کہ اس راہ میں جو مشکلیں پیش آئیں گی ان سے عہدہ برآ ہونے کی وہ توفیق بخشے گا ۱۸۶:۶

وَلَا تَطْغَوْا: یعنی حالات سے مرعوب ہو کر یا ترغیبات سے متاثر ہو کر ذرا اس راہ سے کج نہ ہونا ۱۷۵:۴

وَلَد: اولاد، یہ لفظ واحد، جمع مذکر، مؤنث سب کے لیے آتا ہے ۳۰۳:۱

یونس ۶۸ میں جن لوگوں نے اس کو بیٹے کے معنی میں لیا ہے ان کی بات زبان اور عرب کے عقائد دونوں کے خلاف ہے۔ یہاں عقائد مشرکین عرب کے زیر بحث ہیں اور مشرکین عرب کسی کو خدا کا بیٹا نہیں مانتے تھے۔ وہ فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں کہتے تھے ۶۸:۴

وَهَن: اس کے معنی ضعف کے ہیں عام اس سے کہ یہ ضعف عمل کا ہو یا ارادے کا، جسم کا ہو یا کردار و اخلاق کا۔ حدیث کے حوالے سے عزم و حوصلہ اور عمل و ارادہ کی وہ پستی جو دنیا اور دنیا کی زندگی کی محبت اور موت کے خوف سے پیدا ہوتی ہے اور انسان کو راہِ حق میں جہاد سے روکتی ہے وہ 'وہن' ہے ۱۸۰:۲

وہن، ضعف اور استکانت میں ایک نازک سا فرق بھی ہے۔ موت سے خوف اور زندگی سے محبت سے دل میں جو بزدلی پیدا ہوتی ہے، وہن ہے۔ اس وہن سے ارادے اور عمل میں جو تعطل پیدا ہوتا ہے وہ ضعف ہے۔ اس ضعف سے حریف کے آگے گھٹنے ٹیک دینے کا جو نتیجہ ظہور میں آتا ہے وہ استکانت ہے ۱۸۷:۲

وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّي: میرا ظاہری جسم تو درکنار میرے تو اندر کی ہڈیاں تک کھوکھلی ہو چکی ہیں ۶۳۵:۴

وَيْ كَأَنَّ: 'وَیْ' تنبیہ کا کلمہ ہے۔ جس طرح ہم اپنی زبان میں ارے کہتے ہیں اسی طرح عربی میں 'وَیْ' ہے اس کے ساتھ جب 'كَأَنَّ' یا 'كَأَنَّهُ' مل جائے تو اس کا مفہوم یہ ہوگا کہ 'ارے! یہ تو گویا کہ وہی بات ہوئی ...، ۷۱۳:۵

وَيْلَكَ آمِنْ: الاحقاف ۱۷، 'ویل' اگرچہ لعنت کے الفاظ میں سے ہے لیکن بعض مواقع میں یہ دل سوزی، شفقت اور دردمندی کے اظہار کے لیے بھی آتا ہے۔ یہاں بھی یہ اسی طرح کے محل میں ہے۔ بعض ماں باپ نہایت دل سوزی کے ساتھ اس کو سمجھاتے ہیں کہ تیرا ناس ہو! ضد نہ کر، بے راہ روی چھوڑ، ایمان کی راہ اختیار کر اور آخرت سے ڈر ۳۶۶:۷

هٰذَا: کسی ایسی چیز کی طرف اشارہ جس کا ذکر آگے آرہا ہو، هٰذَا استعمال ہوگا ۸۵:۱ دیکھئے ذٰلِكَ

هِجْرَة: ہر نقل مکان کو ہجرت نہیں کہتے۔ ہجرت یہ ہے کہ آدمی اپنے دین کے معاملے میں ستایا جائے یہاں تک کہ وہ اپنا محبوب وطن اپنا عزیز آشیانہ چھوڑ کر وہاں سے نکلنے اور دوسری سرزمین کو اپنی پناہ گاہ بنانے پر مجبور ہو جائے ۴۱۲:۴

هدایت: اس کے تین مرحلے ہیں۔ آخری مرحلہ اس کا ہدایت آخرت کا ہے۔ اِس مرحلہ میں غایت و مقصود کی طرف ہدایت ہوتی ہے اور بندہ اپنی مساعی کے ثمرہ سے بہرہ مند اور اپنی جدوجہد زندگی کے حاصل سے بامراد ہوتا ہے۔ ہدایت کا لفظ اس معنی میں بھی قرآن میں جگہ جگہ استعمال ہوا ہے۔ ال عمران ۸۶ میں 'یهدی' اسی معنی میں آیا ہے ۱۳۷:۲

التوبۃ ۱۰۹ میں ہدایت غایت و مقصود کی ہدایت کے معنی میں ہے یعنی اپنی جانوں پر اس طرح ظلم کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ بامراد و فائز المرام

نہیں کرے گا۔ یہ نامراد ہی رہیں گے ۳: ۶۴۴

ہدایت کا صلہ جب 'اِلــــیٰ' آتا ہے تو اس سے مقصود صرف کسی چیز کی طرف رہنمائی کر دینا ہوتا ہے لیکن جب 'لِ' آتا ہے تو اس کے اندر رہنمائی کے ساتھ توفیق ہدایت کا مفہوم بھی پیدا ہو جاتا ہے ۴: ۵۰

القصص ۵۶ میں ہدایت یافتہ بنا دینے کے مفہوم میں ہے ۵: ۶۹۱

ہدایت کے بعد 'لِ' کا صلہ دلیل ہے کہ یہ لفظ الحجرات ۱۷ میں توفیق کے مضمون پر متضمن ہے ۷: ۵۲۲

هَدٰى يَهْدِىْ: کسی مقصد میں بامراد کرنے کے مفہوم کے لیے بھی قرآن میں جگہ جگہ استعمال ہوا ہے ۶: ۵۶۳

هدًى: ۱۔ قلبی نور و بصیرت

۲۔ دلیل و حجت اور نشانِ راہ

۳۔ سیدھا اور صاف راستہ

۴۔ فعل ہدایت

قرآن مجید میں ان چاروں معنوں کے اعتبار سے ھدی ہے ۱: ۸۸

هُدًى وَّرَحْمَة: یہ الفاظ دنیا اور آخرت دونوں کو پیش نظر رکھ کر استعمال ہوئے ہیں۔ اللہ کی کتاب دنیا میں رہنمائی کرتی اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کی رحمت کا ذریعہ بنتی ہے ۷: ۳۵۶

هَشِيْــم: ریزہ ریزہ چیز کو کہتے ہیں۔ یہ ان کی تباہی کی تمثیل ہے کہ ہوا، بارش، سنگباری اور کڑک نے اس طرح ان کو چور چور کر دیا جس طرح باڑھ والے کی باڑھ چور چور ہو کے رہ جاتی ہے ۸: ۱۰۷

هَــل: استفہام کے لیے ہے۔ البتہ استفہام جس طرح ہماری زبان میں مختلف معانی کے لیے آتا ہے اسی طرح عربی میں بھی اس کے مختلف مفہوم ہوتے ہیں۔

استفہام کا ایک بلیغ موقع استعمال وہ بھی ہے جب مخاطب سے کسی ایسی بات کا اقرار کرانا ہو جس کی نوعیت ہو تو ایک بدیہی حقیقت کی لیکن مخاطب اس کو تسلیم کرنے کے باوجود عملاً اس سے منحرف ہو ۹: ۱۰۵

هَمَّاز: 'همز' سے مبالغہ ہے جس کے معنی اشارہ باز کے ہیں۔ اشارہ بازی اور پھبتی اِس قسم کے لوگوں کا خاص شیوہ ہوتا ہے جو کسی کو دوسروں کی نگاہوں سے گرانے کے درپے ہوں۔ یہ اشارہ بازی حرکات اور چشم و ابرو سے بھی ہوتی ہے، الفاظ اور فقروں سے بھی ۸: ۵۱۸

هَيْهَــات: اسم فعل ہے۔ یہ عربی میں مختلف شکلوں میں استعمال ہوتا ہے اور اس موقع پر بولا جاتا ہے جب کسی چیز کو نہایت مستبعد اور بعید از امکان ظاہر کرنا ہو۔ تکرار کی صورت میں اس کے اندر تاکید اور شدت کا مفہوم پیدا ہو جاتا ہے ۵: ۳۱۸

يَتَــامٰى: ان نابالغوں کے لیے استعمال ہوتا ہے جن کا باپ فوت ہو چکا ہو، عام اس سے کہ وہ نابالغ لڑکے ہوں یا لڑکیاں۔ صرف نابالغ لڑکیوں کے لیے اس کا استعمال نہ عربی زبان میں معلوم ہے، نہ قرآن مجید اور حدیث میں ۲: ۲۵۱

يَــد: اصل معنی تو ہاتھ کے ہیں لیکن یہ غلبہ، تسلط اور اختیار و اقتدار کے معنی میں بھی آتا ہے ۳: ۵۶۰

يَــدْعُــوْا: الحج ۱۲ میں دعا، استغاثہ، فریاد، استرحام اور استمداد سب معنوں پر مشتمل ہے ۵: ۲۲۳

يَــرْتَــعْ وَ يَــلْعَــبْ: لغوی مفہوم تو یہ ہے کہ ذرا چرے چگے اور کھیلے کودے لیکن یہ نہایت خوبصورت تعبیر ہے پکنک منانے کی ۴: ۱۹۷

يَــرْضَــوْنَهٗ: نہایت مختصر سا لفظ لیکن اس کے اندر معانی کا ایک جہان پوشیدہ ہے یعنی خدا کی خاطر جو بندہ اپنے گھر اور وطن سے نکلتا ہے اگر اسی راہ میں اس کو موت آ جاتی ہے تو وہ اطمینان رکھے کہ خدا اس کو ایسی جگہ داخل کرے گا جہاں اس کی ساری توقعات ہی پوری نہیں ہو جائیں گی بلکہ وہ کچھ اس کو ملے گا جس کا اس جہان میں وہ کوئی تصور بھی نہیں کر سکتا ۵: ۲۷۹

يَعْدِلُوْنَ: عَدَل، يَعْدِلُ عدولاً سے ہے جس کے معنی 'جَارَ وَ ظَلَمَ' کے آتے ہیں یعنی ان لوگوں کے پاس اپنے معبودوں کے حق میں کوئی دلیل تو ہے نہیں لیکن یہ کج رَو اور حق ناشناس لوگ ہیں اس وجہ سے یہ خدا کو چھوڑ کر دوسروں کی پرستش کرتے ہیں ۵: ۶۲۴

يَعْرُجُ اِلَيْهِ: السجدہ ۵ میں refer ہونے کے مفہوم میں ہے۔ مطلب

یہ ہے کہ وہ احکام صادر کر کے پھر بے تعلق نہیں ہو بیٹھتا بلکہ ہر چیز اس کے سامنے پیش ہوتی رہتی ہے اور وہ پوری طرح باخبر رہتا ہے کہ کارکنانِ قضاو قدر نے کیا فرائض انجام دیے اور کس طرح انجام دیے ۶:۱۵۸

یَعۡصِرُوۡنَ: اس سے مقصود اس کے لازم کی طرف اشارہ کرنا ہے یعنی خوب بارش ہوگی، انگور کی بیلیں خوب پھیلیں پھولیں گی، لوگ خوب انگور نچوڑیں گے ۴:۲۲۳

یَلۡوٗنَ اَلۡسِنَتَهُمۡ: دیکھئے لوی یلوی لیاً

یُنۡزَفُوۡنَ: نڈھال ہونے کے معنی میں بھی آتا ہے اور تعطّل عقل کے معنی بھی۔ الصّٰفّٰت ۴۷ میں دونوں معنی بنتے ہیں۔ شراب کا ردِعمل خمار، اعضاء شکنی اور شدید اضمحلال کی شکل میں بھی ظاہر ہوتا ہے اور تعطل عقل کی صورت میں بھی۔ پہلی صورت جسمانی اذیت کی ہے اور دوسری صورت اخلاقی فساد کی ۶:۴۶۷

یَوۡم: الرحمٰن ۲۹ میں وقت کے مفہوم میں ہے اور قرآن میں یہ لفظ اس مفہوم میں جگہ جگہ استعمال ہوا ہے ۸:۱۳۷

یَوۡمَ التَّنَادِ: لغوی معنی ہانک پکار کا دن یہ اس یوم عذاب کی تعبیر کے لیے آیا ہے جس سے لوگوں کو ڈرایا جا رہا ہے۔ جب کوئی بڑی ہلچل برپا ہوتی ہے تو دوڑو، بھاگو، لیجیو، چلیو کا ہر طرف شور ہوتا ہے اس وجہ سے یومِ عذاب کے لیے یہ نہایت موزوں لفظ ہے ۷:۴۲

یَوۡمَ الۡجَمۡعِ: روزِ قیامت کی طرف اشارہ ہے۔ روزِ قیامت کو یوم الجمع سے تعبیر کرنے میں اس بات کی آگاہی ہے کہ اس دن اللہ تعالیٰ بلا استثناء سب کو اکٹھا کرے گا ۷:۱۴۴

یَوۡمُ الۡحَسۡرَةِ: شہادت عظیم کا دن مراد ہے۔ اس دن آنکھیں تو سب کی کھل جائیں گی لیکن توبہ و اصلاح اور سعی و عمل کے تمام دروازے بند ہو جائیں گے ۴:۶۵۲

یَوۡمَ الۡفَتۡحِ: فیصلہ کا دن مراد ہے۔ اللہ تعالیٰ کے رسولوں نے اپنی قوموں کو دو عذابوں سے آگاہ کیا ہے۔ ایک قیامت کے عذاب سے دوسرے اس عذاب سے جو رسول کی تکذیب کی صورت میں قوم پر فیصلہ کن عذاب کی شکل میں آتا ہے ۶:۱۷۵

یَوۡمِ نَحۡسٍ: سردیوں میں شمال کی بادِ تند سے ہر چیز پر ایک عام نحوست و یبوست چھا جاتی ہے۔ یہ زمانہ عرب میں قحط کا زمانہ ہوتا، اس وجہ سے اہلِ عرب اس کو 'یومِ نحس' یا 'ایّام نحسات' کہتے۔ القمر ۱۹ میں 'یومِ نحس' سے کوئی معین دن مراد نہیں ہے بلکہ وقت اور زمانہ مراد ہے ۸:۱۰۴

یُؤۡمِنُوۡنَ بِالۡغَیۡبِ: یہود کی محسوسات پرستی کی طرف اشارہ۔ قرآن کا فیض صرف ان معقول لوگوں کو پہنچے گا جو حواسِ ظاہری سے زیادہ عقل پر بھروسا کرتے ہیں ۱:۹۸

یہود: ھاد، یھود، ھودا کے معنی رجوع کرنے اور توبہ کرنے کے ہیں۔ مولانا فراہیؒ کی اس لفظ کے اشتقاق پر بحث ۱:۲۲۶

یَئِسُوۡا: العنکبوت ۲۳ میں 'حرموا' اور 'بُعِدُوا' کے معنی میں ہے یعنی وہ لوگ ہمیشہ کے لیے خدا کی رحمت و عنایت سے محروم ہوئے ۶:۳۲

یـقـیـن: الانعام ۷۵ میں جس 'یقین' کا ذکر ہے یہ وہ یقین ہے جو ایمان کے اوپر کا درجہ ہے، جس کو حق الیقین سے تعبیر کر سکتے ہیں۔ ایمان ایک عام چیز ہے جس کے لیے اگر فطرت سلیم ہو تو اندر کا وجدان بھی کافی ہوتا ہے لیکن یقین، فکر و نظر، تفکر و تدبر اور ملکوتِ الٰہی کے علم و مشاہدے سے پیدا ہوتا ہے۔ اس کے مراتب و مدارج کی کوئی حد و نہایت نہیں ہے۔ یہی یقین جب ایمان کے اندر پیدا ہوتا ہے تب اس کا فیضان متعدی ہوتا ہے یہاں تک کہ بسا اوقات اس سے دشت و جبل گونج اٹھتے ہیں۔ حضرات انبیاء چونکہ خلق کی ہدایت پر مامور ہوتے ہیں اس وجہ سے وہ اس میں سے حصہ وافر پاتے ہیں اور پھر ان کے بعد ان لوگوں کا درجہ ہوتا ہے جو ان کے متبعین باحسان میں شامل ہوتے ہیں ۳:۹۲

یَـمِیۡـن: دہنے ہاتھ کے لیے آتا ہے اور دہنے ہاتھ کی ضرب چونکہ بھرپور ہوتی ہے اس وجہ سے الصّٰفّٰت ۹۳ میں یہ بھرپور ہاتھ مارنے کے مفہوم میں استعمال ہوا ہے ۶:۴۸۲

دہنے بائیں کے مفہوم سے مجرد ہو کر صرف ہاتھ کے معنی میں بھی آتا ہے۔ کلامِ عرب میں اس کی مثالیں موجود ہیں ۵:۳۴

# اماکن

## اُحد
عارضی شکست کا واقعہ۔[۱۱:۲]

ال عمران سورۂ اُحد ہے۔[۱۲:۲]

اُحد کے واقعہ سے سبق۔[۱۶۷:۲، ۱۷۳، ۱۸۱، ۱۸۲]

اُحد کی آزمائش۔[۱۸۲:۲، ۱۸۳]

اُحد میں شکست کی وجہ۔[۱۹۲:۲]

اُحد کے ابتلاء میں ازالۂ غم کے پہلو۔[۱۹۴:۲]

اُحد کے واقعات پر تبصرہ۔[۱۹۶:۲]

آنحضرت ﷺ پر منافقین کا الزام اور اس کا جواب۔[۲۱۱:۲]

اُحد کی شکست کے بعد بھی مخلصین کا حوصلہ برقرار رہا۔[۲۱۶:۲]

واقعۂ اُحد کی حکمت۔[۲۱۸:۲]

اُحد کی شکست کی ذمہ داری۔[۳۴۴:۲]

اُحد کے برابر سونا دعوت کو نہیں روک سکتا۔[۱۶۶:۷]

## اَحقاف
عمان ویمن اور نجد وحضر موت کے درمیان کا علاقہ،

قومِ عاد کا مسکن۔[۳۷۰:۷]

## ادوم
بنی اسرائیل کو شاہ ادوم سے خطرہ۔[۵۶۹:۱]

## اذرعات
بنی نضیر غداری کے بعد مدینہ سے نکل کر اذرعات چلے گئے۔[۲۸۳:۸]

## ارارط، کوہستان
جودی، کوہستان ارارط کی ایک چوٹی کا نام ہے۔[۱۴۴:۴]

## اردن
بنی اسرائیل کو اللہ کے انعام کے طور پر اردن وشام پر اقتدار۔[۸۵:۴]

## اسپارٹا
کیخسرو کی مغربی مہم میں اسپارٹا کی شکست۔[۶۱۷:۴]

## اسور
حضرت اسمٰعیلؑ کی اولاد اسور کے راستے میں آباد تھی۔[۳۲۹:۱]

## اصطخر
ذوالقرنین کا مجسمہ اصطخر کے قریب دریافت ہوا۔[۶۱۴:۴]

## ام القریٰ
دیکھیے مکہ۔

## امریکا
شرعی ذبیحہ کا گوشت میسر نہیں لیکن دوسرے غذائی بدل موجود ہیں۔[۴۵۹:۲]

امریکا کے لوگ خدا اور آخرت کو ایک واہمہ قرار دیتے ہیں۔[۶۸۱:۴]

## اَنشان
کیخسرو چھٹی صدی قبل مسیح میں ایک چھوٹی سی ریاست انشان کا والی مقرر ہوا۔[۶۱۷:۴]

## انطاکیہ
انطاکیہ میں ایک سال تک غیر خدا پرستوں کو نصرانی بنانے کا عمل[۵۷۴:۲]

بیشتر مفسرین نے بستی سے مراد انطاکیہ لیا ہے[۴۰۵:۶]

حضرت عیسیٰؑ نے اپنے شاگردوں کو انطاکیہ میں کن کے پاس بھیجا؟[۴۰۶:۶]

## اہرام مصر
قدیم مصریوں کے خط تمثالی کے آثار اہرامِ مصر کے کتبات میں موجود ہیں۔[۸۴:۱]

## ایتھنز
سارا ایتھنز سقراط کے خیالات سے برہم اور وہ مطمئن تھا۔[۱۴۶:۳]

## ایران
مصروشام اور روم وایران کے خزانے اسلام کے بیت المال میں پہنچنے لگے۔[۵۵۶:۳]

سائرس شاہِ ایران نے بنی اسرائیل کو کلدانیوں سے نجات دلائی[۴۸۲:۴]

ایران پر یاجوج ماجوج کی تاخت[۶۲۱:۴]

سندس اور استبرق ایران کے بنے ہوئے مشہور ریشمی کپڑے۔[۱۱۶:۹]

## ایشیا
یاجوج ماجوج ایشیا کے شمالی علاقوں میں آباد ہوئے[۶۲۰:۴]

## ایلہ
سبت کی بےحرمتی کرنے والوں کا شہر ایلہ اور عقبہ کے پاس تھا[۳۷۸:۳]

## ایمن، وادی
حضرت موسیٰؑ کو طور کی وادیِ ایمن میں تجلی نظر آئی[۴۹:۵]

## بابل
مشرکین کی دیو مالا میں چین، ہندوستان، عرب، مصر اور بابل و نینوا کے مشرکانہ مذاہب میں دیویوں کو سب سے زیادہ اہمیت حاصل رہی ہے۔[۳۸۸:۲]

بابل و نینوا کے بادشاہ بخت نصر نے یروشلم کی اینٹ سے اینٹ بجا دی۔[۴۸۱:۴]

کیخسرو کی مغربی مہم میں بابل کی حمایت یافتہ حکومت کی شکست۔[۶۱۷:۴]

کیخسرو کی تیسری مہم میں بابل کی شکست[۶۲۰:۴]

بنی اسرائیل کی بابل کی اسیری کا زمانہ۔[۶۰۴:۵]

## بحر احمر کا ساحل
قومِ مدین کا مسکن[۳۱۰:۳]

طٰہٰ ۷۷ میں 'بحر' سے مراد بحرِ احمر کی شمالی خلیج ہے[۷۱:۵]

حضرت سلیمان علیہ السلام کے عظیم بحری بیڑے کا مرکز بحر احمر میں ترسیس تھا۔[۱۷۵:۵]

## بحر خزر (کیسپئن)
یاجوج ماجوج کے قبائل بحرِ خزر کے شمال کی جانب منگولیا کے علاقے میں آباد تھے۔[۶۲۰:۴]

## بحر قلزم
بحر قلزم میں فرعون اور اس لشکر کی غرقابی۔[۶۱۶:۷]

## بحر متوسط
حضرت سلیمانؑ کی بحر متوسط کی بندرگاہیں۔[۱۷۵:۵]

## بحر ہند
ایک سائیکلون کا تجربہ۔[۶۲۱:۷]

## بحیرہ روم
کیخسرو کی مغربی مہم کی آخری حد۔[۶۱۷:۴]

## بدر
قیدیوں کے بارے حضرت عمرؓ کا مشورہ۔[۲۱۴:۱]

غزوۂ بدر سے عبرت حاصل کرنے کی دعوت۔[۳۵:۲]

غزوۂ بدر میں کفار کے لیے نشانی۔[۳۶:۲]

بدر کی فتح کے اثرات کو مٹانے کا پروپیگنڈا۔[۱۹۰:۲]

بدر اور احد کی جنگوں کا تقابل۔[۲۱۴:۲]

حق کی دوستی کا اصل تقاضا بدر میں پورا ہوا۔[۲:۳۳۱]

بدر کے واقعہ میں قریش کو تنبیہ اور مسلمانوں کی حوصلہ افزائی۔[۳:۴۱۹-۴۲۳]

بدر کے لیے مسلمانوں کا نکلنا ایمائے الٰہی سے ہوا۔[۳:۴۳۵]

بدر کے لیے نکلنے کا اصل مقصد۔[۳:۴۳۵]

جنگِ بدر کفار کی ایک سازش تھی۔[۳:۴۵۲]

بدر میں خدا کی خاص نصرت[۳:۴۶۰]

بدر میں قریش کا جوش وخروش اور خدا کا انتقام۔[۳:۴۷۳]

اموالِ غنیمت کی حیثیت۔[۳:۴۸۰]

غزوۂ بدر میں خدا کی کارسازی۔[۳:۴۸۳]

اہلِ ایمان کی جنگ بھی عبادت ہے۔[۳:۴۸۹]

منافقین کے طعنے۔[۳:۴۹۳]

بدر میں کفار کو مار۔[۳:۴۹۶]

بدر کے بعد قریش و یہود اور مسلمانوں کی آئندہ کے لیے تیاری۔[۳:۵۰۰]

غزوۂ بدر فیصلہ کی ایک کسوٹی۔[۳:۵۰۸]

مالِ غنیمت کے حلال ہونے کی یقین دہانی۔[۳:۵۱۳]

جنگِ بدر کے قیدیوں سے خطاب۔[۳:۵۱۴]

بدر کے موقع پر ابوجہل کی دعا۔[۶:۵۱۸]

بنی نضیر کی غداری اور ان کا حشر۔[۸:۲۸۳]

مالِ غنیمت اور مالِ فے کا فرق۔[۸:۲۹۰]

الحشر ۱۵ میں اشارہ غزوۂ بدر کی طرف نہیں ہے۔[۸:۳۰۳]

العلق ۱۷، ۱۸ میں چیلنج کا عملی امتحان سب سے پہلے بدر میں ہوا۔[۹:۴۵۸]

بدر کے موقع پر اللہ کی مدد۔[۹:۵۶۳]

**بصرہ**

مدینہ، بصرہ اور شام کے قراء اور فقہاء کی آیت بسم اللہ کے بارے رائے۔[۱:۴۹]

**بطرا**

دیکھیے رقیم

**بعلبک**

بعل کا شہر[۲:۱۴۵، ۶:۴۹۱]

**بغداد**

قوموں کی تباہی کی مختلف صورتیں، بغداد کی عبرت انگیز مثال۔[۷:۵۶۴]

**بکّہ**

دیکھیے مکہ

**بلخ**

کیخسرو کی عظیم سلطنت بلخ اور مکران سے لیکر بحیرۂ روم تک۔[۴:۶۱۷]

کیخسرو کی مشرقی مہم میں مکران، قندھار اور بلخ کے وحشی اور صحرا گرد قبائل کی سرکوبی۔[۴:۶۱۹]

**بمبئی:**

کمزوروں کے آخری حربے کے حوالے سے بمبئی کا ایک واقعہ۔[۴:۲۱۰]

**بیت اللحم**

مریم ۲۲ میں 'قصیا' سے مراد بیت اللحم ہے۔[۴:۶۴۵]

**بیت اللہ**

تمام ذرّیتِ ابراہیم علیہ السلام کے لیے مرکز وقبلہ۔[۱:۳۱۸]

البقرہ ۱۲۵ میں ’بیت‘ سے مراد بیت اللہ ہے۔[۱:۳۲۷]

’مقامِ ابراہیمؑ‘ سے مراد۔[۱:۳۲۹، ۲:۱۴۶]

بیت اللہ کی تعبیر مصلّٰے سے۔[۱:۳۳۱]

حرم کی تعبیر۔[۱:۳۳۳]

تطہیر بیت اللہ کا مقصد۔[۱:۳۳۲]

بیت اللہ کی تولیت کے تقاضے۔[۱:۳۳۶]

بیت المقدس کو عارضی قبلہ قرار دینے کی حکمت۔[۱:۳۶۵]

ہجرت کے بعد بیت اللہ کی طرف رخ کرنے کا امکان ختم۔[۱:۳۶۶]

ذرّیتِ اسمٰعیل کا مرکز اور قبلہ شروع سے یہی بیت اللہ رہا ہے۔[۱:۳۷۰]

بیت اللہ کی خصوصیات[۱:۳۷۳]

بیت اللہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنے کے حکم کی حکمت۔[۱:۳۷۵]

بیت اللہ ہی کی طرف رخ کرنے کا حکم نہایت عظیم مصلحتوں اور حکمتوں پر مبنی حکم ہے۔[۱:۳۷۶]

تحویلِ قبلہ۔[۱:۳۶۱، ۳۶۸، ۳۷۲، ۳۸۳]

بیت اللہ سب سے بڑا شعیرہ ہے۔[۱:۳۸۴]

قرآن نے بیت اللہ کو اصل ابراہیمی جمال میں پیش کیا۔[۱:۳۸۶]

بیت اللہ کو توحید و اسلام اور ملت مسلمہ کا مرکز بنانا رسالتِ محمدی کا اصلی نصب العین تھا۔[۱:۴۷۶]

قریش بیت اللہ کے مجاور۔[۱:۴۸۷]

بیت اللہ سے متعلق یہود کی تحریفات۔[۲:۱۱۷، ۱۲۸]

اسی بیت اللہ کو حضرت ابراہیمؑ نے ملتِ ابراہیم کا مرکز بنایا۔[۲:۱۴۵]

کعبہ کے بیت اللہ ہونے کی نشانیاں۔[۲:۱۴۶]

ملتِ ابراہیمؑ، بیت اللہ اور آخری رسول سے متعلق اہل کتاب کو زجر و ملامت۔[۲:۱۴۸]

بیت اللہ کی تولیت اور دینداری کا کفار کا زعم باطل۔[۳:۴۶۲]

قریش کے دعوائے تولیتِ بیت اللہ کی نفی۔[۳:۴۷۰]

حرمین میں دینِ الٰہی کا قیام۔[۳:۴۷۵]

ملت کی تجدید اور بیت اللہ کی تطہیر کے لیے نبی کی بعثت۔[۳:۴۷۶]

تولیتِ بیت اللہ کے سلسلہ میں مشرکین قریش کی خدمات کی بے حقیقتی۔[۳:۵۴۸]

قریش کی تولیتِ بیت اللہ سے معزولی۔[۳:۵۴۹]

بیت اللہ اور مساجدِ الٰہی کی تولیت کے اصلی حقدار۔[۳:۵۵۰، ۹:۵۹۰]

حضرت ابراہیمؑ اور بیت اللہ کی صحیح تاریخ۔[۵:۲۴۱]

بیتِ عتیق[۵:۲۴۵]۔

بیت اللہ کی آزادی کے لیے جنگ ناگزیر تھی۔[۷:۴۵۶]

تمام حرماتِ الٰہی کے احترام کی ہدایات۔[۵:۲۴۵]

بیت اللہ کی تعمیر کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا۔[۵:۴۱۲]

بیت اللہ کے حوالے سے آنحضرت ﷺ کے مشن کی وضاحت۔[۵:۶۳۸]

بیت اللہ کی برکات[۵:۶۹۲، ۹:۴۷۰، ۵۷۵]

بیت اللہ کی دعوتِ ابراہیم کے مرکز کی تجدید۔[۸:۲۱۷]

بیت اللہ سے ٹیک لگا کر دینِ حنیفی کے پیروؤں کی اللہ سے دعا[۹:۴۱۷]

بیت اللہ کے معاملے میں قریش بے حمیت نہیں تھے۔[۹:۵۶۲]

قریش کو امن و رزق کی برکات بیت اللہ ہی کے طفیل حاصل ہوئیں۔[۹:۵۶۹، ۵۷۵، ۵۷۹]

بیت اللہ کے ساتھ قریش کے تعلق کی تاریخ۔[۹:۵۷۳]

بیت اللہ کے دو بنیادی مقصد۔[۹:۵۷۹]

بیت اللہ کے پروہتوں کی بے روح نمازیں۔[۹:۵۸۳]

زائرین بیت اللہ کا متلاطم سمندر، اظہارِ کثرت کا ایک

جلوہ۔[۹:۵۹۴]

بیت اللہ نماز کا مرکز ہے اور قربانی کا بھی۔[۹:۵۹۷]

نیز دیکھئے خانہ کعبہ

## بیت المقدس

دعائے ابراہیمی کے بموجب، امت وسط کا قبلہ مسجد حرام ہے نہ کہ بیت المقدس۔[۱:۷۹]

یہود ونصاریٰ کے درمیان بیت المقدس میں ایک دوسرے کو ذکر و عبادت سے روکنے کے لیے جنگیں۔[۱:۳۰۲]

اندرون بیت المقدس کی یہود ونصاریٰ میں تقسیم۔[۱:۳۰۳]

یہود کی تحریف کہ عبادت کے لیے ابراہیمؑ کا تعمیر کردہ گھر بیت المقدس ہے۔[۱:۳۳۰]

آنحضرت ﷺ اور مسلمان ہجرت سے پہلے بیت المقدس کی طرف رخ کرکے نمازیں پڑھتے رہے۔[۱:۳۵۵]

تحویل قبلہ پر یہود کا اعتراض۔[۱:۳۶۲]

بیت المقدس کی تعمیر بھی قبلہ ابراہیمی کو قبلہ قرار دے کر ہوئی۔[۱:۳۶۴]

بیت المقدس کو عارضی طور پر قبلہ قرار دینے کی حکمت۔[۱:۳۶۵]

تحویل قبلہ کے باب میں اصل حکم۔[۱:۳۶۹]

مریمؑ بیت المقدس کی خدمت کے لیے وقف تھیں۔[۲:۷۶]

بیت المقدس میں حجرے اور گوشے عبادت گزاروں کے لیے بنے ہوئے تھے۔[۲:۷۸]

یہود کی تحریف کہ قربانی بیت المقدس کے کسی مقام پر ہوئی۔[۲:۱۲۸]

بیت المقدس کی تعمیر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سینکڑوں سال بعد ہوئی۔[۲:۱۴۶]

بیت المقدس کی تولیت کے مدعیوں کا کردار۔[۳:۴۷۱]

ذوالقرنین کی مدد سے بیت المقدس اور ہیکل کی از سر نو تعمیر۔[۴:۶۱۳]

عورتوں کی عبادت کی جگہ مشرقی سمت میں تھی۔[۴:۶۴۴]

زیتون وہ پہاڑ ہے جہاں بیت المقدس واقع ہے۔[۹:۴۳۷]

## بیر سبع

حضرت ابراہیمؑ نے اسمٰعیل علیہ السلام اور ان کی والدہ کے ساتھ بیر سبع کے بیابان میں قیام کیا۔[۱:۳۳۰]

## پیٹرا

دیکھئے رقیم

## تبوک

جنگ میں عدم شرکت کے لیے منافقین کا بہانہ۔[۳:۵۸۶]

اپنے گناہوں کا اعتراف کر لینے والے۔[۳:۶۳۷]

بے داغ ماضی رکھنے والے بعض لوگوں پر عتاب۔[۳:۶۴۰]

سفر تبوک کے دوران کی آیات۔[۳:۶۴۳]

مہاجرین اور انصار کے ایمان کی خصوصیات۔[۳:۶۵۷]

## ترسیس

حضرت سلیمان علیہ السلام کے عظیم بیڑے کا مرکز۔[۵:۱۷۵]

## ترکستان

کیخسرو کی تیسری مہم کی سمت۔[۴:۶۲۰]

## توبل (موجودہ توبالسک)

یاجوج ماجوج کا علاقہ۔[۴:۶۲۰]

## تین، جبل

انجیر کی بکثرت پیداوار کا علاقہ۔[۹:۴۳۶]

تین کی شہادت جزا پر۔[۹:۴۳۹]

جبل تین کے پاس جزا کے دو واقعات۔[۹:۴۴۰]

جبلِ تین اللہ تعالیٰ کے قانونِ مکافات کے ظہور کا ایک یادگار مقام۔[۹:۴۴۱]

## جزیرہ موصل

صابئین کا مسکن۔[۱:۲۳۰]

## جودی

کوہستان اراراط کی ایک چوٹی کا نام۔[۴:۱۴۴]

نوح علیہ السلام کے سفینے کے ٹھہرنے کا مقام۔[۷:۶۲۲]

طوفانِ نوح کے بعد بنی آدم یہیں سے ادھر ادھر متفرق ہوئے۔[۹:۴۳۶]

## چین

ہندوستان، چین اور مصر کے قدیم بادشاہوں میں سے اکثر کی حیثیت اوتار بادشاہوں کی تھی۔[۱:۵۹۹]

چین میں دیویوں کو سب سے زیادہ اہمیت حاصل رہی ہے۔[۲:۳۸۸]

## حبشہ

مہاجرین حبشہ کی تحسین۔[۴:۴۱۱]

اصحابِ کہف کی طرح آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہؓ کے سامنے بھی ہجرتِ حبشہ، غارِ ثور اور ہجرت مدینہ کے مراحل تھے۔[۴:۵۶۱]

حضرت ام حبیبہؓ نے اپنے شوہر کے ساتھ حبشہ کو ہجرت کی۔[۶:۲۴۹]

روم یا حبش کے غلام عقلی و اخلاقی اوصاف کی بنا پر اشراف وسادات ہیں۔[۹:۴۸۴]

ابرہہ نے حبش کے بادشاہ کے ساتھ غداری کی۔[۹:۵۵۸]

حبشہ کی طرف ہجرت کرنے والوں کے لیے بشارت۔[۴:۴۵۴]

## حجاز

معذّب بستیاں حجاز اور شام کے تجارتی راستوں پر واقع تھیں۔[۴:۱۷۴،۳:۷:۶۱۲]

نجد وحجاز اور یمن میں اسلامی حدود وتعزیرات نافذ ہیں۔[۵:۳۶۳]

قوم نوح کا مسکن شمالی حجاز تھا۔[۸:۶۰۳]

## حجر

قومِ ثمود کا مسکن۔[۳:۳۰۰]

عرب کا شمال مغرب کا علاقہ۔[۳:۳۰۲]

## حدیبیہ

حدیبیہ کے معاہدہ کے وقت مسلمانوں کی اخلاقی برتری اور قریش کی حمیت جاہلیت۔[۷:۴۶۴]

امکانی خطرے کے لیے ہدایت۔[۱:۴۸۳]

حدیبیہ کے موقع پر التوائے عمرہ کی مصلحت۔[۷:۴۶۸]

معاہدۂ حدیبیہ کی طرف اشارہ۔[۳:۵۴۳]

معاہدہ کی پابندی کی ہدایت۔[۳:۵۴۳]

حدیبیہ کے موقع پر قریش کی ایک سنگین گستاخی کی طرف اشارہ۔[۷:۴۶۳]

معاہدہ حدیبیہ کی خاص نوعیت[۳:۵۴۴]

حدیبیہ کے موقع پر منافقین کا گمان۔[۳:۶۱۹]

معاہدے کی شرائط۔[۷:۴۳۲]

حدیبیہ کے موقع پر جنگ کی نوبت نہ آنے دینے کی حکمت۔[۷:۴۶۲]

ایک غلط فہمی۔[۷:۴۵۵]

حدیبیہ کا معاہدہ تدبیر الٰہی سے ہوا۔[۷:۴۶۲]

بیعتِ رضوان۔[۷:۴۵۷]

حدیبیہ سے قبل عمرہ کے متعلق نبی کریم ﷺ کی رویا۔[۷:۴۶۷]

فتح قریب سے مراد معاہدہ حدیبیہ ہے۔[۷:۴۶۸]

حدیبیہ کے بعد کی فتوحات کی طرف اشارہ۔[۷:۴۵۸]

فتح مبین سے مراد معاہدہ حدیبیہ۔[۷:۴۳۶]

مسلمانوں کو تسلی اور قریش کو تنبیہ۔[۷:۴۶۱]

فتح مبین کے نتائج۔[۷:۴۳۷]

الفتح ۲۴ میں 'بطن مکہ' سے اشارہ حدیبیہ کی طرف ہے۔[۷:۴۶۲]

## حراء، جبل

عبدالمطلب کا اپنے رب سے استغاثہ۔[۹:۵۶۳، ۵۷۵]

## حرم

سرزمین کے حرم کے دو خاص مسئلے۔[۱:۳۳۴]

سرزمین حرم میں اسلام کے سوا کسی اور دین کے لیے گنجائش نہیں۔[۱:۴۷۸]

حرمِ الٰہی کی حفاظت کے لیے مسلمانوں کا فرض۔[۱:۴۷۹]

مسجدِ حرام پر کسی خاندان یا حکومت کی اجارہ داری قائم نہیں ہو سکتی۔[۵:۲۳۹]

مسجدِ حرام کی حفاظت تمام مسلمانوں کی مشترک ذمہ داری ہے۔[۵:۲۴۰]

حرم کعبہ قریش کے لیے عظیم نعمت۔[۶:۶۵]

حرمین میں دینِ الٰہی کا قیام۔[۳:۴۷۵]

حرم شریف کی حدود میں مکان کی ملکیت کے سلسلہ میں فقہا کا ایک ضعیف استنباط۔[۵:۲۴۰]

## حضرموت

سبا عرب کا وہی علاقہ ہے جہاں یمن، حضرموت اور عسیر واقع ہیں۔[۵:۵۹۷]

عمان و یمن اور نجد و حضرموت کے درمیان الاحقاف کا ریگستان ہے۔[۷:۳۷۰]

## حلوان

حلوان اور ہمدان کے درمیان جبل تین۔[۹:۴۳۶]

## حنین

غزوۂ حنین کی مثال سے کمزوروں کی ہمت افزائی۔[۳:۵۵۴]

غزوۂ حنین میں ابتدائی شکست کی وجہ۔[۳:۵۵۴]

غزوۂ حنین میں شکست کے بعد فتح۔[۳:۵۵۵]

حنین کے موقع پر تقسیم غنیمت کے معاملے میں منافقین کی فتنہ انگیزی۔[۳:۵۸۶]

## حورب

بنی اسرائیل کا اعترافِ ضعف۔[۱:۳۱۰]

## حویلہ

حضرت اسمٰعیلؑ کی اولاد حویلہ سے شور تک آباد تھی۔[۱:۳۲۹]

## خانہ کعبہ

کعبہ کے بیت اللہ ہونے کی نشانیاں۔[۱:۱۴۶]

ابرہہ کا خانہ کعبہ کے انہدام کا ارادہ اور عذاب۔[۱:۳۰۲]

یہود نے ابراہیم علیہ السلام اور خانہ کعبہ کی تاریخ کے اکثر حصہ پر پردہ ڈالا۔[۱:۳۱۳، ۳۳۰]

تورات میں ذکر۔[۱:۳۲۷]

کعبہ کی تولیت کی ذمہ داری: نماز و انفاق۔[۹:۵۹۶]

کعبہ اور مسجد حرام کی حفاظت تمام مسلمانوں کی مشترک ذمہ داری۔[۵:۲۴۰]

ابتدا ہی سے عبادت و قربانی کا قبلہ۔[۱:۳۲۸، ۳۲۹]

یہود نے اپنے دینی لٹریچر سے خانہ کعبہ کے ذکر کو خارج کیا۔[۱:۳۳۱]

طواف صرف خانہ کعبہ کے اردگرد پھیرے لگانا ہے۔[۱:۳۳۲]

خانہ کعبہ کی تولیت کی وجہ سے ابراہیم کی اولاد کو وقار و احترام ملا۔[۱:۳۳۵]

خانہ کعبہ کی تعمیر کے وقت دعا۔[۱:۳۳۸]

بیت المقدس کی تعمیر بھی خانہ کعبہ کے رخ پہ ہوئی۔[۱:۳۶۲]

خانہ کعبہ کے قبلہ قرار پا جانے کے بعد اشہرِ حُرم کے متعلق سوال۔[۱:۴۷۲]

کوثر سے مراد خانہ کعبہ ہے۔[۱:۴۸۲]

خانہ کعبہ کی اولیت، اس کی مرکزیت اور سرچشمۂ برکت و ہدایت کے حوالے سے تورات میں ذکر[۲:۱۴۰]

کعبہ میں قریش کی مشرکانہ عبادت کے اجزا۔[۳:۴۷۳]

قریش کا زعم کہ وہ خانہ کعبہ کے متولی، رفادہ اور سقایا کی خدمات انجام دینے والے ہیں۔[۳:۴۷۰، ۴۹، ۵]

قریش خانہ کعبہ کی تولیت کی شرائط سے بے بہرہ۔[۳:۴۷۱]

خانہ کعبہ کے مقصد کی بربادی۔[۳:۴۷۱]

خانہ کعبہ روزِ اوّل سے ملتِ ابراہیم کا مرکز ہے۔[۳:۴۷۶]

اقامتِ صلوٰۃ تعمیر خانہ کعبہ کا مقصد۔[۳:۴۷۱، ۴:۳۳۳]

ابولہب خانہ کعبہ کا کلید بردار اور رفادہ کے پورے خزانے پر تنہا قابض تھا۔[۵:۲۱۳، ۲۱۴]

خانہ کعبہ کے راستے ابرہہ کے لیے رکاوٹیں۔[۹:۵۶۲]

خانہ کعبہ کا اجتماع حوضِ کوثر کے اجتماع سے مشابہ۔[۹:۵۹۴]

جنت کے حوضِ کوثر اور خانہ کعبہ میں نسبت حقیقت اور مجاز کی ہے۔[۹:۵۹۶]

کعبہ اور مسجد حرام پر کسی خاندان یا حکومت کی اجارہ داری نہیں ہو سکتی۔[۵:۲۳۹]

نیز دیکھئے بیت اللہ

### خیبر

یہود بنی نضیر کی مدینہ سے خیبر جلا وطنی کے بعد معاندانہ سرگرمیاں۔[۶:۱۹۳]

خیبر کے فتح کی بشارت۔[۶:۲۱۲]

خیبر کا مالِ غنیمت۔[۷:۴۵۵]

الفتح ۱۹ میں فتح خیبر اور غنائم کی طرف اشارہ۔[۷:۴۵۸]

یہودی بنی نضیر کی مدینہ سے خیبر جلاوطنی۔[۸:۲۷۹]

بنی نضیر کی غداری اور ان کا حشر۔[۸:۲۸۳]

### دجلہ

جزو میں کل اور قطرہ میں دجلہ کے مشاہدہ کی صلاحیت۔[۲:۴۰]

### دجلہ و فرات کا دوآبہ

حضرت نوحؑ کی قوم کا مسکن۔[۳:۲۹۶]

### درۂ داریال

درۂ داریال کی آہنی دیوار۔[۴:۶۲۱]

### دریائے اردن

قومِ لوط شام کے جنوبی علاقہ میں دریائے اردن کے اردگرد آباد تھی۔[۳:۳۰۶]

### دشتِ سین

موسیٰ علیہ السلام کی پانی کے لیے دعا دشتِ سین (صین) میں کی گئی۔[۱:۲۲۲]

### دشتِ فاران

بنی اسرائیل کو موسیٰ علیہ السلام کا فلسطین پر فوج کشی کا حکم۔[۱:۲۲۰]

موسیٰ علیہ السلام کی ایک تقریر۔[۲:۴۸۷]

### دلّی

قوموں کی تباہی کی مختلف صورتیں، دلی کی عبرت انگیز مثال۔[۷:۵۶۴]

### ذوالحلیفہ

آنحضرت ﷺ اور صحابہؓ نے مکہ سے چھ میل کے فاصلہ پر

ذوالحلیفہ میں عمرے کا احرام باندھا۔[۷:۴۳۲]

## رس، وادی

اصحاب الرّس کون تھے، تاریخ کی نارسائی[۵:۴۶۸]

## رقیم

اصحابِ کہف کی بستی[۴:۵۶۷]

وہی شہر ہے جسے پیٹرا کے نام سے شہرت ملی، اور عرب اسے بطرا کے نام سے جانتے ہیں۔[۴:۵۶۷]

الکھف ۱۵ میں 'قوم' سے مراد رقیم کے لوگ ہیں۔[۴:۵۶۹]

## روحاء

اُحد میں مسلمانوں کی شکست کے بعد قریش کی ازسرِ نو تنظیم۔[۲:۲۱۶]

## روس

موجودہ رشیا۔[۴:۶۲۰]

## روم

مصر و شام اور روم و ایران کے خزانے اسلام کے بیت المال میں پہنچنے لگے۔[۳:۵۵۶]

روم کے قدیم ظالم بادشاہ۔[۵:۱۳۳]

الاحزاب ۲۷ میں خیبر، مکہ اور روم و شام کی فتوحات کی طرف اشارہ۔[۶:۲۱۲]

ہجرت کے بعد روم و فارس کے لیے بھی اسلام کے مقابل میں ٹکنا ناممکن ہوگیا۔[۷:۱۲۹]

روم یا حبش کے غلام عقلی و اخلاقی اوصاف کی بنا پر اشراف و سادات ہیں۔[۹:۴۸۴]

## ریحا/ یریحو

البقرۃ ۵۸ میں 'قریۃ' سے مراد فلسطین کے علاقہ کا یہی شہر ہو سکتا ہے۔[۱:۲۱۹]

## زیتون، جبل

حضرت مسیحؑ کی دعوت اور عبادت کے مرکز کی حیثیت سے معروف[۹:۴۳۷]

وہ پہاڑ جہاں بیت المقدس واقع ہے۔[۹:۴۳۷]

کوہ زیتون کی شہادت جزا پر۔[۹:۴۴۱]

یہود سے آسمانی بادشاہت چھینے جانے کا واقعہ کوہِ زیتون پر پیش آیا۔[۹:۴۴۲]

## سارڈیس (نزد سمرنا)

کیخسرو کی مغربی مہم میں کروسس کو شکست۔[۴:۶۱۷]

## سبا

النحل ۱۱۲ میں 'قریۃ' سے مراد سبا ہے۔[۴:۴۵۸]

ہُدہُد کی رپورٹ ملک سبا کے بارے میں۔[۵:۵۹۷]

حضرت سلیمانؑ کا نامہ ملکہ سبا کے نام۔[۵:۵۹۹]

ملکہ سبا کا ذکر تورات میں۔[۵:۶۰۷، ۶۰۸]

ملک سبا، ایک افسانۂ پارینہ۔[۶:۲۸۶]

سدِ مآرب۔[۶:۳۰۸]

قوموں کی تباہی کی مختلف صورتیں۔[۷:۵۶۴]

اہل سبا اور اہل مکہ میں مماثلت۔[۴:۴۵۹]

## سدوم

قومِ لوط کے لیے حضرت ابراہیمؑ کی سفارش۔[۴:۱۵۶]

الحجر ۶۷ میں 'مَدِیْنَۃ' سے مراد قومِ لوط کی بستی سدوم ہے۔[۴:۳۶۹]

سدوم اور عمورہ کی بستیاں حجاز اور شام کے تجارتی راستہ پر واقع تھیں۔[۴:۳۷۱، ۷:۶۱۲]

## سعیر/شعیر

'خداوند سینا سے آیا اور سعیر سے ان پر طلوع ہوا، [۷:۳۷۴، ۳:۳۷۴]

## سواحل افریقا

پسند اور ناپسند کے لیے معیار ایمان اور عملِ صالح ہے۔[۱:۵۱۹]

## سویز، خلیج

فرعون اور اس کی فوجوں کی تباہی کی نوعیت۔[۷:۶۱۵]

## سینا، کوہ

موسیٰ علیہ السلام کی کوہ سینا پر حاضری توبہ کے لیے تھی۔[۳:۳۷۰]

نبی امی ﷺ کی پیشین گوئی تورات میں۔[۳:۳۷۴، ۷:۳۷۴]

'طوٰی' کوہ سینا کے دامن میں واقع ہے۔[۵:۳۱]

تورات کے بہت سے احکام صحرائے سینا کی زندگی کے دور میں نازل ہوئے۔[۵:۴۶۳]

قرآن میں ایک جگہ یہ مؤنث کی صورت میں ہے اور دوسری جگہ جمع سالم کی شکل میں۔[۹:۴۳۷]

تورات میں کہیں 'سینا' آیا ہے اور کہیں 'سینیم'[۹:۴۳۷]

## شام

مدینہ، بصرہ اور شام کے قراء اور فقہاء کی آیت بسم اللہ کے بارے میں رائے۔[۱:۴۹]

حضرت ابراہیمؑ نے بیر سبع میں قیام کیا نہ کہ شام میں۔[۱:۳۳۰]

خانہ کعبہ کی تولیت کی وجہ سے یہاں کے تجارتی قافلے بے خطر شام اور یمن تک جاتے۔[۱:۳۳۵]

قریش کے قافلے شام کے سفر میں عاد کی بستیوں پر سے گزرتے تھے۔[۳:۳۰۲]

قومِ لوط شام کے جنوبی علاقہ میں آباد تھی۔[۳:۳۰۶]

قریش کا تجارتی قافلہ ابوسفیان کی سرکردگی میں شام سے واپس آ رہا تھا۔[۳:۴۳۵]

قریش کو اندیشہ تھا کہ ہجرت کے بعد مکہ اور شام کی تجارتی شاہراہ محفوظ نہیں۔[۳:۴۳۹]

مصر و شام اور روم و ایران کے خزانے اسلام کے بیت المال میں پہنچنے لگے۔[۳:۵۵۶]

بنی اسرائیل کو اردن اور شام میں اقتدار و استحکام بخشا گیا۔[۴:۸۵]

قریش اپنے سفرِ شام میں قومِ لوط کی بستی پر سے گزرتے۔[۴:۱۵۹]

یوسفؑ کے زمانہ میں مصر اور اس کے ملحقہ ممالک فلسطین و شام قحط کی لپیٹ میں۔[۴:۲۳۸]

قومِ لوط کی بستیاں حجاز اور شام کے تجارتی راستہ پر واقع تھیں۔[۴:۳۷۱، ۷:۶۱۲]

ابراہیمؑ کے ساتھ لوطؑ نے بھی سرزمین شام کی طرف ہجرت فرمائی۔[۵:۱۶۶]

الانبیآء ۸۱ میں 'الارض' سے اشارہ فلسطین اور شام ہیں۔[۵:۱۷۵]

یہود کی تحریف کہ ابراہیمؑ نے اپنا مستقر شام میں بنایا۔[۵:۲۴۱]

۶۱۴ء میں شام اور فلسطین سے رومیوں کی بیدخلی۔[۶:۶۹]

الروم ۳ میں 'اَدۡنَی الۡاَرۡضِ' سے مراد شام و فلسطین ہے۔[۶:۷۴]

الاحزاب ۲۷ میں خیبر، مکہ اور روم و شام کی فتوحات کی طرف اشارہ۔[۶:۲۱۲]

سبا ۱۸ میں ملک شام کی طرف اشارہ ہے۔[۶:۳۰۹]

سردیوں میں قریش کے تجارتی قافلے یمن کا سفر کرتے اور گرمیوں میں شام و فلسطین کا۔[۹:۵۷۳]

## شطیم

ارض فلسطین کے بالکل پاس کا ایک شہر۔[۱:۲۲۲]

**صحراے سینا**
سلوٰی اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے لیے صحرائے سینا میں بھیجے۔[۱:۲۱۸]

**صفا، کوہ**
صفا اور مروہ اللہ کے شعائر میں داخل ہیں۔[۱:۳۵۶،۳۸۶]
صفا اور مروہ بیت اللہ کے پاس دو پہاڑیاں ہیں۔[۱:۳۸۳]
آنحضرت ﷺ نے کوہ صفا پر چڑھ کر انذار فرمایا۔[۶:۳۳۸، ۴۷۹]

**صنعاء**
القلم ۱۷ میں 'اَلْجَنَّۃِ' سے یمن یا صنعاء کے کسی خاص باغ کا ذکر نہیں ہے۔[۸:۵۲۱]

**صور**
حضرت سلیمانؑ کے عہد میں بحرِ متوسط میں صور، طائر اور یافہ کی بندرگاہیں۔[۵:۱۷۵]

**ضوباہ**
بنی اسرائیل کو فلستیوں کے علاوہ ضوباہ کے بادشاہ سے بھی خطرہ تھا۔[۱:۵۶۹]

**طائر**
حضرت سلیمانؑ کے عہد میں بحر متوسط کی ایک بندرگاہ۔[۵:۱۷۵]

**طائف**
سردارانِ قریش کا طنز کہ خدا کسی کو نبی بنانے والا ہوتا تو مکہ یا طائف کے کسی رئیس کو بناتا۔[۳:۶۱، ۱۱۲، ۱۶۰]
طٰہٰ ۱۳۱ میں 'اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ' سے اشارہ مکہ اور طائف کے مقتدر لوگوں سے ہے۔[۵:۱۰۸]
مکہ اور طائف کے دولت مندوں کے اعتراضات۔[۵:۴۴۳]
منصبِ نبوت کا استحقاق [۵:۴۵۸، ۶:۵۱۵، ۷:۲۲۵، ۲۳۷، ۸:۳۷]
دخان مبین سے مراد۔[۷:۲۷۳، ۲۷۴]
مکہ اور طائف کے گنڈوں پر تعریض [۷:۳۷۷]
قولِ ثقیل سے مراد۔[۹:۴۳]
مکہ اور طائف کے لیڈروں کو تنبیہ [۹:۴۸]
سورہ البروج کے مخاطب مکہ اور طائف کے فراعنہ۔[۹:۲۸۷، ۳۵۸]
مکہ اور طائف کے اکثر لیڈر آپ ﷺ کی توہین و دل آزاری کے مجرم۔[۹:۶۲۹]

**طُور**
پہاڑ کو سر پر لٹکانے کا مفہوم۔[۱:۲۴۳]
کوہ طُور کے شق ہونے کا معجزہ [۱:۵۰۰]
رفعِ طور [۲:۴۱۹]
قومِ مدین کا مسکن بحرِ احمر کے ساحل پر کوہ طور کے جنوب مشرق میں تھا۔[۳:۳۱۰]
موسیٰ علیہ السلام وقتِ مقررہ سے پہلے ہی طور پر پہنچ گئے۔[۳:۳۵۹، ۵:۷۳]
طُور پر جانے سے پہلے بنی اسرائیل کا موسیٰ علیہ السلام سے مطالبہ۔[۳:۳۶۵، ۵:۷۴]
موسیٰ علیہ السلام کی چند روزہ غیبت میں بنی اسرائیل کی بت پرستی۔[۵:۱۰]
موسیٰ علیہ السلام وادیِ طور کے پاس رات کو پہنچے۔[۵:۳۰، ۹:۱۸۰]
طُور کی وادیِ امن میں تجلی۔[۵:۴۹]

تورات دینے کے لیے موسیٰ علیہ السلام کی طلبی۔[۵:۷۲،۹:۱۹۸]

موسیٰ علیہ السلام کی طور سے واپسی پر قوم پر عتاب۔[۵:۷۶]

موسیٰ علیہ السلام کی عدم موجودگی میں سامری کا پروپیگنڈا۔[۵:۷۹]

طورِ سینا زیتون کی پیداوار کا خاص علاقہ۔[۵:۳۰۶]

جلوۂ طور کا مشاہدہ۔[۵:۶۷۱]

موسیٰ علیہ السلام کو کتاب طُور کے مغربی جانب دی گئی۔[۵:۶۷۹]

قرآن میں طور کی جمع طورِ سینین، استعمال ہوئی ہے۔[۶:۴۹۱]

'طُور' کی قسم۔[۸:۱۶،۱۹]

'طور' اللہ تعالیٰ کے قانونِ مجازات کا ایک تاریخی نشان ہے۔[۸:۱۷]

طورِ سینا۔[۹:۴۳۷]

طورِ سینین کی شہادت جزا پر۔[۹:۴۴۲]


## طویٰ، وادی


اِس وادی کو تقدس کا یہ درجہ اس وجہ سے حاصل ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنی جلوہ گاہ ہونے کا شرف بخشا۔[۴:۶۶۳]

موسیٰ علیہ السلام کے نبوت و رسالت سے سرفراز ہونے کی جگہ۔ [۵:۱۰،۵۰۶،۸:۱۶،۹:۱۸۰]

'طویٰ' جزیرہ نمائے سینا میں کوہِ سینا کے دامن میں میدان کا نام ہے۔[۵:۳۱]

ہارون علیہ السلام وادیِ طویٰ میں موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ نہیں تھے۔[۵:۵۲]


## عجم


مسجد حرام پر عرب و عجم اور شرق و غرب کے تمام مسلمانوں کے حقوق بالکل یکساں ہیں۔[۵:۲۳۹]


## عرب


شاعروں اور خطیبوں کی بڑی عزت و عظمت تھی۔[۱:۱۳۸]

نزولِ قرآن کے وقت عرب میں آباد یہودیوں کا کردار۔[۱:۲۶۷]

زندگی کی محبت میں اہل کتاب ہو کر یہود، عرب کے مشرکوں کو بھی مات دے گئے۔[۱:۲۷۳]

یہود مشرکین سے بھی گئے گزرے ہوئے ہیں۔[۱:۲۷۴]

خانہ کعبہ کی تولیت کی وجہ سے قریش کی تمام عرب پر سیاسی اور مذہبی دھاک۔[۱:۳۳۵،۴:۳۲۸،۵:۲۳۴،۲۵۴،۶:۶۶،۹:۶۱۶]

عرب شاعروں کا ایک اسلوب۔[۱:۴۸۰]

عرب جاہلیت کی سوسائٹی میں جوئے اور شراب کا جوڑ۔[۱:۵۰۵،۵۱۴]

عرب کے شرفاء کا دستور۔[۱:۵۴۴]

عرب کے تصور کے مطابق ایک اچھے باغ کی تصویر۔[۱:۶۱۸]

ایک عظیم معاشی اصلاح۔[۱:۶۳۸]

اونٹ عرب کے محبوب ترین اموال میں سے تھا۔[۲:۱۴۴]

سر زمینِ عرب میں بھی معذب قوموں کے آثار موجود تھے۔ [۲:۱۷۹،۳:۲۲،۵:۲۶۳،۶:۳۹۴]

تعدد ازواج کا رواج عرب میں تھا۔[۲:۲۵۳]

اسلام سے پہلے عرب بلکہ ساری دنیا میں تمام کمزور ورثہ زور آور وارثوں کے رحم و کرم پر تھے۔[۲:۲۵۶]

عرب کے مجلسی الفاظ۔[۲:۳۰۹]

دیویوں کو سب سے زیادہ اہمیت حاصل تھی۔[۲:۳۸۸]

عرب میں تھانوں، استھانوں پر دیوی دیوتاؤں کی خوشنودی کے لیے قربانیاں۔[۲:۴۵۶]

عرب میں فال کے تیروں کا بھی رواج تھا۔[۲:۴۵۷]

عمرؓ نے یہود کو عرب سے آخری بار نکالا۔[۲:۵۰۷]

عرب کے لوگ عزت کے معاملہ میں بڑے حساس تھے۔[۲:۵۵۰]

عرب کے نصاریٰ کے علماء وزہاد۔[۲:۵۷۳]

عرب جاہلیت کی سوسائٹی۔[۲:۵۹۰]

عرب کی پچھلی تاریخ کی طرف اشارہ۔[۳:۱۰]

سورہ اعراب میں عرب کی پچھلی معذّب قوموں کی تاریخ بیان ہوئی ہے۔[۳:۵۲]

'عاد' عرب کی قدیم اقوام میں سے ہیں۔[۳:۲۹۷]

قوم عاد صحتِ جسمانی اور عقلی کارناموں کی وجہ سے مشہور تھی۔[۳:۲۹۸]

عاد وثمود کے اوصاف عرب کی روایات میں تقریباً ایک ہی سے ہیں۔[۳:۳۰۰]

قریش کی سارے عرب پر مذہبی سیادت۔[۳:۴۷۳]

عرب میں گھوڑوں کی تربیت کا خاص اہتمام۔[۳:۵۰۳]

پورے عرب کو زیرنگین کرنے کے بعد بیرونی طاقتیں اسلام کے مقابل آئیں۔[۳:۵۰۴]

عرب میں حجۃ الوداع سے پہلے دو جنتریاں رائج رہی ہیں۔[۳:۵۳۸]

دین کے معاملہ میں سارا عرب قریش کے تابع تھا۔[۳:۵۴۵]

عرب کے عقائد کے خلاف بات۔[۴:۶۸]

عرب میں بادشمال صرصر کی شکل میں نمودار ہوتی ہے۔[۴:۱۵۰، ۷:۹۴]

عاد کے بعد ثمود نے عرب میں اپنی تمدنی وتعمیری ترقیوں کے اعتبار سے بڑی شہرت پائی۔[۴:۱۵۲]

عرب میں کسی مصیبت زدہ اور مظلوم کو پناہ دینا بڑے شرف کی بات تھی۔[۴:۱۵۹]

عرب میں قافلے والوں کا طریقہ۔[۴:۲۰۰]

قرآن کی دعوت کا ردِ عمل۔[۴:۴۰۲]

عرب کے نصاریٰ[۴:۵۶۱]

'اصحاب کہف' عرب کے اہل کتاب کا اختیار کردہ نام۔[۴:۵۶۷]

خاندانی اور قبائلی عصبیت کا انحصار۔[۴:۵۹۱]

کیخسرو کے لیے ذوالقرنین کا لقب عرب کے یہود کا اختیار کردہ ہے۔[۴:۶۱۶]

عرب میں جو شخص خطیب ہوتا وہی اس کا زعیم اور قائد ہوتا۔[۵:۳۸]

زہیر عرب کا حکیم شاعر۔[۵:۹۲]

عرب کے اشرار قرآن کو افتراء قرار دیتے تھے۔[۵:۱۲۴]

عرب کے دوسرے مذاہب کے پیروؤں کی ہمدردیاں مشرکین کے ساتھ تھیں۔[۵:۲۲۸]

مسجد حرام پر عرب وعجم اور شرق وعرب کے تمام مسلمانوں کے حقوق یکساں ہیں۔[۵:۲۳۹]

عرب کے شعراء کا حال۔[۵:۲۶۵]

عرب کے شرفاء میں گھروں میں داخل ہونے کے لیے طلبِ اذن کا رواج تھا۔[۵:۳۹۴]

جزیرہ نمائے عرب میں دو دین جمع نہیں ہوسکتے۔[۵:۴۲۷]

عرب میں گرم ملک ہونے کی وجہ سے قیلولہ کا رواج تھا۔[۵:۴۳۱]

عرب میں مشترک خاندانی نظام کا رواج نہیں تھا۔[۵:۴۳۴]

عرب کی سوسائٹی میں شاعری کو بڑی اہمیت حاصل رہی ہے۔[۵:۵۶۷]

سبا عرب کا مغربی جنوبی علاقہ ہے۔[۵:۵۹۷]

خدائی نظام کی مخالفت کے لیے شیاطین کا حربہ۔[۵:۶۹۱]

عرب میں کنجیوں کا پایا جانا سرمایہ داری کی نشانی تھا۔[۵:۷۰۸]

شام و فلسطین، عرب سے متصل تھے۔[۶:۴۷]

عرب کے لٹریچر میں لقمان ایک حکیم تھے۔[۶:۱۲۵]

غزوۂ خندق کے موقع پر تمام عرب مسلمانوں پر امڈ آیا تھا۔[۶:۱۹۸]

اونٹ کو عرب میں سفینۂ صحرا کی حیثیت حاصل تھی۔[۶:۴۲۷]

عرب میں بعض درختوں سے چقماق کا کام لیا جاتا تھا۔[۶:۴۴۵]

عرب میں غارتگری کا اصلی وقت صبح کا وقت ہوتا تھا۔[۶:۵۰۴، ۸:۱۰۹، ۹:۵۰۱]

عرب میں معاش و معیشت کا انحصار زیادہ تر انعام پر تھا۔[۶:۵۶۵]

عرب میں مرکزی بستی کی حیثیت مکہ کو حاصل تھی۔[۷:۱۴۳]

قریش کو پورے عرب کی دینی و سیاسی پیشوائی حاصل تھی۔[۷:۱۶۵]

مکہ اور طائف عرب کے سادات و اشراف کا مرکز تھیں۔[۷:۲۲۵]

عرب کی قوموں پر تکذیب رسل کا عذاب۔[۷:۲۷۵]

تابعہ یمن کی مادی شوکت و عظمت اور ذہنی صلاحیتوں کی عرب میں شہرت۔[۷:۲۸۹]

عرب میں دہریوں کا بھی ایک گروہ تھا۔[۷:۳۲۶]

معاہدۂ حدیبیہ کا اثر۔[۷:۴۳۳]

عرب میں قریش کی قوت و صولت۔[۷:۴۵۶]

عرب میں اسلام کے غلبہ کی بشارت۔[۷:۴۶۹]

تخمِ حق عرب کی سرزمین میں بویا گیا۔[۷:۴۷۶]

عرب کا خاص میوہ نخل ہی تھا۔[۷:۵۴۱]

تین دیویوں کے پجاری سارے عرب میں سب سے زیادہ تھے۔[۸:۶۱]

شمال کی باد تند صرصر کا زمانہ عرب میں قحط کا زمانہ ہوتا۔[۸:۱۰۴]

نخل اور رمان عرب کے محبوب میوے تھے۔[۸:۱۴۹]

غلبۂ اسلام کا واضح اعلان اور عرب کی مخالف قوتیں۔[۸:۳۶۴]

وہ بجلی کا کڑکا تھا یا صوتِ ہادی عرب کی زمیں جس نے ساری ہلا دی۔[۸:۴۷۹]

اسلام سے پہلے نذر کی اہمیت۔[۹:۱۱۱]

قریش کو پورے عرب کی سیادت و قیادت حاصل تھی۔[۹:۱۹۷، ۱۹۸، ۵۷۲]

فَاكِهَةٌ سے تمام میووں کی طرف اشارہ ہے، خواہ عرب میں پیدا ہوتے ہوں یا عجم میں۔[۹:۲۱۰]

عرب کے اجڈ قبائل کے سنگدل باپ۔[۹:۲۲۲]

عرب جاہلیت میں زور آور عصبات کا کردار۔[۹:۳۵۹]

حضرت اسمٰعیلؑ کی ذرّیت تمام عرب میں پھیلی۔[۹:۳۷۰]

عرب کی پچھلی قوموں میں سے ایک قوم ثمود کا ذکر۔[۹:۳۸۲، ۳۹۰]

بعثت سے پہلے عرب میں دین حنفی کے پیروؤں کا حال۔[۹:۴۱۶]

دعوتِ اسلامی کا چرچا پورے عرب میں۔[۹:۴۲۳، ۴۲۷]

عرب میں حفاظت و مدافعت کی ذمہ داری۔[۹:۵۲۲]

جو بیت اللہ سے کٹا، اس کی جڑ سارے عرب سے کٹ جائے گی۔[۹:۵۹۰]

فتح مکہ کے بعد عرب میں کفر نے اسلام کے آگے گھٹنے ٹیک دیے۔[۹:۶۲۱، ۶۲۲]

بنی ہاشم پورے عرب کے سرتاج تھے۔[۹:۶۳۷]

## عرفات

عرفات سے واپس آکر مزدلفہ میں رات گزارنا اور وہاں اللہ کی یاد کرنے کا حکم[۱:۴۸۶]

قریش زمانہ جاہلیت میں عرفات کی حاضری ضروری نہیں سمجھتے تھے۔[۱:۴۸۷]

حج کے موقع پر مکہ اور مدینہ کی سڑکیں اور منیٰ و عرفات کے میدان کے

نظارے۔[۲۴۳:۵]

## عسیر

سبا عرب کا وہ علاقہ ہے جہاں یمن، حضرموت اور عسیر واقع ہیں۔[۵۹۷:۵]

## عقبہ

سبت کی بیحرمتی کرنے والوں کا شہر ایلہ اور عقبہ کے پاس کا کوئی شہر تھا۔[۳۷۸:۳]

حضرت سلیمانؑ کے عظیم بحری بیڑے کا مرکز خلیج عقبہ میں واقع تھا۔[۱۷۵:۵]

فرعون اور اس کی فوجوں کی تباہی کی نوعیت۔[۶۱۵:۷]

## عمان

الاحقاف کا ریگستان عمان و یمن اور نجد و حضرموت کے درمیان واقع ہے۔[۳۷۰:۷]

## عمورہ

سدوم اور عمورہ کی معذب بستیاں حجاز اور شام کے تجارتی راستہ پر واقع تھیں۔[۳۷۱:۴]

قومِ لوط کے مساکن، سدوم اور عمورہ۔[۶۱۲:۷]

## غارِ ثور

نبی ﷺ اور صدیقؓ دونوں غارِ ثور کے پناہ گیر۔[۵۷۶:۳، ۱۸۵:۴]

اصحاب کہف کی طرح آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہؓ کے سامنے بھی ہجرت حبشہ، غارِ ثور اور ہجرت مدینہ کے مراحل درپیش تھے۔[۵۶۱:۴]

غارِ ثور کی پناہ گزینی رہبانیت کے لیے نہیں تھی۔[۵۷۰:۴]

## غارِ حراء

بعثت سے پہلے غارِ حراء کی تنہائیاں۔[۴۱۶:۹]

## فاران، پہاڑ

”خدا سینا سے آیا، اور شعیر سے ان پر طلوع ہوا، فاران ہی کے پہاڑ سے وہ جلوہ گر ہوا“۔[۳:۴۷۴، ۷:۴۳۳]

## فارس

ذوالقرنین، دو سینگوں سے مراد مادا اور فارس کی دوباد شاہتیں ہیں۔[۶۱۳:۴]

کیخسرو نے اپنی مشرقی مہم میں فارس کے وحشی اور صحرا گرد قبائل کی سرکوبی کی۔[۶۱۹:۴]

قریش تو درکنار روم و فارس کے لیے بھی اسلام کے مقابل میں ٹکنا ناممکن ہو گیا۔[۱۲۹:۷]

## فلسطین

البقرہ ۵۸ میں 'اَلْقَرْيَةَ' سے مراد فلسطین ہی کا کوئی شہر ہو سکتا ہے۔[۲۱۹:۱]

موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو فلسطین پر فوج کشی کا حکم دیا۔[۲۲۰:۱]

فلسطین پر حملے پر ابھارنے کے لیے موسیٰ علیہ السلام کی ایک تقریر۔[۴۸۷:۲]

یوشع اور کالب کا مثالی کردار۔[۴۸۹:۲]

موسیٰ علیہ السلام کی وفات کے بعد ان کی امت کو فلسطین کی حکومت عطا ہوئی۔[۳۵۱:۳]

الاعراف ۱۳۷ میں 'بٰرَكْنَا فِيْهَا' سے فلسطین کا علاقہ مراد ہے۔[۳۵۲:۳، ۳۵۷]

یوسفؑ کے زمانہ میں مصر اور اس کے ملحقہ ممالک فلسطین و شام قحط کی

لپیٹ میں۔[۴:۲۳۸]

۶۱۴ء میں شام وفلسطین سے رومیوں کی بیدخلی۔[۶:۶۹]

الروم ۳ میں 'اَدْنَی الْاَرْضِ' سے مراد شام وفلسطین ہے۔[۶:۷۴]

ارض فلسطین پر بنی اسرائیل کے قبضے کے بعد رزق وفضل کی فراوانی۔[۷:۳۱۵]

قریش کے تجارتی قافلے گرمیوں میں شام وفلسطین جاتے۔[۹:۵۷۳]

## قادس

پانی کے لیے موسیٰ علیہ السلام کی دعا۔[۱:۲۲۲]

## قرطبہ

قوموں کی تباہی کی مختلف صورتیں، قرطبہ کی حیرت انگیز مثال۔[۷:۵۶۴]

## قریت یعریم

بنی اسرائیل کا ایک علاقہ۔[۱:۵۷۶]

## قندھار

کیخسرو کی مشرقی مہم کا سبب مکران، قندھار اور بلخ کے وحشی قبائل کی سرکشی۔[۴:۶۱۹]

## کراچی

سائیکلون کا ایک چشم دید واقعہ۔[۷:۶۲۱]

## کنعان

بنی اسرائیل کو موسیٰ علیہ السلام کے احکامات۔[۱:۲۲۲]

المائدۃ ۲۱ میں ارض مقدس سے مراد کنعان اور فلسطین کا علاقہ۔[۲:۴۸۷]

یوسف علیہ السلام کو کنعان کے ایک کنویں میں ڈالا گیا۔[۴:۲۵۰]

الانبیآء ۷۱ میں ارضِ کنعان کی طرف اشارہ ہے۔[۵:۱۶۵]

## کورش

اِس نام کا ایک شہر اور ایک دریا کوہ قفقاز کے علاقے میں اب تک موجود۔[۴:۶۲۱]

## کوفہ

مکہ اور کوفہ کے فقہاء آیت بسم اللہ کو سورۂ فاتحہ کی ایک آیت مانتے ہیں۔[۱:۴۹]

سیدنا عثمان غنیؓ نے اپنے دورِ خلافت میں ولیدؓ کو کوفہ کا گورنر بنایا۔[۷:۴۹۶، ۴۹۷]

## کوہ قفقاز

کیخسرو کے دارالحکومت سے ٹھیک شمال کو ہے۔[۴:۶۲۱]

## گورا

آہنی دیوار کا نام جو کورش کی بگڑی ہوئی شکل معلوم ہوتی ہے۔[۴:۶۲۱]

## لیڈیا

کیخسرو کی مغربی مہم میں شکست دی۔[۴:۶۱۷]

## مادا (موجودہ عراق وشام)

ذوالقرنین، دو سینگوں سے مراد مادا اور فارس کی دو بادشاہتیں،[۴:۶۱۳]

کیخسرو نے برسرِ اقتدار آتے ہی مادا کے حکمران کو شکست دی۔[۴:۶۱۷]

کیخسرو نے مادا کے حملہ آور بادشاہ کو تاحیات اپنے محل میں رکھا۔[۴:۶۱۹]

**مآرب**

سبا کا دارالسلطنت[٦:٣٠٨]

سدِ مآرب اور سیلِ عرم۔[٦:٣٠٨]

**محسّر، وادی**

محسّر کے پتھروں سے عربوں نے اسلحہ کا کام لیا اور اَبرہہ کی فوج پر سنگ باری کی۔[٩:٥٦٠، ٥٦٥]

**مدین**

مدین کے لوگ ایک اہم تجارتی گزرگاہ پر تھے۔[٣:٣١٠]

مدین کے پاس ایک بہت بڑا بن بھی تھا اس وجہ سے یہ لوگ اصحاب الایکہ کے نام سے بھی معروف تھے۔[٤:٣٤٧، ٥:٥٥١، ٦:٥١٦]

موسیٰ علیہ السلام مدین سے واپسی پر وادیِ مقدس طوٰی پہنچے۔[٥:١٠، ٣٠، ٤٧، ٨:١٦، ٩:١٨٠]

موسیٰ علیہ السلام مصر سے چھپ کر مدین چلے گئے۔[٥:٣٦، ٤٧، ٦٠، ٤١١، ٧:٣٨]

موسیٰ علیہ السلام مدین کے ایک چشمے پر تھوڑی دیر کے لیے ٹھہرے۔[٥:٤٨]

موسیٰ علیہ السلام نے مدین میں آٹھ سال یا دس سال بکریاں چرائیں۔[٥:٥٠]

موسیٰ علیہ السلام کی مدین میں قیام کی مدت۔[٥:٥١]

نبوت پا کر موسیٰ علیہ السلام کے اندیشے۔[٥:٥٠٧]

موسیٰ علیہ السلام کا قصدِ مدین اور اللہ کی راہ میں کام کرنے والوں کے لیے ایک سبق۔[٥:٦٦٧]

موسیٰ علیہ السلام کی سرگزشت کی تفصیل قرآن میں۔[٥:٦٨٠، ٦٨١]

**مدینہ**

مدینہ، بصرہ اور شام کے قراء اور فقہاء آیت بسم اللہ کو آیتِ فصل شمار کرتے ہیں۔[١:٤٩]

دین میں آزمائشوں کی حکمت۔[١:٣٦٦]

ہجرت مدینہ کے بعد دونوں قبلوں کو جمع کر لینا ممکن نہ رہا۔[١:٣٦٨]

مسلمان مدینہ میں ایک طاقت بن گئے۔[١:٣٧٨]

مدینہ کے منافقین کا کردار۔[١:٤٩٣]

ہجرتِ مدینہ موت اور دشمنی سے فرار کے بجائے کفر اور فتنہ سے فرار ہے۔[١:٥٥٧]

انصارِ مدینہ اور حوارئین عیسیٰ علیہ السلام۔[٢:٩٨]

اُحد کی جنگ کے لیے مدینہ میں مشاورت[٢:١٧٠، ٢٠٩]

اُحد کے واقعات پر تبصرہ۔[٢:١٩٧]

اُحد کی شکست کے بعد بھی مخلصین کا حوصلہ برقرار رہا۔[٢:٢١٦]

مدینہ و اطرافِ مدینہ کے یہود طاغوت تھے۔[٢:٣٢٦]

مدینہ کے منافقین گفتار کے غازی، عمل کے بودے۔[٢:٣٤٢]

مدینہ، دارالاسلام۔[٢:٣٥٨]

مدینہ اور اس کے اطراف میں اسلام کا سیاسی اقتدار۔[٢:٥١٥]

مدینہ کے اہلِ کتاب کا دعوتِ اسلامی کے بارے رویہ۔[٣:٣٢]

قریش تجارتی قافلے کی حفاظت کا بہانہ بنا کر مدینہ پر حملہ کرنا چاہتے تھے۔[٣:٤٢٠، ٤٩٠]

مدینہ سے بدر کے لیے نکلتے وقت کمزور مسلمانوں کی کمزوری۔[٣:٤٣٥، ٤٤٠]

مدینہ پر حملہ کی ساری سکیم قریش نے بنائی۔[٣:٤٣٩]

ابتدائے اسلام میں مسلمانوں پر خدا کے انعامات۔[٣:٤٦٠]

نبی ﷺ نے مدینہ منورہ کو محترم قرار دیا۔[٣:٤٧٦]

مدینہ منورہ کی اسلامی حکومت۔[٣:٤٨١]

غزوۂ بدر میں خدا کی کارسازی۔[۳:۴۸۳]

ہجرتِ مدینہ کے بعد یہود سے معاہدے۔[۳:۴۹۸]

مدینہ کی طرف ہجرت کا حکم۔[۳:۵۱۵]

مدینہ میں نئے معاشرے کی بنیاد۔[۳:۵۱۷]

ہجرت مدینہ کے بعض وقتی مصالح۔[۳:۵۱۸]

مدینہ میں زکوٰۃ لینے والا نہیں ملتا تھا۔[۳:۵۵۶]

منافقین کی مسجدِ ضرار[۳:۶۴۱]

معتوبین کی مدینہ میں حالت۔[۳:۶۵۹]

حصولِ تعلیم و تربیت کے لیے مدینہ کے اطراف کے مسلمان صحبتِ نبوی میں آتے رہیں۔[۳:۶۶۱،۶۶۲]

قصۂ یوسف پیغمبر ﷺ کے لیے آئینہ۔[۴:۱۸۵]

مدینہ دار الہجرت۔[۴:۳۰۰]

الحجر ۶۷ میں مدینہ سے مراد۔[۴:۳۶۹]

مدینہ میں اسلام کی دعوت کا زور۔[۴:۳۰۱،۵:۱۵۱]

قربِ ہجرت کا اشارہ اور ایک عظیم بشارت۔[۴:۵۳۲]

آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہؓ کی اصحابِ کہف سے تقابل۔[۴:۵۶۱]

مسلمان مدینہ ہجرت کر جانے کے بعد ایک منظّم جماعت بن گئے۔[۵:۲۰۵،۲۵۲،۲۵۴،۲۸۰،۳۵۵]

حج کے موقع پر مکہ اور مدینہ کی سڑکیں اور منیٰ و عرفات کے میدان کے نظارے۔[۵:۲۴۳]

حد کے احکام نازل ہی اس وقت ہوئے ہیں جب اسلامی حکومت مدینہ میں استوار ہوگئی۔[۵:۳۶۴]

فتنۂ افک غزوۂ بنی مصطلق سے مدینہ واپسی پر برپا ہوا۔[۵:۳۸۲ح]

غزوۂ احزاب کے موقع پر مدینہ کے شمالی اور مغربی سمت خندق کھودی گئی۔[۶:۱۹۳،۹:۵۶۲]

مغربی اور مشرقی دونوں سمتوں سے حملہ۔[۶:۱۹۹]

مدینہ کے قریب و جوار کے منافقین اعراب۔[۶:۲۰۱]

'یثرب' مدینہ منورہ کا سابق نام ہے۔[۶:۲۰۲]

منافقین کی بزدلی۔[۶:۲۰۸]

سورہ قصص ۱۵ میں مدینہ سے مراد۔[۵:۶۶۳]

بنو قریظہ کی عہد شکنی اور اس کا انجام۔[۶:۲۱۱،۲۱۲]

زید بن حارثہؓ متعدد موقعوں پر حضور ﷺ کی غیبت میں مدینہ پر امیر رہے۔[۶:۲۲۷]

مدینہ میں غیر مسلم عورتیں بھی تھیں۔[۶:۲۷۰]

منافقین کا ایک گروہ مدینہ میں سنسنی پھیلانے اور بری افواہیں اڑانے میں نہایت شاطر۔[۶:۲۷۱]

مدینہ اور خود مکہ کے اندر اسلام جڑ پکڑنے لگا۔[۷:۱۲۸]

قتل و اخراج کے مشوروں پر آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے مدینہ ہجرت فرمائی۔[۷:۱۶۵]

نہایت خطرناک حالات میں نبی ﷺ کا عمرہ کا ارادہ۔[۷:۴۴۱]

مدینہ کے اطراف کے دیہاتوں کے اعراب کو خدا نے پیچھے دھکیل دیا۔[۷:۴۵۳]

اطرافِ مدینہ کے بدوؤں میں ایمان ان کے دلوں میں اترا نہیں تھا۔[۷:۴۸۱،۴۸۶]

اطرافِ مدینہ کے بدوی قبائل کے بعض سرداروں کا رویہ۔[۷:۴۹۲]

الحجرات ۷-۸ مدینہ کے مسلمانوں کی تعریف میں ہے۔[۷:۴۹۵]

حضرت عمرؓ کے دورِ خلافت کی ایک غلط روایت۔[۷:۵۱۴]

اطرافِ مدینہ کے بعض قبائل کی خام تربیت۔[۷:۵۱۷]

مدینہ میں ایک منظّم جمعیت کے بعد اہل کتاب اور قریش کا

اعتراض۔[۸:۲۲۵]

بنی نضیر مدینہ منورہ کے قریب آباد تھے۔[۸:۲۸۳،۲۹۷]

اموالِ فے کا ایک خاص مصرف مہاجرین کی امداد۔[۸:۲۹۳]

مہاجرین اولین کی تحسین۔[۸:۲۹۵]

مدینہ کے جوار میں یہود کے تین بڑے قبیلے آباد تھے۔[۸:۳۰۰]

معاہدہ حدیبیہ کے وقت فریقین کے ذہن میں عورتوں کا مسئلہ نہیں تھا۔[۸:۳۳۷]

مدینہ میں عین خطبۂ جمعہ کے وقت کچھ لوگ تجارتی قافلے کی طرف اٹھ کر چلے گئے۔[۸:۳۸۳]

مدینہ منورہ کی آبادی زیادہ ہونے پر عثمان غنیؓ نے جمعہ کی دوسری اذان کا اضافہ کیا۔[۸:۳۸۵]

جمعہ کا قیام واہتمام مدینہ پہنچ کر نبی ﷺ نے فرمایا۔[۸:۳۸۸]

عبداللہ بن اُبی کے طعنوں کا جواب۔[۸:۴۰۴]

المزمل سورہ کی آخری آیت مدینہ میں نازل ہوئی۔[۹:۳۱]

المدثر ۳۱ مدینہ کے دور میں نازل نہیں ہوئی۔[۹:۵۵]

دعوت کا چرچا مدینہ اور اطراف واکناف میں۔[۹:۴۲۷،۵۹۷]

لوگ ہر طرف سے مدینہ کی طرف بڑھے گویا اس چشمہ حیواں پر پہنچنے کے لیے پیاس سے تڑپ رہے تھے۔[۹:۶۲۲]

مدینہ ہجرت کے بعد مخالفت علانیہ ہوگئی۔[۹:۶۴۴،۶۴۹]

## مروہ

خانہ کعبہ اور مروہ سے متعلق یہود کی تحریفات۔[۱:۷۹،۲۴۱:۵]

تحریف کی ایک شکل: مروہ کو بگاڑ کر مورہ یا مریا کر دیا گیا۔[۱:۲۵۲]

قربانی کے لیے اسمٰعیل علیہ السلام کو مروہ کی پہاڑی کے پاس لایا گیا۔[۱:۳۳۰]

اَصل قربان گاہ مروہ ہے۔[۱:۳۵۶،۳۸۳،۲:۱۴۶]

اَصل قربان گاہ تو دراصل مروہ ہے لیکن آسانی کے لیے اس کو منیٰ تک وسعت دی گئی۔[۱:۳۶۹]

اسلام کی حقیقت کا مظاہرہ۔[۱:۳۷۳]

صفاومروہ اللہ کے شعائر ہیں۔[۱:۳۸۳،۳۸۶]

یہود کا کتمانِ حق۔[۱:۳۸۸]

یہود نے مروہ کی قراءت کو بگاڑ کر مریا، موریا، موریاہ، مورہ وغیرہ بنایا۔[۲:۱۲۸]

ناموں کی تحریف میں اہل کتاب کی جسارت۔[۸:۳۶۱]

## مسلک (موجودہ ماسکو)

فلسطین سے شمال کے بعید اطراف میں۔[۴:۶۲۰]

## مزدلفہ

قرآن نے قصیدہ خوانی اور داستان گوئی کے بجائے تسبیح وتہلیل کی ہدایت فرمائی۔[۱:۴۸۶]

## مغربی جزائر

حضرت سلیمانؑ کے بادبانی جہاز ہندوستان اور مغربی جزائر تک سفر کرتے تھے۔[۸:۱۷۵]

## مصر

مصر کے دورِ غلامی میں یہود ذہنی و روحانی پستی میں مبتلا ہو گئے۔[۱:۹۸]

گوسالہ پرستی کا واقعہ۔[۱:۲۱۲]

البقرۃ ۶۱ میں 'اِھۡبِطُوۡا مِصۡرًا' سے مراد کوئی شہر ہے، ملک مصر مراد نہیں۔[۱:۲۲۵]

اسمٰعیلؑ کی اولاد مصر کے سامنے راستے پر آباد تھی۔[۱:۳۲۹]

بنی اسرائیل نے کتنے معجزے مصر میں اپنی آنکھوں سے دیکھے۔[۱:۵۰۰]

ہندوستان، چین اور مصر کے قدیم بادشاہوں میں سے اکثر اوتار بادشاہ تھے۔[۵۹۹:۱]

چین، ہندوستان، عرب، مصر اور بابل و نینوا میں دیویوں کو سب سے زیادہ اہمیت۔[۳۸۸:۲]

مصر سے نکلنے کے بعد موسیٰ علیہ السلام کی ایک تقریر۔[۴۸۷:۲]

مصر سے خروج کے وقت سے بنی اسرائیل پر افضال و عنایات۔[۴۸۸:۲]

بنی اسرائیل کا واویلا۔[۴۹۱:۲]

اللہ تعالیٰ نے یوسفؑ کو مصر میں اختیار و اقتدار بخشا۔[۲۲۸:۳]

یوسفؑ کے سارے بھائی اور والدین مصر میں اُن کے پاس پہنچ گئے۔[۲۷۰:۳]

موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو مصر سے نکال کر کہاں لے جانا چاہتے تھے۔[۳۴۲:۳]

مصر میں اس دور میں سحر و شعبدہ کا بڑا زور تھا۔[۳۴۳:۳]

فرعون کو بنی اسرائیل کی فراواں تعداد سے خطرہ۔[۳۴۴:۳، ۷۷:۴]

دو طرفہ خطرہ۔[۳۵۰:۳]

مصر کی اس عہد کی تاریخ کی طرف اشارہ۔[۳۵۱:۳]

مصر میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزات۔[۳۵۴:۳]

بنی اسرائیل کی سرگزشت مصر سے نکلنے کے بعد۔[۳۵۸:۳]

سامری کا فن۔[۳۶۵:۳]

مصر کا ابو سمبل کا قدیم اور عظیم مندر۔[۳۶۶:۳]

مصر و شام اور روم و ایران کے خزانے اسلام کے بیت المال میں پہنچنے لگے۔[۵۵۶:۳]

بنی اسرائیل کے لیے مصر میں نماز کا اہتمام۔[۸۱:۴]

فرعون کی ممی کی ہوئی لاش قاہرہ کے عجائب خانے میں محفوظ۔[۸۴:۴]

ہود ۱۰۰ میں 'قائم' کی ایک مثال مصر ہے۔[۱۷۰:۴]

یوسفؑ کی غلامی مصر کی بادشاہی کی تمہید۔[۲۰۰:۴]

یوسفؑ کے خریدار عزیزِ مصر نے ان کو اپنے گھر کا مالک و مختار بنا دیا۔[۲۰۱:۴]

مصر کی اس وقت کی تہذیب۔[۲۰۸:۴]

مصر میں غلاموں پر ان کے آقاؤں کو غیر محدود اختیار حاصل تھے۔[۲۱۱:۴]

یوسفؑ کی زندگی کا نیا دور۔[۲۲۶:۴]

مصر کی سلطنت گویا یوسفؑ کے انگوٹھے کے نیچے آگئی۔[۲۳۷:۴]

برادرانِ یوسف کی حاضری۔[۲۳۸:۴]

'عزیز' مصر کے اعلیٰ سرکاری عہدہ داروں کا سرکاری خطاب۔[۲۴۵:۴]

یوسفؑ کی خدمت میں دوبارہ حاضری۔[۲۴۹:۴]

برادرانِ یوسفؑ اپنے والدین کے ساتھ اور اہل و عیال سمیت مصر پہنچے۔[۲۵۳:۴]

تورات توحید کی تعلیم سے بھری پڑی ہے۔[۴۷۹:۴]

کیخسرو کی مغربی مہم کی فتوحات۔[۶۱۷:۴]

فرعون کے اسٹیچو اور بت سارے مصر میں پوجے جاتے تھے۔[۳۷:۵]

بنی اسرائیل کی حیثیت مصر میں غلاموں کی تھی۔[۴۷:۵]

موسیٰ علیہ السلام کو مصر واپسی پر وادیِ ایمن میں تجلی نظر آئی۔[۴۹:۵]

موسیٰ علیہ السلام کے امتحانات۔[۵۰:۵]

مصر پہنچنے کے بعد موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کو فرعون کے پاس جانے کا حکم۔[۵۲:۵]

ایک اندیشہ کا اظہار۔[۵۳:۵، ۶۷:۴]

فرعون کی حیثیت مصر میں اوتار بادشاہ کی سمجھی جاتی تھی۔[۵:۵۵]

مصر میں یکے بعد دیگرے فرعون کو متنبہ کرنے کے لیے نشانیاں ظاہر ہوئیں۔[۵:۶۰،۷۰]

فرعون اور اس کی فوجوں کی غرقابی۔[۵:۷۱]

سامری مصر کے فنِ بت گری کا ماہر تھا۔[۵:۷۶،۷۸]

زیورات بنی اسرائیل ہی کے لوگوں کے تھے۔[۵:۷۷]

مصر سے ہجرت کے بعد تورات کا انعام۔[۵:۳۲۲]

مصر کی آفتیں۔[۵:۵۱۵]

مصر سے نکلنے اور صحرا گردی کے بعد فلسطین بنی اسرائیل کے قبضہ میں آیا۔[۵:۵۱۶]

موسیٰؑ اور ان کی قوم کا امتحان۔[۵:۵۱۷]

نبوت ایک موہبت ربانی ہے۔[۵:۵۸۰]

مصر کی حکومت بھی بنی اسرائیل کی باجگزار بن گئی۔[۵:۶۵۷]

موسیٰ علیہ السلام اور مصر کی صورتِ حال۔[۵:۶۶۴]

مصر سے مدین کا سفر۔[۵:۶۶۷]

موسیٰ علیہ السلام کی دعا کی قبولیت۔[۵:۶۷۰]

مصر کو واپسی اور جلوۂ طور کا مشاہدہ۔[۵:۶۷۱]

فرعونیوں پر موسیٰ علیہ السلام کا رعب۔[۵:۶۷۵]

مصر اور نینوا میں تعمیر کا طریقہ۔[۵:۶۷۶]

بنی اسرائیل کو مصر کے کھیرے، ککڑیاں اور لہسن پیاز کی یاد۔[۶:۲۷۷]

یٰسٓ ۱۳ 'اَلْقَرْیَۃِ' سے مراد مصر ہے۔[۶:۴۰۷،۴۰۹]

مصر کے دارالامراء میں مردِ مومن کی تقریر۔[۶:۴۱۳]

مصر پر عذاب۔[۶:۴۱۹]

موسیٰ علیہ السلام کو بنی اسرائیل کی اذیتیں۔[۶:۲۷۶،۲۷۷]

موسیٰ علیہ السلام کے مقابل میں فرعون کا دعوائے برتری۔[۷:۲۳۷]

مصر سے نکلنے کے بعد بنی اسرائیل کا مصر آنا ثابت نہیں ہے۔[۷:۲۸۴]

مصر کے لشکر اور ان کے گھوڑوں اور رتھوں کی غرقابی۔[۷:۶۱۶]

اہل عرب، مصر اور ایران ہی کے تمدن سے زیادہ آشنا تھے۔[۶:۱۱۶]

## مقامِ ابراہیم

اِس سے کیا مراد ہے؟[۱:۳۲۹]

## مکران

کیخسرو کی عظیم سلطنت، بلخ اور مکران سے لیکر بحیرۂ روم تک۔[۴:۶۱۷]

کیخسرو کی مشرقی مہم میں مکران، قندھار اور بلخ کے وحشی قبائل کی سرکوبی۔[۴:۶۱۹]

## مکہ

مکہ اور کوفہ کے فقہاء آیت بسم اللہ کو سورۂ فاتحہ اور دوسری سورتوں کی ایک آیت سمجھتے ہیں۔[۱:۴۹]

ابرہہ نے مکہ پر چڑھائی کر دی اور خانہ کعبہ کو منہدم کرنے کا ارادہ کیا۔[۱:۳۰۲]

باہر سے ہر قسم کی چیزیں مکہ کے بازار میں پہنچنے لگیں۔[۱:۳۳۵]

مکہ کی سرزمین کے دو مسئلے: امن اور غذا۔[۱:۳۳۳]

ابراہیم علیہ السلام نے مکہ میں عبادت الٰہی کے لیے مرکز تعمیر کیا۔[۱:۳۶۲]

آنحضرت ﷺ کے لیے مکہ میں دونوں قبلوں کو جمع کر لینا ممکن رہا۔[۱:۳۶۸]

حضرات صحابہؓ نے مکہ کی ابتدائی زندگی میں کلمۂ توحید کی خاطر تکلیفیں اٹھائیں۔[۱:۴۲۰]

جس مکہ سے انہوں نے تم کو نکالا ہے تم بھی ان کو وہاں سے نکالو۔[۱:۴۷۶]

مشرکینِ قریش کو مکہ سے بیدخل کرنا جائز ٹھہرایا گیا ہے۔[۱:۴۷۵]

نبی ﷺ نے مکہ پر فوج کشی کی اور بیت اللہ کو کفر و شرک کی آلائشوں سے پاک کیا۔[۱:۴۷۸]

البقرۃ ۱۹۶ کے نزول کے وقت مکہ کے حالات۔[۱:۴۸۲، ۴۸۳]

مکہ سے مدینہ ہجرت موت سے نہیں بلکہ کفر اور فتنہ سے فرار ہے۔[۱:۵۵۷]

مکہ سے نکلنے اور دار الہجرت میں عزت کے ساتھ داخل ہونے کی بشارت۔[۲:۶۴]

ابراہیم علیہ السلام کا تعلق مکہ اور بیت اللہ سے اِنقطاع کے لیے یہود کی تحریفات۔[۲:۱۱۷، ۱۲۸، ۸:۳۶۱]

ابراہیم علیہ السلام کا تعمیر کردہ عبادت کدہ یہی مکہ کا بیت اللہ ہے۔[۲:۱۴۵]

مکہ امن کا شہر ہے۔[۲:۱۴۶]

النسآء ۷۵ میں اَلْقَرْيَةِ کو مکہ کے لیے خاص کر دینے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔[۲:۳۳۶]

تیمم کی اجازت پر یہود کا مذاق۔[۲:۴۷۰]

یہود کا مکہ کے بت پرستوں سے یارانہ ایمانی و اخلاقی انحطاط کی آخری حد۔[۲:۵۷۴]

اگر خدا کسی کو نبی بنانے والا ہوتا تو مکہ یا طائف کے کسی رئیس کو بناتا، سردارانِ قریش کا غرور۔[۳:۶۱، ۱۱۲، ۱۶۰، ۵:۴۵۸، ۶:۵۱۵، ۸:۳۷]

ام القریٰ کی دینی و سیاسی اہمیت۔[۳:۱۱۰]

بدر کے لیے مسلمانوں کا نکلنا ایمائے الٰہی سے ہوا۔[۳:۴۳۵]

قریش کو اندیشہ تھا کہ ہجرت کے بعد مکہ اور شام کی تجارتی شاہراہ محفوظ نہیں۔[۳:۴۳۹]

ابوسفیان کی اطلاع پر مکہ سے ایک بھاری بھرکم لشکر مدینہ کے لیے روانہ ہوگیا۔[۳:۴۴۰]

'خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ' کی ایک مثال۔[۳:۴۶۷]

ابراہیم علیہ السلام نے اسمٰعیل علیہ السلام کو مکہ میں کیوں بسایا تھا؟[۳:۴۷۲]

مکہ میں یہود نے قریش کو دعوت کے خلاف اکسانا شروع کیا۔[۳:۴۹۰]

مکہ کے مظلوم مسلمانوں کی دلداری۔[۳:۵۴۷]

مشرکین کو حج سے روکنے کی وجہ سے مکہ کی تجارت متاثر نہیں ہوئی۔[۳:۵۵۶]

نبی ﷺ کو مکہ کی پُر مصائب زندگی میں نماز کی تلقین۔[۴:۸۱]

مکہ کی ابتدائی دور کی سورتیں، اختصار، جامعیت اور اعجاز بیان کا نمونہ۔[۴:۱۰۷]

الرعد ۴۱ میں 'اَلْاَرْضَ' سے مراد سرزمین مکہ ہے۔[۴:۳۰۰]

مکہ کی سرزمین پر حق و باطل کی کشمکش۔[۴:۳۰۵]

سرزمینِ مکہ اور اپنی اولاد کے لیے ابراہیم علیہ السلام کی دعائیں۔[۴:۳۰۶]

مکہ تمام عرب کی تجارت کا مرکز۔[۴:۳۳۴]

قرآن کی دعوت نے مکہ کے عوام و خواص میں ایک ہلچل برپا کر دی۔[۴:۴۰۲]

مکہ اور اہل مکہ آہستہ آہستہ اسلام کے گھیرے میں آنے لگے۔[۴:۵۱۶]

مکہ میں آپ ﷺ کی مخالفت۔[۴:۵۲۹]

قریش کے امراء و اغنیا سے بے نیازی کی اہمیت۔[۵:۱۰۸]

دعوت اطرافِ مکہ سے مکہ کی طرف بڑھ رہی ہے۔[۵:۱۱۷، ۱۵۱]

الانبیآء ۴۴ میں 'الارض' سے مراد سرزمین مکہ ہے۔[۵:۱۵۰]

قریش کو حرام کے پاسبان ہونے کی وجہ سے مکہ ہی نہیں پورے عرب میں سیادت و امارت حاصل تھی۔[۵:۲۳۴]

فقہاء کا ایک ضعیف استنباط۔[۵:۲۴۰]

یہود کی تحریف کہ ابراہیم علیہ السلام نے اپنا مستقر شام میں بنایا نہ کہ مکہ میں۔[۵:۲۴۱]

حج کے موقع پر مکہ اور مدینہ کی سڑکیں اور منیٰ و عرفات کے میدان کے نظارے۔[۵:۲۴۳]
مکہ میں مسلمانوں کی کوئی اجتماعی تنظیم نہیں تھی۔[۵:۳۵۵]
رسول کے پیرووں کے لیے غلبہ و تمکن کی بشارت فتح مکہ کے بعد پوری ہوئی۔[۵:۴۲۷]
مکہ اور طائف کے دولت مندوں کے اعتراضات۔[۵:۴۴۳]
موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو حج و قربانی کے لیے مکہ لے جانا چاہتے تھے۔[۵:۵۰۸]
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مشن کی وضاحت۔[۵:۶۳۸]
ہلاکت رسول کی بعثت کے بعد۔[۵:۶۹۴]
راہِ حق میں آزمائشیں لازماً پیش آتی ہیں۔[۶:۱۵]
مکہ کے مظلوم مسلمانوں سے خطاب۔[۶:۶۱]
یہود بنی نضیر کی مکہ پر حملے کی سازش۔[۶:۱۹۳]
الاحزاب ۲۷ میں خیبر، مکہ اور روم و شام کی فتوحات کی طرف اشارہ۔[۶:۲۱۲]
حوامیم کی ساتوں سورتوں میں مسلمانوں کی حوصلہ افزائی۔[۷:۱۱]
قرآن کی صداقت کے آثار۔[۷:۱۲۸]
الشوریٰ ۷ میں 'اُمُّ الْقُرٰی' سے مراد مکہ ہے۔[۷:۱۴۳]
اگر یہ قرآن خدا کی طرف سے اترا ہے تو مکہ یا طائف کے سرداروں میں سے کسی پر کیوں نہ اتارا گیا۔[۷:۲۲۵، ۲۳۷]
ہجرت کے موقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا۔[۷:۲۷۳]
دُخانِ مبین، سے مراد۔[۷:۲۷۴]
مکہ اور طائف کے گنڈوں پر تعریض۔[۷:۳۷۷]
محمد ۱ میں اشارہ مکہ کے مشرکین کی طرف۔[۷:۳۹۵]
کفار کا کوئی کارساز نہیں۔[۷:۴۰۲]
فتح مکہ کی بشارت۔[۷:۴۵۹، ۸:۳۶۸]
معاہدہ حدیبیہ۔[۷:۴۳۲]
'نصرِ عزیز' کا مفہوم۔[۷:۴۴۰]
وعدۂ نصرت کی دلیل۔[۷:۴۴۱]
حدیبیہ بالکل مکہ کے دامن میں ہے۔[۷:۴۶۲]
جنگ کی نوبت نہ آنے دینے کی حکمت۔[۷:۴۶۲]
مکہ کے مسلمانوں کو تسلی۔[۷:۶۳۱]
مکہ اور مدینہ میں اہلِ کتاب اور قریش کے مختلف اعتراضات۔[۸:۲۲۵]
مکہ سے ہجرت کر کے آنے والی عورتوں کے بارے تحقیق۔[۸:۳۲۰، ۳۳۵]
ہجرت کے بعد مکہ کے مسلمانوں کو ہدایت۔[۸:۳۳۲]
قول ثقیل سے مراد۔[۹:۴۳]
مشرکین مکہ سے موالات کی ممانعت۔[۸:۳۲۴]
مکہ اور طائف کے لیڈروں کو تنبیہ۔[۹:۴۸، ۳۵۸، ۳۸۱]
سورہ البروج کے مخاطب مکہ اور طائف کے فراعنہ۔[۹:۲۸۷]
البلد ۱، میں 'بِھٰذَا الْبَلَدِ' سے مراد سرزمینِ مکہ ہے۔[۹:۳۶۹]
دعوت کا چرچا مکہ سے نکل کر عرب کے دوسرے گوشوں میں۔[۹:۴۲۳، ۴۲۷]
آخری منزل کے لیے جدوجہد۔[۹:۴۲۹]
التین ۳ میں 'بلد امین' سے مکہ مراد ہے۔[۹:۴۳۷، ۴۴۳]
مکہ میں ایک نئی رسالت پر اہلِ کتاب کا رویہ۔[۹:۴۷۴]
ابرہہ کی مکہ پر فوج کشی کی قریش کو توجہ دلائی گئی۔[۹:۵۵۶]
ابرہہ کی چال اور اس کی ناکامی۔[۹:۵۵۹]
قریش کی مکہ اور بیت اللہ سے وابستگی۔[۹:۵۶۹، ۵۷۲، ۵۷۳]
مکہ میں تنگ عرصۂ حیات کے دوران میں مسلمانوں کو بشارت۔[۹:۵۹۰]

قریش کے طعنوں کا جواب۔[۵۹۷:۹]

مکہ کا قانون۔[۵۸۲:۹]

قریش کی انصار کو دھمکی۔[۵۹۸:۹]

سورہ النصر میں مکہ کے فتح کی بشارت۔[۶۱۵:۹]

عرب میں اُصل طاقت مکہ کے قریش تھے۔[۶۱۶:۹]

## منگولیا

یاج و ماجوج بحر خزر کے شمال اور وسط ایشیا کے علاقہ میں آباد تھے۔[۶۲۱:۴]

## منیٰ

اصل قربان گاہ تو مروہ ہی ہے لیکن امت کی آسانی کے لیے منیٰ تک وسعت دے دی گئی۔[۳۶۹:۱]

البقرۃ ۲۰۳ میں 'اَیَّـــامٍ مَّـعْـدُوْدٰت' سے مراد قیام منیٰ کے ایام ہیں۔[۴۸۹:۱]

مکہ اور مدینہ کی سڑکیں اور منیٰ و عرفات کے میدان، حج کے دنوں کے نظارے۔[۲۴۳:۵]

## موآب

موسیٰ علیہ السلام کی موآب کے میدان میں بنی اسرائیل کو ہدایت۔[۲۲۲:۱]

بنی اسرائیل کو فلستیوں کے علاوہ موآب، بن عمون، ادوم اور ضُوباہ کے بادشاہوں سے ہر وقت خطرہ۔[۵۶۹:۱]

## موہنجو داڑو

ایک طرف ہڑپا اور موہنجو داڑو کے مدفون کھنڈوں سے دلچسپی دوسری طرف خالقِ کائنات کی تخلیقات سے لاپروائی۔[۱۲۷:۳]

## ناصرہ

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مولد۔[۲۲۹:۱]

## نجد

اِسلامی حدود و تعزیرات نجد و حجاز اور یمن میں نافذ ہیں۔[۳۶۳:۵]

عمان و یمن اور نجد و حضرموت کے درمیان ریگستان 'الاحقاف' ہے۔[۳۷۰:۷]

## نخلہ

طائف سے واپسی پر نبی ﷺ نے نخلہ میں رات گزاری۔[۳۷۷:۷]

## نیل، دریا

موسیٰؑ دریائے نیل سے فرعون کے محل میں پہنچ گئے۔[۴۵:۵]

ہدایتِ خداوندی کے مطابق موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے بچے کو سرکنڈے کے صندوق میں رکھ کر دریائے نیل کے حوالے کر دیا۔[۶۵۹:۵]

## نینوا

چین، ہندوستان، عرب، مصر اور بابل و نینوا میں دیویوں کو سب سے زیادہ اہمیت۔[۳۸۸:۲]

بابل و نینوا کے بادشاہ بخت نصر کا حملہ اور یہود کی غلامی۔[۴۸۱:۴]

نینوا کی آبادی صحیفہ یونس کے مطابق ایک لاکھ بیس ہزار تھی۔[۱۸۰:۵]

یونس علیہ السلام کی دوبارہ دعوت و تذکیر سے بادشاہ سے لے کر نینوا کے عام باشندے تک سب خدا پر ایمان لائے۔[۱۸۱:۵]

نینوا اور مصر میں تعمیر کا ایک طریقہ۔[۶۷۶:۵]

## ہڑپا

ایک طرف ہڑپا اور موہنجو داڑو کے مدفون کھنڈوں سے دلچسپی دوسری طرف خالقِ کائنات کی تخلیقات سے لاپروائی۔[۱۲۷:۳]

### ہک متانہ
دیکھیے ہمدان

### ہمدان
کیخسرو کی پہلی مہم اس کے دارالسلطنت ہک متانہ (موجودہ ہمدان) سے مغرب کو ہوئی۔[۶۱۷:۴]

'تین' حلوان اور ہمدان کے درمیان ہے۔[۴۳۶:۹]

### ہندوستان
ہندوستان، چین اور مصر کے قدیم بادشاہوں میں سے اکثر اوتار بادشاہ تھے۔[۵۹۹:۱]

چین، ہندوستان، عرب، مصر اور بابل ونینوا میں دیویوں کو سب سے زیادہ اہمیت حاصل رہی ہے۔[۳۸۸:۲]

حضرت سلیمان علیہ السلام کے بحری جہاز ہندوستان اور مغربی جزائر تک سفر کرتے تھے۔[۱۷۵:۵]

### یافہ
حضرت سلیمان علیہ السلام کے عظیم بحری بیڑے کی بحر متوسط میں صور، طائر اور یافہ کی بندرگاہیں۔[۱۷۵:۵]

### یثرب
اسلام کے پورے نشوونما کے لیے سب سے زیادہ زرخیز اور مہرپرور سرزمین یثرب کی تھی۔[۴۶۷:۳]

'یثرب' مدینہ منورہ کا سابق نام ہے۔[۲۰۲:۶]

### یروشلم
یہود کے دو بڑے فسادات، لوقا کا حوالہ۔[۴۸۰:۴]

### یمن
خانہ کعبہ کی تولیت کی وجہ سے قریش کے تجارتی قافلے شام اور یمن تک بے خطر جاتے۔[۳۳۵:۱]

اسلامی حدود وتعزیرات نجد وحجاز اور یمن میں نافذ۔[۳۶۳:۵]

سبا عرب کا مغربی جنوبی علاقہ ہے جہاں یمن، حضرموت اور عسیر واقع ہیں۔[۵۹۷:۵]

قوم ثمود وقوم لوط کے واقعات دُور کے ملکوں مصر، فلسطین اور یمن کے نہیں۔[۶۰۸:۵]

یمن میں لقمان اور ان کی قوم کو بڑی شان و شوکت حاصل تھی۔[۱۲۵:۶]

'الاحقاف' کا ریگستان عمان ویمن اور نجد وحضرموت کے درمیان واقع ہے۔[۳۷۰:۷]

القلم ۱۷ 'اَلْجَنَّۃ' سے یمن یا صنعاء کے کسی خاص باغ کا ذکر نہیں ہے۔[۵۲۱:۸]

الفیل ۱ میں 'اصحاب الفیل' سے اشارہ یمن کے حبشی حکمران ابرہہ کی طرف ہے۔[۵۵۸:۹]

ابرہہ نے یمن پر غاصبانہ قبضہ کیا تھا۔[۵۵۹:۹]

قریش کے تجارتی قافلے سردیوں میں یمن کا سفر کرتے۔[۵۷۳:۹]

### یہودیہ
مسیح علیہ السلام نے یہودیہ کی بستیوں میں تبلیغ شروع کی اور ہلچل مچا دی۔[۹۲:۲]

### یورپ
شرعی ذبیحہ کا گوشت میسر نہیں لیکن دوسرے غذائی بدل موجود ہیں۔[۴۵۹:۲]

# تحریفاتِ تورات

# تحریفاتِ تورات

”یہود نے حق پر پردہ ڈالنے کے لیے تورات میں ہر قسم کے تصرفات کر ڈالے تھے۔ بعض چیزیں انہوں نے اس میں اپنی طرف سے داخل کر دی تھیں، بعض چیزیں اس میں سے نکال دی تھیں اور بعض چیزوں میں انہوں نے تبدیلیاں کر دی تھیں اور ان تمام تصرفات سے مقصود ان کا ان حقائق پر پردہ ڈالنا تھا جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قربانی، ان کی قربان گاہ اور ان کے قبلہ وغیرہ سے متعلق تورات میں بیان ہوئے تھے اور جو آخری نبی ﷺ کی بعثت کی نشان دہی کرنے والے تھے۔ یہود کو چونکہ یہ بات دل سے ناپسند تھی کہ آنحضرت ﷺ کی کوئی نشانی تورات سے ظاہر ہو اس وجہ سے انہوں نے ان تمام باتوں کو چھپانے کی کوشش کی“۔ [۱:۱۸۳]

”تورات میں صرف تحریف ہی نہیں ہوئی ہے بلکہ وہ متناقض روایات کا مجموعہ بھی ہے۔ اِس سے یہ پتا چلانا ناممکن ہے کہ اِس میں کتنا حصہ حق ہے اور کتنا باطل ومحرف، تورات کے اِس طرح مسخ ہو جانے کے سبب سے یہود خدا کی دی ہوئی روشنی سے محروم ہو کر بالکل تاریکی میں گھر گئے تھے۔ قرآن نے ان کو اس تاریکی سے نکال کر روشنی میں لانا چاہا لیکن انہوں نے اس روشنی کی قدر کرنے کے بجائے اس کو بجھانے کی کوشش کی“۔ [۵:۲:۶۳]

**البقرہ ۴۹:** تورات میں یہ ذکر ضرور ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بچپن میں دریا سے جس نے نکلوایا تھا وہ فرعون کی لڑکی تھی لیکن قرآن نے اس غلطی کی بھی تصحیح کر دی ہے کہ یہ اس کی لڑکی نہیں بلکہ اس کی بیوی تھی۔ چنانچہ فرمایا ہے وَقَالَتِ امْرَاَتُ فِرْعَوْنَ قُرَّةُ عَيْنٍ لِّي وَلَكَ لَا تَقْتُلُوْهُ عَسٰى اَنْ يَّنْفَعَنَا اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ (اور فرعون کی بیوی نے کہا، یہ میری اور تمہاری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے، اس کو قتل نہ کرو، ممکن ہے ہمیں نفع پہنچائے یا ہم اس کو بیٹا بنالیں اور وہ اس بات کے انجام کا احساس نہیں رکھتے تھے۔)[۱:۲۱۰]

**البقرہ ۵۱:** یعنی موسیٰ کے پہاڑ پر چلے جانے کے بعد تم دھات کا ایک بچھڑا بنا کر اس کی پرستش میں لگ گئے۔ کتاب خروج باب ۳۲ میں اس واقعہ کی تفصیلات موجود ہیں لیکن یہود نے اپنی عادت کے مطابق اس میں حضرت ہارون علیہ السلام کو بھی ملوث کر دیا ہے جس کی قرآن نے دوسرے مقام پر تردید فرمائی ہے۔

"اور جب لوگوں نے دیکھا کہ موسیٰ نے پہاڑ سے اترنے میں دیر لگائی تو وہ ہارون کے پاس جمع ہو کر اس سے کہنے لگے کہ اُٹھ ہمارے لیے دیوتا بنا دے جو ہمارے آگے آگے چلے کیوں کہ ہم نہیں جانتے کہ اس مردِ موسیٰ کو جو ہم کو ملک مصر سے نکال کر لایا کیا ہو گیا..." (باب ۳۲ آیات ۱-۷)[۱:۲۱۲]

**البقرہ ۱۰۶:** پچھلی شریعتوں میں اس قسم کے جو اضافے کیے گئے اور اسلام نے جن کو منسوخ کر کے ان کی اصل حقیقت پیش کی، یہاں ہم ان کی چند مثالیں ذکر کرتے ہیں تاکہ اس پہلو سے نسخ کی جو ضرورت و اہمیت ہے وہ اچھی طرح واضح ہو کر سامنے آجائے۔

عقائد و ایمانیات کے باب میں یہود اور نصاریٰ نے جس قسم کی لغویات کا اضافہ کیا اور قرآن نے جس کی اصلاح کی ان میں سے ان کا یہ عقیدہ ہے...

اِسی طرح یہود نے اپنی بدکارانہ زندگی کو جائز ٹھہرانے کے لیے اکثر انبیاء علیہم السلام سے متعلق نہایت بیہودہ قسم کی روایات اپنے صحیفوں میں شامل کر دیں۔

اعمال کے باب میں ان لوگوں نے جس قسم کی بدعتیں کیں ان کی بعض مثالیں اس سورہ میں گزر چکی ہیں اور بعض کا ذکر آگے آرہا ہے۔

اِسی طرح ان لوگوں نے تاریخ اور واقعات کو بھی مسخ کر کے اپنی خواہشات کے رنگ میں پیش کیا۔

مذکورہ بالا تفصیل سے یہ حقیقت اچھی طرح واضح ہو گئی کہ سورۂ بقرہ کی زیرِ بحث آیت کا تعلق تمام تر ادیانِ سابقہ سے ہے اور اس میں جس نسخ کا حوالہ ہے اِس کی ضرورت اور اس کی حکمت اس قدر واضح ہے کہ کسی انصاف پسند کے لیے اِس سے انکار کی گنجائش نہیں ہے۔[۱:۳۱۲]

**البقرہ ۱۵۸:** تورات میں یہ ذکر صراحت کے ساتھ موجود تھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے اکلوتے بیٹے کی قربانی مروہ کے پاس کی لیکن یہود نے محض اس خیال سے اس لفظ کا صحیح تلفظ بالکل مسخ کر ڈالا کہ کسی طرح اس مقام کو مکہ کے بجائے بیت المقدس میں ثابت کر دیں اور اس طرح آخری نبی کی بعثت سے متعلق جو پیشین گوئیاں تورات میں موجود ہیں وہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی نسل کی جگہ حضرت اسحٰق علیہ السلام کی نسل کی طرف منتقل ہو سکیں۔ قرآن نے یہاں مروہ کا حوالہ دے کر اس نشان کی طرف انگلی اٹھا دی جس کو محض حسد اور شرارت کی بنا پر غائب کرنے کی کوشش کی گئی تھی۔[۱:۳۸۶]

**ایضاً:** اِن دونوں پہاڑیوں کے طواف کا جو حکم دیا گیا ہے اس کی صحیح شکل اور اس کے حدود کا تعین دوسرے مناسکِ حج کی طرف نبی ﷺ کی سنت سے ہوتا ہے ... اس سعی کو حج وعمرہ کے ساتھ مشروط قرار دیا ہے جس سے یہ بات نکلتی ہے کہ یہ حج وعمرہ کے مجموعہ ہی کا ایک جزو ہے، ان سے علیحدہ اس کی کوئی مستقل حیثیت نہیں ہے۔ اس سے ان مشرکانہ رسوم کی بالکل نفی ہو جاتی ہے جن کا اضافہ ان شعائر کے سلسلہ میں مشرکین نے کر دیا تھا۔[۱:۳۸۶]

**البقرہ ۱۸۹:** یہ حج کے ذکر کے ساتھ اسی طرح کی ایک تجدیدی اصلاح وتنبیہ ہے جس طرح کی اصلاحی وتجدیدی تنبیہ وتذکیر آیت ۱۷۷ میں دین کی بنیادی باتوں کے ذکر کے ساتھ گزر چکی ہے کہ تقویٰ یہ نہیں ہے کہ تم مشرق ومغرب کی طرف رخ کرو بلکہ تقویٰ ان کا تقویٰ ہے جو ایمان لائیں ... یہاں ارشاد ہوا کہ "تقویٰ یہ نہیں ہے کہ تم

گھروں میں ان کے پچھواڑوں میں سے داخل ہو بلکہ تقویٰ ان کا تقویٰ ہے جو حدود الٰہی کا احترام ملحوظ رکھیں''۔ امتوں کی یہ عام بیماری رہی ہے کہ آہستہ آہستہ لوگ دین کے اصلی احکام و فرائض تو پس پشت ڈال دیتے ہیں اور ان کی خانہ پری بدعات و رسوم سے کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اہل عرب پر بھی یہی گزری۔

قرآن نے اس بدعت کی تردید کی اور فرمایا کہ گھروں میں ان کے دروازوں سے داخل ہو، اس سے تقویٰ میں کوئی فرق واقع نہیں ہوتا، البتہ آخرت کی فلاح اور خدا کی خوشنودی مطلوب ہے تو اس کے حدود کی پاسداری ملحوظ رکھو اور اس سے برابر ڈرتے رہو۔ حج سے اصل مقصود ہی تقویٰ ہے۔ [۱:۴۷۳]

**البقرہ ۱۹۹:** یہاں خطاب خاص قریش سے ہے۔ مطلب یہ ہے کہ مناسکِ حج کے معاملہ میں جو پابندیاں دوسروں پر ہیں بعینہٖ وہی پابندیاں تمہارے اوپر بھی ہیں۔ اس وجہ سے جس طرح دوسرے تمام لوگ عرفات جاتے اور وہاں سے لوٹتے ہیں اس طرح تم بھی عرفات جا کر وہاں سے لوٹا کرو... [۱:۴۸۷]

**البقرہ ۲۴۸:** تابوت کی واپسی سے متعلق تورات اور قرآن کے بیان میں بڑا فرق ہے۔ قرآن کی زیر بحث آیت سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ اس کی واپسی کا واقعہ اس وقت پیش آیا ہے جب طالوت کا خدا کے مقرر کردہ بادشاہ کی حیثیت سے اعلان ہوا ہے اور یہ واقعہ گویا ایک نشان تھا اس بات کا کہ طالوت کا انتخاب من جانب اللہ ہے۔ سموئیل نے خدا کے حکم سے ان کو مسح کر کے برکت دی ہے اور ان کا تقرر بنی اسرائیل میں ایک نئے دورِ خیر و برکت اور ایک جدید تاریخ کامیابی و فتحمندی کا آغاز ہے۔

اس کے بالکل برعکس تورات کا بیان یہ ہے کہ اس سے بہت پہلے ہی تابوت کو ایک گاڑی پر رکھ کر فلسطینیوں نے گاڑی بنی اسرائیل کے علاقہ کی طرف ہانک دی تھی اور تابوت پوری حفاظت کے ساتھ ان کے پاس پہنچ گیا تھا... [۱:۵۷۳]

**آل عمران ۴۴:** واقعہ یہ ہے کہ انجیلوں میں اہل کتاب کی تاریخ کا یہ حصہ تقریباً غائب ہے، بس کچھ غیر مربوط باتیں لوقا میں حضرت یحییٰ علیہ السلام کے متعلق ملتی ہیں اور بعض اشارات حضرت مریم علیہا السلام کے متعلق اور سب سے زیادہ افسوس اس بات کا ہے کہ حضرت مریم علیہا السلام کا ذکر جو ہے وہ بھی ایک عام عورت کا ذکر معلوم ہوتا ہے۔ حد یہ ہے کہ انجیل کے بعض مقامات سے تو یہ بھی مترشح ہوتا ہے کہ حضرت مسیح علیہا السلام بھی ان کا اس طرح احترام نہیں کرتے تھے جس طرح ماں کا احترام کرنا چاہیے۔ عیسائیوں نے عقیدے کے طور پر چاہے حضرت مریم علیہ السلام کو جو درجہ بھی دیا ہو لیکن انصاف یہ ہے کہ ان کا اصلی اور حقیقی شرف قرآن ہی نے نمایاں کیا ہے۔ [۲:۸۵]

**آل عمران ۴۵:** اِس 'وجاہت' سے ان تمام خرافات کی تردید ہو رہی ہے جو انجیلوں میں مذکور ہیں کہ یہودیوں نے سیدنا مسیح علیہ السلام کے نعوذ باللہ طمانچے لگائے، ان کا مذاق اڑایا، ان کو گالیاں دیں، ان کے منہ پر تھوکا، ان خرافات کا اکثر حصہ غلط ہے۔ [۲:۹۳]

**ایضاً:** اِس آیت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو 'ابنِ مریم' کہہ کر قرآن نے ان لوگوں کے لیے گفتگو کی ہر گنجائش ختم کر دی ہے جو نہایت کمزور تاویلات کے ذریعے سے قرآن کے نہایت واضح نصوص کی تحریف کرنا چاہتے ہیں۔ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کسی باپ کے بیٹے تھے تو آخر قرآن کو مسیح بن مریم کہنے کے بجائے ان کے باپ کی طرف ان کی نسبت کرنے میں کیا رکاوٹ تھی؟ قرآن بھی مسیح علیہ السلام بن یوسف کہہ سکتا تھا لیکن اس نے ایسا نہیں کہا۔ آخر کیوں نہیں کہا؟ [۲:۹۳]

**آل عمران ۴۶:** 'کہل' کے معنی ادھیڑ کے ہیں۔ موجودہ انجیلوں سے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ادھیڑ ہونے سے بہت پہلے دنیا سے رخصت ہو گئے تھے۔ لیکن قرآن کی اس آیت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مریم علیہا السلام کو ضمناً حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے کہولت تک پہنچنے کی بھی بشارت دی گئی تھی۔ رسولوں کے معاملے میں اللہ تعالیٰ کی جو سنت رہی ہے، اس کے لحاظ سے یہی بات صحیح معلوم ہوتی ہے انجیل میں بھی بعض اشارات اس کی تائید میں ہیں۔ مثلاً یوحنا ۸:۵۷ میں ہے:-

''اور یہودیوں نے اس سے کہا تیری عمر تو ابھی پچاس برس کی بھی نہیں ہے۔ پھر کیا تو نے ابرہام کو دیکھا ہے؟''

ظاہر ہے کہ یہ بات ایسے ہی شخص کو مخاطب کر کے کہی جا سکتی ہے۔ جو پچاس سال کے قریب پہنچ رہا ہو۔ [۲:۹۳]

**آل عمران ۴۹:** یہاں جو معجزات مذکور ہیں ان میں سے پہلے اور آخری کے سوا انجیل میں بھی سب مذکور ہیں۔ البتہ قرآن میں ان میں سے ہر ایک کے ساتھ باذن اللہ کی قید لگی ہوئی ہے لیکن انجیل میں اس قسم کی تصریحات غائب ہیں۔ اس لیے کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لیے خدا کا تصور پیدا ہوا ہو گا تو اس قسم کے الفاظ خدائی کے تصور سے بے جوڑ سمجھ کر نکال دیئے گئے ہوں گے۔ [۲:۹۶]

**آل عمران ۵۱:** انجیلوں میں خدا کے لیے میرا باپ اور تمہارا باپ کی جو تعبیر بار بار آتی ہے یہ قرآن نے اس کی تصحیح فرمائی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دراصل جو بات فرمائی تھی وہ یہ تھی کہ اللہ ہی میرا رب بھی ہے اور تمہارا رب بھی، سو اسی کی بندگی کرو۔ [۲:۹۷]

**المآئدۃ ۲۷:** یہاں آدم علیہ السلام کے دو بیٹوں کا قصہ بیان ہوا ہے، یہ قصہ یوں مذکور تو تورات میں بھی ہے لیکن تورات کے عام انداز کے مطابق اِس کی نوعیت بس نسلِ آدم کی ابتدائی تاریخ کے ایک قصے کی ہے۔ اس سے یہ واضح نہیں ہوتا کہ اس کے اندر وہ کیا حکمت و موعظت ہے جس کے لیے یہ قصہ بیان ہوا ہے قرآن نے اس کو اس کی حکمت و موعظت کے ساتھ بیان فرمایا اور اس کے ان حصوں کو بھی واضح کیا جو تورات کے راویوں نے ضائع کر دیئے تھے حالانکہ وہ سبق آموزی کے لیے نہایت ضروری تھے۔ [۲:۴۹۳]

**یوسف ۱۰۲:** یہ امر یہاں ملحوظ رہے کہ تورات میں یوسف علیہ السلام کا قصہ اگر ہے بھی تو آنحضرت ﷺ کے لیے اس سے واقف ہونے کا کوئی ذریعہ نہیں تھا اس لیے کہ آپ ﷺ اُمّی تھے۔ پھر تورات کے بیان اور قرآن کے بیان میں قدم قدم پر اختلاف ہے اور ان تمام اختلافات پر جو شخص بھی غور کرے گا وہ یہ تسلیم کیے بغیر نہیں رہ سکتا کہ قرآن کا بیان بالکل عقل و فطرت کے مطابق ہے اس لیے کہ یہ براہِ راست وحیِ الٰہی پر مبنی ہے۔ [۴:۲۵۷]

**یوسف ۱۸:** صَبْرٌ جَمِيْلٌ سے مراد وہ صبر ہے جو ہر قسم کے جزع فزع، گلے شکوے اور نوحہ و ماتم سے پاک ہو۔ اگر قرآن اور تورات کا فرق دیکھنا ہو تو صرف یہی ایک مقام تورات میں دیکھ لیجئے۔ قرآن تو ان کے صبرِ جمیل کی تعریف کرتا ہے اور تورات میں ہے کہ'' تب یعقوب نے اپنے کپڑے پھاڑے اور ٹاٹ اپنے کولھے پر ڈالا اور بہت دن تک اپنے بیٹے کا غم کیا''۔ (پیدائش ۳۷: ۳۴) [۴:۱۹۹]

# ذاتِ باری تعالیٰ

# ذاتِ باری تعالیٰ

## صحیح تصور

اللہ سے متعلق صحیح تصور [۴:۳۶۵، ۸:۴۹۰، ۴۹۱، ۹:۶۵۲]

رویتِ باری کا مسئلہ [۹:۹۱]

اسمِ ذات 'اللہ' [۹:۶۵۰]

احبار و رہبان کو رب بنانے کا مفہوم [۳:۵۶۳]

## شکر کا سزاوارِ حقیقی

شکر کا سزاوارِ حقیقی۔ [۱:۵۵، ۶۱، ۶۴، ۶۸]

خدا کے انعامات کا حق: شکر [۵:۷۰۳، ۶:۳۰۵]

حکمت کا اولین ثمر اللہ تعالیٰ کی شکر گزاری ہے۔ [۶:۱۲۷]

دین کی بنیاد توحید ہے اور توحید کی حقیقت اللہ ہی کی شکر گزاری ہے۔ [۶:۳۵۳]

دلیلِ ربوبیت سے خدا کی شکر گزاری اور اس کی عبادت کا مطالبہ۔ [۶:۴۲۳]

## صفاتِ الٰہی

اللہ تعالیٰ کی صفات کا حوالہ۔ [۸:۳۱۱، ۴۲۵، ۴۴۷]

صفاتِ الٰہی کا استحضار۔ [۹:۲۷]

خدا کو ماننا صرف وہ معتبر ہے جو اس کی تمام صفات کے اقرار کے ساتھ ہو۔ [۷:۸۱]

اللہ تعالیٰ کی صفات کے باب میں تمثیل سے احتراز کی ہدایت۔ [۴:۴۳۱]

خدا اپنی صفات کو خود ہی جانتا ہے۔ [۵:۴۸۱]

تمام اعلیٰ صفتیں اللہ ہی کے لیے ہیں۔ [۶:۸۹]

اللہ تعالیٰ صرف اچھی صفتوں سے متصف ہے۔ [۳:۳۹۹، ۶:۸۷]

کھیل اور کارِ عبث خدا کی صفات کے منافی ہے۔ [۵:۱۳۴]

اللہ تعالیٰ کی اصل صفات جن کا علم ضروری ہے۔ [۹:۶۴۹]

اللہ تعالیٰ کی صفات اور اس کے حقوق۔ [۹:۶۷۴]

قیامِ عدل پر صفاتِ الٰہی سے استدلال۔ [۲:۱۹]

چند صفاتِ الٰہی کی طرف اشارہ۔ [۵:۴۸۰]

اللہ تعالیٰ کے اسم رحمان پر قریش کا اعتراض اور اس کا جواب۔ [۵:۴۸۱]

قیامت خدا کی صفات کا لازمی تقاضا ہے۔ [۶:۲۹۲]

انذارِ قیامت کے لیے تمہید صفاتِ الٰہی سے۔ [۶:۱۶۰]

آخرت خدا کی صفات کا لازمی تقاضا ہے۔ [۷:۲۸۹]

اللہ تعالیٰ کی تین صفتوں کے واسطہ سے تعوذ [۹:۶۷۴]

اللہ تعالیٰ کی ان صفات کا حوالہ جو جزا پر دلیل ہیں [۹:۲۴۲]

تجلیِ الٰہی کو انسان ناسوتی آنکھوں سے نہیں دیکھ سکتا۔ [۳:۳۶۰]

اللہ، یہ نام ابتدا سے صرف اس خدائے برتر کے لیے خاص جو آسمان و زمین اور تمام مخلوقات کا خالق ہے۔ [۱:۴۷]

اللہ تعالیٰ ہی خالق و رزاق ہے اور وہی رب بھی ہے۔ [۶:۵۶۴، ۷:۶۳۳]

خدا کے خالق ہونے کے تضمنات۔ [۷:۲۱۰]

کائنات میں ایک ہی ربِ قدیر و قہار کا ارادہ کارفرما ہے۔ [۱:۱۲۰]

دنیا کے خالق و مالک کو اس کا بگاڑ نہیں بلکہ بناؤ مطلوب ہے۔ [۲:۵۰]

جس نے یہ کائنات خلق کی ہے اس کا امر و حکم اس کے گوشہ گوشہ میں جاری ہے۔ [۳:۲۷۸]

اللہ تعالیٰ کے لیے لفظ اب کے استعمال کی حقیقت۔ [۲:۹۷]

جو خالق ہے وہی رب ہے۔ [۳:۲۷۶]

رب کی عطا اور بخشش عام ہے۔ [۴:۴۹۰]

خدا کے رب ہونے کی دلیل اس کی ربوبیت کے پہلو سے۔ [۵:۵۹]

زمین و آسمان کا رب ایک ہے۔ [۵:۱۳۵]

اللہ تعالیٰ کا نظامِ ربوبیت۔[۴:۳۵۳]

ربِ حقیقی کی صفات، عقلی پرورش، روحانی پرورش، مادی پرورش۔[۵:۵۲۳، ۵۲۴]

جو خالق ہے وہی مالک بھی ہے۔[۷:۱۵۲]

اللہ نور السمٰوٰت والارض کا مفہوم۔[۵:۴۰۹]

خدا، غالب و مقتدر

علیم

گناہوں کو بخشنے والا

توبہ کو قبول کرنے والا

سخت پاداش والا

صاحبِ قدرت واختیار

اس کے سوا کوئی معبود نہیں

اس کی طرف سب کو لوٹنا اور

اس کے آگے سب کو پیش ہونا ہے۔[۷:۱۱]

خدا اپنے جلال اور رحمت دونوں میں یکتا ہے۔[۳:۲۷۹]

رحمان اور رحیم۔[۱:۶۲]

اللہ عزیز و علیم کی منصوبہ بندی۔[۷:۸۵]

اللہ تعالیٰ کی بے نیازی۔[۷:۵۵۷]

صفات 'عزیز' 'حکیم' کے مقتضیات۔[۷:۳۰۲]

صفاتِ عزیز و حکیم کے تقاضے۔[۸:۱۹۷]

صفاتِ عزیز و حکیم کا تعارف۔[۵:۵۸۱]

ہر چیز شاہد ہے کہ خدا عزیز و حکیم ہے۔[۶:۱۴۲]

خدا کے عزیز و حکیم ہونے کا لازمی تقاضا۔[۶:۱۴۳]

اللہ تعالیٰ کے سمع و علم کا لازمی تقاضا۔[۷:۲۷۱]

اللہ تعالیٰ کے 'ذی المعارج' ہونے کا مفہوم۔[۸:۵۶۶]

جزا و سزا کے دن کا تنہا مالک۔[۱:۵۷]

اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ عزیز و حکیم ہے۔[۲:۵۱]

خدا کی صفتِ رحمت کے تقاضے۔[۲:۲۸۶]

خیر خدا کی رحمت کا اقتضا ہے اور شر انسان کے اپنے اعمال پر مترتب ہوتا ہے۔[۲:۳۴۵]

قیامت خدا کی صفتِ رحمت کا لازمی تقاضا ہے۔[۳:۲۷]

ہماری فطرت کا بنانے والا۔[۱:۵۳]

اللہ نے ہر قسم کی مخلوقات کے لیے ان کے جبلی تقاضوں کے مطابق غذا فراہم کی ہے۔[۷:۸۳]

خدا کا خوانِ کرم بہت کشادہ ہے۔[۶:۶۲]

ربّ۔[۱:۵۶]

ربّ العالمین۔[۱:۵۶]

ربّ قدوس۔[۱:۸۸]

پرورش کرنے والا اور مالک و آقا۔[۱:۵۶]

پانی برسانے والا اور روزی دینے والا۔[۱:۴۷]

سورج اور چاند بنانے والا اور مسخر کرنے والا۔[۱:۴۷]

دیان خدا۔[۱:۶۵]

خلق سمٰوٰت میں اللہ کی عظیم قدرت و حکمت۔[۴:۲۷۱]

منعم حقیقی۔[۱:۶۴]

عادل اور حکیم۔[۱:۱۱۴]

آخرت کا خلود مقید بمشیتِ الٰہی ہوگا۔[۳:۱۶۴]

اتمامِ حجت کا اہتمام خدا کی رحمت کا تقاضا ہے۔[۳:۱۶۷]

اللہ تعالیٰ کی رحمانیت کا صحیح تصور۔[۴:۶۸۸]

اللہ تعالیٰ کی رحمانیت کے غلط تصور سے پیدا شدہ گمراہیاں۔[۴:۶۸۸]

خدا کے قوی و عزیز ہونے کے بعض خاص پہلو۔[۵:۲۵۷]

خدا سے خشیت اس کی رحمانیت کا تقاضا ہے۔[۶:۴۰۳]

قیامت دراصل خدا کی رحمت کا مظہر ہے۔[۱:۶۴]

جزاوسزا صفاتِ الٰہی کا لازمی تقاضا۔[۵:۳۵۰]

خدا کی صفت خبیر کی وضاحت۔[۶:۲۹۱]

اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے، وہ رحمت میں سبقت کرتا ہے، عذاب میں جلدی نہیں کرتا۔[۴:۵۵۳]

تسخیر کائنات خدا کا فضل ہے۔[۵:۱۷۶]

خدا کے ہاں دیر ہے اندھیر نہیں۔[۵:۲۷۹]

خدا عرشِ حکومت پر متمکن ہے۔[۴:۲۳، ۶:۱۵۷]

خدا کے ہاں کوئی سفارش اس کے اذن کے بغیر نہیں ہوگی۔[۴:۲۴]

خدا سے بڑا کوئی غفار نہیں کہ اس کی سفارش چاہی جائے۔[۸:۵۹۷]

نافرمانوں کو ان کی نافرمانیوں کی انصاف کے ساتھ سزا دینے والا اور نیکوں کو ان کی نیکیوں کا فضل و رحمت کے ساتھ صلہ دینے والا۔[۱:۶۲]

خدا کی ہر بات کے اندر نہایت گہری حکمتیں اور مصلحتیں پوشیدہ ہوتی ہیں۔[۱:۱۷۳]

تنزیہہ باری تعالیٰ کی مزید وضاحت۔[۱:۳۰۴]

محبت کا اصلی حقدار اللہ ہے۔[۱:۴۰۳]

'وَاللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ' کا مفہوم۔[۱:۴۸۸]

'رزق' تعبیر ہے اللہ تعالیٰ کے فضل کی۔[۱:۵۰۲]

ہدایت وضلالت کے باب میں اللہ تعالیٰ کی سنت۔[۱:۶۲۳]

خدا کی مشیت اس کی حکمت کے ساتھ ہے۔[۱:۶۴۷]

خدا کی تقسیم کی خلاف ورزی خدا کی حکمت کی تحقیر ہے۔[۲:۲۶۱]

خدا کے مقرر کردہ وارث ہی اصلی وارث ہیں۔[۲:۲۸۹]

خدا کا حق سب سے بڑا ہے۔[۲:۲۹۸]

خدا عزیز ہے، لیکن وہ حکیم بھی ہے، اس کی حکمت کا تقاضا یہ ہوا کہ وہ کسی کو سزا دے تو اتمامِ حجت کے بعد ہی دے۔[۲:۴۳۲]

سب کا مرجع صرف اللہ تعالیٰ ہی ہوگا۔[۸:۷۸]

حقیقی مرجع اللہ ہی ہے۔[۸:۱۳۷]

کائنات کا سارا انتظام اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے۔[۸:۱۳۷]

کبریائی صرف خدا کے لیے زیبا ہے۔[۷:۶۴، ۳۳۴]

خدا کسی کی عبادت کا محتاج نہیں ہے۔[۷:۱۰۸]

سجدہ گاہ صرف اللہ ہی کے لیے ہو سکتی ہے۔[۸:۶۲۵]

اللہ تعالیٰ کی بے نیازی۔[۳:۵۷۶]

خدا بے ہمہ بھی ہے اور باہمہ بھی۔[۵:۲۸۱]

کائنات کے اضداد کی باگ خدا کے ہاتھ میں ہے۔[۵:۴۷۸]

خدا کے ہاں سب کے لیے ایک ہی باٹ اور ترازو ہے۔[۵:۵۵۲]

تمام ظاہری اور باطنی نعمتیں اللہ ہی کی عطا کردہ ہیں۔[۶:۱۳۸]

امید وبیم دونوں کا مرکز خدا ہے۔[۶:۸۷]

اس کائنات کے کسی چیز کی نفع رسانی بالاضطرار نہیں بلکہ خدا کے حکم سے ہے۔[۶:۲۹۵]

قانونِ الٰہی بے لاگ ہوتا ہے۔[۴:۳۶۸]

اللہ کے ہاں ہر چیز کے لگے بندھے ضابطے، معین پیمانے اور مقرر اوقات ہیں۔[۴:۲۷۴]

اللہ تعالیٰ اس دنیا سے بے تعلق نہیں ہے۔[۶:۵۶۴، ۸:۱۹۸]

اللہ تعالیٰ لوگوں کے کفر و ایمان سے بالکل بے نیاز ہے۔[۶:۵۶۶]

زمین و آسمان دونوں میں ایک ہی خدا کی خدائی ہے۔[۵:۶۲۶]

تقدیرِ الٰہی کے بھید کسی کو معلوم نہیں۔[۵:۶۶۰]

اللہ تعالیٰ کی قدرت اور رحمت کے جلوے۔[۸:۴۹۲]

## اختیارِ کُلّی

جزاوسزا کے دن اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کا بھی کوئی زور اور اختیار نہیں چلے گا۔[۱:۷۰]

تمام فضل وکرم اللہ تعالیٰ ہی کے ہاتھ میں ہے۔[۱:۷۸]

نفع وضرر خدا کے اختیار میں ہے۔[۱:۲۸۷، ۳:۳۰]

اشیاء کی نفع رسانی بالاضطرار نہیں بلکہ اللہ کے حکم سے ہے۔[۱:۲۹۵]

خدا کے قانون کے خلاف ہر قانون قانونِ جاہلیت ہے۔[۲:۷۵۳]

آسمان وزمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب اللہ ہی کے حکم اور اس کی قدرت سے قائم ہے۔[۲:۱۶]

موت اور زندگی خدا کے اختیار میں ہے۔[۲:۲۰۷]

اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کے لیے ضابطے اور قاعدے بنائے ہیں اور یہ ضابطے اور قاعدے بالکل بے لاگ ہیں۔[۲:۴۹۲]

ہر جان ہر لمحہ خدا کی نگرانی میں ہے۔[۳:۷۰]

خدا کے قانون سے کوئی باہر نہیں۔[۳:۱۱۷]

خدا کی نعمتوں پر کوئی پابندی خدا ہی عائد کرسکتا ہے۔[۳:۲۵۲]

امید وبیم دونوں میں مرجع خدا ہی ہے۔[۳:۲۸۲]

امید و بیم دونوں میں خدا ہی کو مرجع بنانے کی تمثیل بارش سے۔[۳:۲۸۳]

آغاز واعادہ خدا کے اختیار میں ہے۔[۴:۲۴]

سب اختیار خدا کا ہے۔[۴:۱۷۳]

عمر کا طول وقصر خدا کی طرف سے ہے۔[۴:۴۲۹]

زندگی اور موت خدا کی طرف سے ہے۔[۴:۴۲۹]

عمر اور علم وعقل کی طرح رزق بھی خدا ہی کا عطیہ ہے۔[۴:۴۳۰]

رزق و فضل کی طرح بیوی بچوں کی نعمت بھی خدا سے ملی ہے۔[۴:۴۳۰]

تحلیل وتحریم کا حق صرف خدا کو ہے۔[۴:۴۶۰]

رزق کی تنگی وکشادگی خدا کی مشیت پر منحصر ہے۔[۴:۴۹۹]

ناسازگار حالات کے علی الرغم اللہ کا ارادہ پورا ہوگا۔[۵:۳۴۶]

رحمت و نقمت دونوں خدا ہی کے اختیار میں ہیں۔[۵:۴۲۰، ۶:۳۷، ۷:۲۰۴، ۷:۶۰۶]

رات اور دن کی آمد و شد پر تنہا اللہ ہی کا اختیار ہے۔[۵:۴۲۱، ۴۷۴]

رزق کی کمی بیشی اللہ ہی کے اختیار میں ہے۔[۶:۶۳]

اللہ جنّوں اور انسانوں سے بے نیاز ہے۔[۷:۶۳۰]

آسمان اور زمین خدا کے حکم سے قائم ہیں۔[۶:۸۸]

سب خدا کی زنجیر میں بندھے ہوئے ہیں۔[۶:۱۴۱]

کائنات کا اِنتظام اللہ تعالیٰ براہِ راست خود کررہا ہے۔[۶:۱۵۷]

صفات اور صلاحیتوں میں کمی بیشی کرنا اللہ ہی کے اختیار میں ہے۔[۶:۳۵۴]

ساری کائنات ایک ہی خدا کے ہاتھ میں ہے۔[۶:۴۲۶]

ہر چیز اللہ کے فضل کا کرشمہ ہے۔[۶:۴۲۷]

خدا کے ہاں سفارشوں کی کوئی گنجائش نہیں۔[۶:۵۴۸]

رزق وفضل اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔[۶:۶۰۰]

رحمت اور عذاب دونوں خدا ہی کے اختیار میں ہے۔[۷:۲۴]

نہ خدا سے کوئی چیز مخفی ہوگی اور نہ کوئی اس کے قابو سے باہر ہوگا۔[۷:۲۵]

اللہ کے بندوں کو کوئی اپنا بندہ نہیں بناسکتا۔[۷:۲۸۱]

اذنِ الٰہی کے بغیر کوئی سفارش کے لیے زبان نہیں ہلا سکے گا۔[۸:۶۴]

ہر کام کے لیے اللہ تعالیٰ کا ایک اشارہ کافی ہے۔[۸:۱۱۴]

کوئی چیز خدا کی گرفت سے باہر نہیں ہے۔[۸:۱۴۰،۱۸۵]

ہر چیز خدا ہی کے تھامے تھمی ہوئی ہے۔[۸:۴۹۸]

انسان ہر وقت خدا کی مٹھی میں ہے۔[۸:۶۲۲]

روپیہ کی بڑی سے بڑی مقدار بھی خدا کی پکڑ سے نہیں بچا سکتی۔[۹:۶۳۵]

اللہ تعالیٰ کو کسی چیز کا اندیشہ نہیں۔[۹:۳۹۴]

اصل محافظ اللہ تعالیٰ کی عنایت ہے۔[۸:۹۸]

اللہ تعالیٰ کا قانونِ مکافات سب کے لیے یکساں ہے۔[۸:۱۱۲]

ہر کام کے لیے اللہ تعالیٰ کے ہاں وقت مقرر ہے۔[۸:۱۱۴]

اللہ کے ہاں سب کا ریکارڈ محفوظ ہے۔[۸:۱۱۵]

قدرتِ خداوندی کے آثار۔[۷:۲۱۱،۸:۴۹۲]

مال اللہ تعالیٰ کی امانت ہے۔[۸:۲۰۳]

ہر چیز کا منبع اللہ ہے۔[۸:۲۳۰]

اللہ تعالیٰ ہر جگہ موجود ہے۔[۸:۲۵۷]

عظمتِ الٰہی کے ظہور کی دلیل۔[۸:۵۹۹]

اللہ تعالیٰ کی قدرت کی سب سے زیادہ واضح نشانی۔[۸:۶۰۰]

زمین ہر ایک کا ریکارڈ سنا دے گی اور یہ اللہ کے حکم سے ہو گا۔[۹:۴۹۳]

اللہ نے چیزیں مقصدِ خیر سے پیدا کی ہیں لیکن وہ اس کے حکم سے شر بھی بن جاتی ہیں۔[۹:۶۶۱]

قدرتِ الٰہی کا مشاہدہ خود اپنے وجود میں۔[۶:۸۴]

## محیطِ کُل علم

اللہ تعالیٰ کا ازلی و ابدی اور محیطِ کل علم [۱:۱۱۵]

خدا کے سوا سارے غیب کا علم کسی کو نہیں۔[۱:۱۶۲]

چھوٹی سے چھوٹی نیکی بھی اللہ کے علم میں رہتی ہے۔[۱:۴۸۴]

خدا کے تمام علم کا احاطہ کسی کے لیے بھی ممکن نہیں ہے۔[۱:۵۹۰]

خدا کا علم محیطِ کل ہے۔[۳:۶۸، ۴:۵۷۸]

علمِ الٰہی اور توحید و آخرت کا باہمی ربط۔[۳:۶۸]

خدا کا معاملہ سمع و علم پر مبنی ہوتا ہے۔[۳:۴۹۷]

خدا کا علم ہر چیز کو محیط ہے۔[۴:۱۰۸،۶:۲۹۱، ۷:۵۴۶]

آسمانوں اور زمین کے تمام رازوں کا حقیقی علم اللہ ہی کے پاس ہے۔[۴:۵۷۸]

متشابہات کی اصل حقیقت صرف اللہ تعالیٰ ہی کے علم میں ہے۔[۵:۱۹۰]

خدا کے صفتِ علم کی بار بار یاددہانی کی حکمت۔[ ۵:۳۹۵]

کوئی بات اللہ تعالیٰ کے علم سے باہر نہیں ہے۔[۸:۴۱۷]

صحیح توکل کی تعلیم کے لیے خدا کے محیطِ کل علم کا حوالہ۔[۹:۳۱۷]

## واحدہٗ لاشریک لہٗ

اللہ احد کا مفہوم [۹:۶۵۰]

اللہ تعالیٰ کی توحید اور قسط کی شہادت کے تین پہلو۔[۲:۴۷]

اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ قائم بالقسط ہے۔[۲:۵۱]

تکوینی توحید کی طرح تشریعی توحید بھی لازمی ہے۔[۳:۲۸۰]

تفویض الی اللہ توحید کی حقیقت ہے۔[۳:۳۱۳]

نظامِ کائنات کی باقاعدگی خدا کی توحید کی دلیل ہے۔[۶:۱۴۴]

اللہ تعالیٰ کی یکتائی کی دلیل۔[۷:۱۵۱]

حکمِ الٰہی کے بغیر تحلیل و تحریم شرک ہے۔[۱:۴۰۶]

حقیقی ایمان اللہ پر یہ ہے کہ آدمی بلا کسی شائبہ شرک کے اپنے کو پورا پورا اپنے رب کے حوالہ کر دے۔[۱:۴۲۳]

شرک کو اللہ تعالیٰ معاف نہیں فرمائے گا۔[۲:۳۱۳]

خدا کی ہدایت کے برخلاف کسی طریقے کی پیروی کرنا شرک ہے۔[۲:۳۸۷]

خدا کے سوا دوسرے وسائل پر اعتماد کرنے والوں کا انجام۔[۲:۵۱۱]

توحید اور شرک کے معاملہ میں فیصلہ کن گواہی خدا کی ہے۔[۳:۳۱]

خدا کا محیطِ کل علم شرک کے منافی ہے۔[۳:۱۳۱]

صفاتِ الٰہی کے باب میں گمراہی شرک کے عوامل میں سے ہے۔[۳:۲۷۹، ٦:۳۵۷]

خدا کے مزعومہ شرکاء کی بے حیثیتی۔[۳:۴۰۸]

خدا پر ایمان کی یہ بنیادی شرط ہے کہ اس کی ذات، صفات اور اس کے حقوق میں کسی کو ساجھی نہ قرار دیا جائے۔[۳:۵٦۲]

نتیجہ خیز، نافع اور موجبِ خیر و برکت پکارنا تو صرف اللہ ہی کو پکارنا ہے۔[۴:۲۷۸]

شرک خدا پر افتراء ہے۔[۴:۴۱۸]

اللہ تعالیٰ کی بلا شرکتِ غیرے حاکمیت کا اعلان۔[۴:۵۴۷]

خدا کے لیے اولاد ماننا اس کی صفاتِ الوہیت کے منافی ہے۔[۴:٦۸۷]

اپنے جی کے تحریم و تحلیل اللہ پر افتراء ہے۔[۴:٦۴]

غیر اللہ سے دعا شرک اور ضلالِ بعید ہے۔[۵:۲۲۳]

اللہ تعالیٰ تمام غائب و حاضر کا خود علم رکھنے والا ہے تو اس کی ضرورت کیا ہے کہ وہ کسی کو اپنا شریک بنائے۔[۵:۳۴۱]

عبادت کا حقدار صرف اللہ وحدہ لاشریک لہٗ ہے۔[۵:۴۲۰]

خدا کی یکتائی کی دلیل۔[۵:۴۴۴]

احاطۂ علمِ الٰہی کی دلیل سے شرک کا ابطال۔[۵:۷۰۱]

شرک کی نفی خدا کی صفات سے۔[٦:۴۹]

خدا کے حقوق میں حصہ داری کے خلاف ایک دلیل۔[٦:۸۹]

خدا کے شریک ٹھہرانے والوں سے ایک سوال۔[٦:۱۲۴]

اس حقیقت کی یاد دہانی کہ خدا کا کوئی شریک نہیں ہے۔[۷:٦۲۹]

خدا کے ساتھ شرک کا کوئی جوڑ نہیں۔[۸:۴۰]

خدا کی بادشاہی میں کسی کی حصہ داری نہیں۔[۸:۷۰]

خدا کا کوئی شریک نہیں۔[۸:۴۱۵]

تعددِ انواع تعددِ آلہہ کی دلیل نہیں۔[۵:۴۲۱]

## بندوں کا امتحان

امتحان اللہ کی ایک سنت ہے۔[۱:۳٦٦]

کارخانۂ کائنات کا سارا حسن و جمال اور اس کی ساری حکمت و برکت اللہ تعالیٰ کی سنتِ ابتلا کے اندر مضمر ہے۔[۱:۳٦۷]

شیطان کے پیروکاروں کو مہلت اور اہلِ حق کی آزمائش دونوں خدائے حکیم و دانا کی حکمت پر مبنی ہے۔[۱:۵۰۰]

اللہ عقل، اختیار اور شریعت کی نعمت دے کر لوگوں کا امتحان کرتا رہتا ہے۔[۲:۵۳٦]

اللہ تعالیٰ کی سنتِ ابتلاء۔[۳:۱۴۲، ۱۴۴]

امارت و غربت دونوں امتحان کے لیے ہیں۔[۳:٦۰]

اللہ تعالیٰ کا قانونِ امتحان و آزمائش اور اس کی حکمت۔[۳:۱۴۴]

خدا کی آزمائش سے عہدہ برآ ہونا آسان بازی نہیں ہے۔[۳:۱۷۱]

امتحانات کے بارے میں سنتِ الٰہی۔[۵:۵۱]

اللہ تعالیٰ کی آزمائشیں صرف امتحان کے لیے ہیں۔[٦:۵۰۰]

ابراہیم علیہ السلام کی کامیابی پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے تحسین۔[٦:۴۸۷]

امتحان کے بعد ایوب علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ کا فضل۔[٦:۵۴۰]

اللہ تعالیٰ بندوں کا امتحان لینے میں نہایت کریم ہے۔[۷:۴۲٦]

اللہ تعالیٰ نے زندگی کے ہر شعبہ میں امتحان رکھے ہیں۔[۵۶:۹]

اللہ تعالیٰ کی طرف سے سکینت کا نزول۔[۴۵۷:۷]

## مسئولیت

سب کی پیشی خدا ہی کے آگے ہوگی۔[۴:۲۴،۴۷]

سب خدا کے آگے مسئول ہیں۔[۵:۱۳۶]

## اللہ کی سنتیں

معجزات کے باب میں سنتِ الٰہی۔[۳:۳۴۳]

توبہ کے بارے میں سنت اللہ۔[۱:۱۶۹]

خدا کی رحمت اور نقمت کا ضابطہ۔[۳:۷۱]

خدا کی شان اسباب کے پردے سے ظاہر ہوتی ہے۔[۳:۴۴۸]

ختمِ قلوب کی سنتِ الٰہی۔[۴:۵۰۹]

اللہ کی ڈھیل۔[۳:۶۱۳]

خدائے عزیز ورحیم کی سنتِ امہال۔[۵:۵۰۰]

حق و باطل دونوں کے لیے اللہ کا قانونِ امہال۔[۱:۵۰۱]

مزید دیکھیے سننِ الٰہی

## انسان سے تعلق

قرآن مجید کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت کا صحیفہ بنا کر اتارا ہے اور ہر آدمی کے اندر طلبِ ہدایت کا داعیہ ودیعت فرمایا ہے۔[۱:۳۵]

انسان پر اللہ تعالیٰ کا سب سے بڑا احسان، نطق اور گویائی کی نعمت۔[۱:۴۶]

اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کو اچھی فطرت پر پیدا کیا ہے۔[۱:۱۱۴]

اللہ تعالیٰ نے انسان کو سمع، بصر، اور فواد کی عظیم صلاحیتیں عطا فرمائی ہیں۔[۱:۱۱۶]

خدا کے بعد سب سے بڑا حق۔[۱:۲۶۲]

اللہ تعالیٰ کی تمام دنیوی نعمتیں، بیوی بچے، مال وجاہ، اقتدار و سلطنت وغیرہ دو دھاری تلوار کی حیثیت رکھتی ہیں۔ نعمت کے بجائے عذاب بن جایا کرتی ہیں۔[۱:۲۸۶]

اللہ تعالیٰ نے انسان کی فطرت ایسی بنائی ہے کہ وہ تدریجی تربیت ہی کے ذریعہ سے اس مقام تک پہنچ سکتا تھا جس مقام پر پہنچ کر وہ خدا کے دین کامل کا اہل بن سکا۔[۱:۳۰۹]

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر غایت درجہ مہربان ہے۔[۱:۳۱۶]

بیت اللہ کو اللہ تعالیٰ نے تمام ذرّیتِ ابراہیم علیہ السلام کے لیے مرکز قرار دیا۔[۱:۳۱۸]

ابراہیم علیہ السلام کے لیے امامت و پیشوائی کا منصب عطیۂ الٰہی تھا۔[۱:۳۱۸]

اللہ تعالیٰ اور امتِ مسلمہ کے درمیان ایک عظیم معاہدہ۔[۱:۳۷۷]

اللہ تعالیٰ نے اپنے دین میں جو رخصتیں رکھی ہیں وہ سب اس کی مہربانی اور رحمت کا مظہر ہیں، وہ ہماری کمزوریوں اور مجبوریوں سے سب سے زیادہ باخبر ہے۔[۱:۴۱۹]

شبہات اور مشکلات میں خدا کی طرف رجوع کرنے کی ہدایت۔[۱:۴۵۳]

خدا اور بندے کا تعلق۔[۱:۴۵۴]

قوموں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا معاملہ۔[۱:۵۶۶]

خدا کو دینا اپنے لیے جمع کرنا ہے۔[۱:۶۲۳]

صاحبِ انفاق اور سود خور کے ساتھ اللہ کے معاملے۔[۱:۶۳۱]

اللہ تعالیٰ کے قیوم ہونے کا یہ لازمی تقاضا ہے کہ وہ ہمیں ہدایت بخشے۔[۲:۱۷]

ایمان کی اصل روح اللہ کی محبت ہے۔[۲:۷۱]

اللہ سے محبت کرنے کا واحد راستہ رسول ﷺ کی پیروی ہے۔[۲:۷۱]

خدا کی محبوبیت کا راستہ بھی رسول ﷺ کی پیروی ہے۔[۲:۷۱]

اللہ تعالیٰ نے انسان کو تمام مخلوقات سے افضل بنایا ہے۔[۱۹۱:۲]

انصار اللہ کے مضمرات۔[۲:۱۰۰]

خدا کا وعدۂ نصرت مشروط ہے۔[۲:۱۹۳]

انسان کی روحانی زندگی کی بقا کے لیے اللہ کی یاد ضروری ہے۔[۲۲۹:۲]

اللہ تعالیٰ نے مرد کو عورت پر فضیلت بخشی ہے۔[۲۹۱:۲]

خدا کی راہ میں جہاد کے سزاوار کون ہیں؟[۲:۳۳۵]

اللہ اور اہل ایمان کا معیارِ پسند و ناپسند الگ الگ نہیں ہو سکتا۔[۲:۳۷۹]

خدا کے ہاں کام آنے والی چیز ایمان وعملِ صالح۔[۲:۳۸۴]

انسان کو اللہ تعالیٰ نے احسن تقویم پر پیدا کیا ہے اور اس کو خیر وشر کی معرفت بخشی ہے۔[۲:۴۳۲]

ایمان اور عمل صالح کی راہ اختیار کرنے والوں کو اللہ پورا پورا اجر بھی دے گا اور ان کو اپنے فضل سے بھی نوازے گا۔[۲:۴۳۸]

کتاب اللہ اور شریعت کو مضبوطی سے تھامنا ہی خدا سے قربت کا واسطہ ہے۔[۲:۵۱۰]

اللہ تعالیٰ اپنی کتاب انفرادی و اجتماعی زندگی اس کے احکام وقوانین کے مطابق بسر کرنے کے لیے عطا فرماتا ہے۔[۲:۵۵۶]

خدا کے ساتھ نسبت کی شرط۔[۲:۵۶۳]

حزب اللہ سے مراد۔[۲:۵۴۹، ۸:۲۷۴]

خدا سے غفلت زندگی کے حقائق سے غفلت ہے۔[۲:۵۹۱]

اللہ کی یاد کا خاصہ۔[۲:۵۹۱]

شریعت میں تدریج بندوں کی سہولت کے پہلو سے اللہ تعالیٰ نے پسند فرمائی ہے۔[۲:۵۹۲]

جب تک کوئی قوم اپنے ایمان و کردار کو محفوظ رکھے گی خدا اس کو قائم رکھے گا۔[۳:۱۹]

نصرتِ الٰہی کے ظہور کے لیے سنتِ الٰہی۔[۳:۴۴]

کسی قوم پر عذاب بھیجنے کے معاملہ میں سنتِ الٰہی۔[۳:۵۱]

ملکوتِ الٰہی میں تفکر تمام علم کی کلید ہے۔[۳:۹۰]

ملکوتِ الٰہی میں تفکر کی برکتیں۔[۳:۱۰۰]

ہر ورق معرفتِ کردگار کا دفتر ہے۔[ ۳:۱۲۷، ۴:۳۹۶]

خدا کے لیے پیکرِ محسوس تراشنے کی ممانعت۔[۳:۱۳۲]

نشانیوں سے ہدایت پانے کے بارے میں سنتِ الٰہی۔[۳:۱۴۰]

ایمان کے باب میں سنتِ الٰہی۔[۳:۱۴۲]

ذبح کے وقت اللہ کا نام لینے کی ضرورت۔[۳:۱۵۷]

اللہ کی نعمتوں کے جائز حقدار اہلِ ایمان ہی ہیں۔[۳:۲۵۲]

خدا سے دعا کے آداب۔[۳:۲۷۹]

اللہ تعالیٰ کے احکام کی شناخت کی کسوٹی۔[۳:۲۴۹]

عقل اور دل کے اندھوں کے ساتھ خدا کا معاملہ۔[۳:۲۹۶]

ایمان باللہ کا کرشمہ۔[۳:۳۴۸]

ایمان باللہ کے نتیجہ میں انقلاب حال۔[۳:۳۴۹]

انسان ناسوتی آنکھوں سے خدا کو نہیں دیکھ سکتا۔[۳:۳۶۰]

خدا کی پکڑ سے صرف حق نصیحت ادا کرنے والے ہی بچتے ہیں۔[۳:۳۸۰]

تمام بنی آدم سے خدا نے اپنے رب ہونے کا اقرار لیا۔[۳:۳۹۲]

اللہ تعالیٰ کی ڈھیل ہلاکت کا پھندا ہے۔[۳:۴۰۰]

خدا کو یاد کرنے کا طریقہ۔[۳:۴۱۴]

اللہ تعالیٰ کسی قوم کے ساتھ اپنے رویے کو نہیں بدلتا جب تک وہ قوم اپنا رویہ نہ بدل لے۔[۳:۴۲۴]

اللہ تعالیٰ کی مدد اسباب کے پردے سے ظاہر ہوتی ہے۔[۳:۴۲۸]

ایمان باللہ کا لازمی تقاضا۔[۳:۴۳۱]

بدر کے لیے مسلمانوں کا نکلنا ایمائے الٰہی سے ہوا۔[۳:۴۳۵]

خدائی احکام کا منشا سمجھنے کے لیے ایک عقلی کسوٹی۔[۳:۴۳۸]

ابتدائے اسلام میں مسلمانوں پر خدا کے انعامات۔[۳:۴۶۰]

غزوۂ بدر میں خدا کی کارسازی۔[۳:۴۸۳، ۴۸۶، ۴:۲۰۰، ۵:۶۶۲]

ثابت قدمی کا ذریعہ اللہ کی یاد ہے۔[۳:۴۸۷]

خدا کی معیت حاصل ہونے کی شرط۔[۳:۴۸۸]

مسلمانوں کے دشمن اللہ کے دشمن۔[۳:۵۰۳]

اللہ کی نصرت کا استحقاق اپنے اندر صفت صبر پیدا کرنے سے حاصل ہوتا ہے۔[۳:۵۰۷]

خدا ساز بات۔[۳:۵۰۵، ۵:۱۷۴]

اللہ اور اہل ایمان کے مابین بیع وشرا کا معاملہ۔[۳:۶۴۵]

توبہ کی ابتداً اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہے۔[۳:۶۶۰]

خدا کی دوستی ایمان وتقویٰ کی بنا پر۔[۴:۶۶]

اللہ ورسول کو محبوب رکھنے کا مطلب۔[۳:۵۵۲]

اللہ پر بھروسا کرنے کی ہدایت۔[۴:۱۷۸]

باطن کا نورِ یزدانی۔[۴:۲۰۶]

برہانِ رب سے مراد۔[۴:۲۰۶]

اللہ کا معاملہ خوب کاروں کے ساتھ۔[۴:۲۳۸]

ہدایت خدا کی توفیق بخشی پر منحصر ہے۔[۴:۳۰۸]

خدا ترسوں کا انجام نیک۔[۴:۳۶۲]

اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا حق۔[۴:۴۳۲]

اللہ کی نعمتوں سے متمتع ہونے والوں کے لیے سبق۔[۴:۳۹۱]

اللہ تعالیٰ کی طرف سے مرتبۂ بلند کی تحسین۔[۴:۲۸۶]

اللہ کے حضور مخلوقات کی حیثیت۔[۴:۶۸۷]

اللہ تعالیٰ کی عطا و بخشش عام ہے۔[۴:۴۶۰]

آیاتِ الٰہی سے فائدہ اٹھانے والوں کی صفتیں۔[۴:۴۲۸]

معاملہ اللہ کے حوالہ کرنے کی ہدایت۔[۴:۵۳۴، ۵۴۲]

اللہ تعالیٰ کی طرف سے نصرت کی بشارت۔[۴:۵۷۰]

وعدہ مشروط بمشیتِ الٰہی کیا جائے۔[۴:۵۷۶]

خدا کا کامل العیار بندہ۔[۴:۶۶۵]

اللہ تعالیٰ کا ہر شے پر ہدایت کا فیضان۔[۵:۵۶]

طمانیتِ قلب ذکرِ الٰہی سے ہے۔[۴:۲۹۰، ۵:۱۰۳]

ابراہیم علیہ السلام پر اللہ کا انعام۔[۵:۱۶۵]

اللہ تعالیٰ نے آگ کو ابراہیم علیہ السلام کے لیے ٹھنڈک اور سلامتی بنا دیا۔[۵:۱۶۵]

انسان کا اپنا وجود خدا اور آخرت کا شاہد ہے۔[۵:۳۰۳]

جو خدا کو مانتا ہے اس کی رات بھی دن کی طرح روشن ہے۔[۵:۴۰۹]

بدتمیزوں سے الجھنا عباد الرحمٰن کی شان کے خلاف ہے۔[۵:۴۸۶]

عباد الشیطان کے بعد عباد الرحمٰن کا بیان۔[۵:۴۸۶]

اللہ تعالیٰ کی معرفت کے لیے انسان کی اپنی خلقت ایک درسگاہ ہے۔[۵:۲۱۷]

عباد الرحمٰن کی خلوت کی زندگی۔[۵:۴۸۷]

اللہ تعالیٰ کی طرف سے ابراہیمؑ کی بات کی تکمیل۔[۵:۵۲۷]

خدا سے منحرف لیڈروں سے ہوشیار رہنے کی ہدایت۔[۵:۵۴۳]

قوموں کا ردّوبدل تمام تر خدا کے اذن سے ہوتا ہے۔[۵:۶۲۵]

موسیٰ علیہ السلام کی حفاظت کے لیے خدائی انتظامات۔[۵:۶۵۸]

آزمائشوں میں اہل ایمان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا معاملہ۔[۶۶۱:۵]

اللہ کی راہ میں کام کرنے والوں کے لیے ایک سبق۔[۶۶۷:۵]

حقیقی علم خدا کی معرفت اور آخرت کا علم ہے۔[۷۱۱:۵]

جو ذمہ داری بندے پر خدا ڈالتا ہے وہ اس میں اس کی مدد فرماتا ہے۔[۷۱۶:۵]

جو عہدہ اللہ بغیر کسی تمنا کے کسی کو دیتا ہے اس میں وہ اس کی مدد فرماتا ہے۔[۷۱۷:۵]

اللہ تعالیٰ لوگوں کے ساتھ جزا وسزا کا معاملہ مجرد اپنے علم کی بنیاد پر نہیں کرتا بلکہ لوگوں کے عمل کی بنیاد پر کرتا ہے۔[۱۶:۶]

دنیا کی طرح دین بھی خدا کے کام آنے والی کوئی چیز نہیں ہے بلکہ بندوں ہی کے کام آنے والی چیز ہے۔[۱۷:۶]

اہلِ ایمان کے ساتھ اللہ کا معاملہ۔[۱۸:۶]

باپ ماں کے حقوق خدا کے حقوق کے تحت ہیں۔[۱۸:۶]

دین کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے ہر شخص کے اپنے کندھوں پر ڈالی ہے، اس معاملے میں بے سوچے سمجھے نہ کسی کی تقلید جائز ہے اور نہ کسی کو اپنی تقلید پر مجبور کرنا جائز ہے۔[۲۱:۶]

اللہ تعالیٰ کے ہاں ہر شخص خود مسئول اور ذمہ دار ہے۔[۲۲:۶]

ہجرت کے بعد اللہ تعالیٰ کا انعام۔[۳۵:۶]

اللہ تعالیٰ نے قوموں کی تباہی کی مدت ان کے اخلاقی زوال کے پیمانے سے ناپ کر مقرر کی ہے۔[۶۰:۶]

خدا ہی پر بھروسا کرنے کے دلائل۔[۶۳:۶]

قوموں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا معاملہ۔[۷۶:۶]

خدا کے خلاف والدین کی اطاعت جائز نہیں ہے۔[۱۲۹:۶]

خدا کے ساتھ تعلق کا اصل ذریعہ۔[۱۴۰:۶]

اُمّی عربوں پر اللہ تعالیٰ کا عظیم احسان۔[۱۵۶:۶]

خدا کی قدرت کا کرشمہ۔ انسان۔[۱۶۰:۶]

توکل علی اللہ کی دلیل۔[۱۸۶:۶]

تائیدِ الٰہی کے کرشموں کی یاددہانی۔[۱۹۸:۶]

اہل ایمان کے لیے آخرت میں اللہ تعالیٰ کا سلام وپیغام۔[۲۴۰:۶]

تفویض الی اللہ۔[۳۴۱:۶]

خدا کے تقرب کا واحد ذریعہ ایمان اور عملِ صالح ہے۔[۳۶۳:۶]

اللہ نے ہر قسم کی مخلوقات کے لیے ان کے جبلی تقاضوں کے مطابق غذا فراہم کی ہے۔[۸۳:۷]

اللہ تعالیٰ لوگوں کے کفر وایمان سے بے نیاز ہے۔[۵۶۶:۶]

جمادات بھی اپنے رب کے احکام کے سمجھنے اور ان کی تعمیل کے معاملہ میں عاقل ہیں۔[۸۵:۷]

صحیح علم کا منبع اللہ کی معرفت ہے۔[۳۷۷:۶]

خلق کی ہدایت کے لیے اللہ تعالیٰ کا انتظام۔[۳۸۳:۶]

اہل جنت کے احساسات اللہ تعالیٰ کے وعدوں کے اظہار کے بعد۔[۳۸۶:۶]

خدا کا عدل ہر قوم کے لیے یکساں ہے۔[۳۹۰:۶]

ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالنے کی سازش اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کی حفاظت۔[۴۸۳:۶]

خدا کے ساتھ بندے کے تعلق کے متوازن ہونے کی شرط۔[۵۷۱:۶]

بندے کے لیے اللہ کی حفاظت کافی ہے۔[۵۹۲:۶]

اللہ سے مایوسی جائز نہیں۔[۶۰۳:۶]

اللہ سے ڈرنے والوں کو صلہ۔[۶۰۵:۶]

اللہ سے مایوسی اور بدگمانی کا نظام۔[۲۲۶:۵]

اللہ تعالیٰ کی رحمت کے طالبوں کے لیے صحیح راستہ۔[۶۰۳:۶]

اللہ تعالیٰ نے ہر آدمی کو حق و باطل میں امتیاز کے لیے عقل عطا فرمائی ہے۔[۶۷۶:۶]

اللہ تعالیٰ کی عنایت ہی اصل محافظ ہے۔[۸:۹۸]

خدا کی مرضیات کے علم کا واحد ذریعہ وحی ہے۔[۷:۲۴]

اللہ سے مانگنے کے لیے کسی وسیلہ کی ضرورت نہیں ہے۔[۷:۵۸]

اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی ہر صحیح دعا ضرور قبول فرماتا ہے۔[۷:۵۹]

خدا کی نشانیوں کو خدا نہ بناؤ۔[۷:۱۰۷]

اللہ تعالیٰ کی طرف سے متقی بندوں کو مبارک باد۔[۷:۲۵۱]

خدا کے خوف کے بغیر سامانِ عیش تباہی کا پیش خیمہ ہے۔[۷:۲۸۳]

قوموں پر جب خدا کا عذاب آتا ہے تو وہ اپنے ہی اسلحہ سے خودکشی کرتی ہیں۔[۷:۲۸۹]

اللہ تعالیٰ کے حقوق کا شعور۔[۷:۳۶۳]

اللہ کی رحمت کے حق دار۔[۷:۲۹۰]

خداترسوں کا صلہ۔[۷:۲۹۱]

خدا کی گواہی کے معلوم کرنے کا قابلِ اعتماد ذریعہ۔[۷:۳۴۷]

ماں باپ کے حقوق کا شعور خدا کے حقوق کے شعور کے لیے نشانِ راہ ہے۔[۷:۳۶۳]

اللہ تعالیٰ کی قدرت وعظمت کے شواہد۔[۷:۶۲۶]

اللہ تعالیٰ کے دنوں کو اپنے دنوں پر قیاس نہ کرو۔[۸:۵۶۵]

خدائی ایام ہمارے دنوں سے مختلف ہیں۔[۷:۸۱]

کان، آنکھ اور دل کی صلاحیتیں آیاتِ الٰہی سے بیدار ہوتی ہیں۔[۷:۳۷۳]

نصرتِ الٰہی کا ظہور کب ہوتا ہے۔[۷:۴۰۱]

خدا کی اطاعت اپنے ذاتی مصالح سے بالاتر ہو کر کرو۔[۵:۴۷۷، ۷:۴۲۴]

منافقین کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا فیصلہ۔[۷:۴۵۴]

خلق اور خالق کے ساتھ مربوط زندگی۔[۷:۴۷۲]

جنھوں نے دنیا میں خدا کی پابندیوں کا احترام کیا ان کے لیے آخرت میں آزادی۔[۷:۵۹۱]

اللہ تعالیٰ کی توفیق کا احسان۔[۷:۵۲۲]

انسان کے مرتبۂ خلافت کا یہ لازمی تقاضا ہے کہ خدا کے آگے اس کی پیشی ہو۔[۷:۵۹۸]

انسان سے اللہ تعالیٰ کا اصل معاملہ۔[۸:۷۱]

ہر مشکل کی کلید اللہ تعالیٰ سے استعانت ہے۔[۸:۲۴۸]

جو اللہ سے نہیں ڈرتے وہ بندوں سے ڈرتے ہیں۔[۸:۳۰۱]

جو خدا کو بھلا دیتے ہیں وہ خود اپنے کو بھلا دیتے ہیں۔[۸:۳۰۸]

گناہوں پر اصرار کرنے والوں کو اللہ مغفرت سے محروم کر دیتا ہے۔[۸:۴۰۲]

طلاق کے باب میں حدودِ الٰہی کا احترام۔[۸:۴۳۵]

حدودِ الٰہی کی خلاف ورزی کا ضرر خلاف ورزی کرنے والوں کو پہنچتا ہے۔[۸:۴۳۷]

حدودِ الٰہی کی پابندی کرنے والوں کو عظیم بشارت۔[۸:۴۳۹]

اللہ کی مدد کے ظہور کے لیے ایک وقت مقرر ہوتا ہے۔[۸:۴۴۰]

حدودِ الٰہی کے معاملہ میں کوئی بھی احتساب سے بالا نہیں ہے۔[۸:۴۶۱]

توجہ اور رجوع الی اللہ کی دعوتِ عام۔[۸:۴۷۱]

نیک اور بد میں امتیاز عدلِ الٰہی کا لازمی تقاضا ہے۔[۸:۵۲۵]

رب کے دامنِ رحمت میں پناہ گیر ہونے کا طریقہ۔[۹:۲۷]

انفاق صرف اللہ کی رضا جوئی کے لیے ہے۔[۹:۱۱۳]

مثمر درختوں کا کاٹنا اللہ کے حکم سے۔[۸:۲۸۹]

خدا کی کریمی سے مہلک مغالطہ۔[۹:۲۴۱]

انسان کی خلقت میں حکمت کا پایا جانا دلیل ہے کہ وہ کھلونا نہیں ہے۔[۹:۲۴۲]

ہر انسان کشاں کشاں خدا کی طرف جا رہا ہے۔[۹:۲۷۳]

انسان کا وجود خود شاہد ہے کہ خدا اس کو دوبارہ اٹھا سکتا ہے۔[۹:۳۰۲]

اللہ تعالیٰ کے ہر کام میں ایک تدریج ہوتی ہے جو اس کی حکمت پر مبنی ہوتی ہے۔[۹:۳۱۳]

خدا کا مقرب بننے کے لیے بازیاں کھیلنی پڑتی ہیں۔[۹:۳۷۶]

انسان کو اللہ تعالیٰ نے نہایت اعلیٰ مقصد کے لیے بہترین صلاحیتوں سے آراستہ کیا ہے۔[۹:۴۳۸]

وہ سنت جس کے تحت اللہ تعالیٰ انسان کے ساتھ معاملہ کرتا ہے۔[۹:۴۳۸]

اعمال کے ریکارڈ کے ساتھ محرکاتِ اعمال کا ریکارڈ بھی خدا کے سامنے ہوگا۔[۹:۵۰۴]

اللہ تعالیٰ کی خاص مدد۔[۹:۶۲۰]

فتح و نصرت تائید الٰہی سے حاصل ہوتی ہے۔[۹:۶۲۱]

اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی حفاظت کرتا ہے جو اس کو یاد رکھتے ہیں۔[۹:۶۶۳]

اللہ تعالیٰ کی یاد کی اہمیت۔[۹:۳۱۳]

## قرآن اور صاحب قرآن سے تعلق

اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت کی باتیں اور اپنی آیات مختلف شکلوں اور گوناگوں پیرایوں سے پیش فرمائی ہیں۔[۱:۲۷]

قرآن مجید خدا کی صفت رحمانیت کا مظہر۔[۱:۴۷]

شریعت کی نعمت نازل فرمانے والا۔[۱:۶۰]

اللہ کی کتاب، قرآن۔[۱:۱۰۹، ۱۴۸]

قرآن خدائی کلام ہے۔[۱:۱۳۸]

اللہ تعالیٰ کے خطاب کی نوعیت۔[۷:۱۹۱ تا ۱۹۳]

خدا کی شریعت قرآن مجید میں اپنے ترقی و کمال کے آخری درجہ پر پہنچ چکی ہے۔[۱:۳۱۷]

نعمۃ اللہ سے مراد اللہ کی ہدایت اور شریعت ہے۔[۱:۵۰۱]

ہمیشہ سے اللہ کا دین اسلام ہی ہے۔[۱:۵۰۳]

پیغمبر ﷺ کی تعلیم عین اللہ کی تعلیم ہے۔[۱:۵۵۴]

اللہ تعالیٰ کی قدرت، علم اور غیرت کے اظہار کے لیے انبیاء کے صحیفوں میں ''زندہ خداوند'' کی تعبیر استعمال ہوئی ہے۔[۲:۱۶]

اللہ تعالیٰ حی و قیوم ہے اس وجہ سے اس نے ہماری زندگی کی رہنمائی اور ہمیں عدل و قسط پر استوار رکھنے کے لیے قرآن کو قولِ فیصل بنا کر اتارا ہے۔[۲:۱۸]

قرآن کو اللہ تعالیٰ نے نور و برہان بنا کر اتارا ہے۔[۲:۲۹]

دینِ اسلام ہی اللہ کا دین ہے۔[۲:۵۱]

رسول خدا کی تشریعی حاکمیت کا مظہر ہے۔[۲:۳۲۹]

رسول کا ہر کام خدا کی رہنمائی میں ہوتا ہے۔[۲:۳۴۴]

نبی ﷺ کا مقرر کردہ فریضہ عین اللہ کا فریضہ ہے۔[۲:۳۷۳]

شریعتِ الٰہی کا مطالبہ۔[۲:۵۹۲]

غیر مشروع شعائر سے اجتناب کی ہدایت۔[۲:۶۰۱]

عذاب کا لانا پیغمبر ﷺ کے اختیار میں نہیں، خدا کے اختیار میں ہے۔[۳:۱۲]

خدا کی ہدایت آجانے کے بعد کسی کے لیے کوئی عذر باقی نہیں رہا۔[۳:۸۱]

خلق کی ہدایت کا سامان کرنا خدا کی صفات کا لازمی تقاضا ہے۔[۳:۱۰۷]

گفتہ او گفتۂ اللہ بود۔[۳:۱۳۳]

اصل حَکَم اللہ اور اس کی کتاب ہے۔[۳:۱۴۵]

اللہ کے رسول دو عذابوں سے ڈراتے ہیں۔[۳:۲۹۴]

اللہ اور اس کے رسولوں کے درمیان کوئی تفریق نہیں۔[۱:۲۸۹]

رسول سے اعراض اللہ سے اعراض کے ہم معنی ہے۔[۳:۴۵۶]

اللہ و رسول کی دعوت حقیقی زندگی کی دعوت ہے۔[۳:۴۵۸]

اطاعت اللہ ورسول، کا ایک خاص مفہوم۔[۳:۴۸۸]

اللہ ورسول کے محبوب رکھنے کا مطلب۔[۳:۵۵۲]

پیغمبر ﷺ کے ساتھ خدا کی مدد۔[۳:۵۷۶]

آیات الٰہی کا استہزاء کفر ہے۔[۳:۶۰۱]

قرآن کی حفاظت کا ذمہ دار خود خدا ہے۔[۴:۳۴۸]

رسولوں کو اللہ کی مشترک ہدایت۔[۴:۳۸۹]

اللہ کے ہر رسول نے اللہ ہی کی بندگی کی دعوت دی۔[۴:۴۱۰]

کتابِ الٰہی اتمامِ حجت کا ذریعہ ہے۔[۴:۴۳۸]

کتابِ الٰہی اللہ کی ایک عظیم نعمت ہے۔[۴:۴۱۲]

قرآن کی عظمت کا بیان اور یہ خدا کی جن صفات کا مظہر ہے ان کا حوالہ۔[۵:۱۶]

قرآن کسی سائل کی درخواست نہیں بلکہ خالق کا فرمان ہے۔[۵:۱۶]

تمام انبیاء کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک ہی دین ملا اور وہ ایک ہی دعوت کے داعی بن کر آئے۔[۵:۲۹۴، ۳۲۵]

قرآن اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت ہے۔[۵:۴۴۳]

قیامت کے دن نبی ﷺ کا اپنے رب سے شکوہ۔[۵:۴۶۱]

رسول ﷺ سے بغاوت خدا سے بغاوت ہے۔[۷:۲۸۲]

اللہ اور رسول ﷺ کا معاملہ الگ الگ نہیں ہے۔[۷:۴۸۷]

رسول قوم کے لیے خدا کی عدالت ہوتا ہے۔[۸:۹۰]

قرآن اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی رحمت ہے۔[۸:۱۲۷]

رسول اللہ ﷺ کی بعثت اللہ تعالیٰ کی صفات کے تقاضوں کی تکمیل کے لیے ہوئی۔[۸:۳۷۷]

رسول ﷺ کی زندگی سراپا ذکر الٰہی ہوتی ہے۔[۸:۴۴۶]

قرآن کا نزول اللہ تعالیٰ کی سکیم کے تحت ہوا ہے۔[۹:۴۶۶]

## ظالمین سے معاملہ

اللہ تعالیٰ کو کوئی دھوکا نہیں دے سکتا۔[۱:۱۱۹]

مجالس میں اللہ کی آیات کا مذاق۔[۲:۴۱۰]

اللہ کے ساتھ دھوکا بازی کرنے والا خود دھوکے میں ہے۔[۲:۴۱۱]

اس دنیا میں فساد منشائے الٰہی کے خلاف ہے۔[۲:۵۵۵]

خدا کی رعایت سے جسارت میں اضافہ۔[۲:۵۶۶]

اپنے جی سے تحریم و تحلیل حدودِ الٰہی میں مداخلت ہے۔[۲:۵۸۸]

اللہ تعالیٰ کا طریقہ یہ نہیں ہے کہ وہ اپنے رسولوں کی تکذیب کرنے والوں کو فوراً پکڑ لے بلکہ وہ ان کو ایک خاص مدت تک مہلت دیتا ہے۔[۳:۴۷]

فیصلہ کن عذاب کے باب میں سنتِ الٰہی۔[۳:۵۴]

رسولوں کی تکذیب کرنے والوں کو خدا نے ہمیشہ تباہ کر دیا ہے۔[۳:۲۱۵]

دلوں پر مہر قہرِ الٰہی کی تمہید ہے۔[۳:۳۲۰]

خدا کی ڈھیل ہلاکت کا پھندا ہے۔[۳:۴۰۰]

خدا کے نزدیک بدترین جانور۔[۳:۴۵۶]

عذابِ الٰہی کے باب میں سنتِ الٰہی۔[۳:۴۶۸]

خدا کا انتقام بے پناہ۔[۳:۴۷۳]

اہل ایمان کا دشمن اللہ ورسول کا دشمن ہے۔[۳:۵۴۸]

خدا کے غضب کا سبب: کفر ونفاق۔[۳:۶۲۹]

خدا کی گرفت سے خدا کی پناہ۔[۳:۶۵۹]

اللہ سے فرار اختیار کرنے والوں پر لعنت۔[۳:۶۶۶]

خدا کی پکڑ دورِ عروج میں ہوتی ہے۔[۴:۴۲]

بنی اسرائیل پر اللہ کا انعام اور ان کی ناشکری۔[۴:۸۵]

عذابِ الٰہی کے بارے میں سنتِ الٰہی۔[۴:۲۵۹، ۲۷۵]

عذاب کا وقت خدا کی مشیت وحکمت کے مطابق۔[۳۰۰:۴]

عذاب الٰہی کے مؤخر ہونے کی وجہ۔[۳۴۷:۴]

قرآن کو وحیِ الٰہی ماننے سے یہود کا انکار۔[۴۵۰:۴]

متکبرین خدا کے مبغوض ہیں۔[۳۹۹:۴]

اللہ کی نعمتوں کی ناقدری۔[۵۲۳:۴]

سرکشوں کے معاملہ میں سنتِ الٰہی۔[۶۸۰:۴]

ذکرِ الٰہی سے غافل قیامت کو اندھے اٹھیں گے۔[۱۰۳:۵]

خدا کی پکڑ سے کوئی پناہ نہیں۔[۱۲۸:۵]

مٹی کی مورتوں کے لیے غیرت مند اور خدائے رحمان کے لیے بے غیرت۔[۱۴۸:۵]

خدا کے دین میں تفریق پیدا کرنے والوں کو دھمکی۔[۱۸۶:۵]

خدا سے مایوسی و بدگمانی کا انجام۔[۲۲۶:۵]

جو خدا کو نہیں مانتا اس کے لیے یہ کائنات عالمِ ظلمات ہے۔[۴۰۹:۵]

شیطان سے دوستی اور خدا سے پیکار۔[۴۷۹:۵]

مفسدین کی چال کے مقابل میں اللہ تعالیٰ کی تدبیر۔[۶۱۳:۵]

خدائی نظام کی مخالفت کے لیے شیاطین کا مخصوص حربہ۔[۶۹۱:۵]

اللہ تعالیٰ کی تنبیہ[۷۱۰:۵]

اللہ تعالیٰ کے حتمی فیصلے کا حوالہ۔[۱۶۳:۶]

جو لوگ خدا کے قانون کی زد میں آ چکے وہ ایمان نہیں لائیں گے۔[۳۵۸:۶]

ہدایت و ضلالت کے معاملہ میں خدا کا قانون۔[۳۷۲:۶]

مکذبین کے ساتھ اللہ کا معاملہ۔[۳۷۵:۶]

عذابِ الٰہی کا مقابلہ دنیا کی بڑی سے بڑی طاقت بھی نہیں کر سکتی۔[۵۱۶:۶]

اللہ کی یاددہانی سے اعراض کا انجام۔[۹۸:۷]

قیامت کے منکروں کا تصور خدا کے متعلق بالکل باطل ہے۔[۳۱۹:۷]

انعامات جو اللہ نے بنی اسرائیل پر کیے لیکن انہوں نے ان کی ناقدری کی۔[۳۱۵:۷]

ہٹ دھرموں کا معاملہ اللہ کے حوالے کیا جائے۔[۳۵۰:۷]

خدا کے حقوق کے منکر لازماً بندوں کے حقوق کے بھی منکر ہوں گے۔[۵۵۱:۷]

اللہ تعالیٰ کے عذاب کا مقابلہ کسی کے بس میں نہیں ہے۔[۱۱۲:۸]

جو خدا کو بھلا بیٹھتا ہے وہ شیطان کے ہتھے چڑھ جاتا ہے۔[۲۷۲:۸]

خدا کا حملہ بے امان ہے۔[۲۸۴:۸]

اللہ تعالیٰ کے غضب کا سبب۔[۴۰۳:۸]

کوئی فوج خدائی حملہ کا دفاع نہیں کر سکتی۔[۴۹۹:۸]

رسول ﷺ کی نافرمانی خدا سے بغاوت ہے[۵۴۴:۸]

اللہ کی بھڑکائی ہوئی آگ کی ایک خاص صفت۔[۵۵۰:۹]

ان لوگوں کا معاملہ اللہ کے حوالے جو اپنی ضد پر اڑے ہوئے تھے۔[۱۴۶:۷]

اللہ تعالیٰ سے بیٹیاں منسوب کرنے پر نکیر۔[۲۱۵:۷]

کائنات میں خدا کی شانیں۔[۱۱۹:۳]

فرشتے اللہ تعالیٰ اور اس کی دوسری مخلوقات کے درمیان قابلِ اعتماد واسطہ ہیں۔[۱۵۷:۱]

خدا کے دربار میں فرشتوں کی حیثیت۔[۱۳۸:۵]

اذان شعائرِ الٰہی میں سے ہے۔[۵۵۰:۲]

مسجد اپنی فطرت ہی سے خدا کے لیے خاص ہوتی ہے۔[۲۵۰:۳]

خدائی تقویم۔[۵۶۹:۳]

اللہ تعالیٰ کا عظیم احسان۔[۲۱:۴]

اسمائے حسنیٰ کی برکات۔[۱۸:۵]

قدرتِ خداوندی کا کرشمہ۔[۵۱۸،۷۱:۵]

چوپایوں کی جانوں پر اللہ کے نام کا قفل۔[۲۴۴:۵]
خدائی دنوں کے پیمانے۔[۵۶۵:۸،۲۶۵:۵]
خدائی ایام کی نوعیت۔[۱۵۸:۶]
اس کائنات کی ہر چیز اپنے عمل سے خدا کی تسبیح کی دعوت دیتی ہے۔[۴۱۹:۵]
نبوت ایک موہبت ربانی ہے۔[۷۱۷،۵۸۰:۵]
اللہ تعالیٰ کے خطاب کی مختلف شکلیں۔[۱۹۱:۷]
اللہ کو قسموں کا ہدف بنانے کا مطلب۔[۵۲۹:۱]
اللہ کی مدد سے مراد اللہ کے رسول ﷺ اور اس کے اس دین کی تائید وحمایت ہے۔[۱۰۱:۲]
اعتصام باللہ کی حقیقت۔[۱۵۲:۲]
خدا کے بعد سب سے بڑا حق والدین کا ہے۔[۴۹۵:۴،۲۹۸:۲]
خدا کی زمین پر عدل اور ظلم کی پہلی کشمکش۔[۴۹۵:۲]
عہدِ الٰہی کی پاسبان خشیتِ الٰہی ہے۔[۵۲۸:۲]
حزب اللہ سے مراد۔[۵۴۹:۲]
شریعتِ الٰہی میں قسم کی اہمیت۔[۵۸۹:۲]
یثاقِ الٰہی کی ذمہ داری دنیا اور آخرت دونوں میں۔[۶۰۶:۲]
ان مباح چیزوں کی تحریم جن پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو۔[۱۵۷:۳]
ابلیس کا چیلنج اللہ تعالیٰ کو۔[۲۳۲:۳]
خدا کا دوٹوک فیصلہ۔[۲۳۴:۳]
خدا کے احکام کی شناخت کے لیے کسوٹی۔[۲۴۹:۳]
خدا کی حرام ٹھہرائی ہوئی اصل چیزیں۔[۲۵۳:۳]
خدا کی سکیم کے فوائد ومصالح۔[۴۸۴:۳]
خدا کی بیان کردہ تمثیل۔[۴۳۱:۴]
خدائی حرام کردہ چیزیں۔[۴۵۹:۴]
مریم علیہا السلام کی بریت کے لیے شانِ خداوندی کا ظہور۔[۶۴۷:۴]
موسیٰ علیہ السلام کی حفاظت کے لیے خدائی انتظامات۔[۴۳:۵]
اللہ تعالیٰ کی طرف سے تسلی۔[۵۴:۵]
موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کی اطمینان دہانی۔[۶۵:۵]
تفویض الی اللہ۔[۳۴۱:۶،۲۰۰،۱۲۳:۵]
اللہ تعالیٰ کی طرف سے اطمینان دہانی۔[۵۰۷:۵]
شعیب علیہ السلام کی طرف سے تفویض الی اللہ۔[۵۵۳:۵]
ربّ العالمین کی ندا موسیٰ علیہ السلام کو۔[۵۸۱:۵]
اللہ تعالیٰ کے ہاں ذمہ داری بقدر انعام ہے۔[۶۱۵:۵]
اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کی طرف اشارہ۔[۵۳۸:۷]
قومِ لوط علیہ السلام کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا معاملہ۔[۶۱۱:۷]
اللہ تعالیٰ کی بڑی نشانیوں کا مشاہدہ۔[۵۷:۸]
اللہ کی ہدایت کے مقابل میں خواہشِ نفس کی پیروی۔[۶۳:۸]
اللہ کی رضا طلبی اور اس کے دشمنوں سے موالات ایک جگہ نہیں جمع ہو سکتیں۔[۳۲۵:۸]
یہ پوری کائنات خدا ہی کی بندگی کی دعوت دے رہی ہے۔[۴۱۵:۸]
قیامت کا انکار خدا کے انکار کے ہم معنی ہے۔[۴۹۳:۸]

# رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

# رسالت مآب ﷺ

## ذات وصفات

بنی اسرآئیل امیں 'عبد' سے مراد۔[۴:۴۷۴]

دعائے ابراہیمی کے مظہر۔[۸:۳۷۸]

ابراہیم علیہ السلام کی دعا اور وعدۂ الٰہی آپ ﷺ کے ظہورِ قدسی سے پورا ہوا۔[۱:۴۷۶]

عالمگیر برکت کا ظہور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی نسل سے پیدا ہونے والے نبی خاتم ﷺ کے ذریعے۔[۳:۱۰۹]

البقرۃ ۱۰۱ میں 'رَسُولٌ' سے مراد آپ ﷺ ہیں۔[۱:۲۸۱]

آپ ﷺ نبی اور رسول دونوں حیثیات کے جامع تھے۔[۳:۳۷۳]

آپ ﷺ کو تورات کا براہِ راست کوئی علم نہیں تھا۔[۱:۵۷۳]

آپ ﷺ کا اصل مقام اور اس کے تقاضے۔[۶:۲۳۸]

آپ ﷺ کے اقتدار کی اہمیت۔[۲:۳۶۷]

آپ ﷺ اور موسیٰ علیہ السلام مماثل نبی ہیں۔[۲:۴۳۱]

آپ ﷺ کے مرتبہ و مقام کی وضاحت [۶:۱۹۰، ۷:۴۴۵، ۴۴۹]

تمام اچھی صفتیں خدا ہی کے لیے ہیں اور وہ سب آپ ﷺ کے اوپر سایہ فگن ہیں۔[۵:۱۸]

آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک شاہد اور بشیر و نذیر۔[۷:۴۳۴]

اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو شرحِ صدر کی نعمت سے سرفراز فرمایا۔[۹:۴۲۳]

صلح حدیبیہ کے موقع پر جندلؓ کے معاملہ میں معاہدے کا ناقابلِ فراموش احترام۔[۱:۴۲۹]

صبر اور ایفائے عہد۔[۱:۴۲۹]

آپ ﷺ کا اعلان: نہ میں خدا کے خزانوں کا مالک ہوں، نہ غیب جانتا ہوں، نہ فرشتہ ہونے کا مدعی ہوں، بس اس وحی کی پیروی کرتا ہوں جو خدا کی طرف سے آتی ہے۔[۳:۳۹، ۵۵]

اللہ تعالیٰ کے حضور آپ ﷺ بھی اسی طرح شہادت دیں گے جس طرح دوسرے انبیاء۔[۲:۵۷۶]

آپ ﷺ کا تعارف۔[۳:۳۷۵]

الاعراف ۱۵۷ میں رسول، نبی، امّی تینوں الفاظ نبی ﷺ کی تعریف اور تعارف کے طور پر وارد ہوئے ہیں۔[۳:۳۷۳]

انبیاء علیہم السلام سے کس طرح کے گناہ صادر ہوتے ہیں، آپ ﷺ کی طرف 'ذنب' کی نسبت۔[۷:۴۳۹]

حضراتِ انبیاء کی لغزش کی نوعیت، آپ ﷺ کی مثال۔[۹:۱۹۸]

آپ ﷺ پر عتاب کی نوعیت، ایک حقیقت افروز تمثیل کے ذریعے۔[۹:۲۰۱]

آپ ﷺ نے زیدؓ کو طلاق سے بار بار روکا۔[۶:۲۳۴]

آپ ﷺ کے دل میں کیا خیال تھا؟[۶:۲۳۵]

آپ ﷺ نے حضرت زینبؓ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے حکم سے نکاح کیا۔[۶:۲۳۶]

نکاح کے باب میں آپ ﷺ کے امتیازات۔[۶:۲۵۳]

آپ ﷺ کے لیے خاص اجازت کی حکمت۔[۶:۲۵۶]

رسول کریم ﷺ اور تعدادِ ازواج۔[۶:۲۴۸]

در بابِ نکاح آپ ﷺ کے لیے پابندیاں۔[۶:۲۵۸]

ازواجِ نبی ﷺ کا اصل مقصدِ زندگی۔[۶:۲۲۳]

آپ ﷺ کی رویائے صادقہ۔[۴:۴۷۵]

معراج کے سفر کی غایت۔[۴:۴۷۵]

واقعہ معرج پر ردعمل۔[۴:۵۱۶]

آپ ﷺ کی صداقت کا آپ ﷺ کی زندگی سے

استدلال۔[۳۳:۴]

مقام محمود۔[۵۳۱:۴]

آپ ﷺ کی زندگی کے بعض سبق آموز حالات کی طرف اشارہ۔[۴۱۵:۹]

آپ ﷺ کی زبان تمام اہل ایمان کی ترجمان۔[۶۲۷:۳]

الانفال ۶۷ میں تُرِیْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْیَا کا مخاطب مسلمانوں کو اور وہ بھی سید عالم ﷺ اور صدیق اکبرؓ کو ماننے کی تو کوئی گنجائش ہی نہیں ہے۔[۵۱۱:۳]

آپ ﷺ کی آستین سے دستِ غیب کے کارنامے۔[۴۵۱:۳]

اتمامِ حجت کا کامل نمونہ[۴۰۵:۹]

آپ ﷺ کا کردار ان کے دعوے پر عظیم حجت ہے۔[۵۱۴:۸]

اتمامِ حجت کا آخری ذریعہ۔[۴۳۴:۴]

آپ ﷺ کی زندگی سراپا ذکرِ الٰہی۔[۴۴۶:۸]

اصحابِ کہف اور آپ ﷺ کی غار نشینی رہبانیت کے لیے نہیں تھی۔[۵۷۰:۴]

کسی نبی کو حیاتِ جاوداں نہیں ملی۔[۱۲۷:۵]

آپ ﷺ کی عزیمت کا نمونہ۔[۲۰۶:۶]

آپ ﷺ کا خلقِ عظیم[۵۱۴:۸]

آپ ﷺ کے شہد نہ کھانے کے عہد پر ہدایات۔[۴۵۷:۸]

آپ ﷺ کی زندگی کے بعض سبق آموز حالات۔[۴۱۵:۹]

آپ ﷺ کی زندگی ایک 'مذکِّر' کی ہے نہ کہ ایک مصیطر، کی[۱۵:۵]

اسلامی معاشرے میں فرقِ مراتب، نبی ﷺ کا درجہ۔[۱۹۰:۶]

آپ ﷺ سراپا رحمت۔[۵۹۹:۳]

رافت و رحمت کے معاملہ میں رحمت عالم ﷺ بالکل صفاتِ الٰہی کے مظہر تھے۔[۶۶۷:۳]

آپ ﷺ کے رحمت ہونے کی طرف اشارہ۔[۲۷۱:۷]

آپ ﷺ کی کریم النفسی۔[۵۷۷:۳]

آپ ﷺ کی تائید میں آفاق کی شہادت۔[۴۰۲:۳]

آپ ﷺ کی کریم النفسی سے فائدہ اٹھانے کی کوشش۔[۵۸۳:۳]

منافقین آپ ﷺ کی کریم النفسی سے غلط فائدہ اٹھاتے۔[۳۲۸:۲]

آپ ﷺ کے منافقین کے بارے کریمانہ طرزِ عمل کی اللہ تعالیٰ کی طرف سے تائید و تصویب۔[۲۰۸:۲]

آپ ﷺ ہر پہلو سے کسوٹی۔[۴۵:۳]

آپ ﷺ کا عزم دوسروں سے بے نیاز ہوتا ہے۔[۲۹:۳]

آپ ﷺ خدا کے پیغامبر۔[۵۶۳:۲]

آپ ﷺ کا ہر کام خدا کی رہنمائی میں۔[۳۴۴:۲]

پیغمبر غیب کا عالم نہیں ہے۔[۴۰۵:۳، ۶۲۸:۸]

اللہ کا رسول ﷺ غیب کا حریص نہیں ہے۔[۲۳۰:۹]

آپ ﷺ کوئی مافوق بشر ہستی نہیں ہیں۔[۱۸۳:۲، ۱۸۵، ۱۲۶:۵]

آپ ﷺ بشر تھے۔[۴۵۷:۵]

شق القمر کا واقعہ۔[۹۰:۸]

آپ ﷺ پر جنون کا الزام۔[۴۰۰:۳، ۴۰۱، ۳۳۷:۶، ۵۱۴:۹]

آپ ﷺ کو مفتری سمجھنے والوں کی لغویت۔[۴۵۲:۴]

آپ ﷺ پر ایک شاعر ہونے کی تہمت۔[۱۲۴:۵]

آپ ﷺ کو خبطی قرار دینے کی وجہ دراصل حق بیزاری ہے۔[۳۳۵:۵]

آپ ﷺ پر شاعر ہونے کے الزام کی تردید۔[۵۶۶:۵، ۴۳۹:۶]

آپ ﷺ پر کہانت کے الزام کی تردید۔[۵۰:۸، ۳۳، ۲۲۴:۹]

آپ ﷺ کا اللہ تعالیٰ کی بڑی نشانیوں کا مشاہدہ۔[۸:۵۷]

رسول کریم ﷺ پر جادو کا اثر ہونے کی روایت کا سقم۔[۹:۶۶۵]

آپ ﷺ کو مجنون کہنے کی وجہ۔[۸:۵۱۴]

آپ ﷺ دیوانے نہیں بلکہ اللہ کے فضل سے تمام فرزانوں سے بڑھ کر فرزانے ہیں[۸:۵۱۲]

آپ ﷺ نے جبریل علیہ السلام کا جو مشاہدہ کیا اس کی تصدیق۔[۸:۵۵]

آپ ﷺ کے صاحبزادے حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت ماریہؓ کے بطن سے پیدا ہوئے۔[۶:۲۵۸]

'ذوی القربیٰ' سے رسول اللہ ﷺ کے وہ قرابت دار مراد ہیں جن کی کفالت کی ذمہ داری آپ ﷺ پر عاید ہوتی تھی۔[۳:۴۸۱، ۸:۲۹۲]

آپ ﷺ کے وجود قدسی کی صورت میں دنیا پر اللہ کی عظیم رحمت۔[۳:۵۲۸]

## بعثت و رسالت

ایمان بالرسالت کی اہمیت۔[۱:۷۵]

رسالت کی ضرورت پر ایک دلیل۔[۱:۶۶، ۱۴۸]

نبی ﷺ کی بعثت کی ابراہیمی دعا۔[۱:۷۹]

آپ ﷺ کی رسالت پر ایمان لانے میں رکاوٹ: خاندانی اور گروہی نسبت۔[۱:۷۸]

بنی اسرائیل سے آپ ﷺ کے متعلق عہد۔[۱:۱۷۷، ۱۷۸، ۱۸۱]

آنحضرت ﷺ کی بعثت کے بعد دنیا کے لیے صراطِ مستقیم پانے اور نجات حاصل کرنے کا واحد ذریعہ، آنحضرت ﷺ کی پیروی۔[۱:۳۶۶]

حضور ﷺ کی بعثت یہودیت یا نصرانیت پر نہیں بلکہ ملت ابراہیم پر ہوئی ہے۔[۱:۳۷۶]

کفارِ عرب کے لیے آپ ﷺ کی بعثت براہِ راست تھی۔[۱:۴۷۸]

خاتم الانبیاء محمد رسول اللہ ﷺ کے مقاصدِ بعثت میں سے ایک مقصد: اللہ کی شریعت کو فطرت کی اساس پر قائم کرنا۔[۱:۶۵۱]

آپ ﷺ کی بعثت سے پہلے تک اللہ تعالیٰ نے دنیا کو عدل و حق پر استوار رکھنے کے لیے انبیاء و رسول بھیجے۔[۲:۱۷]

اسمٰعیلؑ کی شاخ سے آپ ﷺ کی بعثت ہوئی۔[۲:۷۵]

بعثتِ نبوی کی برکات۔[۲:۲۱۲]

بنی اسمٰعیل کے لیے اللہ تعالیٰ کے تین وعدے آپ ﷺ کی بعثت سے پورے ہوئے۔[۲:۳۱۶]

رسول ﷺ کی کسی بات پر اعتراض اس کی رسالت کے انکار کو مستلزم ہے۔[۲:۳۴۵]

نبی ﷺ کی صداقت کی ایک باطنی دلیل۔[۲:۴۳۳]

دین خاتم الانبیاء محمد ﷺ پر کامل ہو گیا۔[۲:۴۵۸]

نبی ﷺ سلسلہ نبوت کی آخری کڑی اور اس قصرِ دین کے کونے کی آخری اینٹ ہیں۔[۲:۴۵۸]

مسئلہ ختمِ نبوت۔[۶:۲۳۹، ۲۴۳]

انعامِ عام کا اعلان جو خاتم الانبیاء محمد رسول اللہ ﷺ کی بعثت کے ذریعے سے تمام دنیا پر عموماً اور اہل کتاب پر خصوصاً ہونے والا تھا۔[۲:۴۶۳]

آپ ﷺ کی بعثت مکہ میں ہوئی جو اہلِ عرب کا دینی و سیاسی مرکز اور قریش کا مستقر تھا۔[۳:۱۱۰]

آپ ﷺ کے بعد رسالت کا سلسلہ ختم ہو گیا لیکن قوموں کے عروج و زوال کے معاملے میں قدرت کا قانون موجود ہے۔[۳:۲۸۱]

آپ ﷺ کی بعثت کے بعد قریش اور بنی اسرائیل کی قسمت خدا کی میزان عدل میں آ گئی۔[۳:۳۲۲]

ملت کی تجدید اور بیت اللہ کی تطہیر کے لیے آخری رسول ﷺ کی بعثت۔[۳:۴۷۶]

بعثتِ نبوی کے عظیم احسان کا بدلہ۔[۳:۶۶۶]

آپ ﷺ کی بعثت تمام عالم کے لیے ہوئی۔[۳:۳۷۶]

نبی ﷺ دو بعثتوں کے ساتھ مبعوث ہوئے۔[۴:۴۳۸،۷:۱۴۳]

مخالفین کے مطالبات برائے تصدیق رسالت۔[۴:۵۴۱]

آپ ﷺ کی بعثت کا مقصد۔[۵:۶۸۱]

رسول کریم ﷺ کی بعثت کا بنی اسمٰعیل پر احسان اور ان کو تنبیہ۔[۵:۶۸۶]

آپ ﷺ کی رسالت کی ایک دلیل۔[۶:۵۷]

آپ ﷺ کی رسالت کا اثبات آپ ﷺ کے پیش کردہ اصولوں کی صداقت کے پہلو سے۔[۶:۷۳]

رسول کریم ﷺ کی بعثت سے پہلے قریش کا نبی پر ایمان لانے کا قول۔[۶:۵۰۲]

رسول کریم ﷺ کی بعثت ۔ بنی اسمٰعیل کے معاملے کی خاص نوعیت۔[۷:۳۹۸]

آپ ﷺ کی بعثت کا خاص مقصد انذار۔[۶:۱۵۷]

آپ ﷺ کی بعثت کا مقصد۔[۷:۴۵۰،۸:۲۲۹]

آپ ﷺ کی بعثت اللہ تعالیٰ کی صفات کے تقاضوں کی تکمیل کے لیے ہوئی۔[۸:۳۷۷]

آپ ﷺ کی بعثت تمام خلق کی طرف ہے۔[۸:۳۷۹]

ایک جویائے راہ کی سرگردانیاں اور خدا کی دست گیری۔[۹:۴۱۶]

خلق کے لیے نبی ﷺ کے جذبات۔[۳:۶۶۷]

آپ ﷺ کی بعثت جنوں کی طرف نہیں تھی۔[۸:۱۲۱]

## تعلیم و دعوت

آپ ﷺ کی دعوت کی صداقت کے ساتھ ساتھ یہود اور سردارانِ قریش کی عداوت میں اضافہ۔[۱:۷۷]

آپ ﷺ کی دعوت کی بنا پر ان تمام چیزوں پر ایمان جن پر ایمان لانے کا مطالبہ ہے۔[۱:۹۰]

آپ ﷺ کی دعوت کی مخالفت زمین میں فساد برپا کرنا ہے۔[۱:۱۲۴]

بنی اسمٰعیل کو قرآن اور نبی ﷺ پر ایمان لانے کی دعوت۔[۱:۱۳۳]

خدا کی بندگی کی اس دعوت کو قبول کریں جو محمد ﷺ دے رہے ہیں۔[۱:۱۳۶]

بنی اسمٰعیل کو نبی ﷺ کی دعوت قبول کرنے اور قرآن پر ایمان لانے کی دعوت۔[۱:۱۴۵]

ابراہیم علیہ السلام کی سرگزشت سے آپ ﷺ کی دعوت و رسالت کی تائید اور یہود و نصاریٰ اور مشرکین کے تمام دعاوی کی تردید۔[۱:۳۱۷]

اہل کتاب ملتِ ابراہیمی کی پیروی کریں جس کی دعوت محمد ﷺ دے رہے ہیں۔[۱:۳۱۸]

شروع شروع میں تعلیمات و ہدایات قولِ محکم کی شکل میں، بعد میں وحی کے ذریعے سے یا نبی ﷺ کی سنت کے ذریعے سے تفصیلات۔[۲:۲۹]

اسلام تمام کائنات کا دین ہے اور اس کی دعوت لے کر یہ آخری نبی ﷺ آئے ہیں۔[۲:۱۳۶]

رسول ﷺ کی اصل ذمہ داری صرف اللہ کے دین کی تبلیغ اور انذار و تبشیر کے فریضہ کی ادائیگی ہے۔[۲:۵۲۱]

مسلمانوں کو تنبیہ۔[۱:۷۵]

آپ ﷺ کی تبلیغ میں محنت شاقہ۔[۵:۱۴،۹:۴۲۸]

نبی ﷺ نے غلاموں اور لونڈیوں کے ساتھ واضح حسن سلوک کی ہدایت فرمائی۔[۵:۴۰۵]

دعوت کے معاملہ میں مومنین اور پیغمبر ﷺ کی ذمہ داری کی حد۔[۴:۵۱۱]

اصحابِ کہف کی زندگی آنحضرت ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہؓ کے لیے دعوت کے پر آزمائش دور میں سبق آموز۔[۴:۵۶۰،۵۶۷]

آنحضرت ﷺ کا قائدین کو انذار۔[۵:۵۶۳]

نبی ﷺ پر ایمان لانے والے اپنے باپوں اور سرپرستوں کے ظلم و ستم کے ہدف بن گئے۔[۱۸:۶]

رسول ﷺ کی تذکیر کے بعد عذاب لازمی ہے۔[۱۶۹:۶]

آپ ﷺ کے دعوٰئے نبوت کے ساتھ دوسری چیز جس سے قریش کے لیڈروں کو سب سے زیادہ چڑتھی وہ آپ ﷺ کی دعوتِ توحید تھی۔[۵۱۳:۶]

آپ ﷺ کی زبان سے قریش کو تنبیہ۔[۲۴۴:۷]

رسول ﷺ کی تعلیم اللہ کی تعلیم ہے۔[۳۸۸:۸]

آپ ﷺ نے کوہِ صفا پر چڑھ کر انذار فرمایا۔[۴۷۹:۸]

نبی ﷺ نے قریش کو انذارِ قیامت کی سورتیں سنائیں تو لب ولہجہ کی حرارت، اندازِ بیان کی سطوت و ہیبت اور دلائل کی قطعیت نے ان کا چرچا بہت جلد ہر حلقہ میں پھیلا دیا۔[۱۵۶:۹]

پیغمبر ﷺ جو کچھ بتا رہے ہیں یہی تعلیم اگلے نبیوں اور رسولوں نے بھی دی ہے۔[۳۲۰:۹]

ممانعت رسول کے سامنے رائے پیش کرنے کی نہیں بلکہ رائے پیش کرنے میں پہل کرنے کی ہے۔[۴۸۶:۷]

### صحابہ کرامؓ

نبی ﷺ پر ایمان لانے والے صحابہؓ کی خصوصیات۔[۹۶:۱]

نزاع و اختلاف میں حق کی راہ آپ ﷺ پر ایمان لانے والوں نے کھولی ہے۔[۵۰۳:۱]

ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ نسبت اور قربت کے حقدار محمد ﷺ اور ان پر ایمان لانے والے ہیں۔[۱۰۹:۲]

ابراہیمؑ سے نسبت کے حقدار پیغمبر ﷺ اور ان کے صحابہؓ ہیں نہ کہ یہود و نصارٰی و مشرکین۔[۱۱۵:۲]

ملتِ ابراہیم پر یہ پیغمبر ﷺ اور ان کے ساتھی ہیں، یہود و نصارٰی کا دعوٰی بے بنیاد ہے۔[۱۳۹:۲، ۱۴۰]

اللہ اور رسول ﷺ اور مومنین کی پسند اور ناپسند کا معیار الگ الگ نہیں ہو سکتا۔[۳۷۹:۲]

النسآء ۱۱۵ میں مومنین سے مراد صحابہؓ رسول ﷺ ہیں۔[۳۸۲:۲]

مومن اپنے دوسرے بھائی کے لیے بھولا بھالا اور شریف و کریم ہوتا ہے۔[۵۴۷:۲]

نبی ﷺ نے اپنے تمام صحابہؓ پر انذار و تبلیغ کی ذمہ داری ڈالی۔[۳۱:۳]

نبی ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہؓ کے لیے یونسؑ کی سرگزشت سے سبق۔[۱۸۴:۵]

مسلمانوں کی ایک غلطی پر گرفت جو نمازِ جمعہ اور پیغمبر ﷺ کے احترام کے معاملے میں ایک جماعت سے صادر ہوئی۔[۳۸۳:۸]

قیامت کے دن پیغمبر ﷺ، ان کے صحابہؓ اور اہل ایمان کی سرفرازی۔[۴۷۱:۸]

آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہؓ کی اقامتِ دین کی جدوجہد۔[۲۴:۹]

### الہامی کتب وصحائف اور پیغمبر ﷺ

تورات کی پیشین گوئی: نبی موعود وہی کچھ کہے گا جو خداوند خدا اس کے منہ میں ڈالے گا۔[۳۱۱:۱]

قرآن اور نبی آخر الزماں ﷺ کی پیشین گوئیاں یہود کے صحیفوں میں موجود تھیں۔[۲۷۰:۱]

انجیل میں نبی آخر الزماں ﷺ کی بعثت کا صریح الفاظ میں وعدہ ہے۔[۳۱۰:۱]

انجیل کے 'مددگار' اور 'سچائی کی روح' کا مصداق آپ ﷺ ہیں۔[۳۱۰:۱]

نبی ﷺ کے بارے پیشین گوئیوں کو جھٹلانے والے اہل کتاب۔[۱۰۸:۱]

ازرُوئے تورات نبی ﷺ کی رسالت اور آپ ﷺ کی دعوت سے متعلق یہود کی ذمہ داریاں۔[۱:۱۷۴]

قرآن کے نزول اور محمد ﷺ کی بعثت سے آسمانی صحیفوں کی پیشین گوئیوں کی تصدیق ہوئی۔[۲:۱۸]

آنحضرت ﷺ کی بعثت کے بعد صحیح نصارٰی آپ ﷺ کی دعوت پر ایمان لائے نجاشی وغیرہ اِسی با ایمان گروہ سے تعلق رکھنے والے تھے۔[۲:۵۷۴]

قرآن اور پیغمبر آخر الزمان ﷺ کے بارے میں اچھے نصارٰی کا طرزِ عمل۔[۲:۵۷۵]

نبی اُمّی کی پیشینگوئیاں پچھلے صحیفوں میں۔[۳:۴۷۳،۴۷۵]

اہل کتاب کی نجات کا انحصار نبی امّی پر ایمان لانے پر ہے۔[۳:۴۷۵]

آنحضرت ﷺ اور آپ ﷺ کی تصویر تورات میں اور حق کے تدریجی غلبہ کی تمثیل انجیل میں۔[۷:۴۳۴،۴۷۰]

آنحضرت ﷺ اور آپ ﷺ کی تعلیم و دعوت سے متعلق سابق صحیفوں کی شہادت۔[۵:۵۵۸]

آنحضرت ﷺ سابق صحیفوں کے مصدِّق۔[۵:۱۱۲]

صالحینِ اہل کتاب کا طرزِ عمل پیغمبر ﷺ کے لیے باعثِ اطمینان۔[۴:۵۴۶]

آنحضرت ﷺ کے باب میں حضرت مسیحؑ کی پیشین گوئیوں کی اہمیت۔[۸:۳۵۸]

انجیل برناباس میں حضور ﷺ کی بشارت آپ ﷺ کے نام نامی، محمد، کی تصریح کے ساتھ بار بار وارد ہوئی ہے۔[۸:۳۶۲]

مسیحؑ نے آنحضرت ﷺ کی بشارت ایسی واضح صفات کے ساتھ دی ہے کہ وہ حضور ﷺ کے سوا کسی دوسرے پر منطبق نہیں ہوسکتیں۔[۸:۳۶۲]

آنحضرت ﷺ وہی نبی امّی ﷺ ہیں جن کی پیشین گوئی انجیل میں وارد ہے۔[۸:۲۳۶]

حضرت عیسٰی علیہ السلام نے آخری نبی ﷺ کا زمانہ متعین کیا۔[۸:۳۶۰]

## یہود و کفار کا فساد و مخالفت

آدمؑ کی خلافت کے خلاف جس نوعیت کا غم وغصہ اور حسد ابلیس کو تھا اسی نوعیت کا غم وغصہ اور حسد اللہ کے آخری رسول ﷺ کے ساتھ یہود کو ہے۔[۱:۷۷]

یہود کی دشمنی اور حسد کے علی الرغم نبی امّی ﷺ کی رسالت قائم ہو کے رہی۔[۱:۷۸]

مشرکین مکہ کا نبی ﷺ پر اعتراض۔[۱:۹۸]

نبی ﷺ کی مخالفت غلط فہمی کی بنا پر نہیں بلکہ محض حسد اور عناد کی بنا پر۔[۱:۱۰۹]

بداعمالیوں کے سبب وہ اتنے بگڑ گئے کہ ان کے دل پیغمبر ﷺ کی بات سننے اور سمجھنے کی صلاحیت سے محروم ہو گئے۔[۱:۱۱۱]

یہود کو نبی ﷺ اور آپ ﷺ پر ایمان لانے والوں سے حسد۔[۱:۱۱۹]

یہود کا ایک گروہ بالکل اندھا بہرا ہو کر آپ ﷺ کی مخالفت پر اتر آیا تھا[۱:۱۲۲]

یہود کے ایک دوسرے گروہ کا خیال یہ تھا کہ قرآن اور رسول کی نہ مان کر فساد کی نہیں بلکہ عین اصلاح کی کوشش ہے۔[۱:۱۲۲]

یہود حسد اور تکبر کے سبب آنحضرت ﷺ کے دشمن بن گئے۔[۱:۱۵۲]

یہود کا پارٹ محمد ﷺ کی رسالت کی مخالفت میں بعینہٖ وہی ہے جو ابلیس کا پارٹ آدمؑ کی مخالفت میں رہا ہے۔[۱:۱۵۳]

ابلیس کی مخالفت کے علی الرغم آدمؑ کی خلافت قائم ہو کے رہی اسی طرح یہود کی مخالفت کے علی الرغم محمد ﷺ کی رسالت و نبوت قائم ہو کے رہے گی۔[۱:۱۵۳]

مشرکین آنحضرت ﷺ اور آپ کے صحابہؓ کو صابئین کہتے تھے۔[۱:۲۳۱]

یہود کی تحریفات قرآن اور آنحضرت ﷺ کے ذریعے سے ایک ایک کر کے ظاہر ہوئیں۔[۱:۲۵۰]

یہود کے دعوے ایمان کی حقیقت۔[۱:۲۵۲،۲۷۲]

قرآن اور آنحضرت ﷺ پر ایمان نہ لانے کا سبب: یہود کا گھمنڈ۔[۱:۲۵۶]

آپ ﷺ کی مجلس میں یہود کی شرارت۔[۱:۲۹۴]

قرآن اور نبی ﷺ کی ضد میں جبریل علیہ السلام سے دشمنی۔[۱:۲۷۸]

عربوں کو گمراہ کرنے کے لیے یہود کی شرارتیں۔[۱:۲۹۰]

مشرکین کے بعض مطالبات کا جواب۔[۱:۳۰۴]

یہود کو بے وقوف قرار دینے کی وجہ۔[۱:۳۶۱]

منافقین کو مخلصانہ اطاعت کی دعوت۔[۱:۴۹۸]

یہود کی تحریفات خاص طور پر ابراہیم علیہ السلام، اسمٰعیل علیہ السلام، تعمیر بیت اللہ اور آپ ﷺ کی بعثت کی پیشین گوئیوں کے بارے میں۔[۲:۱۱۷،۱۲۸]

آپ ﷺ نے ابتداءً یہود سے معاہدے کیے لیکن ان کی عہد شکنیوں کی وجہ سے بعد میں ختم کر دیئے گئے۔[۲:۱۶۲]

غزوۂ احد کے بعد منافقین اور یہود کی نبی ﷺ کے خلاف سازشیں۔[۲:۱۶۷]

محبتِ دنیا کے اندھوں کی نبی ﷺ کی تکذیب کے لیے کٹ حجتیاں۔[۲:۲۲۷]

اسلام اور پیغمبر ﷺ کو لوگوں کی نگاہوں سے گرانے کے لیے یہود کی شرارتیں۔[۲:۲۴۰]

یہود کے حسد کے علی الرغم اللہ تعالیٰ نبی خاتم ﷺ اور ان کی امّت کو کتاب وحکمت اور ایک عظیم حکومت عطا فرمائے گا۔[۲:۲۴۰]

منافقین کی روش، پیغمبر ﷺ کے سامنے کچھ، بعد میں کچھ اور۔[۲:۲۴۱]

یہودی اشرار نبی کریم ﷺ کو لوگوں کی نگاہوں سے گراتے اور اسلام کو بے وزن اور حقیر بناتے تھے۔[۲:۳۰۹]

یہودی اشرار جب آنحضرت ﷺ کی مجالس میں ہوتے تو اپنی سعادت مندی اور وفاداری کی نمائش کرتے۔[۲:۳۰۹]

نبی ﷺ پر طعن خود دین پر طعن ہے۔[۲:۳۱۱]

منافقین کا طرزِ عمل۔[۲:۳۲۷]

منافقین: گفتار کے غازی، عمل کے بودے۔[۲:۳۴۲]

منافقین کا تضادِ فکر: ایک طرف قرآن اور پیغمبر ﷺ کی باتوں پر سرِ تسلیم خم اور دوسری طرف اسی قرآن اور پیغمبر ﷺ کی باتوں کو ہدفِ اعتراض۔[۲:۳۴۷]

منافقین کے حمایتیوں کو تنبیہ جو رسول اللہ ﷺ اور مومنین مخلصین سے بحثیں اور مناظرے کرتے۔[۲:۳۸۳]

اہل کتاب قرآن اور آنحضرت ﷺ کی رسالت پر ایمان نہ لانے کے جو بہانے بنا رہے ہیں وہ سب ان کی خوئے بد کے کرشمے ہیں۔[۲:۴۲۲]

رسول کریم ﷺ کو حسی معجزہ نہ ملنے پر اہل کتاب اور مشرکین کا اعتراض۔[۶:۵۸]

نبی ﷺ کی عدالت سے گریز کے لیے منافقین اور یہود کی چالیں۔[۲:۴۴۶]

یہود نے صحابہؓ بلکہ خود نبی ﷺ کے قتل کی بھی بارہا تدبیریں کیں۔[۲:۵۰۵]

منافقین اور یہود کی عدالتی معاملات میں دورُخی۔[۲:۵۱۵،۵۲۳]

یہود آنحضرت ﷺ اور مسلمانوں کے خلاف برابر سازشوں میں مصروف رہتے۔[۲:۵۶۳]

رسول کریم ﷺ کی طرف سے کفار سے اعلان براءت۔[۳:۱۶۸]

یہود کی شریعت ایک وقتی شریعت تھی، اس کے اصر و اغلال آخری پیغمبر ﷺ کے ذریعے دور ہو گئے۔[۲:۶۰۱]

نبی ﷺ کی دعوت کے فروغ میں اصلی خطرہ یہود ہی کو تھا۔[۳:۱۰۴]

قریش کے بعض اکابر کا دعوٰی کہ آپ ﷺ کی طرح کی وحی تو ان پر بھی آتی ہے۔[۳:۱۱۱]

آپ ﷺ کے خلاف کفار کا ایک پروپیگنڈا۔[۳:۱۴۰]

پیغمبر ﷺ کا عذاب اور قیامت کا ڈراوا۔[۳:۴۰۳]

شریر منافقین کا آپ ﷺ کے خلاف پروپیگنڈا۔[۳:۵۲۶]

آپ ﷺ کے لیے منافقین کی ہجو۔[۳:۵۹۸]

رسول کریم ﷺ سے خطاب کرکے مخالفین کو تنبیہ۔[۴:۸۹،۱۱۷]

مجلس نبوی سے منافقین کا فرار۔[۳:۶۶۵]

آپ ﷺ پر کفار کا طعن اور اس کا جواب۔[۴:۳۴۷]

رسول ﷺ کی بشریت پر اعتراض کرنے والوں کو جواب۔[۵:۱۴۷]

پیغمبر ﷺ کی دعا اور مخالفین کو وداع۔[۵:۲۰۰]

آپ ﷺ کے منکرین کا تضادِ فکر۔[۵:۳۴۰]

مکذبین رسول ﷺ پر اس دنیا میں بھی عذاب آیا۔[۵:۵۷۷]

رسول ﷺ کو ایذاء پہنچانے والوں کا انجام۔[۶:۲۶۷]

کفار کا رویہ آپ ﷺ کی مخالفت میں۔[۶:۲۹۴]

آپ ﷺ کے کوہِ صفا کے پر یقین نعرے کا قریش کے لیڈروں کی طرف سے مذاق۔[۶:۳۳۸]

رسول کریم ﷺ کو خطاب کرکے مکذبین و منکرین پر عتاب۔[۴:۱۷۳،۲۹۷،۵۲۸،۵:۲۸۴]

عذاب کے باب میں نبی کریم ﷺ کو بشارت۔[۵:۳۴۵]

رسول کریم ﷺ کی مخالفت میں قریش کے اشغلے۔[۶:۵۱۳، ۷:۲۲۵]

رسول کریم ﷺ کے مخالفین کو انذار۔[۴:۹۰، ۶۸۹، ۵:۶۳۱، ۶:۵۸۶، ۷:۱۴۰، ۳۰۶]

رسول کریم ﷺ کی زبان سے قریش کو تنبیہ۔[۷:۲۴۴]

مناظرہ بازوں کو نبی ﷺ کی زبان سے فیصلہ کن جواب۔[۷:۶۱]

آپ ﷺ کے مخالفین کے ایک اعتراض کا جواب۔[۷:۱۹۱]

مکذبین قریش آپ ﷺ کی حیاتِ مبارکہ ہی میں ذلیل ہو گئے۔[۸:۴۲]

رسول ﷺ کے مخالفین کا انجام۔[۸:۲۵۶]

منافقین کو آپ ﷺ کے عزیز اوقات میں مداخلت سے روکنے کا ہنگامی حکم۔[۸:۲۶۵]

یہود بنی نضیر کا نقض عہد اور آپ ﷺ کے قتل کی سازش کے جرم میں جلاوطنی کا حکم۔[۸:۲۷۹]

رسول کریم ﷺ پر قرآن کو خود تصنیف کرنے کا الزام مخالفین کے ضمیر کے خلاف تھا۔[۸:۳۴]

آپ ﷺ پر کفار کے الزام کا جواب۔[۸:۵۵۳]

پیغمبر ﷺ کی تکذیب کرنے والوں کو سخت دھمکی۔[۹:۲۸]

تکذیبِ رسول کے نتیجہ میں جو عذاب آتا ہے اس کی شہادت۔[۹:۱۸۰]

خدا کے نذیر کی تکذیب کا لازمی نتیجہ۔[۶:۳۳۴]

رسول کریم ﷺ پر کافروں کے اعتراضات اور ان کا جواب۔[۴:۲۹۹]

رسول کریم ﷺ کے انذار کا مذاق اڑانے والوں کا جواب۔[۶:۳۲۳]


## نبوی حقوق و فرائض


نیک دل اور حق پسند لوگوں کی حمایت۔[۱:۷۷]

کیا اہل کتاب کے لیے رسول اللہ ﷺ پر ایمان لانا ضروری نہیں؟[۱:۲۳۱]

صالحین اہل کتاب ہی اس ہدایت پر ایمان لائیں گے جو پیغمبر ﷺ پیش کر رہے ہیں۔[۱:۳۰۸]

تطہیر شریعت۔[۱:۳۱۲]

شریعتِ اسلامی میں نسخ کی اہمیت۔[۱:۳۱۴، ۳۱۶، ۳۱۷]

نبی ﷺ نے طواف کا اصل ابراہیمی طریقہ واضح فرمادیا۔[۱:۳۳۲]

اعتکاف کی صحیح شکل نبی ﷺ نے واضح فرمائی۔[۱:۳۳۳]

ابراہیم علیہ السلام کی دعا کی وضاحت۔[۱:۳۳۹]

آنحضرت ﷺ سے پہلے انبیاء کی رہنمائی، اراءت، ہی کے ذریعے ہوتی تھی۔[۱:۳۳۹]

اسلام اصل ملتِ ابراہیم ہے۔[۱:۳۴۷]

نبی ﷺ کے فرض کی حدود۔[۹:۳۴۷]

نبی ﷺ کے فرائض منصبی۔[۱:۳۵۱ تا ۳۵۵]

خانہ کعبہ سے پہلے مسلمان اور آپ ﷺ نمازوں میں بیت المقدس کی طرف رخ کرتے تھے۔[۱:۳۵۵]

آپ ﷺ کا بیت المقدس کی طرف نماز پڑھنا ایک بالکل عارضی معاملہ تھا۔[۱:۳۶۲]

شہادت علی الناس کا فرض آپ ﷺ پر بحیثیت رسول کے تھا۔[۱:۳۶۵]

بیت المقدس کو عارضی طور پر قبلہ قرار دینے کی حکمت۔[۱:۳۶۵]

تحویل قبلہ کے لیے آپ ﷺ کے انتظار کی وجہ۔[۱:۳۶۸]

خطاب کی تبدیلی کی حکمت و بلاغت۔[۱:۳۷۰]

ملتِ ابراہیم میں حرام و حلال۔[۱:۴۱۴]

امکانی خطرے کے لیے ہدایت۔[۱:۴۸۳]

جہاد اور نبی ﷺ کی نصرت اور ایمان کی حفاظت کے لیے ہجرت دونوں ہی معرکے بڑے سخت تھے[۱:۵۱۴]

صلوٰۃ وسطیٰ سے دو نبیوں کو ابتلاء پیش آیا: ایک سلیمان علیہ السلام کو فوجی پریڈ کے موقع پر دوسرے نبی کریم ﷺ کو غزوہ احزاب کے موقع پر۔[۱:۵۵۴]

بنی اسرائیل کی سرگزشت کے ذکر سے مقصود داستان سرائی نہیں بلکہ بنی ﷺ کے لیے آگاہی۔[۱:۵۵۸]

رسولوں کے باب میں صحیح روش۔[۱:۵۸۳]

لوگوں کی ہدایت و ضلالت کے معاملے میں آپ ﷺ کی ذمہ داری۔[۱:۵۸۴]

طالوت و جالوت کی جنگ اپنے مقصد، اپنی خصوصیات، اپنے نقشہ اور طالوت کی فوج کی تعداد کے لحاظ سے بالکل جنگِ بدر کا آئینہ تھی۔[۲:۳۶]

نصاریٰ کے لیے بھی غزوۂ بدر میں بہت بڑی نشانی آپ ﷺ کی صداقت کی موجود تھی۔[۲:۳۷]

آپ ﷺ نے غزوۂ بدر کے موقع پر پیشین گوئیاں فرمائی تھیں جو حرف بحرف پوری ہوئیں۔[۲:۳۷]

آپ ﷺ پر ذمہ داری صرف حق کو پہنچا دینے کی تھی۔[۲:۵۴]

بشارت کا دعائیہ اسلوب: ہجرت کے حکم سے ذرا پہلے آپ ﷺ کی دعا۔[۲:۶۴]

اللہ سے محبت کرنے اور خدا کی محبوبیت کا واحد راستہ رسول ﷺ کی پیروی ہے۔[۲:۷۱]

انصار، مدینہ کے ان جاں نثاروں کے لیے خاص جنہوں نے ابتدائے دعوت ہی سے آپ ﷺ کا ساتھ دیا اس طرح حوارئین عیسیٰ علیہ السلام کے خاص شاگردوں کے لیے استعمال ہوا۔[۲:۹۸]

آپ ﷺ کی طرف سے مباہلے کا چیلنج۔[۲:۱۰۸]

میثاق کا حوالہ جو اہل کتاب سے انبیاء علیہم السلام خصوصاً آخری نبی ﷺ کی تائید و حمایت کے لیے لیا گیا تھا۔[۲:۱۳۰، ۱۳۳، ۱۳۴]

اہل کتاب کا ایک گروہ آپ ﷺ پر ایمان لایا۔[۲:۱۶۴]

آپ ﷺ نے امتحاناً پوچھا کہ قریش کا مقابلہ مدینہ کے اندر کیا جائے یا باہر نکل کر؟[۲:۱۷۰]

عبداللہ بن ابی کے الگ ہونے پر آپ ﷺ نے مسلمانوں کو حوصلہ دیا[۲:۱۷۱]

اِسلامی نظام میں شورائیت کا درجہ۔[۲:۲۰۸]

آپ ﷺ سچ مچ خدا کے رسول ہیں تو یہ شکست ان کو کہاں سے پیش آئی؟ غلط فہمی کا ازالہ۔[۲:۲۱۳]

اہل کتاب کے حق پرست گروہ کی تحسین، اس نے آپ ﷺ پر ایمان لانے کی توفیق پائی۔[۲:۲۲۴]

نبی ﷺ کی شفاعت کے حقدار۔[۲:۲۶۷]

ایمان کی بنیادی شرط رسول ﷺ کی اطاعت ظاہراً و باطناً۔[۲:۳۲۹]

رسول ﷺ کا استغفار بمنزلہ شفاعت ہے۔[۲:۳۲۹]

دفاع اور نماز باجماعت کے تقاضوں میں تطبیق جب کہ امارت پیغمبر ﷺ فرمائیں۔[۲:۳۷۱]

صلوٰۃ الخوف کی اس خاص شکل کا تعلق نبی ﷺ کی موجودگی سے تھا۔[۲:۳۷۲]

آپ ﷺ کا مقرر کردہ فریضہ عین اللہ کا فریضہ ہے۔[۲:۳۷۳]

آپ ﷺ ہمیشہ عام صیغے ہی سے کسی برائی کے بارے میں لوگوں کو ملامت فرماتے۔[۲:۴۱۴]

آپ ﷺ کی شہادت دنیا اور آخرت دونوں میں۔[۲:۴۲۳]

آپ ﷺ نے تمام طیب اور پاکیزہ چیزیں جائز کر دیں جن میں بعض یہود کے ہاں حرام تھیں اور تمام خبیث چیزیں حرام ٹھہرائیں جن میں سے بعض یہود و نصاریٰ نے جائز بنالی تھیں۔[۲:۴۶۳]

عکل اور عرینہ والوں کو بیت المال کے اونٹ چرانے اور چرواہوں کے قتل پر آپ ﷺ نے عبرت انگیز سزا دی۔[۲:۵۰۷]

سنتِ الٰہی کی زد میں آئے ہوؤں کو رحمتِ عالم ﷺ کی دلسوزی اور محبتِ حق بھی اثر نہیں کرتی۔[۲:۵۲۳]

پیغمبر ﷺ کی زبان سے اعلان کہ مجھے ان شریکوں کی عبادت سے میرے رب نے روک دیا ہے۔[۳:۶۲]

'قل' اس بات کا قرینہ ہے کہ یہ سب باتیں ان شبہات، اعتراضات، سوالات اور مطالبات کے جواب میں آپ ﷺ کی زبان سے کہلائی گئی ہیں جو اس وقت بحث کی گرما گرمی میں کفار کی طرف سے پیش کیے گئے۔[۳:۶۶]

آپ ﷺ کی زبان سے اعلان کہ ہم اللہ کی ہدایت پا جانے کے بعد شرک کی حیرانی و سرگشتگی میں پڑنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔[۳:۷۳]

آپ ﷺ کی زبان سے اعلان کہ میرے لیے تو اس قضیہ میں خدا کے سوا کسی اور کا حکم ماننے کی گنجائش نہیں ہے۔[۳:۱۳۷]

آپ ﷺ کی طرف سے اعلانِ براءت اور دھمکی۔[۳:۱۶۸]

آپ ﷺ کی زبان سے فیصلہ کن اعلان۔[۳:۲۱۰، ۸:۶۲۶]

بدر کے قیدیوں کو آپ ﷺ کے ذریعے کہلوایا کہ اگر اللہ نے ان کے دلوں میں کوئی بھلائی پائی تو ان کے لیے مزید بھلائی کی راہیں کھلیں گی۔[۳:۴۲۵]

جماعت کے حوصلہ کا اندازہ کرنے کے لیے آپ ﷺ کا ایک حکیمانہ طریقہ۔[۳:۴۳۷، ۴۴۰]

بدر کے لیے آپ ﷺ کا نکلنا اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہوا، نکلنے کا اصل مقصد۔[۳:۴۳۵]

رسول ﷺ سے اعراض اللہ سے اعراض کے ہم معنی ہے۔[۳:۴۵۶]

آپ ﷺ کو آخری ہدایات۔[۳:۲۰۹]

اطاعت اللہ اور اطاعت رسول کے انعامات۔[۳:۴۶۰]

ممانعت رسول ﷺ کے سامنے رائے پیش کرنے کی نہیں بلکہ رائے پیش کرنے میں پہل کرنے کی ہے۔[۷:۴۸۶]

اموالِ غنیمت کی تقسیم: پانچواں حصہ اللہ و رسول ﷺ کا حق نکال کر بقیہ مال مجاہدین میں تقسیم ہوگا۔[۳:۴۸۱]

رسول ﷺ کا حق اور اس کی نوعیت۔[۳:۴۸۱]

آپ ﷺ کو قریش کی فوج اور قافلہ کی آمد کا نقشہ اللہ تعالیٰ نے رویا میں دکھا دیا تھا۔[۳:۴۸۳]

آپ ﷺ کو رویا میں صورتِ حال کا مشاہدہ۔[۳:۴۸۴]

اطاعتِ اللہ و رسول ﷺ کا ایک خاص مفہوم۔[۳:۴۸۸]

اہل مدینہ اور اعراب کو راست بازی اور کامل وفاداری کے ساتھ آپ ﷺ کے لیے جان نثاری کی تلقین۔[۳:۵۲۸]

اللہ و رسول ﷺ کے محبوب رکھنے کا مطلب۔[۳:۵۵۲]

آپ ﷺ کے ساتھ خدا کی مدد۔[۳:۵۷۶، ۹:۶۲۰]

نبی ﷺ کا اعتماد اللہ اور اہل ایمان پر۔[۳:۵۹۹]

آپ ﷺ کے ذکر کی نوعیت۔[۳:۶۵۷]

یوسف علیہ السلام اور ان کے بھائیوں کی سرگزشت آپ ﷺ کے لیے آئینہ۔[۴:۱۸۴، ۱۸۹]

پیغمبر ﷺ کی ذمہ داری کی آخری حد۔[۴:۴۲۱، ۶:۳۴۷، ۸:۶۲۷، ۹:۳۳۶]

آپ ﷺ کا تفویض الی اللہ۔[۵:۱۲۳، ۶:۳۴۱]

رسول ﷺ کے لیے نہ مافوق بشر ہونا ضروری ہے نہ مالدار۔[۵:۱۴۷]

آپ ﷺ کی اصل ذمہ داری۔[۵:۲۶۷، ۹:۲۰۱]

نبی ﷺ کے عہد میں رَجم کا مشہور واقعہ۔[۵:۳۶۹]

نبی ﷺ کا اذن کے لیے سلام کا طریقہ۔[۵:۳۹۴]

آپ ﷺ کی امت کے لیے موسیٰ علیہ السلام کی سرگزشت کی خاص اہمیت۔[۵:۲۹]

آپ ﷺ کو عجلت سے احتراز کی ہدایت۔[۵:۹۶]

آپ ﷺ کو یہ ہدایت کہ وعدہ مشروط بمشیتِ الٰہی کیا جائے۔[۴:۵۷۶]

آپ ﷺ کو کامل تفویض کی ہدایت۔[۵:۱۷]

آپ ﷺ کو امراء و اغنیا سے بے نیازی کی ہدایت۔[۵:۱۰۷]

مکاتبت کا حق اسلام نے جس طرح غلاموں کو دیا اسی طرح لونڈیوں کو بھی دیا، نبی ﷺ اور صحابہؓ کا عمل۔[۵:۴۰۲]

آپ ﷺ کی قریش کے جواب میں تفویض الی اللہ۔[۵:۱۲۳]

رسول ﷺ کی ذمہ داری صرف بلاغ مبین ہے۔[۵:۴۲۶]

اللہ کی اطاعت کا راستہ رسول ﷺ کی اطاعت کو قرار دیا گیا۔[۵:۴۲۶]

قیامت کے دن نبی ﷺ کا اپنے رب سے شکوہ۔[۵:۴۶۱]

دربارِ رسالت کے شعراء کا استثناء۔[۵:۵۶۸]

موسیٰ علیہ السلام کی سرگزشت حضور ﷺ کے لیے سبق آموز۔[۵:۵۷۹]

آپ ﷺ کے مشن کی وضاحت۔[۵:۶۳۸]

جس قسم کا فتنہ موسیٰ علیہ السلام کی قوم میں قارون تھا، اسی قسم کا فتنہ آپ ﷺ کی قوم میں ابولہب تھا۔[۵:۷۱۳]

رسول ﷺ کے کسی فیصلہ کی خلاف ورزی جائز نہیں۔[۶:۲۳۳]

نبی ﷺ کا فریضۂ منصبی۔[۶:۲۴۱، ۹:۲۰۱]

رسول ﷺ کی ذمہ داری صرف انذار اور بشارت ہے۔[۶:۳۲۲]

پیغمبر ﷺ کی بیقراری کی اصل وجہ۔[۶:۳۴۷]

داؤد علیہ السلام کی زندگی کا نمونہ پیغمبر ﷺ کے لیے بھی اور قریش کے لیے بھی۔[۶:۵۲۱]

نبی ﷺ کی تنبیہ باندازِ موعظت۔[۶:۵۵۰]

رسول ﷺ پر ذمہ داری صرف اتمامِ حجت کی ہے۔[۶:۵۹۴]

پیغمبر ﷺ کا باندازِ اعلانِ براءت ایک سوال۔[۶:۶۰۹]

رسول ﷺ اور قوم دونوں کی ذمہ داری۔[۷:۲۳۱]

نبی ﷺ کی رویا کی تصدیق۔[۷:۴۳۴،۴۶۷،۸:۵۵]

جو رسول ﷺ کی مدد کرتے ہیں وہ اپنے لیے کسبِ سعادت کی راہ کھولتے ہیں۔[۷:۴۴۲]

رسول ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کی ذمہ داریاں۔[۷:۴۵۱]

اللہ اور رسول ﷺ کا معاملہ الگ الگ نہیں ہے۔[۷:۴۸۷]

آپ ﷺ کو مغروروں سے اعراض اور نیکوں کی طرف التفات کی ہدایت۔[۷:۶۳۰]

آپ ﷺ کی مجلس کو نجوٰی سے پاک رکھنے کے لیے ہدایات۔[۸:۲۶۱]

آپ ﷺ کے معاملہ میں مطلوب رویہ۔[۷:۴۹۳]

رسول ﷺ کے معاملے میں صحیح ادب کی تعلیم۔[۷:۴۸۹]

نبی ﷺ کے حوالے سے کم عقلوں کے ایک ناشائستہ طریقہ پر ان کو تنبیہ۔[۷:۴۹۰]

نبی ﷺ نے ولیدؓ کو تحصیل زکوٰۃ کے ذمہ دارانہ منصب پر مامور فرمایا ہے۔[۷:۴۹۶]

تجلیات کے ہجوم میں پیغمبر ﷺ کا قرار و سکون۔[۸:۵۷]

رسول ﷺ قوم کے لیے خدا کی عدالت۔[۸:۹۰]

کیا شق القمر کا واقعہ نبی ﷺ کے عہد میں پیش آیا؟[۸:۹۱]

مالِ فے میں رسول اللہ ﷺ کا حصہ بحیثیت رسول کے نہیں بلکہ بحیثیت اسلامی حکومت کے سربراہ کے ہے۔[۸:۲۹۱]

رسول ﷺ کے بعد کسی کی بھی مطلق اطاعت کا عہد کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں ہے۔[۸:۳۴۵]

عورتوں سے بیعت لینے میں حضور ﷺ نے ان کے ہاتھ کبھی اپنے ہاتھ میں نہیں لیے۔[۸:۳۴۵]

پیغمبر ﷺ کی دلچسپی کا اصل مرکز۔[۸:۴۶۷]

عائشہ صدیقہؓ نے نبی ﷺ کے عمل کو جھڑی سے تشبیہ دی ہے۔[۸:۵۷۲]

پیغمبر صلعم کی دلچسپی کا اصل مرکز۔[۸:۴۶۷]

جنوں کے تاثرات کی اطلاع پیغمبر ﷺ کو وحی کے ذریعے ہوئی۔[۸:۶۱۵]

نزول وحی کے وقت آپ ﷺ کے شوق و اضطراب کی کیفیت۔[۹:۸۵]

اللہ ورسول کی ذمہ داری صرف یہ ہے کہ لوگوں کو اس دن سے آگاہ کر دیا جائے۔[۹:۱۶۶]

رسول ﷺ کے توجہ کے اصلی مستحق[۹:۱۹۸]

وحی کے لیے آپ ﷺ کی شدتِ انتظار کی اصل وجہ۔[۹:۴۱۳]

## التفات و ہدایت اور اطمینان و تسلی

آپ ﷺ سے خطاب: صبر و استقامت کی نصیحت، دعائے ابراہیمی کے مظہر ہونے کی وضاحت دعوت کی کامیابی کا یقین۔[۱:۷۶]

آپ ﷺ کو تسلی۔[۱:۱۰۱، ۳:۲۱، ۳۸، ۱۱۳، ۴:۸۶، ۹۱، ۱۱۲، ۱۷۳، ۲۵۷، ۲۷۱، ۴۱۰، ۵۲۳، ۵:۱۲۵، ۲۶۸، ۴۶۲، ۴۷۹، ۵۵۷، ۶۳۰، ۶۳۳، ۶۹۱، ۶:۱۴۰، ۱۶۶، ۳۲۶، ۳۵۶، ۳۷۰، ۴۴۳، ۷:۶۵، ۲۳۱، ۸:۳۲، ۹۲، ۵۵۵، ۵۵۶، ۹:۴۱۴، ۳۰۵، ۱۸۷]

آپ ﷺ کے لیے تسکین و تسلی اور مخالفین کے لیے سرزنش اور دھمکی۔[۱:۱۱۵]

قرآن اور پیغمبر ﷺ کے مخالفوں کے لیے سخت الفاظ کا استعمال۔[۱:۱۲۶]

نبی کریم ﷺ کو بار بار مکی زندگی کے دور میں نماز اور صبر کی تلقین۔[۱:۲۰۰،۲۹۹]

البقرۃ ۹۹ میں 'آیاتِ بیّنات' سے مراد، خطاب پیغمبر ﷺ سے

ہے۔[۱:۲۸۰]

آپ ﷺ پر یہود ونصاریٰ کے روّیے کی وضاحت۔[۱:۳۰۶]

آپ ﷺ کو اطمینان کہ مخالفوں کے مقابل اللہ کافی ہے۔[۱:۳۴۹]

البقرۃ ۱۴۵ بطور التفات آپ ﷺ کو تسلی دے رہی ہے۔[۱:۳۷۰]

آپ ﷺ کی طرف التفات اور آپ ﷺ کی رسالت کا اثبات۔[۱:۵۸۲]

آپ ﷺ کو مخاطب کر کے ارشاد ہوا: ''کیا ہم نے تمہارے سینے کو کھول نہیں دیا؟''۔[۱:۶۰۵]

آپ ﷺ کو یہ دعا سکھائی گئی: قُلْ رَّبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا ۔[۱:۶۰۶]

ال عمران میں خطاب کے اہل صرف پیغمبر ﷺ اور اہل ایمان ہی ہیں۔[۲:۱۳]

آپ ﷺ کو خطاب کہ یہود و نصاریٰ کی مخالفت کو ذرا خاطر میں نہ لاؤ۔[۲:۴۵]

آپ ﷺ کی وساطت سے اہل کتاب کو دھمکی کہ ان کی عدالت کا وقت آ گیا ہے۔[۲:۴۵]

دعا کے اسلوب میں پیغمبر ﷺ اور آپ ﷺ کے واسطہ سے آپ ﷺ کے صحابہؓ کو تلقین۔[۲:۵۸]

اہل کتاب کے لیے سخت ملامت اور انجام کے لیے تسکین و تسلی۔[۲:۶۹]

آپ ﷺ کو اور آپ ﷺ کے واسطے سے پوری امت کے لیے ایک عظیم بشارت دعا کے اسلوب ہیں۔[۲:۶۳]

قرآن میں تمام مشکلات و مسائل کے اندر نماز کی تاکید پیغمبر ﷺ کو کی جاتی ہے۔[۲:۷۹]

ال عمران ۴۴ اثنائے کلام میں نبی ﷺ کی طرف التفات کی نوعیت۔[۲:۸۴]

ال عمران ۵۸ اور اس کے ساتھ کی پانچ آیتیں آپ ﷺ کی طرف التفات کی حیثیت رکھتی ہیں۔[۲:۱۰۷]

ظاہر خطاب پیغمبر ﷺ سے لیکن روئے سخن امت کی طرف۔[۲:۱۰۸]

پیغمبر ﷺ کی زبان سے اہل کتاب کو کہلا دیا کہ تم اسلام کا بال بیکا نہیں کر سکتے۔[۲:۱۶۶]

ال عمران ۱۲۸ آپ ﷺ کی طرف التفات کی آیت۔[۲:۱۷۳]

آپ ﷺ پر منافقین کا الزام اور اس کا جواب۔[۲:۲۱۱]

ال عمران ۱۷۶-۱۷۹ پیغمبر ﷺ اور مسلمانوں کی طرف التفات کی نوعیت کی ہیں۔[۲:۲۱۷، ۲۲۰]

نبی ﷺ کی طرف التفات۔[۲:۲۲۱، ۹:۳۳۶]

آپ ﷺ کو تسلی کہ جو تمہاری اطاعت کریں وہی درحقیقت خدا کی اطاعت کرنے والے ہیں۔[۲:۲۴۱]

آپ ﷺ کے لیے التفاتِ خاص کی دلنوازی۔[۲:۳۲۹]

النسآء ۷۹-۸۰ میں خطاب ایک ہی سیاق میں منافقین سے بھی ہوا ہے۔اور رسول اللہ ﷺ سے بھی۔[۲:۳۴۶]

النسآء ۸۱ میں نبی ﷺ کو منافقین سے اعراض کا حکم۔[۲:۳۴۹]

منافقین سے نبی ﷺ کو اعراض کی ہدایت کے ساتھ مسلمانوں کو تنبیہ کہ سلام و تحیت کا جواب ضرور دیا جائے۔[۲:۳۵۷]

آپ ﷺ کو خطاب کہ یہ محض اللہ کا فضل و احسان اور اس کی بخشی ہوئی کتاب و حکمت کی برکت ہے کہ ان منافقین کے فتنوں سے محفوظ رہے۔[۲:۳۷۵]

خطاب پیغمبر ﷺ سے، عتاب دوسروں پر۔[۲:۳۷۸]

آپ ﷺ کی طرف التفات اور مسلمانوں کو آگاہی۔[۲:۳۸۱]

آپ ﷺ کو خطاب کر کے تسلی۔[۲:۴۲۶]

النسآء ۱۶۶-۱۶۹ پیغمبر ﷺ کی تسلی کے لیے ہے۔[۲:۴۳۳]

آپ ﷺ کو تاکید کہ کتاب الٰہی کے بالمقابل یہود و نصاریٰ کی

بدعات وخواہشات کی پروا نہ کرنا۔[۲:۵۱۶]

پیغمبر ﷺ اور آپ ﷺ کے واسطے سے امّت کو ہر حال میں حق پر قائم رہنے کی ہدایت۔[۲:۵۲۶]

پیغمبر ﷺ کو اہل خشیت کی طرف متوجہ ہونے کی ہدایت۔[۳:۵۷]

المآئدۃ ۴۸ میں پیغمبر ﷺ اور مسلمانوں کے لیے تسکین وتسلی اور راہِ حق میں سبقت کی دعوت۔[۲:۵۳۴]

نبی ﷺ کو مخاطب کرکے تاکید کہ اہل کتاب کی تم مطلق پروانہ کرو۔[۲:۵۵۷]

المآئدۃ ۶۷ میں خطاب بظاہر آنحضرت ﷺ سے لیکن حقیقت میں اس کا رخ یہود ونصاریٰ کی طرف۔[۲:۵۶۳]

نبی ﷺ کو تسلی کہ رسول کی ذمہ داری صرف واضح طور پر حق پہنچا دینے کی ہے۔[۲:۶۰۲]

نبی ﷺ کے لیے تسلی کا ایک دلنواز پیرایہ۔[۳:۴۴]

نبی ﷺ کے لیے محبت آمیز عتاب۔[۳:۴۶]

اللہ تعالیٰ کی اپنے پیغمبر ﷺ کو ہدایت کہ کھوئی ہوئی آوارہ بھیڑوں کی جستجو میں اپنے اصلی گلّے سے غفلت نہ ہونے پائے۔[۳:۵۹]

آپ ﷺ کو غربائے مسلمین کے خیر مقدم کی ہدایت۔[۳:۶۱]

خطاب بظاہر آپ ﷺ سے لیکن آپ ﷺ کی وساطت سے تمام مسلمانوں سے ہے۔[۳:۷۷]

الانعام ۸۹ میں صحابہؓ کی استقامت اور مستقبل میں امّت کی کثرت کی پیشینگوئی آپ ﷺ کے لیے ایک عظیم بشارت ہے۔[۳:۱۰۳]

آپ ﷺ کی طرف التفات۔[۳:۱۳۴، ۴:۱۴۶، ۵:۴۷۷، ۶:۱۰۶]

آپ ﷺ کو اپنے موقفِ حق پر ڈٹے رہنے کی تاکید اور معاملے کو خدا کے حوالے کرنے کی تلقین۔[۳:۱۳۷]

آپ ﷺ کو تسلی کہ مخالفین کو ان کے من گھڑت فتنوں میں پڑے رہنے دو۔[۳:۱۷۲]

آپ ﷺ کو آخری ہدایت۔[۳:۲۰۹]

قریش کی مخالفت کے دَورِ شباب میں آپ ﷺ کو تسلی اور آپ ﷺ کی ذمہ داری کی حد۔[۳:۲۲۱]

آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہؓ کو مکی زندگی کے پرمحن دَور میں صبر اور نماز کی تلقین کی گئی۔[۳:۳۵۱]

آپ ﷺ کو مخالفوں کے لایعنی اعتراضات پر صبر واستقامت کی تلقین۔[۳:۳۸۴]

پیغمبر ﷺ اور مسلمانوں کو بعض ہدایات۔[۳:۴۱۱]

آپ ﷺ کو اطمینان دہانی کہ اپنے ساتھیوں کی افرادی قوت کی کمی سے پریشانی میں مبتلا نہ ہو۔[۳:۴۲۴]

آپ ﷺ کو ہدایت کہ معاہدوں کا احترام نہ کرنے والوں کو رعایت نہ دو۔[۳:۴۲۴]

آپ ﷺ کو تسلی اور بدر کے قیدیوں کو دھمکی۔[۳:۵۱۴]

آپ ﷺ کو محبت آمیز عتاب۔[۳:۵۲۶]

آپ ﷺ اور مسلمانوں کو تسلی کہ جہاد کے لیے تمہارے ساتھ منافقین کے نہ نکلنے میں ہی خیر ہے۔[۳:۵۲۶]

آپ ﷺ کو منافقین کے معاملے میں سخت روّیے کی ہدایت۔[۳:۵۲۶]

آپ ﷺ کو منافقین کے لیے دعاء واستغفار کی شدید ممانعت۔[۳:۵۲۷]

مسجد ضرار میں آپ ﷺ کو نماز پڑھنے کی ممانعت۔[۳:۵۲۷]

" آپ ﷺ اور تمام مخلص مہاجرین وانصار کے لیے عام قبولیتِ توبہ کی بشارت۔[۳:۵۲۷]

مکذبین سے آپ ﷺ کو اعلانِ براءت کی ہدایت۔[۴:۵۸]

آپ ﷺ کے لیے تسکین وتسلی۔[۴:۵۹، ۷۶، ۳، ۶۸۳]

آپ ﷺ اور صحابہؓ کو تسلی۔[۴:۶۵]

خطاب پیغمبر ﷺ سے، عتاب مکذبین پر۔[۴:۸۹، ۱۲۳]

تاریخ کی روشنی میں آپ ﷺ کو تسلی۔[۴:۹۰، ۵:۱۴۹، ۷:۳۳، ۷:۱۸۶]

آپ ﷺ کو آخری ہدایت۔[۴:۹۴]

آپ ﷺ کو صبر کی تلقین۔[۴:۱۱۱]

خطاب پیغمبر ﷺ سے، عتاب دوسروں پر۔[۴:۱۱۷]

قریش کو تنبیہ، آپ ﷺ کو تسلی۔[۴:۱۵۳، ۱۷۴، ۷:۵۶۴]

آپ ﷺ کو تسلی، منکرین کو تہدید۔[۴:۲۸۴، ۶:۵۶۲]

خطاب پیغمبر ﷺ سے، عتاب مشرکین پر۔[۴:۲۹۷]

خطاب پیغمبر ﷺ سے، عتاب قریش پر۔[۴:۳۳۷]

کفار کو دھمکی، پیغمبر ﷺ کو تسلی۔[۴:۴۲۱]

مشرکین کو ملامت، پیغمبر ﷺ کو تسلی۔[۴:۴۲۲]

آپ ﷺ اور صحابہؓ کو ہدایت۔[۴:۴۶۳]

آپ ﷺ کو موقف حق پر جمے رہنے کی تاکید۔[۴:۵۲۵، ۶:۱۱۲، ۵۱۸، ۸:۵۳۰]

خطاب نبی ﷺ سے، عتاب کفار پر۔[۴:۵۲۸]

قرب ہجرت کا اشارہ اور آپ ﷺ کو ایک عظیم بشارت۔[۴:۵۳۲]

آپ ﷺ کو معاملہ اللہ کے حوالہ کرنے کی ہدایت۔[۴:۵۳۴، ۵۴۲]

کفار کی متکبرانہ ذہنیت پر ضرب اور پیغمبر ﷺ کے لیے فضل عظیم۔[۴:۵۴۴]

نبی ﷺ کو دولت دنیا کے متوالوں سے بے نیاز ہو کر غریب و نادار ساتھیوں کی طرف متوجہ ہونے کی ہدایت۔[۴:۵۵۲]

آپ ﷺ کو پرمحبت تسلی۔[۴:۵۵۸]

نبی ﷺ کو فضول سوالات سے گریز کی ہدایت۔[۴:۵۷۵]

متکبرین کے باب میں پیغمبر ﷺ کو ہدایت۔[۴:۵۸۱، ۵۹۹]

آپ ﷺ کو ہدایت کہ قرآن انذار و تبشیر کیلئے بہترین چیز ہے۔[۴:۶۳۱]

آپ ﷺ کو صبر و انتظار کی تلقین۔[۴:۶۳۱، ۶۶۹، ۶۷۴، ۸:۴۲، ۹:۱۱۸]

آپ ﷺ کو اطمینان دہانی۔[۴:۶۷۵، ۵:۴۶۴]

آپ ﷺ کو تلقین صبر۔[۴:۶۷۵، ۶:۵۰۳، ۷:۵۶۵، ۸:۵۳۰]

آپ ﷺ کو تسلی اور مخالفین کو انذار۔[۴:۶۸۹، ۵:۶۳۱]

تبلیغ میں حضور ﷺ کی محنت شاقہ اور آپ ﷺ کو دل نواز تسلی۔[۵:۱۴]

نبی ﷺ کو کامل تفویض کی ہدایت۔[۵:۱۷، ۲۰۰]

آپ ﷺ کو ایک نئے پہلو سے تسلی۔[۵:۱۷]

آپ ﷺ کو صبر کی تلقین اور نماز کی تاکید۔[۵:۱۰۶، ۸:۱۷۹]

آپ ﷺ کو امراء و اغنیاء سے بے نیازی کی ہدایت۔[۵:۱۰۷]

آپ ﷺ کو تسلی کہ ہر رسول کی دعوت کی مخالفت اسی طرح ہوئی ہے۔[۵:۲۰۶]

خطاب پیغمبر ﷺ سے عتاب مخالفین پر۔[۵:۲۸۴]

آپ ﷺ کو تسلی کہ کفار کی ضد اور مکابرت سے مایوس نہ ہو۔[۵:۳۳۰، ۷:۱۴۵، ۳۱۱]

نبی ﷺ کے لیے تسلی اور آپ ﷺ کے مخالفین کے لیے ملامت۔[۵:۳۳۶، ۷:۱۰۱، ۳۰۶]

آپ ﷺ کو صبر و درگزر کی ہدایت۔[۵:۳۴۶]

پیغمبر ﷺ اور آپ ﷺ کے واسطہ سے آپ ﷺ کے ساتھیوں کو طلب مغفرت و رحمت کی دعا کی تلقین۔[۵:۳۵۰]

آپ ﷺ کے لیے ایک خاص برمحل التفات۔[۵:۴۴۳]

وعدۂ عذاب کے باب میں پیغمبر ﷺ کو بشارت۔[۳۴۵:۵]

آپ ﷺ کو ایک دل نواز تسلی۔[۴۹۸:۵]

آپ ﷺ کے لیے تسلی اور مخالفین کے لیے تہدید۔[۴۹۹:۵، ۵۸۶:۶]

موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کی سرگزشت: نبی ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہؓ کے لیے سرمایۂ تسکین و تسلی اور آپ ﷺ کے مخالفین کے لیے سبق آموز۔[۵۰۰:۵]

آپ ﷺ کے لیے تسلی اور آپ ﷺ کے مخاطبوں کے لیے تہدید و وعید۔[۵۳۹:۵]

آپ ﷺ کی طرف التفات، منکرین و مکذبین کی طرف عتاب۔[۵۶۲:۵]

آپ ﷺ اور صحابہؓ کی شب خیزی کی تحسین۔[۵۶۴:۵]

خطاب آپ ﷺ سے لیکن موسیٰ علیہ السلام و فرعون کی سرگزشت سنانے سے وقت کے فراعنہ یعنی قریش کے لیڈروں کے کان کھولنا ہے۔[۶۵۵:۵]

آپ ﷺ کو شاندار کامیابی کی بشارت۔[۷۱۶:۵، ۴۷۷:۶، ۲۳۰:۷]

آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہؓ کو بشارت۔[۳۴۵:۵، ۴۲۶، ۳۵:۶، ۴۶۹:۷]

پیغمبر ﷺ اور مسلمانوں کو تسلی۔[۵۱:۶]

آپ ﷺ سے بحیثیت امت کے وکیل کے خطاب۔[۹۳:۶]

آپ ﷺ کے لیے توکل علی اللہ کی دلیل۔[۱۸۶:۶]

آپ ﷺ کو ہر خوف و اندیشہ سے بے پروا ہو کر صرف وحی الٰہی کی پیروی اور اسی کی دعوت کی ہدایت۔[۱۹۱:۶]

پیغمبر ﷺ اور ان کے ساتھیوں کو دین کی راہ میں اللہ پر بھروسا رکھنا چاہیے۔[۱۹۳:۶]

نبی ﷺ کی زبان سے اعلان کہ میں منذر ہوں اور ایک ہولناک دن سے لوگوں کو آگاہ کر رہا ہوں۔[۵۴۵:۶]

آپ ﷺ کے ذریعے مظلوم مسلمانوں کے لیے پیامِ تسلی۔[۵۷۲:۶]

آپ ﷺ کو تسلی کہ فیض ہمیشہ بقدر استعداد و صلاحیت پہنچتا ہے۔[۵۸۱:۶]

آپ ﷺ کو منکرینِ آخرت سے اعراض اور آخرت کی تیاری کی تلقین۔[۵۹۷:۶]

آپ ﷺ کے لیے تسلی کہ بندے کے لیے اللہ کی حفاظت کافی ہے۔[۵۹۲:۶]

خطاب آپ ﷺ سے زجر و عتاب قریش کے متکبرین کی طرف۔[۱۹:۷]

نبی ﷺ کو تسلی کہ تم اپنی دعوت پر جمے رہو، اللہ کا وعدہ شدنی ہے۔[۵۰:۷]

المومن ۵۵ میں نبی ﷺ شخصاً مخاطب نہیں بلکہ امت کے وکیل کی حیثیت سے مخاطب ہوئے ہیں۔[۵۱:۷]

آپ ﷺ کو صبر و استقامت کی تلقین اور فتح و نصرت کی بشارت۔[۵۱:۷]

آپ ﷺ کو تسلی کہ تم نہایت اعلیٰ اور پاکیزہ دعوت لے کر اٹھے ہو، جہالت کا مقابلہ شرافت اور عفو و درگزر سے کرو۔[۷۲:۷]

ایک داعی کے لیے مخالفین کے ساتھ مستحسن رویہ، نبی ﷺ کو اس کی تعلیم۔[۱۰۲:۷]

آپ ﷺ کو تسلی کہ رسولوں اور ان کی قوموں کی یہ ایک مشترک روایت ہے۔[۱۱۴:۷]

آپ ﷺ کے لیے تسلی اور مکذبینِ قرآن کے لیے تہدید و وعید۔[۱۲۸:۷، ۱۴۲]

آپ ﷺ کے لیے تسلی اور مخالفین پر اتمام حجت۔[۱۴۰:۷]

آپ ﷺ کو استقامت کی تلقین۔[۷:۱۵۵، ۳۸۳]

آپ ﷺ کی تسلی کے لیے سنتِ الٰہی کا حوالہ۔[۷:۱۸۶]

الشوریٰ ۴۸، ۵۲ میں خطاب نبی ﷺ سے۔[۷:۱۸۸]

آپ ﷺ کو اللہ کے اَصل دین پر جمے رہنے کی تاکید۔[۵:۵۲۵، ۷:۳۱۷]

آپ ﷺ اور مسلمانوں کو حفاظت کی ضمانت۔[۷:۴۱۵]

منافقین کے بارے میں آپ ﷺ کو ہدایت۔[۷:۴۳۴]

آپ ﷺ کو تسلی آمیز ہدایت۔[۸:۹۴]

آپ ﷺ کے لیے تلقین صبر واستقامت اور پیامِ تسلی۔[۸:۱۸۸]

مجلس نبوی کو نجویٰ سے پاک رکھنے کے لیے بعض ہدایات۔[۸:۲۶۱]

پیغمبر ﷺ کو ہدایت کہ اسلام کی خاطر اور خالص اسلامی زندگی بسر کرنے کا عہد کرنے والی عورتوں سے بیعت لے لیا کریں۔[۸:۳۲۰، ۳۴۳]

آپ ﷺ سے خطاب کی اہمیت۔[۸:۴۳۵]

آپ ﷺ کے ایک فعل پر احتساب۔[۸:۴۵۷]

آپ ﷺ کو عام احتساب کی تاکید۔[۸:۴۷۳]

آپ ﷺ کے لیے ابدی فیروز مندی کی بشارت۔[۸:۵۱۴]

مکذبین کو دھمکی، نبی ﷺ کے لیے بہت بڑی تسلی۔[۸:۵۲۹]

آپ ﷺ کو صبر جمیل کی ہدایت۔[۸:۵۶۷]

مزمّل کے لفظ سے آپ ﷺ کو مخاطب کر کے اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی فکر مندی کا سراغ دیا ہے۔ یہ نہایت پیار کا خطاب ہے۔[۹:۱۷]

آپ ﷺ کو اِس بات کی تاکید کہ شب میں قیام لیل کا اہتمام کرو جس میں قرآن خوب ٹھہر ٹھہر کر پڑھو۔[۹:۱۸، ۲۳]

مسلمانوں کی تحسین جنہوں نے آپ ﷺ کے اتباع کے شوق میں ازخود قیام لیل کے حکم کی پابندی اپنے اوپر لازم کر لی۔[۹:۳۲]

'مزمل' اور 'مدثر' کے خطاب کی بلاغت۔[۹:۴۳]

ہٹ دھرموں سے اظہارِ بے نیازی اور نبی ﷺ کے لیے پیامِ تسلی۔[۹:۶۶]

نبی ﷺ کو صبر اور انتظار کی تلقین۔[۹:۱۱۸، ۶:۱۷۶، ۸:۴۲]

نبی ﷺ کی تسلی کے لیے مخالفین کی اصل بیماری کا پتا دیا ہے۔[۹:۱۱۹]

آپ ﷺ کو تنبیہ کی نوعیت۔[۳:۴۶، ۹:۱۹۷]

آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی برابر تسبیح کرتے رہنے کی ہدایت۔[۹:۳۰۹]

وحی الٰہی کے باب میں آپ ﷺ کو ایک خاص ہدایت۔[۹:۳۱۶]

حقیقت جو آپ ﷺ کو سمجھائی گئی۔[۹:۳۱۶]

آپ ﷺ کو ہدایت۔[۹:۴۵۹]

'یسر' کی منزل کی رسول کریم ﷺ کو بشارت۔[۹:۳۱۸]

آپ ﷺ اور مسلمانوں کو مخاطب کر کے فتح و غلبہ کی بشارت۔[۹:۵۹۰]

آپ ﷺ کو استغفار کی ہدایت۔[۹:۶۲۴]

## نبی ﷺ اور قرآن

سورتوں کی حد بندی اور اُن کی ترتیب تمام تر نبی ﷺ کی ہدایات کے تحت عمل میں آئی ہے۔[۱:۱۷، ۱:۴۹]

آپ ﷺ اور جبریل امینؑ ہر رمضان میں قرآن مجید کا مذاکرہ موجودہ ترتیب پر فرماتے۔[۱:۲۵]

آپ ﷺ تلاوت میں سورتوں کے جوڑوں کو ملحوظ رکھتے۔ سورہ قیامہ اور دہر، صف اور جمعہ، اعلیٰ اور غاشیہ نمازوں میں ساتھ ساتھ پڑھتے۔[۱:۲۶]

آپ ﷺ جس طرح کتاب کے لانے والے تھے اسی طرح اس کے معلم ومتبین بھی تھے۔[۱:۲۹]

حیرت ہوتی ہے کہ جن قوموں کے پاس صحیفے موجود تھے وہ قرآن اور پیغمبر ﷺ کی تعلیمات سے کیوں محروم رہیں۔[۱:۳۳]

فکر و تدبر کے قرآنی حلقوں سے آپ ﷺ کو خاص دلچسپی تھی۔[۱:۳۹]

تعمیل حکم جو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو بالکل ابتدائی وحی نازل کرتے وقت دیا۔[۱:۴۶]

آپ ﷺ اور قرآن مجید سے متعلق ایک خاص پیشین گوئی کی تصدیق۔[۱:۴۷]

تورات کی پیشین گوئی کے مصداق درحقیقت آپ ﷺ ہی ہیں۔[۱:۱۰۲]

اصلی رزق علم و معرفت ہے جو قرآن اور پیغمبر ﷺ سے حاصل ہوا۔[۱:۱۴۰]

البقرہ ۳۰ کے مخاطب آپ ﷺ ہی ہیں۔[۱:۱۵۶]

اعتراضات اٹھا کر یہود مسلمانوں کو قرآن اور آپ ﷺ سے بدگمان کرنے کی کوشش کرتے تھے۔[۱:۲۹۶]

آپ ﷺ کے اپنے صحابہؓ کے لیے تعلیم کتاب کے طریقے۔[۱:۳۴۱]

پیغمبر ﷺ کی تعلیم عین اللہ کی تعلیم ہے۔[۱:۵۵۴]

کامل شریعت قرآن اور محمد ﷺ کے ذریعے سے دنیا کو ملی۔[۱:۶۴۹]

اٰل عمران ۸۷ میں اشارہ: خاتم النبیین ﷺ کی رسالت ایک عظیم اور بے پایاں برکت و رحمت ہے۔[۲:۱۲۲]

اجتہاد کے آداب و شرائط آپ ﷺ کی تعلیم اور صحابہؓ کے تعامل سے معلوم ہوئے۔[۲:۳۲۵]

قانونِ اسلامی کے مرجع کی حیثیت سے کتاب اللہ کی طرح سنت رسول کی حیثیت بھی مستقل اور دائمی ہے۔[۲:۳۲۵]

آپ ﷺ کی وفات کے بعد آپ ﷺ کی سنت ہی آپ ﷺ کے قائم مقام ہو سکتی ہے اولوالامر نہیں۔[۲:۳۲۶]

طاغوت کتاب اللہ اور رسول ﷺ کی ضد کے مفہوم میں استعمال ہوا ہے۔[۲:۳۲۶]

رسول ﷺ خدا کی تشریعی حاکمیت کا مظہر ہے۔[۲:۳۲۹]

آپ ﷺ کو خطاب کہ قرآن تمام اختلافات کے درمیان قولِ فیصل بن کر نازل ہوا ہے۔[۲:۴۴۶]

آپ ﷺ کو ہدایت کہ قرآن ہی اب حق و باطل کی کسوٹی ہے۔[۲:۳۷۴]

نبی ﷺ اور قرآن دونوں لازم و ملزوم ہیں۔[۳:۳۲]

قرآن کی حفاظت کا تمام اہتمام پیغمبر ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہؓ کے ہاتھوں عمل میں آیا۔[۳:۳۶۳]

قرآن سے متعلق یہ اسی طرح کا عہد و میثاق آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے واسطہ سے آپ کی امت سے لیا گیا ہے جس طرح کا عہد تورات اور انجیل سے متعلق ان کے حاملین سے لیا گیا۔[۲:۵۳۳]

نزولِ قرآن کے لیے آپ ﷺ کے اندر بے قراری کی اصل وجہ۔[۵:۹۵]

سورہ الفرقان کا عمود قرآن اور نبی ﷺ کا دفاع ہے۔[۵:۴۳۹]

آپ ﷺ کو قرآن کے معاملہ میں جلدی کرنے سے روکا ہے۔[۵:۹۶]

قرآن اور پیغمبر ﷺ سے لوگوں کو بدگمان کرنے کے لیے قریش کا ایک اشغلا۔[۷:۲۷۷]

اللہ تعالیٰ نے نبی اُمّی کو قرآن کی نعمت سے سرفراز فرمایا۔[۵:۶۸۸]

آپ ﷺ کی طرف سے مخالفینِ قرآن کے مطالبے کا جواب۔[۷:۷۹]

تمام نبیوں اور رسولوں نے اسی دینِ توحید کی تعلیم دی ہے جس کی تعلیم یہ پیغمبر ﷺ دے رہے ہیں۔[۷:۱۵۹]

رسول کریم ﷺ سے احزاب امیں خطاب کی نوعیت۔[۶:۱۸۵]

احادیث (دیکھیں استفادہ کے مآخذ)

# سُننِ الٰہی

# سُنَنِ الٰہی

قرآن مجید میں بعض جگہ جب اللہ تعالیٰ کسی فعل کو اپنی طرف منسوب فرماتا ہے تو اس سے مقصود اس فعل کو اپنی طرف منسوب کرنا نہیں ہوتا بلکہ اس قانون یا سنت کو اپنی طرف منسوب کرنا ہوتا ہے جس قانون اور سنت کے تحت وہ فعل ظہور میں آتا ہے چونکہ یہ قانون اللہ تعالیٰ ہی کا مقرر کیا ہوتا ہے اس وجہ سے وہ فعل جو اس قانون کے تحت ظہور میں آتا ہے بعض اوقات قانون کے بنانے والے کی طرف منسوب کر دیا جاتا ہے۔ تعبیر مطلب کا یہ اسلوب کم وبیش ہر زبان میں پایا جاتا ہے۔ عربی زبان اور قرآن مجید میں بھی اس کی بکثرت مثالیں موجود ہیں۔ [۱:۱۱۰]

كُلُّ شَیْءٍ عِنْدَهٗ بِمِقْدَارٍ اللہ کے ہاں ہر چیز کے لگے بندھے ضابطے، معین پیمانے اور مقرر اوقات ہیں۔ لوگوں کی جلد بازی سے وہ سنتِ الٰہی متغیر نہیں ہوتی جو اس نے ہر چیز کے لیے مقرر کر رکھی ہے۔ [۴:۲۷۴]

# آزمائشوں اور امتحانات کی سنت

## صبر و شکر کی تربیت

امتحانات صرف مشکلات و مصائب ہی کی راہ سے پیش نہیں آتے بلکہ انعامات و افضال کی شکل میں بھی پیش آتے ہیں۔ مصائب و مشکلات کے امتحانات میں اللہ تعالیٰ بندے کے صبر کی تربیت فرمانا چاہتا ہے اور انعامات و افضال کے امتحان میں اس کے شکر کو پروان چڑھانا چاہتا ہے اور اسی صبر و شکر پر تمام اعلیٰ صفاتِ انسانی کا انحصار ہے۔ انھی دونوں صفتوں کی تکمیل سے دنیا میں ''نفس مطمئنہ'' کی بادشاہی حاصل ہوتی ہے اور پھر اسی کا ثمرہ وہ ابدی بادشاہی ہے جس کو قرآن نے ''راضیۃ مَّرضِیَّۃ'' کے الفاظ سے تعبیر فرمایا ہے۔[۵:۵۱،۷:۴۴۱]

ہم نے ان کو یہ مال و متاع جو بخشا ہے تو اس لیے نہیں کہ وہ اس کے حقدار تھے بلکہ اس لیے بخشا کہ ان کا امتحان کریں کہ یہ ہماری نعمتیں پا کر کیا بناتے ہیں۔ اگر انہوں نے ان نعمتوں کا یہی حق پہچانا ہے کہ ان کو پا کر ہمارے ہی آگے اکڑیں تو اس کا انجام جلد دیکھ لیں گے۔[۵:۱۰۹]

## اہل ایمان کے ساتھ اللہ کا معاملہ

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں اور بندیوں کو امتحان میں تو ڈالتا ہے کہ یہ امتحان اس کی سنت ہے اور یہ امتحان درجے اور مرتبے کے اعتبار سے سخت سے سخت تر بھی ہوتا ہے لیکن ساتھ ہی اس کی یہ سنت بھی ہے کہ جو لوگ اس کے امتحان کی راہ میں بازی کھیل جاتے ہیں وہ ان کو سنبھالتا بھی ہے۔[۵:۶۶۱]

## کھرے، کھوٹے میں امتیاز

اللہ تعالیٰ کا یہ قاعدہ تو نہیں ہے کہ وہ ہر منافق کی پیشانی پر لکھ دے کہ یہ منافق ہے لیکن اس کی یہ سنت بالکل لازمی اور قطعی ہے کہ وہ مختلف امتحانات کے ذریعہ سے کھرے اور کھوٹے میں امتیاز کرتا ہے اور یہ بات چونکہ اس کی سنت کا تقاضا ہے اس وجہ سے اس امتحان سے تمہیں بھی لازماً گزرنا پڑے گا اور وہ لوگ اپنے کو زیادہ دنوں تک چھپائے رکھنے میں کامیاب نہیں ہوں گے جو محض فریب کے جامے میں مسلمانوں کے اندر گھسے رہنا چاہتے ہیں۔[۷:۴۲۲]

## حاملینِ حق کے لیے امتحان کی کسوٹی

حالات نے اہل ایمان کو بڑی ہی سخت آزمائش میں ڈال دیا اور وہ نہایت ہی بری طرح جھنجھوڑ دیئے گئے۔ ایک طرف ہر جانب سے دشمنوں کی یورش اور دوسری طرف اپنی صفوں کے اندر ایسے لوگوں کا وجود جو ان حالات کو دیکھ کر بالکل ہی ہمت ہار بیٹھے اور طرح طرح کے شبہات ظاہر کرنے لگے لیکن کھرے اور کھوٹے میں امتیاز کے لیے اہل ایمان کو اس قسم کے امتحانات سے گزرنا پڑتا ہے۔ یہ امتحان اللہ تعالیٰ کی سنت ہے۔[۶:۲۰۰]

سچے مسلمانوں نے اپنے ساتھیوں کو تسلی دی کہ یہ تو وہی امتحان ہمیں پیش آیا ہے جس کی اللہ اور اس کے رسول نے پہلے سے ہمیں خبر دے دی تھی۔ یہ اشارہ قرآن کی ان آیات کی طرف ہے جن میں مسلمانوں کو متنبہ کیا گیا ہے کہ کامیابی کی منزل کو پہنچنے سے پہلے ان کو نہایت صبر آزما امتحانوں سے گزرنا پڑے گا۔[۶:۲۰۸،۱:۵۰۴،۹:۴۱۳]

حق کو غلبہ اور کامیابی کی منزل تک پہنچنے کے لیے آزمائش کے مختلف مراحل سے گزرنا پڑتا ہے۔[۳:۱۳۷، ۵۴۷، ۴:۱۰، ۵:۲۶۹، ۶:۱۶،۲۹،۲۰۹،۲۳۷]

اللہ تعالیٰ کی اس سنت پر اطمینان رکھو کہ اس نے 'یسر' کا دامن 'عسر' کے ساتھ باندھ رکھا ہے یعنی آسانی ظاہر تو ہوگی ضرور لیکن آزمائش کے دور سے گزرنے کے بعد۔[۹:۴۲۶،۴۲۸]

## امارت اور غربت دونوں امتحان کیلئے ہیں

یہ اللہ تعالیٰ نے اپنی ایک سنت بیان فرمائی ہے کہ ہم نے دنیا میں کسی کو دولت جو دی ہے تو اس بنا پر نہیں دی ہے کہ وہ اسی کا حقدار تھا اسی طرح کسی کو غربت دی ہے تو اس وجہ سے نہیں کہ وہ اس کا سزاوار تھا بلکہ ایک کو دولت اور دوسرے کو غربت دے کر دونوں کا امتحان کیا ہے۔ وہ جن کو مال و جاہ دیتا ہے تو اس لیے دیتا ہے کہ وہ دیکھے کہ وہ اللہ کی بخشی ہوئی نعمت پا کر اس کے شکر گزار، متواضع اور فرمانبردار بندے بنتے ہیں یا مغرور و متکبر ہو کر اکڑنے والے، اترانے والے، غریبوں کو دھتکارنے والے اور خدائی نعمتوں کے اجارہ دار بن کر بیٹھ جاتے

ہیں۔ اسی طرح جن کو غربت دیتا ہے تو یہ دیکھنے کے لیے دیتا ہے کہ وہ اپنی غربت پر صابر، حاصل نعمتوں اور اپنی نانِ جویں پر قانع، اپنی تقدیر پر راضی اور اپنے فقر میں خود دار رہتے ہیں یا مایوس و دل شکستہ ہو کر پست ہمت، بے حوصلہ، تقدیر سے شاکی، خدا سے برہم اور ذلیل وخوار ہو کر رہ جاتے ہیں۔[۳:۲۰]

## اِبتلاء کی سنت

### مقصد

ابتلاء بندوں کی تربیت اخلاق کے لیے اللہ تعالیٰ کی ایک سنت ہے۔ اِسی چیز سے بندوں کی وہ صلاحیتیں ابھرتی اور نشوونما پاتی ہیں جو ان کے اندر اللہ تعالیٰ نے ودیعت فرمائی ہیں اور اِسی سے کھرے اور کھوٹے میں امتیاز ہوتا ہے۔ یہ امتحان نرم اور سخت، سرد اور گرم، خوش کن اور رنج دہ، حوصلہ افزا اور ہمت آزما دونوں طرح کے حالات کے ذریعہ سے ہوتا ہے اور کسی صورت میں بھی اِس سے مقصود بندے کو دکھ میں مبتلا کرنا نہیں ہوتا بلکہ اس کی صلاحیتوں کو ابھارنا اور پروان چڑھانا ہوتا ہے۔[۱:۳۲۴]

### حکمت

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو اس طرح کے اِمتحانوں میں اس لیے نہیں ڈالتا کہ لوگ اپنے ایمان ضائع کر بیٹھیں بلکہ یہ امتحان اللہ تعالیٰ کی رافت و رحمت کے مظہر ہیں۔ انہی امتحانوں سے بندوں کی صلاحیتیں نشوونما پاتی ہیں۔ انہی کے ذریعہ سے ان کی وہ قوتیں اور صلاحیتیں بروے کار آتی ہیں جن کے خزانے قدرت نے ان کے اندر ودیعت کیے ہیں... اس کارخانۂ کائنات کا سارا حسن و جمال اور اس کی ساری حکمت و برکت اللہ تعالیٰ کی اسی سنتِ ابتلا کے اندر مضمر ہے۔ اگر یہ نہ ہو تو یہ سارا کارخانہ بالکل بے حکمت اور بے مصلحت بلکہ کھلنڈرے کا ایک کھیل بن کے رہ جائے۔[۱:۳٦٦، ۳٦۷]

### نبی اور اس کے رفقاء کے لیے بھی ابتلاء

یہ انبیاء کی ایک سنت اور خدا کے قانونِ ابتلا کا ایک لازمی تقاضا ہے۔ کوئی اِس غلط فہمی میں نہ رہے کہ جو نبی ہوتا ہے وہ اور اس کے ساتھی امتحان سے گزرے بغیر ہی منزل پر جا پہنچتے ہیں۔ اللہ کو محبوب تو صرف وہی لوگ ہیں جو اس کی راہ میں استقامت دکھائیں نہ کہ ہر مدعیٔ دینداری۔ پھر جھوٹے اور سچے میں امتیاز آخر اس امتحان کے بغیر کیسے ہوگا؟[۲:۱۸۷]

اس دنیا کا کارخانہ جزا اور سزا کے قانون پر نہیں چل رہا ہے بلکہ ابتلاء کی سنت کے تحت چل رہا ہے لیکن اس زندگی کے بعد ایک دوسری زندگی آنے والی ہے جو جزائے اعمال کا مظہر ہوگی۔[۱:۵۰۲]

### نصرتِ الٰہی کا ظہور

انبیاء اور ان کے ساتھیوں کو اللہ تعالیٰ کی براہِ راست مدد سے ہمکنار ہونے کے لیے ابتلا و امتحان کے لیے ایک طویل اور صبر آزما مرحلے سے گزرنا پڑتا ہے۔ اس کے بغیر خدا کی نصرت ظاہر نہیں ہوتی۔ اس دوران میں ان انبیاء کی قوموں کی طرف سے برابر ان کی تکذیب ہوتی ہے۔ ان کو ہر قسم کی ایذائیں دی جاتی ہیں اور ہر پہلو سے ان کو زچ کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اس طرح جو کچھ حق کے مخالفین کے اندر ہوتا ہے وہ بھی اُبھر کر باہر آجاتا ہے اور جو ہر نبی اور اس کے ساتھیوں کے اندر ہوتا ہے وہ بھی نکھر کر سامنے آجاتا ہے۔ یہ وقت ہوتا ہے کہ منکرین حق پر خدا کی حجت تمام ہوجاتی ہے اور نبی اور اس کے ساتھی سزاوار ہوتے ہیں کہ ان کے لیے اللہ کی مدد ظاہر ہو۔[۳:۴۴]

### عذاب اور ابتلاء میں فرق

عذاب کے معاملے میں سنت اللہ یہ ہے کہ نبی کے جھٹلانے والے ہلاک کر دیئے جاتے ہیں اور اہل ایمان بچا لیے جاتے ہیں۔ رہی وہ آزمائشیں اور تکلیفیں جو تنبیہ و تذکیر کے لیے آتی ہیں تو وہ اس امتیاز کے ساتھ نہیں آتیں بلکہ ان میں سب حصہ پاتے ہیں۔ البتہ اہل ایمان ان سے فائدہ اٹھاتے ہیں اور اہل کفر بدستور اپنی شرارت پر جمے ہی رہ جاتے ہیں بلکہ اس سے کچھ اور ڈھیٹ ہوجاتے ہیں۔[۳:۵۴، ۱۴۳]

## اقوام کے باب میں سنتِ الٰہی

سنتِ الٰہی یہ ہے کہ جب کوئی قوم کسی نافرمانی میں اصرار کے حد تک بڑھ جاتی ہے اور اچھوں کے سمجھانے سے بھی باز نہیں آتی تو اس معاملے میں اس کی آزمائش سخت سے سخت تر ہوجاتی ہے تاکہ وہ اپنا پیمانہ اچھی

طرح بھرلے۔[۳:۳۷۹]

## عذابِ الٰہی کا سبب: اجتماعی خرابی

خدا کا عذاب کسی قوم پر اس وقت آتا ہے جب قوم کا مزاج بحیثیت مجموعی بگڑ جاتا ہے۔ اصلاح کرنے والے یا تو اس میں باقی رہ ہی نہیں جاتے یا رہتے ہیں تو خال خال نہایت قلیل تعداد میں... انفرادی خرابیاں عذابِ الٰہی کا باعث نہیں ہوتیں۔ عذابِ الٰہی اُسی وقت نازل ہوتا ہے جب مجموعہ کا مزاج فاسد ہو جاتا ہے۔[۴:۱۷۷]

سنت اللہ یہ ہے کہ جس قوم نے بھی ایمان لانے کی شرط نشانیِ عذاب کو ٹھہرایا اس کو ایمان کی سعادت حاصل نہیں ہوئی بلکہ بالآخر عذاب ہی کے ذریعہ سے اس کی جڑ کاٹ دی گئی۔[۳:۵۱]

یہ خدا ہی جانتا ہے کہ کب کوئی قوم اپنے اخلاقی زوال کی اس حد کو پہنچی کہ اب اس کے وجود سے خدا کی زمین کو پاک ہو جانا چاہیے۔ یہ قریش کو تنبیہ ہے کہ اپنے رسول سے عذاب کے لیے جلدی نہ مچاؤ، جب تمہارا پیمانہ بھر جائے گا تو تم بھی فنا کر دیئے جاؤ گے۔ نہ تمہارے جلدی مچانے سے خدا وقت سے پہلے تم پر عذاب بھیجے گا اور نہ وقت پورا ہو جانے کے بعد ایک سیکنڈ کی مہلت دے گا۔ قوموں کے باب میں سنتِ الٰہی یہی رہی ہے۔ اسی سنت کے مطابق تمہارے ساتھ بھی معاملہ ہوگا۔[۵:۳۲۰]

## اتمامِ حجت کے بعد ہلاکت

سنتِ الٰہی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر قوم پر اتمامِ حجت کے لیے ایک رسول بھیجتا ہے جو اسی قوم کے اندر سے ہوتا ہے۔ اگر قوم اس پر ایمان لاتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس قوم کو برومند کرتا اور زمین میں اس کو اقتدار بخشتا ہے اور اگر وہ رسول کی تکذیب کر دیتی ہے تو اتمامِ حجت کے بعد وہ لازماً تباہ کر دی جاتی ہے۔ اس وجہ سے کسی قوم کے اندر رسول کی بعثت کا مرحلہ ایک بڑا ہی نازک مرحلہ ہوتا ہے۔[۵:۳۳۵، ۳۳۶، ۶۳۴، ۶۸۱، ۸:۸۳، ۵۹۰]

## عہد شکن قوم پر لعنت

اللہ تعالیٰ کسی قوم کے ساتھ معاہدے کر کے اس کو جس درجے کی عزت و سرفرازی بخشتا ہے، معاہدہ توڑ دینے کی صورت میں وہ اس کو اسی درجے کی ذلت کے ساتھ دھتکار بھی دیتا ہے۔ اس دھتکارنے کے لیے جامع تعبیر لعنت ہے یعنی کسی کو راندۂ درگاہ قرار دے دینا۔ راندۂ درگاہ ہونے کا پہلا اثر جو اس قوم پر پڑتا ہے وہ یہ ہے کہ اس کے اندر سے خدا کی خشیت، جو دل کی زندگی کی ضامن ہے، ختم ہو جاتی ہے اور دل پتھر ہو کر توبہ و انابت کی روئیدگی کے لیے بالکل بنجر ہو جاتا ہے۔[۲:۴۷۶]

## عذابِ الٰہی کے بارے میں سنتِ الٰہی

سنت یہ ہے کہ رسول جب تک اپنی قوم کے اندر موجود رہتا ہے وہ قوم کے اندر بمنزلہ دل کے ہوتا ہے۔ وہ قوم کے لیے اپنے رب سے مغفرت بھی مانگتا رہتا ہے اور قوم کو استغفار کی دعوت بھی دیتا رہتا ہے۔ قوم کے اندر اس کا وجود اِس بات کا شاہد ہے کہ ابھی قوم میں زندگی کی رمق باقی ہے۔ اس کی دعوت سے ان لوگوں کو زندگی ملتی ہے جن کے اندر حیاتِ ایمانی قبول کرنے کی صلاحیت موجود ہوتی ہے اور ان کا استغفار بھی قوم کے لیے سپر بن جاتا ہے۔ قوم کے اشرار خواہ کتنی ہی شرارتیں اور خدا اور رسول کو کتنا ہی چیلنج کریں لیکن اللہ تعالیٰ ان سے درگزر فرماتا ہے اور اگر ان کو کسی آفت میں مبتلا کرتا بھی ہے تو اس کی نوعیت ایک تنبیہ کی ہوتی ہے نہ کہ فیصلہ کن عذاب کی۔ لیکن جب قوم اپنی سرکشی میں اس حد تک بڑھ جاتی ہے کہ رسول کے قتل کے منصوبے بنانے لگتی ہے اور اپنے اندر کے صالحین پر زندگی دشوار کر دیتی ہے تو اللہ تعالیٰ رسول اور اس کے ساتھیوں کو ہجرت کا حکم دے دیتا ہے جس کے بعد قوم اس امان سے محروم ہو جاتی ہے جو رسول اور صالحین کی برکت سے اسے حاصل رہی ہوتی ہے پھر دو صورتوں میں سے کوئی ایک صورت لازماً پیش آ کے رہتی ہے۔ اگر رسول کے اوپر ایمان لانے والے صرف گنتی کے چند نفوس ہی ہوتے ہیں تو اس کی اور اس کے ساتھیوں کی ہجرت کے بعد قوم پر عذابِ الٰہی آ جاتا ہے جو خدا کی زمین کو اس کے ناپاک وجود سے پاک کر دیتا ہے اس لیے کہ باطل محض کی پرورش اس کائنات کی فطرت اور فاطر کائنات کی حکمت کے خلاف ہے اور اگر رسول پر ایمان لانے والوں کی تعداد بھی معتدبہ ہوتی ہے جیسا کہ آنحضرت ﷺ کے معاملے میں ہوا تو اہل حق اور

اہل باطل میں کشمکش شروع ہوتی ہے اور باطل حق سے ٹکرا ٹکرا کر بالآخر ایک دن پاش پاش ہو کر نابود ہو جاتا ہے۔ [۴۶۸:۳]

اللہ عذاب بھیجنے میں جلدی نہیں کرتا بلکہ وہ اپنے رسولوں کے ذریعہ سے لوگوں پر اپنی حجت پوری کرتا ہے۔ عذاب اس وقت آتا ہے جب اللہ کے رسول اپنی قوموں کے ایمان سے مایوس ہو جاتے ہیں اور ان کی قوم کے لوگ عذاب کی تاخیر کے سبب سے یہ گمان کرنے لگتے ہیں کہ ان پر جھوٹ موٹ عذاب کی دھونس جمائی گئی تھی۔ [۲۵۹:۴]

یہ قریش کو آخری تنبیہ ہے کہ اس دنیا کے اسٹیج پر نمودار ہونے والی تم پہلی قوم نہیں ہو۔ تم سے پہلے کتنی قومیں اس اسٹیج پر نمودار ہوئیں، پھر غائب ہو گئیں، یہاں تک کہ خدا نے ان کی جگہ تم کو دی۔ یہ خلافت خود اس بات کی دلیل ہے کہ اس دنیا کے مالک نے جس باٹ اور ترازو سے ان کو تولا، اسی باٹ، اسی ترازو سے وہ تم کو بھی تولے گا اور اس کی میزان میں اگر تم پورے نہ اترے تو جس طرح اس نے دوسروں کو پھینک دیا اسی طرح تم کو بھی اٹھا پھینکے گا۔ خدا کی جو سنت دوسروں کے معاملے میں رہی ہے، کوئی وجہ نہیں ہے کہ وہ تمہارے معاملہ میں بدل جائے۔ [۲۱۱:۳]

### قوموں کا عروج زوال

قرآن نے قوموں کی تاریخ بھی پیش کر کے یہ ثابت کیا ہے کہ یہ دنیا کوئی اندھیر نگری نہیں ہے بلکہ اس کا خالق و مالک اس کو ایک نظام عدل و قسط کے تحت چلا رہا ہے۔ اس کے اسٹیج پر یکے بعد دیگرے وہ مختلف قوموں کو بھیجتا ہے اور ان کا امتحان کرتا ہے کہ وہ خدا کے قانون عدل و قسط کے اندر اپنے اختیار اور اپنی قوتوں کو استعمال کرتی ہیں یا اس سے بغاوت اور سرکشی کی راہ اختیار کرتی ہیں۔ [۴۸:۲]

اللہ تعالیٰ کا یہ فیصلہ بالکل اٹل ہوتا ہے۔ جب یہ صادر ہو جاتا ہے تو کوئی قوم، خواہ وہ کتنے ہی وسائل و ذرائع کی مالک ہو، نہ اس کی راہ روک سکتی نہ اس کا رخ ہی بدل سکتی۔ تاریخ گواہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کتنی ہی قوموں کو ان کے دَورِ عروج میں پکڑا اور پکڑ کر اس طرح مسل دیا کہ ان کا نام و نشان ہی صفحہ دہر سے مٹ گیا۔ [۳۵۶:۹]

قوموں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا معاملہ اسی اصول پر ہے۔ اگر کوئی قوم اپنے لیے ذلت و نامرادی کو پسند کرتی ہے تو خدا اس کو ذلت و نامرادی کے حوالے کر دیتا ہے اور اگر کوئی قوم عروج و سربلندی کی طالب ہوتی ہے اور اس طلب کے جو تقاضے ہیں ان کو پورا کرنے کی ہمت دکھاتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو عزت و سربلندی بخشتا ہے اور یہ مرتبہ دے کر اس کا امتحان کرتا ہے۔ [۵۶۶:۱، ۲۷۵:۴]

## امہال کے باب میں سنتِ الٰہی

### امہال ایک اصطلاح

امتحانوں کے معاملے میں اصل ڈرنے کی چیز یہ نہیں ہے کہ امتحان پیش آئے یا پیش آئیں گے بلکہ انسان اس بات سے ڈرے کہ مبادا کسی امتحان میں وہ فیل ہو جائے اور دوسری بات اس سے بھی زیادہ ڈرنے کی یہ ہے کہ مبادا وہ سرے سے امتحان ہی سے خارج کر دیا جائے اس لیے کہ سنتِ الٰہی یہ بھی ہے کہ جو شخص بار بار فیل ہی ہوتا رہتا ہے بسا اوقات اللہ تعالیٰ اس کو اپنے امتحان ہی سے محروم کر دیتا ہے۔ قرآن کی اصطلاح میں اس کو 'امہال' کہتے ہیں اور یہ سخت ترین سزا ہے جو اس دنیا میں کسی فرد یا قوم کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے دی جاتی ہے۔ اس کے بعد اس کے لیے امید کے تمام دروازے بند ہو جاتے ہیں۔ [۵۱:۵]

### حق و باطل دونوں کے لیے مہلت

فریب نظر یہ ہے کہ اس دنیا کی زندگی میں حق اور باطل اور کفر و ایمان دونوں کو مہلت ملی ہوئی ہے۔ کوئی شخص اگر نیکی اور اطاعت کی راہ اختیار کرتا ہے تو یہ نہیں ہوتا کہ وہ ابتلاء کے قانون سے بالاتر ہو جائے بلکہ بعض حالات میں اس کا ابتلاء اس کے ایمان کے اعتبار سے سخت سے سخت تر ہوتا جاتا ہے۔ اسی طرح اگر کوئی شخص کفر و نافرمانی کی زندگی گزارنا چاہتا ہے تو اس کے لیے بھی سنتِ الٰہی یہ نہیں ہے کہ فوراً خدا کے فرشتے اتر کر اس کی گردن ناپ دیں بلکہ اکثر حالات میں اس کو ایسی ڈھیل پر ڈھیل ملتی جاتی ہے کہ اس کی جسارت دن بدن بڑھتی ہی جاتی ہے۔ [۵۰۱:۱]

### خدا کی رحمت کا غلط تصور

جو لوگ خدا کو مانتے ہیں لیکن خدا کی صفات عدل و رحم کا صحیح تصور نہیں رکھتے وہ اپنے آپ کو الاؤنس دینے میں بڑے فیاض ہوتے

ہیں۔ وہ بڑے بڑے جرائم کرتے چلے جاتے ہیں لیکن یہود کی طرح توقع یہی رکھتے ہیں کہ خدا ان پر بڑا مہربان ہے اس لیے سب کو بخش دے گا...

درحقیقت اس قماش کے لوگ شہ تو حاصل کرتے ہیں اس ڈھیل اور مہلت سے جو ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ اپنی سنت کے مطابق عطا فرماتا ہے لیکن اُن کی حیلہ جو طبیعت آڑ ڈھونڈتی ہے خدا کی رحمت کی۔ حالانکہ خدا رحیم ہے تو آخر وہ ظالموں پر کیوں رحم فرمائے گا۔[۲:۲۸۷]

... خدا کی اس سنت کو مستحضر نہ رکھنے ہی کے باعث نادانوں کو یہ مغالطہ پیش آیا کہ وہ خدا کی ڈھیل کو اپنے رویہ کی صحت و صداقت کی دلیل سمجھ بیٹھے اور نہایت غرور کے ساتھ ان لوگوں کا مذاق اڑایا جنہوں نے ان کو اصلاح کی دعوت دی۔[۵:۵۰۰]

### مفسدین کی مہلت

یہ حضرت شعیب علیہ السلام نے ایک سنت الٰہی کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ ایک شکل تو یہ ہوتی ہے کہ قوم کی غالب اکثریت رسول کی دعوت کا انکار کر دیتی ہے اور اس انکار پر اڑ جاتی ہے۔ ایسی صورت میں یہ بات جلد واضح ہو کر سامنے آ جاتی ہے کہ یہ قوم ایمان کی صلاحیت سے بالکل خالی ہے۔ پھر اس کے لازمی نتیجہ کے طور پر اس پر عذاب بھی جلد آ جاتا ہے۔ دوسری صورت یہ ہوتی ہے کہ قوم کے اندر سے ایک گروہ ایمان لاتا ہے، دوسرا گروہ اس کی مخالفت کرتا ہے۔ یہ صورت اس بات کا قرینہ ہوتی ہے کہ اس قوم کے اندر کچھ صلاحیت موجود ہے۔ ہوسکتا ہے کہ اس کو مزید بلویا جائے تو اس کے اندر سے کچھ مزید مکھن نکلے۔ اللہ تعالیٰ چونکہ اپنے بندوں پر غایت درجہ مہربان اور قہر کرنے میں بہت دھیما ہے۔ اس وجہ سے وہ ایسی صورت میں قوم کو مہلت دیتا ہے یہاں تک کہ نبی اور صالحین اپنی پوری قوم کو اپنے چھاج میں اچھی طرح پھٹک لیتے ہیں۔ اس عمل کے پورا ہو جانے کے بعد اللہ تعالیٰ اس قوم کا فیصلہ فرما دیتا ہے۔ قوم کو یہ مہلت ان صالحین کی برکت سے ملتی ہے جو اس کے اندر سے رسول کی دعوت پر لبیک کہتے ہیں۔[۳:۳۱۲]

### خدا کی رسّی دراز

جب پیغمبر کی تکذیب کرنے والے خدا کی تنبیہات کو نظر انداز کر دیتے ہیں تو خدا ان کی رسی دراز کر دیتا ہے، ان کے تمام مطالبات کے دروازے ان پر کھول دیے جاتے ہیں، یہاں تک کہ وہ اپنی کامیابیوں پر مگن ہونے، اِترانے اور اَکڑنے لگتے ہیں۔ یہ وقت ان کے پیمانہ کے لبریز ہو جانے کا ہوتا ہے۔ اس وقت خدا ان کو دفعتاً پکڑتا ہے، پھر وہ بالکل مایوس اور ششدر ہو کے رہ جاتے ہیں۔[۳:۴۷، ۵۲، ۳۱۸]

### ڈھیل، اِنسان کے اختیار کا نتیجہ

ہم نے شیاطین جن و انس کو انبیاء و صالحین کی مخالفت اور بدعات و خرافات کے القا کی یہ مہلت جو اس دنیا میں دی ہے یہ اس لیے دی ہے کہ اس سے ایک طرف حق پرستوں کی حق پرستی کا امتحان ہوتا ہے دوسری طرف باطل پرستوں کو ڈھیل ملتی ہے۔ یہ ڈھیل اس اختیار کا لازمی نتیجہ ہے جو انسان کو بخشا گیا ہے۔ اس وجہ سے یہ سنت الٰہی کے تحت ہے۔[۳:۱۴۴]

### اتمامِ حجت

سنتِ الٰہی یوں ہے کہ اللہ رحمت کرنے میں تو جلدی کرتا ہے لیکن عذاب بھیجنے میں جلدی نہیں کرتا۔ اِس کا تقاضا یہ ہے کہ نافرمانی اور طغیان کے باوجود لوگوں کو زیادہ سے زیادہ مہلت اور ڈھیل دی جائے تاکہ کسی درجے میں بھی اصلاحِ حال کا کوئی امکان ہو تو لوگ اپنی اصلاح کر لیں اور اگر اصلاح نہ کریں تو ان پر اللہ کی حجت اس طرح قائم ہو جائے کہ روزِ آخرت کی پیشی کے وقت، جس سے وہ بالکل نچنت ہیں ان کے پاس پیش کرنے کے لیے کوئی عذر باقی نہ رہ جائے۔[۳:۱۶۰، ۴۵۴، ۴:۳۱، ۵:۴۶۲، ۵۶۱، ۶:۳۹۴، ۷:۱۶۴، ۳۱۲، ۸:۹۳]

### دنیا کے طلب گاروں کے لیے مہلت

جو لوگ آخرت کو یک قلم نظر انداز کر کے صرف اسی دنیا اور اس کے نفعِ عاجل کے طلب گار بنتے ہیں خدا اُن کو بھی محروم نہیں کرتا بلکہ ان میں سے بھی جس کے لیے چاہتا ہے اور جتنا چاہتا ہے دے دیتا ہے۔ البتہ آخرت

میں ان کا کوئی حصہ نہیں ہو گا۔ ایسے لوگوں کا حصہ آخرت میں صرف جہنم ہے، جس میں وہ مذموم و مطرود ہو کر داخل ہوں گے۔ [۴۸۹:۴]

### عذاب کے مؤخر ہونے کی وجہ

...اتمامِ حجت اور اخلاقی زوال کی وہ حد جس پر پہنچ کر کوئی قوم مستحق عذاب ہو جاتی ہے ایک خدائی نوشتہ میں مرقوم ہے۔ جب اس نوشتہ کی مدت پوری ہو جاتی ہے، قوم ہلاک کر دی جاتی ہے۔ سرِ مُو اس میں فرق واقع نہیں ہوتا۔ نہ اس میں تقدیم ہوتی نہ تاخیر۔ [۳۴۷:۴]

اللہ کی سنت یہ نہیں ہے کہ وہ لازماً ہر جرم کی سزا فوراً ہی دے بلکہ وہ مجرموں کو ڈھیل دیتا ہے تاکہ وہ توبہ و اصلاح کر لیں اگر چاہیں ورنہ اپنا پیمانہ اچھی طرح بھر لیں۔ [۵٦٦:۲]

### فیصلۂ الٰہی کا انتظار

نبی اور اس کے ساتھی جب اپنا حق ادا کر چکتے ہیں لیکن ضدّی اور سرکش لوگ کسی طرح ان باتوں پر کان نہیں دھرتے تو انہیں بھی فیصلۂ الٰہی کا انتظار ہوتا ہے کیونکہ اس فیصلہ کے ظہور کے ساتھ حق کا غلبہ وابستہ ہوتا ہے۔ اِس انتظار میں اصلاً مخالفوں کی تباہی کی خواہش مضمر نہیں ہوتی بلکہ حق کی فتح مندی کا جذبہ کارفرما ہوتا ہے۔ [۲۰۹:۳]

### تدریج

اللہ تعالیٰ نے اس کائنات کے شئون و حوادث کے ظہور کے لیے ایک تدریج رکھی ہے۔ حاملہ کی بارآوری اور وضعِ حمل میں ایک متعین مدّت صرف ہوتی ہے۔ کفار و مکذبین کے جرائم پر اللہ تعالیٰ فوری گرفت نہیں کرتا بلکہ ان کی رسی دراز کرتا جاتا ہے اور جب یہ مہلت ختم ہوتی ہے جبھی ان پر عذاب آتا ہے ۔اسی طرح بحیثیت مجموعی دنیا بھی قیامت کی منزل کی طرف رواں دواں ہے اور بالتدریج اس کی طرف پہنچے گی اور یہ ٹھیک اس نظام الاوقات کے مطابق ہو گا جو خدا نے اس کے لیے مقرر کر دیا ہے۔ [۳۴۸:۹]

### محکم تدبیر

جو لوگ ہدایت کی راہ اختیار کرنے کی بجائے ضلالت ہی میں پڑے رہنا چاہتے ہیں ان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا معاملہ یہ نہیں ہے کہ ان کے عیش و آرام کو چھین لے یا ان کو فوراً عذاب میں پکڑے بلکہ اس کی رحمت کی شان یہ ہے کہ ان کو زیادہ سے زیادہ ڈھیل دے تاکہ وہ اپنا پیمانہ اچھی طرح بھر لیں اور خدا کی حجت ان پر تمام ہو جائے۔ خدا کوئی کمزور ہستی نہیں ہے کہ اس کو اندیشہ ہو کہ فوراً نہ پکڑا تو شکار نکل جائے گا۔ اس کی تدبیر نہایت محکم ہوتی ہے، اس وجہ سے وہ برابر رسّی دراز کیے جاتا ہے یہاں تک کہ یا تو وہ عذاب ہی ان پر آدھمکے گا جو رسول کی تکذیب کا لازمی نتیجہ ہے یا وہ قیامت ہی نمودار ہو جائے گی جس سے ان کو آگاہ کیا جا رہا ہے۔ [٦٨۰:۴]

## انفاقِ مال کے بدل حکمت کے لعل و گُہر

اس کی سنت یہ ہے کہ جو اس دنیائے فانی کی لذتوں پر فریفتہ ہونے کے بجائے خدا کی مغفرت اور اس کے فضل کے حصول کے لیے اپنے مال لٹاتے ہیں وہ اس کے صلے میں اپنے دل کے خزانے حکمت کے لعل و گُہر سے بھرتے ہیں۔ [٦۲۱:۱]

## ایمان کے باب میں سنتِ الٰہی

### جبر کی نفی

وہ ایمان و اسلام کسی کے دل میں زبردستی نہیں ٹھونستا۔ یہ نعمت وہ اُن کو بخشتا ہے جو اس کے قدر دان ہوتے ہیں اور اس کے لیے اپنی وہ صلاحیتیں استعمال کرتے ہیں جو خدا نے ان کے اپنے اندر ودیعت فرمائی ہیں۔ جب وہ ان کو استعمال کرتے ہیں تو اللہ کی طرف سے ان کو مزید توفیق ارزانی ہوتی ہے۔ رہے یہ جو معجزے دیکھ کر ایمان لانا چاہتے ہیں تو یہ اپنی خواہشات و جذبات کے غلبہ سے اندھے ہو رہے ہیں۔ ان کے لیے یہ راہ کیسے کھل سکتی ہے؟ [۱۴۲:۳]

### معتبر ایمان

ایمان وہ معتبر ہے جو غیب میں رہتے، آفاق و انفس اور عقل و فطرت کے ان دلائل کی بنیاد پر لایا جائے جن کی انبیاء دعوت دیتے ہیں نہ کہ وہ جو کشفِ حجاب اور حقائق کا بچشم سر مشاہدہ کر لینے کے بعد لایا جائے۔ [۲۱:۳، ۴۹۹:۵]

## توفیقِ ایمان

یہ اس سنت الٰہی کی طرف اشارہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے توفیقِ ایمان کے باب میں مقرر کر رکھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ہر کام اس کے علم وحکمت پر مبنی ہے۔ وہ توفیق کی ہدایت انھی کو بخشتا ہے جو اپنے سمع وبصر سے کام لیتے اور خیر وشر، حق وباطل کے درمیان امتیاز کی اس صلاحیت کی قدر کرتے ہیں جو اس نے ان کے اندر ودیعت فرمائی ہے۔ رہے وہ لوگ جو اپنی یہ صلاحیتیں ضائع کر کے اندھے بہرے بن جاتے ہیں تو ان کو ہدایت نصیب نہیں ہوتی۔[۹:۱۲۰، ۴:۹۱]

## ایمان سے گریز کی اصلی علت

اَصل چیز جو ان کے لیے قبول اسلام میں مانع ہے کفر وشرک کی وہ نجاست ہے جس کے ردے پر ردے ان کے دلوں پر جم گئے ہیں، جس کے سبب سے ان کا سینہ بھنچا اور دم اکھڑتا ہے۔ گویا ان کو ایک بلند چڑھائی چڑھنی پڑ رہی ہے۔ جن کے دلوں پر یہ نجاست جم جاتی ہے اللہ تعالیٰ ان کے سینے اسلام کے لیے تنگ کر دیتا ہے... [۳:۱۶۱]

لوگ اپنے حال پر غور کریں کہ اگر ایسی مؤثر چیز بھی ان کے دلوں پر اثر انداز نہیں ہو رہی ہے تو اس میں قصور اس شے کا نہیں بلکہ صرف ان کے دلوں کی قساوت کا ہے اور پھر وہ اس معاملے پر بھی غور کریں کہ جب ان کے دلوں کی قساوت اس درجہ بڑھ گئی ہے تو ایسا نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ اپنی سنت کے مطابق ان کے دلوں پر بھی اسی طرح مہر کر دے جس طرح اس نے یہود کے دلوں پر کر دی۔[۸:۳۰۹، ۴:۹۰، ۵۰۹، ۳:۴۵۸]

## برہانِ رب کے باب میں سنت

'برہانِ رب' سے مراد وہ نُور یزدانی ہے جو اللہ تعالیٰ ہر انسان کی فطرت کے اندر ودیعت فرماتا ہے، جو خیر وشر میں امتیاز کا ذریعہ بھی ہے اور جو خیر پر ابھارتا بھی ہے اور برائی سے روکتا بھی ہے۔ یہ نور اللہ تعالیٰ بخشتا تو ہر ایک کو ہے لیکن سنتِ الٰہی یہ ہے کہ جو اس کی قدر کرتے اور اس کی رہنمائی قبول کرتے ہیں ان کے اندر تو یہ برابر قوی سے قوی تر ہوتا جاتا ہے یہاں تک کہ اتنا قوی ہو جاتا ہے کہ نہایت سخت آزمائش کے مواقع پر بھی وہ انسان کو نفس اور شیطان کے فتنوں پر مبتلا ہونے سے بچا لیتا ہے۔ برعکس اس کے جو لوگ اس کی قدر نہیں کرتے بلکہ برابر اس کی رہنمائی ٹھکراتے ہی رہتے ہیں ان کے اندر یہ آہستہ آہستہ ضعیف ہوتے ہوتے بالکل بجھ جاتا ہے اور ان پر وہ سیاہی چھا جاتی ہے جو ان کو بصیرت سے بالکل ہی محروم اور اخلاقی اعتبار سے بالکل ہی اندھا بہرا بنا کر چھوڑ دیتی ہے۔ قرآن میں ایسے ہی لوگوں کے بارے میں ارشاد ہوا ہے (ہرگز نہیں، ان کے دلوں پر ان کے اعمال کی سیاہی چھا گئی ہے)[۴:۲۰۶]

...اللہ تعالیٰ اپنے اس 'نورِ ایمان' سے انھی لوگوں کے دلوں کو منور فرماتا ہے جو اپنی فطرت کے روغن کو محفوظ رکھتے ہیں۔ جو اس روغن کو ضائع کر بیٹھتے ہیں یا اس کے اصل مزاج کو اپنے زیغ وانحراف سے بگاڑ لیتے ہیں، ان کے دل ایمان کی روشنی کو نہیں پکڑتے۔[۵:۴۱۱، ۹:۳۱۹]

## بقائے نافع کی سنت، حق وباطل کی کشمکش میں

کائنات کا مزاج واضح ہے کہ یہ درحقیقت نافع کو باقی رکھنا چاہتی ہے اور غیر نافع کو برابر چھانٹتی رہتی ہے۔ پھر اسی پر اللہ تعالیٰ نے اپنی اس سنت کو مبنی کیا ہے کہ وہ بھی اسی طرح حق اور باطل کو ٹکراتا ہے تو اس ٹکراؤ سے حق کے اوپر باطل کا جو جھاگ ابھرتا ہے وہ یوں ہی خس وخاشاک کی طرح اڑ جاتا ہے البتہ حق جو لوگوں کو نفع پہنچانے والی چیز ہے وہ باقی رہ جاتی ہے۔[۴:۲۸۳]

حضرات انبیاء علیہم السلام اور ان کی قوموں کی جو سرگزشتیں بیان ہوئی ہیں ان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ سرگزشتیں ہم اس لیے سناتے ہیں کہ ان کے وہ پہلو تمھارے سامنے لائیں جو تمھارے دل کو مضبوط کریں تاکہ تم ان حالات کا پامردی اور استقلال کے ساتھ مقابلہ کر سکو جو تمھیں پیش آ رہے ہیں یا آئندہ پیش آ سکتے ہیں اور یہ اطمینان رکھو کہ ان واقعات سے حق کے غلبہ اور باطل کی شکست کی جو تاریخ تمھارے سامنے آئی ہے یہ تمام تر حقائق پر مبنی ہے۔ ایسا ہی ہوا ہے اور ایسا ہی ہوگا۔ یہ سنتِ الٰہی پر مبنی ہے اور سنتِ الٰہی میں کوئی تبدیلی نہیں ہو سکتی۔[۴:۱۷۸]

## توبہ کے بارے میں سنتِ الٰہی

توبہ کے لیے آدم علیہ السلام کا بے قرار ہونا اور توبہ کے الفاظ کا ان

کے دل میں ڈالا جانا اللہ تعالیٰ کی اس سنت کا پتا دیتا ہے جو توبہ سے متعلق اس نے پسند فرمائی ہے۔ وہ سنت یہ ہے کہ بندہ جب کوئی گناہ کر گزرتا ہے تو ندامت و شرمندگی اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے کا ایک احساس اس کے اندر خود بخود ابھرتا ہے۔ یہ احساس اس کی فطرت کا تقاضا ہے اور یہ اس وقت تک برابر ابھرتا رہتا ہے جب تک انسان غلطیوں اور گناہوں پر اصرار کر کر کے اپنے اس احساس کو بالکل کچل کے نہ رکھ دے۔ اسی خاص کام کے لیے اللہ تعالیٰ نے انسان کے اندر نفسِ لوّامہ کو ودیعت فرمایا۔ [۱۶۹:۱]

نفسِ لوامہ، انسان کو متنبہ کرنے کا فرض اس وقت تک برابر انجام دیتا رہتا ہے جب تک انسان اس کی مسلسل خلاف ورزی سے اس کو بالکل مردہ نہ بنا دے۔ یہ سنت الٰہی ہے۔ [۵۹۹:۷]

## جرم کے مواخذہ اور عمل کے صِلہ کے باب میں سنت الٰہی

خدا کے ہاں مواخذہ اتمامِ حجت کے اعتبار سے ہو گا اور اعمال کا صلہ ان حالات کے اعتبار سے ملے گا جن میں وہ انجام دیئے گئے ہیں۔ اَزواجِ نبی (رضی اللہ عنھن) کو چونکہ رسول (ﷺ) کی معیت حاصل ہوئی اور رسول اتمامِ حجت کا سب سے بڑا ذریعہ ہے اس وجہ سے ان سے مواخذہ سخت ہو گا۔ اِسی طرح رسول کی رفاقت پوری وفاداری کے ساتھ چونکہ بڑا کٹھن کام ہے اس وجہ سے اس کا صلہ بھی دگنا ہے۔ جرموں کے مواخذہ اور اعمال کے صلہ کے معاملے میں اللہ تعالیٰ کی سنت یہی ہے اور یہ بالکل مبنی بر عدل و حکمت ہے۔ [۲۲۰:٦]

ہم نے ان کے ساتھ جو کچھ کیا مجرموں کے ساتھ ہم ایسا ہی کرتے آئے ہیں اور ایسا ہی آئندہ بھی کریں گے۔ [۲۸۴:۷]

## جنّات کے باب میں سنتِ الٰہی

جنّات جب ہماری ہی طرح مکلف اور ہماری ہی طرح عنداللہ مسئول اور ہماری ہی طرح اپنے اعمال کی جزا یا سزا کے سزاوار ہیں تو سنتِ الٰہی کے مطابق ضروری ہے کہ ان کی ہدایت کے لیے نبی اور رسول بھی مبعوث ہوئے ہوں اور یہ بھی ضروری ہے کہ وہ انہی کے اندر سے اٹھائے گئے ہوں اور انہی کی زبان میں انہوں نے ان کو دعوت دی ہو۔ [۱۲۲:۸]

قرآن کی بنیادی دعوت انسانوں اور جنوں دونوں کے لیے یکساں ہے لیکن یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ نبی ﷺ جنوں کے لیے بھی اسی طرح رسول تھے جس طرح انسانوں کے لیے تھے۔ جن لوگوں نے یہ بات کہی ہے ان کی بات اس سنتِ الٰہی کے خلاف ہے جو قرآن میں رسالت سے متعلق نہایت وضاحت سے بیان ہوئی ہے۔ [۳۸۲:۷]

## دو راستوں میں سے ایک کے اِنتخاب کی سنت

اِس دنیا میں اللہ تعالیٰ کی جو سنت جاری ہے اس کے تحت ہر شخص کو بہر حال دو راستوں میں ایک کا انتخاب کرنا پڑتا ہے یا تو وہ حق کا راستہ انتخاب کرے اور پھر پوری پامردی کے ساتھ خلق کی بے مہری بلکہ اس کے ظلم و ستم کا مقابلہ کرے اور اگر اس کی ہمت اپنے اندر نہیں پاتا تو پھر باطل کے ساتھ چلے اور آخرت میں ابدی خسران سے دوچار ہو۔ اِن دو کے سوا اور کوئی راہ نہیں ہے۔ [۲۰:٦]

## رزق و فضل کے بارے میں سنت الٰہی

اللہ تعالیٰ کا یہ قاعدہ نہیں ہے کہ وہ اپنے رزق و فضل سے انہی کو نوازے جو اس کی بندگی کرنے والے ہوں بلکہ نیکوکاروں اور بدکاروں دونوں کو روزی دیتا ہے۔ البتہ جو لوگ آخرت کی کھیتی کرتے ہیں اللہ ان کی آخرت کی کھیتی میں بھی برکت دیتا ہے اور اِس دنیا کے رزق و فضل میں سے بھی جو کچھ چاہتا ہے۔ رہے وہ لوگ جو دنیا ہی کے طالب ہوتے ہیں۔ آخرت کی پروا انہیں نہیں ہوتی تو اللہ ان کو بھی اتنا دے دیتا ہے جتنا اس کی حکمت کا تقاضا ہوتا ہے، البتہ آخرت میں ان کا کوئی حصہ نہیں ہو گا۔ [۱۵۸:۷]

## رسولوں کے باب میں سنتِ الٰہی

اِنسانوں کے اندر رسول ہمیشہ اِنسانوں ہی کے اندر سے آئے ہیں۔ [۳۵۰:۷]

رسول جس قوم کے اندر بھیجے جاتے ہیں خاندانی اعتبار سے اس کے اشراف میں سے ہوتے ہیں۔ [۱۱۰:۳]

### رسول مدعو قوم کے اندر کا آدمی

ہر قوم کی طرف اللہ نے انہی میں سے رسول بھیجا تاکہ انہی کے اندر کا

ایک بہترین آدمی، انہی کی زبان میں اُن پر حجت تمام کرے اور قومی و لسانی اجنبیت بیچ میں حائل نہ ہونے پائے۔ اس طرح گویا اپنی ہی زبان اور اپنا ہی دل اپنے اوپر گواہی دیتا ہے اور خود اپنا ہی بھائی حقِ نصیحت ادا کرتا ہے جس کی ہر اس شخص کو قدر کرنی چاہیے جس کے اندر حق کی عزت ہے۔[۴:۱۴۷]

سنتِ الٰہی یہ ہے کہ رسول اسی قوم کے اندر سے ہوتے ہیں جس کی طرف بھیجے جاتے ہیں۔ اس کی حکمت یہ ہے کہ قوم ان کے ماضی و حاضر، ان کے اخلاق و کردار اور ان کی زبان سے اچھی طرح آشنا ہو تاکہ اجنبیت و غیریت موجب وحشت نہ بنے۔ یہ چیز جس طرح نسبی تعلق سے حاصل ہوسکتی ہے اسی طرح کسی قوم کے اندر طویل قیام سے بھی حاصل ہوسکتی ہے۔ حضرت لوطؑ چونکہ اسی قوم کے اندر رہ بس گئے تھے بلکہ قرینہ شاہد ہے کہ انہوں نے انہی کے اندر شادی بھی کر لی تھی، اس وجہ سے وہ قوم کے لیے بمنزلہ ایک فرد قوم کے تھے۔[۳:۳۰۶، ۷:۳۸۰]

## دعوت کی ابتداء

اوّل اوّل انہوں نے اپنی اپنی قوموں کے بااثر لوگوں کو جھنجھوڑنے اور جگانے کی کوشش کی ہے لیکن جب انہوں نے یہ دیکھ لیا ہے کہ یہ خوابِ غفلت کے ماتے لوگ کروٹ بدلنے والے نہیں ہیں تو انہوں نے ان سرمستوں کو ان کے حال پر چھوڑ کر اپنی ساری توجہ اپنے غریب باایمان ساتھیوں پر مرکوز کردی ہے قرآن مجید میں آنحضرت ﷺ کو کفار سے اعراض کرنے اور اہلِ ایمان کو تذکیر کرنے کی جو بار بار ہدایت ہوئی ہے وہ اس مرحلے کی بات ہے اور یہی مرحلہ ہے جس میں سیدنا مسیح علیہ السلام نے دریا کے کنارے کے ماہی گیروں کو مخاطب کرکے فرمایا کہ اے مچھلیوں کے پکڑنے والو! آؤ، مَیں تمہیں آدمیوں کے پکڑنے والا بناؤں۔[۲:۹۹، ۵:۱۰۸، ۳۶۳، ۷:۱۶۵]

## دعوت کے ساتھ واقعات کی تائید

یہ سنت انبیاء کی بعثت کے ساتھ لازماً ظاہر ہوتی ہے اور ان تمام انبیاء کے زمانوں میں ظاہر ہوئی جن کی سرگزشتیں بیان ہوئیں۔ وہ سنت یہ ہے کہ جب نبی توبہ و استغفار اور جزا و سزا کی منادی شروع کرتا ہے تو اس کے محرکات و مویدات اِس کائنات میں بھی ظاہر ہونا شروع ہوتے ہیں۔ ایک طرف پیغمبر لوگوں کو غفلت و فراموشی کے انجام، فساد فی الارض کے نتائج اور دنیا و آخرت میں خدا کی پکڑ سے ڈراتا ہے۔ دوسری طرف اللہ تعالیٰ لوگوں کو سیلاب، قحط، وبا، طوفان کی آزمائشوں میں بھی مبتلا کرتا ہے تاکہ لوگ آنکھوں سے بھی، اگر ان کے پاس دیدۂ عبرت نگاہ ہو، دیکھیں کہ اس طرح اللہ جب چاہے اور جہاں سے چاہے ان کو پکڑ سکتا ہے اور پھر خدا کے سوا کوئی ان کو بچانے والا نہیں بن سکتا۔ اس طرح گویا دعوت کے ساتھ واقعات کی تائید اور عقل و فطرت کی شہادت کے ساتھ مشاہدہ کی اثر انگیزی بھی جمع ہو جاتی ہے۔ نبی جو کچھ کہتا ہے آسمان و زمین دونوں مل کر اپنے سٹیج پر گویا اس کے مناظر دکھا بھی دیتے ہیں تاکہ جن کے اندر اثر پذیری کی کچھ بھی رمق ہو وہ خدا کے آگے جھکیں اور توبہ و اصلاح کریں۔[۳:۳۱۷، ۳۵۳، ۴۹۷، ۸:۹۰]

## عذاب سے پہلے انذار

'وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ' میں اس سنتِ الٰہی کی طرف اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی قوم کو سزا دینے سے پہلے اس کو انذار و تنبیہ فرماتا ہے۔ چنانچہ ان کے انذار کے لیے خدا نے تمہیں ہادی بنا کر بھیج دیا ہے جس کے صاف معنی یہ ہیں کہ اگر انہوں نے تمہاری ہدایت قبول نہ کی تو اب اس کے بعد ان کے لیے عذاب ہی کا مرحلہ باقی رہ جاتا ہے۔[۴:۲۷۴]

اللہ تعالیٰ نے پیغمبر ﷺ کو تسلی دی کہ ان کا یہ مطالبہ کہ پیغمبر کوئی معجزہ دکھائیں، تمہارے لیے وجہ پریشانی نہ بنے۔ یہ تمہاری تکذیب نہیں بلکہ آیاتِ الٰہی کی تکذیب ہو رہی ہے، تو جب خدا سب کچھ دیکھ اور سن رہا ہے اور ان کا مطالبہ پورا کرنے کی قدرت کے باوجود، پورا نہیں کر رہا ہے تو تم کیوں پریشان ہو۔ تم سے پہلے جو انبیاء آئے ان کی بھی اسی طرح تکذیب ہوئی۔ انہوں نے برداشت کیا اسی طرح تم بھی برداشت کرو۔ سنتِ الٰہی یہی ہے۔[۳:۳۸]

سنتِ الٰہی یہ ہے کہ جب تک پیغمبر قوم کے اندر موجود رہتا ہے اس وقت تک قوم پر عذاب نہیں آتا۔[۹:۲۹]

## قیادت کا استحقاق

رسول اور اس کے پیروؤں کے لیے اِس دنیا میں غلبہ لازمی ہے۔

رسول کے اتمامِ حجت کے بعد اس کے جھٹلانے والے لازماً تباہ کر دیئے گئے اور قیادت وسیادت کی باگ ان کے بعد ان لوگوں کے ہاتھ میں آئی جو رسول پر ایمان لائے۔ [۴:۴۰۵، ۵:۴۲۷، ۷:۴۹]

رسول کے ذریعہ اتمامِ حجت کے بعد جب کسی قوم پر فیصلہ کن عذاب آیا ہے تو اس سے وہ لوگ بچا لیے گئے ہیں جو ظہورِ عذاب سے پہلے رسول پر ایمان لا چکے تھے۔ یہ سنتِ الٰہی تمام رسولوں کی سرگزشتوں میں واضح فرمائی گئی ہے۔ [۷:٦۱۱، ٦:۴۱۸، ۷:٦۱۲]

## رسولوں کے غلبہ کے لیے مدد

سنتِ الٰہی کے تحت رسول کے لیے غلبہ ضروری ہے۔ اس غلبہ کے لیے اللہ کا رسول اپنے رب کے سوا کسی اور کی مدد کا محتاج نہیں ہے اور اس کا رب ہر چیز پر قادر ہے۔ وہ چاہے تو اس کو دشمنوں کے بڑے سے بڑے ملک پر بغیر کسی فوج ہی کے غالب کر دے۔ اہلِ ایمان سے اگر وہ مدد کا طالب ہوتا ہے تو اس وجہ سے نہیں کہ وہ ان کی مدد کا محتاج ہے بلکہ اس سے ایک مقصد تو یہ ہوتا ہے کہ ان کے لیے حصولِ سعادت کی راہ کھلے اور دوسرا مقصد یہ ہوتا ہے کہ مخلص اور منافق میں امتیاز ہو جائے۔ [۸:۲۹۱]

## معجزات

معجزات کے باب میں سنتِ الٰہی یہ معلوم ہوتی ہے کہ وہ قوموں کے مذاق اور رجحانات کی رعایت سے دیے جاتے ہیں تاکہ ان پر حجت ہو سکیں۔ مصر میں اُس دور میں سحر و شعبدہ کا بڑا زور اور سوسائٹی میں ساحروں کو بڑا مقام حاصل تھا، اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو ایسے معجزے دیے جن سے ساحروں کے طلسم کو باطل کیا جا سکے۔ عربوں میں اس کے برعکس سب سے زیادہ قدر و عظمت، فصاحت و بلاغت کو حاصل تھی اور سوسائٹی پر دھاک خطیبوں اور شاعروں کی بیٹھی ہوئی تھی۔ اِس وجہ سے حضور ﷺ کو قرآن کا معجزہ عطا ہوا جس کی فصاحت و بلاغت نے سارے فصیحوں بلیغوں کو عاجز اور ماندہ کر دیا۔ [۳:۳۴۳]

صالح علیہ السلام نے اس پابندی سے اس معاملے کو ایک سخت آزمائش بنا دیا تاکہ قوم کی جسارت پوری طرح بے نقاب ہو جائے۔ مقصود یہ دیکھنا تھا کہ اگر اس تنبیہ کے بعد لوگوں نے اونٹنی کو گزند پہنچانے کی جسارت کی تو اس کے معنی یہ ہیں کہ اس کے بعد وہ خود ان پر بھی ہاتھ اٹھانے سے باز نہیں رہیں گے اور جب قوم رسول کے معاملے میں طغیان کی اس حد تک بڑھ جاتی ہے تو سنتِ الٰہی کے بموجب وہ عذاب کی گرفت میں آجاتی ہے۔ [۵:۵۴۵، ۹:۳۹۴]

نوح علیہ السلام کے ذریعہ سے اطلاع دے دی گئی کہ تمہاری قوم میں جن لوگوں کے اندر تمہاری دعوتِ ایمان قبول کرنے کی صلاحیت تھی وہ ایمان لا چکے، اب کوئی اور ایمان لانے والا باقی نہیں رہا ہے۔ اب سنتِ الٰہی کے مطابق ان کے لیے خدا کی عدالت کے ظہور کا وقت آ گیا ہے اور فیصلہ الٰہی یہ ہے کہ یہ سب غرق کر دیئے جائیں گے۔ [۴:۱۴۰]

جب قوم رسول کے اخراج یا اس کے قتل کا فیصلہ کر لیتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس قوم کو مزید مہلت نہیں دیتا بلکہ رسول اور اس کے باایمان ساتھیوں کو اپنی امان میں لے لیتا اور قوم کو ہلاک کر دیتا ہے۔ [۷:۲۵۵]

اس سے عام مدد اور عام فتح مراد نہیں ہے بلکہ وہ مدد اور فتح مراد ہے جو سنتِ الٰہی کے مطابق اللہ کے رسولوں کو ان کے مخالفوں کے مقابل میں اس وقت حاصل ہوئی ہے جب رسولوں نے اللہ کا پیغام پہنچانے میں اپنی ساری طاقت نچوڑ دی اور قوم رسول کی تکذیب اور اس کی دشمنی پر اس طرح اڑ گئی ہے کہ یہ توقع کرنے کی گنجائش باقی ہی نہیں رہ گئی ہے کہ اس کے رویے میں کوئی تبدیلی واقع ہو سکے گی۔ [۹:٦۲۰]

## قوم کی مہلتِ حیات

رسول جس فرضِ انذار پر مامور ہوتا ہے اس کے متعلق سنتِ الٰہی یہ ہے کہ اگر قوم اس کے انذار کی پروا نہیں کرتی تو خاص مدّت تک مہلت دینے کے بعد اللہ تعالیٰ اس کو لازماً ہلاک کر دیتا ہے۔ یہ مہلت اتمامِ حجت کے لیے ملتی ہے اور اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ کسی قوم کو اس کے لیے کتنی مہلت ملنی چاہیے۔ [۹:۴٦]

## رسول کے لیے غلبہ لازمی

رسولوں سے متعلق سنتِ الٰہی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو لازماً ان کے دشمنوں پر غلبہ عطا فرماتا ہے عام اس سے کہ یہ غلبہ ان کی زندگی ہی میں حاصل ہو یا ان کی زندگی کے بعد ان کے پیروؤں کو حاصل ہو اور قطع نظر اس سے کہ وہ اسی سرزمین پر قابض ہوں جس میں انہوں نے اپنی دعوت بلند کی یا اللہ تعالیٰ ان کو اس علاقے سے ہجرت کا حکم دے اور ان کی برومندی کے لیے زمین کے کسی اور خطے کا انتخاب فرمائے۔[۳۵۱:۳]

حق و باطل کی کشمکش میں فوز و فلاح رسول اور اس کے ساتھیوں کو حاصل ہوتی ہے۔ البتہ اس فوز و فلاح سے پہلے انہیں آزمائش کے ایک دَور سے گزرنا پڑتا ہے۔[۳۱۷:۵]

## دعوت ایک، مخالفت کا انداز بھی ایک

جس طرح رسولوں کی دعوت ہمیشہ سے ایک ہی رہی ہے اسی طرح ان کے مخالفین کی مخالفت کا انداز بھی ہمیشہ سے ایک ہی رہا ہے۔ اس وجہ سے ہر رسول کی زندگی دوسرے رسولوں کے لیے اور ہر امت کی سرگزشت دوسری امت کے لیے ایک مستقل درس ہے۔[۳۱۷:۵]

## دو عذاب

اللہ کے رسولوں نے اپنی قوموں کو بیک وقت دو عذابوں سے ڈرایا ہے۔ اوّل اس عذاب سے جو سنتِ الٰہی کے مطابق ہر اس قوم پر لازماً آیا ہے جس نے رسول کی تکذیب کر دی ہے۔ دوسرے اس عذاب سے جس میں وہ قیامت کے دن مبتلا ہوگی۔[۱۵۸:۹]

## مجبورانہ ایمان

جس طرح قیامت کے ظہور کے بعد کسی کا ایمان نافع نہیں ہوگا اس طرح فیصلہ کن عذاب (رسولوں کی تکذیب کے نتیجہ میں) کے ظہور کے بعد بھی کسی کا ایمان نافع نہیں ہوگا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبول صرف وہ ایمان ہے جو عقل و بصیرت کی رہنمائی میں اختیار و ارادہ کی آزادی کے ساتھ لایا گیا ہو۔ مجبورانہ ایمان کی اس کے ہاں کوئی وقعت نہیں ہے۔ اگر مجبورانہ ایمان اس کو پسند ہوتا تو وہ سب کو ایمان ہی پر پیدا کرتا۔ اس کے لیے ایسا کرنا ذرا بھی مشکل نہیں تھا لیکن اس نے ایسا نہیں کیا۔[۱۷۵:۶]

## رسول اپنی قوم کے لیے عدالت ہوتا ہے

انبیاء میں سے جو رسول کے درجے پر فائز ہوتے ہیں وہ اپنی قوم کے لیے عدالت کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ان کے ذریعے سے لازماً قوم کے درمیان حق و باطل کا فیصلہ ہو جاتا ہے۔ رسول اور اس کے ساتھیوں کو غلبہ حاصل ہوتا ہے اور اس کے مخالفین شکست کھاتے ہیں۔ قطع نظر اس سے کہ یہ غلبہ رسول کی موجودگی میں حاصل ہو یا اس کے رخصت ہو چکنے کے بعد ... یہی وہ عدالت ہے جس کا ذکر انجیلوں میں بار بار آتا ہے۔ رسولوں کی اس امتیازی خصوصیت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ان کے دشمنوں کو یہ مہلت نہیں دیتا کہ وہ ان کو قتل کر دیں۔ چنانچہ رسولوں میں سے کسی کا قتل ہونا ثابت نہیں۔ یہ بات بھی نصاریٰ کے اس دعوٰی کے خلاف جاتی ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کو سولی پر چڑھایا گیا۔[۱۰۶:۲]

... نوح علیہ السلام سے لے کر مسیح علیہ السلام تک ہر رسول کی زندگی اس سنتِ الٰہی کی شہادت دیتی ہے۔[۴۹:۷]

... قرآن نے رسولوں کی جو تاریخ پیش کی ہے ان میں سے اکثر کو پہلی صورت پیش آئی یعنی رسول اور اس کے ساتھیوں کی ہجرت کے بعد قوم پر اللہ تعالیٰ کا فیصلہ کن عذاب آ گیا۔ صرف آنحضرت ﷺ کے معاملے میں دوسری صورت پیش آئی کہ ہجرت کے بعد آپ کو جہاد کا حکم ہوا اور آپ کے اعداء نے آپ کے صحابہؓ کی تلوار سے شکست کھائی یہاں تک کہ ان کا بالکل قلع قمع ہو گیا۔[۲۷۳:۸]

...لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِيْ، جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا اور اس مضمون کی دوسری آیات میں اسی سنت اللہ کی طرف اشارہ ہے۔[۴۷۸:۱]

[۱۱۰:۳، ۱۳۴، ۲۹۶، ۲۹۹، ۴۷۵، ۵۳۹، ۵۴۶]

[۳۳:۴، ۶۰، ۸۲، ۳۸۸، ۴۸۸، ۵۱۴]

[۱۲۲:۵، ۱۴۹، ۲۲۱، ۳۳۸، ۴۶۹، ۴۹۱، ۶۸۶]

[۱۰۸:۶، ۱۶۹، ۲۳۸، ۲۶۷، ۳۳۴، ۳۴۰، ۳۹۳، ۴۰۶، ۴۱۹، ۵۰۳]

[۷:۶۵، ۶۷، ۱۱۱، ۲۰۸، ۲۷۰، ۳۹۹، ۵۴۱]

[۸:۴۲، ۱۱۳، ۲۸۵، ۵۱۵، ۵۲۵، ۶۰۵]

## زیادتیِ مرض کے بارے میں سنتِ الٰہی

اللہ تعالیٰ کی سنت یہ ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے سینہ کو ایمان و اسلام کی جلوہ گاہ بنانے کے بجائے اس کو بغض و حسد ہی کی پرورش گاہ بنائے رکھنا چاہتا ہے تو اس کے سامنے اس طرح کے حالات و واقعات ظاہر ہوتے ہیں جو اس کی اس دِس بھری فصل کی آبیاری کرتے ہیں۔ یہود کو مسلمانوں پر حسد تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اسلام کی نعمت کیوں دے دی۔ نتیجہ یہ نکلا کہ اسلام اور اس کی برکتوں کی روز افزوں ترقی نے ان کے اس حسد کے اسباب میں اور زیادہ اضافہ کیا اور یہ اضافہ برابر ہوتا ہی رہا[۱:۱۱۹]

## شرک کے باب میں سنتِ الٰہی

### شیطان کی پیشین گوئی پوری کرنے والے

شیطان نے دھمکی دی کہ مَیں ذرّیتِ آدم کی اکثریت کو شرک و بت پرستی میں مبتلا کر کے چھوڑوں گا۔ خدا نے فرمایا کہ اگر تو ایسا کرے گا تو مَیں تجھ کو اور تیرے سارے پیروؤں کو جہنم میں بھر دوں گا۔ یہاں اس کا حوالہ دینے سے مقصود یہ ہے کہ ان لوگوں نے شیطان کے پھندے میں پھنس کر اپنے باب میں اس کی پیشین گوئی پوری کر دی ہے اور اللہ نے ایسے لوگوں کے باب میں شیطان کو اپنا جو فیصلہ سنایا تھا وہ پورا ہو گیا اور یہ فیصلہ سچائی اور عدل دونوں معیاروں پر پورا ہے۔[۳:۱۴۶]

### حبطِ اعمال

فرمایا کہ یہ لوگ بھی، جن کو اللہ نے یہ مرتبے عطا فرمائے اگر کہیں شرک میں مبتلا ہو جاتے تو ان کا سارا کیا دھرا برباد ہو کے رہ جاتا۔ مجرّد اس بنیاد پر ان کی برگزیدگی قائم نہ رہتی کہ یہ نوح علیہ السلام یا ابراہیم علیہ السلام کی اولاد ہیں ... یہ تو درکنار اگر وہ بھی شرک میں آلودہ ہو جاتے تو خدا کے ہاں ان کا کوئی بھی وزن باقی نہ رہ جاتا۔[۳:۱۰۲]

## عدل وقسط کے قیام و بقا کی سنت

اللہ تعالیٰ کی صفت قائماً بِالْقِسْط ہے۔ اس قوامیت کا لازمی تقاضا ہے کہ وہ اس قسط کے دشمنوں سے انتقام لے اور ان کو واجبی سزا دے۔ وہ عزیز یعنی غالب اور قدرت والا ہے، کمزور اور ناتواں نہیں ہے کہ کوئی اسے بے بس کر دے۔ اِسی طرح وہ اِنتقام والا ہے یعنی عدل وقسط کے معاملے میں غیور ہے، سرد مہر اور بے احساس نہیں ہے کہ ان کی پامالی پر راضی ہو جائے۔ یہ اس کی انھی صفات کا ظہور ہے کہ جن قوموں نے اس کے قائم کردہ قسط کو مٹایا ہے، ایک خاص حد تک ان کو مہلت دینے کے بعد اس نے ان کو صفحۂ ہستی سے مٹا دیا ہے اور جب جب اس کے شرائع و احکام کو نابود کرنے کی کوشش کی گئی ہے اس نے ان کو اَز سرِ نو تازہ کرنے اور سنوارنے کا اہتمام فرمایا ہے۔ عدل وقسط کے قیام و بقا کے لیے اپنی اس سنت کو یہاں انتقام سے تعبیر فرمایا ہے۔[۲:۱۹]

## غلط علم کے غلبہ کے مقابل جائز اور نافع علم

یہ بات سنت اللہ کے موافق معلوم ہوتی ہے کہ اگر کسی جگہ ایک غلط علم کا رعب اور زور ہو، جس سے مفسد لوگ فائدہ اٹھا رہے ہوں تو وہاں اللہ تعالیٰ اس کے مقابلہ کے لیے اہل ایمان کو کوئی ایسا علم بھی عطا فرمائے جو جائز اور نافع ہو۔[۱:۲۸۵]

## قبولیتِ دعا کے باب میں سنتِ الٰہی

بندہ جب اپنے رب کو پکارتا ہے تو وہ اس کی پکار کا جواب دیتا ہے۔ جواب دینے سے مراد قبولیت کا جواب ہے۔ ممکن نہیں ہے کہ بندہ اپنے رب کو پکارے اور وہ اس کی مدد، فریاد رسی اور دادرسی کو نہ پہنچے، شرط صرف یہ ہے کہ بندہ اخلاص و تضرع کے ساتھ پکارے اور اسی چیز کے لیے پکارے جس کے لیے پکارنا اس کو زیبا ہے۔ اگر بندہ اپنے رب سے وہ چیز مانگتا ہے جو مانگنے کی ہے اور اس طرح مانگتا ہے جس طرح مانگنا چاہیے تو وہ چیز اس کو ضرور عطا ہوتی ہے۔ اگر فوراً عطا نہیں ہوتی تو اس کے مستقبل کے لیے یا اس کی آخرت کے لیے خدا کے ہاں محفوظ ہو جاتی ہے اور اگر اُس شکل میں نہیں ملتی جس شکل میں اس نے مانگی ہے تو اس سے بہتر شکل میں وہ اس کو

مل جاتی ہے یا اس کے لیے محفوظ کر دی جاتی ہے۔[۱:۴۵۴]

## مدد، اللہ کی کے باب میں سنتِ الٰہی

جب اللہ کے بندے اس کی راہ میں جہاد کے لیے اٹھ کھڑے ہوتے ہیں تو ظاہری حالات خواہ کتنے ہی ناسازگار ہوں لیکن ربِ کریم ان کی حوصلہ افزائی فرماتا ہے اور یہی حوصلہ افزائی وہ اصل قوت ہے جس کو کوئی طاقتور سے طاقتور دشمن بھی شکست نہیں دے سکتا۔[۷:۴۵۸]

اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی مدد فرماتا ہے جو اپنا فرض ادا کرنے کے لیے اٹھ کھڑے ہوتے ہیں اگرچہ ان کی تعداد کتنی ہی کم اور ان کے وسائل کتنے ہی محدود ہوں۔ چنانچہ قرآن نے بیت اللہ سے متعلق سورۂ بقرہ، سورۂ توبہ، سورۂ حج وغیرہ میں ہماری جو ذمہ داریاں بتائی ہیں وہ یہی ہیں کہ ہم اس کی آزادی و حفاظت کے لیے جو کچھ ہمارے بس میں ہے وہ کریں، اللہ ہماری مدد کرے گا۔ یہ کہیں نہیں کہا ہے کہ تم کچھ کرو یا نہ کرو ہماری ابابیلیں اس کی حفاظت کریں گے۔[۹:۵۶۳]

فرشتوں کا کام بھی بہرحال یہ نہیں تھا کہ وہ مسلمانوں سے یہ کہہ دیں کہ تم الگ ہو کر بیٹھو، ہم لڑ کر تمہارے لیے میدان جیتے دیتے ہیں بلکہ ان کا فریضہ منصبی مسلمانوں کو ثابت قدم رکھنا تھا گویا اصلی چیز مسلمانوں کی خود اپنی شجاعت اور ثابت قدمی تھی۔ مسلمان اپنا یہ جوہر دکھائیں تو خدا کی مدد ان کے ساتھ ہے۔ سنتِ الٰہی یہی ہے کہ خدا کے ہاتھ ہمیشہ اسباب کے اوٹ سے کام کرتے ہیں۔[۳:۴۴۹]

## منافقین کے باب میں سنتِ الٰہی

منافقین محض اپنے رشتوں اور قرابتوں یا جائداد و املاک کی محبت میں ہجرت سے گریزاں اور مدینہ میں دارالاسلام قائم ہو جانے کے باوجود اب تک بدستور دارالکفر یا دارالحرب میں پڑے ہوئے تھے۔ ان لوگوں کے پاس چونکہ کوئی عذر شرعی موجود نہیں تھا اس وجہ سے ان کا نفاق واضح تھا لیکن مسلمانوں میں سے کچھ لوگ جو ان کے ساتھ رشتہ داریاں اور قرابتیں یا خاندانی اور قبائلی نسبتیں رکھتے تھے، ان کے معاملے میں بہت نرم تھے۔ ان کی خواہش یہ تھی کہ ان کو نہ صرف ان کے حال پر چھوڑ دیا جائے بلکہ ان کے ساتھ ربط ضبط بھی قائم رکھا جائے، آہستہ آہستہ یہ لوگ سچے اور پکے مسلمان بن جائیں گے۔ قرآن نے اس خیال کے لوگوں کو تنبیہ کی کہ جو لوگ اِس طرز پر سوچ رہے ہیں، غلط سوچ رہے ہیں۔ اب یہ منافقین اِسلام کی طرف بڑھنے والے نہیں ہیں۔ انہوں نے اسلام کی طرف جو قدم بڑھایا تھا، دنیا کی محبت میں انہوں نے اپنے اٹھائے ہوئے قدم کو پھر پیچھے ہٹا لیا جس کی سزا میں اللہ نے اپنی سنت کے مطابق ان کو پھر اسی کفر میں دھکیل دیا جس میں وہ پہلے تھے۔[۲:۳۵۸]

## ہجرت کی سنت

اونٹنی کو صالح علیہ السلام نے ایک حساس پیا آلہ (Feeler) کی حیثیت سے نامزد کیا تھا کہ اس تاکید و تنبیہ کے باوجود اگر انہوں نے اس کو ہلاک کر دیا تو یہ اس بات کا قطعی ثبوت ہوگا کہ اب یہ ظالم لوگ ان کو بھی نعوذ باللہ جھوٹا سمجھ کر قتل کرنے کی جسارت کر گزریں گے۔ سنت الٰہی کے تحت کسی قوم کی جرأت و جسارت کا یہی وہ مرحلہ ہوتا ہے جس میں رسول کو ہجرت کا حکم ہوتا ہے اور قوم پر عذاب آتا ہے۔[۲:۱۰۵، ۳:۳۰۱، ۳۰۵، ۳۴۲، ۵:۷۰، ۶۶۷، ۶:۳۴]

## ہدایت وضلالت کے باب میں سنتِ الٰہی

### اصول

انسانی طبیعت کا یہ خاصہ ہے کہ آدمی اسے جس رخ پر لگائے اُس رخ پر لگ جاتی ہے۔ اگر اس کو آپ عقل و فطرت کے خلاف کسی غلط رخ پر موڑیں گے تو وہ شروع شروع میں اس پر مڑنے سے اِباء کرے گی لیکن آپ اسے موڑنے پر بضد رہیں گے تو بالآخر اسی سانچا پر وہ ڈھل جائے گی۔ ہدایت و ضلالت کے معاملے میں انسان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا معاملہ اس کی طبیعت کے اسی اصول کے مطابق ہے۔ اللہ تعالیٰ نہ کسی کو ہدایت پر مجبور کرتا نہ ضلالت پر۔ اُس نے انسان کے اندر نیکی اور بدی کا شعور دے کر اسے آزادی بخشی ہے کہ چاہے وہ نیکی کی راہ اختیار کرے یا بدی کی۔ اگر وہ نیکی کی راہ اختیار کرتا ہے تو وہ اس کو اس کی توفیق ارزانی فرماتا ہے اور اگر وہ بدی کی راہ پر جانا چاہتا ہے تو وہ اس کو اس کی ڈھیل

بھی دے دیتا ہے، اگر چاہتا ہے۔[۸:۳۵۷]

## تمثیل

نبی ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے جو علم و ہدایت دے کر بھیجا ہے اس کی تمثیل یہ ہے کہ کسی خطۂ زمین پر بارش ہو تو جو ٹکڑا زرخیز ہوتا ہے وہ پانی کو قبول کر لیتا ہے اور خوب سبزہ اور نباتات اگاتا ہے۔ اسی طرح کوئی ٹکڑا ہوتا ہے جو پانی کو روک لیتا ہے تو اللہ اس سے لوگوں کو نفع پہنچاتا ہے۔ لوگ اس سے پیتے ہیں، کھیتوں کو سیراب کرتے ہیں اور اپنی فصلیں بوتے ہیں۔ اس طرح کوئی ٹکڑا ہوتا ہے جو محض چٹیل ہوتا ہے، نہ پانی کو روکتا نہ سبزہ اگاتا ہے۔ یہ تمثیل ہے ان لوگوں کی جو دین کی سمجھ حاصل کریں اور ان کو نفع پہنچے اس چیز سے جو اللہ نے مجھے دے کر بھیجا ہے، پس وہ سیکھیں اور سکھائیں اور ان لوگوں کی جو اس طرف توجہ نہ کریں اور اس ہدایت کو قبول نہ کریں جس کو لے کر میں آیا ہوں۔[۳:۲۸۴]

## راہ ہدایت: صلاحیتوں سے استفادہ

اللہ تعالیٰ ہدایت انہی کو بخشتا ہے جو اپنے سمع و بصر اور فواد کی صلاحیتوں سے کام لیتے ہیں، جو فطرت کے نور کی قدر کرتے ہیں، جو آفاق و انفس کی نشانیوں پر غور کرتے ہیں اور ہر اس بات کو سننے اور سمجھنے کے لیے اپنے کان کھلے رکھتے ہیں جو معقول ہو اگرچہ وہ ان کے نفس کی خواہشوں کے کتنے ہی خلاف ہو۔ اللہ تعالیٰ کی ہر مشیت اس کی حکمت کے تحت ہے۔ وہ انہی کو ہدایت بخشتا ہے جو ہدایت کی قدر کرنے والے ہوتے ہیں۔ جو اس کی قدر نہیں کرتے ان کو ہدایت دینا تو درکنار اللہ تعالیٰ ان کی وہ صلاحیت بھی سلب کر لیتا ہے جو فطرت کی راہ سے ان کو حاصل ہوئی ہوتی ہے۔[۹:۶۶، ۲۳۲، ۴:۴۹، ۳۰۹، ۱:۳۰۸، ۵:۲۲۷، ۶۳۳، ۳:۴۵۷، ۶:۳۷۳]

## توفیقِ ہدایت

جو شخص نیکی کی راہ اختیار کر لیتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لیے اس راہ کی مشکلات آسان کرتا اور اس کو کامیابی کی منزل تک پہنچنے کی توفیق بخشتا ہے۔ چنانچہ فرمایا ہے العنکبوت ۶۹: ''جو لوگ ہماری راہ میں جدوجہد کریں گے ہم ان کو اپنے راستوں کی ہدایت بخشیں گے''۔[۹:۴۰۳]

ایک شخص اگر اپنا تعلق اپنے رب سے استوار رکھتا ہے۔ لا طائل اوہام سے اپنے کو بچاتا ہے، خدا کی یاد سے اپنے دل کو آباد رکھتا ہے، اگر کوئی افتاد پیش آتی ہے تو اس میں رہنمائی اور استعانت کے لیے اپنے رب کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ ایسے شخص پر شیطان کو غلبہ پانے نہیں دیتا۔ اگر اتفاق سے اس کو کوئی چھوت لگتی بھی ہے تو اللہ کی طرف توجہ اس کے شر سے اس کو بچا لیتی ہے۔[۹:۲۶۳]

جو لوگ نیکی کمانے کیلئے خود اپنے ارادے کو حرکت میں نہیں لائیں گے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کو توفیق بھی ارزانی نہیں ہوگی۔

توفیق باندازۂ ہمت ہے ازل سے

انہوں نے اپنے لیے بچوں اور عورتوں، بوڑھوں اور مریضوں کی طرح گھر میں بیٹھے رہنا پسند کیا تو خدا نے بھی ان کو عزم و حوصلہ سے محروم کر دیا۔[۳:۵۸۴، ۱:۶۰۳، ۲:۴۸۱، ۳:۱۰۰، ۴:۴۵۴، ۵۸۰، ۵:۴۲۲، ۷:۱۵۴، ۸:۳۶۴، ۳۷۹، ۴۱۸]

## ضلالت پسندی

جو لوگ جانتے بوجھتے اور دیکھتے سنتے شر کو خیر پر اور باطل کو حق پر ترجیح دیتے ہیں، نہ خدا کی تنبیہات سے سبق حاصل کرتے، نہ اہل حق کی نصیحتوں سے، وہ آہستہ آہستہ اپنے ضمیر اور اپنے عقل و ارادے کو اس درجہ کند اور بے حس بنا لیتے ہیں کہ ان کے اندر حق کی طرف بڑھنے کا کوئی عزم و حوصلہ سرے سے باقی رہ ہی نہیں جاتا۔ باطل ہی ان کا اوڑھنا بچھونا بن جاتا ہے۔ ان کو کتنا ہی جھنجھوڑیے اور جگائیے لیکن وہ یہ بستر چھوڑنے کا نام ہی نہیں لیتے۔ یہ لوگ ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کو اس فتنہ ہی میں اوندھے منہ پڑے چھوڑ دیتا ہے جس میں وہ پڑ چکے ہوتے ہیں۔[۲:۵۲۳]

جو لوگ نیکی کی راہ اختیار کرنے کا حوصلہ نہیں کرتے اللہ تعالیٰ ان کی باگ ان کے نفس کے حوالے کر دیتا ہے۔ ان کو اپنے نفس سے کوئی مزاحمت نہیں کرنی پڑتی۔ اس وجہ سے وہ سمجھتے ہیں کہ ان کی راہ نہایت ہموار ہے۔ نفس کی پیروی کرتے ہوئے وہ خوش خوش زندگی کی آخری منزل تک پہنچ جاتے ہیں۔[۹:۴۰۴]

ایسے لوگوں کے سامنے حق کتنے ہی واضح طریقہ پر آئے وہ اس کو قبول کرنے کے بجائے بحث اور کٹ حجتی کی کوئی نہ کوئی راہ ڈھونڈ ہی لیتے

ہیں۔ یہاں تک کہ اگر ان کو اس کی کوئی راہ ملتی نظر نہیں آتی تو وہ نمرود کی طرح ہکّے بکّے اور ششدر ہو کر تو رہ جاتے ہیں لیکن حق کو قبول پھر بھی نہیں کرتے۔[۱:۶۰۰]

کسی امرِ حق میں شبہ و تردد کا پیدا ہونا کوئی تعجب کی بات نہیں ہے اور نہ کچھ عرصے تک اس کا باقی رہنا کوئی قابلِ ملامت چیز ہے۔ ایک نیک نیت آدمی کے اندر بھی یہ حالت پیدا ہو سکتی ہے لیکن کوئی شخص اگر ان شبہات کی آڑ لے کر اپنے اندر حق کی آواز کو برابر دبا تا ہی رہے اور اس کو باطل سے چمٹے رہنے کے لیے ایک بہانہ بنا لے تو سنتِ الٰہی کے مطابق ایسا شخص قبولِ حق کی صلاحیت سے محروم ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کسی شخص کی طرف سے حق کی ناقدری کو زیادہ عرصے تک گوارا نہیں فرماتا۔[۸:۲۱۶]

[۲:۱۳۷، ۳:۳۴، ۶۵۶، ۶:۵۸۳، ۷:۱۸۶، ۳۵۵، ۵۸۳، ۸:۱۰۹، ۹:۶۷، ۴۳۸]

## خواہشات پرستی

جو لوگ حق سے انحراف و اعراض کی یہ روش دیدہ و دانستہ اختیار کر لیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی نشانیوں سے آنکھیں بند کر کے زندگی گزارتے ہیں ان کے اوپر اللہ ان کی خواہش اور ان کے اعمال اس طرح مسلط کر دیتا ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ پھر کوئی تعلیم و تذکیر ان پر اثر انداز نہیں ہوتی۔[۶:۴۰۲]

جو لوگ آیات کے پانے کے بعد بھی اپنی خواہشوں ہی کے پیچھے اور کتے کی طرح زمین کو سونگھتے ہی ہوئے چلتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو ان کی خواہشوں ہی کے حوالے کر دیتا ہے اور وہ شیطان کے ہتھے چڑھ جاتے ہیں۔[۳:۳۹۶، ۷:۵۵۳، ۹:۲۵۹]

سنت اللہ یہ ہے کہ جب کوئی شخص اللہ کی آیات، اس کے احکام اور اس کی تنبیہات سے اپنے کان اور اپنی آنکھیں بند کر لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس پر ایک شیطان مسلط کر دیتا ہے جو اس کا ساتھی بن کر اس کو اس کی خواہشات کی وادیوں میں ٹھوکریں کھلاتا پھرتا ہے۔[۲:۵۰۰]

## شیطان کا تسلط

جو لوگ خدا کی یاد سے منہ موڑ لیتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کے اوپر ایک شیطان مسلط کر دیتا ہے جو ان کا دن رات کا ساتھی بن جاتا ہے۔ پھر وہ اس وقت تک ان کی جان نہیں چھوڑتا جب تک ان کو جہنم کا فرزند نہ بنا لے۔[۷:۲۲۹]

”اور جو اللہ کی تذکیر سے آنکھیں بند کر لیتا ہے ہم اس پر ایک شیطان مسلط کر دیتے ہیں پس وہ اس کا ساتھی بن جاتا ہے“۔[زخرف ۳۶]

[۷:۹۸، ۵۵۳، ۳:۶۰۳، ۴:۶۸۳]

## ختمِ قلوب

جو لوگ عقل و فطرت کے بدیہیات اور یقینیات کو جھٹلا دیتے ہیں، ان کو رسول کے انذار سے بھی کوئی نفع نہیں پہنچتا ہے۔ ایسے لوگوں پر رسول کے ذریعے سے اتمامِ حجت ہوتا ہے اور اس اتمامِ حجت کے نتیجے میں ان کے دلوں پر مہر لگ جاتی ہے۔ جو لوگ خدا کے مقرر کیے ہوئے تمام حدود توڑ تاڑ کے رکھ دیتے ہیں، ان کے اندر حدود کے احترام کا احساس ہی مردہ ہو جاتا ہے اور اس احساس کے مردہ ہو جانے کے بعد ان سے کسی خیر کی امید عبث ہے۔ ایسے مُردے کسی کو جھنجوڑنے سے بھی نہیں جاگتے۔[۴:۷۶]

جن کو وہ ایک مرتبہ اسلام کی روشنی دکھا دیتا ہے، اگر وہ اس کی قدر کرتے ہیں تو ان کی روشنی میں اضافہ کرتا ہے اور اگر قدر نہیں کرتے بلکہ مڑ مڑ کر پیچھے ہی کی طرف دیکھتے ہیں تو ان کی وہ روشنی بھی سلب ہو جاتی ہے اور ان کے دل پر مہر بھی کر دی جاتی ہے۔ جس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ پھر وہ صحیح سوچنے کی صلاحیت کھو بیٹھتے ہیں۔[۸:۳۹۹]

## دنیا طلبی

جو لوگ اس دنیا کو مقصود و مطلوب بنا کر اپنی تمام ذہانت و قابلیت اسی کی طلب میں لگا دیتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کے اعمال و مشاغل کو اس طرح ان پر مسلط کر دیتا ہے کہ پھر نہ وہ ان کے چھوڑنے ہی پر آمادہ ہوتے اور نہ ان سے چھوٹ ہی سکتے ہیں۔ وہ اندر کے اندر بھٹکتے رہتے ہیں یہاں تک کہ ایک دن فرشتۂ اجل آ کر ان کو دبوچ لیتا ہے۔[۵:۵۷۷]

## معجزہ طلبی

اللہ تعالیٰ اپنی ہدایت ان لوگوں کو نہیں بخشتا جو معجزوں اور کرشموں کے مطالبے کرتے ہیں بلکہ ان لوگوں کو یہ نعمت بخشتا ہے جو آفاق و

انفس کی نشانیوں کو دیکھ کر حقیقت کے طالب بنتے ہیں اور خدا کی طرف شرح صدر اور طمانیتِ قلب کے لیے متوجہ ہوتے ہیں۔ جن کے اندر یہ طلب پیدا ہو جاتی ہے ان کے لیے روی و آوازِ پیمبر معجزہ است۔ رہے وہ لوگ جو عجائب اور کرشموں کے درپے رہتے ہیں، ان کی زندگی ہمیشہ ٹھوکریں کھانے میں ہی گزرتی ہے۔[۲۹۰:۴]

جو لوگ اللہ کی اِس عظیم نعمت (اللہ کی ہدایت اور شریعت) کو پا کر اس سے فائدہ اٹھانے کے بجائے کسی ایسے نشان کے ظہور کے منتظر ہیں جو حق کے آگے ان کی گردنیں زبردستی خم کر دے تو وہ درحقیقت ہدایت کو ضلالت سے اور نعمت کو نقمت سے بدل رہے ہیں اور ایسے لوگ سنتِ الٰہی کے مطابق اللہ تعالیٰ کی سخت پاداش سے دوچار ہوتے ہیں۔[۱:۵۰۱]

## رہنمائی بذریعہ دلیل و حجت

وہ دلیل و حجت کے ذریعے سے رہنمائی کرتا ہے اور لوگوں کو اس نے یہ اختیار دیا ہے کہ وہ چاہیں تو اس رہنمائی کو قبول کریں اور چاہیں تو رد کر دیں۔ تمہارے پاس تو محض ظن و گمان ہے مگر اللہ کے پاس عقل و دل میں اتر جانے والی دلیلیں ہیں بشرطیکہ تم ان کے سننے اور سمجھنے کے لیے اپنے کانوں اور اپنے دلوں کو کھولو۔ ہدایت حاصل کرنے کی راہ یہی ہے۔ خدا اپنی مشیت کے زور سے کسی کو ہدایت نہیں دیا کرتا۔ یہ تو حجت و دلیل اور عقل و دل کا سودا ہے۔[۱۹۷:۳]

## پیغمبر کی ذمہ داری

ہدایت و ضلالت کے معاملہ میں اللہ کے رسول کی اصل ذمہ داری صرف حق کو واضح طور پر پہنچا دینا ہے اور جب یہ کام ہو چکا، حق باطل سے بالکل الگ ہو کر سامنے آ گیا تو رسول کی جو ذمہ داری ہے وہ پوری ہو چکی۔ اب ذمہ داری ان لوگوں کی ہے جن پر حجت تمام ہو چکی ہے۔ وہ چاہیں تو ایمان لائیں اور چاہیں تو کفر کی روش پر اڑے رہیں۔[۱:۵۹۱]

نبی کی ذمہ داری لوگوں کی ہدایت کے معاملے میں صرف یہ ہے کہ وہ ان کو اللہ کی تعلیمات و ہدایات سے اچھی طرح آگاہ کر دے۔ اگر یہ کام اس نے کر دیا تو اس کا فرض پورا ہو گیا۔ یہ ذمہ داری اس پر نہیں ہے کہ لوگ ان تعلیمات و ہدایات کو قبول بھی کر لیں۔[۱:۶۲۳]

پیغمبر کی ذمہ داری اس معاملے میں صرف تبلیغ و دعوت کی ہے۔ لوگوں کو ہدایت کی راہ پر لا کھڑے کرنا اس کی ذمہ داری ہی نہیں ہے۔[۳:۱۴۰، ۴:۳۰۸، ۹:۶۶]

## جبر کی نفی

حق کے ترک و اختیار کے معاملے میں خدا کے ہاں جبر نہیں ہے۔ جو خدا کی راہ پر چلنا چاہتا ہے اللہ اس کو اس کی توفیق ارزانی فرماتا ہے۔ جو اس سے الگ ہو کر اپنی پسند کردہ کوئی راہ اختیار کرنا چاہتا ہے تو وہ اس کے لیے بھی اس کو ڈھیل دے دیتا ہے۔[۲:۳۸۲]

جو لوگ اپنی آنکھیں اور اپنے کان نہیں کھولتے خدا اُن کے اندر زبردستی اپنی ہدایت نہیں اتارتا۔ خدا کی توفیق صرف ان کو سہارا دیتی ہے جو راہِ حق پر چلنے کا خود ارادہ کرتے ہیں اور خدا کی بخشی ہوئی صلاحیتوں سے کام لیتے ہیں۔[۳:۵۰، ۱۷۲، ۱:۵۸۳]

## نشانیوں سے ہدایت

... آخر وہ تمام نشانیاں جو آفاق و انفس میں موجود ہیں، جن کی طرف قرآن نے انگلی اٹھا اٹھا کر اشارہ کیا اور ان کے مضمرات و دلائل واضح کیے، جب ان میں سے کوئی چیز بھی ان کے دلوں اور ان کی نگاہوں کے زاویے کو درست کرنے میں کارگر نہ ہو سکی تو آخر کوئی نئی نشانی کس طرح ان کی کایا کلپ کر دے گی؟ جو حجاب آج ہے وہ کل کس طرح دور ہو جائے گا اور جو اندھاپن آج دیکھنے سے مانع ہے، وہ اس نشانی کے ظہور کے وقت کہاں چلا جائے گا؟ جس طرح آج تک وہ ساری نشانیوں کو جھٹلا رہے ہیں، اسی طرح اس نشانی کو بھی جھٹلا دیں گے اور جو قلبِ ماہیت ان کے دلوں اور ان کی آنکھوں کی آج دیکھتے ہو، وہ قلب ماہیت اس وقت بھی اپنا عمل کرے گی۔[۳:۱۴۰]

# سوالات

- سوال پیدا ہوتا ہے
- قرآن کے معترضین سے سوالات
- یَسۡئَلُوۡنَکَ

# سوال پیدا ہوتا ہے

٭سوالات جو شریعت کی توضیح و تبیین کے لیے ضروری ہیں، اللہ اور رسول نے ایسے سوالات کی حوصلہ افزائی فرمائی ہے اور ان کے جوابات سے دین کی دولت میں اضافہ ہوا ہے بلکہ یہ کہنا بھی غلط نہیں ہے کہ اللہ اور رسول نے ایسے سوالات کے مواقع فراہم کیے ہیں تاکہ لوگوں پر دین کی حکمتیں اور مصلحتیں اور بندوں کی ضروریات کے ساتھ شریعت کی مناسبتیں واضح ہوں۔[۱:۴۵۵]

۱۔ قرآن میں نظم اگر ہے بھی تو اس کی حیثیت نکات اور لطائف کی ہے۔ اس کے اوپر قرآن کے سمجھنے اور نہ سمجھنے کا انحصار نہیں ہے۔ پھر اس پر اس شدّومد سے زور دینے کی کیا ضرورت ہے؟۔[۱:۴۰]

۲۔ اگر قرآن میں نظم ہے تو آخر وہ اِس قدر مخفی قسم کا کیوں ہے کہ صرف خال خال لوگ ہی اس کا سراغ لگانے میں کامیاب ہو سکے اور وہ بھی برسوں کی جاں کاہی اور دماغ سوزی کے بعد؟۔[۱:۲۰]

۳۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے متعلق ایک اہم سوال یہ بھی ہے کہ قرآن مجید میں اِس کی اَصل جگہ کہاں ہے؟[۱:۴۹]

۴۔ مُنعَم علیھم، کون ہیں؟[۱:۶۰]

۵۔ مَغضُوبِ علیھم، سے کون لوگ مراد ہیں؟[۱:۶۰]

۶۔ خدا کی پروردگاری اور اس کی رحمانیت اور رحیمیت کی نشانیاں ایک روز جزا و سزا کو کس طرح لازم کرتی ہیں؟۔[۱:۶۲]

۷۔ مقطعات کے معانی کے بارے میں کوئی قطعی بات کہنا بڑا مشکل ہے۔ اِس وجہ سے ممکن ہے یہاں کسی کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہو کہ قرآن کا دعوٰی تو یہ ہے کہ وہ ایک بالکل واضح کتاب ہے، اِس میں کوئی چیز بھی چیستاں یا معمے کی قسم کی نہیں ہے، پھر اس نے سورتوں کے نام ایسے کیوں رکھ دیے جن کے معنی کسی کو بھی نہیں معلوم؟۔[۱:۸۲]

۸۔ سورہ بقرہ کے آغاز میں (۱۔۲) قرآن کے کتابِ الٰہی ہونے کا دعوٰی محض ایک دعوے کی شکل میں رکھ دیا گیا ہے، اس کی کوئی دلیل نہیں دی گئی؟[۱:۱۰۰]

۹۔ قرآن کے متعلق فرمایا گیا ہے کہ یہ متقیوں اور پرہیز گاروں کے لیے ہدایت ہے۔ اگر یہ کتاب متقیوں ہی کے لیے ہدایت ہے تو پھر اس کے اترنے کا فائدہ کیا ہوا؟۔[۱:۱۰۰]

۱۰۔ متقین کی تعریف یہ کی گئی ہے کہ وہ ایمان بالغیب لاتے ہیں۔ اس کے متعلق عام خیال تو یہ ہے کہ یہ محض عامیانہ تقلید یا وہمی پن یا خوش عقیدگی سے پیدا ہوتا ہے۔ اگر یہ بات صحیح ہے تو اس کے معنی تو یہ ہوئے کہ قرآن اپنی تاثیر کا جوہر صرف انھی پر دکھا سکتا ہے جو وہمی اور خوش عقیدہ قسم کے لوگ ہوں، سوچنے، سمجھنے اور غور وفکر سے کام لینے والوں پر اس کا بیان یا استدلال کارگر نہیں ہو سکتا؟۔[۱:۱۰۰]

۱۱۔ متقین کی چند صفات بھی یہاں گنائی گئی ہیں مثلاً یہ کہ وہ ایمان بالغیب لاتے ہیں، وہ نماز قائم کرتے ہیں، وہ خدا کی راہ میں خرچ کرتے ہیں، وہ خدا کی اتاری ہوئی ہر کتاب پر ایمان لاتے ہیں، وہ آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ اگر وہ یہ سارے کام کر رہے ہیں تو اس کے بعد وہ کون سی ہدایت ہے جس کے یہ محتاج رہ جاتے ہیں اور جو یہ کتاب فراہم کرتی ہے؟ کیا ہدایت ان چیزوں سے بالاتر کسی چیز کا نام ہے جس کا ان سارے کاموں کے کرنے کے بعد بھی آدمی محتاج ہی رہ جاتا ہے۔[۱:۱۰۰]

۱۲۔ یہاں ایمان کے بعد علمی نیکیوں میں سے صرف دو ہی کا ذکر کیا گیا ہے۔ ایک نماز کا، دوسری انفاق کا۔ آخر ان کی اہمیت کا وہ کیا خاص پہلو ہے جس کی وجہ سے ان کا ذکر کیا گیا ہے اور دوسری کسی نیکی کا ذکر نہیں کیا گیا؟[۱:۱۰۰]

۱۳۔ البقرہ ۶ میں اَلَّذِیْنَ کَفَرُوْا سے کون مراد ہیں؟[۱:۱۰۶]

۱۴۔ ممکن ہے کہ کسی کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہو کہ یہاں سمع کا لفظ واحد کیوں استعمال ہوا جب کہ قلوب و ابصار کے الفاظ جمع استعمال ہوئے ہیں۔ کلام کی ہم آہنگی کا تقاضا تو یہ تھا کہ یہ بھی جمع یعنی اَسماع استعمال ہوتا؟۔[۱:۱۱۰]

۱۵۔ البقرہ ۸-۱۶ اوپر دو گروہوں کا ذکر ہوا ہے۔ ایک ان لوگوں کا جو ایمان لائے، دوسرے ان لوگوں کا جو ایمان لانے والے نہیں ہیں۔ ان دونوں گروہوں کے بعد یہ ایک تیسرے گروہ کا بیان ہے جو تعلق تو رکھتا ہے ایمان نہ لانے والے گروہ سے لیکن اپنی بعض خصوصیات کے لحاظ سے ان سے کچھ مختلف مزاج رکھتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ یہ گروہ کن لوگوں کا ہے؟[۱:۱۲۱]

۱۶۔ قرآن مجید نے خود تعلیم دی ہے کہ اللہ کے رستے کی طرف حکمت اور اچھی نصیحت کے ساتھ دعوت دو اور اہل کتاب کے بارے میں تو خاص طور پر اس کی یہ ہدایت ہے کہ ان سے صرف خوبصورت طریقہ ہی سے دین کے معاملہ میں بحث و گفتگو کی جائے۔ پھر یہاں، البقرہ

۱۶-۸۔ قرآن نے انہی اہل کتاب کے ایک گروہ کے بارے میں سفہاء اور مفسدین اور ان کے اکابر اور لیڈروں کے لیے شیاطین تک کے الفاظ کیوں استعمال فرمائے؟[۱۲۶:۱]

۱۷۔ قیامت کا واقع ہونا ممکن سہی لیکن آخر اس کی ضرورت کیا ہے؟۔[۱۵۰:۱]

۱۸۔ خلیفہ تو اُس کو مقرر کرنے کی ضرورت پیش آیا کرتی ہے جو غائب یا غیر حاضر ہوتا ہو۔ خدا تو نہ کبھی غائب ہوتا ہے نہ غیر حاضر۔ آسمان و زمین ہر جگہ اس کی حکومت ہمیشہ رہی ہے اور ہمیشہ رہے گی، پھر اُس کے کسی کو خلیفہ مقرر کرنے کے کیا معنی؟۔[۱۵۷:۱]

۱۹۔ البقرۃ ۳۰، یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ خدا نے زمین میں کسی کا خلیفہ بنانے کا ارادہ ظاہر فرمایا تھا، اپنا یا زمین میں بسنے والی کسی پیشرو مخلوق کا؟[۱۵۷:۱]

۲۰۔ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو کن کے نام سکھائے؟۔[۱۶۰:۱]

۲۱۔ فرشتوں کو آدم علیہ السلام کی تعظیم بجا لانے کا حکم کیوں دیا گیا؟۔[۱۶۳:۱]

۲۲۔ سجدے کا حکم تو فرشتوں کو دیا گیا تھا نہ کہ جنات کو، تو ابلیس کو جو جنات میں سے تھا، سجدہ نہ کرنے پر لعنت کا مستحق کیوں قرار دیا گیا؟[۱۶۵:۱]

۲۳۔ ممکن ہے کسی کے ذہن میں یہ خیال پیدا ہو کہ بعض آیات میں سجدے کا ذکر آدم کی پیدائش اور ان کی صورت گری کے بعد آیا ہے۔[۱۶۵:۱]

۲۴۔ 'ولا تقربا ھذہ الشجرۃ' میں درخت کس چیز کا تھا؟[۱۶۶:۱]

۲۵۔ البقرۃ ۳۶ میں 'اِھْبِطُوْا' کا خطاب کن سے ہے؟[۱۶۷:۱]

۲۶۔ قرآن پاک کے انکار میں یہود سے پہلے تو قریش نے سبقت کی، تو قرآن نے سبقت کا الزام یہود پر کیوں عائد کیا؟۔[۱۸۱:۱]

۲۷۔ البقرۃ ۴۵ میں سب سے پہلا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وَاِنَّھَا میں ھَا کا مرجع کیا ہے؟[۱۹۰:۱]

۲۸۔ کیا اہل کتاب کے لیے رسول اللہ ﷺ پر ایمان لانا ضروری نہیں؟۔[۲۳۱:۱]

۲۹۔ خدا کے ہاں کسی کو کوئی درجہ یا مرتبہ کسی مخصوص خاندان یا فرقہ یا گروہ سے نسبت رکھنے کی بنا پر حاصل ہوتا ہے یا ایمان اور عملِ صالح کی بنا پر؟۔[۲۳۲:۱]

۳۰۔ دل کب سخت ہوتا ہے؟[۲۵۰:۱]

۳۱۔ ہاروت و ماروت پر کیا چیز اتاری گئی تھی؟[۲۸۳:۱]

۳۲۔ کیا اس طرح کا علم (اشیاء اور کلمات کے روحانی خواص کا علم) دنیا میں اپنا کوئی وجود بھی رکھتا ہے؟۔[۲۸۶:۱]

۳۳۔ اِسلامی شریعت میں بھی نسخ ہے یا نہیں؟۔[۳۱۳:۱]

۳۴۔ مقامِ ابراہیم علیہ السلام سے کیا مراد ہے۔[۳۲۹:۱]

۳۵۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے رزق کے لیے پھلوں کی شرط کیوں لگائی؟ ذوق تو یہ کہتا ہے کہ انہیں رزق کی ایک جامع دعا مانگ کرِ معاملہ اپنے رب پر چھوڑنا تھا کہ یہ رزق وہ انہیں کس شکل میں دے۔ اپنی طرف سے کسی خاص نوعیت کے رزق کی تجویز پیش کرنا ایک پیغمبر کے لیے کچھ موزوں نظر نہیں آتا۔ قرآن مجید میں دوسرے انبیاء کی یا خود حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دوسری دعائیں جو مذکور ہیں ان پر غور کیجیے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس طرح کی تخصیص و تعیین سے جو ایک تجویز کی شکل اختیار کرے اِن میں بالعموم احتراز فرمایا گیا ہے۔[۳۳۵:۱]

۳۶۔ جب قبلہ کی تبدیلی خود قرآن کے اپنے بیان کے مطابق بھی ایک سخت امتحان ہے تو اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو اس قسم کے سخت امتحان میں کیوں ڈالنا پسند فرمایا جس کا نتیجہ یہ نکل سکتا ہے کہ بہت سے لوگ اس امتحان میں ناکام رہ جانے کے سبب سے اپنے ایمان ہی کھو بیٹھیں۔[۳۶۷:۱]

۳۷۔ اوپر سفر اور حضر دونوں حالتوں سے متعلق یہ دونوں حکم بیان ہو چکے ہیں۔ اس وجہ سے انہی دونوں حکموں کا معاً یہ اعادہ بعینہٖ انہی الفاظ میں اپنے اندر بظاہر کچھ تکرار کی سی گرانی رکھتا ہے اور یہ چیز قرآن میں جو ایجاز و بلاغت کا ایک معجزہ ہے، طبیعت کو کچھ کھٹکتی ہے؟۔[۳۷۵:۱]

۳۸۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر مدعا یہی ہے کہ سعی کا حکم وجوب کے درجہ میں ہے تو یہاں 'فَلَا جُنَاحَ' کا مطلب کیا ہوا؟ [۱:۳۸۷]

۳۹۔ اِس دنیا میں انسان کا اصلی مرتبہ و مقام کیا ہے؟ انسان اس دنیا میں خود مختار و مطلق العنان ہے یا پابند و محکوم؟ مسئول ہے یا غیر مسئول؟ مجبور ہے یا با اختیار؟ اس کو کسی نے اس دنیا میں بھیجا ہے یا وہ خود بخود اس دنیا میں دَر آیا ہے؟ اس کا وجود محض ایک انفرادی وجود ہے یا وہ اپنی کوئی اجتماعی ہستی بھی رکھتا ہے؟ اس کی رہنمائی کے لیے اس کی اپنی ہی عقل و فہم کافی ہے یا اس کے علاوہ وہ کسی اور مافوق رہنمائی کا بھی محتاج ہے؟ اس کائنات کے دوسرے عناصر کے ساتھ اس کے ربط کی کیا نوعیت ہے؟ یہ اپنی فطرت کے لحاظ سے بدی کی مخلوق ہے یا نیکی کی؟ اس کے اندر جو بدی پائی جاتی ہے اس کا سرچشمہ کیا ہے؟ [۱:۱۷۱]

۴۰۔ جو چیز کسی چیز کی نشانی اور علامت ہوتی ہے وہ اس کی دلیل ہوا کرتی ہے۔ اس وجہ سے سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہاں (البقرۃ ۱۶۴) مذکورہ چیزیں کس چیز پر اور کس نوعیت سے دلیل ہیں۔ [۱:۳۹۹]

۴۱۔ سوال یہ ہے کہ غور و تدبر کی نگاہ اس دنیا کے بارے میں کیا فیصلہ کرتی ہے۔ کیا یہ اضداد و متناقضات کی ایک رزم گاہ ہے جس میں مختلف ارادوں اور قوتوں کی کشمکش برپا ہے یا ایک ہی حکیم و مدبر کا ارادہ ان سب پر حاکم و فرمانروا ہے جو ان تمام عناصر مختلفہ کو اپنی حکمت کے تحت ایک خاص نظام اور ایک مجموعی مقصد کے لیے استعمال کر رہا ہے۔ [۱:۴۰۲]

۴۲۔ ایمان کے اجزاء میں فرشتوں پر ایمان کو کیوں داخل کر دیا ہے جب کہ ان کا تجربہ صرف نبیوں ہی کو ہوا ہے اور ان پر ایمان لانے کا کوئی خاص علمی یا عملی فائدہ ایک عام آدمی پر واضح نہیں ہے؟ [۱:۴۲۳]

۴۳۔ یہاں (البقرۃ ۱۷۷) سیرت و کردار سے متعلق صرف دو ہی چیزوں کا ذکر فرمایا ایک ایفائے عہد کا، دوسری صبر کا۔ اس فہرست میں اور بھی چیزیں شامل ہو سکتی تھیں، آخر ان کا ذکر کیوں نہیں فرمایا؟ [۱:۴۲۸]۔

۴۴۔ اگر کُتِبَ عَلَیْکُمْ (البقرۃ ۱۷۸) سے قصاص کی فرضیت ثابت ہوتی ہے تو اس حکم کا مخاطب کون ہے؟ یہ سوال اس وجہ سے پیدا ہوتا ہے کہ اسلام میں یہ بات اپنی جگہ پر ثابت ہے کہ قصاص کا معاملہ قابلِ راضی نامہ ہے۔ اگر مقتول کے ورثا چاہیں تو قاتل کو قتل بھی کر سکتے ہیں، چاہیں تو دیت بھی لے سکتے ہیں، چاہیں تو کچھ معاف بھی کر سکتے ہیں تو جب وہ یہ سب کچھ کر سکتے ہیں تو یہ کہنے کے کیا معنی کہ تم پر قصاص لینا فرض کیا گیا ہے۔ [۱:۴۳۲]

۴۵۔ کیا تعزیرات خلاف عقل ہیں؟۔ [۱:۴۳۶]

۴۶۔ عقائد اور عبادات کا ذکر سیدھے سادے فعل کے صیغوں سے کیا، پھر یہ ایفائے عہد اور صبر کی کیا خصوصیت تھی کہ ان کا ذکر اسلوب بدل کر اس اہتمام و اختصاص اور اس تاکید و تنبیہ کے ساتھ فرمایا؟ [۱:۴۳۸]

۴۷۔ ''گنتی کے چند دنوں'' سے یہاں کیا مراد ہے؟ [۱:۴۴۶]

۴۸۔ جب اسلام غریبوں اور یتیموں کی ہمدردی اور ان کی امداد کے لیے مال خرچ کرنے پر اتنا زور دیتا ہے تو آخر اس جوئے اور شراب میں کیا خرابی ہے جو قحط کے زمانے میں غربا کی امداد کا ذریعہ بنتے ہیں؟۔ [۱:۵۰۵]

۴۹۔ البقرۃ ۲۱۷ میں ایک خاص نکتہ بھی قابل لحاظ ہے۔ اعمال کے اکارت ہونے کے متعلق فرمایا کہ وہ دنیا اور آخرت دونوں میں اکارت ہو کر رہ جائیں گے۔ آخرت میں مرتد ہو جانے والوں کے اعمال کا اکارت ہو جانا تو واضح ہے البتہ یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ دنیا میں ان کے اعمال کے اکارت ہونے کی شکل کیا ہوگی؟۔ [۱:۵۱۳]

۵۰۔ اگر ایک شخص اِنتظامی سہولت کے پیش نظر کسی یتیم کے مال یا اس کے کاروبار کو اپنے مال اور کاروبار میں شامل کر لے اور اس کے حقوق کی حفاظت کے پہلو سے ایسے یتیم کی ماں سے نکاح کر لے تو اس میں کوئی حرج تو نہیں ہے؟۔ [۱:۵۱۸]

۵۱۔ اگر چار ماہ کی مذکورہ مدت (ایلاء) گزر جائے اور اِس دوران میں ایک شخص نہ رجوع ہی کرے اور نہ طلاق ہی دے تو کیا ہو گا؟۔ [۱:۵۳۱]

۵۲۔ بنی اسرائیل کے تابوت کی واپسی سے متعلق تورات اور قرآن کے بیانات میں اختلاف ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ ان دونوں بیانوں میں سے کون سا بیان روایت اور درایت کی کسوٹی پر پورا اترتا

ہے۔؟[۵۷۳]

۵۳۔یہاں (البقرۃ ۲۵۱) ایک چھوٹا سا سوال یہ بھی پیدا ہوتا ہے کہ عَلَّمَہٗ مِمَّا یَشَآء فرمایا عَلَّمَہٗ مِمَّاشَاءَ نہیں فرمایا؟۔[۱:۵۸۱]

۵۴۔(البقرۃ ۲۵۹) اَلَّذِیْ مَرَّ عَلٰی قَرْیَۃٍ سے یہاں کس کی طرف اشارہ ہے۔[۱:۶۰۱]

۵۵۔یہاں (البقرۃ ۲۵۹) کھانے پینے کی چیزوں سے متعلق تو فرمایا کہ لَمْ یَتَسَنَّہْ اِن میں کوئی تغیر واقع نہیں ہوا، برعکس اس کے گدھے کی ہر چیز گل سڑ گئی۔ ممکن ہے کسی کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہو کہ ایک ہی طرح کے حالات میں یہ دو مختلف اثرات کیوں نمایاں ہوئے؟۔[۱:۶۰۵]

۵۶۔البقرۃ ۱۵۱ میں 'کما' میں 'ک' حرف تشبیہ ہے۔اس وجہ سے یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ تشبیہ کس چیز کی دی گئی ہے؟۔[۱:۳۷۷]

۵۷۔سوال پیدا ہوتا ہے کہ آخر وہ ذریعہ اور واسطہ کیا ہے جس سے خدا خلق کو اپنے احکام وہدایات سے آگاہ کرتا ہے۔اگر اس مقصد کے لیے اس نے اپنے خاص خاص بندوں کو منتخب کیا ہے جن کو انبیاء ورسل کہتے ہیں تو بعینہٖ یہی سوال ان کے بارے میں بھی اٹھتا ہے؟[۱:۴۲۳]

۵۸۔اگر انسان کے اندر روح نامی کوئی شے بھی ہے تو سوال یہ ہے کہ اس کی تازگی وتوانائی کے لیے بھی کوئی غذا اور تدبیر ضروری ہے یا نہیں؟ اگر ضروری ہے تو کیا یہی دودھ مکھن، جن سے ہمارے جسم کی پرورش ہوتی ہے، اس کے لیے بھی کافی ہیں یا اس کے لیے کسی اور تدبیر وغذا کی ضرورت ہے؟[۱:۴۶۰]

۵۹۔عام صدقات وخیرات کے متعلق یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ان کو پوشیدہ طور پر دینا بہتر ہے یا علانیہ۔[۱:۶۲۲]

۶۰۔سورہ انفال میں جہاں غزوۂ بدر کا واقعہ بیان ہوا ہے وہاں یہ معلوم ہوتا ہے کہ کفار بھی مسلمانوں کی نظر میں کم کر کے دکھائے گئے تھے اور مسلمان بھی کفار کی نگاہوں میں کم دکھائے گئے تھے۔یہ چیز ال عمران ۱۳ کی مذکورہ بالا تاویل کے خلاف پڑتی ہے۔[۲:۳۸]

۶۱۔ال عمران ۴۱ میں یہ تو مذکور ہے کہ تم تین دن کسی سے بجز اشارہ کے بات نہ کر سکو گے لیکن اِس بات کی تصریح نہیں ہے کہ ذکر وتسبیح کر سکو گے۔[۲:۸۳]

۶۲۔سوال پیدا ہوتا ہے کہ قرعہ اندازی کا یہ طریقہ صرف حضرت مریم علیہا اسلام کی کفالت ہی کے باب میں اختیار کیا گیا یا دوسرے زیر تربیت خدّامِ ہیکل کے لیے بھی یہی طریقہ رائج تھا؟۔[۲:۸۵]

۶۳۔حضرت مسیح علیہ السلام نے کن حرام کردہ چیزوں کو حلال ٹھہرایا؟۔[۲:۹۷]

۶۴۔ال عمران ۵۵ میں اس بات کی بشارت ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کے نام لیوا ان کے منکرین پر ہمیشہ غالب رہیں گے...البتہ ایک بات یہاں دل میں ضرور کھٹکتی ہے وہ یہ کہ یہ نصاریٰ خود متبع مسیح علیہ السلام کب ہیں؟ یہ تو بالکل مبتدع اور حضرت مسیح علیہ السلام کی تعلیم سے یک قلم منحرف ہیں؟۔[۲:۱۰۵]

۶۵۔احد کے اس ابتلاء میں حزن سے بچانے والی کیا بات تھی؟۔[۲:۱۹۴]

۶۶۔یہاں بعض لوگوں کے ذہن میں یہ شبہ پیدا ہو گا کہ ال عمران ۳ کی تاویل اگر یہ ہے جو بیان ہوئی تو اس سے تو صاف یہ بات نکلتی ہے کہ اسلام میں تعدد ازواج کی مطلق اجازت نہیں بلکہ یتیموں کی مصلحت کے ساتھ مقید ہے۔[۲:۲۵۲]

۶۷۔ممکن ہے یہاں ایک اور شبہ بھی بعض لوگوں کو ہو کہ ہم نے یہاں ان لوگوں کے قول کو جنہوں نے 'یتامیٰ' سے یتیم لڑکیوں کو مراد لیا ہے، محض اس دلیل کی بنیاد پر نظر انداز کر دیا ہے کہ اس لفظ کا استعمال صرف لڑکیوں کے لیے معروف نہیں ہے درآنحالیکہ 'نساء' سے ہم نے یتیموں کی ماؤں کو مراد لیا ہے جب کہ اس لفظ کا بھی استعمال اس معنی کے لیے معروف نہیں ہے۔[۲:۲۵۳]

۶۸۔اُن لوگوں کی توبہ کا کیا حکم ہے جن کو گناہ کے بعد جلدی توبہ کرنے کی سعادت تو حاصل نہیں ہوئی لیکن اتنی دیر بھی انہوں نے نہیں لگائی کہ موت کا وقت آن پہنچا ہو؟۔[۲:۲۶۷]

۶۹۔عقدِ نکاح کی ذمہ داری کو یہاں (النسآء ۲۱) 'میثاق غلیظ' سے

کیوں تعبیر فرمایا؟[۲:۲۷۱]

۷۰۔[آلِ عمران ۲۳] ربیبہ کس صورت میں حرام ہے؟۔[۲:۲۷۶]

۷۱۔ النساء ۲۵ کے تعلق سے ایک سوال یہ بھی پیدا ہوتا ہے کہ یہ آیت سورۂ نور کی بیان کردہ حدِ زنا کو ہر قسم کے زانیوں کے لیے، شادی شدہ ہوں یا غیر شادی عام کر دیتی ہے تو زنا کے لیے رجم کی سزا کا ماخذ کیا ہے؟[۲:۲۸۰]

۷۲۔ گھر کی چھوٹی سی ریاست میں سربراہی کا مقام مرد کو حاصل ہو یا عورت کو؟۔[۱:۲۹۱]

۷۳۔ یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس زمانے میں وہ شخص کیا کرے جو غلام آزاد کرنے کی مقدرت تو رکھتا ہو لیکن غلام میسر نہیں ہیں اور شریعت نے اس کا کوئی بدل بھی معین نہیں فرمایا ہے۔[۲:۳۶۲]

۷۴۔ (النساء ۱۳۷) یہ سوال قابل غور ہے کہ یہ ایمان پھر کفر، پھر ایمان، پھر کفر کی حالت جو ان کی بیان ہوئی ہے یہ محض ان کے تذبذب کی ایک تصویر ہے یا بیانِ واقعہ ہے۔[۲:۴۰۹]

۷۵۔ ممکن ہے کسی کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہو کہ یہود منتظر کب تھے کہ قرآن ان کے لیے مسلمانوں کے کھانے کے جائز ہونے کا اعلان کرے، پھر اس کا فائدہ کیا، یہ تو مفت کرم داشتن کے قسم کی بات ہوئی؟۔[۲:۴۶۴]

۷۶۔ یہاں ممکن ہے کسی کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہو کہ آخر اس وقت مسلمانوں کے اندر ان صفات کے حامل بھی تو موجود تھے بلکہ اکثریت ان صفات کے حاملین ہی کی تھی تو قرآن نے یہ کیوں کہا کہ "خدا ایسے لوگوں کو لائے گا"۔ ان لوگوں کا حوالہ کیوں نہ دیا جو موجود تھے اور ان صفات کے بہترین حامل تھے؟۔[۲:۵۴۸]

۷۷۔ قرآن کے بعض مقامات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ قیامت کے روز مشرکین اپنے شرک کا اقرار کریں گے بلکہ اپنے شرکا کو پکاریں گے بھی اور آیت زیر بحث (الانعام ۲۲) میں یہ تصریح ہے کہ وہ قسم کھا کے شرک سے اپنی براءت کا اعلان کریں گے؟۔[۳:۳۴]

۷۸۔ کسی قوم کی جڑ کب کٹتی ہے؟[۳:۵۲]

۷۹۔ اس دنیا کا کوئی خالق ہے یا یہ خود آدھمکی ہے؟ اگر کوئی خالق ہے تو وہ یکہ وتنہا ہے یا اس کے اور بھی شریک وسہیم ہیں؟ یہ پیدا ہو کر کبھی ختم ہو گی یا اسی طرح ہمیشہ ہمیش چلتی رہے گی؟ اگر اس کا کوئی خالق و مالک ہے تو اس کی صفات وخصوصیات کیا ہیں اور کس لیے اس نے اتنا بڑا عالم کھڑا کر دیا ہے؟ اس دنیا میں حق و باطل کے لیے کوئی معیار ہے یا یہ کوئی اندھیر نگری ہے؟ انسان اپنے اقوال و افعال کے لیے مسئول اور جواب دہ ہے یا بالکل مطلق العنان اور شتر بے مہار ہے؟ آسمانوں اور زمین میں ایک ہی قادر و قیوم کی تدبیر وحکمت کارفرما ہے یا ان کے اندر الگ الگ مشیتیں اور الگ الگ ارادے زور آزمائی کر رہے ہیں؟۔ [۳:۹۰]

۸۰۔ کسی جانور کے ذبح کے وقت اس پر اللہ کا نام لینا اس قدر ضروری کیوں قرار دیا گیا کہ اس کے بغیر اس کا کھانا ہی حرام ہو جائے؟۔[۳:۱۵۷]

۸۱۔ الانعام ۱۴۱-۱۴۲ یہ امر ملحوظ رہے کہ یہاں باغوں اور کھیتوں کی گوناگونی و بوقلمونی، ان کی پیداوار کے تنوع اور ان کے انواع و اقسام کے اختلاف و تعدد کو خاص طور پر نمایاں کیا ہے جس سے مقصود بعض چیزوں کی طرف توجہ دلانا ہے۔

ایک یہ کہ جس نے یہ سب کچھ پیدا کیا ہے وہ بڑا ہی جواد و کریم، فیاض و مہربان، سخی اور بندہ نواز ہے۔ اس نے بندوں میں رزق کی احتیاج رکھی تو یہ نہیں کیا کہ جیسا تیسا پیٹ بھرنے کا سامان پیدا کر دیا ہو بلکہ الوانِ نعمت کے انبار لگا دیے۔ باغ اگائے تو گوناگوں قسم کے، کھجور اور غلے پیدا کیے تو بے شمار اقسام کے، زیتون، انار اور دوسرے پھل پھول عنایت کیے تو نت نئے انواع کے۔ آخر مجرد زندگی باقی رکھنے کے لیے تو یہ تنوعات، یہ بوقلمونیاں، شکلوں، رنگوں، ذائقوں اور مزوں کی یہ رنگ آرائیاں و رعنائیاں ناگزیر نہیں تھیں لیکن اس دنیا کے خالق نے بغیر اس کے کہ اس کی کوئی ضرورت ہم سے وابستہ ہو ہمارے لیے اتنا وسیع دستر خوان بچھایا کہ ہم اس کے لذائذ کے انواع و اقسام گننا چاہیں تو گن نہیں سکتے۔ سوچنے والوں کے لیے سوچنے کی بات ہے کہ ایسا کیوں ہے؟۔[۳:۱۸۳]

۸۲۔ اصحاب الاعراف کون لوگ ہوں گے؟۔[۳:۲۶۷]

۸۳۔ اہل جنت تو بالفعل جنت میں براجمان ہوں گے ہی پھر ان کو مخاطب کر کے [الاعراف ۴۹] اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ (جنت میں داخل ہو) کہنے کے کیا معنی؟ [۳:۲۷۰]

۸۴۔ یہاں (الاعراف) یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ترتیبِ بیان میں اس بات کو عذاب کے ذکر کے بعد کیوں کر دیا؟ [۳:۳۰۵]

۸۵۔ (الاعراف ۸۰) اُوپر جن رسولوں کی دعوت کا ذکر ہوا ہے ان میں سے ہر ایک کی دعوت کا آغاز توحید سے ہوا ہے لیکن حضرت لوط علیہ السلام نے توحید کی دعوت سے آغاز کرنے کے بجائے سب سے پہلے قوم کی اس بے حیائی کو موضوع بحث بنایا۔ کیا اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کے اندر شرک کی برائی موجود نہیں تھی؟ [۳:۳۰۷]

۸۶۔ دلوں پر مہر کب لگتی ہے؟ کس طرح کے لوگوں کے دلوں پر لگتی ہے اور بالآخر اس کا نتیجہ کیا نکلتا ہے؟ [۳:۳۲۱]

۸۷۔ کیا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون اور اس کے درباریوں کے سامنے کوئی دعوت نہیں پیش کی، بس بلا تمہید یہ مطالبہ ہی ان کے سامنے رکھ دیا کہ بنی اسرائیل کو میرے ساتھ جانے دو؟۔ [۳:۳۴۱]

۸۸۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو کہاں لے جانا چاہتے تھے۔ [۳:۳۴۱]

۸۹۔ اٰلِهَتَكَ (الاعراف ۱۲۷) کے لفظ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کچھ ایسے دیوی دیوتا بھی مصر میں تھے جن کی پرستش خود فرعون بھی کرتا تھا۔ اگر یہ بات صحیح مان لی جائے تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس کے رب اعلیٰ ہونے کے دعوے کی توجیہ کیا ہوگی؟ جو خود رب اعلیٰ ہونے کا مدعی ہو وہ کسی دوسرے دیوی دیوتا کو ماننے والا یا ان کی پرستش کرنے والا کیسے ہو سکتا ہے؟ [۳:۳۵۰]

۹۰۔ اُس عہد کا ذکر (الاعراف ۱۷۲) قرآن نے ایک امر واقعہ کی حیثیت سے کیا ہے اور اس کی اہمیت یہ بتائی ہے کہ جہاں تک خدا کی ربوبیت کا تعلق ہے ہر شخص مجرد اسی عہد کی بنا پر عنداللہ مسئول ہوگا۔ اس کی اس اہمیت کی بنا پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا عالمِ غیب کے کسی ایسے ماجرے کی یادداشت انسان کے ذہن میں محفوظ ہے جس کا یہاں ذکر ہوا ہے؟ اگر ایسا نہیں ہے تو یہ کس طرح باور کیا جائے کہ فی الواقع انسان نے اس طرح کا کوئی اقرار کیا ہے اور اس کی بنیاد پر وہ توحید کے معاملے میں عنداللہ مسئول ہے؟ [۳:۳۹۳]

۹۱۔ اگر انسان کے اندر ابتدا ہی سے یہ اقرار موجود ہے تو اس کا تقاضا تو یہ تھا کہ انسان وجود میں آنے کے بعد دین کا آغاز خالص خدا پرستی اور توحید سے کرتا لیکن ہمارے نئے فلسفی تو یہ بیان کرتے ہیں کہ انسان نے دین کا آغاز شرک سے کیا ہے۔ دنیا میں گونا گوں حوادث کے ظہور نے اس کے اندر مختلف اَن دیکھی طاقتوں کا خوف پیدا کیا۔ اس خوف نے اس کے اندر اُن اَن دیکھی طاقتوں کی پرستش کا خیال پیدا کیا چنانچہ اس نے ان کی پرستش شروع کی۔ پھر آہستہ آہستہ اس کے علم میں جتنی ترقی ہوتی گئی ان وہمی معبودوں سے چھوٹ کر وہ اقرار توحید کی منزل تک پہنچا۔ [۳:۳۹۴]

۹۲۔ ممکن ہے یہاں کسی کو شبہ پیدا ہو کہ قرآن نے یہاں نعاس کا لفظ استعمال کیا ہے جو عربی میں ابتدائی نیند یعنی اونگھ اور جھپکی کے لیے استعمال ہوتا ہے اگر مقصود اطمینان کی نیند کا بیان کرنا ہوتو نوم یا اس کے ہم معنی کوئی لفظ استعمال ہوتا؟۔ [۳:۴۴۶]

۹۳۔ (الانفال ۲۳) بعض لوگوں کے ذہن میں یہ شبہ پیدا ہوتا ہے کہ جب سننے سمجھنے ہی پر انسان کی انسانیت کا انحصار ہے اور اس سے محرومی خدا کو اس درجہ ناپسند ہے کہ اس سے محروم ہو کر انسان اس کے نزدیک بد ترین جانور بن جاتا ہے تو وہ اپنی قدرت سے ان کے کان کھول کیوں نہیں دیتا اور ان کی عقل پر پڑے ہوئے پردے ہٹا کیوں نہیں؟ [۳:۴۵۷]

۹۴۔ حج اکبر سے کیا مراد ہے اور یہ کس سن کے حج کی طرف اشارہ ہے؟ [۳:۵۳۸]

۹۵۔ یہاں (التوبۃ ۱۰۶) یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ان لوگوں پر جب کہ بظاہر ان کا ماضی بے داغ تھا، تو پھر عذاب کیوں ہوا؟ [۳:۶۴۰]

۹۶۔ ممکن ہے کسی کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہو کہ اگر عورتوں نے

حضرت یوسف علیہ السلام کا دل جیتنے کے لیے کچھ باتیں کی تھیں تو قرآن نے ان کا ذکر کیوں نہیں کیا؟ [۴:۲۱۰]

٩٧۔ بھائی کو روکنے کے لیے حضرت یوسف علیہ السلام کے طرزِ عمل سے متعلق جو شبہات ذہن میں پیدا ہوتے ہیں، وہ کیسے صاف ہوں؟۔ [۴:۲۴۲]

٩٨۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے جسم سے لمس کیا ہوا کرتا ہی اپنی نشانی کے طور پر کیوں بھیجا؟ اور کرتے میں یہ اثر کہاں سے آیا کہ اس سے بصارت عود کر آئے۔ [۴:۲۵۱]

٩٩۔ ممکن ہے یہاں (الحجر ٨٠) کسی کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہو کہ قوم ثمود نے تکذیب تو صرف حضرت صالحؑ کی کی تھی تو لفظ 'مُرْسَلِیْنَ' جمع کیوں استعمال ہوا ہے؟۔ [۴:۳۷۴]

١٠٠۔ یہاں (الحجر ٨٧) ایک اہم سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ 'سبع مثانی' سے کیا مراد ہے؟ [۴:۳۷۶]

١٠١۔ (بنی اسرائیل ١) جو کچھ آپ ﷺ کو دکھایا گیا رویا میں دکھایا گیا یا بیداری میں؟ [۴:۴۷۵]

١٠٢۔ نبیوں میں کس کو کس پر فضیلت ہے؟۔ [۴:۵١٢]

١٠٣۔ اصحاب کہف کون تھے؟ ان کا تعلق تاریخ کے کس دور سے ہے اور یہ کن کے اسلاف میں سے ہیں؟ [۴:۵٦٠]

١٠٤۔ آنحضرت ﷺ کو خطاب کر کے یہ فرمانے کا کیا محل ہے کہ کیا تم اصحابِ کہف و رقیم کو ہماری نشانیوں میں سے کچھ عجیب چیز خیال کرتے ہو؟ [۴:۵٦٦]

١٠٥۔ ان لوگوں کو اصحابِ کہف و رقیم کیوں کہا گیا؟ [۴:۵٦٧]

١٠٦۔ ممکن ہے کسی کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہو کہ کیا یہ لوگ (الکھف) صاحبِ وحی تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو وحی کے ذریعے سے بشارت دی؟ [۴:۵٧٠]

١٠٧۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ ایک ہی بات (الکھف ٦٠۔ ٨٢) انہوں نے مختلف اسلوبوں سے کیوں فرمائی؟ جب انہوں نے سب کچھ خدا کے حکم کی تعمیل میں کیا تو اس بات کو ظاہر کرنے کے لیے واضح اسلوب 'اَرَادَ رَبُّکَ' کا تھا۔ پھر یہ کہنے کے کیا معنی کہ ''میں نے چاہا کہ اس کو عیب دار کر دوں''۔ علاوہ ازیں یہ سب کچھ کیا تو تھا تنہا حضرت خضر علیہ السلام نے تو آگے جمع کا صغیہ 'اَرَدْنَا' کیوں استعمال کیا؟ اگر یہ فرض کیا جائے کہ اس میں انہوں نے اللہ تعالیٰ کو بھی شامل کر لیا ہے تو اس سلسلہ میں خَشِیْنَا کا لفظ جو استعمال ہوا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے لیے بالکل ہی ناموزوں ہے۔ خدا کو کسی چیز کا اندیشہ ہونے کے کیا معنی؟ [۴:٦١١]

١٠٨۔ یہ ذوالقرنین کون تھے؟ [۴:٦١٢]

١٠٩۔ اس (مریم ٢٢) 'دور کی جگہ' سے کون سی جگہ مراد ہے؟ [۴:٦۴۵]

١١٠۔ ممکن ہے یہاں کسی کو یہ شبہ ہو کہ حضرت مریم علیہا السلام جس حال میں تھیں اس میں تو عورت کو روزہ رکھنے کی اجازت نہیں ہے؟ [۴:٦۴٧]

١١١۔ ایک بات مریم ٢٦ میں بعض لوگوں کو اور کھٹکے گی وہ یہ کہ جب یہ روزہ تھا تو یہاں لفظ 'قُوْلِیْ' (کہ دینا) کے استعمال کا کیا محل تھا؟ [۴:٦۴٧]

١١٢۔ یہاں (مریم ۴٩) بادی النظر میں ایک بات کھٹکتی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے حضرت اسحٰق علیہ السلام کا ذکر تو ہوا جو بنی اسرائیل کے سلسلہ کی پہلی کڑی ہیں لیکن حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کا ذکر نہیں ہوا جن سے بنی اسمٰعیل کا سلسلہ چلتا ہے، جن کے اندر خاتم الانبیاء محمد رسول اللہ ﷺ کی بعثت ہوئی، حالانکہ برکاتِ ہجرت میں سے اولین اور سب سے بڑی برکت حضرت اسمٰعیل علیہ السلام ہیں۔ [۴:٦٦١]

١١٣۔ یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا وہ خاص وصفِ امتیازی کیا ہے جس کی وجہ سے وہ اِس 'مخلص' لقب سے ملقب ہوئے جبکہ پورے قرآن میں یہ لقب ان کے سوا کسی اور کے لیے استعمال نہیں ہوا۔ [۴:٦٦٣]

١١۴۔ رہا یہ سوال کہ باقی اعمال کون ہیں اور فانی کون ہیں؟ [۴:٦٨١]

١١٥۔ شفاعت کا حق کن لوگوں کو حاصل ہوگا؟۔ [۴:٦٨۴]

١١٦۔ اِس مجموعۂ آیات (مریم ٦۴۔ ٩٨) بلکہ اس پوری سورہ میں

آپ نے محسوس کیا ہوگا کہ اسمائے حسنیٰ میں سے اسم 'رحمان' بار بار آیا ہے۔ قرآن کی کسی سورہ میں بھی یہ نام اتنی بار نہیں آیا ہے جتنی بار اس سورہ میں آیا ہے۔ میرے استاذ مولانا فراہی رحمۃ اللہ علیہ تو اس سورہ کو رحمانی سورہ کہتے بھی تھے۔ ظاہر ہے یہ بات بلا کسی حکمت کے نہیں ہے[۴:۶۸۸]

۱۱۷۔ معجزات کے باب میں معروف سنتِ الٰہی تو یہ رہی ہے کہ وہ حضرات انبیاء کو اس وقت دیے گئے ہیں جب ان کی قوموں نے شدت کے ساتھ ان کا مطالبہ کیا ہے اور مقصود ان کے دیے جانے سے صرف اتمامِ حجت رہا ہے کہ جو لوگ عقل و فکر سے کام نہیں لے رہے ہیں، کسی معجزے ہی کے لیے بضد ہیں ان کے پاس حق سے انحراف کے لیے کوئی عذر باقی نہ رہ جائے۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ یہ خاص معاملہ کیوں ہوا کہ ان کو منصبِ نبوت پر مامور کرتے ہی دو معجزے دے دیے گئے؟[۵:۳۶]

۱۱۸۔ کیا حضرت موسیٰ علیہ السلام میں لکنت تھی؟[۵:۳۹]

۱۱۹۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کیا وحی کی گئی۔[۵:۴۳]

۱۲۰۔ یہ زیورات جن سے سامری نے بچھڑا ڈھالا بنی اسرائیل ہی کے لوگوں کے تھے یا قبطیوں کے؟[۵:۷۷]

۱۲۱۔ یہاں ممکن ہے بعض لوگوں کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہو کہ موسیٰ علیہ السلام نے سامری کو قتل کی سزا کیوں نہ دی جب کہ اسی جرم کے بہت سے مرتکبین کو انھوں نے قتل کرا دیا۔[۵:۸۳]

۱۲۲۔ آیت زیر بحث (طٰہٰ ۱۲۰) میں 'مُلْکٍ لَّا یَبْلٰی' (ایسی بادشاہی جس پر کبھی زوال نہ آئے) کے الفاظ ہیں اور اعراف میں 'اَنْ تَکُوْنَا مَلَکَیْنِ' (کہ کہیں تم دونوں فرشتے نہ بن جاؤ) کے الفاظ ہیں۔ ان دونوں باتوں کے اندر تضاد نہ سہی لیکن فرق تو بہر حال ہے تو آخر ان میں تطبیق کی کیا شکل ہے؟[۵:۹۹]

۱۲۳۔ ممکن ہے کسی کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہو کہ بہت سے لوگ ایمان کے مدعی ہوتے ہیں لیکن ان کی زندگی نہایت پریشان حالی و پراگندہ بالی کی ہوتی ہے۔ برعکس اس کے کتنے ہیں جو خدا کو محض ایک وہم سمجھتے ہیں لیکن وہ بڑی بے فکری و طمانیت کی زندگی بسر کرتے ہیں؟ [۵:۱۰۳]

۱۲۴۔ یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ سورہ قٓ میں فرمایا 'فَکَشَفْنَا عَنْکَ غِطَآءَکَ فَبَصَرُکَ الْیَوْمَ حَدِیْدٌ' (پس ہم نے تیرے حجابات ہٹا دیے تو تیری نگاہ آج تیز ہے) اور یہاں (طٰہٰ ۱۲۴) ارشاد ہوا ہے کہ 'ہم اس کو اندھا اٹھائیں گے' تو ان دونوں میں تطبیق کس طرح ہوگی؟[۵:۱۰۳]

۱۲۵۔ یہاں (طٰہٰ ۱۳۲) ظاہر پرستوں کو یہ بات بہت عجیب معلوم ہوگی کہ نماز بھلا آدمی کے رزق کی ضامن کس طرح ہو سکتی ہے؟[۵:۱۱۱]

۱۲۶۔ الانبیاء ۹۶ سے معلوم ہوتا ہے کہ ظہورِ قیامت کے وقت یاجوج ماجوج ہر طرف سے پل پڑیں گے اور ساری دنیا فساد سے بھر جائے گی، اس کی صورت کیا ہوگی؟[۵:۱۹۰]

۱۲۷۔ الحج ۱۷ میں کئی گروہوں کا ذکر ہے اور یہاں 'ھٰذٰنِ خَصْمٰنِ' کے الفاظ ہیں۔ اس وجہ سے سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر اس آیت میں انھی گروہوں کی طرف اشارہ ہے تو اِن کے لیے ثنیٰ کا صیغہ کیوں استعمال ہوا؟[۵:۲۳۱]

۱۲۸۔ اب سوال یہ ہے کہ کیا یہ سب کچھ آپ سے آپ ہو رہا ہے؟ کیا یہ ساری تدریج و تکمیل اور ساری تربیت و نگہداشت محض اندھے بہرے مادے کی کارفرمائی ہے؟ کیا یہ تمام قدرت و حکمت اور تمام ربوبیت و رافت بالکل بے مقصد و غایت ایک کھیل ہے جس کے پیچھے کوئی نتیجہ اور انجام نہیں ہے؟ کیا جو پانی کی ایک بوند کو آدمی بنا سکتا ہے، وہ اس آدمی کو مرنے کے بعد زندہ نہیں کر سکتا؟[۵:۳۰۴]

۱۲۹۔ بعض سادہ لوح یہ سوال کرتے ہیں کہ جب قرآن نے معروف پر عمل کرنے کی اجازت دی ہے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ ہر گروہ اور ہر قوم کے لوگ اپنے اپنے معروف پر عمل کرنے کے لیے آزاد ہیں؟[۵:۲۵۸]

۱۳۰۔ سوال یہ ہے کہ رجم کی سزا کا ماخذ کیا ہے؟ کس قسم کے مجرموں کے لیے یہ سزا ہے اور نبی ﷺ نے کس طرح کے زانیوں کو یہ سزا دی؟[۵:۳۶۷]

۱۳۱۔ اصحاب الرّس کون تھے؟ [۴۶۸:۵]

۱۳۲۔ اِس بات کے دلائل کہ قرآن کیوں شیطانی کلام نہیں ہو سکتا؟ [۵۶۱:۵]

۱۳۳۔ اب سوال یہ ہے کہ واقعہ کی یہ جزئیات (القصص ۲۵) قرآن نے اس جُزرسی کے ساتھ کیوں بیان فرمائی ہیں؟ [۶۷۰:۵]

۱۳۴۔ اب سوال یہ ہے کہ یہ ساری باتیں اس صحت وصداقت کے ساتھ آنحضرت ﷺ کو کس طرح معلوم ہوئیں؟ [۶۸۰:۵]

۱۳۵۔ 'وَلَا يُلَقّٰهَآ اِلَّا الصّٰبِرُوْنَ' سے متعلق ایک سوال یہ بھی پیدا ہوتا ہے کہ 'یہ انہی اصحابِ علم کے قول کا جزو ہے یا یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بطور تضمین ان کی تحسین ہے؟ [۷۱۱:۵]

۱۳۶۔ حضرت لوط علیہ السلام فرشتوں کو دیکھ کر آزردہ و دِل گرفتہ کیوں ہوئے؟ انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرح ان کا خیر مقدم کیوں نہیں کیا؟ [۳۸:۶]

۱۳۷۔ قرآن کی اِصطلاح میں اُصلی عالم کون ہیں؟ [۴۹:۶]

۱۳۸۔ بظاہر اس آیت (السجدۃ ۵) ایک دن ایک ہزار سال کا اور اوپر کی آیت (معارج ۴) ایک دن کی مدت پچاس ہزار سال میں تضاد معلوم ہوتا ہے؟ [۱۵۹:۶]

۱۳۹۔ یہاں (الاحزاب ۱۲) سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ دو گروہوں کا الگ الگ ذکر ہے یا یہ دونوں صفتیں منافقین کے ایک ہی گروہ کی بیان ہوئی ہیں؟ [۲۰۱:۶]

۱۴۰۔ (الاحزاب ۳۷) آنحضرت ﷺ کے دل میں کیا خیال تھا؟ [۲۳۵:۶]

۱۴۱۔ یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ آسمان وزمین کی تمام نعمتیں جن سے انسان ہر لحہ متمتع ہو رہا ہے اور جن کے اوپر ہی اس کے بقا کا انحصار ہے، کس کی پیدا کردہ اور کس کے قبضۂ قدرت میں ہیں؟ یہ سورج، یہ چاند، یہ ابر، یہ ہوا، یہ ستارے اور سیارے کس کے بنائے ہوئے ہیں، یہ زمین، یہ دریا، یہ پہاڑ، یہ چرند پرند، یہ اشجار و انہار اور یہ سبزہ و گل کہاں سے آئے ہیں؟ [۲۸۹:۶]

۱۴۲۔ جہاں تک بے جان چیزوں کی صورتوں اور مورتوں کا تعلق ہے ان کے جواز میں تو کوئی اختلاف رائے نہیں ہے لیکن جاندار چیزوں اور بالخصوص فرشتوں کی مورتوں کا معاملہ سمجھ میں نہیں آتا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس کو کس طرح جائز سمجھا؟ [۳۰۴:۶]

۱۴۳۔ فاطر ۲۷۔ غرابیب جمع ہے غربیب کی، اس کے معنی ہیں کالا بھجنگ یہ لفظ عام طور پر 'اسوذ' کی تاکید کے لیے آتا ہے مثلاً کہیں گے، اسود غربیب، فلاں چیز کالی بھجنگ ہے۔ اس وجہ سے سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہاں یہ 'سوذ' سے پہلے کیوں آیا؟ [۳۷۶:۶]

۱۴۴۔ یہاں (فاطر ۲۷، ۲۸) ممکن ہے کسی کے ذہن میں یہ شبہ پیدا ہو کہ مذکورہ بالا آیات سے تو یہ بات نکلتی ہے کہ جس طرح اس کارخانۂ کائنات میں اللہ تعالیٰ نے مختلف الانواع چیزیں پیدا کی ہیں اور ان سب کے پیدا کرنے میں اس کی حکمت و مصلحت ہے اسی طرح ان لوگوں کے وجود میں بھی حکمت و مصلحت ہے جو حق کے مخالف، خدا کی خشیت سے خالی اور باطل کے علم بردار ہیں۔ جب صورتِ واقعہ یہ ہے تو آخر یہ لوگ سزاوارِ ملامت اور مستحقِ عتاب و عذاب کس بنا پر ہیں؟ [۳۷۷:۶]

۱۴۵۔ (یٰسٓ ۱۳) قرآن نے اِس بستی کا نام نہیں لیا ہے۔ اس وجہ سے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس سے کون سی بستی مراد ہے؟ [۴۰۵:۶]

۱۴۶۔ (یٰسٓ ۱۴) ایک تیسرے بندے سے رسولوں کی تائید ہوئی۔ اس تیسرے سے کون مراد ہے؟ [۴۱۰:۶]

۱۴۷۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مکذبین۔ فرعون اور اس کی قوم۔ پر جو عذاب آیا اس کی شکل تو یہ ہوئی کہ فرعون اپنی تمام فوج سمیت دریا میں غرق کر دیا گیا لیکن یہاں (یٰسٓ ۲۸-۲۹) جس عذاب کا ذکر ہے اس میں غرق کے واقعہ کی طرف کوئی اشارہ نہیں ہے بلکہ الفاظ سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان پر بھی کوئی اسی طرح کا عذاب آیا جس طرح کا عذاب عاد و ثمود اور دوسری پچھلی قوموں پر آیا جس کا اندیشہ اِس مردِ مومن نے اپنی اس تقریر میں ظاہر کیا تھا جو سورۂ مومن کے حوالہ سے اوپر نقل ہوئی ہے۔ [۴۱۹:۶]

۱۴۸۔ جب شاعری حضرات انبیاء کرام کی شان اور ان کے مقصد سے ایک فروتر چیز ہے تو اللہ تعالیٰ نے حضرت داوٗد علیہ السلام کو زبورشعر کی شکل میں کیوں عطا فرمائی؟ [۶:۴۴۰]

۱۴۹۔ یہ سوال کہ انھوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالنے کے لیے کیا تدبیر اختیار کی ایک مشکل سوال ہے۔[۶:۴۸۳]

۱۵۰۔ حضرت داوٗد علیہ السلام نے اس واقعہ (صٓ ۲۴) کی روشنی میں اپنے حالات کا فوراً جائزہ لیا اور اپنی ایک کمزوری پر شرمسار ہو کر اپنے رب کے آگے استغفار و توبہ کے لیے سجدے میں گر پڑے۔ یہ کمزوری کیا تھی؟[۶:۵۲۶]

۱۵۱۔ جب اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو ایک ہی دین دیا تو اس نے یہ کیوں نہیں پسند فرمایا کہ سب اِسی دین پر رہتے؟ اس نے یہ موقع کیوں دیا کہ لوگ اس میں اختلاف برپا کریں اور اس اختلاف کا نتیجہ بالآخر یہ نکلے کہ ایک گروہ تو جنت کا حقدار ٹھہرے اور دوسرا دوزخ کا سزاوار قرار پائے؟[۷:۱۴۴]

۱۵۲۔ لفظ دَآبَّۃٌ زمین کی جاندار چیزوں کے لیے آتا ہے اس وجہ سے ممکن ہے کسی کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہو کہ کیا آسمانوں میں بھی اس طرح کی کوئی مخلوق پائی جاتی ہے جس پر دَآبَّۃٌ کا اطلاق ہو سکے؟ اگر ایسا نہیں ہے تو یہاں وَمَابَثَّ فِیۡھِمَا مِنۡ دَآبَّۃٍ (الشوریٰ ۲۹) میں تثنیٰ کی ضمیر کیوں استعمال ہوئی؟[۷:۱۷۱]

۱۵۳۔ قرآن کا معروف اسلوب بیان تو یہ ہے کہ وہ نماز کے ساتھ بالعموم زکوٰۃ یا انفاق کا ذکر کرتا ہے لیکن یہاں اس معروف طریقہ کے خلاف نماز اور انفاق کے بیچ میں 'شوریٰ' کا ذکر آ گیا ہے۔ آخر شوریٰ کی اہمیت کا وہ خاص پہلو کیا ہے جس کی بنا پر اس کو نماز کے پہلو میں جگہ دی گئی؟۔[۷:۱۷۹]

۱۵۴۔ یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ یہ بات (الزخرف ۶۱) نبی ﷺ کی زبان سے کہلوائی گئی ہے تو آیت سے پہلے 'قُل' یا اس مفہوم کا کوئی اور لفظ آنا تھا؟[۷:۲۴۴]

۱۵۵۔ 'وٗ' یہاں (الدخان ۲) قسم کے لیے ہے اور یہ وضاحت ہو چکی ہے کہ عربی میں قسم کا اصل مقصد کسی دعوے پر شہادت پیش کرنا ہوتا ہے۔ اس وجہ سے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس کا مقسم علیہ کیا ہے؟[۷:۲۶۷]

۱۵۶۔ 'دُخَانٌ مُّبِیۡنٌ' سے کیا مراد ہے؟[۷:۲۷۳]

۱۵۷۔ کیا عرب میں دہریوں کا بھی کوئی گروہ تھا جو خدا اور قیامت وغیرہ کا قطعی منکر تھا؟[۷:۳۲۶]

۱۵۸۔ یہاں (الاحقاف ۳) ممکن ہے کسی کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہو کہ یہ بات تو معقول معلوم ہوتی ہے کہ ہر شخص اپنی نیکی یا بدی کی جزا یا سزا پائے لیکن اس کے لیے یہ کیا ضروری ہے کہ یہ پوری دنیا ایک معین مدت کے بعد ختم ہو جائے، کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ یہ برابر قائم بھی رہے اور جو مرتے جائیں ان کی عدالت بھی ہوتی رہے؟[۷:۳۴۵]

۱۵۹۔ یہاں (الاحقاف ۱۰) یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ شاہد سے کس کی طرف اشارہ ہے۔[۷:۳۵۱]

۱۶۰۔ یہاں (الاحقاف ۳۱) ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا جنّات بھی قرآن کے اسی طرح مخاطب ہیں جس طرح بنی نوع انسان مخاطب ہیں اور نبی ﷺ جنات کے بھی اسی طرح رسول ہیں جس طرح ہمارے لیے ہیں؟ اگر اس سوال کا جواب نفی میں ہے تو جنوں کے اس قول کا کیا مطلب ہے کہ 'یٰقَوۡمَنَاۤ اَجِیۡبُوۡا دَاعِیَ اللّٰہِ وَاٰمِنُوۡا بِہٖ'(اے ہماری قوم کے لوگو! اللہ کے داعی کی دعوت پر لبیک کہو اور اس پر ایمان لاؤ) اور اگر اثبات میں ہے تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا رسالت سے متعلق اللہ تعالیٰ کی جو سنت ہمیشہ سے جاری ہے اور جو قرآن میں وضاحت سے بیان ہوئی ہے وہ نبی ﷺ کے باب میں بدل دی گئی؟[۷:۳۸۰]

۱۶۱۔ یہاں (الفتح ۵) ممکن ہے کہ کسی کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہو کہ دخول جنت کا ذکر پہلے ہے اور گناہوں کے جھاڑنے کا ذکر بعد میں، حالانکہ لوگ جنت میں گناہوں کے جھاڑے جانے کے بعد داخل ہوں گے؟[۷:۴۴۳]

۱۶۲۔ اَلۡقِیَا، (قٓ ۲۴) تثنیٰ کا صیغہ ہے، اس وجہ سے سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ حکم کن دو فرشتوں کو دیا جائے گا؟[۷:۵۵۰]

۱۶۳۔ الذّٰرِیٰت ۱۹ میں 'محروم' سے کون مراد ہیں؟[۷: ۵۹۴]

۱۶۴۔ یہاں (النجم ۳۶-۳۸) ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ 'صُحف' کی اضافت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف بھی فرمائی ہے تو کیا حضرت ابراہیم علیہ السلام کا بھی کوئی صحیفہ تھا؟[۸: ۷۶]

۱۶۵: کیا شق القمر کا کوئی واقعہ نبی ﷺ کے عہد میں پیش آیا بھی ہے؟[۸: ۹۱]

۱۶۶۔ قرآن کی دعوت جس طرح انسانوں کے لیے ہے کیا اسی طرح جنّوں کے لیے بھی ہے؟ اگر اس کا جواب اثبات میں ہے تو کیا نبی ﷺ نے جس طرح اللہ تعالیٰ کی حجت اپنی قوم پر تمام کی اسی طرح جنوں پر بھی؟[۸: ۱۲۱]

۱۶۷۔ یہاں (الطّور ۲۱) ممکن ہے کسی کے ذہن میں سوال پیدا ہو کہ جب نجات کے باب میں اصل ضابطہ یہ ہے کہ ہر شخص اپنے عمل میں گرو ہے تو اولاد کا اپنے سے برتر درجے کے بزرگوں کی صف میں جا پہنچنا کس بنیاد پر ہے؟[۸: ۲۶].

۱۶۸۔ ممکن ہے یہاں کسی کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہو کہ اس تقریر کا نتیجہ تو یہ نکلتا ہے کہ جس طرح انسان کے اندر انسان میں سے نبی اور رسول آئے اسی طرح جنّوں کے اندر انہی کے اندر سے نبی و رسول آئے ہوں جنھوں نے ان کی زبان اور ان کی نوعی خصوصیات وضروریات کے مطابق ان کی اصلاح وتربیت کی ہو۔[۸: ۱۲۲]

۱۶۹۔ بعض مفسرین نے یہاں (الرحمٰن ۲۲) یہ سوال اٹھایا ہے کہ مونگے اور موتی تو صرف کھارے پانی سے نکلتے ہیں اور قرآن کا بیان ہے کہ دونوں سے نکلتے ہیں، تو اس کا جواب کیا ہے؟[۸: ۱۳۵]۔

۱۷۰۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ان دونوں قسم کی جنّتوں (الرحمٰن ۶۲) کے حق دار ایک ہی قسم کے لوگ ہوں گے یا الگ الگ قسم کے لوگ؟[۸: ۱۴۸]

۱۷۱۔ ہمارے علاقوں میں بیری کی کچھ زیادہ وقعت نہیں ہے اس وجہ سے ممکن ہے بعض لوگوں کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہو کہ یہ کیا ایسا پھل ہے جس کا قرآن نے ذکر فرمایا؟[۸: ۱۶۶]

۱۷۲۔ یہاں (الرحمٰن ۳۴-۳۷) ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ بیویوں کے لیے ضمیر بغیر کسی مرجع کے آگئی ہے؟[۸: ۱۶۷]

۱۷۳۔ مسلمان بحالت جنگ دشمنوں کے باغوں اور کھیتوں کو اجاڑ سکتے ہیں یا نہیں؟[۸: ۲۹۰]

۱۷۴۔ الحشر ۹ کی آیت کے موقع ومحل سے متعلق ایک اہم سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہاں یہ کیا بات بتانے کے لیے وارد ہوئی ہے؟ ہمارے مفسرین کا خیال تو یہ ہے کہ اوپر کی آیت میں جس طرح یہ بات بیان ہوئی ہے کہ اموال فے میں مہاجرین کا حصہ ہے اسی طرح اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ اس میں انصار کا بھی حصہ ہے، لیکن یہ بات کسی طرح سمجھ میں نہیں آتی؟[۸: ۲۹۶]

۱۷۵۔ یہاں (الممتحنۃ ۸) سوال پیدا ہوتا ہے کہ اوپر جب 'بِرّ' اور 'قسط' دو چیزوں کا ذکر آیا ہے تو مناسب تھا کہ یہاں دونوں نیکیوں کے کرنے والوں کی حوصلہ افزائی کی جاتی، صرف عدل کرنے والوں ہی کی محبوبیت کا ذکر کیوں آیا؟[۸: ۳۳۴]

۱۷۶۔ لفظ 'انجیل' بلا اختلاف یونانی ہے جس کے معنی مسلم طور پر 'بشارت' کے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ تمام آسمانی صحیفوں میں یہی صحیفہ خاص طور پر اس لفظ سے کیوں موسوم ہوا؟[۸: ۳۵۹]

۱۷۷۔ یہاں ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ان آیات (الطلاق ۱-۳) میں جو طریقہ طلاق دینے کا بتایا گیا ہے اگر کوئی شخص اس پر عمل نہیں کرتا بلکہ ایک ہی وقت میں تین یا اس سے زائد طلاقیں دے کر بیوی کو علیحدہ کر دیتا ہے تو اس کا کیا حکم ہے؟[۸: ۴۴۰]

۱۷۸۔ ممکن ہے کسی کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہو کہ اگر بات یہی کہنی تھی تو صاف صاف یوں کیوں نہ کہہ دی کہ اگر آئسہ مدخولہ ہو تو اس کی عدت تین مہینے ہے؟[۸: ۴۴۲]

۱۷۹۔ اس حکم کے متعلق یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ سورۂ بقرہ کی آیت ۲۳۴ میں بیوہ کی عدت چار ماہ دس دن بیان ہوئی ہے اور یہاں (الطلاق ۴) حاملہ کی عدت وضع حمل بیان ہوئی ہے تو اگر کسی حاملہ مطلقہ کا شوہر انتقال کر جائے تو وہ عدت کے چار مہینے دس دن پورے کرے گی یا وضعِ حمل کے ساتھ ہی اس کی عدت ختم ہو جائے گی؟[۸: ۴۴۲]

۱۸۰۔ ان ساتوں آسمانوں اور ساتوں زمینوں میں ایک ہی طرح کے قوانین ونوامیس نافذ ہیں اور ایک ہی قسم کی مخلوق آباد ہے یا الگ الگ مخلوق اور الگ الگ نوامیس وقوانین ہیں؟[۸:۷ ۴۴]

۱۸۱۔ آنحضرت ﷺ نے ازواج کی دلداری کے خیال سے اپنے اوپر کیا چیز حرام کر لی تھی؟[۸:۷ ۴۵]

۱۸۲۔ یہاں (التحریم ۲) ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ قسم توڑ دینے کا حکم دیا گیا ہے لیکن اس کے ساتھ کسی کفارہ کا ذکر نہیں ہے۔ تو کیا اس صورت میں کوئی کفارہ عائد نہیں ہوتا؟[۸:۵۹ ۴]

۱۸۳۔ یہاں (التحریم ۴) یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ فروگزاشت تو ایک بیوی صاحبہ سے ہوئی تھی تو یہاں خطاب دو سے کیوں ہوا اور دوسری بیوی صاحبہ سے کون سی غلطی صادر ہوئی تھی جس پر ان کو بھی توبہ کی ہدایت ہوئی، بظاہر تو وہ بالکل بےقصور نظر آتی ہیں؟[۸:۶۳ ۴]

۱۸۴۔ (المعارج ۲۳) نماز میں وہ کیا چیز ہے جس کے سبب سے اس مقصدِ تربیت میں اس کو اولیت حاصل ہے؟[۸:۵۷۲]

۱۸۵۔ ارشاد ہے کہ ہم عنقریب تم پر ایک بھاری بات ڈالنے والے ہیں (المزمل ۵)۔ معلوم ہوا کہ اس بھاری بات کے تحمل کے لیے ایک پیشگی ریاضت اور تیاری کے طور پر آپ کو اس کا حکم ہوا۔ اس بھاری بات سے کیا مراد ہے؟[۹:۲۴]

۱۸۶۔ یہاں (المدثر ۱۱) سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ کسی خاص شخص کی طرف اشارہ ہے یا مکہ اور طائف کے عام دولتمندوں کا ذہن بیان ہو رہا ہے۔[۹:۴۹]

۱۸۷۔ یہاں (المدثر ۳۰) ممکن ہے کسی کے ذہن میں سوال پیدا ہو کہ دوزخ پر مامور فرشتوں کی تعداد انیس ہونے میں کیا حکمت ہے اور بالفرض ان کی تعداد انیس ہی ہے تو اس اہتمام سے اس کے ذکر کی کیا ضرورت تھی؟[۹:۵۴]

۱۸۸۔ اب سوال یہ ہے کہ جب انسان خود اپنے ضمیر کے اندر ایک نگران رکھتا ہے جو اس سے صادر ہو جانے والی برائیوں پر اس کو ٹوکتا رہتا ہے تو اس کے لیے یہ تصور کرنا کس طرح معقول قرار دیا جا سکتا ہے کہ وہ ایک شترِ بے مہار ہے، جس طرح کی زندگی وہ چاہے بسر کرے اور جس قدر چاہے اس نگران کی مخالفت کرے لیکن کوئی اس سے باز پرس کرنے کا حق نہیں رکھتا؟ اگر انسان شترِ بے مہار ہے تو یہ نفسِ لوامہ اس کے اندر کہاں سے آ گھسا؟ اگر اس کا خالق لوگوں کی نیکی اور بدی دونوں سے بےتعلق ہے تو اس نے نیکی کی تحسین اور بدی پر سرزنش بر کے لیے انسان کے اندر یہ خلش کیوں اور کہاں سے ڈال دی؟

پھر یہیں سے یہ سوال بھی پیدا ہوتا ہے کہ جب اس نے ہر انسان کے اندر یہ چھوٹی سی عدالت قائم کر رکھی ہے تو اس پورے عالم کے لیے وہ ایک ایسی عدالتِ کبریٰ کیوں نہ قائم کرے گا جو سارے عالم کے اعمال خیر وشر کا احتساب کرے اور ہر شخص کو اس کے اعمال کے مطابق جزا یا سزا دے؟[۹:۸۰]

۱۸۹۔ عربیت کا ذوق رکھنے والے آسانی سے اس فرق کو سمجھ سکتے ہیں جو ان تینوں اسلوبوں یَشْرَبُوْنَ مِنْ كَاسٍ، يُسْقَوْنَ كَاسًا، سَقٰهُمْ رَبُّهُمْ میں ہے سوال یہ ہے کہ یہ فرق کیوں ہے؟[۹:۱۱۷]

۱۹۰۔ یہ شرابِ طہور کیا ہے؟[۹:۱۱۷]

۱۹۱۔ وَالْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِكَ دَحٰهَا (النّٰزعٰت ۳۰) کے الفاظ سے ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا زمین کی خلقت آسمان کے بعد ہوئی ہے؟[۹:۱۸۵]

۱۹۲۔ انسان جب طبعاً نیکی پسند ہے تو وہ بدی کیوں کر گزرتا ہے؟[۹:۲۴۹]

۱۹۳۔ وَلَيَالٍ عَشْرٍ (الفجر ۲) دس راتوں سے کون سی راتیں مراد ہیں۔[۹:۳۴۷]

۱۹۴۔ وَالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ (الفجر ۳) جفت اور طاق سے کیا مراد ہے۔[۹:۳۴۸]

۱۹۵۔ اَب سوال یہ ہے کہ ان اضداد (الفجر ۱-۴) میں یہ توافق کون پیدا کرتا ہے؟[۹:۳۵۱]

۱۹۶۔ یہاں (وَالشَّمس ۱-۱۰) ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ان قسموں کا مقسم علیہ کیا ہے؟[۹:۳۸۹]

۱۹۷۔ مذکورہ بالاقسمیں کس طرح اس دعوے پر دلیل ہیں جو یہاں (التّین ۱-۳) پیش کیا گیا ہے۔[۹:۴۳۹]

۱۹۸۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اسلوب 'حتی زرتم المقابر، کا کیوں اختیار کیا گیا۔ سیدھے لفظوں میں یوں کیوں نہیں کہا گیا کہ 'یہاں تک کہ تمہاری موت آ گئی' یا، یہاں تک کہ تم نے جان جانِ آفرین کے حوالہ کی۔[۹:۵۲۳]

۱۹۹۔ زمانہ کی قسم یہاں (وَالْعَصْرِ ۱) کیوں کھائی گئی ہے؟[۹:۵۳۲]

۲۰۰۔ 'ایمان وعملِ صالح' اور 'تواصی بالحق والصبر، میں باہمدگر کیا تعلق ہے؟[۹:۵۳۹]

۲۰۱۔ اصحاب الفیل کون تھے، کہاں سے آئے تھے اور ان کے آنے کا مقصد کیا تھا؟[۹:۵۵۸]

۲۰۲۔ (الماعون ۱) 'اَلَّذِیْ' سے کون مراد ہے؟[۹:۵۸۲]

۲۰۳۔ قرآن میں عام طور پر قریش کے لیڈروں کو اس طرح کے سخت خطاب سے کہیں مخاطب نہیں کیا گیا ہے، پھر اسی سورہ الکفرون کی کیا خصوصیت ہے کہ اس میں ان کو یٰۤاَیُّهَا الْكٰفِرُوْنَ سے خطاب کیا گیا؟[۹:۶۰۶]

۲۰۴۔ قریش بلکہ اہل عرب بالعموم خدا کے منکر نہیں بلکہ اس کے شریک ٹھہرانے والے تھے تو قرآن نے ان کو 'اے کافرو' کیوں کہا۔ 'اے مشرکو' سے کیوں نہیں خطاب کیا؟[۹:۶۰۶]

۲۰۵۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر مطلب آیت کا یہ ہے جو ہم نے اختیار کیا ہے" اور نہ تم پوجنے والے ہوئے جسے مَیں پوجتا آرہا ہوں" تو مَآ اَعْبُدُ کی جگہ مَاعَبَدْتُ کیوں نہیں فرمایا؟[۹:۶۱۰]

۲۰۶۔ سورۃ اللھب مکی ہے یا مدنی؟[۹:۶۲۸]

۲۰۷۔ یہاں (اللھب ۱) ایک سوال یہ بھی پیدا ہوتا ہے کہ پورے قرآن میں آنحضرت ﷺ کے دشمنوں میں سے کسی کا ذکر بھی اس کے نام کی تصریح کے ساتھ نہیں ہوا۔ پھر ابولھب ہی کی کیا خصوصیت تھی کہ اس کا ذکر اس کے نام سے ہوا؟[۹:۶۳۲]

۲۰۸۔ یہاں ایک سوال یہ بھی سامنے آتا ہے کہ ابولہب کے اقتدار کے زوال کی پیشین گوئی کے لیے تو تَبَّتْ يَدَآ اَبِىْ لَهَبٍ' کے الفاظ بظاہر بالکل کافی ہیں، پھر اس کے بعد وَتَبَّ، کا لفظ لانے کا کیا خاص فائدہ ہوا؟[۹:۶۳۴]

## قرآن کے معترضین سے سوالات

**البقرۃ ۱۳۳:۔** مطلب یہ ہے کہ تم دعوٰی کرتے ہو کہ تمہارے بزرگ آباء واجداد یہودیت یا نصرانیت پر تھے تو کیا تم اس وقت موجود تھے جب یعقوب علیہ السلام کا آخری وقت آیا اور انہوں نے اپنے بیٹوں کو وصیت کے لیے بلایا ہے۔ اس وقت انہوں نے ان سے کس چیز کا اقرار لیا۔ توحید اور اسلام کا یا یہودیت اور نصرانیت کا؟۔[۱:۳۴۵]

**البقرۃ ۱۴۰:۔** یہ یہود و نصاریٰ سے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی ذرّیت کے باب میں ان کے دعوے کو پھر دہرانے کا مطالبہ بطور اتمام حجت کے کیا ہے۔ یعنی کیا فی الواقع تم یہ سنگین بات کہتے ہو کہ ابراہیم علیہ السلام، اسمٰعیل علیہ السلام، اسحٰق علیہ السلام، یعقوب علیہ السلام اور ان کے اخلاف یہودی یا نصرانی تھے؟ پھر سرزنش کے انداز میں سوال کرایا ہے کہ ان لوگوں کے مذہب وعقیدہ کا حال تم زیادہ جانتے ہو یا اللہ؟ پھر بانداز حسرت وافسوس فرمایا کہ ان لوگوں سے بڑھ کر ظالم کون ہوسکتا ہے جو اللہ کی کسی شہادت کو چھپائیں، یعنی تورات موجود ہے اِس میں ان لوگوں کے مذہب وعقیدہ کی تفصیلات موجود ہیں۔ اِس سے معلوم ہوسکتا ہے کہ ان کے زمانوں میں یہودیت ونصرانیت کا کہیں نام و نشان بھی پایا نہیں جاتا تھا۔[۱:۳۵۰]

**البقرۃ ۱۷۰:۔** قرآن نے یہ سوال اٹھایا ہے کہ کیا باپ دادا کے طریقے کی پیروی پر ان کا یہ جمود اور اصرار اس شکل میں بھی معقول قرار دیا جا سکتا ہے جب کہ یہ واضح ہو کہ ان کے باپ دادا نے نہ تو ان معاملات میں عقل کی راہنمائی پر اعتماد کیا ہے نہ خدا کی تعلیم پر بلکہ یا تو بے سمجھے بوجھے پچھلوں کی لکیر پیٹتے رہے ہیں یا اپنی خواہشات اور شیطان کی پیروی میں بدعتیں ایجاد کی ہیں؟[۱:۴۱۱]

**اٰل عمران ۲:۔** اگر ان سے یہ سوال کیا جائے کہ جب تم خود اقرار

کرتے ہو کہ حضرت مسیح علیہ السلام بھوک پیاس محسوس کرتے تھے، غذا اور پانی کے محتاج تھے، بغیر ان چیزوں کے وہ اپنی ہستی کو قائم رکھنے پر قادر نہ تھے تو پھر وہ خدا کس طرح ہوئے، جب کہ خدا کے لیے تمہارے اپنے انبیاء کے ارشاد کے بموجب قیوم ہونا ضروری ہے؟ یا یہ سوال کیا جائے کہ جب تمہاری اپنی انجیلوں سے ثابت ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام مصائب وشدائد پیش آنے پر روئے، ان کا دل تنگ ہوا اور سولی پر انہوں نے فریاد کی تو پھر وہ آسمان وزمین کے تھامنے والے اور قائم رکھنے والے کیسے وہ سکتے ہیں؟ [۲:۱۷]

**ال عمران ۲۴:**۔ اور وہ کہتے ہیں کہ ہمیں تو دوزخ کی آگ نہیں چھوئے گی مگر گنتی کے چند دن، اِن سے پوچھو کہ کیا تم نے اللہ سے عہد کرالیا ہے تو اللہ اپنے عہد کے خلاف نہیں کرے گا یا تم اللہ پر ایک تہمت باندھ رہے ہو جس کے بارے میں تمہارے پاس کوئی علم نہیں۔ [۲:۶۱]

**النسآء ۱۶۳:**۔ اِس تمام حوالے سے قرآن کا مقصود یہ ہے کہ یہ انبیاء ہیں جن کے نام اور کام تورات کے صحیفوں میں بھی بیان ہوئے ہیں اور یہ طریقہ رہا ہے جس طریقہ پر اللہ نے ان نبیوں کو اپنی وحی اور اپنے خطاب وکلام سے نوازا ہے۔ ان سب سے اہل کتاب واقف ہیں، بھلا ہے اس میں کہیں ذکر اس بات کا کہ اللہ نے کسی نبی پر اس طرح کتاب اتاری ہو کہ اس کو اترتے سب نے دیکھا ہو؟ [۲:۴۳۱]

**المآئدۃ ۱۸:**۔ اگر خدا کے محبوب اور چہیتے ہونے کے سبب سے تم خدا کے مواخذے اور عذاب سے بری ہو تو تمہاری یہ محبوبیت اور تمہارا یہ چہیتا پن اس دنیا میں تمہارے کچھ کام کیوں نہ آیا؟ یہاں تو تمہاری پوری تاریخ اس بات کی شہادت دے رہی ہے کہ جب جب تم نے خدا سے سرکشی کی ہے اُس نے تمہیں نہایت عبرت انگیز سزائیں بھی دی ہیں۔ [۲:۴۸۳]

**المآئدۃ ۱۱۶:**۔ اب یہ اس سوال کا ذکر آرہا ہے جو اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے نصاریٰ کی اصل گمراہی کے بارے میں پوچھے گا کہ کیا تم نے نصاریٰ کو یہ تعلیم دی تھی کہ اللہ کے سوا مجھ کو اور میری ماں کو بھی معبود بناؤ۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جواب میں فرمائیں گے کہ بھلا میں ایسی بات زبان سے کس طرح نکال سکتا تھا جس کا مجھے کوئی حق نہیں تھا۔ نہ تو نے یہ کہنے کا مجھے مجاز کیا تھا، نہ دنیا کی خلق وتدبیر میں میری کوئی حصہ داری تھی کہ مَیں اس کا مدعی بنتا۔ [۲:۶۰۹]

**الانعام ۹۱:**۔ ان سے سوال ہے کہ اگر خدا نے کسی بشر پر کوئی چیز نہیں اتاری تو یہ بتائیں کہ وہ کتاب کس نے اتاری جس کو موسیٰ لے کر آئے اور جو لوگوں کے لیے روشنی اور ہدایت بن کر نازل ہوئی۔ [۳:۱۰۷]

**الانعام ۹۲:**۔ اُن کے ذہن کے اندر چھپے ہوئے خیال کو سامنے رکھ کر جواب دیا جارہا ہے کہ تورات کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہ کتاب کیوں نازل فرمائی؟ اِس کے نزول سے کیا کمی پوری ہوئی؟ [۳:۱۰۹]

**الانعام ۱۰۱:**۔ مشرکین عرب اپنی تمام مشرکانہ خرافات کے باوجود خدا کے لیے کوئی بیوی نہیں مانتے تھے۔ قرآن نے اسی پر یہ سوال اٹھایا ہے کہ جب خدا کے کوئی بیوی نہیں اور تم بھی اس کے لیے کسی بیوی کے قائل نہیں تو پھر یہ اس کے بیٹے بیٹیاں تم نے کہاں سے کھڑے کردیئے؟ [۳:۱۳۱]

**الانعام ۱۳۰:**۔ یہ سوال ان سے بطور قطع عذر کے ہوگا۔ مطلب یہ ہے کہ شامت زدو، کیا تمہارے پاس تمہی میں سے میری آیتیں سناتے اور اس دن کی آمد سے ہوشیار کرتے ہوئے رسول نہیں آئے؟ پھر تم نے آخر اپنی یہ شامت کیوں بلائی؟ رسول نہ آئے ہوتے تو تم کوئی عذر پیش کرسکتے تھے، اب کیا عذر پیش کرسکتے ہو؟ تم نے تو سب کچھ سن اور سمجھ کے اپنی آنکھیں اور اپنے کان بند رکھے۔ [۳:۱۶۵]

**الانعام ۱۴۳:**۔ اگر تم اپنے اس دعوے میں سچے ہو کہ ان میں سے بعض چیزیں دینِ ابراہیمی میں حرام تھیں تو اس پر کوئی علمی دلیل پیش کرو۔ علمی دلیل دو قسم کی ہوسکتی ہے۔ ایک تو یہ کہ دینِ ابراہیم علیہ السلام کی کوئی قابلِ اعتماد سند ہو جس سے یہ ثابت ہوسکے کہ فلاں فلاں چیزیں دینِ ابراہیمی میں حرام تھیں یا کوئی عقلی وفطری دلیل یا قرینہ ہو جس سے ان کے دعوے کی صحت پر اعتماد کیا جاسکے۔ اگر اس طرح کوئی چیز موجود نہیں ہے تو مجرد واہمہ پر اچھے بھلے جانوروں کو حرام کردینے کے کیا معنی؟ [۳:۱۸۸]

**الانعام ۱۴۸:**۔ ان سے کہو کہ خدا کی پسند یا ناپسند معلوم کرنے کا ذریعہ تمہاری اپنی زندگی اور تمہارے اپنے اعمال نہیں ہیں کہ تم جو کچھ کر گزرو وہ عند اللہ ثواب بن جائے۔ اِس کے لیے کسی علمی سند کی ضرورت ہے۔ [۳:۱۹۶]

**یوسف ۵۰:**۔ ان سے پوچھو کہ اس طنطنہ سے جو خدا کے عذاب

سے متعلق سوال کر رہے ہو تو آخر کس بل بوتے پر کر رہے ہو؟ اس کا عذاب چاہے رات کی تاریکی میں چپ چپاتے آجائے یا پورے دِن کی روشنی میں ڈنکے کی چوٹ آدھمکے۔ آخر ان مجرمین نے اس کے مقابلے کے لیے کیا سامانِ دفاع تیار کر رکھا ہے؟ [۴:۶۱]

یوسف ۱۰۷: یہ سوال انذار و تنبیہ کے لیے ہے کہ کیا وہ اپنے شرکاء اور شفعاء پر اعتماد کر کے اس بات سے نچنت ہو بیٹھے ہیں کہ ان پر عذاب الٰہی کی کوئی ایسی آفت آئے جو ان سب کو اپنے لپیٹ میں لے لے یا قیامت ہی اچانک آدھمکے اور ان کو اس کی کوئی خبر بھی نہ ہو؟ مطلب یہ کہ اگر یہ چیز ہے تو بس ان کی شامت ہی آئی ہوئی ہے۔ [۴:۲۵۸]

المومنون ۸۴: ذرا ان مدعیانِ علم سے پوچھو کہ یہ آسمان و زمین اور جو کچھ ان میں ہے کس کا اور کس کے قبضہ و تصرف میں ہے؟ [۵:۳۴۰]

ایضاً ۸۶: اِن سے پوچھو کہ ساتوں آسمان اور عرشِ عظیم کا خداوند کون ہے؟ [۵:۳۴۰]

الشعرآء ۱۴۸: عرب میں اچھے باغ کا تصور یہ تھا کہ انگوروں، اناروں کا باغ ہو اور اس کے نیچے نہریں جاری ہوں۔ بیچ بیچ میں مختلف چیزوں کی کاشت کے لیے قطعات ہوں اور کنارے کنارے کھجوروں کی باڑ ہو۔ یہاں انہی اجزاء کو الگ الگ گنا کر سوال فرمایا ہے کہ کیا تم نے یہ گمان کر رکھا ہے کہ یہ ساری چیزیں تمہیں دے کر باغ کا اصل مالک اس سے بالکل بے تعلق ہو کر بیٹھ رہا ہے اور اس کی بابت تم سے کوئی پرسش نہیں ہونی ہے؟ [۵:۳۴۳]

الشعرآء ۱۹۷: انہی پیشین گوئیوں اور انہی علماء کا حوالہ دے کر یہ قرآن کے مخالفین سے سوال کیا ہے کہ کیا قرآن اور اس کے داعی کی صداقت کی یہ نشانی کافی نہیں ہے کہ وہ کسی مزید نشانی کا مطالبہ کر رہے ہیں؟ [۵:۵۵۸]

سبا ۲۷: ان سے کہو کہ ذرا مجھے ان کو دکھاؤ تو سہی جن کو تم نے شریکوں کی حیثیت سے خدا کے ساتھ چپکا رکھا ہے! آخر وہ کون اور کہاں ہیں جو ایسے عالی مقام ہیں کہ وہ خدا کی خدائی میں ساجھی بنا دیے گئے ہیں۔ [۶:۳۱۸]

یٰسٓ ۸۱: جس خدا نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کر دیا اور اس کو اس میں کوئی مشکل نہیں پیش آئی کیا وہ ان کی جیسی مخلوق کو دوبارہ پیدا کر دینے پر قادر نہیں ہو سکتا؟ یہ سوچیں کہ ان دونوں میں زیادہ مشکل کام کون سا ہے؟ [۶:۴۴۵]

یٰسٓ ۲۸: یہ سوال بانداز تعجب ہے کہ جو لوگ آخرت اور جزا و سزا کو نہیں مانتے ہیں کیا ان کا گمان یہ ہے کہ ہم ایمان و عمل صالح کی روش اختیار کرنے والوں اور زمین میں فساد برپا کرنے والوں کو برابر کر دیں گے۔ یا خدا سے ڈرنے والوں اور نافرمانوں کے ساتھ ہمارا معاملہ یکساں ہوگا؟ [۶:۵۲۸]

الطّور ۳۵-۳۶: اگر وہ عذاب اور آخرت کے منکر ہیں تو یہ بتائیں کہ کیا وہ بغیر خالق ہی کے پیدا ہو گئے ہیں یا خود ہی اپنے خالق ہیں؟ نیز یہ بھی بتائیں کہ کیا آسمانوں اور زمین کو انہوں نے پیدا کیا ہے؟... یہ سوال قرآن نے ان کے سامنے رکھ کے گویا ان سے یہ پوچھا ہے کہ جب

(۱) وہ اپنا اور آسمان و زمین کا خالق اللہ تعالیٰ ہی کو مانتے ہیں تو اس کے عذاب اور اس کے روزِ جزاء و سزا کو کیوں بعید از امکان سمجھتے ہیں؟ کیا ان کا گمان یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک مرتبہ ان کو پیدا کر کے اب دوبارہ پیدا کرنے سے عاجز ہو گیا؟

(۲) اسی طرح وہ یہ بھی سوچیں کہ جب وہ خود اپنے خالق نہیں ہیں بلکہ کسی اور نے ان کو پیدا کیا اور ان کی معاش و معیشت کا سامان کیا ہے تو کیا یہ ممکن ہے کہ وہ ان کو یونہی چھوڑے رکھے اور کسی دن ان سے یہ نہ پوچھے کہ اس نے ان کو جس مقصد کے لیے پیدا کیا تھا اس کو انہوں نے پورا کیا یا نہیں؟۔

(۳) علیٰ ہذا القیاس وہ یہ بھی سوچیں کہ جس زمین پر اور جس آسمان کے نیچے وہ رہتے ہیں اور جن کی گوناگوں نعمتوں سے وہ متمتع ہوتے ہیں، درآنحالیکہ نہ زمین ان کی پیدا کی ہوئی ہے نہ آسمان اور نہ ان کے درمیان کی نعمتیں، تو کیا جس نے ان کو پیدا کیا ہے اس کا کوئی حق ان پر قائم نہیں ہوتا اور اس کے بنائے ہوئے اس گھر میں اپنے رویے سے متعلق وہ اس کے آگے جوابدہ نہیں ہونگے؟

(۴) اسی طرح وہ یہ بھی سوچیں کہ جب نہ زمین ان کی پیدا کی ہوئی ہے نہ آسمان تو آخر کس برتے پر آسمان و زمین کے خالق سے اپنے کو وہ بے خوف و مامون سمجھتے ہیں؟ وہ جب چاہے زمین کو ذرا سا ہلا دے اور یہ بالکل بے نام و نشان ہو کے رہ جائیں، اس طرح جب چاہے آسمان سے طوفان بھیجے دے، اولے برسا دے، پتھراؤ کر دے اور چشم زدن

میں ان کو صفحۂ ہستی سے مٹادے۔[۸:۳۵]

الطّور ۳۷:۔ اگر وہ اپنے یا آسمان و زمین کے خالق نہیں تو کیا تیرے رب کے خزانوں کے مالک یا ان پر داروغہ ہیں کہ وہ خدا کی پکڑ سے بےفکر ہیں! یعنی جس طرح وہ آسمان و زمین کے خالق ہونے کے مدعی نہیں ہو سکتے اِسی طرح اس بات کے بھی مدعی نہیں ہو سکتے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رزق و فضل کے خزانے ان کے حوالے کر دیئے ہیں یا ان کی تقسیم پر ان کو مامور کر دیا ہے کہ جس کو چاہیں دیں، جس کو چاہیں نہ دیں۔ پھر ان کو یہ غرہ کیوں ہے کہ وہ خدا کی پکڑ میں نہیں آسکتے یا جس عیش میں وہ ہیں اسی میں رہیں گے، نہ اس دنیا میں وہ اس سے محروم ہو سکتے اور نہ آخرت میں (اگر وہ ہوئی) اس سے ان کو کوئی محروم کر سکتا؟[۸:۳۷]

الواقعۃ ۶۳، ۶۴:۔ زمین میں جو کچھ تم بوتے ہو، کبھی اس پر بھی غور کیا؟ کیا اپنے بوئے بیجوں کو تم پروان چڑھاتے ہو یا ان کو پروان چڑھانے والے ہم ہیں؟[۸:۱۷۶]

الغاشیۃ ۱۸:۔ قرآن میں جگہ جگہ یہ سوال اللہ تعالیٰ نے کیا ہے کہ بتاؤ، تمہارا پیدا کیا جانا زیادہ مشکل ہے یا آسمان کا؟۔[۹:۳۳۴]

## یَسْئَلُوْنَکَ

"منافقین کا حال یہ تھا کہ جہاں کہیں ان کو دین کی کسی بات میں کوئی مشکل محسوس ہوئی وہ اللہ اور رسول کی طرف رجوع کرنے کے بجائے اِس بات کو اعتراض و استہزاء کا نشانہ بنا لیتے اور مسلمانوں کے اندر وسوسہ اندازی اور فتنہ انگیزی کی ایک مہم شروع کر دیتے۔ قرآن میں ان کی اِس خصلت کا ذکر جگہ جگہ ہوا ہے۔ اہل ایمان کی پسندیدہ روش قرآن نے یہ بتائی کہ وہ اپنی مشکلات کے لیے خدا اور رسول کی طرف رجوع کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اُن کی مشکلات دور فرماتا ہے"۔

"جو آدمی اخلاص و صداقت کے ساتھ اپنی کسی حقیقی ضرورت کے لیے خدا کی طرف رجوع کرتا ہے، خدا اُس کی طلب ضرور پوری کرتا ہے، عام اس سے کہ وہ ضرورت اس کی معاش سے متعلق ہو یا معاد سے، ذہنی وعقلی الجھنوں سے متعلق ہو یا شریعت اور اس کے احکام کے فوائد و مصالح سے"۔[۱:۴۵۳]

البقرۃ ۱۸۹:۔ وہ تم سے محترم مہینوں کے متعلق سوال کرتے ہیں۔[۱:۴۷۱]

البقرۃ ۲۱۵:۔ وہ تم سے پوچھتے ہیں کہ کتنا خرچ کریں؟[۱:۵۰۹]

البقرۃ ۲۱۷:۔ وہ تم سے شہر حرام میں جنگ کے بارے میں پوچھتے ہیں۔[۱:۵۱۲]

البقرۃ ۲۱۹:۔ وہ تم سے شراب اور جوئے کے متعلق سوال کرتے ہیں۔[۱:۵۱۴]

ایضاً:۔ وہ تم سے پوچھتے ہیں کہ کتنا خرچ کریں۔[۱:۵۱۵]

البقرۃ ۲۲۰:۔ وہ تم سے یتیموں کے متعلق سوال کرتے ہیں۔[۱:۵۱۷]

البقرۃ ۲۲۲:۔ وہ تم سے حیض کے متعلق سوال کرتے ہیں۔[۱:۵۲۵]

المآئدۃ ۴:۔ وہ پوچھتے ہیں ان کے لیے کیا چیز حلال ٹھہرائی گئی ہے۔[۲:۴۶۰]

الاعراف ۱۸۷:۔ وہ تم سے قیامت کے باب میں سوال کرتے ہیں کہ اس کا وقوع کب ہوگا؟[۳:۴۰۳]

ایضاً:۔ وہ تم سے پوچھتے ہیں گویا تم اس کی تحقیق کیے بیٹھے ہو۔[۳:۴۰۴]

الانفال ۱: وہ تم سے غنیمتوں کے بابت سوال کرتے ہیں۔[۳:۴۲۹]

بنی اسرآءیل ۸۵:۔ اور وہ تم سے روح کے متعلق سوال کرتے ہیں۔[۴:۵۳۹]

الکھف ۸۳: اور وہ تم سے ذوالقرنین کے بابت سوال کرتے ہیں۔[۴:۶۱۶]

طٰہٰ ۱۰۵:۔ اور وہ تم سے پہاڑوں کی بابت سوال کرتے ہیں۔[۵:۹۲]

النّٰزعٰت ۴۲: وہ قیامت کے بارے میں سوال کرتے ہیں کہ وہ کب کھڑی ہوگی؟[۹:۱۸۷]

# شخصیات اور اقوام وقبائل

- انبیاء ورُسل
- افراد
- اقوام وقبائل

# انبیاء ورُسُل

## سِفر

یہود انبیاء کے صحیفوں میں سے ہر صحیفہ کو سِفر کہتے تھے جس کے معنی کتاب کے ہیں۔[۱:۸۶]

انبیاء کے صحیفوں میں "زندہ خداوند" اور 'قیوم' کی صفات بار بار مذکور ہوئی ہیں۔[۲:۱۶]

## نبوت

نبوت ایک موہبتِ ربانی ہے۔[۵:۵۸۰، ۷:۱۷]

نبوت کے ابتدائی مشاہدات نبی کے لیے نامانوس ہوتے ہیں۔[۵:۵۸۲]

انبیاء پر نبوت کے ابتدائی مشاہدات کا اثر۔[۵:۶۷۳]

وحی کی حالت ایک تصرّف غیبی ہے۔[۴:۵۴۰]

نبوت کے اجرا کا اللہ کی طرف سے وعدہ۔[۱:۱۷۰]

منصبِ نبوت اور نبی کا مقام۔[۳:۱۶۱]

آدمیوں سے رسول بنانے پر اعتراض۔[۴:۲۵۹، ۵:۴۵۷]

انسانوں کے لیے انسان کے نبی ہونے کی حکمت۔[۴:۵۴۲]

شعروشاعری نبوت کے شایانِ شان نہیں۔[۶:۴۳۹]

نبی اور رسول کے درمیان نسبت۔[۶:۲۳۸]

انبیاء کے لیے سنتِ الٰہی۔[۶:۲۳۷]

جنوں کے رسول انہی کے اندر سے ہوتے ہیں۔[۳:۱۶۵]

انبیاء کے ذکر سے مقصود۔[۲:۴۳۱]

عزت وشرف منصب رسالت کا خاصہ ہے۔[۷:۲۸۱]

## بعثت

رسولوں کی بعثت کی اصل غایت۔[۳:۵۴، ۴:۵۹۷، ۸:۲۲۹، ۹:۲۰۰]

انبیاء کی بعثت کی ضرورت۔[۲:۴۳۲]

اہل عرب کے اندر ایک رسول کی بعثت کی روایت۔[۶:۳۹۲]

رسول کی بعثت رحمت ہے۔[۷:۲۷۱]

رسول کی بعثت کا ایک لازمی تقاضا۔[۶:۱۷۲]

نبی کی بعثت کا زمانہ خدا سے قرب واتصال کا خاص زمانہ ہوتا ہے۔[۱:۴۵۴]

## ذمہ داری اور مشن

رسول کا اولین فریضہ اللہ کے بندوں تک اس کی وحی کی ترسیل ہے۔[۱:۳۵۲]

شہادتِ حق کی ذمہ داری۔[۲:۱۰۰]

انبیاء کا مشترک مشن۔[۲:۴۳۲، ۴:۶۶۷، ۶:۱۹۱، ۸:۲۳۱]

تمام رسولوں کو مشترک ہدایت۔[۵:۳۲۵]

رسول کی اصل ذمہ داری۔[۲:۵۲۱، ۵:۲۶۷، ۶:۳۷۴]

انبیاء کا فرض منصبی۔[۶:۲۳۷]

قیامت کے دن انبیاء کی شہادت اپنی ذمہ داری کے حوالہ سے۔[۲:۵۷۶]

رسولوں کی حفاظت ان کی ذمہ داری کے اعتبار سے ہوتی ہے۔[۸:۵۵۴]

رسول اور قوم دونوں کی ذمہ داری۔[۷:۲۳۱]

نبی کی ذمہ داری دعوت کے معاملے میں۔[۴:۵۴۵]

رسول کے ہاتھ پر بیعت کی ذمہ داریاں۔[۳:۶۴۴، ۷:۴۵۱]

انبیاء کرام سے میثاق لینے کی حکمت۔[۶:۱۹۲]

## فضائل

انبیائے متقدمین: آدم علیہ السلام، ابراہیم علیہ السلام۔[۲:۱۳]

انبیاء جو بادشاہ بھی ہیں۔[۱:۵۶۸]

انبیاء جن کو نبوت کے ساتھ سیاسی اقتدار بھی حاصل ہوا۔[۱۰۱:۳]

انبیاء جن کا مشترک وصف زہد وتوکل ہے۔[۱۰۱:۳]

تفضیل انبیاء میں صحیح نقطہ نظر۔[۵۱۲:۴]

انبیاءورسل کے فضائل۔[۵۸۳:۱]

بعض انبیاء کا ذکر اجمال کے ساتھ۔[۴۹۰:۶]

## عصمت

'نبی کی عصمت' کامفہوم۔[۵۲۸:۴]

نبی کی صداقت کی ایک باطنی دلیل۔[۴۳۳:۲]

عصمتِ انبیاء کے بعض پہلو۔[۲۰۷:۴]

عصمت انبیاء کی ان خصوصیات میں سے ہے جو کسی وقت بھی ان سے منفک نہیں ہوسکتی۔[۶۶۵:۹]

پورا قرآن انبیاء کی عصمت پر گواہ ہے۔[۶۶۶:۹]

## صفات

انبیاء کی ایک صفت۔[۱۶۵:۷]

رسول کی حیثیت اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر کیے ہوئے ایک واجب الاطاعت ہادی کی ہوتی ہے۔[۲۹۳:۸]

رسولوں کے درمیان تفریق ان کے انکار کے ہم معنی ہے۔[۳۴۹:۱]

تمام انبیاءورسل خدا ہی کے فرستادہ ہیں۔[۳۵۰:۱]

تمام نبیوں اور رسولوں کا قبلہ ایک ہی ہے۔[۳۶۴:۱]

انبیاء حالات کے بگاڑ اور قوم کی ہٹ دھرمی سے مایوس اور دل شکستہ نہیں ہوتے۔[۹۹:۲]

نبی کے انتخاب کی بنیاد۔[۱۹۴:۷]

انبیاء کے کردار کا ایک پہلو۔[۹۹:۲]

رسول کا اصلی مرتبہ ومقام۔[۳۲۸:۲، ۳۵۰:۷]

انبیاء کی زندگی کی ایک مشترک حقیقت۔[۱۰۲:۲]

امتحان سے گزرے بغیر کوئی نبی منزل پر نہیں پہنچا۔[۱۸۷:۲]

رسول خدا کی تشریعی حاکمیت کا مظہر ہے۔[۳۲۹:۲]

رسول کی اطاعت خود خدا کی اطاعت کے ہم معنی ہے۔[۳۲۹:۲]

رسول کا ہر کام خدا کی رہنمائی میں ہوتا ہے۔[۳۴۴:۲]

اللہ کے رسول اس کی حفاظت میں ہوتے ہیں۔[۴۲۰:۲]

انبیاء کی باہمی مماثلت ایک علامتِ شناخت ہے۔[۵۳۱:۲]

رسول کی تائید میں نشانیوں اور معجزات کا ظہور۔[۹۰:۸]

نبی اپنی دعوت سے کوئی الگ چیز نہیں۔[۵۳۱:۲]

نبی کا عزم دوسروں سے بے نیاز ہوتا ہے۔[۲۹:۳]

انبیاء اپنی طہارت فطرت کے سبب سے جذباتِ نفس اور خواہشاتِ نفس سے کبھی مغلوب نہیں ہوتے۔[۴۵:۳]

انبیاء کے کردار کا ایک خاص پہلو: اپنی قوم کے ایمان کے نہایت حریص۔[۵۹:۳]

انبیاء کی بلند نگاہی۔[۹۱:۳]

انبیاء نبوت سے پہلے بھی فطرتِ سلیم پر ہوتے ہیں۔[۹۸:۳]

ہدایت وہ ہے جو انبیاء کو حاصل ہوئی۔[۱۰۲:۳]

رسول کی ایک بڑی نمایاں صفت امانت داری ہے۔[۲۹۷:۳]

رسول کے لیے اس دنیا میں بھی غلبہ لازمی ہے۔[۳۵۱:۳، ۳۳:۴]

پیغمبر غیب کا عالم نہیں ہوتا۔[۴۰۵:۳]

نبی سراپا رحمت ہوتا ہے۔[۵۹۹:۳]

حواس انبیاء۔[۲۵۲:۴]

رسول حق و باطل کے امتیاز کے لیے کسوٹی اور اتمام حجت کا آخری ذریعہ ہوتا ہے۔[۳۸۹:۴]

نبی اور دنیا پرست لیڈروں میں فرق۔[۳۷:۵]

کوئی نبی مافوق بشر نہیں ہوا۔[۵:۱۲۶]

رسولوں کا اصل وصفِ امتیازی۔[۵:۱۲۵]

کسی نبی کو حیاتِ جاوداں نہیں ملی۔[۵:۱۲۷]

رسول کے لیے نہ مافوق بشر ہونا ضروری ہے نہ مال دار۔[۵:۱۴۷]

رسول محاذ پر مامور ایک مجاہد ہے۔[۵:۱۸۲]

نبی کا زادو راحلہ اس کے ساتھ ہوتا ہے۔[۵:۳۳۶]

انبیاء کے معجزات آنکھیں کھول دینے والے ہوتے ہیں [۵:۵۸۴]

تمام رسول بشر تھے۔[۵:۴۵۷]

انبیاء فطرت کو اجاگر کرنے کے لیے آئے۔[۶:۹۴]

رسول اپنی قوم کے لیے خدا کی عدالت ہوتا ہے۔[۲:۱۰۶، ۸:۹۰]

رسول کی زندگی سراپا ذکرِ الٰہی ہوتی ہے۔[۸:۴۴۶]

اللہ کا رسول غیب کا حریص نہیں ہے۔[۸:۶۲۸، ۹:۲۳۰]

نبی اپنی فطرت اور دعوت کے لحاظ سے سردار ہوتا ہے۔[۲:۸۱]

رسول کا کردار اس کے دعوے پر عظیم حجت ہے۔[۸:۵۱۴]

اللہ اور رسول کا معاملہ الگ الگ نہیں ہے۔[۷:۴۸۷]

رسول کی توجہ کے اصلی مستحق۔[۹:۱۹۸]

انبیاء کی تربیت اور بارِ عظیم کو اٹھانے کی اہلیت بڑھانے کے لیے مشاہدات۔[۱:۶۰۷]

رسولوں میں سے کسی کا قتل ہونا ثابت نہیں۔[۲:۱۰۶]

رسولوں کی نصرت کا قانون۔[۷:۴۹]

رسول سے اعراض اللہ سے اعراض کے ہم معنی ہے۔[۳:۴۵۶، ۴:۳۱۵]

رسولوں کو اللہ کی مشترک ہدایت۔[۴:۳۸۹]

انبیاء کی رویائے صادقہ وحی الٰہی کے ذرائع میں سے ایک ذریعہ ہے۔[۴:۵۱۶ح]

رسول کی ہجرت تک قوم مامون ہوتی ہے۔[۴:۵۲۹]

رسولوں کی ہجرت تک قوم مامون ہوتی ہے۔[۴:۵۲۹]

رسولوں کے حق میں دو واضح دلیلیں۔[۶:۴۱۶]

رسول کا حق اور اس کی نوعیت۔[۳:۴۸۱]

نبیوں کا حوالہ پوری تاریخ کا حوالہ ہے۔[۲:۵۷۲]

انبیاء کرام کی تاریخ کا حوالہ۔[۸:۲۳۱]

## دعوت

دعوتِ انبیاء کا اصل مقصد۔[۵:۵۳]

انبیاء کا طریقِ دعوت۔[۵:۵۳]

انبیاء کی دعوت کی مشترک حقیقت۔[۲:۱۰۲، ۳:۲۹۴]

انبیاء کی دعوت کا ایک خاص اسلوب۔[۳:۸۹]

انبیاء کا طریق بحث۔[۱:۶۰۰]

انبیاء مناظر نہیں بلکہ داعی ہوتے ہیں۔[۱:۶۰۰]

نبی مذکر ہوتا ہے نہ کہ مصیطر۔[۵:۱۵]

تمام انبیاء کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک ہی دین ملا اور وہ ایک ہی دعوت کے داعی بن کر آئے۔[۵:۲۹۴]

دعوت کے معاملہ میں نبی کی ذمہ داری۔[۴:۵۴۵]

تمام انبیاء کی تاریخ کا حوالہ: لوگوں کو عدل و قسط کے قیام کی دعوت۔[۸:۲۳۱]

تمام انبیاء نے دینِ توحید کی دعوت دی۔[۷:۱۳۳]

انبیاء کی دعوت اور عوامی تحریکات میں ایک اصولی فرق۔[۵:۳۷]

اللہ تعالیٰ نے عذاب بھیجنے سے پہلے اتمام حجت کے لیے اپنے رسول بھیجے ہیں۔[۴:۴۸۸]

رسول اور نبی ہدایت پر لوگوں سے اجر کا طالب نہیں ہوتا۔[۶:۳۳۸]

رسول اتمامِ حجت کا آخری ذریعہ ہے۔[۴۸۸،۴۳۴:۴]

اللہ کے ہر رسول نے اللہ ہی کی بندگی کی دعوت دی۔[۴۱۰:۴]

اللہ ورسول کی دعوت حقیقی زندگی کی دعوت ہے۔[۴۵۸:۳]

صلاح وفلاح کا تمام منبع نبی کی دعوت ہوتی ہے۔[۳۴۰:۳]

موسیٰ علیہ السلام کی دعوت دوسرے انبیاء کی دعوت کے ہم رنگ تھی۔[۳۳۹:۳]

نبی کی منادیِ توبہ کی بازگشت آفاق میں۔[۳۱۷:۳]

نبی کی اصل دعوت ان بینات پر مبنی ہوتی ہے جو عقل وفطرت کے اندر ودیعت ہیں۔[۳۱۰:۳]

انبیاء کا فریضہ منصبی انذار وتبشیر ہے نہ کہ معجزے اور عذاب کی نشانیاں دکھانا۔[۳۹:۳]

خوارق وعجائب نہ رسولوں کے خصائص میں سے ہیں نہ ان کی تعلیم و دعوت کے لوازم میں سے۔[۵۴:۳]

انبیاء کی دعوت وتبلیغ نہایت ٹھوس انفسی وآفاقی دلائل پر مبنی ہوتی ہے اور انذار وتبشیر کا پہلو بھی رکھتی ہے۔[۱۰۹:۱]

اللہ ورسول کی ذمہ داری انذار کی ہے، یہ ذمہ داری نہیں ہے کہ لوگوں کے دلوں میں اس کا خوف بھی اتار دیا جائے۔[۱۶۶:۹]

رسول کی ذمہ داری صرف انذار و بشارت ہے۔[۳۲۲:۶،۲۹۴:۳]

رسول پر ذمہ داری صرف اتمام حجت کی ہے۔[۵۹۴:۶]

رسول کی ذمہ داری صرف بلاغِ مبین ہے۔[۴۲۶:۵]

رسولوں پر ایمان لانے والوں کو جو چیز اپیل کرتی ہے وہ نبی کی دعوت کی قوت وحجت ہوتی ہے نہ کہ معجزے اور کرشمے۔[۳۰۳:۳]

انبیاء کی سنتِ دعوت: اول اول اپنی اپنی قوموں کے بااثر لوگوں کو جھنجھوڑنے اور جگانے کی کوشش، وہاں سے مایوسی کے بعد ساری توجہ اپنے غریب باایمان ساتھیوں پر مرکوز۔[۹۹:۲]

انبیاء کے لیے سنتِ الٰہی: قوم کی اصلاح کے لیے آخری حد تک اس کے اندر قیام وکوشش۔[۱۰۵:۲]

اللہ تعالیٰ نے اپنی پسند وناپسند اور اپنے اوامر ونواہی سے بندوں کو آگاہ کرنے کے لیے اپنے بے شمار نبی اور رسول بھیجے۔[۴۸:۲]

تمام نبیوں اور رسولوں نے اسلام ہی کی اطاعت وتبلیغ کی۔[۳۴۵:۱]

اپنی اولاد واتباع کو وصیت ونصیحت انبیاء کی سنت ہے۔[۳۴۴:۱]

انبیاء نفوس انسانی کا تزکیہ کرتے ہیں۔[۳۴۲:۱]

انبیاء کے معجزات آیات ہیں جو اپنے پیش کرنے والوں کی سچائی پر دلیل تھے۔[۳۴۰:۱]

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں کے درمیان کوئی تفریق نہیں۔[۲۸۹:۱]

تورات کی تذکیر کے لیے برابر انبیاء بھیجے گئے۔[۲۶۸:۱]

تمام انبیاء کی مشترک دعوت کے برخلاف ان کی امتوں کا رویہ۔[۳۲۵:۵]

رسولوں کی ہمہ جہت جدوجہد کی تعبیر۔[۹۰:۷]

رسول کی تذکیر کے بعد عذاب لازمی ہے۔[۱۶۹:۶]

اللہ کے رسول دو عذابوں سے ڈراتے ہیں۔[۲۹۴:۳]

## تعلیمات

رسول کی تعلیم اللہ کی تعلیم ہے۔[۵۵۴:۱، ۳۸۸:۸]

اسلام ہی تمام نبیوں کا دین ہے۔[۱۵۲:۷]

تمام نبیوں کی تعلیم بھی ایک ہی رہی ہے اور طریقۂ تعلیم بھی ایک ہی رہا ہے۔[۱۳۹:۷، ۱۵۲]

رسول کا استغفار بمنزلہ شفاعت ہے۔[۳۲۹:۲]

انبیائے بنی اسرائیل نے جو تعلیم دی وہ خاتم الانبیاء محمد رسول اللہ ﷺ کی تعلیم سے کوئی الگ چیز نہیں۔[۶۰:۲]

آیات محکمات تمام آسمانی مذاہب اور تمام انبیاء سے تواتر کے ساتھ نقل ہوئی ہیں۔[۲۵:۲]

خدا نے ہمیشہ اپنے نبیوں اور رسولوں پر وہی دین اتارا ہے جس کا نام اسلام ہے۔[۱:۳۵۰]

رسول خدا کے سفیر کی حیثیت سے لوگوں کو خالق کے احکام و فرامین اور اس کے دلائل و براہین سے آگاہ کرتا ہے۔[۱:۳۴۰]

انبیاء کی اکثریت دین کو بدعات و تحریفات سے پاک کر کے اصل تعلیمات کو ازسرِ نو زندہ کرتے رہے۔[۱:۳۱۲]

انسانی فطرت کے خلا صرف انبیاء کی تعلیم کی پیروی سے ہی بھر سکتے ہیں۔[۱:۱۷۴]

امتحان گاہِ عالم میں انسان کے لیے اصلی سرمایہ تسکین و تسلی انبیاء کی تعلیمات ہیں۔[۱:۱۷۴]

نبوت و رسالت کی ضرورت۔[۱:۱۷۴]

رسول کی تعلیمات کی ناقدری کا انجام۔[۸:۴۴۵]

رسول صحیفے اور کتاب لے کر لوگوں کی ہدایت کے لیے آئے۔[۶:۳۷۵]

## انبیاء اور اُن کی اقوام

ہر نبی کی آمد پر امتوں کو امتحانوں سے گزرنا پڑا۔[۱:۳۶۶]

انبیاء سے سوال ان کی امتوں کے رویہ سے متعلق۔[۲:۶۰۶]

انبیاء کو اپنی امتوں کی بعد کی تبدیلیوں کا علم نہیں ہوگا۔[۲:۶۰۶]

رسولوں کو ان کی قوموں کی دھمکی۔[۴:۳۱۷]

انبیاء اور ان کی امتوں کے لیے ایک امتحان۔[۵:۴۵۸]

قوموں کی طرف سے رسولوں کو جواب۔[۷:۹۱]

رسولوں اور ان کی قوموں کے مقدمہ کی روبکاری۔[۹:۱۳۵]

اللہ کے رسولوں نے اپنی قوموں کو بیک وقت دو عذابوں سے ڈرایا۔[۹:۱۵۸]

قرآن نے انبیاء کی سرگزشتوں کے بیان میں غیر ضروری حصے حذف کر دیے۔[۲:۹۵]

انبیاء کے باب میں بنی اسرائیل سے میثاق۔[۲:۱۳۳]

قیامت میں انبیاء کی شہادت اپنی امتوں پر۔[۲:۳۰۰، ۳۰۱]

انبیاء اور ان کی قوموں کے درمیان کشمکش کے واقعات عبرت و رہنمائی کے لیے۔[۴:۱۸۴]

انبیاء کی سرگزشتوں کا حوالہ۔[۴:۳۴۹]

انبیاء کرام کی سرگزشتیں سنانے سے مقصود۔[۴:۱۷۸]

انبیاء کی سرگزشت: خلاصۂ بحث۔[۵:۱۸۶]

رسولوں کے معاملہ میں قوموں کی مشترک روایت۔[۵:۲۶۳]

انبیاء اور ان کی امتوں کے باب میں قرآن کا موقف۔[۵:۳۲۶]

انبیاء کی اولاد میں سے ہونا نجات کے لیے کافی نہیں۔[۱:۲۱۰]

یہود کے بے جا فخر پر انبیاء نے ان کی سرزنش کی ہے۔[۱:۲۷۲]

ابراہیم علیہ السلام، اسمٰعیل علیہ السلام، اسحٰق علیہ السلام، یعقوب علیہ السلام اور ان کے سلسلے کے دوسرے انبیاء کے یہودی یا نصرانی ہونے کا دعوٰی بالکل بے بنیاد ہے۔[۱:۳۱۸]

انبیاء کے خاندان سے نسبت رکھنے کی بنا پر نجات کا استحقاق سرتاسر غلط فہمی ہے۔[۱:۲۳۲، ۲۳۷]

آخرت میں انبیاء و صالحین کا اپنے پرستاروں سے اعلانِ براءت۔[۵:۴۵۶]

انبیاء کے ناموں میں ترتیب کی نوعیت۔[۲:۴۳۱]

انبیاء کرام سے ان کی امتوں کے رویہ کے متعلق سوال۔[۳:۶۰۶]

رسول اور قوم دونوں کی ذمہ داری۔[۷:۲۳۱]

رسولوں اور انبیاء کی سرگزشت کے اندر نشانیاں۔[۶:۱۷۴]

## انبیاء اور اُن کے امتی

انبیاء اور ان کے صحابہ کی ایک سنت۔[۲:۱۸۴، ۱۸۷]

قانون کی فرمانبرداری کے معاملے میں نبی اور امتی یکساں ہیں۔[۶۴۸:۱]

اللہ ورسول کے محبوب رکھنے کا مطلب۔[۵۵۲:۳]

انبیاء کو ساحر و کاہن کہنے کا ایک خاص پہلو۔[۲۳:۴]

رسولوں اور ان کے صحابہ کے لیے اس دنیا میں بھی کامیابی۔[۴۰۵:۴]

رسول کو خبطی قرار دینے کی وجہ دراصل حق بیزاری ہے۔[۳۳۵:۵]

رسول کے پیروؤں کے لیے غلبہ وتمکن کی بشارت۔[۴۲۶:۵]

انبیاء کے معاملہ میں ایک خاص قابل توجہ پہلو۔[۵۸۲:۵]

ایک رسول کا انکار تمام رسولوں کا انکار ہے۔[۴۶۷:۵، ۵۳۰]

تمام رسولوں کی ملت ایک ہی ہے اس وجہ سے ایک کی تکذیب سب کی تکذیب ہے۔[۵۳۵:۵]

رسول سے بغاوت خدا سے بغاوت ہے۔[۲۸۲:۷، ۵۴۴:۸]

جو رسول کی مدد کرتے ہیں وہ اپنے لیے کسبِ سعادت کی راہ کھولتے ہیں۔[۴۴۲:۷]

رسول کے معاملے میں صحیح ادب کی تعلیم۔[۴۸۹:۷]

نبی پر طعن خود دین پر طعن ہے۔[۳۱۱:۲]

رسول کے کسی فیصلے کی خلاف ورزی جائز نہیں۔[۲۳۳:۶]

رسولوں کے پیروؤں کے لیے تنبیہ۔[۳۱۷:۴]

رسول کے ہاتھ پر بیعت کی ذمہ داریاں۔[۴۵۱:۷]

بلاتفریق تمام انبیاء ورسل پر ایمان ضروری ہے۔[۴۰۸:۲]

امتِ مسلمہ کا موقف: تمام انبیاء ورسل پر بغیر کسی تفریق واستثناء کے ایمان۔[۳۴۸:۱]

انبیاء میں سے کسی کو ماننا اور کسی کو نہ ماننا سب کے انکار کے ہم معنی۔[۳۴۹:۱، ۳۵۰]

رسول پر اعتراض اس کی رسالت کا انکار ہے۔[۳۴۵:۲، ۲۳۲:۶]

رسول کی بشریت پر اعتراض کرنے والوں کو جواب۔[۱۴۷:۵]

بشریت پر اعتراض اور رسولوں کا جواب۔[۳۱۶:۴]

رسول کی لائی ہوئی کتاب سے فائدہ اٹھانے والوں کا ثمرہ۔[۱۷۳:۶]

## انبیاء کی لغزش

انبیاء کی لغزش کی نوعیت۔[۳۵۹:۳، ۴۵۹:۸، ۱۹۷:۹، ۶۲۴]

انبیاء سے کس طرح کے گناہ صادر ہوتے ہیں۔[۴۳۹:۷]

## مکذبین

رسول کے مخالفین کا انجام۔[۲۵۶:۸]

رسولوں کے ساتھ شریروں کی روش۔[۶۲۹:۷]

انبیاء کے مخالفین اور معاندین کے دلوں پر مہر۔[۱۰۸:۱]

رسولوں کے دیدہ دلیر اور ڈھیٹ مکذبین کے دلوں پر مہر۔[۱۱۲:۱]

انبیاء کو ایذا پہنچانا یہود کی سنت ہے۔[۲۷۶:۶]

انبیاء کا قتل سنگین ترین جرم۔[۲۲۶:۱]

اللہ تعالیٰ کے رسولوں نے اپنی قوموں کو دو عذابوں سے آگاہ کیا ہے۔[۱۷۵:۶]

رسولوں کی تکذیب کے لیے منکرین کا بہانہ۔[۴۱۷:۸]

اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں کی تکذیب کرنے والوں کو فوراً ہی نہیں پکڑ لیتا۔[۴۷:۳]

رسولوں کی تکذیب کرنے والوں کو خدا نے ہمیشہ تباہ کر دیا۔[۲۱۵:۳]

رسولوں کے باب میں سنتِ الٰہی۔[۴۷۸:۱، ۲۹۹:۳، ۳۰۵، ۳۱۲، ۳۴۲، ۴۷۵:۷، ۴۹:۸، ۲۷۳:۸]

رسولوں کے مکذبین پر عذاب بھیجنے کے معاملہ میں سنتِ الٰہی۔[۵۱:۳، ۵۴، ۶۰:۴، ۸۲، ۳۸۹، ۴۱۸:۶، ۴۶۱:۷]

ہر رسول کی تکذیب کرنے والے ہلاک ہوئے۔[۱۲۷:۵]

مکذبین رسول پر اس دنیا میں بھی عذاب آیا۔[۵۷۷:۵، ۱۶۹:۶، ۴۲:۸، ۱۳۷:۹]

تکذیبِ رسول کے نتیجہ میں جو عذاب آتا ہے اس کی شہادت۔[۹:۱۸۰]

قیامت کے دن مکذبینِ رسول کی حسرت۔[۵:۴۶۰]

مکذبینِ رسول کی بدبختی پر اظہارِ افسوس۔[۶:۴۱۹]

انبیاءِ کرام کی تاریخ کے متعلق قریش کی رائے۔[۶:۵۱۴]

رسول کی بشریت پر کافروں کا اعتراض اور رسولوں کا جواب۔[۴:۳۱۶، ۸:۶۲۸]

رسولوں کے لیے غلبہ لازمی ہے۔[۳:۳۵۱، ۵۶۴، ۴:۳۳، ۶:۵۰۳، ۷:۳۹۹]

رسولوں کی تکذیب کا نتیجہ۔[۶:۳۴۴، ۷:۱۹، ۸:۴۱۷، ۲۵۶، ۴۴۵، ۹:۲۸، ۱۸۰]

رسول کو ایذا پہنچانے والوں کا انجام۔[۶:۲۶۷]

رسولوں کی حفاظت ان کی ذمہ داری کے اعتبار سے ہوتی ہے۔[۸:۵۵۴]

## آدم علیہ السلام

### ذاتی کوائف

آدم علیہ السلام کی تخلیق۔[۴:۵۸۶]

آپ علیہ السلام مٹی سے پیدا ہوئے ہیں۔[۳:۲۳۱]

آپ علیہ السلام کی سڑے ہوئے گارے سے پیدائش۔[۱:۱۶۴، ۱۶۵]

آپ علیہ السلام کو کلمہ کن کے ذریعے سے حی و ناطق بنایا۔[۲:۳۲]

عیسیٰ علیہ السلام کی طرح آدم علیہ السلام کی ولادت بھی کلمہ کن سے ہوئی۔[۲:۴۳۶]

آپ علیہ السلام میں خدا کا اپنی روح پھونکنا متشابہات میں سے ہے۔[۲:۲۸]

آپ علیہ السلام نبی تھے۔[۵:۱۰۲]

نبوتِ آدم علیہ السلام کے منکروں کی تردید۔[۵:۱۰۱]

تورات اور انجیل میں 'ابن' کا لفظ عیسیٰ علیہ السلام کے علاوہ آپ علیہ السلام کے لیے بھی استعمال ہوا ہے۔[۲:۱۰۷]

آپ علیہ السلام اور حضرت مسیح علیہ السلام کے درمیان مماثلت ہے۔[۹:۴۴۴]

آپ علیہ السلام کو عیسیٰ علیہ السلام پر فضیلت حاصل ہے کہ ان کی ولادت میں نہ باپ کو دخل ہے نہ ماں کو۔[۲:۱۰۷]

نَفْسٍ وَّاحِدَةٍ سے مراد آپ علیہ السلام ہیں جن کو تمام آسمانی مذاہب میں نسلِ انسانی کی اصل کی حیثیت سے تسلیم کیا گیا ہے۔[۳:۱۲۲]

قرآن نے وحدتِ اِلٰہ اور وحدتِ آدم علیہ السلام کے عقیدے پر انسانی معاشرے کی بنیاد رکھی ہے۔[۳:۲۲۲]

اسلام کے نظامِ حق و عدل کے بنیادی ستون: وحدتِ اِلٰہ، وحدتِ آدم علیہ السلام۔[۴:۲۸۷]

آپ علیہ السلام تمام نسلِ انسانی کے باپ ہیں۔[۲:۲۴۷]

تمام انسان ایک ہی آدم علیہ السلام کی نسل سے ہیں۔[۶:۵۶۴]

عہدِ فطرت میں تمام نسلِ انسانی کے باپ کی حیثیت سے آپ علیہ السلام سب سے پہلے شریک ہیں۔[۳:۴۰۷]

آپ علیہ السلام کا دین یہی اسلام ہے۔[۲:۱۳۶]

دین کا آغاز آپ علیہ السلام سے ہوا اور خاتم الانبیاء پر کامل ہو گیا۔[۲:۴۵۸]

اللہ کا دین شروع سے اسلام ہے۔ یہی دین نوح علیہ السلام بلکہ آپ علیہ السلام کا تھا۔[۷:۱۵۳]

آدم علیہ السلام، نوح علیہ السلام اور ابراہیم علیہ السلام سلسلۂ نبوت و رسالت کے اساطین وعمائد ہیں۔[۲:۷۵]

آدم علیہ السلام نوح اور ابراہیم علیہم السلام کی نسل کے انبیائے اولوالعزم کی دعوت، توحید کی دعوت تھی۔[۴:۶۲۹، ۶۳۰، ۶۵۳]

آدم علیہ السلام ونوح علیہ السلام سے لے کر اب تک تمام انبیاء نے دینِ توحید کی دعوت دی۔[۷:۱۳۳]

آپ علیہ السلام بجائے خود سزاوارِ سجدہ نہیں تھے۔[۳:۲۳۱]

آپ علیہ السلام کو سجدہ کرنے کے حکم کا مقصود۔[۱:۱۶۴]

فرشتوں کو آپ علیہ السلام کی تعظیم بجا لانے کا حکم کیوں دیا گیا؟[۱:۱۶۳]

فرشتوں کو آپ علیہ السلام کے لیے سجدہ کرنے کے حکم میں شرک کا کوئی پہلو نہیں۔[۱:۱۶۳]

سجدے سے مقصود آپ علیہ السلام کی بڑائی کا اظہار نہیں بلکہ فرشتوں کی بندگی واطاعت کا اظہار ہے۔[۱:۱۶۳]

آپ علیہ السلام کو کن کے نام سکھائے گئے؟۔[۱:۱۶۰]

خدا نے آپ علیہ السلام ہی کی جنس سے اِس کے جوڑے —— عورت کو وجود بخشا۔[۶:۵۶۴]

قرآن آپ علیہ السلام سے لے کر محمد ﷺ تک کی تاریخ ہدایت ہے۔[۶:۴۴۱]

اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام سے اپنی ہدایت اور کتاب و شریعت نازل کرنے کا وعدہ فرمایا۔[۶:۲۷۹]

آپ علیہ السلام کے بعد سلسلۂ رسالت کا آغاز نوح علیہ السلام سے ہوتا ہے۔[۵:۴۶۵]

قرآن نے اصل دین کو، جس کی دعوت آدم علیہ السلام ونوح علیہ السلام سے لیکر مسیح علیہ السلام تک ہر نبی نے دی، نکھار کر اس کی اصل صورت میں پیش کر دیا۔[۵:۳۲۶]

فردوس کی وراثت کے اصلی حقداروں کو آپ ﷺ کی طرح نکالے جانے کا کوئی اندیشہ نہ ہوگا۔[۵:۳۰۰]

آدم علیہ السلام و حوّا میں فطری تعلق عداوت کا نہیں بلکہ محبت کا ہے۔[۵:۱۰۲]

جنتِ آدم علیہ السلام کی جامع تعریف۔[۵:۹۸]

آدم وحوا علیہما السلام کی تخلیق، جعل منہا زوجہا کا مفہوم۔[۳:۴۰۶]

آپ علیہ السلام کے مسجودِ ملائک ہونے کی وجہ: قوتیں، صلاحیتیں اور روحِ یزدانی۔[۴:۳۵۸]

آپ علیہ السلام کو سجدہ نہ کرنے کی وجہ: خلقت کی برتری۔[۴:۳۵۷]

اُن باتوں کی یاد دہانی جن کی ہدایت ابتدا ہی میں آپ علیہ السلام کو کی گئی تھی۔[۳:۲۴۵]

آپ علیہ السلام کا تصور فرشتوں اور زندگی سے متعلق۔[۳:۲۳۵]

آپ علیہ السلام کی سرگزشت پوری نسل انسانی کی سرگزشت ہے۔[۳:۲۳۰]

حق وعدل کا عہد اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام اور اُن کی ذریت سے بھی لیا تھا۔[۲:۴۹۳]

آپ علیہ السلام کی خلافت پر فرشتوں کا اعتراض اور اعتراض کے جواب پر اطمینان کی مماثلت نبی ﷺ کی دعوت کی مخالفت کے بعد حمایت کے ساتھ۔[۱:۷۷، ۱۵۳]

آپ علیہ السلام اور شیطان کی سرگزشت کی نبی ﷺ کی بعثت اور قرآن کی دعوت سے مماثلت۔[۱:۷۷، ۱۵۲]

آپ علیہ السلام کی خلافت کے خلاف جس نوعیت کا غم وغصہ اور حسد ابلیس کو تھا وہی حیثیت یہود اور سردارانِ قریش کی تھی۔[۱:۷۷، ۱۵۳]

ابلیس کی مخالفت کے علی الرغم آپ علیہ السلام کی خلافت قائم ہو کے رہی اسی طرح یہود کی مخالفت کے علی الرغم محمد ﷺ کی رسالت و نبوت بھی قائم ہوئی۔[۱:۱۵۳]

آپ علیہ السلام سے لے کر آلِ ابراہیم علیہ السلام و آلِ عمران تک کوئی مافوق بشر ہستی نہیں۔[۲:۷۱]

مسیح علیہ السلام سے لے کر آپ علیہ السلام تک کہیں تثلیث کا سراغ نہیں ملتا۔[۲:۴۳۶]

آپ علیہ السلام اور ابراہیم علیہ السلام کے عہد و میثاق کا حوالہ دوسرے انبیاء سے پہلے ہوا۔[۲:۱۳]

## امتحان وتربیت

آپ علیہ السلام کی اطاعت ووفاداری کا امتحان۔[۱:۱۶۶]

آپ علیہ السلام کوکس شجر کےقریب جانے سے منع کیا تھا۔[۱:۱۶۶]

الشجرۃ کا پھل کھانے کا آدم علیہ السلام وحواعلیہا السلام پراثر۔[۱:۱۶۷]

آدم وحواعلیہا السلام نے جنت کی خلعت سے محروم ہونے کے بعد انجیر کے درخت کے پتوں سے اپنے تن ڈھانکے۔[۹:۴۴۰]

حرام درخت کا پھل کھانے سے آپ علیہ السلام حلّۂ جنت سے محروم ہوگئے۔[۳:۲۳۶]

حلّۂ جنت سے محروم ہو جانے کے باعث آدم علیہ السلام وحوا علیہا السلام کی گھبراہٹ اورسراسیمگی۔[۵:۱۰۰]

برہنگی کے بعد آدم علیہ السلام وحوا علیہا السلام کوفوراً اپنی ستر کی فکر ہوئی۔[۳:۲۳۶]

آپ علیہ السلام نے خدا کا عہد بھلا دیا اوران کو جزا کے قانون سے دو چار ہونا پڑا۔[۹:۴۴۰]

آپ علیہ السلام کے لیے ہر چیز کا جو خدا ساز انتظام تھا وہ اس نافرمانی کے بعد ختم ہوگیا۔[۳:۲۳۵]

آدم علیہ السلام و اولادِ آدم علیہ السلام کے لیے امتحان کے مراحل۔[۳:۲۳۷]

ابلیس کو جنت سے نکلنے کے بعد بھی آپ علیہ السلام تک رسائی حاصل تھی۔[۳:۲۳۵]

شیطان نے آدم علیہ السلام وحواعلیہا السلام کو دھوکا دے کر جنت سے نکلوایا۔[۳:۲۱۶،۲۲۵]

ابلیس نے آدم علیہ السلام وحواعلیہا السلام کواپنے ڈھب پر لانے کے لیے ان کومختلف قسم کی ترغیبات دیں۔[۵:۹۹،۱۰۰]

آپ علیہ السلام کواپنے دام میں لانے کے لیے ابلیس کو بڑی جدوجہد کرنی پڑی۔[۵:۱۰۰]

آپ علیہ السلام نے جلدی ہی کی وجہ سے شیطان سے دھوکا کھایا۔[۵:۱۱]

عجلت آپ علیہ السلام کے لیے مزلّہ قدم ثابت ہوئی۔[۵:۹۶،۹۷]

آپ علیہ السلام پر ابلیس کا کامیاب حملہ۔[۵:۹۸،۹۹]

اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کو جو ہدایت دی تھی وہ اس پر قائم نہ رہ سکے۔[۵:۱۰۰]

توبہ کے لیے آپ علیہ السلام کی بےقراری۔[۱:۱۶۹]

آپ علیہ السلام کوتوفیق توبہ اورکلماتِ توبہ کی سرفرازی۔[۵:۱۰۰]

آپ علیہ السلام کی توبہ کا اثر۔[۵:۱۰۰]

توبہ سے آپ علیہ السلام نے ہاری ہوئی بازی پھر جیت لی۔[۳:۲۳۷]

آپ علیہ السلام نے اپنے عمل سے اپنی ذریت کے لیے مثال قائم کی کہ ہرٹھوکر کے نتائج سے بچنے کی راہ توبہ ہے۔[۳:۲۳۷]

اللہ تعالیٰ نے ایک طرف آپ علیہ السلام سے ایک نعمت چھینی اور دوسری طرف ایک عظیم نعمت ان کو بخشی۔[۹:۴۴۰]

توبہ کی قبولیت کے بعد آپ علیہ السلام کا دنیا میں بھیجنے کا مقصد۔[۱:۱۷۳]

مثنیٰ کا صیغہ آدم علیہ السلام وحوا علیہا السلام کے لیے استعمال نہیں ہوا۔[۱:۱۶۹]

اِہۡبِطُوۡا، کا خطاب آدم علیہ السلام وحوا اور ابلیس سے ہے۔[۱:۱۶۷،۵:۱۰۱]

آپ علیہ السلام اورآپ کی ذریّت کے لیے نبوت کے اجرا کا پہلا وعدہ۔[۱:۱۷۰]

آپ علیہ السلام کے ازلی وابدی گنہگار ہونے سے متعلق نصاریٰ کا باطل نظریہ۔[۱:۱۷۳]

آدم علیہ السلام اورابلیس کے گناہ میں فرق۔[۱:۱۷۳]

آپ علیہ السلام پر ایک شرط کی پابندی۔[۱:۳۳۱،۳۳۲]

اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ علیہ السلام کی خلافت کی اسکیم کے مضمرات سے آگاہی۔[۱:۱۶۲]

مکافاتِ عمل کا قانون حضرت آدم علیہ السلام کے وقت سے جاری ہے۔[۸:۱۷]

قصہ آدم علیہ السلام و حوا علیہا السلام کے حوالہ سے بعض حقائق۔[۱:۱۷۱-۱۷۴]

## سرگزشتِ آدم علیہ السلام و ابلیس

آدم علیہ السلام و ابلیس کے ابتدائی ماجرے کی یاددہانی۔[۴:۳۴۴، ۳۵۴]

ابلیس اس جن کا لقب ہے جس نے باوا آدم علیہ السلام کو دھوکا دیا۔[۳:۲۳۰]

جس شیطان نے بابا آدم علیہ السلام کو دھوکا دیا وہ جنوں میں سے تھا۔[۹:۶۷۷]

شیطان نے آدم علیہ السلام کوسجدہ کرنے کے معاملے میں کھلم کھلا خدا کے حکم کی نافرمانی کی۔[۲:۳۸۹]

ابلیس نے آدم علیہ السلام کوسجدہ کرنے سے انکار کیا۔[۱:۱۶۵]

ابلیس کا آدم علیہ السلام کوسجدہ نہ کرنے کا حوالہ۔[۶:۳۱۱]

روزِاول سے آدم علیہ السلام اوراس کی ذریت کا دشمن شیطان ہے۔[۱:۴۰۹]

آدم علیہ السلام اور ابلیس کی سرگزشت۔[۴:۳۵۸]

سرگزشت آدم علیہ السلام و ابلیس کے چند مضمرات۔[۳:۲۳۴]

آدم علیہ السلام، ملائکہ اور ابلیس سے متعلق ایک ماجرا۔[۱:۱۵۶، ۴:۵۹۲،۵۹۵]

آدم علیہ السلام اور ابلیس کی سرگزشت کی یاددہانی۔[۴:۵۵۳]

قصۂ آدم علیہ السلام و ابلیس کا سبق۔[۱:۱۶۵، ۳:۲۲۸، ۲۳۴، ۲۳۷، ۴:۳۸۵،۵۱۹، ۵:۹۸]

آدم علیہ السلام و ابلیس کے قصے میں استکبار کی حقیقت۔[۳:۲۵۸]

آدم علیہ السلام اور ابلیس کے واقعہ میں نصاریٰ کا مغالطہ۔[۳:۲۳۷]

آدم علیہ السلام اور ابلیس کا ماجرا استکبار کا شجرۂ نسب بیان کرنے کے لیے ہے۔[۶:۵۴۹]

آدم علیہ السلام و شیطان کی یہ سرگزشت ہر ابنِ آدم کو یہ سبق دیتی ہے کہ شیطان ان کا ابدی دشمن ہے۔[۳:۲۵۱]

آدم علیہ السلام و ابلیس دو محارب فریق۔[۳:۲۳۷]

شیطان نے قریش کو ورغلا کر اسی طرح ان کے کپڑے اتروا لیے جس طرح ان کے ماں باپ، آدم علیہ السلام وحوا علیہا السلام کے اتروا لیے تھے۔[۳:۲۳۸]

آدم علیہ السلام و ابلیس کی رزمگاہ کھیل تماشا نہیں ہے۔[۵:۱۳۳]

اللہ تعالیٰ نے سب کو ایک ہی آدم علیہ السلام و حوا علیہا السلام سے پیدا کیا ہے اس لیے نسب اور خاندان کی کوئی اہمیت نہیں۔[۷:۴۸۱]

امن اور اخوت کی راہ یہ ہے کہ سب ایک اللہ کے بندے اور ایک آدم علیہ السلام کی اولاد کی حیثیت سے زندگی بسر کریں۔[۷:۴۱۹]

## آدم علیہ السلام کے دو بیٹوں کا قصہ

آدم علیہ السلام کے دو بیٹوں کا قصہ: دو مختلف رویے۔[۲:۴۴۵]

تورات اور قرآن دونوں میں حضرت آدم علیہ السلام کے بیٹے ہابیل کی قربانی کا ذکر موجود ہے۔[۵:۲۴۸]

آدم علیہ السلام کے دو بیٹوں کے قصے کا تورات و قرآن سے تقابل۔[۲:۴۹۶]

آدم علیہ السلام کے دونوں بیٹوں کا واقعہ امتِ محمدیہ کے لیے بطور مثال بیان ہوا ہے۔[۲:۴۹۵]

حق و عدل کی حفاظت میں پہلا شہید آدم علیہ السلام کا بیٹا ہابیل ہے۔[۲:۴۹۳]

دنیا میں ہر قتل ناحق کے وبال کا ایک حصہ آدم علیہ السلام کے بیٹے قابیل کے کھاتے میں جمع ہو رہا ہے۔[۳:۲۵۷]

آدم علیہ السلام کے بیٹے قابیل نے بوجہ حسد اپنے بھائی ہابیل کو قتل کیا۔ اور گناہ کا احساس بھی کیا۔[۹:۸۰]

## اولاد/ ذریت/نسل/ بنی آدم علیہ السلام

آدم علیہ السلام اور اولادِ آدم علیہ السلام پر اپنے جرّتر آزمانے کی مہلت شیطان کو دی گئی۔[۲۲۹:۳]

شیطان کی آدم علیہ السلام اور اُن کی ذرّیت سے دشمنی کی وجہ: حسد[۲۲۹:۳]

اولادِ آدم علیہ السلام اور شیطان کے درمیان فطری تعلق کی نوعیت۔[۱۶۸:۱]

بنی آدم علیہ السلام کی عدوئے مبین سے آگاہی۔[۴۱۰:۱]

مرد اور عورت ایک ہی آدم علیہ السلام و حوا علیہا السلام کی اولاد ہیں۔[۲۴۶،۲۳۸،۲۳۱:۲]

تمام نسل انسانی ایک ہی آدم علیہ السلام کا گھرانا ہے۔[۲۴۶:۲]

نسل آدم علیہ السلام ہونے کے اعتبار سے سب برابر ہیں۔[۲۴۶:۲]

اللہ تعالیٰ نے تمام نسلِ آدم علیہ السلام کو ایک مرتبہ نکال کر ان سے اپنے رب ہونے کا اقرار لیا۔[۱۶۱:۱]

بنی آدم علیہ السلام کو گمراہ کرنے کے لیے شیطان کا جوش و سرگرمی۔[۳۸۹:۲]

نسل آدم علیہ السلام کی ابتدائی تاریخ کا ایک قصہ۔[ ۴۹۲:۲]

شیطان نے بنی آدم علیہ السلام کی شریعت کی صراط مستقیم سے بہکانے کا عہد کر رکھا ہے۔[۵۹۰:۲]

توحید عہد فطرت ہے جو خدا نے اولادِ آدم علیہ السلام سے ان کو دنیا میں بھیجنے سے پہلے ہی لیا۔[۹۸:۳]

ذریت آدم علیہ السلام کی اکثریت کو شرک و بت پرستی میں مبتلا کرنے کی شیطان کی دھمکی۔[۱۴۶:۳]

اولادِ آدم علیہ السلام کی سادہ لوحی اور ذریت ِ ابلیس کی عیاری۔[۱۶۲:۳]

اولادِ آدم پر شیطان کے دو کارگر حربے۔[۱۸۷:۳]

عہدِ فطرت تمام ذریتِ آدم علیہ السلام سے لیا گیا۔[ ۲۱۶:۳]

آدم علیہ السلام کی اولاد ہو کر اس دشمنی کو یاد نہ رکھا جو اُس نے تمہارے باپ کے ساتھ کی۔[۲۱۶:۳]

ذریتِ آدم علیہ السلام کی ہدایت کے لیے انبیاء کا نزول۔[ ۲۱۷:۳]

اولادِ آدم علیہ السلام سے انتقام لینے کا شیطان کا عہد۔[۲۲۹:۳]

بنی آدم علیہ السلام کے تمدن کو برباد کرنے کے لیے شیطان کی ایک خاص چال۔[۲۴۶:۳]

آدم علیہ السلام کے بیٹے اور حوا علیہا السلام کی بیٹیاں کپڑے پہن کر بھی گویا ننگے ہی رہتے۔[۲۴۶:۳]

آدم علیہ السلام و حوا علیہا السلام کے کپڑے شیطان نے جنت میں اتروا لیے تھے۔ آدم علیہ السلام کے ان بیٹوں اور حوا علیہا السلام کی ان بیٹیوں کے کپڑے اس نے حرم الٰہی میں اتروا لیے ہیں۔[۲۴۸:۳]

آدم علیہ السلام اور ان کی ذریت کے لیے شیطان کے فتنوں سے امان رسول کی پیروی میں ہے۔[۲۵۵،۲۵۴:۳]

ولادِ آدم علیہ السلام میں سے وہی اپنے باپ کی جنت کی وارث ٹھہریں گے جو صراطِ مستقیم پر قائم رہیں گے۔[۲۶۰:۳]

خالق کائنات نے آدم علیہ السلام اور ان کی ذریت کو اِس دنیا میں بھیجنے سے پہلے ہی ان سے توحید کا اقرار لیا۔[۲۸۱:۳]

اولادِ آدم علیہ السلام نے دنیا میں جب جب فساد برپا کیا خدا نے اپنے رسولوں کے ذریعے ان کو انذار کیا ہے۔[۲۸۱:۳]

عہدِ فطرت کی یاد دہانی جو تمام بنی آدم علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ نے اپنی توحید و ربوبیت کا لیا۔[۳۹۲،۳۸۴:۳]

میثاقِ فطرت تمام اولاد آدم سے لیا گیا اور سب نے اس کا اقرار کیا۔[۲۸۵:۴]

آدم علیہ السلام کی اولاد کو خدا تک پہنچانے والی سیدھی راہ سے بھٹکا کر شرک میں پھنسانے کا شیطان کا عزم۔[۳۵۹:۴]

ابلیس نے ذریتِ آدم کے بارے میں اپنا جو گمان ظاہر کیا تھا ان کے اوپر اپنے اس گمان کو حرف حرف سچ کر دکھایا۔[۴:۵۱۷]

ابلیس نے اولادِ آدم علیہ السلام کو قیامت تک کے لیے دشمنی کا چیلنج دے رکھا ہے۔[۴:۵۹۲،۵۹۵]

قصہ آدم علیہ السلام و ابلیس سے واضح ہے کہ شیطان ذریتِ آدم علیہ السلام کو صراطِ مستقیم سے برگشتہ کرنا چاہتا ہے۔[ ۴:۶۵۹]

اولادِ آدم علیہ السلام کو گمراہ شیاطین جن و انس دونوں کرتے ہیں۔[۵:۲۰۹]

شیطان نے قیامت تک کے لیے بنی آدم علیہ السلام کو گمراہ کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ سے مہلت لی ہے۔[۵:۲۱۰]

اللہ تعالیٰ نے عہدِ اطاعت تمام ذریت آدم علیہ السلام سے لیا ہے۔[۶:۲۷۹]

ابلیس کا اولادِ آدم علیہ السلام کی اکثریت کو گمراہ کرنے کا حوالہ۔[۶:۳۱۱،۴۰۲]

آدم علیہ السلام کے بیٹو! کیا میں نے تم کو اس عہد کا پابند نہیں کیا تھا کہ شیطان کی بندگی نہ کرنا، وہ تمہارا کھلا ہوا دشمن ہے۔[۶:۴۳۴]

شیطان نے آدم علیہ السلام کو جنت سے نکلوایا اور اولادِ آدم علیہ السلام کے ساتھ اس کی دشمنی قیامت تک کے لیے ہے۔[۶:۴۳۴]

بنی آدم علیہ السلام کی ہدایت کے لیے اپنی کتاب اور اپنی ہدایت نازل کرنے کا اللہ کا وعدہ۔[۶:۴۴۱]

ایک شخص ایک نیکی کا تخم بوتا ہے جس کی برکتوں سے صدیوں اور قرنوں تک اولادِ آدم علیہ السلام مستفید ہوتی ہے۔[۷:۳۴۵]

بنی آدم علیہ السلام کو گمراہ کرنے کا شیطان کا سب سے بڑا فتنہ نسل و نسب کا امتیاز ہے۔[۷:۵۰۶،۵۱۲]

شیطان کا بنی آدم علیہ السلام کو گمراہ کرنے کا مشن اس کے مریدوں کے ذریعے قیامت تک قائم رہے گا۔[۹:۶۷۷]

بنی آدم علیہ السلام کا سب سے بڑا حاسد شیطان ہے اور اس کو خاص کد عقیدہ توحید سے ہے۔[۹:۶۶۴]

شیطان کے دل میں بنی آدم علیہ السلام کے خلاف جو حسد و غصہ ہے وہ اسی انتقام سے تسکین پاتا ہے۔[۹:۶۵۷]

طوفانِ نوح علیہ السلام کے بعد بنی آدم علیہ السلام کوہِ جودی سے اِدھر اُدھر متفرق ہوئے۔[۹:۴۳۶]

فرشتوں کی نسلِ آدم علیہ السلام کے رویہ سے متعلق لاعلمی۔[ ۱:۱۶۱]

انفاق سے بندے کا تعلق بنی نوعِ آدم علیہ السلام سے صحیح بنیاد پر استوار ہوتا ہے۔[۸:۵۷۳]

عیسائیوں کی توجیہ کہ انجیل بنی آدم علیہ السلام کے لیے نجات کی بشارت ہے، طفلانہ توجیہ ہے۔[۸:۳۵۹]

اولادِ آدم علیہ السلام کی اکثریت کو گمراہ کرنے کے شیطان کے چیلنج پر اللہ تعالیٰ کی وعید۔[۷:۵۵۴]

اپنے باپ آدم علیہ السلام کی کھوئی ہوئی جنت شیطان سے مقابلہ میں کامیابی پر ملے گی۔[۶:۷۱۵]

آدم علیہ السلام اور ان کی ذریت کی خلافت پر فرشتوں کو جو اعتراض تھا، ان کے اعتراض کے جواب میں آدم علیہ السلام نے اپنی ذریت میں پیدا ہونے والے انبیاء کے نام ہی گنا کر ان کو قائل کیا۔[۶:۲۴۳]

اللہ نے شیطان کے جواب میں اپنا فیصلہ سنا دیا تھا کہ بنی آدم علیہ السلام میں سے جن کو گمراہ کر سکتا ہے گمراہ کر لے۔[۶:۱۶۴]

آدم علیہ السلام اور اولادِ آدم کو شیطان کے مقابلہ کے لیے ہتھیار۔[۵:۱۰۲]

عیسائیوں کے آدم علیہ السلام اور ان کی ذرّیت کے ابدی گنہگار ہونے کی تردید۔[۵:۱۰۱]

آدم علیہ السلام کی ذریت، نوح علیہ السلام کی ذریت، ابراہیم علیہ السلام و اسرائیل کی ذریت کے گلِ سرسبد یہی انبیائے اولوالعزم ہیں۔[۴:۶۶۷]

آدم علیہ السلام اور ان کی ذریات کو اپنے فتنوں میں مبتلا کرنے کی شیطان کو مہلت دی گئی۔[۴:۵۹-۳]

ابلیس کی ذریتِ آدم علیہ السلام کو گمراہ کرنے کی دھمکی۔[۴:۱۷۸]

آدم علیہ السلام کو اس دنیا میں اتارتے وقت شیطان کے حملوں سے محفوظ رہنے کی واحد تدبیر ہدایتِ الٰہی کی اطاعت۔[۳:۲۴۷]

'یٰبَنِیْ اٰدَمَ' کے خطاب کی بلاغت۔[۳:۲۴۵]

آدمؑ اس رزم گاہِ امتحان میں اتارتے وقت ان کی ذرّیت میں انبیاء ورسل کا سلسلۂ رشد وہدایت جاری کرنے کا اللہ تعالیٰ کا وعدہ۔[۳:۲۳۸]

میدانِ مقابلہ جنت کے بجائے دنیا، کامیابی پر اولادِ آدم علیہ السلام کے لیے جنت کا انعام۔[۳:۲۳۷]

## ابراہیم علیہ السلام

### ذاتی کوائف

ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام اور پیشہ۔[۳:۸۸، ۸۹، ۴:۶۵۸]

آپؑ کی اپنے باپ کو دعوت۔[۳:۸۹]

آپؑ کی تقریر اپنے باپ کے سامنے۔[۴:۶۵۸]

آپ علیہ السلام کا اپنے باپ سے وعدہ۔[۳:۶۵۵]

آپؑ کا والد کے لیے استغفار اور اس کی نوعیت۔[۳:۶۵۵، ۴:۳۴۴]

آپؑ کے باپ کا انجام۔[۳:۳۰۹]

آپؑ کی باپ کے لیے دردمندی اور حق کے لیے حمیت۔[۴:۱۵۷، ۲۶۰]

آپؑ نے دین کی حفاظت کے لیے پدری محبت کی زنجیریں توڑ دیں۔[۶:۳۳]

آپؑ کے باپ اور لوط علیہ السلام کی بیوی کے حوالہ سے وصل وفصل کی بنیاد صرف اللہ کا دین ہے۔[۹:۶۳۴]

آپ علیہ السلام کا اصل وطن۔[۲:۱۴۵]

آپؑ نے والدہ اسحٰقؑ کو کنعان میں چھوڑا۔[۱:۳۳۰]

آپؑ نے اسمٰعیلؑ اور ان کی والدہ کے ساتھ بیر سبع میں قیام کیا۔[۱:۳۳۰]

آپؑ کا مسکن۔[۲:۱۴۰]

نمرود آپؑ کا ہم عصر بادشاہ جن کے ساتھ ان کا مناظرہ ہوا۔[۱:۵۹۹]

مکہ کا نام آپؑ نے رکھا۔[۲:۱۴۵]

آپؑ کا دین۔[۲:۱۱۴]

آپؑ کے بیٹے اسحٰق علیہ السلام کی ولادت کی خوشخبری۔[۶:۸۸، ۴، ۷:۶۰۹]

یعقوب علیہ السلام کے پیدا ہونے کی بشارت بھی اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کو سنا دی تھی۔[۱:۱۷۶]

آپ علیہ السلام کی سرگزشت۔[۱:۷۸، ۳۱۷]

آپ علیہ السلام کی اصل مراد۔[۳:۲۰۴]

فرزند کی خوشخبری پر سارہ علیہا السلام کے تاثرات۔[۷:۶۰۹]

لوط علیہ السلام آپ علیہ السلام کے بھتیجے تھے۔[۶:۳۴، ۳۵]

قومِ لوط علیہ السلام کے لیے آپ علیہ السلام کی سفارش۔[۴:۱۵۶]

آپ علیہ السلام کی سفارش کا جواب۔[۴:۱۵۷]

اول اول لوط علیہ السلام نے آپ علیہ السلام کا ساتھ دیا۔[۶:۳۴]

لوط علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کے باب میں آپ علیہ السلام کی تشویش کا ازالہ۔[۶:۳۷]

آپ علیہ السلام اور اسمٰعیل علیہ السلام کی عرب میں آمد، قربانی، دعوت، تعمیر بیت اللہ اور عرب کے حالات کی تبدیلی کا ذکر۔[۱:۳۳]

بیت المقدس کی تعمیر آپ علیہ السلام کے سینکڑوں سال بعد ہوئی۔[۱:۳۳۱]

قوم کی طرف سے ایک احمقانہ دلیل اور آپ علیہ السلام کا جواب۔[۵:۱۵۸، ۱۵۹]

اتمام حجت کے بعد آپ علیہ السلام کی قوم کو ملامت۔[۶:۴۸۲]

آپ علیہ السلام کا سوال اور اس کی نوعیت۔[۶۰۹:۷]
آپ علیہ السلام کا جواب۔[۱۶۲:۵]
آپ علیہ السلام کا اعلانِ براءت۔[۵۲۳:۵،۲۳۲:۷،۳۲۸:۸]
آپ علیہ السلام کے اعلانِ براءت کے وقت کی باتیں۔[۷۹:۸]
آپ علیہ السلام کا ایک اندیشہ۔[۶۰۸:۷]
آپ علیہ السلام کے اعلان کا اعادہ۔[۶۱۱:۹، ۶۱۲]
آپ علیہ السلام پر مقدمہ۔[۱۶۱:۵]
مذہبی عدالت سے آپ علیہ السلام کے لیے حکم سزا۔[۱۶۴:۵]
آپ علیہ السلام کی ہجرت۔[۳۳۳:۴،۳۴:۶، ۴۸۳]
پروہتوں کی سازش کی ناکامی اور آپ علیہ السلام کی ہجرت۔[۱۶۵:۵]
آپ علیہ السلام کی ہجرت اور اس کی برکات۔[۲۶۱:۴]
آپ علیہ السلام بیت اللہ کے تعمیر کنندہ تھے۔[۱۴۵:۲،۱۴۶]
آپ علیہ السلام کی حج کے لیے تیاری۔[۲۴۲:۵]
آپ علیہ السلام کی قربان گاہ اور مسکن۔[۳۶۱:۸]
آپ علیہ السلام کو بیت اللہ کے مقصدِ تعمیر کی یاددہانی۔[۵۷۴:۹]
آپ علیہ السلام کے مقصدِ تعمیر حرم کا احیا۔[۶۴۴:۹]
خانہ کعبہ کی تعمیر آپ علیہ السلام کا مقصد۔[۷۱:۳،۲:۴،۷۴]
بیت اللہ کی تعمیر ابراہیم علیہ السلام خلیل اللہ اور اسمٰعیل علیہ السلام ذبیح اللہ نے اپنے مقدس ہاتھوں سے کی۔[۷۰:۱،۳،۷۳]
آپ علیہ السلام اور بیت اللہ کی صحیح تاریخ۔[۲۴۱:۵]
تورات میں آپ علیہ السلام اور اسمٰعیل علیہ السلام کی تاریخ بھی بیان ہوئی ہے۔[۱۸:۸]
نوح علیہ السلام نے آپ علیہ السلام کی تربیت فرمائی بقول تالمود۔[۱۰۱:۳]
سفارش کے معاملہ میں ابراہیم علیہ السلام خلیل اللہ جیسے جلیل القدر پیغمبر کی بے اختیاری۔[۳۲۹:۸]
آپ علیہ السلام کی تقریر—مفسرین کی ایک غلط فہمی کا ازالہ۔[۴۸۰:۶]

### صفات

ابراہیم علیہ السلام اور اس سلسلہ کے دوسرے انبیاء یہودی یا نصرانی نہ تھے۔[۳۱۸:۱]
آپ علیہ السلام اور دیگر انبیاء نبوت سے پہلے بھی فطرتِ سلیم پر ہوتے ہیں۔[۹۸:۳]
آپ علیہ السلام، اسمٰعیل علیہ السلام، اسحٰق علیہ السلام اور یعقوب علیہ السلام اور ان کی اولاد کا مذہب اسلام تھا۔[۳۶۲:۱]
آپ علیہ السلام اور دیگر انبیاء کی بلند نگاہی۔[۹۱:۳]
آپ علیہ السلام کی میزبانی فرشتوں کے لیے۔[۱۵۴:۴، ۳۶۷، ۶۰۷:۷]
بت شکنی کی سکیم پر آپ علیہ السلام کا عمل۔[۱۶۰:۵]
آپ علیہ السلام کو کامل سپردگی اور کامل حوالگی یعنی اسلام کا حکم ہوا تھا نہ کہ یہودیت و نصرانیت کا۔[۳۴۳:۱]
آپ علیہ السلام موم کی طرح نرم، پتھر کی طرح سخت۔[۲۶۰:۴]
آپ علیہ السلام کو دین شرک سے دور کی نسبت بھی نہیں ہے۔[۸۴:۳]
آپ علیہ السلام بالکل یک سو تھے۔[۳۷۷:۱]
آپ علیہ السلام نہ ستارہ پرست تھے نہ ان کی کسی تاثیر کے قائل۔[۴۸۰:۶]
آپ علیہ السلام امتوں کے بانی اور نبوت کے دونوں سلسلوں کے امام۔[۱۵۳:۵]
آپ علیہ السلام بیت اللہ کے تعمیر کنندہ تھے۔[۱۴۵:۲،۱۴۶]
ابراہیم اور اسمٰعیل علیہما السلام بشر تھے۔[۴۵۷:۵]

آپ علیہ السلام پر خوف یا جھوٹ کی تہمت عربی سے بے خبری پر مبنی ہے۔[۱۶۲:۵]

آپ علیہ السلام کو یہودیت و نصرانیت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔[۱۱۶،۱۱۵:۲]

آپ علیہ السلام نے صفا و مروہ کے درمیان فرمانبردارانہ اور غلامانہ سرگرمی دکھائی۔[۳۸۵:۱]

آپ علیہ السلام کی کامل حقیت۔[۴۷۹:۶]

## ابراہیم علیہ السلام کے امتحانات/آزمائشیں/تربیت

ابراہیم علیہ السلام جیسے جلیل القدر پیغمبر کے لیے سخت امتحانات۔[۳۳:۶]

ابراہیم علیہ السلام کی عزیمت و استقامت کے لیے امتحانات کی تفصیل۔[۳۲۵:۱]

ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالنے کی سازش اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کی حفاظت۔[۱۶۴:۵، ۴۸۳:۶]

قوم کی طرف سے ڈراوے اور ابراہیم علیہ السلام کا جواب۔[۹۷،۹۶:۳]

پہرے داروں کا رویہ ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ۔[۴۸۲:۶]

رویا کے ذریعے ابراہیم علیہ السلام کو قربانی کا حکم ملا۔[۱۹۲:۷، ۱۹۳]

ابراہیم علیہ السلام اور اسمٰعیل علیہ السلام پر تطہیر بیت اللہ کی ذمہ داری۔[۳۳۲:۱]

ابراہیم علیہ السلام نے فرشتوں کو بشر سمجھا۔[۵۶۸:۲]

ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے کی قربانی تاریخ انسانی کا ایک بے نظیر واقعہ ہے۔[۳۸۴:۱]

ابراہیم علیہ السلام نے اپنے اکلوتے بیٹے کی قربانی مروہ کے پاس کی۔[۳۸۸،۳۸۶،۳۸۳:۱]

قربانی، ابراہیم علیہ السلام کی قربانی کی یادگار ہے۔[۲۴۷:۵]

ابراہیم علیہ السلام سے بیٹے کی قربانی کا امتحان۔[۳۲۶،۳۲۵:۱]

اسمٰعیل علیہ السلام کی قربانی کا واقعہ۔[۴۸۵،۴۸۴:۶]

اسمٰعیل علیہ السلام کی قربانی کی دائمی یادگار۔[۴۸۷:۶]

ابراہیم علیہ السلام اور ان کی ذریت کی شہادت۔[۳۷:۹]

## ابراہیم علیہ السلام کی دعوت

ابراہیم علیہ السلام کا مرکزِ دعوت۔[۱۴۷:۲]

ابراہیم علیہ السلام کا طریقِ بحث۔[۶۰۰:۱]

ابراہیم علیہ السلام کا خاص طرزِ استدلال۔[۱۵۹:۵]

حجتِ ابراہیمی علیہ السلام کی وضاحت۔[۹۶-۹۴:۳]

ابراہیم علیہ السلام کے طرزِ استدلال کی بعض خصوصیات۔[۹۴-۹۲:۳]

فلسطین اور کنعان کو ارضِ مقدس کہنے کی وجہ ابراہیم علیہ السلام کی دعوتِ دین کا آغاز۔[۴۸۷:۲]

ابراہیم علیہ السلام کی دعوتِ توحید۔[۸۴:۱]

ابراہیم علیہ السلام کی دعوت کی صحیح تصویر۔[۷۲:۱]

استدراج حجتِ ابراہیمی علیہ السلام کی ایک نہایت نمایاں خصوصیت ہے۔[۱۶۰:۵]

ابراہیم علیہ السلام کے استدراجی طریقۂ استدلال کی ایک خصوصیت۔[۹۹:۳]

ابراہیم علیہ السلام کی ابطال شرک کی ایک واضح دلیل۔[۱۶۳:۵]

ابراہیم علیہ السلام کی تقریر کے چند حقائق۔[۶۵۸:۴]

حالات کے تقاضے سے ابراہیم علیہ السلام کا ایک خاص اسلوب کلام۔[۸۲۵:۵]

چاند کے طلوع وغروب سے ابراہیم علیہ السلام کے توحید کے حق میں دلائل۔[۴۷۱:۱]

ابراہیم علیہ السلام کی دعوت اور ان کا امتحان۔[۲۹:۶]

ایک بادشاہ نے ابراہیم علیہ السلام سے حجت کی اور اس نے زندگی اور

موت دونوں پر اختیار کا دعویٰ کیا۔[۱:۵۶۸]

یہ حجت ابراہیم علیہ السلام نے نبی ہونے کے بعد پیش کی ہے۔[۳:۹۹]

ابراہیم علیہ السلام کا ارتقائے فکر نہیں بلکہ ارتقائے دعوت ہے۔[۳:۹۸]

ابراہیم علیہ السلام کا ایک لطیف و پاکیزہ توریہ۔[۵:۱۶۳، ۶:۴۸۱]

ابراہیم علیہ السلام کے توریہ سے معبد کے پہریداروں کو مغالطہ۔[۶:۴۸۱]

قوم کے سامنے ان کے معبودوں کی بے حقیقتی کی ابراہیم علیہ السلام کی طرف سے وضاحت۔[۶:۴۸۰]

ابراہیم علیہ السلام کا بھرپور وار۔[۵:۱۶۴]

ابراہیم علیہ السلام کا حسنِ طلب۔[۴:۳۶۶]

ابراہیم علیہ السلام کا سوال بطور استخفاف۔[۵:۵۲۲]

قرآن اسی ہدایت الٰہی کی یاددہانی کر رہا ہے جس کو نوح علیہ السلام، ابراہیم علیہ السلام اور تمام انبیاء لے کر آئے۔[۳:۱۰۴]

ابراہیم علیہ السلام اور ان کی دعوت۔[۶:۴۷۸]

### ابراہیم علیہ السلام کی تعلیمات

ملتِ ابراہیم علیہ السلام کی بنیادی تعلیمات۔[۳:۱۷۴]

صحفِ ابراہیم علیہ السلام و موسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات۔[۸:۷۶]

ابراہیم علیہ السلام و موسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات میں سب سے زیادہ نمایاں تعلیم۔[۸:۶۸]

ابراہیم علیہ السلام کی ذریت نے ان کی تعلیم و تلقین کو اپنے صحیفوں میں بشکلِ تحریر محفوظ کیا۔[۹:۳۲۱]

ابراہیم علیہ السلام و اسمٰعیل علیہ السلام کی تعلیمات زبانی روایات کی شکل میں تھیں۔[۹:۴۵۵]

موسیٰ علیہ السلام اور ابراہیم علیہ السلام کے صحیفوں کے دلائل کا ذکر۔[۸:۸۲]

کیا ابراہیم علیہ السلام کا بھی کوئی صحیفہ تھا؟[۸:۷۶]

ابراہیم علیہ السلام نے اپنے قول و عمل اور اپنی تعلیم و تذکیر سے اپنے اس اعلان براءت و ہجرت کو اپنی ذریت میں ایک مستحکم روایت کی حیثیت دے دی۔[۷:۲۲۳]

ابراہیم علیہ السلام، اسحٰق علیہ السلام اور یعقوب علیہ السلام کا خاص مشن۔[۶:۵۴۲]

اسوۂ ابراہیمی کی پیروی کرنا ہر بوالہوس کا کام نہیں۔[۸:۳۳۱]

نوح علیہ السلام اور ابراہیم علیہ السلام کی ذریت کے سارے انبیاء مقصدِ حق اور قیامِ عدل کے لیے آئے۔[۸:۱۳۲، ۲۳۱، ۲۲۹، ۲۲۶]

اپنے جدِ اعلیٰ ابراہیم علیہ السلام کے ذریعے یاددہانی۔[۷:۲۹۴]

اسی ملتِ اسلام کی وصیت ابراہیم علیہ السلام اور یعقوب علیہ السلام نے کی۔[۱:۳۱۸]

ابراہیم علیہ السلام کی وصیت۔[۱:۳۴۴]

ابراہیم علیہ السلام کی سرگزشت میں سبق۔[۶:۳۳]

### ابراہیم علیہ السلام کا انعام و اکرام

ابراہیم علیہ السلام کو امامت و پیشوائی کا منصب وراثت کے طور پر نہیں ملا بلکہ یہ عطیہ الٰہی تھا۔[۱:۳۱۸]

ابراہیم علیہ السلام کے منصبِ امامت کی ذریت میں منتقلی مشروط۔[۱:۹۷]

ابراہیم علیہ السلام بنی اسرائیل اور بنی اسمٰعیل دونوں ہی کے مورثِ اعلیٰ اور پیشوائے روحانی تھے۔[۱:۳۱۷]

ابراہیم علیہ السلام کے لیے حنیف کی صفت قرآن مجید نے بار بار استعمال کی ہے۔[۱:۳۴۸]

ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے دنیا اور آخرت دونوں میں برگزیدگی بخشی۔[۱:۳۴۳]

ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے سب کا امام بنایا تھا۔[۱:۳۲۹]

پرندوں کا واقعہ ابراہیم علیہ السلام کا مشاہدہ خاص تھا۔[۱:۶۰۷]

ابراہیم علیہ السلام کی درخواست شرح صدر کے لیے تھی۔[۱:۶۰۶]

آخری شریعت کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ابراہیم علیہ السلام سے وعدہ۔[۱:۳۰۸]

ذریت ابراہیم علیہ السلام (بنی اسحٰق و بنی اسمٰعیل) کی امامت و پیشوائی ابراہیم علیہ السلام کو حاصل ہوئی۔[۱:۳۲۷]

ابراہیم علیہ السلام کا عظیم انعام: نسل سے عظیم قومیں پیدا ہوں گی اور ان سب کے پیشوا آپ ہوں گے۔[۱:۳۲۶]

ابراہیم علیہ السلام کے عظیم امتحان کی کامیابی پر اللہ تعالیٰ کا وعدہ۔[۱:۳۲۵]

ابراہیم علیہ السلام کے لیے بشارت۔[۵:۲۴۲]

ابراہیم علیہ السلام کی توحید ہی کی وجہ سے خدا نے ان کو دوست بنایا تھا۔[۲:۳۸۴]

ابراہیم علیہ السلام کو خدا کے ساتھ وفاداری کا اعلیٰ مقام ملنے کی وجہ۔[۲:۱۴۳]

قرآن کی بشارت ابراہیم علیہ السلام کو دی گئی۔[۳:۱۰۹]

آگ ابراہیم علیہ السلام کے لیے ٹھنڈک اور سلامتی بن گئی۔[۵:۱۶۵]

ابراہیم علیہ السلام پر اللہ کا انعام۔[۵:۱۶۵، ۶:۳۵]

آلِ ابراہیم علیہ السلام کو کتاب و حکمت اور عظیم بادشاہی کا انعام۔[۲:۳۱۵]

ذریت ابراہیم علیہ السلام کی فضیلت: این خانہ تمام آفتاب است۔[۳:۱۰۱]

رشد و ہدایت میں ابراہیم علیہ السلام کا مرتبہ خاص۔[۵:۱۵۸]

ابراہیم علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا تھا کہ اسمٰعیل علیہ السلام کی نسل سے ایک رسول اٹھائے گا۔[۳:۱۱۰]

امتحان میں ابراہیم علیہ السلام کی فیروزمندی۔[۶:۴۸۶]

اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام سے اپنا آخری رسول بھیجنے کا وعدہ فرمایا۔[۶:۳۸۳]

ابراہیم علیہ السلام کی کامیابی پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے تحسین۔[۶:۴۸۷]

ابراہیم علیہ السلام کو بیٹے کی قربانی کے امتحان میں کامیابی پر اللہ تعالیٰ کا وعدۂ برکت۔[۲:۳۱۶]

ابراہیم علیہ السلام کی تعریف۔[۳:۶۵۵]

ابراہیم علیہ السلام کے خلیل اللہ ہونے کی وجہ۔[۲:۳۹۳]

ابراہیم علیہ السلام ہر امتحان میں صادق اور کامل العیار ثابت ہوا۔[۸:۷۶]

ابراہیم علیہ السلام کا ذکر، الّذی وفّٰی کی صفت کے ساتھ۔[۸:۷۶]

موسیٰ اور ابراہیم علیہما السلام جیسے جلیل القدر انبیاء کو مرتبے نسبت و خاندان کی بنا پر نہیں ملے۔[۸:۴۷]

ابراہیم علیہ السلام کی صدیقیت کے ذکر کا ایک خاص پہلو۔[۴:۶۵۷]

اتمام نعمت کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام سے اسمٰعیل علیہ السلام کی قربانی کے امتحان میں کامیاب ہونے پر فرمایا۔[۱:۳۷۷]

حنیفا کا لفظ قرآن میں خاص طور پر سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے لیے استعمال ہوا ہے۔[۶:۹۳، ۹۴]

ہجرت کے بعد ابراہیم علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ کے انعامات۔[۶:۳۵]

اس دنیا میں ابراہیم علیہ السلام کے لیے رفع ذکر کی سرفرازی۔[۳:۱۰۰]

ابراہیم علیہ السلام کی تعریف۔[۴:۴۶۱]

اللہ تعالیٰ کا ابراہیم علیہ السلام سے امامت و سیادت کا وعدہ مشروط تھا۔[۹:۴۴۳، ۲۷۳ح]

ابراہیم علیہ السلام کے ذکر کی تقدیم کی وجہ۔[۴:۶۵۷]

اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام اور اسحٰق علیہ السلام کو دین و شریعت کی نعمت سے نوازا۔[۴:۱۹۲]

ابراہیم علیہ السلام کا اصل مقام۔[۴:۴٦١]

اس عظیم احسان کا بیان جو ابراہیم علیہ السلام کی دعا کے مطابق اللہ تعالیٰ نے امیوں پر کیا۔[٦:۴٠١]

ابراہیم علیہ السلام کے باپ کے درگزر کے حوالے سے نبی ﷺ کو ہدایت۔[۷:۲۵۹]

ابراہیم علیہ السلام کی ذات تو وہ ہے جن کو خدا نے اپنا دوست بنایا۔[۲:۳۹۲]

## ملت ابراہیمی

ملت ابراہیمی کی وضاحت۔[۴:۳۳٠، ۲:۳۹۲]

مسلمانوں پر ملت ابراہیم علیہ السلام کی مخالفت کا الزام۔[۲:۱۴٠]

حضور ﷺ کی بعثت یہودیت یا نصرانیت پر نہیں بلکہ ملت ابراہیم علیہ السلام پر ہوئی۔[۱:۳۷٦]

ملت ابراہیم علیہ السلام میں اشیاء کی حلت وحرمت کی بنیاد۔[۳:۱۹٠]

خانہ کعبہ ابراہیم علیہ السلام کی ساری ذریت کا مرکز اور قبلہ تھا۔[۱:۳۱۸، ۳٦۲، ۳٦۴، ۳۷٠، ۳٦۹، ۳۷۳]

اسلام اصل ملت ابراہیم علیہ السلام ہے۔[۱:۳۴۷]

مسلمانوں کا قبلہ ابراہیمی قبلہ ہے۔[۱:۳۵۵]

یہود ونصاریٰ سے ابراہیم علیہ السلام اور ان کی ذریت کے باب میں اتمام حجت۔[۱:۳۵٠]

ابراہیم علیہ السلام اور ان کی ذریت کا دین اسلام تھا نہ کہ یہودیت و نصرانیت۔[۱:۷۹]

مرکز ملت ابراہیمی، خانہ کعبہ کو کفار سے آزاد کرانے کے لیے جہاد کی ترغیب۔[۱:۷۹]

امت وسط کا قبلہ دعائے ابراہیمی کے بموجب مسجد حرام ہے۔[۱:۷۹]

اصل دین ابراہیمی بدعتوں اور خرابیوں سے پاک کر کے پیش کیا گیا۔[۱:۷٦]

بیت اللہ تمام اولادِ ابراہیم علیہ السلام کا قبلہ رہا ہے۔[۱:۳۳٠، ۳۷٠، ۳۷۳]

ابتدا ہی سے ابراہیم علیہ السلام کی تمام ذریت کی عبادت وقربانی کا قبلہ خانہ کعبہ ہی تھا۔[۱:۳۲۸]

ملت ابراہیم علیہ السلام کی برکتوں کا مظہر بیت اللہ نہ کہ بیت المقدس۔[۲:۱۴٦]

ملتِ ابراہیم علیہ السلام سے بڑھ کر کوئی ملت توحید کی حامل نہیں۔[۲:۳۸۴]

ملت ابراہیم علیہ السلام وملت اسلام کی اصل روح۔[۳:۲۱۱]

بیت اللہ کی تعمیر ملت ابراہیم علیہ السلام کے مرکز اور قبلہ کی حیثیت سے۔[۳:۴۷۵، ۴۷٦]

مرکز ابراہیم علیہ السلام کی شرک و کفر کی آلائش سے پاکی کا اعلان۔[۳:۵۵٦]

قرآن میں دیناً قیماً کا لفظ ملت ابراہیم علیہ السلام اور ملت اسلام کے لیے استعمال ہوا ہے۔[۳:۲۱٠]

ملت ابراہیم علیہ السلام و ملت اسلام میں امرونہی کی اساسات۔[۳:۲٠۴]

اصل ملت ابراہیم علیہ السلام کی تفصیل۔[۳:۱۹۸]

ذریت ابراہیم علیہ السلام کی قیادت وامامت کے اصل وارث صالحین ہوں گے۔[۳:۴۷٠]

یہی دین تمام نبیوں کا دین ہے یعنی نوح علیہ السلام، ابراہیم علیہ السلام، موسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کا۔[۷:۱۵۲]

ملت ابراہیم علیہ السلام میں چوپایوں میں سے کیا چیزیں حرام تھیں۔[۳:۱۸۹]

آپ ﷺ اصل ملتِ ابراہیمی کے داعی بن کر آئے۔[۱:۳٦١]

ملتِ ابراہیمی کا کلمہ جامعہ۔[۳:۹٦]

حضرت محمد ﷺ کی بعثت ابراہیم علیہ السلام کی نام لیوا قوم میں ہوئی۔[۳:۸۵]

ملت ابراہیم علیہ السلام کی پیروی۔[۲:۳۹۲]

قدرت نے اجتماعی ترقی کیلئے جو زینے ٹھہرا دیے ہیں ان کو طے کیے بغیر کوئی قوم بام ترقی پر نہیں پہنچ سکتی اگرچہ وہ ابراہیم علیہ السلام جیسے جلیل القدر پیغمبر کی نسل ہی سے کیوں نہ ہو۔[۲:۴۹۲]

ذریتِ ابراہیم علیہ السلام کی تمام دینی، سیاسی اور معاشی شیرازہ بندی بیت اللہ کی بدولت تھی۔[۲:۵۹۸]

سید ابراہیم علیہ السلام کے زمانے سے آنحضرت ﷺ کی پیشین گوئی۔[۸:۳۵۸]

ابراہیم علیہ السلام کی ذریت کے لیے امامت مشروط ہے۔[۸:۵۲۷]

توحید ملت ابراہیم علیہ السلام کی وراثت کی حیثیت سے امت مسلمہ کو منتقل ہوئی۔[۱:۳۹۴]

سعی وطواف کی سنت ابراہیم علیہ السلام کی سعی وطواف کی یادگار ہے۔[۱:۳۸۶]

خانہ کعبہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام سے لے کر حضور نبی کریم ﷺ تک عظیم روایات کا امین ہے۔[۱:۳۷۴]

آپ ﷺ ملّت ابراہیم علیہ السلام پر مبعوث ہوئے اور آپ ﷺ دعائے ابراہیم علیہ السلام کے مظہر ہیں۔[۱:۳۶۹، ۳۷۷]

ملت ابراہیم علیہ السلام کی طرف رہنمائی کرنے والا مینارہ قبلہ ہی ہے۔[۱:۳۷۷]

ملت ابراہیم علیہ السلام۔[۲:۳۹۲]

ابراہیم علیہ السلام کا تعمیر کردہ مینارۂ توحید کفر کے نرغہ سے نکل کر اصل ابراہیمی جمال وشان میں نمایاں ہوا۔[۷:۴۴۰]

صفا اور مروہ ابراہیم علیہ السلام کے وقت سے شعائر اللہ میں سے ہیں۔[۱:۳۸۶]

حجر اسود ابراہیم علیہ السلام کے عہد سے ایک شعیرہ ہے۔[۱:۳۸۴]

اشہر حرم ابراہیم علیہ السلام کے وقت سے محترم چلے آ رہے تھے۔[۱:۴۷۲]

ملت ابراہیم علیہ السلام کے اصل وارث ہونے کی حیثیت سے مسلمانوں کا حج حق بھی اور فرض بھی۔[۱:۴۷۴]

ملت ابراہیم علیہ السلام میں حرام وحلال۔[۱:۴۱۴، ۲:۱۴۴]

ملت ابراہیم علیہ السلام کے اصلی وارث اور خانہ کعبہ کے جائز متولی مسلمان ہیں۔[۱:۳۷۸، ۳۷۹]

بیت اللہ، ملت ابراہیم علیہ السلام —— اسلام کا مرکز اور تمام اہل ایمان کا قبلہ۔[۱:۴۷۶]

پیغمبر ﷺ اسی دعائے ابراہیمی علیہ السلام کے مظہر اور اسی ملت ابراہیمی کے داعی ہیں۔[۱:۳۱۸]

بیت اللہ تمام ذریت ابراہیم علیہ السلام کا مرکز وقبلہ ہوگا۔[۱:۳۲۷]

تمام حرمات الٰہی کے احترام کی روایت ابراہیم علیہ السلام کے زمانے سے ہے۔[۵:۲۴۵]

خانہ کعبہ مرکز توحید و اسلام اور سرچشمہ ملت ابراہیم علیہ السلام۔[۹:۶۲۷]

آنحضرت ﷺ کی بعثت ملت ابراہیم علیہ السلام پر ہوئی۔[۹:۶۱۶]

ابراہیم علیہ السلام نے نماز کا ذکر خانہ کعبہ کے مقصدِ تعمیر کی حیثیت سے کیا ہے۔[۴:۳۳۳]

نماز کا حکم بیت اللہ کی تعمیر کے ساتھ ہی دیا گیا تھا۔[۹:۵۸۶]

مقامِ ابراہیم علیہ السلام سے مراد۔[۲:۱۴۶، ۱:۳۲۹]

مشرکینِ عرب کے جدِ اعلیٰ ابراہیم علیہ السلام کی دعوتِ توحید۔[۷:۱۵۳، ۱۵۴]

ابراہیم علیہ السلام کی وراثت میں بنی اسرائیل اور بنی اسمٰعیل کا کوئی حصہ نہیں ہے۔[۱:۳۲۷]

ابراہیم علیہ السلام کی حج کے لیے منادیِ عام۔[۲۴۲:۵]

ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسی گھر کے لیے ہدایت۔[۱۴۷:۲]

ابراہیم علیہ السلام سے نسبت کے اصل حقدار کون ہیں۔[۱۱۵:۲]

ملتِ موسوی اور ملت ابراہیمی میں اشتراک۔[۲۰۵:۳]

آل ابراہیم علیہ السلام سے مراد بنی اسمٰعیل ہیں۔[۳۱۵:۲]

یہودیت و نصرانیت کو ملتِ ابراہیم علیہ السلام سے کوئی تعلق نہیں ہے۔[۸۴:۳]

قوموں کے لیے آخرت کی فوز وفلاح ایمان وعمل صالح سے مشروط ہے، ابراہیم علیہ السلام کا حوالہ۔[۵۲۷:۸]

ابراہیم علیہ السلام اور ان کی ذریت کی شہادت۔[۳۷۰:۹]

بیت اللہ کو 'مصلی' کے لفظ سے تعبیر کرنے کا مقصد۔[۳۳۱:۱]

خانہ کعبہ کی تولیت کی وجہ سے ابراہیم علیہ السلام کی اولاد کی تمام عرب پر سیاسی اور مذہبی دھاک۔[۳۳۵:۱]

ابراہیم علیہ السلام کا تعمیر کردہ خدا کا اصل اور قدیم گھر بیت اللہ ہے۔[۲۴۵:۵]

مشرکین سے موالات میں اسوۂ ابراہیمی۔[۳۲۸:۸]

عربوں کی ملت کی اصل تاریخ ابراہیم علیہ السلام و اسمٰعیل علیہ السلام سے شروع ہوتی ہے۔[۵۱۴:۶]


## ابراہیم علیہ السلام کی دعائیں


ابراہیم علیہ السلام کی دعا۔[۳۳۲:۴]

دعائے ابراہیمی کے اجزا۔[۳۳۳:۴]

ابراہیم علیہ السلام کی دعا سے سرزمین مکّہ کو امن اور رزق کی فراوانی ہوئی۔[۳۶۵:۱، ۳۶۶، ۳۷۰، ۳۷۲، ۴۴۳، ۵۵۵، ۵۶۹، ۵۷۳:۹]

ابراہیم علیہ السلام نے اپنی اولاد کے لیے مخصوص طور پر پھلوں کے رزق کی دعا کیوں کی ہے۔[۳۳۵:۱]

ابراہیم علیہ السلام کی سرزمین حرم کے لیے امن اور غذا کی دعا۔[۳۳۳:۱، ۳۳۶:۴]

ابراہیم علیہ السلام کی دعا کی قبولیت۔[۳۳۳:۱]

ابراہیم علیہ السلام کی دعا کن شکلوں میں پوری ہوئی۔[۳۳۴:۱]

ابراہیم علیہ السلام کی سرزمین مکہ کے لیے امن کی دعا۔[۱۴۶:۲]

ابراہیم علیہ السلام کی رزق کی دعا کے ساتھ شرط۔[۳۳۷:۱]

ابراہیم علیہ السلام کی دعا بدویانہ زندگی کے بجائے حضری زندگی کے لیے تھی۔[۳۳۶:۱]

ابراہیم علیہ السلام و اسمٰعیل علیہ السلام نے تعمیر بیت اللہ کے وقت ایک رسول کے مبعوث کرنے کی دعا کی تھی۔[۳۱۸:۱]

تعمیر کعبہ کے وقت ابراہیم علیہ السلام کی دعا۔[۳۳۷:۱]

ابراہیم علیہ السلام کی دعا کی وضاحت۔[۳۳۸:۱، ۳۳۹]

ابراہیم علیہ السلام کی دعا کا تعلق ذریت اسمٰعیل سے ہے۔[۳۳۹:۱، ۳۴۰]

ابراہیم علیہ السلام کی رسول کی بعثت کی دعا کے مقاصد۔[۳۴۰:۱]

ابراہیم علیہ السلام کی پرسکون زندگی کی دعا کا مقصد۔[۳۷۷:۱]

ابراہیم علیہ السلام نے جس پیغمبر اور جس امت کے لیے دعا کی تھی وہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں۔[۷۹:۱]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دعائے ابراہیمی کے مظہر ہیں۔[۳۷۸:۸]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امیوں کے اندر وہ کام کیے جن کے لیے ابراہیم علیہ السلام نے دعا فرمائی تھی۔[۳۵۲:۱]

محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت نے طواف کا اصل ابراہیمی طریقہ واضح فرما دیا۔[۳۳۲:۱]

ابراہیم علیہ السلام کی دعا کی طرف اشارہ۔[۲۸۹:۵]

ابراہیم علیہ السلام کی دعا کی برکت سے بیت اللہ کی برکات۔[۶۹۲:۵]

دعوت کے فروغ کے لیے ابراہیم علیہ السلام کی دعا۔[۵:۵۲۶]

ہجرت کے وقت ابراہیم علیہ السلام کی دعا۔[۵:۵۲۶،۸:۳۲۹]

ذریت ابراہیم علیہ السلام کے لیے رزق کی بشارت سب کے لیے۔[۲:۱۰۶]

ابراہیم علیہ السلام کی سرزمین مکہ اور اس کے گھر کے لیے مرجعیت کی دعا۔[۲:۱۴۷]

ابراہیم علیہ السلام کی دعا اچھے ساتھیوں کے لیے۔[۶:۴۸۳]

ابراہیم علیہ السلام کے وعدۂ امامت سے مشرکین مستثنیٰ۔[۱:۳۲۶]

ابراہیم علیہ السلام کی دعا کی قبولیت اور اسمٰعیل علیہ السلام کی ولادت کی بشارت۔[۶:۴۸۴]

سرزمین حرم میں اسلام کے سوا کسی اور دین کے لیے گنجائش نہیں، یہ کام ابراہیم علیہ السلام کی دعا اور اللہ کے وعدے کے مطابق ہونا ہے۔[۱:۴۷۸]

ابراہیم علیہ السلام خلیل اللہ کی دعا اپنے باپ کے لیے قبول نہیں ہوئی۔[۸:۷۷]

## قریش اور یہود کا ابراہیم علیہ السلام سے تعلق

یہود کے لیے قبول اسلام کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ان کا یہ پندار تھا کہ وہ ابراہیم علیہ السلام کی اولاد ہیں۔[۱:۳۱۷]

ابراہیم علیہ السلام و اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد ہونے کا قومی تفاخر۔[۳:۴۷۱]

ابراہیم علیہ السلام اور یعقوب علیہ السلام کی اولاد ہونے کا غرہ۔[۱:۷۸،۳۱۷]

ایمان و عمل کے بغیر اولادِ ابراہیم علیہ السلام و اسمٰعیل علیہ السلام کا ناز بے جا ہے[۸:۷۲،۷۶]

مجرد اس بنیاد پر ان کی برگزیدگی قائم نہ رہتی کہ یہ نوح علیہ السلام یا ابراہیم علیہ السلام کی اولاد ہیں[۳:۱۰۲]

ذریت ابراہیم علیہ السلام کی دونوں شاخوں نے اپنے قبلہ کے بنیادی مقصد کو ضائع کر دیا۔[۱:۳۳۱]

ملتِ ابراہیمی کی پیروی کے مدعیوں کے لیے پیروی کی چیز اسلام ہے نہ کہ یہودیت و نصرانیت۔[۱:۳۴۴]

ملتِ ابراہیم علیہ السلام، بیت اللہ اور آخری رسول سے متعلق اہل کتاب کو ملامت۔[۲:۱۴۸]

یہود نے بیت اللہ سے ابراہیم علیہ السلام کا تعلق کاٹ دینے کے لیے لفظ کی تحریف کی۔[۱:۳۸۳، ۳۸۴، ۳۳۰، ۲:۱۱۷، ۱۲۸]

سبت کا حکم ملت ابراہیم علیہ السلام کا جز نہیں تھا۔[۴:۴۶۲]

قریش نے ابراہیم علیہ السلام کے تعمیر کردہ بیت اللہ کو دیوی دیوتاؤں سے بھر دیا۔[۹:۵۶۹]

مشرکین عرب دین ابراہیمی علیہ السلام کے مدعی لیکن بدعات کے پیرو۔[۷:۳۱۷]

قریش نے بیت اللہ مرکزِ توحید کو بت خانہ بنایا۔[۱:۳۴]

ابراہیم علیہ السلام کے مقصدِ تعمیر بیت اللہ کے بجائے حج و عمرہ عبادت کے بجائے تجارتی میلے بن گئے۔[۱:۴۸۲]

یہود کی ابراہیم علیہ السلام کے حوالے سے تحریفات۔[۱:۳۳۰]

ابراہیم علیہ السلام کا تعلق بیت اللہ سے کاٹنے کا یہودی جرم۔[۱:۳۱۳،۳۵۶]

قریش نے ابراہیم علیہ السلام و اسمٰعیل علیہ السلام سے متعلق کئی باتیں بدل ڈالیں۔[۱:۳۴]

## ادریس علیہ السلام

آپ علیہ السلام کے متعلق اسفارِ یہود اور بائیبل ہسٹری خاموش ہیں۔ قرآن نے آپ علیہ السلام کو از سر نو تاریخ میں زندہ کر دیا۔[۴:۶۶۶]

آپ علیہ السلام کا کردار بھی دوسرے انبیاء کی طرح پوری انسانیت کے لیے اسوہ اور نمونہ تھا۔[۴:۶۶۶]

آپ علیہ السلام اور اسمٰعیل علیہ السلام میں وصفی اشتراک۔[۶۶۶:۴]

اسمٰعیل علیہ السلام، ادریس علیہ السلام اور ذوالکفل علیہ السلام صبر ان کی نمایاں خصوصیت۔[۱۶۹:۵]

ایوب علیہ السلام، اسمٰعیل علیہ السلام، ادریس علیہ السلام اور ذوالکفل علیہ السلام، صبر کے اعتبار سے تمام انسانیت کے گل سرسبد۔[۱۶۹:۵]

صفاتی ترتیب کے ساتھ ان انبیاء کا ذکر جو شکر اور صبر کے نہایت کڑے امتحانوں میں ڈالے گئے: ایوب علیہ السلام، اسمٰعیل علیہ السلام، ادریس علیہ السلام اور ذوالکفل علیہ السلام۔[۱۱۷:۵]

'جاهِلِيَّةِ الاولیٰ' سے مراد نوح علیہ السلام یا ادریس علیہ السلام کے زمانے کی جاہلیت نہیں ہے۔[۲۲۲:۶]

آپ علیہ السلام کا ذکر سورہ مریم میں۔[۶۶۶:۴]

## اسحٰق علیہ السلام

آپ علیہ السلام کی والدہ کو ابراہیم علیہ السلام نے کنعان میں چھوڑا۔[۳۳۰:۱]

آپ علیہ السلام کی ولادت کی خوشخبری۔[۴۸۸:۶]

آپ علیہ السلام ابراہیم علیہ السلام کو اسمٰعیل علیہ السلام کی قربانی کے صلہ میں ملے۔[۱۶۶:۵]

ہجرت کے بعد ابراہیم علیہ السلام کو اسحٰق علیہ السلام اور یعقوب علیہ السلام عطا ہوئے۔[۶۶۱:۴، ۳۵:۶]

اسحٰق علیہ السلام اور یعقوب علیہ السلام، ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے اور پوتے ہیں۔[۱۵۴:۴]

ان میں سے ہر ایک کا ایک ہی دین توحید تھا۔[۱۰۱:۳]

آپ علیہ السلام کے ساتھ اسمٰعیل علیہ السلام کا ذکر کیوں نہیں ہوا؟۔[۶۶۱:۴]

اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کو نبوت کی نعمت سے نوازا۔[۱۹۲:۴]

ملتِ توحید وہی ملت ہے جس کو ابراہیم علیہ اسلام اسحٰق علیہ السلام اور یعقوب علیہ السلام جیسے اکابر مشاہیر نے اختیار فرمایا۔[۲۱۸:۴]

ابراہیم علیہ السلام، اسحٰق علیہ السلام اور یعقوب علیہ السلام جیسے نبیوں کی اولاد ہونا برگزیدگی کی کوئی دلیل نہیں۔[۳۸۲:۳]

کنعان اور فلسطین کے مقدس ہونے کی وجہ ابراہیم علیہ السلام، اسحٰق علیہ السلام اور یعقوب علیہ السلام کا مرکزِ دعوتِ دین ہونا۔[۴۸۷:۲]

دعائے ابراہیمی کا تعلق حضرت اسحٰق علیہ السلام کی ذریت سے نہیں ہو سکتا۔[۳۴۰:۱]

یہود کی ابراہیم علیہ السلام کے بجائے اسحٰق علیہ السلام سے نسبت۔[۳۱۵:۲]

آلِ ابراہیم علیہ السلام میں اسحٰق علیہ السلام اور اسمٰعیل علیہ السلام دونوں شامل ہیں۔[۷۵:۲]

ایمان وعمل کے بغیر ابراہیم علیہ السلام واسحٰق علیہ السلام کی اولاد ہونا نافع نہیں۔[۷۲:۸]

ابراہیم علیہ السلام واسحٰق علیہ السلام کی اولاد ہونے کے باوجود اہل کتاب کو سزائیں کیوں؟۔[۴۸۳:۲]

ابراہیم علیہ السلام اسحٰق علیہ السلام اور یعقوب علیہ السلام کا خاص مشن۔[۵۴۲:۶]

ابراہیم علیہ السلام، اسمٰعیل علیہ السلام، اسحٰق علیہ السلام، یعقوب علیہ السلام اور اُن کی اولاد کا مذہب اسلام تھا۔[۳۶۲:۱]

بنی اسرائیل کا ابراہیم علیہ السلام، اسحٰق علیہ السلام اور یعقوب علیہ السلام کی اولاد ہونے کا گھمنڈ۔[۲۱۰:۱]

یہود نے اسمٰعیل علیہ السلام کی نسل کی جگہ اسحٰق علیہ السلام کی نسل سے متعلق پیشین گوئیوں میں تحریف کی۔[۳۸۶:۱]

توحید واخلاص سے عاری اور تقویٰ وخشیت سے خالی لوگ ظالم ہیں، خواہ ان کا تعلق اسمٰعیل علیہ السلام کی نسل سے ہو یا اسحٰق علیہ السلام کی نسل سے۔[۹۷:۱]

ابراہیم علیہ السلام، اسمٰعیل علیہ السلام، اسحٰق علیہ السلام اور یعقوب علیہ

السلام کے یہودی یا نصرانی ہونے کا بے بنیاد دعوٰی۔[۳۱۸:۱]

امتِ مسلمہ کا موقف: ابراہیم علیہ السلام، اسمٰعیل علیہ السلام، اسحٰق علیہ السلام، یعقوب علیہ السلام اور اولادِ یعقوب علیہ السلام کی مختلف شاخوں کے انبیاء اور موسیٰ علیہ السلام وعیسیٰ علیہ السلام میں کوئی تفریق نہیں اور اُن سب کی تعلیمات پر ایمان۔[۳۴۸:۱]

یہود سے سوال: کیا ابراہیم علیہ السلام، اسمٰعیل علیہ السلام، اسحٰق علیہ السلام، یعقوب علیہ السلام اور ان کے اخلاف یہودی یا نصرانی تھے؟۔[۳۵۰:۱]

اسمٰعیل علیہ السلام اور اسحٰق علیہ السلام کے اخلاف کو ایک یاد دہانی۔[۴۸۸:۶]

اسحٰق علیہ السلام کی وصیت۔[۳۴۵:۱ح]

## اسمٰعیل علیہ السلام

### ولادت

ابراہیم علیہ السلام کی دعا کی قبولیت اور اسمٰعیل علیہ السلام کی ولادت کی بشارت۔[۴۸۴:۶]

اسمٰعیل علیہ السلام، ابراہیم علیہ السلام کو دعا کے صلہ میں ملے۔[۱۶۶:۵ح]

### تعمیر خانہ کعبہ

بیت اللہ کی تعمیر کا حکم اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام واسمٰعیل علیہ السلام کو دیا۔[۴۱۲:۵]

تعمیرِ خانہ کعبہ ابراہیم علیہ السلام اور اسمٰعیل علیہ السلام نے اللہ کے حکم سے کی۔[۳۳۸:۱]

بیت اللہ کی تعمیر ابراہیم خلیل اللہ اور اسمٰعیل علیہ السلام ذبیح اللہ نے اپنے مقدس ہاتھوں سے کی ہے۔[۳۷۳:۱]

ابراہیم علیہ السلام واسمٰعیل علیہ السلام کا تعمیر کردہ گھر مکہ کا بیت اللہ ہے۔[۳۶۲:۱]

یہود کو معلوم تھا بیت اللہ ابراہیم علیہ السلام واسمٰعیل علیہ السلام کی تعمیر ہے۔[۳۷۰:۱]

اہل کتاب پر واضح تھا کہ ذریت اسمٰعیل علیہ السلام کا مرکز اور قبلہ شروع سے یہی بیت اللہ رہا ہے۔[۳۷۰:۱]

### آبادکاری، اس کا مقصد اور اس کے لیے دعا

اسمٰعیل علیہ السلام اور ان کی والدہ کو بیر سبع کے بیابان میں آباد کیا گیا۔[۳۳۰:۱]

اسمٰعیل علیہ السلام وادیِ غیر ذی زرع میں آباد ہوئے۔[۵۵۵:۹]

اسمٰعیل علیہ السلام سرزمین مکہ میں بسائے گئے۔[۳۶۵:۹]

مکہ میں ابراہیم علیہ السلام نے اپنی ذریت میں سے صرف اسمٰعیل علیہ السلام کو بسایا تھا۔[۳۳۴:۴]

ابراہیم علیہ السلام نے ہجرت کے بعد اسمٰعیل علیہ السلام کو مکہ میں بسایا۔[۲۰۰:۷]

بیت اللہ کے پاس اسمٰعیل علیہ السلام کا مسکن۔[۲۴۱:۵،۳۳۱:۱]

اللہ تعالیٰ نے اسمٰعیل علیہ السلام کے مسکن کو تمام ذریت ابراہیم علیہ اسلام کا قبلہ قرار دیا۔[۳۲۸:۱،۳۲۹]

اسمٰعیل علیہ السلام کی ذریت سرزمین مکہ میں آباد ہوئی اور تمام عرب میں پھیلی۔[۳۷۰:۹]

اسمٰعیل علیہ السلام اور ان کی والدہ کو سرزمین مکہ میں بساتے وقت ابراہیم علیہ السلام کی دعا۔[۳۳۲:۴،۳۷۰:۹]

اسمٰعیل علیہ السلام کے مسکن اور بیت اللہ کی سرزمین کے لیے ابراہیم علیہ السلام کی دعا۔[۳۳۳:۱]

ذریت اسمٰعیل علیہ السلام کو بیت اللہ کے جوار میں بسانے کا اصل مقصد۔[۴۷۲:۳]

ابراہیم علیہ السلام اور اسمٰعیل علیہ السلام کو بیت اللہ کی تولیت سپرد ہوئی۔[۳۱۸:۱]

## گزر اوقات

اسمٰعیل علیہ السلام کی بسر اوقات ابتدا میں گلہ بانی اور شکار پر تھی۔[۱:۳۳۶]

## قربانی

اسمٰعیل علیہ السلام کی قربانی کا حکم کامل سپردگی اور کامل حوالگی کا مطالبہ تھا۔[۱:۳۴۳]

اسمٰعیل علیہ السلام نے خواب کو امرِ الٰہی سمجھا۔[۶:۴۸۵]

اسمٰعیل علیہ السلام کی قربانی کا واقعہ۔[۶:۴۸۴]

اسمٰعیل علیہ السلام کی قربانی کی اصل جگہ مروہ ہے۔[۱:۳۸۳، ۳۸۶، ۸:۳۶۱]

اسمٰعیل علیہ السلام کو ایک ذبح عظیم کے عوض چھڑا لیا گیا۔[۶:۴۸۷]

قربانی، اسمٰعیل علیہ السلام کی قربانی کی یادگار۔[۵:۲۴۷]

## صفات

اسمٰعیل علیہ السلام، ادریس علیہ السلام اور ذوالکفل علیہ السلام: صبر ان کی نمایاں خصوصیت۔[۵:۱۷۹]

اسمٰعیل علیہ السلام، الیسع علیہ السلام اور ذوالکفل علیہ السلام کی مشترکہ صفت صبر۔[۶:۵۴۲]

ایوب علیہ السلام، اسمٰعیل علیہ السلام، ادریس علیہ السلام اور ذوالکفل علیہ السلام صبر کے اعتبار* سے تمام انسانیت کے لیے گل سرسبد۔[۵:۱۶۹]

صفاتی ترتیب کیساتھ ان انبیاء کا ذکر جو شکر اور صبر کے نہایت کڑے امتحانوں میں ڈالے گئے: ایوب علیہ السلام، اسمٰعیل علیہ السلام، ادریس علیہ السلام اور ذوالکفل علیہ السلام۔[۵:۱۱۷]

اسمٰعیل علیہ السلام، صادق الوعد۔[۴:۶۶۵]

اسمٰعیل علیہ السلام کا خاص مشن۔[۴:۶۶۵]

اسمٰعیل علیہ السلام کا ذکر خاص اہتمام کے ساتھ۔[۴:۶۶۴]

ابراہیم علیہ السلام، اسمٰعیل علیہ السلام، اسحٰق علیہ السلام، یعقوب علیہ السلام اور ان کی اولاد کا مذہب اسلام تھا۔[۱:۳۶۲]

اسمٰعیل علیہ السلام، یونس علیہ السلام اور لوط علیہ السلام توحید اور ہدایت کی دعوت و اشاعت کے حوالہ سے برگزیدہ تھے۔[۳:۱۰۲]

## ذریت اسمٰعیل علیہ السلام میں بعثت نبوی

اسمٰعیل علیہ السلام کی قربانی کے امتحان میں کامیاب ہونے پر اللہ تعالیٰ کا وعدہ کہ اس بیٹے کی نسل سے ایک عظیم امت پیدا ہوگی۔[۱:۳۷۷]

اسمٰعیل علیہ السلام اور ان کی اولاد کے لیے ابراہیم علیہ السلام کی دعا کا مقصد۔[۱:۳۳۶، ۳۳۷]

دعائے ابراہیم علیہ السلام و اسمٰعیل علیہ السلام کے مطابق آنحضرت ﷺ کی بعثت ہوئی۔[۱:۳۵۱، ۳۱۸، ۵:۲۸۹، ۶۳۹]

اسمٰعیل علیہ السلام کی نسل سے اسی ملت ابراہیم علیہ السلام پر سرور عالم ﷺ کی بعثت۔[۴:۶۶۲]

قرآن کی عالمگیر برکت کا ظہور اسمٰعیل علیہ السلام کی نسل سے پیدا ہونے والے نبی خاتم ﷺ کے ذریعے ہوگا۔[۳:۱۰۹]

اہل کتاب پر واضح تھا کہ آخری نبی ذریت اسمٰعیل علیہ السلام میں پیدا ہوں گے۔[۱:۳۷۰]

اسلام ابراہیم علیہ السلام و اسمٰعیل علیہ السلام کی وراثت کی حیثیت سے نبی امی ﷺ کو منتقل ہوا۔[۲:۴۵۸]

اسمٰعیل علیہ السلام اور ان کی ذریّت کی بدویت و امیّت کا ذکر تورات میں ہے۔[۲:۵۳]

اولادِ اسمٰعیل علیہ السلام کی حوصلہ افزائی۔[۲:۳۰۵]

ابراہیم علیہ السلام و اسمٰعیل علیہ السلام نے اپنی ذریت کے اندر سے ایک پوری امت مسلمہ اٹھائے جانے کی دعا کی۔[۱:۳۳۹]

دعا کا تعلق ذریت اسمٰعیل علیہ السلام سے ہے۔[۱:۳۴۰]

ابراہیم علیہ السلام و اسمٰعیل علیہ السلام نے دعا میں 'ارا ءت' کی درخواست کی۔[۱:۳۳۹]

دعا کے نتیجے میں ذریت اسمٰعیل علیہ السلام سے محمد بن عبداللہ ﷺ کا ظہور ہوا۔[۱:۳۳۹]

## مشن اور تعلیمات

بیت اللہ کو شرک و بت پرستی سے پاک رکھنے کی ابراہیم علیہ السلام اور اسمٰعیل علیہ السلام کی ذمہ داری۔[۱:۳۳۲]

اسمٰعیل علیہ السلام اور ان کی ذریت مشن کی تکمیل کے لیے مکہ میں آباد ہوئے۔[۹:۵۷۳، ۵۷۴]

ابراہیم علیہ السلام و اسمٰعیل علیہ السلام کے زمانہ سے حرام اشیاء کا دعوٰی بے بنیاد اور بے سند۔[۳:۱۴۷، ۱۵۴]

اسمٰعیل علیہ السلام کو نماز کا حکم تعمیرِ بیت اللہ کے ساتھ ہی دیا گیا تھا۔[۹:۵۸۶]

اسمٰعیل علیہ السلام کے زمانے سے نماز اور زکوٰۃ چلی آرہی ہے۔[۳:۱۷۱]

اسمٰعیل علیہ السلام نے نماز کے قیام و اہتمام کا فریضہ بہ احسن ادا کیا۔[۹:۵۸۴]

اسمٰعیل علیہ السلام اپنے لوگوں کو نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیتے تھے۔[۸:۵۷۳]

ابراہیم علیہ السلام اور اسمٰعیل علیہ السلام جیسے مسلم کامل سے دنیا اسلام کے نام اور اس کی روح سے آشنا ہوئی۔[۱:۳۳۸]

ابراہیم علیہ السلام اور اسمٰعیل علیہ السلام نے اپنی زندگی کے سب سے زیادہ تاریخی موقع پر مسلم بنائے جانے کی دعا کی نہ کہ یہودی و نصرانی بنائے جانے کی۔[۱:۳۳۸]

ابراہیم علیہ السلام و اسمٰعیل علیہ السلام کی تعلیمات زبانی روایات کی شکل میں تھیں۔[۹، ۴۵۵، ۶:۳۳۴]

## آلِ ابراہیم

آل ابراہیم علیہ السلام میں اسحٰق علیہ السلام اور اسمٰعیل علیہ السلام دونوں شامل ہیں۔[۲:۷۵]

اسحٰق علیہ السلام اور اسمٰعیل علیہ السلام کی نسل کی تمام ذریت کے امام ابراہیم علیہ السلام ہیں۔[۱:۳۲۷، ۴:۶۵۷]

اسحٰق علیہ السلام کے ساتھ اسمٰعیل علیہ السلام کا ذکر کیوں نہیں ہوا؟۔[۴:۶۶۱]

اسمٰعیل علیہ السلام اور اسحٰق علیہ السلام کے اخلاف کو ایک یاد دہانی۔[۶:۴۸۸]

## اہل کتاب اور اسمٰعیل علیہ السلام

اسمٰعیل علیہ السلام کے متعلق یہود کے تصرفات۔[۱:۳۱۳]

ابراہیم علیہ السلام و یعقوب علیہ السلام کی اولاد اور موسیٰ علیہ السلام، مسیح علیہ السلام اور اسمٰعیل علیہ السلام کی پیروی کے باوجود یہود نے دین کو برباد کر دیا۔[۴:۶۶۷]

یہود سے سوال: کیا ابراہیم علیہ السلام، اسمٰعیل علیہ السلام، اسحٰق علیہ السلام، یعقوب علیہ السلام اور ان کے اخلاف یہودی یا نصرانی تھے؟۔[۱:۳۵۰]

ابراہیم علیہ السلام، اسمٰعیل علیہ السلام، اسحٰق علیہ السلام اور یعقوب علیہ السلام کے یہودی یا نصرانی ہونے کا بے بنیاد دعوٰی۔[۱:۳۱۸]

توحید و اخلاص سے عاری اور تقوٰی و خشیت سے خالی لوگ ظالم ہیں، خواہ ان کا تعلق اسمٰعیل علیہ السلام کی نسل سے ہو یا اسحٰق علیہ السلام کی نسل سے۔[۱:۹۷]

یہود نے اسمٰعیل علیہ السلام کی نسل کی جگہ اسحٰق علیہ السلام کی نسل سے متعلق پیشین گوئیوں میں تحریف کی۔[۱:۳۸۶]

امتِ مسلمہ کا موقف: ابراہیم علیہ السلام، اسمٰعیل علیہ السلام، اسحٰق علیہ السلام، یعقوب علیہ السلام اور اولادِ یعقوب کی مختلف شاخوں کے انبیاء اور موسیٰ علیہ السلام و عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات پر ایمان اور ان کی

تفریق کی تردید۔[۱:۳۴۸]

## قریش اور اسمٰعیل علیہ السلام

اہل عرب میں اسمٰعیل علیہ السلام کے بعد کوئی نبی نہیں آیا تھا۔[۱۵٦:٦]

قریش کی ملت کی تاریخ ابراہیم علیہ السلام و اسمٰعیل علیہ السلام سے شروع ہوتی ہے۔[٦:۵۱۴]

قریش کے اصل جدِّ اعلیٰ ابراہیم علیہ السلام و اسمٰعیل علیہ السلام ہیں۔[۵:۳۳۴]

ابراہیم علیہ السلام اور اسمٰعیل علیہ السلام سے محض نسبتی رشتہ آخرت میں نافع نہیں۔[۸:۲٦]

اولادِ ابراہیم علیہ السلام و اسمٰعیل علیہ السلام اور پاسبانِ حرم ہونا ایمان و عمل کے بغیر محض خواب ہے۔[۸:۷۲]

اولادِ ابراہیم علیہ السلام و اسمٰعیل علیہ السلام ہونے کے زعم میں قریش نے عنداللہ ہر مسئولیت سے اپنے کو بری سمجھ لیا۔[۸:۵۲۷]

ابراہیم علیہ السلام اور اسمٰعیل علیہ السلام کے وارث اور متولی ہونے کا قریش کا زعم۔[۹:۵۵۵]

مشرکینِ مکہ کو دین ابراہیم علیہ السلام و اسمٰعیل علیہ السلام سے وراثت میں ملا تھا۔[۳:۱۷۲]

قریش کو اختیار و اقتدار کی نعمت ابراہیم علیہ السلام و اسمٰعیل علیہ السلام کی دعاؤں اور بیت اللہ کے طفیل ہے۔[۳:۲۲۸]

قریش کا اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد ہونے کا تفاخر لیکن ان کی دعوت و مشن سے بے خبری۔[۳:۴۷۱]

قریش نے ابراہیم علیہ السلام اور اسمٰعیل علیہ السلام کے دین کو شرک میں مبتلا ہو کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔[٦:۹٦]

اہل عرب نے ابراہیم و اسمٰعیل علیہما السلام کا تعمیر کردہ مرکزِ توحید کو ایک بت خانہ کی شکل میں تبدیل کر دیا۔[۷:۴۴۰]

اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد بعد میں شرک و بت پرستی میں مبتلا ہو گئی۔[۱:۲۳۰]

ابراہیم علیہ السلام و اسمٰعیل علیہ السلام مافوق بشر نہیں تھے۔[۵:۱۲٦]

## الیاس علیہ السلام

الیاس علیہ السلام سے مراد تورات کے ایلیا نبی ہیں۔[۳:۱۰۱، ٦:۴۹۰]

ایلیا علیہ السلام کی قربانی کی قبولیت کا معجزہ۔[۲:۲۲۰]

"اِل یاسین" سے مراد الیاس علیہ السلام کے تمام آل و اتباع ہیں۔[٦:۴۹۱]

الیاس علیہ السلام، زکریا علیہ السلام، یحییٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام صفات کے اعتبار سے ایک ہی زمرہ کے ہیں۔[٦:۴۹۰]

الیاس علیہ السلام کی دعوت۔[٦:۴۹۱]

## الیسع علیہ السلام

الیسع علیہ السلام کے نام کی تحقیق۔[۳:۱۰۲]

تورات میں الیسع علیہ السلام سے ملتے جلتے دو نبیوں کے نام۔[٦:۵۴۳]

الیسع علیہ السلام کا زمانہ ۸۱۳ ق م ہے۔[۳:۱۰۲]

اسمٰعیل علیہ السلام، الیسع علیہ السلام اور ذوالکفل علیہ السلام کی مشترکہ صفت صبر۔[٦:۵۴۲]

## ایوب علیہ السلام

ایوب علیہ السلام ایک نہایت کامل اور راستباز انسان تھے۔[۵:۱۷۷]

ایوب علیہ السلام دولت و حشمت کے باوجود نہایت خدا ترس اور عبادت گزار بندے تھے۔[٦:۵۳۹]

ایوب علیہ السلام کا ابتلاء۔[٦:۵۳۹]

ایوب علیہ السلام کی فریاد۔[٦:۵۴۰]

ایوب علیہ السلام کی رات دن خدمت تنہا صرف ان کی بیوی نے کی۔[٦:۵۴۲]

ایوب علیہ السلام کا مقامِ رضا اور اس کا اجر۔[۵:۱۷۸]

ایوب علیہ السلام اور ان کا مثالی صبر۔[۵:۱۷۷]

ایوب علیہ السلام، اسمٰعیل علیہ السلام، ادریس علیہ السلام اور ذوالکفل علیہ السلام صبر کے اعتبار سے تمام انسانیت کے گل سرسبد۔[۵:۱۶۹]

صفاتی ترتیب کے ساتھ ان انبیاء کا ذکر جو شکر اور صبر کے نہایت کڑے امتحانوں میں ڈالے گئے۔[۵:۱۱۷]

امتحان کے بعد ایوب علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ کا فضل۔[۶:۵۴۰]

ایوب علیہ السلام کی ایک قَسم اور اس کی ذمہ داری سے بریت۔[۶:۵۴۱]

ایوب علیہ السلام کے واقعہ کی عبرتیں اہل دانش کے لیے۔[۶:۵۴۱]

ایوب علیہ السلام کی دعا۔[۱:۶۳۱]

## حزقی ایل علیہ السلام

حزقی ایل علیہ السلام کا فرمان۔[۴:۶۲۰]

حزقی ایل علیہ السلام کو مشاہدہ کرا کے بنی اسرائیل کو پیغام دیا کہ اللہ تعالیٰ انہیں دوبارہ ایک زندہ قوم بنانے پر قادر ہے۔[۱:۶۰۴]

حزقی ایل علیہ السلام میں حق الیقین کی طلب تھی جو اللہ تعالیٰ نے اپنی آیات کا مشاہدہ کرا کے پوری کر دی۔[۱:۶۰۳]

حزقی ایل علیہ السلام کا ایک مکاشفہ۔[۱:۶۰۲]

آپ علیہ السلام نے پہلے فساد اور اس کے عبرت انگیز انجام سے آگاہ فرمایا۔[۴:۴۷۹]

## خضر علیہ السلام

خضر علیہ السلام نبی تھے۔[۴:۶۰۶]

خضر علیہ السلام کے اسلوب کلام کے حوالہ سے بعض شبہات کا ازالہ۔[۴:۶۱۱]

خضر علیہ السلام سے موسیٰ علیہ السلام کی ملاقات۔[۴:۶۰۶، ۶۰۷]

## دانیال علیہ السلام

دانیال علیہ السلام کا مکاشفہ۔[۴:۶۱۳]

## داؤد علیہ السلام

### ذات وصفات

داؤد علیہ السلام بنی یہوذا سے تھے۔[۱:۲۲۷]

داؤد علیہ السلام کی زندگی کا آغاز۔[۱:۵۸۰]

آپ علیہ السلام کی زندگی بادشاہی سے پہلے بھیڑوں کے چرانے ہی میں گزری۔[۶:۵۲۵]

آپ علیہ السلام نے فرمایا: "مجھے خداوند نے بھیڑ سالہ سے نکالا اور اسرائیل کے تخت پر لا بٹھایا۔[۵:۵۸۰]

آپ علیہ السلام کی قوت وصولت۔[۶:۵۲۲]

آپ علیہ السلام زرہ کے موجد۔[۵:۱۷۴]

لوہے کی صنعت میں آپ علیہ السلام کو اوّلیت کا امتیاز۔[۶:۳۰۰]

آپ علیہ السلام بے مثال قوت وحشمت کے باوجود گھمنڈ میں مبتلا نہیں ہوئے۔[۶:۵۰۷، ۵۱۸]

تمام نعمتوں کی موجودگی کے باوجود داؤد علیہ السلام اور سلیمان علیہ السلام کی اللہ تعالیٰ کی شکر گزاری اور فرمانبداری[۶:۲۸۶]

عظیم بادشاہی، عظیم علم وحکمت اور بے شمار نعمتوں کے باوجود داؤد علیہ السلام اور سلیمان علیہ السلام طغیان وفساد میں مبتلا نہیں ہوئے۔[۶:۲۹۶]

آپ علیہ السلام اور سلیمان علیہ السلام خدا کے شکر گزار بندے۔[۵:۱۱۷، ۵۷۴، ۵۸۵، ۵۹۱، ۶:۱۲۷]

آپ علیہ السلام اور سلیمان علیہ السلام بادشاہی اور درویشی کے امتزاج کی بہترین مثال۔[۵:۱۶۹]

آپ علیہ السلام رات کا راہب، دن کا شہسوار۔[۵:۱۷۴]

آپ علیہ السلام کی اوّابیت۔[۶:۵۲۲]

آپ علیہ السلام کے فصلِ خطاب کی ایک مثال۔[۶:۵۲۳]

آپ علیہ السلام کے واقعہ کی نوعیت۔[۶:۵۲۴]

آپ علیہ السلام کا فیصلہ۔[۶:۵۲۵]

آپ علیہ السلام کا تنبہ۔[۶:۵۲۶]

آپ علیہ السلام کو ہدایت۔[۶:۵۲۷]

آپ علیہ السلام کی صفات: درویشی ، عدل گستری، خوش الحانی۔[۵:۱۷۳]

آپ علیہ السلام کو عدل کی ہدایت۔[۴:۶۱۸]

آپ علیہ السلام وسلیمان علیہ السلام کی عدل گستری۔[۵:۱۷۲]

## جالوت سے مقابلہ

آپ علیہ السلام کا جالوت سے مقابلہ۔[۹:۵۶۰]

آپ علیہ السلام کا جالوت کو مخاطب کر کے قول۔[۱:۵۸۱]

آپ علیہ السلام نے فلاخن کے پتھر سے جالوت کو ڈھیر کر دیا۔[۱:۵۸۰،۲:۳۶]

موسیٰ علیہ السلام، داؤد علیہ السلام، سلیمان علیہ السلام اور دوسرے انبیاء کی جنگوں کا ذکر۔[۲:۱۸۷]

بیت المقدس کی تعمیر آپ علیہ السلام اور سلیمان علیہ السلام نے کی۔[۲:۱۴۶]

## سوز و گداز

داؤد علیہ السلام کا سوز و گداز۔[۶:۲۹۹]

آپ علیہ السلام کی تسبیح میں پہاڑ اور پرندے ہمنوا۔[۵:۱۷۴]

آپ علیہ السلام کے نغماتِ حمد میں پرندے اور پہاڑ ان کی ہمنوائی کرتے تھے۔[۷:۳۸۱]

## زبور

زبور داؤد علیہ السلام کی منظوم مناجاتوں اور تلقینات پر مشتمل ہے۔[۵:۴۶۳]

داؤد علیہ السلام نبی بادشاہ تھے اور زبور کی صورت میں حکمت کا خزانہ بھی عطا ہوا۔[۱:۵۸۱]

داؤد علیہ السلام کو منظوم زبور عطا فرمائی گئی۔[۴:۵۱۲]

آپ علیہ السلام کی دعاؤں اور مناجاتوں کا صحیفہ۔[۲:۴۳۰]

## اسوۂ حسنہ

آپ علیہ السلام کی زندگی کا نمونہ پیغمبر ﷺ کے لیے بھی اور قریش کے لیے بھی۔[۶:۵۲۱]

شکر میں آپ علیہ السلام کی پیروی کی دعوت۔[۵:۱۷۵]

## بنی اسرائیل کو تنبیہ

آپ علیہ السلام کی بنی اسرائیل پر لعنت۔[۲:۵۷۰،۲:۵۷۲]

یہود کے پہلے فساد اور اس کے عبرت انگیز انجام سے داؤد علیہ السلام، یسعیاہ علیہ السلام، یرمیاہ علیہ السلام اور حزقی ایل علیہ السلام نے آگاہ فرمایا۔[۴:۴۷۹]

آپ علیہ السلام کی یہود کے پہلے فساد اور اس کے انجام کی پیشین گوئی۔[۴:۴۸۰]

## تعریف و تقابل

آپ علیہ السلام کی تعریف میں بنی اسرائیل کی عورتوں کا گیت۔[۱:۵۸۰]

آپ علیہ السلام کی قرآن نے تعریف فرمائی۔[۱:۵۶۸]

آپ علیہ السلام کی تعریف حکمت و فیصلۂ معاملات کی صلاحیت کے لحاظ سے۔[۱:۳۴۱]

لقمان کو آپ علیہ السلام سے فی الجملہ مشابہت ہے۔[۶:۱۳۳]

آپ علیہ السلام اور عمرؓ کا تقابل۔[۵۲۵:۶]

## ذوالکفل علیہ السلام

صفاتی ترتیب کے ساتھ ان انبیاء کا ذکر جو شکر اور صبر کے نہایت کڑے امتحانوں میں ڈالے گئے: ایوب علیہ السلام، اسمٰعیل علیہ السلام، ادریس علیہ السلام اور ذوالکفل علیہ السلام۔[۱۱۷:۵]

ایوب علیہ السلام، اسمٰعیل علیہ السلام، ادریس علیہ السلام اور ذوالکفل علیہ السلام صبر کے اعتبار سے تمام انسانیت کے گل سرسبد۔[۱۶۹:۵]

اسمٰعیل علیہ السلام، ادریس علیہ السلام اور ذوالکفل علیہ السلام: صبر ان کی نمایاں خصوصیت۔[۱۷۹:۵]

اسمٰعیل علیہ السلام، الیسع علیہ السلام اور ذوالکفل علیہ السلام کی مشترکہ صفت صبر۔[۵۴۴:۹]

## ذوالنون علیہ السلام

دیکھیے یونس علیہ السلام

## زکریا علیہ السلام

مریم علیہا السلام کی تربیت۔[۷۲:۲]

زکریا علیہ السلام صاحبِ کمال بزرگ تھے۔[ ۷۸:۲]

آپ علیہ السلام نے مریم علیہا السلام کی تربیت کی۔[۷۲:۲، ۶۳۰:۴]

آپ علیہ السلام، مریم علیہا السلام کی دیکھ بھال کے لیے اکثر ان کے پاس جاتے رہتے تھے۔[۷۸:۲]

آپ علیہ السلام مریم علیہا السلام کے روحانی فیوض و برکات سے بہت متاثر ہوئے۔[۷۲:۲، ۷۸-۷۹، ۴۷۵:۸]

آپ علیہ السلام کی مریم علیہا السلام کی صلاحیتوں کی تحسین۔[۷۸:۲]

### اولاد کے لیے دعا اور بیٹے کی بشارت

آپ علیہ السلام کی دعا کا ذکر سورہ مریم کی ابتدا سے۔[۶۳۰:۴]

اولاد کے لیے آپ علیہ السلام کی دعا اور اندازِ دعا۔[۶۳۵:۴]

آپ علیہ السلام کی عرضِ مدّعا سے پہلے مؤثر تمہید۔[۶۳۵:۴]

آپ علیہ السلام نے مریم علیہا السلام کی روحانیت سے متاثر ہو کر فرزند کی دعا کی۔[۴۷۵:۸]

آپ علیہ السلام کی دینی وراثت کے حامل کے لیے دعا۔[۶۳۶:۴]

آپ علیہ السلام کی دعا ایک اعلیٰ دینی مقصد کے لیے تھی۔[۱۸۵:۵]

آپ علیہ السلام کی سچی دعا اور اُس کی قبولیت۔[۷۲:۲، ۶۳۶:۴، ۱۸۴:۵]

آپ علیہ السلام کی دعا کی قبولیت یحیٰی علیہ السلام کی صورت میں۔[۴۷۵:۸]

آپ علیہ السلام نے ہاتفِ غیبی کی آواز سنی۔[۷۹:۲، ۸۲]

آپ علیہ السلام کو تسبیح کی ہدایت۔[۶۳۸:۴]

اطمینانِ قلب کے لیے آپ علیہ السلام کی درخواست۔[۶۴۷:۴]

آپ علیہ السلام کو بیٹے کی بشارت کی نشانی سزا کے طور پر نہ تھی۔[۸۳:۲]

آپ علیہ السلام کا اپنے بڑھاپے اور بیوی کے بانجھ پن کے باعث بشارت پر تعجب۔[۸۶:۲]

فرشتے نے آپ علیہ السلام کو بیٹے کی بشارت دی تھی۔[۸۶:۲]

لوقا میں آپ علیہ السلام کو بیٹے کی بشارت کا ذکر۔[۸۵:۲]

آپ علیہ السلام کی دعا کے نتیجے میں یحیٰی علیہ السلام کی ولادت کی خوش خبری۔[۶۳۰:۴]

### صفات

آپ علیہ السلام کا مرتبۂ خاص۔[۶۳۵:۴]

آپ علیہ السلام، یحیٰی علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام توحید اور اسلام ہی کے داعی تھے۔[۱۰۱:۳]

انبیاء جن کا مشترک وصفت زہد و توکل ہے: زکریا علیہ السلام، یحیٰی

علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام۔[۳:۱۰۱]

آپ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کا اشتراکِ خصوصیات۔[۲:۸۶]

## قتل

یونس علیہ السلام، زکریا علیہ السلام اور مریم علیہا السلام کے لیے تاریک مایوس کن حالات میں رحمت خاص۔[۵:۱۶۹]

آپ علیہ السلام کا یہود کے ہاتھوں قتل۔[۱:۲۲۶]

## سموئیل علیہ السلام

آپ علیہ السلام کے ابتدائی دور میں بنی اسرائیل سخت انتشار میں مبتلا تھے۔[۱:۵۶۳]

آپ علیہ السلام کی بنی اسرائیل میں اصلاحی سرگرمیاں۔[۱:۵۷۵، ۵۶۴]

آپ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کی اصل کمزوری کی طرف توجہ دلائی۔[۱:۵۶۹]

آپ علیہ السلام کی بنی اسرائیل کی پوری قوم کے سامنے تقریر۔[۱:۵۷۵]

آپ علیہ السلام کے عہد کی ایک جنگ، غزوۂ بدر سے مشابہ۔[۲:۱۸۷، ۳:۴۹۱]

طالوت اور داؤد علیہ السلام کو آپ علیہ السلام نے مامور کیا۔[۲:۹۱]

آپ علیہ السلام کی ہدایات پر طالوت نے بنی اسرائیل کا امتحان لیا۔[۱:۵۷۷]

آپ علیہ السلام سے بنی اسرائیل کے اعیان کی سپہ سالار مقرر کرنے کی درخواست۔[۱:۵۶۸]

بنی اسرائیل کے مطالبے پر سموئیل علیہ السلام نے ایک سالار طالوت کا انتخاب کیا۔[۱:۵۷۰]

آپ علیہ السلام نے طالوت کے انتخاب کے خدائی انتخاب ہونے کی نشانی ٹھہرائی۔[۱:۵۷۲]

آپ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کے اعتراض پر کہا کہ یہ انتخاب خدا کا انتخاب ہے۔[۱:۵۷۱]

## سلیمان علیہ السلام

### نبوت اور اقتدار ساتھ ساتھ

سلیمان علیہ السلام، داؤد علیہ السلام کے نامور فرزند تھے۔[۶:۵۲۸، ۵۳۰]

آپ علیہ السلام داؤد علیہ السلام کے بیٹے اور وارث تھے۔[۱:۲۲۷]

انبیائے بنی اسرائیل جن کو نبوت کے ساتھ سیاسی اقتدار بھی حاصل ہوا: داؤد علیہ السلام، سلیمان علیہ السلام، ایوب علیہ السلام، یوسف علیہ السلام، موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام۔[۳:۱۰۱]

داؤد علیہ السلام، سلیمان علیہ السلام، ایوب علیہ السلام، یوسف علیہ السلام، موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام صراطِ مستقیم پر تھے۔[۳:۱۰۱]

سلیمان علیہ السلام اور داؤد علیہ السلام، دونوں نبی بھی ہیں اور دونوں بادشاہ بھی۔[۲:۴۳۱]

وادیٔ نمل کی وضاحت۔[۵:۵۹۴]

وہ حقیقت جس کے لیے چیونٹیوں کا واقعہ بیان ہوا۔[۵:۵۹۵]

سلیمان علیہ السلام کا غلبۂ حال میں گھوڑوں پر حملہ۔[۶:۵۳۱]

آپ علیہ السلام کا غلبہ حال کا واقعہ دوسروں کے لیے سند نہیں۔[۶:۵۳۲]

### قرآن کی تعریف

سلیمان علیہ السلام کی قربانی کی قبولیت کا معجزہ۔[۲:۲۲۰]

آپ علیہ السلام کی قرآن نے تعریف فرمائی۔[۱:۵۶۸]

### امتحان

سلیمان علیہ السلام کا امتحان۔[۶:۵۳۳]

'صلوٰۃ وسطیٰ' ہی کے بارے میں سلیمان علیہ السلام کو فوجی پریڈ کے موقع پر ابتلا پیش آئی۔[۱:۵۵۴]

امتحان میں کامیابی کے بعد سلیمان علیہ السلام کی عظمت میں اضافہ۔[۶:۵۳۵]

## فیاضی وعدل اور انابت

داؤد علیہ السلام اور سلیمان علیہ السلام کی عدل گستری۔[۵:۱۷۲]

آپ علیہ السلام کی فیاضی اور غربا پروری۔[۹:۳۵۴ح]

آپ علیہ السلام کے جودوکرم کی تعبیر۔[۹:۳۵۴،۶:۳۰۴]

آپ علیہ السلام کی انابت کا واقعہ۔[۶:۵۳۳]

آپ علیہ السلام کی اوّابیّت کی ایک مثال۔[۶:۵۳۱]

## فوجی صلاحیت

آپ علیہ السلام کے لیے تند ہوائیں مسخر۔[۵:۱۷۵]

آپ علیہ السلام کا ہوا پر کنٹرول۔[۶:۵۳۵]

آپ علیہ السلام کی فوج۔[۵:۵۹۳،۵۹۶]

آپ علیہ السلام کی فضائی فوج۔[۵:۵۹۱]

آپ علیہ السلام کی بحری طاقت۔[۵:۵۹۲،۶:۳۰۱]

آپ علیہ السلام کا عظیم بحری بیڑا۔[۵:۱۷۵]

آپ علیہ السلام کے بحری بیڑے کا مرکز عقبہ تھا۔[۳:۳۷۸]

آپ علیہ السلام کی تانبے کی صنعت۔[۶:۳۰۲]

## کمالِ عبدیت، شکوہِ خسروی

آپ علیہ السلام کی عبدیت کا جمال اور شکوہِ خسروی۔[۵:۶۰۷]

آپ علیہ السلام کا کمالِ عبدیت۔[۶:۵۳۰]

آپ علیہ السلام کی دولت وحشمت اور ان کا شکر وانابت۔[۶:۵۰۸، ۵۲۱]

تمام نعمتوں کی موجودگی کے باوجود داؤد علیہ السلام اور سلیمان علیہ السلام کی اللہ تعالیٰ کی شکرگزاری اور فرمانبرداری۔[۶:۲۸۶]

داؤد علیہ السلام وسلیمان علیہ السلام بادشاہی اور درویشی کے امتزاج کی بہترین مثال۔[۵:۱۶۹]

داؤد علیہ السلام وسلیمان علیہ السلام اور ذوالقرنین عظیم بادشاہ اللہ کے شکرگزار بندے۔[۶:۱۲۷،۵:۵۸۵،۵۷۴]

داؤد علیہ السلام، سلیمان علیہ السلام خدا کے شکر گزار بندے۔[۵:۱۱۷،۵۹۱،۶۰۴]

عظیم بادشاہی، عظیم علم وحکمت اور بے شمار نعمتوں کے باوجود داؤد علیہ السلام اور سلیمان علیہ السلام طغیان وفساد میں مبتلا نہیں ہوئے۔[۶:۲۹۶]

سلیمان علیہ السلام اور دوسرے انبیاء کی جنگوں کا ذکر۔[۲:۱۸۷]

## تعمیر بیت المقدس

بیت المقدس کی تعمیر داؤد علیہ السلام اور سلیمان علیہ السلام نے کی۔[۲:۱۴۶]

بیت المقدس کی تعمیر آپ علیہ السلام کے عہد میں ہوئی۔[۱:۳۳۱]

بیت المقدس کی تعمیر آپ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے اذن سے فرمائی۔[۵:۴۲]

## دورِ حکومت

آپ علیہ السلام کی بادشاہی کا زمانہ۔[۱:۲۸۲]

بنی اسرائیل کو داؤد اور سلیمان علیہما السلام کے دور میں طویل مدت کے لیے حکومت دی گئی۔[۷:۳۱۵]

رزق وفضل اور نعمت ورفاہیت کی فراوانی آپ علیہ السلام کے دور میں نقطۂ عروج پر۔[۷:۳۱۵]

تنظیمِ بنی اسرائیل داؤد علیہ السلام اور سلیمان علیہ السلام کے دور میں اپنے شباب پر پہنچی۔[۳:۳۸۱]

آپ علیہ السلام کا رحمانی تمدن۔[۶:۳۰۵]

محاریب وتماثیل۔[۶:۳۰۳]

### سحر و ساحری

آپ علیہ السلام کے زمانہ میں سحر و ساحری اور سفلی و شیطانی علوم کا چرچا۔[۱:۲۸۲]

آپ علیہ السلام کا دامن علومِ سفلیہ کی آلودگیوں سے پاک ہے۔[۱:۲۸۳]

آج بھی سفلی چیزوں کا ذوق رکھنے والے اپنی خرافات کی تائید میں سلیمان علیہ السلام کا حوالہ دیتے ہیں۔[۱:۲۸۲]

آپ علیہ السلام نے بے جان چیزوں کی صورتوں اور مورتوں کو کس طرح جائز سمجھا۔[۶:۳۰۴]

### منطق الطیر کا علم

آپ علیہ السلام کو منطق الطیر کا علم۔[۵:۵۹۲]

آپ علیہ السلام حشرات کی بولی بھی سمجھتے تھے۔[۵:۵۹۴]

### تسخیر جنّات

آپ علیہ السلام کا تسخیر جنّات کا علم۔[۶:۵۳۵، ۳۰۲]

آپ علیہ السلام نے جنّات سے تعمیری کام لیے۔[۵:۱۷۶، ۶:۳۰۳]

آپ علیہ السلام نے مفسد عناصر کو تعمیر و تمدن کی خدمت میں استعمال کیا۔[۵:۱۷۶]

### بے بسی اور دعا

آپ علیہ السلام کے غم والم اور بے بسی کی تصویر۔[۶:۵۳۴]

آپ علیہ السلام کی دعا۔[۵:۵۹۵]

آپ علیہ السلام کی دعا اور اس کا صحیح مدعا۔[۶:۵۳۴]

### ملکہ سبا اور آپ علیہ السلام

آپ علیہ السلام کے ملکہ سبا کے نام مکتوب کا آغاز۔[۱:۴۵]

ہدہد کی رپورٹ ملک سبا کے بارے میں۔[۵:۵۹۷]

آپ علیہ السلام کا نامہ ملکہ سبا کے نام۔[۵:۵۹۹]

ملکہ سبا کا مشورہ درباریوں سے۔[۵:۶۰۰]

آپ علیہ السلام کا جواب ملکہ سبا کے وفد کو۔[۵:۶۰۲]

آپ علیہ السلام کا مطالبہ اہل سبا سے۔[۵:۶۰۰]

آپ علیہ السلام کی ایک خاص تدبیر۔[۵:۶۰۳]

آپ علیہ السلام کا ایک تفنن۔[۵:۶۰۵]

ایک عالم کتاب کا کارنامہ۔[۵:۶۰۴]

ملکہ سبا آپ علیہ السلام کے دربار میں۔[۵:۶۰۵]

آپ علیہ السلام کے شیش محل کے اندر ملکہ سبا کی حیرانی، اعتراف و اعلان۔[۵:۶۰۶]

ملکہ سبا نے آپ علیہ السلام کی مذہب اور سیاست دونوں میں اطاعت کر لی۔[۵:۶۰۸]

ملکہ سبا کا تذکرہ تورات میں۔[۵:۶۰۷]

### صحیفہ

آپ علیہ السلام کے صحیفہ حکمت کا نام امثال ہے۔[۶:۵۸۴]

### وفات

آپ علیہ السلام کے بعد بنی اسرائیل ضعف کا شکار ہونا شروع ہوئے۔[۳:۳۸۱]

آپ علیہ السلام کی موت۔[۶:۳۰۶]

## شعیب علیہ السلام

### بعثت و معاش

شعیب علیہ السلام مدین کی طرف رسول بنائے گئے۔[۳:۳۱۰، ۴:۳۷۴، ۵:۵۵۱]

آپ علیہ السلام کا ذریعہ معاش تجارت۔[۴:۱۶۲]

سرگزشت دعوت

آپ علیہ السلام اور اہل مدین کی سرگزشت۔[۴:۹۹،۵:۵۴۹]

آپ علیہ السلام کی سرگزشتِ دعوت۔[۳:۳۱۰،۳۱۱،۴:۱۶۰،۱۶۱]

آپ علیہ السلام کی دعوت اور اہل مدین کا سلوک۔[۵:۴۹۶]

آپ علیہ السلام کی اپنی قوم کو تنبیہ۔[۴:۱۶۳]

آپ علیہ السلام پر قوم کا طنز۔[۴:۱۶۱]

آپ علیہ السلام کا توکل علی اللہ۔[۴:۱۶۴]

قوم کی طرف سے آپ علیہ السلام کو سنگسار کر دینے کی دھمکی۔[۴:۱۶۳]

آپ علیہ السلام کی طرف سے تفویض الی اللہ۔[۵:۵۵۳]

آپ علیہ السلام کا قوم کے معاشی فساد پر انتباہ۔[۵:۵۵۲]

آپ علیہ السلام اور قوم کا سوال و جواب۔[۳:۳۱۳]

آپ علیہ السلام کے مکذبین کا مطالبہ عذاب۔[ ۵:۵۵۳]

آپ علیہ السلام کا ایک سنت الٰہی کی طرف اشارہ۔[۳:۳۱۲]

آپ علیہ السلام کے مکذبین کو عذاب۔[۳:۳۱۵]

اولاد

آپ علیہ السلام کی صاحبزادیوں کی معاشی جدوجہد۔[۵:۲۶۸]

آپ علیہ السلام کی دو صاحبزادیوں کی موسیٰ علیہ السلام کی مدد۔[۵:۴۸]

آپ علیہ السلام کی موسیٰ علیہ السلام کو اپنی لڑکی سے نکاح کی پیشکش۔[۵:۴۸،۴۷۱]

آپ علیہ السلام کی ایک صاحبزادی کا نکاح موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ہوا۔[۳:۳۱۰]

قریش کے لیے سبق

آپ علیہ السلام کی قوم اور قریش میں قدرِ مشترک۔[۶:۴۰]

صالح علیہ السلام

بعثت

حجر کی طرف آپ علیہ السلام کی بعثت ہوئی۔[۴:۴۷۳]

دعوتِ انذار اور ردِّ عمل

آپ علیہ السلام اور قوم ثمود کی سرگزشت۔[۳:۳۰۰، ۴:۹۹، ۴:۱۵۲]

آپ علیہ السلام کی دعوت اور اس کا ردِّ عمل۔[۵:۴۹۶، ۵۳۹، ۵۴۱،۶۱۱]

آپ علیہ السلام کی اپنی قوم کے فساد فی الارض کی اصلاح کی کوشش۔[۵:۵۷۴]

آپ علیہ السلام کی قوم کو آگاہی و انتباہ۔[۵:۵۴۲]

آپ علیہ السلام پر قوم کے اعتراضات۔[۴:۱۵۲]

آپ علیہ السلام کا اعتراضات کا جواب۔[۴:۱۵۳]

آپ علیہ السلام کو آپ علیہ السلام کی قوم کا جواب۔[۵:۵۴۴]

آپ علیہ السلام کا قوم کی تہمت کا جواب اور بدعمل لیڈروں کی پیروی سے احتراز کی ہدایت۔[۵:۵۴۱، ۵۴۳]

آپ علیہ السلام کی تکذیب کا آخری اعلان۔[۳:۳۰۴]

آپ علیہ السلام کا اپنی قوم کو آخری انتباہ۔[۷:۶۱۷، ۸:۱۰۵،۱۰۶،۱۰۷، ۹:۳۹۲]

آپ علیہ السلام کا قوم سے آخری خطاب۔[۳:۳۰۴]

آپ علیہ السلام نے قوم کے تعمیری ولولوں پر عین ان کے دورِ عروج میں ماتم کیا۔[۳:۳۰۲]

آپ علیہ السلام کا قوم کے لیے عذاب کی نشانی کا تعین۔[۵:۵۴۴]

آپ علیہ السلام نے اونٹنی کو ایک احساس پیما آلہ کی حیثیت سے نامزد کیا۔[۳:۳۰۰]

آپ علیہ السلام اور آپ علیہ السلام کے ساتھیوں کی ہجرت۔[۳:۳۰۵]

## طالوت علیہ السلام

طالوت علیہ السلام اور جالوت کی جنگ، غزوۂ بدر کا آئینہ تھی۔[۲:۳۶]

طالوت علیہ السلام کو پوری قوم کی تطہیر کرنا پڑی۔[۱:۲۸۸]

طالوت علیہ السلام اور ساؤل۔[۱:۵۷۰]

طالوت علیہ السلام کا انتخاب اور اس پر بنی اسرائیل کا اعتراض۔[۱:۵۷۰]

طالوت علیہ السلام کے پاس علم کی وسعت اور عمل کی قوتوں سے وہ بھرپور تھے۔[۱:۵۷۱]

طالوت علیہ السلام کے انتخاب کے خدائی انتخاب ہونے کی نشانی۔[۱:۵۷۲، ۵۷۳]

طالوت علیہ السلام کے تقرر کے بعد بنی اسرائیل کے حالات میں نمایاں تبدیلی۔[۱:۵۷۴]

طالوت علیہ السلام نے قوم کی تنظیم اور ان کے اندر روح جہاد پیدا کرنے کا کام کیا۔[۱:۵۷۵]

طالوت علیہ السلام نے فوج کی اطاعت کا امتحان لیا۔[۱:۵۷۷]

طالوت علیہ السلام اور اس کے باایمان ساتھیوں کا قول۔[۱:۵۷۸]

داؤد علیہ السلام جوانی میں طالوت علیہ السلام کے لشکر میں شامل ہوئے اور جالوت کو ڈھیر کیا۔[۱:۵۸۰]

## عزیر علیہ السلام

'الذی' البقرۃ ۲۵۹ میں کون مراد ہے؟ خضر علیہ السلام یا عزیر علیہ السلام۔[۱:۶۰۱]

یہود عزیر علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا مانتے ہیں۔[۱:۳۰۴، ۳:۵۶۲، ۴:۶۸۵]

آپ علیہ السلام کا نام تورات میں 'عزرا' ہے۔[۳:۵۶۱]

آپ علیہ السلام نے اپنی یادداشت سے از سرِ نو تورات کو مرتب کیا۔[۳:۵۶۱]

## لوط علیہ السلام

### ذات وصفات

ابراہیم علیہ السلام اور لوط علیہ السلام ایک ہی دور کے رسول۔[۵:۳۲۱]

آپ علیہ السلام ابراہیم علیہ السلام کے بھتیجے ہیں۔[۳:۶۰۳]

آپ علیہ السلام ابراہیم علیہ السلام کے رشتے دار، ہم عصر اور انہی کے تربیت کردہ ہیں۔[۶:۴۹۰]

آپ علیہ السلام، ابراہیم علیہ السلام کے بھتیجے اور خود منصبِ رسالت پر فائز تھے۔[۶:۳۴]

باعتبار نسب اور قبیلہ لوط علیہ السلام اپنی قوم سے الگ تھے۔[۳:۳۰۶]

آپ علیہ السلام پر 'حکم' اور 'علم' کا انعام۔[۵:۱۶۶]

توحید اور ہدایت کی دعوت و اشاعت کے حوالہ سے برگزیدہ۔[۳:۱۰۲]

آپ علیہ السلام کی غیر معمولی صفت شکر کی غیر معمولی داد۔[۸:۱۰۸]

### بیوی

آپ علیہ السلام کی بیوی کے ذکر کی خاص وجہ۔[۶:۳۸]

آپ علیہ السلام کی بیوی کی ہمدردیاں اپنی قوم کے ساتھ تھیں۔[۷:۶۱۲]

آپ علیہ السلام کی بیوی، آپ علیہ السلام کے مہمانوں کی خبر قوم کے غنڈوں کو کردیتی تھی۔[۸:۴۷۴]

آپ علیہ السلام کی بیوی، آپ علیہ السلام کے اہل میں سے خارج۔[۳:۳۰۸]

آپ علیہ السلام کی بیوی کو ایک جلیل القدر پیغمبر کی بیوی ہونا کچھ کام نہ آیا۔[۳:۳۰۹، ۸:۷۷، ۴۷۳، ۹:۶۳۴]

## دعوت

آپ علیہ السلام کی دعوت۔[۵:۶۱۴، ۶:۳۵، ۴۹۲]

آپ علیہ السلام کی اپنی قوم کے اخلاقی فساد کی اصلاح کی کوشش۔[۵:۵۷۴]

آپ علیہ السلام کے خلاف لوگوں کے جذبات بھڑکانے کی کوشش۔[۵:۶۱۵]

آپ علیہ السلام کا قوم کی برائی پر اظہارِ نفرت۔[۳:۳۰۶]

آپ علیہ السلام نے توحید کی دعوت کے بجائے قوم کی بے حیائی کو موضوعِ بحث کیوں بنایا؟۔[۳:۳۰۷]

آپ علیہ السلام کو قوم کا جواب۔[۳:۳۰۸]

آپ علیہ السلام کی دعوت، قوم کا رویہ اور اس کا انجام۔[۳:۳۰۶، ۴:۱۵۴، ۳۶۸، ۵:۴۹۶، ۵۴۵، ۵۴۸، ۶۱۴]

## عذاب کے فرشتے

ابراہیم علیہ السلام، لوط علیہ السلام اور مریم علیہا السلام کو فرشتہ نے بشری شکل میں اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچایا۔[۷:۱۹۳]

آپ علیہ السلام اور آپ علیہ السلام کے ساتھیوں کے باب میں ابراہیم علیہ السلام کی تشویش کا ازالہ۔[۶:۳۷]

فرشتوں کی آمد پر آپ علیہ السلام کی تشویش۔[۴:۱۵۸]

آپ علیہ السلام کی آزردگی کا سبب۔[۶:۳۸]

آپ علیہ السلام اور فرشتے۔[۴:۳۶۸]

آپ علیہ السلام کو فرشتوں کی ہدایات۔[۴:۳۶۸]

آپ علیہ السلام کے گھر پر غنڈوں کا حملہ۔[۴:۳۶۹]

آپ علیہ السلام کی قوم مہمان فرشتوں کی بے حرمتی کے درپے ہوئی۔[۷:۶۰۶]

آپ علیہ السلام کی طرف سے قوم کے ضمیر کو جھنجھوڑنے کی آخری کوشش۔[۴:۱۵۸]

قوم کی اخلاقی حس بیدار کرنے کی آپ علیہ السلام کی آخری تدبیر۔[۴:۳۷۰]

آپ علیہ السلام کی دعوتِ اصلاح کے مقابل غنڈوں کا ہمزولمز۔[۹:۵۴۵]

## فریاد و دعا

آپ علیہ السلام کی دعا و فریاد۔[۴:۱۵۸، ۵:۵۴۹، ۶:۳۶]

آپ علیہ السلام کو قوم کی فیصلہ کن دھمکی اور ان کا جواب۔[۵:۵۴۸]

آپ علیہ السلام کی ہجرت۔[۵:۱۶۶]

## قومِ لوط علیہ السلام پر عذاب

لوط علیہ السلام کی قوم پر عذاب کی نوعیت۔[۴:۱۵۹، ۳۷۰]

آپ علیہ السلام کے بستی سے نکلنے کے بعد عذاب۔[۸:۱۰۹]

آپ علیہ السلام کی تنبیہات کے بعد قوم کی تکذیب اور عذاب۔[۳:۳۰۹، ۴:۳۷۰، ۵:۱۶۶، ۶۱۵، ۶:۳۹، ۷:۶۱۱، ۸:۱۰۸]

آپ علیہ السلام کے مکذبین کی تباہی۔[۷:۵۷۶]

آپ علیہ السلام اور ان کے آل و اتباع عذاب سے بچا لیے

گئے۔[۳۶۷:۴]

### بشارت وانذار

ابراہیم علیہ السلام اور لوط علیہ السلام کی سرگزشت میں بشارت اور انذار ساتھ ساتھ موجود ہیں۔[۶۲۲:۷]

اللہ تعالیٰ کی رحمت ونقمت کی شہادت ابراہیم علیہ السلام اور لوط علیہ السلام کے واقعہ سے۔[۶۰۶:۷]

## عیسیٰ مسیح علیہ السلام

### خاندان اور ولادت

آپ علیہ السلام کا خاندان۔[۷۵:۲]

آپ علیہ السلام کی والدہ، نانا اور آپ علیہ السلام کے دوسرے اجداد معلوم ہیں۔[۷۶:۲]

مریم علیہا السلام اور مسیح علیہ السلام کی سرگزشت، ایک اجمالی اشارہ۔[۳۲۲:۵]

مریم علیہا السلام کے بطن سے مسیح علیہ السلام کی ولادت باسعادت ہوئی۔[۷۱:۲]

عیسیٰ علیہ السلام کا بن باپ کے پیدا کرنا متشابہات میں سے ہے۔[۲۸:۲]

فرشتے نے مریم علیہا السلام کو آپ علیہ السلام کی بشارت دی۔[۸۶:۲]

عیسیٰ علیہ السلام مثیل آدم علیہ السلام۔[ ۳۲:۲، ۱۰۷:۹، ۴۴۴:۹]

آپ علیہ السلام ابن مریم ہیں، مسیح علیہ السلام بن یوسف کی تردید۔[۹۳:۲]

مریم علیہا السلام کو ضمناً آپ علیہ السلام کے کہولت تک پہنچنے کی بشارت۔[۹۳:۲]

آپ علیہ السلام یا آپ علیہ السلام کی والدہ کوئی مافوق بشر ہستی نہیں ہیں۔[۷۱:۲]

آپ علیہ السلام کی خارق عادت ولادت۔[۶۴۴:۴]

آپ علیہ السلام کی ولادت کے ذکر سے پہلے زکریا علیہ السلام اور بعد میں ابراہیم علیہ السلام کے ذکر کی وجہ۔[۶۶۲:۴]

آپ علیہ السلام کا مولد ناصرہ ہے۔[۲۲۹:۱]

### لقب

آپ علیہ السلام کا لقب مسیح ہے۔[۹۱:۲]

آپ علیہ السلام کے لیے انجیل میں "خدا کا مسیح" کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔[۹۲:۲]

آپ علیہ السلام پیدائشی مسیح تھے۔[۹۲:۲]

### گہوارے میں کلام

آپ علیہ السلام کا کلام گہوارے میں۔[۹۳:۲، ۶۳۰:۴]

گہوارے میں آپ علیہ السلام کے ارشادات۔[۶۴۸:۴، ۲۴۲:۷]

### کلمۃ اللہ

آپ علیہ السلام کی اصل حقیقت۔[۴۳۵:۲، ۲۴۲:۷]

آپ علیہ السلام کے نشانِ قیامت ہونے کے بعض پہلو۔[۶۴۵:۴، ۲۴۳:۷، ۲۴۴]

آپ علیہ السلام ایک نشانی ہیں۔[۶۴۵:۴]

آپ علیہ السلام کلمۃ اللہ ہیں۔[۳۱:۲، ۸۰:۲]

آپ علیہ السلام کے روح ہونے کا مفہوم۔[۱۸۶:۵]

### صفات

بن باپ پیدا ہونے کے باوجود آپ علیہ السلام کو روزِ اول سے خلق کی نگاہوں میں بے پناہ وجاہت حاصل رہی۔[۹۲:۲]

تاریک و مایوس کن حالات میں خدا کی قدرت و حکمت کی شانیں:

یونس علیہ السلام، زکریا علیہ السلام، یحییٰ علیہ السلام، مریم علیہا السلام، مسیح علیہ السلام۔[۱۱۷:۵]

آپ علیہ السلام کی وجاہت کے بعض پہلو۔[۹۲:۲]

ماں کے فرمانبردار۔[۲۴۹:۴]

دنیا اور آخرت دونوں میں باوقار، مقرب اور صالح۔[۸۶:۲]

امتیازی وصف اور خاص مشن۔[۳۵۹:۸]

الیاس علیہ السلام، زکریا علیہ السلام، یحییٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام صفات کے اعتبار سے ایک ہی زمرہ کے ہیں۔[۸۱:۲، ۴۹۰:۶]

زکریا علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کا اشتراکِ خصوصیات۔[۸۱:۲، ۸۶]

انبیاء جن کا مشترک وصف زہد و توکل ہے: زکریا علیہ السلام، یحییٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام۔[۱۰۱:۳]

یحییٰ علیہ السلام، مریم علیہا السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کا اصلی اور حقیقی شرف قرآن ہی نے نمایاں کیا ہے۔[۸۰:۲، ۸۲، ۸۵]

## بعثت

آپ علیہ السلام کی رسالت بنی اسرائیل کے لیے خاص تھی۔[۹۵:۲، ۱۰۶]

بعثت کا مقصد۔[۲۴۵:۷]

انبیاء کے نقشِ قدم پر بھیجا گیا۔[۵۳۱:۲]

بنی اسرائیل کے آخری پیغمبر۔[۷۵:۲، ۷۵:۳، ۳۵۷:۸]

یحییٰ علیہ السلام، آپ علیہ السلام کی بشارت کے لیے مبعوث فرمائے گئے۔[۳۵۲:۷]

قرآن آپ علیہ السلام کا ذکر اللہ کے ایک بندے اور اس کے ایک رسول کی حیثیت سے کرتا ہے۔[۲۳۹:۷]

خدا کے ایک برگزیدہ بندے۔[۷۲:۲]

عیسیٰ علیہ السلام، ایوب علیہ السلام، یونس علیہ السلام، ہارون علیہ اسلام ابتلاء و تائید الٰہی میں مشترک۔[۴۳۱:۲]

رومی حکام اپنی تمام قوت و جبروت کے باوجود آپ علیہ السلام کی عظمت و صداقت اور ان کی بے پناہ مقبولیت سے مرعوب ہو گئے۔[۹۲:۲]

آپ علیہ السلام کی پیشین گوئی ان کے پیشرو انبیاء کے صحیفوں میں موجود تھی۔[۵۳۱:۲]

آپ علیہ السلام کے بارے میں سب سے زیادہ واضح بشارت یحییٰ علیہ السلام نے دی۔[۸۰:۲]

اللہ تعالیٰ نے بستی والوں کے انذار کے لیے دو رسول بھیجے اور ایک تیسرے منذر سے اپنے رسولوں کو کمک پہنچائی۔ کیا ان سے عیسیٰ علیہ السلام کے بھیجے ہوئے سفیر مراد ہیں؟[۴۰۵:۶]

نوح علیہ السلام سے لے کر مسیح علیہ السلام تک رسولوں کے باب میں ایک ہی سنت کارفرما رہی ہے۔[۴۹:۷]

## تعلیمات

آپ علیہ السلام کا ابتدائی پیغام۔[۸۶:۲]

زکریا علیہ السلام، یحییٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام توحید اور اسلام ہی کے داعی تھے۔[۱۰۱:۳]

جبل زیتون آپ علیہ السلام کی دعوت اور عبادت کا مرکز۔[۴۳۷:۹]

رہبانیت سے کوئی تعلق نہیں۔[۴۳۵:۲]

نصاریٰ کی ایجاد رہبانیت کا آپ علیہ السلام کی تعلیم سے کوئی تعلق نہیں۔[۱۳۹:۸، ۲۲۶، ۲۳۲، ۲۳۳]

مسیح علیہ السلام سے لیکر آدم علیہ السلام تک تثلیث کا کہیں سراغ نہیں۔[۴۳۶:۲]

آپ علیہ السلام کی تعلیمات کے خلاف حلول و تثلیث کے عقائد۔[۴۴۷:۲]

نصاریٰ کی بدعات آپ علیہ السلام کی تعلیمات کے بالکل خلاف ہیں۔[۱۲۹:۲]

نصاریٰ کی آپ علیہ السلام سے منسوب باتیں، عقل سلیم کے خلاف ہیں۔[۲:۱۲۵، ۱۲۹]

آپ علیہ السلام کی اصل دعوت توحید ہے۔[۷:۲۴۶]

آپ علیہ السلام کی تعلیم، انبیاء کی متفقہ تعلیم سے مختلف نہیں۔[۲:۴۳۶]

آپ علیہ السلام نے آل عمران میں اسلام کی صحیح تصویر پیش کی۔[۱:۷۲]

آپ علیہ السلام کی حکیمانہ بات۔[۶:۶۲]

کن حرام کردہ چیزوں کو حلال ٹھہرایا۔[۲:۹۷]

انجیل تمام تر مواعظِ حکمت پر مشتمل ہے۔[۵:۴۶۳]

آپ علیہ السلام نے جزا وسزا کو نہایت خوبصورت تمثیلوں سے واضح فرمایا ہے۔[۷:۵۹۸]

یحییٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام زیادہ تر تمثیلوں میں بات کرتے تھے۔[۳:۹۲]

آپ علیہ السلام کا کلام تمثیلات سے بھرا ہوا ہے۔[۱:۱۴۱]

آپ علیہ السلام کی تاکستان والی تمثیل۔[۶:۵۲۸]

مسیح علیہ السلام کی کھوئی ہوئی بھیڑ کی تمثیل۔[۵:۴۸۹]

آپ علیہ السلام نے اپنی زندگی کے ہر مرحلہ میں سلام وتحیت کی بشارت دی۔[۴:۶۴۹]

## شریعت

آپ علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام کی شریعت کے پیرو تھے۔[۵:۱۵۲]

تورات سے کوئی الگ شریعت لے کر نہیں آئے تھے۔[۲:۹۴]

یہود کو حکمتِ دین سے آشنا کیا۔[۱:۳۶۴]

شریعت کی روح اور اس کی حکمت واضح فرمائی۔[۲:۹۴]

تورات پر اضافہ شریعت کا نہیں بلکہ حکمت کا فرمایا۔[۲:۹۶، ۴:۶۴۸]

درحقیقت تورات ہی کو قائم کرنے کے لیے آئے۔[۲:۴۰۸]

اپنی امت پر تورات کی پابندی یہود کی طرح واجب کی۔[۱:۳۶۴]

تورات کے ہر حصہ کی تصدیق نہیں فرمائی۔[۸:۳۵۸]

تورات کی تحریفات سے پردہ اٹھایا ہے۔[۸:۳۵۸]

## نبی خاتم ﷺ کی بعثت کی بشارت

عیسیٰ علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ کا وعدہ کہ وہ اپنا آخری نبی تکمیل شریعت کے لیے بھیجے گا۔[۱:۳۰۸، ۳۱۰]

آپ علیہ السلام نے آنحضرت ﷺ کی بعثت کی بشارت دی۔[۶:۲۴۴، ۸:۳۴۹]

آپ علیہ السلام نے آنحضرت ﷺ کی بشارت نام کی تصریح کے ساتھ دی۔[۷:۳۵۲، ۸:۳۶۰-۳۶۲]

آنحضرت ﷺ کے باب میں مسیح علیہ السلام کی پیشین گوئیوں کی اہمیت۔[۸:۳۵۸]

آپ علیہ السلام نے اپنی پیش گوئیوں میں قرآن، قرآن کی دعوت، غلبہ اور اس کے مراحل ومدارج کا ذکر فرمایا۔[۷:۳۵۳]

آپ علیہ السلام کی آسمانی بادشاہت کا اشارہ آنحضرت ﷺ کی رسالت کی طرف ہے۔[۶:۲۴۴]

آنحضرت ﷺ کی پیشین گوئیاں ابراہیم علیہ السلام، موسیٰ علیہ السلام اور مسیح علیہ السلام سے منقول ہیں۔[۶:۴۶۵، ۷:۲۷۱]

عیسیٰ علیہ السلام نے جس تسلی دینے والے اور نجات دہندہ کی بشارت دی تھی، اس کے حوالہ سے اچھے نصاریٰ کا طرزِ عمل۔[۲:۵۷۵]

مسیح علیہ السلام کی پیشین گوئی۔[۳:۷۴، ۳:۷۶]

مسیح علیہ السلام کی اصل حقیقت قرآن نے واضح کردی ہے۔[۲:۱۰۸، ۱۰۹]

آپ علیہ السلام کی تمثیل قرآن کے مطابق۔[۳:۲۳۱، ۲۵۸]

عیسیٰ علیہ السلام قرآن کی دعوت کے شاہد۔[۷:۳۵۱]

آپ علیہ السلام کا جواب کہ قرآن کیوں شیطانی کلام نہیں ہوسکتا۔[۵:۵۶۱]

قرآن کی پیشین گوئی موسیٰ علیہ السلام اور مسیح علیہ السلام نے

کی۔[۱۰۹:۳]

آدم علیہ السلام سے لے کر مسیح علیہ السلام تک کسی نے خاتم الانبیاء ہونے کا دعویٰ نہیں کیا۔[۲۴۳:۶]

مسیح علیہ السلام اور نبی امّی ﷺ پر ایمان لانے والے دہرے اجر کے حقدار۔[۲۳۷:۸]

## معجزات

آپ علیہ السلام کے معجزات۔[۶۰۷:۲]

آپ علیہ السلام کو کھلے کھلے معجزات عطا ہوئے اور روح القدس کی خاص تائید۔[۲۶۹:۱، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۱۲:۴]

آپ علیہ السلام کے معجزات کے بارہ میں تورات اور قرآن کے بیان کا فرق۔[۹۶:۲]

آپ علیہ السلام کے معجزات کے بل پر لوگوں نے ان کو ایک معبود بنا دیا۔[۹۵:۲]

## الوہیت کا عقیدہ

مسیح علیہ السلام جب خدا کو 'اب' کہتے تو اس سے ان کی مراد 'رب' ہی ہوتی ہے۔[۹۷:۲]

تورات اور انجیل میں 'ابن' کا لفظ عیسیٰ علیہ السلام ہی کے لیے نہیں دوسرے انبیاء کے لیے بھی استعمال ہوا ہے۔[۱۰۷:۲]

نصاریٰ کا مسیح علیہ السلام کی الوہیت کا عقیدہ۔[۹۷:۲، ۱۰۷، ۱۰۹]

الوہیت کے عقیدے کا سبب۔[۳۱:۲]

نصاریٰ نے آپ علیہ السلام کی ولادت کو الوہیت کی دلیل بنایا۔[۶۳۰:۴]

خارق عادت ولادت الوہیت کی دلیل نہیں ہے۔[۶۵۰:۴]

مسیح علیہ السلام کی بشریت کی دلیل۔[۵۶۸:۲]

تثلیث کا عقیدہ۔[۴۳۶:۲]

الوہیت کے عقیدے کی وجہ عیسائیوں کا استکبار ہے۔[۴۳۷:۲]

عیسائیوں کا عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں غلو۔[۴۳۵:۲]

نصاریٰ مسیح علیہ السلام کو خدا کا بیٹا مانتے ہیں۔[۳۰۴:۱، ۵۶۲:۳، ۶۸۵:۴]

پال کا اصل مقصود مسیح علیہ السلام کو خدا ثابت کرنا تھا۔[۴۸۲:۲]

نصاریٰ عیسیٰ علیہ السلام کو معبود اور ان سے خدا سے بڑھ کر محبت کرتے ہیں۔[۵۷:۲]

مسیح علیہ السلام کو خدا بنانے پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے اظہارِ غضب۔[۴۸۲:۲]

مسیح علیہ السلام خدا کس طرح ہوئے؟ نصاریٰ سے سوال۔[۱۷:۲]

مسیح علیہ السلام کو خدا بنانے کی تردید اور نصاریٰ کو ملامت۔[۴۴۵:۲]

انبیاء میں سے کسی کو خدائی کا مقام حاصل نہیں تھا جیسا کہ نصاریٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق گمان کیا۔[۱۰۱:۳]

مسیح علیہ السلام کے بارے میں نصاریٰ کے مزعومات۔[۵۶۳:۳]

مسیح علیہ السلام کے بارے میں انجیلوں میں مذکور تمام خرافات کی تردید۔[۹۳:۲]

نصاریٰ نے مسیح علیہ السلام کے بارے میں قرآن کے چیلنج کو قبول نہیں کیا۔[۱۰۸:۲]

نصاریٰ مسیح علیہ السلام کی تعلیمات کو چھوڑ کر کفر و شرک میں مبتلا ہو گئے۔[۵۶۳:۲]

آپ علیہ السلام اپنے عیسائی پجاریوں کی دعا و فریاد سے واقف نہیں ہو سکتے۔[۳۴۸:۷]

آپ علیہ السلام اپنے پرستاروں سے اعلانِ براءت کریں گے۔[۶۹۹:۵]

## یہود اور مسیح علیہ السلام

عیسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کے لیے ایک نمونہ اور مثال۔[۲۴۳:۷]

آپ علیہ السلام کے دور میں یہود نے مریم علیہا السلام پر بہتان لگانے کی جرأت نہیں کی۔[۴۲۰:۲]

یہود کے رویے کے بارے میں مسیح علیہ السلام کی دس کنواریوں والی تمثیل۔[۲۷۰:۱]

آپ علیہ السلام کا بنی اسرائیل کو خطاب۔[۵۷۱:۲]

آپ علیہ السلام پر یہود کا شیطانی تصرف کا الزام اور قرآن کی تردید۔[۲۶۸:۱]

آپ علیہ السلام پر یہود کے الزامات۔[۱۰۲:۲]

آپ علیہ السلام کے خلاف یہود کی سازشیں۔[۶۰۷،۱۰۲:۲]

اللہ، موسیٰ علیہ السلام اور تورات پر یہود کا دعویٰ جھوٹا ہے۔[۵۷۳:۲]

یہود کے دوسرے فساد اور اس کے انجام سے مسیح علیہ السلام نے ڈرایا۔[۴۸۰،۴۷۹:۴]

ٹائیٹس کے ہاتھوں یہود کی تباہی کی پیشین گوئی۔[۴۸۳:۴]

احیائے موتیٰ کا معجزہ اور یہود کے لیے سبق۔[۲۴۴:۷]

یہود نے مسیح علیہ السلام کی بھی تکذیب کی۔[۳۵۷:۸]

یہود عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے سے محروم رہے۔[۳۵۷:۸]

مسیح علیہ السلام کو یہود نے بزعمِ خویش سولی پر لٹکوایا۔[۲۶۶:۱]

مسیح علیہ السلام کی دعوت کی تکذیب کے بعد آج تک یہود کو کبھی اقتدار حاصل نہیں ہوا۔[۳۶۹:۸]

آپ علیہ السلام نے یہود کے علماء اور لیڈروں کے لیے قرآن سے بھی زیادہ سخت الفاظ استعمال کیے۔[۱۲۷:۱]

مسیح علیہ السلام نے یہود کے رویے کو مچھر کے چھاننے اور اونٹ کے نگل جانے سے تشبیہ دی۔[۱۴۲:۱]

آپ علیہ السلام کا علمائے یہود کے بارے میں اظہارِ خیال۔[۱۸۸:۱]

آپ علیہ السلام اور علمائے یہود کے درمیان متعدد مناظروں کا انجیلوں میں ذکر۔[۹۷:۲]

آپ علیہ السلام کی یہودی فقہاء پر تنقید۔[۳۱۴:۲]

ابراہیم علیہ السلام و یعقوب علیہ السلام کی اولاد اور موسیٰ علیہ السلام، مسیح علیہ السلام اور اسمٰعیل علیہ السلام کی پیروی کے باوجود یہود نے دین کو برباد کر دیا۔[۶۶۷:۴]

آپ علیہ السلام کی بنی اسرائیل کے علماء اور فقیہوں سے مایوسی۔[۸۶:۲]

نوح علیہ السلام، موسیٰ علیہ السلام، ہارون علیہ السلام اور مسیح علیہ السلام اور ان کے مکذبین کا حوالہ۔[۳۰۸،۲۹۳:۵]

مسیح علیہ السلام نے قاتلینِ انبیاء کی اولاد کے ایمان اور ان کی نجات سے مایوسی کا اظہار کیا ہے۔[۵۵:۲]

آپ علیہ السلام کی بنی اسرائیل پر لعنت۔[۵۷۲،۵۷۱:۲]

داؤد علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کی یہود پر لعنت۔[۵۵۷:۲، ۴۴۷]

یحییٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کی بنی اسرائیل پر ملامتیں۔[۴۷۵:۸]

آپ علیہ السلام کی یہود کو سرزنش کہ اولادِ ابراہیم علیہ السلام ہونے پر ناز نہ کرو۔[۷۳:۸]

آپ علیہ السلام اور بعض دوسرے نبیوں نے بھی یہود کو اخفائے کتاب پر سرزنش کی۔[۱۰۸:۳]

## آپ علیہ السلام کے حواریین

آپ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو 'بنی اسرآئیل' سے مخاطب کیا۔[۳۶۳:۸]

انبیاء اپنی قوم کے ایمان کے نہایت حریص ہوتے ہیں، اِس ضمن میں عیسیٰ علیہ السلام کی تمثیل۔[۵۹:۳]

'حواریین' عیسیٰ علیہ السلام کے خاص شاگرد۔[۹۸:۲]

مائدہ ۱۱۱ میں حواریین کو زیرِ بحث لانے کی حکمت۔[۶۰۷:۲]

آپ علیہ السلام کے حواریوں کا قابلِ تقلید نمونہ۔[۳۶۸:۸]

حواریین نے آپ علیہ السلام کو اپنے مسلم ہونے پر گواہ ٹھہرایا۔[۱۰۰:۲]

اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام اور آپ علیہ السلام کے ساتھیوں کی مدد فرمائی۔[۸۶:۲]

آپ علیہ السلام کے حواریین کی پیروی کی دعوت۔[۳۵۰:۸]

آپ علیہ السلام کے خلیفۂ راشد شمعون۔[۵۷۴:۲]

آپ علیہ السلام کے سچے نصاریٰ خلیفہ شمعون اور آپ علیہ السلام کے نقشِ قدم پر چلنے والے ہیں۔[۲۳۴:۸]

آپ علیہ السلام کے متّبعین کا یہود پر غلبہ۔[۱۰۵:۲]

قیامت کے دن آپ علیہ السلام کے حواریین اور نصاریٰ پر اتمامِ حجت۔[۶۰۸:۲]

## نصاریٰ پر شہادت

آپ علیہ السلام کی اپنی قوم پر شہادت کا تذکرہ۔[۳۰۱:۲، ۴۲۳، ۴۴۸، ۵۷۶، ۶۰۶، ۶۵۱]

قیامت کے دن آپ علیہ السلام سے سوالات نصاریٰ کی فضیحت کے لیے۔[۶۰۷:۲]

بروزِ قیامت آپ علیہ السلام سے نصاریٰ کی اصل گمراہی کا سوال۔[۶۰۹:۲]

نصاریٰ کی شفاعت سے آپ علیہ السلام کی براءت۔[۶۰۹:۲]

آپ علیہ السلام کی واضح شہادت کا اثر نصرانیوں پر۔[۳۵۴:۷]

آپ علیہ السلام زندگی کے آخری دور میں قوم کے مستقبل سے مایوس ہوگئے۔[۴۴۱:۹]

آزمائش کے آخری مرحلہ میں آپ علیہ السلام کی دعا میں مشغولیت۔[۵۶۵:۵]

## رفعِ آسمانی

یہود مسیح علیہ السلام کے قتل کرنے کے خود مدعی ہیں۔[۴۲۲:۲]

واقعہ قتل مسیح علیہ السلام کی نوعیت انجیلوں کی روشنی میں [۴۲۱:۲]۔

آپ علیہ السلام کی موت کس طرح ہوئی؟۔[۱۰۴:۲]

اِنّی متوفیک کا مفہوم۔[۱۰۳:۲]

آپ علیہ السلام کو یہود نہ تو قتل کر سکے نہ سولی دے سکے۔[۴۲۱:۲]

واقعۂ قتلِ مسیح علیہ السلام کی تردید کا مقصد۔[۴۲۰:۲]

جس سولی سے اللہ تعالیٰ نے مسیح علیہ السلام کو محفوظ رکھا نصاریٰ نے اس پر خود چڑھ کر خودکشی کر لی۔[۴۲۱:۲]

آپ علیہ السلام کی حفاظت کے لیے تدبیر الٰہی۔[۱۰۳:۲]

آپ علیہ السلام کا رفع آسمانی ہجرت الی اللہ ہے۔[۱۰۵:۲]

رفع سے مجرد ترقی درجات مراد لینا عربیت کے خلاف ہے۔[۴۲۲:۲]

## حکیمانہ اقوال

۱۔ بندوں کو حقیقی زندگی روٹی سے نہیں حاصل ہوتی بلکہ اس کلام والہام سے حاصل ہوتی ہے جو خدا کی طرف سے آتا ہے"۔[۱۹۴:۷]

۲۔ آدمی صرف روٹی سے نہیں جیتا بلکہ اس کلمہ سے جیتا ہے جو خدا کی طرف سے آتا ہے۔[۱۴۱:۱، ۴۶۰، ۷۸:۲، ۴۵۸:۳، ۱۶۲:۴، ۳۸۹، ۵۳۹، ۲۴:۷، ۱۸۵:۸]

۳۔ بنی اسرائیل کی ساری دینداریاں مسیح علیہ السلام کے الفاظ میں مچھر چھاننے اور اونٹ نگلنے کے مترادف تھیں۔[۵۵:۲]

۴۔ بنی اسمٰعیل کے بارے میں عیسیٰ علیہ السلام کا ارشاد کہ وہ ایک تناور درخت بن کر ایک عالم کو اپنے سائے کی پناہ میں لینے والا تھا۔[۶۵:۲]

۵۔ عیسیٰ علیہ السلام کا یحییٰ علیہ السلام کے بارے ارشاد: "ماؤں نے جن کو جنا ان میں یوحنّا سے بڑا کوئی نہیں۔[۸۲:۲]

۶۔ "مَیں صرف بنی اسرائیل کی کھوئی بھیڑوں ہی کی تلاش کے لیے آیا ہوں"۔[۹۵:۲]

۷۔ عیسیٰ علیہ السلام نے یہود سے مایوس ہو کر ماہی گیروں کو دعوت دی: "اے مچھلیوں کے پکڑنے والو! آؤ، مَیں تمہیں آدمیوں کے پکڑنے والا بناؤں"۔[۹۹:۲، ۳۶۸:۸]

۸۔ ''میں تورات کو منسوخ کرنے نہیں بلکہ اِس کو قائم کرنے آیا ہوں۔[۲:۹۶]

۹۔ مسیح علیہ السلام کی اپنے شاگردوں کو ہدایت'' کبوتر کے مانند بے آزار اور سانپ کی مانند ہوشیار بنو''۔[۷:۱۷۴، ۲:۲۷۵۴]

۱۰۔ مسیح علیہ السلام کی پیشین گوئی:'' مبارک ہیں وہ جو دل کے غریب ہیں، آسمان کی بادشاہی میں وہی داخل ہوں گے''۔[۲:۲۷۴، ۵:۴۹۱، ۷:۳۵۵]

۱۱۔ مسیح علیہ السلام کی یہود کو تنبیہ:'' تم کو چراغ اِس لیے دیا گیا تھا کہ اس کو طاق پر رکھو کہ پورے گھر میں روشنی پھیلے لیکن تم نے اس کو پیالے کے نیچے ڈھانک کے رکھا ہے''۔[۳:۱۰۸، ۸:۱۸]

۱۲۔'' روشنی چھپا کر رکھنے کی چیز نہیں ہوتی بلکہ اونچی جگہ سرِ راہ رکھنے کی چیز ہوتی ہے۔[۳:۱۵۹]

۱۳۔ مسیح علیہ السلام کا بنی اسرائیل سے خطاب: تم اس بات پر گھمنڈ نہ کرو کہ تم ابراہیم علیہ السلام کی اولاد ہو۔ میرا خداوند چاہے تو ریگستان کے ذروں سے ابراہیم علیہ السلام کے لیے اولاد کھڑی کرے''۔[۳:۱۶۸]

۱۴۔'' جو غلام ایک پیسہ میں چور ثابت ہوا، اس کو اس کا مالک ایک لاکھ کی امانت کیسے سونپے گا''[۳:۴۵۷]

۱۵۔ مسیح علیہ السلام کا یہود کے بارے میں قول:'' تم نے میرے باپ (رب) کے گھر کو چوروں کا بھٹ بنا دیا ہے''۔[۳:۵۶۵، ۴:۱۷، ۴:۷۳، ۴:۷۴ح، ۵:۳۶۳]

۱۶۔'' علمائے یہود ہادی و مرشد بننے کے بجائے رہزن اور بٹ مار بن گئے ہیں''۔[۳:۵۶۵]

۱۷۔'' تم اوروں کو تو زیرے اور سونف پر بھی عشر کا حساب بتاتے ہوئے لیکن خود دوسروں کا مال ہڑپ کر جاتے ہو۔''[۳:۵۶۵]

۱۸۔ مسیح علیہ السلام کا یہود سے خطاب:'' تو تو وہ ہے کہ تو نے پہلی شب میں چھنالا کیا''۔[۴:۷۹]

۱۹۔'' جو مزدور اپنی ڈیوٹی پر ہے وہ اپنی مزدوری کا حق دار ہے''۔[۵:۱۱۰]

۲۰۔'' جو ایک پیسہ میں چور ہے اس کو ایک لاکھ کی امانت نہیں سونپی جاتی۔''[۵:۴۱۱]

۲۱۔ مسیح علیہ السلام کا اپنے شاگردوں سے خطاب:'' جب لوگ تم کو میرے کام پر عدالتوں میں پکڑوائیں تو یہ فکر نہ کرنا کہ کیا کہو گے، میرا خداوند عین وقت پر روح القدس سے تمہاری مدد کرے گا''۔[۸:۴۲۱، ۵:۵۱۵]

۲۲۔'' اس سے وہ بھی لے لیا جاتا ہے جو اس کو دیا گیا۔''[۵:۶۳۴]

۲۳۔'' جس طرح اونٹ سوئی کے ناکے میں نہیں جا سکتا اسی طرح دولت مند خدا کی بادشاہی میں نہیں داخل ہو سکتا۔''[۵:۶۹۰، ۶:۳۰۶، ۳:۳۵۸]

۲۴۔'' جس پتھر کو معماروں نے رد کیا بالآخر وہی کونے کا آخری پتھر بنا''۔[۶:۲۴۵]

۲۵۔'' اس کے ہاتھ میں (یعنی پیغمبر خاتم ﷺ کے ہاتھ میں) اس کا چھاج ہوگا، وہ اپنے کھلیان کو خوب صاف کرے گا، دانے کو بھس سے الگ کرے گا، پھر دانے کو محفوظ کرے گا اور بھس کو جلا دے گا''۔[۷:۴۷۴]

۲۶۔'' کتنے پیچھے آنے والے ہیں جو آگے ہو جائیں گے'' زمانے کے اعتبار سے آخرین، خدمات کے اعتبار سے اوّلین کے زمرے میں۔[۸:۱۶۲]

۲۷۔'' جب تو اپنے باغ کے پھل توڑے تو کُل نہ توڑ لے بلکہ اس کا کچھ حصہ غریبوں اور مسکینوں کے لیے بھی چھوڑ۔''[۸:۵۲۲]

۲۸۔'' بدی کی راہ فراخ اور اس پر چلنے والے بہت ہیں اور نیکی کی راہ تنگ اور اس پر چلنے والے تھوڑے ہیں۔''[۹:۵۱، ۳:۲۷۶]

۲۹۔'' تو اپنا مال اپنے خداوند کے پاس رکھ اس لیے کہ جہاں تیرا مال رہے گا وہیں تیرا دل بھی رہے گا''۔[۹:۵۵۰]

۳۰۔'' اور ان میں سے ایک عالم شرع نے آزمانے کے لیے اس سے پوچھا اے استاد، توریت میں کون سا حکم بڑا ہے؟ اس نے اس سے

کہا کہ خداوند اپنے خدا سے اپنے سارے دل اور اپنی ساری جان اور اپنی ساری عقل سے محبت رکھ۔ بڑا اور پہلا حکم یہی ہے اور دوسرا اس کی مانند یہ ہے کہ اپنے پڑوسی سے اپنے برابر محبت رکھ۔ انہی دو حکموں پر تمام توریت اور انبیاء کے صحیفوں کا مدار ہے۔'' [۱:۱۰۵]

## موسیٰ علیہ السلام

### قوم

موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم۔[۶:۴۸۹]

موسیٰ علیہ السلام قومِ فرعون کے اندر سے نہیں تھے۔[۳:۳۰۶]

### تذکرہ

موسیٰ علیہ السلام کا مختصر تذکرہ مختلف سورتوں میں ۔[۴:۱۶۴، ۳۱۱، ۶:۴۸۹، ۷:۶۱۴، ۹:۱۸۱]

### بچپن

آپ علیہ السلام کی والدہ کو کیا وحی کی گئی؟۔[۵:۴۳]

آپ علیہ السلام کی والدہ کو بچے کے صندوق میں رکھنے کی ہدایت۔[۴:۵۷۰]

آپ علیہ السلام کو بچپن میں دریا سے نکالنے والی کون تھی فرعون کی بیٹی یا بیوی۔[۱:۲۱۰، ۵:۶۶۰]

آپ علیہ السلام کو اپنی ماں کی طرف لوٹائے جانے کے لیے خدائی تدبیر۔[۵:۴۵]

آپ علیہ السلام اپنی ماں کی آغوش میں۔[۵:۶۶۲]

آپ علیہ السلام کی حفاظت کے لیے خدائی انتظامات۔[۵:۴۳، ۶۵۸]

آپ علیہ السلام شاہی محل میں۔[۵:۶۵۹]

اللہ تعالیٰ نے اپنے جمالِ محبت کا پرتو یتیم موسیٰ علیہ السلام پر ڈال دیا اور ان کی پرورش ان کے سب سے بڑے دشمن فرعون نے اپنے محل میں کی۔[۹:۴۱۵]

### جوانی

آپ علیہ السلام کی جوانی کا اصلی جمال۔[۵:۶۶۲]

آپ علیہ السلام کی صالح جوانی میدانِ عمل میں۔[۵:۶۶۳]

قبطی کے قتل کا واقعہ۔[۵:۴۷]

اسرائیلی کی حماقت سے افشائے راز۔[۵:۶۶۵]

قبطی کے قتل کے بعد احتیاط کا عہد۔[۵:۶۶۴]

مردِ مومن کا کردار۔[۵:۶۶۶]

موسیٰ علیہ السلام کا قبطی کے قتل کا اعتراف۔[۵:۵۰۹]

آپ علیہ السلام کی مروت، بے نیازی اور پاکیزہ نگاہی کا تجربہ۔[۵:۶۷۰]

چشمہ پر پانی پلانے کے واقعہ کا آپ علیہ السلام پر اثر۔[۵:۶۶۷]

جذبہ حمایتِ ضعیف۔[۵:۶۶۸]

آپ علیہ السلام کے لیے خیر کی راہ۔[۵:۶۶۹]

آپ علیہ السلام، شعیب علیہ السلام کی خدمت میں۔[۵:۶۷۰]

آپ علیہ السلام کو شعیب علیہ السلام کی پیشکش۔[۵:۶۷۱]

آپ علیہ السلام ایک مدت تک شعیب علیہ السلام کی خدمت و معیت میں رہے۔[۵:۵۸۱]

آپ علیہ السلام نے شعیب علیہ السلام کی آٹھ یا دس سال بکریاں چرائیں۔[۵:۵۰، ۵۱، ۵۸۰]

آپ علیہ السلام کا مدین میں قیام۔[۵:۵۱]

### صفات

کیا آپ علیہ السلام کی زبان میں لکنت تھی؟[۵:۳۹]

اِظہار و بیان کے پہلو سے آپ علیہ السلام اپنے اندر ایک کمی محسوس کرتے تھے۔[۵:۴۶۶]

آپ علیہ السلام کوئی زبان آور خطیب نہیں تھے۔[۷:۲۳۷]

آپ علیہ السلام کے لیے مخلَص کا لقب اور اس کا سبب۔[۴:۶۶۲، ۶۶۳]

آپ علیہ السلام کو نعمت کا سزاوار گردانا کہ آپ علیہ السلام خوب کار تھے۔[۳:۲۰۵]

## بعثت و مکالمۂ الٰہی

آپ علیہ السلام مدین سے واپسی پر رسالت سے مشرف ہوئے۔[۸:۱۶]

پہلی آواز جو آپ علیہ السلام کو سنائی دی۔[۵:۶۷۲]

آپ علیہ السلام سے مکالمۂ الٰہی کی نوعیت۔[۲:۴۳۰]

اللہ تعالیٰ کا موسیٰ علیہ السلام سے طوٰی میں کلام۔[۵:۵۰۶]

آپ علیہ السلام نے خدا سے روبرو باتیں کیں، تورات۔[۲:۴۷۷]

وادی طوٰی کا تقدس۔[۵:۳۱]

رب العالمین کی ندا موسیٰ علیہ السلام کو۔[۵:۵۸۱]

آپ علیہ السلام کے ابتدائی مشاہداتِ نبوت۔[۵:۶۷۳، ۸:۱۶۶]

موسیٰ علیہ السلام جیسے جلیل القدر پیغمبر اللہ تعالیٰ کو ناسوتی آنکھوں سے نہیں دیکھ سکے۔[۷:۱۹۱]

موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے بات کی لیکن اس کو دیکھا نہیں۔[۷:۱۹۲، ۱:۵۸۳، ۵۸۴، ۴:۵۱۲]

اللہ تعالیٰ سے بلا واسطہ کلام موسیٰ علیہ السلام کے مخصوصات میں سے ہے۔[۷:۱۹۲، ۱۹۳، ۴:۶۶۳]

آپ علیہ السلام کا کارِ عظیم کے لیے اللہ تعالیٰ کا انتخاب۔[۹:۱۸۰]

موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کے گھر عارضی قبلہ۔[۴:۸۱]

نبوت پا کر موسیٰ علیہ السلام کے اندیشے۔[۵:۵۰۷، ۵:۵۸۳]

موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کو مراکزِ نماز قائم کرنے کی ہدایت۔[۴:۸۱]

ہارون علیہ السلام آپ علیہ السلام کے وزیر اور مددگار نبی۔[۴:۶۶۴]

آپ علیہ السلام پر ایک اور فضلِ خاص: ایک مددگار نبی کی بعثت۔[۴:۶۶۴]

موسیٰ علیہ السلام و ہارون علیہ السلام ایک عظیم الشان امت کے بانی ہوئے۔[۶:۴۸۹]

موسیٰ علیہ السلام، ہارون علیہ السلام اور شعیب علیہ السلام ایک ہی دور کے رسول۔[۵:۳۲۱]

موسیٰ علیہ السلام کی حیثیت رسول کی تھی جبکہ ہارون علیہ السلام صرف ایک نبی تھے۔[۵:۵۴]

موسیٰ علیہ السلام، ہارون علیہ السلام، اسمٰعیل علیہ السلام اور ادریس علیہ السلام اولوالعزم انبیاء۔[۴:۶۳۰]

ابراہیم علیہ السلام کے بعد صاحبِ شریعت اور صاحبِ کتاب رسول موسیٰ علیہ السلام ہی ہیں۔[۳:۲۰۵]

نبوت کا غیر منقطع سلسلہ موسیٰ علیہ السلام اور مسیح علیہ السلام کی بعثت تک جاری رہا۔[۲:۴۸۶]

نبوت پا کر موسیٰ علیہ السلام کے اندیشے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اطمینان دہانی۔[۵:۵۰۷]

البقرۃ ۱۷ کی تمثیل میں آگ جلانے والے شخص سے اشارہ موسیٰ علیہ السلام کی طرف ہے۔[۱:۱۳۰]

آپ علیہ السلام کی سرگزشت ابتدائے نبوت سے۔[۵:۳۰، ۶۷۱]

## امتحان

آپ علیہ السلام کو صبر کے امتحانوں سے گزرنے کے بعد کامیابی حاصل ہوئی۔[۶:۱۵۱، ۱۵۲]

آپ علیہ السلام اور ابراہیم علیہ السلام کو مراتب بے مثال قربانیوں کے بعد ملے۔[۸:۴۷]

آپ علیہ السلام کے امتحانات۔[۵:۵۰]

آپ علیہ السلام اور آپ علیہ السلام کی قوم کا امتحان۔[۵:۵۱۷]

## دعوت

آپ علیہ السلام کی دعوت۔[۳:۳۳۹، ۴:۸۰، ۷:۲۳۵]

آپ علیہ السلام کی دعوت اور سنتِ الٰہی کا ظہور۔[۳:۳۵۳]

آپ علیہ السلام کے ابتدائی ساتھی۔[۴:۷۹]

آپ علیہ السلام کی دعوت کی خیر خواہی اور تنبیہ ساتھ ساتھ۔[۵:۵۴، ۷:۲۸۲]

آپ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام نے دعوت و اصلاح اور انذار و تبلیغ کی ذمہ داری کما حقہ ادا کی۔[۴:۸۳]

آپ علیہ السلام کی دعوت دوسرے انبیاء کی دعوت کی ہم رنگ تھی۔[۳:۳۳۹]

آپ علیہ السلام اپنی قوم کے لیے مصلح اور مرجع امید۔[۵:۲۶۶]

آپ علیہ السلام کا قصدِ مدین اور اللہ کی راہ میں کام کرنے والوں کے لیے ایک سبق۔[۵:۲۶۷]

موسیٰ علیہ السلام کی دعوتِ حق کی مخالفت۔[۵:۵۰۸، ۶۷۵]

## دیدارِ الٰہی

آپ علیہ السلام کی دیدارِ الٰہی کے لیے درخواست۔[۳:۳۶۰]

آپ علیہ السلام کو مشاہدہ کرانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے اپنی تجلی پہاڑ پر ڈالی۔[۱:۲۱۶]

آپ علیہ السلام کی تجلی ذات پر بے ہوشی اور توبہ۔[۳:۳۶۱]

آپ علیہ السلام تجلی الٰہی کی تاب نہ لا سکے۔[۴:۷۶]

اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو واضح طور پر بتا اور دکھا دیا کہ خدا آنکھوں سے دیکھنے اور ہاتھوں سے چھونے کی چیز نہیں ہے۔[۳:۳۶۲]

آپ علیہ السلام کی اللہ تعالیٰ کو دیکھنے کی خواہش شرح صدر اور اطمینانِ قلب کے لیے تھی۔[۱:۲۱۵]

## کتاب و شریعت

آپ علیہ السلام کو احکام و ہدایت کی تفویض کے لیے بلاوا۔[۱:۲۱۲]

اللہ تعالیٰ نے طُور پر تورات دینے کے لیے بلایا۔[۸:۱۶]

آپ علیہ السلام طُور پر مقررہ وقت سے پہلے پہنچے۔[۱:۲۱۲، ۵:۴۳، ۷:۱۹۸]

آپ علیہ السلام کو اولین تعلیم۔[۵:۳۱]

الواح اللہ تعالیٰ نے خود لکھیں یا موسیٰ علیہ السلام کو لکھائیں؟[۳:۳۶۳]

آپ علیہ السلام کو احکامِ عشرہ بیک دفعہ الواح میں لکھ کر عطا ہوئے۔[۵:۴۶۳، ۸:۱۷]

آپ علیہ السلام کو احکام عشرہ لکھ کر دیے گئے لیکن تورات کی صورت یہ نہیں۔[۹:۴۵۵]

آپ علیہ السلام کے احکامِ عشرہ ملت ابراہیم علیہ السلام کے دس احکام سے ملتے جلتے ہیں۔[۳:۲۰۵]

تورات آپ علیہ السلام پر درجہ بدرجہ نازل ہوئی۔[۵:۴۶۳]

موسیٰ علیہ السلام و ہارون علیہ السلام کو حق و باطل میں امتیاز کرنے والی کتاب اور روشنی و یاددہانی عطا فرمائی۔[۵:۱۵۷]

موسیٰ علیہ السلام کو کتاب عطا کی گئی جو بنی اسرائیل کے لیے صحیفہ ہدایت تھی۔[۴:۴۷۸]

قرآن سے پہلے تورات موسیٰ علیہ السلام کی کتاب بھی 'امام' اور رحمت بن کر آچکی ہے۔[۷:۳۵۶]

آپ علیہ السلام کی کتاب ہدایت اور رحمت کا مجموعہ۔[۳:۲۰۶]

آپ علیہ السلام کو اصلاحِ قوم کے لیے کتاب، ہدایت و رحمت۔[۴:۹۸، ۱۱۶، ۱۱۷]

بمطابق قرآن موسیٰ علیہ السلام کو توحید کے بعد سب سے پہلا حکم نماز

ہی کا دیا گیا۔[۱:۱۸۶]

موسیٰ علیہ السلام کی پانچویں کتاب باب ۱۸ کے الفاظ۔[۱:۴۷]

آپ علیہ السلام کی شریعت میں قسامہ کا طریقہ تھا۔[۱:۲۴۶]

آپ علیہ السلام کو کتاب دینے کے بعد تذکیر کے لیے برابر انبیاء بھیجے گئے۔[۱:۲۶۸]

موسیٰ علیہ السلام کی تورات میں علوم سفلیہ کی ممانعت۔[۱:۲۸۸]

آپ علیہ السلام نے شریعت کے حدود و قیود کی پابندی کے لیے نقیب مقرر کیے۔[۲:۴۷۴،۴۷۵]

یہود کا دعویٰ کہ یہی تورات موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی۔[۳:۵۶۱]

تورات موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں مرتب نہیں ہوئی۔[۲:۴۷۶]

پال کا فلسفہ کہ موسیٰ علیہ السلام کے احکام غیر بنی اسرائیل پر واجب نہیں۔[۱:۴۱۶]

موسیٰ علیہ السلام کی قوم کا بھی تورات کے معاملے میں اختلاف و جدال۔[۴:۱۷۴]

ابراہیم علیہ السلام سے لے کر موسیٰ علیہ السلام اور مسیح علیہ السلام تک ایک ہی دین۔[۴:۴۷۱]

موسیٰ علیہ السلام، ابراہیم علیہ السلام اور نوح علیہ السلام کی تعلیم و دعوت بمطابق قرآن۔[۵:۱۱۷، ۱۵۳]

موسیٰ علیہ السلام و عیسیٰ علیہ السلام نے اسی دین توحید کی تعلیم دی۔[۷:۲۰۱]

ابراہیم علیہ السلام و موسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات میں سب سے زیادہ نمایاں تعلیم یہی ہے کہ آخرت میں کوئی کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔[۸:۶۸، ۷۶]

ابراہیم علیہ السلام اور موسیٰ علیہ السلام کے صحیفوں کی بنیادی تعلیم۔[۸:۷۶]

انبیاء بنی اسرائیل موسیٰ علیہ السلام ہی کی شریعت کے پیرو تھے۔[۷:۳۷۸]

موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کے دیگر انبیاء کے صحیفے اسفار تورات کی شکل میں ہیں۔[۹:۳۲۱]

آدم علیہ السلام و نوح علیہ السلام سے لے کر مسیح علیہ السلام کی دعوت کو قرآن نے اصلی صورت میں پیش کر دیا۔[۵:۳۲۶]

قرآن موسیٰ علیہ السلام کے بعد سابقہ صحیفوں کی پیشین گوئیوں کا مصداق ہے۔[۷:۳۷۸]

## معجزات

آپ علیہ السلام کو واضح حجت عطا ہوئی۔[۲:۴۲۰]

آپ علیہ السلام کے معجزات۔[۲:۴۱۸، ۴۱۹، ۳:۳۵۴-۳۵۶]

آپ علیہ السلام کے نو معجزات۔[۴:۴۷۲]

آپ علیہ السلام کو نو واضح نشانیاں عطا ہوئیں۔[۵:۵۷۳، ۵۷۷، ۵۷۸]

آپ علیہ السلام کا پہلا معجزہ۔[۵:۶۷۲]

آپ علیہ السلام کا دوسرا معجزہ اور اس کے ظہور کا طریقہ۔[۵:۶۷۳]

آپ علیہ السلام کے دو معجزات: عصا اور ید بیضا۔[۵:۳۵]

آپ علیہ السلام کی ید بیضا کی نشانی۔[۴:۶۳۸]

ید بیضا کے حوالے سے تورات کے بیان کی تردید۔[۵:۳۵، ۱:۳۱۳]

معجزۂ عصا آپ علیہ السلام کی خاص نشانی۔[۴:۱۶۵]

آپ علیہ السلام عصا اور ید بیضا کے معجزوں کے ساتھ فرعون کے پاس پہنچے۔[۷:۲۳۵]

معجزات کے باب میں موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ خاص معاملہ اور اس کی وجہ۔[۳:۳۴۰، ۵:۳۶]

آپ علیہ السلام کے معجزات اور ان کی دعوت کی مخالفت۔[۵:۶۷۵]

آپ علیہ السلام کی قوم نے آپ علیہ السلام کے معجزات کی قدر نہیں کی۔[۵:۶۸۲، ۶۸۷]

آپ علیہ السلام نے معجزے دعوت کے بعد فرعون کی طلب پر

دکھائے۔[۵:۵۱۱]

آپ علیہ السلام کو ایسے معجزے دیے جن سے ساحروں کے طلسم کو باطل کیا جا سکے۔[۳:۳۴۳]

آپ علیہ السلام کے معجزے کی قہرمانیت۔[۳:۳۴۷، ۳۴۸]

میدانِ مقابلہ میں موسیٰ علیہ السلام کی تقریر۔[۵:۶۲]

حق و باطل میدان مقابلہ میں۔[۵:۶۴]

آپ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کی اطمینان دہانی۔[۵:۶۵]

قدرتِ خداوندی کا کرشمہ۔[۵:۷۱، ۵۱۸]

موسیٰ علیہ السلام سے مقابلہ کی تیاری۔[۵:۵۱۲]

موسیٰ علیہ السلام اور ساحر میدانِ مقابلہ میں۔[۵:۵۱۳]

موسیٰ علیہ السلام وقتی طور پر رسیوں کو سانپ سمجھ کر گھبرا گئے۔[۹:۶۶۶]

سحر و ساحری کے طلسم پر عصائے موسیٰ علیہ السلام کی ضرب کاری۔[۵:۵۱۳]

موسیٰ علیہ السلام کی تسکین۔[۵:۵۸۲]

موسیٰ علیہ السلام کے لیے پہلی نشانی۔[۵:۵۸۳]

آپ علیہ السلام کے لیے دوسری نشانی۔[۵:۵۸۳]

آپ علیہ السلام کے بقیہ معجزات عصا سے ظاہر ہوئے۔[۵:۵۸۳]

ساحروں کا موسیٰ علیہ السلام کی صداقت اور معجزات کی عظمت کا اعتراف۔[۹:۲۷۸]

موسیٰ علیہ السلام اور اُن کی لٹھیا کے سانپ بن جانے کا قصہ 'طٰ' والی سورتوں میں۔[۱:۸۴]

## تربیتی سفر

آپ علیہ السلام کے ایک تربیتی سفر کی سرگزشت۔[۴:۵۵۳، ۵۹۹]

آپ علیہ السلام کے سفر کے بارے میں مفسرین کی غلط فہمی۔[۴:۶۰۰]

آپ علیہ السلام کے سفر کے رفیق ان کے شاگرد تھے۔[۴:۶۰۴]

آپ علیہ السلام کو اس سفر کی ہدایت بذریعہ وحی۔[۴:۶۰۴]

سفر میں مچھلی کا ایک عجیب واقعہ۔[۴:۶۰۵]

آپ علیہ السلام کی خضر علیہ السلام سے ملاقات۔[۴:۶۰۶]

خضر علیہ السلام اور آپ علیہ السلام کے مابین معاہدۂ رفاقت۔[۴:۶۰۷]

سفر کے دوران کشتی کا واقعہ۔[۴:۶۰۷]

سفر کے دوران لڑکے کے قتل کا واقعہ۔[۴:۶۰۸]

سفر کے دوران بستی والوں کا واقعہ۔[۴:۶۰۸]

آپ علیہ السلام کے تربیتی سفر کے واقعات کی حکمت۔[۴:۶۰۸، ۶۰۹]

آپ علیہ السلام کے تربیتی سفر کے بعض ضمنی فوائد۔[۴:۶۱۰]

## موسیٰ علیہ السلام و فرعون کی سرگزشت

موسیٰ علیہ السلام و فرعون کی سرگزشت۔[۳:۳۲۲، ۴:۹۹، ۱۶۴، ۵:۱۸، ۴۹۶، ۵۰۰، ۵۰۶، ۶۴۳]

موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کی سرگزشت کا ایک خاص حصہ۔[۷:۱۲، ۲۸]

سرگزشت موسیٰ علیہ اسلام اور فرعون کی تفصیل کی حکمت۔[۳:۳۳۹]

موسیٰ علیہ السلام و فرعون کی سرگزشت سنانے کا اصل مقصد۔[۵:۶۵۵]

ملک کی ارسٹو کریسی موسیٰ علیہ السلام کی قوم سے بالکل الگ تھی۔[۴:۷۹]

موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کو فرعون اور اس کے اعیان کے پاس رسول بنا کے بھیجا۔[۵:۳۲۱]

فرعون کی طرف ایک کے بجائے دو رسول: موسیٰ علیہ السلام و ہارون علیہ السلام۔[۵:۵۰۷]

فرعون کے طغیان کا تذکرہ اور اس کو دعوتِ حق دینے کا حکم۔[۵:۳۶، ۶۷۲]

موسیٰ علیہ السلام کا آلِ فرعون کو انذار کے لیے حکم۔[۸:۱۱۰]

موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام فرعون اور اس کے اعیان کے پاس دعوت لے کر گئے۔[۴:۶۷، ۵:۵۱۰، ۷:۳۶، ۲۳۵]

موسیٰ علیہ السلام کی فرعون کو حصول تزکیہ کی دعوت۔[۹:۱۸۱]

آپ علیہ السلام کو فرعون کو نرمی کے ساتھ راہِ راست اختیار کرنے کی دعوت۔[۹:۱۸۰]

آپ علیہ السلام نے نہایت ناصحانہ انداز میں فرعون کو راہِ حق پر لانے کی کوشش کی۔[۹:۱۷۰]

موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام نے فرعون اور اس کی قوم کو عقلی دلائل دیے۔[۳:۳۳۹]

موسیٰ علیہ السلام کی فرعون کو دعوت اور اس کا معارضہ۔[۵:۵۵، ۲۹۲، ۷:۳۷]

موسیٰ علیہ السلام کا فرعون سے سوال و جواب۔[۵:۵۱۰، ۵۱۱، ۵۶-۵۸]

موسیٰ علیہ السلام کا فرعون کے چیلنج کا جواب۔[۵:۶۱]

فرعون کا موسیٰ علیہ السلام کو حقارت آمیز جواب۔[۵:۵۰۸، ۵۱۰، ۶۷۶]

موسیٰ علیہ السلام کو قید کرنے کی دھمکی۔[۵:۵۱۱]

موسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے کی تجویز۔[۷:۳۷، ۳۸]

موسیٰ علیہ السلام کا فرعون کو بلیغ جواب۔[۵:۵۰۹]

موسیٰ علیہ السلام کا اعترافِ حق اور اظہارِ حق۔[ ۵:۵۰۹]

آپ علیہ السلام نے فرعون کو جو نشانیاں دکھائیں، یقین کے باوجود وہ ان پر ایمان نہیں لایا[۱:۹۳ ح]

آپ علیہ السلام کے خلاف فرعون کا سیاسی سٹنٹ۔[۳:۳۴۴]

آپ علیہ السلام پر ایک سیاسی الزام۔[۴:۷۷، ۵:۶۰]

موسیٰ علیہ السلام کا اعتماد علی اللہ۔[۴:۷۴]

آپ علیہ السلام کا فرعونیوں کو چیلنج۔[۴:۷۷]

آپ علیہ السلام کی ایک تقریر۔[۴:۳۱۱، ۳۱۲]

آپ علیہ السلام اور جادوگروں کا مقابلہ۔[۴:۷۷، ۷۸، ۳:۳۴۶، ۳۴۷، ۵:۶۱، ۶۴، ۵۱۲، ۵۱۳]

آپ علیہ السلام کی کامیابی پر فرعون کے درباریوں کی بوکھلاہٹ۔[۳:۳۴۹]

موسیٰ علیہ السلام کے عصا کی سحر و ساحری پر ضرب کاری۔[۵:۵۱۳]

ساحروں کا اعترافِ حق۔[۵:۶۵، ۵۱۴، ۵۱۵]

ماہر جادوگروں کا موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کے رب پر ایمان۔[۳:۳۴۷]

آفات پر فرعونیوں کا ردعمل: موسیٰ علیہ السلام کی نحوست۔[۳:۳۵۳، ۶:۴۱۴]

مومنِ آلِ فرعون کی تنبیہ۔[۷:۴۱]

موسیٰ علیہ السلام کی حمایت آلِ فرعون کے مردِ مومن سے۔[۶:۴۱۱، ۷:۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۴، ۴۵، ۴۷]

موسیٰ علیہ السلام و ہارون علیہ السلام کے سب سے زیادہ طاقتور، سب سے زیادہ جانثار اور سب سے بڑے وفادار اور راستباز ساتھی مومنِ آلِ فرعون تھے۔[۶:۴۱۳، ۴۱۵]

اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کے مقابلے میں بامراد کیا۔[۳:۲۱۸]

موسیٰ علیہ السلام کا اتمامِ حجت۔[۴:۷۶]

بنی اسرائیل کے اندیشہ سے فرعون کی تیاریاں۔[۵:۶۵۸]

موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام پر بغاوت کا الزام۔[۴:۷۷]

موسیٰ علیہ السلام کا فرعون کو معجزے کے حوالے سے جواب۔[۴:۵۴۵]

فرعونیوں پر موسیٰ علیہ السلام کا رعب۔[۵:۶۷۵]

مستقبل سے متعلق موسیٰ علیہ السلام کا چیلنج۔[۵:۶۷۶]

موسیٰ علیہ السلام کے مقابل فرعون کا استکبار۔[۵:۶۷۷،۷:۲۳۷]

قوم کی موسیٰ علیہ السلام کو آخری دھمکی۔[۵:۵۳۲]

دریا سے گزرتے وقت موسیٰ علیہ السلام کو ایک ہدایت۔[۷:۲۸۳]

موسیٰ علیہ السلام کی ہجرت اور فرعون کی طرف سے ان کا تعاقب۔[۵:۵۱۵،۷:۲۸۳]

موسیٰ علیہ السلام و ہارون علیہ السلام اور بندۂ مومن کی تکذیب کے نتیجہ میں عذاب آیا۔[۶:۴۱۸،۷:۱۲]

موسیٰ علیہ السلام کی تکذیب کا ذکر مجہول صیغہ ہے۔[۵:۲۶۲]

فرعون کے ارادۂ قتل پر موسیٰ علیہ السلام کا رویہ۔[۷:۳۸]

فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کا تعاقب اپنی تمام عسکری طاقت اور جملہ اعیان و امراء کے ساتھ کیا اور سب غرق ہوئے۔[۷:۲۳۸]

موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کو انذار کیا لیکن وہ مال و جاہ کے غرے میں مبتلا رہے۔[۷:۲۶۴]

موسیٰ علیہ السلام کے بیان میں ایک مخفی تہدید۔[۷:۲۸۱]

فرعون اور اس کے لشکر کی غرقابی۔[۱:۲۱۱،۴:۸۴،۵:۷۱،۶۵۵]

موسیٰ علیہ السلام کا فرعون سے مطالبہ۔[۷:۲۸۱]

موسیٰ علیہ السلام کی ایک بلیغ دعوت اور موثر تنبیہ۔[۷:۲۸۲]

فرعون کے مطالبے پر موسیٰ علیہ السلام نے بڑی نشانی دکھائی۔[۹:۱۸۱]

موسیٰ علیہ السلام کو شکست دینے کی فرعون کی مساعی۔[۹:۱۸۲]

ہوا کی گردش سے اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کو نجات بخشی۔[۷:۳۰۵]

موسیٰ علیہ السلام اور ابراہیم علیہ السلام کی سرگزشت میں اللہ تعالیٰ کی نصرت اور اس کے عدل و انتقام کی نشانیاں۔[۷:۶۱۴]

ہواؤں کی گردش سے جزا و سزا کی شہادت کی واضح مثال موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا واقعہ ہے۔[۷:۶۱۶]

حق و باطل کے درمیان فیصلہ اسی طرح ہوگا جس طرح موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کے درمیان ہوا۔[۹:۳۰]

موسیٰ علیہ السلام کو دشمن پر غلبہ ان کی زندگی ہی میں حاصل ہوا۔[۳:۳۵۱]

## موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل

موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کی تنظیم و تربیت کی۔[۳:۳۸۱]

موسیٰ علیہ السلام مصر سے نکل کر بنی اسرائیل کو صحرائے سینا میں لے گئے۔[۱:۲۱۷]

موسیٰ علیہ السلام کی موآب کے میدانوں میں بنی اسرائیل کو ہدایات۔[۱:۲۲۲]

آپ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو فلسطین پر فوج کشی کا حکم دیا۔[۱:۲۲۰]

آپ علیہ السلام کی اپنی امت کے لیے رحمت کی دعا اور شرطِ قبولیت۔[۱:۲۳۴،۱۷۸]

بنی اسرائیل کا موسیٰ علیہ السلام سے خدا سے ہمکلامی کا مطالبہ۔[۱:۲۱۵]

موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کے احکام پہنچاتے اور ان کی اطاعت اور پابندی کا اقرار لیتے۔[۱:۲۶۶]

موسیٰ علیہ السلام کا بنی اسرائیل کو گائے ذبح کرنے کا حکم۔[۱:۲۴۵]

بنی اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام کے قسامہ کے حکم کا مذاق اڑایا۔[۱:۲۴۶]

موسیٰ علیہ السلام کی نافرمانی کے سبب ان کی قوم چالیس سال صحرا میں بھٹکتی رہی۔[۲:۱۴]

صحرا گردی کے دوران میں بنی اسرائیل کی موسیٰ علیہ السلام و ہارون علیہ السلام کی قیادت سے محرومی۔[۲:۴۹۲]

موسیٰ علیہ السلام سے لے کر سیدنا مسیح علیہ السلام تک بلا استثنا ہر پیغمبر

نے بنی اسرائیل کے مزاج پر ماتم کیا ہے۔[۲:۶۱]

موسیٰ علیہ السلام کے بنی اسرائیل سے میثاق لینے کی صورت۔[۲:۱۳۵، ۴:۴۴۲]

موسیٰ علیہ السلام کی دشتِ فاران کی تقریر۔[۲:۴۸۷]

آپ علیہ السلام کی تقریر قوم کے سامنے۔[۲:۳۱۶، ۳۱۷]

آپ علیہ السلام کی تقریر کے اسباق۔[۴:۳۱۱]

آپ علیہ السلام کی تقریر کا جواب۔[۲:۴۸۹]

آپ علیہ السلام کی طرف سے بنی اسرائیل کو تسلی۔[۳:۳۵۲]

آپ علیہ السلام کی بنی اسرائیل کو حوصلہ افزائی و تنبیہ۔[۲:۴۸۸]

بنی اسرائیل کی بے یقینی و بے اعتمادی سے موسیٰ علیہ السلام کی تلقین بے اثر۔[۳:۳۵۲]

بنی اسرائیل کی پریشانی پر موسیٰ علیہ السلام کی نماز و صبر کی تلقین۔[۳:۳۵۱]

بنی اسرائیل کو پیشوائی و اقتدار دینے کا خدائی فیصلہ۔[۵:۶۵۶]

آپ علیہ السلام کا بنی اسرائیل کو غلامی سے نجات دلانے کا مقصد۔[۴:۸۰]

آپ علیہ السلام بنی اسرائیل کو کہاں لے جانا چاہتے تھے؟[۳:۳۴۱، ۵:۵۰۸]

آپ علیہ السلام کے بنی اسرائیل کو لے جانے کے مطالبے کی نوعیت۔[۳:۳۴۱]

آپ علیہ السلام کی قوم میں نابکار و ناہنجار بھی پیدا ہوئے اور صالحین بھی۔[۳:۳۷۷]

آپ علیہ السلام کے طُور پر جانے کے بعد بنی اسرائیل کی بت پرستی۔[۳:۳۵۶، ۳۶۵]

بنی اسرائیل کا آپ علیہ السلام سے احمقانہ مطالبہ۔[۳:۳۵۹]

مصر میں آپ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کی الٰہی مدد۔[۳:۳۵۸]

اللہ تعالیٰ کا بنی اسرائیل سے وعدہ آپ علیہ السلام کے دور میں پورا ہوا۔[۳:۳۵۷]

آپ علیہ السلام سے بنی اسرائیل کا بار بار عہد اور بار بار عہد شکنی۔[۳:۳۵۶]

آپ علیہ السلام کی واپسی اور قوم پر ان کا عتاب۔[۱:۲۱۳، ۵:۷۶، ۳:۳۶۷]

آپ علیہ السلام نے ہر قبیلہ کے مومنین کو حکم دیا کہ وہ اپنے قبیلہ کے مجرموں کو قتل کر دیں۔[۱:۲۱۴، ۳:۳۶۹]

آپ علیہ السلام اور آپ علیہ السلام کی قوم پر انعام۔[۵:۳۲۲، ۶۷۸]

سامری کا فتنہ۔[۱:۲۱۳، ۵:۷۵]

آپ علیہ السلام نے سامری کو قتل کی سزا کیوں نہ دی؟[۵:۸۳]

آپ علیہ السلام بنی اسرائیل کے سب سے زیادہ جلیل القدر، صاحبِ کتاب و شریعت نبی و رسول ہیں۔[۵:۴۶۵]

موسیٰ علیہ السلام و ہارون علیہ السلام اور تیسرے مردِ حق کی تکذیب کے نتیجے میں فرعون اور اس کی قوم پر اللہ تعالیٰ کا عذاب آیا۔[۶:۴۰۷، ۴۱۰]

بادشاہوں کے سلسلے کا تعلق تمام تر موسیٰ علیہ السلام کے بعد ہی کے دور سے ہے۔[۲:۴۸۶]

موسیٰ علیہ السلام اور ابراہیم علیہ السلام کے اعمال کا صلہ ان کے محض نام لیواؤں کو نہیں ملے گا۔[۸:۴۷]

ابراہیم علیہ السلام و موسیٰ علیہ السلام سے نسبت رکھنے کا زعم محض خواب ہے۔[۸:۶۷]

اہل کتاب ابراہیم علیہ السلام اور موسیٰ علیہ السلام کی پیروی کے مدعی محض تھے۔[۸:۷۶]

بنی اسرائیل کے شاہد سے کون مراد ہے؟ موسیٰ علیہ السلام یا عیسیٰ علیہ السلام۔[۷:۳۵۱-۳۵۵]

موسیٰ علیہ السلام کی مطالبۂ معجزات کے حوالہ سے مثال۔[۴:۵۴۴]

موسیٰ علیہ السلام، ہارون علیہ السلام اور ان کے خاندان کے بعض تبرکات بھی بعد میں ''تابوت'' میں محفوظ کیے گئے۔[۱:۵۷۱]

موسیٰ علیہ السلام کے زمانے تک ''تابوت'' میں تورات اور صحرا کی زندگی کے دور کی یادگاریں تھیں۔[۱:۵۷۱]

موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو 'یٰقوم' سے مخاطب کیا۔[۸:۳۶۳]

آپ علیہ السلام کے ساتھ بنی اسرائیل کے سلوک کی وجہ سے ان پر لعنت ہوئی۔[۸:۳۵۷]

موسیٰ علیہ السلام کی موجودگی اور کھلے کھلے معجزات کو دیکھنے کے باوجود یہود کی گوسالہ پرستی۔[۱:۲۱۲، ۲۵۷، ۲۷۲]

## موسیٰ علیہ السلام اور یہود

آپ علیہ السلام نے گوسالہ پرستی کے واقعہ کے بعد یہود سے توبہ کرائی اور ان کے لیے دعا بھی فرمائی۔[۱:۹۶]

آپ علیہ السلام کی یہود کے لیے دعا کی شرائطِ قبولیت۔[۱:۹۷]

آپ علیہ السلام کے یہود کو بے شمار معجزات دکھانے کے باوجود وہ منکر ہی رہے۔[۹:۱۸۱]

آپ علیہ السلام کو یہود کی اذیتیں۔[۶:۲۷۶، ۲۷۷]

آپ علیہ السلام سے یہود کے معترضانہ سوالات۔[۱:۲۹۸]

آپ علیہ السلام نے یہود کی بزدلی اور پست ہمتی پر بار بار ملامت کی ہے۔[۲:۱۶۲]

آپ علیہ السلام کی یہود کو بار بار تنبیہ۔[۳:۳۸۰]

آپ علیہ السلام کے ہزاروں معجزات دیکھنے کے بعد بھی یہود کا خدا کو روبرو دیکھنے کا اصرار باقی رہا۔[۱:۹۸]

یہود کے ایک فرقے کا خیال کہ موسیٰ علیہ السلام نے نماز کا حکم دیا ہی نہیں تھا۔[۱:۱۸۶]

موسیٰ علیہ السلام کو کتاب عطا فرمائی لیکن یہود نے اس میں اختلاف اور تناقض پیدا کر دیا۔[۷:۱۱۶]

یہود نے موسیٰ علیہ السلام کی ایک موقع پر بھی خوش دلی سے اطاعت نہیں کی۔[۸:۳۵۶]

یہود و نصاریٰ بالترتیب موسیٰ علیہ السلام و عیسیٰ علیہ السلام کی پیروی کے مدعی تھے۔[۷:۱۵۲]

نوح علیہ السلام، موسیٰ علیہ السلام، ہارون علیہ السلام اور مسیح علیہ السلام اور ان کے مکذبین کا حوالہ[۵:۲۹۳، ۳۰۸]

موسیٰ علیہ السلام کی نافرمانی کا نتیجہ۔[۸:۳۴۹، ۳۵۰]

موسیٰ علیہ السلام کا یہود کی حالت پر ماتم۔[۸:۳۸۱]

موسیٰ علیہ السلام کی تکذیب کے نتیجے میں یہود کے دل کج ہو گئے[۸:۳۸۷]

## موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام

موسیٰ علیہ السلام کی ہارون علیہ السلام کے تعاون کی درخواست۔[۵:۴۰، ۶۷۴]

موسیٰ علیہ السلام کی ہدایت ہارون علیہ السلام کو۔[۳:۳۶۰]

ہارون علیہ السلام، موسیٰ علیہ السلام کی وقتی غیبت کے دوران خلیفہ۔[۳:۳۶۰]

موسیٰ علیہ السلام کا ہارون علیہ السلام پر غضب۔[۳:۳۶۸]

ہارون علیہ السلام سے موسیٰ علیہ السلام کی پرسش۔[۵:۷۹]

موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ہارون علیہ السلام کا ذکر اتمام حجت کے پہلو سے۔[۵:۴۶۶]

ہارون علیہ السلام، موسیٰ علیہ السلام کے وزیر اور مددگار نبی۔[۴:۶۶۴]

موسیٰ علیہ السلام کی حیثیت رسول کی تھی جبکہ ہارون علیہ السلام صرف ایک نبی تھے۔[۵:۵۴]

موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام دونوں کوفرعون کے پاس انذار کے لیے حکم۔[۵۲:۵]

## موسیٰ علیہ السلام اور قارون

قارون کا موسیٰ علیہ السلام پر حسد۔[۷۰۸،۷۰۷:۵]

موسیٰ علیہ السلام کو مرعوب کرنے کے لیے قارون کا جلوس۔[۷۱۰:۵]

قارون پر موسیٰ علیہ السلام کی لعنت اس کا عبرتناک انجام۔[۷۱۲:۵]

موسیٰ علیہ السلام کے مخالفین کا انجام۔[۱۷۱:۶]

موسیٰ علیہ السلام کی کامیابی اور مخالفین کی ناکامی۔[۲۷۲:۶]

موسیٰ علیہ السلام سے وعدۂ نصرت کی وضاحت۔[۵۰:۷]

منافقین اسلام کو تنبیہ، موسیٰ علیہ السلام کی مثال۔[۱۸۲:۶]

## اقامتِ دین کی جدوجہد

موسیٰ علیہ السلام نے بھی اقامتِ دین کی جدوجہد میں نماز اور صبر کی تلقین کی۔[۱۹۹:۱]

پرمحن دور میں موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کو خاص نماز کی بھی تلقین وتاکید۔[۳۵۱:۳]

آپ علیہ السلام کی جدوجہد ہر پہلو سے ٹھیک ٹھیک انبیاء ورسل کے معروف طریقہ کے مطابق تھی۔[۳۴۲:۳]

موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ آلِ فرعون کے کچھ مومن لوگوں نے ہجرت کی۔[۳۳۹:۳]

موسیٰ علیہ السلام کی لغزش کی نوعیت۔[۴۹:۵،۳۵۹:۳]

موسیٰ علیہ السلام کو ہجرت کا حکم[۲۸۳:۷،۷۰:۵]

## موسیٰ علیہ السلام اور طُور

موسیٰ علیہ السلام کی مصر کو واپسی اور جلوۂ طور کا مشاہدہ۔[۶۷۱:۵]

موسیٰ علیہ السلام سے سوال برائے التفات ونوازش۔[۳۴:۵]

موسیٰ علیہ السلام پر محبتِ الٰہی کا پرتو۔[۴۴:۵]

وادیِ طوٰی کے تقدس کی وجہ: موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اپنی تجلی اور کلام سے نوازا۔[۳۱:۵]

موسیٰ علیہ السلام اور قومِ فرعون کے واقعات میں طُورِ سینین کی اہمیت۔[۴۴۲:۹]

موسیٰ علیہ السلام طور کے دامن میں اجتماعی توبہ کے لیے حاضر ہوئے۔[۱۶:۸،ح۲۱۶:۱]

موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے کوہ طور کے دامن میں میثاق لیا۔[۲۴۳:۱]

## دعا وفریاد

پانی کے لیے موسیٰ علیہ السلام کی دعا۔[۲۲۲:۱]

آپ علیہ السلام کی درخواست بارگاہِ الٰہی میں۔[۴۹۱:۲]

آپ علیہ السلام نے اپنے اور اپنے بھائی کے لیے اللہ تعالیٰ سے مغفرت مانگی۔[۳۶۸:۳]

آپ علیہ السلام کی ستر آدمیوں کے ساتھ توبہ۔[۳۷۰:۳]

آپ علیہ السلام کی گریہ وزاری اور آپ علیہ السلام کی دعا و فریاد۔[۳۷۰:۳]

آپ علیہ السلام کی دعا۔[۳۷:۵،۸۲:۴]

آپ علیہ السلام کی مکذبین کے لیے تیز بہدف دعا۔[۸۳:۴]

آپ علیہ السلام نے فرعونیوں کے لیے اللہ تعالیٰ سے وہی درخواست کی جس کے لیے وہ بضد تھے۔[۸۳:۴]

قوتِ اظہار وبیان عطا کیے جانے کی درخواست۔[۳۸:۵]

شرح صدر کی دعا۔[۳۸:۵]

مہم کی کامیابی کے لیے دعا۔[۳۸:۵]

ہارون علیہ السلام کو شریک کار بنانے کی دعا۔[۴۰:۵]

آپ علیہ السلام کی دعا کے حق میں ایک سفارش۔[۵:۴۲]

دعا کی قبولیت کے ساتھ ماضی کے ایک فضل خاص کی یاد دہانی۔[۵:۴۲]

آپ علیہ السلام کی فریاد اپنے رب سے۔[۷:۲۸۳]

ہجرت کے وقت آپ علیہ السلام کی دعا۔[۸:۳۴۰]

آپ علیہ السلام کا دعا کے ساتھ سنت اللہ کا حوالہ۔[۳:۳۷۱]

### بعثتِ نبوی ﷺ

موسیٰ علیہ السلام کے بعد بنی اسرائیل کے اندر نبوت کا سلسلہ مسیح علیہ السلام تک بلا انقطاع جاری رہا۔[۷:۳۱۵]

آنحضرت ﷺ سے اوپر صاحب شریعت نبی و رسول موسیٰ علیہ السلام ہوئے ہیں۔[۵:۱۵۲]

موسیٰ علیہ السلام اور مسیح علیہ السلام نے آنحضور ﷺ کی بعثت کی پیشین گوئی فرمائی۔[۷:۳۵۷]

موسیٰ علیہ السلام کی خاتم النبیین ﷺ کی پیشین گوئی۔[۶:۲۴۴، ۸:۳۵۸]

آپ علیہ السلام نے ہی بنی اسرائیل پر واضح کر دیا تھا کہ نبی موعود بنی اسمٰعیل علیہ السلام میں سے ہوگا۔[۳:۳۷۴]

آپ علیہ السلام کی پیشین گوئی کا تعلق بنی اسمٰعیل علیہ السلام سے ہے۔[۱:۳۴۰]

آپ علیہ السلام نے یہ پیشین گوئی فرمائی کہ نبی موعود وہ کچھ کہے گا جو خداوند خدا اس کے منہ میں ڈالے گا۔[۱:۳۱۱]

اتمامِ نعمت سے مراد تکمیل دین کی وہ نعمت ہے جس کی پیشین گوئی موسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام نے فرمائی۔[۱:۳۷۷]

موسیٰ علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ کا وعدہ کہ وہ اپنا آخری نبی تکمیل شریعت کے لیے بھیجے گا۔[۱:۳۰۸، ۳۱۰]

موسیٰ علیہ السلام کی درخواست کا جواب۔[۳:۳۷۲]

اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کو واضح کیا کہ آخری نبی پر متقی ہی ایمان لائیں گے۔[۱:۳۰۸]

قرآن اور اسلام کی نعمت موسیٰ علیہ السلام کی قوم میں سے صرف انہی لوگوں کو ملنے والی تھی جو نبی اُمّی کی پیروی کریں۔[۱:۹۷]

موسیٰ علیہ السلام کی سرگزشت میں آنحضرت ﷺ کی رسالت کا اثبات۔[۵:۶۷۹]

موسیٰ علیہ السلام کی سرگزشت حضور ﷺ کے لیے سبق آموز۔[۵:۵۷۹، ۱۱]

اِس امت کے لیے موسیٰ علیہ السلام کی سرگزشت کی خاص اہمیت۔[۵:۲۹]

موسیٰ علیہ السلام اور محمد ﷺ کے درمیان مماثلت۔[۹:۴۴۴]

موسیٰ علیہ السلام اور آنحضرت ﷺ مماثل نبی ہیں۔[۲:۴۳۱، ۵:۵۸۰]

## نوح علیہ السلام

### سرگزشت اور اس سے مقصود

آپ علیہ السلام کی سرگزشت سب سے قدیم سرگزشت ہے۔[۴:۷۴]

نوح علیہ السلام کی سرگزشت کے مدعا کی طرف اشارہ۔[۵:۳۱۷]

سرگزشت سنانے کا مقصد۔[۸:۵۴۵]

آپ علیہ السلام اور آپ علیہ السلام کی قوم کی سرگزشت۔[۴:۹۹]

سرگزشت ایک خاص پہلو سے۔[۵:۳۱۳]

نوح علیہ السلام، ابراہیم علیہ السلام اور موسیٰ علیہ السلام کے ذکر سے مقصود۔[۶:۴۹۰]

نوح علیہ السلام سے لے کر یعقوب علیہ السلام کے ذکر سے

مقصود۔[۲:۴۳۱]

## قوم

آپ علیہ السلام کی قوم دجلہ و فرات کے دوآبہ میں آباد تھی۔[۳:۲۹۶]

قوم نوح علیہ السلام کی طرف اشارہ۔[۸:۵۴۴]

قوم نوح علیہ السلام کے بت۔[۸:۶۰۳]

نوح علیہ السلام کے بعد آنے والے رسولوں کی طرف اشارہ۔[۴:۷۵]

نوح علیہ السلام اور عاد و ثمود کے بعد کی بعض قوموں کا حوالہ۔[۴:۳۱۵]

## زمانہ

نوح علیہ السلام کے زمانہ میں عمروں کا اوسط۔[۶:۲۸]

آپ علیہ السلام نے ابراہیم علیہ السلام کی تربیت فرمائی تھی۔[۳:۱۰۱]

## بعثت و تعلیم

آدم علیہ السلام کے بعد آپ علیہ السلام سے سلسلۂ رسالت کا آغاز۔[۵:۴۶۵]

نوح علیہ السلام آدمِ ثانی کی حیثیت۔[۵:۱۵۳]

آپ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے دنیا کی امامت و ہدایت کے لیے منتخب فرمایا۔[۲:۷۱]

آدم علیہ السلام، نوح علیہ السلام اور ابراہیم علیہ السلام سلسلۂ نبوت و رسالت کے اساطین و عمائد۔[۲:۷۵]

نوح علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام دونوں کو صراطِ مستقیم کی ہدایت بخشی گئی۔[۶:۴۹۰]

ہدایتِ الٰہی کی یاددہانی جس کو نوح علیہ السلام، ابراہیم علیہ السلام اور تمام انبیاء لے کر آئے۔[۳:۱۰۴]

آدم علیہ السلام و نوح علیہ السلام سے لے کر آخر تک تمام انبیاء نے دینِ توحید کی تعلیم دی۔[۷:۱۳۳، ۱۴۷، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۷]

نوح علیہ السلام اور ابراہیم علیہ السلام کی ذریت میں جتنے نبی و رسول بھی آئے وہ مقصدِ حق اور قیامِ عدل کے لیے آئے۔[۸:۲۲۶، ۲۳۱]

اسلام ہی مذہب آدم علیہ السلام، دعوتِ نوح علیہ السلام اور ملت ابراہیم علیہ السلام ہے۔[۲:۱۳۶]

قانونِ قصاص نوح علیہ السلام و ابراہیم علیہ السلام کی ملت میں بھی موجود تھا۔[۲:۵۰۲]

ابراہیم علیہ السلام اور نوح علیہ السلام نے دین توحید ہی کی دعوت دی۔[۳:۱۰۰]

نوح علیہ السلام بھی دینِ توحید پر تھے۔[۳:۱۰۱]

آدم علیہ السلام، نوح علیہ السلام اور ابراہیم علیہ السلام کی نسل کے انبیائے اولوالعزم کی دعوت، توحید کی دعوت تھی۔[۴:۶۲۹]

جاہلیۃ الاولیٰ، سے مراد نوح علیہ السلام یا ادریس علیہ السلام کے زمانے کی جاہلیت نہیں ہے۔[۶:۲۲۲]

نوح علیہ السلام، ہود علیہ السلام، صالح علیہ السلام، لوط علیہ السلام اور شعیب علیہ السلام کسی نے بھی اپنی قوم سے اپنے ساتھ حسن معاشرت کی اپیل نہیں کی۔[۷:۱۶۶]

نوح علیہ السلام سے کر مسیح علیہ السلام تک رسولوں کے باب میں ایک ہی سنت کارفرما رہی ہے۔[۷:۴۹]

آپ علیہ السلام کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے تحسین و آفرین۔[۶:۴۷۷، ۴۷۸]

آپ علیہ السلام کے لیے اللہ تعالیٰ کی محبت خاص کا اظہار۔[۸:۹۷]

## امتحان

نوح علیہ السلام کا طویل امتحان۔[۶:۲۸]

نوح علیہ السلام کی وفاداری کا آخری امتحان۔[۴:۱۴۳، ۱۴۴]

امتحان کے بعد نوح علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کی کامیابی۔[۶:۲۹]

آپ علیہ السلام کو برکات کی بشارت۔[۴:۱۴۶]

آپ علیہ السلام پر ایمان لانے والے غرقابی سے بچ گئے۔[۸:۵۴۵]

آپ علیہ السلام اور آپ علیہ السلام کے رفقاء کی نجات کا ذکر۔[۴:۷۵]

دعوت وانذار

نوح علیہ السلام اور ان کی دعوت۔[۳:۲۹۳، ۴:۱۳۶، ۵:۵۲۹، ۵۳۱، ۱۶۸]

آپ علیہ السلام کی طویل جدوجہد کے بعد بھی قوم نے اپنے رویے کی اصلاح نہیں کی۔[۳:۲۹۶]

آپ علیہ السلام کی دعوت کی دلسوزی ودردمندی۔[۵:۱۶۸، ۸:۵۹۶]

آپ علیہ السلام کی دعوت کے مراحل۔[۸:۵۸۵]

آپ علیہ السلام کی دعوت کا دوسرا مرحلہ۔[۸:۵۹۴]

آپ علیہ السلام کی دعوت کا تیسرا مرحلہ۔[۸:۵۹۶]

آپ علیہ السلام کی دعوت کے تین ارکان۔[۸:۵۹۱]

آپ علیہ السلام کی دعوت اپنی قوم کو اور قوم کا متکبرانہ جواب۔[۵:۴۹۶]

آپ علیہ السلام کی دعوت کے جواب میں تین معارضے۔[۴:۱۳۷]

آپ علیہ السلام کے معارضات کا جواب۔[۴:۱۳۷، ۱۳۸، ۵:۵۳۲]

آپ علیہ السلام کا اپنی قوم کو انذار۔[۳:۲۹۴، ۸:۵۹۰، ۵۹۱]

آپ علیہ السلام کا اپنی قوم کو چیلنج۔[۴:۷۴]

آپ علیہ السلام اور آپ علیہ السلام کی قوم کا سوال وجواب۔[۳:۲۹۴]

مطالبہ عذاب پر آپ علیہ السلام کا جواب۔[۴:۱۳۹]

آپ علیہ السلام کی مشرکین کے بعض اوہام کی تردید۔[۸:۵۹۷]

آپ علیہ السلام پر ایک قلیل تعداد ایمان لائی۔[۵:۳۱۶]

قوم کے لیڈروں کی طرف سے آپ علیہ السلام کی مخالفت۔[۵:۳۱۳]

قوم کی طرف سے آپ علیہ السلام کو سنگسار کردینے کی دھمکی۔[۸:۹۷]

آپ علیہ السلام کا اعلانِ براءت۔[۴:۱۴۰]

نوح علیہ السلام کی قوم کا دعوت سے فرار۔[۸:۵۹۵]

آپ علیہ السلام نے کشتی اللہ تعالیٰ کی خاص ہدایت کے تحت بنائی۔[۸:۹۸]

آپ علیہ السلام کی کشتی کی تعمیر اور منکرین کی پھبتیاں۔[۴:۱۴۰]

نوح علیہ السلام سے میثاق: وحی کی پیروی اور اسی کی دعوت۔[۶:۱۹۲]

آپ علیہ السلام کی قوم نے اپنے پیغمبر کی تکذیب کی۔[۸:۹۶]

آپ علیہ السلام کی تکذیب۔[۵:۵۳۰، ۵۳۱]

آپ علیہ السلام کے مکذبین پر عذاب۔[۳:۲۹۶]

نوح علیہ السلام، موسیٰ علیہ السلام، ہارون علیہ السلام اور مسیح علیہ السلام اور ان کے مکذبین کا حوالہ۔[۵:۲۹۳، ۳۰۸]

آپ علیہ السلام کے بعد قوموں کی ہلاکت۔[۴:۴۸۹]

آپ علیہ السلام کی طوفان کے تھم جانے کے حوالہ سے ترکیب۔[۵:۵۹۶]

جبل تین کے پاس حزا کا دوسرا واقعہ نوح علیہ السلام کے عہد میں پیش آیا۔[۹:۴۴۰]

دعا وفریاد

نوح علیہ السلام کی کشتی میں سوار ہوتے وقت کی دعا۔[۱:۴۵]

نوح علیہ السلام کی دعا۔[۴:۸۲، ۸:۵۹۴، ۶۰۲]

آپ علیہ السلام کی آخری دعا۔[۵:۱۶۷]

آپ علیہ السلام کی دعا فتح ونصرت کے لیے۔[۵:۵۳۲، ۵۳۳]

آپ علیہ السلام کی ہجرت اور ہجرت کے مناسب دعا۔[۵:۳۱۶]

آپ علیہ السلام کی فریاد اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کا

جواب۔[۴۷۶:۶]

وعدۂ عذاب کے ظہور کے لیے آپ علیہ السلام کی دعا۔[۱۶۷:۵، ۳۱۵]

آپ علیہ السلام کی بددعا۔[۶۰۳:۸]

آپ علیہ السلام کی دعا کے بعد قوم پر عذاب۔[۹۸:۸]

آپ علیہ السلام کی دعا کی تکمیل۔[۶۰۲:۸]

آپ علیہ السلام کی دعا کی فوری قبولیت۔[۶۰۴:۸]

آپ علیہ السلام کی دعا کی وضاحت۔[۶۰۵:۸]

## نجات کے لیے نسبت نافع نہیں

آپ علیہ السلام کی شفقت پدری۔[۱۴۳:۴، ۱۴۵]

آپ علیہ السلام کی دعا کے باوجود اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کے بیٹے کو نہیں بخشا۔[۷۷:۸]

نجات کے لیے نسبت نافع نہیں۔[۳۰۹:۳، ۶۳۴:۹]

انبیاء کی برگزیدگی کی وجہ نوح علیہ السلام یا ابراہیم علیہ السلام کی اولاد ہونا نہیں ہے۔[۱۰۲:۳]

نوح علیہ السلام جیسے جلیل القدر پیغمبر اپنے بیٹے کے کچھ کام نہ آسکے۔[۲۹:۶]

نوح علیہ السلام اور لوط علیہ السلام کی بیویاں، رسولوں کی بیویاں ہونے کے باوجود جہنم واصل ہوئیں۔[۴۷۳:۸]

## قول

آپ علیہ السلام کا ارشاد کہ اِس دنیا کی ہر فرصت بہر حال محدود اور فانی ہے۔[۵۹۳:۸]

## انجام

قومِ نوح علیہ السلام کے عذاب کی طرف اشارہ۔[۶۲۰:۷]

قومِ نوح علیہ السلام کی تباہی میں اصلی دخل ہوا کے تصرفات کا تھا۔[۱۴۲:۴، ۶۲۰:۷]

قومِ نوح علیہ السلام کے انجام کی طرف اشارہ۔[۹۶:۸]

## ہارون علیہ السلام

ہارون علیہ السلام خدا کے مقرر کردہ وزیر تھے۔[۴۹۱:۲]

آپ علیہ السلام زبان آور، فصیح البیان اور نہایت زور دار خطیب تھے۔[۳۹:۵، ۴۶۷، ۶۷۴]

آپ علیہ السلام کی حیثیت۔[۴۰:۵]

آپ علیہ السلام کی فتنہ سے بریت۔[۷۹:۵]

آپ علیہ السلام کو شریکِ کار بنانے کی دعا کی وجہ۔[۴۰:۵]

آپ علیہ السلام پر مرتبینِ تورات کے جھوٹ کی تردید۔[۳۶۸:۳]

تورات والوں نے گوسالہ پرستی کا فتنہ آپ علیہ السلام کی طرف منسوب کیا۔[۳۶۵:۳]

بت پرستی سے بنی اسرائیل کو باز رکھنے کی آپ علیہ السلام کی ناکام مساعی۔[۳۵۹:۳]

آپ علیہ السلام کی معذرت۔[۸۰:۵]

آپ علیہ السلام کی طرف سے صفائی۔[۳۶۸:۳]

یہود نے آپ علیہ السلام کو بدنام کرنے کے لیے تورات میں اضافے کیے۔[۲۱۴:۱ح]

یہود نے گوسالہ پرستی کے واقعہ میں آپ علیہ السلام کو ملوث کیا۔[۲۱۲:۱]

نوح علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام دونوں کو صراط مستقیم کی ہدایت بخشی گئی۔[۴۹۰:۶]

نوح علیہ السلام، موسیٰ علیہ السلام، ہارون علیہ السلام اور مسیح علیہ السلام اور ان کے مکذبین کا حوالہ۔[۲۹۳:۵، ۳۰۸]

## ہود علیہ السلام

### قوم

ہود علیہ السلام قوم عاد ہی کے ایک فرد تھے، اِس وجہ سے ان کو عاد کا بھائی کہا۔[۷:۳۷۰]

آپ علیہ السلام قوم عاد کی طرف مبعوث ہوئے۔[۳:۲۹۷]

آپ علیہ السلام اور قوم عاد کی سرگزشت۔[۴:۱۴۷]

### دعوت وتنبیہ

آپ علیہ السلام کی دعوت۔[۳:۲۹۷، ۲۹۸، ۴:۱۴۷، ۵:۵۳۳]

آپ علیہ السلام کا اصلی انذار۔[۷:۳۷۱]

آپ علیہ السلام کی دعوت اور قوم کی طرف سے متکبرانہ تکذیب۔[۵:۴۹۶]

آپ علیہ السلام اور صالح علیہ السلام کی طرف اشارہ۔[۵:۳۱۷]

آپ علیہ السلام کی اپنی قوم کے مسرفانہ اور نمائش پسندانہ شوقِ تعمیر پر ملامت۔[۹:۳۵۴]

آپ علیہ السلام کی قوم کو فسادِ تمدن پر تنبیہ۔[۵:۵۳۶]

آپ علیہ السلام کی قوم کے فساد فی الارض پر تنبیہ۔[۵:۵۳۷]

آپ علیہ السلام کی قوم کی قساوتِ قلب کی آخری حد۔[۵:۵۳۸]

آپ علیہ السلام کی تکذیب۔[۵:۵۳۵]

قوم کی طرف سے عذاب کا مطالبہ اور آپ علیہ السلام کا جواب۔[۷:۳۷۱]

آپ علیہ السلام کی آخری تنبیہ۔[۴:۱۵۰]

آپ علیہ السلام کی غیرتِ حق۔[۴:۱۴۹]

### سرخروئی

آپ علیہ السلام اور اہل ایمان پر اللہ کا فضل۔[۴:۱۵۱]

آپ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے سرخرو کیا۔[۴:۹۹]

## یحییٰ علیہ السلام

### ذات وصفات

یحییٰ علیہ السلام کی ولادت۔[۲:۴۲، ۴:۶۳۰، ۵:۱۸۵، ۸:۴۷۵]

آپ علیہ السلام کی ولادت بوڑھے باپ اور بانجھ ماں سے ہوئی۔[۲:۸۲، ۴:۶۳۰]

آپ علیہ السلام، عیسیٰ علیہ السلام سے صرف چھ ماہ پہلے پیدا ہوئے۔[۲:۸۰]

آپ علیہ السلام کا نام انجیلوں میں یوحنا آیا ہے۔[۲:۸۰]

آپ علیہ السلام کی ابتدائی سرگزشت۔[۲:۷۹]

آپ علیہ السلام کمل کی پوشاک پہنتے اور جنگلی شہد اور ٹڈیوں پر گزارہ کرتے۔[۹:۴۱۷، ۲:۸۱]

آپ علیہ السلام نے عیسیٰ علیہ السلام کو بپتسمہ دیا۔[۲:۸۲، ۹۱، ۴:۶۳۰]

آپ علیہ السلام کی زندگی سراپا سیدنا مسیح علیہ السلام کی تصدیق تھی۔[۲:۸۰]

آپ علیہ السلام کی چار خصوصیات: عیسیٰ علیہ السلام کی تصدیق و بشارت، سیّد، حصور اور نبی۔[۲:۸۰-۸۲]

آپ علیہ السلام سردار، ضابط، نبی اور صالح۔[۲:۸۶]

آپ علیہ السلام کو کتاب مضبوطی سے پکڑنے کی ہدایت۔[۴:۶۳۹]

آپ علیہ السلام نے اپنی زندگی کا مشن بتایا کہ میں اپنے بعد آنے والے کی راہ صاف کرنے آیا ہوں۔[۶:۲۴۴]

تاریک و مایوس کن حالات میں خدا کی قدرت وحکمت کی شانیں:

یونس علیہ السلام، زکریا علیہ السلام، یحییٰ علیہ السلام، مریم علیہا السلام،

مسیح علیہ السلام۔[۱۱۷:۵]

اللہ تعالیٰ نے یحییٰ علیہ السلام سے متعلق ان کی زندگی اور موت کے ہر مرحلہ میں سلام وتحیت کی بشارت دی۔[ ۶۴۹:۱]

یحییٰ علیہ السلام، مریم علیہا السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کا اعلیٰ اور حقیقی شرف قرآن ہی نے نمایاں کیا ہے۔[۸۵:۲]

قرآن کی یحییٰ علیہ السلام کی تعریف:

وہ پرہیزگار اور ماں باپ کا فرمانبردار تھا۔[۱۸۷:۱]

آپ علیہ السلام پر کوئی الگ کتاب نازل نہیں ہوئی۔[۶۳۸:۴]

## مثیل مسیح

آپ علیہ السلام اور مسیح علیہ السلام کی باہمہ گر مشابہت۔[۶۴۰:۴]

آپ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام ولادت، زہد وتوکل اور تجرد میں مشترک تھے۔[۸۲،۸۰:۲]

انجیلوں میں ہے یحییٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام دونوں با اختیار کی طرح بات کرتے تھے۔[۸۱:۲]

آپ علیہ السلام اور مسیح علیہ السلام دونوں کی زندگیاں بالکل درویشانہ تھیں۔[۸۱:۲]

## اقوال

آپ علیہ السلام کے بنی اسرائیل کی تباہی کے بارے میں اقوال۔[۹۵،۶۵،۵۲:۲]

آپ علیہ السلام کے اقوال کی حرارت۔[۶۳۹:۴]

"درختوں کی جڑوں پر کلہاڑا رکھا ہوا ہے"۔[۵۲:۲]

## قتل

آپ علیہ السلام کا یہود کے ہاتھوں قتل۔[۲۲۶:۱]

### یرمیاہ علیہ السلام

آپ علیہ السلام کی یہود کے فساد کی پیشین گوئی۔[۴۸۱:۴، ۴۷۹]

آپ علیہ السلام کا نوحہ۔[۴۸۱:۴]

### یسعیاہ علیہ السلام

آپ علیہ السلام کا زمانہ ۷۲۰ ق م ہے۔[۱۰۲:۳]

آپ علیہ السلام کے صحیفوں میں بھی آنحضرت ﷺ کی بعثت کی پیشین گوئی ہے۔[۷؛۴۷۳:۴]

آپ علیہ السلام نے یہود کے پہلے فساد اور اس کے عبرت انگیز انجام سے آگاہ فرمایا۔[۴۷۹:۴]

# حضرت یعقوب علیہ السلام

## ذات وصفات

اسرائیل یعقوب علیہ السلام کا لقب ہے۔[۱۷۶:۱]

یعقوب علیہ السلام کی وجہ تسمیہ یہود کے نزدیک یہ ہے کہ وہ اپنے بھائی عیسو کی ایڑیاں پکڑے پیدا ہوئے۔[۱۷۶:۱]

یعقوب علیہ السلام کی وجہ تسمیہ: اسحٰق علیہ السلام کے بعد ان کے پیدا ہونے کی بشارت بھی اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو سنادی تھی۔[۱۷۶:۱]

ہجرت کے بعد ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا انعام: اسحٰق علیہ السلام اور یعقوب علیہ السلام جیسے بیٹے اور پوتے۔[۴: ۱۵۴، ۶۶۱؛ ۳۵:۶]

آپ علیہ السلام کے چوتھے بیٹے یہوذا تھے۔[۲۲۶:۱، ۲۲۷]

آپ علیہ السلام کی یہوذا کے متعلق برکت کی دعا۔[۲۲۸:۱]

آپ علیہ السلام نے تورات کے نزول سے پہلے بعض چیزیں اپنے اوپر حرام ٹھہرائی تھیں۔[۱۴۴:۲]

آپ علیہ السلام کسی احتیاط یا محض طبعی و ذوقی عدم مناسبت کی بنا پر بعض چیزیں استعمال نہیں کرتے تھے۔[۱۴۴:۲]

آپ علیہ السلام کسی سبب سے اونٹ کا گوشت نہیں کھاتے تھے۔[۴۵۸:۸]

## داستانِ یوسف علیہ السلام

آپ علیہ السلام کی خوابِ یوسف علیہ السلام کی تعبیر: نبوت کی

بشارت۔[۴:۱۹۲]

آپ علیہ السلام کی تعبیرِ خواب اور یوسف علیہ السلام کو ہدایت۔[۴:۱۹۱]

یعقوب علیہ السلام کو فریب۔[۴:۱۹۷]

آپ علیہ السلام کا اندیشہ اور برادرانِ یوسف علیہ السلام کا جواب۔[۴:۱۹۸، ۱۹۹]

تقدیر و تدبیر کے معاملے میں آپ علیہ السلام کی تعریف و تحسین۔[۴:۲۴۱]

آپ علیہ السلام کی ایک مصلحت آمیز ہدایت۔[۴:۲۴۰]

آپ علیہ السلام کی مشروط اجازت۔[۴:۲۴۰]

بیٹوں کی ملامت پر آپ علیہ السلام کا جواب۔[۴:۲۴۸]

آپ علیہ السلام کے تاثرات دو بیٹوں کی محرومی پر۔[۴:۲۴۷]

آپ علیہ السلام کا پیراہنِ یوسف علیہ السلام کی خوشبو کا احساس۔[۴:۲۵۲]

برادرانِ یوسف علیہ السلام کی آپ علیہ السلام سے استغفار کی درخواست۔[۴:۲۵۳]

قرآن کی یعقوب علیہ السلام کے صبرِ جمیل کی تحسین۔[۴:۱۹۹]

## تعلیمات

ابراہیم علیہ السلام، اسمٰعیل علیہ السلام، اسحٰق علیہ السلام، یعقوب علیہ السلام اور ان کی اولاد کا مذہب اسلام تھا۔[۱:۳۶۲]

اسحٰق علیہ السلام، ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے اور یعقوب علیہ السلام پوتے ہیں، ان میں سے ہر ایک کا ایک ہی دین توحید تھا۔[۳:۱۰۱]

ابراہیم علیہ السلام، اسحٰق علیہ السلام اور یعقوب علیہ السلام کا خاص مشن۔[۶:۵۴۲]

ملتِ توحید وہی ملت ہے جس کو ابراہیم علیہ السلام، اسحٰق علیہ السلام اور یعقوب علیہ السلام جیسے اکابر و مشاہیر نے اختیار فرمایا۔[۴:۲۱۸]

یعقوب علیہ السلام کی اولاد نے ملت اسلام پر جینے اور مرنے کا عہد کیا۔[۱:۳۱۸، ۳۴۵]

یعقوب علیہ السلام کے زمانے تک ان کی اولاد کے اندر اسمٰعیل علیہ السلام اور ان کی ذریت کے خلاف تعصبات پیدا نہیں ہوئے تھے۔[۱:۳۴۶]

یعقوب علیہ السلام کی اولاد نے احساس فخر و اعتماد کے ساتھ اسحٰق علیہ السلام اور اسمٰعیل علیہ السلام کا ذکر کیا ہے۔[۱:۳۴۶]

نسلِ یعقوب کے لیے 'اسباط' کا استعمال۔[۱:۳۴۸]

آپ علیہ السلام کی وصیت۔[۱:۳۴۵]

آپ علیہ السلام کی وصیت کے حوالے کی حکمت۔[۱:۳۴۶]

تالمود میں ایک وصیت یعقوب علیہ السلام کی قرآن کی بیان کردہ وصیت سے ملتی جلتی موجود ہے۔[۱:۳۴۴]

امتِ مسلمہ کا موقف: ابراہیم علیہ السلام، اسحٰق علیہ السلام، یعقوب علیہ السلام اور اولادِ یعقوب علیہ السلام کی مختلف شاخوں کے انبیاء میں اور موسیٰ علیہ السلام و عیسیٰ علیہ السلام میں کوئی تفریق نہیں اور ان سب کی ہدایت پر ایمان ہے۔[۱:۳۴۸]

### بنی اسرائیل اور یعقوب علیہ السلام

کنعان اور فلسطین کے مقدس ہونے کی وجہ ابراہیم علیہ السلام، اسحٰق علیہ السلام اور یعقوب علیہ السلام کا مرکزِ دعوتِ ایمان۔[۲:۴۸۷]

یہود سے سوال: کیا ابراہیم علیہ السلام، اسمٰعیل علیہ السلام، اسحٰق علیہ السلام، یعقوب علیہ السلام اور ان کے اخلاف یہودی یا نصرانی تھے؟۔[۱:۳۵۰]

ابراہیم علیہ السلام، اسمٰعیل علیہ السلام، اسحٰق علیہ السلام اور یعقوب علیہ السلام کے یہودی یا نصرانی ہونے کا بے بنیاد دعویٰ۔[۱:۳۱۸]

یہود نے تورات میں یعقوب علیہ السلام کے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کشتی لڑنے کی روایت داخل کر رکھی ہے۔[۱:۱۷۶]

بنی اسرائیل براہِ راست یعقوب علیہ السلام کی اولاد تھے۔[۱:۳۴۴]

یعقوب علیہ السلام کی اولاد ہونے کی وجہ سے عزت وعظمت کی یہود کی غلط فہمی۔[۱:۷۸]

بنی اسرائیل کی جھوٹی آرزو: ابراہیم علیہ السلام، اسحٰق علیہ السلام اور یعقوب علیہ السلام کی اولاد۔[۳:۳۸۲]

## یوسف علیہ السلام

### ذات وصفات

یوسف علیہ السلام کا قصہ احسن القصص کیوں؟۔[۴:۱۸۴]

آپ علیہ السلام کی تربیت مصر کے زندان میں ہوئی۔[۵:۵۸۰]

یوسف علیہ السلام کی غلامی مصر کی بادشاہی کی تمہید۔[۴:۲۰۰]

آپ علیہ السلام کی سرگزشت آنحضرت ﷺ کے لیے بمنزلہ آئینہ۔[۴:۱۸۹]

آپ علیہ السلام بچپن ہی سے نہایت رزین، متین اور سنجیدہ تھے۔[۴:۱۹۰]

آپ علیہ السلام کا نفس امارہ کے حوالے سے بیان۔[۹:۷۹]

آپ علیہ السلام کے بارے میں بھی بنی اسرائیل شک ہی میں رہے۔[۷:۴۲]

آپ علیہ السلام کو تعبیر رویا کا علم۔[۴:۱۹۲]

آپ کا عفو وکرم۔[۴:۲۵۹]

آپ کا اعلیٰ کردار وصفات۔[۴:۱۸۵]

### آزمائش: پہلا مرحلہ

یوسف علیہ السلام کی سرگزشت۔[۴:۱۹۲]

آپ علیہ السلام کا خواب۔[۴:۱۹۰]

یعقوب علیہ السلام کی تعبیر اور آپ علیہ السلام کو ہدایت۔[۴:۱۹۱]

آپ علیہ السلام کے بھائیوں کا غصہ اور قتل کی سازش۔[۴:۱۹۶]

آپ علیہ السلام کی فروخت۔[۴:۲۰۰]

آپ علیہ السلام کی زندگی کا ایک نیا موڑ۔[۴:۲۰۱]

آپ علیہ السلام کا نبوت کے لیے انتخاب۔[۴:۲۰۱]

آپ علیہ السلام پر انعامِ الٰہی۔[۴:۲۰۱]

### دوسرا مرحلہ

آپ علیہ السلام کی آزمائش کا دوسرا مرحلہ۔[۴:۲۰۲]

آپ علیہ السلام سے عزیز مصر کا خطاب: اسلوب کلام۔[۳:۵۱۳]

آپ علیہ السلام کے لیے دام ہوس۔[۴:۲۰۵]

آپ علیہ السلام کے باطن کا نور یزدانی۔[۴:۲۰۶]

عصمتِ انبیاء کے بعض پہلو۔[۴:۲۰۷]

عورت کا فریب اور یوسف علیہ السلام کی بے گناہی۔[۴:۲۰۷]

عورتوں کا فریب اور یوسف علیہ السلام کی بے رخی۔[۴:۲۰۹]

آپ علیہ السلام کی دعا اور فوری قبولیت۔[۴:۲۱۱]

### تیسرا مرحلہ

آپ علیہ السلام کی آزمائش کا تیسرا مرحلہ: قید و بند کی آزمائش۔[۴:۲۱۲،۲۱۶]

آپ علیہ السلام کی تعبیر خواب اور دین کی دعوت۔[۴:۲۱۷]

آپ علیہ السلام کا قیدیوں کے خواب کی تعبیر بیان کرنا۔[۴:۲۲۰]

جیل میں رہنے کے سلسلہ میں تقدیر الٰہی۔[۴:۲۲۱]

آپ علیہ السلام کی دعوت توحید۔[۴:۲۱۹]

آپ علیہ السلام نے ملت توحید کی فطری اور عقلی عظمت واضح فرمائی۔[۴:۲۱۹]

آپ علیہ السلام کو بشارت۔[۴:۱۹۸]

### دورِ حکومت

آپ علیہ السلام کی زندگی کا نیا دور: دورِ حکومت۔ [۲۲۶:۴]

آپ علیہ السلام سے شاہی ساقی کی درخواست۔ [۲۲۲:۴]

آپ علیہ السلام کی بادشاہ کے خواب کی تعبیر۔ [۲۲۱:۴، ۲۲۳]

آپ علیہ السلام کو بادشاہ کی دعوت اور ان کا جواب۔ [۲۲۴:۴]

عورتوں کا یوسف علیہ السلام کے بارے اعترافِ حق۔ [۲۲۵:۴]

آپ علیہ السلام کے ساتھ بادشاہ کی گرویدگی۔ [۲۳۶:۴]

آپ علیہ السلام کے لیے منصب کی پیشکش۔ [۲۳۶:۴]

آپ علیہ السلام کی بادشاہِ مصر کو تجویز۔ [۲۳۷:۴]

آپ علیہ السلام کا کلی اقتدار۔ [۲۳۷:۴]

### برادرانِ یوسف علیہ السلام

برادرانِ یوسف علیہ السلام کی آپ علیہ السلام کی خدمت میں حاضری۔ [۲۳۸:۴]

بھائیوں کو آپ علیہ السلام کی ہدایت۔ [۲۳۸:۴]

بھائی کو روکنے کے لیے آپ علیہ السلام کی تدبیر۔ [۲۴۲:۴]

آپ علیہ السلام کے بنیامین کو روکنے کے طرزِ عمل پر شبہات کا ازالہ۔ [۲۴۲:۴-۲۴۴]

آپ علیہ السلام کی جائز مقصد کے لیے جائز تدبیر۔ [۲۲۰:۴]

بھائیوں کی ایک اور شرارت اور یوسف علیہ السلام کا جواب۔ [۲۴۵:۴]

آپ علیہ السلام کے خواب کی تعبیر۔ [۲۵۴:۴]

برادرانِ یوسف علیہ السلام کی آپ علیہ السلام کی خدمت میں دوبارہ حاضری۔ [۲۴۹:۴]

برادرانِ یوسف علیہ السلام کی اپنے باپ سے استغفار کی درخواست۔ [۲۵۳:۴]

آپ علیہ السلام کے پیراہن کی کرامت۔ [۲۵۱:۴]

آپ علیہ السلام کے بھائیوں کا اعترافِ حق۔ [۲۵۰:۴]

آپ علیہ السلام کی خدمت میں والدین اور برادران کی آمد۔ [۲۵۳:۴]

آپ علیہ السلام نے اپنے برادران اور والدین کی پذیرائی فرمائی۔ [۲۷۰:۳]

سرگزشتِ یوسف علیہ السلام کے دلیلِ رسالت ہونے کی نوعیت۔ [۱۹۰:۴]

آپ علیہ السلام کے واقعہ میں قرائن کی شہادت۔ [۲۰۷:۴]

## یونس علیہ السلام

یونس علیہ السلام کی سرگزشت۔ [۴۹۲:۶]

آپ علیہ السلام کا ذکر 'صاحب الحوت' کے نام سے۔ [۸۴:۱]

آپ علیہ السلام کے ذکر کی اہمیت۔ [۴۹۱:۶]

آپ علیہ السلام کی لغزش کی نوعیت۔ [۱۸۰:۵، ۴۹۳:۶، ۴۹۹]

آپ علیہ السلام عجلت کی وجہ سے سخت امتحان میں مبتلا ہوئے۔ [۵۰۶:۸، ۵۳۰]

آپ علیہ السلام کی غلطی اور اللہ تعالیٰ کی تنبیہ و امتحان۔ [۴۶:۹]

آپ علیہ السلام سے غلطی تو سرزد ہوئی لیکن فوراً ہی توبہ کر لی۔ [۵۳۱:۸]

آپ علیہ السلام کا اعترافِ تقصیر۔ [۱۸۳:۵]

آپ علیہ السلام کی دعا۔ [۱۸۳:۵]

آپ علیہ السلام کے اقدام کا ایک مخفی پہلو۔ [۱۸۲:۵]

یونس علیہ السلام، زکریا علیہ السلام اور مریم علیہا السلام کے تاریک اور مایوس کن حالات پر رحمتِ خاص۔ [۱۶۹:۵]

آپ علیہ السلام کے واقعہ کا سبق۔ [۵۳۰:۸]

اسمٰعیل علیہ السلام، یونس علیہ السلام اور لوط علیہ السلام توحید اور ہدایت کی دعوت و اشاعت کے حوالہ سے برگزیدہ تھے۔ [۱۰۲:۳]

# انسان

## اہمیت ومقصد حیات

خدا کی قدرت کا کرشمہ۔انسان۔[۴:۵۴۹، ۶:۱۶۰]

انسان قدرت کا ایک شاہکار ہے۔[۶:۵۴۹]

انسان کی برتری۔[۱:۱۷۲]

دنیا میں انسان گل سرسبد کی حیثیت رکھتا ہے۔[۴:۱۱۰]

اللہ نے انسان کو بے غایت و بے مقصد نہیں پیدا کیا ہے۔[۸:۴۰۹، ۴۱۶]

اللہ تعالیٰ نے رات اور دِن، سورج اور چاند ہر چیز کو انسان کی خدمت میں لگا رکھا ہے۔[۷:۱۰۸]

اِنسانی شرف کی بنیاد۔[۴:۳۵۸]

انسان کا شرف کردار کے ساتھ مشروط ہے۔[۵:۲۳۰]

انسان کا اصلی شرف۔[۶:۱۶۱، ۲۷۹]

انسان کا اصلی شرف توحید ہے۔[۵:۲۳۱]

بصیرتِ ایمانی انسان کا اصلی جوہر ہے۔[۳:۵۰۶]

انسان کے دنیا میں خدا کی نیابت وخلافت کے تقاضے۔[۱:۱۷۱]

تمام رسول بلا استثناء سب آدمیوں ہی میں سے بھیجے گئے۔[۴:۲۵۹]

انسانوں کے لیے انسان کے نبی ہونے کی حکمت۔[۴:۵۴۲]

انسان کے تمام اعلیٰ اوصاف کا سرچشمہ صبر اور شکر کی دو صفتیں ہیں۔[۶:۹۸]

توبہ آدمی کے مرتبہ کو اور بڑھا دیتی ہے۔[۶:۵۲۷]

عبدیت کا اصلی جمال اوّابیت ہے۔[۶:۵۳۰]

کسی انسان کو بھی، خواہ وہ نبی ہو یا غیر نبی، حیاتِ جاوداں نہیں بخشی گئی۔[۵:۱۲۷]

انسان اللہ تعالیٰ کے عہد و اطاعت کا امین ہے۔[۶:۲۷۹]

## ذات وصفات

انسان کو اللہ تعالیٰ نے احسن تقویم پہ پیدا کیا ہے۔[۲:۴۳۲، ۷:۶۱]

انسان کو اللہ نے نہایت اعلیٰ مقصد کے لیے بہترین صلاحیتوں سے آراستہ کیا ہے۔[۹:۴۳۸]

بہترین ساخت سے مراد صرف شکل وصورت کی ساخت نہیں ہے بلکہ ان مادی ومعنوی قوتوں اور صلاحیتوں کی نہایت اعلیٰ ترتیب وتشکیل بھی ہے جن کی بدولت انسان کو اس دنیا کی دوسری مخلوقات پر برتری حاصل ہوئی۔[۷:۶۱]

انسان پر اللہ تعالیٰ کا سب سے بڑا احسان : نطق اور گویائی کی نعمت۔[۱:۴۶]

اللہ تعالیٰ نے انسان کو شعور وادراک، نطق وبیان اور ہدایت کی روشنی سے نوازا۔[۹:۳۷۵]

اللہ تعالیٰ نے انسان کو نہایت اچھی صلاحیتوں اور نہایت اعلیٰ قابلیتوں کے ساتھ پیدا کیا۔[۱:۱۷۲]

اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کو اچھی صلاحیتوں کے ساتھ پیدا کیا، نیکی وبدی کا امتیاز بخشا اور نیکی کو پسند کرنے اور بدی سے نفرت کرنے کا مذاق ودیعت کیا۔[۱:۱۱۱]

انسان کی تمام قوتیں اور صلاحیتیں خدا ہی کی بخشی ہوئی ہیں۔[۶:۱۱۰، ۴۳۶]

اللہ نے رہنمائی کے لیے انسان کو عقل عطا فرمائی ہے۔[۶:۹۰]

اللہ تعالیٰ نے جو احکام دیے ہیں انسان کی فطرت اور اس کی صلاحیتوں کو تول کر دیے ہیں۔[۳:۲۰۳]

انسان طبعًا نیکی پسند ہے۔[۹:۲۴۹]

بنیادی نیکیوں اور بنیادی برائیوں کے شعور سے انسان محروم نہیں ہے۔[۹:۷۲]

انسان کی روحانی وعقلی ترقی اور اس کے کمال کا تمام تر انحصار اس کی

عظیم صلاحیتوں کا اعلیٰ مقصد کے لیے صحیح استعمال ہے۔[۱۱۶:۱]

انسان کے اندر قوت اور طاقت کا اصلی خزانہ اس کے جسم کے اندر نہیں بلکہ اس کے دل اور اس کی روح کے اندر ہے۔[۴۶۱:۱]

انسان کے ذی عقل ہونے کا فطری تقاضا۔[۳۵۳:۹]

خالص نعمتیں سلیم الفطرت لوگوں کے لیے خاص ہیں۔[۴۰۵:۷]

اللہ تعالیٰ نے ہر آدمی کے اندر طلبِ ہدایت کا داعیہ ودیعت فرمایا ہے۔[۳۵:۱]

تمام بنی آدم سے خدا نے اپنے رب ہونے کا اقرار لیا۔[۳۹۲:۳]

توحید عہدِ فطرت ہے جو خدا نے اولادِ آدم سے ان کو دنیا میں بھیجنے سے پہلے ہی لیا ہے۔[۹۸:۳، ۱۶۱:۱]

خدا نے انسان اور کائنات کو بنایا ہی اس طرح ہے کہ جو شخص آنکھیں رکھتا ہے وہ اپنے اندر اور باہر ہر وقت خدا اور قیامت کا مشاہدہ کر سکتا ہے۔[۲۱۶:۵]

جنت میں انسانی قوتوں اور صلاحیتوں کا عروج۔[۲۶۴:۳]

انسان کا باطنی لباس تقوی ہے۔[۲۴۴:۳]

بدی کے بدی ہونے کا شعور انسان کی فطرت کے اندر موجود ہے۔[۸۰:۹]

نیکی اور بدی کا شعور انسان کی فطرت میں ہے۔[۳۷۵:۹]

بنی آدم کے ازلی وابدی گنہگار ہونے کے خیال کی تردید۔[۱۷۳:۱]

انسان کو اختیار کی نعمت۔[۱۰۹:۹]

انسان کی پرورش کے اہتمام میں پہاڑوں کا دخل۔[۱۴۱:۹]

انسان کی نشوونما میں تیسیر۔[۲۰۶:۹]

انسان کی مقصد برآری میں گھوڑوں کی سرگرمی اور آتش زیرپائی۔[۵۰۱:۹]

انسان کی نفع رسانی کے لیے اشیا کی تسخیر۔[۳۲۹:۴]

تسویہ اور نفخِ روح سے پہلے انسان حیوانیت کے دور میں تھا۔[۱۶۱:۶]


## خِلقت وفطرت


انسان کی خلقت کا آغاز۔[۳۵۷:۴]

انسان کی حقیر خلقت۔[۵۷۸:۸]

انسانی فطرت کی ایک حقیقت۔[۴۳۰:۴]

انسانی فطرت، قدیم آسمانی تعلیم اور قرآنی تعلیم ہم آہنگ ہیں۔[۴۶۹:۴، ۴۷۱]

انسان کی اپنی خلقت ایک درس گاہ ہے۔[۲۱۷:۵]

انسان کا اپنا وجود خدا اور آخرت کا شاہد ہے۔[۳۰۳:۵]

انسان کی خلقت کے بعض مخفی گوشوں کی طرف اشارہ۔[۸۴:۶، ۶۲:۷]

انسانوں کی خلقت کے اندر جو نشانیاں ہیں ان کی طرف اشارہ۔[۳۰۳:۷]

انسان کے اندر نفسِ لوّامہ کا وجود قیامت کے وجود کی دلیل ہے۔[۵۹۹:۷]

انسانی خلقت کے مختلف مراحل سے قیامت پر استدلال۔[۱۳۲:۸]

انسان کی خلقت سے قیامت کی دلیل۔[۱۷۴:۸]

انسان کی خلقت کے مختلف مراحل۔[۳۰۳:۵، ۱۶۰:۶، ۱۰۷:۹]

انسان کی خلقت میں تدبیر وحکمت کا پہلو۔[۲۰۶:۹]

انسان کی خلقت میں حکمت کا پایا جانا دلیل ہے کہ وہ کھلونا نہیں ہے۔[۲۴۲:۹]

انسان کی خلقت کے ابتدائی مراحل کی یاددہانی سے مقصود۔[۴۵۴:۹]

ان لوگوں کو ملامت جو اپنی فطرت کی شہادت سے کان بند کیے ہوئے ہیں۔[۲۵۶:۹]

انسان کی فطرت سے ایک روزِ جزا پر استدلال۔[۲۵۵:۹]

انسان کی فطرت مقتضی تھی کہ اس کی ہدایت کے لیے قرآن نازل

ہو۔[۱۲۷:۸]

جزااور سزا کا انکار انسان کی فطرت اور عقل کے خلاف ہے۔[۵۲۶:۸]

انسان فطرتاً توحید پسند ہے۔[۴۸:۲]

توحید کی دلیل خود انسان کی خلقت میں۔[۱۲۲:۳]

عقل اپنی فطرت کے لحاظ سے انسان کے اندر ایک میزانِ قسط ہے۔[۵۶:۲]

انسانی فطرت کا خلا نبوت ورسالت کا محتاج ہے۔[۲۶:۱]

انسان کے مشاہدۂ کائنات اور مشاہدۂ انفس کی فطری راہ منعم حقیقی کی شکرگزاری کا جذبہ ہے۔[۶۵:۱]

انسان کی خلقت سے ناشکری کے خلاف دلیل۔[۴۴۴:۶]

آفاق و انفس کی نشانیاں انسان کے اندر خدا کے شکر کا جذبہ ابھارتی ہیں۔[۷۰:۱]

انسانی فطرت خیر وشر کے شعور سے محروم نہیں ہے اور نہ عقل حق و باطل میں امتیاز سے قاصر ہے۔[۴۳۲:۲]

ہر حق اور ہر تمتع کے ساتھ ذمہ داری اور ہر Priviledge کے ساتھ Responsibility لازمی ہے، ان دونوں کا لازم وملزوم ہونا انسانی فطرت کے بدیہیات میں سے ہے۔[۱۸۳:۳]

ستر پوشی انسان کی فطرت ہے۔[۲۳۶:۳]

سورہ فاتحہ کو ہر سلیم الفطرت انسان اپنے ہی دل کی آواز سمجھتا ہے۔[۵۴:۱]

انسان کا ہر جذبہ اپنا ایک قدرتی ردعمل رکھتا ہے۔[۶۴:۱]

شکر کے جذبہ سے بندہ کے اندر خدا کی عبادت کا داعیہ ابھرتا ہے۔[۶۴:۱]

انسان کی اپنی عقل بالکل عاجز و درماندہ ہے، صرف خدا کی رہنمائی سے وہ صراطِ مستقیم پا سکتا ہے۔[۶۸:۱]

انسان پر کسی چیز کے اثر انداز ہونے کے لیے تنہا یہی بات کافی نہیں ہے۔ کہ وہ چیز بجائے خود مؤثر ہو بلکہ یہ بھی ضروری ہے کہ آدمی کے اندر اثر پذیری کی صلاحیت بھی موجود ہو۔[۱۰۲:۱]

آدمی کے اندر ایمان و ہدایت کے داخل ہونے کا راستہ اس کا دل، اس کی عقل، اس کے کان اور اس کی آنکھیں ہیں۔[۱۱۶:۱]

تمام جن و بشر قرآن کی نظیر پیش کرنے سے عاجز ہیں۔[۱۵۱:۱]

روزے کا اثر انسان کی صلاحیت کار پر۔[۴۶۰:۱]

تمام مرد اور تمام عورتیں ایک ہی آدم علیہ السلام و حوا علیہا السلام کی اولاد ہیں، اس وجہ سے خدا اور رشتۂ رحم سب کے درمیان مشترک ہے۔[۲۳۸:۲]

دِل کا میلان آدمی کے اپنے اختیار کی چیز نہیں ہے۔[۳۹۹:۲]

نیکی اور بھلائی کا احترام انسان کے ذی عقل ہستی ہونے کا تقاضا ہے۔[۵۵۰:۲]

انسان کو سمیع وبصیر بنانے کا ثمرہ۔[۱۰۹:۹]

انسان سے اللہ نے اپنے رب ہونے کا اقرار لیا۔[۳۹۲:۳]

صحیح انسانی فطرت کا اعتراف۔[۲۶:۴]

انسان کی اپنی خلقت ایک درسگاہ ہے۔[۲۱۷:۵]

انسان کے اندر ایک خلا ہے جو اللہ کے ایمان کے سوا اور کسی چیز سے نہیں بھر سکتا۔[۱۰۳:۵]

انسانوں میں تفاوتِ درجات کی حکمت۔[۲۲۶:۷]

انسان کے مرتبۂ خلافت کا یہ لازمی تقاضا ہے کہ خدا کے آگے اس کی پیشی ہو۔[۵۹۸:۷]

خیر وشر میں امتیاز کا لازمی نتیجہ۔[۱۰۹:۹]

مصائب دور ہونے پر انسان کی عام روش۔[۱۲۶:۷]

## امتحان وتربیت

انسان کے لیے اصل معرکۂ امتحان۔[۲۳۱:۳]

انسان کا کھلا دشمن۔[۴۰۹:۱]

انسان ہر وقت شیطان سے نبرد آزما ہے۔[۴۸۷:۳]

انسان اس دنیا میں ایک کارزار امتحان میں ہے جہاں شیطان سے ہر قدم پر اس کا مقابلہ ہے۔[۲۲۹:۳]

نفس اپنی چاہتوں میں فطری حدود سے آگے نکل جاتا ہے، پھر شیطان ان چاہتوں پر ایسا دلفریب ملمع کر دیتا ہے کہ آدمی کی نظر ان سے ہٹ کر کسی اور طرف کا رخ ہی نہیں کرتی۔[۴۰:۲]

اولادِ آدم علیہ السلام کو یہ موقع دیا گیا کہ جو جنت کی میراث حاصل کرنا چاہتے ہیں وہ شیطان کو پچھاڑیں اور جنت جیت لیں۔[۲۳۷:۳]

شیطان کو دوست بنانا اور اس کے کہے پر چلنا اپنے اور اپنے باپ کے دشمن کو دوست بنانا ہے۔[۲۵۱:۳]

جو شخص خدا کو بھلا بیٹھتا ہے وہ شیطان کے ہتھے چڑھ جاتا ہے۔[۲۷۲:۸]

شیطان کی سب سے بڑی کوشش یہ ہے کہ وہ انسان کو شرک کے کسی پھندے میں پھنسائے۔[۶۵۷:۹]

انسان کے شیطان کے حملوں سے محفوظ رہنے کی واحد تدبیر۔[۲۴۷:۳]

امتحان گاہِ عالم میں انسان کے لیے اصلی سرمایۂ تسکین و تسلی درحقیقت انبیاء علیہم السلام کی تعلیمات ہیں۔[۱۷۴:۱]

حاملِ امانت ہونے کا لازمی نتیجہ۔[۲۸۱:۶]

انسان کی صلاحیتیں آیاتِ الٰہی سے بیدار ہوتی ہیں۔[۳۷۳:۷]

انسان کے لیے شیطان کے فتنوں سے امان رسول کی پیروی میں ہے۔[۲۵۴:۳]

اہلِ ایمان پر شیاطین کا کوئی زور نہیں چلتا۔[۴۴۹:۴]

امتحانات انسان کی تعلیم و تربیت کا لازمہ ہیں۔[۵۰:۵]

اللہ تعالیٰ نے زندگی کے ہر شعبے میں امتحان رکھے ہیں جن کے ذریعہ سے بروں کی مخفی برائیاں اور اچھوں کی مستور نیکیاں ظہور میں آتی ہیں۔[۵۶:۹]

خدا کے مقرب بننے کے لیے بازیاں کھیلنی پڑتی ہیں۔[۳۷۶:۹]

رنج اور راحت دونوں انسان کی تربیت کے لیے ہیں۔[۴۱۳:۹]

اللہ کی یاد کا خاصہ یہ ہے کہ وہ انسان کو زندگی کی اصل حقیقتوں سے کبھی بے پروا نہیں ہونے دیتی۔[۵۹۱:۲]

فیض بقدر استعداد پہنچتا ہے۔[۵۸۱:۶]

## تلقین و ہدایت

اولاد کی اصلاح کے لیے فکرمند رہنے کی تلقین۔[۲۷:۸]

خلق کی ہدایت کے لیے اللہ تعالیٰ کا انتظام۔[۳۸۳:۶]

عاقل وہ ہے جو دوسروں سے سبق حاصل کرے۔[۲۷۳:۴]

انسان کو نظامِ کائنات کا درس۔[۲۸۰:۳]

پسندیدہ روش: آدمی اچھی بات کا اظہار کرے، اچھا جذبہ دل میں پرورش کرے اور دوسروں کی برائیوں سے درگزر کرے۔[۴۱۴:۲]

آدمی جو قدم بھی اٹھائے اپنے ذاتی میلانات کے بجائے شریعت کی ہدایت کے مطابق اٹھائے۔[۲۶۱:۲]

آدمی قرآن مجید کو صرف طلبِ ہدایت کے لیے پڑھے، کسی اور غرض کو سامنے رکھ کے نہ پڑھے۔[۳۵:۱]

سلامتی کی راہ۔[۴۱۹:۸]

حصولِ عبرت علم کی کلید ہے۔[۴۲۷:۴]

اس دنیا میں صرف علم یقین حاصل ہوتا ہے۔[۵۲۴:۹]

بندوں کو نعمت بھی حاصل ہوتی ہے اس کے ساتھ کچھ ذمہ داریاں بھی لازماً وابستہ ہوتی ہیں۔[۶۲۳:۹]

فرض ادا کرنے سے فرار حماقت ہے۔[۲۰۴:۶]

مصائب کی وجہ سے مایوس ہو جانا غلط رویہ ہے۔[۱۲۴:۷]

راستبازوں کی صحبت اختیار کرنے کی ہدایت۔[۲۶۰:۳]

انسان پر اس کے معاشرہ کا حق۔[۹:۵۰۳،۵۳۶]

مسابقت کا اصل میدان۔[۸:۲۲۲]

نیکی کرنے والوں کو نیکی کا داعی بھی بننا چاہیے۔[۹:۳۷۷]

آدمی نہ نعمت میں اکڑنے والا اور فخر کرنے والا بنے اور نہ مصیبت میں تھڑدلا، پست ہمت اور مایوس بلکہ اللہ کے فیصلہ پر راضی و مطمئن رہے۔[۷:۱۲۶]

انسانی زندگی کے احوال کا سبق۔[۶:۴۳۶]

ہر شخص پر معاشرے کی اصلاح کی بھی ذمہ داری ہے۔[۳:۴۵۹]

امید و بیم دونوں میں انسان صرف اللہ ہی کو اپنا مرجع و مولا بنائے۔[۳:۲۸۲]

انسان کے لیے خاص درس۔[۹:۵۰۱]

چالیس سال کی عمر کو پہنچنے والوں کو تنبیہ۔[۷:۳۶۵]

## یومِ قیامت

اللہ تعالیٰ انسانوں کو یوں ہی شترِ بے مہار کی طرح چھوڑے نہیں رکھے گا بلکہ اس کی نیکی یا بدی کے فیصلہ کے لیے فیصلے کا ایک دن بھی لائے گا۔[۱:۶۳]

ذکرِ الٰہی سے غافل قیامت کو اندھے اٹھیں گے۔[۵:۱۰۳]

جس طرح ہر شخص کی موت اس کے پہلو میں کھڑی ہے اسی طرح قیامت بھی اس کے بغل میں موجود ہے۔[۷:۲۶]

قیامت ہر آدمی کی موت کے ساتھ لگی ہوئی ہے۔[۷:۵۴۸]

حدودِ الٰہی کے معاملہ میں کوئی بھی احتساب سے بالا نہیں ہے۔[۸:۴۶۱]

قیامت کے دن کسی کے لیے کوئی مفر نہ ہوگا۔[۸:۵۶۹]

اس کائنات کے ہر گوشے میں قیامت کی دلیل موجود ہے۔[۹:۶۲]

قیامت کے دن کا اثر لوگوں کے دلوں پر۔[۹:۱۷۸]

قیامت کے دن کوئی جان کسی دوسرے کے کام آنے والی نہیں بنے گی۔[۹:۲۴۵]

ہر انسان کشاں کشاں خدا کی طرف جا رہا ہے۔[۹:۲۷۲]

ان لوگوں کا حال جو قیامت سے نچنت رہے۔[۹:۳۲۹]

انسان کا یقینی انجام موت۔[۹:۲۰۷]

قیامت کے دن کوئی کسی کا ساتھ نہیں دے گا۔[۹:۵۱۳]

## اعمال اور مسئولیت

خدا کی طرف سے انسان کو جو سزا بھی ملتی ہے وہ انسان کے اپنے ہی اعمال کا ردِ عمل ہوتی ہے۔[۲:۳۵]

اعمال کی میزان میں عورت اور مرد دونوں برابر ہیں۔[۲:۲۳۱]

شر جب ظہور میں آتا ہے تو وہ انسان کے اپنے اعمال پر مترتب ہوتا ہے۔[۲:۳۳۸]

خدا کے ہاں کوئی شخص کسی دوسرے کی ذمہ داریوں سے متعلق مسئول نہیں ہوگا۔[۳:۷۹]

ہر انسان کے آگے اس کے اپنے اعمال پیش ہوں گے۔[۳:۴۹۶]

ہر شخص کی پیشی خدا کے آگے ہوگی۔[۴:۴۷]

مسئولیت باعتبار مرتبہ و مقام۔[۶:۲۱۹]

سب خدا کے آگے مسئول ہیں۔[۵:۱۳۶]

اللہ تعالیٰ لوگوں کے ساتھ جزا و سزا کا معاملہ مجرد اپنے علم کی بنیاد پر نہیں کرتا بلکہ لوگوں کے عمل کی بنیاد پر کرتا ہے۔[۶:۱۶]

دین کے معاملے میں کوئی کسی دوسرے کے بوجھ کو نہیں اٹھا سکتا۔[۶:۳۸]

نحوست آدمی کے اپنے اعمال کے اندر ہوتی ہے۔[۶:۴۱۵]

ہر ایک کے سامنے اس کا اپنا ہی عمل آئے گا۔[۶:۴۳۳]

ہر شخص پر اس کے اہل و عیال کی بھی مسئولیت ہے۔[۶:۵۷۴]

قیامت کے دن آدمی کے بدن کا رواں رواں گواہی کے لیے زبان بن جائے گا۔[۷:۹۳]

آدمی کے اعضاء کی گواہی خود اس کے خلاف۔[۷:۹۳]

ان لوگوں کا معاملہ اللہ کے حوالہ جو اپنی ضد پر اڑے ہوئے تھے۔[۷:۱۴٦]

آخرت میں آدمی کو اپنے اعمال سے سابقہ پیش آئے گا۔[۷:۱٦۴]

لوگوں کے اعمال و اقوال کا ریکارڈ رکھنے کے لیے مزید اہتمام۔[۷:۵۴٦]

اللہ کے ہاں سب کا ریکارڈ محفوظ ہے۔[۸:۱۱۵]

ایک مورِ ناتواں کے لیے اپنی ہستی پر غرور جائز نہیں۔[۸:۴۹۷]

انسان کے لیے اپنے اختیار کے سوءِ استعمال کی سزا بھگتنا لازمی ہے۔[۸:۴۱۵]

عمل ہی نجات دے گا عمل ہی ہلاک کرے گا۔[۹:٦۲]

انسان خود اپنے اوپر گواہ ہے۔[۹:۸۴، ۵۰۳]

ہر ایک کا کچا چٹھا اس کے سامنے۔[۹:۲۲۲]

انسان کا وجود خود شاہد ہے کہ خدا اس کو دوبارہ اٹھا سکتا ہے۔[۹:۳۰۲]

قیامت کے دن ہر شخص کو اپنی جواب دہی خود کرنی ہوگی۔[۹:۴۹۳]

زمین ہر ایک کا ریکارڈ سنا دے گی۔[۹:۴۹۳]

اعمال کے ریکارڈ کے ساتھ محرکاتِ اعمال کا ریکارڈ بھی خدا کے سامنے ہوگا۔[۹:۵۰۴]

## خوبیاں

ہر انسان جو زندگی کے مسائل پر غور کرتا ہے، وہ قرآن کو ہرگز نظر انداز نہیں کر سکتا۔[۱:۳٦]

ایک شخص اگر اپنے رب کے حقوق ادا کرتا ہے اور خلق کے حقوق پہچانتا ہے تو وہ تمام نیکیوں کی کلید پا گیا۔[۱:۱۰۵]

اولادِ صالح کی نیکی ایک خیر جاری ہے جس کا سلسلہ آدمی کی موت کے بعد بھی جاری رہتا ہے۔[۱:۵۲۸]

مرغوباتِ نفس اور ایمان کا تقاضا۔[۳:۵۵۳]

مال و اولاد کی قدر و قیمت ایمان کے ساتھ ہے۔[۳:۵۸۸]

اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ لوگ عقل اور سمجھ سے کام لے کر ایمان کی راہ اختیار کریں نہ کہ عذاب کی نشانیوں سے مجبور ہو کر۔[۴:۱٦]

خدا کی دوستی ایمان و تقویٰ کی بنا پر۔[۴:٦٦]

خدا کے پسندیدہ بندوں کی روش۔[۴:۱۱۱]

مومن کا مرکزِ نگاہ۔[۴:۱۴۳]

مومن کی ڈھال: توکل۔[۴:۱۴۹]

اللہ کا معاملہ خوب کاروں کے ساتھ۔[۴:۲۳۸]

خدا ترسوں کا انجامِ نیک۔[۴:٦۲۳]

نعمتوں سے متمتع ہونے والے انسان کے لیے اصل سبق۔[۴:۳۹۱]

انسان کو دعوتِ تفکر و تذکر۔[۴:۳۹٦]

متکبرین کے بالمقابل متقین کا رویہ۔[۴:۴۰۵]

متقین کے ساتھ فرشتوں کا معاملہ۔[۴:۴۰۵]

اصلی فائز المرام گروہ۔[۴:۴۹۰، ۵:۴۲۴]

انسان کے رویہ کی تمثیل۔[۴:۵۲۳]

انسان کو اس کی ذمہ داری کی یاد دہانی۔[۴:۵۲۴]

ایمان لانے والوں کو صلہ۔[۴:۵۸۲]

سلامتی صرف ان لوگوں کے لیے جو خدا کی ہدایت کی پیروی کریں۔[۵:۵۴]

ایمان کی مقبولیت کے لیے اعمال صالحہ شرط ہیں۔[۵:٦۹]

زمین کے وارث خدا کے نیک بندے ہی ہوں گے۔[۵:۱۹۴]

جہانِ نو کی وراثت صرف صالحین کو حاصل ہوگی۔[۵:۱۹۸]

آخرت میں نفوس کی درجہ بندی اخلاق کے اعتبار سے

ہوگی۔[۳۹۰:۵]

جو خدا کو مانتا ہے اس کی رات بھی دن کی طرح روشن ہے۔[۴۰۹:۵]

آنکھوں میں بصیرت آخرت کے تصور سے پیدا ہوتی ہے۔[۴٦۹:۵]

شرافت ورذالت کا انحصار آدمی کے عمل و کردار پر ہے نہ کہ نسب و خاندان اور مال وجائداد پر۔[۵۳۲:۵]

خدا کے ہاں سب کے لیے ایک ہی باٹ اور ترازو۔[۵۵۲:۵]

جو لوگ آخرت کا یقین رکھتے ہیں وہی اس قرآن پر ایمان لائیں گے۔[۵۷٦:۵]

نیکوں کے ساتھ فضل اور بدوں کے ساتھ عدل کا معاملہ۔[۷۱۴:۵]

دنیا کی طرح دین بھی خدا کے کام آنے والی کوئی چیز نہیں ہے بلکہ بندوں ہی کے کام آنے والی چیز ہے۔[۱۷:٦]

سب سے بڑا شرف سب سے بڑی ذلت۔[۲۳۰:۵]

بندہ کا اصلی کمال اس کی عبدیت ہے۔[۱٦۱:٦، ۲۷۹، ۵۳۰]

دین کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے ہر شخص کے، اس کے اپنے کندھوں پر ڈالی ہے، اس معاملے میں بے سوچے سمجھے نہ کسی کی تقلید جائز ہے اور نہ کسی کو اپنی تقلید پر مجبور کرنا جائز ہے۔[۲۱:٦]

خاموش آثار سے صرف اہل عقل فائدہ اٹھاتے ہیں۔[۳۹:٦]

اس دنیا میں انجام کے اعتبار سے کامیاب زندگی وہی ہے جو آخرت کو نصب العین بنا کر گزاری جائے۔[۵۱:٦]

خدا کے ساتھ بندے کے تعلق کو متوازن ہونے کی شرط۔[۵۷۱:٦]

بندے کے لیے اللہ کی حفاظت کافی ہے۔[۵۹۲:٦]

اللہ سے مانگنے کے لیے کسی وسیلہ کی ضرورت قبول نہیں ہے۔[۵۸:۷]

اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی ہر صحیح دعا ضرور قبول فرماتا ہے۔[۵۹:۷]

انسان کے اندر وزن ایمان سے پیدا ہوتا ہے۔[۲۳۸:۷]

اللہ کے بندوں کو کوئی اپنا بندہ نہیں بنا سکتا۔[۲۸۱:۷]

خدا ترسوں کا صلہ۔[۲۹۱:۷]

انسان کا مصیبت ورفاہیت میں رویہ۔[۱۲۴:۷]

جنہوں نے دنیا میں خدا کی پابندیوں کا احترام کیا ان کے لیے آخرت میں آزادی۔[۵۹۱:۷]

مکافاتِ عمل کا قانون حضرت آدم علیہ السلام کے وقت سے برابر جاری ہے۔[۱۷:۸]

انسان کی نجات میں اصل عامل کی حیثیت عقیدہ توحید کی ہے۔[۲۹:۸]

انسان سے اللہ تعالیٰ کا اصل مطالبہ۔[۷۱:۸]

عاقل وہ ہے جو دوسروں کے انجام سے سبق سیکھے۔[۹۳:۸]

اللہ تعالیٰ کا قانونِ مکافات سب کے لیے یکساں ہے۔[۱۱۲:۸]

عاقل دوسروں کے انجام سے سبق سیکھتے ہیں۔[۱۱۵:۸]

آدمی کے کام آنے والی چیز اس کا عمل ہے نہ کہ بڑوں سے نسبت۔[۴۷۳:۸]

برے سے برے ماحول کے اندر بھی آدمی پر اپنے ایمان کی حفاظت واجب ہے۔[۴۷۴:۸]

عمل کے اندر روح مداومت سے پیدا ہوتی ہے۔[۵۷۲:۸]

جس طرح انسان کی مادی زندگی کے لیے سانس ضروری ہے اسی طرح اس کی روحانی زندگی کے لیے اللہ کی یاد ضروری ہے۔[۲۷:۹]

مہلتِ حیات کا صحیح استعمال۔[۵۲۹:۹، ۵۳۰]

اللہ ان لوگوں کی حفاظت کرتا ہے جو اس کی یاد رکھتے ہیں۔[٦٦۳:۹]

سلیم الفطرت لوگوں پر شریفانہ رویہ کا اچھا اثر پڑتا ہے۔[۱۰۳:۷]

## خامیاں

آدمی کے دل پر مہر اس کے گناہوں کی پاداش میں لگتی ہے۔[۱۱۱:۱، ۱۱۴]

انسان کا بگڑا ہوا دل پتھر سے زیادہ سخت ہوتا ہے۔[۱:۲۵۰]

جو چیز انسان کو موت سے ڈراتی ہے وہ درحقیقت گناہ اور خدا سے بغاوت کی زندگی ہے۔[۱:۲۷۵]

انسان کی یہ عام کمزوری ہے کہ وہ ایک حقیقت سے گریز تو اختیار کرتا ہے اپنے نفس کی کسی کمزوری کے سبب سے لیکن نمائش کچھ ایسی کرتا ہے کہ اس گریز کے لیے کچھ وجوہ و اسباب اور کچھ اعتراضات و شبہات ہیں۔[۲:۳۵]

آل عمران ۱۴ میں، للناس، سے وہ لوگ مراد ہیں جو بصیرت اور تقویٰ سے عاری ہیں اس وجہ سے دنیا کی مرغوبات پر ٹوٹے پڑ رہے ہیں۔[۲:۴۱]

قرآن کے نزدیک انسان کی اصل بیماری اس کی تنگ نظری اور پست حوصلگی ہے، وہ اس دنیا کی چند روزہ زندگی کو کل زندگی سمجھ بیٹھا ہے۔[۲:۴۲]

شرک درحقیقت انسان کا خود اپنے نفس پر بہت بڑا ظلم ہے۔[۲:۱۹۱]

انسان کے لباس میں بندر اور سوٗر۔[۲:۵۵۱]

جو شخص خدا سے غافل ہوا وہ خود اپنی قدر و قیمت سے بالکل بے خبر ہو جاتا ہے۔[۲:۵۹۱]

انسان کی ایک نفسیاتی بیماری: جب کسی آزمائش میں ڈالا جاتا ہے تو خدا خدا پکارتا ہے لیکن آزمائش کے بعد اپنی سابقہ سرمستیوں اور حماقتوں میں کھو جاتا ہے۔[۳:۶۳، ۷۱، ۴:۱۴]

انسان کو کسی قول یا فعل کی آزادی ملنا اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ وہ قول یا فعل عنداللہ بھی صحیح ہے۔[۳:۱۹۶]

اگر انسان ایمان سے خالی ہے تو اس سے زیادہ حقیر کوئی شے نہیں اور اگر وہ ایمان سے بہرہ مند ہے تو اس سے زیادہ بلند کوئی شے نہیں۔[۳:۳۴۹]

انسان ناسوتی آنکھوں سے خدا کو نہیں دیکھ سکتا۔[۳:۳۶۰]

انسان کی عجیب بدبختی۔[۳:۴۰۵]

ایک عام انسانی کمزوری کا بیان۔[۳:۴۰۷، ۷:۱۲۴، ۱۲۶]

خدا کے نزدیک بدترین جانور وہ بہرے گونگے لوگ ہیں جو عقل سے کام نہیں لیتے۔[۳:۴۵۶]

اللہ تعالیٰ کی سرکش لوگوں کو اس دنیا میں ڈھیل دینے کی وجہ، وہ رحمت کرنے میں جلدی کرتا لیکن قہر کرنے میں جلدی نہیں کرتا۔[۴:۱۳]

ان لوگوں کا انجام جو نشانیوں سے آنکھیں بند کیے ہوئے ہیں۔[۴:۲۶]

سرکشوں کی فطرت۔[۴:۳۱]

ایمان سے محروم اکثریت گندگی کا ڈھیر ہے۔[۴:۱۴۲]

بدوں پر عذاب نیکوں کی دادرسی ہے۔[۴:۵۸۸]

صراطِ مستقیم سے انحراف کی اصل علت۔[۵:۳۳۶]

جو خدا کو نہیں مانتا اس کے لیے یہ کائنات عالمِ ظلمات ہے۔[۵:۴۰۹]

خواہشوں کے غلام چوپایوں سے بھی بدتر ہیں۔[۵:۴۷۰]

ہدایت کی پیروی نہ کرنے والا اپنی خواہشات کا پیرو ہے۔[۵:۶۸۸]

انسانوں کے درمیان وصل و فصل کی بنیاد۔[۶:۸۶]

انسان کے ظلوم وجہول ہونے کا مفہوم۔[۶:۲۷۹]

لہو و لعب میں زندگی گزارنے والوں کا انجام۔[۷:۳۶۶]

سب کچھ دیکھنے کے بعد انسان کی بے بصیرتی۔[۶:۱۶۲]

حق کی جستجو ہر شخص کی اپنی ذمہ داری ہے۔[۶:۳۲۵]

انسان کی ناشکری پر تعجب اور افسوس۔[۶:۵۶۷]

دنیا کی کامیابی پر مغروروں کے لیے ایک تمثیل۔[۷:۱۷۲]

ان لوگوں کے شبہ کا جواب جو انتقام کو دینداری کے خلاف سمجھتے ہیں۔[۷:۱۸۲]

جو خواہشوں کے بندے ہوتے ہیں ان کی توبہ عارضی ہوتی

ہے۔[۷:۲۷۸]

ان لوگوں کے غرور پر ضرب جو اپنے کو اسلام کا محسن سمجھتے ہیں۔[۷:۵۱۹]

حق کے خلاف سازش کرنے والے خود اپنے دام میں گرفتار ہوتے ہیں۔[۸:۴۰]

چال چلنے والوں کو قائل کرنا کسی کے بس میں نہیں۔[۸:۴۱]

ہر بدعت کی بنیاد انسان کے نفس کی کسی نہ کسی خواہش پر ہوتی ہے۔[۸:۶۳]

دنیا پرستوں کی تنگ نگاہی۔[۸:۶۶]

ان لوگوں کو تنبیہ جو ایمان و عمل کے بغیر جنت کے خواب دیکھ رہے ہیں۔[۸:۷۲]

دنیا اور اس کی زندگی بجائے خود لعنت نہیں ہے بلکہ اس کے لعنت یا رحمت ہونے کا تعلق انسان کے رویہ سے ہے۔[۸:۲۲۱]

لوگوں کے لیے اصل میدانِ مسابقت۔[۸:۲۲۲]

جو اللہ سے نہیں ڈرتے وہ بندوں سے ڈرتے ہیں۔[۸:۳۰۱]

جو لوگ خدا کو بھلا دیتے ہیں وہ خود اپنے کو بھلا دیتے ہیں۔[۸:۳۰۸]

گناہوں پر اصرار کرنے والوں کو اللہ مغفرت سے محروم کر دیتا ہے۔[۸:۴۰۲]

حدودِ الٰہی کی خلاف ورزی کا ضرر خلاف ورزی کرنے والوں کو پہنچتا ہے۔[۸:۴۳۷]

نفسیاتِ انسانی کی ایک حقیقت۔[۸:۴۶۶]

انسان کی ناتوانی اور بے حقیقتی۔[۸:۴۹۷]

انسانوں کی بعض حماقتوں کی طرف اشارہ۔[۸:۶۱۸]

اللہ کی بخشی ہوئی خوشحالی ان کے لیے استکبار کا سبب ہوئی۔[۹:۲۹]

انسان کا داعیات میں عدم توازن۔[۸:۵۷۱]

دلیلوں سے فائدہ اٹھانا لوگوں کا اپنا کام ہے۔[۹:۶۲]

انسان کی بد دماغی پر اظہارِ افسوس۔[۹:۲۰۴]

ان لوگوں پر لعنت جن کے لینے کے باٹ اور، اور دینے کے باٹ اور ہیں۔[۹:۲۵۴]

انسان کی ناسپاسی پر اظہارِ تعجب۔[۹:۲۷۸،۵۰۱]

انسان کا ایک مغالطہ۔[۵:۲۶۵،۹:۳۵۷،۳۵۸]

نیک اور بد دونوں کی کمائی یکساں نہیں ہوگی۔[۹:۴۰۱]

انسان کی بدحواسی کی تصویر۔[۹:۴۹۲]

انسان کے لیے خاص درس۔[۹:۵۰۲]

انسان کی عدل سے محبت کے باوجود ارتکابِ ظلم کی وجہ۔[۹:۲۵۴]

انسانوں کا ایک ہی دین پر جمع نہ ہونے کی وجہ۔[۷:۱۴۴]

## آزر

ابراہیمؑ کے والد کا نام، روایات کا اختلاف۔[۳:۸۸، ۴:۶۵۸]

بت گر، بت فروش اور پروہت۔[۳:۸۹]

ابراہیم علیہ السلام کی تقریر سن کر آزر کی برہمی۔[۴:۶۵۹]

آزر نے ابراہیم علیہ السلام پر پورا دباؤ ڈالا کہ ان کو ایمان کی راہ سے روک دے۔[۶:۳۳]

ابراہیم علیہ السلام کی باپ کے لیے درد مندی اور حق کے لیے حمیت۔[۴:۶۶۰]

شرک و کفر کے شدید اصرار کے باوجود ابراہیم علیہ السلام اپنے والد کے لیے استغفار کرتے رہے۔[۴:۳۳۴]

ابراہیم علیہ السلام نے باپ سے علیحدہ ہوتے وقت جو سلام کیا وہ شائستگی کے ساتھ پیچھا چھڑانے کے معنی میں ہے۔[۵:۴۸۵]

## ابراہیم

مفسرِ قرآن، المآئدۃ ۴۵ کی تاویل۔[۲:۵۳۰]

## ابراہیم علیہ السلام

ماریہؓ کے بطن سے حضور ﷺ کے صاحبزادے۔[۲۵۸:٦]

## ابرہہ

یمن کا حبشی حکمران۔[۵۵۸:۹]

ابرہہ اور اس کا کردار۔[۵۵۸:۹]

ابرہہ کا لشکر ساٹھ ہزار تھا اور ہاتھیوں کا ایک دستہ۔[۵٦۱:۹]

ابو رغال نے ابرہہ کی فوج کو مکہ کا راستہ بتایا۔[۵٦۲:۹]

ابرہہ کی عظیم فوج کے مقابل میں قریش کی مدافعت۔[۵٦۱:۹]

خانہ کعبہ کے منہدم کرنے کی سعی میں اللہ تعالیٰ کا عذاب۔[۳۰۲:۱]

اِس کی فوجوں کا حشر سورہ فیل میں۔[۳۳۴:۱]

اِس کی چالوں کی ناکامی کا خدائی اِنتظام۔[۵۵۹:۹]

اِس کی فوجوں کی بربادی کی تعبیر بطریق کنایہ۔[ ۵٦۰:۹]

اِس کی فوجوں کی پامالی کے حوالہ سے ایک سوال اور اس کا جواب۔[۵٦۵:۹]

قریش کو ابرہہ کی فوج کشی کی طرف توجہ۔[۵۵٦:۹]

## ابلیس

### نام و نسب

لفظ ابلیس کی تحقیق۔[۱٦۵:۱]

ابلیس اس جن کا لقب جس نے باوا آدم علیہ السلام کو دھوکا دیا۔[۲۳۰:۳، ۵۹۵:۴]

ابلیس جنات میں سے تھا۔[۵۹۵:۴]

### خصوصیات

زیرک دشمن۔[۱٦۷:۱]

خودسری اور انانیت میں مبتلا۔[۱۷۳:۱]

استکبار ابلیس کی خصوصیت۔[۲۷۵:۱]

غرور اور رعونت اس کی خاص وراثت ہے۔[۱۱۲:۳]

حسب و نسب کا موجد اور امام۔[۳۹۱:۲]

نسل و نسب کو بنائے شرف سمجھنا ابلیس کی وراثت ہے۔[۲۳۱:۳، ۵۴۹:٦]

ابلیس کے حوالہ سے استکبار کا شجرۂ نسب۔[۵۴۸:٦]

ابلیس کو اختیارِ مطلق حاصل نہیں۔[۵۲۱:۴]

کوئی مستقل اور غیر فانی مخلوق نہیں ہے۔[۵۹۵:۴]

ابلیس کے فتنوں کی گوناگونی۔[۵۲۰:۴]

ابلیسی مغالطہ۔[۳۱۹:۳]

قرآن کی آیت کہف ۵۰ بحوالہ ابلیس[۱۴۲:۱]

### سرگزشتِ آدم علیہ السلام و ابلیس اور سبق

آدم علیہ السلام، ملائکہ اور ابلیس سے متعلق ایک ماجرا۔[۱۵٦:۱]

آدم علیہ السلام و ابلیس کا ماجرا۔[۲۱٦:۳، ۳۵۴:۴، ۵۹۲]

آدم علیہ السلام و ابلیس کا ماجرا اور اس کے مضمرات۔[۲۲۸:۳، ۲۳۴]

آدم علیہ السلام و ابلیس کی سرگزشت۔[۲٦۰:۳، ۳۵۸:۴]

قصۂ آدم علیہ السلام و ابلیس کا سبق۔[۵۱۹:۴، ۹۸:۵]

### آدم علیہ السلام پر ابلیس کا کامیاب حملہ

ابلیس نے آدم علیہ السلام و حوا کو اپنے ڈھب پر لگانے کے لیے ترغیبات دیں۔[۹۹:۵]

ابلیس کے چکمے میں آکر شجرۂ ممنوعہ کا پھل کھا بیٹھے۔[۱۰۰:۵]

انسان اور ابلیس کی بنائے مخاصمت۔[۳۵۷:۴]

انسانی فطرت کے عجلت کے اسی ضعف سے ابلیس نے فائدہ اٹھایا۔[۹٦:۵]

آدم علیہ السلام پر ابلیس کا کامیاب حملہ۔[۹۸:۵]

آدم علیہ السلام کی فطری کمزوری سے فائدہ [۱۶۶:۱]

آدم علیہ السلام و ابلیس کے گناہ میں فرق۔ [۱۷۳:۱]

ابلیس کو جنت سے نکلنے کے بعد بھی آدم علیہ السلام تک رسائی حاصل تھی۔ [۲۳۵:۳]

### جرم اور سزا

وہ اپنے رب کے حکم سے نکل بھاگا۔ [۱۳۵:۲]

ابلیس کے جنت سے نکالے جانے کا اصل سبب استکبار۔ [۲۵۸:۳]

قبولِ حق میں سب سے بڑا مانع استکبار، ابلیس کا حوالہ۔ [۳۰۳:۳]

تکبر کے جرم میں دائمی ذلت کی سزا۔ [۲۳۱:۳]

ذرّیتِ ابلیس کی عیاری۔ [۱۶۲:۳]

ابلیس کی ذرّیت بدترین خلائق ہے۔ [۴۸۴:۹]

### ابلیس کا چیلنج

ابلیس کا چیلنج اللہ تعالیٰ کو۔ [۲۳۲:۳]

ابلیس کے چیلنج کے جواب میں اللہ تعالیٰ کے قول کا حوالہ۔ [۱۷۸:۴، ۳۶۱]

ابلیس کے چیلنج پر اللہ تعالیٰ کا حتمی فیصلہ۔ [۱۶۳:۶]

ابلیس کی دھمکی کے جواب میں اللہ تعالیٰ کا قول۔ [۴۰۲:۶، ۴۴۱، ۴۶۴، ۵۰۰]

ابلیس کا چیلنج اور اس کا جواب۔ [۵۵۰:۶، ۲۰:۷، ۳۶۶، ۵۵۴،]

ابلیس کی مہلت کی حد۔ [۳۶۰:۴، ۵۲۰]

### آدم علیہ السلام و ابلیس دو متحارب فریق

آدم علیہ السلام و ابلیس دو متحارب فریق۔ [۲۳۷:۳]

البقرۃ ۱۳۳ کا خطاب آدم علیہ السلام و ابلیس سے بحیثیت دو فریقوں کے ہے۔ [۱۰۱:۵]

آدم علیہ السلام کی طرح ابلیس کو بھی بعینہٖ انہی الفاظ میں جنت سے نکلنے کا حکم۔ [۱۶۸:۱]

اِھْبِطُوا کا خطاب۔ [۱۶۹:۱]

اللہ تعالیٰ کا اپنی ہدایت کا وعدہ، آدم علیہ السلام و اولادِ آدم علیہ السلام اور ابلیس اور اس کی ذرّیت دونوں سے متعلق ہے۔ [۱۲۳:۸]

### ابلیس اور قریش

خلافتِ آدم علیہ السلام کے خلاف جس نوعیت کا غم و غصہ اور حسد ابلیس کو تھا اس نوعیت کا غم و غصہ اور حسد قریش کو اللہ کے آخری رسول ﷺ کے ساتھ ہے۔ [۷۷:۱، ۱۵۳]

رسول کی تکذیب بر بنائے استکبار ابلیس کی پیروی ہے۔ [۵۰۸:۶]

غرور اور استکبار کے سبب سے رسول سے جھگڑنا ابلیس کی روش ہے۔ [۵۴۵:۶]

اسلام کی مخالفت شیطان کے راستے کی پیروی۔ [۳۱۱:۴]

ابلیس کے نقشِ قدم کی پیروی۔ [۷۱:۴، ۴۷۱، ۵۱۷]

آدم علیہ السلام و ابلیس کی سرگزشت کی یاددہانی۔ [۵۵۳:۴]

قریش کی ابلیس کے حوالہ سے عاقبت نااندیشی پر اظہارِ افسوس۔ [۵۹۶:۴]

ناشکرے لوگ ابلیس کی توقعات پوری کرتے ہیں۔ [۳۱۱:۶]

ابلیس کے فتنوں سے بچانے کے لیے رسولوں کی ہمہ جہت جدوجہد۔ [۹۰:۷]

نیز دیکھیے شیطان

## ابنِ اُبَیّ، عبداللہ

منافقین کا سردار۔ [۱۷۱:۲، ۳۸۲:۵]

لونڈیوں سے پیشہ کرانے اور ان کی آمدنی سے فائدہ اٹھانے والا۔ [۴۰۳:۵]

فتنۂ افک کا بانی۔ [۳۸۳:۵]

غزوہ بدر کے موقع پر بہانے سے تین سو آدمیوں کے ساتھ الگ ہو گیا۔[۱۷۱:۲]

حوصلہ شکن طرزِ عمل سے کمزور مسلمان متاثر ہوئے۔[۱۹۷:۲]

تین سو پست ہمت آدمیوں کی جگہ تین ہزار تازہ دم اتارے ہوئے فرشتوں کی مدد۔[۱۷۲:۲]

شرارتیں۔[۵۸۵:۳]

بنی نضیر کی غداری میں ہاتھ۔[۲۸۳:۸]

انصار کو مہاجرین کے خلاف ابھارنے کے لیے اس کے زہر آلود فقرے، اس کے طعنوں کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے جواب۔[۴۰۳:۸]

## ابن الانباری

اَلْمُهَيْمِنُ کے معنی لوگوں کا محافظ۔[۳۱۳:۸]

## ابن بری

لفظ 'صغو' کی تحقیق۔[۴۶۵:۸]

## ابنِ جریجؒ

بخاریؒ کی ایک روایت میں سفیان بن عیینہؒ کا اقرار کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر جادو کی بات مَیں نے ابنِ جریج سے بالکل پہلی مرتبہ سنی۔[۶٦٦:۹]

## ابن جریرؒ

روایات نقل کرنے میں نہایت غیر محتاط۔[۲۳۵:٦]

قراءتوں کے اختلاف نقل کرنے میں فیاض۔[۴۸۰:۸]

البقرۃ ۲۷ کی تاویل۔[۱۴۳:۱]

'الشجرۃ' کے بارے میں مسلک۔[۱٦٦:۱]

البقرۃ ۱۵۳ میں اِنّھا میں ضمیر کا مرجع صلوٰۃ ہے۔[۱۹۰:۱]

ایام معدودات سے مراد۔[۴۴٦:۱]

اَوْفٰی بِعَهْدِهٖ میں ضمیر کا مرجع اللہ ہے۔[۱۲۴:۲]

'حبل اللہ' سے مراد۔[۱۵۳:۲]

اٰل عمران ۱۲۰ میں تقوٰی سے مراد کفار کو اپنا محرم راز بنانے سے احتراز ہے۔[۱٦۷:۲]

اٰل عمران ۱٦۱ کی تاویل۔[۲۱۱:۲]

اصحاب الاعراف کون لوگ ہوں گے؟ ابنِ جریرؒ کے چار قول۔[۲٦۷:۳]

اصحاب الرس کے بارے میں متعدد نام ذکر کیے۔[۴٦۸:۵]

عدت کے حوالے سے ایک قول۔[۴۴۱:۸]

کشف ساق کا مفہوم۔[۵۲۹:۸]

'کوثر' کی تاویل میں تین قول نقل کیے ہیں۔[۵۹۲:۹]

صَـــخْـــرَۃٌ سے پتھر کے بجائے پہاڑی اور گھاٹی بھی مراد ہو سکتی ہے۔[۱۳۱:٦]

## ابن حدید

مصنف۔[۱۵:۱]

## ابن زیابہ

ایک مشہور شعر کا حوالہ۔[۵۷۹:۷]

## ابن زیدؒ

'القریۃ' سے مراد۔[۲۱۹:۱]

صابئین کی تحقیق۔[۲۳۰:۱]

معاہدہ حدیبیہ کے بارے میں روایت۔[۳۳٦:۸]

عدّت کے بارے میں روایت۔[۴۴۱:۸]

## ابن سیرینؒ

'مکاتبت' وجوب کے مفہوم میں۔[۴۰۱:۵]

### ابن عباسؓ

عہدِ صحابہؓ کے سب سے کم عمر مفسرِ قرآن۔[۱:۳۹ح]

البقرۃ ٦ کی تاویل۔[۱:۱۰۸]

اِهْبِطُوْا کا خطاب کن سے ہے۔[۱:۱٦۷]

'القریۃ' سے مراد۔[۱:۳۱۹]

'مقامِ ابراہیم' سے مراد۔[۱:۳۲۹]

اٰل عمران ۷ وَمَا يَعْلَمُ الآیہ پر وقف ہے۔[۲:۳۲]

'حبل اللہ' سے مراد۔[۲:۱۳۵]

المائدۃ ۴۵ کی تاویل۔[۲:۵۳۰]

ھود ۱۷ میں 'شاھد' سے مراد جبریل امین علیہ السلام۔[۴:۱۱۷]

'حنان' کا مفہوم نہ جاننے کی روایت بعید از فہم۔[۴:٦۳۹]

الانبیآء میں 'للناس' سے مراد مشرکین مکہ ہیں۔[۵:۱۲۱]

الحج ۴۷ میں 'یوم' سے یومِ قیامت مراد لینا آپ جیسے اکابرِ تفسیر کی طرف بالکل ہی خلافِ حقیقت ہے۔[۵:۲٦٦]

آپ سے مروی ایک حدیث۔[۵:۳٦٦]

'اَلْكَلِمُ الطَّيِّبُ' سے کلمۂ ایمان مراد لیا ہے۔[٦:۳٦۳]

فاطر ۳۲ میں 'ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ' سے مراد۔[٦:۳۸۴]

'اٰلآء' کے معنی۔[۸:۱۲۰]

مکہ سے ہجرت کر کے آنے والی عورتوں سے متعلق تحقیق کے حوالہ سے ایک روایت۔[۸:۳۴۰]

'کشف ساق' کا مفہوم۔[۸:۵۲۹]

لفظ 'نُصُب' کی تحقیق۔[۸:۵۸۰]

ایک روایت۔[۹:۹۳]

زیتون سے مراد بیت المقدس۔[۹:۴۳۷]

'کوثر' جنت میں ایک نہر ہے۔[۹:۵۹۲]

'کوثر' سے مراد خیرِ کثیر ہے۔[۹:۵۹۲]

قرآن کے سب سے بڑے نکتہ دان نے النصر سورہ سے یہ نکتہ نکالا کہ اس میں آنحضرت ﷺ کی وفات کی خبر ہے۔[۹:٦۱۷]

### ابن عمرؓ

'کوثر' جنت میں ایک نہر ہے۔[۹:۵۹۲]

### ابن قیمؒ علامہ

ضمیر ظاہر کے لحاظ سے نہیں بلکہ مفہوم کے لحاظ سے، اِس اسلوب پر سیر حاصل بحث۔[۳:٦۷]

زبان کا ایک نکتہ۔[٦:۳۷]

### ابن کثیر، علامہ

ایک حدیث کا حوالہ۔[۱:۱۱۳]

آیاتِ حٰم سجدہ ۳۴، ۳۵ کی تفسیر۔[۱:۱۹۱]

الشعرآء ۹۸ کی تفسیر۔[۵:۵۲۸]

الاحزاب ۳۷ کے حوالہ سے روایات بے اصل ہیں۔[٦:۲۳۵]

لفظ حسیب کی تفسیر۔[٦:۲۳۷]

در بابِ نکاح آنحضرت ﷺ کے لیے پابندیاں۔[٦:۲۵۸]

یٰسٓ ۱۳ میں 'القریۃ' سے مراد۔[٦:۴۰۵]

الاحقاف ۱۰ میں 'شاھد' سے مراد۔[۷:۳۵۲]

الرحمٰن ٦ میں اَلنَّجْم کی تاویل۔[۸:۱۲۹]

### ابنِ ماجہؒ

آنحضور ﷺ پر جادو کی روایت۔[۹:٦٦٦]

### ابنِ مسعودؓ

قرآن سناتے ہوئے النسآء ۴۱-۴۲ پر پہنچے تو نبی ﷺ شدتِ تاثر سے آبدیدہ ہوگئے۔[۲:۳۰۲]

'کشف ساق' کا مفہوم۔[۵۲۹:۸]

## ابن ہشام

حضور ﷺ کے ساتھ زینبؓ کے نکاح کی تفصیل۔[۲۳۶:۶]

'حاصب' کا ذکر عینی شاہدوں کے حوالے سے۔[۵۶۰:۹]

## ابو احمد بن جحشؓ

زینبؓ کے بھائی، حضور ﷺ کے ساتھ اپنی بہن کا نکاح پڑھانے والے۔[۲۳۶:۶]

## ابو اسحٰق

لفظ 'اشتراء' کا مفہوم۔[۲۶۷:۱]

## ابو العالیہؒ

صابئین کے بارے میں قول۔[۲۳۰:۱]

لفظ 'نُصُب' کی تحقیق۔[۵۸۰:۸]

'کوثر' جنت میں ایک نہر ہے۔[۵۹۲:۹]

## ابوبکر صدیقؓ

بلند مرتبہ۔[۳۶:۱]

سابقون اوّلون کے سرخیل۔[۳۸۵:۶]

مددگارِ رسول۔[۴۱۰:۶]

غارِ ثور میں نبی ﷺ کے ساتھ پناہ گیر۔[۵۷۶:۳]

'صدیق' کے سب سے نمایاں مصداق۔[۲۱۹:۸]

مومنِ آلِ فرعون کی حیثیت موسیٰ علیہ السلام کی امت میں وہی تھی جو اس امت میں ابوبکر صدیقؓ کی ہے۔[۴۱۰:۶]

حجِ اکبر آپ کی امارت میں ہوا۔[۵۳۸:۳]

غزوۂ بدر میں آپ نے اپنے فرزند کو للکارا۔[۲۷۵:۸]

آنحضرت ﷺ کی وفات پر عمرؓ کو تنبیہ۔[۵۳۱:۶]

درویش بادشاہ۔[۵۸۱:۱]

مانعینِ زکوٰۃ کی سرکوبی آیۂ محاربہ کے تحت کی۔[۵۰۷:۲]

یتیموں اور مسکینوں کا حق اور اس کی نوعیت۔[۴۸۲:۳]

الانفال ۶۷ کا مخاطب سید عالم ﷺ اور صدیق اکبرؓ کو ماننے کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔[۵۱۱:۳، ۵۱۲]

فتنۂ ارتداد کی سرکوبی۔[۶۲۵:۳]

عمرؓ کے خلیفہ بنانے کے بارے میں ایک روایت۔[۱۰۹:۵]

اِسلامی نظام میں خلیفہ اور حکمران اسلامی کنبہ کا قیم ہوتا ہے مثال ابوبکر صدیق اکبرؓ اور فاروق اعظمؓ۔[۱۱۰:۵]

مانعینِ زکوٰۃ کے بارے میں ابوبکرؓ نے جو اقدام کیا وہ حکمتِ دین پر مبنی تھا۔[۳۰۱:۵]

مسطحؓ ایک نادار صحابی سے درگزر کی ہدایت جو محض سادگی کے سبب سے فتنۂ افک میں ملوث ہو گئے۔[۳۸۸:۵]

آپ نے اختلاف قراءت کی الجھنوں سے امت کو محفوظ کرنے کی کوشش کی۔[۴۸۱:۸]

ابوبکرؓ اور عمرؓ کو اَبّ کے لفظ کے معنی معلوم نہ ہونے کی روایت صحیح نہیں ہے۔[۲۱۰:۹]

## ابو جندلؓ

صلح حدیبیہ کے موقع پر آپ ﷺ نے ان کے معاملہ میں معاہدہ کا جو احترام کیا وہ تاریخ میں ناقابل فراموش۔[۴۲۹:۱]

معاہدہ کی تعمیل میں آپ کی نہایت جذبات انگیز حالات میں واپسی جبکہ معاہدہ کی سیاہی ابھی خشک بھی نہیں ہوئی تھی۔[۳۳۶:۸]

## ابوجہل

قریش کی قیادت کرنے والا۔[۵۱۵:۸]

بدر کی جنگ کرنے میں سب سے زیادہ سرگرم۔[۴۵۳:۳]

نبی ﷺ جب بھی دعوت و اصلاح کے ارادے سے اٹھتے تو ابولہب و ابوجہل آپ ﷺ کی تردید کے لیے سایہ کی طرح ساتھ ساتھ پھرتے۔[۲۶۸:۵]

ابوجہل سے متعلق ایک روایت۔[۵۱۸:۶]

بدر میں عین میدانِ جنگ میں دعا۔[۳۷:۲]

قریش کی قیادت کی اخلاقی پستی کی تصویر۔[۵۱۷:۸]

انانیت، خود پرستی اور استکبار حق کے آگے جھکنے نہیں دیتا، قریش میں اِس کا نمونہ ابوجہل۔[۱۱۹:۹]

آنحضرت ﷺ کو نماز سے روکنے والا صرف ابوجہل ہی نہیں تھا بلکہ دوسرے غنڈے بھی تھے۔[۴۵۷:۹]

الاعراف ۴۸ کا خطاب اہل دوزخ کے لیڈروں سے، مثال۔[۲۶۹:۳]

## ابوحنیفہؒ، امام

'آیت بسم اللہ علامت فصل' آپ کا مذہب۔[ ۴۹:۱]

صالحین جن ّ کے دخولِ جنّت کے قائل نہیں تھے۔[ ۳۸۲:۷]

مشرکین کے قیدیوں کے باب میں احسان اور فدیہ کی اجازت ان کی رائے میں منسوخ ہوگئی۔[۳۹۸:۷]

ایمان کے گھٹنے بڑھنے سے متعلق آپ کے مسلک کا صحیح پہلو۔[۴۴۲:۷]

فنِ حدیث کی بہت بڑی خدمت انجام دی۔[۵۰۱:۷]

## ابوحیان، علامہ ابوجعفر بن زبیر، شیخ

نظمِ قرآن پر ایک کتاب کے مصنف۔[۱۸:۱]

## ابورزینؒ

مفسر، درباب نکاح آنحضرت ﷺ کے لیے پابندیاں۔[۲۵۸:۶]

## ابورغال

ابرہہ کی فوج کو مکہ کا راستہ بتانے والا،

پورے قبیلے کی آبرو برباد کرنے والا،

عرب مدتوں اس کی قبر پر لعنت کے طور پر سنگباری کرتے رہے۔[۵۶۲:۹]

## ابوذویب

'ذنوب' کے معنی کے حوالہ سے ایک شعر کا حوالہ۔[۶۳۳:۷]

## ابوسعید خدریؓ

'حبل اللہ' کے حوالہ سے ایک روایت۔[۱۵۳:۲]

## ابوسفیانؓ

آپ کے تجارتی قافلے پر حملے کی روایت قرآن کے صریحاً خلاف ہے۔[۴۳۵:۳، ۹۳۹]

احد میں فتح کے باوجود مسلمانوں کے تعاقب کی وجہ سے حملے کا ارادہ بدل دیا۔[۲۱۶:۲]

غزوۂ احزاب میں قریش کے لشکر کے سربراہ۔[۱۹۳:۶]

## ابوصالحؒ

مفسر، درباب نکاح آنحضرت ﷺ کے لیے پابندیاں۔[۲۵۸:۶]

## ابوعبیدہ بن جراحؓ

غزوۂ احد میں اپنے باپ عبداللہ الجراح پر تلوار چلائی۔[۲۷۵:۸]

اَلْمُهَيْمِنُ کے معنی نگران۔[۳۱۳:۸]

## ابوعلی طبری

صاحبِ مجمع البیان،

قرآن مجید کسی کمی بیشی یا تبدیلی سے بالکل محفوظ ہے۔[۸۸:۹]

## ابوفکیہہ رومیؓ

مخالفین کا الزام کہ قرآن لکھنے والا کوئی شخص ہے، اُن میں ایک نام آپ کا بھی ہے۔[۴۴۷:۵]

## ابوقیس

مشہور شاعر،

'حاصب' کا ذکر ایک شعر میں۔[۹:۵۶۰]

## ابولہب

اصل نام عبدالعزّیٰ غائب ہوگیا، کنیت رہ گئی۔[۹:۶۳۶]

قریش کی قیادت کرنے والا فتنہ میں پڑا ہوا لیڈر۔[۸:۵۱۵]

قارون کا مماثل۔[۵:۷۰۴]

قارون اور ابولہب میں مماثلت کے بعض پہلو۔[۵:۲۱۳، ۶:۴۱]

قریش کی قیادت کی اخلاقی پستی کی تصویر۔[۸:۵۱۷]

خسّت، بخالت اور طمعِ مال قساوتِ قلب پیدا کرتی اور نیکی کا دشمن بنا دیتی ہے، قریش میں اِس کا نمونہ۔[۹:۱۱۹]

رفادہ کے تمام خزانہ پر غاصبانہ قابض اور اس میں من مانے تصرفات کے لیے پوری طرح آزاد تھا۔[۵:۲۳۴]

حرمِ ابراہیمی میں اس کی اودھم۔[۴:۴۷۴ح]

نبی ﷺ جب بھی دعوت و اصلاح کے لیے اٹھتے تو ابولہب اور ابوجہل آپ ﷺ کی تردید کے لیے سایہ کی طرح ساتھ ساتھ پھرتے۔[۵:۲۶۸]

عداوتِ اسلام میں سب سے زیادہ دخل اس کی زر پرستی اور حرصِ مال کو تھا۔[۵:۶۹۰]

الاعراف ۴۸ کا خطاب اہل دوزخ کے لیڈروں سے اس لیے کہ اپنی جمعیت پر ناز اور اپنے مال وجاہ پر غرّہ انہی کو تھا، مثال ابولہب۔[۳:۲۶۹]

سورہ اللھب ابولہب کے جواب اور اس کی اور اس کی بیوی کی مذمت میں نازل ہوئی۔[۹:۶۲۹]

ابولہب کا کردار۔[۹:۵۸۲]

اللھب ۱ میں ابولہب کے اقتدار کے ڈھے جانے، اس کے انصار و اعیان کے ٹوٹ جانے اور اس کی دولت وحشمت کے برباد ہو جانے کا مضمون ہے۔[۹:۶۳۰]

ابولہب کا ذکر نام کے ساتھ کیے جانے کے وجوہ۔[۹:۶۳۳]

اللھب ۲ درحقیقت ابولہب اور اس کے ہم مشربوں کی تصویر۔[۹:۶۳۵]

ابولہب کی بیوی کا کردار۔[۹:۶۳۶]

آخرت میں جس انجام سے وہ دوچار ہوگا۔[۹:۶۳۶]

اس کی بیوی بگڑی ہوئی بیگمات کی طرح فیشن کی دلدادہ، زیورات کی شوقین، دولت کی حریص اور نمائش کی رسیا تھی۔[۹:۶۳۷]

اس کی بیوی ام جمیل بنت حرب ایک نہایت باعزت خاتون تھی۔[۹:۶۳۷]

'حمالۃ الحطب' کی تاویل۔[۹:۶۳۷]

ابولہب کی بیوی کے گلے کا ہار، قیامت کے دن۔[۹:۶۳۹]

ابولہب کے زوال کی پیشگوئی۔[۹:۶۳۴]

## ابومسلم اصفہانی

البقرۃ ۵۹ کے حوالہ سے تاویل۔[۱:۲۲۱]

الحج ۱۵ میں 'قطع' کا مفہوم۔[۵:۲۲۶]

طٰہٰ ۱۶ میں ضمیر کا مرجع۔[۵:۳۳]

## ابو یوسفؒ، قاضی

کسی جرم یا مطالبہ میں گرفتار قیدی اپنی مایحتاج لوگوں سے سوال کرکے پوری کرتے تھے، آپ کے بیان کے مطابق دورِ عباسیہ میں یہی حال تھا۔[۹:۱۱۳]

## ابی بن کعبؓ

مفسر، درباب نکاح آنحضرت ﷺ کے لیے پابندیاں۔[۶:۲۵۸]

'زیتون' سے مراد بیت المقدس۔[۹:۴۳۷]

## اجدع الہمدانی

دورِ جاہلیت کا شاعر، 'الآء' کے وسیع معنی۔[۸:۱۲۱]

**احمدؒ، امام**

المائدۃ ۹۴ میں 'اؤ' ترتیب کے لیے ہے۔[۵۹۶:۲]

**اخنس بن شریق**

اصلاً ثقیف میں سے تھا لیکن مدعی تھا کہ وہ زہرہ میں سے ہے۔[۵۱۹:۸]

قریش کی قیادت کی اخلاقی پستی کی تصویر۔[۵۱۷:۸]

**اردشیر اوّل**

اِس کا نصب کردہ ذوالقرنین کا مجسمہ۔[۶۱۴:۴]

**ارسطو**

نُطق کی صلاحیت کی وجہ سے انسان کو حیوانات سے ممتاز قرار دیا ہے[۱۲۸:۸]

پانی کی ایک بوند جس کی قدرت پرورش کر کے درجہ بدرجہ اِس طرح پروان چڑھاتی ہے کہ بالآخر وہ سقراط و بقراط اور ارسطو و جالینوس کی شکل اختیار کر لیتی ہے۔[۳۰۴:۵]

**اِرَم بن سام بن نوح علیہ السلام**

عاد کا جدِ اعلیٰ،

اِس سے عسکری اور تعمیری ترقیوں کا آغاز ہوا۔[۳۵۴:۹]

**اسامہ بن زیدؓ**

رسول اللہ ﷺ کے چہیتے ہونے کے باوجود سفارش قبول نہیں کی۔[۴۰۷:۲]

**اسرائیل**

لفظ کی تحقیق۔[۱۷۶:۱]

**اصبغ**

شاعر،
شعر کا حوالہ۔[۱۸۹:۱]

**اَصحاب الاخدود**

(البروج ۴) کے تحت مفسرین کا نقل کردہ واقعہ نا قابلِ اعتبار۔[۲۸۹:۹]

قریش کے فراعنہ مراد ہیں جن کو جہنم کی وعید ہے۔[۲۹۰:۹]

**اصحاب الاعراف**

اصحاب الاعراف کے بارے چار قول، دوسرے قول کے وجوہ ترجیح۔[۲۶۷:۳]

**اصحاب الایکہ**

اصحاب مدین مراد ہیں جن کی طرف شعیب علیہ السلام رسول مبعوث ہوئے۔[۳۷۴:۴]

اصحاب الایکہ اور اصحاب مدین دو الگ الگ قومیں نہیں ہیں۔[۵۵۱:۵]

ناپ تول میں کمی کی بیماری پھیل گئی ۔[۵۵۲:۵]

**اصحاب الحِجر**

قومِ ثمود، جن کی طرف صالح علیہ السلام کی بعثت ہوئی۔[۳۷۴:۴]

**اصحاب الرّس**

اِن کا تعلق قدیم اقوامِ بائدہ سے ہے۔[۵۴۲:۷]

تفسیر کی کتابوں میں نقل روایت صحیح نہیں۔[۵۴۲:۷]

یہ کون تھے؟۔[۴۶۸:۵]

**اصحابِ کہف**

سوال اہل کتاب کا القا شدہ۔[۵۵۹:۴]

قصۂ اصحابِ کہف کے زیرِ بحث آنے کی نوعیت۔[۵۶۰:۴]

اصحابِ کہف کون تھے؟[۵۶۰:۴]

اصحاب کہف کا آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہؓ سے

موازنہ۔[۵۶۱:۴]

اصحابِ کہف کا ماجرا عجیب نہیں۔[۵۶۷:۴]

اصحابِ کہف ورقیم کی وجہ تسمیہ۔[۵۶۷:۴]

سرگزشت کا خلاصہ بطور تمہید۔[۵۶۸:۴]

اجمال کے بعد تفصیل بِالحق۔[۵۶۸:۴-۵۷۳]

اصحابِ کہف کی مدتِ قیام کے بارے میں باہمی سوال وجواب۔[۵۷۳:۴،۵۷۷]

واقعہ قیامت کے باب میں شہادت۔[۵۷۴:۴]

اصحابِ کہف کی وفات کے بعد قوم کا انقلابِ حال۔[۵۷۵:۴]

فضول سوالات سے گریز کی ہدایت۔[۵۷۵:۴]

اصحابِ کہف کی تعداد۔[۵۷۶:۴،۵۷۷]

غار میں ضروریاتِ زندگی کا غیبی اہتمام۔[۵۷۱:۴]

یادگار میں مسجد کی تعمیر۔[۵۷۵:۴]

اللہ تعالیٰ کی طرف سے نصرت کی بشارت۔[۵۷۰:۴]

اصحابِ کہف کی دعا۔[۵۶۷:۴]

## اصحاب الشمال

اِن کا حشر۔[۱۶۹:۸]

اِن کا حال۔[۵۴۸:۸]

## اصحاب الفیل

یہ کون تھے؟[۵۵۸:۹]

اِن کی بربادی کی تعبیر بطریقِ کنایہ۔[۵۶۰:۹]

مفسرین کی ایک عام غلط فہمی۔[۵۶۱:۹-۵۶۶]

## اصحاب القریہ

اصحاب القریہ میں القریۂ سے کس بستی کی طرف اشارہ ہے؟[۴۰۵:۶-۴۰۷]

قریش کی عبرت کے لیے مثال۔[۴۰۹:۶]

## اصحاب المشئمہ

اِن کی بدبختی، ذلت و مصیبت اور بدانجامی کا حال۔[۱۶۰:۸]

## اصحاب المیمنہ

اِن کی شان وعظمت، عیشِ جاوداں، رفاہیت وخوشحالی اور عالی مقامی کا تذکرہ۔[۱۶۰:۸]

## اَصحاب الیمین

عام مسلمانوں کے مفہوم میں نہیں ہے،

اعزاز یافتہ، اپنے شاندار کارناموں پر نہایت شاداں و فرحاں لوگ۔[۱۶۱:۸]

اِن کی جنت۔[۱۶۵:۸]

ساری نعمتوں کے مالک۔[۱۶۹:۸]

عظیم کامیابی کا سبب۔[۵۴۷:۸]

اصحٰب الیمین۔[۶۲:۹]

## اعشیٰ

شاعر: انتہائی اور آخری جدوجہد کے مفہوم کے لیے محاورہ/ استعارہ کی وضاحت ایک مصرع سے۔[۲۲۶:۵]

لفظ 'صغو' کی تحقیق کے حوالہ سے ایک شعر۔[۴۶۵:۸]

## اَعمش

ایک حدیث کا حوالہ۔[۱۱۳:۱]

## افوہ اودی

شاعر،

ثمود کی سرکشی، لیڈروں کی گمراہی اور عبرت انگیز انجام کے حوالے سے اشعار۔[۳۹۱:۹]

### امام بخاریؒ

حدیث کا حوالہ [۵۰۷:۲]

رجم کے واقعات 'الجامع الصحیح' میں آیتِ محاربہ کے تحت۔ [۳۶۹:۵]

بنی نضیر کی غداری اور ان کا حشر، بخاری کی روایت۔ [۲۸۳:۸]

آنحضور ﷺ پر جادو کی روایت۔ [۶۶۶:۹]

الاحزاب ۲۳ میں نحب کی تفسیر عہد سے۔ [۲۱۰:۶]

### ام حبیبہؓ بنت ابوسفیانؓ

نکاح کا واقعہ۔ [۲۴۹:۶]

رشتہ کے چچا کی صاحبزادی،

دین کی راہ میں قربانیاں اور جانبازیاں دکھائیں۔ [۲۵۵:۶]

### امرء القیس

بلند پایہ شاعر۔ [۳۶،۱۵:۱]

دنیا کے بڑے شاعروں میں اس کی فحاشی کی مثال نہیں مل سکتی۔ [۵۶۷:۵]

عربیت کے ایک اسلوب کی وضاحت کے لیے ایک شعر کا حوالہ۔ [۲۰۹:۱]

اپنی کتیا کا ذکر کسی شعلہ صفت پر فن قتالہ کی حیثیت سے۔ [۴۶۲:۲]

مبالغہ فی النفی کا اسلوب۔ [۴۹۶:۳]

نفی الشئی بنفی لازمہ کا اسلوب، ایک شعر کا حوالہ۔ [۳۴:۴، ۶۴:۹]

ایک شعر۔ [۱۵۶:۴]

'مقیل' عیش گاہ کے مفہوم میں، ایک مصرع کا حوالہ۔ [۴۶۰:۵]

قصیدے کے ایک مطلع کا حوالہ۔ [۵۵۱:۷]

عربیت کے اسلوب کی وضاحت: اس کی شاعری میں ترکیبوں کی مثال۔ [۵۵۵:۷]

'ذات الحبک' کی تحقیق کے ضمن میں ایک شعر کا حوالہ۔ [۵۸۱:۷]

'انتصار' کے معنی کے حوالہ سے شعر کا حوالہ۔ [۶۱۸:۷]

'ثیاب' کے مفہوم کے حوالہ سے ایک شعر۔ [۴۴:۹]

'عصر' کے معنی کے لیے ایک مصرع کا حوالہ۔ [۵۳۲:۹]

'عُرف' کے معنی کے لیے ایک مشہور شعر کا حوالہ۔ [۱۳۱:۹]

### ام سلمیٰؓ

دعوتِ دین کی ذمہ داری میں شرکت۔ [۲۴۹:۶]

### امیمہ بنت عبدالمطلب

ام المومنین زینبؓ کی والدہ۔ [۲۲۷:۶]

### انسؓ

'کوثر' جنت میں ایک نہر ہے۔ [۵۹۲:۹]

ان سے مروی ایک حدیث کا حوالہ۔ [۲۴۶:۶]

### اوس بن حجر

شاعر،

ایک شعر کا حوالہ۔ [۱۹۳:۱]

### اوس بن صامت انصاریؓ

خولہ بنت ثعلبہؓ جن کا ذکر المجادلۃ ۱ میں ہے، کا شوہر مزاج کے تیز، غصہ میں ناروا جملہ نکل گیا۔ [۲۴۷:۸]

### بارنباس

انطاکیا میں غیر خدا پرستوں کو نصرانی بنانے میں مصروف۔ [۵۷۴:۲]

### بخت نصر

شاہِ بابل و نینوا،

۵۸۶ ق م میں یروشلم کی تباہی۔ [۴۸۱:۴]

یہود کی تباہی کا باعث۔[۳:۵٦۱]

بنی اسرآئیل ۵ میں اس کی فوجوں کی طرف اشارہ۔[۴:۴۸۲]

خدا کے ارادہ کے اجراء و نفاذ کے لیے آلہ و جارحہ۔[۴:۴۸۲]

## بریرہؓ

مکاتبت کا حق لونڈیوں کی بھی حاصل ہوا، روایات میں آپؐ اور جویریہؓ کے واقعات۔[۵:۴۰۲]

## بعلز بول

شیطانوں اور بھوتوں کا سردار۔[۱:۲٦۸]

مسیح علیہ السلام کے بارے میں معترضین کا اعتراض کہ یہ بدروحوں کو بدروحوں کے سردار کی مدد سے نکالتے ہیں۔[۷:۱٦۸]

انجیل میں تصریح ہے کہ عیسٰی علیہ السلام کے معجزات میں اس کی مدد شامل ہے۔[۸:۳٦۳]

## بقاعی، شیخ برہان الدین

مفسرِ قرآن،

تفسیر، نظم الدرر فی تناسب الای والسور، کے مصنف۔[۱:۱۸]

## بقراط

پانی کی ایک بوند جس کو قدرت پرورش کر کے درجہ بدرجہ اس طرح پروان چڑھاتی ہے کہ بالآخر وہ سقراط و بقراط اور ارسطو و جالینوس کی شکل اختیار کر لیتی ہے۔[۵:۳۰۴]

محسوسات کے غلام اپنے آپ کو سقراط و بقراط سمجھتے ہیں۔[۵:۱۰۴]

## بلعام بن باعور

الاعراف ۱۷۵ میں 'الذیٓ' سے یہود من حیث القوم مراد ہیں، کسی بلعام بن باعور کو مراد لینے کی ضرورت نہیں۔[۳:۳۹٦]

## بنوخذنصر

شاہِ بابل،

اِس کے ہاتھوں یہود کی تباہی۔[۲:۵٦۷، ۳:۳۸۱]

نزید دیکھیے بخت نصر

## بن یامین

یوسف علیہ السلام کا سگا بھائی۔[۴:۱۹۱]

یوسف علیہ السلام کے بھائی ان کی اعلیٰ صلاحیتوں اور باپ کی غیر معمولی محبت کی وجہ سے خلاف تھے کیونکہ سوتیلے تو بن یامین بھی تھے۔[۴:۱۹۷]

بن یامین کو اپنے ساتھ لیجانے کی گزارش اور باپ کا جواب۔[۴:۲۳۹]

بن یامین کو ساتھ لیجانے کی مشروط اجازت۔[۴:۲۴۰]

یوسف علیہ السلام کا بھائی پر افشائے راز۔[۴:۲۴۲]

بھائی کو روکنے کے لیے یوسف علیہ السلام کے طرزِ عمل پر شبہات کا ازالہ۔[۴:۲۴۲]

بن یامین نے یوسف علیہ السلام کو باپ کی خبر دی۔[۴:۲۵۱]

## بولوس

موجودہ عیسائیوں کا خلیفہ۔[۱:۲۲۹]

نیز دیکھیے پال

## بیضاویؒ، قاضی

مفسر قرآن،

'فَسَجَدُوْا' کی تاویل۔[۱:۱٦٦ح]

## پال

دینِ مسیحی کو بگاڑنے کی کامیاب کوشش کی۔[ ۲:۱۲۰]

قتلِ مسیح علیہ السلام کے فرضی افسانے کو لے کر پال کے متبع نصارٰی نے ایک پوری دیومالا بنا ڈالی۔[۲:۴۲۰]

نصارٰی نے پال کی خرافات کو دین کا جزو بنالیا۔[۲:۴۳۵]

اصل گمراہی کا مواد اس کی تعلیمات میں ہے۔[۲:۴۳۵]

النسآء ۱۷۱ میں 'ثلٰثۃ' سے مراد عقیدہ تثلیث ہے جو اِس کی اختراعات میں سے ہے۔[۲:۴۳۶]

اِس کے متبعین کو اصل نصرانیت سے کوئی علاقہ نہیں ہے۔[۲:۴۷۸]

اِس کے عقیدے کی اصل روح۔[۲:۴۸۲]

المآئدۃ ۷۷ میں 'قوم' سے اشارہ پال اور اس کے ساتھیوں کی طرف۔[۲:۵۶۹]

اس کے پیرووں کی لفظ نصاریٰ سے بیزاری۔[۲:۵۷۴]

موجودہ مسیحیت تمام تر اس کی ایجاد ہے۔[۲:۵۷۴]

انطاکیا میں غیر خدا پرستوں کو نصرانی بنانے میں مصروف۔[۲:۵۷۴]

دینِ مسیحی کو پال نے بگاڑا۔[۳:۱۸۸]

اس نے مسیحیت کو رومیوں اور یونانیوں میں مقبول بنانے کے لیے ان کے عقائد اور مشرکانہ تصورات سے مواد لیا۔[۳:۵۶۲]

اس نے نصرانیت کا حلیہ بالکل بگاڑ ڈالا۔[۴:۵۶۱]

نصاریٰ میں سے پال کے معتقدین کا اختلاف بھی شرک کی بنا پر تھا۔[۴:۲۹۶]

اس نے سیدھی سادی بات کو چیستاں بنا دیا۔[۴:۶۴۹]

اس کے پیرو مختلف فرقوں میں بٹتے چلے گئے۔[۴:۶۵۱]

اس نے نصاریٰ کو تورات اور انجیل دونوں کی روشنی سے محروم کر دیا۔[۷:۱۵۴]

موجودہ مسیحیت تمام تر اس کی بدعات کا مجموعہ۔[۷:۲۴۶]

پال اور اس کے پیرو اسلام کی دولت سے بہرہ مند نہیں ہوئے۔[۷:۳۵۴]

پال کے پیرو اپنے آپ کو نصاریٰ نہیں کہتے۔[۷:۳۵۴]

تثلیث اور رہبانیت کی بدعتوں کا موجد، دینِ مسیحی کا حلیہ بگاڑنے کا باعث۔[۸:۲۳۵]

نجات سے متعلق ان کے عقیدے کی کوئی دلیل انجیل میں موجود نہیں۔[۸:۲۵۹]

اس کے پیرو، موجودہ عیسائی انجیل برناباس کو مستند نہیں مانتے۔[۸:۳۶۲]

## پیلاطوس

رومی حاکم اور دوسرے حکام قتلِ مسیح علیہ السلام کے ظلم کی ذمہ داری اپنے اوپر لینے کو تیار نہیں تھے۔[۲:۴۲۱]

## تابط شرا

مشہور جاہلی شاعر،

ممدوح کی تعریف میں ایک شعر، 'اَخـــــــــــوِی' کے معنی کے حوالہ سے۔[۹:۳۱۵]

## تمر بن تولب

لفظ 'صغو' کی تحقیق۔[۸:۴۶۵]

## ٹالسٹائی

'مجرم اِصلاح و تربیت کا محتاج ہے نہ کہ سزا کا' نظریے کا مؤید۔[۱:۴۳۶]

## ٹیٹس/ ٹائیٹس/ طیطاؤس

رومی شہنشاہ،

یہود کی تباہی کا باعث۔[۳:۳۸۱]

۷۰ء میں اس کے ہاتھوں یہود کی تباہی۔[۴:۴۸۲-۴۸۳]

## جاحظ

مصنف۔[۱:۱۵]

## جالوت

طالوت و جالوت کی جنگ۔[۲:۳۶]

نقشہ، جنگ، تعداد اور مقصد کے اعتبار سے بدر کی لڑائی بنی اسرائیل کی جنگ سے مشابہ تھی۔[۳:۴۹۱]

داؤد علیہ السلام اور جالوت کی جنگ میں چیلوں اور کوّوں کا ذکر۔[۹:۵٦۰]

تورات میں اس کا نام جاتی جولیت ہے۔[۱:۵۷٦]

فلسطینیوں کا سپہ سالار، بڑا گرانڈیل، دیوہیکل اور ماہرِ جنگ۔[۱:۵۸۰]

## جالینوس

پانی کی ایک بوند جس کو قدرت پرورش کر کے درجہ بدرجہ اِس طرح پروان چڑھاتی ہے کہ بالآخر وہ سقراط و بقراط اور ارسطو و جالینوس کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔[۵:۳۰۴]

## جاوید احمد

ضروری حوالوں کی تلاش میں مددگار، بسلسلہ تفسیر تدبر قرآن۔[۹:۳]

## جبریل علیہ السلام

قوتِ پرواز اور رسائی تمام فرشتوں سے زیادہ۔[٦:۳۵۴]

التکویر ۱۹ میں رسول سے مراد آپ ہیں۔[۹:۲۲۷]

الحاقۃ ۴۰ میں، رسول کریم، سے آپ مراد ہیں۔[۸:۵۵۲]

### آپ اور ملائکہ کی حیثیت

جبریل علیہ السلام اور ملائکہ کی اصل حیثیت۔[۴:٦۷۵، ٦:۵۰۱]

آپ کی شہادت کہ فرشتے خدا کے فرمانبردار بندے ہیں نہ کہ اس کے شریک و شفیع۔[٦:۴۵۰]

آپ کی زبانی ملائکہ کی اصل پوزیشن۔[٦:۴۹۵]

فرشتوں کی حیثیت سے متعلق بیان۔[٦:۵۰۱]

النبا ۳۸ کے حوالہ سے آپ اور دوسرے ملائکہ رب العزت کے سامنے اِس طرح صف بستہ حاضر ہوں گے جس طرح خدام اپنے آقا کے حضور میں حاضر ہوتے ہیں۔[۹:۱٦۵]

جبریل امین علیہ السلام اور ملائکہ کی دربارِ الٰہی میں خاص حضوری کا دن پچاس ہزار سال کے برابر ہے۔[۵:۲٦٦]

سب سے زیادہ عالی مقام جبریل امین علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے سامنے بےبس ہیں۔[٦:۳۱٦]

جبریل علیہ السلام کی وحی لانے پر رات اور صبح کی دلیل۔[۹:۲۲۷]

### یہود و نصاریٰ اور جبریل علیہ السلام

یہود آپ کے دشمن۔[۱:۲۷۵]

آپ سے یہود و روافض کی عداوت۔[۸:۵۴]

قرآن کی ضد میں آپ سے دشمنی۔[۱:۲۷۸، ۲۸۹]

اہل کتاب کا طعن۔[۲:۱۰]

مخالفین کا فتنہ۔[۴:۴۵۱]

آپ کی مخالفت اللہ کی مخالفت ہے۔[۱:۲۷۸]

یہود اور روافض نے آپ پر نعوذ باللہ خیانت کا الزام بھی لگایا ہے۔[۵:۵۵۸]

خدا کے بندے اور فرشتے لیکن نصاریٰ نے خدائی کی تثلیث میں شریک کر دیا۔[۲:۴۳۵]

نصاریٰ نے باپ، بیٹے اور روح القدس کی ایک تثلیث قائم کی۔[۹:٦۵۱]

سامری نے عوام کو بیوقوف بنانے کے لیے کہا کہ بچھڑے کے اندر جبریل علیہ السلام کے گھوڑے کی سم کی خاک ڈالی ہے جس سے یہ آواز نکلتی ہے۔[۵:۷۸، ۸۱]

عیسیٰ علیہ السلام کو تائید روح القدس سے نوازا۔[۷:۲۴۲]

نیز دیکھئے روح القدس۔

### آنحضرت ﷺ اور جبریل علیہ السلام

قرآن آپ ﷺ پر خدا کے مقرب فرشتے جبریل امین علیہ السلام

کے واسطہ سے نازل ہوا۔[۱۴۸:۱، ۱۲۴:۵، ۴۹۶، ۱۸۴:۸]

اللہ تعالیٰ اور نبی کے درمیان واسطہ جبریل علیہ السلام، کلام بلاواسطہ موسیٰ علیہ السلام سے مخصوص۔[۱۹۲:۷]

وحی کے نزول اور آپ کی آمد و شد کے دور میں آسمان کی ناکہ بندی۔[۶۲۱:۸]

آپ کی آمد میں زیادہ وقفے پر پیغمبر ﷺ کی نگاہیں بار بار آسمان کی طرف اٹھ جاتیں۔[۸۵:۹]

آپ کی آمد پر پیغمبر ﷺ کے شوق و اضطراب کی کیفیت۔[۸۵:۹]

آپ جب آنحضرت ﷺ کو وحی سناتے تو آپ ﷺ اس کو سیکھنے میں عجلت کر دیتے۔[۹۶:۵]

قرآن اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ وحی ہے جس کا ذریعہ جبریل امین علیہ السلام۔[۵۳۴:۷]

آپ کی زبان سے پیغمبر ﷺ کو صبر و انتظار کی ہدایت۔[۶۳۱:۴]

نبی ﷺ کو آپ کی زبانی مخالفین کے مقابل صبر و استقامت کی تلقین۔[۶۶۹:۴]

وسطِ کلام میں آپ کی طرف سے ایک تلقین۔[۶۷۴:۴]

آپ کی معذرت۔[۶۷۵:۴]

اثنائے کلام میں آپ کی زبان سے کہلا دینے کا اسلوب۔[۲۴۵:۷]

آنحضرت ﷺ روح القدس سے فیض پاتے ہیں۔[۳۲:۸]

آپ سے متعلق پیغمبر ﷺ کے مشاہدات و تجربات سرتاسر حقیقت ہیں۔[۴۶:۸]

آپ کا طریقہ تعلیم۔[۵۵:۸]

آپ بزرگ استاد کی طرح آنحضرت ﷺ پر نہایت شفقت سے جھک پڑے۔[۵۴:۸]

آپ ﷺ نے کھلی آنکھوں سے اصلی ہیئت میں جبریل علیہ السلام کو دیکھا۔[۵۴:۸]

آپ ﷺ نے دوبارہ بھی آپ کو دیکھا۔[۵۶:۸، ۱۶۶]

آپ کو دوبارہ مشاہدہ دونوں عالموں کے نقطۂ اتصال پر ہوا۔[۵۷:۸]

## صفات

خدا کے ہاں سب سے زیادہ بلند مرتبہ اور مقرب فرشتہ۔[۴۲۴:۱]

'اَلرُّوحُ الامین' آپ کا لقب۔[۴۵۰:۴، ۵۵۷:۵، ۴۶۹:۹]

'روح' کا لفظ قرآن مجید میں آپ کے لیے آیا ہے۔[۵۶۶:۸، ۱۶۵:۹]

ھود ۱۷ میں 'شاھد' سے مراد آپ ہیں۔[۱۱۷:۴]

قرآن کے لانے والے۔[۱۱۱:۷]

القدر ۱ کے حوالہ سے آپ کو قرآن کے نزول کا کام سپرد کیا گیا۔[۴۶۷:۹]

آپ کی صفات نہایت اعلیٰ مردانہ صفات ہیں۔[۶۰:۸]

آپ کی صفات۔[۵۳:۸، ۵۵۲، ۲۲۸:۹]

## جریر

ایک شعر کا حوالہ۔[۴۴۵:۱]

## جویریہؓ، ام المومنین

غزوۂ بنی مصطلق کے موقع پر آپ ﷺ کے حصہ میں آئیں، آزاد کر کے نکاح فرمایا۔[۲۵۴:۶]

آپ ﷺ سے نکاح کی نوعیت۔[۲۵۰:۶]

مکاتبت کا حق لونڈیوں کو بھی حاصل ہوا، روایات میں بریرہؓ اور جویریہؓ کے واقعات۔[۴۰۲:۵]

## جوہری

الفرقان ۶۸ میں اَثام کے معنی نتیجۂ گناہ۔[۴۸۸:۵]

## حاتب بن بلتعہؓ

الممتحنۃ ۱ کے تحت آپ کا واقعہ بطور شانِ نزول۔[۳۲۶:۸]

## حاتم طائی

شاعر، ایک شعر کا حوالہ۔[۱۸۹:۱]

ایک مشہور شعر کا حوالہ کشف ساق، کے معنی کے حوالہ سے۔[۵۲۸:۸]

عرب شعراء نے حاتم اور دوسرے فیاضوں کے لیے لَہٗ قُدُوْرٌ رَسِیَتٌ کا استعارہ استعمال کیا ہے۔[۳۰۵:۶]

ایک شعر کا حوالہ۔[۹۲:۹]

'صبر' کے معنی کے حوالے سے دو شعر۔[۵۳۷:۹]

## حافظ، خواجہ

ایک لاجواب شعر کا حوالہ۔[۲۲۷:۶]

## حالیؒ، الطاف حسین

بعض شاعری کو سنڈاس سے بدتر قرار دیا۔[۳۶:۶]

قرآن کے آخری گروپ کے کلام کے زور کا وہی حال ہے جس کی تصویر آپ نے اپنے اِس شعر میں کھینچی ہے۔[۴۷۹:۸]

## حریری

قرآن مجید سے مختلف عربی زبان کا ادیب۔[۱۵:۱]

## حسنؒ

صابئین کے بارے میں قول۔[۲۳۰:۱]

وَمَا یَعْلَمُ الآیہ اٰل عمران ۷ پر وقف ہے۔[۳۲:۲]

حالتِ احرام میں شکارِ خطا کی صورت میں کفارہ کے قائل نہیں۔[۵۹۶:۲]

درباب نکاح آنحضرت ﷺ کے لیے پابندیاں۔[۲۵۸:۶]

الرحمٰن ۶ میں اَلنَّجم کی تاویل۔[۱۲۹:۸]

## حفصہؓ، ام المومنین

پیغمبر ﷺ کی دعوتِ دین کی ذمہ داری میں شرکت۔[۲۴۹:۶]

التحریم ۳ کے حوالہ سے ذکر۔[۴۶۱:۸]

سیدہ عائشہؓ اور سیدہ حفصہؓ میں گہری محبت تھی۔[ ۴۶۷:۸]

## حکیم بن حزام

سیدہ خدیجہؓ آپ کی پھوپھی، اُن کے لیے آپ نے زیدؓ کو خریدا۔[۲۲۷:۶]

## حوّا علیہا السلام

اللہ تعالیٰ نے سب کو ایک ہی آدم علیہ السلام و حوا علیہا السلام سے پیدا کیا ہے۔[۴۸۱:۷، ۲۳۱:۲، ۲۳۸، ۲۴۶، ۲۷۹]

آدم و حوا کے درمیان فطری ربط الفت اور مؤدت کا ہے۔[۱۶۸:۱، ۱۰۲:۵]

آدم و حوا کو درخت تعین اور تخصیص کے ساتھ بتا دیا گیا تھا۔[۱۶۶:۱]

شیطان نے قسمیں کھا کھا کر آدم و حوا کو اپنی خیر خواہی کا یقین دلا دیا۔[۲۳۴:۳]

آدم و حوا کے ننگے ہونے کی تشریح۔[۱۶۷:۱]

آدم و حوا کو حلّہٗ جنت کی محرومی کے بعد ستر کی فکر۔[۲۳۶:۳]

آدم و حوا کی توبہ۔[۲۳۵:۳، ۲۳۷]

آدم و حوا کو جنت سے نکلوانے کا سبب۔[۲۲۵:۳]

حلّہٗ جنت کی محرومی کے بعد آدم و حوا کی گھبراہٹ اور سراسیمگی۔[۱۰۰:۵]

اِھْبِطُوا کا خطاب۔[۱۶۷:۱]

آدم و حوا اور ابلیس کا مستقر زمین برائے آزمائش۔[۲۳۵:۳]

البقرۃ ۱۲۳ کا خطاب آدم و حوا سے نہیں بلکہ آدم و ابلیس سے ہے۔[۱۰۱:۵]

## حی بن اخطب نضری

مشہور یہودی،

غزوۂ احزاب میں بنی قریظہ کو متحدہ محاذ میں شامل کرنے کا باعث۔

[٦:١٩٣، ٢١١، ٢١٢]
بنوقریظہ کو نقضِ عہد پر ابھارنے والا۔[ ٨:٣٠١]

### خالدؓ

مومن کی شجاعت سے دنیا میں خیر و برکت ظہور میں آئی۔[٦:٥٤]
الحجرات ٦ کی شانِ نزول کے حوالہ سے آپ کی بنی مصطلق کی سرکوبی کے لیے بھیجنے کی روایت۔[٧:٤٩٧]

### خالد مسعود

تفسیر تدبر قرآن پر مبنی ترجمۂ قرآن و حواشی کا مؤلف۔[١:٩]
خاص مشکل کے حل کے سلسلے میں حوالوں وغیرہ کی تلاش کے کام میں مددگار۔[٩:١٣]

### خدیجہؓ، ام المومنین

زیدؓ بن حارثہ آپ کا غلام۔[٦:٢٢٧]
سید عالم ﷺ کو سیدہ خدیجہؓ کے مال سے کچھ فائدہ پہنچا تو یہ حضرت خدیجہؓ اور ان کے مال کی بھی خوش بختی ہے۔[ ٩:٤١٧]
الضحیٰ ٨ کے حوالہ سے صرف وہ غنا مراد نہیں ہے جو حضور ﷺ کو حضرت خدیجہؓ کے مال سے حاصل ہوا بلکہ اصلاً اِس سے دین کی حکمت و شریعت کی دولت مراد ہے۔[٩:٤١٩]

### خنساء

دَورِ جاہلیت کا شاعر،
'الآء' کے وسیع معنی۔[٨:١٢١]
اظہارِ یاس کے مضمون کا ایک شعر۔[٩:٩٢]
ایک شعر کا حوالہ۔[٩:٣٩١]

### خولہؓ بنت ثعلبہ

المجادلۃ ١ میں آپ کی طرف اشارہ۔[٨:٢٤٧]

### دارا

ایرانی بادشاہ،
ذوالقرنین کا مصداق نہ ہونے کی وجہ۔[٤:٦١٣]

### داوٗد

'مکاتبت' وجوب کے مفہوم میں۔[٥:٤٠١]

### ڈیموستھنیز

خطیب اور زبان آور۔[٥:٣٨]

### ذوالقرنین

بادشاہ، قرآن نے تعریف فرمائی۔[١:٥٦٨]
سلطانِ عادل، بندۂ مومن۔[٤:٥٥٤]
آپ کے متعلق سوال اہلِ کتاب کا القا کیا ہوا تھا۔[ ٤:٥٥٩]
ذوالقرنین کون تھے؟[٤:٦١٢]
یہود کے صحیفوں میں آپ کا ذکر۔[٤:٦١٣]
دو بادشاہتیں زیرِ نگیں کرنے کی بنیاد پر لقب ذوالقرنین۔[٤:٦١٤]
آپ کے متعلق تاریخ کی شہادت۔[٤:٦١٩]
مذہب زردشت کے پیرو۔[٤:٦١٩]
اعلیٰ صفات سے متصف۔[٤:٦١٩]
آپ کا جذبۂ خدمتِ خلق۔[ ٤:٦٢١]
اللہ تعالیٰ نے جو سلیمان علیہ السلام کو مخاطب کر کے فرمایا وہی آپ کو مخاطب کر کے فرمایا۔[٥:٥٣٦]

### رازیؒ، امام

مشہور مفسر قرآن،[١:١٨، ١٩، ٢٢]
آپ کا ایک اشکال۔[١:٣١]

اختلافِ اسلوب۔[۷:۱۱۸]
'کوثر' کی تحقیق، آپؒ کے اقوال کی طرف اشارہ۔[۹:۵۹۳ح]

## راغبؒ امام

'مفردات القرآن' کا مؤلف۔[۱:۱۷]
لفظ اشتراء، کامفہوم۔[۱:۲۷۰]

## راک فیلر

جنھوں نے دنیا کی زندگی کو مقصود بنا کر حرام و حلال کی کمائی سے تجوریاں بھریں اور راک فیلر بننے کی کوشش کی، ان کا انجام۔[۶:۳۸۱]

## ربیع بن انس

البقرۃ ۶ کی تاویل۔[۱:۱۰۸]
'بالغیب' میں 'ب' ظرفیت کی ہے۔[۱:۹۰]

## ربیعہ بن مقروم

دورِ جاہلیت کا شاعر،
'الآء' کے وسیع معنی۔[۸:۱۲۱]

## روبیل

یوسف علیہ السلام کا بڑا بھائی۔[۴:۲۴۶]

## روح القدس

تائیدِ روح القدس کامفہوم۔[۱:۲۶۸]
انجیل میں تصریح ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات میں آپ کی تائید کا کوئی دخل نہیں۔[۸:۳۶۳]
آزمائشوں کے وقت آپ کے ذریعے دل کی رہنمائی۔[۸:۴۲۱]
نیز دیکھیے جبریل امین علیہ السلام۔

## زبولون

یعقوب علیہ السلام کے چھٹے بیٹے کا نام۔[۱:۲۲۸]

## زجاج

'غل' کا صحیح مفہوم۔[۲:۲۱۱]
'سلسبیل' کے معنی۔[۹:۱۱۴]
التوبۃ ۱۰۷ میں جس طرح خبر محذوف ہے اسی طرح آیت ۱۱۲ میں بھی محذوف ہے، زجاج کی رائے یہی ہے۔[۳:۶۴۶]

## زردشت

مجوس آپ کے پیرو تھے۔[۵:۲۲۷]

## زرکشیؒ

شانِ نزول کا مطلب۔[۱:۳۱]

## زفرؒ

المآئدۃ ۹۴ میں 'او' ترتیب کے لیے ہے۔[۲:۵۹۶]

## زلیخا

یوسف علیہ السلام کو زلیخا کی دھمکی۔[۴:۲۱۱]
آپ کے عزیزوں اور رشتہ داروں پر اصل حقیقت واضح تھی۔[۴:۲۱۲]
سارا قصور زلیخا کا ہونے کے باوجود یوسف علیہ السلام کو جیل کی سزا۔[۴:۲۱۷]
زلیخا کا یوسف علیہ السلام کے لیے دام ہوس۔[۴:۲۰۵]

## زمخشریؒ

صاحبِ کشاف۔[۱:۴۴۰]

'حِطّۃ' کی تحقیق۔[۱:۲۲۰]

'خوف' کے معنی۔[۱:۴۴۰]

الانبیاء ۳۵ میں 'فتنۃ' کو تاکیدِ فعل کے مفہوم میں لیا ہے۔[۵:۱۴۷]

النور ۳۶ میں 'فی بیوت' کی تاویل۔[۵:۴۱۱]

اصحاب الرس، دوسرے ناموں کے ساتھ قومِ شعیب علیہ السلام کی طرف اشارہ۔[۵:۴۶۸]

الاحزاب ۱۴ میں فتنہ سے مراد۔[۶:۲۰۳]

'حَسِیْب' کی تفسیر۔[۶:۲۳۷]

مُعَمَّرٌ سے مراد۔[۶:۳۶۶]

الصّٰفّٰت ۱۵۹ میں زمخشری کا مغالطہ۔[۶:۵۰۰]

قٓ ۱۷ کا اسلوب۔[۷:۵۴۷]

قٓ ۲۴ میں ثنیٰ کے صیغے سے متعلق مبرد کے قول کا حوالہ۔[۷:۵۵۰]

قٓ ۲۹ کے اشکال سے تعرض کیا ہے۔[۷:۵۵۶]

لفظ 'بعیدٗ' اگرچہ مذکر ہے لیکن اس کا مؤنث سے حال پڑنا عربیت کے خلاف نہیں ہے۔[۷:۵۵۸]

القیٰمۃ ۲۵ کی تالیف۔[۹:۹۱]

فَمَا یُکَذِّبُکَ الآیہ کی تاویل۔[۹:۴۴۵]

سب سے پہلے نازل ہونے والی سورہ۔[۹:۴۵۹]

الکٰفرون ۵ کے حوالے سے تاویل۔[۹:۶۱۰]

نِسَآءِہِنَّ (النور ۳۰) سے میل جول اور تعلق و خدمت کی عورتیں مراد ہیں۔[۵:۳۹۷]

فاطر ۱۰ میں سَیِّاٰتِ مصدر کی صفت ہے۔[۶:۳۶۴]

## زہری

معاہدہ حدیبیہ کے متعلق ایک روایت کے الفاظ۔[۸:۳۳۶]

عدّت سے متعلق ایک روایت۔[۸:۴۴۱]

## زہیر

بلند پایہ شاعر، عرب کے حکیم شعراء میں سے ہے۔[۱:۱۵، ۳۶]

ایک شعر کا حوالہ۔[۵:۹۲، ۱:۱۸۹]

انتہائی اور آخری جدوجہد کے مفہوم کے لیے محاورہ، مصرع کا حوالہ۔[۵:۲۲۵]

وادی رس کا ذکر، شعر کا حوالہ۔[۵:۴۶۸]

## زیدؓ بن حارثہ

قبیلۂ کلب سے تعلق۔[۶:۲۲۷]

محمد ﷺ آپ کے باپ نہیں ہیں۔[۶:۲۳۸]

آنحضرت ﷺ کے ساتھ آپ کی بے مثال محبت۔[۶:۲۲۷]

آپ نے آنحضور ﷺ کے کسی فیصلے کی مخالفت نہیں کی۔[۶:۲۳۲]

آپ کی عزت افزائی۔[۶:۲۳۳]

آپ اور زینبؓ کے واقعہ کی طرف ایک اجمالی اشارہ۔[۶:۱۸۱]

واقعہ کی صحیح نوعیت۔[۶:۲۲۷]

ارادہ طلاق کے وجوہ۔[۶:۲۳۴]

حضور ﷺ نے آپ کو طلاق سے بار بار روکا۔[۶:۲۳۴]

آپ اور زینبؓ کے واقعہ کے حوالے سے منافقین کا فتنہ انگیز خبروں کا پروپیگنڈا۔[۶:۲۷۱]

اللہ اور رسول دونوں کے انعام یافتہ اور منظورِ نظر۔[۶:۲۳۳]

## زینبؓ بنت جحش، ام المومنین

خاندان بنی اسد، والدہ امیمہ بنت عبدالمطلب۔[۶:۲۲۷]

آپؓ اور زیدؓ کے واقعہ کی طرف ایک اجمالی اشارہ۔[۶:۱۸۱]

آپؓ اور زیدؓ کے واقعہ کی صحیح نوعیت۔[۶:۲۲۷-۲۲۹]

آپؓ یا زیدؓ نے حضورﷺ کے کسی فیصلے کی مخالفت نہیں کی۔[۲۳۲:۶]

زیدؓ کی مطلقہ بیوی زینبؓ سے آپﷺ کا نکاح کا حکم۔[۱۸۸:۶، ۲۳۶،۲۵۷]

زیدؓ کے ساتھ نکاح بھی ایک اہم معاشرتی اصلاح کی خاطر کیا اور آپﷺ سے نکاح بھی ایک عظیم معاشرتی اصلاح کا ذریعہ بنا۔[۲۴۹:۶]

آپﷺ کی پھوپھی زاد اور دین کی راہ میں قربانیوں کے اعتبار سے آپﷺ کی دلداری کی مستحق۔[۲۵۵:۶]

آپؓ اور زیدؓ کے واقعہ کے حوالہ سے غوغا کرنے والے جان لیں کہ اللہ ساری چیزوں سے ان سے زیادہ باخبر ہے۔[۲۳۹:۶]

منافقین کی ایذارسانی۔[۳۴۳:۶]

آپؓ کے نکاح پر منافقین کا ایک اعتراض۔[۲۵۳:۶]

منافقین کا آپؓ اور زیدؓ کے واقعہ کے حوالے سے فتنہ انگیز خبروں کا پروپیگنڈا۔[۲۷۱:۶]

جھوٹے مدعیانِ اسلام نے ان کے بارے میں فتنہ برپا کیا۔[۲۵۶:۸]

## زینبؓ بنت خزیمہ

آپ کی وفات ۴ھ میں ہوئی۔[۲۵۳:۶ ح]

## سارہ علیہا السلام

فرشتوں کی بیٹے کی بشارت پر آپ کی حیرت ومسرت۔[۱۵۵:۴]

آپ کے اظہارِ تعجب پر فرشتوں کی اطمینان دہانی۔[۱۵۶:۴]

فرزند کی خوشخبری پر آپ کے تاثرات۔[۶۰۹:۷]

## سامری

بڑا ہی شاطر اور کینا دمنافق،

اس کا فن۔[۳۶۵:۳، ۷۵:۵]

مصر کے فنِ بتگری کا ماہر۔[۷۶:۵]

قوم کی بھاری اکثریت سامری کے چکمے میں آگئی۔[۳۶۸:۳، ۷۹:۵]

سامری کی فتنہ انگیزیاں۔[۴۱:۵]

سامری کا فتنہ۔[۷۵:۵، ۶۷۹، ۲۷۷:۶]

سامری نے زیورات ڈھال کر ایک بچھڑا برآمد کیا۔[۷۸:۵]

موسیٰ علیہ السلام کی سامری سے باز پرس۔[۸۱:۵]

سامری کا ڈھونگ۔[۸۱:۵]

سامری کے حوالہ سے قوم کے بزرگوں کی موسیٰ علیہ السلام سے معذرت۔[۷۷:۵]

سامری پر لعنت۔[۸۱:۵]

سامری کے بنائے ہوئے معبود کا حشر۔[۸۲:۵]

لامساس کا مفہوم۔[۸۲:۵]

## ساؤل

دیکھیے طالوت

## سٹالن

جب ہر شخص سٹالن بننے کی صلاحیت اپنے اندر پیدا کرلے گا تو آخر وہ سٹالن کا خدمتگار بننے پر کیوں قانع ہوگا۔[۲۲۷:۷]

## سدّیؒ

'حبل اللہ' سے مراد۔[۱۵۳:۳]

معاہدہ حدیبیہ سے متعلق روایت کے الفاظ۔[۳۳۶:۸]

## سرمد

شاعر،

توحید کے تقاضے کے حوالے سے اشعار۔[۲۲۲:۵]

## سریؒ

مفسرؒ،

در بابِ نکاح آنحضرت ﷺ کے لیے پابندیاں۔[۲۵۸:۶]

## سعدؓ بن معاذ

انصار کے لیڈر،

تقریر کا حوالہ جس کا ایک ایک لفظ میدانِ جہاد کا رجز ہے۔[۴۳۸:۳]

بنو قریظہ کی عہد شکنی کے معاملہ میں حکم۔[۲۱۲:۶]

اللہ تعالیٰ نے آپ کے ہاتھوں بنو قریظہ کی جڑ ہی کاٹ دی۔[۳۰۱:۸]

## سعدیؒ

شاعر،

ایک شعر کا حوالہ جس میں حدیث کا ترجمہ ہے۔[۲۳۲:۸]

النبا۱۷ کے حوالے سے آپ کا ایک خوبصوت شعر۔[۱۶۲:۹]

## سعید بن جبیرؒ

حالت ِ احرام میں شکارِ خطا کی صورت میں کفارہ کے قائل نہیں۔[۵۹۶:۲]

عدّت کے حوالے سے ایک روایت۔[۴۴۱:۸]

’کوثر‘ جنت میں ایک نہر ہے۔[۵۹۲:۹]

## سفیان بن عینیہؒ

صابئین کے بارے قول۔[۲۳۰:۱]

بخاری کی ایک روایت میں آپ اقرار کرتے ہیں کہ آنحضور ﷺ پر جادو کا ذکر میں نے ابن جریج سے بالکل پہلی مرتبہ سنا۔[۶۶۶:۹]

## سقراط

ایک قول۔[۱۴۶:۳]

پانی کی ایک بوند جس کو قدرت پرورش کر کے درجہ بدرجہ اس طرح پروان چڑھاتی ہے کہ بالآخر وہ سقراط و بقراط اور ارسطو و جالینوس کی شکل اختیار کر لیتی ہے۔[۳۰۴:۵]

مشہور مقولہ: ’’اے انسان! تو اپنے کو پہچان!‘‘۔[۸۱:۹]

محسوسات کے غلام اپنے آپ کو سقراط و بقراط سمجھتے ہیں۔[۱۰۴:۵]

## سکندر رومی

عام طور پر لوگوں نے اسے ذوالقرنین قرار دیا ہے لیکن اس کے مطابق نہ ہونے کی وجوہ۔[۶۱۳:۴]

## سلمان فارسیؓ

مخالفین کا الزام کہ قرآن سکھانے والا کوئی شخص ہے، مفسرین کی رائے میں ایک نام سلمان فارسیؓ کا بھی ہے۔[۴۵۱:۴، ۴۴۷:۵]

غزوۂ احزاب میں خندق کھودنے کا مشورہ دینے والے صحابی۔[۱۹۳:۶]

## سلمنسر

شاہِ اسور،

اِن کے ہاتھوں یہود کی تباہی۔[۵۶۷:۲]

## سلمٰی بن ربیعہ

شاعر،

اپنے شعروں میں لقمان اور ان کے قبیلے کا ذکر کیا ہے۔[۱۲۵:۶]

## سلیمان ندویؒ، سید

اصحاب الرّس سے مراد۔[۴۶۸:۵]

## سہیل بن عمرو

حدیبیہ کے موقع پر قریش نے آپ کی قیادت میں ایک وفد صلح کے لیے بھیجا۔[۷:۴۳۲]

## سودہؓ، ام المومنین

شرفِ نسبت کی خواہش آپ ﷺ سے نکاح کا سبب بنی۔[۲۵۰:۶]

## سیبویہ

فنِ نحو کا امام۔[۷:۴۵۲]

الفرقان ۲۲ میں حِجْرًا مَّحْجُوْرًا ' استعاذہ کے معنوں میں۔[۵:۴۵۹]

حذف کے معاملہ میں آپ سے اختلاف۔[۶:۵۷۵]

## سیوطیؒ، علامہ

شانِ نزول کا مطلب۔[۱:۳۱]

## شافعیؒ، امام

آیت بسم اللہ کے بارے رائے۔[۱:۴۹]

مشرکین کے قیدیوں کے باب میں رائے۔[۷:۳۹۸]

سورہ العصر کے بارے قول: ''اگر لوگ تنہا اسی سورہ پر غور کریں تو ان کے لیے کفایت کرے''۔[۹:۵۳۰]

## شاہ عبدالقادرؒ

حٰمٓ السجدۃ ۱۹ میں یُوْزَعُوْن کا صحیح مفہوم۔[۷:۹۳]

'یَوْمُ التَّغَابُن' کا لفظ کی صحیح روح کے مطابق ترجمہ۔[۸:۴۲۰]

## شاہ غسان

کعب بن مالکؓ کو ان کے ایامِ عتاب میں ہمدردی کا خط بھیجا۔[۳:۶۵۹]

## شاہ ولی اللہؒ

البقرۃ ۱۸۴ میں یُطِیْقُوْنَهٗ کی ضمیر مفعول کا مرجع صوم نہیں بلکہ طعام ہے۔[۱:۴۴۹]

## شدّاد

قٓ ۲۹ کے حوالہ سے تذکرہ۔[۷:۵۵۷]

## شعبیؒ

مفسر قرآن،

المآئدۃ ۴۵ کی تاویل ۲:۵۳۰

## شمعون، پیٹر، پطرس

مسیح علیہ السلام کے سچے خلیفہ ۸:۲۳۴، ۲:۴۷

لقب صفا تھا۔[۱:۲۳۰]

نصارٰی کے خلیفہ برحق۔[۱:۲۲۹]

آپ کے پیرو حق پر قائم رہے۔[۴:۶۵۱]

آپ کے پیروؤں نے اپنی قوم کے ہاتھوں بڑے مصائب جھیلے۔[۵:۶۹۰]

مسیح علیہ السلام کے بعد آپ کے پیروؤں کے سوا تمام فرقوں نے تثلیث اور کفارہ کے طریقے ایجاد کر لیے۔[۷:۲۴۶]

آپ کے پیرو قرآن کے نزول کے بعد اس پر ایمان لائے۔[۷:۳۵۴]

# شیطان

### ذات وصفات

لفظ کی تحقیق۔[۱:۱۲۰]

جس شیطان نے بابا آدم علیہ السلام کو دھوکا دیا وہ جنوں میں سے تھا اور یہ زندہ وجاوید ہستی نہیں ہے۔[۹:۶۷۷]

شیطان کوئی مستقل مخلوق نہیں ہے۔[۱:۱۶۵، ۳:۲۳۰]

یہ کوئی مستقل مخلوق نہیں ہے بلکہ جنّوں اور انسانوں میں سے جو دلوں میں وسوسہ اندازی کا پیشہ اختیار کرلیں وہ شیطان بن جاتے ہیں۔[۹:۶۷۷]

شیطان جنّوں میں سے بھی ہوتے ہیں اور انسانوں میں سے بھی۔[۳:۴۹۰، ۷:۹۸]

شیطان کی ذات برادری۔[۹:۶۷۷]

اس کے رویہ اور باطن کی تعبیر۔[۳:۴۹۲]

خنّاس کا مفہوم۔[۹:۶۷۵]

عدو مبین کی صفت۔[۱:۴۰۹، ۴۹۹]

کھلا دشمن۔[۳:۱۷۴، ۴:۵۱۱]

ابدی دشمن۔[۳:۲۵۱]

شیطان کا چیلنج۔[۳:۲۳۲، ۶:۵۵۰]

بنی نوعِ انسان کا دشمنِ ازلی۔[۵:۲۲۳]

رجیم۔[۴:۳۵۱]

عین وقت پر دغا دینے والا اور ساتھ چھوڑ دینے والا۔[۵:۴۶۱]

تقلیدِ آباء کے تعصب میں گرفتار کرنے والا۔[ ۶:۱۳۹]

سب سے بڑا فریب کار۔[۶:۳۵۷]

صراطِ مستقیم سے ہٹانے والا۔[۷:۴۴۰]

چوراچکّے شیاطین اور جھوٹے۔[۹:۲۲۹]

مجرم کو جرم پر ابھارتا ہے اور اس کے جرم کرنے کے بعد براءت کا اعلان کرکے الگ ہوجاتا ہے۔[۸:۲۸۰]

چکمادے کر الگ ہوجاتا ہے۔[۸:۲۹۷]

استکبار شیطان کی سنت۔[۵:۴۸۶]

بس میں صرف وسوسہ اندازی ہے۔[۸:۲۶۱]

جبریل امین علیہ السلام پر کسی پہلو سے بھی اثر انداز نہیں ہو سکتے۔[۸:۱۸۴]

لوحِ محفوظ تک کسی جن وشیطان کی رسائی نہیں ہے۔[۸:۵۲، ۱۸۴]

ملاءِ اعلیٰ تک نہ پہنچ سکتا نہ باتیں سن سکتا ہے۔[۶:۴۵۵]

بدی کے راستے کی دعوت کے علاوہ شیطان کو کوئی اختیار نہیں دیا گیا۔[۶:۳۱۱]

اپنے حدود سے تجاوز نہیں کرسکتا۔[۶:۳۱۲]

مریم ۶۸ میں شیاطین سے شیاطین جن وانس دونوں مراد ہیں۔[۴:۶۷۷]

الانبیاء ۸۲ میں شیاطین سے مراد شیاطینِ جن ہیں جن کو سلیمان علیہ السلام نے مسخر کر رکھا تھا۔[۵:۱۷۶]

الحج ۳ میں شیطان سے مراد شیاطین جن و انس دونوں ہیں۔[۵:۲۰۹]

الفرقان ۲۹ میں لفظ 'شیطان' جنس کے مفہوم میں۔[۵:۴۶۱]

محمد ۲۵ میں 'املیٰ' کے فاعل کی شیطان کی طرف نسبت موزوں نہیں۔[۷:۴۲۰]

ق ۲۳ میں 'قرین' سے شیطان مراد لینا صحیح نہیں۔[۷:۵۵۰]

الحدید ۱۴ میں 'غرور' کا لفظ شیطان کے لیے استعمال ہوا ہے۔[۸:۲۱۱]

القائے شیطان کی بے بنیاد روایت۔[۵:۲۷۱]

شیطان کی خدا کی طرف سے ایک مقررہ ڈیوٹی۔[۵:۲۱۰]

شیطان کی رسائی خدا کے دامن کے سوا ہر جگہ ہے۔[۸:۳۱۳]

شیطان کو مہلت اور اس کا کام۔[۵:۲۱۰]

شیطان کا خاص کردار۔[۹:۶۷۵]

شیطان لیڈروں کا طریقہ۔[۸:۳۰۴]

شیطان انسان کو گمراہ کرنے کے لیے اس کو توحید کے راستے سے ہٹاتا ہے۔[۳:۲۳۳]

شیطان کن پر اترتے ہیں۔[۵۶۵:۵]

## آدم علیہ السلام و شیطان کی سرگزشت

آدم علیہ السلام وشیطان کی سرگزشت، دعوتِ قرآن کا آئینہ۔[۱:۷۷]

غرورِ نسب، غرورِ جاہ یا حسد کی بنا پر مخالفت، شیطان کی مخالفت کی مثال ہے۔[۱:۷۷]

آدم علیہ السلام کی خلافت اور شیطان کی مخالفت کی سرگزشت۔[۱:۱۵۲]

آدم علیہ السلام شیطان کے چکمے میں آگئے۔[۱:۱۶۶]

اولادِ آدم علیہ السلام اور شیطان کے درمیان فطری تعلق کی نوعیت۔[۱:۱۶۸]

شیطان کی دھمکی بنی آدم کو۔[۲:۳۸۹]

شیطان اور آدم علیہ السلام کا ماجرا۔[۳:۱۴۶]

انسانوں کو گمراہ کرنے کی شیطان کی دھمکی۔[۳:۱۵۸]

آدم علیہ السلام اور ان کی ذریت کی ابدی دشمنی کی قسم۔[۳:۲۲۵]

شیطان کو آدم علیہ السلام اور ان کی ذریت سے دشمنی حسد کی بنا پر ہے۔[۳:۲۲۹، ۵:۱۰۲]

شیطان کو اصلی کد انسان سے ہے۔[۳:۲۲۹]

شیطان بنی آدم کا ابدی دشمن۔[۵:۹۹]

دشمنِ ازلی ہونے کی بنا پر احتیاط فرض۔[۳:۲۳۸]

آدم علیہ السلام کی اولاد ہو کر شیطان کی دشمنی کو یاد نہ رکھا جو اس نے تمہارے باپ کیساتھ کی۔[۳:۲۱۶]

اللہ تعالیٰ کی طرف سے شیطان اور اس کے ایجنٹوں کے نقش قدم کی پیروی نہ کرنے کی تنبیہ۔[۵:۳۸۷]

بنی آدم کا سب سے بڑا حاسد شیطان ہے اور اس کو خاص کد عقیدۂ توحید سے ہے۔[۹:۲۶۴]

فردوس کی وراثت کے اصل حقدار اپنے دشمن شیطان کو ہمیشہ کیلئے شکست دے کر داخل ہوں گے۔[۵:۳۰۰]

دنیا میں شیطان سے جیتنے والے ہی جنت کے وارث ہوں گے۔[۶:۶۱۵]

انسان کی پیدائش کی غایت دنیا کے دار الامتحان میں شیطان اور اس کے ایجنٹوں سے بچ کر صراطِ مستقیم پر گامزن رہنا ہے۔[۹:۴۳۸]

مہلتِ حیات کو انسان نے اپنے حق میں استعمال نہ کیا تو یہ آپ سے آپ اس کے ابدی دشمن شیطان کے حق میں استعمال ہوگا۔[۹:۵۲۹]

انسان کی کامیابی کے لیے ضروری ہے کہ مرتے دم تک شیطان کا مقابلہ کرے۔[۹:۶۵۵]

شیطان کی پارٹی کے لیے نامرادی مقدر ہے۔[۸:۲۷۳، ۴۰۵]

شیطان کا مشن اس کے مریدوں کے ذریعے قیامت تک قائم رہے گا۔[۹:۶۷۷]

ایوب علیہ السلام نے آزمائش میں بھی شیطان کو شکست دے دی۔[۵:۵۴۰]

شیطان نے ایوب علیہ السلام کے صبر ہی کو متزلزل کرنے کی کوشش کی لیکن وہ صبر کی چٹان پر جمے رہے۔[۵:۵۴۲]

عمرؓ جس راستہ سے گزرتے ہیں شیطان وہ راستہ ہی چھوڑ کر ہٹ جاتا ہے۔[۷:۵۱۴]

## خدا کا مقابل

شیطان کا الٹی میٹم۔[۱:۴۰۹]

شیطان کا چیلنج اور اس کا جواب۔[۶:۵۵۰]

اللہ تعالیٰ کو چیلنج کہ وہ انسان کی گھات میں توحید کی راہ پر بیٹھے گا۔[۹:۶۵۵]

اللہ تعالیٰ نے شیطان کے الٹی میٹم کے جواب میں فرما دیا تھا کہ جنوں اور انسانوں میں سے تمہارے پیروؤں سے جہنم بھر دوں گا۔[۴:۱۲۴]

اہل ایمان اور اہل کفر کی جنگ میں مقابلہ اصلاً رحمان اور شیطان کے

درمیان ہوتا ہے۔[۳۳۷:۲]

دنیا میں صرف دو راستے ایک رحمان کا دوسرا شیطان کا۔[۱۵۱:۴]

الکتاب کی مخالفت شیطان کی پیروی ہے۔[۱۳۷:۳]

قرآن کا اصل دشمن شیطان ہی ہے۔[۴۴۸:۴]

شیطان اور اس کے اولیاء کتاب کے ابدی دشمن۔[۶۳۹:۴]

اس بات کے دلائل کہ قرآن کیوں شیطانی کلام نہیں ہو سکتا۔[۵۶۱:۵]

قرآن کے آغاز کی طرف سے نہ اس کی انتہا کی طرف سے کہیں بھی شیطان کی دراندازی کے لیے کوئی روزن نہیں ہے۔[۱۱۱:۷]

قرآن کے زمانۂ نزول میں شیاطین کی مداخلت سے بچنے کا خاص اہتمام۔[۱۱۲:۷]

قرآن شیطانِ جنّ و انس کی دسترس سے محفوظ ہے۔[۵۵۳:۸]

مکذبین کے ایک بیہودہ خیال کی تردید کہ پیغمبر ﷺ پر شیطان کلام القاء کرتا ہے۔[۵۵۱:۸]

قرآن کے لانے والا اللہ کا باعزت رسول ہے، وہ کوئی جنّ یا شیطان نہیں ہے۔[۵۵۲:۸]

لیلۃ القدر میں شیطان کی ہر قسم کی دوادوش پر پابندی۔[۴۶۹:۹]

اگر کوئی شیطان ملاء اعلیٰ کی باتوں کی کچھ سن گن لینے کی کوشش کرتا ہے تو ایک شہاب اس کا تعاقب کرتا ہے۔[۳۵۱:۴، ۱۸۲:۸، ۶۲۰]

اللہ تعالیٰ شیاطین کو سنگسار کرنے کے لیے ستاروں سے دیدبان کا کام لیتا ہے۔[۴۳۹:۸]

ستاروں کے اندر شیاطین استراق سمع اور تجسس غیب کے لیے ٹھکانے نہیں بلکہ ان کو بھگانے کے لیے دیدبان ہیں۔[۲۲۶:۹]

آسمان شیطان کی دراندازی سے محفوظ ہے۔[۱۴۳:۵]

شیاطین کی رسائی ملاء اعلیٰ تک ہونا تو درکنار وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں مردود و مبغوض ہیں۔[۲۲۸:۹]

خدا کے مقابل میں شیطان کی ہر چال بودی۔[۳۳۲:۲]

توحید دینِ فطرت کو شیطان اور اس کے ایجنٹوں نے شرک سے مسخ کیا۔[۳۹۰:۲]

شیطان تمام طریقوں سے توحید کی راہ مارتا ہے۔[۳۹۱:۲]

اصل ہدف عقیدۂ توحید ہے۔[۲۲۹:۳]

شیطان کو سب سے زیادہ کد اور ضد توحید کی صراطِ مستقیم ہی سے ہے۔[۶۵۹:۴]

شیطان سے ہر قدم پر مقابلہ۔[۲۲۹:۳]

شیطان کا اصل جرم استکبار۔[۲۳۱:۳]

جو خدائے رحمان کی یاددہانی سے منہ پھیرتا ہے ہم اس پر ایک شیطان مسلط کر دیتے ہیں۔[۳۹۶:۳]

شیطانی طعنے اور ان کا جواب۔[۴۱۲:۳]

شیاطین کے حوالہ سے طنزیہ اسلوب بیان۔[۵۹۶:۴]

شیطان کو مہلت۔[۳۵۴:۴]

شیطان کے پیروکاروں کو مہلت۔[۵۰۰:۱]

شیاطینِ جنّ ملاء اعلیٰ تک پہنچنے کی کوشش کریں تو ان پر مار پڑتی ہے۔[۴۵۴:۶]

شیطان کے پیرووں کا آخرت میں اعتراف۔[۱۶۳:۳]

### حربے، ہتھکنڈے اور فتنے

وسوسہ اندازیاں۔[۱۶۷:۱]

دخل اندازی۔[۲۹۶:۱]

دو کامیاب حربے۔[۱۸۶:۳]

شیطان کی اصل گھات۔[۲۳۲:۳]

شیطان کے ہمہ جہت حملے کا بیان۔[۲۳۳:۳]

شیطان کی تکنیک۔[۲۳۵:۳، ۶۷۴:۹]

تمدن میں فساد پیدا کرنے کے لیے شیطان کی ایک خاص چال۔[۲۴۶:۳]
اس کے بھیس ان گنت اور اس کے چرتر بے شمار ہیں۔[۲۴۷:۳]
قریش پر اس کا جال۔[۲۴۸:۳]
فتنہ سامانیاں۔ [۳۵۹:۴، ۳۵۷:۶]
اس کی کوششوں کا خاص ہدف۔[۳۵۹:۴]
اشتعال اس کا فتنہ۔[۴۷۱:۴]
فتنہ انگیزیاں۔[۲۶۹:۵]
معاشرے میں خرابی پیدا کرنے کا سب سے زیادہ زود اثر نسخہ۔ [۲۲۶:۶]
افترا ہمیشہ اس کی طرف سے ہوتا ہے۔[۱۶۸:۷]
اس نے آنکھوں پر پٹی باندھ دی ہے۔[۲۰۰:۷]
اس کا فریب کہ فرشتے خدا کی چہیتی بیٹیاں ہیں۔[۶۳:۸]
ابولہب اور ابوجہل اس کے فتنے میں پڑے ہوئے تھے۔[۵۱۵:۸]
مفتون کے معنی وہ شخص جو دنیا اور شیطان کے جال میں پھنسا ہوا ہو۔[۵۱۵:۸]
شیاطینِ جن وانس کو حق کے خلاف فتنے برپا کرنے کی حکمت۔[۵۶:۹]
یہ تمام آفتوں کی جڑ اور توحید کا ازلی دشمن ہے۔[۶۷۱:۹]
سورہ الناس میں اس کی اصل تکنیک، اس کا دائرہ نفوذ و اثر، اس کی ذات اور برادری ہر چیز سے پردہ اٹھایا گیا ہے۔[۶۷۱:۹]
سورہ الفلق میں اس کے ایک معروف کردار حسد کا بیان ہے۔[۶۷۱:۹]
اس کا واحد ہتھیار۔[۶۷۵:۹]
اس کا خاص داؤ جس پر اس نے انسان کو شکست دینے کی قسم کھا رکھی ہے توحید ہے۔[۶۵۵:۹]
اس کے ہتھکنڈے بزبان خود۔[۶۵۶:۹]
جس قسم کے لوگوں پر اترتے ہیں ان کی علامات۔[۴۹۶:۵، ۵۶۵]
انسان کو فتنہ میں مبتلا کرنے کا باعث۔[۱۷۲:۱]
خبیث روحوں کے عقل و دماغ پر اس کا تسلط۔[۶۳۱:۱]
راہِ حق سے گمراہ کرنے کا سب سے بڑا حربہ۔[۴۷۱:۲]
اس کے ہر کام کی بنیاد باطل پر ہوتی ہے۔[۳۳۷:۲]
اس کے سارے وعدے محض فریب ہیں۔[۳۹۱:۲، ۳۹۲]
دنیا اس کی بازی گاہ کب بنتی ہے۔[۵۵۵:۲]
شیاطین کے تسلط کی علّت۔[۱۶۴:۳]
بدعاتِ قریش شیطان کی رہنمائی میں ایجاد کردہ۔[۲۳۸:۳]
ابلیس کی دھمکی کے مطابق شیطان کی گمراہیوں میں پھنسے ہوئے۔[۲۵۰:۳]
یہ لوگوں کو فریب دیا کرتا ہے۔[۴۹۱:۳]
کبھی کبھی تقویٰ کے بھیس میں بھی حملہ آور ہوتا ہے۔[۳۸۶:۳]
کسی نیکی کے کام سے غافل کرنا شیطان ہی کا کام ہے۔[۲۲۱:۴]
شیطان نے گمراہ کیا اور کام اس کی نگاہ میں کھبا دیا۔[۲۴۶:۴]
ظن کی پیروی شیطان کی پیروی ہے۔[۳۸۷:۵]
خواہشوں کے غلام شیطان کے پھندے کے اسیر۔[۴۷۰:۵]
خدا اور آخرت سے غفلت ہو تو شیطان ہر چیز کے اندر گھس کر فساد پیدا کر دیتا ہے۔[۵۵۱:۵]
اس نے خدا کی صفات کے باب میں سخت دھوکے میں ڈال رکھا ہے۔[۳۵۷:۶]
جو اللہ کی تذکیر سے آنکھیں بند کر لیتا ہے ہم اس پر ایک شیطان مسلط کر دیتے ہیں پس وہ اس کا ساتھی بن جاتا ہے۔[۹۸:۷]

خدا کی یاد سے اعراض کا نتیجہ شیطان کا دل و دماغ پر قبضہ ہے۔ [۲۲۹:۷]

کفر کو شیطان نے مصنوعی غازوں سے پرفریب بنا دیا۔[۴۹۳:۷]

شیطان گمراہی کی دعوت کا اعتراف کرے گا لیکن اس نے دعوت کو قبول کرنے پر مجبور نہیں کیا۔[۵۵۳:۷]

شیطان نے منافقین کو اللہ کے خوف اور اس کی یاد سے غافل کر دیا ہے۔[۲۴۴:۸]

منافقین دنیا کی محبت کے سبب سے شیطان کے ساتھی بنے ہوئے ہیں۔[۲۶۸:۸]

جو خدا کو بھلا بیٹھتا ہے وہ شیطان کے ہتھے چڑھ جاتا ہے۔[۲۷۲:۸]

شیطان لیڈروں کا معروف طریقہ۔[۳۰۴:۸]

اللہ تعالیٰ کے غلط تصور سے انسان صحیح معرفت کی شاہراہ سے ہٹ جاتا ہے اور شیطان کے ہتھے چڑھ جاتا ہے۔[۳۱۳:۹]

اللہ کی سنت یہ ہے کہ جب کوئی شخص اللہ کی آیات، احکام اور تنبیہات سے منہ موڑتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس پر ایک شیطان مسلط کر دیتا ہے۔[۵۰۰:۲]

انبیاء کی راہِ ہدایت کے علاوہ تمام راہیں شیطان کی نکالی ہوئی ہیں۔[۱۰۲:۳]

اِن کا مرشد شیطان ان کو وہی جاہلی فلسفہ ازسرِ نو پڑھا دیتا ہے کہ اس قسم کے سرد و گرم دن قوموں پر آتے رہتے ہیں۔[۳۱۹:۳]

اجتماعی زندگی میں کوئی شیطان فتنہ برپا کر کے جماعت کا شیرازہ بکھیر دیتا ہے۔[۳۶۷:۳]

خدا کی چہیتی اور محبوب قوم کا فتنہ شیطان نے قریش کی طرح اس امت کو بھی ڈال دیا۔[۴۷۰:۳]

اس نے یوسف علیہ السلام اور ان کے بھائیوں کے درمیان فساد ڈال دیا تھا۔[۱۹۱:۴]

یوسف علیہ السلام نے شیطان کے نسوانی پھندوں سے نجات پائی۔[۲۱۱:۴]

آخرت میں شیطان اپنی پیروی کرنے والوں سے اعلان براءت کرے گا۔[۳۰۶:۴، ۳۱۸، ۳۲۲، ۷:۵۵۳]

ایوب علیہ السلام کی شکر گزاری پر شیطان اور اس کے ایجنٹوں کو حسد۔[۱۷۸:۵]

شیطان کا اصلی کام اپنے پیروکاروں کو سیدھے جہنم میں لے جانا ہے۔[۲۰۴:۵]

علم و سائنس کے باوجود شیطان ہلاکت کے کھڈ میں گراتا ہے۔[۴۰:۶]

ظلّی و بروزی نبوّت کی اصطلاحات بالکل شیطانی ہیں۔[۲۴۷:۶]

بندے کو پیش آنے والی آزمائشوں کا اہم عامل شیطان بھی ہوا کرتا ہے۔[۵۳۹:۵]

فضول نمائشوں اور عیاشیوں پر خرچ کرنے والی اسلامی حکومت نہیں شیطانی حکومت ہے۔[۲۹۲:۸]

نقش قدم کی پیروی۔[۴۰۵:۱، ۴۰۶، ۴۰۸، ۴۹۹]

شیطان کے داؤں کا اثر ان لوگوں پر ہوتا ہے جن کے اندر گناہ کی کوئی جڑ موجود ہوتی ہے۔[۱۹۷:۲]

بدعت کی راہ سے اس کو دین میں گھسنے کا موقع ملتا ہے۔[۴۳۵:۲]

نقضِ عہد کا باعث اس کی انگیخت سے پیدا ہونے والے جذبات۔[۴۹۳:۲]

جُوا اور شراب اس کی ایجادات اور اس کی کارستانیوں میں سے ہیں۔[۵۹۰:۲]

شیطان نے پٹی پڑھائی کہ جس راہ پر چل رہے ہو یہی کامیابی کی راہ ہے۔[۵۳:۳]

بدعات شیطان کا القاء۔[۱۴۷:۳]

شیطان اربابِ مال پر حملہ اسراف کی راہ سے کرتا ہے۔[۱۸۵:۳]

فضول خرچ شیطان کے بھائی اور شیطان اپنے رب کا ناشکرا۔[۴۹۸:۴]

جلدی شیطان کو دراندازی کے لیے راہ دے دیتی ہے۔[۵:۱۱]

آدم علیہ السلام نے جلدی ہی کی وجہ سے شیطان سے دھوکا کھایا۔[۵:۱۱]

شیطان غریبی سے ڈراتا ہے۔[۵:۳۱۸]

شیطان نے دلچسپیاں ان کی نگاہوں میں کھبادی ہیں۔[۵:۵۷۳]

اپنے مقابل میں بہتر حالات دیکھ کر شیطان دلوں میں کینہ وحسد کا جذبہ پیدا کرتا ہے۔[۸:۲۹۷]

جومحبت احتساب وتربیت سے خالی ہووہ محبت نہیں بلکہ شیطان کا پھندا ہے۔[۸:۴۶۹]

طغیان کا نتیجہ نفس اور شیطان کے ہاتھ میں باگ۔[۹:۳۵۶]

شیطان اوراس کی ذریات کی طرف سے انفاق کی راہ کی مزاحمتیں۔[۱:۶۲۰]

عزم وہمت سے خالی شیطان سے ہر قدم پر مار کھائیں گے۔[۲:۱۷۱]

شیطان کے جال سے نکل، اللہ اور رسول کی اطاعت میں داخل ہو جاؤ۔[۲:۵۹۲]

اگر کبھی شیطان غافل ہی کردے تو یاد آنے کے بعد شریعت کا مذاق اڑانے والوں کے ساتھ نہ بیٹھو۔[۳:۷۸]

شیطان کی پیروی کرنے والوں کو ان کے حال پر چھوڑو۔[۳:۱۰۳]

## اہل کتاب، قریش، منافقین اور شیطان

یہودی منافقین کی تمثیل شیطان سے۔[۳:۴۹۱]

یہود کا شیطانی تقویٰ۔[۳:۴۹۲]

کفار کے ساتھی شیاطین جن و انس بنے رہے اور بالآخر جہنم میں لا اتارا۔[۷:۱۰۰]

کفار نے شیطان کے سکھائے ہوئے باطل کی پیروی کی ہے۔[۷:۳۹۶]

جو قرآن کو جن یا شیطان کا کلام سمجھتے ہیں نادان ہیں۔[۷:۵۳۴]

کاہن شیاطین سے الہام حاصل کرنے کے لیے جھوٹی نمائش کرتے ہیں۔[۸:۳۲]

تورات اور انجیل میں واضح ہدایات کے باوجود حاملین کتاب کو شرک کے کھڈ میں گرادیا۔[۸:۷۷]

منافقین کے سامنے ایک واضح کسوٹی تاکہ حزب اللہ اور حزب الشیطان کے درمیان کوئی التباس نہ ہو۔[۸:۲۸۴]

منافقین کی مثال شیطان سے۔[۸:۳۰۳]

کاہنوں پر اترنے والے شیاطین راندے ہوئے ہیں۔[۹:۲۳۱]

اہل کتاب بھی شیطان کے ورغلانے پر شرک میں مبتلا تھے۔[۹:۶۴۳]

اہلِ کتاب اگر اسلام کے طالب نہیں تو شیطان جس وادی میں چاہے ٹھوکر کھلائے۔[۲:۱۳۶]

شیطان اور اس کے اولیاء سے اشارہ قریش اور ان کے ساتھیوں کی طرف ہے۔[۲:۲۱۷]

بدعاتِ قریش شیطان کی رہنمائی میں ایجاد کردہ۔[۳:۲۳۸]

بدر میں کفار کو شیطان کی پٹی کہ تمہارا کوئی مدِ مقابل نہیں۔[۳:۴۲۳]

منافقین آزمائشوں کے موقع پر شیطان کے فریب میں مبتلا ہوگئے۔[۷:۴۲۰]

مخالفینِ اسلام کی تمثیل، کارِ شیطان۔[۳:۸۲]

## بچنے کے طریقے

اِس کے فتنوں سے واحد اَمان۔[۳:۲۴۷]

اِس کے فتنوں سے بچنے کا طریقہ رسولوں کی پیروی۔[۳:۲۵۵]

جنت کے وارث ایمان وعملِ صالح پر چلنے والے ہوں گے شیطان کی فتنہ آرائیوں کے علی الرغم۔[۳:۲۶۰]

اِس کے مقابلے کے لیے روحانی طاقت نماز سے ہوتی ہے۔[۴:۱۷۵]

شیطانی قوتوں کے مقابلہ کے لیے حصول قوت بذریعہ نماز۔[۴:۵۳۱]

نماز اور یادِ آخرت شیطان کے فتنوں سے امان میں رکھنے والی ہیں۔[۵:۳۴]

جس طرح ہم نماز میں صف بستہ شیطان سے تعوذ کرتے اور اپنے رب کی حمد وتسبیح کرتے ہیں اس طرح ملائکہ کرتے ہیں۔[۶:۴۵۳]

مسجد کی حاضری شیطان کو فواحش ومنکرات میں مبتلا کرنے سے روکتی

ہے۔[۷:۵۵۹]

نماز شیطان کی بے راہ روی سے روکتی ہے۔[۸:۵۷۱]

شیطان کے غلبہ سے بچنے کا طریقہ اللہ کی یاد سے دل کو آباد رکھنا ہے۔[۹:۳۱۳]

راست بازوں کی صحبت اس کے مقابل میں کمک پہنچاتی ہے۔[۳:۶۶۱]

شیطانی فتنوں سے پناہ مانگنے کی ہدایت۔[۴:۴۴۸]

تعوذ شیطان اور اس کے اولیاء سے نبرد آزمائی کا بڑا سہارا۔[۴:۴۴۸]

اہلِ ایمان پر شیاطین کا کوئی زور نہیں چلتا۔[۴:۴۴۹]

اس کے فتنوں کے علی الرغم ایمان پر قائم رہنے والوں کے لیے خدا کارسازی کے لیے کافی۔[۴:۵۲۱]

شیاطینِ جنّ کے وسوسوں اور شیاطینِ انس کے شر و فساد سے بچنے کی دعا۔[۵:۳۴۶]

نکاح معاشرے کو شیطان کی رخنہ اندازیوں سے محفوظ کرنے کا طریقہ۔[۵:۳۵۶]

نکاح شیطان کی دراندازیوں سے بچنے کا طریقہ۔[۵:۴۰۰]

دوسرے کے گھر میں جانے کا معین ضابطہ تاکہ بدنگاہی اور شیطان کو دراندازی کی راہ نہ ملے۔[۵:۳۵۶]

پردہ سے شیطان کی دراندازیوں سے بچنے کا طریقہ۔[۵:۴۰۰]

خدا کے علیم و خبیر ہونے کا صحیح استحضار شیطان کی مخفی سے مخفی چالوں سے محفوظ رہنے کا طریقہ۔[۵:۳۹۵]

شیطان اور اس کی ذریات کے مقابل میں مومن کی اصل سپر اللہ تعالیٰ کی یاد ہی ہے۔[۶:۲۳۹]

صحیح روش اختیار کرنے والے کو اللہ شیطان اور نفس کے حوالے نہیں کرتا۔[۶:۲۷۸]

شیطان کے فتنوں سے محفوظ رہنے والے اور اللہ کی بندگی و اطاعت کرنے والے۔[۶:۵۰۰]

اللہ کے امتحان میں پورا اترنے کی کوشش کرنے والوں کا شیطان کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔[۶:۵۰۱]

شیطان کی اکساہٹ کا علاج۔[۷:۱۰۴]

شیطان کی معاشرے کے اندر فتنہ انگیزی کا سدّباب۔[۷:۴۸۶]

شیطان کی انگیخت سے نزاع کی صورت میں مسلمان آپس میں مصالحت کی کوشش کریں۔[۷:۴۹۹]

رزق و فضل کی جدوجہد میں اس کے فریبوں اور فتنوں سے بچنے کے لیے اللہ کو یاد رکھو۔[۸:۳۸۷]

اللہ سے مسلسل ڈرتے رہو تاکہ شیطان کے فتنوں سے بچ سکو۔[۸:۴۲۳]

انسان کی پیدائش کی غایت دنیا کے دارالامتحان میں شیطان اور اس کے ایجنٹوں سے بچ کر صراطِ مستقیم پر گامزن رہنا ہے۔[۹:۴۳۸]

مہلتِ حیات کو اگر انسان نے اپنے حق میں استعمال نہ کیا تو یہ آپ سے آپ اس کے ابدی دشمن شیطان کے حق میں استعمال ہوگا۔[۹:۵۲۹]

شیطان کے شر سے پناہ۔[۹:۶۷۴]

انسان زندگی شیطان کے علی الرغم اپنے رب کے بتائے ہوئے طریقہ کے مطابق گزارے۔[۹:۵۳۴]

انسان کی کامیابی کے لیے ضروری ہے کہ مرتے دم تک شیطان کا مقابلہ کرے۔[۹:۶۵۵]

شاطر دشمن سے محفوظ رہنے کا واحد طریقہ رب کی پناہ ہے۔[۹:۶۵۷]

شیطان کے مقابلے کے لیے ہتھیار۔[۵:۱۰۲]

اللہ تعالیٰ کی طرف سے شیطان اور اس کے ایجنٹوں کے نقشِ قدم کی پیروی نہ کرنے کی تنبیہ۔[۵:۳۸۷]

شیطان اور اس کی ذریات کی پیروی چھوڑ کر اپنے رب کی طرف آئیں۔[۶:۲۴۲]

شیطان اور اس کی ذریت کے غلبہ سے مایوس ہو کر ادائے فرض سے

دستکش ہونا جائز نہیں۔[٦:٣١٢]

شیطان کھلا ہوا دشمن، بڑا ہی نادان ہے وہ جو اپنے دشمن کو دوست بنا بیٹھے۔[٦:٣٤٨، ٣٥٧]

اہل وعیال کی دنیا کی بجائے آخرت کی فکر، کوئی شیطان کی راہ نہ اختیار کرے۔[٥:٤٩٠]

نیز دیکھیے ابلیس

## صاحبِ اقرب الموارد

'جَزَآءُ الضِّعۡفِ' کی تشریح۔[٦:٣٢٨ ح]

لفظ اِستِکثارؔ کے معنی۔[٩:٤٦]

'اَلۡجَوَارِ الۡکُنَّسِ' کے معنی کی وضاحت۔[٩:٢٢٦]

## صاحبِ کشاف

دیکھیے زمخشریؒ

## صاحبِ لسان

'لسان العرب' کا مؤلف۔[١:١٧]

مُحِلّ کی تصریح۔[١:٤٨٣]

لفظ 'غل' کا صحیح مفہوم۔[٢:٢١١]

'سیاحت' کا مفہوم: عبادت وریاضت کے لیے کسی سمت کو نکل کھڑے ہونا۔[٣:٦٤٦]

## صفوان صحابیؓ

قافلے کے پیچھے پیچھے آنے کی خدمت پر مامور۔[٥:٣٨٢ ح]

پیچھے رہ جانے پر ام المومنینؓ کو قافلے سے ملایا۔[٥:٣٨٢ ح]

## صفیہؓ، ام المومنین

آپ ﷺ سے نکاح کی نوعیت۔[٦:٢٥٠]

غزوۂ خیبر کے موقع پر آپ ﷺ کے حصہ میں آئیں جنہیں آزاد کر کے نکاح فرمایا۔[٦:٢٥٤]

## صیفی بن عامر

'ساف' اور 'حاصب' کا ذکر ایک شعر میں۔[٩:٥٦٠]

## ضحاکؒ

رہن، سفر کے ساتھ مخصوص۔[١:٦٤٣]

'حبل اللّٰہ' سے مراد۔[٢:١٣٥]

در باب نکاح آنحضرت ﷺ کے لیے پابندیاں۔[٦:٢٥٨]

معاہدۂ حدیبیہ کے بارے ایک روایت کے الفاظ۔[٨:٣٣٦]

لفظ 'نُصُب' کی تحقیق۔[٨:٥٨٠]

## طالوت

طالوت اور ساؤل۔[١:٥٧٠]

طالوت کا انتخاب اور اس پر بنی اسرائیل کا اعتراض۔[١:٥٧٠، ٥٧١]

طالوت کی فوج کی اطاعت کا امتحان۔[١:٥٧٧]

## طرفہ بن عبد

ایک شعر کا حوالہ۔[١:١٩٣]

اپنے شعروں میں لقمان اور ان کے قبیلوں کا ذکر کیا ہے۔[٦:١٢٥]

'اٰلَآء' کے وسیع معنی۔[٨:١٢١]

اسلوب کی وضاحت کیلئے شعر کا حوالہ۔[٩:٩٢]

## عامر بن طفیل

غزوۂ احزاب میں ہوازن کی قیادت کی۔[٦:١٩٣

## عائشہ صدیقہؓ، ام المومنین

حکم سعی کی نوعیت۔[١:٣٨٧]

ال عمران ۷ وَمَا يَعْلَمُ الآیہ پر وقف ہے۔[۳۲:۲]

ایک حدیث کی راوی۔[۴۰۷:۲]

الاحزاب ۲۸ کے حوالہ سے آزادی کا اختیار نامہ سب سے پہلے ان کے سامنے رکھا جوانہوں نے بلا تامّل رد کر دیا۔[۲۱۸:۶]

منافقین کی ایذا رسانی۔[۲۴۳:۶]

دعوتِ دین کی ذمہ داری میں شرکت۔[۲۴۹:۶]

سیدہ عائشہؓ اور سیدہ حفصہؓ میں گہری محبت تھی۔[۴۶۷:۸]

آپ نے نبی ﷺ کے عمل کو جھڑی سے تشبیہ دی ہے۔[۵۷۲:۸]

'کوثر' جنت میں ایک نہر ہے۔[۵۹۲:۹]

فتنۂ افک۔[۳۸۱:۵، ۳۸۳]

تاریخ وسیرت کی کتابوں سے واقعہ کی نوعیت۔[۳۸۲:۵ح]

فتنۂ افک پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے تنبیہ۔[۳۸۵:۵، ۳۸۷]

محصنٰت کا تذکرہ، لطیف اشارہ آپؓ کی طرف۔[۳۸۹:۵]

جھوٹے مدعیانِ اسلام نے ان کے بارے میں فتنہ برپا کیا۔[۲۵۶:۸]

التحریم ۳ کے حوالے سے ذکر۔[۴۶۱:۸]

## عبادہ بن صامتؓ

ایک حدیث کا حوالہ۔[۳۶۵:۵، ۳۶۶]

آپ کی روایت کا صحیح محل۔[۳۷۴:۵]

## عباسؓ بن عبدالمطلب

آنحضرت ﷺ کے چچا،

میمونہؓ سے آپ ﷺ کے نکاح کے مؤید۔[۲۵۰:۶]

## عبدالرحمٰنؓ بن ابوبکر صدیقؓ

الاحقاف ۱۷ میں 'اَلَّذِیْ' سے بعض لوگوں نے انہیں مراد لیا ہے۔[۳۶۶:۷]

## عبداللہ بن ام مکتومؓ

عَبَس کا فاعل آپؓ ہیں۔[۱۹۶:۹]

آپؓ کے واقعہ کی نوعیت۔[۱۹۶:۹]

## عبداللہ بن سلامؓ

الاحقاف ۱۰ میں 'شاہد' کے مصداق، عام رائے۔[۳۵۱:۷]

## عبداللہ بن مسعودؓ

قراءتوں کے حوالہ سے ایک حدیث۔[۴۸۰:۸]

## عبداللہ غلام احمد

واپڈا میں ملازم، تفسیر تدبر قرآن کے مسودات کی نقل و تبعیض میں بڑے معاون، ذہین آدمی۔[۱۳:۹]

## عبدالماجد دریابادی

مفسر قرآن،

یعقوب علیہ السلام اور اسحٰق علیہ السلام کی وصیت۔[۳۴۵:۱ح]

عقیدۂ تثلیث کے بارے میں مسیحیوں کا بیان۔[۴۳۶:۲ح]

## عبدالمطّلب

قریش کا سردار،

ابرہہ کے مقابلے کے حوالے سے مفسرین کی ایک عام غلط فہمی۔[۵۶۱:۹]

آپ کا اپنے رب سے استغاثہ۔[۵۶۳:۹، ۵۷۵]

## عبیداللہ

ام حبیبہؓ کے سابق شوہر جنھوں نے بعد میں عیسائی مذہب اختیار کیا۔[۲۴۹:۶]

## عبید بن الابرص

شاعر،

ایک شعر کا حوالہ عصر کے معنی کے حوالہ سے۔[۵۳۲:۹]

## عثمان غنیؓ

خلیفۂ راشد، جامعِ قرآن۔[۴۹۷:۷]

صحابہ کرام کی دولت مندی کی نوعیت۔[۵۶۷:۳]

ایک لطیف استنباط۔[۳۶۳:۷]

حدیبیہ کے موقع پر آپ کی شہادت کی افواہ اور ردِ عمل۔[۴۳۲:۷]

الحجرات ٦ کے تحت شانِ نزول سے آپ کو مطعون کرنے کی کوشش۔[۴۹۷:۷]

جمعہ کے دن ایک اذان کا اضافہ آپ نے کیا جس کو امت کے اخیار نے قبول کیا۔[۳۸۵:۸]

آپ نے اختلافِ قراءت کی الجھنوں سے امت کو محفوظ کرنے کی کوشش کی۔[۴۸۱:۸]

موجودہ ترتیب کے مطابق مصحف کی نقول ممالک اسلامیہ میں بھجوائیں۔[۲۵:۱]

## عدی بن حاتمؓ

صحابیِ رسول،

فجر کے پہچاننے کے لیے دو سیاہ و سفید دھاگے باندھنے والے۔[۴۵۹:۱]

آپ سے مروی ایک حدیث۔[۴۶۱:۲]

## عروہ

معاہدہ حدیبیہ کی روایت کے الفاظ۔[۳۳۶:۸]

## عزیزِ مصر

یوسف ۲۹ میں یوسف علیہ السلام کو بھی خطاب کیا ہے اور اپنی بیوی کو بھی۔[۵۱۳:۳]

'عزیز' کا مفہوم۔[۲۰۸:۴]

## عطاؒ

مفسرِ قرآن،

مقامِ ابراہیم سے مراد۔[۳۲۹:۱]

'کوثر' جنت میں ایک حوض ہے۔[۵۹۲:۹]

## عکبری

'دھش' کے معنی۔[۳۴:۵]

## عکرمہؒ

مفسر،

در بابِ نکاح آنحضرت ﷺ کے لیے پابندیاں۔[۲۵۸:٦]

'کشف ساق' کا مفہوم۔[۵۲۹:۸]

'کوثر' سے مراد خیر کثیر ہے۔[۵۹۲:۹]

## علیؓ

وَمَا يَعْلَمُ الآیۃ آل عمران ۷ پر وقف ہے۔[۳۲:۲]

ایک لطیف استنباط۔[۳۶۳:۷]

الحجرات ٦ کے حوالے سے بنی مصطلق کی سرکوبی کے لیے آپ کو بھیجے کی ایک روایت۔[۴۹۷:۷]

## عمرؓ

بلند مرتبہ۔[۳۶:۱]

درویش بادشاہ۔[۵۸۱:۱]

مطالعۂ قرآن کے حلقوں سے دلچسپی۔[۳۹:۱]

ابن عباسؓ کی حوصلہ افزائی۔[۳۹:۱]

بدر کے قیدیوں کے بارے مشورہ۔[۱:۳۱۴]

یہود ونصاریٰ کو سرزمین عرب سے نکال دینے کی نبوی وصیت کی تعمیل آپ نے اپنے زمانے میں کی۔[۱:۴۷۹]

جو شخص نماز میں رخنے پیدا کرتا ہے وہ باقی دین کو بدرجۂ اولیٰ ضائع کر دیتا ہے، قول۔[۱:۵۴۹]

اپنے دورِ خلافت میں یہود کو عرب سے نکالنے کا حکم آیۂ محاربہ کے تحت۔[۲:۵۰۷]

یتیموں اور مسکینوں کا حق اور اس کی نوعیت، آپ کے اقوال۔[۳:۴۸۲]

سیدنا ابوبکر صدیق ؓ کی ایک روایت آپؓ کے خلیفہ بنانے سے متعلق۔[۵:۱۰۹]

اسلامی نظام میں خلیفہ اور حکمران اسلامی کنبہ کا قیم ہوتا ہے۔ مثال ابوبکر صدیقؓ اور آپؓ۔[۵:۱۱۰]

''میری مملکت کے بعید ترین گوشوں میں بھی اگر کوئی بھوکا سوتا ہے تو اس کی مسئولیت مجھ پر ہے'' آپ کا قول۔[۵:۱۱۱]

آپ سے منسوب ایک روایت۔[۵:۳۶۷]

'مکاتبت' واجب کے مفہوم میں ہے۔[۵:۴۰۱]

مومن کی شجاعت سے دنیا میں رحمت و برکت ظہور میں آئی۔[۶:۵۴]

داؤد علیہ السلام اور آپ کی مماثلت۔[۶:۵۲۵]

آنحضرت ﷺ کی وفات پر غلبۂ حال اور ابوبکر صدیق ؓ کا تنبہ۔[۶:۵۳۱، ۵۳۳]

زمانۂ قحط میں شب کی نمازوں میں روتے روتے اپنی ڈاڑھی تر کر لیتے اور دعا فرماتے کہ اے رب! امت محمد ﷺ میرے ہاتھوں تباہ نہ ہو۔[۶:۵۳۴]

شوریٰ کے انعقاد کا اعلان، الصلوٰۃ جامعۃ، کے الفاظ سے کراتے۔[۷:۱۸۰]

صلح حدیبیہ پر شدید ردعمل۔[۷:۴۳۳]

ایک مربی و معلم ہونے کی حیثیت سے مسلمانوں کو تنبیہ ان کا حق۔[۷:۴۷۳]

تجسس کے حوالہ سے ایک غلط روایت۔[۷:۵۱۳، ۵۱۴]

ارشادِ نبوی ﷺ: عمرؓ جس راستے سے گزرتے ہیں شیطان وہ راستہ ہی چھوڑ کر ہٹ جاتا ہے۔[۷:۵۱۴]

آپ نے اسلام کی خاطر اپنے ماموں عاص بن ہشام کو قتل کیا۔[۸:۲۷۵]

آپ کے دورِ خلافت میں بنی نضیر کا خیبر سے اخراج۔[۸:۲۸۳]

آپ جیسے عظیم شخص کو جس چیز نے سب سے پہلے اسلام کی طرف مائل کیا وہ کچھ مظلوم مردوں اور عورتوں کی حبشہ کی طرف ہجرت ہے۔[۸:۳۳۲]

ایک حکیمانہ اجتہاد۔[۸:۴۴۱]

حکمتِ دین کا ایک نکتہ: آپ نے نمازِ استقاء میں صرف استغفار پر کفایت فرمائی اور فرمایا کہ خدا کی رحمت کی کلید استغفار ہے۔[۸:۵۹۷]

آپ جیسے عظیم انسان کے دل کو بھی تلاوتِ قرآن نے فتح کیا۔[۹:۲۶]

آپ کو 'ابٌّ' کے لفظ کے معنی معلوم نہ ہونے کی روایت صحیح نہیں ہے۔[۹:۲۱۰]

سورہ النصر سے آنحضور ﷺ کی وفات کی خبر، ابن عباسؓ کے اِس نکتے کی تحسین وتصویب۔[۹:۶۱۷]

## عمران بن ماتان

مریم علیہا السلام کے والد ماجد کا نام۔[۲:۷۵]

## عمرؒ بن عبدالعزیز

درویش بادشاہ۔[۱:۵۸۱]

## عمرو بن کلثوم

بلند پایہ شاعر۔[۱:۱۵]

ایک فخریہ شعر کا حوالہ۔[۱:۲۱۹]

## عمرو بن لحی

عربوں میں شرک و بت پرستی کا بانی۔[۳:۱۸۸]

## عیینہ بن حصن

غزوۂ احزاب میں غطفان کی قیادت کی۔[۶:۱۹۳]

## غالب، مرزا

اگر پہاڑوں اور پرندوں کی تسبیح ہم نہیں سمجھتے تو یہ خیال نہ کیجئے کہ اس کو کوئی دوسرا بھی نہیں سنتا سمجھتا، اِسی حقیقت کی طرف اشارہ غالب کے ایک شعر کے حوالہ سے۔[۵:۱۷۴]

## غامدیہ

قبیلہٗ غامد کی ایک عورت،

اِس کا واقعۂ رجم۔[۵:۳۷۲]

ماعز کی طرز کا معاملہ۔[۵:۳۷۲]

روایات میں بہت سے امور متناقض۔[۵:۳۷۲]

## غلام صمدانی

تفسیر تدبر قرآن کے مسودات کے نقل و تبعیض میں معاون۔[۹:۱۳]

## فاطمہؓ بنت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

حدیث کا حوالہ: 'فاطمہ بنت محمد بھی چوری کرتی تو اس کا ہاتھ بھی کاٹ دیتا'[۲:۴۰۷]

## فرّاء

وَمَا يَعْلَمُ الآیہ آل عمران ۷ پر وقف ہے۔[۲:۳۲]

'ذات الحبك' کی تحقیق۔[۷:۵۸۱]

فَمَا يُكَذِّبُكَ الآيه کی تاویل۔[۹:۴۴۵]

## فرائڈ

مفکر،

فرج پر سارے فکر و فلسفہ اور تمام مذہب و اخلاق کو ڈھال دیا۔[۳:۳۹۵]

## فراہیؒ، استاذ امام مولانا حمید الدین

فکرِ فراہی کے امام،

صاحبِ تدبر قرآن کے استاذ،

نظمِ قرآن کے حوالے سے سب سے پہلی کامیاب کوشش کرنے والے۔[۱:۱۹، ۲۰]

'کتاب الاسالیب' کے مصنف۔[۱:۲۳]

ایک صدی کا قرآنی فکر۔[۱:۷]

اِس کام میں زیادہ دخل مجھے نہیں بلکہ میرے استاذ مولانا فراہیؒ کو ہے۔[۱:۱۵]

'تفسیر تدبر قرآن' آپ ہی کا افادہ۔[۱:۴۱]

عبرانی زبان کے عالم۔[۱:۱۷۶]

دینی اصطلاحات کے بارے میں تذکرہ۔[۱:۲۹]

شانِ نزول کا مطلب۔[۱:۳۱، ۸:۳۲۶]

اُستاذ سے اختلاف کا اظہار۔[۱:۴۲، ۲:۱۳۷، ۴۸۹، ۵:۴۰۷، ۸:۲۰۵، ۹:۵۹۰]

آیت بسم اللہ کے بارے رائے۔[۱:۴۹]

حروفِ مقطعات کے متعلق نقطۂ نظر۔[۱:۸۳، ۲:۱۶]

لفظ صلوٰۃ کی حقیقت۔[۱:۹۳]

ایک اسلوب۔[۱:۱۳۰ح]

البقرۃ ۲۵ مِنْ قَبْلُ کی تاویل۔[۱:۱۴۱]
البقرۃ ۱۵۳ میں اِنَّھا کی ضمیر کا مرجع صلوٰۃ ہے۔[۱:۱۹۰]
اَوَّلُ کَافِرٍ اور اَوَّلَ الْکَافِرِیْن میں فرق۔[۱:۱۸۰]
ایک اسلوب۔[۱:۱۸۴]
البقرۃ ۴۳ کی تاویل۔[۱:۱۸۶]
'صبر' کی تحقیق۔[۱:۱۸۸، ۹:۵۳۷]
ایک آیت کی تفسیر۔[۱:۲۰۱ح](اِسْتَعِيْنُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ)
'آل' کی تحقیق۔[۱:۲۱۰ح]
تفسیر سورہ فاتحہ کا حوالہ۔[۱:۲۲۱ح]
لفظ یہود کی تحقیق۔[۱:۲۲۶]
لفظ نصاریٰ کی تحقیق۔[۱:۲۲۹]
صابئین کی تحقیق۔[۱:۲۳۰]
'قسامۃ' کی تحقیق۔[۱:۲۴۷]
نسخ کے بارے فکر سے استفادہ۔[۱:۳۰۸، ۳۰،۳۱۳]
'رسالہ ذبیح' کا حوالہ۔[۱:۳۲۷، ۳۲۹]
'للناس' سے مراد۔[۱:۳۲۷]
یہود کی تحریفات کا رد۔[۱:۳۳۰]
حکمت کی تحقیق۔[۱:۳۴۱]
'حنیف' کا مفہوم۔[۱:۳۴۸]
عربی زبان کا ایک خاص اسلوب۔[۱:۳۶۸]
مقدمہ تفسیر کا حوالہ۔[۱:۳۲۷ح، ۳:۱۳۳]
مقام قربانی۔[۱:۳۸۳، ۳۸۵]
یہود کی تحریفات پر بحث۔[۱:۳۸۸]
لفظ بِر کی تحقیق۔[۱:۴۲۲ح]
لفظ صوم کی تحقیق۔[۱:۴۴۴]
'کوثر' سے مراد۔[۱:۴۸۲، ۹:۵۹۲]
'کتاب الاسالیب' کا حوالہ۔[۱:۵۲۹، ۲:۱۲۱]
'اَلَمْ تَرَ' کے خطاب کی نوعیت۔[۱:۵۶۳]
البقرۃ۔۲۸۰ کی تصریح۔[۱:۶۳۹]
افادات۔[۲:۳۳ح]
ایمان بالقسط کی اہمیت۔[۲:۵۵]
سورۃ کا فرون میں ہجرت کے اثرات و نتائج پر تفصیلی بحث۔[۲:۱۰۵]
لفظ حکم کی تحقیق۔[۲:۱۲۹]
لفظ مکّہ کی تحقیق۔[۲:۱۴۵ح]
استفہام کے مختلف مفہوم۔[۲:۵۹۱]
انبیاء کے کردار کا ایک خاص پہلو، سورہ عبس کی تفسیر میں وضاحت۔[۳:۶۰]
حکم اور حکمت کی وضاحت۔[۳:۱۰۲]
'آلاء' کی تحقیق۔[۳:۲۹۸، ۸:۸۲، ۱۲۰]
عاد و ثمود کے عذاب کی نوعیت۔[۳:۳۰۴، ۳۰۴:۴، ۱۵۰، ۷:۶۱۸]
قوم لوط کے عذاب کی نوعیت۔[۳:۳۰۹، ۳۰۹:۴، ۱۵۹، ۳۷۰]
قوم نوح کے عذاب کی نوعیت۔[۴:۱۴۲، ۷:۶۲۰]
سورہ ذاریات کی تفسیر میں عذاب کی نوعیت۔[۷:۶۱۳، ۸:۱۰۷]
سورہ عبس میں عتاب کی ایک حقیقت افروز تمثیل۔[۹:۲۰۱]
الاعراف ۱۸۵ میں بعدہٗ کی ضمیر کا مرجع۔[۳:۳۰۴]
التوبہ ۹۹ کی تاویل۔[۳:۶۳۰]
سجیل کی تحقیق۔[۴:۳۷۱]
برکاتِ ہجرت میں سے اولین اور سب سے بڑی برکت اسمٰعیل علیہ السلام ہیں۔[۴:۶۶۱]

یہودی تحریفات کا پردہ چاک کیا۔[۶۶۶:۴]

سورہ مریم کو رحمانی سورہ کہتے تھے۔[۶۸۸:۴]

'عود علی البدء' کا اسلوب۔[۱۸۷:۵]

فریق دو سے زیادہ ہوں تو ان کے لیے مثنیٰ اور جمع دونوں صیغے استعمال ہو سکتے ہیں۔[۲۳۱:۵]

الحج ۲۵ کی تاویل۔[۲۳۸:۵]

'اَرۡسِلۡ مَعَنَا بَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ' سے متعلق آپ کا نقطۂ نظر۔[۵۰۸:۵]

بنی اسرائیل کے مقامِ عبور سے متعلق مختلف رائے۔[۵۱۹:۵]

عربیت کا ایک اسلوب۔[۶۹۳:۵]

انجیلوں میں آسمانی بادشاہت کی بشارت آنحضرت ﷺ کی رسالت اور اس کی خصوصیات پر منطبق۔[۲۴۴:۶]

'وٗ' قسمیہ عربی میں شہادت کے لیے آتی ہے۔[۴۰۰:۶]

قسمیں تعظیم کے لیے نہیں بلکہ مقسم علیہ پر شہادت کے لیے۔[۴۵۲:۶]

قربانی کے حوالہ سے یہود کی تحریفات کا جواب۔[۴۸۴:۶]

الشوریٰ ۲۳ کے حوالہ سے آپ کا نقطۂ نظر۔[۱۶۵:۷]

الشوریٰ ۵۲ میں ایمان سے حکمت مراد ہے۔[۱۹۵:۷]

انجیلوں کا اصل مقصد آنحضرت ﷺ کی تعریف اور تعارف۔[۳۵۲:۷]

معروف اسلوب وہ ہے جو قرآن نے اختیار کیا ہے نہ کہ وہ جو سیبویہ نے قرار دیا ہے۔[۴۵۲:۷]

الصّٰفّٰت ۱۶۱ میں ضمیر مجرور سے متعلق رائے۔[۵۰۱:۶]

'توعدون' کا مفہوم۔[۵۸۰:۷]

'ذاتِ الحبک' کی تحقیق۔[۵۸۱:۷]

آپ کا ایک نکتہ۔[۶۰۲:۷]

الذّٰریٰت کی تفسیر میں واقعات کی ترتیب پر ایک نظر۔[۶۲۲:۷]

اَلۡمُھَیۡمِنُ کے معنی معتمد اور وکیل۔[۳۱۳:۸]

لفظ 'صغو' کی تحقیق۔[۴۶۴:۸]

'اِنۡ' شرطیہ کے بعد 'قد' کے اسلوب کی وضاحت۔[۴۶۶:۸]

'حَاصِبٌ' کی تحقیق سورہ ذاریات کی تفسیر کے حوالہ سے۔[۴۹۷:۸]

حرف 'نٓ' کے معنی۔[۵۱۲:۸]

القیٰمۃ ۱۶ کے حوالہ سے بعض افادات۔[۸۷:۹]

القیٰمۃ ۲۶ تا ۳۰ کے تحت چند نکات۔[۹۱:۹]

'ابٌّ' کا لفظ عربی کا معروف لفظ ہے اس لیے روایات کی یہ بات کہ ابوبکر صدیق ؓ اور عمرؓ کو اس کے معنی کا علم نہیں تھا، کسی طرح صحیح نہیں ہے۔[۲۱۰:۹]

'غُثَآءً' کے معنی۔[۳۱۵:۹]

ثمود کے خاص طور پر ذکر کرنے کے بعض وجوہ۔[۳۹۰:۹]

لفظ 'تین' کی تحقیق۔[۴۳۶:۹]

'زیتون' کی تحقیق۔[۴۳۷:۹]

جبل تین کی شہادت جزا پر۔[۴۳۹:۹]

کوہ زیتون کی شہادت جزا پر۔[۴۴۱:۹]

طور سینین کی شہادت جزا پر۔[۴۴۲:۹]

سورہ التین میں ناموں کی ترتیب سے متعلق سوال کا جواب۔[۴۴۴:۹]

فَمَا یُکَذِّبُکَ الآیہ کی تاویل۔[۴۴۵:۹]

التین ۷، ۸ میں دونوں استفہاموں کا مدعا۔[۴۴۶:۹]

لفظ عصر کی تحقیق۔[۵۳۲:۹]

زمانہ کی قسم کھانے کی وجہ۔[۵۳۳:۹]

ایمان کا مفہوم۔[۵۳۴:۹]

اعمالِ حسنہ کو صالحات سے تعبیر کرنے کی حکمت۔[۵۳۵:۹]

حق کا مفہوم۔[۵۳۷:۹]

حق وصبر کا باہمی تعلق۔[۵۳۸:۹]

الفیل ۲ کے حوالہ سے وضاحت۔[۵۵۹:۹]

الفیل سورہ کی مفصل تفسیر کا اختصار۔[۵۶۶:۹]

نہرِ کوثر درحقیقت کعبہ اوراس کے ماحول کی روحانی حقیقت ہے۔[۵۹۵:۹]

سورہ اللّھب کے عمود اور سابق ولاحق سے اس کے تعلق پر جامع اور حکیمانہ بحث۔[۶۲۷:۹]

## فرعون

### ذات وصفات

یہ فرعون عاد وثمود وغیرہ کے بعد کا ہے۔[۴۱:۷]

لوگوں کا ربِّ اعلیٰ۔[۳۴۸:۳]

فرعون نے بنی اسرائیل کو غلام بنا دیا اور خود خدا بن بیٹھا تھا۔[۶۵۶:۵]

اس کی حیثیت اوتار بادشاہ کی تھی۔[۳۵۰:۳]

اپنی قوم والوں کے نزدیک سورج دیوتا کا مظہر۔[۳۷:۷]

اس کے دعوائے الوہیت کی نوعیت۔[۳۵۰:۳]

نہایت متکبر اور جبّار۔[۸۰:۴]

تاریخ کے نہایت متکبرین میں سے ایک۔[۴۱:۶]

ایک کایاں سیاسی۔[۳۴۸:۳]

ہامان اس کا وزیر۔[۶۵۷:۵]

فوجوں کی کثرت کے خصوصی اِمتیاز کی بنا پر ’ذوالاوتاد‘ کہا گیا۔[۵۱۶:۶، ۳۵۵:۹]

اس کی لاش نشانِ عبرت۔[۸۴:۴]

اس کی ممی کی ہوئی لاش قاہرہ کے عجائب خانہ میں۔[۸۴:۴]

اس کا سارا زور وزر کسی کام نہ آسکا۔[۳۹:۶]

قٓ ۲۹ کے حوالہ سے تذکرہ۔[۵۵۷:۷]

### بیوی، ملکہ

اس کی بیوی نہایت خدا ترس اور رحم دل بی بی تھیں۔[۴۵:۵، ۶۵۹، ۶۶۰]

موسیٰ علیہ السلام کو دریا سے نکلوانے والی بیوی تھی نہ کہ لڑکی۔[۲۱۰:۱]

اس کی بیوی نے موسیٰ علیہ السلام کو لے پالک بنالیا۔[۴۶:۵]

فرعون اور اس کے عمل اور ظالموں کی قوم سے نجات کے لیے ملکہ کی دعا۔[۴۷۴:۸]

دشمن کی بیوی کی اللہ تعالیٰ نے نہایت شاندار الفاظ میں تعریف فرمائی۔[۴۷۷:۸]

فرعون کی بیوی ہو کر بھی ایک عورت آخرت کے بلند سے بلند درجات کی حقدار ہو سکتی ہے۔[۴۵۲:۸]

### موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کی سرگزشت

موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کی سرگزشت۔[۱۶۴:۴، ۴۹۶:۵، ۵۰۰، ۵۰۶-۵۱۷، ۶۱۴:۷، ۱۸۱:۹]

سرگزشت کی تفصیل کی حکمت۔[۳۴۹:۳]

سرگزشت سنانے کا اصل مقصد۔[۶۵۵:۵]

### موسیٰ علیہ السلام کی پرورش فرعون کے محل میں

بنی اسرائیل کے لڑکوں کے قتل کی سکیم۔[۳۴۹:۳، ۴۲:۵، ۶۵۶، ۶۵۸]

بنی اسرائیل پر سختی۔[۳۵۲:۳]

دریائے نیل اسرائیلوں کی بستی کے پاس سے گزرتا ہوا فرعون کے محل کی طرف جاتا تھا۔[۶۵۹:۵، ۶۶۱]

موسیٰ علیہ السلام کو بچپن میں فرعون کے ڈر سے ماں نے دریا کے

حوالے کیا۔[۵:۱۰]

اللہ تعالیٰ نے فرعون سے موسیٰ علیہ السلام کی پرورش کرائی۔[۵:۴۳-۴۴،۹:۴۱۶]

موسیٰ علیہ السلام کی بہن کی کوشش سے خدائی تدبیر کے تحت بچہ واپس ماں کے پاس پہنچ گیا۔[۵:۴۶]

### انذار و دعوت

موسیٰ علیہ السلام اور اس کی قوم کی طرف سے رسول بنا کر بھیجے گئے۔ [۲:۹۵،۳:۳۷۴]

موسیٰ علیہ السلام اور اس کی قوم کی طرف بھی رسول بنا کر بھیجے گئے۔ اور بنی اسرائیل کی طرف بھی۔[۴:۶۶۲]

فرعونیوں کے قومی مزاج کی خصوصیت۔[۵:۳۲۱]

فرعون کی قوم کی سادہ لوحی۔[۷:۲۳۸]

فرعون کی طرف انذار و دعوت کے لیے موسیٰ علیہ السلام کو جانے کا حکم۔[۵:۱۰،۷:۳۷،۸:۱۶]

موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کو فرعون کے پاس جانے اور انذار کا حکم۔[۵:۵۲]

نبوت پا کر موسیٰ علیہ السلام کے اندیشے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اطمینان دہانی۔[۵:۵۰۷]

فرعون کی طرف ایک کے بجائے دو رسول۔[۵:۵۰۷]

فرعون کی نافرمانی اور سرکشی کی وجہ سے موسیٰ علیہ السلام کو بھیجا گیا۔[۵:۶۷۴]

نو نشانیوں سے مسلّح موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کے پاس بھیجا گیا۔[۵:۵۷۳،۵۷۷،۵۸۳]

موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل جیسی نکمّی قوم کے ساتھ فرعون جیسے جبّار کے مقابلہ کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے۔[۵:۵۸۲]

فرعون کا ہامان کو ایک اونچی عمارت بنانے کا حکم۔[۷:۴۴]

موسیٰ علیہ السلام کی تعلیم و دعوت کے خلاف اعتراض کہ ہماری اعلیٰ تہذیب مٹانے کے درپے ہے۔[۵:۶۹۲]

موسیٰ علیہ السلام فرعون کے پاس احکام و آیات اور معجزۂ عصا لے کر آئے۔[۷:۳۶]

موسیٰ علیہ السلام کی دعوت۔[۷:۲۳۵]

موسیٰ علیہ السلام نے نہایت ناصحانہ انداز میں فرعون کو راہِ حق پر لانے کی کوشش کی لیکن وہ اپنی اکڑ کی وجہ سے نامراد ہوا۔[۹:۱۷۰]

فرعون کو حصولِ تزکیہ کی دعوت۔[۹:۱۸۱]

موسیٰ علیہ السلام کی ذمہ داری صرف اسی قدر نہیں تھی کہ وہ بنی اسرائیل کو فرعون کے پنجہ سے آزاد کرا لیں۔[۳:۳۳۹]

عصا اور یدِ بیضا کے معجزات سے مسلّح موسیٰ علیہ السلام فرعون کے پاس پہنچے۔[۳:۳۴۰]

انبیاء علیہم السلام کی عام سنت کے مطابق موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کو خشیت اور تذکر کی دعوت دی۔[۳:۳۴۱]

موسیٰ علیہ السلام نے فرعون اور اس کے اعیان پر اتمامِ حجت کیا۔[۴:۷۶]

### طغیان اور سرکشی

موسیٰ علیہ السلام کے مقابل میں فرعون کا دعوائے برتری۔[۷:۲۳۷]

موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کے سامنے جاتے ہی معجزات کا اظہار کر دیا۔[۵:۳۶]

موسیٰ علیہ السلام کی دعوت کا فرعونیوں پر الٹا اثر۔[۷:۳۷]

دنیا کی محبت میں خدا کی نشانیوں اور اس کی آیتوں کو جھٹلایا۔[۲:۳۵]

معجزات کے دیکھنے کے باوجود فرعون کی سرکشی۔[۴:۲۷۴،۵۴۴]

فرعون کا طغیان۔[۵:۳۶]

فرعون کا موسیٰ علیہ السلام کو حقارت آمیز جواب۔[۵:۵۰۸]

فرعون کو دعوت اور اس کا معارضہ۔[۵:۱۰،۵۵]

فرعون کا استہزاء اور موسیٰ علیہ السلام کا پر وقار جواب اور تذکیر۔[۵:۵۸،۶۷۶]

ہر قسم کی نشانیاں دیکھنے کے باوجود فرعون تکذیب پر اڑا رہا۔[۵:۶۰]

موسیٰ علیہ السلام کی دعوت اور فرعون کی بوکھلاہٹ اور جھنجھلاہٹ۔[۵:۵۱۱]

موسیٰ علیہ السلام نے معجزے فرعون کی طلب پر دکھائے۔[۵:۵۱۱]

معجزات کی قاہری اور فرعون کی ہوشیاری۔[۵:۵۱۲]

فرعون کی طرف سے سازش کا ہوا۔[۵:۵۱۴]

فرعون اور اس کے اعیان موسیٰ علیہ السلام کے کسی معجزے سے قائل نہ ہوئے۔[۷:۲۰۱]

فرعون کے تعاقب کی سرکشی اور تعدی سے تعبیر۔[۴:۸۴]

موسیٰ علیہ السلام کی فرعون اور اس کے درباریوں کو مخفی تہدید۔[۷:۲۸۱]

## کشمکشِ حق و باطل

بنی اسرائیل کے اندیشہ سے فرعون کی تیاریاں۔[۵:۶۱،۶۵۸]

فرعون کا تعجب۔[۳:۳۴۳]

فرعون کی بنی اسرائیل کے لوگوں کو قتل کرنے کی اسکیم۔[۳:۳۴۹]

فرعون اور اس کے درباریوں کا سیاسی سٹنٹ۔[۳:۳۴۴]

فرعون کے درباریوں کی بوکھلاہٹ۔[۳:۳۴۹]

فرعون اور اس کے اعیان کی بدحواسی۔[۷:۳۷]

فرعونیوں کی طرف سے موسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں پر نحوست کا الزام۔[۶:۴۱۴]

فرعون کا موسیٰ علیہ السلام پر ایک سیاسی الزام۔[۴:۷۷، ۵:۶۶، ۷:۴۴]

فرعون کی ایک سیاسی چال۔[۵:۶۰]

فرعون کے چیلنج کا جواب۔[۵:۶۱]

موسیٰ علیہ السلام کے قتل کے فیصلے پر مردِ مومن کی بھرے دربار میں تقریر۔[۶:۴۱۱، ۴۱۳، ۴۱۶، ۷:۳۸، ۴۶]

فرعون اور اس کے دو بڑے لیڈروں کا ذکر۔[۷:۳۶]

خاندانِ شاہی کے مردِ مومن کے فقرے کے مضمرات۔[۷:۳۹]

فرعون پر ایک بلیغ تعریض۔[۷:۴۰]

فرعون کی قوم کی ضلالت کی تاریخ۔[۷:۴۲]

فرعون کی ایک بے جا مداخلت۔[۷:۴۱]

فرعون اور اس کے اعیان کی سازشوں کی ناکامی۔[۷:۴۷]

اعیانِ فرعون کی خفیہ میٹنگ۔[۵:۶۲]

فرعون کے جمع کردہ ساحروں اور موسیٰ علیہ السلام میں مقابلہ۔[۵:۱۰]

فرعون کی طرف سے ساحروں کی حوصلہ افزائی۔[۵:۵۱۳]

فرعون خود اپنی تدبیر کے جال میں۔[۵:۵۱۶]

''سلطانِ مبین'' سے مراد معجزہ عصا ہے جس سے موسیٰ علیہ السلام کو فرعون، اس کے درباریوں اور ساحروں پر کھلا ہوا غلبہ حاصل ہوا۔[۴:۱۶۵]

فرعون کے ساحروں کی بےبسی۔[۳:۳۴۷]

میدانِ مقابلہ میں فرعون کی رسوائی۔[۳:۳۴۷]

فرعون اور اس کے درباریوں نے اپنی قوم اور اپنے تمام ماہر جادوگروں کے سامنے نہایت رسوا کن شکست کھائی۔[۵:۳۲۱]

فرعون کی خدائی پر آخری ضرب۔[۵:۵۱۱]

فرعونیوں پر موسیٰ علیہ السلام کا رعب۔[۵:۶۷۵]

فرعون کے ساحروں نے موسیٰ علیہ السلام کی صداقت کا اعتراف سجدہ سے کیا، یہ عرب کی روایت کے تحت کیا۔[۹:۲۷۸]

فرعون کی طرف سے موسیٰ علیہ السلام اور ساحروں پر سازش اور بغاوت کا الزام۔[١٠:٥]

فرعون کی دھمکی کے جواب میں ساحروں کا جواب۔[٣٤٦:٣]

## عذاب اور اس کی نوعیت

فرعون اور اس کی قوم کا موسیٰ علیہ السلام سے عذاب کا مطالبہ۔[٨٣:٤]

فرعون اور اس کی قوم کیخلاف موسیٰ علیہ السلام کی دعا۔[٨٢:٤]

عذاب کا ذکر۔[٢١٠:١]

فرعون، قارون اور ہامان کا انجام۔[٤١:٦]

فرعون پر عذاب۔[٣٥١:٣]

آفات پر فرعونیوں کا ردِ عمل۔[٣٥٣:٣]

قومِ فرعون کی تباہی۔[٣٥٧:٣]

فرعون کا انجام۔[٦٧٧:٥]

فرعون اور اس کی قوم پر عذاب۔[٤٠٧:٦]

فرعون اور اس کی قوم پر دونوں قسم کے عذاب آئے۔[٤١٩:٦]

رق ہونے کا ماجرا۔[٢١١:١، ٣٩٨، ٣: ٣٤٢:٣، ٥: ١٠، ٧١، ٦: ٤١]

تکذیب رسول کے نتیجے میں فرعون کی غرقابی۔[٢٣٢:٧]

اپنی تمام عسکری طاقت اور اپنے جملہ اعیان و امراء کے ساتھ غرقابی۔[٢٣٨:٧]

فرعون کی ایک عذابِ ذلت سے تعبیر۔[٢٨٤:٧]

فرعون اور اس کی قوم غرقِ دریا اور ان کی غلام قوم خلق کی رہنمائی کے لیے منتخب۔[٢٨٥:٧]

ہواؤں کی گردش سے فرعون اور اس کی قوم ہلاک اور اس سے بنی اسرائیل سے نجات۔[٣٠٥:٧]

فرعون کے مقابل میں موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کی مدد۔[٣٩٩:٧]

فرعون اور اس کی فوجوں کی تباہی کی نوعیت۔[٦١٥:٧]

فرعون اور اس کی فوجوں کی تباہی پرسکون ہوا سے اور موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کی نجات تند پوربی ہوا سے ہوئی۔[١٧٦:٩]

ھود ١٠٠ میں 'قَآئِمٌ' کی مثال مصر جس کے اندر سے فرعون اور اس کی قوم کو نکال کر سمندر میں غرق کر دیا۔[١٧٠:٤]

فرعون اور اس کے اتباع کا انجام۔[٧: ٤٧، ٨: ١١٠، ٥٤٤]

فرعون اور اس کے اتباع کا حال برزخ میں۔[٤٧:٧]

فرعون اور اس کے آل و اتباع اللہ تعالیٰ کے عذاب میں گرفتار ہوئے۔[٥٠:٧]

فرعون اور آل فرعون کو صبح و شام دوزخ کی سیر کرائی جاتی ہے۔[٢٩٠:٩]

قیامت کے دن اپنے پیروکاروں کا لیڈر ہوگا اور دوزخ کے گھاٹ پر اتارے گا۔[١٦٥:٤]

فرعون اور اس کی تباہ کن قیادت پر اظہارِ افسوس۔[٤٢:٥]

فرعون کی سرکوبی کے بعد موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم پر تورات کی سرفرازی کا انعام۔[٣٢٢:٥]

## بعد از وقت ایمان

ڈوبتے ہوئے فرعون کا اقرارِ توحید۔[٣: ٤٠٨، ٤: ٨٤]

طوفان کی لپیٹ میں آنے کے بعد اقرارِ ایمان درخورِ اعتنا نہیں ٹھہرا۔[٣٢٩:٥، ٦: ٣٤٢]

## فرعون اور قریش

قریش اور قومِ فرعون کی مشابہت۔[٢٨٠:٧]

جس طرح فرعون کی طرف رسول بھیجا اسی طرح قریش کی طرف بھی رسول بھیجا۔[٥: ٦٤٣، ٦٨١، ٩: ٣٠]

فرعون رسول کی نافرمانی کی وجہ سے پکڑا گیا قریش بھی اسی طرح اللہ کی پکڑ میں آئیں گے۔[۹:۳۰]

قریش کو فرعون کے انجام کی یاد دہانی۔[۵:۴۶۷]

جو روش فرعون اور اس کی قوم نے اپنے رسولوں کے ساتھ اختیار کی وہی روش قریش نے اپنے رسول کے ساتھ اختیار کی ہے۔[۶:۴۱۹]

موسیٰ علیہ السلام کی تکذیب کی پاداش میں فرعون کی قوت وصولت میں سے کوئی چیز کام نہ آسکی، قریش کو تنبیہ۔[۷:۱۲]

آنحضرت ﷺ اور صحابہؓ کو تسلی کہ قریش کے فراعنہ کا حشر بھی فرعونِ مصر جیسا ہوگا۔[۷:۲۸]

قریش کی عبرت کے لیے فرعون اور قوم فرعون کے انجام کی مثال۔[۷:۲۶۴]

## فضالہ بن زید

دورِ جاہلیت کا شاعر،

آلاء کے وسیع معنی۔[۸:۱۲۱]

## فند الزمانی

کسرِ ید (ہاتھ توڑ دینا) کسی کا زور توڑ دینے کی تعبیر ہے، ایک شعر کا حوالہ۔[۹:۶۳۲]

## قابیل

اپنے بھائی کا قاتل۔[۲:۴۹۳]

حاسد۔[۲:۴۹۵]

سنگ دِل اور خونی۔[۲:۵۰۰]

ہابیل وقابیل کا قصہ تورات میں۔[۲:۴۹۶]

قربانی کی عدم قبولیت۔[۲:۴۹۷]

حسد کا دورہ۔[۲:۴۹۷]

بدبختانہ کردار کی پہلی مثال۔[۲:۴۹۷]

قابیل کی نامرادی۔[۲:۴۹۹]

دنیا میں جو بھی قتل ہوتا ہے اس کے وبال کا ایک حصہ قابیل کے کھاتے میں جمع ہو رہا ہے جس نے قتل ناحق کی طرح ڈالی۔[۳:۲۵۷]

قابیل نے حسد سے مغلوب ہو کر اپنے بھائی ہابیل کو قتل کر دیا لیکن قتل کے بعد لاش کو چھپانے کی کوشش کی یعنی بدی کے بدی ہونے کا شعور انسان کی فطرت کے اندر موجود ہے۔[۹:۸۰]

حاسد کا حسد بحرانی شکل میں قابیل کے حسد کی طرح ہابیل کا خون بہا کر ہی اترتا ہے۔[۹:۶۶۴]

یہود نے اس امت کے معاملہ میں وہی روش اختیار کی جو قابیل نے ہابیل کے مقابلہ میں اختیار کی۔[۲:۴۹۵]

## قارون

زرپرست۔[۵:۶۹۰]

یہودی سرمایہ دار۔[۵:۷۰۴]

تورات میں اس کا نام قورح۔[۵:۷۰۷]

موسیٰ علیہ السلام کا چچازاد۔[۵:۷۰۷]

مالیات کے فن کا ماہر۔[۵:۷۱۱]

تاریخ کے نمایاں متکبرین میں سے ایک۔[۶:۴۱]

مفسد لیڈر۔[۶:۴۱۶]

قارون کی دولت مندی۔[۵:۷۰۸]

قوم کے دانشمندوں کی قارون کو نصیحت۔[۵:۷۰۸]

قارون کا اپنے مال ومتاع کے حوالے سے جواب۔[۵:۷۱۰]

قارون کا موسیٰ علیہ السلام پر حسد۔[۵:۷۰۷]

قارون کا جلوس اور عوام پر اس کا اثر۔[۵:۷۱۰]

قارون پر موسیٰ علیہ السلام کی لعنت اور اس کا عبرتناک انجام۔[۵:۷۱۲،۶:۴۱]

جبّار اور سرکش، اس کا سارا زور و زر اللہ کے مقابل میں کام نہ آسکا۔[۶:۳۹]

اپنی ایک پارٹی بنائی اور لوگوں میں یہ فتنہ پھیلایا کہ اس شخص (موسیٰ علیہ السلام) کو ہم پر کوئی امتیاز حاصل نہیں۔[۶:۲۷۷]

نسلاً اسرائیلی، فرعونی حکومت کے زیرِ سایہ بے شمار دولت کا مالک، یہی دولت موسیٰ علیہ السلام کی مخالفت کا بڑا سبب۔[۷:۳۶]

اس کا خنّاس کہ دولت کا حصول میری قابلیت و ذہانت کے باعث ہے۔[۹:۴۰۵]

تجارت اور مالیات کا ماہر لیکن اللہ کے عذاب سے اسے کوئی تدبیر نہ بچا سکی۔[۶:۵۹۹]

قارون اور ابولہب میں مماثلت کے بعض پہلو۔[۵:۷۱۳]

قارون سے ملتی جلتی حیثیت ابولہب کی۔[۶:۴۱]

## قتادہؒ

البقرۃ ۲۷ کی تاویل۔[۱:۱۴۳]

صابئین کی تحقیق۔[۱:۲۳۰]

'حبل اللہ' سے مراد۔[۲:۱۵۳]

درباب نکاح آنحضرت ﷺ کے لیے پابندیاں۔[۶:۲۵۸]

الرحمٰن ۶ میں اَلنّجم کی تاویل۔[۸:۱۲۹]

زیتون پہاڑ کا نام۔[۹:۴۳۷]

'کوثر' سے مراد خیر کثیر ہے۔[۹:۵۹۴]

## قدار

ثمود کا لیڈر،

عربی ادب میں ضرب المثل،

قوم کی تباہی کا باعث۔[۳:۳۰۰،۹:۳۹۱]

## قس بن ساعدہ

بلند پایہ خطیب۔[۱:۱۵]

## قطامی

جاہلی شاعر،

'غُشَاءً' کے معنی کی وضاحت میں ایک شعر کا حوالہ۔[۹:۳۱۵]

## قلیوبی

قرآن مجید سے مختلف عربی زبان کا ادیب۔[۱:۱۵]

## قیل

عاد کا لیڈر،

عربی ادب میں ضرب المثل،

قوم کی تباہی کا باعث۔[۳:۳۰۰،۹:۳۹۱]

## کالب

یفنہ کا بیٹا۔[۲:۴۹۰،۴۹۲]

مثالی کردار۔[۲:۴۸۹]

اللہ کا نیک بندہ، عام فساد اخلاق و کردار کے باوجود اللہ کے عہد استوار۔[۲:۴۹۳]

موسیٰ علیہ السلام کی فرستادہ فلسطین کے حالات کی تفتیشی مہم کے رکن [۲:۴۸۸-۴۸۹]

تاریخی تقریر۔[۲:۴۹۰-۴۹۱]

المائدۃ ۲۳ میں رَجُلٰنِ میں سے ایک۔[۲:۴۸۹]

## کانٹ، عمانویل

مشہور فلسفی،

ایک قول کا حوالہ۔[۱:۷]

## کسائی

وَمَا يَعْلَمُ الآیۃ آل عمران ۷ پر وقف ہے۔[۳۲:۲]

## کعب بن اسد

بنوقریظہ کا سردار،

غزوۂ احزاب میں عہد شکنی کی۔[۲۱۱:۶]

## کعب بن مالکؓ

بے داغ ماضی کے باوجود تبوک کے موقع پر کمزوری صادر ہوگئی۔[۶۴۰:۳]

شاہِ غسان کے ہمدردی کے خط کو چاک کر کے جلا دیا۔[۶۵۹:۳]

## کنعان

نوح علیہ السلام کا بیٹا۔[۱۴۳:۴]

اللہ تعالیٰ کا جواب نوحؑ کو کہ یہ بیٹا تمہارے اہل میں نہیں۔[۱۴۵:۴]

## کیخسرو (خورس یا سائرس)

ذوالقرنین کا مصداق، وجوہ۔[۶۱۳:۴]

اس کے لیے ذوالقرنین کا لقب یہود کا اختیار کردہ ہے۔[۶۱۶:۴]

اصل نام کورش۔[۶۱۷:۴]

والد کا نام کمبوچیا۔[۶۱۷:۴]

عظیم سلطنت کا مالک۔[۶۱۷:۴]

مغربی مہم۔[۶۱۷:۴]

مشرقی مہم۔[۶۱۹:۴]

تیسری مہم اور سد کی تعمیر۔[۶۲۰:۴]

آہنی دیوار کے تعمیر کنندہ کے طور پر اس کے لیے دلائل۔[۶۲۱:۴]

## گاندھی، مہاتما

مجرم اصلاح و تربیت کا محتاج ہے نہ کہ سزا کا،

نظریے کا مؤید۔[۱:۴۳۶]

## گوتم بدھ

اِن کا محبوب طریقۂ عبادت: سیاحت۔[۶۴۶:۳]

## لبید

شعرائے سبعہ معلقہ کا آخری شاعر،

عرب شعرا کا مسجود،

وقت کا ملک الشعرا اور فصاحت و بلاغت کا مظہر کامل۔[۱:۱۴-۱۵]

اس کے قصیدے کے ایک شعر پر وقت کے مشہور شعرائے عرب نے سجدہ کیا، عرب کسی بات کی عظمت و صداقت کے اعتراف پر اسی طرح سجدہ کرتے تھے۔[۲۷۸:۹]

## لقمان

لقمان کی شخصیت۔[۱۲۵:۶]

عرب کے مشہور حکیم کے نصائح کا حوالہ۔[۱۱۵:۶]

لقمان کی حکمت کے حوالہ سے قرآن کی تائید۔[۱۱۶:۶]

قرآن کے مخالفین کے نزدیک بھی نہایت ہی بلند پایہ اور واجب الاحترام حکیم۔[۱۱۶:۶]

لقمان نے اپنے بیٹے کو انہی باتوں کی نصیحت کی جن کی دعوت یہ حکیمانہ کتاب دے رہی ہے۔[۱۱۶:۶]

حکیمانہ نصیحتوں کا حوالہ۔[۱۲۴:۶]

لقمان نے خاص اپنے بیٹے کو، ایک اہم موقع پر، خاص اہتمام کے ساتھ بطور ایک موعظت بتائیں۔[۱۲۸:۶]

لقمان نے بیٹے کو خدا کی شکر گزاری کا حق ادا کرنے کی تاکید کی۔[۱۲۹:۶]

شرک سے اجتناب اور توحید کی تعلیم۔[۱۳۱:۶]

لقمان کی نصیحتیں بڑوں کے لیے خاص اہمیت رکھتی ہیں۔[۱۳۳:۶]

داؤد علیہ السلام سے فی الجملہ مشابہت ہے۔[۶:۱۳۳]

لقمان کی نصیحت میں سرفہرست اللہ واحد کی شکر گزاری کی تلقین ہے۔[۶:۱۳۳، ۱۳۸]

## لیاہ/لیہ

یعقوب علیہ السلام کی زوجہ۔[۱:۲۲۸]

## لینن

جب ہر شخص لینن بننے کی صلاحیت اپنے اندر پیدا کرے گا تو وہ آخر اس کا خدمتگار بننے پر کیوں قانع ہوگا؟۔[۷:۲۲۷]

## ماجد خاور

مالک فاران فاؤنڈیشن،

ناشر تفسیر تدبر قرآن۔[ ۱:۷،۹]

مفسر کی طرف سے آپ کے کام کی تحسین اور مبارک باد۔[۷:۸،۸:۷]

## مارکس

مفکر،

بطن پر سارے فکر و فلسفہ اور تمام مذہب و اخلاق کو ڈھال دیا۔[۳:۳۹۵]

## ماریہؓ ام المومنین

ان کے بطن سے حضور ﷺ کے صاحبزادے ابراہیم علیہ السلام کی ولادت۔[۶:۲۵۸]

## ماعز بن مالک

رجم کا سب سے زیادہ مشہور واقعہ اس کے رجم کا ہے، اس کے جرم کی نوعیت۔[۵:۳۶۹]

مختلف روایات کے حوالے سے اس کا کردار۔[۵:۳۷۰]

روایات میں بہت سے امور باہم متناقض۔[۵:۳۷۲]

## مالک بن انسؒ

وَمَا يَعْلَمُ الآیہ ال عمران ۷ پر وقف ہے۔[۲:۳۲]

## ماؤ

جب ہر شخص لینن اور سٹالین بننے کی صلاحیت اپنے اندر پیدا کرلے گا تو آخر وہ ماؤ کا خدمت گار بننے پر کیوں قانع ہوگا؟[۷:۲۲۷]

## مبرّد

مصنف،

ق میں شیٔ کے صیغے کے بارے میں قول۔[۷:۵۵۰]

مشہور ادیب۔[۷:۵۵۰]

## متنبّی

قرآن مجید سے مختلف عربی زبان کے ادیب۔[۱:۱۵]

## مجاہدؒ

مفسرِ قرآن،

ایک حدیث کا حوالہ۔[۱:۱۱۳]

البقرۃ ۱۵۳ میں اِنَّهَا کی ضمیر کا مرجع صلوٰۃ ہے۔[۱:۱۹۰]

صابئین کی تحقیق۔[۱:۲۳۰]

'مقامِ ابراہیم علیہ السلام' سے مراد۔[۱:۳۲۹]

رہن، سفر کے ساتھ مخصوص۔[۱:۶۴۳]

'حبل اللہ' سے مراد۔[۲:۱۵۳]

المآئدۃ ۴۵ کی تاویل۔[۲:۵۳۰]

اصحاب الاعراف کے بارے قول۔[۳:۲۶۸]

الحج ۴۷ میں 'یَوْم' سے یوم قیامت آپ جیسے اکابر تفسیر کی طرف نسبت

بالکل ہی خلافِ حقیقت ہے۔[۵:۲۶۶]

دور بابِ نکاح آنحضرت ﷺ کے لیے پابندیاں۔[۶:۲۵۸]

فاطر ۳۲ میں ظَالِمٌ لِنَفْسِہٖ کا مفہوم۔[۶:۳۸۴]

الرحمٰن ۶ میں النّجم کی تاویل۔[۸:۱۲۹]

عدّت کے حوالہ سے روایت۔[۸:۴۴۱]

'وَمَا یسطرون' سے مراد قرآن ہے۔[۸:۵۱۲]

'نُصُب' کی تحقیق۔[۸:۵۸۰]

فَمَا یُکَذِّبُکَ الآیہ کی تاویل۔[۹:۴۴۵]

'کوثر' جنت میں ایک نہر ہے۔[۹:۵۹۲]

## مجدد الف ثانیؒ

'ردروافض' کے مصنف۔[۱:۲۷۹ح]

## محمد بن اسحٰق

لقمان کا نسب سیدنا ابراہیم علیہ السلام سے ملایا ہے۔[۶:۱۲۵]

## محمد بن حسن طوسی، شیخ الطائفہ

قرآن مجید کسی کمی بیشی یا تبدیلی سے بالکل محفوظ ہے۔[۹:۸۸]

## محمد بن علی بن بابویہ قمی

قرآن مجید کمی بیشی سے بالکل محفوظ ہے، جو ہم سے اس میں زیادتی کو منسوب کرتا ہے، جھوٹا ہے۔[۹:۸۸]

## مرارہ بن ربیعؓ

بے داغ ماضی کے باوجود تبوک کے موقع پر کمزوری صادر ہوگئی۔[۳:۶۴۰]

## مرتضٰی، سید

قرآن مجید کسی کمی بیشی یا تبدیلی سے بالکل محفوظ ہے بعض لوگوں کے اس میں اختلاف کی کوئی وقعت نہیں۔[۹:۸۸]

## مردِ مومن

خاندانِ فرعون کا فرد اور اس کی تائید حق۔[۶:۴۱۱]

اس کا کردار قریش کے لیڈروں کے لیے نہایت سبق آموز۔[۷:۱۲]

موسیٰ علیہ السلام اور ان کی دعوت کے لیے آخری خطرہ کے موقع پر سامنے آئے۔[۷:۲۸]

ایک مردِ مومن کی سرگزشت۔[۷:۳۸]

فرعون کے دارالامراء کے رکن۔[۷:۳۹]

مردِ مومن کے ایک فقرے کے مضمرات۔[۷:۳۹]

مردِ مومن کی تقریر۔[۷:۴۰-۴۱]

مردِ مومن کا فرعون کو جواب۔[۷:۴۴]

قوم کے بعض اعیان کے اعتراضوں کا جواب۔[۷:۴۵]

آخری ہمدردانہ تنبیہ۔[۷:۴۶]

مردِ مومن کی سرگزشت کا سبق۔[۷:۴۸]

موسیٰ علیہ السلام اور مردِ مومن کے لیے نصرتِ الٰہی۔[۷:۴۹]

## مریم علیہا السلام

مبارک خاندان کی چشم و چراغ،

سیدنا مسیح علیہ السلام کی والدہ لیکن کوئی مافوق بشر ہستی نہیں۔[۲:۱۷]

نصارٰی نے دین میں غلو کیا کہ مریم علیہا السلام کو خدا کی ماں بنایا۔[۲:۴۳۵]

ابتدائی زندگی کے واقعات۔[۲:۷۲،۷۶]

پاکیزہ خصائل، تابعدار اور فرمانبردار بندی۔[۲:۷۲]

والد ماجد کا نام۔[۲:۷۵]

روحانی فضل و کمال۔[۲:۷۷]

حیرت انگیز حکمت و معرفت۔[۷۹:۲]

مسیح علیہ السلام، مریم علیہا السلام کے بیٹے۔[۲۴۱:۷]

آپ کا اصطفا کس کام کے لیے تھا۔[۸۴:۲]

آپ کے معاملہ میں قرعہ اندازی کی نوعیت۔[۸۵:۲]

آپ کا اصلی اور حقیقی شرف قرآن ہی نے نمایاں کیا۔[۸۵:۲]

آپ کو بیٹے کی بشارت اور آپ کا تعجب۔[۸۶:۲، ۹۱]

شرم وحیا کی پیکر۔[۹۱:۲]

مسیح علیہ السلام کی وجاہت کی بشارت۔[۹۲:۲]

مسیح علیہ السلام کا گہوارے میں کلام، آپ کی پاکدامنی کے اظہار کا معجزہ۔[۹۳:۲]

مسیح علیہ السلام کے کہولت تک پہنچنے کی بشارت۔[۹۳:۲]

آپ کی پاکیزہ زندگی اور زہد وعبادت کا حوالہ۔[۶۳۰:۴]

آپ کا امتحان۔[۶۴۴:۴]

ہیکل کے مشرقی جانب معتکف رہیں۔[۶۴۴:۴]

بے مثال کردار۔[۶۴۴:۴]

آپ پر یہود کے بہتان کی نوعیت[۴۲۰:۲]

لوقا کی بے سروپا روایتِ نکاح۔[۶۴۴:۴]

دلی احساسات کا ایک عکس۔[۶۴۶:۴]

امتحان میں کامیاب ہونے کے بعد آپ کو بشارت۔[۶۴۶:۴]

خاموشی کا روزہ۔[۶۴۶:۴]

آپ کے تذکرہ میں ہارون سے مراد۔[۶۴۷:۴]

خاندان والوں کی ملامت۔[۶۴۷:۴]

آپ کی بریت کے لیے شانِ خداوندی کا ظہور۔[۶۴۷:۴]

عیسٰی علیہ السلام مریم علیہا السلام کا واجبی احترام نہیں کرتے تھے، انجیل کی باطل روایات۔[۶۴۹:۴]

الانبیاء ۹۱ میں صفت کا موصوف و مصداق آپ کے سوا کوئی دو ہوسکتا۔[۱۸۵:۵]

عیسائی مسیح علیہ السلام اور مریم علیہا السلام کی پرستش کرتے ہیں۔[۱۹۲:۵]

مریم علیہا السلام اور مسیح علیہ السلام کی ولادت کی طرف ایک اجمالی اشارہ۔[۳۲۲:۵]

اللہ تعالیٰ کے ہاں کام آنے والی چیز آدمی کا اپنا ایمان وعمل، مریم علیہا السلام کی مثال۔[۴۵۲:۸]

برے ماحول کے اندر اپنی اعلیٰ تربیت کی عظیم مثال۔[۴۷۵:۸]


### مسطحؓ


ایک نادار صحابی، ابوبکرؓ کے عزیز اور سرپرستی فرمانے والے، فتنۂ افک میں ملوث ہونے کی بنا پر ناراضی اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے عفو ودرگزر کی ہدایت۔[۳۸۸:۵]


### مسلمؒ


آنحضور ﷺ پر جادو کی روایت۔[۲۶۶:۹]


### مسولینی


کافر کے تہور سے دنیا میں شروفساد ظہور میں آیا۔[۵۴:۶]


### مسیلمہ کذاب


اس کا فتنہ بھی محاربۂ اللہ ورسول کے تحت آتا ہے۔[۵۰۷:۲]


### مصعب بن عمیرؓ


غزوۂ احد میں اپنے بھائی عبید بن عمیر کو قتل کیا۔[۲۷۵:۸]


### مقاتل بن حیّان


معاہدۂ حدیبیہ کی ایک شق کے الفاظ۔[۳۳۶:۸]

## مقداد بن عمرؓ

مہاجرین کے لیڈر،

تقریر کا حوالہ جس کی گونج اسلام کی تاریخ میں ہمیشہ رہے گی۔[۴۳۷:۳]

## ملکہ سبا

ہدہد کی رپورٹ ملکِ سبا کے بارے میں۔[۵۹۷:۵]

سلیمان علیہ السلام کا مطالبہ اہل سبا سے۔[۶۰۰:۵]

ملکہ سبا کا مشورہ اپنے درباریوں سے۔[۶۰۰:۵]

ملکہ کی مصالحت کی پالیسی۔[۶۰۱:۵]

ملکہ سبا سلیمان علیہ السلام کے دربار میں۔[۶۰۵:۵]

سلیمان علیہ السلام کے محل میں ملکہ کی حیرانی، اعتراف و اعلان۔[۶۰۶:۵]

ملکہ نے سلیمان علیہ السلام کی مذہب اور سیاست دونوں میں اطاعت کر لی۔[۶۰۸:۵]

ملکہ سبا کا تذکرہ تورات میں۔[۶۰۷:۵]

سلیمان علیہ السلام سے ملکہ سبا کے نکاح کی روایات ضعیف ہیں۔[۶۰۸:۵]

## ملویؒ، علامہ ولی الدین

مفسر قرآن، ۱۸:۱

## مہائمیؒ، علامہ مخدوم

تفسیر مہائمی کے مصنف۔[۱:۱۸-۱۹]

## مہلہل

مشہور شاعر، نصف صدی تک جاری رہنے والی لڑائی کی آگ بھڑکانے میں سب سے زیادہ دخل اس کے اشعار کو تھا۔[۵۶۷:۵]

'الآء' کے وسیع معنی۔[۱۲۱:۸]

## مولانا رومؒ

پہاڑوں اور پرندوں کی تسبیح ہم نہیں سنتے سمجھتے تو یہ خیال نہ کیجیے کہ اس کو کوئی دوسرا بھی نہیں سنتا سمجھتا، مولانا نے خوب بات فرمائی ہے، شعر کا حوالہ۔[۱۷۴:۵]

## میر انیس

شاعر،

ایک مصرع، اک پھول کا مضموں ہو تو سو رنگ سے باندھوں، کا حوالہ۔[۲۸:۱]

## میکائیل علیہ السلام

یہود ان کے دشمن۔[۲۷۵:۱، ۲۸۰]

## میمونہؓ، ام المومنین

دعوتِ دین کی ذمہ داری میں شرکت۔[۲۴۹:۶]

شرفِ نسبت کی خواہش اور عباس بن عبدالمطلبؓ کی سفارش آپ ﷺ سے نکاح کا باعث۔[۲۵۰:۶]

آخری نکاح۔[۲۵۶:۶]

## میہ بنت ضرار

دورِ جاہلیت کی شاعرہ،

'الآء' کے وسیع معنی۔[۱۲۱:۸]

## نابغہ ذبیانی

مشہور شاعر،

ایک شعر کا حوالہ۔[۱:۲۱۰، ۸:۱۴۰]

اپنے شعروں میں 'تین' کا ذکر ایک مقام کی حیثیت سے کیا ہے۔[۹:۴۳۶]

## نافع

ال عمران ۱۳ کی تاویل۔[۲:۳۸]

## نجاشی

باایمان گروہ سے تعلق رکھنے والے۔[۲:۵۷۴]

## نمرود

ابراہیم علیہ السلام کا ہم عصر بادشاہ۔[۱:۵۹۹]

سورج دیوتا کا اوتار۔[۱:۵۹۹]

ابراہیم علیہ السلام سے مباحثہ۔[۱:۶۰۰]

قٓ ۲۹ کے حوالہ سے تذکرہ۔[۷:۵۵۷]

## نوشیرواں

ایرانی بادشاہ،

آہنی دیوار کے تعمیر کنندہ نہیں تھے۔[۴:۶۲۱]

## نیوٹن

درخت سے زمین پر سیب گرتے دیکھ کر ذہن زمین کی کشش کے اصول کی طرف منتقل ہوا۔[۳:۹۱]

## واثق باللہ

آہنی دیوار کی تحقیقات پر پچاس افراد کی ایک ٹیم مقرر کی۔[۴:۶۲۱]

## درید بن صمہ

ایک شعر کا حوالہ۔[۱:۱۹۳]

## ولید بن عقبہؓ

عثمان غنیؓ کے رشتہ دار۔[۷:۴۹۷]

عثمان غنیؓ کے دورِ خلافت میں کوفہ کے گورنر۔[۷:۴۹۶]

آپ کے بارے میں ایک بے بنیاد شانِ نزول۔[۷:۴۹۵-۴۹۶]

## ولید بن مغیرہ

قریش کا ایک سردار،

النّجم ۳۳ میں 'الّذی' سے مراد، غلط روایت۔[۸:۷۴]

قریش کی قیادت کی اخلاقی پستی کی تصویر۔[۸:۵۱۷]

قریش ہونے کا مدعی تھا لیکن قریش میں سے نہ تھا۔[۸:۵۱۹]

المدثّر ۱۱ کا مصداق ہوسکتا ہے۔[۹:۴۹]

## ولیم بلیکی

بائبل ہسٹری کا مصنف،

نصارٰی سے مسیحی نام میں تبدیلی کا حوالہ۔[۲:۵۷۴]

## ہابیل

سب سے پہلا شہید۔[۲:۴۹۳]

خدا ترس اور حق وعدل پر قائم رہنے والا۔[۲:۵۰۰]

حق و عدل پر استوار اور اس کی حفاظت میں جان کی قربانی دینے والا۔[۲:۴۹۳]

عنداللہ مقبولیت۔[۲:۴۹۵]

ہابیل وقابیل کا قصہ تورات میں۔[۲:۴۹۶]

ہابیل کی زبان سے فلسفۂ قربانی کا بیان۔[۲:۴۹۷]

قابیل کے ارادۂ قتل کے مقابل میں ہابیل کا رویہ۔[۲:۴۹۸]

ہابیل نے قابیل کو بڑی مؤثر اور دل نشین نصیحتیں کیں۔[۲:۵۰۰]

قتلِ ناحق کا وبال۔[۳:۲۵۷]
تورات اور قرآن دونوں میں ہابیل کی قربانی کا ذکر موجود ہے۔[۵:۲۴۸]
زمین سے ہابیل کا خون خدا کو پکارتا ہے، تورات کا حوالہ۔[۷:۲۸۴]
حسد سے مغلوب ہو کر قابیل نے اپنے بھائی کا قتل کیا لیکن قتل کے بعد لاش کو چھپانے کی کوشش کی اس لیے کہ بدی کے بدی ہونے کا شعور اس کی فطرت کے اندر موجود تھا۔[۹:۸۰]

## ہاجرہ

یہود نے آپ سے متعلق بیانات میں تصرفات کیے۔[۱:۳۱۳]

## ہاروت، ماروت

دو فرشتے،
ان پر کیا چیز اتاری گئی تھی؟[۱:۲۸۳، ۲۸۵، ۲۸۷، ۲۸۸]
ان کے بارے میں منقول قصہ نا قابلِ التفات ہے۔[۱:۲۸۵]
تعلیم سے پہلے تنبیہ۔[۱:۲۸۶، ۲۸۹]

## ہارون

موسیٰ علیہ السلام کے بھائی ہارون علیہ السلام نہیں ہیں،
مریم علیہا السلام کے خاندان ہی کے کسی نیک شہرت رکھنے والے شخص کا نام۔[۴:۶۴۷]

## ہامان

فرعون کا وزیر۔[۵:۶۵۷]
جبّار اور سرکش، اس کا سارا زور و زر کسی کام نہ آسکا۔[۶:۳۹]
تاریخ کے نمایاں متکبرین میں سے ایک۔[۶:۴۱]
مفسد لیڈر۔[۶:۴۱۶]
قٓ ۲۹ کے حوالہ سے تذکرہ۔[۷:۵۵۷]
فرعون کا اس کو اونچی عمارت بنانے کا حکم تاکہ موسیٰ علیہ السلام کے خدا کو دیکھا جائے۔[۵:۶۷۷، ۶:۴۱۲]
اس کو غرق کر دیا گیا۔[۶:۴۱]

## ہٹلر

جرمنی کا آمرِ مطلق،
اِس کے ہاتھوں یہود کی تباہی۔[۳:۳۸۱]
کافر کے تہور سے دنیا میں شر و فساد ظہور میں آیا۔[۶:۵۴]

## ہرقل

اس نے رومیوں کو از سرِ نو منظم کر کے ایرانیوں کو سخت شکست دی، قرآن کی پیشین گوئی پوری ہوئی۔[۶:۷۵]

## ہلال بن امیہؓ

بے داغ ماضی کے باوجود تبوک کے موقع پر کمزوری صادر ہو گئی۔[۳:۶۴۰]

## ہیرودیس

یحییٰ علیہ السلام کا قاتل فرمانروا۔[۱:۲۲۶]
انجیلوں کے مطابق یوحنا کو جیل میں بھجوانے والا۔[۲:۹۶]
اپنی تمام قوت و جبروت کے باوجود سیدنا مسیح علیہ السلام کی عظمت و صداقت اور ان کی بے پناہ مقبولیت سے مرعوب۔[۲:۹۲]

## یاجوج ماجوج

نوح علیہ السلام کے بیٹے یافث کی اولاد،
ان کے حملوں کو روکنے کے لیے سد تعمیر کی گئی۔[۴:۶۲۰، ۶۲۲]
ان کا غلبہ آثارِ قیامت میں سے ہے۔[۵:۱۹۰]

## یحییٰ بن کثیرؒ

لفظ نُصُب کی تحقیق۔[۸:۵۸۰]

## یشوع

ان کے زمانہ میں بنی اسرائیل میں مفتوحہ علاقہ کی تقسیم۔[۱:۲۲۷]

## یوسف

لوقا میں یہ روایت ہے کہ یوسف نامی کسی شخص سے مریم علیہا السلام کا نکاح ہوا تھا، بالکل بے سروپا روایت ہے۔[۴:۴۴۲]

## یوشع

نون کا بیٹا۔[۲:۴۹۰، ۴۹۲]

موسیٰ علیہ السلام کی فرستادہ فلسطین میں تفتیشی مہم کے رکن۔[۲:۴۸۸-۴۸۹]

مثالی کردار۔[۲:۴۸۹]

تاریخی تقریر۔[۲:۴۹۰، ۴۹۲]

اللہ کا نیک بندہ، عام فساداخلاق و کردار کے باوجود اللہ کے عہد پر استوار۔[۲:۴۹۳]

آپ نے موعودہ سرزمین کو فتح کیا۔[۲:۴۹۲]

المآئدۃ ۲۳ میں رَجُلٰنِ میں سے ایک۔[۲:۴۸۹]

## یہودا

سیدنا مسیح علیہ السلام کے بارہ شاگردوں میں سے ایک جو منافق تھا۔[۲:۱۰۲]

## یہوذا

یوسف علیہ السلام کا عقل ورائے میں بڑا بھائی۔[۴:۲۴۶]

یعقوب علیہ السلام کے چوتھے بیٹے کا نام۔[۱:۲۲۶-۲۲۸]

نام کی وجہ تسمیہ۔[۱:۲۲۷، ۲۹۹]

## یوآس، شاہ یہوداہ

زکریا علیہ السلام کا قاتل بادشاہ۔[۱:۲۲۶]

## یونتن

طالوت کا بیٹا، قول کا حوالہ۔[۱:۵۷۸]

بلند کردار۔[۱:۵۷۹]

# اقوام وقبائل

## عمومی


قوموں کے عروج و زوال سے متعلق عربوں کا نظریہ اور اس کی تردید۔[۳۵:۳]

کسی قوم پر عذاب بھیجنے کے معاملہ میں سنتِ الٰہی۔[۵۱:۳]

افراد اور اقوام کے لیے اجل کے الگ الگ پیمانے۔[۲۵۴:۳]

قوم کے زوال کی نشانی۔[۳۰۳:۳]

کسی قوم کی جڑ کب کٹتی ہے؟[۵۲:۳]

ہرامت کے لیے وقت مقرر ہے۔[۶۱:۴]

قوموں کی ہلاکت کے باب میں سنتِ الٰہی۔[۱۷۷:۴]

رسول کی ہجرت تک قوم مامون ہوتی ہے۔[۵۲۹:۴]

قوموں کے ایک مغالطہ کی تردید۔[۱۲۸:۵]

رسولوں کے معاملہ میں قوموں کی مشترک روایت۔[۲۶۳:۵]

قوموں کے اخلاقی زوال کے نتائج۔[۲۶۳:۵]

قوموں پر تباہی ان کے اخلاقی زوال کے نتیجہ میں آتی ہے۔[۲۶۴:۵]

قوموں کی تعداد میں اضافہ کے ساتھ ان کی اصلاح کے اہتمام میں اضافہ۔[۳۲۰:۵]

قوموں کی خود فراموشی۔[۶۲۵:۵]

قوموں کا ردّوبدل تمام تر خدا کے اذن سے ہوتا ہے۔[۶۲۵:۵]

رفاہیت پر اترانے والی قوموں کا انجام۔[۶۹۳:۵]

مسلمانوں کا رویہ دوسری قوموں کے ساتھ۔[۷۵:۶]

خدا کا عدل ہر قوم کے لیے یکساں ہے۔[۳۹۰:۶]

قوم کے سامنے ان کے معبودوں کی بے حقیقتی کی وضاحت۔[۴۸۰:۶]

بعض اقوام وافراد کی طرف اجمالی اشارات۔[۳۹:۶]

رسول قوم کے لیے خدا کی عدالت ہوتا ہے۔[۹۰:۸]

رسولوں اور ان کی قوموں کے مقدمہ کی روبکاری۔[۱۳۵:۹]

قوموں کی تباہی کی مدت۔[۶۰:۶]

قوموں کے بناؤ اور بگاڑ میں اصلی عامل کردار ہے۔[۷۵:۶]

قوموں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا معاملہ۔[۷۶:۶]

قوموں کا طغیان۔[۳۵۵:۹]

قوموں کے باب میں سنتِ الٰہی۔[۳۵۶:۹،۵۹۰:۸]

قوموں پر جب خدا کا عذاب آتا ہے تو وہ اپنے ہی اسلحہ سے خودکشی کرتی ہیں۔[۲۸۹:۷]

دنیا میں قوموں کو سزا ملنا آخرت کے عذاب کی دلیل ہے۔[۲۸۹:۷]

قوموں کی تباہی کی مختلف صورتیں۔[۵۶۴:۷]

قوموں کی سرگزشتیں سنانے کا مقصد۔[۵۴۵:۸]

امتوں کو ان کی گمراہی پر ملامت۔[۱۵۴:۷]


## اہل سبا


سبا اور اہل سبا۔[۳۰۷:۶]

سبا کے باشندوں کی رفاہیت اور گمراہی۔[۳۰۹:۶]

سبا کی قوم کی مثال مشرکین مکہ کے لیے۔[۴۵۸:۴]


## اہل کتاب


کیا اہل کتاب کے لیے رسول اللہ ﷺ پر ایمان لانا ضروری نہیں؟۔[۲۳۱:۱]

صالحین اہل کتاب کا ذکر۔[۳۰۶:۱]

قبلہ کا حق ہونا اہل کتاب پر واضح تھا۔[۳۷۰:۱]

تحویلِ قبلہ کے معاملہ میں اہل کتاب کے رویے سے اظہارِ بیزاری۔[۳۷۲:۱]

اہل کتاب کی بعض تحریمات۔[۴۱۶:۱]

اہل کتاب پر عتاب اور اس کا سبب۔[۱:۴۱۷-۴۱۸]

اہل کتاب "خداوند خدا"، "زندہ خدا" کی تعبیر سے اچھی طرح آگاہ تھے۔[۲:۱۶]

اہل کتاب کی عام بیماری۔[۲:۳۰]

اہل کتاب کو ملامت۔[۲:۱۱۶]

عہد الٰہی سے فرار کی اہل کتاب کی ایک تدبیر۔[۲:۱۲۸]

مسلمانوں کو اہل کتاب کے اشرار سے بچتے رہنے کی تاکید۔[۲:۱۵۱،۱۶۶]

اہل کتاب پر ذلت کی مار۔[۲:۱۶۱]

اہل کتاب کا باایمان گروہ۔[۲:۱۶۳، ۳:۱۱۰]

اہل کتاب کو آخری تنبیہ۔[۲:۲۲۲، ۴۸۴، ۶:۳۲۳]

اچھے اہل کتاب کی تحسین۔[۲:۲۳۲، ۵:۶۸۹، ۸:۵۷]

اہل کتاب کٹر کافر ہیں۔[۲:۴۱۴]

اہل کتاب کے علمائے حقانی۔[۲:۴۲۴]

اہل کتاب کا کھانا اسلامی حدودِ حلت وحرمت کی پابندی کے ساتھ جائز ہے۔[۲:۴۶۴]

کتابیات سے جوازِ نکاح کی شرط۔[۲:۴۶۵]

اہل کتاب کا محبوبِ خدا ہونے کا زعمِ باطل۔[۲:۴۸۳]

زعمِ باطل کی تردید خود اہل کتاب کی اپنی تاریخ سے۔[۲:۴۸۳]

اہل کتاب کا رسول اکرم ﷺ کی وفات سے قبل قرآن کی باتوں پر یقین کرنے کا تذکرہ۔[۲:۴۲۳]

اہل کتاب کے لیے ایک اہم پیغام۔[۲:۵۶۲]

اہل کتاب کو قرآن کا پیغام[۲:۵۶۴]

صالحین اہل کتاب اور ان کی علامت۔[۳:۱۱۰]

اہل کتاب کی نجات کا انحصار نبی امی پر ایمان لانے پر ہے۔[۳:۳۷۵]

صالحین اہل کتاب کی حوصلہ افزائی۔[۳:۳۷۷]

مصلحین اہل کتاب کی حوصلہ افزائی۔[۳:۳۸۳]

اہلِ کتاب کے جرائم اور ان کے بارے میں حکم۔[۳:۵۵۹، ۵۶۵]

اہل کتاب اور مشرکین میں فرق کی وجہ۔[۳:۵۶۰]

اہل کتاب کے عدمِ ایمان کے دلائل۔[۳:۵۶۲]

اہل کتاب میں اگلوں کی عامیانہ تقلید۔[۳:۵۶۲]

اہل کتاب کی گمراہیاں۔[۳:۵۶۲]

اہل کتاب کے جرائم خلق کے باب میں۔[۳:۵۶۵]

علمائے اہل کتاب کی زر پرستی۔[۳:۵۶۵]

رہزن اور بٹ مار علماء۔[۳:۵۶۵]

صالحین اہل کتاب کا رویہ۔[۴:۲۹۶، ۵۴۶، ۶۸۹، ۶۹۰]

صالحین اہل کتاب کا طرزِ عمل۔[۴:۵۴۶]

اہل کتاب کے القا کیے ہوئے سوالات۔[۴:۵۵۹]

صالحین اہل کتاب کا کردار۔[۵:۶۹۰]

صالحین اہل کتاب کے ایمان کی بشارت۔[۶:۵۶]

سچے اہل کتاب کے لیے قرآن ان کے دل کی آواز ہے۔[۶:۵۷]

اہل کتاب کے سکھائے ہوئے ایک اعتراض کا جواب۔[۶:۵۸]

علمائے اہل کتاب کی طرف اشارہ۔[۶:۳۸۱]

صالحین اہل کتاب کو دعوتِ ایمان۔[۶:۳۸۲]

اہل کتاب سے بحث کا انداز۔[۶:۵۴]

اہل کتاب کو دعوت دینے کے سلسلے میں ہدایت۔[۶:۵۴]

اہل کتاب کو دُہرے اجر کا وعدہ۔[۸:۲۳۶]

ناموں کی تحریف میں اہل کتاب کی جسارت۔[۸:۳۶۰]
اہل کتاب اور مشرکین کا ضدّی گروہ۔[۹:۴۷۹]
ضدّیوں کا مطالبہ۔[۹:۴۷۹]
اہل کتاب کے القاء کردہ مطالبہ کا جواب۔[۹:۴۸۱]
اہل کتاب اور مشرکین کے کبر وغرور پر ضرب۔[۹:۴۸۳]
اہل کتاب کا ردِّعمل۔[۹:۵۷]

## بنوقریظہ

بنوقریظہ کی عہد شکنی اور ان کا انجام۔[۶:۲۱۱]
بنوقریظہ سے منافقین کی ساز باز۔[۸:۳۰۰]
وقت پر بنوقریظہ کا کسی نے ساتھ نہیں دیا۔[۸:۳۰۱]

## بنی اسرائیل

بنی اسرائیل کے لیے ایک سبق۔[۱:۱۶۴]
لفظ'اسرائیل' کی تحقیق۔[۱:۱۷۶]
بنی اسرائیل سے آنحضرت ﷺ کے متعلق عہد۔[۱:۱۷۷]
بنی اسرائیل کو قرآن پر ایمان لانے کی دعوت تین پہلوؤں سے۔[۱:۱۹۵]
بنی اسرائیل کو دعوتِ نماز۔[۱:۱۹۷]
بنی اسرائیل کی فضیلت کی نوعیت۔[۱:۲۰۸]
بنی اسرائیل کی تاریخ سے واقعات پیش کرنے کی ایک مخصوص نوعیت۔[۱:۲۱۱]
گوسالہ پرستی کا واقعہ۔[۱:۲۱۲]
بنی اسرائیل کی شک پرستانہ ذہنیت۔[۱:۲۱۵]
بنی اسرائیل کی دعا کی تبدیلی کی نوعیت۔[۱:۲۲۱]
بنی اسرائیل کے ہر قبیلے کے لیے الگ الگ گھاٹ۔[۱:۲۲۳]
بنی اسرائیل کی اخلاقی پستی کی ایک مثال۔[۱:۲۲۴]
پہاڑ کو بنی اسرائیل کے سروں پر لٹکانے کا مفہوم۔[۱:۲۴۳]
بنی اسرائیل کے لیے اصل میثاق۔[۱:۲۴۳، ۲:۴۱۹]
بنی اسرائیل کی نقض عہد کی تعبیر کا ایک اسلوب۔[۱:۱۸۱]
بنی اسرائیل کے اسلاف کے اعمال کی نسبت اخلاف کی طرف۔[۱:۲۴۴]
بنی اسرائیل سے ابتدائی عہد۔[۱:۲۶۲]
بنی اسرائیل سے ایک اور عہد۔[۱:۲۶۶]
بنی اسرائیل کے اسلاف کے عہد کی ذمہ داری اخلاف پر۔[۱:۲۶۶]
بنی اسرائیل کو عہد کی یاد دہانی کا انتظام۔[۱:۲۶۸]
بنی اسرائیل کی تاریخ کا ایک دور۔[۱:۵۶۳، ۲:۴۸۶]
طالوت کا انتخاب اور اس پر بنی اسرائیل کا اعتراض۔[۱:۵۷۰]
تابوت کی بنی اسرائیل میں واپسی۔[۱:۵۷۲]
تابوت کی حقیقت۔[۱:۵۷۱]
تابوت کی واپسی سے متعلق تورات اور قرآن کے بیانات کا اختلاف۔[۱:۵۷۳]
طالوت کا اپنی فوج کی اطاعت کا امتحان۔[۱:۵۷۷]
فوج کے امتحان کے متعلق تورات اور قرآن کے بیانات کا اختلاف۔[۱:۵۷۸]
حزقی ایل نبی کا ایک مکاشفہ۔[۱:۶۰۲]
بنی اسرائیل کے لیے پیغام حیات۔[۱:۶۰۴]
انبیاء کے باب میں بنی اسرائیل سے میثاق۔[۲:۱۳۳]
نبی امّی ﷺ کے باب میں بنی اسرائیل سے میثاق۔[۲:۱۳۴]
بنی اسرائیل میں میثاق لینے کی صورت۔[۲:۱۳۵]
بنی اسرائیل سے میثاق۔[۲:۴۷۵]

بنی اسرائیل کو تاریخ کے ایک اہم واقعہ کی یاد دہانی۔[۲:۴۸۴]

بنی اسرائیل کی مرعوبیت۔[۲:۴۸۸]

بنی اسرائیل کا واویلہ۔[۲:۴۹۰]

بنی اسرائیل کو صحرا گردی کی سزا۔[۲:۴۹۱]

خدا کی رعایت سے بنی اسرائیل کی جسارت میں اضافہ۔[۲:۵۶۶]

ہر نبی نے بنی اسرائیل پر لعنت کی ہے۔[۲:۵۷۲]

بنی اسرائیل کی عہد شکنی کے نتائج۔[۲:۴۷۶]

بنی اسرائیل کے جن لوگوں نے گئو سالہ پرستی کی تھی ان پر غضب الٰہی۔[۳:۳۶۹]

بنی اسرائیل اور امتِ مسلمہ کے امتحان کی مماثلت۔[۲:۵۹۵، ۳:۳۷۹]

بنی اسرائیل اور امت مسلمہ کے امتحان میں فرق۔[۲:۵۹۷]

بنی اسرائیل کو لے جانے کے مطالبہ کی نوعیت۔[۳:۳۴۱]

بنی اسرائیل کے لیے بے اعتقادی۔[۳:۳۵۱]

بنی اسرائیل کو ان کے صبر کا صلہ۔[۳:۳۵۷]

بنی اسرائیل کی سرگزشت مصر سے نکلنے کے بعد۔[۳:۳۵۸]

بنی اسرائیل کی پہلی ٹھوکر۔[۳:۳۵۹]

بنی اسرائیل کی محسوس پرستی کا علاج۔[۳:۳۶۱]

بنی اسرائیل کو جو بخشا گیا اسی پر قناعت کرنے کی ہدایت۔[۳:۳۶۲]

بنی اسرائیل کے لیے تعلیم بالقلم کا اہتمام۔[۳:۳۶۳]

سارے اہتمام کی بنی اسرائیل کی طرف سے ناقدری۔[۳:۳۶۵]

ناشکری کے باوجود بنی اسرائیل پر احسان۔[۳:۳۷۷]

بنی اسرائیل کو ان کی پچھلی کارستانیوں کی یاد دہانی۔[۳:۳۷۸]

بنی اسرائیل کا انتشار۔[۳:۳۸۱]

بنی اسرائیل کی نجات کا خدائی اہتمام۔[۴:۸۴]

بنی اسرائیل پر اللہ کا انعام اور ان کی ناشکری۔[۱:۱۷۶، ۴:۸۵، ۵۴۵، ۷:۲۸۵، ۳۱۵]

وقت کے بنی اسرائیل کو یاد دہانی۔[۴:۳۱۲]

بنی اسرائیل کو تنبیہ۔[۵:۷۲]

بنی اسرائیل کو پیشوائی اور اقتدار دینے کا خدائی فیصلہ۔[۵:۶۵۶، ۶۵۷]

بنی اسرائیل کے لیے ایک مثال۔[۷:۲۴۳]

بنی اسرائیل کے لیے ایک اہم تنبیہ۔[۷:۲۸۵]

بنی اسرائیل کا امتحان انعامات کے ذریعہ سے۔[۷:۲۸۵]

بنی اسرائیل پر انعامات جن کی انہوں نے ناقدری کی۔[۷:۳۱۵]

بنی اسرائیل میں قرآن کے شاہد عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔[۷:۳۵۱]

بنی اسرائیل پر فرعون کا ظلم اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف سے تسلی۔[۳:۳۵۱]

## بنی اسمٰعیل

بنی اسمٰعیل کو تنبیہ۔[۱:۱۴۶، ۲:۳۱۷، ۶:۴۰۱]

بنی اسمٰعیل کو دعوتِ توحید، رسالت اور معاد۔[۱:۱۵۱]

اُمّی سے مراد۔[۱:۲۵۳]

آلِ ابراہیم علیہ السلام سے مراد بنی اسمٰعیل ہیں۔[۲:۳۱۵]

بنی اسمٰعیل کے لیے اللہ تعالیٰ کے تین وعدے۔[۲:۳۱۶]

بنی اسمٰعیل کے لیے اُمّیین کا لقب۔[۳:۳۷۳]

بنی اسمٰعیل پر احسان اور ان کو تنبیہ۔[۵:۶۸۶]

قرآن کے باب میں بنی اسمٰعیل کا رویہ من حیث الافراد۔[۶:۳۸۴]

بنی اسمٰعیل کے معاملے کی خاص نوعیت۔[۷:۳۹۸]

ان امیوں کو باندازِ لطیف دعوت جو ابھی اسلام سے محروم تھے۔[۸:۳۷۹]

امیوں پر اللہ کا احسان۔[۶:۳۳۳]
بنی اسمٰعیل میں ایک رسول کی بعثت کی روایت۔[۶:۳۹۲]

## بنی نضیر

بنی نضیر کی غداری اور ان کا حشر۔[۸:۲۸۳]
بنی نضیر کی مرعوبیت۔[۸:۲۸۴]
بنی نضیر کے انجام کی مثال۔[۸:۳۰۳]

## تابعہ یمن (قَوْمُ تُبَّعٍ)

مادی شوکت وعظمت اور ذہنی صلاحیتوں کی شہرت۔ ۷:۲۸۹]
عرب شعراء کے ممدوح۔[۷:۲۸۹]

## ثمود

ثمود اور صالح علیہ السلام کی سرگزشت۔[۳:۳۰۰]
عاد اور ثمود۔[۶:۴۰]
ثمود کا کلامِ عرب میں تذکرہ۔[۹:۳۹۰]
ثمود کا رویہ اور ان پر عذاب۔[۷:۹۲]
ثمود کے انجام کی طرف اشارہ۔[۷:۶۱۷، ۸:۱۰۴]
عاد اور ثمود کے عذاب کی نوعیت۔[۷:۶۱۸]
واقعۂ ثمود۔[۸:۱۰۵]
ثمود کے خاص طور پر ذکر کرنے کے بعض وجوہ۔[۹:۳۹۰]
ثمود کے عذاب کی نوعیت۔[۹:۳۹۳، ۳:۳۰۴، ۴:۱۵۴، ۳۷۵]
ثمود کی طغیان کی کیفیت۔[۹:۳۹۲]
ثمود کے انجام سے ایک تاریخی شہادت۔[۹:۳۹۰]

## عاد

عاد کی سرگزشت اور ہود علیہ السلام کی دعوت۔[۳:۲۹۷، ۴:۱۴۷]
عاد اور ثمود۔[۶:۴۰]
عاد اور ثمود کے عذاب کی نوعیت۔[۷:۶۱۸]
عاد کا رویہ۔[۷:۹۱]
عاد پر عذاب۔[۷:۹۲]
عاد کی طرف سے عذاب کا مطالبہ اور اس کا جواب۔[۴:۱۴۸، ۷:۳۷۱]
عاد کے انجام کی طرف اشارہ۔[۶:۴۰، ۷:۳۷۱، ۶۱۶، ۸:۱۰۴، ۵۴۳]
عاد کی سرگزشت کا حوالہ۔[۸:۱۰۴]
عاد پر عذاب کی نوعیت۔[۴:۱۵۰]

## قریش

کفار قریش اور مسلمانوں کی نزاع۔[۱:۴۷۶]
قریش کی ہستی پر ایک ضرب۔[۱:۴۸۷]
سردارانِ قریش کے غرور پر ضرب۔[۳:۵۸]
قریش کے لیڈروں کی ایک دھونس۔[۳:۱۱۱]
قریش کو براہِ راست دھمکی۔[۳:۱۶۷]
قریش کی ایک چال اور منصبِ نبوت کا استحقاق۔[۳:۱۶۰]
بدعات پر قریش سے دلیل کا مطالبہ۔[۳:۱۸۸]
قریش سے کسی علمی دلیل کا مطالبہ۔[۳:۱۹۶]
قریش کو تنبیہ۔[۳:۲۱۱، ۴:۹۲-۹۳، ۱۵۱، ۱۵۳، ۱۷۰، ۱۷۶، ۲۰۱، ۵:۵۴۹، ۵۶۱، ۶۹۴، ۷۱۷، ۶:۴۹۲، ۵۰۳، ۵۸۴، ۷:۲۰، ۲۷، ۱۶۷، ۲۳۹، ۲۴۴، ۲۵۴، ۳۱۶، ۳۷۳، ۴۶۱، ۵۴۱، ۵۶۳، ۶۳۳، ۸:۱۷۱، ۵۷۷، ۹:۲۹، ۲۲۹]
قریش کی مخالفت کے دورِ شباب میں آنحضرت ﷺ کو تسلی اور آپ ﷺ کی ذمہ داری کی حد۔[۳:۲۲۱]

کفارِ قریش کو عذاب کی دھمکی۔ [۳:۲۲۲]
قریش کا اختیار و اقتدار سرزمینِ حرم میں۔ [۳:۲۲۸]
قریش پر شیطان کا جال۔ [۳:۲۴۸]
کتابِ الٰہی کی شکل میں قریش پر عظیم احسان۔ [۳:۲۷۲، ۴:۲۱، ۶:۱۵۶]
قریش کی سازشوں کی طرف اشارہ۔ [۳:۴۶۶]
قریش کے مطالبہ کا واضح جواب۔ [۳:۴۶۸]
قریش کے لیے اتمام حجت کے بعد دوراہیں: اسلام یا تلوار۔ [۳:۵۴۰]
قریش کی غلط فہمی۔ [۳:۴۶۹، ۶:۱۰۵]
قریش کے دعوائے تولیتِ بیت اللہ کی نفی۔ [۳:۴۷۰]
قریش کی مشرکانہ عبادت کے اجزا۔ [۳:۴۷۳]
قریش سے مقابلہ میں قریش کی رسوائی کی بشارت۔ [۳:۵۴۶]
قریش سے اعلانِ براءت مومنوں کی تطہیر کے لیے ایک کسوٹی۔ [۳:۵۴۷]
قریش سے معاہدات کے متعلق تین باتیں۔ [۳:۵۴۴]
قریش کی بدعہدی کے بعد معاہدات سے براءت۔ [۳:۵۳۷، ۵۳۹]
قریش کی تہدید۔ [۳:۴۷۳، ۴:۴۱، ۷:۵۴۱]
قریش کے معاملہ میں 'فسق' کا مفہوم۔ [۳:۵۴۳]
قریش کی دعوتِ استغفار۔ [۳:۴۷۴]
قریش کے ساتھ مسلمانوں کی نزاع کی نوعیت۔ [۳:۴۷۶]
قریش سے اعلانِ براءت کے وجوہ۔ [۳:۵۴۲]
قریش کے باب میں ہدایات۔ [۳:۵۴۵]
نقضِ عہد کے بعد قریش سے قتال کی ہدایت۔ [۳:۵۴۵]
قریش کے جرائم۔ [۳:۵۴۵]
قریش کی جزوی نیکیاں بے حقیقت ہیں۔ [۳:۵۴۸، ۵۵۱]
قریش کی تولیت بیت اللہ سے معزولی۔ [۳:۵۴۹]
قریش پر فیصلہ کن عذاب نہ آنے کی وجہ۔ [۴:۶۰]
قریش کو انذار۔ [۴:۷۵]
قریش کو ترہیب و ترغیب۔ [۴:۹۱]
قریش کو دھمکی۔ [۴:۳۲۱]
قریش کو وعید اور اہل ایمان کو بشارت۔ [۴:۳۲۶]
قریش کا کفرانِ نعمت۔ [۴:۳۲۸]
قریش کو تاریخ کی یاددہانی۔ [۴:۳۳۸]
قریش کے مغروروں کو تنبیہ۔ [۴:۳۶۲]
قریش کے لیے درسِ عبرت۔ [۴:۳۷۱]
قرآن کی دعوت کا ردِ عمل قریش کے لیڈروں پر۔ [۴:۴۰۲]
قریش کے لیے ایک بستی کی مثال۔ [۴:۴۵۵]
تنبیہی نشانیوں کے باب میں قریش کا رویہ۔ [۴:۵۱۵]
کفارِ قریش کے مطالبہ نشانیِ عذاب کا جواب۔ [۴:۵۱۵، ۵:۶۳۴]
نشانیِ عذاب نہ بھیجنے کی حکمت۔ [۴:۵۱۶]
قریش کے سامنے تمثیل کا آئینہ، دو باغوں کا ذکر تکمیلِ نعمت کی تعبیر کے لیے۔ [۴:۵۸۵]
نعمت پا کر ناشکری۔ [۴:۵۸۵]
بندۂ مومن کی موعظت۔ [۴:۵۸۵]
شرک کا مخفی خنّاس۔ [۴:۵۸۶]
مغروروں کی آنکھ کا پردہ۔ [۴:۵۸۷]
قریش کو قوماً لُدّا کہا گیا۔ [۴:۶۸۹]

ندامت بعد از وقت۔[۵۸۸:۴]

قریش کی عاقبت نااندیشی پر اظہارِ افسوس۔[۵۹۶:۴]

اشرارِ قریش سے اعراض کی ہدایت۔[۱۹۰:۵]

قریش کے لیڈروں کی سخن سازیاں۔[۱۲۲:۵]

قریش پر ایک تعریض۔[۱۲۶:۵]

قریش سے اعلانِ براءت۔[۲۵۴:۵]

قریش کے سامنے تاریخ کا آئینہ۔[۲۴۲:۵]

قوموں کی اجلِ معیّن کا اندازہ اور قریش کو تنبیہ۔[۳۲۰:۵]

قریش کو ایک سخت خطرے سے آگاہی۔[۳۳۴:۵]

قریش سے عوام کو بدگمان کرنے کے لیے قریش کے لیڈروں کا پروپیگنڈا۔[۴۴۵:۵]

قریش کی طرف سے آفتاب پر خاک ڈالنے کی کوشش۔[۴۴۶:۵]

اسم 'رحمان' پر قریش کا اعتراض اور اس کا جواب۔[۴۸۱:۵]

قریش سے ایک مطالبہ۔[۶۸۷:۵]

قومِ شعیب اور قریش میں قدرِ مشترک۔[۴۰:۶]

قریش کو صاف الفاظ میں تہدید۔[۲۷:۷]

دنیا کے سرمستوں کی تمثیل اور اس کا انطباق قریش کے حال پر۔[۶۵،۶۴:۶]

قریش کے لیے تنبیہی عذاب۔[۱۶۹:۶]

قریش کے فساد کردار پر دھمکی۔[۱۰۵:۶]

قریش کی عبرت کے لیے مصر کی مثال۔[۴۰۹:۶]

مجرمینِ قریش کا انجام۔[۴۶۴:۶]

قریش کی ایک تعلّی۔[۵۰۲:۶]

قریش کا زہریلا پروپیگنڈا۔[۵۱۳:۶]

قرآن سے عوام کو برگشتہ کرنے کے لیے قریش کے لیڈروں کا ایک اشغلا۔[۵۱۳:۶]

عرب کی تاریخ سے متعلق قرآن اور قریش کے نقطۂ نظر کا اختلاف۔[۵۱۴:۶]

قریش کے پندارِ سیادت پر ضرب، رعونت کا جواب۔[۵۱۵:۶]

داؤد علیہ السلام کی زندگی کا نمونہ پیغمبر ﷺ کے لیے بھی اور قریش کے لیے بھی۔[۵۲۱:۶]

قریش کے لیڈروں کو آگاہی۔[۱۶۵:۷]

قریش کے شریروں کی ایک فتنہ انگیزی۔[۲۴۱:۷]

قریش کے لیڈروں کی خفیہ سرگوشیوں کی طرف اشارہ۔[۲۵۵:۷]

قریش کو فیصلہ کن عذاب کی دھمکی۔[۲۵۴:۷]

قرآن اور پیغمبر ﷺ سے لوگوں کو بدگمان کرنے کے لیے قریش کا ایک اشغلا۔[۲۷۷:۷]

قریش اور قوم فرعون کی مشابہت۔[۲۸۰:۷]

کفارِ قریش کو وعید۔[۳۹۵:۷]

کفارِ قریش کی بے بصیرتی۔[۴۰۱:۷]

کفارِ قریش اور ان کے خلفاء کی تباہی لازمی ہے۔[۴۲۳:۷]

بیت اللہ کی آزادی کے لیے قریش سے فیصلہ کن جنگ ناگزیر تھی۔[۴۵۶:۷]

مڈبھیڑ ہوتی تو قریش کی شکست یقینی تھی۔[۴۶۱:۷]

مسلمانوں کے حوصلہ نے قریش کے اعصاب ڈھیلے کر دیے۔[۴۶۲:۷]

قریش کی ایک سنگین گستاخی کی طرف اشارہ۔[۴۶۳:۷]

قریش کی طرف سے حمیتِ جاہلیت کا مظاہرہ۔[۴۶۴:۷]

قریش کو ملامت۔[۸۱،۶۰:۸]

قریش اور اہل کتاب دونوں کو ایک تنبیہ۔[۸:۷۶]

قریش کو تنبیہ تاریخ کے حوالہ سے۔[۸:۸۰]

قریش کو تاریخ سے سبق لینے کی ہدایت۔[۸:۴۹۸]

قریش کی پوری قیادت کی اخلاقی تصویر۔[۸:۵۱۷]

قریش کے لیڈروں کے لیے ایک تمثیل۔[۸:۵۲۰]

تمثیل کے بعد قریش کو تنبیہ۔[۸:۵۲۵]

کلام کا رخ براہِ راست قریش کی طرف۔[۸:۶۲۳]

قریش کا غرور واستکبار۔[۸:۵۲۰]

قریش کا دعوتِ حق سے انحراف۔[۸:۶۲۶]

مکہ اور طائف کے لیڈروں کو تنبیہ۔[۹:۴۸]

قریش کے لیڈروں کو براہِ راست خطاب۔[۹:۱۴۶]

قریش کے لیڈروں کی نازک مزاجی۔[۹:۱۹۶]

قریش کو چند حقائق کی یاددہانی۔[۹:۳۷۱]

قریش کا فاسد کردار۔[۹:۳۷۳]

قریش کے مخفی ارادوں کی طرف ایک اشارہ۔[۹:۳۹۴]

قریش کی طرف التفات۔[۹:۴۰۵]

قریش کے زور آوروں کو تنبیہ۔[۹:۴۱۸]

قریش کے رویہ کا بیان۔[۹:۴۵۶]

تنبیہ اور آخرت کی یاددہانی۔[۹:۴۵۶]

قریش کے گنڈوں کے طغیان کی ایک مثال۔[۹:۴۵۶]

قریش کے تجارتی سفروں کی نوعیت، بیت اللہ کے ساتھ قریش کے تعلق کی تاریخ۔[۹:۵۷۳]

قریش کے رویہ کا بیان۔[۹:۴۵۶]

قریش کے طعنوں کا جواب۔[۹:۵۹۷]


## قومِ شعیب علیہ السلام


قومِ شعیب علیہ السلام اور قریش میں قدرِ مشترک۔[۶:۴۰]

شعیب علیہ السلام اور اہل مدین کی سرگزشت۔[۳:۳۱۰، ۵:۵۵۱]

شعیب علیہ السلام کی قوم کے فساد کی نوعیت۔[۴:۱۶۰]

شعیب علیہ السلام کی دعوتِ اصلاح۔[۴:۱۶۱]

شعیب علیہ السلام پر قوم کا طنز۔[۴:۱۶۱]

شعیب علیہ السلام کی تنبیہ۔[۴:۱۶۳]

شعیب علیہ السلام کو سنگسار کرنے کی دھمکی۔[۴:۱۶۳]

شعیب علیہ السلام کا توکل علی اللہ۔[۴:۱۶۴]

شعیب علیہ السلام کی قوم پر عذاب۔[۳:۳۱۴]


## قومِ لوط علیہ السلام


لوط علیہ السلام اور ان کی قوم کی سرگزشت۔[۳:۳۰۶، ۴:۱۵۴، ۳۶۸، ۵:۵۴۷، ۵۴۸، ۶۱۴]

لوط علیہ السلام کے پاس فرشتوں کی آمد۔[۴:۳۶۸]

لوط علیہ السلام کی فرشتوں کی آمد پر تشویش۔[۴:۱۵۸، ۶:۳۸]

لوط علیہ السلام کو فرشتوں کی ہدایت۔[۴:۳۶۸]

لوط علیہ السلام کے گھر پر غنڈوں کا حملہ۔[۴:۳۶۹]

لوط علیہ السلام کی طرف سے قوم کے ضمیر کو جھنجھوڑنے کی آخری کوشش۔[۴:۱۵۸، ۳۷۰]

قومِ لوط علیہ السلام کے اندھے پن کی طرف اشارہ۔[۵:۵۴۷]

قومِ لوط علیہ السلام کی دیوثیت۔[۵:۵۴۷]

قومِ لوط علیہ السلام کا انجام۔[۳:۳۰۹، ۴:۳۷۰، ۵:۱۶۶، ۶۱۵، ۶:۳۹، ۷:۶۱۱، ۸:۱۰۸]

قومِ لوط علیہ السلام پر قہرِ آسمانی۔[۶:۳۹]

قومِ لوط علیہ السلام کے ساتھ اللہ کا معاملہ۔[۷:۶۱۱]

قومِ لوط علیہ السلام پر عذاب کی نوعیت۔[۴:۱۵۹، ۳۷۰]

اس سنگباری کی نوعیت جو قومِ لوط علیہ السلام پر ہوئی۔[۷:۶۱۳]

واقعۂ قومِ لوط علیہ السلام۔[۸:۱۰۸]

قومِ لوط علیہ السلام کا حوالہ۔[۸:۵۴۴]

قومِ لوط علیہ السلام کے لیے ابراہیم علیہ السلام کی سفارش۔[۴:۱۵۶]

## قومِ نوح علیہ السلام

نوح علیہ السلام کی سرگزشت سب سے قدیم سرگزشت ہے۔[۴:۷۴]

سرگزشت سنانے کا مقصد۔[۸:۵۴۵]

نوح علیہ السلام اور آپ علیہ السلام کی قوم کی سرگزشت۔[۴:۹۹]

سرگزشت ایک خاص پہلو سے۔[۵:۳۱۳]

قومِ نوح علیہ السلام دجلہ وفرات کے دوآبہ میں آباد تھی۔[۳:۲۹۶]

قومِ نوح علیہ السلام کی طرف اشارہ۔[۸:۵۴۴]

قومِ نوح علیہ السلام کے بت۔[۸:۶۰۳]

نوح علیہ السلام اور ان کی دعوت۔[۳:۲۹۳، ۴:۱۳۶، ۵:۵۲۹، ۱۶۸]

نوح علیہ السلام کی طویل جدوجہد کے بعد بھی قوم نے اپنے رویے کی اصلاح نہیں کی۔[۳:۲۹۶]

قومِ نوح علیہ السلام کا متکبرانہ جواب۔[۵:۴۹۶]

نوح علیہ السلام کی دعوت کے جواب میں تین معارضے اور ان کا جواب۔[۴:۱۳۷، ۱۳۸، ۵:۵۳۲]

نوح علیہ السلام اور قوم کے درمیان سوال وجواب۔[۳:۲۹۴]

مطالبۂ عذاب پر نوح علیہ السلام کا جواب۔[۴:۱۳۹]

نوح علیہ السلام پر ایک قلیل تعداد ایمان لائی۔[۵:۳۱۶]

قوم کے لیڈروں کی طرف سے نوح علیہ السلام کی مخالفت۔[۵:۳۱۳]

قوم کی طرف سے آپ علیہ السلام کو سنگسار کر دینے کی دھمکی۔[۸:۹۷]

نوح علیہ السلام کا اعلانِ براءت۔[۴:۱۴۰]

نوح علیہ السلام نے کشتی اللہ تعالیٰ کی خاص ہدایت کے تحت بنائی۔[۸:۹۸]

قومِ نوح علیہ السلام پر عذاب۔[۷:۶۲۰]

قومِ نوح علیہ السلام کی تباہی میں اصلی دخل ہوا کے تصرفات کا تھا۔[۷:۶۲۰]

قومِ نوح علیہ السلام کے انجام کی طرف اشارہ۔[۸:۹۶]

## مشرکین مکہ/عرب

مشرکین مکہ کا اعتراض۔[۱:۹۸]

شفاعتِ باطل کا تصور۔[۱:۹۹]

'یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ' البقرۃ ۲۱ کا خطاب مشرکین سے ہے۔[۱:۱۳۶]

مشرکینِ عرب خدا کے منکر نہیں تھے لیکن اس کے شریک ٹھہراتے تھے۔[۱:۱۴۸]

مشرکین عرب قرآن کو اللہ تعالیٰ کی کتاب نہیں مانتے تھے۔[۱:۱۴۸]

مشرکین کے بعض مطالبات کا جواب۔[۱:۳۰۴]

مشرکین، اللہ تعالیٰ کے ابراہیم علیہ السلام کے وعدہ سے مستثنیٰ ہیں۔[۱:۳۲۶]

مشرکین کا جھوٹ دنیا اور آخرت میں۔[۳:۳۳]

مشرکین مکہ کی ہفوات کا جواب۔[۳:۱۱۱، ۴:۴۰۹]

مشرکین کی حماقت در حماقت۔[۳:۱۳۱، ۱۷۱، ۴:۴۲۱]

مسلمانوں کو مشرکین کے معبودوں کو برا بھلا کہنے کی

ممانعت۔[۳:۱۳۴]

مشرکین کی بدعات کی تفصیل۔[۳:۱۷۰]

مشرکانہ توہمات کے تحت حرام سمجھے جانے والے جانور۔[۳:۱۵۴]

مشرکین کا آخری معارضہ۔[۳:۱۹۶]

براہِ راست مشرکین سے خطاب۔[۳:۵۳۷]

اعلانِ براءت سے مستثنیٰ مشرکین۔[۳:۵۳۹]

مشرکینِ عرب کی دارو گیر۔[۳:۵۴۰]

مشرکینِ عرب کے لیے دو راہیں : اسلام یا تلوار۔ [۳:۵۴۰، ۷:۴۵۶، ۳۹۷]

مشرکینِ عرب سے خاص معاملہ کی وجہ۔[۳:۵۴۱]

اتمامِ حجت کی خاطر آخری رعایت۔[۳:۵۴۱]

مشرکین کی خدمتِ بیت اللہ بے ثمر۔[۳:۵۵۱]

مشرکین کو مسجدِ حرام کے پاس آنے کی ممانعت، اعلانِ براءت کے سلسلہ کی آخری ہدایت۔[۳:۵۵۶]

مشرکین سے من حیث الجماعت جنگ کا حکم۔[۳:۵۷۰]

مشرکین کے لیے استغفار کی ممانعت اور اس کی حدود۔[۳:٦۵۴]

مشرکینِ مکہ کی اصلی چڑ۔[۴:۳۴، ۷:۱۵۳]

مشرکین اور ان کے شرکاء آخرت میں۔[۴:۴٦]

شرکاء کا اعلان براءت۔[۴:۴٦، ۷:۲۵۸]

مشرکین کا تضادِ فکر۔[۴:۴۷، ٦:٦۴، ۵۹۳، ۷:۲۰۹، ۲۱۴]

مشرکین کے عقیدہ شفاعت کی تردید۔[۴:۴۹]

شرکاء کا وجود رہنمائی کے پہلو سے۔[۴:۴۹]

مشرکین کی بدبختی پر اظہارِ افسوس۔[۴:۱۱۸]

مشرکین کے جرائم۔[۴:۱۱۹]

مشرکوں کی محرومی کی تمثیل۔[۴:۲۷۸]

مخالفین کی طرف اشارہ: یہود، نصاریٰ، مشرکینِ عرب۔[۴:۲۹٦]

مشرکین پر عتاب۔[۴:۲۹۷]

مشرکین کے اعمال کی تمثیل۔[۴:۳۲۰]

قیامت کے دن مشرکین کی رسوائی۔[۴:۴۰۳]

مشرکین کی بعض کج بحثیوں کا جواب۔[۴:۴۰۹]

مشرکین کو تنبیہ۔[۴:۴۱۹]

مشرکین کو ملامت۔[۴:۴۲۲]

مشرکین اور ان کے شریکوں میں ردّوبدل۔[۴:۴۳۷]

مشرکین کی اندھی تقلید۔[۴:۵۵۸]

مشرکین مکہ کے لیے قوم سبا کی مثال۔[ ۴:۴۵۸]

مشرکینِ مکہ کا زعمِ باطل۔[۴:۴۵۹، ٦۸۳]

مشرکینِ عرب میں جنّات کی پوجا۔[۴:۵۹٦، ٦:۳۳۲]

مشرکین عرب کو انبیاء کی سرگزشتیں سنا کر تنبیہ۔[۴:٦٦۷]

مشرکین کے تصورِ شفاعت پر تعریض۔[۴:٦۷۷]

مشرکین اور ان کے اتحادیوں کو تنبیہ۔[۵:۲۲۷]

مشرکین کے بعض تصورات کا خاتمہ۔[۵:۲۴۴]

مشرکین کی بعض بدعات کی اصلاح۔[۵:۲۴۷]

مشرکین کے من گھڑت فتووں کی تردید۔[۵:۲۴٦]

آخرت کے باب میں مشرکینِ عرب کی ذہنی الجھن۔[۵:٦۲۸]

مشرکین سے بیزاری کا اظہار۔[٦:۹٦]

مشرکین کو جس چیز سے سب سے زیادہ چڑ تھی اس پر سب سے زیادہ زور۔[۵:۷۱۸]

مشرکین کی قیامت کے دن بدحواسی۔[۵:۷۰۰]

مشرکین کا بے دلیل مجادلہ۔[۱۳۸:۶]

مشرکین کے ایک خاص گروہ کی تردید۔[۱۵۸:۶]

مشرکین کے ایک مغالطہ کا ازالہ۔[۲۹۱:۶، ۲۴۳:۷]

مشرکین کو کھلا ہوا چیلنج۔[۳۱۴:۶]

مشرکین کے لیڈروں کا فریب۔[۳۹۱:۶]

مشرکین کے عقیدے پر تعریض۔[۵۶۳:۶]

مشرکین کے ایک واہمہ کی تردید۔[۳۶۵:۶]

مشرکین سے براءت کا اعلان۔[۵۹۶:۶]

مشرکین کو ایک اہم تنبیہ۔[۵۹۷:۶]

مشرکین کے ایک وہم کا ازالہ۔[۶۰۳:۶]

مشرکین کا انجام۔[۶۰۵:۶، ۶۳:۷]

مشرکین کی بدحواسی۔[۶۴:۷]

مشرکین کو نہایت سخت وعید۔[۱۴۲:۷]

مشرکین کے عقیدے کا بھونڈا پن اخلاقی پہلو سے۔[۲۱۵:۷]

اپنی حماقت کی تائید میں مشرکین کی شرعی دلیل اور اس کی تردید۔[۲۱۶:۷]

مشرکین کی روایتی دلیل اور اس کی تردید۔[۲۱۶:۷، ۲۱۷]

مشرکین کے معبودوں کی بے حقیقتی اور بے خبری۔[۳۱۴:۶، ۳۹۱، ۳۴۷:۷]

مشرکین کو سزا۔[۵۵۱:۷]

مشرکین کی تین بلند مرتبہ دیویاں۔[۳۸:۸، ۶۱]

دیویوں میں فرقِ مراتب۔[۶۱:۸]

ان کے ناموں کے اشتقاق سے متعلق بعض اشارات۔[۶۱:۸]

نام جن کا کوئی مسمّٰی نہیں۔[۶۲:۸]

مشرکین سے موالات کی حدود۔[۳۳۴:۸]

مشرکین سے رشتۂ نکاح ختم کرنے کا حکم۔[۳۴۱:۸]

مشرکین کے بعض اوہام کی تردید۔[۵۹۷:۸]


## ملت ابراہیم علیہ السلام


ملت ابراہیم علیہ السلام۔[۳۹۲:۲]

ملت ابراہیمی کی وضاحت۔[۳۳۰:۴]

ملتِ ابراہیم اور ملتِ اسلام کی اصل روح۔[۲۱۱:۳]

ملتِ موسوی اور ملت ابرہیمی میں اشتراک۔[۲۰۵:۳]

ملتِ ابراہیم وملتِ اسلام میں امر ونہی کی اساسات۔[۲۰۴:۳]

اصل ملتِ ابراہیم کی تفصیل۔[۱۹۸:۳]

ملتِ ابراہیم میں اشیاء کی حلّت وحرمت کی بنیاد۔[۱۹۰:۳]

ملتِ ابراہیم میں چوپایوں میں سے کیا چیزیں حرام تھیں۔[۱۸۹:۳]

ملتِ ابرہیم سے بڑھ کر کوئی ملت توحید کی حامل نہیں۔[۳۸۴:۲]

مسلمانوں پر ملتِ ابراہیم کی مخالفت کا الزام۔[۱۴۰:۲]

ملتِ ابراہیم میں حرام وحلال۔[۴۱۴:۱]

اسلام اصل ملتِ ابراہیم ہے۔[۳۴۷:۱]


## ملت مسلمہ/مسلمان


امۃ کا مفہوم۔[۱۱۰:۴، ۴۳۶]

ملت مسلمہ کی شریعت۔[۷۹:۱]

اصلاحِ ملت کے نقطۂ نظر سے ایک خاص تعلیم۔[۲۰۲:۱]

امتِ مسلمہ کا موقف۔[۳۴۸:۱]

امتِ مسلمہ کے وجود کا مقصد۔[۲۸۹:۵، ۳۳۴:۸]

امتِ وسط۔[۳۶۳:۱]

امتِ وسط کا فریضۂ منصبی۔[۱:۳٦۴]

اللہ تعالیٰ اور امتِ مسلمہ کے درمیان ایک عظیم معاہدہ۔[۱:۳۷۷]

منصبِ امامت کی مشکلات اور ان کا علاج۔[۱:۳۷۸]

امتِ مسلمہ کے لیے ایک تنبیہ۔[۱:۴۲۲]

امت مسلمہ کے لیے امتحان کی کسوٹی۔[۱:۵۰۴]

امت مسلمہ کی عظیم ذمہ داری۔[۱:۵۰۴]

امتِ واحدہ کی تشریح۔[۱:۵۰۳]

حاملینِ قرآن کا کردار۔[۲:۴۲]

امتِ مسلمہ کے لیے ایک عظیم بشارت دعا کے اسلوب میں۔[۲:٦۳]

مسلمانوں کو ایک تنبیہ۔[۲:۱۵۴]

مسلمانوں کو چند تنبیہات۔[۲:۱۵۵، ۳:٦۵٦، ۸:۴۰۴]

خیرِ امت کا منصب صفات کے ساتھ مشروط ہے۔[۲:۱٦۰]

امت کے منصبِ امامت کا اعلان۔[۲:۱٦۱]

مسلمانوں کو صبر اور تقویٰ کی تلقین۔[۲:۲۲۱]

مسلمانوں کی مزید حوصلہ افزائی۔[۲:۲۳۲]

مسلمانوں کے بالمقابل کفار سے دوستی دلیل کفر ہے۔[۲:۴۱۲]

امتِ مسلمہ پر میثاقِ شریعت کی ذمہ داری۔[۲:۴۷۱]

امتِ مسلمہ کا اصلی فریضہ۔[۲:۵۲۵]

امت کو ہر حال میں حق پر قائم رہنے کی ہدایت۔[۲:۵۲٦]

امت مسلمہ اور بنی اسرائیل کے امتحان کی مماثلت۔[۲:۵۹۵]

حاملینِ قرآن کی ذمہ داری۔[۲:۵۳۲]

دین کے علم برداروں کی پسندیدہ صفات۔[۲:۵۴٦]

مسلمانوں کو تسلی کہ تمہاری ذمہ داری صرف حق پہنچادینے کی ہے۔[۲:٦۰۲]

مسلمانوں کو تسلی اور حکمتِ تبلیغ کی تلقین۔[۳:۷۹]

پیغمبر ﷺ اور مسلمانوں کو بعض ہدایات۔[۳:۴۱۱]

ابتدائے اسلام میں مسلمانوں پر خدا کے انعامات۔[۳:۴٦۰]

مسلمانوں سے نصرت کا وعدہ۔[۳:۴۷٦]

مسلمانوں کے دشمن اللہ کے دشمن۔[۳:۵۰۳]

مسلمانوں کے پس پردہ دشمنوں کی طرف ایک اشارہ۔[۳:۵۰۳]

مسلمانوں کی اصل قوت۔[۳:۵۰٦]

مسلمانوں کی ذمہ داری میں تخفیف اور اس کے اسباب۔[۳:۵۰۷]

کمزور قسم کے مسلمانوں کو تنبیہ۔[۳:۵۴٦]

مظلوم مسلمانوں کی دلداری۔[۳:۵۴۷]

کتاب اور حاملِ کتاب کا اصل پیغام۔[۴:۲۲]

ملتِ توحید کی تاریخی وفطری عظمت۔[۴:۲۱۹]

مسلمانوں کو پیغام۔[۴:۳۲۹]

مسلمانوں کو مستقبل کی کامیابی کی بشارت۔[۴:۳۲۹، ۵:۲۵۹]

مظلوم مسلمانوں کو صبر واستقامت کی تلقین۔[۴:۴۵۲]

زیرِ ستم مسلمانوں کو آگاہی۔[۴:۴۵۳]

اس امت کے لیے موسیٰ علیہ السلام کی سرگزشت کی خاص اہمیت۔[۵:۲۹]

مظلوم مسلمانوں کو بشارت۔[۵:۲۵۴، ٦:۲۱۲]

مسلمانوں کی مظلومیت کی وضاحت۔[۵:۲۵۵]

مسلمانوں سے وعدۂ نصرت سے متعلق بعض حقائق۔[۵:۲۵۷]

مسلمانوں کے غلبہ کی بشارت اور نصرت کا وعدہ۔[۴:۴٦۵]

مسلمانوں کو عملی جدوجہد کی ہدایت۔[۵:۲۸۸]

مسلمانوں کے اقتدار کے ثمرات۔[۵:۲۵۸]

مسلمانوں کے منصبِ امامت کے تقاضے۔[۵:۲۸۷]

غربائے مسلمین کی دلداری۔[۵:۳۴۸]

مظلوم مسلمانوں کو تسلی۔[۶:۱۷، ۶۱، ۵۷۲، ۷:۳۱۱]

پڑھے لکھے جنوں سے نمٹنے کیلئے مسلمانوں کو ہدایت۔[۶:۵۴]

مظلوم مسلمانوں سے خطاب۔[۶:۶۱]

مسلمانوں سے غلبہ کا وعدہ۔[۶:۷۶]

مسلمانوں کو ثابت قدمی کی تاکید۔[۶:۲۳۹]

نہایت نازک حالات میں مسلمانوں نے اخلاقی برتری کا ثبوت دیا۔[۷:۴۶۴]

مسلمانوں کا علم اور تقوی۔[۷:۴۶۵]

اگر مسلمانوں کے دوگروہوں میں تصادم ہوجائے تو دوسرے مسلمانوں کی ذمہ داری۔[۷:۴۹۸]

مصلحت پرست مسلمانوں کو تنبیہ۔[۸:۳۲۴]

اسوۂ ابراہیمی کی پیروی کی تلقین۔[۸:۳۲۸]

مسلمانوں کو ستانے والوں کو واضح الفاظ میں وعید۔[۹:۲۹۱]

مسلم معاشرہ کی پسندیدہ صفات۔[۶:۲۲۴]

مسلمان مرد اور عورتیں کی صفات۔[۶:۲۲۴]

مسلمانوں کے مابین اخوت کا تعلق۔[۷:۴۹۹]

مسلمانوں کے سیاسی نظم کی بنیاد شوریٰ پر ہے۔[۷:۱۷۸]

مسلمانوں کا رویہ دوسری قوموں کے ساتھ۔[۶:۷۵]

امتِ مسلمہ پر رسول کریم کا حق۔[۷:۴۵۰]

مسلمانوں کے دوگروہوں میں تصادم کی صورت میں اجتماعی اصول۔[۷:۴۹۸]

## منافقین

منافقین کردار کے کمزور اور گفتار کے غازی ہوتے ہیں۔[۱:۴۹۳، ۲:۳۴۲]

دینداری کے جھوٹے مدعیوں کا غرور۔[۱:۴۹۶]

منافقین کو مخلصانہ اطاعت کی دعوت۔[۱:۴۹۸]

منافقین کے لیے تنبیہ کا ایک خاص پہلو۔[۲:۶۸]

منافقین کی ایک شرارت۔[۲:۱۷۰]

منافقین کی دو خاص کمزوریاں۔[۲:۱۸۶]

کفار اور منافقین کا پروپیگنڈا اور اس کا جواب۔[۲:۱۹۱]

منافقین کے بارے میں آنحضرت ﷺ کے رویہ کی تصویب۔[۲:۲۰۸]

آنحضرت ﷺ پر منافقین کا الزام اور اس کا جواب۔[۲:۲۱۱]

منافقین کو ایک تنبیہ۔[۲:۲۱۵]

منافقین کا طنز اللہ جل شانہٗ کی شان میں۔[۲:۲۱۹]

منافقین کو دھمکی۔[۲:۳۲۷، ۳:۵۷۵، ۶۱۱]

منافقین کا طرزِ عمل۔[۲:۳۲۷]

منافقین کے دل کا اصلی راز۔[۲:۳۲۷]

منافقین کی بنیادی کمزوری۔[۲:۳۳۰]

منافقین کی بزدلی اور مسلمانوں کی کامیابی پر ان کا حسد۔[۲:۳۵۵]

خوفِ موت کی علت اور اس کا علاج۔[۲:۳۴۴]

منافقین کی دلچسپی افواہوں سے۔[۲:۳۴۸]

منافقت خود اپنے ضمیر سے خیانت ہے۔[۲:۳۷۸]

مومن و منافق کے درمیان امتیاز کے لیے کسوٹی قرآن ہے۔[۲:۳۷۹]

منافقین کی حمایت کرنے والوں سے خطاب۔[۲:۳۸۰]

سازشی گروہوں کا ایک خاص حربہ۔[۲:۳۸۰]

منافقین کی سرگوشیوں کی نوعیت۔[۲:۳۸۲]

اہل کتاب کے اندر سے آئے ہوئے منافقین کا کردار۔[۲:۴۰۹]

منافقین کی دوطرفہ سازباز۔[۲:۴۱۰]

منافقین کے تذبذب کی تصویر۔[۴۱۱:۲]
منافقین کا درجہ کفار سے بھی نیچے ہے۔[۴۱۲:۲]
منافقین کی یہود دوستی۔[۵۲۱:۲]
منافقین کا من بھاتا کھاجا۔[۵۲۲:۲]
منافقین یہود کے ہاتھوں میں کٹھ پتلی۔[۵۲۲:۲]
منافقین سے خطاب۔[۵۴۳:۲، ۵۷۵:۳]
منافقین کے دل کا چور۔[۵۴۴:۲]
منافقین کی رَوِش، اِرْتِدَاد کی روش۔[۵۴۵:۲]
منافقین کے سامنے ایک آئینہ۔[۵۴۶:۲، ۶۴۷:۳]
منافقین کی اصلی بیماری، حبِ دنیا۔[۵۷۵:۳]
با اخلاق معذورین اور منافقین کے درمیان واضح فرق۔[۵۸۳:۳]
منافقین کی فتنہ انگیزیاں۔[۵۸۵:۳]
منافقین کی پچھلی شرارتوں کی طرف اشارہ۔[۵۸۵:۳]
منافقین کا اصل باطن۔[۵۸۷:۳]
منافقین کی نفسیاتی بیماری۔[۵۸۹:۳]
منافقین کی مجبوری۔[۵۸۹:۳]
غیر مال دار منافقین کا حال۔[۵۹۰:۳]
آنحضرت ﷺ کے لیے منافقین کی ہجو اور اس کا جواب۔[۵۹۸:۳]
منافقین کو عذاب کی دھمکی۔[۶۰۰:۳]
منافقین کو پردہ دری کا اندیشہ۔[۶۰۰:۳]
منافقین کی بعض خطرناک ٹولیاں۔[۶۰۱:۳]
اسلامی معاشرہ کی تطہیر منافقین سے۔[۶۰۲:۳]
منافقین اور منافقات دونوں کا ایک ہی انجام۔[۶۰۲:۳]
منافقین کی ہر بات دین کے برعکس۔[۶۰۳:۳]
منافقین کی بے توفیقی کا اصلی سبب۔[۶۰۳:۳]
منافقین کو براہِ راست دھمکی۔[۶۰۴:۳]
منافقین کے شدید احتساب کا حکم۔[۶۰۹:۳]
منافقین کا جھوٹ اور کفرِ غلیظ۔[۶۰۹:۳]
منافقین کے جیشانہ منصوبے اور ان کی نامرادی۔[۶۱۰:۳]
منافقین کی کمینگی اور ناسپاسی۔[۶۱۰:۳]
منافقین کی بلادت۔[۶۱۲:۳]
منافقین کا ہمز و لمز۔[۶۱۳:۳]
منافقین کے باب میں سخت گیری کی سخت تاکید اور ان کے لیے استغفار کی ممانعت۔[۶۱۴:۳]
منافقین کے کفر کا اعلان۔[۶۱۴:۳]
جماعتی خدمات سے منافقین کی محرومی۔[۶۱۹:۳]
منافقین کی نماز جنازہ اور دعائے استغفار کی ممانعت۔[۶۱۹:۳]
منافقین کی بہانہ بازیاں۔[۶۲۰:۳]
نفاق کی جڑ جمانے والا عمل۔[۶۱۲:۳]
خدا کے غضب کا سبب، کفر و نفاق۔[۶۲۹:۳]
منافقین کی نشاندہی۔[۶۳۶:۳]
منافقانہ ذہنیت پر آخری ضرب۔[۶۴۱:۳]
منافقین کا سب سے زیادہ شریر گروہ۔[۶۴۱:۳]
منافقین کی جھوٹی قسمیں۔[۶۴۲:۳]
منافقین کی سازش کی ناکامی۔[۶۴۳:۳]
نفاق کی بیماری کا علاج۔[۶۶۲:۳]
کرّ منافقین کا طرزِ عمل۔[۶۶۴:۳]
مجلس نبوی سے منافقین کا فرار۔[۶۶۵:۳]

اہل نفاق پر قرآن کا اثر۔[۳:۶۶۵]

منافقین کی طرف اشارہ۔[۵:۳۸۲]

منافقین کے جرم کی شناعت اوران کوتہدید۔[۵:۳۸۹]

منافقین کے رویہ پر تبصرہ۔[۵:۴۲۲، ۴۲۴]

رسول کی عدالت سے کترانے والے منافقین۔[۵:۴۲۲]

منافقین کی پالیسی کا پوسٹ مارٹم۔[۵:۴۲۴]

منافقین کی روش جہاد کے معاملہ میں۔[۵:۴۲۵]

منافقین کوتہدید ونصیحت۔[۵:۴۲۵]

اجتماعی کاموں سے کھسکنے والے منافقین کوتنبیہ۔[۵:۴۳۴]

کفار اور منافقین کا باہمی رشتہ۔[۶:۱۸۵]

منافقین اعراب۔[۶:۲۰۱]

منافقین کی مفسدانہ مساعی کی ایک مثال۔[۶:۲۰۲]

منافقین کا ایک عذر لنگ۔[۶:۲۰۲]

منافقین کی بدعہدی۔[۶:۲۰۳]

منافقین کی ایک اور سازش کی طرف اشارہ۔[۶:۲۰۵]

منافقین کی بزدلی کی مزید وضاحت۔[۶:۲۰۷]

منافقین کے بالمقابل مخلصین کا رویہ۔[۶:۲۰۸]

منافقین کوتوبہ کی دعوت۔[۶:۲۱۰]

حضرت زینبؓ کے نکاح پر منافقین کا ایک اور اعتراض۔[۶:۲۵۳]

منافقین کی بعض شرارتیں۔[۶:۲۶۳]

منافقین کو ایک تنبیہ۔[۶:۲۶۵، ۲۷۰، ۷:۴۲۳، ۸:۲۱۸]

مسلمانوں کی اخلاقی ساکھ مجروح کرنے کے لیے منافقین کی مہم۔[۶:۲۶۸]

منافقین کے ایک گمان کی تردید۔[۷:۳۹۹]

منافقین کے ایک گروہ کی طرف اشارہ۔[۷:۴۱۱]

منافقین کا جہاد سے فرار۔[۷:۴۱۵]

منافقین کونصیحت۔[۷:۴۱۸]

منافقین کے دل زنگ آلود ہو چکے ہیں۔[۷:۴۱۹]

نفاق ارتداد ہے۔[۷:۴۲۰]

منافقین کے راندۂ درگاہ ہونے کا سبب۔[۷:۴۲۰]

منافقین کا پردہ اللہ چاک کرے گا۔[۷:۴۲۱]

اپنی بزدلی پر پردہ ڈالنے کے لیے منافقین کی ایک تدبیر۔[۷:۴۲۴]

منافقین پر تعریض۔[۷:۴۴۳]

منافقین اور مشرکین میں مماثلت۔[۷:۴۴۳]

منافقین سے اظہارِ بیزاری۔[۷:۴۴۴]

منافقین کی پردہ دری۔[۷:۴۵۲]

منافقین کے دلوں کا اصل بھید۔[۷:۴۵۳]

منافقین کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا فیصلہ۔[۷:۴۵۴]

منافقین کے لیے امتحان کی ایک کسوٹی۔[۷:۴۵۶]

عام خطاب سے منافقین کوتنبیہ[۸:۲۰۳]

منافقین کی نور سے محرومی۔[۸:۲۰۹]

منافقین کی فریاد اوران کا جواب۔[۸:۲۱۰]

منافقین کے سامنے ایمان کے تقاضوں کی وضاحت۔[۸:۲۱۵]

منافقین اپنے مفاد کے سوا کسی کے ساتھی نہیں ہیں۔[۸:۲۷۰]

منافقین کے سامنے ایک واضح کسوٹی۔[۸:۲۷۴]

منافقوں سے خطاب۔[۸:۲۸۳]

منافقین کا ساز باز بنوقریظہ سے۔[۸:۳۰۰]

منافقین کی تردید۔[۸:۳۰۱]

منافقین کی مثال شیطان سے۔[۸:۳۰۳]

منافقین کی تردید۔[۸:۳۰۱]
منافقین کی مثال شیطان سے۔[۸:۳۰۳]
منافقین کی قساوت قلبی کی تمثیل۔[۸:۳۰۹]
منافقین کی اصل کمزوری۔[۸:۳۵۴]
منافقین کی روش کی مماثلت یہود سے۔[۸:۳۵۶]
پختہ کار منافقین کا کردار۔[۸:۳۹۸]
منافقین کے ظاہر اور باطن کی تصویر۔[۸:۴۰۰]
نفاق سے بچنے کا طریقہ۔ یاد الٰہی۔[۸:۴۰۴]
نفاق سے بچنے کا طریقہ۔ انفاق۔[۸:۴۰۵]
منافقین کے احتساب میں درشت رویہ اختیار کرنے کی ہدایت۔[۸:۴۷۳]

## نصاریٰ

لفظ 'نصاریٰ' کی تحقیق۔[۱:۲۲۹]
نصاریٰ سے مسیح علیہ السلام کی الوہیت کے حوالے سے سوال۔[۲:۱۷]
واقعۂ قتل مسیح کی تردید کا مقصد۔[۲:۴۲۰]
نصاریٰ پر اپنے شگون پر اپنی ناک کٹوا بیٹھے۔[۲:۴۲۱]
تثلیث کا عقیدہ۔[۲:۴۳۶]
لفظ 'اب' کے استعمال کی حقیقت۔[۲:۹۷]
نصاریٰ کی عہد شکنی کے نتائج۔[۲:۴۷۷]
نصاریٰ پر اظہارِ غضب۔[۲:۴۸۲]
پال کے عقیدے کی اصل روح۔[۲:۴۸۲]
نصاریٰ کا جرم۔[۲:۵۶۷]
نصاریٰ کا غلو۔[۲:۵۶۹]
نصرانیت تمام تر بت پرست قوموں کی نقالی۔[۲:۵۶۹]
پال کے پیروؤں کی لفظ نصاریٰ سے بیزاری۔[۲:۵۷۴]
قرآن کے بارے میں اچھے نصاریٰ کا عمل۔[۲:۵۷۵]
حواریین کو زیر بحث لانے کی حکمت۔[۲:۶۰۷]
سوالات نصاریٰ کی فضیحت کے لیے۔[۲:۶۰۷]
نصاریٰ کی شفاعت سے سیدنا مسیح علیہ السلام کی براءت۔[۲:۶۰۹]
نصاریٰ کی رسوائی آخرت میں۔[۲:۶۰۹]
نصاریٰ کا مغالطہ۔[۳:۲۳۷]
نصاریٰ کی معما سازی۔[۴:۶۴۹]
نصاریٰ کا شرک۔[۴:۶۵۰]
عیسائیوں کے باہمی اختلافات۔[۷:۲۴۶]
نصاریٰ کی گروہ بندیاں۔[۴:۶۵۱]
سچے نصاریٰ کی تعریف۔[۸:۲۳۴]
سچے نصاریٰ کے لیے دہرے اجر کا وعدہ۔[۸:۲۳۶]
سچے نصاریٰ کو دعوتِ ایمان۔[۸:۲۳۵]
نصاریٰ کی گمراہی اور ان کا اعتراف۔[۹:۶۵۱]

## یہود

یہود کو دعوت۔[۱:۷۸]
یہود کو تنبیہ۔[۱:۷۸]
یہود کی اخلاقی و روحانی بیماریاں۔[۱:۹۶]
یہود کے قرآن پر ایمان نہ لانے کے اسباب۔[۱:۹۶، ۲:۴۲۴]
'الناس' البقرۃ ۹ سے یہود مراد ہیں۔[۱:۱۱۸]
یہود کا ایک خاص گروہ۔[۱:۱۲۱، ۲:۵۵۲]
یہود کے علماء اور لیڈروں کے لیے سخت الفاظ کا استعمال۔[۱:۱۲۶، ۱۲۷]
البقرۃ ۱۷، ۱۸ کی پہلی تمثیل اور اس کا مصداق، یہود۔[۱:۱۳۰]
البقرۃ ۱۹، ۲۰ کی دوسری تمثیل اور اس کا مصداق، یہود۔[۱:۱۳۱]

یہود کے دو گروہوں میں فرق۔[۱:۱۳۲]

تمثیلات سے علم و معرفت کے بجائے ضلالت و گمراہی حاصل کرنے والے یہود۔[۱:۱۴۶]

یہود، مشرکین عرب کے ہم نوا تھے۔[۱:۱۴۹]

نبوت و رسالت کے بارے یہود کی ساری مخالفت حسد اور تکبر پر مبنی تھی۔[۱:۱۵۳]

یہود کے نقضِ عہد کی تعبیر کے لیے ایک اسلوب۔[۱:۱۸۱]

تورات میں تصرفات کا یہود کا جرم۔[۱:۱۸۳]

نماز اور زکوٰۃ کے معاملہ میں یہود کا رویہ۔[۱:۱۸۶]

البقرۃ ۴۴ کے مخاطب یہود کے علماء اور اکابر ہیں۔[۱:۱۸۸]

علمائے یہود کے بارے قولِ مسیح علیہ السلام۔[۱:۱۸۸]

یہود کے سامنے تین حقیقتوں کی وضاحت۔[۱:۲۰۳]

یہود کی ذلّت کا سبب۔[۱:۲۲۵]

لفظ 'یہود' کی تحقیق۔[۱:۲۲۶]

یہود کے نقضِ عہد کی ایک مثال۔[۱:۲۴۴]

یہود کے مسخ کی نوعیت۔[۱:۲۴۵]

یہود کے نقضِ عہد کی دوسری مثال۔[۱:۲۴۵]

یہود کی ایک مزاجی خصوصیت۔[۱:۲۴۷، ۲۶۵، ۲:۶۱]

یہود کے دعوائے ایمان کی حقیقت۔[۱:۲۵۷، ۲۷۲، ۵۵۳، ۲:۲۵۲]

یہود کے عوام کی بیماری۔[۱:۲۵۴]

علمائے یہود کے من گھڑت فتوے۔[۱:۲۵۵، ۲:۱۲۳، ۸:۳۶۳]

یہود کی جھوٹی آرزوؤں کی ایک مثال۔[۱:۲۵۵، ۲:۶۲]

یہود کے واہمہ کی تردید۔[۱:۲۵۶]

یہود کے استکبار پر ضرب۔[۱:۲۵۶، ۴:۲۷۶]

یہود کی ضد۔[۱:۲۵۶]

یہود کے خلاف خود ان کے ضمیر کی شہادت۔[۱:۲۵۷]

ایک طرف دین کی مخالفت دوسری طرف دینداری کا مظاہرہ۔[۱:۲۶۶]

یہود پر قرآن کا احسان۔[۱:۲۷۰]

یہود کا ایمان نہ قرآن پر نہ تورات پر۔[۱:۲۷۲]

یہود کے دعوے ایمان کی مزید تردید۔[۱:۲۷۲]

یہود کے حال کی تعبیر قول سے۔[۱:۲۷۳]

یہود کے قول، سمعنا وعصینا، کی تشریح۔[۱:۲۷۳]

یہود کی دکھتی ہوئی رگ۔[۱:۲۷۳]

یہود کی زندگی کے لیے حرص۔[۱:۲۷۴]

یہود مشرکین سے بھی گئے گزرے ہوئے ہیں۔[۱:۲۷۴]

یہود کی قرآن دشمنی کی مزید تفصیل۔[۱:۲۷۵]

قرآن کی ضد میں یہود کی جبریل علیہ السلام سے دشمنی۔[۱:۲۷۸]

جبریل علیہ السلام سے دشمنی کی بات کہاں سے کہاں پہنچی۔[۱:۲۷۹]

کتابِ الٰہی کی جگہ یہود کی سحر وساحری سے دلچسپی۔[۱:۲۸۲]

یہود کی پست مذاقی۔[۱:۲۸۷]

عربوں کو گمراہ کرنے کے لیے یہود کی شرارتیں۔[۱:۲۹۰]

آنحضرت ﷺ کی مجلس میں یہود کی شرارت۔[۱:۲۹۴]

یہود یہ طنز: الفاظ سے متعلق ایک نفسیاتی حقیقت۔[۱:۲۹۵]

یہود و مشرکین کے باطن پر روشنی۔[۱:۲۹۶]

یہود کی وسوسہ اندازی کی تردید۔[۱:۲۹۶]

تردید کا ایک خاص پہلو۔[۱:۲۹۷]

مسلمانوں کو تنبیہ۔[۱:۲۹۸]

مخالفین کی مخالفتوں کا علاج۔[۱:۲۹۹]
مسلمانوں اور یہود کے درمیان نزاعی مسئلہ۔[۱:۳۳۰]
یہود کو بیوقوف قرار دینے کی وجہ۔[۱:۳۶۱]
تحویلِ قبلہ پر یہود کا اعتراض۔[۱:۳۶۲]
یہود کا کتمانِ حق۔[۱:۱۸، ۳۸۸]
قتل انبیاء بغیر حق، یہود کا جرم۔[۲:۵۴]
یہود کا جماعتی مزاج۔[۲:۶۱]
یہود کی جھوٹی آرزوؤں کی ایک مثال۔[۲:۶۲]
اٰل عمران ۲۸ میں کافرین سے مراد یہود ہیں۔[۲:۶۷]
سیدنا مسیح علیہ السلام کے خلاف یہود کی سازشیں۔[۲:۱۰۲]
مسیح علیہ السلام کے متبعین کا یہود پر غلبہ۔[۲:۱۰۵]
یہود کی بعض شرارتیں۔[۲:۱۱۷، ۲۲۰، ۳۰۹]
یہود کی منافقانہ شرارت کی ایک خاص قسم۔[۲:۱۱۹]
یہود کے دل کا ایک چور۔[۲:۱۲۱]
یہود کا ایک من گھڑت فتویٰ۔[۲:۱۲۳]
یہود سے شدید نفرت کا اظہار۔[۲:۱۲۷]
یہود کا عہد الٰہی سے فرار۔[۲:۱۲۸]
یہود کے ایک اعتراض کا جواب۔[۲:۱۴۳]
یہود کا مسلمانوں پر ملت ابراہیم کی مخالفت کا الزام۔[۲:۱۴۰]
یہود کی حرام کردہ طیبات کی تین قسمیں۔[۲:۱۴۴]
یہود کی شامتِ اعمال اور بدبختی کا بیان۔[۲:۱۶۲]
یہود پر ذلّت و مسکنت کے عذاب کا سبب۔[۲:۱۶۳]
یہود پر ذلّت و مسکنت کا عذاب۔[۲:۱۶۱]
یہود کو آخری دھمکی۔[۲:۳۱۱]
وہ لعنت جس کے یہود مستحق تھے۔[۲:۳۱۲]
عمل اور سزا میں مشابہت۔[۲:۳۱۲]
یہود کے مشرکانہ اعمال وعقائد۔[۲:۳۱۳]
اعمالِ سفلیہ اور ارواح خبیثہ۔[۲:۳۱۴]
اہل ایمان کے بالمقابل یہود کی مشرکین کی حمایت۔[۲:۳۱۴]
یہود بنی اسمٰعیل کے حاسد تھے۔[۲:۳۱۵]
یہود کا رسول کریم ﷺ سے مطالبہ اور اس کا جواب۔[۲:۴۱۹]
رفع طور اور میثاق۔[۲:۴۱۹]
یہود پر جائز چیزوں کے حرام ہونے کی نوعیت۔[۲:۴۲۴]
یہود کے اصلی موانع ایمان۔[۲:۴۲۴]
یہود کے سلیم الفطرت اور خدا ترس افراد۔[۲:۴۲۵]
یہود کی عہد شکنی کے نتائج۔[۲:۴۷۶]
یہود کی تاریخ کا ایک ورق۔[۲:۴۸۶]
یہود کی ایک چال اور اس کا توڑ۔[۲:۵۲۵]
شریعت سے فرار کے لیے یہود کی دہری شرارت۔[۲:۵۲۶]
یہود کو ایک یاددہانی۔[۲:۵۲۸]
یہود پر ایک لطیف تعریض۔[۲:۵۲۸، ۳:۲۰۵]
یہود کی ژاژ خائی۔[۲:۵۵۱]
سبت کی نافرمانی کرنے والوں پر عذاب۔[۲:۵۵۱]
سبت کا حکم ملت ابراہیم کا جزو نہیں تھا۔[۴:۴۶۲]
انسانوں کے لباس میں بندر اور سؤر۔[۲:۵۵۱]
یہود کے دعوائے ایمان کی پردہ دری۔[۲:۵۵۳]
یہود کے علماء اور فقہاء کو سرزنش۔[۲:۵۵۳]
یہود کی شرارتوں کی اصل علّت۔[۲:۵۵۴]

یہود کی گستاخی شانِ الٰہی میں۔[۲:۵۵۴]

مسلمانوں کو تسلی کہ یہود کی کوئی شرارت کامیاب نہیں ہوگی۔[۲:۵۵۵]

قرآن نے یہود کے دبے ہوئے حسد کو بھڑکا دیا۔[۲:۵۶۵]

یہود کا جرم۔[۲:۵۶۶]

یہود پر دو بڑی تباہیاں۔[۲:۵۶۶]

یہود پر انبیاء کی لعنت۔[۲:۵۷۰]

یہود پر ابدی لعنت۔[۳:۳۸۰]

یہود پر سیدنا مسیح علیہ السلام کی لعنت۔[۲:۵۷۱]

یہود کی اخلاقی پستی کی آخری حد۔[۲:۵۷۲]

یہود کی اخلاقی پستی۔[۳:۴۹۸]

یہود اسلام دشمنی میں مشرکین کے لیے ہم پلہ۔[۲:۵۷۳]

'قسیس' اور 'رہبان' سے مراد۔[۲:۵۷۳]

یہود کی ایک شرارت۔[۳:۱۰۷]

یہود کو ایک مسکت جواب۔[۳:۱۰۷]

یہود کی اخفائے کتاب کی سازش۔[۳:۱۰۸]

یہود پر بعض طیبات حرام ہونے کی وجہ۔[۲:۴۲۲، ۳:۱۹۱]

یہود کا روز افزوں زوال۔[۳:۳۸۲]

یہود کی تمثیل کتے سے۔[۳:۳۹۵، ۳۹۶]

یہود کے باطن کی تعبیر۔[۳:۴۹۲]

یہود کا شیطانی تقویٰ۔[۳:۴۹۲]

یہود کی وعدہ خلافیاں۔[۳:۴۹۸]

'احبار' و 'رہبان' کو رب بنانے کا حکم۔[۳:۵۶۳]

یہود کی بدبختی۔[۴:۱۱۷]

یہود کے ہاتھوں تورات کے حصے بخرے۔[۴:۳۷۹]

یہود کو ملامت۔[۴:۴۳۹]

یہود کو ایفائے عہد کا حکم۔[۴:۴۴۱]

یہود کی مفسدانہ سرگرمیوں کی طرف اشارہ۔[۴:۴۴۲]

یہود کی سرگرمیوں کا اصل محرک۔[۴:۴۴۳]

یہود کی مثال بڑھیا سے۔[۴:۴۴۳]

یہود کا ذریعۂ افساد قسمیں تھیں۔[۴:۴۴۴]

احکامِ شریعت کی تبدیلی پر یہود کا اعتراض۔[۴:۴۴۹]

قرآن کو وحیِ الٰہی ماننے سے یہود کا انکار۔[۴:۴۵۰]

یہود کی من مانی تحریم و تحلیل۔[۴:۴۶۰]

یہود کے بگاڑ کی تاریخ۔[۴:۴۷۸]

یہود کے دو بڑے فسادات۔[۲:۵۶۶، ۴:۴۷۹]

یہود کی توہین و تذلیل کی تصویر۔[۴:۴۸۱]

بخت نصر کا حملہ اور یہود کی غلامی۔[۴:۴۸۱]

ٹائٹس کے ہاتھوں یہود کی دوسری تباہی۔[۴:۴۸۲]

نبی ﷺ کی دعوت کے ذریعے یہود کے لیے نجات کی راہ۔[۴:۴۸۳]

یہود اور مشرکین کو قرآن پر ایمان لانے کی دعوت۔[۴:۴۸۷]

یہود کا القاء کردہ ایک سوال۔[۴:۶۱۲]

یہود کے صحیفوں میں ذوالقرنین کا ذکر۔[۴:۶۱۳]

یہود نماز اور ایمان بالآخرۃ دونوں ضائع کر بیٹھے۔[۵:۳۴]

حدود کے معاملہ میں یہود کی مداہنت۔[۵:۳۶۲]

فتنۂ افک برپا کرنے میں یہود کی سازش۔[۵:۳۸۶]

یہود کا سکھایا ہوا ایک اعتراض اور اس کا جواب۔[۵:۶۸۶، ۷:۱۱۴]

قرآن پر قریش اور یہود کا اصل اعتراض۔[۶:۱۵۵]

انبیاء کو ایذا پہنچانا یہود کی سنت ہے۔[٦:٢٧٦]

یہود کے ایذا کی بعض مثالیں۔[٦:٢٧٦]

یہود کی روش سے احتراز کرنے اور صحیح روش اختیار کرنے کی ہدایت۔[٦:٢٧٨]

یہود کو ایک سخت دھمکی۔[٧:١١٧]

یہود کی رہنمائی کے لیے مزید اہتمام اور ان کی طرف سے اس کی ناقدری۔[٧:٣١٦]

یہود کی گمراہی۔[٧:٣٢١]

پیشین گوئیوں میں یہود کی تحریفات۔[٧:٤٢٣]

وقت کے یہود کو ایک لطیف تعریض۔[٨:١٨]

یہود کے شریروں کا رسول کریم ﷺ کو سلام کرنے کی نوعیت۔[٨:٢٥٩]

یہود کے حسد کی طرف اشارہ۔[٨:٢٣٧، ٣٨٠]

یہود کے ایک اعتراض کا برمحل جواب۔[٨:٢٨٩]

غزوۂ بدر میں یہود کی شرارت۔[٨:٣٠٤]

مشرکین و یہود سے ترکِ موالات۔[٨:٣٤٥]

یہود کی دل کی کجی کے دوررس اثرات۔[٨:٣٥٧]

یہود کی شقاوت۔[٨:٣٦٣]

یہود کے من گھڑت دعوے۔[٨:٣٦٣]

یہود کی سعی لاحاصل کی تمثیل۔[٨:٣٦٤]

یہود عیسائیوں کے زیردست ہیں۔[٨:٣٦٩]

یہود کے پندار پر ضرب۔[٨:٣٨٠، ٣٨١]

یہود کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تکذیب کے بعد اپنے بل پر اقتدار حاصل نہیں ہوا۔[٨:٣٦٩]

جو کتاب پر عامل نہیں وہ اس کا حامل بھی نہیں۔[٨:٣٨١]

یہود کی بزدلی پر ان کی پوری تاریخ گواہ ہے۔[٨:٣٨٢]

حاسد یہود کا رویہ۔[٩:٥٨]

## یہود و نصاریٰ

مسلمانوں کو بہکانے کے لیے یہود و نصاریٰ کا مشترکہ پروپیگنڈا۔[١:٣٠٠]

نجات کی اصل راہ، یہودی یا نصرانی ہونا شرط نہیں ہے۔[١:٣٠١]

یہود و نصاریٰ کی باہمی جنگ و جدال۔[١:٣٠١]

ایک دوسرے کے معابد کی تخریب۔[١:٣٠٢]

یہود و نصاریٰ کے درمیان وجہ نزاع۔[١:٣٠٣]

فسادِ عقیدہ: یہود و نصاریٰ و مشرکین۔[١:٣٠٤]

یہود و نصاریٰ کی اصل بیماری۔[١:٣٠٦]

یہود و نصاریٰ کو دعوت۔[١:٣٤٩]

یہود و نصاریٰ کے لیے نجات کی راہ۔[١:٣٤٩، ٢:٤٧٨]

یہود و نصاریٰ سے اظہارِ براءت۔[١:٣٥٠]

یہود و نصاریٰ کی گمراہی میں فرق۔[٢:٣١]

یہود و نصاریٰ کا ملتِ ابراہیم پر ہونے کا دعویٰ محض بے بنیاد دعویٰ ہے۔[٢:١٣٩]

یہود و نصاریٰ کے ساتھ معاملہ جماعتی حیثیت سے۔[٢:٥٤٣]

یہود و نصاریٰ کے ساتھ ترکِ موالات کا حکم۔[١:٣٥٠، ٢:٥٤٣]

یہود و نصاریٰ کے مشرکانہ عقائد۔[١:٣٠٣]

یہود و نصاریٰ قرآن کو بیٹوں کی طرح پہچانتے تھے۔[١:٣٧١]

یہود و نصاریٰ کی بعض تحریمات۔[١:٤١٦]

یہود و نصاریٰ کو انبیاء کی سرگزشتیں سنا کر تنبیہ۔[٤:٦٦٧]

یہود و نصاریٰ کے صالحین کا تذکرہ۔[١:٣٠٦]

# فقہی اشارات

قرآن کا کوئی حکم منسوخ ہوا ہے تو قرآن، ہی سے منسوخ ہوا ہے اور یہ ناسخ و منسوخ دونوں قرآن مجید میں موجود ہیں ۔ قرآن کے کسی حکم کو قرآن کے سوا کوئی دوسری چیز منسوخ نہیں کر سکتی۔ بعض فقہاء نے حدیث کو بھی قرآن کے لیے ناسخ مانا ہے لیکن ہمارے نزدیک یہ مسلک صحیح نہیں ہے۔ اس مسلک کا ضعف اس قدر واضح ہے کہ اس کی تردید کی ضرورت نہیں ہے۔[۱:۳۱۵]

**الانعام ۱۴۱۔** اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام میں ہر پیداوار پر خدا کا حق ہے، خواہ کوئی شے بھی ہو۔ اس سے استثناء کسی شے کا نہیں بلکہ ایک خاص مقدار کا ہے ... فقہا بعض اموال کو اموال زکوٰۃ میں شمار نہیں کرتے۔ یہ بات ہماری سمجھ میں نہیں آتی۔ اگر وہ شے نہایت محدود مقدار میں محض گھریلو استعمال کے حد تک پیدا کی جاتی ہو تب تو بے شک وہ زکوٰۃ سے مستثنیٰ ہونی چاہیے لیکن اگر انہی چیزوں میں سے کوئی چیز کوئی زمیندار بڑے پیمانے پر کاشت کرے یا وہی چیز کسی علاقہ یا ملک کی عام پیداوار کی حیثیت رکھتی ہو یا حاصل کرلے تو آخر وہ زکوٰۃ سے مستثنیٰ کیوں رہے گی؟[۳:۱۸۵]

**الاعراف ۲۰۴۔** اِس آیت کو ہمارے فقہاء کے ایک گروہ نے امام کے پیچھے فاتحہ نہ پڑھنے کی ایک دلیل کا بھی ماخذ بنایا ہے لیکن یہ آیت، جیسا کہ واضح ہے اس سیاق وسباق کی آیت نہیں ہے اور اگر سیاق وسباق سے قطع نظر کر کے کوئی اس طرح کا استنباط اس آیت سے کرنا ہی چاہے تو بات ان لوگوں کے حق میں نہیں جاتی جو امام کے پیچھے یک قلم فاتحہ پڑھنے کے مخالف ہیں بلکہ ان لوگوں کے حق میں جاتی ہے جو جہری نمازوں میں تو فاتحہ پڑھنے سے روکتے ہیں لیکن سری میں نہیں روکتے۔[۳:۴۱۳]

**الحج ۲۵۔** ہمارے فقہاء کی ایک جماعت نے اس سے یہ مسئلہ بھی استنباط کیا ہے کہ حدودِ حرم میں نہ کوئی گھر کسی کی ذاتی ملکیت ہو سکتا اور نہ وہ کسی دوسرے سے کسی گھر کا کرایہ وصول کر سکتا ہے۔ میرے نزدیک یہ استنباط ضعیف ہے ... میں اس مسئلہ میں شوافع کے مسلک کو ترجیح دیتا ہوں جو اس پابندی کے حق میں نہیں ہیں۔[۵:۲۴۰]

**النور ۲۔** چوتھی قید فقہاء کے ایک گروہ نے یہ عاید کی ہے کہ یہ حد صرف مسلمان پر نافذ ہوگی، غیر مسلم اس سے مستثنیٰ ہیں۔ یہ بات ہمارے نزدیک صحیح نہیں ہے۔ اسلامی حکومت میں غیر مسلم رعایا اپنے پرسنل لاء کے حد تک تو بے شک حکومت کے عام قوانین سے مستثنیٰ ہوگی لیکن حدود و تعزیرات سے، جن کا تعلق ملک کے امن و عدل سے ہے، اس کو مستثنیٰ رکھنا کس طرح ممکن ہے؟ اگر ایک مسلمان کو بجرم زنا آپ کوڑے لگائیں یا رجم کریں اور اِسی جرم میں ایک غیر مسلم پر کوئی گرفت نہ کریں یا کوئی دوسری معمولی سزا دیں تو زنا کا سدِ باب ناممکن ہوگا۔ یہی حال چوری پر ہاتھ کاٹنے کی سزا کا ہے۔ اگر ایک اسلامی حکومت چوری کے جرم میں مسلمانوں کے ہاتھ کاٹے لیکن اپنی غیر مسلم رعایا اور حد سے مستثنیٰ رکھے تو اس کے معنی یہ ہوئے کہ وہ مسلمانوں کو چوری سے روک کر اپنے ملک میں غیر مسلموں کو چوری کا لائسنس دے رہی ہے۔ یہ بات بالبداہت خلافِ عقل ہے اور نبی ﷺ اور خلفائے راشدین کے عمل سے بھی اس کی تائید نہیں ہوتی۔[۵:۳۶۴]

**الشعراء ۱۹۶۔** بعض فقہاء کی طرف یہ بات منسوب کی گئی ہے کہ انہوں نے اس سے یہ استنباط کیا ہے کہ قرآن کسی عجمی زبان میں بھی پڑھا جا سکتا ہے۔ یہ بات کسی طرح ہماری سمجھ میں نہیں آئی۔ کسی دوسری زبان میں اگر قرآن کو منتقل کیا جائے گا تو وہ قرآن نہیں ہوگا بلکہ اس کا ترجمہ ہوگا اور ترجمہ اور اصل میں آسمان و زمین کا فرق ہوتا ہے۔[۵:۵۵۹]

**الطلاق ۲، ۳۔** حنفیہ کا مسلک، احترام شریعت کے نقطۂ نظر سے زیادہ قرینِ صواب معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس کی طلاق کو واقع کر دیتے ہیں۔ لیکن ایک خامی اس میں بھی ہے وہ یہ کہ اگر اس کو کوئی تادیب و تعزیر نہ کی جائے تو مجرد اس بات سے کہ اس طرح طلاق دینے والا عند اللہ گنہگار ہوگا لوگوں کے اندر قرآن کے بتائے ہوئے طریقہ کا صحیح احترام پیدا نہیں کیا جا سکتا اِس وجہ سے ضروری ہے کہ اس کی طلاق کو نافذ کرنے کے ساتھ دین کے ساتھ کھیل کرنے کی کوئی سزا بھی اس کو دی جائے تا کہ جو لوگ طلاق دینے کا غلط طریقہ اختیار کرتے ہیں ان کی حوصلہ شکنی ہو۔[۸:۴۴۰]

# کُتب

- الہامی کتب
- انسانی کتب

# انجیل

## نام وتعارف

انجیل کے انجیل سے موسوم ہونے کی حکمت۔[۳۵۹:۸]

مریم ۴۱ میں میں 'الکتاب' سے مراد کتب سابقہ یعنی تورات و انجیل ہیں۔[۶۵۷:۴]

مریم ۱۶ میں 'الکتاب' سے مراد انا جیل ہیں۔[۶۴۳:۴]

توراتِ اور انجیل کے آسمانی صحیفے ہونے کی تصدیق قرآن مجید کرتا ہے۔[۱۷۹:۱]

تورات، زبور اور انجیل بھی اللہ ہی کے اتارے ہوئے صحیفے ہیں۔[۳۳:۱]

اللہ نے تورات اور انجیل ہدایت اور روشنی بنا کر اتارے۔[۵۱۵:۲]

## خاص مضمون:

خدا کے تمام رسولوں کی تعلیم تورات وانجیل میں موجود ہے۔[۴۳۶:۲]

## مواعظِ حکمت

انجیلوں کا تدبر سے مطالعہ بتاتا ہے کہ ان کا خاص مضمون آسمانی بادشاہت کی بشارت ہے۔[۳۵۹:۸، ۳۶۰]

انجیلوں میں جنت کی تعبیر بالعموم آسمانی بادشاہت سے کی گئی ہے۔[۶۴۵:۳]

انجیل تورات سے الگ کوئی چیز نہیں ہے بلکہ تورات ہی کے رموز وحقائق کی طرف حکیمانہ توجہ دلاتی ہے۔[۳۶۴:۱]

انجیل، تورات پر حکمت کا اضافہ۔[۶۴۸:۴]

انجیل مجموعۂ حکمت ہے۔[۹۴:۲]

انجیل مسیح علیہ السلام کے مواعظِ حکمت پر مشتمل ہے جو مختلف مواقع پر، حسبِ اقتضائے حالات آپ پر نازل ہوئے۔[۴۶۳:۵]

رزق سے مراد حکمت و معرفت ہیں، تورات اور انجیل میں بھی یہ تعبیر موجود ہے۔[۷۸:۲]

تورات، انجیل، زبور سب امثال سے معمور ہیں۔[۵۸۴:۶]

انجیلوں کے مواعظ پڑھنے سے آخرت کے خوف اور شوق دونوں سے دل لبریز ہوجاتا ہے۔[۲۴۴:۷]

انجیل، متی باب ۶ :۲۵-۳۴ سیدنا مسیح علیہ السلام کی حکمت، خدا کا خوانِ کرم بہت کشادہ ہے۔[۶۲:۶]

آسمانی بادشاہت اسلام کا نظام ہے۔[۳۵۹:۸]

## تعلیمات

بائبل کا نام عیسائی مترجموں نے دیا جس کے معنی یونانی میں کتاب ہی کے ہیں۔[۸۶:۱]

انجیل نے کوئی نئی شریعت نہیں دی۔[۵۳۲:۲]

انجیل دیتے وقت اہل انجیل کو ہدایت۔[۵۳۲:۲]

انجیل متی ۱:۲۷ "جو کچھ مَیں تم سے اندھیرے میں کہتا ہوں اجالے میں کہو اور جو کچھ تم کان میں سنتے ہو کوٹھوں پر اس کی منادی کرو"۔[۲۲۲:۲]

تورات اور انجیل میں تبیین کتاب کی تاکید۔[۲۲۲:۲]

رہبانیت میں مسیح علیہ السلام کی تعلیم یا انجیل یا ان کے اصل خلفاء کو کوئی دخل نہیں ہے۔[۲۳۲:۸]

انجیل، جبلِ زیتون مسیح علیہ السلام کی دعوت اور عبادت کے مرکز کی حیثیت سے معروف ہے۔[۴۳۷:۹]

انجیلوں میں توحید کے شواہد۔[۱۱۳:۲]

تورات و انجیل اور دوسرے تمام صحائف توحید کی تعلیم سے معمور ہیں۔[۵۶:۶]

تورات اور انجیل میں نہایت تاکید اور وضاحت کے ساتھ اللہ واحد کی عبادت کا حکم دیا گیا تھا۔[۵۶۳:۳]

تورات، انجیل اور دوسرے صحیفوں میں بہت سی تحریفات کے باوجود شرک کا کوئی شائبہ نہیں ہے۔[۳۴۷:۷]

تورات، انجیل اور زبور سب میں والدین کی اطاعت کو خدا کی اطاعت کے تحت جگہ دی گئی ہے۔[۶:۱۸]

انجیل متی ۲۲:۳۵-۴۰ نماز اور زکوٰۃ انہی دو نیکیوں پر تمام دین و شریعت کا مدار ہے۔[۱:۱۰۵]

انجیلوں میں مسیح علیہ السلام کی تعلیم: ”جب تو اپنے باغ کے پھل توڑے تو کُل نہ توڑ لے بلکہ اس کا کچھ حصہ غریبوں اور مسکینوں کے لیے بھی چھوڑ“۔[۸:۵۲۲]

تورات اور انجیل تمثیلات سے پُر ہیں۔[۱:۱۴۱]

انجیل کی تمثیل کا حوالہ۔[۷:۴۷۵]

ہر نعمت کے ساتھ مسئولیت لازمی ہے، انجیلوں میں تمثیل کی صورت میں وضاحت۔[۵:۵۴۳]

## نبی امّی ﷺ کی بعثت و پیروی کی پیشین گوئیاں

انجیل یوحنا کے مکاشفات میں یہ مکاشفہ موجود ہے کہ نبی موعود حق کی طاقت کے ساتھ جہاد کریں گے۔[۲:۳۷]

انجیل برناباس میں حضور ﷺ کی بشارت آپ کے نامِ نامی ’محمدؐ‘ کی تصریح کے ساتھ بار بار وارد ہوئی ہے۔[۸:۳۶۰، ۳۶۲]

انجیلوں میں عیسیٰ علیہ السلام کی پیشین گوئیاں آنحضرت ﷺ سے متعلق موجود ہیں۔[۶:۲۴۴]

تورات اور انجیل میں تحریفات کے باوجود ایسی چیزیں موجود ہیں جن کا مصداق آنحضرت ﷺ کے سوا کوئی اور نہیں ہو سکتا مثلاً استثناء باب ۳۳:۲،[۷:۴۷۳]

انجیل، نبی امّی کی پیشین گوئی متی باب ۲۱، ۴۲-۴۴، یوحنا باب ۱۴، ۱۷، ۳۱۔[۳:۴۷۴]

نبی امّی کی پیشین گوئیاں تورات و انجیل میں۔[۳:۴۷۳]

نبی امی کی پیروی کرنے کی پیشین گوئیاں تورات و انجیل میں موجود ہیں۔[۳:۴۷۳]

انجیل یوحنا سے وہ حوالے جن میں حضور ﷺ کی بشارت دی گئی ہے۔[۷:۳۵۲، ۸:۳۶۱]

انجیل یوحنا۔۱۶:۵-۱۴ نبی آخر الزمان ﷺ کی بعثت۔[۱:۳۱۰]

انجیل متیٰ باب ۲۱، ۳۳-۴۵ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کی صفات کا ذکر۔[۷:۴۷۵]

انجیل، عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی پیشین گوئیوں میں قرآن، قرآن کی دعوت، اس دعوت کے مزاج، دنیا میں اس دعوت کے غلبہ اور اس غلبہ کے مراحل و مدارج کا نہایت صاف الفاظ میں ذکر فرمایا۔[۷:۳۵۳، ۸:۳۵۹]

یوحنا میں حضور ﷺ کے آنے کی بشارت کے حوالے۔[۸:۳۶۱]

## بنی اسرائیل کا تذکرہ

انجیلوں میں یہود کے خلاف مسیح علیہ السلام نے بڑے سخت الفاظ استعمال کیے ہیں۔[۱:۱۲۷]

بنی اسرائیل کی محرومی و بدبختی کی تفصیلات تورات و انجیل میں بیان ہوئی ہیں۔[۱:۱۳۰]

انجیل لوقا باب ۱۱:۱-۴، فاتحہ میں تبدیلی۔[۱:۲۲۱]

نصاریٰ تورات اور انجیل کے متشابہات میں پڑنے کی وجہ سے گمراہ ہوئے۔[۲:۳۱]

انجیل یوحنا کے آغاز میں تحریف سے بعض عبارتیں داخل کر دی گئیں۔[۲:۳۲]

انجیلوں میں بنی اسرائیل پر سیدنا مسیح علیہ السلام کی لعنت۔[۲:۵۷۱]

انجیل متی باب ۲۴:۳، لوقا باب ۲۳:۲۸-۳۰ میں یہود کے دو بڑے فسادوں کا ذکر۔[۴:۴۸۰]

انجیل لوقا میں بے سروپا روایتِ نکاح۔[۴:۶۴۴]

انجیل لوقا ب ۱۱: ۱۶-۱۸، بھوتوں کے سردار بعلزبول کی مدد کی تردید۔[۵:۵۶۱]

تورات و انجیل کی حفاظت کی ذمہ داری ان کے حاملین پر ڈالی گئی تھی جو

اس کا حق ادا نہ کر سکے۔[۷:۱۱۱]

پال نے نصاریٰ کو تورات اور انجیل دونوں کی روشنی سے محروم کر دیا۔[۷:۱۵۴]

انجیلوں اور دوسرے نبیوں کے صحیفوں میں علماء وفقہائے یہود کی زر پرستی کی تصویر۔[۹:۴۸۲]

### مضامین

انجیل کے الفاظ اور قرآن مجید کے الفاظ کی مطابقت۔[۱:۱۸۸]

تورات اور انجیل کے قائم کرنے سے مراد۔[۱:۲۳۴]

انجیل یوحنا باب ۱:۴۵، باب ۱۶، ۴۸ لفظ نصاریٰ کی تحقیق۔[۱:۲۲۹، ۲۳۰]

انجیل متی باب ۱۲: ۲۲-۲۳ تائید روح القدس کا مفہوم۔[۱:۲۶۸]

واقعۂ قتل مسیح علیہ السلام کی نوعیت انجیلوں کی روشنی میں۔[۲:۴۲۱]

انجیلوں میں عیسیٰ علیہ ا  والدہ کے کھانا کھانے کی تصریح موجود ہے۔[۵:۵۸

انجیل لوقا ۲۴: ۳۶-  مسیح علیہ السلام کی بشریت کی دلیل۔[۲:۵۶۸]

انجیل یوحنا باب ۲۰، ۱۸، مسیح علیہ السلام جب خدا کو 'اب' کہتے ہیں تو اس سے ان کی مراد 'رب' ہی ہوتی ہے۔[۲:۹۷]

انجیلوں میں کلمہ 'اب' 'ابن' خدا اور مسیح علیہ السلام کے لیے استعمال ہوئے تھے جو 'رب' اور 'بندے' کے معنوں میں ہیں۔[۳:۵۶۲]

انجیلوں میں عیسیٰ علیہ السلام کے الفاظ "میرا باپ اور تمہارا باپ" کی قرآن نے صحیح تعبیر بتائی ہے۔[۴:۶۵۰]

تعلیق بالمحال کا اسلوب قدیم صحیفوں میں بھی استعمال ہوا ہے مثال کے طور پر انجیل متی۔۱۹: ۲۳-۲۴۔[۳:۲۵۸]

انجیلوں سے معلوم ہوتا ہے کہ مریم علیہا السلام بیت اللحم چلی گئیں۔[۴:۶۴۵]

زبور اور انجیل، خدائی دنوں کے پیمانے۔[۵:۲۶۶]

صالحین اہل کتاب تورات وانجیل پر قائم تھے۔[۶:۵۶]

یٰسٓ ۱۳ میں 'القریۃ' کا ذکر انجیلوں میں نہیں ہے۔[۶:۴۰۵]

## تالمود

یعقوب علیہ السلام کی ایک وصیت قرآن مجید کی بیان کردہ وصیت سے ملتی جلتی موجود ہے۔[۱:۳۴۴]

اِس میں ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ نمرود کا مناظرہ مذکور ہے۔[۱:۵۹۹]

نوح علیہ السلام نے ابراہیم علیہ السلام کی تربیت بھی فرمائی تھی۔[۳:۱۰۱، ۶:۴۷۸]

## تورات

### نام

آل عمران ۱۸۴ میں 'کتاب منیر' سے مراد تورات ہے۔[۲:۲۲۱]

النسآء ۱۳۶ میں 'کتاب' سے مراد تورات ہے۔[۲:۴۰۸]

المآئدۃ ۱۳ میں 'ذُكِّرُوْا بِهٖ' سے مراد تورات ہے۔[۲:۴۷۶]

المآئدۃ ۸۱ میں 'مَا اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ' سے مراد تورات ہے۔[۲:۵۴۳]

بنی اسرآءیل ۲ میں کتاب سے مراد تورات ہے۔[۴:۴۷۸]

مریم ۱۲ میں 'کتاب' سے مراد تورات ہے۔[۴:۶۳۸]

مریم ۴۱ میں 'الکتاب' سے مراد کتب سابقہ یعنی تورات و انجیل ہیں۔[۴:۶۵۷]

الانبیآء ۴۸ میں 'فرقان' سے مراد تورات ہے۔[۵:۱۵۷]

المومنون ۴۹ میں 'الکتاب' سے تورات کے سوا کسی اور چیز کو مراد لینے کی گنجائش نہیں ہے۔[۵:۳۲۲]

النمل ۴۰ میں 'علم کتاب' سے مراد تورات کا علم ہے۔[۵:۶۰۴]

السجدۃ ۲۳ میں 'الکتاب' سے مراد تورات ہے۔[۶:۱۷۱]

فاطر ۲۵ میں 'کتاب منیر' سے اشارہ تورات کی طرف ہے۔[۶:۳۷۵]

'امام مبین' ھود ۱۷ اور احقاف ۱۲ میں تورات کے لیے آیا ہے۔[۴۰۴:۶]

الصّٰفّٰت ۱۱۷ میں 'کتاب مستبین' سے مراد تورات ہے۔[۴۸۹:۶]

الشوریٰ ۱۴ میں 'کتاب' سے تورات مراد ہے۔[۱۵۵:۷]

الجاثیۃ ۱۶ میں 'الکتاب' سے مراد تورات ہے۔[۳۱۵:۷]

الطور ۲ میں 'کِتٰبٍ مَّسْطُوْرٍ' سے مراد تورات ہے۔[۱۶:۸]

ال عمران ۱۸۴ میں 'زبر' سے مراد انبیاء کے وہ صحائف ہیں جو تورات کے مجموعہ میں شامل ہیں۔[۲۲۱:۲]

## تعارف

تورات بنی اسرائیل کے لیے اللہ کا ایک عظیم عطیہ تھی۔[۲۴۳:۱]

بنی اسرائیل کی پوری شریعت کی حیثیت اللہ تعالیٰ اور ان کے درمیان ایک عہد نامہ تھی، اسی بنا پر تورات کو عہد نامہ کہا گیا۔[۴۴۲:۴]

تورات کا مرتبہ۔[۵۲۷:۲]

تورات شروع شروع میں صاف کی ہوئی باریک کھالوں ہی پر لکھی جاتی تھی۔[۱۷:۸]

تورات کے اجزا الگ الگ کراسوں کی شکل میں تھے۔[۱۰۸:۳]

موجودہ تورات کی حیثیت قلم بند کی ہوئی روایات کی ہے۔[۴۵۵:۹]

عزیر علیہ السلام کا نام تورات میں 'عزرا' آیا ہے، انہوں نے تورات کو اپنی یادداشت سے ازسرِ نو مرتب کیا۔[۵۶۱:۳]

تورات اور قرآن فطرت کے تقاضے کے تحت ہدایت بخشنے والے ہیں۔[۶۸۷:۵]

قرآن سے پہلے اصل کتاب کی حیثیت صرف تورات کو حاصل رہی ہے۔[۳۷۸:۷]

تورات اور انجیل کے آسمانی صحیفے ہونے کی تصدیق قرآن مجید کرتا ہے۔[۱۷۹:۱]

تورات، زبور اور انجیل بھی اللہ ہی کے اتارے ہوئے صحیفے ہیں۔[۳۳:۱]

تورات و انجیل ، اللہ نے یہ صحیفے ہدایت اور روشنی بنا کر اتارے۔[۵۱۵:۲]

تورات اسی طرح کی وحی ہے جس طرح کی وحی دوسرے صحیفے ہیں۔[۱۹۳:۷]

تورات ایک عظیم تحریری ریکارڈ ہے۔[۱۷:۸]

تورات کے متعلق تو یہ علم بھی کسی کو نہیں ہے کہ اس کے مختلف صحیفے کس زمانے میں اور کن لوگوں کے ہاتھوں مرتب ہوئے۔[۱۱۳:۷]

تورات، الواح میں مندرج تفصیلات کی نوعیت۔[۳۶۳:۳]

الواح سے متعلق تورات کی دو مختلف روایتیں۔[۳۶۲:۳]

تورات صرف احکام وہدایات کا مجموعہ ہے۔[۲۰۷:۳]

انجیل، تورات پر حکمت کا اضافہ۔[۶۴۸:۴]

تورات، انجیل، زبور سب امثال سے معمور ہیں، سلیمان علیہ السلام کے صحیفۂ حکمت کا تو نام ہی امثال ہے۔[۵۸۴:۶]

تورات اور انجیل تمثیلات سے پُر ہیں۔[۱۴۱:۱]

تورات میں اختلاف اور تناقض پایا جاتا ہے۔[۱۱۶:۷]

تورات کی تحریفات میں بڑا دخل اس کے اجزائے مختلفہ کی بے تعلقی کو بھی تھا۔[۵۸۳:۶]

تورات میں تحریف ہی نہیں ہوئی بلکہ یہ متناقض روایات کا مجموعہ بھی ہے۔[۶۳۲:۵]

اصل تورات کے بجائے اس کے ترجمے رہ گئے اور یہ ترجمے بدلتے بدلتے اصل سے بہت مختلف ہوگئے۔[۴۷۷:۲]

تورات موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں مرتب نہیں ہوئی، اس کے مرتبین کا نام بھی معلوم نہیں۔[۴۷۶:۲]

تورات کئی مرتبہ غائب ہوئی ہے اور کئی مرتبہ زبانی روایات کے ذریعہ سے مرتب ہوئی ہے۔[۲۶۶:۴]

قرآن اور تورات دونوں کے لیے فرقان کی تعبیر استعمال ہوئی ہے۔[۲۱۳:۱]

تورات، یہود و نصاریٰ دونوں میں مشترک ہے۔[۱:۳۰۱]

اسفارِ تورات، موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کے دوسرے متعدد نبیوں کے صحیفوں کا مجموعہ ہے۔[۹:۳۲۱]

### تعلیمات

تورات سے تعلیم الٰہی کا آغاز۔[٦:٤٨٩]

عیسیٰ علیہ السلام تورات ہی کی شریعت پر عامل اور اسی کے داعی و مجدد تھے۔[۴:٦۴۸،۷:۲۴۵]

تورات: تمام دین و شریعت کا مدار نماز و زکوٰۃ پر ہے۔[۱:۱۰۵]

تورات اور قرآن: قصاص میں سب کے لیے زندگی ہے۔[۱:۴۲۹]

تورات کے بہت سے احکام خام حالت میں تھے، اسلام کے ظہور سے پختگی کو پہنچے۔[۱:۳۰۹]

تورات: جان کے بدلے جان کا قانون۔[۲:۵۰۲]

تورات کے بارے میں اس کے مخلص حاملین کی روش۔[۲:۵۲۷]

المآئدۃ ۴۵ میں تورات کے اس قانون کا حوالہ ہے جو خروج ۔ ۲۱:۲۳-۲۵، احبار ۲۴:۲۰، استثناء ۱۹:۲۱ میں مذکور ہے۔[۲:۵۳۰]

تورات، احبار باب ۷:۲۲-۲۵ چربی کی حرمت۔[۳:۱۹۱]

احبار باب ۳:۱۵-۱۷ چربی کی اقسام کی حرمت۔[۳:۱۹۱]

تورات: بڑوں کی تعظیم کا معروف طریقہ فرمانبردارانہ جھکنے کا تھا۔[۴:۲۵۴]

تورات کے احکامِ عشرہ۔[۴:۴۹۴ ح]

تورات کے احکامِ عشرہ اور قرآن حکیم کی ہدایات میں پوری مطابقت ہے۔[۴:۴۷۱]

تورات میں توحید کی تعلیم۔[۴:۴۷۸]

رزق سے مراد حکمت و معرفت ہیں، تورات اور انجیل میں بھی یہ تعبیر موجود ہے۔[۲:۷۸]

خدا کے تمام رسولوں کی تعلیم تورات و انجیل میں موجود ہے۔[۲:۴۳٦]

تورات و انجیل اور دوسرے تمام صحائف توحید کی تعلیم سے معمور ہیں۔[٦:۵٦]

تورات اور انجیل میں نہایت تاکید اور وضاحت کے ساتھ صرف اللہ واحد کی عبادت کا حکم دیا گیا تھا۔[۳:۵٦۳]

تورات، انجیل اور دوسرے صحیفوں میں بہت سی تحریفات کے باوجود شرک کا کوئی شائبہ نہیں ہے۔[۷:۳۴۷]

تورات، انجیل اور زبور سب میں والدین کی اطاعت کو خدا کی اطاعت کے تحت جگہ دی گئی ہے۔[٦:۱۸]

تورات، اسفارِ یہود میں ''خاموش رہو'' کی تعبیر اللہ کو یاد رکھنے اور اس کی عبادت کرنے کے لیے جگہ جگہ استعمال ہوئی ہے۔[۴:٦۴۷]

تورات اور قرآن دونوں میں یہ اشارہ موجود ہے کہ خدا نے تمام قوموں میں اپنے رسول بھیجے۔[۵:۳۲۰]

تورات کی 'آتشی شریعت' سے مراد قرآن کا 'اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّار' ہے۔[۷:۴۷۴]

تورات میں 'اَلشَّجَرَۃ' کو خیر و شر کی معرفت کا درخت کہا گیا ہے۔[۱:۱٦۷]

تورات اور انجیل میں تبیین کتاب کی تاکید۔[۲:۲۲۲]

تورات اور انجیل کے قائم کرنے سے مراد۔[۱:۲۳۴]

البقرۃ ٦۳ میں 'میثاق' سے مراد وہ عہد ہے جو بنی اسرائیل سے تورات کی پابندی کا لیا گیا۔[۱:۲۴۲]

یہود سے اللہ تعالیٰ کا عہد: تورات کی شریعت کی پابندی قرآن پر ایمان تورات کی خلق کے سامنے شہادت۔[۱:۱۸۱]

تورات کے بغیر زبور اس مقصد کے لیے کافی نہیں ہے جس کے لیے حضرات انبیاء کی بعثت ہوئی۔[٦:۴۴۱]

قرآن یا تورات میں کوئی ایسی چیز نہیں ملتی جس سے ثابت ہو کہ انسان سے پہلے زمین میں جنات کی حکمرانی تھی۔[۱:۱۵۷]

عرش، خدا کی حکومت کی تعبیر، تورات کتاب پیدائش کی پہلی ہی آیت

کے الفاظ۔[۱۰۹:۴]

دنیا کا چھے اَدوار میں پیدا ہونا تورات میں بھی مذکور ہے اور قرآن میں بھی۔[۲۷۶:۳]

وادی غیر زرع کے مقابل تورات میں بیابان کا لفظ استعمال ہوا ہے۔[۳۳۶:۱]

## عہدِ آدم علیہ السلام اور تورات

یہود تورات کے ذریعے آدم علیہ السلام و ابلیس کی سرگزشت سے واقف تھے۔[۱۵۶:۱]

قصہ ٔ ہابیل و قابیل میں تورات اور قرآن کا واضح فرق۔[۲:۹۳، ۳۹۶]

ہابیل اور قابیل کا قصہ۔[۴۹۶:۲]

## عہدِ ابراہیم علیہ السلام اور تورات

بیٹے کی قربانی جیسے عظیم امتحان کے بعد ابراہیم علیہ السلام سے انعامات کا وعدہ تورات، کتاب پیدائش باب ۲۲:۱۵-۱۸۔[۳۲۶:۱]

خانہ کعبہ کا ذکر۔[۳۲۷:۱]

تورات کی کتاب پیدائش باب ۱۲ میں بیت اللہ کو بیت ایل سے تعبیر کیا گیا ہے، ایل عبرانی میں اللہ کو کہتے ہیں۔[۳۲۷:۱]

تورات، پیدائش ۲۵-۱۸ ذرّیت ابراہیم کا قبلہ۔[۳۲۸:۱]

اسمٰعیل علیہ السلام کی بسر اوقات گلہ بانی اور شکار پر تھی۔[۳۳۶:۱]

تعمیرِ کعبہ کے وقت ابراہیم علیہ السلام کی دعا تورات میں حذف۔[۳۳۷:۱]

تورات میں مقامِ قربانی مروہ صراحت کے ساتھ موجود تھا۔[۳۸۶:۱]

تورات، کتابِ پیدائش باب ۲۲: اللہ تعالیٰ کا ابراہیم علیہ السلام سے وعدہ اسمٰعیل علیہ السلام اور ان کی اولاد سے متعلق تھا۔[۳۱۶:۲]

تورات میں ابراہیم علیہ السلام کے خلیل اللہ ہونے کا ذکر بار بار ہوا ہے۔[۳۹۳:۲]

تورات، پیدائش باب ۲۴: بشارت ابراہیمی۔[۱۰۹:۳]

تورات میں ابراہیم علیہ السلام کی تعلیم بھی موجود ہے جو سرتا سر توحید ہے۔[۱۳۷:۵]

ابراہیم علیہ السلام کی دعا کی قبولیت کی بشارت قرآن اور تورات و تالمود میں مذکور ہے۔[۲۴۳:۶]

قربانی کے وقت اسمٰعیل علیہ السلام کی عمر ۱۳ برس کی تھی۔[۴۸۴:۶]

اسحٰق علیہ السلام کی ولادت کی خوش خبری۔[۴۸۸:۶]

تورات میں ابراہیم علیہ السلام اور اسمٰعیل علیہ السلام کی تاریخ بھی بیان ہوئی ہے۔[۱۸:۸]

## عہدِ نوح علیہ السلام اور تورات

تورات میں نوح علیہ السلام کے بیٹے کا نام کنعان آیا ہے۔[۱۴۳:۴]

تورات میں صرف ارارات کا ذکر ہے قرآن نے خاص اس چوٹی کا ذکر کیا ہے جہاں کشتی جا کر ٹکی۔[۱۴۴:۴]

کشتی کا سارا نقشہ، اس کی جزئیات کی تفصیل کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کو بتایا۔[۳۱۵:۵]

نوح علیہ السلام کے زمانہ میں عمروں کا اوسط۔[۲۸:۶]

## عہدِ سلیمان علیہ السلام اور تورات

تورات کی جگہ سحر و ساحری سے دلچسپی۔[۲۸۲:۱]

تورات، استثناء باب ۱۸:۹، ۱۲ میں علومِ سفلیہ کی ممانعت۔[۲۸۸:۱]

قرآن اور تورات دونوں سے ثابت ہے کہ سلیمان علیہ السلام کے پاس انسانوں، جنوں اور پرندوں کی باقاعدہ فوج تھی۔[۱۷۶:۵]

تورات، کتابِ سلاطین: سلیمان علیہ السلام کی عظمت و شوکت اللہ تعالیٰ کا فضل۔[۵۹۲:۵]

تورات اور قرآن دونوں سے یہ بات ثابت ہے کہ ملکۂ سبا، سلیمان علیہ

السلام کے حالات اور ان کی حکمت سے واقف تھیں۔[۵۹۷:۵]

تورات اور قرآن دونوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ملکۂ سبا سلیمان علیہ السلام کے دربار میں آئیں۔[۶۰۵:۵]

ملکۂ سبا کا ذکر تورات میں۔[۶۰۷:۵]

سلیمان علیہ السلام کی قوم کی خوشحالی و دولت مندی۔[۶۰۷:۵]

ملکۂ سبا سلیمان علیہ السلام سے مل کر واپس اپنی مملکت کو چلی گئیں۔[۶۰۸:۵]

تورات، کتابِ سلاطین: سلیمان علیہ السلام کی محاریب اور تماثیل، ان کے محل کی تصویر۔[۳۰۳:۶]

تورات میں بے جان صورتوں اور مورتوں کی حرمت واضح ہے۔[۳۰۴:۶]

تورات میں سلیمان علیہ السلام کے گھوڑوں کی تفصیل موجود ہے۔[۵۳۱:۶، ۵۳۳]

### عہدِ یوسف علیہ السلام اور تورات

یوسف علیہ السلام کا خریدار ایک معزز عہدہ دار اور شریف آدمی تھا۔[۲۰۱:۴]

دونوجوانوں میں ایک بادشاہ کا ساقی تھا دوسرا نان پز۔[۲۱۷:۴]

مصر کی سلطنت یوسف علیہ السلام کے انگوٹھے کے نیچے آگئی۔[۲۲۳:۴]

یوسف علیہ السلام کا بڑا بھائی 'یہوذا' مراد ہے۔[۲۴۶:۴]

یوسف علیہ السلام نے شہر سے باہر نکل کر اپنے والدین اور بھائیوں کا استقبال کیا۔[۲۵۳:۴]

### عہدِ موسیٰ علیہ السلام، بنی اسرائیل اور تورات

بنی اسرائیل کی محرومی و بدبختی کی تفصیلات تورات و انجیل میں بیان ہوئی ہیں۔[۱۳۰:۱]

پال نے نصاریٰ کو تورات اور انجیل دونوں کی روشنی سے محروم کر دیا۔[۱۵۴:۷]

تورات و انجیل کی حفاظت کی ذمہ داری ان کے حاملین پر ڈالی گئی تھی جو اس کا حق ادا نہ کر سکے۔[۱۱۱:۷]

نصاریٰ تورات اور انجیل کے متشابہات میں پڑنے کی وجہ سے گمراہ ہوئے۔[۳۱:۲]

بنی اسرائیل میں تعظیمی سجدے کا عام رواج تھا۔[۱۶۳:۱]

بنی اسرائیل سے عہد کا حوالہ۔[۱۹۵:۱]

موسیٰ علیہ السلام کو بچپن میں دریا سے نکلوانے والی فرعون کی لڑکی نہیں بلکہ بیوی تھی۔[۲۱۰:۱]

کتاب خروج باب ۳۲:۱-۷: گوسالہ پرستی کا واقعہ۔[۲۱۲:۱]

خروج باب ۱۶:۱۳-۲۱ 'من' کی تفصیل۔[۲۱۷:۱]

خروج باب ۱۶، ۱-۱۳ 'سلویٰ' کی تفصیل ۲۱۸:۱

گنتی باب ۱۱: ۴-۷: بنی اسرائیل کا کھانے کی ادنیٰ چیزوں کا مطالبہ۔[۲۲۴:۱]

استثناء باب ۲۱: ۱-۸: شریعتِ موسوی میں قسامہ کا طریقہ موجود تھا۔[۲۴۶:۱]

یسعیاہ ۴۷:۸-۱۳: اہل بابل سے خطاب۔[۲۸۵:۱]

سموئیل باب ۲۸، ۳: طالوت کی پوری قوم کی تطہیر ۲۸۸:۱

قربان ہونے والے فرزند سے متعلق پیشین گوئی۔[۳۳۹:۱]

تثنیہ باب ۱۸: موسیٰ علیہ السلام کی مشہور پیشین گوئی۔[۳۴۰:۱]

تابوت کی واپسی سے متعلق تورات اور قرآن کے بیانات کا فرق۔[۵۷۴:۱]

سموئیل باب ۱۴، ۶: فتح کا انحصار کثرت وقلت پر نہیں۔[۵۷۸:۱]

فوج کے امتحان کے متعلق تورات اور قرآن کے بیانات کا اختلاف۔[۵۷۸:۱]

داؤد علیہ السلام کی زندگی کا آغاز۔[۵۸۰:۱]

سموئیل باب ۱۷، ۴۸ داؤد علیہ السلام کا ایک قول۔[۵۸۱:۱]

موسیٰ علیہ السلام کے مخاطبۂ الٰہی کا ذکر تورات میں بار بار ہوا ہے۔[۱:۵۸۴]

حزقی ایل نبی کے مکاشفے سے متعلق قرآن اور تورات کے اختلاف کی نوعیت۔[۱:۶۰۲]

حزقی ایل باب ۷، ۳، ۱-۱۱ حزقی ایل نبی کا ایک مکاشفہ۔[۱:۶۰۲]

گنتی باب ۱۳-۱۴ موسیٰ علیہ السلام کی ایک تقریر۔[۲:۴۸۷]

گنتی ۱۳: ۳۳ فلسطین کے باشندوں کی تصویر۔[۲:۴۸۸]

گنتی باب ۱۳-۶-۱۰ یوشع اور کالب کی تاریخ تقریر۔[۲:۴۹۰]

تورات میں اس کے مرتبوں کی مخصوص ذہنیتوں کیوجہ سے موسیٰ علیہ السلام کی سرگزشت ایک قوم پرست لیڈر کی سرگزشت بن گئی ہے۔[۳:۳۳۹]

کتاب خروج کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام ابتداءً بنی اسرائیل کو عبادت کے لیے لے جانا چاہتے تھے۔[۳:۳۴۱]

کتاب خروج باب ۱، ۷-۲۲ بنی اسرائیل کی کثرتِ تعداد کا خطرہ۔[۳:۳۴۴، ۳۵۲]

تورات نے بچھڑے کو معبود بنانے کا سارا فتنہ ہارون علیہ السلام کی طرف منسوب کیا ہے۔[۳:۳۶۵]

ہارون علیہ السلام پر مرتبین تورات کے جھوٹ کی تردید۔[۳:۳۶۸]

تورات کی ایک غلط روایت کی تردید۔[۳:۳۶۹]

موسیٰ علیہ السلام کی پیشینگوئی۔[۳:۳۷۶]

الاعراف ۱۶۳ میں 'قریہ' کا کوئی ذکر تورات میں نہیں ہے۔[۳:۳۷۸]

تورات کے ایک بیان کی تردید۔[۵:۳۵]

فرعون کے مقابل میں موسیٰ علیہ السلام کے جو کرشمے ظاہر ہوئے، ان کی تفصیلات تورات میں موجود ہیں۔[۵:۳۶]

ہارون علیہ السلام کی فصاحتِ بیان کی قوم میں بڑی شہرت تھی۔[۵:۴۰]

تورات میں ہارون علیہ السلام کا ذکر بس موسیٰ علیہ السلام کے ایک ساتھی اور ترجمان کی حیثیت سے آیا ہے۔[۵:۴۱]

موسیٰ علیہ السلام کو دریا میں ڈالنے کی روایت کے بیان میں تورات اور قرآن کا فرق۔[۵:۴۳، ۶۵۹]

تورات کی روایات کے حوالہ سے موسیٰ علیہ السلام نہایت خوبصورت تھے۔[۵:۴۴]

تورات میں موسیٰ علیہ السلام کو دریا سے نکلوانے والی فرعون کی بیوی کے بجائے اس کی لڑکی تھی۔[۵:۴۵]

خروج ۵:۲ فرعون کا موسیٰ علیہ السلام کو تحقیر کے انداز میں جواب۔[۵:۵۶]

موسیٰ علیہ السلام کی دعوت کے بعد مصر میں کئی نشانیاں فرعون کو متنبہ کرنے کے لیے ظاہر ہوئیں، ان نشانیوں کی تفصیل تورات میں موجود ہے۔[۵:۶۰]

کتاب خروج باب ۱۴: سمندر کے عبور کرنے کا قدرتِ خداوندی کا کرشمہ۔[۵:۷۱]

کتاب خروج باب ۱۴: فرعون اور اس کی فوجوں کی غرقابی۔[۵:۷۲]

طٰہٰ ۸۰ میں وعدہ سے مراد تورات دینے کا وعدہ ہے۔[۵:۷۲]

تورات کے حصول کے لیے موسیٰ علیہ السلام کی عجلت۔[۵:۷۳]

سامری کا کوئی ذکر تورات میں نہیں ہے۔[۵:۷۵]

زیورات بنی اسرائیل ہی کے لوگوں کے تھے یا قبطیوں کے؟ تورات کی متضاد روایات۔[۵:۷۷]

کوڑھیوں کی سزا ہی موسیٰ علیہ السلام نے سامری کو دی۔[۵:۸۲]

احبار باب ۷: ۲۱ میں جماعت سے کسی شخص کو کاٹ دینے کی سزا موجود ہے۔[۵:۸۲]

تورات کی ایک دلچسپ روایت۔[۵:۸۳]

تورات سے یہ بات ثابت ہے کہ داؤد علیہ السلام نہایت خوش الحان تھے۔[۵:۱۷۳]

تورات میں اَنْ اَرْسِلْ مَعَنَا بنیٓ اِسْرَآءِ یل کے واقعے کے ابہام کی وجہ۔[۵:۵۰۸]

فرعون کی عزت واقبال کی قسم۔[۵:۵۱۳]

موسیٰ علیہ السلام اوران کی قوم کا امتحان۔[۵:۵۱۷]

قدرتِ خداوندی کا کرشمہ۔[۵:۵۱۸]

موسیٰ علیہ السلام کے معجزات بہت ہیں۔[۵:۵۸۴]

قرآن اور تورات دونوں سے واضح ہے کہ فرعون کو اپنی افواج پر بڑا ناز تھا۔[۵:۶۵۸]

موسیٰ علیہ السلام کی سرگزشت میں کنویں کا ذکر۔[۵:۶۶۷]

موسیٰ علیہ السلام کے لیے خیر کی راہ۔[۵:۶۶۹]

اِس بات کی تصریح قرآن یا تورات میں نہیں ہے کہ انہوں نے آٹھ سال کی مدت پوری کی یا وہاں دس سال گزارے۔[۵:۶۷۱]

فرعونیوں پر موسیٰ علیہ السلام کا رعب۔[۵:۶۷۵]

تورات میں موسیٰ علیہ السلام کی سرگزشت کے اصل اجزاء یا تو غائب ہیں یا بالکل مسخ شدہ صورت میں۔[۵:۶۸۰]

قارون کا موسیٰ علیہ السلام پر حسد اوران کے خلاف بغاوت۔[۵:۷۰۷]

قارون کا ذکر تورات کی کتاب گنتی باب ۱۶ میں آیا ہے۔[۵:۷۰۷]

گنتی باب ۱۶، ۲۸-۳۴ قارون پر موسیٰ علیہ السلام کی لعنت اور اس کا عبرتناک انجام۔[۵:۷۱۲]

صالحین اہل کتاب تورات وانجیل پر قائم تھے۔[۶:۵۶]

تورات میں اختلافات کا نتیجہ۔[۷:۱۱۸]

بنی اسرائیل کی آبادی کی کثرت کے ڈر سے ان کے ذکور کے قتل کی اسکیم چلائی گئی۔[۷:۲۸۴]

تورات میں وارد ایک تمثیل کی طرف اشارہ۔[۷:۴۷۰]

فرعون نے ملک کی حفاظت کے لیے مستقل فوج قائم کی۔[۹:۳۵۵]

فرعون کی فوجوں کی کثرت کا ذکر تورات میں بھی ہے اور قرآن میں بھی۔[۹:۳۵۵]

عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی امت پر تورات کی پابندی واجب قرار دی تھی۔[۱:۳۶۴]

مسیح علیہ السلام کا قول: ’’مَیں تورات کو منسوخ کرنے نہیں بلکہ اس کو قائم کرنے آیا ہوں‘‘۔[۲:۹۶]

## نبی امیؐ کی بعثت کا عہد اور پیشین گوئی

یہود سے تورات میں رسالت محمدیہ کا عہد۔[۱:۷۸]

کتاب تثنیہ میں بعثتِ نبی کا وعدہ۔[۱:۱۰۱]

کتاب استثناء ۱۵-۱۹ بنی اسرائیل سے آنحضرت ﷺ کا عہد۔[۱:۱۷۷]

کتاب ۵ باب ۱۸: ۱۸-۱۹: نبی ﷺ اور قرآن مجید سے متعلق پیشین گوئی۔[۱:۴۷]

تورات کی پیشین گوئی کے مصداق آنحضرت ﷺ ہیں۔[۱:۱۰۲]

تثنیہ ۱۸:۱۵-۲۰: نبی آخر الزمان ﷺ کی بعثت کا وعدہ۔[۱:۳۱۰]

نبی امی کی پیشین گوئیاں تورات وانجیل میں۔[۳:۳۷۳]

نبی امّی اور رسول کی پیشین گوئی۔[۳:۳۷۴]

نبی خاتم النبیین ﷺ کی بعثت کی پیشین گوئی۔[۶:۲۴۴]

تورات اور انجیل میں تحریفات کے باوجود ایسی چیزیں موجود ہیں جن کا مصداق آنحضرت ﷺ کے سوا کوئی اور نہیں ہوسکتا مثلاً استثناء باب ۳۳:۲۔[۷:۴۷۳]

تورات کے صحیفوں میں نبی آخر الزمان ﷺ کی بعثت سے متعلق، پیشین گوئیاں ہیں۔[۸:۱۸]

## بنی اسرائیل اور تورات

تورات میں یہود کو بار بار گردن کش کہا گیا ہے، کی وضاحت۔[۱:۱۸۷ح]

یہود نے حق پر پردہ ڈالنے کے لیے تورات میں ہر قسم کے تصرفات کر ڈالے۔[۱:۱۸۳]

تورات میں یہود نے حق و باطل کو گڈمڈ کر دیا۔[۱:۱۸۳]

کتاب احبار فقراء اور مساکین کے ذکر سے خالی ہے۔[۱:۱۸۶]

کتاب خروج باب ۳۲: ۲۵-۳۰ بنی اسرائیل کی تطہیر۔[۱:۲۱۴]

یہود نے ہارون علیہ السلام کو بد نام کرنے کے لیے اضافے کیے۔[۱:۲۱۴]

گنتی باب ۱۶: ۲۹-۳۰ قدرت کی غضبنا کی۔[۱:۲۲۲]

گنتی باب ۲۰: ۱-۱۲ پانی کے لیے موسیٰ علیہ السلام کی دعا۔[۱:۲۲۲]

گنتی باب ۳۳ پیغمبر کے حکم کی خلاف ورزی کی پاداش میں عذاب۔[۱:۲۲۲]

سلاطین باب ۱۷: ۱۶-۱۷ میں اسرائیل اور یہود دونوں کا حال۔[۱:۲۸۲]

یہود نے خدا کے قہر و جلال کی داستان بڑھا دی جس سے خدا کے رحمان و رحیم ہونے کا تصور دب گیا۔[۱:۳۹۶]

اہل کتاب کی بعض تحریفات کا تورات میں کچھ ذکر نہیں۔[۱:۴۱۶]

سموئیل باب ۴: ۱۰-۱۱ فلسطیوں سے بنی اسرائیل کی مرعوبیت، ان کے ہاتھوں ان کے قتلِ عام اور خدا کے صندوق کا چھن جانا۔[۱:۵۶۴]

سموئیل باب ۴ : ۱۷-۲۲ خدا کا صندوق چھن جانے کے بعد بنی اسرائیل پر اثر۔[۱:۵۶۴]

سموئیل باب ۷: ۱۰-۱۴ بنی اسرائیل کی نئی زندگی۔[۱:۵۶۵]

سموئیل باب ۱۰: ۲۵ سموئیل نبی نے بنی اسرائیل کے لیے امیر لشکر کا تقرر کیا۔[۱:۵۶۸]

سموئیل باب ۱۰: ۲۴ طالوت کا نام ساؤل، ان کے غیر معمولی قد آور ہونے کا ذکر۔[۱:۵۷۰]

سموئیل باب ۹: ۲۱ طالوت کو اپنے قبیلے کی کمزوری کا خود بھی احساس تھا۔[۱:۵۷۰]

سموئیل باب ۱۰ :۲۷ بنی اسرائیل کا طالوت کے انتخاب پر اعتراض۔[۱:۵۷۰]

سموئیل باب ۱۱: ۱۲ بنی اسرائیل کے اعتراض کا جواب۔[۱:۵۷۱]

سموئیل باب ۶: ۷-۱۳ تابوت کی بنی اسرائیل میں واپسی۔[۱:۵۷۲]

سموئیل باب ۱۲: ۶-۱۶ طالوت کے تقرر کے موقع پر سموئیل کی بنی اسرائیل کے سامنے تقریر۔[۱:۵۷۵]

سموئیل میں یہود نے متضاد روایات کا انبار لگا دیا ہے۔[۱:۵۷۶]

جنگِ بدر کی تصویر تورات میں۔[۱:۵۷۶]

حزقیل ایل باب ۳۷: ۱۱-۱۴: بنی اسرائیل کے لیے پیغام حیات۔[۱:۶۰۴]

یہود نے تورات کو بالکل بے روح احکام اور بے جان رسوم کا مجموعہ بنا کر رکھ دیا تھا۔[۲:۹۴]

گنتی باب ۱۴: ۲۷-۳۴ بنی اسرائیل کو صحرا گردی کی سزا۔[۲:۴۹۱]

بنی اسرائیل کی سرکشی کا ذکر تورات اور انبیاء کے صحیفوں میں اس کثرت سے آیا ہے کہ آدمی پڑھتے پڑھتے اکتا جاتا ہے۔[۳:۱۹۲]

تورات میں اسرائیلی شریعت کے احکام پڑھیے تو کلیجا منہ کو آتا ہے۔[۳:۱۹۳]

خروج باب ۷: ۱۹-۲۱ خون کی آفت

خروج باب ۸: ۱-۶ مینڈک کی آفت

خروج باب ۸: ۱۶-۱۷ جوؤں کی آفت

خروج باب ۹: ۲۲-۲۵ ’طوفان‘ کا معجزہ

خروج باب ۱۰: ۱۲-۱۵ ٹڈیوں کا معجزہ۔[۳:۳۵۴-۳۵۶]

بنی اسرائیل کا بار بار عہد اور بار بار عہد شکنی۔[۳:۳۵۶]

بنی اسرائیل نے سامری کو سونے کے زیورات دیے جس سے بچھڑے کی صورت بنائی گئی۔[۳:۳۶۵]

خروج باب ۱۹: ۱۸-۱۹ کوہِ سینا پر اللہ تعالیٰ کا جلال۔ [۳:۳۷۰]

یہود پر ابدی لعنت ہے۔ [۳:۳۸۰]

تورات میں یہود نے حرصِ دنیا کے سبب سے تمام اخروی انعامات کو دنیوی انعامات سے بدل لیا ہے۔ [۳:۶۴۵]

موسیٰ علیہ السلام کی قوم کے لوگوں نے بھی تورات کے معاملے میں ان سے قدم قدم پر جھگڑا اور اختلاف کیا۔ [۴:۱۷۴]

یہود کے ہاتھوں تورات کے حصے بخرے۔ [۴:۳۷۹]

یرمیاہ نبی کا نوحہ۔ [۲:۲۷۱]

تورات میں اختلافات کا نتیجہ۔ [۷:۱۱۸]

بخت نصر کا حملہ اور یہود کی غلامی۔ [۴:۴۸۱]

حزقی ایل ۳۹: ۱-۲ یاجوج و ماجوج۔ [۴:۶۲۰]

تثنیہ باب ۹: موسیٰ علیہ السلام کی بنی اسرائیل کو ملامت۔ [۶:۲۷۶]

تورات میں بار بار اس بات کا ذکر آتا ہے کہ بنی اسرائیل ہر آزمائش کا الزام موسیٰ علیہ السلام پر ڈال کر ان کو ہدفِ ملامت بناتے۔ [۶:۲۷۷]

تورات میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے چھے دنوں میں آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور ساتویں دن آرام کیا۔ [۷:۵۶۶]

یہود کی شک کی بیماری نے ان کو تورات سے محروم کر دیا اور اس کی پاداش میں ان کی اکثریت قرآن سے محروم رہی۔ [۸:۲۱۶]

تورات بنی اسرائیل کی بدعہدیوں اور نافرمانیوں سے بھری پڑی ہے۔ [۸:۳۵۶]

مسیح علیہ السلام نے بھی تورات کی تحریفات سے پردہ اٹھایا ہے اور قرآن نے بھی۔ [۸:۳۵۸]

تورات کے ایک ایک حکم کو قبول کرنے میں یہود نے اپنی ضد اور مکابرت کا مظاہرہ کیا۔ [۸:۳۸۱]

یہود تورات کے محرف ہیں [۸:۳۸۳]

تورات میں لغو بیانات بھی ہیں۔ [۹:۳۹۴]

تورات میں نماز کا ذکر بھی باقی نہیں رہا۔ [۹:۴۸۲]

## زبور

آسمانی کتابوں میں یہی ایک کتاب منظوم ہے۔ [۴:۵۱۲]

داؤد علیہ السلام کی منظوم مناجاتوں اور تلقینات جو آپ پر وقتاً فوقتاً القا ہوئیں۔ [۵:۴۶۳]

زبور حکمت کا خزانہ ہے۔ [۱:۵۸۱]

الہامی گیتوں کا مجموعہ۔ [۵:۱۷۳]

داؤد علیہ السلام کی دعاؤں اور مناجاتوں پر مشتمل صحیفہ تورات کے مجموعہ میں شامل ہے۔ [۲:۴۳۰]

زبور کی حیثیت محض تورات کے ایک ضمیمہ کی سمجھیے۔ [۶:۴۴۰]

داؤد علیہ السلام اپنے خاص لحن میں زبور کے منظوم نغمے چھیڑتے تو پہاڑ ہمنوائی کرتے اور پرندوں کے جھنڈ کے جھنڈ سُر میں سُر ملاتے۔ [۶:۵۲۳]

آنحضرت ﷺ کی بشارت اگرچہ تورات اور زبور میں ہے لیکن مسیح علیہ السلام نے نام کی تصریح کے ساتھ آپ کی بشارت دی۔ [۷:۳۵۲]

صابئین زبور کی تلاوت کرتے تھے۔ [۱:۲۳۰]

زبور اور انجیل: خدائی دنوں کے پیمانے۔ [۵:۲۶۶]

زبور میں مکّہ کا قدیم نام بکّہ اب بھی موجود ہے۔ [۲:۱۴۵]

زبور باب ۱۱۵: ۳-۸ بت پرستی کی تردید، ظاہری اور باطنی دونوں پہلوؤں سے۔ [۳:۴۰۹]

زبور: خدا عرشِ حکومت پر متمکن ہے۔ [۴:۲۴]

زبور باب ۳۷ زمین کے وارث صالحین ہوں گے۔ [۵:۱۹۴]

باب ۳۷ کے مزمور کے بعض نمایاں پہلو۔ [۵:۱۹۷]

زبور اور امثال: لوہے کے پگھلانے کے فن کا اخلاقی تقاضا۔ [۶:۳۰۰]

زبور اور امثال: خدا کی شکرگزاری میں اپنے باپ کے نقشِ قدم کی پیروی کرنا۔ [۶:۳۰۵]

زبور باب ۱۰۶: ۳۴-۴۱: یہود کے دو بڑے فساد۔[۴:۴۸۰]

زبور کے مزامیر میں جگہ جگہ داوٴد علیہ السلام نے بنی اسرائیل پر لعنت کی ہے۔[۲:۵۷۰]

## صحیفے

یہود انبیاء کے صحیفوں میں سے ہر صحیفہ کو سِفر کہتے تھے جس کے معنی کتاب کے ہیں۔[۱:۸۶]

آسمانی صحیفوں میں سے کوئی صحیفہ بھی بیک دفعہ نازل نہیں ہوا۔[۵:۴۶۳]

ابراہیم علیہ السلام اور موسیٰ علیہ السلام کے صحیفوں کی بنیادی تعلیم۔[۸:۷۶]

صحیفے: نماز وزکوٰۃ کے دو حکموں پر مدار ہے۔[۱:۱۰۵]

آخری نبی کی بنی اسمٰعیل میں بعثت کی پیشین گوئی یہود کے صحیفوں میں تھی۔[۱:۱۳۳]

یہود کے صحیفوں میں نماز کا ذکر بالخصوص ہیکل میں صرف ایک جگہ ملتا ہے۔[۵:۳۴]

ابتغاء رضوان اللہ کا نصب العین تمام انبیاء اور تمام آسمانی صحیفوں کی تعلیم میں مشترک ہے۔[۸:۲۳۳]

اللہ کی رضا طلبی کے لیے جنگ وقتال تمام انبیاء اور تمام آسمانی صحیفوں کی مشترک تعلیم ہے۔[۸:۲۳۴]

وحی الٰہی کو قدیم صحیفوں میں بھی جابجا رزق سے تعبیر فرمایا گیا ہے۔[۸:۱۸۵]

اٰل عمران ۲:اہل کتاب ''خداوند خدا، زندہ خدا'' کی تعبیر سے اچھی طرح آگاہ تھے،ان کے انبیاء کے صحیفوں میں بکثرت یہ تعبیر استعمال ہوئی ہے۔[۲:۱۶]

''قیوم'' کی صفت بھی انبیاء کے صحیفوں میں بار بار مذکور ہوئی ہے۔[۲:۱۶]

صحیفوں کی تعلیمات میں وحی کی شہادت کے آثار و نشانات موجود ہیں۔[۲:۴۸]

اہل کتاب کے صحیفوں میں نبی ﷺ کی پیشین گوئیاں اور علامتیں موجود تھیں۔[۱:۲۳۵، ۲:۴۶۳، ۶:۳۹۲]

آدم علیہ السلام سے لے کر مسیح علیہ السلام تک کسی نبی سے متعلق نہ تو اللہ تعالیٰ نے یہ خبر دی ہے کہ وہ خاتم الانبیاء ہے نہ کسی نبی نے خود اپنے خاتم الانبیاء ہونے کا دعویٰ کیا ہے: قدیم صحیفے اور قرآن مجید۔[۶:۲۴۳]

قدیم آسمانی صحیفوں میں مشرک کو چھنال عورت سے تشبیہ دی گئی ہے۔[۵:۳۷۵]

مذہبی صحیفوں میں مشرک کو زانیہ عورت سے تشبیہ دی گئی ہے۔[۳:۵۵۰]

سابق انبیاء کے صحیفوں میں اگرچہ بے شمار تحریفات ہو چکی ہیں لیکن توحید کی تعلیم آج بھی ان میں محفوظ ہے۔[۵:۱۳۷]

سِفر ایوب: ایوب علیہ السلام کی تکالیف میں صبر ورضا۔[۵:۱۷۸]

صحیفۂ یونس کی روایت کے مطابق نینوا کی آبادی ایک لاکھ بیس ہزار تھی، قرآن نے اس کی تائید کی ہے۔[۵:۱۸۰]

صحیفۂ یونس میں ہے کہ دوبارہ انذار کے لیے قدرت نے ایک موٴثر تقریب بھی پیدا کر دی۔[۵:۱۸۱]

صحیفۂ یونس میں یونس علیہ السلام کی دعا کا ذکر۔[۵:۱۸۳]

یہود کے صحیفوں میں ذوالقرنین کا ذکر۔[۴:۶۱۳]

صحفِ ابراہیم علیہ السلام۔[۷:۷۶]

## قرآن

مآئدہ ۶۸ میں مَا اُنْزِلَ اِلَیْکُمْ مِنْ رَّبِّکُمْ سے مراد قرآن مجید ہے۔[۱:۲۳۳]

البقرہ ۸۹ میں 'کتاب' سے مراد قرآن مجید ہے۔[۱:۲۷۰]

البقرۃ ۱۰۱ میں 'کتاب اللہ' سے مراد تورات بھی ہو سکتی ہے اور قرآن بھی۔[۱:۲۸۱]

البقرۃ ۱۴۶ میں 'یَعْرِفُوْنَہٗ' میں ضمیر کا مرجع قرآن مجید ہے۔[۱:۱۷۳]

ال عمران ۱۰۳ میں 'حبل' سے مراد قرآن ہے۔[۲:۱۵۳]

النساء ۱۲۷ میں 'اَلْکِتٰب' سے مراد قرآن ہے۔[۲:۳۹۷]

النساء ۱۵۹ میں لَیُؤْمِنَنَّ بِہٖ میں ضمیر کا مرجع قرآن مجید ہے۔[۲:۴۲۳]

المائدۃ ۱۶ میں 'نور' سے مراد قرآن مجید ہے اور 'کتاب مبین' کا لفظ بطور تفسیر ہے۔[۲:۴۸۱]

المائدۃ ٦٦ میں وَمَا اُنْزِلَ عَلَیْھِمْ مِنْ رَّبِّھِمْ سے قرآن مراد ہے۔[۲:۵۵٦،۵٦۴]

الانعام ۵ میں 'حق' سے مراد قرآن مجید ہے۔[۳:۲۰]

الانعام ۲۰ میں یَعْرِفُوْنَہٗ، میں ضمیر منصوب کا مرجع قرآن ہے۔[۳:۳۲]

الانعام ۳۸ میں 'اَلْکِتٰب' سے مراد قرآن مجید ہے۔[۳:۴۹]

الانعام ۳۹ میں 'بِاٰیٰتِنَا' میں 'آیات' سے مراد قرآن مجید کی آیات ہیں۔[۳:۵۰]

الانعام ۵۷ میں 'بَیِّنَۃٍ' سے مراد قرآن مجید ہے۔[۳:٦۷]

الانعام ٦۷ میں 'وَکَذَّبَ بِہٖ قَوْمُکَ' میں ضمیر کا مرجع عذاب بھی ہو سکتا ہے اور قرآن بھی جو اس عذاب کی خبر دے رہا ہے۔[۳:۷۱]

الانعام ۹۰ میں 'اِنْ ھُوَ اِلَّا ذِکْرٰی لِلْعَالَمِیْنَ' میں ھُوَ کا مرجع قرآن ہے۔[۳:۱۰۳]

الانعام ۱۱۰ میں 'بِہٖ' میں ضمیر کا مرجع قرآن ہے۔[۳:۱۴۱]

یونس ٦۱ میں ضمیر مجرور کا مرجع کتاب الٰہی ہے اور 'قرآن' سے یہاں مراد کتاب الٰہی کا کوئی جزو اور حصہ ہے۔[۴:٦۵]

الرعد ۳۷ میں 'اَلْعِلْم' سے مراد وہ صحیح علم ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے قرآن کی شکل میں نازل ہوا۔[۴:۲۹۷]

الحجر ۱ میں الکتٰب سے مراد قرآن ہے۔[۴:۳۴٦]

بنی اسرآءیل ۸۱ میں 'حق' سے مراد قرآن اور وہ دین حق ہے جس کو لے کر قرآن آیا تھا۔[۴:۵۳۲]

مریم ۴۱ میں 'الکتاب' سے مراد عام طور پر ہمارے مفسرین نے قرآن کو لیا ہے۔[۴:٦۵۷]

مریم ۹۷ میں 'یَسَّرْنٰہُ' میں ضمیر کا مرجع قرآن ہے۔[۴:٦۸۹]

الحج ۵۴ میں 'اُوْتُوا الْعِلْم' میں 'علم' سے مراد قرآن و کتاب کا علم ہے۔[۵:۲۷۲]

طٰہٰ ۹۹ میں 'ذکر' سے مراد قرآن مجید ہے[۵:۹۰]

المومنون ٦۸ میں 'قول' سے مراد قرآن ہے۔[۵:۳۳۴]

الشعرآء ۲ میں 'کتاب مبین' سے مراد قرآن مجید ہے۔[۵:۴۹۸]

العنکبوت ٦۸ میں 'حق' سے مراد قرآن اور رسول ہیں۔[٦:٦٦]

السجدہ ۲ میں 'اَلْکِتٰب' سے مراد قرآن مجید ہے۔[٦:۱۵۵]

سبا ۴۳ میں 'لِلْحَقِّ' میں حق سے مراد قرآن ہے۔[٦:۳۳۳]

سبا ۵۳ میں ضمیر کا مرجع قرآن ہے۔[٦:۳۴۲]

قرآن کے 'ذکر' سے موسوم ہونے کے بعض پہلو۔[٦:۴۴۱،۵۱۱]

الزمر ۲۳ میں 'ذٰلِکَ' کا اشارہ قرآن کی طرف ہے۔[٦:۵۸۳]

الزمر ۳۳ میں 'صدق' سے مراد قرآن ہے اس لیے کہ ہر بات میں اس نے اختلاف رفع کر کے حق بات سامنے رکھ دی ہے۔[٦:۵۸۷]

المومن ۷۰ میں 'کتاب' سے مراد قرآن مجید ہے۔[۷:٦۳]

حٰم السجدۃ ۴۱ میں 'ذکر' سے مراد قرآن مجید ہے۔[۷:۱۱۰]

حٰم ۔السجدۃ ۴۵ میں 'مِنْہُ' میں ضمیر کا مرجع قرآن ہے۔[۷:۱۱۸]

الشورٰی ۱۷ میں 'اَلْکِتٰب' سے مراد قرآن ہے۔[۷:۱۵۷]

الزخرف ۲۹ میں 'حق' سے مراد قرآن مجید ہے۔[۷:۲۲۴]

النجم ۲۹ میں 'ذکر' سے مراد قرآن مجید ہے۔[۸:٦٦]

النجم ۵٦ میں 'ھذا' سے اشارہ قرآن مجید کی طرف ہے۔[۸:۸۳]

'ذکر' سے مراد قرآن ہے۔[۸:۸۳]

الواقعۃ ۸۲ میں 'رزق' سے مراد قرآن ہے۔[۸:۱۸۵]

التغابن ۸ میں 'النور' سے مراد قرآن مجید ہے۔[۸:۴۱۹]

الطلاق ۱۰ میں 'ذکر' سے مراد قرآن مجید ہے۔[۸:۴۴۵،۴۴۶]

القلم ۱ میں 'وَمَا یَسْطُرُوْنَ' سے مراد قرآن مجید ہے۔[۸:۵۱۳]

الجن ۱۷ میں 'ذکر' سے مراد قرآن ہے۔[۸:۶۲۵]

المزمل ۱۹ میں 'ھٰذِہٖ' سے اشارہ قرآن کی ان آیات کی طرف جو قریش کو آخرت کی تذکیر کے لیے سنائی گئیں۔[۹:۳۱]

عبس ۱۱، ۱۲ میں 'ذِکْرٰی' اور 'تَذْکِرَۃٌ' دونوں سے مراد قرآن ہی ہے۔[۹:۲۰۱]

## تعارف

قرآن اللہ کی کتاب ہے۔[۱:۲۴]

آسمانی و خدائی کتاب،

لوح محفوظ سے اترا ہوا کلام،

ایسا معجز کلام جس کی نظیر نہ انسان پیش کر سکے نہ جنات۔[۱:۳۶]

قرآن کے کتابِ الٰہی ہونے میں کوئی شک نہیں، وجوہ۔[۱:۸۷]

قرآن خدائی کلام ہے۔[۱:۱۳۸]

قرآن اصل معتمد نسخہ کتاب الٰہی کا ہے۔[۲:۵۳۳]

قرآن فرمانِ واجب الاذعان ہے۔[۴:۲۹۶،۵:۴۴۳،۶:۵۶۲]

قرآن کسی سائل کی درخواست نہیں بلکہ خالق کا فرمان ہے۔[۵:۱۶،۴۴۳]

حق و باطل کے امتیاز کے لیے اصل خدائی کسوٹی قرآن ہے۔[۶:۲۴۷]

قرآن خدائے عزیز کا اتارا ہوا صحیفہ ہے۔[۷:۱۰۴]

قرآن، اللہ تعالیٰ کی غیر محدود قدرت کا ایک اجمالی تصور۔[۸:۶۰۰]

قرآن ایک معزز و مکرم فرستادۂ الٰہی کا لایا ہوا کلام ہے۔[۹:۲۲۷]

قرآن، ایک بزرگ و برتر کلام جس کا منبع لوح محفوظ ہے۔[۹:۲۹۴]

قرآن براہِ راست اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ اس سے پہلے کسی کتاب کو یہ شرف حاصل نہیں کہ وہ کُل کی کُل اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ الفاظ پر مشتمل ہو۔[۹:۴۵۳]

فہم قرآن کے داخلی اور خارجی وسائل۔[۱:۱۳]

فہم قرآن کے داخلی وسائل۔[۱:۱۴]

قرآن کی زبان۔[۱:۱۴]

قرآن کی زبان جس میں وہ نازل ہوا ہے اس وقت کہیں بھی رائج نہیں۔[۱:۱۵]

قرآن کی ترتیب نزولی نہیں توقیفی ہے۔[۱:۱۷]

قرآن ایک انقلابی کتاب ہے۔[۱:۱۷]

قرآن کا نظم و ترتیب۔[۱:۱۷]

قرآن میں نظم کی قدر و قیمت۔[۱:۲۰]

قرآن کا نظام بحیثیت مجموعی۔[۱:۲۴]

قرآن کے مجموعی نظام کا ظاہری پہلو۔[۱:۲۴]

قرآن کے عجائب کبھی ختم ہونے والے نہیں۔[۱:۲۴]

قرآن میں تمام علم اوّلین و آخرین ہے۔[۱:۲۴]

قرآن کے مجموعی نظام کا مخفی پہلو۔[۱:۲۵]

قرآن کے مکی و مدنی سورتوں کے سات گروپ۔[۱:۲۵،۸:۱۰۱]

ترتیبِ قرآن۔[۱:۲۵]

سورتوں کی ترتیب اتفاقی نہیں بلکہ توقیفی ہے۔[۱:۲۵]

قرآن میں ہر سورہ اپنا ایک جوڑا اور مثنیٰ بھی رکھتی ہے۔[۱:۲۶]

قرآن میں ہر سورہ کا ایک خاص عمود ہے، اسی طرح ہر گروپ کا بھی ایک جامع عمود ہے۔[۱:۲۶]

سورہ فاتحہ پورے قرآن کے لیے بمنزلہ دیباچہ ہے۔[۱:۲۶]

قرآن میں قانون و شریعت کا گروپ مقدم اور منذرات کا آخر میں ہے۔[۱:۲۷]

سبع مثانی۔[۱:۲۷]

فہمِ قرآن کے خارجی وسائل۔[۱:۲۸]

سنتِ متواترہ و مشہورہ

احادیث و آثار صحابہؓ

شانِ نزول

کتبِ تفسیر

قدیم آسمانی صحیفے

تاریخ عرب

قرآن تکرارِ محض سے بالکل پاک ہے۔[۱:۲۸]

قرآن قولی تواتر سے منتقل ہوا ہے۔[۱:۲۹]

پورا قرآن سورۂ فاتحہ کے تخم سے پیدا ہوا ہے اور اسی شجرۂ طیبہ کے برگ و بار قرآن کے پورے تیس پاروں میں پھیلے ہوئے ہیں۔[۱:۷۵]

حروفِ مقطعات سورتوں کے نام ہیں۔[۱:۸۲]

قرآن کو قولِ فیصل بنا کر اتارا ہے۔[۲:۱۸]

قرآن کو اللہ تعالیٰ نے نور و برہان بنا کر اتارا ہے۔[۲:۲۹]

قرآن متشابہ ہے۔[۲:۲۹]

قرآن حق و باطل کے درمیان فرقان۔[۲:۴۸]

کتاب کے ساتھ حکمت کا لفظ قرآن میں اکثر آیا ہے۔[۳:۱۰۲]

قرآن کا مرتبہ و مقام۔[۳:۱۰۹، ۵:۵۵۷، ۷:۱۸]

قرآن کی عظیم برکت۔[۳:۲۰۶]

قرآن کے اعجاز بیان کی ایک مثال۔[۳:۴۱۱]

ایسی سورتیں قرآن میں بہت ہیں جن میں مدنی دور کی آیات شامل ہیں لیکن اپنے بنیادی مطالب اور اپنے مزاج کے اعتبار سے مکی قرار دی گئی ہیں۔[۴:۱۰]

کتاب حکیم۔[۴:۲۱]

قرآن کی چار صفتیں۔[۴:۶۳]

قرآن کی خصوصیت: پہلے اصولی اور بنیادی باتیں پھر بتدریج تفصیل کا قالب۔[۴:۹۷]

آیاتِ قرآن میں اجمال اور تفصیل۔[۴:۱۰۶]

قرآن کے حق میں پہلے کی شہادت۔[۴:۱۱۷]

کتاب مبین۔[۴:۱۸۸]

خرافات سے تعرض قرآن کے شایان شان نہیں۔[۴:۲۱۰]

قرآن کی اصلی حقیقت۔[۴:۲۶۰]

پورا قرآن مثانی ہے۔[۴:۳۷۷]

قرآن تبیین و تفکر کے لیے ہے۔[۴:۴۱۲]

قرآن کی تمام سورتیں جوڑا جوڑا ہیں۔[۴:۳۷۷]

قرآن نے طریقِ اقوم کی بنیادی دفعہ۔[۴:۴۹۵]

قرآن کو جگہ جگہ روح سے تعبیر کیا گیا ہے۔[۴:۵۳۹]

قرآن کی صفت۔[۴:۵۵۷]

قرآن ایک تذکرہ ہے۔[۵:۱۴]

قرآن کی عظمت کا بیان اور یہ خدا کی جن صفات کا مظہر ہے ان کا حوالہ۔[۵:۱۶]

متواتر اور مشہور قراءت صرف مصحف ہی کی قراءت ہے اور غیر متواتر قراءت پر قرآن کی کسی آیت کی تاویل صحیح نہیں۔[۵:۹۹]

قرآن کو بھی فرقان کہا گیا ہے۔[۵:۱۵۷]

ترجمہ اصل قرآن کا قائم مقام نہیں۔[۵:۵۵۹]

قرآن کا دعویٰ۔[۵۶:۶]

قرآن کے اتارے جانے کا مقصد۔[۴۴۱:۶]

قرآن کا مقصد۔[۵۵۷:۴،۵۲۸:۶،۳۵۸:۷]

قرآن کی صفت اور اس کی تاثیر۔[۵۸۲:۶]

قرآن کی ایک خاص صفت۔[۵۸۴:۶]

قرآن کی زبان عربی کیوں ہوئی۔[۱۱۴:۷]

قرآن کی بعض صفات کا حوالہ۔[۱۶۶:۲،۱۱۱:۷]

قرآن میزان ہے۔[۱۵۷:۷]

قرآن کے عظیم اثرات۔[۱۶۸:۷]

قرآن کا ایک نام مُھَیْمِن بھی ہے۔[۱۵۷:۷]

قرآن کے مبین ہونے کا ایک خاص پہلو۔[۲۰۷:۷]

قرآن کی عالی نسبی۔[۲۰۷:۷]

قرآن کی عالی مقامی۔[۲۰۸:۷]

قرآن عربی مبین میں نازل ہوا ہے۔[۱۴۰:۸]

قرآن مُھَیْمِن ہے اس لیے کہ تمام آسمانی صحیفوں کے لیے قابلِ اعتبار کسوٹی وہی ہے۔[۳۱۳:۸]

قرآن سات اسلوبوں یا عبارتوں میں نازل ہوا ہے اس سے اشارہ قرآن کے سات گروہوں کی طرف ہے۔[۴۸۱:۸]

قرآن کا اصل منبع۔[۵۵۳:۸]

قراءتوں کا اختلاف۔[۴۸۰:۸]

قرآن قریش کی ٹکسالی زبان میں نازل ہوا ہے۔[۸۴:۹]

آخر میں جبریل علیہ السلام نے پورا قرآن، اس کی اصلی ترتیب کے ساتھ آپ ﷺ کو سنایا۔[۸۹:۹]

قرآن میں ہر ترجیع اپنے محل میں انگشتری پر نگینہ کا حسن رکھتی ہے۔[۱۲۴:۹]

جبریل علیہ السلام کے لیے روح کا لفظ قرآن میں جگہ جگہ استعمال ہوا ہے۔[۱۶۵:۹]

قرآن کے ایجازِ بیان کا اعجاز۔[۱۸۰:۹]

قرآن کے بارے میں جنوں کے تاثرات۔[۶۱۵:۸]

قرآن کی عظمت کا بیان۔[۱۹۲:۹]

قرآن اپنی ادبی و نحوی مشکلات کے حل کے لیے سب سے زیادہ مستند مرجع و ماخذ ہے۔[۲۸:۱]

تفسیر قرآن کے ظنی ماخذوں میں سب سے اشرف اور سب سے زیادہ پاکیزہ چیز ذخیرۂ احادیث و آثار ہے۔[۳۰:۱]

تفسیر قرآن بالقرآن۔[۲۷:۱]

قرآن کی تفسیر خود قرآن سے، سب سے زیادہ قابلِ اطمینان تفسیر ہے۔[۴۲:۱]

قرآن ایک کسوٹی ہے جس پر پرکھ کر کھرے اور کھوٹے میں امتیاز کیا جاتا ہے۔[۲۳۰:۸]

قرآن ہمارے لیے ہر قدم پر حق و باطل اور خیر و شر کے جاننے کا ذریعہ، اخذ و استنباط کا حوالہ اور استدلال کا مرکز بھی ہے۔[۱۸۴:۸]

ملت مسلمہ کی شیرازہ بندی قرآن مجید کی حبل اللہ المتین ہی کے ذریعے سے ہوئی ہے۔[۲۱:۱]

قرآن کی حیثیت ایک معدن کی سی ہے۔[۲۴:۱]

حکمتِ قرآن کے مسائل میں سب سے زیادہ مدد گار احادیث۔[۳۰:۱]

قرآن کسی کے نزدیک بھی غیر اہم نہیں ہو سکتی۔[۳۶:۱]

ہمہ گیر اور عالم گیر تبدیلیاں لانے والی کتاب۔[۳۶:۱]

جتنا بڑا انقلاب دنیا میں اس کتاب نے برپا کیا ہے اتنا بڑا انقلاب کسی کتاب نے بھی نہیں برپا کیا۔[۳۶:۱]

قرآن مجید کے مخاطبِ اوّل، کائنات کا خالق تنہا اللہ تعالیٰ ہی کو مانتے

تھے۔[۵۶:۱]

اپنے علم کی کمی اور قرآن کے اتھاہ ہونے کا احساس بجائے خود ایک بہت بڑا علم ہے۔[۸۳:۱]

قرآنی بلاغت کا اعجاز۔[۱۰۰:۱]

قرآن مجید میں بعض دفعہ اللہ تعالیٰ کے کسی فعل کو اپنی طرف منسوب کرنے کا اسلوب۔[۱۱۰:۱]

وحی کو قرآن نے رزق کے لفظ سے تعبیر فرمایا ہے۔[۱۴۱:۱]

قرآن کی مانند ایک سورہ پیش کرنے کا چیلنج زمانۂ نزول سے آج تک موجود ہے۔[۱۴۹:۱]

قرآن مجید کی عظمت کے دو پہلو۔[۱۵۱:۱]

تمام جن و بشر قرآن کی نظیر پیش کرنے سے عاجز ہیں۔[۱۵۱:۱]

قرآن کے حقائق مجاز کے پیرائے میں۔[۱۵۱:۱]

قرآن مجید کی تاویل ہمیشہ الفاظ کے مشہور معانی کے لحاظ سے کرنی چاہیے[۲۲۴:۱]

سوالات نقل کرنے میں قرآن کا طریقہ۔[۴۷۱:۱]

قرآن مجید کا طریقہ یہی ہے کہ جب ایک بات کے بیان کے لیے موزوں حالات پیدا ہو گئے ہیں تو بارش کی طرح کلام ایک وسیع دائرے میں برس گیا ہے۔[۵۲۱:۱]

قرآن قانون اور حکمت دونوں کا مجموعہ ہے۔[۵۴۰:۱]

قرآن کی آیات کا محکم و متشابہ ہونا ہرگز بلحاظ الفاظ نہیں ہے بلکہ صرف بلحاظ معنی ہے۔[۲۸:۲]

متشابہات اور محکمات قرآن میں دونوں ممیّز اور معلوم ہیں۔[۲۹:۲]

قرآن میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کے ارادے کا کوئی دخل نہیں۔[۳۴۷:۲]

قرآن کی ہر بات اپنے اصول و فروع میں اتنی مستحکم اور مربوط ہے کہ ریاضی اور اقلیدس کے فارمولے بھی اتنے مستحکم اور مربوط نہیں ہو سکتے۔[۳۴۷:۲]

قرآن میں لوگوں کے سوال بالعموم نہایت اجمال کے ساتھ بیان ہوتے ہیں اور یہی طریقہ قرینِ بلاغت ہے۔[۳۹۷:۲]

قرآن میں سوال و جواب کا ایک خاص اسلوب۔[۲۷:۳]

قرآن کی بلاغت کی ایک مثال۔[۴۱۹:۲، ۲۵۰:۳]

قرآن مجید میں تضمینات بہت ہیں۔[۲۶۵:۳]

قرآن، خطاب کی ایک خاص نوعیت۔[۴۸۵:۳]

قرآن میں نظم کے اعتبار کی ایک دلیل۔[۵۰۷:۳]

قرآن کی حیثیت ایک یاددہانی کی ہے۔[۲۸۴:۴]

'سحر' سے مراد اور قرآن کو سحر کہنے کی وجہ۔[۱۲۳:۵، ۳۴۹:۷]

انبیاء اور ان کی امتوں کے باب میں قرآن کا موقف۔[۳۲۶:۵]

'فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ' یہ بات تقریباً ہر رسول سے قرآن میں منقول ہوئی ہے۔[۵۳۷:۵]

اِس بات کے دلائل کہ قرآن کیوں شیطانی کلام نہیں ہو سکتا۔[۵۶۱:۵]

قرآن کو شعر کہنے کی کوئی تک نہیں۔[۵۶۸:۵]

الاحزاب ۲۸-۲۹ آیات کا پس منظر قرآن کی روشنی میں۔[۲۱۵:۶]

قرآن کے اعجاز میں اصل دخل اس کی حکمت کو ہے۔[۴۰۰:۶]

قرآن انذار اور بشارت ہے۔[۴۰۱:۶]

قرآن کے ذکر ہونے کے مختلف پہلو۔[۴۴۱:۶]

قرآن کو سحر کہنے کی اصل۔[۲۲۴:۷]

قرآن کریم شیطانی چھوت سے بالکل پاک اور بالاتر ہے۔[۵۲:۸، ۱۸۴]

قرآن کا عام اندازِ موعظت یہی ہے کہ وہ تعیین کے ساتھ ملامت کرنے کے بجائے عام الفاظ ہی میں تنبیہ کرتا ہے۔[۳۸۷:۸]

قرآن کو کسی شاعر یا کاہن کا کلام کیوں نہیں قرار دیا جا

سکتا؟۔[۸:۵۵۲]

قرآن کو جادو کہنے کا ایک پہلو۔[۹:۵۲]

قرآن، امامیہ سے منسوب ایک غلط روایت۔[۹:۸۸]

کہانت کے ستونوں پر قرآن کی ضرب۔[۹:۲۲۵]

کہاں یہ قرآن اور کہاں کاہنوں اور شیاطین کی خرافات۔[۹:۲۳۱]

پورا قرآن انبیاء کی عصمت پر گواہ ہے۔[۹:۲۶۶]

قرآن کے معارف و حِکَم کا اصل خزانہ اس کے نظم کے اندر پوشیدہ ہے۔[۱:۱۹]

صدیوں سے لے کر رہتی دنیا تک خلق کی رہنما کتاب۔[۱:۲۴]

قرآن مجید کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت کا صحیفہ بنا کر اتارا ہے۔[۱:۳۵]

قرآن مجید خدا کی صفت رحمانیت کا مظہر ہے۔[۱:۴۷، ۸:۱۲۳]

قرآن کو خود قرآن میں بارش سے جگہ جگہ تشبیہ دی گئی ہے۔[۱:۱۲۹، ۱۳۱، ۶:۳۷۶]

قرآن ایک نعمت عظمیٰ۔[۱:۱۳۳، ۱۳۴، ۴:۵۵۶، ۵:۴۴۳، ۸:۱۲۷]

قرآن مجید کوئی سہل اور سپاٹ کتاب نہیں ہے بلکہ یہ نہایت گہرے علوم و معارف اور اعلیٰ اسرار و حقائق کی کتاب ہے۔[۱:۳۵۲]

قرآن اِس دنیا کے لیے بہار ہے اور رمضان کا مہینا موسم بہار اور یہ موسمِ بہار جس فصل کو نشو و نما بخشتا ہے وہ تقویٰ کی فصل ہے۔[۱:۴۵۱]

خدا کی تمام نعمتوں میں سب سے بڑی عقل ہے اور عقل سے بھی بڑی نعمت قرآن ہے۔[۱:۴۵۱]

قرآن مجید، دنیا کے سامنے آخری ہدایت۔[۱:۵۸۳]

قرآن کی صورت میں جو رحمت آسمان سے برسی ہے اس کا فیض بھی ہر شخص کو یکساں نہیں پہنچے گا بلکہ استعداد و صلاحیت کے اعتبار سے پہنچے گا۔[۳:۲۸۴]

قرآن اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت و رحمت ہے۔[۴:۱۵، ۵:۴۴۳، ۶۳۹، ۸:۱۲۷]

قرآن کی عام تحدی۔[۴:۵۷، ۱۱۳]

اللہ تعالیٰ کی باتوں کا جاننے کا واحد ذریعہ وحی الٰہی اور قرآن ہے۔[۴:۳۵۲]

قرآن ہدایت و بشارت ہے۔[۵:۵۷۶]

اللہ تعالیٰ کی ہدایت خلق کو انبیاء علیہم السلام کی زبانی تعلیم کے ذریعہ سے بھی پہنچی ہے اور روشن صحیفوں کے ذریعے سے بھی مثلاً تورات، زبور، انجیل اور قرآن مجید۔[۶:۱۳۹]

قرآن فطرت کی راہ کی طرف رہنمائی کر رہا ہے۔[۶:۱۸۹]

کبھی کبھی قرآن کی رحمت کا فیض جنوں تک بھی متعدی ہو جاتا ہے۔[۸:۱۲۲]

قرآن ایک عظیم آسمانی خزانہ جو تمام دنیا کے لیے سرمایۂ زندگی ہے۔[۹:۴۵۵]

’رزق‘ سے مراد قرآن ہے۔(الواقعۃ ۸۲)[۸:۱۸۵]

## نزولِ قرآن

نزولِ قرآن کا سبب، باطن کی پیاس۔[۱:۷۰]

قرآن کے اتارے جانے کی ضرورت۔[۲:۱۸]

قرآن کے تدریج کے ساتھ اترنے کی حکمت۔[۴:۵۴۵]

قرآن کے اہتمام کے ساتھ اتارے جانے کا مقصد۔[۷:۲۹۴]

قرآن کی تنزیل کا مقصد۔[۴:۵۵۷، ۶:۴۴۱، ۵۲۸، ۷:۲۶۹، ۳۵۸]

نزول قرآن کے لیے آنحضرت ﷺ کے اندر بے قراری کی اصل وجہ۔[۵:۹۵]

قرآن کے نزول پر اللہ تعالیٰ کا اظہارِ احسان و انذار۔[۷:۲۷۰]

قرآن کے بیک وقت نہ اترنے کی وجہ۔[۵:۴۶۲]

پورا قرآن ایک شب میں نہیں اتارا گیا بلکہ اس کے مبارک آغاز کا پتا بتا دیا گیا۔[۷:۲۶۸]

قرآن میں یہ تصریح موجود ہے کہ رمضان ہی کے مہینے میں قرآن نازل ہوا۔[۷:۲۶۸]

انسان کی فطرت مقتضی تھی کہ اس کی ہدایت کے لیے قرآن نازل ہو۔[۸:۱۲۷]

قرآن کا نزول اللہ تعالیٰ کی سکیم کے تحت ہوا ہے۔[۹:۴۶۶]

لیلۃ القدر میں قرآن اتارے جانے کا فیصلہ ہوگیا۔[۹:۴۶۷]

قرآن کے نزول کے زمانہ میں آسمانوں پر پہرا۔[۸:۶۲۰]

## نبی اور قرآن

نبی اور قرآن دونوں لازم وملزوم ہیں اور ایسے لازم وملزوم کہ قرآن میں ایک دوسرے سے بدل پڑے ہوئے ہیں۔[۳:۳۲]

قرآن، رسول کا حق اور اس کی نوعیت۔[۳:۴۸۱]

قرآن حق ہے اور اس کا پیش کرنے والا ایک بے داغ کردار کا انسان ہے۔[۷:۱۶۸]

قرآن مجید میں جگہ جگہ نبی ﷺ کے اعلیٰ کردار کو آپ کے دعوے کی صداقت کی دلیل کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔[۸:۵۱۴]

قرآن کے لانے والے کی صفات۔[۸:۵۵۲]

قرآن کو شاعری اور نبی کریم ﷺ کو شاعر قرار دینے والوں کی تردید۔[۶:۴۳۹]

## اہلِ ایمان اور قرآن

اہلِ ایمان پر قرآن کا اثر۔[۳:۶۶۴]

جو لوگ آخرت کا یقین رکھتے ہیں وہی اس قرآن پر ایمان لائیں گے۔[۵:۵۷۶]

قرآن پر ایمان لانے والوں کی بعض خصوصیات۔[۶:۱۵۲، ۱۶۶]

حاملینِ قرآن کا کردار۔[۲:۴۳، ۹:۲۰۳]

## حفاظتِ قرآن

قرآن کی حفاظت کا ذمہ دار خود خدا ہے۔[۴:۳۴۸]

قرآن کے منبع ومصدر، اس کے مامون ومحفوظ واسطۂ نزول اور اس کے پاک ومطہر حامل کا ذکر۔[۵:۵۶۵]

قرآن مجید کی حفاظت کا اِنتظام درحقیقت ختمِ نبوت ہی کا لازمی تقاضا ہے۔[۶:۲۴۷]

قرآن مجید کی حفاظت کا اہتمام وہ امتیاز ہے جو اس سے پہلے نازل ہونے والے صحیفوں کو حاصل نہیں ہوا۔[۷:۱۱۱]

قرآن کی حفاظت کے بعض پہلو۔[۷:۱۱۲]

قرآن کے جمع وترتیب اور اس کی حفاظت کا وعدہ۔[۹:۸۶]

قرآن مجید کی حفاظت کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے اجمالاً اور تفصیلاً دونوں طرح فرمایا ہے۔[۹:۸۷]

## اَقسام القرآن

قرآن میں قسمیں بالعموم کسی دعوے پر بطور شہادت آئی ہیں۔[۸:۱۷۵، ۲۲۵]

قرآن میں جہاں کوئی قسم کھائی گئی ہے بالعموم دعوے کی شہادت اور اس کی دلیل کے طور پر کھائی گئی ہے۔[۸:۵۵۱]

قرآن مجید میں تمام قسمیں بطور شہادت یا بالفاظِ دیگر اس دعوے کی دلیل کے طور پر کھائی گئی ہیں جو ان کے بعد مذکور ہوا ہے۔[۹:۶۰، ۱۳۱، ۳۴۷، ۴۰۱]

خدا کی پروردگاری سے روزِ جزا پر استدلال قرآن مجید نے جگہ جگہ کیا ہے۔[۱:۶۲]

قرآن کی وحدت اور اس کی ہم رنگی اور ہم آہنگی اس بات کی نہایت قطعی شہادت ہے کہ یہ ایک ہی خدائے علیم وحکیم کا اتارا ہوا ہے۔[۲:۳۳۸]

قرآن دلائل کا خزانہ ہے۔[۳:۴۹]

قرآن ایک حجتِ قاطع ہے۔[۳:۶۷، ۲۰۷، ۵:۵۷۶]

قرآن ان پیشینگوئیوں کا مصداق ہے جو اس کے متعلق پچھلے صحیفوں میں موجود ہیں مثلاً تثنیہ باب ۱۸ا کے حوالے سے موسیٰ علیہ السلام کی پیشین گوئی اور یوحنا باب ۱۶ کے حوالہ سے عیسیٰ علیہ السلام کی پیشین گوئی۔[۳:۱۰۹]

قرآن پچھلے صحیفوں کی پیشین گوئیوں کا مصداق اور انہی اشارات کی تفصیل ہے۔[۴:۱۴، ۵۷]

قرآن اپنی صداقت کی خود دلیل ہے۔[۴:۳۴۶]

قرآن کے ذریعے اتمامِ حجت۔[۳:۴۳۸، ۵۴۱]

قرآن کی صداقت کسی خارجی نشانی کی محتاج نہیں ہے۔[۵:۴۹۵، ۴۹۸]

قرآن کے حق میں سابق صحیفوں کی شہادت۔[۵:۵۵۸]

قرآن کی صداقت ثابت کرنے کے لیے کسی خارجی نشانی یا معجزے کی ضرورت نہیں ہے۔[۶:۵۹]

قرآن کی ایک پیشین گوئی کی صداقت۔[۶:۷۴]

قرآن اپنے ہر دعوے پر خود حجت ہے۔[۵:۵۷۶، ۷:۲۰۷]

حٰمٓ السجدۃ ۵۳ میں 'آیات' سے مراد غلبۂ حق اور ہزیمتِ باطل کے وہ آثار و شواہد ہیں جن کی قرآن نے پیشین گوئی کی ہے۔[۷:۱۲۸]

قرآن کی صداقت کے آثار آفاق وانفس میں۔[۷:۱۲۸]

آخرت کے حق میں جو دلائل قرآن اور دوسرے صحیفوں میں بیان ہوئے ہیں وہ ناقابلِ تردید ہیں۔[۷:۲۳۲]

قرآن اپنی حقانیت پر خود آگاہ ہے۔[۷:۵۳۳]

وسائلِ ربوبیت سے جزاء پر استدلال۔[۸:۱۷۶]

یہ قرآن کی بلاغت کا اعجاز ہے کہ آیت میں جو دعوٰی ہے وہی اس دعوے کی نہایت واضح دلیل بھی ہے۔[۸:۶۰۱]

اضداد کے اندر توافق و سازگاری کو قرآن نے توحید اور قیامت کی دلیل کی حیثیت سے جگہ جگہ پیش کیا ہے۔[۹:۱۶۰]

بارش سے قرآن نے اپنے تمام بنیادی دعاوی پر دلیل قائم کی ہے۔[۹:۱۶۱]

قرآن نے جگہ جگہ اِنسان کی خلقت اور اس کے مادۂ خلقت سے قیامت پر استدلال کیا ہے۔[۹:۲۰۵]

حیات بعد الموت پر آفاقی شہادت۔[۹:۳۰۴]

قرآن نے رات اور دن، صبح اور شام، تاریکی اور روشنی کے تضادات سے استدلال کیا ہے۔[۹:۳۵۱]

اشیاء کے جوڑے جوڑے ہونے سے قرآن نے توحید، معاد اور جزا و سزا پر دلیلیں قائم کی ہیں۔[۹:۳۸۵]

قرآن نے آفاقی وانفسی دلائل کے پہلو بہ پہلو تاریخی شواہد کا بھی التزام رکھا ہے۔[۹:۳۹۰]

قرآن کے دلائل کے گونا گوں پہلو۔[۵:۴۷۷]

قرآن میں اتمامِ حجت کے پہلو۔[۶:۶۰۴]

اکثر گمراہ فرقوں نے قرآنی آیات ہی کا سہارا لیا ہے۔[۱:۲۲]

شانِ نزول۔[۱:۳۱]

قرآن میں آیت بسم اللہ کی جگہ۔[۱:۴۹]

قرآنی مطالب کے تین بنیادی عنوان: توحید، قیامت، رسالت۔[۱:۶۹]

دیباچۂ قرآن پر ایک نظر۔[۱:۶۹]

قرآن پر ایمان نہ لانے کے اسباب۔[۱:۹۶]

قرآن کے زمانۂ نزول کے عوام و خواص کا حال۔[۱:۹۸]

"نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ کوئی غم" کے الفاظ قرآن مجید میں جنّت کی تعبیر کے لیے خاص ہیں۔[۱:۱۷۰]

قرآن پر ایمان لانے کی دعوت تین پہلوؤں سے۔[۱:۱۹۵]

قرآن نے معرکۂ بدر کو بھی فرقان کے لفظ سے تعبیر کیا ہے۔[۱:۲۱۳]

ناسخ و منسوخ دونوں قرآن مجید میں موجود ہیں۔[۱:۳۱۵]

قرآن کے کسی حکم کو قرآن کے سوا کوئی دوسری چیز منسوخ نہیں کر سکتی۔[۱:۳۱۵]

خدا کی شریعت قرآن مجید میں اپنے ترقی وکمال کے آخری درجے پر پہنچ چکی ہے۔[۱:۳۱۷]

قرآن اجتماعی زندگی کا ایک نظام بھی پیش کرتا ہے۔[۱:۳۵۳]

قرآن کو اشیا یا اعمال کے طبی و مادی فوائد سے براہِ راست کوئی تعلق نہیں۔[۱:۵۱۵]

قرآن نے اکثر چیزوں کے بیان میں ضدین کا ذکر ساتھ ساتھ کیا ہے۔[۱:۶۲۶]

حاملینِ قرآن کا کردار۔[۲:۴۲]

قرآن نے انبیاء علیہم السلام کی سرگزشتوں کے بیان میں غیر ضروری حصے حذف کر دیے۔[۲:۹۵]

قرآن میں کوئی لفظ بھی بے ضرورت استعمال نہیں ہوا۔[۲:۱۰۴]

مومن اور منافق کے درمیان امتیاز کے لئے کسوٹی قرآن ہے۔[۲:۳۷۹]

قرآن میں توضیحی آیات کا مفہوم۔[۲:۵۸۹]

قرآن نے وحدتِ اِلٰہ اور وحدتِ آدم علیہ السلام کے عقیدے پر انسانی معاشرے کی بنیاد رکھی ہے۔[۳:۱۲۲]

قرآن نے باپ دادا کے طریقہ کی بھی اہمیت تسلیم کی ہے۔[۳:۱۳۶]

توحید کو قرآن میں بھی اور دوسرے آسمانی صحیفوں میں بھی صراط مستقیم سے تعبیر فرمایا گیا ہے۔[۳:۲۳۲]

فرشتوں کے لیے 'رُسل' کا لفظ قرآن میں ایک سے زیادہ مقامات میں آیا ہے۔[۳:۲۵۵]

قرآن کے الفاظ سے یہ بات کہیں نہیں نکلتی کہ یہ اونٹنی اپنی خلقت کی اعجوبگی کے پہلو سے کوئی نشانی تھی۔[۳:۳۰۱]

قرآن نے عاد وثمود کے عذاب کو 'رَجْفَة' 'صَيْحَة' صاعقه اور 'طَاغِيَة' سے تعبیر کیا ہے۔[۳:۳۰۴]

قرآن میں اِس بات کی کوئی وضاحت نہیں ہے کہ موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو کہاں لے جانا چاہتے تھے۔[۳:۳۴۱]

قرآن نے عہدِ اَلَست کا ذکر ایک امر واقعہ کی حیثیت سے کیا ہے اور ہر شخص مجرد اسی عہد کی بنا پر عنداللہ مسئول ہوگا۔[۳:۳۹۳]

قرآن کا سارا فلسفہ درحقیقت انسان کی فطرت پر مبنی ہے۔[۳:۳۹۵]

اللہ ورسول کی مِلک، قرآن میں اجتماعی ملکیت کی تعبیر ہے۔[۳:۴۳۰]

بدر کے لیے نکلنے کا اصل مقصد۔[۳:۴۳۵]

قرآنی اشارات کی روشنی میں غزوۂ بدر کی اصل تصویر۔[۳:۴۳۹]

نیند کے ذریعے تائیدِ الٰہی۔[۳:۴۴۵]

قرآن، 'قلیل' لفظ کا استعمال۔[۳:۴۸۵]

تکذیبِ قرآن کی اصل وجہ۔[۴:۵۸]

يَقْرَءُوْنَ یونس ۹۴ کا اشارہ صالحین اہل کتاب کی طرف ہے جن کی تائید وتصدیق قرآن نے کی ہے۔[۴:۸۹]

نوح علیہ السلام کی سرگزشت واضح صورت میں، اپنے فوائد ونتائج کے ساتھ پہلی مرتبہ قرآن ہی میں بیان ہوئی ہے۔[۴:۱۴۷]

قرآن میں انبیاء علیہم السلام اور ان کی قوموں کے درمیان کشمکش کے واقعات عبرت ورہنمائی کے لیے بیان ہوئے ہیں۔[۴:۱۸۴]

یوسف علیہ السلام کی سرگزشت قرآن کی بے شمار برکتوں میں سے ایک برکت ہے۔[۴:۱۸۹]

قرآن کا یوسف علیہ السلام کی سرگزشت سنانے کا مقصد۔[۴:۱۹۶]

مشرکینِ قریش اور بنی اسرائیل دونوں کو قرآن پر ایمان لانے کی دعوت۔[۴:۴۷۰]

یہود اور مشرکین کو قرآن پر ایمان لانے کی دعوت۔[۴:۴۸۷]

قرآن میں 'مُخْلَص'، کا لقب موسیٰ علیہ السلام کے سوا کسی اور کے لیے استعمال نہیں ہوا۔[۴:۶۶۳]

لفظ رزق انوار و برکات الٰہی اور نفحات روح وایمان کے لیے قرآن میں استعمال ہوا ہے۔[۶۶۹:۴]

قدیم صحیفوں میں خدا کی غیرت کی تعبیر کے لیے تمثیل: ”جب تم یہ گوارا نہیں کر سکتے کہ تمہاری بیوی کسی غیر کی بغل میں سوئے تو خدائے غیور کس طرح گوارا کر سکتا ہے کہ اس کا بندہ کسی اور کو سجدہ کرے“[۶۸۶:۴]

قرآن کو باپ دادا کی روایات کے خلاف سمجھ کر اس سے بدکنا بھی نری جہالت ہے۔[۳۳۴:۵]

’کریم‘ کا لفظ قرآن میں باعزت اور بافیض کے معنی میں آیا ہے۔[۳۵۰:۵]

قرآن میں لفظ ’کفار‘ کا مفہوم۔[۴۱۴:۵]

قرآن نے عیسیٰ علیہ السلام اور انکی والدہ کے کھانا کھانے کو دعوائے الوہیت کے خلاف دلیل کے طور پر استعمال کیا ہے۔[۴۵۸:۵]

شعراء اور ان کی شاعری پر قرآن کی تنقید۔[۵۶۹:۵]

قوم عاد و ثمود کے تمدنی مفاسد اور قومِ شعیب کے معاشی فساد کا ذکر قرآن نے مثال کے طور پر کیا ہے۔[۵۲:۶]

قرآن نے عاد و ثمود کی تباہی کے سلسلے میں ’صاعقۃ‘ کا ذکر کیا ہے۔[۸۷:۶]

’حَنِیفاً‘ کا لفظ قرآن میں خاص طور پر ابراہیم علیہ السلام کے لئے استعمال ہوا ہے۔[۹۴:۶]

قرآن پر قریش اور یہود کا اصل اعتراض۔[۱۵۵:۶]

قرآن کی اصطلاح میں حقیقی علم۔[۲۹۴:۶]

قرآن کے نزدیک حقیقی اہل علم۔[ ۵۷۲:۶]

قرآن میں اتمامِ حجت کے پہلو۔[۶۰۴:۶]

زندگی جن مراحل سے گزرتی ہوئی انسانیت کے مرحلے تک پہنچتی ہے قرآن نے جگہ جگہ ان تمام مراحل کا حوالہ دیا ہے۔[۱۳۲:۸]

قرآن میں لفظ ’جنّت‘ تمام اخروی کامیابیوں کی ایک جامع تعبیر ہے۔[۱۴۵:۸]

قرآن نے شرک کو ظلم عظیم سے تعبیر کیا ہے۔[۱۷۰:۸]

’قرضِ حسن‘ کی شرائط۔[۲۰۸:۸]

قرآن میں ’لاَ‘ کے زائد ہونے کی کوئی مثال موجود نہیں ہے۔[۲۳۹:۸]

قرآن میں ناسخ اور منسوخ دونوں یکجا ہیں۔[۲۶۶:۸]

قرآن نے جو مضمون لفظ ’متکبر‘ سے ادا کیا ہے دوسرے آسمانی صحیفوں میں وہی مضمون ’غیور‘ سے ادا کیا گیا ہے۔[۳۱۴:۸]

سمع و بصر اور عقل و دل کی تمام صلاحیتوں سے متعلق ایک دن پرسش ہونی ہے۔[۵۷۵:۸]

ہمارے درمیان وصل و فصل کی بنیاد ایمان اور کفر کو ہونا چاہیے۔[۶۲۲:۸]

انسان کی خلقت کے مختلف مراحل۔[۱۰۷:۹]

قرآن نے جابجا رسولوں اور ان کی قوموں کی کشمکش اور اس کشمکش کے نتیجہ کی تفصیلات بیان فرمائی ہیں۔[۲۸۸:۹]

قرآن کی ضرورت رفع اختلاف کے پہلو سے۔[۶۰:۲]

قرآن اور دوسرے آسمانی صحیفوں میں نسبت جزو اور کُل کی ہے۔[۶۰:۲، ۳۰۸]

قرآن نے ہر شے کے جوڑے جوڑے پیدا کیے جانے کا ذکر کیا ہے۔[۳۴۸:۹]

## قرآن اور تورات: تائیدات و اختلافات

تورات کے بعد نئی کتاب کی ضرورت۔[۱۱۶:۷]

قرآن یا تورات میں کوئی ایسی چیز نہیں ملتی جس سے ثابت ہو کہ انسان سے پہلے زمین میں جنّات کی حکمرانی تھی۔[۱۵۷:۱]

قرآن مجید اس پیشین گوئی کو سچی ثابت کر رہا ہے جو تورات میں آخری نبی ﷺ کی بعثت اور اس بعثت کی خصوصیات سے متعلق وارد تھی۔[۱۷۹:۱]

انجیل کے الفاظ اور قرآن مجید کے الفاظ کی مطابقت۔[۱:۱۸۸]

تورات کی غلطی کی تصحیح قرآن نے کی: موسیٰ علیہ السلام کو بچپن میں دریا سے نکلوانے والی فرعون کی لڑکی نہیں بلکہ بیوی تھی۔[۱:۲۱۰]

قرآن اور تورات دونوں کے لیے فرقان کی تعبیر استعمال ہوئی ہے۔[۱:۲۱۳]

تالمود میں یعقوب علیہ السلام کی ایک وصیت قرآن مجید کی بیان کردہ وصیت سے ملتی جلتی موجود ہے۔[۱:۳۴۴]

تابوت کی واپسی سے متعلق قرآن کے بیان کے صحیح ہونے کے وجوہ۔[۱:۵۷۳]

تابوت کی واپسی سے متعلق تورات اور قرآن کے بیانات کا فرق۔[۱:۵۷۳]

فوج کے امتحان کے متعلق تورات اور قرآن کے بیانات کا اختلاف۔[۱:۵۷۸]

فوج کے امتحان سے متعلق قرآن کا بیان صحیح اور بامقصد ہے۔[۱:۵۷۹]

حزقی ایل نبی کے مکاشفے سے متعلق قرآن اور تورات کے اختلاف کی نوعیت۔[۱:٦۰۲]

تورات اور قرآن کے بیان کا ایک فرق۔[۲:۹٦]

قصہ ہابیل و قابیل میں تورات اور قرآن کا واضح فرق۔[۲:۴۹۳، ۴۹٦]

قرآن، تورات اور انجیل سب کی تکمیل کرنے والی اور سب کی محافظ و نگران ہے۔[۲:۵۵٦]

دنیا کا چھے ادوار میں پیدا ہونا تورات میں بھی مذکور ہے اور قرآن میں بھی۔[۳:۲۷٦]

قرآن نے تورات کی طرح صرف دو ہی تختیوں کا ذکر نہیں کیا ہے۔ بلکہ الواح کا لفظ استعمال کیا ہے جس کا اطلاق دو سے زیادہ پر ہوتا ہے۔[۳:۳٦۴]

تورات میں صرف ارارات کا ذکر ہے قرآن نے خاص اُس چوٹی کا ذکر کیا ہے جہاں کشتی جا ٹکی۔[۴:۱۴۴]

قرآن اور تورات کا یعقوب علیہ السلام کے بیٹے کے غم کے بیان میں فرق۔[۴:۱۹۹]

یوسف علیہ السلام کی سرگزشت میں تورات اور قرآن کا اختلاف۔[۴:۲۵۷]

خضر نام کے نبی کا ذکر قرآن یا تورات میں نہیں ملتا۔[۴:٦۰٦]

عیسیٰ علیہ السلام کو انجیل اور قرآن دونوں میں 'کلمۃ اللہ' کہا گیا۔[۴:٦۴۵]

انجیلوں میں عیسیٰ علیہ السلام کے الفاظ "میرا باپ اور تمہارا باپ" کی قرآن نے صحیح تعبیر بتائی ہے۔[۴:٦۵۰]

قرآن نے جس طرح تورات کے بہت سے گم شدہ یا گم کردہ حقائق کا سراغ دیا ہے اسی طرح تاریخ ابنیاء کے ایک گم شدہ ورق کا پتا ادریس علیہ السلام کا ذکر کر کے دیا۔[۴:٦٦٦]

موسیٰ علیہ السلام کو دریا میں ڈالنے کی روایت کے بیان میں تورات اور قرآن کا فرق۔[۵:۴۳]

موسیٰ علیہ السلام کے اپنی ماں کی طرف لوٹائے جانے کے لیے خدائی تعبیر: تورات اور قرآن کے بیان میں فرق۔[۵:۴٦]

قرآن کا احسان ہے کہ اس نے فتنے کے اصل بانی کا پتا بتا دیا اور ہارون علیہ السلام کو اس تہمت سے بری کیا۔[۵:۷۵]

قرآن، ہارون علیہ السلام کی فتنہ سے بریت۔[۵:۷۹]

قرآن اور تورات دونوں سے ثابت ہے کہ سلیمان علیہ السلام کے پاس انسانوں، جنوں اور پرندوں کی باقاعدہ فوج تھی۔[۵:۱۷٦]

صحیفۂ یونس کی روایت کے مطابق نینوا کی آبادی ایک لاکھ بیس ہزار تھی، قرآن نے اس کی تائید کی ہے۔[۵:۱۸۰]

تورات اور قرآن دونوں میں آدم علیہ السلام کے بیٹے ہابیل کی قربانی کا ذکر موجود ہے۔[۵:۲۴۸]

تورات اور قرآن دونوں میں رسولوں کی تاریخ کا آغاز نوح علیہ السلام

ہی سے ہوتا ہے۔[۵:۳۱۳]

تورات اور قرآن دونوں میں یہ اشارہ موجود ہے کہ خدا نے تمام قوموں میں اپنے رسول بھیجے۔[۵:۳۲۰]

تورات اور قرآن دونوں سے یہ بات ثابت ہے کہ ملکۂ سبا سلیمان علیہ السلام کے حالات اور ان کی حکمت سے واقف تھیں۔[۵:۵۹۷]

تورات اور قرآن دونوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ملکۂ سبا سلیمان علیہ السلام کے دربار میں آئیں۔[۵:۶۰۵]

قرآن اور تورات دونوں سے واضح ہے کہ فرعون کو اپنی افواج پر بڑا ناز تھا۔[۵:۶۵۸]

اِس بات کی تصریح قرآن یا تورات میں نہیں ہے کہ انھوں نے آٹھ سال کی مدت پوری کی یا وہاں دس سال گزارے۔[۵:۶۷۱]

تورات اور قرآن فطرت کے تقاضے کے تحت ہدایت بخشنے والے ہیں۔[۵:۶۸۷]

قرآن تورات کا مکذّب نہیں بلکہ اس کا مصدق ہے۔[۵:۶۸۸]

ابراہیم علیہ السلام کی دعا کی قبولیت کی بشارت قرآن اور تورات و تالمود میں مذکور ہے۔[۶:۲۴۳]

قرآن، فرعون اور اس کی قوم پر دونوں قسم کے عذاب آئے، تورات میں ایک عذاب کا ذکر ہے۔[۶:۴۱۹]

تورات اور قرآن دونوں میں مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے کلام کیا اور قرآن میں تصریح ہے کہ یہ شرف صرف موسیٰ علیہ السلام کو حاصل ہوا۔[۷:۱۹۲]

قرآن کے حق میں تورات کی شہادت کا حوالہ۔[۷:۳۵۶]

قرآن تورات کی پیشین گوئیوں کا مصداق ہے۔[۷:۳۵۷]

تورات کی، آتشی شریعت، کی تعبیر قرآن کی 'اَشِدَّآءُ عَلَی الْكُفَّارِ' ہے۔[۷:۴۷۴]

آسمانی صحیفوں میں سے کوئی صحیفہ بھی بیک دفعہ نازل نہیں ہوا۔[۵:۴۶۳]

موسیٰ علیہ السلام کے ابتدائی مشاہدات نبوت، تورات اور قرآن میں یکساں بیان ہوئے ہیں۔[۸:۱۶۶]

فرعون کی فوجوں کی کثرت کا ذکر تورات میں بھی ہے اور قرآن میں بھی۔[۹:۳۵۵]

تورات اور قرآن: قصاص میں سب کے لیے زندگی ہے۔[۱:۴۴۹]

احکام، بالخصوص تعزیرات و حدود بنیادی طور پر تورات و قرآن دونوں میں یکساں ہیں۔[۲:۵۲۶]

## استفادہ بالقرآن

دین کی حکمت معلوم کرنے کے لیے قرآن کے اندر معتکف ہونا اور ساری زندگی کو قربان کرنا پڑے گا۔[۱:۲۳]

قرآن کی حکمت کے سمجھنے میں ان صحیفوں سے بڑی مدد ملتی ہے۔[۱:۳۳]

قرآن کے طالبوں کے لیے چند ہدایات:

نیّت کی پاکیزگی

قرآن کو ایک برتر کلام مانا جائے

قرآن کے تقاضوں کے مطابق بدلنے کا عزم

## تدبّر

اللہ تعالیٰ سے رہنمائی کی دعا۔[۱:۳۴]

آدمی قرآن مجید کو صرف طلبِ ہدایت کے لیے پڑھے۔[۱:۳۵]

قرآن کو ایک برتر کلام مانا جائے۔[۱:۳۵]

قرآن کے تقاضوں کے مطابق بدلنے کا عزم۔[۱:۳۷]

کامیابی اور فلاح کی راہ صرف یہ ہے کہ آدمی قرآن کے سانچے میں اپنے آپ کو ڈھالنے کی ہمت کرے۔[۱:۳۸]

محض تبرک کے طور پر الفاظ کی تلاوت کر لینا اور معانی کی طرف دھیان نہ کرنا حضرات صحابہؓ کا طریقہ نہیں ہے۔[۱:۳۹]

قرآن محض حصولِ برکت کی ایک کتاب نہیں ہے۔[۳۹:۱]
تدبر قرآن۔[۳۹:۱]
قرآن حکیم کا حقیقی فائدہ پورے غور و تدبر کے ساتھ پڑھنے میں ہے۔[۴۰:۱]
قرآن میں بیان کردہ اوامر ومنہیات۔[۴۳۸:۴، ۴۹۵-۵۰۲]
قرآن پڑھنے سے پہلے شیطانی فتنوں سے پناہ مانگنے کی ہدایت۔[۴۴۸:۴]
خبر کے قبول کرنے کے معاملہ میں احتیاط کی تاکید۔[۴۹۲:۷]
قرآن کا فیض صرف ان معقول لوگوں کو پہنچے گا جو حواسِ ظاہری سے زیادہ عقل پر بھروسا کرتے ہیں۔[۹۸:۱]
کتاب اللہ سے صحیح ربط کے لیے ضروری شرط۔[۲۸۹:۱]
قرآن میں فکر و عمل کی تصحیح کے اصول دیے گئے ہیں۔[۳۵۳:۱]
قرآن کے اجمالی اشارات پر غور کرنے کا طریقہ۔[۳۹۹:۱]
قرآن بقدر ظرف و توفیق فائدہ اٹھانے کے لیے ہے۔[۲۵:۲]
اختلافِ رائے کی صورت میں قرآن اور سنت کی مراجعت کی ہدایت۔[۳۲۴:۲]
حاملین قرآن کی ذمہ داری۔[ ۵۳۲:۲]
قرآن کا مذاق اڑانے والوں کے پاس بیٹھنے کی ممانعت۔[۷۶:۳]
قرآن کی تذکیر کے لازمی نتائج۔[۱۲۷:۵]
تذکیر کے لیے قرآن کافی ہے۔[۸۰:۳]
قرآن سے مستفید ہونے کا طریقہ۔[۳:۳|۴]
آفت یہ ہے کہ لوگ قرآن پر غور ہی نہیں کرتے۔[۴۴۶:۳]
تیسیر قرآن کا مفہوم۔[۶۸۹:۴، ۲۹۳:۷، ۹۹:۸]
تیسیر قرآن کے چند پہلو۔[ ۱۰۰:۸]
قرآن سے اثر پذیر ہونے کے لیے شرط۔[۱۵:۵، ۳۱۸:۷]
قرآن ان پر کارگر ہوسکتا ہے جو عقل سے کام لیں۔[۴۰۳:۶]
قرآن پر سنجیدگی سے غور کرنے کی دعوت۔[۱۲۸:۷]
قرآن کے تدبر سے دلوں کا زنگ دور ہوتا ہے۔[۴۱۹:۷]
قرآن و سنت کے فیوض سے بہرہ مند ہونے کے لیے صحیح رویہ۔[۴۹۰:۷]
قرآن وحدیث پر غور کرنے کا طریقہ۔[۵۱۶:۷]
قرآن کی تلاوت کا طریقہ۔[۲۳:۹]
قرآن سے تذکیر کی ہدایت۔[۵۷۱:۷]
قیامِ لیل فہم قرآن کے لیے سب سے زیادہ ساز گار و مددگار ہے۔[۲۵:۹]
قرآن سے فائدہ وہی اٹھائیں گے جن کی صلاحیتیں زندہ ہیں۔[۱۲۱:۶]
کتاب و سنت کے فیوض سے بہرہ مند ہونے کے لیے صحیح رویہ۔[۴۹۰:۷]
کتاب سے فائدہ اٹھانے والے۔[۱۷۲:۶]
کتاب کا ثمرہ۔[۱۷۳:۶]
قرآن سے اعراض کے نتائج سے انذار۔[۴۹۹:۵]

### دعوت وتعلیمات

قرآن کی دعوت صرف انذار وتبشیر ہی پر مبنی نہیں بلکہ اپنے اندر نہایت مضبوط نفسی وعقلی دلائل بھی رکھتی ہے۔[۱۰۹:۱]
تورات اور قرآن: قصاص میں سب کے لیے زندگی ہے۔[۲۴۹:۱]
حرمت جان اور حرمت مال کے مضمون قرآن و حدیث دونوں میں بالعموم ساتھ ساتھ آتے ہیں۔[۴۳۷:۱]
رزق سے مراد حکمت و معرفت ہے، قرآن نے وحی و ہدایت کے لیے یہ لفظ ایک سے زیادہ مقامات میں استعمال کیا ہے۔[۷۸:۲]

قرآن مجید صرف فقہی احکام کا مجموعہ نہیں ہے بلکہ دعوت کا صحیفہ بھی ہے۔[۲:۲۴۳]

احکام بالخصوص تعزیرات و حدود بنیادی طور پر تورات اور قرآن دونوں میں یکساں ہیں۔[۲:۵۲۶]

مال و اولاد، دنیا اور زخارفِ دنیا کو قرآن میں فتنہ کہا گیا ہے۔[۳:۳۳]

قرآن نے شرک کے گھنونے پن کو واضح کیا ہے۔[۳:۱۲۹]

اخلاقی فساد کو قرآن نے 'بغی' کے لفظ سے تعبیر فرمایا ہے جس کے معنی سرکشی کے ہیں۔[۳:۱۹۲]

'لَا تَقْرَبُوْا' کا لفظ ان برائیوں سے روکنے کے لیے قرآن میں استعمال ہوا ہے جن کا پرچھاواں بھی انسان کے لیے مہلک ہے۔[۳:۲۰۱]

قرآن نے ظاہری اور باطنی دونوں قسم کے فحشا سے دور دور رہنے کی تاکید فرمائی۔[۳:۲۰۱]

قرآن کا اہل عرب پر خاص حق۔[۳:۱۱۰، ۷:۷۸]

اموالِ غنیمت کی حیثیت۔[۳:۴۸۰]

قرآن نے زر پرستی کو نفاق کی دلیل قرار دیا ہے۔[۳:۵۶۶]

فقراء اور مساکین سے مراد۔[۳:۵۹۱]

جان و مال کی قربانی کے عوض جنت کا وعدہ تورات، انجیل اور قرآن سب میں ہے۔[۳:۶۴۵]

قصہ اصحاب کہف کے زیرِ بحث آنے کی نوعیت۔[۴:۵۶۰]

انبیاء اور ان کی امتوں کے باب میں قرآن کا موقف۔[۵:۳۲۶]

خدا نے شروع ہی سے انسان کو توحید کی تعلیم دی۔[۴:۳۵]

'فلاح' کا لفظ قرآن میں عاقبت کار کی کامیابی و سرخروئی کے لیے آتا ہے۔[۴:۶۹]

قرآن کی دعوت قبول کرنے والوں اور اس سے اعراض کرنے والوں کے ذہنی فرق و اختلاف کی وضاحت۔[۴:۹۸]

قرآن کا بنیادی پیغام۔[۴:۲۲، ۱۰۷]

قریش کو قرآن سے سب سے زیادہ چڑ اس کی دعوتِ توحید سے ہے۔[۴:۱۱۸]

قرآن کی دعوت سرتاسر عقل و بصیرت پر مبنی ہے۔[۴:۱۲۰]

نماز ذریعۂ استقامت ہے۔[۴:۱۷۵]

قرآن کی دعوت سے اعراض و انکار کا اصل سبب۔[۴:۲۸۴]

سری انفاق کی اہمیت۔[۴:۲۸۶]

قرآن کے دلائل اور پیغمبر کی دعوت نے دینِ شرک کا پول کھول دیا ہے۔[۴:۲۹۵]

قرآن کی دعوت کی صداقت کی جو نشانیاں آفاق میں موجود ہیں ان کی یاد دہانی۔[۴:۳۴۳]

قرآن کی اصطلاح میں سب سے بڑا ظلم شرک ہے۔[۴:۳۷۴، ۴۹۵]

قرآن اور اس کی تعلیمات سے متعلق متکبرین کی رائے اور ان کا رویہ۔[۴:۳۸۴]

قرآن کی دعوت کا ردِ عمل قریش کے لیڈروں پر۔[۴:۴۰۲]

قرآنی اوامر و منہیات کا خلاصہ۔[۴:۴۳۸]

تورات کے احکام عشرہ اور قرآن حکیم کی ہدایات میں پوری مطابقت ہے۔[۴:۱۷۱]

قرآن کا بالتدریج اترنا تعلیم کے پہلو سے ہے۔[۴:۴۷۲]

قرآن انذار و تبشیر کے لیے بہترین چیز ہے۔[۴:۶۳۱]

قرآن میں اعمالِ صالحہ کو جگہ جگہ 'باقیات الصّٰلحٰت' سے تعبیر کیا گیا ہے۔[۴:۶۸۱]

قرآن کی تبلیغ و دعوت میں حضور ﷺ کی محنت شاقہ۔[۵:۱۴]

موسیٰ علیہ السلام زبان آور خطیب نہیں تھے۔[۵:۳۸]

ہارون علیہ السلام تورات اور قرآن مجید دونوں سے معلوم ہوتا ہے کہ نہایت زوردار خطیب تھے۔[۵:۳۹]

قرآن میں کوئی چیز نہیں جس سے موسیٰ علیہ السلام کی لکنت کا ثبوت ملتا ہو۔[۳۹:۵]

موسیٰ علیہ السلام کی لکنت کی روایت نا قابلِ اعتبار ہے قرآن میں اس روایت کی تائید کرنے والی کوئی چیز نہیں ہے۔[۴۰:۵]

حکمتِ قرآن کا ایک دقیق مسئلہ۔[۵۱:۵]

قرآن کی دعوت تمام تر آفاق وانفس اور عقل وفطرت کے دلائل پر مبنی ہے۔[۱۲۵:۵]

قرآن نے بے دلیل مجادلہ کو کبر قرار دیا ہے۔[۲۲۰:۵]

خدائی دنوں کے پیمانے۔[۲۶۶:۵]

نماز ہی تمام دین کی محافظ ہے، یہ بات قرآن میں جگہ جگہ بیان ہوئی ہے۔[۳۰۰:۵]

زنا کی سزا میں عورت کے ذکر کی تقدیم کی وجہ۔[۳۶۲:۵]

قرآن میں رجم کی سزا کا ماخذ اور اس کا محل۔[۳۶۷:۵]

گھروں کے اندر اور باہر دونوں صورتوں کے لیے قرآن میں پردے کے قطعی احکام۔[۳۹۹:۵]

قرآن کی دعوت کے اساسی مسائل۔[۴۴۰:۵]

قرآن کے دلائل کے گوناگوں پہلو۔[۴۷۷:۵]

سلیمان علیہ السلام نے صرف ایوان ومحل ہی نہیں تعمیر کیے بلکہ عظیم لنگر خانے بھی قائم کیے۔[۶۰۷:۵]

ماں باپ کے حقوق کو قرآن نے تمام مذاہب اور تمام انبیاء کی مسلم تعلیم کی حیثیت سے پیش کیا ہے۔[۱۸:۶]

لوط علیہ السلام کی آزردگی کا سبب۔[۳۸:۶]

قرآن کی اصطلاح میں اصلی عالم کون ہیں؟۔[۴۹:۶]

اخلاقی مفاسد کی مثال کے طور پر قومِ لوط علیہ السلام کا ذکر قرآن نے کیا ہے۔[۵۲:۶]

اللہ تعالیٰ کی بنیادی صفات عزیز وحکیم سے قرآن میں جگہ جگہ توحید،

قیامت اور رسالت پر استدلال۔[۱۴۲:۶]

دلوں کا زنگ قرآن کی تعلیم سے دور ہوتا ہے۔[۴۱۹:۷]

قرآن کی دعوت کے حق میں انسان کی خلقت اور سامان پرورش میں نشانیاں۔[۳۰۳:۷]

قرآن کی دعوت دو اہم حقیقتیں۔[۵۰۰:۷]

معاندین کے مقابل میں ثابت قدمی کی تلقین کے ساتھ نماز کی تاکید۔[۲۳۹:۶]

بروں کے امہال میں بھی اس کائنات کی مصلحت ہے۔[۳۷۳:۶]

قرآن کی دعوت کی تائید میں آیاتِ ربوبیت کا حوالہ۔[۴۴۲:۶]

فرعون کی فوجوں کی کثرت کا ذکر قرآن میں جگہ جگہ آیا ہے۔[۵۱۶:۶]

داؤد علیہ السلام کا تنبہ، قرآن نے اِس کی کوئی تصریح نہیں کی۔[۵۲۶:۶]

سلیمان علیہ السلام کی انابت اور اوّابیت کا ایک یادگار واقعہ۔[۵۳۳:۶]

شفاعت کے باب میں قیود وشرائط۔[۵۹۶:۶]

تمام رسولوں کی تعلیم بنیادی طور پر یہی رہی ہے جو قرآن دے رہا ہے۔[۶۳:۷]

قرآن محض وعظ نہیں بلکہ خدائی انذار ہے۔[۷۸:۷]

قرآن نے شرک کو بھی صاف صاف کفر سے تعبیر کیا ہے۔[۸۰،۸۱:۷]

قرآن کی دعوت کے حق میں آفاق کے دلائل۔[۳۰۲:۷، ۳۰۴، ۳۰۵،۳۱۰]

قرآن کی آیات بصیرت بخش ہیں بشرطیکہ لوگ آنکھیں کھولیں۔[۳۱۸:۷]

جنوں کے قرآن سننے کے واقعہ کی نوعیت۔[۳۷۷:۷]

قرآن میں احکام وہدایات کا نزول حالات کے تقاضوں کے تحت ہوا ہے تاکہ لوگوں پر ان کی صحیح قدر وقیمت واضح ہوسکے۔[۴۷۹:۷]

جزا وسزا سے متعلق قرآنی دلائل میں ایک نمایاں دلیل ابر وہوا کے تصرفات سے متعلق ہے۔[۵۸۸:۷]

متشابہات پر قرآن کی ہدایت کے مطابق ایمان لانا چاہیے، ان کی حقیقت کے درپے ہونا جائز نہیں ہے۔[۵٦:۸]

قرآن کی تمام بنیادی تعلیمات پہلے گٹھے ہوئے الفاظ اور فقروں اور چھوٹی چھوٹی جامع اور محکم صورتوں کی شکل میں نازل ہوئیں۔[۱۰۱:۸]

قرآن میں ہر بات گوناگوں پہلوؤں سے مختلف شکلوں، صورتوں، مختلف سوابق ولواحق اور نئے نئے اطراف و جوانب کے ساتھ بیان ہوئی ہے۔[۱۰۱:۸]

قرآن نے لوہے کا ذکر اصل ابتدائی ذریعۂ جنگ کی حیثیت سے کیا ہے۔[۲۳۰:۸]

جمعہ، خطبۂ جمعہ اور مقامِ نبوت سے متعلق قرآن کے چند اشارات۔[۳۸۸:۸]

قرآن کے اسلوبِ بیان سے یہ بات نکلتی ہے کہ مسلمان کے لیے پسندیدہ روش اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ ہے کہ جمعہ سے پہلے کا وقت وہ جمعہ کی تیاریوں میں صرف کرے۔[۳۸۹:۸]

سات آسمانوں کا ذکر قرآن میں بھی بار بار ہوا ہے اور دوسرے آسمانی صحیفوں میں بھی ہے۔[۴۴۷:۸]

قرآن مجید میں مذکور قیامت کے احوال کا تعلق متشابہات سے ہے۔[۵۴٦:۸]

قرآن کی دعوتِ رُشد۔[٦۱٦:۸]

قرآن میں اللہ تعالیٰ نے چاند کے طلوع وغروب اور اس کے عروج و محاق سے دین کے مختلف حقائق پر استشہاد کیا ہے۔[٦۱:۹]

قرآن کی تعلیم تمام نبیوں کی تعلیم ہے۔[۳۲۰:۹]

ہود علیہ السلام نے اپنی قوم کے مسرفانہ اور نمائش پسندانہ شوقِ تعمیر پر ان کی ملامت کی۔[۳۵۴:۹]

قرآن کے فلسفۂ تاریخ کا ایک نکتہ۔[۳۹۰:۹، ۳۹۳]

قرآن نے جگہ جگہ نماز ہی کو صبر وعزیمت اور فتح بابِ نصرت کی کلید بتایا ہے۔[۴۵۹:۹]

تورات کے احکامِ عشرہ الواح میں لکھ کر دیے گئے تھے۔[۴۸۱:۹]

اونٹ کی صلاحیتوں اور خدمتوں کا ذکر قرآن میں متعدد جگہ آیا ہے۔[۵۰۲:۹]

'ھمز ولمز' کی عادت کی تمام آسمانی مذاہب میں ممانعت، قرآن میں واضح الفاظ میں ممانعت۔[۵۴۸:۹]

مذہبی جبر کو قرآن نے فتنہ کے لفظ سے تعبیر کیا ہے۔[٦۲۲:۹]

توحید کی شان میں ایک مختصر اور جامع سورہ۔[٦۴۹:۹]

توحید کی حقیقت سے دنیا سب سے پہلے قرآن کے ذریعہ سے آشنا ہوئی۔[٦۵۲:۹]

فرعون کی فوجوں کی کثرت کا ذکر قرآن میں جگہ جگہ آیا ہے۔[۵۱٦:٦]

## صالحینِ اہلِ کتاب اور قرآن

قرآن کے بارے میں اچھے نصاریٰ کا طرزِ عمل۔[۵۷۵:۲]

قرآن اہلِ کتاب کے لیے جانی پہچانی ہوئی چیز ہے۔[٦۸۸:۵]

قرآن نے صالحینِ اہلِ کتاب کی حق دوستی و ثابت قدمی کی تعریف کی ہے۔[٦۹۰:۵]

سچے اہلِ کتاب کے لیے قرآن ان کے دل کی آواز ہے۔[۵۷:٦]

صالحین اہلِ کتاب قرآن پر ایمان لائے۔[۳۸۱:٦]

قرآن نے متعدد مقامات پر نہایت شاندار الفاظ میں سچے نصاریٰ کی حق پرستی کی تعریف کی ہے۔[۲۳۵:۸]

## مخالفین قرآن

منکرینِ قرآن کو عذاب کی دھمکی۔[۳۵:۲]

قرآن اپنے مخالفین کے جرائم بیان کرتے ہوئے بھی حق و انصاف کے حدود سے سرِ مُو تجاوز نہیں کرتا۔[۱۱۹:۲]

قرآن نے عربوں کے سامنے خود ان کے ملک اور ان کے گرد وپیش کی تاریخ رکھی۔[۳۵:۳]

قرآن کی تکذیب کرنے والے سرہنگوں کا انجام۔[۳:۳٦]

قرآن کو جھٹلانے والوں کی مثال۔[۳:۴۹]

قرآن اہلِ عرب کے لیے انذار اور بشارت ہے۔[۳:۱۱۰]

بنی اسمٰعیل کے لیے امّیین کا لقب قرآن نے ایک امتیازی لقب کے طور پر استعمال کیا۔[۳:۳۷۳]

قریش کے دعوائے تولیتِ بیت اللہ کی نفی۔[۳:۴۷۰]

مشرکین کا لفظ قرآن میں جہاں جہاں بھی بشکل علم استعمال ہوا ہے مشرکین بنی اسمٰعیل یا بالفاظِ دیگر مشرکین عرب مراد ہیں۔[۳:۵۳٦]

منافقین اپنے اخلاقی خلا کو جھوٹی قسموں سے پُر کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔[۳:۵۸۹]

التوبۃ ۸٦ میں قرآن نے منافقین کے مافی الذہن کو ان کے قول سے تعبیر فرمایا ہے۔[۳:٦۲۰]

مسجدِ ضرار کی تعمیر کے مقاصد فاسدہ۔[۳:٦۴۱]

اہل نفاق پر قرآن کا اثر۔[۳:٦٦۵]

قرآن کے مکذبین کو مہلت دینے کی وجہ۔[۴:۵۸]

قیامت کے دن مشرکین اور ان کے معبودوں میں جدائی ڈال دی جائے گی۔[۴:۴٦]

مخالفین قرآن کو متبادل کلام پیش کرنے کا چیلنج۔[۴:۱۱۲]

مخالفینِ قرآن پر اتمامِ حجت۔[۴:۱۱۳]

مخالفین قرآن کی اصل بیماری۔[۴:۱۱۵]

قرآن کے منکرین کے انکار کی اصل علت۔[۴:۲۷۳]

مخالفین کے اس فتنہ کا رد کہ نبی کریم ﷺ کو کوئی انسان یہ قرآن سکھاتا ہے۔[۴:۴۵۱]

مشرکینِ عرب کو اصل اختلاف قرآن کی دعوتِ توحید سے تھا۔[۴:۲۹٦]

ملاءِ اعلیٰ کے دائروں تک شیاطین کو رسائی حاصل نہیں ہے۔[۴:۳۵۱]

اصل دشمن قرآن کا شیطان ہی ہے۔[۴:۴۴۸]

مشرکینِ قریش کی قرآن سے بیزاری کا اصل سبب۔[۴:۴۷۱]

قرآن کی تکذیب کرنے والوں کی محرومی [۴:۵۳۳]

کفار کی قرآن سے بیزاری کا اصل سبب۔[۴:۵۰۳،۵۰۹]

قرآن پر ایک اعتراض کا بہانہ۔[۴:۵۴٦]

اہلِ عرب پر قرآن کا اتمامِ حجت۔[۵:۹۵]

قریش اور نبی ﷺ کے بڑھتے ہوئے اثر کو روکنے کے لیے قریش کے لیڈروں کی سخن سازیاں۔[۵:۱۲۲]

مخالفین پر قرآن کا رعب۔[۵:۱۲۵]

مخالفین قرآن کو انذار کہ خدا کی پکڑ اور قیامت کا عذاب بڑی ہی ہولناک چیز ہے۔[۵:۲۰۴]

قرآن سے عوام کو بدگمان کرنے کے لیے قریش کے لیڈروں کا پروپیگنڈا۔[۵:۴۴۵،٦:۵۱۳]

عقل و خرد کو معطل کر کے خواہشوں کی پرستش کرنے والوں کے لیے قرآن نے چوپایوں کی تعبیر اختیار فرمائی ہے۔[۵:۴۷۱]

قرآن کے مخالفین پر تعریض۔[۵:۴۹۰]

مخالفین قرآن کی اصل بیماری۔[۴:۱۱۵،۵:۵٦۰]

مخالفین قرآن کے اوہام کی تردید۔[۵:۵٦۱]

منکرینِ قرآن کا سبب انکار۔[۵:۵۷۷]

قرآن کے معاملہ میں مداہنت کرنے والا مجرموں کا ساتھی ہے۔[۵:۷۱۷]

قرآن کا مذاق اڑانے والوں کو جواب۔[٦:۱۲۳]

مشرکین اپنے معبودوں کو خدا کے ہاں عزت و سرخروئی کا ذریعہ خیال کرتے تھے۔[٦:۳٦۴]

قرآن کے باب میں بنی اسمٰعیل کا رویہ۔[٦:۳۸۴]

قرآن سے اعراض فطرت سے انحراف کا نتیجہ ہے۔[۴۰۱:٦]
قرآن کی مخالفت کی اصل علت۔[۵۸:۴، ٦:۵۱۲، ۵۳۵:۷]
عرب کی تاریخ سے متعلق قرآن اور قریش کے نقطۂ نظر کا اختلاف۔[۵۱۴:٦]
مکذبینِ قرآن کو یاددہانی۔[ ۵۸۰:٦]
قرآن کی مخالفت میں کج بحثی وہی لوگ کررہے ہیں جو جزاوسزا کے منکر ہیں۔[۱۱:۷، ۱۹]
قرآن کو افترا قرار دینے والوں کو جواب۔[۱٦۷:۷]
قرآن کے ردوقبول دونوں کے دوررس اثرات۔[۷۸:۷]
مخالفینِ قرآن کا آخری مطالبہ۔[۷۹:۷]
قرآن اور پیغمبر ﷺ سے لوگوں کو بدگمان کرنے کے لیے قریش کا ایک اشغلا۔[۲۷۷:۷]
اہل عرب پر قرآن کا خاص حق۔[۷۸:۷]
مکذبینِ قرآن سے ایک سوال۔[۱۲۸:۷]
قرآن کی مخالفت کی وجہ رفاہیت۔[۲۲۴:۷]
قرآن کی مخالفت کا عامیانہ رویہ۔[۳۰۸:۷]
قرآن کے دلائل کے مقابل میں کفار کی واحد ڈھال۔[۳۲۸:۷]
قرآن سے فرار کے بہانے۔[۳۴۹:۷]
قرآن کے مخالفین کا تضادِ فکر۔[۵۸۲:۷]
قرآن کے مکذبین کو انذار۔[۳۸۲:۷]
قرآن سے بے اعتنائی برتنے والوں کو تنبیہ۔[۱۸۵:۸]
منافقین کے کردار کی تصویر۔[۴۰۱:۸]
قرآن کے مکذبین کے باطن کی تعبیر۔[۵۵۲:۸]
معاندینِ قرآن کے عناد کی تصویر۔[۵۱:۹]
قرآن نے نہایت واضح الفاظ میں مشرکوں کو نجس اور شرک کو نجاست سے تعبیر فرمایا ہے۔[۴۵:۹]
قرآن کے مکذبین کو تنبیہ۔[۲۱٦:۹]
قرآن کی تکذیب کے لیے ایک اشغلا۔[۹:۲۲۴]
پورے قرآن میں دشمنانِ رسول میں سے ابولہب کے علاوہ کسی کا نام تصریح کے ساتھ ذکر نہیں ہوا۔[۹:٦۳۲]

## یہود اور قرآن

قرآن نے یہود کا اصل مقام متعین کردیا ہے۔[۱:۱۵۳]
قرآن مجید میں یہود کی آرزوؤں کا حوالہ۔[۱:۲۵۴]
یہود پر قرآن کا احسان۔[۱:۲۷۰]
قرآن نے یہود کے صحیفوں کی بہت سی باتوں کو سچا ثابت کیا۔[۱:۲۷۰]
یہود کا ایمان نہ قرآن پر نہ تورات پر۔[۱:۲۷۲]
یہود کی قرآن دشمنی کی مزید تفصیل۔[۱:۲۷۵]
قرآن کی ضد میں جبریل علیہ السلام سے دشمنی۔[۱:۲۷۸]
قرآن مجید نے یہود کے صحیفوں کی انبیاء سے متعلق بے ہودہ روایات کا رد کیا۔[۱:۳۱۳]
قرآن نے تورات کے حذف شدہ حصے کو بے نقاب کیا۔[۱:۳۳۸]
زمانۂ نزول قرآن کے علمائے یہود تورات کی تحریفات سے واقف تھے۔[۱۱۷:۲]
قرآن نے یہود کی بہت سی بدعہدیوں اور ان کی تحریفات سے پردہ اٹھایا ہے۔[۴۷۷:۲]
قرآن نے یہود کے دبے ہوئے حسد کو بھڑکا دیا۔[۵٦۵:۲]
قرآن نے بنی اسرائیل کی بلادت، عقلی بے مائیگی اور ساتھ ہی اس کی ناقدری وناسپاسی کی تصریح کی ہے۔[۳٦۵:۳]
یہود کے شیطانی طعنے اور ان کا مقابلہ۔[۴۱۲:۳]
یہود کی بدبختی کی طرف اشارہ۔[۱۱۷:۴]

قرآن کو وحی الٰہی ماننے سے یہود کا انکار۔ [۴:۴۵۰]

الانفال ۲۱، قرآن کا ہر ذوق رکھنے والا سمجھ سکتا ہے کہ یہ اشارہ یہود کی طرف ہے۔ [۳:۴۵٦]

ختم قلوب کی صفت کے ساتھ قرآن نے صرف یہود ہی کا ذکر کیا ہے۔ [۷:۳۲۱]

یہود کے شیطانی تقویٰ کی وضاحت۔ [۳:۴۹۲]

یہود کے کبر و غرور پر ضرب۔ [۴:۴۷٦]

قرآن پر قریش اور یہود کا بے بنیاد اعتراض۔ [٦:۱۵۵]

یہود نے نماز برباد کر دی۔ [٦:۵۳۲]

## اِنسانی کتب

### ابنِ ہشام

غنیمت سے متعلق سوال کی نوعیت۔ [۳:۴۲۹]

### ابوداؤد

ایک روایت کا حوالہ۔ [۳:٦۴۷]

### ارض القرآن، سید سلیمان ندویؒ

اسماعیلی قبائل کے بارہ سلسلے۔ [۵:۴٦۸]

### اِسلامی ریاست، امین احسن اصلاحیؒ

غیر مسلموں کے حقوق کا باب۔ [۳:۵٦۰، ۷:۳۹۸]

اہل ذمہ کی قسمیں۔ [۳:۵٦۱]

شورائی نظام کی خصوصیات اور اس کے اصول و مبادی۔ [۷:۱۷۹]

اطاعت کے حدود و شرائط۔ [۲:۳۲۴]

### اِسلامی قانون کی تدوین، امین احسن اصلاحیؒ

اجماع پر مفصل بحث۔ [۲:۳۲۵]

اجتہاد کے موضوع پر مفصل بحث۔ [۲:۳۲۵]

اِنسان کے فکری ارتقاء کے حوالے سے پہلا باب۔ [۲:۴۹۳]

### اِسلامی معاشرہ میں عورت کا مقام، امین احسن اصلاحیؒ

قرآن اور فلسفۂ جدید کی روشنی میں اِس مسئلہ کے ہر پہلو پر سیر حاصل گفتگو۔ [۱:۵۳۳ح]

نظریۂ مساواتِ مرد و زن کا باب۔ [۱:۲٦۱ح، ۱:۲۹۲]

### اصول الشرائع، حمید الدین فراہیؒ

لفظ صوم کی تحقیق۔ [۱:۴۴۴]

### اقرب الموارد

'بِطَانَۃ' کا مفہوم۔ [۲:۱٦۵]

'سدّ' کا مفہوم۔ [٦:۳۰۸]

'اَثَارَۃ' کے معنی۔ [۷:۳۴۷]

'اِلٰی رَبِّہَا نَاظِرَۃٌ' کا صحیح مفہوم۔ [۹:۹۰]

### اَقسام القرآن

الامعان فی اقسام القرآن کا اردو ترجمہ

مؤلف، حمید الدین فراہیؒ

مترجم، امین احسن اصلاحیؒ

بنی اسرائیل کے ہاں قسامہ کی بعض صورتیں۔ [۱:۲۴۷]

قَسم، شہادت کے لیے۔ [۴:۳۷۰، ٦:۴۵۲]

قَسم اور مقسم علیہ۔ [۸:۱۵]

### البرهان فی مناسبة ترتیب سور القرآن، علامہ ابوجعفر بن زبیر، شیخ ابوحیان

نظمِ قرآن کے موضوع پر کتاب۔ [۱:۱۸]

**الجامع الصحیح، بخاری**
عدی بن حاتم سے مروی شکار کے بارے میں ایک حدیث۔[۴۶۱:۲]
ایک حدیث کا حوالہ۔[۲۸۵:۳]
رجم کی سزا کا ذکر آیتِ محاربہ کے تحت بیان کیا ہے۔[۳۶۹:۵]
خاتم النبیین کے بارے ایک حدیث۔[۲۴۵:۶]
حدیث، مسجد کو نہر سے تشبیہ۔[۵۹۴:۹]
جادو کی روایت۔[۶۶۶:۹]

**انسائیکلوپیڈیا بریٹنیکا**
موتی 'Pearl' پر مضمون کا حوالہ۔[۱۳۵:۸]
شہابِ ثاقب کا حوالہ۔[۱۴۱:۸]

**انگریزی میں ایک رسالہ، حمید الدین فراہیؒ**
انجیلوں کا اصل مقصد آنحضرت ﷺ کی تعریف اور تعارف ہے۔[۳۵۲:۷]

**برہان، زرکشیؒ**
شانِ نزول کا مفہوم۔[۳۱:۱]

**تبصیر الرحمان وتیسیر المنان، تفسیر مہائمی، علامہ مخدوم مہائمی**
آیات کا نظم بیان کرنے کی کوشش کی ہے۔[۱۸:۱]

**تدبر حدیث، امین احسن اصلاحیؒ**
مجوزہ کتاب۔[۵۰۱:۷]

**ترمذی**
رسالت اور نبوت کے اختتام سے متعلق ایک حدیث کا حوالہ۔[۲۴۵:۶]

**تزکیۂ نفس، امین احسن اصلاحیؒ**
ایک نکتے کی وضاحت۔[۳۵۲:۱]
نماز کے حوالے سے خطرات و آفات کی وضاحت۔[۵۷۶:۸]

**تفسیر ابنِ جریرؒ**
اقوالِ سلف کا مجموعہ۔[۳۲:۱]
ظَالِمٌ لِنَفْسِهٖ سے مراد۔[۳۸۴:۶]

**تفسیر ابن کثیرؒ**
لیڈروں اور پیرووں میں جھگڑا۔[۵۲۸:۵]
الشعرآء ۹۸ کی تفسیر۔[۵۲۸:۵]
'حسیب' الاحزاب ۳۹ کی تفسیر۔[۲۳۷:۶]
ظَالِمٌ لِنَفْسِهٖ سے مراد۔[۳۸۴:۶]

**تفسیر امام رازیؒ**
متکلمین کی قیل وقال اور عقلی موشگافیوں کا مجموعہ۔[۳۲،۳۱:۱]

**تفسیر علامہ ابی السعودؒ**
'الباب' سے مراد۔[۲۲۰:۱]

**تفسیر قرآن، عبد الماجد دریابادیؒ**
یہود کے لٹریچر سے تلاش کر کے دو حوالے بسلسلہ وصیت اسحٰق علیہ السلام و یعقوب علیہ السلام۔[۳۴۵:۱ح]
مسیحیوں کا عقیدۂ تثلیث خود ان کے اپنے الفاظ میں نقل کیا ہے۔[۴۳۶:۲ح]

**تنقیدات، امین احسن اصلاحیؒ**
'فَاَرْسِلْ مَعِیَ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ' کی وضاحت۔[۳۴۲:۳ح]

**توضیحات، امین احسن اصلاحیؒ**

اہل وعیال کی عاقبت کی فکر۔[۵:۴۹۱]

**حقیقتِ توحید،**

**حقیقتِ شرک،**

**حقیقت شرک وتوحید امین احسن اصلاحیؒ**

جذبۂ خوف کو دین کی بنیاد قرار دینے کی لغویت۔[۱:۶۵،۶۶]

مشرکینِ عرب کے سامنے خدا کے وجود کو ثابت کرنے کی ضرورت نہیں تھی بلکہ صرف شرک کی تردید کی ضرورت تھی۔[۱:۱۴۸]

غلط روی کا سبب اختیار وارادہ کا سوءِ استعمال یا عقل کی کج روی اور ہوا پرستی۔

انفس کی شہادت کے دلائل۔[۲:۴۸]

توحید اور شرک کی حقیقت کی وضاحت۔[۲:۳۸۷]

عقیدۂ تثلیث کی ایک تعبیر خود نصاریٰ کے الفاظ میں۔[۲:۴۳۶ح]

الوہیتِ مسیح علیہ السلام کے عقیدے پر بحث۔[۲:۴۸۲ح]

انسان کا فکری ارتقا۔[۲:۴۹۳]

توحید کے انفسی دلائل کا باب۔[۳:۵۱،۷۲]

شرک کا اصل سبب۔[۳:۹۸،۵۵۰]

اشیائے کائنات کی شہادت۔[۳:۱۸۳]

ایک عام انسانی کمزوری کا بیان۔[۳:۴۰۹]

خدا نے شروع ہی سے انسان کو توحید کی تعلیم دی۔[۴:۳۵]

اہل عرب کے شرک کی نوعیت۔[۴:۴۸]

عہد فطرت پر مفصل بحث۔[۴:۲۸۵]

شرک لا ہونے کے دلائل۔[۵:۳۲]

شرک کی مختلف قسموں کی وضاحت۔[۵:۹۴]

خدا سے مایوسی اور بدگمانی شرک کے بہت بڑے عوامل میں سے ہے۔[۵:۲۲۷]

قرآن نے نفاق کو شرک قرار دیا ہے۔[۷:۴۴۴]

مسلمانوں کے عقیدے قرآن وسنت کے خلاف۔[۸:۶۴]

**حقیقتِ نماز، امین احسن اصلاحیؒ**

نماز کے اسرار وحقائق۔[۵:۲۹۹]

نماز کے حوالے سے خطرات وآفات کی وضاحت۔[۸:۵۷۶]

**دعوتِ دین اور اس کا طریقِ کار، امین احسن اصلاحیؒ**

الشوریٰ ۷ میں 'وَمَنْ حَوْلَهَا' سے کیا مراد ہے۔[۷:۱۴۳]

**دلائل النظام، حمید الدین فراہیؒ**

نظم کے دلائل پر ایک رسالہ۔[۱:۱۹]

**ردِ روافض، مجدد الف ثانیؒ**

روافض کے عقائد۔[۱:۲۷۹]

**ذبیح کون ہے؟ الرای الصحیح فی من ھو الذبیح، کا اردو ترجمہ**

مولف حمید الدین فراہیؒ

مترجم امین احسن اصلاحیؒ

ابراہیم علیہ السلام کی قربانی، ان کی قربان گاہ اور ان کے قبلہ سے متعلق تفصیلات۔[۱:۱۸۴]

یہود کی تحریفات کا پردہ چاک۔[۱:۳۲۷، ۳۳۰، ۴:۲۶۶، ۵:۱۶۶، ۶:۲۴۲، ۴۸۴]

خانہ کعبہ۔[۱:۳۲۸،۳۲۹]

اصل مقامِ قربانی مروہ۔[۱:۳۸۳]

مروہ سے متعلق یہود کی تحریفات پر بحث۔[۱:۳۸۸]

برکاتِ ہجرت میں سے اولین اور سب سے بڑی برکت اسمٰعیل علیہ السلام ہیں۔[۴:۶۶۱]

زلیخا (دستان یوسف زلیخا)

سارا پڑھا لکھا برباد۔[۳:۳۸۲]

صحاح

نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کی ایک روایت۔[۹:۶۶۶]

صحیحین

سورۂ فاتحہ کے بغیر نماز نہیں ہوتی، مشہور روایت۔[۱:۶۷]

عائلی کمیشن کی رپورٹ پر تبصرہ، امین احسن اصلاحیؒ۔[۱:۵۳۵ح]

قرآن اور پردہ، امین احسن اصلاحیؒ

گھر کے اندر اور باہر دونوں صورتوں کے لیے قرآن نے پردے کے نہایت قطعی احکام دیے ہیں۔[۵:۳۹۹]

قرآن اور علم جدید، ڈاکٹر رفیع الدین

سائنس کا ایک انکشاف۔[۳:۴۰۶]

قصصِ یہود، گنز برگ

یعقوب علیہ السلام کی وصیت۔[۱:۳۴۶ح]

اسحٰق علیہ السلام کی وصیت۔[۱:۳۴۵ح]

کتاب الاسالیب، حمید الدین فراہیؒ

زمانۂ نزول قرآن کے ادب اور قرآن کے مطالعے سے حذف و ایجاز کے اصولوں کا مجموعہ۔[۲:۱۲۱]

استفہام کے مختلف مفہوم۔[۲:۵۹۱]

تاویل کی غلطیوں سے محفوظ رہنے کے لیے اس کے مطالعہ کا مشورہ۔[۴:۶۷۹]

کشّاف، تفسیر زمخشریؒ

نحو و اعراب کے مسائل کا حل۔[۱:۳۲]

لفظ 'حسیب' کی تفسیر۔[۶:۲۳۷]

لسان العرب

اِستعمالات اور شواہد و نظائر کے ذریعہ سے لفظ کے مختلف پہلوؤں کی وضاحت۔[۱:۱۷]

موت کا لفظ استعارہ کے طور پر نیند اور بے ہوشی کے لیے مستعمل۔[۱:۲۱۶، ۵۶۳]

'ظفر' سے مراد۔[۳:۱۹۲]

'اھل' کا مفہوم۔[۵:۱۰۹]

'مُؤتفِکَۃ' کی تحقیق۔[۸:۸۱]

لفظ 'صغو' کی تحقیق۔[۸:۴۶۵]

مبادی تدبرِ قرآن، امین احسن اصلاحیؒ

دورِ صحابہؓ میں قرآن پر تدبر کے واقعات۔[۱:۳۹ح]

قرآن کی تیسیر کے مختلف پہلوؤں پر ادب اور قرآن کی روشنی میں وضاحت۔[۴:۶۸۹، ۸:۱۰۰]

مجموعۂ تفاسیر فراہیؒ، حمید الدین فراہیؒ

'صبر' کی تحقیق۔[۱:۱۸۹]

دعا کی تبدیلی کی نوعیت۔[۱:۲۲۱]

عربی کے ایک اسلوب کی وضاحت۔[۱:۳۴۸]

خطاب کے مختلف پہلوؤں کی وضاحت۔[۱:۳۷۲]

تفسیر سورۂ عبس۔[۱:۳۷۲]

کوثر سے مراد خانہ کعبہ ہے۔[۱:۴۸۲]

انبیاء کے کردار کا ایک خاص پہلو۔[۳:۶۰]

عاد و ثمود دونوں قوموں کے عذاب کی نوعیت پر تفصیلی بحث۔[۳:۳۰۴، ۷:۶۱۸]

قومِ لوط علیہ السلام کے عذاب کی نوعیت۔[۳۰۹:۳، ۱۲۰:۴، ۴۷۰، ۴۶۹:۵، ۶۱۳:۷]

قومِ نوح علیہ السلام کے عذاب کی نوعیت۔[۱۴۲:۴]

قومِ عاد کے عذاب کی نوعیت۔[۱۵۰:۴]

بیت اللہ اس دنیا میں حوضِ کوثر کا مجاز ہے۔[۲۴۸:۳]

ابولہب کی حرمِ ابراہیمی میں اودھم۔[۴۷۴:۴ ح]

بنی اسرائیل کا مقامِ عبور۔[۵۱۹:۵]

فرعون اور اس کی فوجوں کی تباہی کی نوعیت۔[۶۱۵:۷]

قومِ نوح علیہ السلام کی تباہی میں اصل دخل ہوا کے تصرفات کا تھا۔[۶۲۰:۷]

قومِ ثمود پر عذاب۔[۱۰۷:۸]

'حاصب' کی نوعیت۔[۱۰۸:۸]

قرآن کے جمع و ترتیب کے حوالہ سے بعض افادات۔[۸۹:۹، ۹۳]

عتاب کی ایک حقیقت افروز تمثیل۔[۲۰۱:۹]

ثمود کے خاص طور پر ذکر کرنے کے بعض وجوہ۔[۳۹۰:۹]

تین سے مراد جبلِ تین۔[۴۳۶:۹]

جبلِ تین کی شہادت جزا پر۔[۴۳۹:۹]

کوہِ زیتون کی شہادت جزا پر۔[۴۴۱:۹]

طورِ سینین کی شہادت جزا پر۔[۴۴۲:۹]

بلدِ امین کی شہادت جزا پر۔[۴۴۳:۹]

'عصر' کی تحقیق۔[۵۳۲:۹]

'صبر' کا مفہوم۔[۵۳۸:۹]

تفسیر سورۂ کوثر۔[۵۹۳:۹]

تفسیر سورۂ لہب۔[۶۲۷:۹]

### مقدمہ تفسیرِ قرآن، حمید الدین فراہیؒ

شانِ نزول کے بارے رائے۔[۳۱:۱]

وحی کی اقسام و انواع پر بحث۔[۱۳۳:۳]

### مجموعۂ مضامین، امین احسن اصلاحیؒ

الروم ۳۹ پر ایک مستقل مضمون۔[۹۹:۶]

### مسلم

سورۂ فاتحہ کے بارے ایک حدیث قدسی۔[۶۷:۱]

ایک حدیث کا ذکر۔[۴۱۷:۱]

اہلِ جنت اور اہلِ دوزخ اپنی نمایاں علامات سے ممتاز ہوں گے، ایک حدیث کا حوالہ۔[۲۶۶:۳]

ایک حدیث کا حوالہ۔[۲۸۵:۳]

### مفردات القرآن، امام راغب اصفہانی

خالص قرآن کا لغت۔[۱۷:۱]

### مفردات القرآن، حمید الدین فراہیؒ

لفظ آل کی تحقیق[۲۱۰:۱]

لفظ یہود کی تحقیق۔[۲۲۷:۱]

لفظ نصاریٰ کی تحقیق۔[۲۲۹:۱]

'حکمت' کی تحقیق۔[۳۴۱:۱]

مکہ کی تحقیق۔[۱۴۵:۲ ح]

حکم اور حکمت کی وضاحت۔[۱۰۲:۳]

'آلآء' کی تحقیق۔[۲۹۸:۳، ۸۲:۸، ۱۲۰]

'غُثَاءً' کی تحقیق۔[۳۱۵:۹]

### میثاق، جلد ۲، عدد ۱، ۲

عہدِ صحابہؓ کے سب سے کم سن مفسرِ قرآن۔[۳۹:۱ ح]

### نظم الدرر فی تناسب الآی والسور، بقاعی، شیخ برہان الدین

نظمِ قرآن کے موضوع پر کتاب۔[۱۸:۱]

## مشکلاتِ قرآن

**الاعراف ۴۵:۔** اَلَّذِیْنَ یَصُدُّوْنَ، میں 'صد' کا لفظ لازم اور متعدی یعنی رکھنے اور روکنے دونوں معنوں میں آیا ہے۔ ایسے الفاظ کے ترجمے میں مشکل پیش آتی ہے۔ میرے نزدیک ایسے الفاظ کے باب میں محتاط طریقہ یہ ہے کہ اگر قرینہ واضح ہو تب تو قرینہ کے تقاضے کے مطابق ترجمہ کرنا چاہیے ورنہ متعدی مفہوم کے اعتبار سے ترجمہ اولیٰ ہے اس لیے کہ متعدی کے اندر لازم کا مفہوم خود مضمر ہوتا ہے۔ [۲۶۵:۳]

**الفرقان ۳۸:۔** وَّ عَادًا وَّثَمُوْدَا وَاَصْحٰبَ الرَّسِّ وَقُرُوْنًا بَیْنَ ذٰلِکَ کَثِیْرًا 'اصحابُ الرّس' کی تحقیق میں مجھے افسوس ہے کہ اب تک کامیابی نہ ہوسکی۔ ابن جریرؒ نے متعدد نام ذکر کیے ہیں لیکن ان میں سے کسی پر ان کو خود بھی اطمینان نہیں ہے۔ انہوں نے بحث کے آخر میں یہ ظاہر بھی کر دیا ہے کہ ان میں سے کسی کے متعلق بھی وثوق کے ساتھ کوئی بات نہیں کہی جاسکتی۔

صاحبِ کشاف نے دوسرے ناموں کے ساتھ قوم شعیب علیہ السلام کی طرف بھی اشارہ کیا ہے بلکہ اسی کو مقدم رکھا ہے۔ لیکن یہ بات کسی طرح بھی صحیح نہیں ہے اس لیے کہ سورہ قٓ میں اصحاب الرس اور اصحاب الایکہ دونوں نام الگ الگ دو مستقل قوموں کے لیے آئے ہیں اور اصحاب الایکہ سے خود قرآن کی تصریح کے مطابق اصحابِ مدین یعنی حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم کے لوگ مراد ہیں۔ اگر اصحاب الرّس سے قوم شعیب مراد ہوتی تو پھر اس کے ساتھ اصحاب الایکہ کے ذکر کا کیا محل تھا! مولانا سید سلیمان ندویؒ نے ارض القرآن میں اس سے اسماعیلی قبائل کے بارہ سلسلوں میں سے قید ما کو مراد لیا ہے لیکن ساتھ ہی یہ اعتراف بھی کیا ہے کہ اس کے حالات بالکل مجہول ہیں۔ حالات کے مجہول ہونے سے قطع نظر بنی اسمٰعیل میں آنحضرت ﷺ کے سوا کسی رسول کی بعثت ثابت نہیں ہے اور یہاں اصحاب الرّس کا ذکر جس سیاق میں آیا ہے اس سے یہ بات واضح ہے کہ ان کی طرف رسول کی بعثت ہوئی اور انہوں نے عاد وثمود کی طرح اس کی تکذیب کی۔

بہر حال ان کے بارے میں وثوق کے ساتھ کچھ کہنا مشکل ہے۔ بس یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ عرب کی اقوام بائدہ میں سے کسی قوم کا حوالہ ہے جس کی طرف اللہ تعالیٰ نے اپنا رسول بھیجا لیکن اس نے اس رسول کی تکذیب کی اور سنت الٰہی کے مطابق مستحقِ عذاب ٹھہری۔ شعرائے جاہلیت میں زہیر نے وادیِ رس کا ذکر کیا ہے۔

وھن و وادی الرس کالید للفم (اور وہ اور وادیِ رس اس طرح تھے جس طرح منہ کو ہاتھ)۔ [۴۶۸:۵]

**الشعرآء ۱۷:۔** اَنْ اَرْسِلْ مَعَنَا بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ 'تورات سے یہ تو معلوم ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام تمام بنی اسرائیل کو عیدِ قربانی منانے کے لیے تین دن کی راہ بیابان میں لے جانا چاہتے تھے۔ لیکن یہ تصریح تورات میں نہیں ہے کہ بیابان میں کہاں لے جانا چاہتے تھے۔ استاذ امام رحمۃ اللہ علیہ کا خیال یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ان کو حج و قربانی کے لیے مکہ معظمہ لے جانا چاہتے تھے۔ مَیں نے مولاناؒ کا یہ خیال ایک نظریے کی حیثیت سے پیش کر دیا ہے۔ ان کے دلائل میرے سامنے نہیں ہیں۔ اِس وجہ سے مَیں پوری طرح اس پر مطمئن نہیں ہوں۔ مَیں اپنا رجحان اعراف کی تفسیر میں ظاہر کر چکا ہوں۔ بعض باتیں مولاناؒ کے اِس خیال کی تائید کرتی ہیں۔ فرعون کو انذار کے ساتھ یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بنی اسرائیل کی تنظیم اور ان کے اندر دین کے احیاء وتجدید کے سلسلہ میں پہلی ہدایت ہوئی۔

اِس امرِ خاص میں تورات کے بیان کے اندر جو ابہام ہے اس کی دو وجہیں ہوسکتی ہیں۔ یا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کو فرعون پر ظاہر نہ کرنا چاہا ہو اس وجہ سے اس کو مبہم ہی رکھا ہو یا یہ ہوا کہ یہود نے اِس کے اظہار کو اپنے مصالح کے خلاف پا کر جس طرح حضرت اسمٰعیل علیہ السلام اور خانہ کعبہ کی ساری تاریخ پر پردہ ڈال دیا اس طرح اس بات پر بھی پردہ ڈال دیا۔ [۵۰۸:۵]

**الشعرآء ۶۳۔** آیت میں لفظ 'طَوْد' جو آیا ہے اس کے معنی پہاڑ اور تودے کے ہیں۔ تورات میں اِسی مفہوم کو دیوار سے تعبیر کیا گیا ہے۔ بنی اسرائیل کے مقام عبور سے متعلق استاذ امام مولانا فراہیؒ کی رائے علمائے اہل کتاب کی رائے سے بالکل مختلف ہے۔ انہوں نے اپنی یہ رائے تفسیر سورۃ الذّٰرِیٰت میں ظاہر فرمائی ہے۔ اس رائے کے حق میں ان کے دلائل چونکہ میرے علم میں نہیں ہیں اس وجہ سے مَیں اس باب میں ابھی

متردد ہوں۔ سورۂ ذاریات مجموعۂ تفاسیر فراہی میں شامل ہے۔ تحقیق کے طالب اس سے استفادہ کر سکتے ہیں۔[۵۱۹:۵]

**القصص ۸۰:۔** 'وَلَا يُلَقّٰهَآ اِلَّا الصّٰبِرُوْنَ' کے متعلق ایک سوال یہ بھی پیدا ہوتا ہے کہ یہ انہی اصحابِ علم کے قول کا جزو ہے یا یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بطور تضمین اُن کی تحسین ہے۔ اس بارے میں ابھی جزم کے ساتھ کوئی بات مَیں نہیں کہہ سکتا لیکن اس طرف ذہن جاتا ضرور ہے اور قرآن میں اِس کی نظیریں بھی موجود ہیں۔ اِس صورت میں اِس ٹکڑے کا مطلب یہ ہوگا کہ یہ حکمت ان لوگوں کو اِس وجہ سے عطا ہوئی کہ یہ صابرین میں سے تھے۔ قارون کی دولت و حشمت اور اس کے طمطراق سے مرعوب ہو کر پھسل جانے والے لوگ نہیں تھے۔[۷۱۱:۵]

**سورہ احزاب:۔** یہ سورہ قرآن حکیم کی مشکل سورتوں میں سے ہے اور مَیں اس پر قلم اٹھانے سے گھبراتا رہا ہوں۔ اگرچہ اس کی مشکلات، اپنے علم کی حد تک، میں نے بہت پہلے حل کر لی تھیں لیکن یہ تردّد سراسر دامن گیر رہا کہ دل و دماغ میں جو کچھ ہے قلم اس کو ادا بھی کر سکے گا یا نہیں۔ اب یہ فیصلہ تو کتاب کے صاحبِ نظر قارئین کر سکیں گے کہ مَیں مشکلات سے عہدہ برآ ہو سکا یا نہیں اور ہو سکا تو کس حد تک۔ لیکن مَیں نے کوشش بہت کی ہے۔ میری خواہش تھی کہ ابھی اِس پر مزید غور و فکر جاری رکھوں۔ لیکن اب اس امانت کے ادا کرنے کا آخری وقت آ چکا تھا اِس وجہ سے جو کچھ ذہن میں تھا اس کو سپردِ قرطاس کر دیا ہے۔ جو باتیں صحیح معلوم ہوں ان کو قبول کیجئے اور جہاں کوئی لغزش محسوس ہو اس کو نظر انداز فرمایئے۔ انسان بہر حال ظلوم و جہول ہے۔ اللہ تعالیٰ غفور رّحیم ہے۔ اس سے التجا ہے کہ غلطیوں سے درگزر فرمائے۔[۲۸۲:۶]

**الصّٰفّٰت ۸۳:۔** تالمود سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تربیت حضرت نوح علیہ السلام نے فرمائی ہے۔ اگرچہ اس روایت پر میں مطمئن نہیں ہوں لیکن اگر اس کی صحت باور کر لی جائے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے حضرت نوح علیہ السلام کے زمرے میں سے ہونے کا ایک اور پہلو بھی نکل آتا ہے۔[۴۷۸:۶]

**سورہ الرحمٰن:۔** سورہ کی بعض اہم مشکلات۔[۱۲۰:۷]

**ق ۲۴:۔** اَلْقِيَا فِيْ جَهَنَّمَ كُلَّ كَفَّارٍ عَنِيْدٍ ۔ اَلْقِيَا مثنٰی کا صیغہ ہے...... اِس مثنٰی سے متعلق زمخشریؒ نے ایک قول مشہور ادیب مبرّد کا بھی نقل کیا ہے کہ فصحائے عرب مثنٰی کا صیغہ بعض اوقات مجرد تکرارِ فعل کے مفہوم کے لیے بھی استعمال کرتے ہیں مثلاً امراء القیس کے قصیدے کا مطلع ہے: قِفَانبکِ من ذِکرٰی حبیب ومنزل۔ اِس کا ترجمہ عام طور پر تو لوگ یوں کرتے ہیں کہ ''میرے دونوں ساتھیو، ٹھہرو ذرا جاناں اور منزل جاناں کی یاد میں دو آنسو بہالیں''۔ مبرّد کے اس قول کی روشنی میں 'قفا' کے معنی صرف، ٹھہرو، ٹھہرو، کے ہوں گے۔ دو مخاطب فرض کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اسی طرح 'القیا' کا مفہوم آیت میں اس کے نزدیک ڈال دو، ڈال دو ہوگا۔ مقصود اس سے اظہارِ غضب اور تاکیدِ حکم ہے، اس سے بحث نہیں کہ یہ حکم دو فرشتوں کو دیا جائے گا یا دو سے زیادہ فرشتوں کو۔ یہ امر یہاں واضح رہے کہ یہی بات سورۂ حاقہ، میں جمع کے صیغے سے بھی فرمائی گئی ہے۔

خُذُوْهُ فَغُلُّوْهُ ۝ ثُمَّ الْجَحِيْمَ صَلُّوْهُ ۝ ثُمَّ فِيْ سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوْهُ[۳۰:۲۲]

(اُس کو پکڑو اور اس کے گلے میں طوق ڈالو، پھر اس کو دوزخ میں داخل کرو، پھر ایک ایسی زنجیر میں جس کی پیمائش ستر گز ہے، اس کو جکڑ دو)

مَیں نے اِس قول کا حوالہ صرف غور و تحقیق کے مقصد سے دیا ہے۔ مجھے اس پر پورا جزم نہیں ہے۔ البتہ مزید تحقیق سے اس کے حق میں اطمینان بخش شواہد فراہم ہو جائیں تو اس سے بعض مشکلات کے حل میں مدد ملے گی۔ جہاں تک احوالِ آخرت کا تعلق ہے ان کے باب میں سلامتی کی راہ میرے نزدیک یہ ہے کہ الفاظ قرآن سے جو مفہوم متبادر ہو آدمی اس پر ایمان رکھے ؛ ا۰۔کھ۔ج کرید میں نہ پڑے۔[۵۵۰:۷]

# موجودہ مسلمانوں سے خطاب

# موجودہ مسلمانوں سے خطاب

دنیا کی شاید ہی کوئی کتاب ہو جس نے قرآن حکیم سے زیادہ اس بات پر زور دیا ہو کہ اس کا حقیقی فائدہ صرف اسی صورت میں حاصل کیا جا سکتا ہے جب اس کو پورے غور و تدبر کے ساتھ پڑھا جائے لیکن یہ عجیب ماجرا ہے کہ یہی ایک کتاب ہے جو ہمیشہ آنکھ بند کر کے پڑھی جاتی ہے۔ معمولی سے معمولی کتاب بھی پڑھنے کے لیے لوگ کھولتے ہیں تو اس کے لیے سب سے پہلے اپنے دماغ کو حاضر کرتے ہیں لیکن قرآن کے ساتھ لوگوں کی یہ انوکھی روش ہے کہ جب اس کو پڑھنے کا ارادہ کرتے ہیں تو بالعموم سب سے پہلے اپنے دماغ پر پٹی باندھ لیتے ہیں۔ [۱:۴۰]

...جو اس قرآن کے ماننے والے ہیں ان میں سے بہت سے لوگ اسے محض حرام وحلال بتانے کا ایک فقہی ضابطہ سمجھتے ہیں۔ چنانچہ فقہ کے احکام علیحدہ مرتب ہو جانے کے بعد ان کی نگاہوں میں اگر اس کی کوئی اہمیت باقی رہ گئی ہے تو صرف تبرک کے نقطہ نظر سے باقی رہ گئی ہے۔ بہت سے لوگ اس کو بس متبرک کلمات اور دعاؤں کا مجموعہ سمجھتے ہیں جن کا ورد تو ضروری ہے لیکن وہ اس کو غور وفکر کا محل نہیں سمجھتے۔ بہت سے لوگ اس کو نزع کی سختیوں کو دور کرنے یا ایصال ثواب کی کتاب سمجھتے ہیں اور جب بھی وہ اس کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اسی قسم کی غرض کے لیے متوجہ ہوتے ہیں۔ بہت سے لوگ اس کو دفع آفات و بلیّات کا تعویذ سمجھتے ہیں اور ان کی ساری دلچسپی اس کے ساتھ بس اس پہلو سے ہوتی ہے — اس طرح کی غلط فہمیوں میں پڑے ہوئے مسلمان ناممکن ہے کہ قرآن حکیم سے وہ فائدہ اٹھا سکیں جس کے لیے فی الحقیقت وہ نازل ہوا ہے۔ ان لوگوں کی مثال بالکل ایسی ہے کہ ان کو ایک توپ دی گئی کہ وہ اس کے ذریعے سے شیطان کے قلعے مسمار کریں لیکن وہ اس کو مچھر مارنے کی مشین سمجھ بیٹھے۔ [۱:۳۷]

بعض اِضطرار و مجبوری کے بہانوں سے اپنے لیے ناجائز کو جائز اور حرام کو حلال بناتے ہیں بعض جھوٹی اور باطل تاویلات کے ذریعے سے باطل پر حق کا ملمع چڑھاتے ہیں۔ بعض وقت کے مصالح اور حکمت عملی کے تقاضوں کی آڑ تلاش کرتے ہیں۔ بعض کتابِ الٰہی میں اس قسم کی تحریفیں کرنے کی کوشش کرتے ہیں جس قسم کی تحریفوں کے مرتکب یہود اور نصاریٰ ہوئے ہیں۔ بعض کفر و ایمان کے بیچ سے ایک راہ نکالنے کی کوشش کرتے ہیں۔ قرآن کے جس حصے کو اپنی خواہشوں کے مطابق پاتے ہیں اس کو تو لے لیتے ہیں اور جس حصے کو اپنی خواہشوں کے مطابق نہیں پاتے اس کو نظر انداز کر دیتے ہیں۔ [۱:۳۸]

محض تبرک کے طور پر الفاظ کی تلاوت کر لینا اور معانی کی طرف دھیان نہ کرنا حضرات صحابہؓ کا طریقہ نہیں ہے۔ یہ طریقہ تو اس وقت سے رائج ہوا ہے جب لوگوں نے قرآن مجید کو ایک صحیفۂ ہدایت کے بجائے محض حصولِ برکت کی ایک کتاب سمجھنا شروع کر دیا۔ جب زندگی کے مسائل سے قرآن عظیم کا تعلق صرف اس قدر رہ گیا کہ دم نزع اس کے ذریعے سے جان کنی کی سختیوں کو آسان کیا جائے اور مرنے کے بعد اس کے ذریعے سے میت کو ایصال ثواب کیا جائے۔ جب زندگی کے نشیب و فراز میں رہنما ہونے کے بجائے اس کا مصرف صرف یہ رہ گیا کہ ہم جس ضلالت کا بھی ارتکاب کریں اس کا افتتاح اس کے ذریعے کریں تاکہ وہ برکت دے کر اس ضلالت کو ہدایت بنا دیا کرے جب لوگوں نے اس کو ایک تعویذ کے طور پر استعمال کرنا شروع کیا تاکہ جب وہ اپنے دنیوی مقاصد کے لیے نکلا کریں تو قرآن ان کی حفاظت کرے کہ اس راہ میں ان کو کوئی گزند نہ پہنچ پائے۔ [۱:۳۹]

قَالَ اَتَسْتَبْدِلُوْنَ الَّذِیْ هُوَ اَدْنٰی بِالَّذِیْ هُوَ خَیْرٌ [البقرہ ۶۱]

بنی اسرائیل کے اِس رویہ میں اُن مسلمان قوموں کے لیے ایک بہت بڑا درسِ عبرت ہے جنھوں نے تمدن کے لوازم و تنوعات کے پیچھے اپنی آزادی کی نعمت خطرے میں ڈال دی اور اس بات پر دھیان نہیں کیا کہ اِس طرح جو لذائذ دنیا انہوں نے حاصل کیے ان کے ساتھ ذلت کے کتنے گھناؤنے مفاسد چپکے ہوئے ہیں قرآن مجید کے اِس مقام سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ انسان کا ضمیر زندہ ہو تو وہ کھانے کی لذت دسترخوان کے تنوعات کے اندر نہیں ڈھونڈتا بلکہ ضمیر اور ارادہ کی آزادی کے اندر ڈھونڈتا ہے۔ یہ چیز اگر اُس کو حاصل ہو تو خشک روٹی بھی اس کے لیے جملہ الوانِ نعمت فراہم کر دیتی ہے۔ [۱:۲۲۴]

**البقرۃ ۶۲:** جس طرح یہود نے انبیاء علیہم السلام کے ساتھ نسبت رکھنے کے سبب سے اپنے آپ کو خدا کی ایک محبوب قوم سمجھ رکھا تھا اور اِس غلط فہمی میں مبتلا ہو کر ایمان اور عمل صالح کی ذمہ داریوں سے بے نیاز ہو گئے تھے اور سمجھنے لگے تھے کہ دوزخ کی آگ صرف دوسروں ہی کے لیے ہے، ان کے لیے نہیں ہے اور اگر ہے بھی تو صرف عارضی طور پر۔ اِسی طرح مسلمان بھی امتِ مرحومہ میں ہونے کا یہ مطلب سمجھنے لگے ہیں کہ ان کے لیے تو بہر حال خدا کے ہاں معافی ہے خواہ ان کے اعمال کچھ بھی ہوں۔ یہ آیت اس قسم کے تمام توہمات کی جڑ کاٹتی ہے اور مسلمانوں کو تنبیہ کرتی ہے کہ خدا کے ہاں ایمان اور عمل صالح کی کسوٹی پر سب سے پہلے جو پرکھے جائیں گے ان میں مسلمان سرِ فہرست ہیں۔ [۱:۲۳۷]

البقرۃ ۸۰: ''اور وہ کہتے ہیں کہ دوزخ کی آگ ہمیں چند دنوں سے زیادہ نہیں چھوئے گی'' یہ اُن جھوٹی آرزوؤں کی ایک مثال بیان ہوئی ہے جن کا حوالہ اوپر دیا گیا ہے۔ یہود اپنے لیے کسی صورت میں ابدی عذاب دوزخ کے قائل نہ تھے۔ انہوں نے جنت و دوزخ کو اعمال کا نتیجہ اور اعمال پر مبنی سمجھنے کے بجائے یہ سمجھ لیا تھا کہ وہ خدا کی برگزیدہ امت ہیں اس وجہ سے خواہ ان کے اعمال کچھ ہوں، اوّل تو وہ دوزخ میں بھیجے ہی نہیں جائیں گے اور اگر بھیجے بھی گئے تو معمولی طور پر کچھ سزا بھگت کر جنّت کو واپس کر دیے جائیں گے۔ ان کے اس واہمہ نے ان کے عوام و خواص سب کو شریعت کی ذمہ داریوں سے بالکل بے پروا کر دیا۔ نجات کے معاملہ میں ان کا سارا اعتماد عمل اور عقیدہ کے بجائے اپنی گروہی سیاست پر رہ گیا تھا اور بدقسمتی سے ہم مسلمان بھی کچھ اسی قسم کی غلط فہمی میں مبتلا ہیں۔ [۱:۲۵۵]

البقرۃ ۸۵: ان آیات کی تلاوت کرتے وقت مسلمان حکومتوں اور مسلم جماعتوں کی ان سازشوں پر بھی نگاہ رہے جو وہ ایک دوسرے کے خلاف کرتی رہتی ہیں اور اس معاملہ میں اس حد تک بڑھ جاتی ہیں کہ اسلام اور مسلمانوں کے دشمنوں کے ساتھ ساز باز کرنے میں بھی ان کو کوئی عار نہیں ہوتا۔ [۱:۲۶۷]

البقرۃ ۱۰۲: آج بھی جو لوگ سحر و شعبدہ اور علم نجوم وغیرہ سفلی چیزوں کا ذوق رکھتے ہیں وہ اپنی ان خرافات کی تائید میں حضرت سلیمان علیہ السلام کا حوالہ بہت دیتے ہیں۔ بعض نقش تو خاص ان کے نامِ نامی ہی سے منسوب بھی ہیں۔ اِس طرح کی ساری چیزیں معلوم ہوتا ہے یہود ہی کے ذریعہ سے ہمارے ہاں منتقل ہوئی ہیں اور یہ اسی دفترِ ضلالت کے باقیات سیّئات میں سے ہیں جس کو حضرت سلیمان علیہ السلام کے عہدِ حکومت میں اشرارِ جنّ و انس نے مرتب کیا اور جس کو بعد میں یہود نے فروغ دیا۔ [۱:۲۸۲]

ایضاً: ہمارا خیال یہ ہے کہ اسی علم کے باقیات ہیں جن کو ہمارے صوفیوں اور پیروں کے ایک طبقہ نے اپنایا اور اس سے انہوں نے لوگوں کو فائدہ بھی پہنچایا بلکہ واقعات سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ بعض حالات میں اس کی مدد سے انہوں نے جوگیوں اور جوتشیوں وغیرہ کے مقابل میں اسلام اور مسلمانوں کی برتری بھی ثابت کی لیکن اخلاقی زوال کے بعد جس طرح یہود کے ہاں یہ علم، علوم سفلیہ کا ایک ضمیمہ اور دکانداری کا ایک ذریعہ بن کے رہ گیا اسی طرح ہمارے یہاں بھی یہ صرف پیری مریدی کی دکان چلانے کا ذریعہ بن کر رہ گیا اور حق سے زیادہ اس میں باطل کے اجزاء شامل ہوگئے۔ [۱:۲۸۶]

ایضاً: جس طرح سحر، شعبدہ، نجوم، حاضرات، فال اور کہانت وغیرہ کے قسم کی چیزیں خدا اور اس کی شریعت سے انسان کو برگشتہ کرنے والی ہیں، اسی طرح اشیا اور کلمات کے روحانی خواص یعنی گنڈے تعویذ اور جھاڑ پھونک کا علم بھی انسان کے لیے ایک فتنہ اور کتاب و شریعت سے منحرف کرنے والا ہے۔ کتاب اللہ کے ساتھ مضبوط اور مستحکم ربط پیدا کرنے کے لیے صحیح راہ یہی ہے کہ آدمی نہ صرف سحر و ساحری سے دور رہے بلکہ اس دوسری قسم کی چیزوں سے بھی حتی الوسع احتراز ہی کرے۔ انسان جب عملیات وغیرہ کے چکر میں پھنس جاتا ہے تو اس فتنہ میں لازماً گرفتار ہو جاتا ہے جس سے ہاروت و ماروت نے متنبہ کیا تھا اور پھر ان تمام مفاسد کا ظہور میں آنا لازمی ہے جو یہود کے ہاتھوں ظہور میں آئے اور جن کے سبب سے وہ کتاب اللہ کی روشنی سے محروم ہوئے۔ [۱:۲۸۹]

البقرۃ ۱۱۴: مساجدِ الٰہی کے احترام کے اسی اصول کے تحت مسلمانوں کو یہود و نصاریٰ کے ساتھ جنگ کی حالت میں بھی اُن کے گرجوں اور معابد کے ہدم یا ان کی توہین کی اجازت نہیں دی گئی۔ یہ مقام ان مسلمانوں کے لیے خاص طور پر قابلِ غور ہے جو محض گروہی تعصّبات کے تحت اپنے سے ذرا مختلف مسلک رکھنے والوں کو اپنی مساجد سے روکتے ہیں اور بعض اوقات دوسرے مسلک رکھنے والوں کی مساجد کی بے حرمتی کرنے کی جسارت بھی کر گزرتے ہیں [۱:۳۰۲]

البقرۃ ۱۷۷: یہ تمہید جیسا کہ ہم نے اشارہ کیا ہے اس امت کے لیے تنبیہ ہے کہ اِس طرح کی فروعی باتوں میں الجھ کر اصل دین سے دستبردار نہ ہو جانا ورنہ یہود و نصاریٰ ہی کی طرح تم بھی مچھر چھاننے والے اور اونٹ کو نگلنے والے بن کر رہ جاؤ گے اور جس طرح ان کا دعوئے خدا پرستی بے معنی ثابت ہوا اسی طرح تمہاری خدا پرستی بھی بے معنی ہو کر رہ جائے گی ... ان تمام تنبیہات سے مقصود اس امت کو یہود و نصاریٰ اور مشرکین کی بدعات اور ظاہر پرستیوں سے بچا کر دین کی اصل حقیقتوں کی طرف متوجہ کرنا تھا لیکن افسوس ہے کہ یہ امت بھی انہیں وادیوں میں

بھٹک کر رہ گئی جن میں پچھلی امتیں ہلاک ہوئی تھیں۔[۱:۴۲۲]

البقرۃ ۱۹۳: حرمِ الٰہی کو مستقل طور پر کفر و شرک کے غلبہ سے پاک رکھنے کے لیے یہ بھی ضروری ہوا کہ اس پورے علاقہ کو غیر اسلامی قبضہ یا مداخلت سے بالکل محفوظ کر دیا جائے جس میں یہ حرم واقع ہے۔ چنانچہ نبی ﷺ نے پورے جزیرہ عرب کے متعلق یہ ہدایت دے دی کہ لَا یَجْتَمِعُ فِیْهِ دِیْنَانِ اس میں دین حق کے ساتھ کوئی اور دین جمع نہیں ہوسکتا۔ اور آخر وقت میں آپ نے یہود و نصاریٰ کو بھی اس سرزمین سے نکال دینے کی وصیت فرمائی جس کی تعمیل حضرت عمرؓ نے اپنے زمانے میں کی۔ یہ تدبیر مرکز اسلام کے سیاسی تحفظ کے لیے ضروری تھی اور یہ مسلمانوں پر فرض ہے کہ وہ اس گھر کے تحفظ کے لیے ہمیشہ بیدار رہیں اور کسی بھی غیر اسلامی طاقت کے قدم اس سرزمین پر جمنے نہ دیں۔[۱:۴۷۹]

البقرۃ ۲۰۰: اسی طرح کے لوگ ہیں جنھوں نے دین کی ہر چیز کو دنیوی مفادات کے سانچوں میں ڈھالنے کی کوشش کی ہے، جس سے دین کا حلیہ بگڑا ہے۔ اسی طرح کے لوگ تھے جن کی دنیا پرستیوں نے حج جیسی عظیم عبادت کو بھی زمانۂ جاہلیت میں ایک تجارتی میلے کی شکل میں بدل دیا اور یہی رجحان ہے جو اس دور میں حج کو صرف ایک سالانہ کانگریس کی حیثیت سے نمایاں کرنے کی کوشش کر رہا ہے حالانکہ حج کی اصل ابراہیمی روح ہجرت الی اللہ ہے۔ اِس کے دنیوی فوائد صرف ضمنی ہیں۔[۱:۴۸۸]

البقرۃ ۲۲۱: بنی اسرائیل کی تاریخ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے اندر بے شمار عقائدی گمراہیاں ان عورتوں کے ذریعے سے پھیلیں جو وہ دوسری بت پرست قوموں میں سے بیاہ کے لائے۔ اس طرح ہمارے ہاں مغل سلاطین نے ہندو راجاؤں کے ہاں سیاسی مصالح کے تحت جو شادیاں کیں تو ان کی لڑکیوں کے ساتھ ساتھ ان کے عقائد، اوہام، رسوم اور عبادات کے طریقے بھی اپنے گھروں میں گھسا لائے۔ آج بھی جو لوگ قوموں اور مذہبوں کے امتیازی نشانات و نظریات کو ختم کرنے کے درپے ہیں وہ اس کا سب سے زیادہ کارگر نسخہ آپس کی شادیوں ہی کو سمجھتے ہیں اس وجہ سے ایک مسلمان کو اس معاملے میں بے پروا اور سہل انگار نہیں ہونا چاہیے بلکہ اس عظیم حقیقت کو ہمیشہ پیش نظر رکھنا چاہیے کہ جس رب پر وہ ایمان رکھتا ہے اس کی دعوت مغفرت اور جنّت کی طرف ہے اور جو لوگ اس ایمان سے محروم ہیں وہ دوزخ کی طرف رہنمائی کرنے والے ہیں، عام اس سے کہ عورت ہوں یا مرد۔[۱:۵۲۰]

البقرۃ ۲۳۷: یہاں بِیَدِهٖ عُقْدَةُ النِّكَاحِ' کے الفاظ میں ایک اور نکتہ بھی ہے جو اس دور کے معاشرتی مفکروں اور مصلحوں کو خاص طور پر نگاہ میں رکھنا چاہیے۔ وہ یہ کہ نکاح کی گرہ جس طرح مرد کے قبول سے بندھتی ہے اسی طرح اسی کی طلاق سے کھلتی ہے۔ گویا یہ سررشتہ اصلاً شریعت نے مرد ہی کے اختیار میں رکھا ہے۔ اس وجہ سے طلاق کے معاملے میں عورت کو مرد کے مساوی اختیار دینے کا رجحان جو مغرب کی نقالی ہے، ہمارے مسلمان ممالک میں بڑھتا جا رہا ہے شریعت کے بالکل خلاف ہے اور اس سے خاندانی نظام کا شیرازہ بالکل پراگندہ ہو کر رہ جائے گا۔[۱:۵۴۸]

اٰل عمران ۱۱۰: امر بالمعروف اور نہی عن المنکر بھی معتبر وہی ہے جو ایمان باللہ کے ساتھ ہو۔ منبروں اور اسٹیجوں سے خدا پرستی اور دینداری کے جو وعظ کھوکھلے سینوں سے نکلتے ہیں ان کی حیثیت وہی ہے جس کا ذکر قرآن نے علمائے یہود سے متعلق فرمایا ہے کہ اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ (کیا تم دوسروں کو نیکی اور تقویٰ کے وعظ سناتے ہو لیکن اپنے آپ کو بھول جاتے ہو)[۲:۱۶۰]

النسآء ۶۰-۶۱: حریف طاقتوں کے ساتھ اختلاف یا رواداری کی پالیسی بنانا امت کے ارباب حل و عقد اور اس کے سربراہوں کا کام ہے، نہ کہ عوام کی کسی ٹولی کا۔ اگر ارباب حل و عقد کسی حریف طاقت سے برسرِ جنگ ہیں اور عوام کے اندر کے کچھ افراد ان کی طرف محبت و اعتماد کی پینگیں بڑھائیں اور اس کو امت کی خیر خواہی اور باہمی سازگاری کی کوشش کا نام دیں تو یہ صریح بدخواہی اور کھلی ہوئی منافقت ہے۔[۲:۳۲۷]

النسآء ۸۱-۸۲: یہ آیت اس زمانے کے ان لوگوں کے لیے اپنے اندر بڑی تنبیہ کا سامان رکھتی ہے جو ایک طرف تو قرآن کو اللہ کی کتاب مانتے ہیں، دوسری طرف اس کی ان تمام تعلیمات کو ہدفِ تنقید بھی بناتے ہیں جو ان کی خواہشات یا ان کے مزعومہ مصالح کے خلاف

ہیں۔ اُن کا یہ طرزِ عمل اس بات کی غمازی کرتا ہے کہ وہ بھی ان منافقین ہی کی طرح اس کتاب میں خدا کے ساتھ غیر خدا کا ہاتھ بھی شریک مانتے ہیں، ورنہ آخر اس کے کیا معنی کہ اس کو خدا کی کتاب بھی مانا جائے اور پھر اس کی بہت سی باتوں کو اعتراض، تنقید، تضحیک اور استہزا کا نشانہ بھی بنایا جائے۔[۲:۳۴۷]

**النسآء ۴: ۱۴۲:** اس آیت سے یہ بات صاف واضح ہوتی ہے کہ اُس دور میں مسجد کی حاضری ایمان اور کفر کے درمیان ایک علامت فارق کی حیثیت رکھتی تھی۔ جو شخص بلا کسی عذر معلوم کے مسجد سے غیر حاضر رہتا اس کے لیے اپنے آپ کو مسلمانوں میں شمار کرانا ہی ناممکن ہو جاتا۔ ایک یہ دور تھا یا اب یہ دور ہے کہ مسجد اور جماعت کی حاضری تو درکنار سرے سے نماز پڑھنا ہی مسلمان سمجھے جانے بلکہ مسلمانوں کا لیڈر مانے جانے کے لیے بھی ضروری نہیں رہا۔[۲:۴۱۱]

**المآئدۃ ۵: ۳:** وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ۔ عرب میں ایسے تھان اور استھان بے شمار تھے جہاں دیویوں، دیوتاؤں، بھوتوں، جنّوں کی خوشنودی کے لیے قربانیاں کی جاتی تھیں۔ قرآن نے اِس قسم کے ذبیحے بھی حرام قرار دیے۔ قران کے الفاظ سے یہ بات صاف نکلتی ہے کہ ان کے اندر حرمت مجرد بارادۂ تقرب و خوشنودی، استھانوں پر ذبح کیے جانے ہی سے پیدا ہو جاتی ہے، اس سے بحث نہیں کہ ان پر نام اللہ کا لیا گیا ہے یا کسی غیر اللہ کا۔ اگر غیر اللہ کا نام لینے کے سبب سے ان کو حرمت لاحق ہوتی تو ان کے علیحدہ ذکر کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔ اوپر وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ کا ذکر گزر چکا ہے، وہ کافی تھا۔ ہمارے نزدیک اِسی حکم میں وہ قربانیاں بھی داخل ہیں جو مزاروں اور قبروں پر پیش کی جاتی ہیں۔ اِن میں بھی صاحبِ مزار اور صاحبِ قبر کی خوشنودی مدِ نظر ہوتی ہے۔ ذبح کے وقت نام چاہے اللہ کا لیا جائے یا صاحبِ قبر و مزار کا، ان کی حرمت میں دخل نام کو نہیں بلکہ مقام کو حاصل ہے۔[۲:۴۵۶]

**ایضاً:** 'مَخْمَصَةٍ' کی قید سے یہ بات صاف نکلتی ہے کہ جہاں دوسرے غذائی بدل موجود ہوں وہاں مجرد اس عذر پر کہ شرعی ذبیحہ کا گوشت میسر نہیں آتا، جیسا کہ یورپ اور امریکہ کے اکثر ملکوں کا حال ہے، ناجائز کو جائز بنا لینے کا حق کسی کو نہیں ہے۔ گوشت زندگی کے بقا کے لیے ناگزیر نہیں ہے۔ دوسری غذاؤں سے نہ صرف زندگی بلکہ صحت بھی نہایت اعلیٰ معیار پر قائم رکھی جا سکتی ہے۔ غَيْرَ مُتَجَانِفٍ لِّاِثْمٍ کی قید اس حقیقت کو ظاہر کر رہی ہے کہ رخصت بہرحال رخصت ہے اور حرام بہر شکل حرام ہے۔ نہ کوئی حرام چیز شیر مادر بن سکتی نہ رخصت کوئی ابدی پروانہ ہے۔ اِس وجہ سے یہ بات کسی کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ رفع اضطرار کی حد سے آگے بڑھے۔ اگر ان پابندیوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے کوئی شخص کسی حرام سے اپنی زندگی بچالے گا تو اللہ بخشنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔ اگر اِس اجازت سے فائدہ اٹھا کر اپنے حظِّ نفس کی راہیں کھولے گا تو اس کی ذمہ داری خود اس پر ہے! یہ اجازت اِس کے لیے قیامت کے دن عذر خواہ نہیں بنے گی۔[۲:۴۵۸]

**المآئدۃ ۵: ۱۳:** يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ مِنْۢ بَعْدِ مَوَاضِعِهٖ وہ اللہ کے کلام اور اس کے احکام کا موقع و محل اور اس کا محمل و مصداق متعین ہو جانے کے باوجود اس کو اس کے موقع و محل سے ہٹا دیتے ہیں جس سے حکم کا مقصد بالکل فوت ہو کر رہ جاتا ہے۔ اگر کسی حکم کا موقع و محل اور محل و مصداق واضح نہ ہو جس کے سبب سے قاضی و مفتی تطبیق میں غلطی کر جائیں تو ان کو معذور ٹھہرایا جا سکتا ہے لیکن محمل و مصداق کے تعین کے باوجود اس حکم کو اس کے موقع و محل سے ہٹانا صریح تحریفِ دین ہے۔ یہود اپنے صحیفوں میں جس طرح تحریفِ لفظی کے مرتکب ہوئے ہیں اسی طرح اس انطباقی تحریف کے بھی مرتکب ہوئے۔ خاص طور پر تعزیرات و حدود کے باب میں تو انہوں نے اس خنجر تحریف کو اس بیدردی کے ساتھ استعمال کیا کہ شریعت کی کوئی حد و تعزیر بھی اس سے سلامت نہ رہ سکی اور افسوس ہے کہ تحریف کی اس قسم کے ارتکاب میں یہ امت بھی یہود سے کچھ پیچھے نہیں رہی۔[۲:۵۲۲]

**المآئدۃ ۵: ۴۴:** کتابِ الٰہی کا اصل مقصد یہ ہے کہ وہ زندگی کے معاملات و نزاعات میں امر و حکم اور فیصلہ و قضا کا ذریعہ بنے اور تمام اجتماعی و سیاسی اور قانونی معاملات اسی کی ہدایات کے مطابق اور اسی کی روشنی میں انجام پائیں۔ اگر اس کی یہ حیثیت باقی نہ رہے بلکہ وہ صرف تبرک بنا کے رکھ چھوڑی جائے یا اس کے الفاظ کی تلاوت کر لی جائے یا اس کو صرف مردے بخشوانے کا وسیلہ سمجھ لیا جائے زندگی کے معاملات و مسائل سے نہ صرف یہ کہ اس کا کوئی تعلق باقی نہ رہے بلکہ صریحاً اس کے

احکام کے خلاف قوانین بنائے جائیں تو یہ اللہ کی کتاب کے ساتھ مذاق ہے۔[۲:۵۲۷]

**المآئدۃ ۴۵:** وَمَنۡ لَّمۡ يَحۡكُمۡ بِمَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوۡنَ جو لوگ اللہ کی کتاب اور اُس پر عمل کی آزادی رکھتے ہوئے اس کے قانون کو نظر انداز کرتے ہیں وہ خدا کا بھی سب سے بڑا حق تلف کرتے اور خود اپنے نفس اور اللہ کے دوسرے بندوں کا بھی سب سے بڑا حق تلف کرتے ہیں اور درحقیقت اصلی ظالم یہی لوگ ہیں۔ یہ آیت بھی اگرچہ یہود کے جرائم کے بیان کے سیاق میں ہے لیکن یہی جرم مسلمانوں سے صادر ہو (جس کی شہادت ہر مسلمان ملک میں موجود ہے) تو مَیں نہیں سمجھتا کہ اس کا حکم اس سے الگ کس بنیاد پر ہوگا۔ خدا کا قانون تو سب کے لیے ایک ہی ہے۔[۲:۵۳۰]

**المآئدۃ ۹۳:** اِحسان تقوٰی کی اصل روح اور حدودِ الٰہی کا اصل پاسبان ہے۔ اگر یہ نہ ہو تو انسان تقوٰی اور پرہیز گاری کی تمائش کرتے ہوئے حدودِ الٰہی کے توڑنے کے لیے ہزار چور دروازے پیدا کرسکتا ہے۔ آخر یہود نے دینداری کے مظاہرے کے ساتھ خدا کی حرام ٹھہرائی ہوئی چیزوں کو جائز کرنے کی کتنی راہیں کھول لیں۔ سبت کے لیے جو حیلۂ شرعی انھوں نے ایجاد کیا اس کی طرف یہاں بھی آگے اشارہ آرہا ہے۔ یہی صورت اس امت میں بھی پیش آئی یہاں تک کہ کتاب الحیل ہماری فقہ کا ایک جزو بن گئی۔ ایسے دین باز مدعیانِ تقوٰی کی خدا کے ہاں کوئی قدر و قیمت نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو دوست رکھتا ہے جو احسان کی صفت سے متصف ہوں۔ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الۡمُحۡسِنِيۡنَ میں اسی حقیقت کی طرف اشارہ ہے۔[۲:۵۹۴]

**الانعام ۱۴۱:** اس زمانے میں دوسری قوموں کی نقالی میں مسلمانوں نے بھی ایک بالکل غیر اسلامی مالیاتی نظام اختیار کرلیا ہے اس وجہ سے مسلمان حکومتیں زکوٰۃ کے بجائے ٹیکس وصول کرتی ہیں۔ یہ چیز اس برکت اور اس عدل سے بالکل خالی ہے جو اسلام کے نظامِ زکوٰۃ میں ہے۔[۳:۱۸۴]

**ایضاً:** شیطان اربابِ مال پر سب سے زیادہ حملہ اِسی راہ سے کرتا ہے۔ وہ ان کو طرح طرح کی آرزوؤں اور خواہشوں میں پھنساتا ہے اور وہ ان خواہشات و تعیّشات کے ایسے غلام ہو جاتے ہیں کہ ان کے نزدیک ان کا درجہ ضرورت سے بھی کچھ بڑھ کر ہو جاتا ہے۔ ایسے لوگ بھلا کس طرح سوچ سکتے ہیں کہ جس مال میں ان کے لیے اللّے تللّے ہیں اس میں خدا کے دوسرے بندوں کے بھی حقوق ہیں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ان کے کتے، باز، شکرے تو آسودہ رہتے ہیں لیکن ان کے پڑوسی بھوکے سوتے ہیں۔[۳:۱۸۵]

**الاعراف ۱۷۲-۱۷۴:** یہ ایک بالکل واضح حقیقت ہے لیکن اس زمانے کے نئے تعلیم یافتہ لوگوں پر مارکس اور فرائڈ کا جادو چلا ہوا ہے۔ ان ظالموں کی خاکبازیوں نے لوگوں کو اس طرح اندھا بنادیا ہے کہ اب لوگوں کو انسان کے اندر بطن اور فرج کے سوا اور کوئی چیز نظر ہی نہیں آتی۔ ان کے نزدیک انسان کا سارا فکر و فلسفہ بس انھی دو محوروں پر گھوم رہا ہے۔ اس روایتی چوہے کی طرح جسے ہلدی کی ایک گرہ مل گئی تو اس نے پنساری کی ایک دکان کھول لی۔ مارکس اور فرائڈ نے بھی بطن و فرج پر سارے فکر و فلسفہ اور تمام مذہب و اخلاق کو ڈھال دیا اور اس طرح ان لوگوں کو جو پہلے ہی بطن و فرج کے غلام تھے دو ایسے مرشد بھی مل گئے جن کا وہ فخر کے ساتھ حوالہ دیتے ہیں کہ وہ بے پیرے نہیں ہیں بلکہ انھیں بھی شرف نسبت و ارادت حاصل ہے۔[۳:۳۹۵]

**الانفال ۳۴:** قوموں کی یہ عجیب مشترک بدقسمتی رہی ہے کہ انھوں نے اللہ تعالیٰ کے دین کو تو ہمیشہ اپنی خواہشات و بدعات کے سانچے میں ڈھال کر مسخ کیا لیکن انھی مسخ شدہ رسوم کی پرستش کو اتنی اہمیت دی کہ اپنے آپ کو دین کی محسن، خدا کی چہیتی اور محبوب بنا بیٹھیں اور یہ گمان کیا کہ جب ان کے ہاتھوں خدمتِ دین کے یہ کارنامے انجام پارہے ہیں تو خدا اِن پر کس طرح ہاتھ ڈال سکتا ہے۔ اِسی فتنہ میں یہود مبتلا ہوئے، اِسی میں نصاریٰ ہلاک ہوئے۔ یہی گمراہی قریش کو پیش آئی اور بڑے غم سے کہنا پڑتا ہے کہ اس فتنہ میں شیطان نے اِس امت کو بھی ڈال دیا۔[۳:۴۶۹]

**الانفال ۴۱:** جو لوگ اسلامی نظام کے مزاج سے آشنا ہیں وہ جانتے ہیں کہ یتیموں اور مسکینوں کی حیثیت ایک صحیح اِسلامی نظام میں سربراہِ ریاست کے کنبے کی سی ہے۔ سربراہ حکومت کو جس طرح اپنے کنبہ کی فکر کرنی پڑتی ہے اسی طرح بلکہ اس بھی زیادہ اس کو یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کی خدمت کرنی پڑتی ہے۔ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کا طرزِ عمل اس کی ناقابل تردید اور زندۂ جاوید شہادت ہے ... جس مملکت

میں یتیم دھکے کھائیں، مسکین بھوکے سوئیں، مسافر کا کوئی پرسانِ حال نہ ہو اس مملکت کو اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے خواہ وہ اسلام کے کتنے ہی بلند بانگ دعاوی کرے۔[۳:۴۸۲]

**الانفال ۴۴:** آدمی سے زیادہ طاقت ور اور آدمی سے زیادہ ناتوان کوئی بھی نہیں ہے اور اِس طاقت اور ناتوانی کا دونوں کا سرچشمہ خارج میں نہیں بلکہ اس کے باطن ہی میں ہے۔ مادیت کے اِس دور میں لوگوں کو یہ باور کرانا آسان نہیں کہ سو مسلمان اپنے آپ کو کسی زمانہ میں ہزار کفار پر بھاری سمجھتے تھے لیکن ہے یہ واقعہ اور تاریخ اس پر شاہد ہے اور آج بھی ہر شخص اس کا تجربہ کر سکتا ہے اگر وہ ایمان کی حلاوت سے آشنا ہو جائے۔[۳:۴۸۷]

**التوبۃ ۳۵:** دولت جمع کرنے کی سرگردانی میں بڑا دخل دو چیزوں کو ہوتا ہے۔ ایک، ہم چشموں میں اپنا سر اونچا رکھنے کی خواہش دوسری اپنے ذاتی آرام و راحت کی طلب۔ فرمایا کہ جو لوگ دنیا میں سربلندی اور فخر کی خاطر دولت جمع کریں گے ان کی دولت بروز قیامت ان کی پیشانی پر داغ لگائے گی۔ اِسی طرح جو لوگ نرم ریشمین و مخملیں گدوں، غالیچوں، قالینوں اور صوفوں کے درپے ہو کر انفاق کی سعادت سے محروم رہیں گے ان کی یہ بچائی ہوئی دولت ان کے پہلوؤں اور ان کی پیٹھوں کو زخمی کرے گی۔[۳:۵۶۷]

**التوبۃ ۴۹:** کبھی کبھی شیطان تقویٰ کے بھیس میں بھی حملہ آور ہوتا ہے۔ یہ عذر اسی قسم کا عذر ہے جیسا کہ بعض مدعیان تقویٰ نماز باجماعت کی حاضری سے متعلق پیدا کر لیتے ہیں اور اپنے مریدوں اور عقیدت مندوں کو یہ باور کرانے کی کوشش کرتے ہیں کہ وہ مسجدوں کی حاضری سے اس لیے بچتے ہیں کہ اپنے آپ کو ریا کے فتنہ سے محفوظ رکھیں۔[۳:۵۸۶]

**التوبۃ ۱۰۲:** جب قرآن دنیا میں آیا ہے تو اس کے الفاظ و کلمات کا دلوں پر کیا اثر پڑتا تھا اور اب ہمارے دلوں پر اس کی تاثیر کا کیا حال ہے؟ قرآن وہی ہے اور نفاق کی بھی بد سے بدتر قسمیں ہمارے اندر موجود ہیں لیکن قلوب وہ نہیں ہیں جو قرآن کی آیتیں پڑھ کر یہ اثر لیں کہ اپنے اوپر خواب و خور حرام کر لیں۔ اس زمانے میں اپنی تنخواہوں میں چند روپے کے اضافے کے لیے فاقہ کرنے والے بہتیرے مل جائیں گے لیکن اپنے گناہوں کے غم میں اپنی ایک رات کی نیند بھی قربان کرنے والے شاید کم ہی ملیں۔[۳:۶۴۷]

**التوبۃ ۱۱۵:** جن کی حق دشمنی واضح ہو چکی ہے ان کے ساتھ کوئی ذہنی اور قلبی لگاؤ بسا اوقات آدمی کے لیے فتنہ بن جایا کرتا ہے۔ یہی لگاؤ بالتدریج ترقی کرتے کرتے بالآخر اتنا بڑھ جاتا ہے کہ اصول و عقائد نگاہوں کے سامنے سے اوجھل ہو جاتے ہیں اور خون و نسب کا تعلق تمام حقائق پر غالب آجاتا ہے۔ آج جو لوگ مسلمانوں کے گھروں میں پیدا ہونے کے باوجود 'نَحْنُ اَبْنَاءُ الْفَرَاعِنَه' کا نعرہ لگاتے ہیں یا محمد بن قاسم کی بجائے راجا داہر پر فخر کرتے ہیں وہ اسی فتنہ کا شکار ہوئے ہیں۔[۳:۶۵۶]

**یونس ۳۱-۳۲:** اہل عرب اپنے معبودوں کو کائنات کے نظم و انصرام کا اصل سرچشمہ نہیں سمجھتے تھے بلکہ یہ سمجھتے تھے کہ جس طرح ایک بادشاہ اپنے مقربین کو کچھ اختیارات و فرائض سونپ دیتا ہے جو ہوتے تو ہیں تفویض کردہ لیکن غایت تقرب و اعتماد کے سبب سے وہ عملاً مقربین ہی کے حقوق و اختیارات بن جاتے ہیں۔ اِسی طرح کے کچھ اختیارات خاص طور پر رزق اور اولاد وغیرہ سے متعلق ان کے مزعومہ شرکاء کو بھی حاصل ہیں۔ قرآن نے جگہ جگہ ان کے اس تصور کی غلطیوں پر تنقید کی ہے اِس سے معلوم ہوا کہ ہمارے زمانے کے مشرکین اور اہل عرب کے مشرکین میں کچھ زیادہ فاصلہ نہیں ہے۔ ہم لوگوں نے محض اپنے شرک کو توحید ثابت کرنے کے لیے اہل عرب کے شرک کو ہوا بنا رکھا ہے ورنہ حقیقت یہ ہے کہ

ایں گناہیست کہ درشہر شما نیز کنند[۴:۴۸]

**بنی اسرآئیل ۳۱:** موجودہ زمانے میں ضبطِ ولادت کے نام سے جو تحریک چل رہی ہے اور جس کو بروئے کار لانے کے لیے روز نت نئی ترکیبیں ایجاد ہو رہی ہیں، وہ بظاہر تو وحشیانہ نہیں ہیں لیکن فلسفہ اور عقیدہ بنیادی طور پر اس کے اندر بھی وہی کارفرما ہے جو عرب جاہلیت کی بربریت کا محرک تھا۔ جاہل عربوں کی طرح موجودہ زمانے کا متمدن انسان بھی اپنے آپ کو دوسروں کا رزاق سمجھ بیٹھا ہے۔ قرآن نے نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَاِيَّاكُمْ فرما کر اِس گمراہی کی اصلاح کی ہے۔ عرب کے وحشی

تو اِس حقیقت کو سمجھ گئے اور انہوں نے اپنی اصلاح بھی کر لی لیکن اس زمانے کے پڑھے لکھے جاتوں کو کون سمجھائے۔ [۴۹۹:۴]

**طٰہٰ ۷۶:** وَذٰلِکَ جَزٰٓؤُا مَنْ تَزَکّٰی جن لوگوں نے محض اپنے جی سے عمل کی اہمیت گھٹا کر اباحت کے دروازے کھول دیے ہیں خواہ وہ ہمارے پرانے متکلمین ہوں یا نئے متکلمین، انہوں نے اپنی فیاضی سے جنت کو ایک بہت سستی چیز تو ضرور بنا دیا ہے اور اِس سے ہم جیسے بے عملوں کو بڑی تسلی مل جاتی ہے لیکن قرآن، میں ان کے اس نظریے کے لیے کوئی گنجائش نہیں ہے اور جنت کی کنجی بہرحال اللہ تعالیٰ ہی کے ہاتھ میں ہے، وہ اس نے ان متکلمین کے ہاتھ میں نہیں پکڑا دی ہے۔ اِس وجہ سے سلامتی اِسی میں ہے کہ اس قسم کی جھوٹی آرزوؤں سے اپنے آپ کو محفوظ ہی رکھیے۔ قرآن نے ان کو یہود کی امانی باطلہ میں سے شمار کیا ہے۔ [۶۹:۵]

**طٰہٰ ۹۴:** حضرات انبیاء اور صالحین کا طریقہ یہی ہے کہ وہ دنیا کے معاملات میں تو رواداری برتتے ہیں لیکن دین کے معاملات میں وہ مداہنت نہیں برتتے۔ اس معاملے میں جو ان سے جتنا ہی قریب ہوتا ہے وہ اس کے لیے اتنے ہی زیادہ حساس ہوتے ہیں۔ اہل دنیا کی روش اِس سے بالکل مختلف ہوتی ہے وہ اپنی دنیا کے معاملات میں تو بڑے چوکنے اور زیرک ہوتے ہیں۔ اپنے باپ اور بیٹے کا بھی محاسبہ کرتے ہیں۔ لیکن دین کے معاملے میں بالکل بے حمیت اور بے حس ہوتے ہیں۔ بھائی بند جو چاہیں کرتے پھریں ان کی غیرت کو ذرا بھی حرکت نہیں ہوتی! [۸۰:۵]

**الحج ۱۱:** وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّعْبُدُ اللّٰہَ عَلٰی حَرْفٍ میں جس گروہ کا کردار بیان ہوا ہے غور کیجیے تو معلوم ہو گا کہ یہی کردار ابنائے زمانہ کا ہے۔ آج ہم بھی، جو اِس شرک کو مٹانے ہی کے لیے مامور کیے گئے تھے، اسی طرح دُور دُور سے خدا کی بندگی کا حق ادا کرنا چاہتے ہیں۔ قرآن کو خدا کی کتاب بھی مانتے ہیں لیکن قانون، تہذیب، معاشرت، معیشت، سیاست ہر شعبۂ زندگی میں پیروی دوسروں کی کرتے ہیں۔ قرآن کا مصرف اب یہ رہ گیا ہے کہ جب کوئی مرے تو کچھ حافظ اس کے لیے قرآن خوانی کر کے اس کو بخشوا دیا کریں اگرچہ اس نے خود کبھی اتفاق سے بھی قرآن کو ہاتھ نہ لگایا ہو! ان کے نزدیک قرآن زندوں کے لیے نہیں بلکہ مُردوں کے لیے اترا ہے اور وہ ہدایت کے لیے نہیں بلکہ صرف کبھی کبھی چوم لینے کے لیے ہے۔ خوب بات کہی جس نے کہی ہے کہ

یاران عجب انداز دو رنگی دارند
مصحف به بغل دین فرنگی دارند

[۲۲۳:۵]

**النور ۲:** حدود کے معاملے میں اِس شدت کے ساتھ تاکید وتنبیہ کی ضرورت اِس وجہ سے تھی کہ یہود نے اکثر حدود عملاً بالکل ساقط کر دیے تھے۔ زنا کی سزا ان کی شریعت میں رجم تھی لیکن عملاً صورت یہ تھی کہ اگر کوئی غریب اس جرم میں ماخوذ ہوتا تب تو اس پر یہ سزا نافذ کی جاتی لیکن کوئی امیر اس کا ارتکاب کرتا تو اس سے تعرض نہ کرتے اور اب موجودہ زمانے میں تو یہ مستقل فلسفہ بن گیا ہے کہ جو لوگ جرائم کا ارتکاب کرتے ہیں وہ کسی ذہنی بیماری کے سبب سے کرتے ہیں اس وجہ سے وہ مستحق تربیت و اصلاح اور ہمدردی کے ہیں نہ کہ کسی سخت سزا کے۔ اس فلسفہ کی یہ برکت ہے کہ خدا کی زمین گنڈوں اور بدمعاشوں سے بھر گئی ہے اور کسی شریف آدمی کی بھی جان اور عزت ان کے ہاتھوں محفوظ نہیں رہ گئی ہے۔ آپ اپنے ہی ملک کو لیجیے۔ اگر آپ اپنے قانون وامن کے ذمہ داروں کے سامنے زنا کی اس سزا کا ذکر کیجیے جو اوپر مذکور ہوئی ہے تو ایمان کے بلند بانگ دعووں کے باوجود اس کو وحشیانہ کہیں گے اور اگر مصلحت کی وجہ سے وحشیانہ نہ کہیں تو بہرحال اس کو وحشیانہ سمجھتے ہیں۔ لیکن ملک کی صورت حال یہ ہے کہ بلا مبالغہ سال میں ہزاروں جانیں اور آبروئیں نہایت بے دردی اور بے رحمی کے ساتھ بدمعاشوں کے ہاتھوں اس طرح برباد ہوتی ہیں کہ ان کی خبریں ہر صبح کی اخباروں میں پڑھ پڑھ کر کلیجا شق ہوتا ہے۔

چوروں اور زانیوں کے لیے تو ان حضرات کے جذبہ رافت وہمدردی کا یہ حال ہے کہ یہ ان کے لیے گویا خدائے رحمان و رحیم سے بھی زیادہ مہربان بن گئے ہیں کہ ان کا ہاتھ کاٹنے اور ان کو کوڑے مارنے کے تصور سے ان کا دل کانپتا ہے لیکن ان چوروں اور بدمعاشوں کے ہاتھوں خاندانوں کے خاندان جو آئے دن قتل ونہب اور بے عزتی و ناموسی کا

شکار ہو رہے ہیں ان کی مظلومیت پر ان کے دل ذرا نہیں پسیجتے![۳۶۲:۵]

**النور ۱۲:** اسلامی معاشرے میں ہر مسلمان مرد وعورت کا یہ حق ہے کہ دوسرے افرادِ معاشرہ کے بارے میں حسنِ ظن رکھیں اور اس وقت تک ان کے اس حق کا احترام کریں جب تک دلیل سے یہ ثابت نہ ہو جائے کہ وہ اس حسنِ ظن کے حق دار باقی نہیں رہے .... دوسری طرف اپنے معاشرے کا جائزہ لیجیے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ آج اس کے بالکل برعکس اصول کارفرما ہے۔ آج نظریہ یہ ہے کہ ہر شخص سوء ظن کا مستحق ہے الا آنکہ کسی شخص کے ساتھ اپنی کوئی شخصی یا گروہی غرض وابستہ ہو اور دوسروں کی نسبت سنسنی پیدا کرنے والی افواہیں پھیلانا تو اس زمانے میں ایک مستقل فن اور ایک نہایت کامیاب پیشہ بن گیا ہے۔ ہماری قوم میں کتنے اہل قلم ہیں جن کا پیشہ ہی یہی ہے کہ وہ اس طرح کی افواہوں کی تلاش میں، ہوئی صبح اور رکھ کر کان پر گھر سے قلم نکلے۔

یہ افواہیں نہایت جلی عنوانات سے اخبارات ورسائل میں چھپتی ہیں اور سب سے زیادہ کامیاب اخبارات ورسائل وہی ہیں جو اس طرح کی افواہیں ایجاد کرنے میں سب سے زیادہ شاطر ہیں۔ معاشرے کے فسادِ مزاج کا حال یہ ہے کہ لوگ اس طرح کی چیزیں پڑھتے ہیں اور ھٰذَا اِفۡکٌ مُّبِیۡنٌ کہنا تو درکنار ان کی ہر بات پر اٰمَنَّا وَصَدَّقۡنَا کہتے اور وحی والہام سمجھ کر ان کی نقل وروایت کرتے ہیں۔[۳۸۳:۵]

**النور ۳۱:** اوڑھنی مسلمان خواتین کے لباس کا ایک ضروری جزو ہے۔ کسی غیر محرم کی موجودگی میں عورتوں کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ اس اوڑھنی سے اپنے سر اور کمر کے ساتھ اپنے گریبانوں کو بھی چھپائیں ـــــ ایک طرف اس حکم کو سامنے رکھیے اور دوسری طرف اپنی قوم کی متبرّجات کو دیکھیے کہ انہوں نے اوڑھنی کو دقیانوسیت قرار دے کر یک قلم خارج قرار دے دیا اور چاک گریباں اور سینہ کے ابھار کو زیادہ سے زیادہ نمایاں کرنا لازمۂ تہذیب ٹھہرا۔[۳۹۷:۵]

**ایضاً:** اندر اور باہر دونوں صورتوں کے لیے قرآن نے پردے کے نہایت قطعی احکام دیے ہیں ان روشن احکام کے بعد بھی جن لوگوں کو قرآن میں پردے کا حکم کہیں نظر نہیں آتا ان کے بارے میں اس کے سوا کیا کہا جا سکتا ہے کہ قرآن نے ان کو غیر محرم عورتوں سے جس غضِ بصر کی ہدایت فرمائی تھی وہ غضِ بصر ان حضرات نے قرآن سے کر لیا ہے۔ یہ لوگ قرآن کو چومتے تو بڑی عقیدت سے ہیں لیکن آنکھیں بند کر کے اور پھر چومنے کے بعد اس کو شاید بھاری پتھر سمجھ کر چھوڑ دیتے ہیں۔[۳۹۹:۵]

**الشعراء ۱۲۸-۱۲۹:** تمدن کا یہ فسادِ اوّل تو اس بات کا نتیجہ ہے کہ حاجیات وضروریات سے پہلے لوگ کمالیات وتعیّشات کے میدان میں مقابلہ شروع کر دیتے ہیں اور دوسرا سبب اس کا آخرت فراموشی ہے۔ حضرت ہود علیہ السلام نے یہاں فساد کے ان دونوں اسباب کی طرف اشارہ فرمایا...

غور کیجیے تو معلوم ہوگا کہ حضرت ہود علیہ السلام کی یہ تشخیص اگرچہ اپنی قوم کے تمدن سے متعلق ہے لیکن یہ ٹھیک ٹھیک ہماری قوم کے تمدن پر بھی منطبق ہو رہی ہے۔[۵۳۶:۵]

**الشعراء ۲۲۶:** شعراء اور اُن کی شاعری پر قرآن نے یہ تنقید جو کی ہے اگرچہ اصلاً اس کا تعلق جاہلیت کے شعراء اور ان کی شاعری سے ہے لیکن انصاف سے غور کیجیے تو معلوم ہوگا کہ یہ تنقید ٹھیک ٹھیک ہمارے شعراء اور ان کی شاعری پر بھی منطبق ہو رہی ہے اور یہ بات میں ان عام شاعروں کو سامنے رکھ کر نہیں عرض کر رہا ہوں جو صرف تک بندی کرتے ہیں۔ ایسے شاعروں کی خرافات پڑھنے کا اتفاق مجھے کبھی مشکل ہی سے پیش آیا ہے۔ مَیں یہ بات ان بلند رتبہ شاعروں کو پیشِ نظر رکھ کر عرض کر رہا ہوں جن کے شاعر ہونے میں کلام نہیں کیا جا سکتا۔ واقعہ یہ ہے کہ اگر قرآن کی اس کسوٹی پر ان کے کلام کو جانچیے تو مشکل سے گنتی کے چند شاعر ایسے نکلیں گے جو اس کسوٹی پر پورے اتریں گے۔[۵۶۹:۵]

**القصص ۲۳:** ایک طرف حضرت شعیب علیہ السلام کے زمانے کے اس معاشرتی تصور کو سامنے رکھیے جن کی شہادت حضرت شعیب علیہ السلام کی صاحبزادیوں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اس واقعہ سے ملتی ہے۔ دوسری طرف اپنی قوم کے ان سماجی مصلحین کے دعوے پر غور کیجیے جو کہتے ہیں کہ عورتوں اور مردوں کا دائرہ کار بالکل ایک ہی ہے اس لیے دونوں کو ہر میدان میں بالکل شانہ بشانہ کام کرنا چاہیے۔ یہ حضرات

دلیل تو اپنے دعوے پر دیہاتوں کی غریب عورتوں کی زندگی سے پیش کرتے ہیں لیکن نتیجہ اس سے شہروں کی بیگمات کے لیے اخذ کرتے ہیں۔[۶۶۸:۵]

**العنکبوت ۴۵:** اس زمانے میں جدید فکر و فلسفہ اور نئی تہذیب کی برکت سے بے حیائی و فحاشی کی جو نت نئی شکلیں وجود میں آئی ہیں اور برابر آ رہی ہیں ان کے مقابل میں قومِ لوط کی بے حیائی بالکل گرد ہو کے رہ گئی ہے۔ اور جن لوگوں کی نظر حالات پر ہے وہ جانتے ہیں کہ اب ہمارا معاشرہ بھی پوری طرح ان کے لپیٹ میں آ چکا ہے اور آہستہ آہستہ لوگوں کا ضمیر اس طرح مردہ ہوتا جا رہا ہے کہ ہماری قوم کا بہت بڑا طبقہ، جو ہماری بدقسمتی سے تعلیم یافتہ بھی کہلاتا ہے، ان بے حیائیوں کو بے حیائی سمجھنا تو درکنار ان کو تہذیب و ترقی کا لازمہ سمجھنے لگا ہے اور جو لوگ ان پر تنقید کرتے ہیں ان کو احمق اور دقیانوسی قرار دیتا ہے۔

دوسری برائیاں وہ ہیں جو طمع و حرص کی بے اعتدالی اور حبِّ مال و جاہ کی زیادتی سے ظہور میں آتی ہیں۔ ان کے لیے یہاں جامع لفظ 'منکر' استعمال ہوا ہے ... قوم عاد و ثمود کے تمدنی مفاسد اور قومِ شعیب کے معاشی فساد کا ذکر قرآن نے اس کی مثال کے طور پر کیا ہے اور اِس زمانے میں معاشرت و معیشت کا یہ فساد زندگی کے ہر شعبہ پر چھا چکا ہے۔[۵۲:۶]

**الاحزاب ۵۹:** یہی 'جلباب' ہے جو ہمارے دیہاتوں کی شریف بڑی بوڑھیوں میں اب بھی رائج ہے اور اسی نے فیشن کی ترقی سے اب برقع کی شکل اختیار کر لی ہے۔ اِس برقع کو اس زمانے کے دلدادگانِ تہذیب اگر تہذیب کے خلاف قرار دیتے ہیں تو دیں لیکن قرآن مجید میں اس کا حکم نہایت واضح الفاظ میں موجود ہے، جس کا انکار صرف وہی برخود غلط لوگ کر سکتے ہیں جو خدا اور رسول سے زیادہ مہذب ہونے کے مدعی ہوں۔[۲۶۹:۶]

**سبا ۳۳:** اِس میں ہر دور کے عوام کے لیے درسِ عبرت ہے کہ حق و ہدایت کے معاملے میں کوئی شخص مجرد اس عذر پر عند اللہ بری نہیں ہوسکتا کہ اس کو دوسروں نے گمراہ کیا بلکہ حق کی جستجو ہر شخص کی اپنی ذمہ داری ہے اور اس کے واضح ہونے کے بعد اس کی پیروی تا حدِّ امکان ہر فرد پر لازم ہے۔ اِس کے بغیر کوئی عند اللہ بری نہیں ہوسکتا۔[۳۲۵:۶]

**الشوریٰ ۳۸:** اِس دور میں مسلمانوں نے دوسری قوموں کی تقلید میں شورائی نظام کی جگہ نظام بھی دوسرے اختیار کر لیے اور مسجدوں سے بھی اِن کا تعلق بالکل منقطع ہو گیا۔ اِس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ خدا کی رہنمائی سے محروم ہو گئے اور ان کی باگ شیطان اور اس کے ایجنٹوں کے ہاتھ میں چلی گئی۔ اب پارلیمنٹوں کے ایوانوں میں جو دھینگا مشتی ہوتی ہے اس کی مثال بازاروں میں بھی مشکل ہی سے مل سکتی ہے۔[۱۸۰:۷]

**الجاثیۃ ۱۷:** دین کی کسی بات کے سمجھنے میں اختلاف رائے ہونا نہ کوئی تعجب کی بات ہے اور نہ یہ دین اور اہل دین کے لیے کوئی نقصان وہ چیز ہے۔ اہل علم میں اس طرح کا اختلاف ہوا ہے اور ہوسکتا ہے لیکن اس اختلاف کی محرک اگر باہمی چشمک و رقابت اور ایک دوسرے کو زک پہنچانے اور پچھاڑنے کی خواہش ہو تو یہ چیز بلاشبہ سارے دین کا تیاپانچا کر کے رکھ دیتی ہے۔ اِسی نوعیت کے اختلاف نے اہل کتاب کو اللہ کی روشنی سے محروم کیا اور اسی قسم کے اِختلاف نے مسلمانوں کو تباہی میں ڈالا۔[۳۱۶:۷]

**الجاثیۃ ۲۴:** یہ خیال نہ فرمائیے کہ یہ جاہلی فلسفہ اب نابود ہو چکا ہے۔ اس زمانے میں بھی ذہنوں پر یہی فاسد فلسفہ مسلّط ہے اور ان لوگوں کے ذہنوں پر مسلّط ہے جو قرآن کے حامل اور اسلام پر عامل ہونے کے مدعی ہیں۔ ان کو بھی اگر توجہ دلائیے کہ فلاں فلاں آفتیں جو آئیں یا آ رہی ہیں یہ سب ہمارے ایمانی و اخلاقی فساد کا نتیجہ ہیں۔ اگر یہ فساد باقی رہا تو ڈر ہے کہ کہیں یہ بیڑا ہی غرق نہ ہو جائے تو اس سے ان کا پندارِ ایمان و اسلام مجروح ہوتا ہے اور وہ بڑے دانش فروشانہ انداز میں جواب دیتے ہیں کہ اس طرح کی گردشیں تو قوموں پر آیا ہی کرتی ہیں۔ ہمارے اگلوں پر بھی آ چکی ہیں۔ پھر یہ کیوں سمجھا جائے کہ یہ ہمارے کسی فساد کا نتیجہ ہیں![۳۲۷:۷]

**الحجرات ۹:** یہ امر واضح رہے کہ یہ ہدایات اس صورتِ حال کے لیے دی گئی ہیں جب نزاع مسلمانوں کے دو گروہوں کے درمیان واقع ہو اور ان کی ایک مرکزی طاقت فریقین کے درمیان مداخلت کرنے کی پوزیشن میں ہو۔ اس زمانے میں یہ پیچیدہ صورتِ حال پیدا ہو گئی ہے کہ

بہت سی چھوٹی بڑی مسلمان حکومتیں الگ الگ قائم ہوگئی ہیں۔ ان کے درمیان اگر خدانخواستہ کوئی جنگ چھڑ جائے تو دوسری مسلمان حکومتوں کے لیے اس قضیہ سے بالکل الگ تھلگ رہنا تو جائز نہیں ہے۔ مصالحت کی کوشش، جس کا آیت میں حکم دیا گیا ہے، ہر ایک کو کرنی ہوگی البتہ عملاً مداخلت کا معاملہ صورتِ حال پر منحصر ہے جس کا تعلق وقت کے سیاسی تقاضوں سے ہے۔ اگر صورتِ حال اجازت دے گی تو تعدّی کرنے والے فریق کو حق کے آگے جھکانے کے لیے اس کے خلاف طاقت استعمال کرنا بالکل جائز ہوگا اور اگر اس سے مزید بین الملی یا بین الاقوامی پیچیدگیاں پیدا ہو جانے کا اندیشہ ہو تو عملی مداخلت سے تو گریز اختیار کیا جائے گا لیکن مصالحت کی جدوجہد سے گریز کسی صورت میں بھی جائز نہیں ہے۔[۷:۴۹۹]

ق ۳۶: اِس سے ملتے جلتے حالات ملک سبا میں پیش آئے۔ بے شمار افراد تو اِس سیلاب ہی کی نذر ہوگئے جو ان پر آیا۔ جو بچ رہے وہ علاقہ کے بنجر اور معاشی حالت بالکل ابتر ہو جانے کے باعث مجبور ہوئے کہ پناہ کی تلاش میں دوسرے علاقوں کا رخ کریں۔ یہود پر جو تباہیاں آئیں ان کی نوعیت بھی یہی تھی۔ جو قتل و نہب سے بچے وہ دنیا کے کونے کونے میں آوارہ ہو کر پھرے۔ خود ہماری تاریخ میں بھی اِس کی نہایت عبرت انگیز مثالیں موجود ہیں۔ بغداد پر، قرطبہ پر، دلی پر جو تباہیاں آئیں ان کے احوال تاریخ میں مذکور نہیں ہیں؟ اِن کو پڑھیے تو معلوم ہوگا کہ اس آیت میں صرف قریش ہی کو تنبیہ نہیں ہے بلکہ خود ہمارے لیے بھی اس میں بڑا درس ہے بشرطیکہ ہم اس سے سبق حاصل کریں۔[۷:۵۶۴]

الطّور ۳۶: عدم یقین کی اس بیماری میں جس طرح قریش مبتلا تھے اسی طرح اس زمانے کے بہت سے مسلمان بھی مبتلا ہیں۔ ان کو قیامت اور جزا وسزا سے انکار تو نہیں ہے لیکن ان کی زندگی شاہد ہے کہ ان کو اس کا یقین نہیں ہے اور ان کے اس عدم یقین کے اسباب کا تجزیہ کیجیے تو معلوم ہوگا کہ یہ بھی اِسی طرح کی کسی نہ کسی غلط فہمی کے شکار ہیں جس طرح کی غلط فہمیوں میں مشرکین مبتلا تھے۔[۸:۳۷]

المجادلۃ ۱۱: یہ ہدایت اگرچہ اصلاً مجلس نبوی سے متعلق دی گئی ہے لیکن یہی آداب مسلمانوں کی تمام مجالس میں ملحوظ ہونے چاہییں۔ آج اہل مغرب کی کورانہ تقلید میں جو طریقے اختیار کر لیے گئے ہیں اگرچہ ان کو بہت ترقی یافتہ خیال کیا جاتا ہے لیکن یہ انہی کی برکت ہے کہ ہماری پارلیمنٹیں اور کونسلیں اکھاڑے بنتی جا رہی ہیں جن میں مختلف پارٹیاں جتھے بنا بنا کر آتی ہی ایک دوسرے کو شکست دینے، اشارہ بازیاں اور سرگوشیاں کرنے، فقرے اور پھبتیاں چست کرنے کے لیے ہیں، یہاں تک کہ بسا اوقات ایک دوسرے کا منہ نوچنے اور ان پر جوتے اور کرسیاں پھینکنے تک بھی نوبت آ جاتی ہے اور صدرِ مجلس کو آداب مجلس کی یاددہانی کے بجائے پولیس کی مدد حاصل کرنی پڑتی ہے۔[۸:۲۶۳]

الحشر ۷: رسول اللہ ﷺ کے اقرباء کے بعد معاً یتامیٰ، مساکین اور مسافروں کے حق کا ذکر اسلامی نظام میں ان کے مرتبہ و مقام کو واضح کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے حقوق کا ذکر رسول اللہ ﷺ کے قرابت داروں کے حق کے ساتھ فرمایا ہے۔ اسلامی حکومت کی اوّلین ذمہ داری ان لوگوں کی کفالت و سرپرستی ہے جو معاشرہ کے اندر بے وسیلہ ہیں۔ اس کے دوسرے فرائض کا درجہ اس کے بعد آتا ہے۔ اگر حکومت اس مقدم ضرورت کو نظر انداز کر کے دوسری ضرورتوں پر بیت المال کی آمدنی خرچ کرتی ہے تو ہر چند وہ ضرورتیں رفاہی اور تمدنی نقطۂ نظر سے اہمیت رکھنے والی ہی کیوں نہ ہوں لیکن وہ اصل حق داروں کے حقوق میں خیانت کی مجرم ہے اور اس امر کے جواز کی تو کوئی گنجائش ہی نہیں ہے کہ کوئی اسلامی حکومت سرکاری خزانے کا ایک پیسہ بھی فضول قسم کی نمائشوں اور عیاشیوں پر صرف کرے۔ جو حکومت ایسا کرتی ہے وہ اسلامی حکومت نہیں بلکہ شیطانی حکومت ہے۔[۸:۲۹۲]

المزمّل ۴: یہ قرآن کے پڑھنے کا طریقہ بتایا گیا کہ نماز میں اس کو خوب ٹھہر ٹھہر کر پڑھو۔ چنانچہ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ قرآن لحن اور لَے سے پڑھتے، آیت آیت پر وقف فرماتے، کبھی کبھی ایک ہی آیت شدتِ تاثر میں بار بار دہراتے۔ علاوہ ازیں کوئی آیت قہر و غضب کی ہوتی تو اللہ تعالیٰ کے غضب سے پناہ مانگتے اور جو آیت رحمت کی ہوتی اس پر ادائے شکر فرماتے۔ بعض آیتیں جن میں سجدہ کا حکم یا اشارہ ہے ان کی تلاوت کے وقت، فوری امتثال امر کے طور پر آپ ﷺ سجدہ میں بھی گر جاتے۔

تلاوتِ قرآن کا یہی طریقہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت کے مطابق بھی ہے اور یہی نبی ﷺ سے ماثور و منقول بھی ہے۔ قرآن کے مقصدِ نزول کے

پہلو سے بھی یہی طریقہ نافع ہوسکتا ہے لیکن مسلمانوں میں یہ طریقہ صرف اس وقت تک باقی رہا جب تک وہ قرآن کو فکر و تدبر کی چیز اور زندگی کی رہنما کتاب سمجھتے رہے۔ بعد میں جب قرآن صرف حصولِ ثواب اور ایصال ثواب کی چیز بن کے رہ گیا تو یہ اس طرح پڑھا جانے لگا جس کا مظاہرہ ہمارے حفاظ کرام تراویح اور شبینوں میں کرتے ہیں۔[۹:۲۳]

**المدثر ۳۱:** یہ امر یہاں ملحوظ رہے کہ اس دور کے دانش فروشوں نے بھی قرآن کی جن باتوں پر شبہات وارد کیے ہیں یا جن کی من مانی تاویلیں کرنے کی کوشش کی ہے، اسی غرور ہمہ دانی میں مبتلا ہو کر کی ہے۔ جو باتیں ان کو اپنی محدود عقل کی گرفت سے باہر محسوس ہوئیں ان کا یا تو انکار کر دیا، اگر انکار کی جرأت ہوئی، ورنہ ان کی کوئی ایسی تاویل کرنے کی کوشش کی جو انکار سے بھی کئی قدم آگے ہوئی۔[۹:۵۹]

**التکاثر ۱:** اب موجودہ دور میں اجتماعی زندگی کے بدلے ہوئے نظام اور خاص طور پر خاندانی منصوبہ بندی کے تصور نے اولاد کی کثرت کے رجحان کو دبا کر اس کی جگہ معیار زندگی کے رجحان کو غالب کر دیا ہے۔ اِس دور کی عام بیماری یہی ہے۔ مشکل ہی سے اس زمانے میں کوئی شخص اس وبا کے اثر سے محفوظ ملے گا۔ ہر شخص رات دن معیارِ زندگی اونچا کرنے کی دھن میں ہے اور چونکہ اس کی کوئی حد معین نہیں ہے اس وجہ سے جو اس میدان میں گامزن ہیں ان کو اپنا ہر قدم پہلا قدم معلوم ہوتا ہے، آخری منزل نگاہوں سے اوجھل ہے۔ کسی کو معلوم نہیں کہ وہ کہاں ہے، کب آئے گی اور کبھی آئے گی بھی یا نہیں۔ ظاہر کہ معیار زندگی کی بلندی کا سارا انحصار مال پر ہے تو جب معیار کی کوئی حد معین نہیں ہے تو مال کی حرص میں بھی کسی کمی کا امکان نہیں ہے۔ چنانچہ جس رفتار سے زندگی کا معیار اونچا ہو رہا ہے اس سے زیادہ شدت کے ساتھ مال کی تونس بڑھتی جا رہی ہے۔ یہی چیز ہے جس کو قرآن نے "تکاثر" سے تعبیر کیا ہے اور اس کا اثر یہ بتایا ہے کہ اس نے ہر شخص کو اِس طرح اپنے دامِ فریب میں گرفتار کر لیا ہے کہ اسی میں عمر بیت جاتی ہے اور کسی کو اس سوال پر غور کرنے کی توفیق ہی نہیں ہوتی کہ اس زندگی کے بعد بھی کوئی زندگی ہے یا نہیں اور ہے تو اس کے لیے بھی کچھ کرنا ہے یا نہیں۔[۹:۵۲۲]

# موضوعات

# موضوعات

## آثار

ملک کے آثار سے عبرت حاصل کرنے کی دعوت ۶: ۳۹۴
عبرت کے لیے پچھلی قوموں کے آثار دیکھنے کی دعوت ۵: ۲۹
خاموش آثار سے صرف اہل عقل فائدہ اٹھاتے ہیں ۶: ۳۹
آثار سے عبرت پذیری سے گریز ۵: ۲۶۵
آثارِ قدرت کی طرف اشارہ ۷: ۲۱۱
زمین کے بعض آثار و برکات ۷: ۸۲، ۹: ۲۰۹

## آخرت

آخرت کے دلائل ۱: ۶۱، ۶: ۱۷۵، ۴۲۵
آخرت کی اخلاقی ضرورت ۷: ۵۸
آخرت خدا کی صفات کا لازمی تقاضا ہے ۳: ۲۷، ۷: ۲۸۹
ایمان بالآخرت ۱: ۹۵
قرآن دنیا میں آخرت کا آئینہ بن کر اترا ہے ۱: ۱۵۲
میثاقِ الٰہی کی ذمہ داری دنیا اور آخرت دونوں میں ۲: ۶۰۶
ایک اشارہ دلیل معاد کی سمت میں ۳: ۱۱۸
آخرت کائنات کے بالحق ہونے کا لازمی نتیجہ ہے ۳: ۸۳، ۷: ۲۹۰، ۳۲۰
آخرت کا خلود مقید بمشیتِ الٰہی ہوگا ۳: ۱۶۴
آخرت سے غافل ظاہر پرستوں کا اصلی مغالطہ ۳: ۱۷، ۶: ۷۶
آخرت سے غافلوں کا انجام۔ [۳: ۷، ۳: ۹، ۴: ۲۷۴]
آخرت میں کافروں کی اپنی گواہی خود اپنے خلاف ۳: ۱۶۶
آخرت میں ابدی زندگی کی بادشاہی ۳: ۶۴۵
اس دنیا کی شہادت آخرت کے حق میں ۴: ۱۷۰
آخرت کی حضوری ۴: ۳۲۱
موت برزخ اور حشر کا تمثیلی مشاہدہ ۳: ۶۹
آخرت کی دلیل ربوبیت کے پہلو سے ۱: ۶۱، ۴: ۳۹۵، ۵: ۵۹
منکرین کا انکار آخرت میں غلو ۴: ۴۱۱
آخرت کی یاددہانی ۴: ۳۳۸، ۴۵۵، ۵۲۴، ۵: ۲۸۲، ۶: ۴۰۳، ۷: ۴۵، ۶۲۰، ۹: ۴۵۶
کفار کی آخرت سے بیزاری ۴: ۵۱۰
آخرت میں کام آنے والی چیز ۴: ۶۶۸
دنیا میں ضلالت کے قائد آخرت میں جہنم کے قائد ۴: ۶۷۷
شرک و شفاعت کے ساتھ آخرت کو ماننا اس کے انکار کے حکم میں داخل ہے ۷: ۸۰
آخرت میں جزاوسزا کے قطعی ہونے کی دلیل ۴: ۲۵، ۵: ۱۳۲
آخرت میں جزاوسزا کے دن پر انفسی دلائل ۷: ۵۹۶
آخرت پر شہادت زندگی اور موت سے ۳: ۱۱۸
آخرت کے مکذبین کی جلد بازی کا جواب ۴: ۵۹، ۶۱
آخرت میں اللہ تعالیٰ کی کفار و مجرمین سے بے نیازی ۷: ۵۵۷
آخرت میں اصل فائز المرام گروہ ۴: ۴۹۰
آخرت میں خلود کی بشارت ۴: ۳۶۲
آخرت میں اہل ایمان کا انجام ۴: ۳۲۲
آخرت میں شیطان کا اپنے وعدوں کے جھوٹا ہونے کا اعتراف ۴: ۳۲۲
آخرت میں اہل تقویٰ کے ساتھ معاملہ ۴: ۶۷۹
آخرت میں مجرموں کی بے بسی ۴: ۵۹۷
آخرت میں صرف مجرم جہنم پر وارد ہوں گے ۴: ۶۷۸

اِنسان کا اپنا وجود خدا اور آخرت کا شاہد ہے ۵:۳۰۳

آخرت میں نفوس کی درجہ بندی اخلاق کے اعتبار سے ہوگی ۵:۳۹۰

آخرت میں انبیاء وصالحین کا اپنے پرستاروں سے اعلانِ براءت ۵:۴۵۶

آنکھوں میں بصیرت آخرت کے تصور سے پیدا ہوتی ہے ۵:۴۶۹

آخرت فراموشی کے ساتھ جو تمدن وجود میں آتا ہے اس کی عمر بہت تھوڑی ہوتی ہے ۵:۵۴۳

حقیقی علم خدا کی معرفت اور آخرت کا علم ہے ۵:۱۱۷

آخرت کے باب میں مشرکین عرب کی الجھن ۵:۶۲۸

آخرت پر یقین رکھنے والے ہی قرآن پر ایمان لائیں گے ۵:۵۷۶

آخرت میں کفار کی منزل ۵:۶۴۴

آخرت میں نیکوں کے ساتھ فضل اور بروں کے ساتھ عدل کا معاملہ ۵:۵۱۴

آخرت کا صلہ ۶:۳۸۵

اصلی خسارہ آخرت کا خسارہ ہے ۶:۴۵۷، ۷:۱۸۷

آخرت کی دلیل تخلیق انسانی میں ۶:۱۶۲

آخرت پر استدلال دنیا کے بامقصد ہونے سے ۶:۷۷، ۷:۳۴۵

دنیا میں قوموں کو سزا ملنا آخرت کے عذاب کی دلیل ہے ۷:۲۸۹، ۹:۳۵۴

آخرت کے باب میں ایک سوال اور اس کا جواب ۷:۳۴۵

آخرت میں متقین کو مبارکباد ۷:۲۵۱

آخرت میں متقیوں کی عزت افزائی ۷:۵۵۸

آخرت میں متقیوں کا انجام ۸:۱۴۵

آخرت میں متقین کے لیے صلہ ۷:۲۹۱

آخرت میں کفار اور ان کے لیڈروں کی گفتگو ۴:۳۲۱

آخرت میں شکر کے لوازم کا ظہور اور اس کی دلیل ۶:۲۹۰

آخرت پر استدلال ہر چیز کے جوڑے جوڑے ہونے سے ۶:۸۵، ۴۲۵، ۷:۶۲۷

آخرت کی تیاری کی تلقین ۶:۵۹۷

آخرت میں آدمی کو اپنے اعمال سے سابقہ پیش آئے گا ۶:۳۴۴، ۷:۱۶۴

آخرت میں جزا وسزا کا معاملہ ۶:۲۰۵

آخرت میں جو صلہ ملے گا وہ تصور سے بالاتر ہوگا ۶:۱۶۷

آخرت میں نئی زمین اور نئے قوانین ہوں گے ۶:۶۱۱

آخرت، روز جزا کی غایت ۶:۵۸۸

آخرت میں عدالت الٰہی کا فیصلہ ۶:۵۸۷

آخرت میں عدالت وشہادت کے بعد کفار کا انجام ۶:۶۱۳

آخرت میں مجرموں کا انجام ۶:۳۴۴، ۷:۲۹۱

توحید اور معاد کے آفاقی دلائل ۷:۵۹، ۶۰

دنیا کے عذاب کے بعد آخرت کی رسوائی ۷:۹۳

اعمال کے اثرات کا صحیح اندازہ آخرت ہی میں ہوگا ۷:۹۹

بدعملوں کی بدعملیوں کے اصلی نتائج آخرت میں ظاہر ہوں گے ۷:۳۳۲

جنھوں نے دنیا میں خدا کی پابندیوں کا احترام کیا ان کے لیے آخرت میں آزادی ۷:۵۹۱

آخرت کا مذاق اڑانے والوں کا انجام ۸:۲۳

رزقِ آخرت کی بشارت ۸:۷۴۴

دنیا کے عذاب آخرت کے عذاب کی شہادت ہیں ۸:۵۴۵

مکذبین آخرت کی محرومی ۹:۹۴

آخرت پر استدلال زمین کی نشانیوں سے ۷:۵۹۶، ۸:۶۰۱

آخرت میں مجرموں کی درجہ بندی ۳:۱۶۷، ۷:۹۳

آخرت میں مشرکین کی شرک سے تبری ۷:۱۲۳

آخرت میں اہل دوزخ کے لیے ابدی مایوسی ۷:۲۵۳
آخرت میں اہل دوزخ کی فریاد اور اس کا جواب ۷:۲۵۴
آخرت میں جہنم میں لیڈروں اور ان کی پیروؤں کا حال ۷:۴۸
آخرت پر ایمان ہی انفاق پر ابھارتا ہے ۸:۲۱۷، ۹:۵۸۲
آخرت پر ایمان کے لیے ظن غالب کافی ہے ۷:۲۳۲، ۸:۵۴۷
آخرت میں مقربین کو ملنے والی جنت کی تعبیر ۸:۱۴۶
آخرت میں مومنوں کی اولاد کا رفع درجات ۸:۲۵
آخرت میں اصحاب یمین کی جنت کی تصویر ۸:۱۴۸
آخرت میں نجات سے متعلق اصل ضابطہ ۸:۲۵
آخرت میں ہار جیت کا اصل میدان ۸:۴۲۰
خوفِ آخرت ۹:۱۱۱
عیش دنیا کے متوالوں کو موت اور آخرت کی یاد دہانی ۹:۹۱
آخرت میں مقربین کا مقام ۸:۱۸۷
آخرت کے احتساب کی نوعیت ۹:۳۰۴
آخرت کے حق میں آفاق کی شہادت ۹:۳۸۹
آخرت اور حیات بعد الموت پر آفاقی شہادت ۹:۳۰۴
آخرت پر استدلال چاند اور اس کے کمال و زوال سے ۹:۲۷۷
آخرت پر استدلال رات اور اس کے تضمنات سے ۹:۴۷۶
آخرت پر شہادت قوموں کی تاریخ سے ۹:۳۵۴
آخرت میں اصحاب یمین کے باہمی سوالات ۹:۶۲
آخرت کے حق میں انفس کے دلائل ۷:۵۹۸
آخرت پر دلیل بارش سے ۷:۲۱۱
آخرت پر شہادت ہوا اور بادلوں کے تصرفات سے ۷:۵۸۶
آخرت کا معاملہ قیاس پر مبنی نہیں ہے ۷:۵۸۴
آخرت کی فکر ۷:۵۹۱
آخرت میں اجر کے مستحقین کی صفات ۷:۱۷۷

## آزمائشیں

آزمائشوں کے بارے میں سنتِ الٰہی ۶:۱۶
بیوی بچوں کی محبت بہت بڑی آزمائش ہے ۸:۴۲۲
تکلیف و راحت دونوں آزمائشیں ہیں ۶:۹۷
دنیا میں مصائب آزمائش کے لیے ہیں ۸:۴۲۱
راہِ حق میں آزمائشیں لازماً پیش آتی ہیں ۶:۱۵
آزمائشوں کا اثر منافقین پر ۷:۴۴۳
دین میں آزمائشوں کی حکمت ۱:۳۶۶
آزمائشیں امتحان کے لیے ہوتی ہیں ۶:۵۰۰، ۷:۴۴۱

## آسمان

آسمان و زمین کی تعمیر کا قرآنی تصور ۹:۱۸۵
آسمان کے خالق کی پسند کا اظہار اس کی صنعت سے ۸:۱۳۰
آسمان اور زمین کی خلقت کی تفصیل ۷:۸۱
آسمان کی تخلیق میں اللہ تعالیٰ کی عظیم قدرت و حکمت ۴:۲۷۱
آسمان و زمین کی ساخت میں انسان کے لیے سبق ۹:۳۸۵
نزول قرآن کے زمانہ میں آسمانوں پر پہرا ۸:۶۲۰
پہلے آسمان پیدا ہوا یا زمین ۷:۸۳
آسمان کی تخلیق کے مراحل ۷:۸۴
ساتوں آسمانوں کی تکمیل ۷:۸۵
سات آسمان اور سات زمین ۸:۴۴۷
آسمان کی شہادت ۸:۲۰

زمین کے بعد ایک نظر آسمان کی طرف ۳:۱۱۹
غیب کا علم آسمانوں اور زمین میں کسی کو بھی نہیں ۵:۶۲۷

## آگ

آگ اور کھولتے پانی کے درمیان گردش ۸:۱۴۲
آگ کے ذکر کے بعض خاص پہلو ۸:۱۷۸
پانی کے بعد آگ کی طرف اشارہ ۸:۱۷۸
اللہ کی بھڑکائی ہوئی آگ کی ایک صفت ۹:۵۵۰

## آیات

'آیت' کے مختلف مفہوم ۱:۱۷۰
آیات سے مراد ۴:۳۷۵
آیات اور سلطان مبین سے مراد ۵:۳۲۱
آیات بینات سے مراد ۱:۲۸۰
آیاتِ الٰہی کی طرف اشارہ ۴:۲۳۲
آیات محکمات اور آیات متشابہات سے مراد ۲:۲۵
آیات واحادیث کا موقع محل سمجھنا ضروری ہے ۷:۵۱۶
کان، آنکھ اور دل کی صلاحیتیں آیاتِ الٰہی سے بیدار ہوتی ہیں ۷:۳۷۳
آیاتِ الٰہی سے فائدہ اٹھانے والوں کی صفتیں ۴:۴۲۸
قرآن کی آیات بصیرت بخش ہیں بشرطیکہ لوگ آنکھیں کھولیں ۷:۳۱۸
آیات سے صرف اہل عقل فائدہ اٹھاتے ہیں ۶:۳۹
آیاتِ الٰہی کا استہزا کفر ہے ۳:۶۰۱

## اتمامِ حجت

اتمامِ حجت کے لیے ایک اور اہتمام ۷:۵۴۷
ائمہ کفر سے خطاب اتمامِ حجت کے لیے ۹:۶۰۶
تمھاری ناقدری کے باوجود تم پر اتمامِ حجت ضروری ہے ۷:۲۰۸
اتمامِ حجت کے بعد مکذبین کی تباہی ۷:۲۰۸
اتمامِ حجت کے بعد معاملہ اللہ کے حوالے کرنے کی ہدایت ۴:۵۴۲

## اِبتلا

ابتلا کا مفہوم ۹:۱۰۷
ابتلا کا مقصد ۱:۳۲۴، ۲:۱۹۴
ابتلا اور عذاب میں فرق ۳:۲۹۶
ابتلا و آزمائش راہِ حق میں ۲:۱۸۳
ابتلا و آزمائش کی حکمت ۲:۲۱۴
ابتلائی احکام کا اصل پہلو ۲:۵۹۵

## احتساب

احتساب کی دین میں اہمیت ۸:۴۶۹
کفار و منافقین کے احتساب کی تاکید ۸:۴۷۳
احتساب کی عام منادی ۸:۴۶۹
پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک فعل پر احتساب، واقعہ کی نوعیت ۸:۴۵۷
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل کا محرک ۸:۴۵۸
غلطی پر گرفت کے ساتھ ہی معافی کا اعلان ۸:۴۵۸

## احکام

احکام کا مفہوم ۴:۱۰۶
احکام شریعت کی بنا نماز اور زکوٰۃ پر ہے ۱:۱۹۸
احکام الٰہی کا منشا سمجھنے کے لیے عقلی کسوٹی ۳:۴۳۸

احکام وقوانین سورہ بقرہ میں ۱:۷۹

## احسان

احسان کا مفہوم ۱:۲۲۰، ۴:۴۳۹
احسان اسلام کی روح ہے ۶:۱۴۰
احسان اعمال کی مقبولیت کی شرط ہے ۳:۶۶۱
احسان اور ادائے حقوق ۱:۲۶۲
احسان اور اس کی ناقدری ۶:۳۳۳
احسان، تقویٰ اور ایمان ۲:۵۹۳
احسان اور حقیقی محسنین ۳:۲۸۳

## اختلاف

اختلافِ رائے کی صورت ۲:۳۲۴
اختلافِ امم پر ملامت ۷:۱۵۴
اختلافِ لیل ونہار کے بعض اشارات ۵:۳۳۹
اجماع رفعِ اختلاف کا منصوص طریقہ ہے ۲:۳۲۵

## ازواج

'ازواج' کی تحقیق ۴:۳۸۷، ۷:۲۵۱
تعددِ ازواج کی مصلحت کے تحت اجازت ۲:۲۵۲
ازواجِ رسول ﷺ کے احتساب کی ایک مثال ۸:۴۶۰
ازواجِ رسول ﷺ اصل اہل بیت ہیں ۶:۲۲۳
ازواجِ رسول ﷺ کا مقصدِ زندگی ۶:۲۲۳
ازواجِ رسول ﷺ سے نکاح کی ممانعت ۶:۶۶۵
ازواجِ رسول ﷺ کا مرتبہ ۶:۱۹۰، ۲۱۹، ۲۶۵
ازواجِ رسول ﷺ کے معاملہ میں اللہ تعالیٰ کا حکم اور اس کی حکمت ۶:۲۴۸
ازواجِ رسول ﷺ کو مخاطب کر کے جاہلیت سے متاثر خواتین پر تعریض ۶:۲۲۱
ازواجِ رسول ﷺ کے لیے اعلان تخییر ۶:۲۱۵
ازواجِ رسول ﷺ کے سامنے اعلیٰ صفات کا ایک آئینہ ۸:۴۶۸
ازواجِ رسول ﷺ کے باہمی تعلقات کی خوشگواری ۸:۴۶۰
"ازواجِ مطہرہ" کا مفہوم ۱:۱۴۱، ۲:۴۲

## استغفار

استغفار کی حقیقت ۲:۴۴
استغفار کی برکت ۸:۵۹۷
استغفار کے لیے سازگار ساعت ۷:۵۹۳

## استکبار

'استکبار' کا مفہوم ۸:۵۹۵
استکبار ابلیس کی صفت ہے ۶:۵۴۸
استکبار دین کے لیے حجاب ہے ۷:۱۸۸
استکبار ضلالت کا سب سے بڑا سبب ہے ۱:۵۹۹
استکبار سے پاک مومنین کا صلہ ۹:۴۸۴
استکبار کا شجرہ نسب ۶:۵۴۸
استکبار کلام کے انداز سے بھی نمایاں ہوتا ہے ۷:۴۸
استکبار کے باعث رسول کی تکذیب ۶:۳۹۳
اصل سببِ استکبار و اعراض ۵:۱۵۰
فاسقانہ قیادت کی بنیاد استکبار ہے ۷:۴۸

ان بندوں کا بیان جو استکبار سے پاک رہے ۹:۴۸۴
استکبار کی سزا ۶:۱۲۲، ۸:۱۱۴
استکبار کی سزا دنیا اور آخرت کی رسوائی ۵:۲۲۰
(نیز دیکھیں تکبر)

## اسلام

اسلام کا مفہوم ۱:۳۴۳
اسلام، بعثتِ نبوی کی برکات ۲:۲۱۲
اسلام تمام کائنات کا دین ہے ۲:۱۳۶، ۷:۸۴
اسلام کا کلمہ جامعہ ۲:۱۳۶
اسلام کی ابتدا میں مسلمانوں پر اللہ کے انعامات ۳:۴۶۰
اسلام کی اصل ملت ابراہیمؑ ہے ۱:۳۴۷
اسلام کی اصل روح احسان ہے ۷:۱۴۰
اسلام کی دعوت سے بڑی کوئی دعوت نہیں ۷:۱۰۱
اسلام کی دعوتی فتوحات ۴:۳۰۱
اسلام کی کامیابی کی بشارت ۹:۵۹۷
اسلام کی مخالفت کے لیے قریش کا ایک حربہ ۵:۶۹۱
اسلام کی مخالفت فساد فی الارض ہے ۱:۴۹۵
اسلام کے تدریجی ارتقا کی تمثیل ۷:۴۷۵
اسلام کے تدریجی عروج میں نشانی ۴:۳۰۰
اسلام کے غلبہ کے بارے میں سابق صحیفوں کی تمثیلات ۷:۴۷۰
اسلام کے غلبہ کے آثار کی طرف قرآن کا اشارہ ۵:۱۵۰
اسلام کے غلبہ کی بشارت ۷:۴۶۵
اسلام کے غلبہ کا واضح اعلان ۸:۳۶۴
اسلام کے نظام اجتماعی کی تصویر نماز میں ۷:۱۷۹
اسلام کا محسن سمجھنے والے اعراب کے غرور پر ضرب ۷:۵۱۹، ۵۲۲
اسلام کے مخالفین سے بے پروائی کا اعلان ۷:۱۱۸
اسلام کے مخالفین کی ہٹ دھرمی ۶:۳۳۲
اسلام کے نظام میں کوئی خلاف فطرت چیز داخل نہیں ہوسکتی ۶:۱۸۹
اسلام قبول کرنے والی خواتین کی بیعت ۸:۳۴۳
اسلامی شریعت کا مزاج ۱:۵۱۸
اسلام میں بنیادی نیکیاں ۱:۱۰۴
اسلامی نظام میں حکمران اسلامی کنبہ کا قیم ہوتا ہے ۵:۱۱۰
اسلامی معاشرہ کا اخلاقی اصول ۵:۳۸۳
اسلامی معاشرہ میں فرق مراتب کی ترتیب ۳:۶۵۷
اسلام ہی اللہ کا دین ہے ۲:۵۱
اسلام سے پہلے نذر کی اہمیت ۹:۱۱۱
اسلام کی بدولت مال دار بننے والوں کی کمزوری ۳:۶۱۱
رہبانیت کے صالح اجزا اسلام میں موجود ہیں ۸:۲۳۴

## اشتراکیت پسند

اشتراکیت پسندوں کا ایک بے بنیاد استدلال ۷:۸۳
اشتراکی ذہن کے لوگوں کا ایک بے بنیاد استدلال ۸:۷۷

## اشرار

اشرار کے فتنوں کے مخفی فوائد ۵:۲۷۱
اشرار کو تنبیہ ۷:۱۰۹
اشرار کی کینہ توزی ۸:۲۵۹
شریروں کا اصل مغالطہ ۸:۲۶۰

## اشہرِ حرم

'اشہرِ حرم' سے مراد ۱: ۳۳۴، ۳: ۵۴۰
اشہرِ حرم سے متعلق سوال ۱: ۲۷۴، ۵۱۲
اشہرِ حرم میں دفاعی جنگ جائز ہے ۱: ۴۷۴
اشہرِ حرم کا احترام ۳: ۵۷۰
اشہرِ حرم کی حرمت کا قصاص ۱: ۵۱۲

## اصحٰب الشمال

اصحٰب الشمال کا انجام ۴: ۵۲۵
اصحٰب الشمال کا حشر ۸: ۱۶۹
اصحٰب الشمال کا حال ۸: ۵۴۸
اصحٰب الشمال کی فردِ جرم ۸: ۵۴۹

## اِصلاح

اولاد کی اصلاح کے لیے فکر مند رہنے کی تعلیم ۸: ۲۷
معاشرہ کی اصلاح کی ذمہ داری ہر شخص پر ہے ۳: ۵۹۴
موجودہ زمانے کی مدعیانِ اصلاح کی کج فہمی ۷: ۴۸۷
وصیت میں تبدیلی کی ممانعت اصلاح کی ممانعت کے ہم معنیٰ نہیں ہے ۱: ۴۴۱

## اضداد

اضداد میں توافق کی ایک آفاقی اور انفسی دلیل ۵: ۸۷، ۴، ۶: ۵۴۴
اضداد اور ان کی باہمی سازگاری کا درس ۹: ۳۸۵، ۳۸۹
اشیاء کی اصل حقیقت ان کے اضداد سے واضح ہوتی ہے ۵: ۲۷۲
تضاد کے اندر توافق کی ایک اور نشانی ۸: ۱۳۵

## اعراض

اصل سبب اعراض کی طرف اشارہ ۷: ۱۸۸
اعراض کرنے والوں کے حال پر تعجب ۹: ۶۵
اعراض کا بہانہ ۹: ۶۵
اعراض کی تصویر اور اس کا سبب ۹: ۹۵
یاددہانی سے اعراض کرنے والوں کا انجام ۵: ۳۳۶

## اعراب

اعراب سے مراد ۳: ۶۲۵
اسلام کا محسن سمجھنے والے اعراب کے غرور پر ضرب ۷: ۵۱۹
اعراب کی اسلام دشمنی اور بدخواہی ۳: ۶۲۹
اعراب میں مخلصین اور راست باز ۳: ۶۳۰

## اعمال

عمل صالح کا مفہوم ۹: ۵۳۵
اعمال کی میزان میں عورت و مرد دونوں برابر ہیں ۲: ۲۳۱
اعمال کی مقبولیت کی شرط ـــــ احسان ۳: ۶۶۱
اعمال حسنہ کو صالحات سے تعبیر کرنے کی حکمت ۹: ۵۳۵
شرافت اور رذالت کا انحصار آدمی کے اعمال پر ہے ۵: ۵۳۲
نبی کا گھرانا ایمان و عمل صالح سے بنتا ہے ۴: ۱۴۵
دفترِ اعمال ۴: ۵۹۲
عمل کی قدر و قیمت پر تغیر حالات کا اثر ۸: ۲۰۶
جزاء اور عمل کی مطابقت ۵: ۲۳۲
حبطِ عمل کی حقیقت ۲: ۵۵

معروف پر عمل کی آزادی کا مفہوم ۵:۲۵۸
برائی فیشن کی حیثیت سے ۶:۳۶
نحوست آدمی کے اپنے اعمال کے اندر ہوتی ہے ۶:۴۱۵
ہر ایک کے سامنے اس کا اپنا ہی عمل آئے گا ۶:۴۳۳
لوگوں کے اعمال و اقوال کا ریکارڈ رکھنے کے لیے اہتمام ۷:۵۴۶
ان لوگوں کو تنبیہ جو ایمان و عمل کے بغیر جنت کے خواب دیکھ رہے ہیں ۸:۷۲
دوسروں کی نیکی کام آنے کی صورتیں ۸:۷۷
اللہ کے ہاں سب کا ریکارڈ محفوظ ہے ۸:۱۱۵
آدمی کے کام آنے والی چیز اس کا عمل ہے نہ کہ بڑوں سے نسبت ۸:۳۷۴
عمل کے اندر روح مداومت سے پیدا ہوتی ہے ۸:۵۷۲
وصل و فصل کی بنیاد ایمان و عمل پر ہونی چاہیے ۸:۶۲۲
عمل ہی نجات دے گا، عمل ہی ہلاک کرے گا ۹:۶۲
اعمال کا ریکارڈ رکھنے والوں کی ذمہ داری ۹:۲۴۳
اعمال کے ظہور کے بعد انقلابِ حال ۹:۲۶۱
سفلی اعمال کا شر ۹:۳۶۳
زمین ہر ایک کا ریکارڈ سنا دے گی ۹:۱۹۳
نیکیوں اور بدیوں کے جانچنے کے لیے ضابطہ ۹:۴۹۴
اعمال کے ریکارڈ کے ساتھ محرکاتِ اعمال کا ریکارڈ بھی خدا کے سامنے ہوگا ۹:۵۰۴

## امانت

امانت: لفظ کا وسیع مفہوم ۲:۲۲۳، ۳:۴۶۱
ہر عہد ایک امانت ہے ۳:۴۶۱
امانت اور عہد کی حفاظت ۵:۲۹۹، ۸:۵۷۵
امانتِ خلافت انسان کی فطرت میں ودیعت کی گئی ہے ۶:۲۷۹
امانتِ خلافت کے حامل ہونے کا لازمی نتیجہ جزا و سزا ہے ۶:۲۸۱

## اِمتحانات

امتحانات تربیت کا لازمہ ہیں ۵:۵۰
اللہ تعالیٰ نے زندگی کے ہر شعبہ میں امتحان رکھے ہیں ۹:۵۶
کھرے اور کھوٹے میں امتیاز کے لیے امتحان ۷:۴۲۲
اس دنیا میں امارت و غربت دونوں امتحان کے لیے ہیں ۳:۶۰
اللہ تعالیٰ کی آزمائشیں صرف امتحان کے لیے ہیں ۶:۵۰۰
اللہ تعالیٰ بندوں کا امتحان لینے میں نہایت کریم ہے ۷:۴۲۶
امتحانات کے بارے میں سنتِ الٰہی ۵:۵۱
امتحان: اللہ تعالیٰ کی سنتِ ابتلا ۳:۱۴۲، ۱۴۴
اللہ تعالیٰ جو ذمہ داری بندے پر ڈالتا ہے اس میں وہ اس کی مدد فرماتا ہے ۵:۵۱۶
انسان کے لیے اصل معرکہ امتحان ہے ۳:۲۳۲
امتحان و آزمائش میں اہلِ ایمان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا معاملہ ۵:۶۶۱
تکلیف و راحت دونوں آزمائشیں ہیں ۶:۹۷، ۸:۴۲۱
امتحان مومنوں کے لیے جنت کی راہ کھولتا ہے اور منافقین و منکرین کے لیے دوزخ کی ۷:۴۴۳
راہِ حق میں آزمائشیں لازماً پیش آتی ہیں ۶:۱۵
انبیاء اور ان کی امتوں کے لیے ایک امتحان ۵:۴۵۸

## اُمّی عرب

اُمّی عربوں پر اللہ تعالیٰ کا عظیم احسان ۶:۱۵۶
اُمّیوں پر احسان اور ان کی طرف سے اس کی ناقدری ۶:۳۳۳

## اِنتقام

انتقام ۴:۳۷۴

انتقام میں توازن ۷:۱۸۱

انتقام بقدرِ تعدّی جائز ہے۔[۷:۱۸۲]

ان لوگوں کے شبہ کا جواب جو انتقام کو دینداری کے خلاف سمجھتے ہیں ۷:۱۸۲

## انذار

انذار کی حقیقت ۱:۱۰۹

انذار و بشارت کی دلیل ۴:۲۳

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ۳:۶۴۸

انذار کا خاص موضوع ۶:۱۵۷، ۹:۴۷

قرآن انذار اور بشارت ہے ۶:۴۰۱

رسول کی ذمہ داری صرف انذار اور بشارت ہے ۶:۳۲۲

قرآن کا بنیادی پیغام: بشارت، انذار ۴:۱۰۷

اظہارِ احسان اور انذار بیک وقت دونوں ۴:۲۷۰

معروف و منکر کی حدود ۸:۳۴۴

نہی عن المنکر کے بارے میں ذمہ داری کی حد ۳:۳۸۰

انذار منکروں کو ۶:۵۴۷

انذارِ عام کا حکم ۹:۴۳

انذار کی تکذیب کرنے والوں کو تنبیہ ۷:۱۹

خدا کی پکڑ سے صرف حقِ نصیحت ادا کرنے والے ہی بچتے ہیں ۳:۳۸۰

حقِ نصیحت آخری دم تک ۳:۳۷۹

قریبی خاندان کو انذار کا حکم ۵:۵۶۲

عدالتِ عام سے انذار ۷:۱۴۴

## انکار

اصل سبب انکار ۵:۴۵۶

انکار کی اصل علت ۷:۲۷۲، ۸:۳۶

انکار کا اصل سبب ضد ہے ۹:۲۹۳

## اہلِ ایمان

اہلِ ایمان کا بیان ۹:۳۳۱

سچے اہلِ ایمان کے اَوصاف:

ایمان کی پہلی علامت ۳:۴۳۱

ایمان کی دوسری علامت ۳:۴۳۱

ایمان کی تیسری علامت ۳:۴۳۲

ایمان کی چوتھی علامت ۳:۴۳۳

سچے اہلِ ایمان کی صفات ۳:۵۵۲، ۶۴۶، ۷:۵۲۱

اہلِ ایمان کے فضائل ۴:۱۲۰

سچے اہلِ ایمان کا کردار ۳:۶۲۱

اہلِ ایمان کی اصلی چاہت ۳:۶۲

اللہ کی نعمتوں کے جائز حقدار اہلِ ایمان ہی ہیں ۳:۲۵۲

اللہ اور اہلِ ایمان کے مابین بیع وشرا کا معاہدہ ۳:۶۴۵

اہلِ ایمان کے لیے بشارت ۴:۸۱، ۳۲۶، ۶۸۱، ۵:۳۲۸، ۶:۶۶،
۷:۳۹۵

اہلِ ایمان کی مسرت کی تکمیل کے لیے ایک بشارت ۸:۲۵

اہلِ ایمان اور اہلِ کفر کے چہروں کا فرق ۹:۲۱۲

اہلِ ایمان اور اہلِ کفر کی تمثیل ۳:۱۵۹

ایمان والوں کی سب سے بڑی نیکی کافروں کے نزدیک سب سے بڑا

گناہ ہے ۹:۲۹۰

اہل ایمان کو ثباتِ قدم کی بشارت ۵:۲۷۲

اہل ایمان کو فلاح دنیا و آخرت کی بشارت ۵:۲۹۶، ۷۰۰

متکبرین کی کج بحثیوں کی تردید اور اہل ایمان کو کامیابی کی بشارت ۴:۴۰۶

اہل ایمان کے لیے بشارت اور مخالفوں کے لیے وعید ۸:۵۱۵

اہل ایمان کو تسلی ۸:۲۶۱

اہل ایمان کا صلہ ۴:۶۲۶

اہل ایمان کے لیے کامیاب تجارت ۸:۳۶۷

اہل ایمان کے ساتھ اللہ کا معاملہ ۶:۱۸

آزمائشوں میں اہل ایمان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا معاملہ ۵:۶۶۱

فائز المرام صرف اہل ایمان ہوں گے ۳:۵۵۱

اہل ایمان کے لیے آخرت میں اللہ تعالیٰ کا سلام و پیغام ۶:۲۴۰

اہل ایمان پر اللہ کا فضل ۴:۱۵۱

خدا اہل ایمان کا کارساز ہے ۲:۱۷۱

اللہ اور اہل ایمان کا معیارِ پسند و ناپسند الگ الگ نہیں ہوسکتا ۲:۳۷۹

اہل ایمان کا دشمن اللہ و رسول کا دشمن ہے ۳:۵۴۸

اہل ایمان کو دعوتِ عزم ۷:۲۴

اہل ایمان کی حوصلہ افزائی ۱:۵۰۳، ۳:۶۶۳، ۶:۲۱۱

پیغمبر ﷺ کی زبان تمام اہل ایمان کی ترجمان ۳:۶۲۷

اہل ایمان پر قرآن کا اثر ۳:۶۶۴

اہل ایمان کو اس دنیا میں بھی فرشتوں کی معیت حاصل ہوتی ہے ۷:۱۰۰

اہل ایمان کے لیے فرشتوں کا استغفار ۶:۲۴۰

اہل ایمان کے لیے صحیح روش ۲:۷۰، ۶:۲۷۸

ایمان لانے والوں کو جادۂ حق پر استقامت کی تلقین ۴:۱۷۵

اہل ایمان کے سیاسی نظم کی بنیاد شوریٰ پر ہے ۷:۱۷۸

اہل ایمان کو ستانے والوں کو وعید ۹:۲۹۱

اہل ایمان پر شیاطین کا کوئی زور نہیں چلتا ۴:۴۴۹

جو اہل ایمان کے ساتھ نہیں وہ اہل کفر ہیں ۵:۲۲۸

اہل ایمان کا انجام ۴:۲۷، ۳۲۲

اہل ایمان کے لیے مصیبت اور راحت دونوں میں خیر ہے ۳:۵۸۷


## اہلِ جنّت


اہل جنت اور اہل دوزخ اپنی نمایاں علامتوں سے ممتاز ہوں گے ۳:۲۶۶

منزل پر پہنچنے کے بعد اہل جنت کا جذبۂ شکر و سپاس ۳:۲۵۹

اہل ایمان کا حال جنت میں ۳:۲۵۸

متکبر جنت میں نہیں داخل ہوسکتا ۳:۲۵۸

اہل جنت کے لیے اصل رزق ۴:۶۶۹

اہل جنت کی عیش گاہ ۵:۴۶۰

اہل جنت کے احساسات اللہ تعالیٰ کے وعدوں کے ظہور کے بعد ۶:۳۸۶

اہل جنت کی تصویر ۶:۴۳۳

اہل جنت کی باہمی محبت و خوش دلی ۶:۴۶۶

اہل جنت کا ایک مکالمہ ۶:۴۶۷

اہل جنت کی شراب ۶:۴۶۶

اہل جنت کی حوریں ۶:۴۶۷

مستحقین جنت کا کردار ۷:۵۵۹

اہل جنت کا ایک دوسرے سے دریافتِ حال ۸:۲۸

اہل جنت کا لباس ۹:۱۱۶

اہل جنت کے ذوق کا لحاظ ۹:۱۱۶

مستحقین جنت کو براہِ راست بشارت ۹:۳۶۱
اہل جنت کی مجلس ہر شر سے محفوظ ہوگی ۹:۳۳۱

## اہل دوزخ

اہل دوزخ کے لیے اوّلین سامانِ ضیافت ۳:۱۸، ۴:۲۴، ۶:۴۶۹
دوزخ میں جرائم کے اعتبار سے درجہ بندی ۳:۱۶۷
اہل دوزخ کی باہمی جوتی پیزار کی تصویر ۳:۲۵۶، ۵:۶۹۸
اہل دوزخ کی تفضیح ۳:۲۶۴
دوزخ اور اہل دوزخ کی تصویر ۵:۴۵۴
پیروؤں کا ماتم اپنی بدبختی پر ۵:۵۲۸
لیڈروں اور پیروؤں میں جھگڑا ۵:۵۱، ۷:۵۲، ۶:۳۲۴، ۴۶۳
اہل دوزخ کی تُو تکار ۶:۵۴۴
لیڈر اور پیرو دونوں جہنم میں ۶:۴۶۴
لیڈروں اور پیروؤں کا حال دوزخ میں ۷:۴۸
اہل دوزخ کا حشر ۶:۴۶۹
اہل دوزخ کی آخری تدبیر اور اس کی ناکامی ۷:۴۹
اہل دوزخ کی فریاد جہنم کے داروغہ سے اور اس کا جواب ۷:۲۵۴
اہل دوزخ کے لیے ابدی مایوسی ۷:۲۵۳
جہنمیوں کا اعتراف کہ انھوں نے اپنی عقل سے کام نہیں لیا ۸:۴۹۴
اہل دوزخ کا اعترافِ جرم ۹:۶۳
دوزخیوں کی غذا ۹:۳۳۰
جہنمیوں کا نظارہ ۶:۴۶۸

## اہل عرب

اہل عرب کو تنبیہ ۵:۵۵۸
اہل عرب کا ایک معاشرتی اصول ۶:۱۸۹
اہل عرب کے اندر ایک رسول کی بعثت کی روایت ۶:۳۹۲
اہل عرب پر عظیم احسان ۹:۴۵۵
عربوں پر قرآن کا خاص حق ۳:۱۱۰، ۷:۷۸
عربوں پر قرآن کا اتمامِ حجت ۵:۹۵

## ایّام

ایام اللہ سے مراد ۴:۳۱۱
ایام الٰہی ہمارے دنوں سے مختلف ہیں ۷:۸۱
ایام الٰہی کی نوعیت ۶:۱۵۸
ایام معدودات ۱:۴۴۶
'ایام معلومات' سے مراد ۵:۲۴۴
ایام نحسات ۸:۱۰۴
ایّام کی مجموعی تعداد جو آسمانوں و زمین کے پیدا کرنے میں لگے ۷:۸۳

## ایمان

ایمان کی اصل حقیقت ۴:۸۰، ۷:۵۲۰
ایمان کا مفہوم۔ ۲:۱۲۷، ۹:۵۳۴
'ایمان' اور 'ایقان' کے درمیان فرق ۱:۹۳
ایمان اور اس کے اجزاء ۱:۴۲۳
ایمان باللہ کا صحیح مفہوم۔ ۴:۲۷۳
ایمان باللہ کا کرشمہ ۳:۳۴۸
ایمان باللہ کے نتیجے میں انقلاب حال ۳:۳۴۹
ایمان بالرسالت کی اہمیت ۱:۷۵
ایمان بالملائکہ ۱:۴۲۳
ایمان باللہ اور ایمان بالآخرت کا لازمی تقاضا ۸:۴۳۹

اجمالی ایمان تمام انبیاء اور تمام صحیفوں پر ۱:۶۴۸

معتبر ایمان ۱:۵۰۰

ایمان بالقسط ۲:۵۵

معتبر ایمان کی شرط ۳:۲۱، ۷:۸۱

تقلیدی ایمان ضعیف ہوتا ہے ۹:۵۷

تحاکم الی الطاغوت ایمان کے منافی ہے ۲:۳۲۶

ایمان کی بنیادی شرط رسول کی اطاعت ظاہراً و باطناً ۲:۳۲۹

خدا کے ہاں کام آنے والی چیز ایمان و عمل صالح ۲:۳۸۴

ایمان ہر نیکی کی جڑ ہے ۲:۱۲۰، ۵:۲۳۰

نجات کی راہ ایمان و عمل صالح ہے نہ کہ جھوٹی آرزوئیں ۲:۳۹۲

ایمان کی راہ اہل عقل کے لیے کھلتی ہے ۱:۵۰۰

عقل و ایمان لازم و ملزوم ہیں ۸:۴۴۶

ایمان و یقین کے مدارج ۳:۹۲

حمایت و نصرت کی بنیاد اسلام میں ایمان ہے ۳:۵۱۷

مرغوباتِ نفس اور ایمان کا تقاضا ۳:۵۵۳

ایمان باللہ کا لازمی تقاضا ۳:۴۳۱، ۷:۴۱۵، ۴۱۷، ۸:۲۱۵

ایمان کا لازمی تقاضا اطاعت ۵:۴۲۶، ۸:۲۰۳

ایمان کا صحیح تقاضا ۷:۴۱۷

صحیح روش جو ایمان کا تقاضا ہے ۶:۲۷۸

صحیح روش اختیار کرنے کا ثمرہ ۶:۲۷۸

اسلام میں حمایت و نصرت کی بنیاد ایمان پر ہے ۳:۵۱۷

انسان کے اندر وزن ایمان سے پیدا ہوتا ہے ۷:۲۳۸

کتاب اور ایمان میں نسبت قالب اور روح کی ہے ۷:۱۹۵

ایمان پر ثابت قدم رہنے والوں کو بشارت ۷:۱۰۰، ۹:۲۹۲

خدا کے تقرب کا واحد ذریعہ ایمان اور عمل صالح ۶:۳۶۳

خدا کی دوستی ایمان و تقویٰ کی بنا پر ۴:۶۶

ایمان لانے والوں کو صلہ ۴:۵۸۲

نورِ ایمان کا کرشمہ ۵:۵۱۵

ایمان کی روشنی ان کو نصیب ہوتی ہے جن کی فطرت صالح ہوتی ہے ۵:۴۱۰

ایمان کی مقبولیت کے لیے اعمال صالحہ شرط ہیں ۵:۶۹

مہاجرین اور انصار کے ایمان کی خصوصیات ۳:۶۵۷

برے سے برے ماحول کے اندر بھی اپنے ایمان کی حفاظت واجب ہے ۸:۴۷۴

منافیِ ایمان باتوں سے اجتناب کی تاکید ۷:۵۰۵

ایمان کے گھٹنے بڑھنے کا مفہوم ۳:۳۴۳، ۷:۴۴۲

ازدیادِ ایمان کا صلہ ۷:۴۴۲

ایمان کی جانچ کے لیے آزمائشیں ۶:۲۰، ۷:۴۴۱

ایمان لانے کے لیے اصلی چیز یہ ہے کہ آدمی کے اندر ایمان کا ارادہ پایا جاتا ہو ۷:۳۰۴

بعد از وقت ایمان ۶:۳۴۲

وقت گزر جانے کے بعد ایمان بے فائدہ ہے ۳:۴۰۳

نمائشی ایمان کے ساتھ کوئی عمل مقبول نہیں ہوتا ۶:۲۰۶

مشاہدہ کے بعد کا ایمان بے سود ہے ۶:۱۶۳

ایمان سے گریز کی اصلی علت ۳:۱۶۱

ایمان کے لیے اصلی حجاب ۳:۱۴۲

ایمان کے باب میں سنتِ الٰہی ۳:۱۴۲، ۴:۷۵، ۹۱، ۷:۳۰۴، ۹:۱۲۰

ایمان کی رہنما آفاق و انفس کی نشانیاں ہیں ۴:۲۸۹

ایمان بالباطل کی تفصیل ۴:۴۳۱

ایمان سے محروم اکثریت گندگی کا ڈھیر ہے ۴:۱۴۲
جھوٹے مدعیان ایمان کا انجام ۳:۵۵۳
اصلی قدر و قیمت ایمانی اقدار کی ہے ۳:۵۵۶
جو لوگ خدا کے قانون کی زد میں آ چکے وہ ایمان نہیں لائیں گے ۶:۳۵۸
ایمان باللہ اور تقوٰی کے بغیر سامانِ عیش تباہی کا پیش خیمہ ہے ۷:۲۸۳
ایمان کے بغیر طمانیت حاصل نہیں ہوتی ۵:۱۰۲
ایمان کے مدعیوں کو تنبیہ ۶:۲۰
غنا کا سرچشمہ ایمان اور معرفت الٰہی ہے ۹:۴۱۷
ایمان کے نام نہاد محسن ۷:۵۱۹
ایمان کے نتیجہ میں مغفرت ۸:۵۹۲
ایمان وصل و فصل کی بنیاد ہونا چاہیے ۸:۶۲۲

## بادشاہی

ابدی بادشاہی یا ابدی ہلاکت ۷:۲۶۹
ابدی بادشاہی ۷:۵۶۰

## بارش

بارش اور کھیتی کے نظام میں نشانیاں اور سبق ۶:۵۸۰، ۷:۳۰۴
بارش کے ایک خاص پہلو کی طرف اشارہ ۷:۲۱۱
بارش کی نشانیوں کی طرف اشارہ ۵:۴۷۶

## باطل

باطل ایک بے ثبات چیز ہے ۶:۳۴۰
باطل کی راہ پر چلنے والے مستحق عذاب ہیں ۶:۳۷۷
باطل نابود اور حق غالب ہو کر رہتا ہے ۴:۷۸
باطل کی راہ پر چلنے والوں کو مہلت دینے میں مصلحت ۶:۳۷۳
باطل نماز کی علامت ریاکاری اور خست ہے ۹:۵۸۵
باطل کی چمک دمک عارضی ہوتی ہے ۴:۷۸
شرکاء و شفعاء کا غرہ بالکل باطل ہے ۸:۳۸

## باغ والے

باغ والوں کو کامیابی کا غرہ ۸:۵۲۱
باغ پر خدائی گردش ۸:۵۲۲
باغ والوں کی امنگیں اور محرومی ۸:۵۲۲
معقول آدمی کا احساس ۸:۵۲۴
باغ والوں (اصحٰب الجنہ) کی تمثیل ۸:۵۲۲

## بت

بت اور ان کے پجاری دونوں جہنم میں ۵:۱۹۱
بتوں کو جہنم میں ڈالنے کا مقصد ۱:۱۳۹، ۵:۱۹۲
بتوں پر ایک تعریض ۳:۲۹

## بخیل

بخیلوں کی نفسیات کا ایک خاص پہلو ۲:۲۹۹، ۳:۶۱۳
بخیلوں کی عام روش ۸:۷۵
بخیلوں کا ذہن ۹:۴۰۵
بخیل مالداروں کو تنبیہ ۸:۷۹، ۹:۴۰۴
بخیل سرمایہ داروں کی نہایت جامع تصویر ۹:۵۴۹
بخیلوں کا باطن ۹:۵۴۹
بخیلوں کے سرمایہ کا حشر ۹:۵۵۰
بخیلوں کا انجام ۸:۵۷۰

## بدعت

کسی چیز کو بے سند شریعت قرار دینا بدعت ہے ۳:۱۵۵

ہر بدعت خواہش نفس سے وجود میں آتی ہے ۸:۶۳

بدعات پر قریش سے دلیل کا مطالبہ ۳:۱۸۸

مشرکین عرب کی بدعات کی تفصیل ۳:۱۷۰

بدعات کا فریب ۳:۱۴۳

رہبانیت بدعت ہے ۸:۲۳۳

## بدی و نیکی

بدی کا شعور انسان کی فطرت میں ہے ۹:۸۰

بدی کی تمام باتوں کا تین عنوانات کے تحت بیان ۷:۱۷۷

بدی کی کثرت اس کے جواز کی دلیل نہیں ۲:۵۹۹

نیکی کے کاموں کا خاص مزاج ۹:۳۷۷

نیکی اور بدی کے مزج کا فرق ۹:۵۰، ۳۷۵

نیکی کے کاموں کے لیے صبر کی ضرورت ۹:۳۷۷

نیکیوں اور بدیوں کے جانچنے کا ضابطہ ۹:۴۹۴

نیکی سے اعراض کی تصویر اور اس کا سبب ۹:۹۵

نیکی کی جڑ ایمان ہے ۲:۱۶۰

نیکی اور بدی کے لیے نفس کی شہادت ۹:۳۸۷

نیکی اور بدی کا فطرت میں شعور ۹:۳۷۵

## بعثت

بعثت: لفظ کا مفہوم ۱:۵۶۹

بعثت کا لازمی تقاضا ۶:۱۷۲

بعثت نبوی کی برکات ۲:۲۱۲

بعثت نبوی کے عظیم احسان کا تذکرہ ۳:۲۶۶

بعثت سے پہلے دین حنیفی کے پیروؤں کا حال ۹:۴۱۶

## تاریخ

تاریخ کے دلائل کی طرف اشارہ ۶:۷۸

تاریخ کا ایک فلسفہ ۷:۲۸۵

تاریخ کی شہادت قوموں پر عذاب آنے کے سلسلے میں ۴:۳۲

تاریخ سے سبق لینے کی ہدایت ۸:۴۹۸

## تبلیغ

تبلیغ کا مفہوم ۴:۵۲۴

تبلیغ کی حکمت ۳:۷۹، ۴:۴۶۳، ۵۱۱

تبلیغ میں رسول کریم ﷺ کی محنت شاقہ ۵:۱۴

تبلیغ: رسول کریم ﷺ کو اہل خشیت کی طرف متوجہ ہونے کی ہدایت ۳:۵۷

غربائے مسلمین کے خیر مقدم کی ہدایت ۳:۶۱

تبلیغ و دعوت کے معاملہ میں مسلمانوں کی ذمہ داری ۴:۵۱۱

## تحریف

تحریف ۲:۴۸۱، ۵۲۲

تحریفِ کلام اللہ اور اس کی شکلیں ۱:۲۵۲

تورات کے بعض ناموں کی تحریف میں اہل کتاب کی جسارت ۸:۳۶۰

## تحریم و تحلیل

تحریم کا مفہوم ۲:۵۸۸، ۳:۲۷۱، ۸:۴۴۹

تحریم و تحلیل کی وضاحت ۲:۵۸۸
تحریم و تحلیل اپنے جی سے مقرر کر لینا اللہ پر افترا ہے ۴:۶۴
(نیز دیکھیں حرام و حلال)

## تخلیق

تخلیقِ کائنات بے مقصد نہیں ۷:۳۹۰
تخلیقِ کائنات میں تدریج ۶:۱۵۷
انسان کی اپنی خلقت ایک درس گاہ ہے ۵:۲۱۷
تخلیقِ انسانی میں قدرتِ الٰہی کا مشاہدہ ۶:۸۴
تخلیقِ انسانی کے مراحل ۶:۱۶۰، ۱۶۱، ۵۶۵
تخلیق کے مراحل ۷:۸۴
آسمانوں اور زمینوں کی خلقت کی تفصیل ۷:۸۱
تخلیق، ایام کی مجموعی تعداد ۷:۸۳
زمین اور اس کے بعض آثار و برکات ۷:۸۲
مخلوقات کے لیے ان کے جبلی تقاضوں کے مطابق غذا فراہم کی گئی ۷:۸۳

## تخییر کی آیات

تخییر کی آیات کا مفہوم ۶:۲۱۷
تخییر کی آیات کا پس منظر ۶:۲۱۵

## تدبّرِ قرآن

تدبّرِ قرآن کی تصنیف کا اصل محرک ۹:۹
تدبّرِ قرآن کی تاریخ ۹:۷
تدبّرِ قرآن کا نہج ۱:۱۳، ۴۱، ۹:۸
تدبّرِ قرآن کا مستقبل ۹:۱۱
تفسیر اور فہمِ قرآن کے وسائل ۱:۱۳
تدبّرِ قرآن کی خصوصیات ۱:۴۱، ۹:۷

## تذکیر

تذکیر کی اہمیت ۹:۳۱۹
تذکیر سے اعراض کرنے والوں کا انجام ۵:۳۳۶، ۷:۹۸
تفکر و تذکیر ۴:۳۹۶

## تربیت

تربیت کے لیے تلاوت اور نماز کا حکم ۶:۵۱
رنج و راحت دونوں انسان کی تربیت کے لیے ہیں ۹:۴۱۳
برے ماحول کے اندر اپنی اعلیٰ تربیت کی عظیم مثال ۸:۴۷۵

## تزکیہ

تزکیہ کا مفہوم ۱:۳۴۱
تزکیہ کی اہمیت ۹:۳۱۹
تزکیہ اور تطہیر کا فرق ۳:۶۳۹
تزکیہ کے طالبوں کی صفات ۹:۱۹۹
تزکیہ، رسول ﷺ کی بعثت کا اصل مقصد ۹:۲۰۰
(نیز دیکھیں مقالات میں نبی ﷺ کے فرائض منصبی)

## تسبیح

تسبیح کی اہمیت ۹:۳۱۳
تسبیح کی حقیقت اور اس کے مختلف پہلو ۱:۱۵۹، ۴:۵۰۸، ۸:۱۹۶
تسبیح اور حمد کے مفہوم کی وضاحت ۷:۱۴۱
تسبیح خداوند تعالیٰ ہی کا حق ہے ۸:۳۱۵

کائنات کی ہر چیز اللہ ہی کی تسبیح کرتی ہے ۵:۴۱۹، ۶:۸۰، ۸:۲۸۲، ۳۱۵

## تسخیر

تسخیر کا مفہوم ۱:۳۹۸
تسخیر اشیا انسان کی نفع رسانی کے لیے ہے ۴:۳۲۹
تسخیر بحر ۴:۳۹۷
تسخیر کائنات اللہ تعالیٰ کا فضل ہے ۵:۱۷۶

## تصوّف

تمام غلط وسائل اور واسطوں کی نفی ۱:۴۲۴
مال فی نفسہٖ ایک ناپاک اور نجس چیز کی تردید ۱:۴۳۹
تصورِ شیخ کی بدعت ۳:۱۳۲
خدا دیکھنے اور چھونے کی چیز نہیں ہے، اس سے قرب و بُعد دل کے واسطہ سے پیدا ہوتا ہے ۳:۱۳۲
لباس کو ایک آلائش اور نیم عریانی کو مذہبی تقدس کا درجہ دینے کی نفی ۳:۲۴۴
طوافِ عریاں کا فلسفہ اور اس کے مہلک اثرات ۳:۲۴۸
اس جوگ کی نفی جو عریانی کو تقویٰ ٹھہرائے ۳:۲۵۱
جو لوگ اللہ کی نعمتوں کو مایا کا جال سمجھتے ہیں اور ان سے دستبرداری کو تقرب الٰہی کی شرط ٹھہراتے ہیں، ان کا خیال صحیح نہیں ہے ۳:۲۵۲
مشاہدۂ ذاتِ الٰہی کا نصب العین ۳:۳۶۲
مشرکانہ عبادت کے اجزا ۳:۲۷۴، ۳۷۴
ترکِ دنیا کے حق میں اربابِ تصوف کا غلط استدلال ۴:۵۷۰
اقطاب و ابدال کا تصور بے بنیاد ہے ۴:۶۱۱
سامری کو متصوفانہ قسم کے کشوف و کرامات کے ڈھونگ رچانے کا فن معلوم تھا ۵:۷۵
شہوانی خواہشات، تقویٰ، دینداری اور خدا ترسی کے منافی نہیں ۵:۲۹۸
مراقبہ کا طریقہ تمام مشرک قوموں میں رہا ہے ۵:۵۶۶
السجدۃ ۹ سے وحدت الوجود کا غلط استدلال ۶:۱۶۱
جو لوگ الہام اور مکاشفہ و مخاطبہ وغیرہ کے مدعی ہیں ان کی مبشرات والی حدیث سے تردید ہو جاتی ہے ۶:۲۴۷
غلبۂ حال کے واقعات دوسروں کے لیے سند نہیں ہوتے ۶:۵۳۳
مشرکین کے فکری تضادات پر تبصرہ ۷:۲۱۴، ۲۱۵
راویوں پر جراح کو غیبت قرار دینے کا سہرا ہمارے اربابِ تصوف کے سر ہے ۷:۵۰۲
اربابِ تصوف اخلاق و موعظت کی روایات میں تحقیقِ سند کی اہمیت کے قائل ہی نہیں ہیں ۷:۵۱۳
ایک باوفا مومن کے لیے ترکِ دنیا ضروری نہیں ہے ۷:۵۵۹
النجم ۱۰ سے بعض صوفیوں نے یہ بالکل غلط نتیجہ نکالا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نعوذ باللہ آنحضرت ﷺ کو حضرت جبرئیلؑ کا بندہ قرار دیا ہے ۸:۵۵
عقیدۂ وحدت الوجود ۷:۲۱۴، ۸:۴۳
انسان کا بلند سے بلند رتبہ بادشاہِ حقیقی کا قرب نہ کہ انضمام ۸:۱۱۶
رہبانیت دین میں کس طرح گھسی؟ ۸:۲۳۱
عقیدۂ وحدت الوجود پر ضربِ کاری ۸:۵۷۸
اِس دنیا میں صرف علم یقین حاصل ہوتا ہے، عین الیقین نہیں حاصل ہوتا۔ جن لوگوں نے یہ دعویٰ کیا ہے ان کا دعویٰ بے بنیاد ہے ۹:۵۲۴

## تعلیم

اسلام میں تعلیم کا اصلی مقصد ۳:۶۶۲
یہ دنیا اپنے وجود میں ایک تعلیم گاہ ۶:۳۶۲
مشاہدات ربوبیت کی اصل تعلیم ۷:۳۱۰
تمام نبیوں کی تعلیم بھی ایک ہی رہی ہے اور طریقۂ تعلیم بھی ایک ہی رہا

ہے ۷:۱۳۹
قرآن کی تعلیم تمام نبیوں کی تعلیم ہے ۹:۳۲۰
خدا کی سنتِ علم کی بار بار یاد دہانی کی حکمت ۵:۳۹۵
تعلیم کتاب وحکمت کا مفہوم ۱:۳۴۰
ابراہیمؑ اور موسیٰؑ کے صحیفوں کی بنیادی تعلیم ۸:۷۶
تواضع اور فروتنی کی تعلیم ۶:۱۳۳
پیغمبر کی تعلیم عین اللہ کی تعلیم ہے ۱:۵۵۴

## تقدیر

تقدیر کا مفہوم ۳:۱۲۰، ۹:۱۱۴
تقدیر کا فلسفہ ۸:۲۲۴
تقدیر کا نوشتہ اٹل ہے ۸:۲۲۲
تقدیر اور تدبیر کا باہمی تعلق ۴:۲۴۱
تقدیر الٰہی کے بھید کسی کو معلوم نہیں ۵:۶۶۰

## تقلید

تقلید آبا کا تعصب گمراہ کن ہے ۶:۱۳۹
تقلید آبا سے غلط استدلال ۷:۲۱۷
تقلیدی ایمان ضعیف ہوتا ہے ۹:۵۷
کسی کی تقلید آنکھ بند کر کے جائز نہیں ۶:۲۷۶

## تقویٰ

'تقویٰ' کا لفظ وسیع معنوں میں ۲:۱۷۱
تقویٰ کی حقیقت ۲:۲۳۳
رہبت، تقویٰ اور خشوع ایک ہی حقیقت کے مختلف مظاہر ہیں ۱:۱۸۲
تقویٰ کے مختلف درجے ۱:۱۰۲
تقویٰ کا ثمرہ ۱:۹۴
تقویٰ، ایمان اور احسان ۲:۵۹۳
تقویٰ دین کی روح ۲:۱۷۴
تقویٰ کی روح ۷:۵۹۰
تقویٰ کے اندر احسان کی روح ۷:۵۹۱
تقویٰ اور احسان کی بعض علامات ۷:۵۹۲
تقویٰ انسان کا باطنی لباس ہے ۳:۲۴۴
تقویٰ، بر اور اصلاح سے مراد ۱:۵۲۹
تقویٰ، تذکیر اور تعقل میں معنوی ربط ۳:۲۰۴
تقویٰ کی تاکید ۴:۹۵
اجتماعی تقویٰ کی وضاحت ۳:۴۳۰، ۵۳۹
افراط اور تفریط دونوں تقویٰ کے خلاف ہیں ۳:۲۵۱
اللہ کے خوف کے بغیر سامانِ عیش تباہی کا پیش خیمہ ہے ۷:۲۸۳

## تکبّر

کبر قبولِ حق کی راہ کی سب سے بڑی رکاوٹ ہے ۱:۵۷
تکبر شرک ہے ۳:۲۳۱
تکبر ضلالت کا سب سے بڑا سبب ہے ۱:۵۹۹
متکبرین کے تکبر کی تصویر ۴:۱۰۸
تکبر کرنے والا جنت میں نہیں داخل ہوسکتا ۳:۲۵۸
غرور و تکبر کی ممانعت ۴:۵۰۲
غرور و تکبر شرک ہے ۴:۵۸۸
کبر و غرور کی سزا دنیا و آخرت کی رسوائی ۵:۲۱۹

نیز دیکھیں استکبار

## تکذیب

تکذیب کی علت ۸:۹۳، ۹:۲۵۸
تکذیب کرنے والوں کو سخت دھمکی ۹:۲۸

## تلاوتِ آیات

تلاوتِ آیات کا مفہوم ۱:۳۴۰
تلاوتِ قرآن کے لوازم ۱:۳۴، ۸:۱۸۴

## تمثیل

تمثیل سے متعلق ایک اصولی حقیقت ۱:۱۲۹
تمثیل کی اصل قدر و قیمت ۱:۱۴۱
تمثیل میں الذی کا معرفہ کے لیے ہونا ضروری نہیں ۷:۳۶۵
صفاتِ الٰہی کے باب میں تمثیل سے احتراز کی ہدایت ۴:۴۳۱
خدا کی بیان کردہ تمثیل ۴:۴۳۱
سرکشوں اور غافلوں کی تمثیل ۴:۵۲۱
دنیا کی زندگی کی تمثیل ۴:۴۱، ۵۹۰
ایک حقیقت افروز تمثیل ۴:۴۰
اصنام کی بے حقیقتی کی تمثیل اور ان کے حامیوں کو جواب ۵:۲۸۵
دل کے اندر نورِ ایمان کی تمثیل ۵:۴۰۹
تمثیل میں معابد کے ذکر کی وجہ ۵:۴۱۱
کفار کی ذہنی تاریکی کی تمثیل ۵:۴۱۵
رحمت اور عذاب کی تمثیل ۵:۴۲۱
دنیا کی کامیابی پر مغروروں کے لیے ایک تمثیل ۷:۱۷۲
جنت کی تمثیل ۷:۴۰۴
ان تمثیلات کا حوالہ جو اسلام کے تدریجی غلبہ سے متعلق سابق صحیفوں میں ہے ۷:۴۷۰
تورات میں وارد ایک تمثیل کی طرف اشارہ ۷:۴۷۰
انجیل کی تمثیل کا حوالہ ۷:۴۷۵
مفت کی جنت کے خواب دیکھنے والوں کی تمثیل ۸:۴۷
نفخ صور کے بعد قبروں سے نکلنے کی تمثیل ۸:۹۵
تباہی کی تمثیل ۸:۱۰۷
مقربین کی جنت کی تمثیل ۸:۱۶۳
سیدنا مسیحؑ کی کنواریوں والی تمثیل ۸:۳۵۹
زمین کی تمثیل ایک فرمانبردار ناقہ سے ۸:۴۹۶
نبی ﷺ پر عتاب کی ایک حقیقت افروز تمثیل ۹:۲۰۱
کشتی اور دریا کے سفر کی تمثیل ۴:۵۲۳
اللہ کی رحمت اور ناشکرے انسانوں کی تمثیل ۴:۴۰
یہود کے دو گروہوں کی تمثیل ۱:۱۲۹
موت، برزخ اور حشر کا تمثیلی مشاہدہ ۳:۶۹
غرضِ فاسد پر مبنی عمل کی تمثیل ۳:۶۴۴
مخالفینِ اسلام کی تمثیل ۳:۸۲

## تنبیہات

تنبیہات سے فائدہ نہ اٹھانے والوں کا انجام ۳:۴۹۷
تنبیہات سے فائدہ نہ اٹھانے کی ایک اور مثال ۴:۵۱۶
تنبیہ و تہدید ۶:۴۳۵

## تنگ ظرفی


تنگ ظرفوں کے کردار کا ایک خاص پہلو ۷:۱۲۷

تنگ ظرفی کا باعث صحیح عقیدے سے محرومی ہے ۷:۱۸۸


## توبہ


توبہ کا مفہوم ۱:۳۳۹

توبہ اور تطہیر کی حقیقت ۱:۵۲۶

'تابَ علیٰ' کا مفہوم ۳:۶۵۶

توبہ اور رجوع الی اللہ کی دعوتِ عام ۸:۱۷۴

توبہ اور اصلاح کی ترغیب ۷:۱۶۸

توبہ اور انفاق کی ترغیب ۳:۶۳۹

توبہ کی تاکید اور اس کے مؤیدات ۲:۳۶۲

توبہ کے بارے میں سنت اللہ ۱:۱۶۹

توبہ کی ابتدا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہے ۳:۶۶۰

توبہ کی قبولیت کے شرائط ۱:۳۸۸، ۲:۲۶۶

توبہ کے اثرات ۵:۴۸۹

توبہ کے دو رکن ۴:۱۰۷

توبہ آدمی کے مرتبہ کو اور بڑھا دیتی ہے ۶:۵۲۷

توبہ کرنے والوں کے لیے بشارت ۴:۴۶، ۵:۴۸۹

'قبولیتِ توبہ' کی عام بشارت ۳:۶۵۶

'قبولیتِ توبہ' کی مشروط بشارت ۳:۶۳۸

توبہ سے آدمؑ نے ہاری ہوئی بازی پھر جیت لی ۳:۲۳۷

آدمؑ کی توبہ کا اثر ۵:۱۰۰

جو خواہشوں کے بندے ہوتے ہیں ان کی توبہ عارضی ہوتی ہے ۷:۲۷۸

سچی توبہ کے لیے سچی بیقراری ۳:۶۵۹

توفیقِ توبہ سے محرومی ۳:۶۶۵

ان قوموں کا بیان جن کی توبہ قبول نہیں ہوتی ۲:۱۳۸


## توحید


توحید کی اَصل حقیقت ۳:۹۸

توحید کا زندۂ جاوید کلمہ ۳:۹۶، ۴:۳۲۵

کلمۂ توحید کی تمثیل ۴:۳۲۵

کلمۂ ثابت سے مراد کلمۂ توحید ہے ۴:۳۲۶

فوز و فلاحِ آخرت صرف اہل توحید کے لیے ۲:۳۸۴

توحید اور شرک کے معاملے میں فیصلہ کن گواہی خدا کی ہے ۳:۱۳۱، ۴:۴۱۷

دین کی بنیاد توحید ہے اور توحید کی حقیقت اللہ ہی کی شکر گزاری ہے ۶:۳۵۳

توحید اور معاد کا باہمی تعلق ۳:۲۰

توحید اور قائم بالقسط ہونے پر آفاق کی شہادت ۲:۴۷

- تاریخ کی شہادت ۲:۴۸
- انفس کی شہادت ۲:۴۸
- وحی کی شہادت ۲:۴۸
- ملائکہ کی شہادت ۲:۴۹
- اولوالعلم کی شہادت ۲:۴۹

علم الٰہی اور توحید و آخرت کا باہمی ربط ۲:۶۸

توحید کی دلیل عرب کے مسلمات سے ۳:۱۷، ۶:۱۴۱

آیت الکرسی توحید کی ایک عظیم آیت ہے ۱:۵۸۸

ایک ایک ذرّہ توحید کا شاہد ہے ۳:۱۱۷، ۱۲۷

کائنات میں توحید کے شواہد ۳:۱۲۰، ۷:۸۱

توحید اور قیامت انذار کا خاص موضوع ہیں ٦:١٥٧
توحید کی دلیل خود انسان کی خلقت میں ٣:١٢٢، ٥:٢١٧، ٣٠٣
قدم قدم پر توحید اور معاد کے آثار و دلائل ٣:١٢٤
دلائل توحید ٣:٢٧٧
اللہ تعالیٰ سے متعلق صحیح تصور ٤:٣٦٥
توحید بدیہیاتِ فطرت میں ہے ٣:٣٩٣
اضداد کی باہمی سازگاری توحید کی دلیل ہے ١:٣٩٠، ٣:٤٠٦، ٤:٤٦٦، ٦:٣٦٦
توحید کے حق میں تاریخ کی شہادت ٤:٣٤، ٥:١٣٦
توحید کا مضمون ایک دوسرے پہلو سے ٤:٣٩٢
توحید کی دلیل توافق کے پہلو سے ٤:٣٩٥، ٤٢٦، ٨:١٣٤، ٩:٣٥١، ٤١٢
توحید کی آفاقی و انفسی دلیلیں ٤:٢٧٨، ٤١٣
توحید کی تکوینی دلیل ٤:٢٧٨، ٤١٦
توحید کے انفسی دلائل ٣:٥٠، ١٧١، ٣٣٣، ٤:٤١٧، ٥:١٤١، ٦:٥٨٦
آفاق کی شہادت توحید، معاد اور جزا پر ٥:١٤٠
توحید اور قیامت کی ایک جامع دلیل ٥:٣٣٨
خدا کی یکتائی کی دلیل ٥:٤٤٤، ٧:١٥١
توحید کی ایک نفسیاتی دلیل ٦:٩٧
نظامِ کائنات کی باقاعدگی خدا کی توحید کی دلیل ہے ٦:١٤٤
توحید پر استدلال ٦:٤٢٤
نشانیوں سے فائدہ اٹھانے کے لیے اصل شے توحید ہے ٧:٢٤
توحید اور معاد کے آفاقی دلائل ٧:٥٩، ٣٠٢، ٣١١، ٣:٤٨، ٥:١٤٠، ٦:٥٠
توحید اور معاد کا مضمون ایک نئے اسلوب سے ٧:٦٠
نظامِ کائنات میں توحید کے شواہد ٣:١٢٠، ٧:٨١
آفاق کی نشانیوں میں توحید اور معاد کی دلیلیں ٧:٣١١
تورات میں توحید کی تعلیم ٤:٤٧٨
انجیلوں میں توحید کے شواہد ٢:١١٣
عیسیٰؑ کی اصل دعوت توحید ہے ٧:٢٤٦
توحیدِ خالص پر قائم رہنے والوں کے لیے بشارت ٧:٨٠
توحید اور قانونِ مجازات کا تقاضا ٦:٨٠
توحید کا تقاضا ٥:٢٢٢
قیامت کے ذکر کے ساتھ توحید کے ذکر کی حکمت ٥:٢٠٩
توحید کی راہ ایک جانی پہچانی راہ ہے ٨:٦٢٤
توحیدِ خالص کی منادی ٩:٤٤
توحید کے مضمون کی یاد دہانی ٤:٥٠٣
دعوتِ توحید ٤:٢١٩
عقیدۂ توحید کا اعلان ٤:٨٦
تفویض الی اللہ توحید کی حقیقت ہے ٣:٣١٣
تکوینی توحید کی طرح تشریعی توحید بھی لازمی ہے ٣:٢٨٠
توحید سے مقصود کفر کو مٹانا ہے ٢:١٨٢
توحید اور شرک کی تمثیل ٤:٣٢٣، ٦:٥٨٥
توحید اور شرک کے باب میں قولِ فیصل ٦:٥٦٢
ساری کائنات ایک ہی خدا کے ہاتھ میں ہے ٦:٤٢٦
نتیجہ خیز پکارنا صرف اللہ کو پکارنا ہے ٤:٢٧٨
توحید کی اصل روح ٣:٢٣٣
دین کی بنیاد توحید پر ہے ٢:٣١٣، ٦:٣٥٣
توحید ایک مشترک حقیقت ہے ٢:١٠٩، ٧:٥٢

توحید صراطِ مستقیم ہے ۲:۹۸، ۴:۳۹۲

توحید اور قسط کی شہادت کے تین پہلو ۲:۷۴

انسان کی نجات میں اصل عامل کی حیثیت عقیدہ توحید کی ہے ۸:۲۹

نفع وضرر صرف اللہ کے اختیار میں ہے ۳:۳۰، ۶:۳۵۵

محبت کا اصلی حقدار اللہ ہے ۱:۴۰۳

یوسفؑ کی دعوتِ توحید ۴:۲۱۹

کائنات کی ہر چیز سجدے میں ہے ۵:۲۲۹

مشرکین کا مجادلہ بغیر علم ۵:۲۰۹

سب اللہ کے آگے مسئول ہیں ۵:۱۳۶

زمین وآسمان کا رب ایک ہے ۵:۱۳۵، ۶۲۶

توحید کی تعلیم ۴:۵۸۶

کثرت کے اندر وحدت ۶:۸۶

توحید کے بارے میں جامع اعلان ۹:۶۴۹

توحید: رشد کا سرچشمہ ۸:۶۱۷

کائنات کے ابداء واعادہ میں اللہ کا کوئی شریک نہیں ۶:۳۴۰

حکمِ الٰہی کے بغیر تحلیل وتحریم شرک ہے ۱:۴۰۶

اللہ تعالیٰ کے لیے پیکر محسوس تراشنے کی ممانعت ۳:۱۳۲

ملت توحید کی تاریخی وفطری عظمت ۴:۲۱۹

توحید کی دلیل کائنات میں تدریج واہتمام کے پہلو سے ۳:۲۷۷

اشیائے کائنات کی شہادت ۳:۱۸۳

توحید کی دلیل سورج اور چاند کی نشانی سے ۶:۴۲۵

توحید کی دلیل اختلاف لیل ونہار سے ۵:۳۳۹، ۴۷۴

توحید کی دلیل رات اور دن میں توافق سے ۶:۸۷

توحید اور قیامت پر رات کی شہادت ۹:۳۴۹

توحید کی دلیل اضداد میں توافق کے پہلو سے ۱:۳۹۰، ۳:۴۰۶، ۴:۴۶۶، ۶:۳۶۶، ۸:۱۳۴، ۹:۳۵۱، ۴۱۲

توحید کا اثبات آسمان کی نشانیوں سے ۳:۱۱۹، ۵:۱۴۱

توحید پر آسمان وزمین کی شہادت ۱:۳۹۶، ۴:۲۷۲، ۳۵۱، ۳۹۶، ۶:۵۰

توحید ومعاد پر استدلال ہر چیز کے جوڑے جوڑے ہونے سے ۶:۴۲۴

توحید کی دلیل مصائب کے وقت اللہ کو پکارنے سے ۶:۱۴۰

توحید پر استدلال بارش کی نشانیوں سے ۵:۴۷۶

ایسا علم جو محیطِ کل ہو شرک کی نفی کرتا ہے ۳:۱۳۱

توحید ومعاد کی تکذیب کا انجام اور تاریخ کی شہادت ۳:۲۰


## جاہلیت


جاہلیت کا سامانِ زینت گندگی کا بوجھ ہے ۶:۲۲۲

جاہلی تہذیب ختم ہونے کی پیشین گوئی ۶:۲۲۲

جاہلی رسوم کی مخالفت ۱:۴۸۶

لڑکیوں کے متعلق عرب جاہلیت کے احساس کی تشبیہ ۷:۲۱۵


## جرم


جرم اور مجرمین کے جدید فلسفہ پر بحث ۲:۵۰۷

جرم اور غلطی میں فرق ۶:۱۹۰

جرم کی نوعیت کے مطابق سزا ۱:۳۶۸

جرم کے مواخذہ اور عمل کے صلہ کے باب میں سنتِ الٰہی ۶:۲۱۹

جرائم سے اجتناب ۵:۴۸۸


## جلد باز


جلد بازوں سے ایک سوال ۴:۶۱

جلد بازوں سے خطاب اور ان کی وعید ۴:۳۸۸

## جزاوسزا

جزاوسزا صفاتِ الٰہی کا لازمی تقاضا ہے ۵:۳۵۰

جزاوسزا کے لازم ہونے کی دلیل ۴:۲۵، ۱۰۹، ۵:۱۳۲

جزاوسزا کے دن کی یاددہانی ۴:۵۲۴

اِنسان کی فطرت سے ایک روزِ جزا پر استدلال ۹:۲۵۵

پرورش و ہدایت سے روزِ جزا کی دلیل ۵:۵۲۵

پرورش کا اہتمام جزاوسزا کی دلیل ہے ۹:۱۳۹

آثارِ ربوبیت سے روزِ جزاوسزا پر استدلال ۹:۱۵۹

جزاوسزا اہتمامِ ربوبیت کا لازمی تقاضا ہے ۸:۴۱۵

جزاوسزا کے حق میں عقل وفطرت کی گواہی ۸:۱۴۷

جزاوسزا انکار انسان کی فطرت اور عقل کے خلاف ہے ۸:۵۲۶

جبلِ تین کی شہادت جزا پر ۹:۴۳۹

کوہِ زیتون کی شہادت جزا پر ۹:۴۳۹، ۴۴۱

طورِ سینین کی شہادت جزا پر ۹:۴۴۱، ۴۴۲

بلدِ امین کی شہادت جزا پر ۹:۴۴۳

ابر و ہوا کے تصرفات میں جزا اور سزا کی شہادت کے پہلو ۷:۵۸۶

زمین کی بعض نشانیاں جو جزاوسزا پر دلیل ہیں ۷:۵۹۶

جزاوسزا کی وعید ۸:۱۳۹

جزاوسزا کی تفصیل ۸:۵۴۷

جزاوسزا کو ماننے کے لیے ظنِ غالب کافی ہے ۸:۵۴۷

اس دنیا کے بامقصد ہونے کا تقاضا ہے کہ اس کے بعد روزِ جزا ہو ۷:۳۴۵

انسان کے مرتبہء خلافت کا یہ لازمی تقاضا ہے کہ خدا کے آگے اس کی پیشی ہو ۷:۵۹۸

سب خدا کے آگے مسئول ہیں ۵:۱۳۶

مسئولیت باعتبار مرتبہ ۶:۲۱۹

عمل اور جزا میں مشابہت ۵:۲۳۲، ۶:۳۲۶

روز جزا کی یاددہانی ۶:۴۰۳

ہر شخص پر اس کے اہل وعیال کی بھی مسئولیت ہے ۶:۵۷۴

روزِ جزا کی غایت ۶:۵۸۸

ان لوگوں کی نشاندہی جو تکذیبِ جزا میں پیش پیش ہیں ۹:۲۵۷

جزاوسزا کی دلیل آفاق کی نشانیوں میں ۶:۱۴۳

جزاوسزا پر تاریخ سے استدلال ۶:۷۸

مکافاتِ عمل کی شہادت تاریخ سے ۸:۴۱۷

قانون مکافات سب کے لیے یکساں ہے ۸:۱۱۲

ہر انسان صرف اپنے عمل کا صلہ پائے گا ۸:۷۷

اللہ تعالیٰ کے ہاں ذمہ داری بقدر انعام ہے ۵:۶۱۵

جزا کے منکرین کا معارضہ ۷:۵۸۵

جزاوسزا کا دن لازماً آئے گا ۶:۵۲۷

## جِنّات

جنّات کی خلقت کا آغاز ۴:۳۵۷

جنّات کی خلقت آگ کے شعلہ سے ہوئی ۸:۱۳۳

جنّات کے پاس علم غیب کا کوئی ذریعہ نہیں ہے ۶:۳۰۶

جنّوں کے رسول انہی کے اندر سے ہوتے ہیں ۳:۱۶۵

جنّوں کو ملاءِ اعلیٰ سے دور رکھنے کا انتظام ۶:۴۵۵

جنّات کو خدائی میں شریک بنانے کا مشرکانہ عقیدہ ۳:۱۲۹

جنّوں کے قرآن سننے کے واقعہ کی نوعیت ۷:۳۷۷

کیا جنات قرآن کے مخاطب ہیں؟ ۷:۳۸۰
جنوں کی دعوت اپنی قوم کو ۷:۳۷۸
جنوں کے تاثرات قرآن کے بارے میں ۸:۶۱۵
جنوں کے سچے تاثر کی شہادت ۷:۳۷۷
جنوت سے متعلق انسانوں کے اوہام ۸:۶۱۸
شیاطین جن کی تردید ۶:۴۵۴
شہابِ ثاقب کا کام ۴:۳۵۱
جنوں کو خطاب کرنے کی ایک وجہ ۸:۱۳۱
تسخیر جنات کا علم ۶:۳۰۲، ۵۳۵
سلیمانؑ نے جنات سے تعمیری کام لیے ۶:۳۰۳
جنوں کے واقعہ کو سنانے کا مقصد ۸:۶۱۵
جن و انس کی زندگی کا نصب العین عبادت ہے ۷:۶۳۲
جنوں اور انسانوں سے اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے ۷:۶۳۰

## جنّت

جنت کی جامع تعریف ۵:۹۸
جنت کا وعدہ کوئی مبہم وعدہ نہیں ہے ۷:۴۰۰
جنت کی تمثیل ۴:۲۹۵، ۷:۴۰۴، ۸:۱۶۳
جنت کی تصویر ۵:۴۵۵
جنت کی نعمتیں ۷:۲۹۲، ۴۰۴
جنت کی نعمتوں کے بے آمیز ہونے پر ایک نظر ۷:۴۰۴
جنت کا لطف و سرور ۸:۲۷
جنت کی عیش گاہ ۵:۴۶۰
جنت کے مناظر اور آرائشیں ۹:۳۳۲
جنت کی حوریں ۶:۴۶۷، ۸:۱۶۷
غلمان اور ان کے اوصاف ۹:۱۱۵
لبِ جوئے نوشی کا اہتمام ۹:۱۱۰
جنت والوں کی شراب ۶:۴۶۶
جنت کی وسعت کی ایک تمثیل ۲:۱۷۸
جنت کی راہ ۲:۲۸۷
جنت کی بیری (سدرہ) ۸:۱۶۶
جنت میں انسانی قوتوں کا عروج ۳:۲۶۴
'حجاب' سے مراد جنت اور دوزخ کے درمیان کی دیوار ہے ۳:۲۶۵
جنت میں جذبات کی رعایت ۴:۲۸۶
جنت کے لیے پشتینی ٹھیکا داروں کو تنبیہ ۴:۶۶۹
جنت ایک سستی چیز نہیں ہے ۵:۶۹
جنت کے اندر تنوع کی آزادی ۵:۱۹۳
جنت اور اہل جنت کی تصویر ۵:۴۵۵
جنات الماوٰی ۶:۱۶۸
'جنّٰتُ عَدْنٍ' کا مفہوم ۴:۴۰۵
جنت کی وراثت ۶:۶۱۴
جنت مجرد انعام کے طور پر نہیں بلکہ حق کے طور پر ملے گی ۷:۲۵۳
اصحاب الیمین کی جنت ۸:۱۴۸، ۱۶۵
جنت و دوزخ کے مستحقین کی حالت ۹:۹۰
جنت کی بادشاہت ابدی ہے ۵:۱۹۴
اہل ایمان کا حال جنت میں ۳:۲۵۸
جنت کی وراثت پانے والوں کی خصوصیات ۵:۲۹۶
جنت کی نعمتیں سلیم الفطرت لوگوں کے لیے خاص ہیں ۷:۴۰۵

جنتین کا ذکر تکمیلِ نعمت کی تعبیر کے لیے ۴:۵۸۵

## جوا اور شراب

عرب جاہلیت کی سوسائٹی میں جوئے اور شراب کا جوڑا ۱:۵۰۵
اہلِ عرب کی ایک محبوب روایت ۱:۵۰۵
جوئے اور شراب سے متعلق سوال کی نوعیت ۱:۵۱۴
مضر چیز کے بارے میں اسلامی شریعت کا مزاج ۱:۵۱۴
جوا اور شراب شیطانی ایجادات سے ہیں ۲:۵۹۰
ہر نشہ آور چیز خمر ہے ۲:۵۹۰
جوئے اور شراب کے اثرات معاشرے پر ۲:۵۹۰
نشہ عقل کی نجاست ہے، جنابت بدن کی ۲:۳۰۲
تحریم شراب کی راہ میں اسلام کا ایک ابتدائی قدم ۲:۳۰۲
جوا ــــ استقسام بالازلام کی نوعیت ۲:۴۵۷
جوئے کے متعلق حکم ۱:۵۱۴

## چوپائے

انعام اور بہیمہ میں فرق ۲:۴۵۲
انعام کا اطلاق کن چوپایوں پر ہوتا ہے ۳:۱۸۷
چوپایوں کی جانوں پر اللہ کے نام کا قفل ۵:۲۴۴
چوپایوں کے اندر سبق ۵:۳۰۷
خواہشوں کے غلام چوپایوں سے بھی بدتر ہیں ۵:۴۷۰

## حرام و حلال

حرام و حلال کے باب میں ایک کلیہ ۲:۴۶۰
اسلام کا ضابطہ حلت و حرمت ۳:۱۹۴
حرام و حلال قرار دینے کا حق صرف اللہ کو ہے ۴:۴۶۰
حرام ٹھہرائی ہوئی چیزیں ۳:۲۵۳، ۴:۴۵۹
ملتِ ابراہیمؑ میں حلال و حرام کا تفصیلی بیان ۳:۱۹۸
ملتِ ابراہیمؑ میں چوپایوں میں سے حرام چیزیں ۳:۱۸۹
مشرکانہ توہمات کے تحت حرام سمجھے جانے والے چوپایوں کا گوشت کھانے کا حکم ۳:۱۵۴
ان مباح چیزوں کی تحریم جن پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو ۳:۱۵۷
اہلِ کتاب کا کھانا اسلامی حدود حلت و حرمت کی پابندی کے ساتھ جائز ہے ۲:۴۶۴
نیز دیکھیں تحریم و تحلیل

## حروفِ مقطعات

حروفِ مقطعات سورتوں کے نام ہیں ۱:۸۲
حروفِ مقطعات کے متعلق امام فراہیؒ کا نقطۂ نظر ۱:۸۳، ۸:۵۱۲

## حسنات

سنتِ الٰہی ہدایت و ضلالت کے باب میں سنتِ الٰہی ۴:۴۸
نیکیوں اور بدیوں کا اصل منبع انسان کا دل ۳:۲۰۱
اعمالِ صالحہ اعمالِ حسنہ کو صالحات سے تعبیر کرنے کی حکمت ۹:۵۳۵
عملِ صالح ۹:۵۳۵
نیکی نیکی ایک یک طرفہ عمل ہے ۸:۳۳۵
استغفار استغفار کی برکت ۸:۵۹۷
وہ صفات جن سے خوبیاں پیدا ہوتی ہیں ۷:۱۷۸
احسان اسلام کی اصل روح احسان ہے ۶:۱۴۰
حکمت کا اوّلین ثمر ۶:۱۲۷

نیکیوں کی برکت ۳:۶۳۸
ڈرنے کی اصل چیز اور چاہنے کی اصل چیز ۳:۳۰
تمام اعمال کے لیے معیار ۳:۲۰۳
بنیادی نیکیاں اِسلام میں بنیادی نیکیاں ۱:۱۰۴
قرآنی اوامر ومنہیات کا خلاصہ ۴:۳۸
غلامی کا انسداد غلاموں کی آزادی اِسلام کی سرِفہرست نیکیوں میں سے ہے ۹:۳۷۶
اخلاق طہارتِ اخلاق ۸:۵۷۵
حسنِ اخلاق ۷:۱۰۳
امانت وعہد امانت وعہد: نیکیوں کا شیرازہ ۳:۴۶۱، ۸:۵۷۵
ایفائے عہد ۳:۲۰۳، ۴:۵۰۱
عہد سے مراد ۱:۱۷۷، ۲:۱۲۷
عہد کی یاددہانی کا انتظام ۱:۲۶۸
تعقل، تذکر اور تقویٰ میں معنوی ربط ۳:۲۰۴
امانت اور عہد کی حفاظت ۵:۲۹۹
توکل توکل کی حقیقت ۴:۸۰
توکل اور صبر کے حصول کی تدبیر نماز ۴:۸۱
صحیح توکل کی تعلیم کے لیے خدا کے محیطِ کل علم کا حوالہ ۹:۳۱۷
مومن کی ڈھال: توکل ۴:۱۴۹
توکل کی ہدایت ۴:۱۷۸
توکل ۴:۲۲۱، ۳۱۶
توکل کی تعلیم اور اس کی بنیاد ۴:۳۱۶، ۹:۳۱۷
توکل علی اللہ کی دلیل ۶:۶۳، ۱۸۶
تواضع تواضع کا صلہ، جنت کی عالی مقامی ۵:۴۹۱
شکر خدا کے انعامات کا حق: شکر ۵:۷۰۳
شکر گزاری کا طریقہ ۶:۹۸
شکر گزاروں پر عنایات میں اضافہ ۴:۳۱۲، ۹:۱۱۰
شکر کی اصل روح ۶:۱۲۸
نعمت کا حق منعم کی شکر گزاری ہے ۶:۳۰۵، ۳۰۸، ۵:۷۰۳
خدا ہی کی شکر گزاری کے دلائل ۶:۱۳۸، ۳۵۵
شکر دین کی بنیاد ۱:۶۴، ۶:۲۸۹
شکر اور اس کے مقتضیات ۶:۲۸۹
شکر کا اثر زندگی پر ۶:۱۳۱
ناشکروں کا کردار ان کا انجام ۶:۳۰۷، ۳۰۸، ۳۱۰
دین کی نعمت کے اصلی حق دار خدا کے شکر گزار بندے ہیں ۳:۶۱
شکر کے منافی باتیں ۶:۱۳۲
شکر نہ کرنے والوں کو تنبیہ ۶:۴۲۵، ۹:۵۰۴
شکر گزاری کی دلیل مخالفین کے اپنے مسلمات سے ۶:۱۴۱
شکر گزاری کے لیے جنگی گھوڑوں کی صفات سے استدلال ۹:۵۰۰
اشیاء میں تنوع جذبہ شکر ابھانے کے لیے ہے ۳:۱۲۶
شکر نہ کرنے والے ابلیس کی توقعات پوری کرتے ہیں ۶:۳۱۱
صبر صبر اور ایفائے عہد ۱:۴۲۸
صبر، لفظ کی تحقیق ۱:۱۸۸، ۹:۵۳۷
صبر اور تقویٰ کلیدِ کامیابی ہے ۲:۱۶۷
خوب کاروں کا صبر ۴:۱۷۶
صبر کی حقیقت ۲:۴۳

صبر اور انتقام کے حدود کی رعایت ۴:۴۶۴
صبر کی ہدایت اور حصولِ صبر کی تدبیر ۴:۳۸۰، ۴۶۵
صبر کی عقائدی بنیادیں ۴:۵۹۹
صبر جمیل کا مفہوم ۴:۱۹۹، ٦٧٦
حکمت صابروں کو حاصل ہوتی ہے ۵:۷۱۱
صبر اور شکر اعلیٰ اوصاف کا سرچشمہ ٦:۹۸
'صبر' اور 'شکر' کی نشانیاں ٦:۳۱۰
صبر و عزیمت کے حصول کے لیے نفلی نمازوں کا اہتمام ۵:۱۰۷
صبر اور اصطبار کا مفہوم ۴:٦٧٦
صبر ایک گنج گراں مایہ ہے ۷:۱۰۳
حصول صبر کی تدبیر ۷:۵٦٦، ۸:۴۲، ۹:۲۸
صبر کے حصول کے لیے نماز کا اہتمام ۴:۸۱، ۳۴۰، ۷:۵٦٦
صبر کی صفت کا حوالہ ۹:۱۱۴
صبر اور نماز کا درجہ ۲:۴۲٦
صبر کا نسخہ ۹:۱۱۹
صبر اور شکر والوں کا رویہ ۷:۱۷۳
صبر اور تواضع ٦:۱۳۲
صبر اور انتقام کے حدود کی رعایت ۴:۴٦۴
عدل اور تواضع ٦:۱۳۲
صبر اور انتقام کے حدود کی رعایت ۴:۴٦۴
صابرین کی ڈھال ۱:۳۸۲

عدل
ناپ تول میں عدل کا اہتمام ۳:۲۰۲
عدل کی توضیح ۴:۳۴۹
حق و عدل کا اہتمام ۳:۲۰۳
عدل و قسط اور توازن کی اہمیت ۸:۱۳۰
عدل کے قیام پر صفات الٰہی سے استدلال ۲:۱۹
عدل اور ربوبیت ۸:۴۱۵
عدل و قسط کا قیام امت مسلمہ کا مقصد ۸:۳۳۴
عدل کے قیام کے لیے طاقت کی ضرورت ۸:۲۳۰
آمرین بالقسط سے مراد ۲:۵۴
عدل پر قائم رہو خواہ اپنے حق میں ہو یا اپنے خلاف ۲:۴۰٦
عدل و قسط میں کافر و مومن سے امتیاز نہیں ہو سکتا ۸:۳۳۵
عدل کے خلاف کردار رکھنے والوں پر اللہ کی لعنت کا ذکر ۹:۲۵۴
بیویوں کے معاملہ میں عدل کا معیار ۲:۳۹۹
اللہ کا عدل ہر قوم کے لیے یکساں ہے ٦:۳۹۰
عدل سے انسان کی محبت کے باوجود ارتکاب ظلم کی وجہ ۹:۲۵۴
عدل و قانون، تاریخ کے دلائل کی طرف اشارہ ٦:۷۸
عدل کے نظام کو بگاڑنے کی دو صورتیں ۲:۴۰۷

صدق
صدق کی حقیقت ۲:۴۳
صدق کی تعریف ۸:۲۱۹


## حق


حق کا مفہوم ۱:۱۸۴، ۲۴۸، ۴:۳۴۸، ۳٦٦، ۳٦۸، ۳۹۰، ۹:۵۳۷
لبس حق بالباطل کا مفہوم ۱:۱۸۳
حق کی جستجو ہر شخص کی اپنی ذمہ داری ہے ٦:۳۲۵
حق کی تلاش میں حضور ﷺ کی سرگردانی ۹:۴۱٦
حق کی راہ میں آزمائش ٦:۱۵
راہِ حق کی اصل رکاوٹ ۲:۳۴
حق ہی کے اندر اصل قوت ہے ۷:۳۹٦

حق پر ہونے کی دلیل دولت وثروت نہیں ۷:۱۶۹
حق قبول کرنے کا صلہ دنیا میں ۸:۶۲۳
حق سے اعراض کرنے والوں کا حال ۹:۶۵
حق کی ممانعت کرنے والوں کی اصل بیماری ۹:۱۱۹
حق اور خواہشات نفس کے درمیان بعد المشرقین ہے ۵:۳۳۵
حق غالب اور باطل نابود ہو کر رہتا ہے ۴:۸۷
حق و باطل کے معرکہ میں کامیابی حق کی ہوتی ہے ۴:۵۳۲، ۵:۱۳۴، ۶:۳۴۰، ۷:۵۷
حق کے خلاف سازش کا انجام ۶:۳۹۳، ۸:۴۰
حق و باطل کے معرکہ میں نصرت الٰہی کا ظہور کب ہوتا ہے ۷:۴۰۱
حق و باطل کے فیصلہ کے لیے اصل حَکَم اللہ ہے ۳:۱۴۵
حق کے مقابلہ میں باطل کو مہلت دیے جانے کی حکمت ۱:۵۰۱، ۵:۲۷۱
حق و باطل کی کشمکش میں بقائے انفع ۴:۲۸۳
اشیا کی حقیقت ان کے اضداد سے واضح ہوتی ہے ۵:۲۷۳
غلبۂ حق اور ہزیمتِ باطل کی بشارت ۴:۱۹۶
لوگوں کی اکثریت کا ماننا کسی چیز کے حق ہونے کی دلیل نہیں ۳:۱۴۶
مشاہدۂ حق کے احوال کی تعبیر ۵:۲۳۴
شہادتِ حق کی راہ کا بدرقہ ۵:۲۹۰
نادانوں کے زعم کے علی الرغم خالق نے یہ دنیا بالحق پیدا کی ہے ۷:۳۲۰
اہل حق کے انجام کی تفصیل ۵:۲۳۳
تکذیبِ حق کا انجام اور تاریخ کی شہادت ۳:۲۰
حق سے روکنے کے لیے غنڈوں کا ہتھیار ۷:۹۹
حق کی مخالفت کا عامیانہ حربہ ۷:۳۰۸
حقوق العباد کے معاملات کی نزاکت ۷:۳۷۹
حقوق اللہ کے منکر لازماً بندوں کے حقوق کے بھی منکر ہوں گے ۷:۵۵۱
ماں باپ کے حقوق کا شعور خدا کے حقوق کے شعور کے لیے نشان راہ ہے ۷:۳۶۳
محسنین، خدا کے حقوق کی طرح بندوں کے حقوق بھی پہچانتے ہیں ۷:۵۹۴
صفات پر مبنی حقوق کا درجہ ۱:۵۵۶

## حقیقت

اصل حقیقت کی یاد دہانی ۵:۲۵۱
اصل حقیقت کی طرف اشارہ ۵:۳۰۷
اشیا کی اصل حقیقت ان کے اضداد سے واضح ہوتی ہے ۵:۲۷۲
ایک ہی حقیقت دو مختلف اسلوبوں سے ۶:۳۳۸
ایک مسلّم حقیقت کی یاد دہانی ۶:۳۶۵
حقیقت سے فرار کے لیے چور دروازے ۶:۴۴۳
دو اہم حقیقتیں ۷:۳۰۷، ۶۳۰
ایک بدیہی حقیقت کا بدیہی نتیجہ ۵:۶۲۷
ایک حقیقت نفس الامری کا اظہار ۷:۱۶۷
اصل حقیقت کی پردہ کشائی ۸:۴۰
مردوں کے پہلو بہ پہلو عورتوں کے ذکر کی حکمت ۷:۴۴۴
جنگ کی نوبت نہ آنے دینے کی حکمت ۷:۴۶۲

## حکمت

حکمت سے مراد ۱:۳۴۱، ۳:۱۰۲، ۴:۴۶۳
’حکم‘ اور ’حکمت‘ کی وضاحت ۳:۱۰۲
ایک عظیم حکمت ۸:۴۳۷

انسان کی خلقت میں تدبیر وحکمت کا پہلو ۹:۲۰۶

حکمت اور موعظتِ حسنہ ۴:۴۶۳

شکر، حکمت کا ثمرہ ۶:۱۲۷

حکمتِ قرآن کا ایک دقیق مسئلہ ۵:۵۱

حکمت دین ۷:۸۶

تفاوتِ درجات کی حکمت ۷:۲۲۶

حکمت تبلیغ ۴:۴۶۳

شر کو مہلت دینے کی حکمت ۲:۳۴۵

حکمت کا اوّلین ثمر شکر ہے ۶:۱۲۷

قرآن کے تدریج کے ساتھ اترنے کی حکمت ۴:۵۴۵

قرآن کے اعجاز میں اصلی دخل اس کی حکمت کو ہے ۶:۴۰۰

تورات پر حکمت کا اضافہ ۴:۶۴۸

اجزائے حکمت کی باتیں ۴:۵۰۳

اشیا میں تنوع کی حکمت ۳:۱۲۶

انسانوں کے لیے انسان کے نبی ہونے کی حکمت ۴:۵۴۲

حق کے مقابل میں باطل کو مہلت دیے جانے کی دو حکمتیں ۵:۲۷۱، ۲۷۲

مجرموں کو مہلت دینے کی حکمت ۴:۵۹۸

نافرمانوں کو ڈھیل دینے کی حکمت ۷:۱۵۸

ہر چیز کے جوڑے جوڑے ہونے کی حکمتیں ۶:۸۵

انسان کی خلقت میں حکمت کا پایا جانا دلیل ہے کہ وہ کھلونا نہیں ہے ۹:۲۴۲

اللہ تعالیٰ کے ہر کام میں تدریج ہونے کی حکمت ۹:۳۱۳

حکمت صرف طالبِ صادق اور صابر کو حاصل ہوتی ہے ۴:۶۱۰، ۵:۱۱۷

حکمت اختلافات کو رفع کرنے والی چیز ہے ۷:۲۴۵


## خالق


خالق، باری اور مصوّر کا مفہوم ۱:۲۱۳

خالق کائنات سے متعلق صحیح تصور اور اس کے لازمی نتائج ۸:۴۹۰، ۴۹۱

خدا کے خالق ہونے کے تضمنات ۷:۲۱۰

جو خالق ہے وہی مالک بھی ہے ۷:۱۵۲

خالق ہی رب ہے ۳:۲۷۶

خالق ہی کو حکومت کا حق ہے ۳:۲۷۸

مخلوقات کے شر سے پناہ خالق ہی دے سکتا ہے ۹:۶۶۰

خالق اور خلق کے ساتھ مربوط زندگی ۷:۲۷۴


## ختم قلوب


ختم قلوب کی حقیقت ۱:۱۱۰

ختم قلوب کا مرحلہ ۲:۵۲۳

ختم قلوب کی سزا ۴:۵۹۸


## خدا ترس


خدا ترسوں کا انجام نیک ۴:۳۶۲

خدا ترسوں کا صلہ ۷:۲۹۱


## خشیّت


خشوع کا مفہوم ۱:۱۹۲

خشیت اور تقوٰی ۵:۴۲۴

خشیت و انابت ۷:۵۵۹

خشیت الٰہی عہد الٰہی کی پاسبان ہے ۲:۵۲۸

خشیت الٰہی اللہ کی رحمانیت کا نتیجہ ہے ۶:۴۰۳

## خلافت

خلیفہ کا مفہوم ۱:۱۵۷
خلافت کے قیام کا بنیادی مقصد ۲:۱۵۴
خلافت کی امانت انسان کی فطرت میں ودیعت کی گئی ہے ۶:۲۷۹
خلافت اور اس کے مقتضیات ۱:۱۷۱
خلافت کا لازمی تقاضا ہے کہ اللہ کے آگے انسان کی پیشی ہو ۷:۵۹۸
خلافت کی امانت کے حامل ہونے کا لازمی نتیجہ جزا و سزا ہے ۶:۲۸۱
خلیفہ و حکمران اسلامی کنبہ کا قیم ہوتا ہے ۵:۱۱۰

## خواہشیں

خواہشوں کے غلام چوپایوں سے بھی بدتر ہیں ۵:۴۰۷
خواہشیں حقائق کو نہیں بدل سکتیں ۸:۶۴

## دُعا

خدا سے دعا کے آداب ۳:۲۷۹
دعا کی خوبیاں ۱:۶۸
سچی دعا اور اس کی قبولیت ۴:۶۳۶
قبولیتِ دعا کے باب میں بعض حقائق ۵:۶۲۵
دعا و مناجات کا موزوں وقت ۲:۷۹
صحیح اور بروقت دعا فوراً قبول ہوتی ہے ۲:۲۳۰
دعا کے پیرایہ میں اہل ایمان کے لیے نصرت کی بشارت ۵:۳۵۰
دعا کی بلاغت ۲:۲۳۰
تعمیر کعبہ کے وقت ابراہیمؑ کی دعا ۱:۳۳۷
ابراہیمؑ کی دعا کی وضاحت ۱:۳۳۸
دعا کا تعلق ذرّیتِ اسمٰعیلؑ سے ہے ۱:۳۴۰
ابراہیمؑ کی دعا کن شکلوں میں پوری ہوئی ۱:۳۳۴، ۳۳۵
توفیقِ رشد کی دعا ۷:۳۶۴
فیصلہ حق و باطل کی دعا ۴:۳۱۷
حصولِ صبر اور درگزر کی دعا ۵:۳۴۶
طاقت سے باہر آزمائشوں سے بچنے کی دعا ۱:۶۵۱
اللہ تعالیٰ کی تین صفتوں کے واسطہ سے تعوذ ۹:۴۷۴
حاسدوں کے حسد سے بچنے کی دعا ۹:۶۶۴
مکذبین پر ہلاکت کی تیر بہدف دعا ۴:۸۳
درود و سلام کی اہمیت و حقیقت ۶:۲۶۷
سورہ فاتحہ پر ایک نظر دعا کے پہلو سے ۱:۶۷
نوحؑ کی دعا ۵:۵۳۲
لوطؑ کی دعا ۵:۵۴۹
سواری پر بیٹھنے کے وقت کی دعا ۷:۲۱۳
قیامت کے دن مومنوں کی دعا ۵:۳۴۸
سمع و طاعت کے اقرار سے دعا کا تعلق ۱:۶۴۹

## دعوت

اسلام کی دعوت سے بڑھ کر کوئی دعوت نہیں ۷:۱۰۱
انسان کو غور کرنے کی دعوت ۹:۱۰۶
دعوتِ دین کے تین ارکان ۸:۵۹۱
انسان کو دعوتِ تفکر و تذکر ۴:۳۹۶
خود اپنے حالات پر غور کرنے کی دعوت ۴:۴۳۳

دعوت رحمت کے لیے ۴:۳۱۵

دعوتِ دین کی کامیابی کے لیے سنتِ الٰہی ۹:۴۲۶

توبہ اور اصلاح کی دعوت ۴:۳۹۸

مشاہدۂ کائنات کی دعوت ۸:۴۹۱

دعوتِ دین کا حکیمانہ طریقہ ۲:۱۱۲

قرآن پر سنجیدگی سے غور کرنے کی دعوت ۷:۱۲۸

قرآن کی دعوت کے حق میں آفاق کے دلائل ۷:۳۰۲

قرآن کی دعوتِ رُشد ۸:۶۱۶

ایک داعی کے لیے مخالفین کے ساتھ مستحسن رویہ ۷:۱۰۲

دعوت بطور زجر و تنبیہ ۷:۱۸۸

دنیا کے مظاہر پر صحیح نقطۂ نظر سے غور کرنے کی دعوت ۶:۳۱

ملک کے آثار سے عبرت حاصل کرنے کی دعوت ۶:۳۹۴

دعوت اور جماعتی تربیت کے لیے دو باتوں کی ہدایت ۶:۵۱

اَنبیاء کی دعوت اور عوامی تحریکات میں ایک اصولی فرق ۵:۳۷

توبہ کی دعوت اور اس کی برکات ۴:۱۴۸

اسلام کی دعوتی فتوحات ۴:۳۰۱

دعوتِ اسلام کی تدریجی عروج کی نشانی ۴:۳۰۰

انبیا کی دعوت کی مشترک حقیقت ۳:۲۹۴

قوم کی ناقدری اور انکار پر رسول کی بے قراری کی اصل وجہ ۶:۳۳۷

نبی کریم ﷺ کی اپنے مخاطبین کو ایک نصیحت ۶:۳۳۶

تواص بالحق اور تواصی بالصبر ۹:۵۳۶

نہی عن المنکر کے بارے میں ذمہ داری کی حد ۳:۳۸۰

دعوت دین کے باب میں اولوالالباب کا رویہ ۲:۲۳۰

دعوت کے معاملہ میں نبی کی ذمہ داری ۴:۵۴۵

کفار کو طفل تسلیوں کے بجائے حقیقت کا مواجہہ کرنے کی دعوت ۸:۵۰۱

دعوتِ حق کا مقابلہ اوچھے ہتھیاروں سے ۹:۵۴۸

نیکی کرنے والوں کو نیکی کا داعی بھی بننا چاہیے ۹:۳۷۷

اللہ و رسول کی دعوت حقیقی زندگی کی دعوت ہے ۳:۴۵۸

نبی کی دعوت کے ساتھ قوم کے لیے آزمائش کا سلسلہ ۳:۳۱۸

دعوتِ دین کو قبول نہ کرنے میں مترفین کا اصلی مغالطہ ۶:۳۲۷

قرآن کی دعوت کا قریش کے لیڈروں پر ردِ عمل ۴:۴۰۲

دعوتِ دین کے مخالفین کی سخن سازیاں ۸:۲۲

دعوتِ دین کے مخالفین کا رسول کریم ﷺ پر کہانت و شاعری کا الزام ۸:۳۳

دعوتِ دین کے مخالفین کی مخالفت کا اصل سبب قیامت پر عدم یقین تھا ۸:۳۴،۳۶

دعوتِ دین کے مخالفین مترفین کے چند سوال ۸:۳۵

دعوتِ دین کے مخالفین کی حق بیزاری پر تعجب ۸:۳۹

دعوتِ دین قبول کرنے کے سلسلہ میں دلوں پر مہر کب لگتی ہے ۳:۳۲۱، ۸:۴۱

ضدی مخاطبوں سے قطع حجت ۶:۳۱۷

قوم کے اغنیا کو چھوڑ کر مومنوں پر شفقت کا حکم ۴:۳۷۸

والدین کی دعوتِ حق کے جواب میں اولاد میں سے بعض کا رویہ اور ان کا انجام ۷:۳۶۶

دعوتِ دین کو لے کر اٹھنے والوں کا سارا بھروسا اپنے رب پر ہونا چاہیے ۷:۶۳۱

دعوتِ دین کی تکذیب کی وجہ سے ہلاکت ۸:۸۰

خاندان کے لوگوں کو انذار کا حکم ۵:۵۶۲

ہر شخص پر اس کے اہل و عیال کی بھی مسئولیت ہے ۶:۵۷۴

دعوت دین کا چرچا ۹:۴۲۷
دعوتِ دین: مومنین کی حوصلہ افزائی ۷:۴۲۵
دعوتِ دین ــــ حق کی منادی ۴:۵۶۹
دعوتِ دین: دین سے روکنے کے لیے غنڈوں کا ہتھیار ۷:۹۹

## دل

دل کب سخت ہوتا ہے ۱:۲۵۰
دل کے اندھے ۵:۲۶۴
دل کی صحت کے لیے اہتمام ۶:۲۶۴
دل کی کجی کے اثرات جو بعد میں ظاہر ہوئے ۸:۳۵۷
ان لوگوں کا انجام جن کے دل زندہ ہیں ۹:۳۱۹

## دلائل

غور کرنے کے لیے دلائل کی کمی نہیں ہے، غور کرنے کا طریقہ ۹:۲۰۸
انفس کے بعض دلائل کی طرف اشارہ ۷:۵۹۸
باپ دادا کا طریقہ بجائے خود دلیل نہیں ہے ۵:۱۵۸
بعث ونشر کی دلیل ۴:۴۲۷
دلائل کی کمی نہیں ہے ضرورت تفکر کی ہے ۷:۳۱۱
بے دلیل مجادلہ کفر ہے ۵:۲۱۹
دلیلوں سے فائدہ اٹھانا لوگوں کا اپنا کام ہے ۹:۶۲
حقائق کو ماننے کا حوصلہ نہ ہو تو دلائل کام نہیں دیتے ۷:۵۹۷
دلائل ان کے لیے نافع ہوتے ہیں جو بات سنیں ۶:۸۷
دولت وثروت کے برحق ہونے کی دلیل نہیں ہے ۷:۱۶۹

## دنیا

دنیا کے وجود کی غایت ۴:۲۲۱
'ثمن قلیل' سے مراد دنیا اور متاعِ دنیا ۴:۴۴۴
دنیا کا فریبِ نظر ۶:۱۴۶
یہ دنیا اور اس کی زندگی بجائے خود لعنت نہیں ۸:۲۲۱
اس دنیا کی ہر فرصت فانی ہے ۸:۵۹۳
متاعِ دنیا کی بے حقیقتی ۴:۵۹۱، ۷:۱۷۴، ۲۲۷
دنیائے فانی کی حقیقت ۶:۶۴
دنیا کی دولت وثروت کو اپنے برحق ہونے کی دلیل سمجھنے کے مغالطہ کی اصلاح ۷:۱۶۹
دنیا اپنے وجود میں ایک درس گاہِ معرفت ہے ۶:۳۶۲، ۷:۵۳۹
دنیا کے مظاہر پر غور کرنے کی دعوت ۶:۳۱
دنیا میں عین الیقین نہیں علم الیقین حاصل ہوتا ہے ۹:۵۲۴
دنیا میں معیارِ زندگی اونچا کرنے کا خبط ۹:۵۲۲
دنیا پرستی کا جواب ۹:۳۲۰
دنیا کی زندگی کی تمثیل ۴:۵۹۰
دنیا پرستوں کا اصل مغالطہ ۶:۷۶
دنیا میں مست رہنے والوں کی تمثیل ۶:۶۴
دنیا کی کامیابی پر مغرور ہونے والے کی تمثیل ۷:۱۷۲
دنیا پرستوں کی تنگ نظری ۸:۶۶
دنیا پرستوں کو تنبیہ ۵:۳۲۷، ۸:۶۷، ۲۲۰، ۹:۲۷۲
سرگشتگانِ دنیا کی حالت پر اظہارِ افسوس ۹:۵۲۳
دنیا و آخرت کے طالبوں کے ساتھ معاملہ ۷:۱۵۸
اس دنیا کا انجام ۴:۵۵۹

دنیا پرستوں کا انجام ۴:۵۹۱، ۵:۳۲۸

## دوزخ، جہنم

جہنم کی راہ پر ڈالنے والے مہلکات ۴:۳۶۱
جہنم تیار ہے صرف پردہ اٹھنے کی دیر ہے ۹:۱۸۶
جہنم کے جوشِ غضب کی تصویر ۵:۴۵۴، ۷:۵۵۸، ۸:۴۹۴
دوزخ میں پھینکے جانے کی تصویر ۸:۱۴۲
جہنم میں لیڈروں اور پیروکاروں کا ایک دوسرے پر الزام ۳:۲۵۶، ۶:۵۲۴، ۷:۴۸، ۵۵۳
جہنم میں کفار کی چیخ پکار ۴:۱۷۲، ۶:۳۸۵
جہنم کے داروغہ سے اہل جہنم کی فریاد ۷:۴۹، ۲۵۴
جہنم کی آگ کی صفت ۹:۵۵۰
آتش دوزخ کی اصل غذا ۸:۴۶۹
جہنم پر انیس فرشتوں کی ماموریت ۹:۵۳
جہنم پر مامور فرشتوں کا مزاج ۸:۴۷۰
جہنم کے شجر ملعونہ پر کفار کا اعتراض ۴:۵۱۷
دوزخ میں جرائم کے اعتبار سے درجہ بندی ۳:۱۶۷
اصنام کو جہنم میں ڈالنے کا مقصد ۵:۱۹۲
صرف مجرم جہنم پر وارد ہوں گے ۴:۶۷۸

## دین

دین کا مفہوم ۱:۵۷، ۳۴۴
دین کے معاملہ میں نبی کی ذمہ داری ۴:۵۴۵
دین قیم سے مراد ۹:۴۸۲
دین و شریعت کا مدار ۱:۱۰۵
دین کے معنی اطاعت ۴:۴۱۷
دین کا نقطۂ آغاز ۳:۳۹۴
دین کی بنیاد توحید ہے اور توحید کی حقیقت اللہ کی شکر گزاری ہے ۶:۳۵۳
دین حق وہی ہے جو رسول کریم ﷺ پر نازل ہوا ۷:۳۹۵
دین کی حکمت ۵:۲۹۹، ۷:۸۶، ۵۶۰
دین میں آزمائشوں کی حکمت ۱:۳۶۶
دین فطرت کی پیروی کی ہدایت ۶:۹۳
دین حق پر استقامت کی ہدایت ۷:۱۵۵
دین سے متعلق امتوں کو ہدایت ۷:۱۵۳
دینی تنظیم کا ابتدائی نقطہ ۴:۸۱
دین کی نعمت کے اصل حقدار ۳:۶۱
دین و شریعت کا مدار ۱:۱۰۵
اقامتِ دین ۷:۱۵۳
اقامتِ دین کی جدوجہد کی امتیازی خصوصیت ۹:۲۴
اقامتِ دین کی راہ کی سب سے بڑی رکاوٹ ۶:۲۳۵
یہی دین تمام نبیوں کا دین ہے ۷:۱۵۲
دین کے معاملہ میں مصلحت کا لحاظ صرف اس وقت تک جائز ہے جب تک وہ دین کے لیے نافع ہو ۷:۳۹
دین کے معاملے میں بے دلیل دخل در معقولات کا انجام ۷:۴۳
اللہ و رسول کی دعوت حقیقی زندگی کی دعوت ہے ۳:۴۵۸
تکمیل دین کی نعمت کا ثمرہ ۷:۴۴۰
رہبانیت بدعت ہے ۸:۲۳۳
رہبانیت کے صالح اجزا اسلام میں موجود ہیں ۸:۲۳۴
رہبانیت دین میں کس طرح گھسی ۸:۲۳۱

دین میں احتساب کی اہمیت ۸:۴۶۹
دینِ حق کے لیے مسلسل جدوجہد کی ضرورت ہے ۹:۴۲۸
دین کی دعوت کا اطراف واکناف میں چرچا ۹:۴۲۶
دین کی دعوت زادوراحلہ ساتھ رکھتی ہے ۷:۱۳۱
دین کے علمبرداروں کی پسندیدہ صفات ۲:۵۴۶
دین میں مطلوب ذکرِ دوام ہے ۹:۲۷
دین میں اگر کسی حکم کی تعمیل اصلی صورت میں نہ ہو سکے تو شبہی صورت میں کی جائے ۶:۵۴۱
دین کے غلبہ کی بشارت ۹:۴۱۴
دین کی تکمیل اور اتمامِ نعمت ۲:۴۵۸، ۷:۴۴۰
دین کا مذاق اڑانے والوں سے دوستی غیرت وحمیت کے خلاف ہے ۲:۵۵۰
دین سے انحراف کرنے والے لیڈروں سے ہوشیار رہنے کی ہدایت ۵:۵۴۳
دین میں اختلاف ۷:۱۴۴
دینِ حنفی کے پیروؤں کا بعثت سے پہلے حال ۹:۴۱۶
اقامتِ دین کی جدوجہد میں نماز اور صبر کی اہمیت ۳:۳۵۱

## ذکر

'ذکر' کا مفہوم ۳:۱۰۳، ۵:۴۱، ۵۲، ۸:۶۶
قرآن کے ذکر ہونے کے مختلف پہلو ۶:۴۴۱
ذکر اور تسبیح کا فرق ۵:۴۱
ذکرِ الٰہی کی اہمیت ۹:۳۱۳، ۳۱۹
ذکرِ الٰہی کی برکت ۶:۲۳۹
آیاتِ آفاق وانفس میں تفکر بھی ذکر ہے ۹:۲۷
ذکرِ الٰہی ہی سے طمانیتِ قلب حاصل ہوتی ہے ۴:۲۹۰، ۵:۱۰۳
اللہ کی یاد ثابت قدمی کا ذریعہ ہے ۳:۴۸۷
رسول کی زندگی سراپا ذکرِ الٰہی ہوتی ہے۔ ۸:۴۴۶
ذکرِ الٰہی سے غافل قیامت کو اندھے اٹھیں گے ۵:۱۰۳
ذکرِ الٰہی سے جو اعراض کرتا ہے اس پر شیطان اپنا تسلط کر لیتا ہے ۷:۲۲۹
ذکرِ الٰہی سے جماعت کی تقویت ۶:۵۳
طمانیت قلب ذکرِ الٰہی سے حاصل ہوتی ہے ۵:۱۰۳

## رات اور دن

رات اور دن کی گردش کا درس ۴:۲۶
رات اور دن کے فوائد ومنافع ۵:۴۷۵
رات اور دن کی باہمی سازگاری ۹:۴۱۲
رات اور دن کی آمد وشد پر تنہا اللہ ہی کا اختیار ہے ۵:۴۲۱

## ربوبیت

ربوبیتِ الٰہی ۶:۵۶۴، ۷:۲۱۱
نظامِ ربوبیت کی طرف اشارہ ۴:۳۵۳
نظامِ ربوبیت کی مزید وضاحت ۴:۳۵۳
اہتمامِ ربوبیت کیوں ہے؟ ۵:۳۰۵
اہتمامِ ربوبیت وتوفیق اضداد ۵:۶۲۳
ربوبیت کے اہتمام سے استدلال ۹:۲۰۸
قرآن کی دعوت کی تائید میں آیاتِ ربوبیت کا حوالہ ۶:۴۴۲
دلیلِ ربوبیت سے خدا کی شکرگزاری اور اس کی عبادت کا مطالبہ ۶:۴۲۳
ربوبیتِ عامہ اور ربوبیتِ خاصہ ۳:۱۲۵
رزق مخلوقات کے جبلی تقاضوں کے مطابق فراہم کیا گیا ہے ۷:۸۳
زمین کے اسبابِ ربوبیت ۸:۱۳۱، ۴۹۶

ربوبیت کی نشانیوں کی طرف اشارہ ۷:۶۶

ربوبیت کے مشاہدات کی اصل تعلیم ۷:۳۱۰

ربوبیتِ الٰہی کا تقاضا ۶:۱۷۵، ۸:۱۷۸، ۲۹۷، ۹:۱۸۴، ۳۸۹

ربوبیت اور عدل ۸:۴۱۵

ربوبیت سے قیامت پر استدلال ۷:۵۴۰

ربوبیت جزا وسزا کی دلیل ہے ۸:۱۷۶، ۹:۱۳۹

## رحمت

رحمان ورحیم کے ذکر کے دو پہلو ۱:۳۹۴

رحمانیت کا صحیح تصور ۴:۶۸۸

رحمت اور قسمت دونوں اللہ کے اختیار میں ہیں ۵:۴۲۰، ۶:۳۷، ۲۰۴، ۷:۲۳

رحمت وقسمت پر تاریخ سے شہادت ۷:۶۰۶

خدا سے خشیت اس کی رحمانیت کا تقاضا ہے ۶:۴۰۳

اللہ کی صفت رحمت کے تقاضے ۲:۲۸۶

رب کے دامن رحمت میں پناہ گیر ہونے کا طریقہ ۹:۲۷

قدرت کے پہلو بہ پہلو رحمت کے جلوے ۸:۴۹۲

اللہ کی رحمت کے حق دار ۷:۲۹۰

رحمت کے طالبوں کے لیے صحیح راستہ ۶:۶۰۳

## رزق

رزق کی تفسیر ۱:۱۴۰، ۵۰۲

'رزق حسن' سے مراد ۴:۱۶۲

'رزق کریم' [illegible]

'رزق معلوم' ۶:۳۶۵

مریمؑ کی سرگزشت میں رزق سے مراد حکمت ومعرفت ہے ۲:۷۸

سورہ واقعہ میں رزق سے مراد قرآن ہے ۸:۱۸۵

رزق کی کمی بیشی اللہ کے اختیار میں ہے ۴:۴۹۹، ۶:۶۳، ۶۰۰، ۷:۱۷۰

رزق مخلوقات کے جبلی تقاضوں کے مطابق فراہم کیا گیا ہے ۷:۸۳

رزق کی فراخی وتنگی کی حکمت ۶:۹۷

رزق کی تقسیم کا فلسفہ ۷:۲۲۵

رزق وفضل کا صحیح مصرف ۶:۳۲۸

رزق کی فراخی کا تقاضا ادائے حقوق ۶:۹۸

رزق وفضل کسی کا موروثی حق نہیں ۸:۶۲۴

وسعتِ رزق کے مغالطہ کی تردید ۴:۱۱۴

## رشد

رشد کا مفہوم ۴:۵۶۷

رشد کا حق ۸:۶۱۶

رشد کا سرچشمہ ۸:۶۱۷

رشد کی توفیق کی دعا ۷:۳۶۴

## رضائے الٰہی

رضائے الٰہی کا مقام ۹:۳۶۲

رضائے الٰہی معلوم کرنے کا واحد ذریعہ وحی ہے ۸:۲۴

رضائے الٰہی کے حصول کا ذریعہ ایمان اور عمل صالح ہے ۶:۳۶۳

اللہ کی رضا طلبی اور دشمنوں سے موالات ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے ۸:۳۲۵

## روحانیت

روح کے متعلق سوال کا جواب ۴:۳۸۹، ۵۳۹

روحانی تیاری کے ساتھ عملی جدوجہد کی ہدایت ۲۸۸:۵
روحانی آفات سے پناہ مانگنے کا طریقہ ۶۶۲:۹

## رہبانیت

رہبانیت بدعت ہے ۲۳۳:۸
رہبانیت دین میں کس طرح داخل ہوئی ۲۳۱:۸
رہبانیت کے صالح اجزا اسلام میں موجود ہیں ۲۳۴:۸

## زبان

زبان کے سورماؤں کا حال ۲۰۵:۶
زبان کے غازیوں کو تنبیہ ۳۵۳:۸

## زمین

زمین اور اس کے بعض آثار ۸۲:۷
زمین اور اس کی برکات ۸۲:۷، ۲۰۹:۹
زمین کی طرف اشارہ، آسمان کے بعد ۶۲۷:۷
زمین کی نشانیوں کا تذکرہ ۲۱۷:۴
سات آسمان اور سات زمینیں ۴۴۷:۸

## زندگی

زندگی کی اصل حقیقت ۵۰۰:۸
زندگی کا اصل مقصد ۳۸۰:۱، ۴۹۱:۸
زندگی مسلسل جدوجہد سے عبارت ہے ۴۲۸:۹
زندگی کی حرص ۲۷۵:۱
زندگی پر رشتے ناتے کے اثرات ۵۱۹:۱
زندگی اور موت اللہ کے اختیار میں ہے ۵۹۳:۶
انسانی زندگی کے احوال و مشاہدات سے دھمکی کی دلیل ۴۳۶:۶
حیاتِ چند روزہ کے بدلے ابدی زندگی کی بادشاہی ۶۴۵:۳
زندگی میں کوئی چیز اتفاق سے نہیں پیش آتی ۲۳۷:۶
محبتِ الٰہی زندگی کی حرص کے منافی ہے ۲۷۵:۱

## ستارے

ستاروں کی خدمت گزاری ۱۲۱:۳
ستاروں کے غروب اور سقوط کی شہادت ۵۱:۸
ستاروں کے ایک ضمنی فائدہ کی طرف اشارہ ۴۹۳:۸
ستارہ شعریٰ ۸۰:۸

## سحر و ساحری

سحر و ساحری سے دلچسپی، کتاب الٰہی کی جگہ ۲۸۲:۱
سحر اور حق کا فرق ۴۷:۴
ساحروں کا درجہ مصریوں کے نزدیک ۲۳۶:۷

## سرکش

سرکشوں کی فطرت ۳۱:۴
سرکشوں سے چند سوالات ۵۲۳:۴
سرکشوں سے اعراض کی ہدایت ۴۰۲:۶
سرکشوں کو تند الفاظ میں وعید ۴۵۸:۹
سرکشوں کو چیلنج ۴۵۸:۹

## سرگوشیاں

سرگوشیوں کی اصل غایت ۲۵۸:۸
سرگوشیوں کو روکنے کے لیے ایک ہنگامی حکم ۲۶۵:۸

سرگوشیوں کی پاکیزہ قسم ۸:۲۶۰

## سلیم الفطرت

سلیم الفطرت لوگوں پر شریفانہ رویہ کا اچھا اثر پڑتا ہے ۷:۱۰۳
ایک سلیم الفطرت کے اندر حقوق کے شعور کا ارتقاء ۷:۳۶۱

## سنن الٰہی

سننِ الٰہی کا مفہوم ۲:۱۷۹
سنتِ الٰہی نہ بدلتی ہے نہ ٹلتی ہے ۶:۳۹۳
رسولوں کے مکذبین کے باب میں سنتِ الٰہی ۴:۶۰، ۸۲، ۶:۴۱۸
وہ سنت جس کے تحت اللہ تعالیٰ انسان کے ساتھ معاملہ کرتا ہے ۹:۴۳۸
سرکشوں کے معاملہ میں سنتِ الٰہی ۴:۶۸۰، ۹:۳۵۶
مجرموں کے لیے سنتِ الٰہی ۷:۲۸۴
حق کے خلاف سازش کرنے والوں کے لیے سنتِ الٰہی ۶:۳۹۳
منکرین کے باب میں سنتِ الٰہی ۸:۴۱۸
سنتِ امہال ۴:۴۸۹، ۵:۵۰۰، ۶:۳۷۳
خدا کی سنتِ علم ۵:۳۹۵
عذاب کے باب میں سنتِ الٰہی ۳:۵۱، ۴۶۸، ۴:۱۷۷، ۲۵۹، ۲۷۵، ۴۶۸، ۵۱۳
ختمِ قلوب کی سنتِ الٰہی ۴:۵۰۹
نصرتِ الٰہی کے ظہور کے لیے سنتِ الٰہی ۳:۴۴
ہدایت وضلالت کے معاملہ میں قانونِ الٰہی، سنتِ الٰہی ۳:۴۵۷، ۴:۱۷۷، ۳۰۹، ۶:۳۷۲، ۷:۱۵۴، ۹:۶۶
دعوتِ حق کی کامیابی کے لیے سنتِ الٰہی ۹:۴۲۶
جرم کے مواخذہ اور عمل کے صلہ کے باب میں سنتِ الٰہی ۷:۲۱۹
امتحانات کے بارے میں سنتِ الٰہی ۵:۵۱
اعمال کے باب میں سنتِ الٰہی ۴:۴۸۹
قوموں کے بارے میں سنتِ الٰہی ۵:۶۹۴، ۸:۵۹۰
سنتِ الٰہی کی یاددہانی ۵:۱۲۱

## سیاست وریاست

مسلمانوں کے سیاسی نظم کی بنیاد شوریٰ پر ہے ۷:۱۷۸
اِسلام میں سیاسی نظام کی اہمیت اور اولوالامر کا درجہ ۲:۳۴۸
اسلامی ریاست کے چند اصول ۳:۵۲۰
حکومت کے استحکام کے لیے اوّل شے ۶:۵۲۳
خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کا قیام ۲:۱۵۵
خلافت کے قیام کا بنیادی مقصد ۲:۱۵۴
منصبِ امامت کی مشکلات ۱:۳۷۸
خلافت اور اس کے مقتضیات ۱:۱۷۱
اِسلامی نظام میں خلیفہ اور حکمران اِسلامی کنبہ کا قیم ہوتا ہے ۵:۱۱۰
استخلاف فی الارض کا اصل مقصد ۳:۳۵۲
مسلمانوں کی اجتماعی شیرازہ بندی کی بنیاد ۳:۴۳۰
شوریٰ کی اہمیت کا ایک خاص پہلو ۷:۱۷۹، ۱۸۰
اسلامی نظام میں شورائیت کا درجہ ۲:۲۰۸
اسلام میں امر وطاعت کے تین مرکز ۲:۳۲۴
امامت وقیادت کے اوصاف ۶:۱۷۳
'اولوالامر' سے مراد ۲:۳۲۳
حکمران کا اصلی جوہر ۵:۱۷۳
اولوالامر کی امتیازی خصوصیات ۲:۳۲۴

حکمرانی کے ساتھ درویشی ۵:۱۷۳

خدا کے قانون کے خلاف ہر قانون، قانونِ جاہلیت ہے ۲:۵۳۷

کتاب، سنت اور اجتہاد ۲:۳۲۵

اجماع رفعِ اختلاف کا منصوص طریقہ ہے ۲:۳۲۵

اختلافِ رائے کی صورت میں کتاب اللہ اور سنت کی مراجعت کی ہدایت ۲:۳۲۴

قانون کی فرمانبرداری کے معاملے میں نبی اور امتی یکساں ہیں ۱:۶۴۸

کفار اسلامی حکومت کی رعایا ہو سکتے ہیں ۱:۵۹۴

حکمرانوں کے لیے اللہ کی ہدایت ۶:۵۲۷

معاہدات سے متعلق ضروری ہدایت ۳:۴۹۹

بین الاقوامی معاملات میں حق کا احترام ۳:۵۰۵

امامتِ اقوام کی اہل وہ قوم ہوتی ہے جو شریعت کی حامل ہو ۷:۲۸۵

امن اور صلح کی اصل مراد ۷:۴۱۸

مالِ فے اور اس کا حکم ۸:۲۹۰

جزیہ کی حیثیت ۳:۵۶۰

مالِ فے کے مصارف ۸:۲۹۱

اموالِ فے کا ایک ہنگامی مصرف ۸:۲۹۳

**حدود و تعزیرات**

صنفی انتشار کی روک تھام کے لیے عارضی حکم ۲:۲۶۲

بدکاری پر تعزیر کے لیے دو مختلف صورتوں میں دو الگ الگ ہدایات ۲:۲۶۵

قتلِ عمد کے جرم کی سنگینی ۲:۳۶۱

**چوری**

چوری کی سزا ۲:۵۱۱

قطع ید کی سزا کے لیے شرطیں ۲:۵۱۲

قطع ید کی حکمتیں ۲:۵۱۲

**قصاص**

'قصاص' کا مفہوم ۱:۴۳۱

قصاص کی ذمہ داری حکومت پر ہے ۱:۴۳۲

قصاص میں اولیاے مقتول کی مرضی کے لحاظ کی حکمت ۱:۴۳۳

قصاص میں مساوات کا مفہوم ۱:۴۳۳

قانونِ قصاص کی بنیاد ۲:۵۰۰

قانونِ قصاص کی حکمت و عظمت ۲:۵۰۳

قانونِ قصاص کی ذمہ داریاں ہر فرد و ملت پر ۲:۵۰۳

قانون کے ساتھ قانون کی یاددہانی کا اہتمام ۲:۵۰۴

قصاص میں سب کے لیے زندگی ہے ۱:۲۴۹

دیت کی ادائیگی میں فیاضی ۱:۴۳۴

تمام حرمتوں کا قصاص ہے ۱:۴۷۹

بنی اسرائیل میں قصاص کے ایک واقعہ کا حوالہ ۱:۲۴۹

معاہدہ کا احترام ۳:۵۱۸

مفتوح اور معاہد اہل ذمہ کا حکم ۳:۵۶۱

اجتماعی اصول عدل کا احترام ۳:۵۰۴

دفاع کی اہمیت ۲:۳۶۷

مسلمانوں کو جنگی تیاریوں کا حکم ۳:۵۰۳

مسلمانوں اور کافروں کی قوت کا تناسب ۳:۵۰۶

دین میں دارالکفر کے مسلمانوں کی امداد کی وجہ ۳:۵۱۸

دارالکفر کے مسلمانوں کے لیے ہجرت صداقت کی کسوٹی ہے ۳:۵۱۸

دارالکفر کے مسلمانوں کو ترغیب ۳:۵۱۹

دارالاسلام کے مسلمانوں کو تنبیہ ۳:۵۱۹

دارالحرب کے مخلص مسلمانوں کی جان کا تحفظ ۳۶۰:۲
دارالحرب کے مسلمانوں کے تحفظ کے لیے مزید اہتمام ۳۶۲:۲
دارالکفر کے مسلمانوں کے کفر وایمان کے لیے کسوٹی ہجرت ہے ۳۵۸:۲
تمام غیر معذور مسلمانوں کو ہجرت کا حکم ۳۶۵:۲
ہجرت سے متعلق بعض حقائق ۳۶۵:۲
اموالِ غنیمت کی حیثیت ۴۸۰:۳
اموالِ غنیمت کی تقسیم
(i) اللہ کا حق اور اس کا مصرف ۴۸۱:۳
(ii) رسول کا حق اور اس کی نوعیت ۴۸۱:۳
(iii) ذوی القربیٰ کا حق اور اس کی نوعیت ۴۸۱:۳
(iv) یتیموں اور مسکینوں کا حق اور اس کی نوعیت ۴۸۲:۳
(v) غربا و فقراء کے اموال کا اجتماعی مقصد ۴۸۲:۳

جہاد
جہاد ۷۹:۱، ۵۶۳، ۵۱۰:۲
جہاد میں مسلمانوں سے نصرت کا وعدہ ۴۷۶:۳
جہاد میں اللہ کی معیت حاصل ہونے کی شرف ۴۸۸:۳
جہاد کی ضرورت اور اس کی حکمت ۵۸۱:۱، ۲۵۶:۵، ۳۹۹:۷، ۲۳۱:۸
جہاد کی حکمت ۲۳۱:۸
جہاد میں مسلمانوں اور کافروں کی قوت کا تناسب ۵۰۶:۳
جہاد کی مصلحت ۳۹۹:۷
جہاد کرنے سے معذور لوگوں کا بیان ۴۵۷:۷
جہاد کا ایک خاص پہلو ۵۱۲:۱
منافقین اور مخلص معذورین کے درمیان واضح فرق ۵۸۳:۳
ہجرت اور جہاد کی برکات ۳۳۱:۲
جہاد کرنے کا حکم ۴۷۴:۱، ۴۷۵
خدا کی راہ میں جہاد کے سزاوار کون ہیں؟ ۲۳۵:۲
جہاد کے لیے دو محرک ۵۶۶:۱
جہاد میں حدود و قیود کی پابندی کا حکم ۶۶۴:۳
جہاد کے لیے ایک اہم محرک ۳۳۶:۲
جنگ میں حوصلہ (مورال) بڑی طاقت ہے ۴۴۹:۳
جہاد اور نماز و زکوٰۃ میں گہری مناسبت ۳۴۳:۲، ۳۶۶
جہاد کی ترغیب ۳۶۳:۲، ۳۷۳
محترم مہینوں کا احترام ۴۷۴:۱، ۵۷۰:۳
جہاد کی اصل روح نماز ہے ۳۶۶:۲
جہاد کی تیاریوں کے لیے انفاق ۵۰۴:۳، ۲۰۷:۸
ترغیبِ جہاد کے مضمون کی مزید تاکید ۳۷۳:۲
لفظ 'جہاد' اپنے وسیع مفہوم میں ۵۱۰:۲
نظم اور ڈسپلن کی پابندی ۴۸۸:۳
مسلمانوں کو جہاد پر ابھارنے کی ہدایت ۵۰۶:۳
فتح کا انحصار کثرت و قلت پر نہیں، بلکہ عزم و ایمان پر ہے ۵۷۸:۱
جہاد میں سروسامان کی کمی کوئی عذر نہیں ہے ۵۷۷:۳
جان اور مال دونوں سے جہاد ۶۴۵:۳
جہاد کے حکم پر منافقین کا رویہ ۴۱۱:۷
مسلمانوں کو اپنی مدافعت میں جہاد کی اجازت ۲۵۴:۵
جہاد کی اجازت کی حکمت ۲۵۶:۵
مسلمانوں کے دشمن اللہ کے دشمن ہیں ۵۰۳:۳

جہاد حصولِ فلاح کا ذریعہ ۳:۴۸۷

اہل ایمان کی جنگ عبادت ہے ۳:۴۸۹

جہاد میں اصول عدل کا احترام اور صلح جوئی کی اجازت ۳:۵۰۴

جہاد میں پیٹھ دکھانے کے جرم کی شدت ۳:۴۵۰

دشمن مسلمانوں کو سپر کے طور پر استعمال کرے تو ملت اسلامیہ کا طرزِ عمل ۷:۴۶۳

اللہ اور رسول کی اطاعت کا ایک خاص مفہوم ۳:۴۸۸

مخالفین جہاد کو جواب ۵:۲۵۶

جہاد میں ریا اور نمائش سے احتراز کی ہدایت ۳:۴۸۹

جہاد کے باب میں مومنین کو ہدایات ۳:۴۸۷

جہاد کے سب سے بڑے مخالف نصاریٰ تھے ۵:۲۵۷

جہاد کے لیے مالی اعانت کی نہایت مؤثر دلیل ۳:۵۰۴، ۸:۲۰۷

قرضِ حسن کا موقع و محل اور اس کی حقیقت بسلسلہ جہاد ۸:۲۲۴

جہادِ مالی اور جہادِ جانی ۱:۵۱۱

تعزیرات اسلامی حدود و تعزیرات کی برکت ۵:۳۶۳

تعزیرات کی حکمت ۱:۴۳۶

اسلامی حدود و تعزیرات کا ایک اہم مقصد ۵:۳۶۳

کیا تعزیرات خلافِ عقل ہیں ۱:۴۳۶

تعزیرات کے جدید فلسفہ پر بحث ۲:۵۰۷

عصر حاضر کا فلسفہ اور اس کی برکات ۵:۳۶۲

تعزیرات کا ضابطہ ۲:۵۰۶

تنفیذِ حدود کے معاملہ میں مداہنت ایمان کے منافی ہے ۵:۳۶۲

جرائم سے اجتناب ۵:۴۸۸

الزام کے ثبوت کے لیے چار گواہوں کا مطالبہ ۵:۳۸۴

جرم کی نوعیت کے مطابق سزا ۵:۳۶۸

مجرموں کی دو قسمیں ۵:۳۶۷

ارتداد کی سزا ۱۱:۵۱۳

مجرموں کا جرم بے تحقیق واضح ہوگا ۸:۱۴۲

مجرموں کے لیے سنتِ الٰہی ۷:۲۸۴

حدود کے معاملہ میں یہود کی مداہنت ۵:۳۶۲

مجرموں کا حشر ۶:۴۳۴

جرم کے مواخذہ اور عمل کے صلہ کے باب میں سنتِ الٰہی ۶:۲۱۹

غلطی اور جرم میں فرق ۶:۱۹۰

زنا زنا کی سزا ۵:۳۶۱

زنا اور محرکات زنا ۳:۲۰۱، ۴:۴۹۹

النور ۲ پر فقہاء کی بعض قیدیں اور ان کے باب میں ہمارا نقطہ نظر ۵:۳۶۴

رجم کی سزا کے حق میں فقہاء کے استدلال کا ماخذ ۵:۳۶۵

فقہا کا ایک دوسرا ماخذ اور اس پر تنقید ۵:۳۶۶

رجم کی سزا کا ماخذ اور اس کا محل ۵:۵۶۷

ماعز کے جرم کی نوعیت ۵:۳۶۹

زنا اور شرک کی باہمی مشابہت ۵:۳۷۵

غامدیہ کا واقعہ رجم ۵:۳۷۲

زنا کی سزا، ابتدائی احکام ۲:۲۶۴

زنا بالجبر کے مجرم کو رجم کی سزا ۵:۳۷۳

فاحشہ زنا کی تعبیر کے لیے معروف ہے ۲:۲۶۴

عبادہ بن صامت کی روایت پر تنقید ۵:۳۶۶

فاحشہ: لفظ کی تنکیر اظہار کراہت کے لیے ۲:۲۷۹
عبادہ بن صامت کی روایت کا صحیح محل ۵:۳۷۴

## سیئات

ہدایت وضلالت کے باب میں سنتِ الٰہی ۴:۴۸
نیکیوں اور بدیوں کا اصل منبع انسان کا دل ۳:۲۰۱
سرچشمہ گناہ گناہ کا سرچشمہ ۱:۱۷۲
قبولِ حق کی راہ کی سب سے بڑی رکاوٹ ۱:۲۷۵
گمراہی — گمراہی کا اصل سبب ۶:۶۴، ۴۷۰، ۸:۴۹۹
چھوٹی گمراہی بڑی گمراہیوں کے دروازے کھول دیتی ہے ۱:۲۸۹
ظاہری گندگی اور باطنی گندگی ۱:۴۱۴
متشابہات سے گمراہی کی ایک مثال ۲:۳۱
رہبانیت کے غلط تصور سے پیدا شدہ گمراہیاں ۴:۶۸۸
مہلکات — جہنم کی راہ پر ڈالنے والے مہلکات:
۱۔ شرک ۲۔ قطع رحم ۳۔ قتل ۴۔ زنا
۵۔ جھوٹی شہادت ۶۔ کمزوروں پر ظلم
۷۔ بغی ۴:۳۶۱
دلوں کے ساتھ چمٹ جانے والا روگ ۳:۶۴
منہیات — قرآنی منہیات کا بیان:
۱۔ زنا اور اس کے محرکات ۴:۴۹۹
۲۔ قتل کی ممانعت اور اسلامی قانون کا مزاج ۴:۵۰۰
۳۔ مالِ یتیم کی حفاظت ۴:۵۰۱
۴۔ ایفائے عہد کی ہدایت ۴:۵۰۱
۵۔ ایفائے کیل ووزن کی تاکید ۴:۵۰۲
۶۔ قذف اور تہمت کی ممانعت ۴:۵۰۲
۷۔ غرور وتکبر کی ممانعت ۴:۵۰۲
استکبار — استکبار کا شجرۂ نسب ۶:۵۴۸
استکبار کا مفہوم ۸:۵۹۵
استکبار، اُمّ الامراض ۶:۱۶۷
استکبار ابلیس کی صفت ہے ۶:۵۴۸
استکبار بغیر حق ۵:۶۷۷
استکبار دین کے لیے حجاب ہے ۷:۱۸۸
استکبار سے پاک مومنین کا صلہ ۹:۴۸۴
استکبار شیطان کی سنت ہے ۵:۴۸۶
استکبار کا اصل سبب ۴:۵۱۷
استکبار کلام کے انداز سے بھی نمایاں ہوتا ہے ۷:۴۸۸
ضلالت کا سب سے بڑا سبب استکبار ہے ۱:۵۹۹
استکبار کی سزا ۶۱:۱۲۲، ۸:۵۲۰
استکبار کے باعث رسول کی تکذیب ۶:۳۹۳
غرور واستکبار کی تصویر ۸:۵۲۰
اکل مالِ یتیم اکل مالِ یتیم ۳:۲۰۲
بخل — انفاق کا حجاب ــــــ بخل وحرص ۸:۴۲۴
بخیلوں کا انجام ۷:۴۲۶
بدگمانی — بدگمانی کی ممانعت ۷:۵۰۹
برائیوں کے تین عنوان — برائیوں کے تین عنوان:
ظلم، بے حیائی، بغی وطغیان، ۷:۱۷۷
چھوٹی برائی — بظاہر بعض برائیاں جو بظاہر چھوٹی لیکن باطن کے اعتبار سے بڑی ہیں ۷:۵۰۸

بے یقینی — بے یقینی کا علاج ۸:۲۱۷

تجسس — تجسس ۷:۵۱۰

مستحسن تجسس ۷:۵۱۵

کیا حکومت کے لیے بھی لوگوں کے حالات کا تجسس جائز نہیں ہے ۷:۵۱۳

فسادِ تمدن — تمدن کے فساد کا ایک سبب ۳:۳۱۱

جمع مال — جمع مال کا انجام ۳:۵۶۷

سرکشی — سرکشی کی اصل علت ۵:۲۸۲

شک — شک کی بیماری مہلک ہے ۸:۲۱۶

طنز — طنز اور پھبتی کی ممانعت ۷:۵۰۷

تمسخر کی ممانعت ۷:۵۰۵

عزتِ نفس — جھوٹی عزتِ نفس ۸:۴۰۲

غیبت — غیبت ۷:۵۱۰

غیبت کے باب میں بعض لوگوں کی غلط فہمی ۷:۵۱۶

قتل نفس — قتل نفس ۳:۲۰۱

لغویات — لغویات سے احتراز ۵:۴۸۹

مرغوباتِ نفس — مرغوباتِ نفس ۲:۴۱۰

نسلی تفوق — نسلی اور خاندانی غرور پر ضرب ۷:۵۱۲

اسراف — اسراف کی ممانعت ۳:۱۸۵


## شانِ نزول


شانِ نزول ۱:۳۱

ایک بے بنیاد شانِ نزول ۷:۴۹۵

ایک ضعیف شانِ نزول ۹:۲۵۵


## شر


شر کو مہلت دینے کی حکمت ۲:۳۴۵

شریروں کو تنبیہ ۶:۱۷

شر کا وجود مستقل بالذات نہیں ہے ۹:۶۶۱

شر سے پناہ خالق ہی دے سکتا ہے ۹:۶۶۰

الہامِ خیر و شر کا لازمی تقاضا ۹:۳۸۸

سفلی اعمال کا شر ۹:۶۶۳


## شرک


شرک کو اللہ تعالیٰ معاف نہیں فرمائے گا ۲:۳۱۳

'شرک' کی حقیقت ۲:۳۸۴

شرک کے ناقابل معافی جرم ہونے کی وجہ ۲:۳۸۷

خدا کی ہدایت کے برخلاف کسی طریقے کی پیروی کرنا شرک ہے ۲:۳۸۷

شرک کا امام شیطان ہے ۲:۳۸۸

مشرکانہ نذریں ۲:۳۹۰

امانی باطلہ اور تغییر خلق اللہ ۲:۳۹۰

'اناث' سے مراد مزعومہ دیویاں ہیں ۲:۳۸۸

شرک کا بودا پن اور اس کا حسب و نسب ۲:۳۹۱

شرک کی تمام تر بنیاد ظن پر ہے ۴:۵۰، ۶۷، ۸:۶۵

شرک کی دیو مالا کے مصنفین ۸:۶۵

شرک فساد فی الارض ہے ۲:۱۰۹

مشرکین کا جھوٹ دنیا اور آخرت میں ۳:۳۳

شرک کی بنیاد خواہش پر ہے ۳:۶۶

جنات کو خدائی میں شریک بنانے کا عقیدہ ۳:۱۲۹

شرک کی کوئی دلیل نہیں ۳:۱۲۹، ۶:۱۹، ۷:۳۴۶
یہود کے تین قسم کے شرک ۲:۳۱۳
محیطِ کل علم شرک کے منافی ہے ۳:۱۳۱
مشرکانہ توہمات کے تحت حرام سمجھے جانے والے چوپایوں کو کھانے کا حکم ۳:۱۵۴
شرک اور مظاہر شرک دونوں کو چھوڑنے کا حکم ۳:۱۵۶
غضبناک بھوتوں کی خوشنودی کے لیے قتل اولاد ۳:۱۷۱
تکبر شرک ہے ۳:۲۳۱
اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے سلسلہ میں منقسم وفاداری ۱:۴۹۹
صفاتِ الٰہی کے باب میں گمراہی شرک کے عوامل میں سے ہے ۳:۲۷۹
شرک کا بطلان، ایک بدیہی حقیقت کا بدیہی نتیجہ ۵:۶۲۷
خدا کے مزعومہ شرکاء کی بے حقیقتی ۳:۴۰۸؛ ۴:۳۹۹، ۵:۶۹۹، ۶:۳۹۱
مشرکوں کو چیلنج ۳:۴۰۸
باپ دادا کا طریقہ حق ہونے کی دلیل نہیں ۵:۱۵۸
مشرکانہ عبادت کے اجزا ۳:۳۷۴
شرک کے ساتھ ہر نیکی برباد ۲:۱۶۴، ۳:۵۵۰، ۶:۶۱۰
ردِ شرک کی ایک دلیل ۴:۳۴
شرک کے خلاف مزید دلائل ۳:۴۰۹، ۴:۳۴، ۶۸، ۲۷۹، ۲۹۵، ۶۲۵، ۵:۱۳۴، ۷:۱۶۳
اہل عرب کے شرک کی نوعیت ۴:۸
شرک کی بنا محض گمان پر ہے ۱:۶۷
رات اور دن کی نشانیاں ردِ شرک کے لیے ۴:۶۸
شرک سے اعلانِ براءت ۴:۲۵۸
شرک کی جڑ پر کلہاڑا ۴:۲۷۹
انسان کی ناشکری پر تعجب اور افسوس ۶:۵۶۷
شرک کس دلیل کی بنا پر؟ ۴:۲۷۹
حمایتِ شرک دنیوی مفادات کے لیے ۴:۲۹۵
شرک باعتبار حقیقت کفر ہے ۴:۳۲۰، ۵:۲۳۲، ۹:۶۰۸
توحید اور شرک کی تمثیل ۴:۳۲۳
اصنام کی بے حقیقتی کی تمثیل ۵:۲۸۵
کلمۂ شرک کی تمثیل ۴:۳۲۵
معبودانِ باطل کی بے حقیقتی ۴:۳۹۶، ۵:۶۹۹، ۶:۳۹۱
شرک خدا پر افترا ہے ۴:۴۱۸، ۸:۴۰
شرک کا دہرا گھناونا پن ۴:۴۱۸
کفر و شرک ظلم ہے ۴:۴۲۰
زنا اور شرک کی باہمی مشابہت ۵:۳۷۵
آخرت میں مشرکین اور ان کے بنائے ہوئے شریکوں کے درمیان گفتگو ۴:۴۳۷
شرک کے لیڈروں کے لیے مزید عذاب ۴:۴۳۷
نصاریٰ کا شرک ۴:۶۵۰
شرک، ظلم عظیم، سزا عذاب کبیر ۵:۴۵۷
خدا کا شریک بنانے کا انجام ۴:۴۹۵، ۵:۶۹۸
تردیدِ شرک نئے اسلوب سے ۴:۵۰۷
شرک کا مخفی خناس ۴:۵۸۶
بت اور ان کے پجاری دونوں جہنم میں ڈالے جائیں گے ۵:۱۹۱
گھمنڈ شرک ہے ۴:۵۸۸
اللہ کی اولاد ٹھہرانے کا جرم ۴:۶۸۵، ۶۸۷
شرک کی سنگینی کی تعبیر ۴:۶۸۶

شفاعتِ باطل کے امیدواروں کے ایک زعم کی تردید ۵:۹۳
شرک باعثِ نامرادی ہے ۵:۹۴
شرک کے واہمہ کی تردید ۵:۱۳۴
مشرک خدائے رحمان کے لیے بے غیرت ہے ۵:۱۴۸
توحید کے اثبات اور شرک کی تردید میں تاریخ کی شہادت ۵:۱۳۶
ابطالِ شرک کی ایک واضح دلیل ۵:۱۶۳
غیر اللہ سے دعا شرک اور ضلالِ بعید ہے ۵:۲۲۳
مشرک کی تمثیل ۵:۲۴۶
ردِّ شرک پر ایک اہم خطبہ ۵:۶۲۳
مشرکوں کی بدحواسی قیامت کے دن ۵:۷۰۰
احاطہء علمِ الٰہی کی دلیل سے شرک کا ابطال ۵:۷۰۱
شرک سے تمام اعمال حبط ہو جاتے ہیں ۶:۱۰
شفاعتِ باطل کا عقیدہ آخرت کی بازپرس سے فرار کے لیے ایک چور دروازہ ہے ۶:۵۹
شرک ایک بے دلیل چیز ہے ۶:۱۹، ۷:۳۴۶
شرک اور اہلِ شرک کی تمثیل ۶:۴۸
فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں کہنے کی جہالت ۶:۴۹۸
شرک کا ابطال اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے حوالے سے ۶:۳۵۶
شرک کی نفی خدا کی صفات سے ۶:۴۹
شرک کی نفی فرشتوں کی صفات سے ۶:۴۵۳
شرک حنیفیت کی نفی ہے ۶:۹۶
اللہ اور جنوں کے درمیان رشتہ جوڑنے کی حماقت ۶:۴۹۹
خدا کے حقوق میں حصہ داری کے خلاف ایک دلیل ۶:۸۹
خدا کے شریک ٹھہرانے والوں سے ایک سوال ۶:۱۲۴
مشرکین کے مزعومہ تصورِ شفاعت کی نفی ۶:۳۱۴
شرک اور شرکاء کی تردید اضداد میں سازگاری کے پہلو سے ۶:۳۶۶
فرضی معبودوں کی بے بسی دنیا اور آخرت دونوں میں ۶:۳۶۸
خدا کے ہاں سفارشوں کی کوئی گنجائش نہیں ۶:۵۴۸
شرک و شفاعت کا عقیدہ اس دنیا کے بالحق ہونے کے منافی ہے ۶:۵۶۴
شفاعتِ باطل کا عقیدہ حق و باطل دونوں کو یکساں کر دیتا ہے ۶:۵۷۱
یہ دینِ شرک کہاں سے آ نکلا؟ ۷:۱۶۳
اصل صورتِ حال جس سے جھوٹی شفاعت پر تکیہ کرنے والوں کو سابقہ پیش آئے گا ۷:۲۲
سفارش کے خلاف ایک دلیل ۷:۲۷
شرک و شفاعت کے ساتھ آخرت کو ماننا اس کے انکار کے حکم میں داخل ہے ۷:۸۰
خدا کی نشانیوں کو خدا نہ بناؤ ۷:۱۰۷
قیامت کے دن مشرکین شرک سے تبری کریں گے ۷:۱۲۲
اقرار علی الشرک کا اصل سبب استکبار ہے ۷:۳۰۸
تمام فساد کی جڑ شرک ہے ۷:۳۷۱
اس حقیقت کی یاددہانی کہ خدا کا کوئی شریک نہیں ۷:۶۲۹
خدا کے ساتھ شرک کا کوئی جوڑ نہیں ۸:۴۰
خدا کا کوئی شریک نہیں ۸:۴۱۵
شرکاء اور شفعا کا غرّہ بالکل باطل ہے ۸:۳۸
اللہ کی بادشاہی میں کسی کی حصہ داری نہیں ۸:۷۰
خدا سے بڑا کوئی غفار نہیں کہ اس کی سفارش چاہی جائے ۸:۵۹۷
شرک کے خلاف آفاقی دلائل ۶:۱۲۳
شرک کی نجاست سے بچنے کا حکم ۹:۴۵

کفروشرک سے تمام نیکیاں برباد ہو جاتی ہیں ۲:۱۶۴
شرک کی کوئی بنیاد نہیں ۲:۱۹۱، ۷:۱۶۳
مزعومہ سفارشیوں کی نفی ۹:۱۶۵
شرک سے آشکارا اعلانِ براءت ۹:۶۱۱
شرک کی تردید ستاروں کے غروب اور سقوط سے ۸:۵۱
شرک کے لیڈروں کی ذہنیت ۹:۴۸

## شریعت

اصل نعمت دین وشریعت ہے ۱:۶۰، ۴:۱۹۲
معروف اور شریعت میں نسبت ۱:۴۳۹
شریعت کا مزاج ۲:۵۹۵
شریعت کے اجزا میں تمام بدیہیات فطرت شامل ہیں ۱:۵۲۶
شریعتِ الٰہی کا مطالبہ ۲:۵۹۲
شریعت میں تدریج بندوں کی سہولت کے لیے ہے ۲:۵۹۲
تدریج کے مراحل ۲:۵۹۳
شریعت میں تدریج کی مصلحت ۲:۵۹۲، ۴:۴۵۰
حدودِ شریعت کی پابندی کرنے والوں کو اطمینان دہانی ۸:۴۴۲
خدا کی شریعت کا حق اس کے ہر جزو پر عمل کرنے سے ادا ہوتا ہے ۱:۲۷۵
شریعت کے حقوق ادا کرنے کے لیے بنیادی ہدایات ۲:۲۳۳
جو قوم شریعت کی حامل ہوتی ہے وہی خلق کی رہنمائی کی اہل ہوتی ہے ۷:۲۸۵
تطہیر شریعت ۱:۳۱۲
شریعت کی حامل امت کا اصلی فریضہ ۲:۵۲۵
شریعتِ اسلامی میں نسخ کی نوعیت ۱:۳۱۳
مختلف امتوں کی شریعتوں کے اختلاف کی حکمت ۲:۵۳۵
کسی چیز کو بے سند شریعت قرار دینا بدعت ہے ۳:۱۵۵
شریعت کا مذاق اڑانے والوں کے ساتھ بیٹھنا بے غیرتی اور اس پر راضی رہنا نفاق ہے ۳:۷۸
شریعتِ الٰہی سے مناق کا انجام ۱:۵۳۹
پروہتوں کی من گھڑت شریعت ۳:۱۷۲

## شعائر

شعائر سے مقصود اور ان سے متعلق اصولی باتیں ۱:۳۸۴
شعائر کی حکمت ۲:۵۹۸
شعائر کی تنظیم کے لیے اصل شرط ۵:۲۴۷
تمام شعائر کے احترام کی تاکید ۱:۴۵۴، ۵۹۸، ۲:۵۹۸
شعائر کا احترام ظاہر و باطن دونوں پہلوؤں سے مطلوب ہے ۲:۴۵۴
شعائر کی تعظیم کے لیے اصل شرط دل کا تقویٰ ہے ۵:۲۴۷
غیر مشروع شعائر سے اجتناب کی ہدایت ۲:۶۰۱
دشمن کی دشمنی بھی توہین شعائر کے لیے دلیل جواز نہیں ہے ۲:۴۵۴
اذان شعائر الٰہی میں سے ہے ۲:۵۵۰

## شعروشاعری

شعروشاعری نبوت کے شایانِ شان نہیں ہے ۶:۴۳۹
ہمارے شعراء اور ان کی شاعری ۵:۵۶۹
شاعروں کی خصوصیات ۶:۴۴۰
آنحضرت ﷺ پر شاعر ہونے کے الزام کی تردید، فیصلہ کے لیے تین کسوٹیاں
پہلی کسوٹی: درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے
دوسری کسوٹی: شاعروں کا کوئی معین ہدف نہیں ہوتا

تیسری کسوٹی: شاعر صرف گفتار کے غازی ہوتے ہیں

دربارِ رسالت کے شعراء کا استثناء ۵:۵۶۶ تا ۵۶۸

## شفاعت

شفاعت کا مفہوم ۱:۲۰۹، ۵۸۸

مشرکین کے عقیدۂ شفاعت کی تردید ۴:۴۹

جھوٹی شفاعت کی تردید ۱:۱۷۲

شفاعت باطل کی نفی ۴:۳۴، ۱۷۲، ۶:۴۹۶، ۵۴۸، ۵۷۱، ۷:۲۷، ۲۵۶، ۸:۷۶، ۹:۶۴، ۱۶۵

شفاعت باطل کے امیدواروں کے ایک زعم کی تردید ۵:۹۴

شفاعت باطل پر آس لگانے کا انجام ۷:۲۲

شفاعت کا عقیدہ دنیا کے بالحق ہونے کے منافی ہے ۷:۵۶۴

شفاعت باطل اور شرک کے ساتھ آخرت کو ماننا اس کے انکار کے حکم میں داخل ہے ۷:۸۰

شفاعت باطل کا عقیدہ آخرت کی باز پرس سے فرار کے لیے چور دروازہ ہے ۶:۵۹۶

شفاعت باطل کا عقیدہ حق و باطل دونوں کو یکساں کر دیتا ہے ۶:۱۵۷

اللہ کے ہاں کوئی سفارش اس کے اذن کے بغیر نہیں ہوگی ۴:۲۴، ۸:۶۴

شفاعت کے لیے شرائط ۵:۹۴، ۶:۵۹۶

شفاعت کے متعلق چند اصولی باتیں ۴:۶۸۴

شفعا سچی گواہی دیں گے ۷:۲۵۷

رسول کا استغفار بمنزلہ شفاعت ہے ۲:۳۲۹

## شورائیت

شوریٰ کی اہمیت ۷:۱۸۰

شوریٰ نظم سیاسی کی بنیاد ہے ۷:۱۷۸

شورائیت اسلامی نظام میں ۲:۲۰۸

شورائیت: اکثریت اور اقلیت کے باب میں صحیح نقطہ نظر ۲:۲۱۰

## شہادت

شہادت کا وسیع مفہوم ۸:۵۷۶

شہادتِ حق کی ذمہ داری ۲:۱۰۰

شہادتِ حق کی راہ کا بدرقہ ۵:۲۹۰

گواہی پر فسق کا اثر ۷:۵۰۲

تمام ابوابِ شہادت پریشان ۲:۶۰۳

شہادتِ دیت سے متعلق ہدایات ۲:۶۰۴

ہر چیز کی تکوینی شہادت ۴:۲۷۸

فطرتِ کائنات کی شہادت ۴:۲۸۳

توحید کے حق میں خود خدا کی شہادت ۴:۴۱۷

وعدۂ نصرت کی تائید میں آفاق کی شہادت ۵:۲۸۱

آسمان و زمین کی شہادت ۶:۵۰

مکافات کے قانون پر شہادت ۷:۵۸۹

اصل شہادت عمل کی شہادت ہے ۳:۶۲۸

حیات بعد الموت پر آفاقی شہادت ۹:۳۰۴

فجر کی شہادت سے مقصود ۹:۳۴۶

آفاقی شہادت کے بعد نفسیاتی شہادت ۹:۳۸۷

رات کی شہادت ۹:۳۴۹

اضداد کی شہادت ۹:۳۵۱

تاریخ کی شہادت ۹:۳۵۵

آفاقی و انفسی شہادتوں سے ہمیں کیا درس ملتا ہے ۹:۳۸۹

جفت اور طاق سے مراد اور ان کی شہادت ۹:۳۴۸

## شہید

شہید کا مفہوم ۱:۱۳۸، ۳۶۴،۸:۲۱۹

شہداء سے مراد ۲:۱۸۱

شہید کی زندگی ۱:۳۸۰

شہداء کے لیے جنت کا وعدہ ۷:۴۰۰

شہداء کے باایمان اخلاف کے ساتھ رعایت ۲:۲۱۵

## صحابہ کرامؓ

صحابہؓ کی خصوصیات ۱:۹۶

چٹان کی طرح سخت موم کی طرح نرم: آپ ﷺ اور صحابہؓ کی امتیازی خصوصیت ۷:۴۷۰

صحابہؓ کی ایک خاص علامتِ امتیاز ۷:۴۷۳

صحابہ کرامؓ کا عظیم رتبہ ۳:۱۰۳

رضی اللہ عنہم اور رضوعنہ کی عظیم بشارت ۳:۶۳۶

پیغمبر ﷺ اور صحابہؓ کو ہدایت ۴:۴۶۳

صحابہ کرامؓ کی امتیازی خصوصیت ۷:۴۷۱

رسول کریم ﷺ اور صحابہؓ کی شب خیزی کی تحسین ۵:۵۶۴

النساء ۱۱۵ میں مومنین سے مراد صحابہ، رسول ﷺ ہیں ۲:۳۸۲

نبی ﷺ نے اپنے تمام صحابہؓ پر انذار و تبلیغ کی ذمہ داری ڈالی ۳:۳۱

آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہؓ کی اقامتِ دین کی جدوجہد ۹:۲۴

قیامت کے دن پیغمبر ﷺ ان کے صحابہؓ اور اہل ایمان کی سرفرازی ۸:۴۷۱

## صدق

صدق کی حقیقت ۲:۴۳

صدق کی تعریف ۸:۲۱۹

## ظلم

ظلم کا مفہوم ۴:۵۸۶، ۵:۹۴

ظلم اور زور کا مفہوم ۵:۴۴۶

ظلم اور عدوان کا مفہوم ۲:۲۸۶

ظلم و تعدی کا جواب ۷:۱۸۱

ظالم ۱:۳۲۶، ۴:۳۷۴، ۴۲۰

ارتکابِ ظلم کی وجہ ۹:۲۵۴

## عباد الرحمٰن

بدتمیزوں سے الجھنا عباد الرحمٰن کی شان کے خلاف ہے ۵:۴۸۶

عباد الرحمٰن کی خلوت کی زندگی ۵:۴۸۷

عباد الشیطٰن کے بعد عباد الرحمٰن کا بیان ۵:۴۸۶

فروتنی و خاکساری ۵:۴۸۶

انفاق کے لیے اہتمام ۵:۴۸۷

جرائم سے اجتناب ۵:۴۸۸

لغویات سے احتراز ۵:۴۸۹

اہل و عیال کی عاقبت کی فکر ۵:۴۹۰

ان کا صلہ جنت کی عالی مقامی ۵:۴۹۱

## عبادت

عبادت کا مفہوم ۱:۵۷

جن وانس کی زندگی کا نصب العین عبادت ہے ۷:۶۳۲

عبادت کا حقدار صرف اللہ وحدہ لاشریک لہٗ ہے ۵:۴۲۰

عبادت کے ساتھ اطاعت ضروری ہے ۶:۵۷۵

ہر چیز کی عبادت کا طریقہ الگ الگ ہے ۵:۴۲۰

اللہ کسی کی عبادت کا محتاج نہیں ۷:۱۰۸

فضا کے پرندوں کی عبادت کی طرف اشارہ ۵:۴۲۰

عبادت کے اوقات کے تعین میں حکمت ۶:۸۰

مقصد — اسلام میں عبادت وریاضت کا اصل مقصد ۷:۵۹۳

صلوٰۃ: لفظ صلوٰۃ کی حقیقت ۱:۹۳، ۲:۳۰۲

نماز اور زکوٰۃ، معاندین اسلام کی مخالفتوں کا علاج ۱:۲۹۹

اہمیت — دین میں نماز کی اہمیت ۱:۱۹۷، ۲:۵۳۲، ۹:۳۲۰

و — نماز اور زکوٰۃ سے تمام نیکیوں کی شیرازہ بندی ہوتی ہے ۱:۲۶۵

حقیقت — نماز سارے دین کے لیے حصار ہے ۱:۵۴۹، ۸:۵۷۶

نماز کا ذکر دو مختلف پہلوؤں سے ۱:۱۹۸

حصول صبر کی تدبیر نماز ہے ۴:۳۸۰

نماز کی محافظت ۱:۵۵۳

نماز اور زکوٰۃ ایمان کی عملی تعبیر ہے ۲:۵۴۸

شریعت میں صبر اور نماز کا درجہ ۲:۴۲۶

نماز اور زکوٰۃ دین وشریعت کی بنیاد ۴:۶۴۸

نماز باجماعت کی اہمیت ۲:۳۶۶

نماز اور زکوٰۃ اسلام میں بنیادی نیکیاں ۱:۱۰۴

'اقامتِ صلوٰۃ' کا مفہوم ۱:۹۱

نماز اور زکوٰۃ میں لازم وملزوم کا رشتہ ۵:۲۹۸

اقامتِ صلوٰۃ تعمیر کعبہ کا مقصد ۴:۳۳۳

ایمان کا اوّلین مظہر نماز ہے ۷:۱۷۸

نماز اور زکوٰۃ کی اصل روح ۲:۵۴۹

اسلام کا نظم اجتماعی نماز کی صورت میں متشکل کیا گیا ۷:۱۷۹

صبر اور نماز اقامتِ دین کی جدوجہد میں وسیلۂ ظفر ہیں ۱:۱۹۹، ۳:۳۵۱

نماز ایمان کی حقیقت کا عملی مظہر ہے اور زکوٰۃ انفاق کی حقیقت کا قانونی مظہر ۱:۴۲۷

نماز اور زکوٰۃ کی ہدایت شہادت علی الناس کی ذمہ داری کے پہلو سے ۵:۲۸۹

اذان — اذان شعائرِ الٰہی میں سے ہے ۲:۵۵۰

وضو — وضو سے طہارت حاصل کرنے کا طریقہ ۲:۴۶۹

تیمم — وضو اور تیمم کے احکام کی علت وحکمت ۲:۴۷۰

تیمم کی حکمت ۲:۳۰۲

تیمم کے تین مواقع ۲:۳۰۳

حدث وجنابت دونوں حالتوں میں تیمم کی اجازت ۲:۳۰۳

سجدہ — 'سجدہ' کا مفہوم ۱:۱۶۳، ۲۱۹

سجدۂ تعظیمی ۱:۱۶۳

سجدہ کے حکم کی علت ۱:۱۶۳

آدمؑ کو سجدہ کرنے کے حکم کا مقصود ۱:۱۶۴

کائنات کی ہر چیز سجدے میں ہے ۵:۲۲۹

اشیائے کائنات کا رکوع وسجود ۴:۵۳۰

'ادبار السجود' کا صحیح مطلب ۷:۵۶۸

رکوع — رکوع کا مفہوم ۱:۱۸۵

رکوع وسجود کا مفہوم ۱:۳۳۳

مسجد — صدرِ اوّل میں مسجد کی حاضری ایمان اور کفر کے درمیان

علامتِ فارق تھی ۲:۱۱۴

اثراتِ نماز نماز حصولِ صبر و استقامت کے لیے ۴:۵۳۰، ۳۸۰

صبر اور توکل کے حصول کی تدبیر: نماز ۴:۸۱

نماز ذریعہء استقامت ہے ۴:۱۷۵، ۵۳۰

نماز میں وقار اور سنجیدگی کی تعلیم ۴:۵۴۷

نماز اور ایمان بالآخرۃ کا باہمی تعلق ۵:۳۳

نمازوں کے اندر سب کچھ ہے ۵:۱۰۷

نماز رزق کی ضامن ہے ۵:۱۱۱

مسجد اپنی فطرت ہی سے خدا کے لیے خاص ہوتی ہے ۳:۲۵۰

مسجد کی بنیاد تقوٰی پر ہوتی ہے ۳:۶۴۳

مسجد اقصیٰ سے مراد ۴:۴۷۴

مسجد قبا اور اس کے نمازیوں کی تعریف ۳:۶۴۳

مساجدِ الٰہی کی تولیت کے اصلی حقدار ۳:۵۵۰

مسجد ضرار کی تعمیر کے مقاصدِ فاسدہ ۳:۶۴۱، ۶۴۴

زندگی پر نماز کا اثر ۵:۲۹۶

جماعتی تربیت کے لیے تلاوت اور نماز کا حکم ۶:۵۱

نماز کے دو اہم پہلو ۶:۵۲

شکر کا زندگی پر اثر

i نماز کا اہتمام

ii امر بالمعروف

iii نہی عن المنکر

iv صبر ۶:۱۳۱، ۱۳۲

نماز صحیح توازن پیدا کرتی ہے ۸:۵۷۲

نماز ہی دین کے لیے حصار ہے ۹:۵۴۱، ۸:۵۷۶

نبی ﷺ کو صبر اور نماز کی تاکید ۸:۱۷۹

قرآن کی تلاوت کا طریقہ نماز میں ۹:۲۳

تصدیق، نماز، انفاق ۹:۹۴

روحِ نماز کی طرف اشارہ ۵:۲۹۶

بیت اللہ کے پروہتوں کی بے روح نمازیں ۹:۵۸۳

نمازوں کی بے حقیقتی کی وضاحت ۹:۵۸۴

نماز تمام امانات اور عہود کی اصل محافظ ہے ۵:۲۹۹

نماز کی اہمیت اصلاحِ ملت کے نقطہ نظر سے ۱:۲۰۲

نماز باطل کی علامت خست و ریاکاری ہے ۹:۵۸۵

اوقاتِ نماز اوقاتِ نماز کی تعلیم ۵:۱۰۶

نمازوں کے اوقات ۴:۵۲۹

اوقاتِ نماز اور ان کی حکمت ۷:۵۶۷

اوقاتِ عبادت کے تعین میں حکمت ۴:۵۲۹، ۵:۱۰۶، ۶:۸۰، ۷:۵۶۷

قصرِ نماز نماز میں قصر کی اجازت دفاع کے تعلق سے ۲:۳۶۹

قصر کی اجازت ایک رخصت ہے ۲:۳۶۹

قصر کی اجازت سفرِ جہاد ہی کے ساتھ خاص نہیں ہے ۲:۳۷۰

قصر کے کسر کا جبر ذکرِ الٰہی کی تکثیر سے ۲:۳۷۳

اہتمامِ قبلہ سفر میں اہتمامِ قبلہ کی ہدایت ۱:۳۷۴

صلوٰۃِ خوف 'صلوٰۃ الخوف' سے مراد ۱:۵۵۴

صلوٰۃِ خوف کی شکل ۲:۳۷۱

صلوٰۃِ وسطیٰ 'صلوٰۃ وسطیٰ' سے مراد ۱:۵۵۳

عصر کی نماز یہود کے ہاں بھی تھی ۶:۵۳۲

نفلی نمازیں صبر و عزیمت کے حصول کے لیے نفلی نمازوں کا اہتمام ۵:۱۰۷

شب کی نمازیں ۷:۵٦۸

'تہجد' سے مراد ۴:۵۳۱

شب بیداریوں اور قربانیوں کا صلہ تصور سے بالاتر ٦:۱٦۷

نبی ﷺ اور صحابہؓ کی شب خیزی کی تحسین ۵:۵٦۴

خلوت کی نمازیں ۳:٦۴۸

قیامِ لیل کی برکتیں ۹:۲۳

قیامِ لیل کا وقت ۹:۲۳

قیامِ لیل کی حکمت ۹:۲۵

شب خیزی کی تاثیر ۹:۲۵

قیامِ لیل کے حکم میں تخفیف اور اس کی وجہ ۹:۳۳

استغفار کے لیے سازگار ساعت ۷:۵۹۳

قیامِ لیل اور ذکر و فکر ۷:۵۹۲

نمازِ جمعہ جمعہ اور اذانِ جمعہ ۸:۳۸۵

خطبہ اور نمازِ جمعہ ۸:۳۸۵

خطبہ اور نماز کا اہتمام و التزام ۸:۳۸٦

یہود کے احترامِ سبت کے بالمقابل جمعہ کی پابندی آسان ہے ۸:۳۵٦

خطبہ پر تجارت کو ترجیح دینے پر تنبیہ، واقعہ کی سنگینی ۸:۳۸۷

خطبۂ جمعہ نمازِ جمعہ کا ضروری رکن ہے ۸:۳۸۸

جمعہ کے روز مسلمان کے لیے پسندیدہ روش ۸:۳۸۹

رسول کی تعلیم اللہ کی تعلیم ہے بسلسلہ نمازِ جمعہ ۸:۳۸۸

احادیثِ نماز "میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے" ۱:۱۵۲

"اگر لوگ یہ جان جائیں کہ عشا کی نماز میں کیا چیز پوشیدہ ہے تو وہ اس کے لیے پیٹوں کے بل رینگتے ہوئے بھی پہنچیں" ۱:۱۵۲

روزہ لفظ 'صوم' کی تحقیق ۱:۴۴۴

روزہ تربیتِ نفس کی قدیم ترین عبادت ہے ۱:۴۴۵

ایام معدودات سے مراد ۱:۴۴٦

روزے کا مقصد ۱:۴۴۵

روزے کا بیان تربیتِ نفس کے لیے ۱:۴۴۱

روزے کے احکام کی حکمتیں ۱:۴۵۲

البقرہ ۱۸۴، ایک غلط تاویل ۱:۴۴٦

اصل اشکال اور اس کا حل ۱:۴۴۸

روزے کے لیے رمضان کے مہینے کے انتخاب کی حکمت ۱:۴۵۰

روزے سے متعلق سوالات کے جوابات ۱:۴۵۵

رمضان کی راتوں میں خیانت سے کیا مراد ہے ۱:۴۵۸

روزے سے آگے اور پیچھے کے احکام میں مناسبت ۱:۴٦۳

روزے کا اثر انسان کی صلاحیتِ کار پر ۱:۴٦۰

قضا روزے کا فدیہ ابتدائی حکم ہے ۱:۴۴٦

شبِ قدر کی عظمت ۹:۴٦۷

اعتکاف مفہوم ۱:۳۳۳، ۴۵۹

حج حج کی سنت ۲:۱۴۷

حج کے احکامات ۱:۴۸۲

حج اور عمرہ کے لیے ایک تاکید ۱:۴۸۲

لفظ 'حج' کا جامع استعمال ۱:۴۸۴

'معلومات' سے مقصود ۱:۴۸۴

حج میں رفث، فسوق اور جدال کی ممانعت کے وجوہ ۱:۴۸۵

'فضل' سے مراد بضمن حج ۱:۴۸٦

اہل عرب کی حج کے سلسلہ کی بدعتیں ۱:۴۷۳

جاہلی رسوم کی مخالفت ۱:۴۸۶
مناسک کی تحقیق ۱:۳۳۹
ایک لغویت کی اصلاح ۱:۴۸۷
حج کے بارے میں ایک تنبیہ ۲:۱۴۷
طالبینِ دنیا کو تنبیہ ۱:۴۸۷
صحیح روش کی طرف اشارہ ۱:۴۸۸
حج کے موقع پر اعلانِ براءت کی عام منادی ۳:۵۳۷
آفاقی حجاج کے لیے ایک رخصت ۱:۴۸۴
قربانی سے پہلے سر منڈانے کا کفارہ ۱:۴۸۳
حج کا اجتماع روزِ حشر کے اجتماع کی یاددہانی ہے ۱:۴۸۹
حج پر پابندیاں ناروا ہیں ۵:۲۴۳
حجِ اکبر سے مراد ۳:۵۳۸
حج کی دنیوی برکات ۵:۲۴۳
حج کے آخری مراسم ۵:۲۴۵
حکمِ سعی کی نوعیت ۱:۳۸۷
'شعائر' سے مقصود ۱:۳۸۴
ابراہیمؑ کو حج کی منادی کرانے کے حکم کا تذکرہ ۵:۲۴۲
شعائر سے متعلق چند اصولی باتیں ۱:۳۸۵
قربانی — تھان، استھان اور مزار پر قربانی کی ممانعت ۲:۴۵۶
قربانی ایک قدیم ترین طریقۂ عبادت ۵:۲۴۸
اصل مقامِ قربانی مروہ ہے ۱:۳۸۳
قربانی کی اصل حقیقت ۵:۲۵۱
اونٹوں کی قربانی کا طریقہ ۵:۲۵۰
امکانی خطرے کے لیے ہدایت ۱:۴۸۳
اونٹوں کے ذکر کی ایک خاص وجہ ۵:۲۴۹
ذبح کے وقت اللہ کا نام لینے کی ضرورت ۳:۱۵۷
جانوروں کو صرف اللہ ہی کے نام پر ذبح کرنا کیوں ضروری ہے ۵:۲۴۴
حالتِ حرام میں شکار — حالتِ حرام میں عمداً شکار کا کفارہ ۲:۵۹۶
خطا کی صورت میں حکم اور بعض متعلق مسائل ۲:۵۹۶
احرام کی حالت میں شکار کی ممانعت ۲:۴۵۲، ۳:۳۷۹
عمرہ — 'عمرہ' کی نوعیت ۱:۴۸۱
طواف — طواف کا مفہوم ۱:۳۳۲
طوافِ عریاں کا جاہلی فلسفہ اور اس کے مہلک اثرات ۳:۲۴۸
اضطرار — شرعی حد ۲:۴۵۸

## عبرت

عبرت کا مفہوم ۲:۴۰، ۴:۴۲۷
ملک کے آثار سے عبرت حاصل کرنے کی دعوت ۶:۳۹۴
عبرت کے لیے پچھلی قوموں کے آثار دیکھنے کی دعوت ۵:۲۲۹
عاقل دوسروں کے انجام سے سبق سیکھتے ہیں ۸:۹۳، ۱۱۵
عبرت پذیری کی شرائط ۷:۵۶۴

## عدل

عدل کی توضیح ۴:۴۳۹
عدل و قسط اور توازن کی حکمت ۸:۱۳۰
قیامِ امن و عدل کی دو بنیادیں ۱:۴۳۰
عدل کے قیام پر صفاتِ الٰہی سے استدلال ۲:۱۹
عدل اور ربوبیت ۸:۴۱۵

عدل وقسط کا قیام امت مسلمہ کا مقصد ہے ۸:۳۳۴
عدل کے قیام کے لیے طاقت کی ضرورت ۸:۲۳۰
آمرین بالقسط سے مراد ۲:۵۴
عدل پر قائم رہو خواہ اپنے حق میں ہو یا اپنے خلاف ۲:۴۰۶
عدل وقسط میں کافر و مومن سے امتیاز نہیں ہو سکتا ۸:۳۳۵
عدل کا اہتمام ناپ تول میں ۳:۲۰۲
عدل کے خلاف کردار رکھنے والوں پر اللہ کی لعنت کا ذکر ۹:۲۵۴
بیویوں کے معاملہ میں عدل کا معیار ۲:۳۹۹
اللہ کا عدل ہر قوم کے لیے یکساں ہے ۶:۳۹۰
عدل سے انسان کی محبت کے باوجود ارتکاب ظلم کی وجہ ۹:۲۵۴
عدل وقانون، تاریخ کے دلائل کی طرف اشارہ ۶:۷۸
عدل کے نظام کو بگاڑنے کی دو صورتیں ۲:۴۰۷


## عذاب


عذاب اور ابتلا میں فرق ۳:۲۹۶

سنت — عذاب کے معاملے میں سنتِ الٰہی ۳:۵۱، ۴۶۸، ۴:۱۷۷، ۲۵۹، ۲۷۵، ۴۶۸، ۵۱۳
فیصلہ کن عذاب کے باب میں سنتِ الٰہی ۳:۵۴

اقسام — رسولوں کی تکذیب کے نتیجہ میں عذاب ۶:۷۸، ۱۶۹، ۷:۱۹، ۸:۴۲
اللہ کے رسول دو عذابوں سے ڈراتے ہیں، دنیا کا عذاب اور آخرت کا عذاب ۷:۶۵، ۸:۱۱۳
عذابِ ادنیٰ: تنبیہی عذاب ۳:۵۱، ۳۱۷، ۴۹۷، ۵:۳۳۷، ۶:۱۶۹
عذابِ شدید: قوم کی ہلاکت کا عذاب ۵:۳۳۸
سب سے زیادہ سخت عذاب وہ ہے جس کے ساتھ رسوائی ہو ۷:۳۰۹
عذابِ اکبر: آخرت کا عذاب ۶:۱۶۹
کسی قوم پر دنیا میں عذاب قیامت کے عذاب کا دیباچہ ہوتا ہے ۸:۸۳، ۱۱۳
عذابِ مقیم ۴:۱۴۱، ۶:۵۹۴
لعنت بدترین عذاب ہے ۳:۳۸۰

دلائل — عذاب کے شدنی ہونے پر شہادت ۹:۱۳۱
عذاب کا ایک قریب الفہم استدلال ۸:۵۰۲
عذابِ قیامت کے شواہد دنیا میں ۷:۱۷۱
عذابِ دنیا آخرت کے عذاب کی شہادت ہے ۸:۵۴۵
طور کی شہادت ۸:۱۶
تورات کی شہادت ۸:۱۷
آسمان کی شہادت ۸:۲۰
سمندر کی شہادت ۸:۲۰
عذاب کی شہادت ابر و ہوا کے تصرفات میں ۷:۵۸۷
عذاب پر تند ہواؤں سے شہادت ۹:۱۳۱، ۱۷۵
عذاب کے باب میں تاریخ کی شہادت ۴:۵۹۹

نشانی — عذاب کی نشانی کا مطالبہ اور اس کا جواب ۳:۴۶، ۵۳، ۴:۳۸، ۲۷۴، ۴۲۰، ۵۱۴، ۵۹۷، ۵:۱۰۵، ۱۱۱، ۶۳۴، ۶:۵۱۷، ۷:۶۶
صالحؑ کی اونٹنی عذاب کی نشانی تھی ۹:۳۹۳
عذاب کی نشانی مانگنے والوں کو ملامت ۵:۶۳۶، ۷:۷۷
عذاب کے لیے جلدی مچانے والوں کی حماقت ۴:۴۱۳، ۸:۵۶۴
عذاب کے لیے جلدی مچانے والوں کو جواب ۴:۳۰، ۴۱۲،

۵:۱۴۸، ۲۶۶، ۵۶۰، ۶:۵۸، ۶۰

عذاب کی ایک نمایاں علامت کے طور پر صاعقہ کا ذکر ۷:۹۰

عذاب کا مذاق اڑانے والوں کو جواب ۴:۶۲

عذاب کی نشانیوں کے طالبوں کے لیے آفاقی نشانیاں ۴:۴۸۷

تاخیر عذاب میں مہلت دینے کی حکمت ۴:۲۹۲، ۷:۳۴۷، ۵۱۵، ۶:۴۳۲، ۸:۱۱۴

وقت عذاب اور قیامت کا وقت صرف اللہ کو معلوم ہے ۸:۶۲۷

عذاب کا وقت اللہ کی مشیت وحکمت کے مطابق ہے ۴:۲۰۰

مقصود عذاب سے اصل مقصود نیکوں کی دادرسی ہے ۴:۵۸۸

نوعیت قوموں کی تباہی کی مختلف صورتیں ۷:۵۶۴

قومِ نوح کے عذاب کی نوعیت ۴:۱۴۲

قومِ ثمود پر عذاب کی نوعیت ۴:۳۷۵

قومِ لوط پر عذاب کی نوعیت ۴:۳۷۰

فرعونیوں کے غرق کرنے میں ہواؤں کا تصرف ۷:۶۱۵

سنگباری ہواؤں کے تصرف سے ۷:۶۱۳

ہوا کو عذاب بنادینے کی تصویر ۸:۵۴۳

فضائی عذاب کی دھمکی ۸:۴۹۷

عذابِ یومُ الظلّہ ۵:۵۵۳

آثار عذاب کی علامتیں ۷:۴۱۳

زمین کے بعض آثارِ عذاب ۷:۶۱۲

صاعقہ کا ذکر بطور عذاب کی ایک نمایاں علامت کے ۷:۹۰

بے پناہی جب اللہ کا عذاب آتا ہے تو وہ اپنے ہی اسلحہ سے خودکشی کرتے ہیں ۷:۲۸۹

عذابِ الٰہی کی پکڑ سے کوئی پناہ نہیں ۵:۱۲۸، ۶:۳۴۳

عذابِ الٰہی کا مقابلہ کسی سے ممکن نہیں ۶:۵۱۶، ۸:۱۱۲

عذابِ الٰہی کو مادّی قوت نہیں روک سکتی ۷:۲۸۹

عذابِ الٰہی کی بے پناہی ۸:۵۴۴

عذاب کی وعید کے جواب میں کفار کی طفل تسلیاں ۷:۵۰۱

ایمان بعد عذاب آنے کے بعد توبہ بے کار ہے ۷:۲۷۶

ازعذاب عذاب دیکھ کر ایمان لانا مفید نہیں ۶:۱۷۵، ۲۴۲، ۷:۶۶

مشاہدۂ عذاب کے دن کی تصویر ۸:۲۱

عذاب عذاب کے مشاہدہ کے بعد منکرین کا حال ۷:۲۷۶

عذاب آنے کے بعد منکرین کا اعتراف ۵:۱۲۹

بچاؤ عذابِ قیامت کے بارے میں تنبیہ ۹:۱۶۶

عذاب سے پہلے اتمام حجت ۳:۱۶۶

عذاب سے بچنے کے لیے تیاری کی ہدایت ۷:۴۱۴

عذاب سے محفوظ رہنے والے ۶:۴۶۵

مجرموں عذابِ الٰہی کا ظہور اور مجرموں کا حشر ۷:۳۷۲

کا جو عذاب کے منتظر ہیں ان کے لیے عذاب ہی ہے ۷:۴۱۳

انجام رعونت کی پاداش میں ذلت کا عذاب ۳:۱۱۲

ایک کی بے دانشی سب کے لیے عذاب ۵:۵۴۵

بتوں کو عذاب دینے کی وجہ ۱:۱۳۹

تاریخ کے بعض نمایاں متکبرین اور حق کا انکار کرنے والی قوموں کا انجام ۶:۴۱

'ظلم عظیم' کی سزا 'عذابِ کبیر' ۵:۴۵۷


## عروج وزوالِ اقوام


عروج وزوالِ اقوام کے متعلق عربوں کا نظریہ اور اس کی تردید ۳:۳۵

عروج وزوالِ اقوام کے سلسلہ میں ایک مغالطہ ۳:۲۸۱

قوموں کا عزل ونصب اتفاق سے نہیں ہوتا ۵:۶۲۵، ۷:۲۸۵
عروج وزوال کے باب میں قوموں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا معاملہ ۶:۷۶
قوموں کے بناؤ اور بگاڑ میں اصلی عامل کردار ہے ۶:۷۵
قوموں پر تباہی ان کے اخلاقی زوال کے نتیجہ میں آتی ہے ۵:۲۶۴
رفاہیت پر اِترانے والی قوموں کا انجام ۵:۶۹۳
قوموں کا طغیان ۹:۳۵۵
قوموں کے معاملہ میں سنتِ الٰہی ۸:۵۹۰
قوموں کی اجلِ معین ۵:۳۲۰
قوم کی ضلالت کی تاریخ اور اس کا فلسفہ ۷:۴۲

## عزیمت

عزیمت وصبر کا کردار ۷:۱۸۲
عزیمت کے لیے نمونہ اور اس کے حصول کی تدبیر ۶:۲۰۸
عزیمت والوں کے لیے کشائش کا وعدہ ۶:۶۶

## عقل

عقل سے کام لینے والوں کا صلہ ۸:۴۹۵
عقل سے کام نہ لینے والے نصیحت کی بات نہیں سمجھ سکتے ۶:۱۰۹
عقل کی تربیت ۱:۳۹۹
عقل والوں کی تائید آدمی کے اطمینان کے لیے کافی ہے ۶:۲۹۳
عقل تنہا رہنمائی کے لیے کافی نہیں ۵:۵۰۹
عقل کی جگہ خواہشوں کی پیروی کرنے والوں کا انجام ۶:۹۰
عاقل وہ ہے جو دوسروں سے سبق حاصل کرے ۴:۲۷۳
عاقل وہ ہے جو دوسروں کے انجام سے سبق حاصل کرے ۸:۹۳
عاقل دوسروں کے انجام سے سبق سیکھتے ہیں ۸:۱۱۵
خاموش آثار سے صرف اہل عقل فائدہ اٹھاتے ہیں ۶:۳۹

## علم

قرآن کی اصطلاح میں حقیقی علم ۶:۲۹۴
علم کا قابلِ اعتماد ذریعہ ۷:۳۴۴
علم کا منبع معرفتِ الٰہی ہے ۶:۳۷۷
علم حقیقی اللہ کی معرفت اور آخرت کا علم ہے ۵:۷۱۱
ظن اور علم میں فرق ۸:۶۵
ملکوتِ الٰہی میں تفکر تمام علم کی کلید ہے ۳:۹۰
حصولِ عبرت علم کی کلید ہے ۴:۴۲۷
اللہ تعالیٰ کی اصل صفات جن کا علم ضروری ہے ۹:۶۴۹
تعبیر رویا کا علم ۴:۱۹۲
'منطق الطیر' کا علم ۵:۵۹۲
جنات کے پاس علم غیب جاننے کا کوئی ذریعہ نہیں ۶:۳۰۶
قرآن کے نزدیک حقیقی اہل علم ۶:۴۹، ۸۶، ۳۷۷، ۵۷۲
ایک عالم کتاب کا کارنامہ ۵:۶۰۴
علم حقیقی رکھنے والوں کا رویہ ۶:۲۹۳
علماء حقیقی کی صفات ۶:۳۸۱
مجادلہ بغیر علم ۵:۲۰۹
راسخون فی العلم سے مراد ۲:۴۲۴
اس دنیا میں صرف علم یقین حاصل ہوتا ہے ۹:۵۲۴
تعویذ، گنڈے اور جھاڑ پھونک کے علم کی حیثیت ۱:۲۸۹
غیب کا علم اللہ کے سوا کسی کو نہیں ۵:۶۲۷
اشیا اور کلمات کے روحانی خواص کا علم ۱:۲۸۵

## عہد

عہد سے مراد ۱:۱۷۷

عہد اللہ سے مراد ۲:۱۲۷

عہد ایک امانت ہے ۳:۴۶۱

عہد کی پابندی ۳:۲۰۳

عہد کی یاددہانی کا انجام ۱:۲۶۸

عہد پورا کرنے کی ہدایت ۴:۵۰۱

## غریب

غربائے مسلمین کے خیر مقدم کی ہدایت ۳:۶۱

غریبوں کی خدمت ۹:۱۱۲

غربا کی مدد کرنے پر کفار کا جاہلانہ تبصرہ ۶:۴۲۸

## غزوات

احد — غزوۂ احد کے واقعات پر تبصرہ ۲:۱۷۰، ۱۹۶

احد میں شکست کی وجہ ۲:۱۹۲

اللہ کا وعدۂ نصرت مشروط ہے ۲:۱۹۳

احد کے ابتلاء میں ازالۂ غم کے پہلو ۲:۱۹۴

احد کی شکست کے بعد بھی مخلصین کا حوصلہ برقرار رہا ۲:۲۱۶

واقعۂ احد کی حکمت ۲:۲۱۸

غزوۂ احد کے موقع پر منافقین کی شرارت ۲:۱۷۰، ۲۱۱

احد کے بعد کفار کا پروپیگنڈا اور ان کا جواب ۲:۱۹۰

جنگی نقطہ نظر سے نیند کی اہمیت ۲:۱۹۵

احزاب/ واقعہ کی تفصیل ۶:۱۹۳

خندق — بنو قریظہ کی عہد شکنی اور انجام ۶:۲۱۱

تائید الٰہی کی یاددہانی ۶:۱۹۸

مسلمانوں کو بشارت ۶:۲۱۲

صورتِ حال کا ضعفاء پر اثر ۶:۱۹۹

منافقین و اعراب کا حال ۶:۲۰۱

منافقین کی مفسدانہ مساعی ۶:۲۰۲

منافقین کا عذرِ لنگ ۶:۲۰۲

منافقین کی بدعہدی ۶:۲۰۳

منافقین کی ایک اور سازش ۶:۲۰۵

منافقین کی بزدلی ۶:۲۰۷

منافقین کا رویہ ۶:۲۰۸

منافقین کو توبہ کی دعوت ۶:۲۱۰

دشمنوں کی پسپائی ۶:۲۱۱

بدر — جنگِ بدر کی تصویر قدیم صحیفوں میں ۱:۵۷۶

بدر میں کس نے کس کو دگنا دیکھا ۲:۳۸

واقعۂ بدر کی یاددہانی ۲:۱۷۱

بدر کے لیے مسلمانوں کا نکلنا ایمائے الٰہی سے ہوا ۳:۴۳۵

بدر کے لیے نکلنے کا اصل مقصد ۳:۴۳۵

کمزوروں کی کمزوری پر گرفت ۳:۴۳۶

جماعت کے حوصلہ کا اندازہ کرنے کے لیے ایک حکیمانہ طریقہ ۳:۴۳۶

خدائی احکام کا منشا سمجھنے کے لیے ایک عقلی کسوٹی ۳:۴۳۹

قرآنی اشارات کی روشنی میں غزوۂ بدر کی اصل تصویر ۳:۴۳۹

غزوۂ بدر میں تائیداتِ الٰہی، پہلی تائید ۳:۴۴۳

اہل ایمان کے لیے ابدی بشارت ۳: ۴۴۴
کم سوادوں کی بے بصیرتی ۳: ۴۴۴
نیند کے ذریعے تائید ۳: ۴۴۵
بارش کے ذریعے تائید ۳: ۴۴۶
نیند کے فوائد کی تفصیل ۳: ۴۴۷
خدا کی شان اسباب کے پردے سے ظاہر ہوتی ہے ۳: ۴۴۸
اصل طاقت حوصلہ ہے ۳: ۴۴۹
عرب میں جنگ کے دو معروف طریقے ۳: ۴۵۰
آئندہ کی جنگوں سے متعلق ضروری ہدایت ۳: ۴۵۰
جنگ میں پیٹھ دکھانے کی جرم کی شدت ۳: ۴۵۰
پیغمبر ﷺ کی آستین سے دستِ غیب کے کارنامے ۳: ۴۵۱
جنگِ بدر، کفار کی ایک سازش تھی ۳: ۴۵۲
جنگِ بدر، فیصلہ کی میزان ۳: ۴۵۲، ۴۸۲
نصیحت وفضیحت دونوں ۳: ۴۵۳
بدر، جانچ کی کسوٹی ۳: ۴۸۲
بدر میں خدا کی کارسازی ۳: ۴۸۳
خدا کی سکیم کے فوائد و مصالح ۳: ۴۸۴
پیغمبر ﷺ کی رویا میں صورتِ حال کا مشاہدہ ۳: ۴۸۴
اللہ تعالیٰ کی ایک اور کارسازی ۳: ۴۸۶
جنگ کے دوران کی ایک نفسیاتی حقیقت ۳: ۴۸۶
جنگ کے باب میں مومنین کو ہدایات ۳: ۴۸۷
ثابت قدمی کا ذریعہ اللہ کی یاد ہے ۳: ۴۸۷
حصولِ فلاح کا ذریعہ ۳: ۴۸۷
اہل ایمان کی جنگ بھی عبادت ہے ۳: ۴۸۹

ریا اور نمائش سے احتراز کی ہدایت ۳: ۴۸۹
جنگِ بدر میں یہود کی ریشہ دوانیاں ۳: ۴۹۰
منافقین کی فریب کاریاں ۳: ۴۹۱
منافقین کے طعنے ۳: ۴۹۳
جنگِ بدر کے قیدیوں سے خطاب ۳: ۵۱۴
غزوۂ بدر میں یہود کے لیے نشانی ۲: ۳۶
غزوۂ بدر میں یہود کی وعدہ خلافیاں اور ان کی اخلاقی پستی ۳: ۴۹۸
غزوۂ بدر میں شکست کھانے کے بعد قریش کا نبی کریم ﷺ کے خلاف پروپیگنڈے کا جواب ۳: ۵۱۱
غزوۂ بدر میں کفار کے لیے نشانی ۲: ۳۶
غزوۂ بدر میں نصاریٰ کے لیے نشانی ۲: ۳۷
غزوۂ بدر میں قریش کے لیے نشانی ۲: ۳۷
غزوۂ بدر سے عبرت حاصل کرنے کی دعوت ۲: ۳۵
غزوۂ بدر، سورہ انفال ۶۷، ۶۸ کے بارے میں مفسرین کی الجھن کا ازلہ ۳: ۵۱۲
غزوۂ بدر، مالِ غنیمت حلال ہونے کی یقین دہانی ۳: ۵۱۳
بنو قریظہ — غزوۂ بنو قریظہ ۶: ۲۱۱
بنی مصطلق — غزوۂ بنی مصطلق کے موقع پر ایک جھگڑا جس کو عبداللہ بن ابی نے ہوا دی ۸: ۴۰۳
بنی نضیر — غزوۂ بنی نضیر پر یہود کے دو اعتراضات ۸: ۲۸۱
غزوۂ بنی نضیر میں مثمر درختوں کا کاٹنا اللہ کے حکم سے تھا ۸: ۲۸۹
غزوۂ بنی نضیر کے مال میں مہاجرین کی امداد ۸: ۲۹۳
تبوک — غزوۂ تبوک میں منافقین کی کمزوری ۳: ۵۷۷
نفاق تقویٰ کے بھیس میں ۳: ۵۸۶
غزوۂ تبوک کے سلسلہ میں تین صحابہ کا معاملہ ۳: ۶۴۰

تین معتوبین کی توبہ کی قبولیت اور ان کو بشارت ۳:۶۵۸

حنین غزوۂ حنین میں ابتدائی شکست کی وجہ اور شکست کے بعد فتح ۳:۵۵۴

غزوۂ حنین کی مثال سے کمزوروں کی ہمت افزائی ۳:۵۵۴

فتح مکہ فتح مکہ کی بشارت ۷:۴۵۹، ۸:۳۶۸

فتح مکہ کی نعمت کی ذمہ داری ۹:۶۲۳

فتح مکہ کے اثرات ۹:۶۲۲

فتح و نصرت تائید الٰہی سے حاصل ہوتی ہے ۹:۶۲۱

## غفلت

غافلوں کی ایک عام بدبختی ۵:۵۳۸

غفلت کا اصل سبب ۹:۵۲۳

لوگوں کی غفلت پر سرزنش ۹:۵۱۲

اللہ کی طرف سے مہلت شریروں کو غافل کر دیتی ہے ۸:۲۶۰

## غلبۂ اسلام

غلبۂ اسلام کے آثار کی طرف اشارہ ۵:۱۵۰

غلبۂ اسلام کا واضح اعلان ۸:۳۶۴

اسلام کے غلبہ کی بشارت ۷:۴۶۹

## غنیمت

غنیمت سے متعلق سوال اور اس کے جواب ۳:۴۲۹

غنیمت کے اموال کی حیثیت ۳:۴۸۰

غنیمت کے اموال کی تقسیم ۳:۴۸۱

## فاسق

فسق کے معنی ۱:۱۴۲، ۲۸۰

فسق و عصیان کا مفہوم ۷:۴۹۴

فاسقوں کا انجام ۶:۱۶۸

فاسقانہ قیادت کی بنیاد استکبار پر ہوتی ہے ۷:۴۸

## فتنہ

فتنہ کا مفہوم ۱:۲۸۶، ۴۷۵، ۲:۳۵۹، ۳:۳۳، ۴۷۵

فتنہ سے محفوظ رہنے کی تدبیر ۲:۱۵۱

فتنہ کا استیصال ۱:۵۱۳

قنوطیت کی طرح بے جا رجائیت بھی فتنہ ہے ۷:۳۷۹

سب سے بڑے فتنہ سے آگاہی ۶:۳۵۷

جائز چیزوں سے توہمات کی بنا پر احتراز فتنہ ہے ۳:۱۵۴

## فتنۂ افک

فتنۂ افک ۵:۳۸۱

فتنۂ افک کے اندر خیر کے پہلو ۵:۳۸۲

ان لوگوں سے درگزر کی ہدایت جو محض سادگی کے سبب سے اِس فتنہ میں ملوث ہوگئے ۵:۳۸۸

## فرشتے

فرشتوں پر ایمان ۱:۴۲۳

فرشتوں کی تین صفات ۶:۴۵۲

فرشتوں کی فروتنی اور فرمانبرداری ۴:۴۱۶

فرشتوں کے درمیان فرقِ مراتب ۶:۳۵۴

فرشتوں کو رسول بنا کر نہ بھیجنے کی مصالحت ۳:۲۱
فرشتوں کی سفارش کی نوعیت ۷:۲۱
فرشتے اس حقیقت سے واقف ہیں کہ جنت توبہ اور اصلاح سے حاصل ہوگی ۷:۲۱
فرشتے اللہ کی عبادت سے کبھی سرتابی نہیں کرتے ۵:۱۳۵
خدا کے دربار میں فرشتوں کی حیثیت ۵:۱۳۸
فرشتوں کی حیثیت سے متعلق جبریل کا بیان ۶:۵۰۱
فرشتوں کی حیثیت کی وضاحت ۵:۲۸۵، ۷:۱۰۱، ۶:۳۵۳، ۷:۲۰
فرشتوں کی حیثیت قاصدوں کی ہے نہ کہ مقصود کی ۶:۳۵۳
فرشتوں کے جواب کے چند خاص پہلو ۶:۳۳۱
ملائکہ کا استغفار اہل ایمان کے لیے ۷:۲۱، ۱۴۲
فرشتوں کی گواہی کے بعد ان کے پجاریوں کا فیصلہ ۶:۳۳۲
دوزخ پر انیس فرشتوں کی ماموریت ۹:۵۳
فرشتوں کی معیت دنیا میں ۷:۱۰۰
فرشتوں کی صفات سورہ صٰفٰت میں ۶:۴۵۲

## فساد

فساد فی الارض کا مفہوم ۱:۱۵۸
فساد فی الارض کی حقیقت ۱:۱۱۹، ۱۵۸، ۵:۷۰۹
فساد فی الارض اسلام کی مخالفت ہے ۱:۴۹۵
فساد فی الارض منشائے الٰہی کے خلاف ہے ۲:۵۵۵
فساد اور اصلاح کی بنیاد ۳:۲۸۱
فساد فی الارض پر تنبیہ ۵:۵۳۷
فساد تمدن پر تنبیہ ۵:۵۳۶

## فطرت

فطرت انسانی کی ایک حقیقت ۴:۴۳۰
فطرت انسانی میں نیکی و بدی کا شعور ۹:۸۰، ۳۷۵
فطرت انسانی کا اعترافِ حق ۴:۲۶
فطرت انسانی سے انحراف تباہی ہے ۶:۹۵
فطرت انسانی سے روزِ جزا پر استدلال ۹:۲۵۵
سرکشوں کی فطرت ۴:۳۱
ان لوگوں کو ملامت جو اپنی فطرت کی شہادت سے کان بند کیے ہوئے ہیں ۹:۲۵۶
فطری تقاضوں کے جائز حدود کی رعایت ۳:۱۳۶
فکر و ارادہ کا تضاد خلافِ فطرت ہے ۶:۱۸۷

## فکر

تناقضِ فکر کی ایک مثال ۶:۱۸۷
تضادِ فکر کی دوسری مثال ۶:۱۸۸
فکر و ارادہ کا تضاد خلافِ فطرت ہے ۶:۱۸۷

## فلاح

فلاح پانے والوں کی صفات اور ان کو بشارت ۶:۵۷۵
فلاح کی راہ ۸:۴۲۳
فلاح و نامرادی کے حقیقی اسباب ۹:۳۸۸

## قبلہ

قبلہ: راہِ عبدیت میں مسابقت کے لیے ایک نشان ۱:۳۷۳
بیت اللہ کی طرف رخ کرنے کے حکم کی حکمت ۱:۳۷۵

سفر میں اہتمام قبلہ کی ہدایت ۱: ۳۷۴

## قتل

قتل نفس ۳: ۲۰۱

قتل عمد کے جرم کی سنگینی ۲: ۳۶۱

قتل کی ممانعت اور اسلامی قانون کا مزاج ۴: ۵۰۰

قتل اولاد فقر و فاقہ کے اندیشہ سے ۳: ۱۹۹

## قدرت

قدرت کے انتقام کی ایک نشانی ۴: ۸۴

قدرت کا ایک اشارہ ۴: ۴۲۹

## قراءت

قراءت ۴: ۴۴۸

قراءتوں کا اختلاف ۸: ۴۸۰

سبعۃ احرف سے مراد ۸: ۴۸۱

## قرض

قرض کا مفہوم ۴: ۵۷۱

قرض کے لین دین کے بارے میں ہدایات ۱: ۶۴۰

قرض حسن کا مفہوم ۱: ۵۶۷

قرض حسن کا موقع و محل اور اس کی حقیقت ۸: ۴۲۴

قرض حسن کی شرائط ۸: ۲۰۸

## قسط

ایمان بالقسط ایمان کے اہم ارکان میں سے ہے ۲: ۵۵

ایمان بالقسط کی اہمیت کے چار پہلو ۲: ۵۶

نظامِ قسم کو بگاڑنے کی دو صورتیں ۲: ۴۰۷

آمرین بالقسط سے مراد ۲: ۵۴

## قَسم

شریعت الٰہی میں قسم کی اہمیت ۲: ۵۸۹

اللہ کو قسموں کا ہدف بنانے کا مطلب ۱: ۵۲۹

قَسم کی نوعیت ۹: ۲۸۷

اِرادی اور غیر ارادی قسمیں ۱: ۵۳۰

قسم کا کفارہ ۲: ۵۸۹

ناجائز قسم کے بارے میں شریعت کا حکم ۸: ۴۵۹

وؔ قسم کے لیے ہے اور قسم شہادت کے لیے ۶: ۴۵۲، ۷: ۲۶۷، ۸: ۵۷۸، ۹: ۳۰۱، ۳۴۶، ۳۸۷، ۴۳۶، ۵۰۰، ۵۳۲

قَسم کے اندر دلیل کا پہلو ۸: ۴۱۸

آسمان اور ستاروں کی قَسم ۹: ۳۰۱

ستاروں کی شہادت اس دعوے پر کہ ہر جان پر خدا کے نگران ہیں ۹: ۳۰۱

رات اور اس کے تضمنات کی قَسم ۹: ۲۷۶

قَسم کو سپر بنانے والوں کا انجام ۸: ۳۹۹

جھوٹی قسموں کی آڑ میں چھپنے کی کوشش ۸: ۲۷۱

جھوٹی قسمیں کھانے والوں سے اعراض کی ہدایت ۳: ۶۲۸

متکبرین کی قسم کی تردید ۴: ۴۱۱

قسم سے پہلے لا کا محل استعمال ۸: ۵۵۱، ۹: ۳۶۹

رب المشارق والمغارب کی قَسم ۸: ۵۷۸

## قصاص

قصاص کامفہوم اور قصاص و دیت کا بیان ۱: ۴۳۱
قصاص کی ذمہ داری حکومت پر ہے ۱: ۴۳۲
بنی اسرائیل میں قصاص کے ایک واقعہ کا حوالہ ۱: ۲۴۹
قصاص کے قانون کی حکمت و عظمت ۲: ۵۰۳
قصاص میں سب کے لیے زندگی ہے ۱: ۲۴۹
تمام حرمتوں کا قصاص ہے ۱: ۴۷۹

## قلم

قلم کی شہادت تین دعاوی پر ۸: ۵۱۲
قلم کی اہمیت کے چند پہلو ۸: ۵۱۲
قلم سے مراد ۸: ۵۱۳

## قول

قول، لفظ کی تحقیق ۱: ۱۴۰
قول بمعنی اشارہ ۴: ۶۴۷
قول رویہ اور اختیار کی تعبیر کے لیے ۴: ۶۱۷
قول ثقیل سے مراد ۹: ۲۴
قول طیب سے مراد ۵: ۲۳۳
قولاً بلیغا کی بلاغت ۲: ۳۲۸
قولوا للناس حسنا کا مفہوم ۱: ۲۶۳

## قیامت

دلیل قیامت قیامت کی دلیل ۱: ۱۵۰
اِنسان کی خلقت سے قیامت کی دلیل ۸: ۱۳۲، ۱۷۴، ۹: ۹۶، ۱۰۶، ۱۳۷، ۲۰۵، ۲۴۲، ۳۰۲
واقعہء اصحاب کہف میں قیامت کے باب میں شہادت ۴: ۵۷۴
قیامت کا مشاہدہ روزمرہ کے واقعات میں ۶: ۸۴
وعدۂ قیامت کی قطعیت پر صفاتِ الٰہی سے استدلال ۶: ۱۲۳
قیامت ایک حقیقت ہے اگرچہ اس کا وقت معلوم نہیں ۶: ۲۷۴
امکانِ قیامت کی ایک واضح دلیل ۶: ۴۶۰
قیامت ایک شدنی ہے ۶: ۳۵۷، ۷: ۵۴۸، ۸: ۱۵۸
قیامت ہر آدمی کی موت کے ساتھ لگی ہوئی ہے ۷: ۵۴۸
اِس کائنات کے ہر گوشے میں قیامت کی دلیل موجود ہے ۹: ۶۲
انسان کے اندر نفسِ لوامہ کا وجود قیامت کے وجود کی دلیل ہے ۷: ۵۹۹، ۹: ۷۸
قیامت کے حق میں عالمِ مشہود اور عالمِ غیر مشہود کی شہادت ۸: ۵۵۱
ہر چیز کے جوڑے جوڑے ہونے سے قیامت پر استدلال ۹: ۴۰۱
بعض آثارِ قیامت ۴: ۶۲۴
قیامت کی بعض آفاقی نشانیوں کی یاددہانی:
اونٹ کی طرف اشارہ ۹: ۳۳۳
آسمان کی طرف اشارہ ۹: ۳۳۴
زمین کے عجائبات کی طرف اشارہ ۹: ۳۳۵
پہاڑوں کے بعد ہموار زمین پر ۹: ۳۳۵
ترتیب بیان کی ندرت ۹: ۳۳۶
قیامت کا مشاہدہ اپنے اندر اور باہر ۵: ۲۱۶
قیامت کے ان تمام شواہد کی طرف اشارہ جو آفاق میں موجود ہیں ۹: ۲۸۸

قیامت کی قسم خود قیامت پر ۹:۲۸۷

قیامت پر آثارِ ربوبیت سے استدلال ۹:۱۵۹

بارش سے قیامت اور بعث ونشر کی دلیلیں ۴:۴۲۷

قیامت پر اللہ تعالیٰ کی قدرت وحکمت سے استدلال ۷:۱۷۱، ۵۳۸

قیامت اور توحید پر رات کی شہادت ۹:۳۴۹

قیامت کا وقوع مستبعد نہیں ۶:۳۶۲

قیامت کے ظہور پر فجر کی شہادت ۹:۳۴۶

قیامت کے آفاقی دلائل ۵:۲۱۹، ۹:۶۰، ۲۸۷، ۳۳۳

قیامت پر شہادت آسمان کے برجوں سے ۹:۶۱

قیامت پر استدلال چاند، رات اور فجر سے ۹:۶۱

قیامت پر استدلال آسمان وزمین کی نشانیوں سے ۹:۱۸۳

قیامت پر دلیل زمین اور اس کے عجائبات سے ۹:۳۳۹

قیامت کے وقوع پہ مزید دلائل ۱:۱۵۰، ۵:۲۱۶، ۶:۴۶۰، ۸:۵۵۱

غایت قیامت کی غایت ۹:۸۳

قیامت کے ذکر کے ساتھ توحید کے ذکر کی حکمت ۵:۲۰۹

و قیامت انسان کے مرتبہ خلافت کا لازمی تقاضا ہے ۷:۵۹۸

اہمیت قیامت کا اصل مقصد ۴:۲۴، ۵:۳۲، ۶:۱۰۶، ۹:۸۳

قیامت کا اصل مقصد اہل ایمان کو صلہ دینا ہے، کفار کو سزا دینا اِس کے لوازم میں سے ہے ۶:۲۹۳

قیامت کی ضرورت ۴:۴۱۱، ۶:۲۹۲، ۵۲۷

فیصلہ کے دن کی اہمیت ۹:۱۳۵

قیامت خدا کی صفات کا لازمی تقاضا ہے ۶:۲۹۲

قیامت خدا کی صفت رحمت کا لازمی تقاضا ہے ۳:۲۷، ۷:۵۶۰

قیامت ظہورِ عدل کے لیے ہے ۵:۱۵۲، ۷:۳۱۹

قیامت کا آنا کیوں ضروری ہے ۶:۲۹۲

قیامت کا اثبات اس کی ضرورت کے پہلو سے ۹:۴۰۲

قیامت حیات وممات کا لازمی تقاضا ہے ۷:۳۲۹

یاددہانی قیامت کی یاد دہانی ۴:۳۳۸، ۵:۶۳۷، ۶:۴۰۳، ۷:۱۰۹، ۸:۳۰۷، ۹:۱۷۷، ۲۱۱

قیامت کی یاددہانی بارش کی تمثیل سے ۳:۲۸۴

قیامت کے باب میں لقمانؑ کی نصیحت ۶:۱۳۱

قیامت کے لیے وقت مقرر ہے ۴:۵۴۳

قیامت کے آنے کے وقت کا کسی کو علم نہیں ۶:۱۴۷، ۴:۵۴۳

قیامت کے معاملہ میں اصل حجاب ۵:۱۹۱

لقمان کی موعظت قیامت کے باب میں ۶:۱۳۱

انذارِ قیامت کے لیے تمہید صفاتِ الٰہی سے ۶:۱۶۰

قیامت کے انتظار کی تلقین ۷:۵۶۹

قیامت صغریٰ اور قیامت کبریٰ ۷:۲۶

عذابِ قیامت کے بارے میں تنبیہ ۹:۱۶۶

انسان کو دوبارہ زندہ کرنا اللہ تعالیٰ کے لیے مشکل نہیں ۶:۴۴۶، ۷:۵۳۶

قیامت کے باب میں منکرین کے ایک شبہ کا ازالہ ۶:۱۴۷

منکرین قیامت کے جھٹلانے والوں کا انجام ۳:۳۷

قیامت قیامت کی مخالفت میں کفار کی بے بنیاد دلیل ۷:۲۸۸

منکرین قیامت کے متناقض خیالات کی تردید ۴:۶۷۶

قیامت کے انکار کے لیے بہانہ ۶:۱۶۲

منکرین قیامت کو انذار ۶:۱۶۰، ۲۷۵

مذاق اڑانے والوں کا حال قیامِ قیامت کے وقت ۶:۴۳۲

قیامت کا مذاق اڑانے والوں کو جواب ۷:۱۲۱

قیامت کے منکروں کا تصور خدا کے متعلق باطل ہے ۷:۳۱۹

منکرینِ قیامت کا معارضہ اور اس کا جواب ۷:۳۲۵، ۵۸۵

منکرینِ قیامت کا تضادِ فکر ۷:۵۳، ۹:۱۵۷

قیامت کے باب میں اس کے منکروں کے ذہن کی صحیح تعبیر ۷:۵۴۸

قیامت کا انکار خدا کے انکار کے ہم معنی ہے ۸:۴۹۳

حقیقت سے فرار کے لیے منکرینِ قیامت کی سخن سازی ۹:۸۱

تکذیبِ قیامت کی اصل علت ۹:۸۹

منکرینِ قیامت کے شبہ کا جواب ۹:۱۳۸

منکرینِ قیامت کا استہزاء ۹:۱۵۶

منکرین کو تنبیہ ۹:۱۵۸، ۲۴۳، ۲۸۹، ۳۰۵

قیامت کے متعلق منکرین کا قول ۷:۳۳۱

قیامت کے متعلق منکرین کے سوچنے کا انداز ۶:۴۶۱

قیامت کے بارے میں کفار کا استکبار ۷:۳۳۱

قیامت میں کافروں کا اعترافِ گناہ بعد از وقت ہوگا ۷:۲۳

قیامت میں کفار لیڈروں اور ان کے پیروؤں کا ایک دوسرے پر الزام ۵:۶۹۸، ۶:۳۲۴، ۴۶۳، ۷:۱۰۰، ۲۳۰

**یومِ قیامت**

قیامت کے معاملہ میں اصل حجاب ۵:۱۹۱

قیامت کے دن دنیا کی زندگی بہت مختصر معلوم ہوگی ۵:۳۴۹

قیامت کے دن برزخی زندگی کا عرصہ بہت مختصر محسوس ہوگا ۵:۹۰

قیامت اللہ کے قولِ کن سے وجود میں آئے گی ۴:۴۱۱

قیامت کی حاضری کی نوعیت ۴:۶۸۷

قیامت کے دن نعمتوں کی پرسش ہوگی ۹:۵۲۴

یومِ آخرت کے ہول کی تفصیل ۴:۳۳۹

قیامت کے روز فرشتوں کا حال ۶:۳۱۵، ۶۱۵، ۸:۵۴۶

قیامت کے دن فرشتوں کی گواہی ۶:۳۳۱

ظہورِ قیامت کے وقت منکرین کی حواس باختگی ۶:۴۶۲

قیامت کے دن متکبرین کی بے بسی ۶:۵۸۳

قیامت کے دن بے بسی ۶:۶۱۱

قیامت کے دن زمین ہر ایک کا ریکارڈ سنا دے گی ۹:۴۹۳

قیامت کے ہول میں فرشتوں کا حال ۶:۶۱۵

قیامت کی ہولناکی کی تصویر ۵:۲۰۸، ۷:۶۳، ۸:۵۶۷، ۹:۳۰

قیامت کے دن کی نفسی نفسی ۵:۷، ۳۴، ۷:۲۵۰، ۸:۵۶۸، ۹:۲۱۱

قیامت کے دن مکذبینِ رسول کی حسرت ۵:۴۶۰

قیامت کے دن فرشتوں کا ظہور ۵:۴۶۰

قیامت کے دن نبی ﷺ کا اپنے رب سے شکوہ ۵:۴۶۱

مکذبین کی حالت حشر کے دن ۴:۲۸۳، ۵:۶۳۵

مکذبین سے ایک سوال ۵:۶۳۵

قیامت کا دن بڑا ہی کٹھن ہوگا ۹:۴۷

مکذبین کی بے بسی ۵:۶۳۶

قیامت کے دن کے ظہور کی تصویر ۸:۱۴۱

تصورِ قیامت ۷:۳۳۰، ۸:۵۴۶

قیامت کا دن سب کی حاضری کا دن ہے ۴:۱۷۱

روزِ قیامت کی پیشی کی تصویر ۷:۵۴۹

قیامت کے دن ملائکہ کا ترانہ حمد ۶:۶۱۶

پیشی کے وقت ایک تنبیہ ۷:۵۴۹

قیامت کے دن ہر شخص خود جوابدہ ہوگا ۹:۴۹۳
مجرم کی پیشی عدالت میں ۷:۵۵۰
قیامت میں ہر شخص اللہ کے سامنے بے نقاب ہوگا ۷:۲۵
قیامت کے دن قبروں سے نکلنے کی تصویر ۷:۱۷۵
قیامت کے وقوع کی وضاحت ایک مثال سے ۷:۱۰۱
قیامت کے وقوع کے وقت انسان کی بدحواسی کی تصویر ۹:۴۹۲
قیامت کے دن جو گواہی دے گا سچی گواہی دے گا ۷:۲۵۷
قیامت کے دن جسم کے اعضا اعمال پر شہادت دیں گے ۶:۴۳۵، ۷:۹۳
قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی رحمت کے حقدار ۷:۲۹۰
قیامت میں مومنوں کی دلداری ۵:۳۴۸
قیامت میں عزت کا معیار ایمان ہوگا ۸:۱۵۹
قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی طرف سے متقی بندوں کو مبارکباد ۷:۲۵۱
قیامت کے دن کی ہلچل ۸:۱۵۹، ۹:۱۳۴، ۱۶۲، ۱۸۵، ۲۳۹، ۲۷۱، ۵۱۲
قیامت کے دن لوگوں کی تقسیم تین گروہوں میں ۸:۱۵۹
قیامت میں رشتے کام نہیں آئیں گے ۸:۳۲۷
قیامت کے دن آسمان کا حال ۸:۵۴۶، ۹:۲۷۱
اس دن کسی کے لیے کوئی مفر نہ ہوگا ۸:۵۶۹
عذاب و قیامت کا وقت صرف اللہ کو معلوم ہے ۸:۶۲۸
احوالِ قیامت ۹:۹۲، ۳۲۹، ۳۶۰
صور پھونکنے پر قبروں سے نکلنے کی تصویر ۸:۹۴
قیامت کی تصویر آنکھوں کے سامنے ۹:۱۴۱
قیامت کے دن کا اثر لوگوں کے دلوں پر ۹:۱۷۸
قیامت کے ظہور کے وقت:
سورج کا حال ۹:۲۲۱
قیامت کے دن ہر مجرم اپنی پیشانی سے پہچان لیا جائے گا ۸:۱۴۲
ستاروں کا حال ۹:۲۲۱
قیامت کے دن کافروں پر اللہ کا غضب ۷:۲۲
پہاڑوں کا حال ۹:۲۲۱
قیامت کے مشاہدہ کے بعد کا ایمان بے سود ہے ۶:۱۶۳
محبوب چیزوں کی کس مپرسی ۹:۲۲۱
وحشی جانوروں کا حال ۹:۲۲۱
سمندروں کی طغیانی ۹:۲۲۱
قیامت میں رسولوں کی شہادت ۹:۱۳۵
ظہورِ قیامت کے بعد کے احوال:
معصوم مظلوموں کی دادرسی ۹:۲۲۳
اخروی عدالت کا مزاج ۹:۲۲۳
ہر ایک کا کچا چٹھا اس کے سامنے ۹:۲۲۳
قیامت کے دن کفار کی فریاد اور اس کا جواب ۵:۳۴۷
قیامت میں مجرمین کی پشیمانی ۶:۳۲۶
قیامت کے دن منافقین کی فریاد اور ان کو جواب ۸:۲۱۰
قیامت میں متکبرین کی بے بسی ۶:۵۸۳
قیامت کے دن مشرکین کی رسوائی ۴:۴۰۳
قیامت کے دن اصحاب الشمال کا حال ۸:۵۴۸
قیامت کے دن مشرکین شرک سے تبری کریں گے ۷:۱۲۲
قیامت میں مشرکین کی بدحواسی ۵:۷۰۰، ۷:۶۴
آسمان سرخ ہو جائے گا ۹:۲۲۳

قیامت کے روز مشرکین کی مایوسی ۶:۷۹
قیامت میں مجرموں کی بے بسی کی تصویر ۹:۱۴۳
متقیوں کے لیے جنت کی پیشکش ۹:۲۲۳
قیامت کے بعد ایک نیا عالم نئے نوامیس کے ساتھ ۵:۱۹۴
ستاروں کا نظام درہم برہم ۹:۲۳۹
زمین کے سمندروں اور اس کی قبروں کا حال ۹:۲۴۰
قیامت کے بعد نئی زمین نورِ رب سے روشن ہوگی ۶:۶۱۱
قیامت کا سہ شاخہ دھواں ۹:۲۴۲
قیامت میں کامل اختیار اللہ کا ہوگا ۹:۲۴۵
قیامت اور احوالِ قیامت کی تصویر ۹:۳۲۹
ان لوگوں کا حال جو قیامت سے نچنت رہے ۹:۳۲۹
قیامت کے دن زمین کا حال ۹:۲۷۲
قیامت کے دِن کوئی کسی کا ساتھ نہیں دے گا ۹:۵۱۳
قیامت کے دن سارے استحکامات ٹوٹ پھوٹ جائیں گے ۹:۵۱۴
اس دن صرف نیک اعمال کام آئیں گے ۹:۵۱۴
قیامت کے دن مجرموں کا انجام ۶:۴۳۴، ۸:۱۴۲، ۹:۶۳۸
قیامت میں عذاب سے محفوظ رہنے والے ۶:۴۶۵
میزانِ قیامت: قیامت سے ڈرنے والوں کا صلہ ۹:۱۶۴
قیامت میں اعمال کا محاسبہ ۹:۲۴۰
میزانِ قیامت میں وزن دار صرف حق ہوگا ۳:۲۲۴
کامیابی و ناکامی کا فیصلہ قیامت پر ۳:۲۳۲
قیامت کے دن اہل علم کی مسرت ۴:۴۰۴
قیامت کے دن اصحاب یمین کی مسرت ۸:۷، ۵۴، ۹:۳۳۱
قیامت کے دن اہل علم کی طمانیت ۶:۱۱۰
قیامت میں اشقیا کا انجام ۹:۲۹۰
مومنین کا قیامت میں اعزاز ۸:۲۷۵
قیامت کے دن پیغمبر ﷺ ان کے صحابہؓ اور اہل ایمان کی سرفرازی ۸:۴۷۱
اہل بصیرت قیامت کو دور نہیں سمجھتے ۸:۵۶۷


## کائنات


کائنات کی مقصدیت سے استدلال ۶:۷۷
اس کائنات کا ایک خاص پہلو ۷:۶۲
یہ کائنات کسی اتفاقی حادثہ کے طور پر ظہور میں نہیں آئی ہے ۶:۱۵۷
کائنات کے خالق کے متعلق صحیح تصور ۸:۴۹۰
کائنات میں جو اہتمام ہے وہ اس کے بامقصد ہونے کی دلیل ہے ۸:۱۹۸
اس کائنات کے بالحق ہونے کا لازمی تقاضا ۴:۳۹۰، ۷:۲۹۰
کارخانۂ کائنات کے 'بالحق' ہونے کا لازمی نتیجہ ۳:۸۳
کائنات کا سارا انتظام اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے ۶:۱۵۷، ۷:۱۳، ۸:۴۹۸
براہِ راست انتظام کا لازمی نتیجہ ۶:۱۵۷
کائنات کے مشاہدہ کی دعوت ۸:۴۹۲
یہ پوری کائنات خدا ہی کی بندگی کی دعوت دے رہی ہے ۸:۴۱۵
اس کائنات کی ہر چیز اپنے عمل سے خدا کی تسبیح کی دعوت دیتی ہے ۵:۴۱۹
کائنات کی اشیاء کا رکوع و سجود ۴:۵۳۰
اس کائنات کی ہر چیز اپنی جبلت کے اعتبار سے مسلم ہے ۷:۸۴
تسخیر کائنات خدا کا فضل ہے ۵:۱۷۶
تحقیق کائنات میں تدریج و ارتقا کی حکمتیں ۳:۲۷۶
بروں کے اعمال میں بھی کائنات کی مصلحت ہے ۶:۳۷۳

فلسفہ کائنات ۲:۲۲۸

## کتاب

کتاب کے معانی ۱:۸٦
کتاب مبین کا مفہوم ۴:۱۸۸، ۷:۲٦۷
کتاب متشابہا مثانی کا مفہوم ٦:۵۸۲
کتاب مسطور سے مراد تورات ہے ۸:۱٦
کتب آسمانی میں سے کوئی صحیفہ بھی بیک وقت نازل نہیں ہوا ۵:۴٦۳
کتاب اور ایمان میں نسبت قالب اور روح کی ہے ۷:۱۹۵
کتاب وسنت کے معاملہ میں صحیح ادب ۷:۴۹۰

## کردار

کردار و سیرت کی دین میں اہمیت ۱:۴۲۸
سفلہ لوگوں کا کردار ۵:٦٦٦
فاسد کردار کا سبب ۸:۵۱۹
ابنائے زمانہ کا کردار ۵:۲۲۳
فاسد ذہنیت سے فاسد کردار ۹:۳۷۳
مذبذبین کا کردار ۵:۲۲۱
ایک ہی کردار کے دو پہلو ۹:۵۴۸
صاحب کردار کے کردار کا اندازہ ایک نظر میں ہو جاتا ہے ۵:٦۷۰
کردار کی گواہی ۹:۵۰۳

## کفار

قرآن میں لفظ کفار کا مفہوم ۵:۴۱۴
اہل کفر پر کفر کے مسلط ہونے کے بارے میں سنتِ الٰہی ۳:۱۵۹
کفر اور اہل کفر کے ظاہر و باطن کی تمثیل ۵:۴۱۳
کفار سے مسلمانوں کے برخلاف موالات ناجائز ہے ۲:٦۷
کفار سے موالات کی ممانعت کی حدود ۸:۳۳۳
حقیقی کافر ۲:۵۲۹
کفار کو جواب اور مسلمانوں کو تسلی سنتِ الٰہی کی روشنی میں ۳:۱۴۰
کفار کے مطالبات سے بے اعتنائی کی حکمت ۳:۴۴
کفار کے بعض مطالبات کا جواب ۴:۳۸۹
کفار کے استعجاب و انکار کی تعبیر ۴:۲۲
آنحضرت ﷺ پر کفار کا طعن اور اس کا جواب ۴:۳۴۷
کفار کا رویہ آنحضرت ﷺ کی مخالفت میں ٦:۲۹۴
کفار کے استہزاء کی تصویر ۹:۱۷۸
کفار کے استہزاء کا جواب ۴:۱۱۰، ٦:۲۹۵
کفار کی چالیں ۴:۳۹
کفار کو دھمکی ۴:۴۲۱
کفار کو تنبیہ ۴:۲۹۱، ۴۳٦، ۴۴۷، ۷:۱۸
کفار کی قرآن سے بیزاری کا اصل سبب ۴:۵۰۹
کفار کے انکار کی اصل علت ۴:۵۱۹
کفار کی دعوتِ مصالحت کا جواب ۴:۵۲۸، ۹:٦۰۸
کفار کی نبی کریم ﷺ سے سمجھوتے کی کوشش ۸:۵۱٦
کفار کی بعد از وقت حسرت ۵:۳۴۷
کفار کا انکار ــــ گمان کا سہارا لینے والوں کی تباہی ۷:۵۸۳
اہل کفر سے نفرت ٦:۱۰۷
کفار کا ایک مغالطہ ٦:۸۰
کفار کا زعم ۷:۲۸۸

قرآن کے دلائل کے مقابل میں کفار کی واحد ڈھال اور قرآن کا جواب ۳۲۸:۷
کفار کی واحد بے بنیاد دلیل ۲۸۸:۷
کفار کے اندر ریڑھ کی ہڈی نہیں ہے ۳۹۷:۷
کفار کی نامرادی کا سبب ۴۰۱:۷
کفار کا کوئی کارساز نہیں ۴۰۲:۷
کفار کو ڈھیل کی حیثیت ۳۰۶:۹
کفار کو ڈھیل دینے کی حکمت ۵۹۸:۴، ۱۵۸:۷، ۹۳:۸، ۳۰۵:۹
کفار کے عناد کا حال ۳۲۶:۸
کفار کے الزام کا جواب ۵۵۳:۸
کفار کے بے بنیاد اوہام ۳۷:۸
کفار کی فریاد اور اس کا جواب بروز قیامت ۳۴۷:۵
کفار کی محرومی کی تصویر بروز قیامت ۴۱۴:۵
کفار کے لیے اوّلین سامانِ ضیافت ۲۴:۴
کفر کا خمیازہ کفر کرنے والے ہی کو بھگتنا پڑتا ہے ۳۹۱:۶
کفار کے انجام کا بیان ۲۵۵:۳، ۲۶:۴، ۵۲۷:۵، ۳۸۶:۶، ۱۶۸، ۶۱۳، ۴۰۲:۴
کفر کے سرغنوں کا انجام ۶۳:۳، ۲۹۳:۶
کفار اور سرکش لوگوں کی سزا ۵۴۳:۶
کفار کا قیامت میں اپنی بدبختی پر ماتم ۵۲۸:۵
کفار کی اپنے زیردستوں کے لیے ایک غلط منطق ۲۱:۶
کفار لیڈروں اور ان کے پیروؤں کی دوستی صرف دنیا تک ہے ۳۴:۶
کفار لیڈروں اور ان کے پیروؤں کے درمیان قیامت میں جھگڑا ۵۲۷:۵
کفار کے ائمہ سے خطاب اتمام حجت کے لیے ۶۰۶:۹
کفر و انکار کرنے والوں کو سوچنے کی دعوت ۴۵۷:۹
کفار کے انکار کا سبب استکبار ۳۹۹:۴، ۵۱۹
کفار کے انکار کا سبب ان کا ظلم اور غلو ۵۸۴:۵
کفار کے انکار اور مخالفت کا اصل سبب ۱۶۱:۳، ۲۵۷:۴، ۲۷۳، ۲۸۷، ۳۴۹، ۵۵۸، ۴۷۰:۶، ۵۷:۷، ۱۸۸، ۲۲۴، ۲۷۲، ۵۳۵، ۹۳:۸
کفار و مشرکین کا تضادِ فکر ۳۴:۵، ۵۸۲:۷
کفار بغیر دلیل کے مجادلہ کرتے ہیں ۲۱۹:۵
کفار اور مکذبین کا غرور ۵۱۲:۶، ۳۵۵:۷
کفار کے استکبار پر ایک ضرب ۵۴۴:۴، ۴۵۹:۵
کفار کے استکبار کی تصویر ۴۰۲:۶
کفار کے استکبار اور اعراض کا اصل سبب ۱۵۰:۵
کفار و منکرین کے باب میں نبی کریم ﷺ کو ہدایت ۵۸۱:۴
کفار سے بے پروائی کا اعلان ۱۱۸:۷
کفار کی اکثریت کی حیثیت گندگی کے ڈھیر کی طرح ہے ۱۴۲:۴
کفار اور مشرکین کو تاریخ سے سبق لینے کی دعوت ۴۰۹:۴
رسولوں کی تکذیب کرنے والوں کا ہر دور میں ایک ہی طریقہ رہا ہے ۲۱۸:۷
کفارِ قریش اور ان کے حلیفوں کی لازمی تباہی کا ذکر ۴۲۳:۷
کفار پائیدار قوت سے محروم ہوتے ہیں ۳۹۷:۷
کفار و مکذبین قرآن کو یاددہانی ۵۸۰:۶
کفار سے چند سوالات ۵۲۳:۴، ۶۶:۶
کفار کو انذار ۵۴۷:۶
کفار قریش کو دھمکی اور وعید ۴۲۱:۴، ۶۳:۷، ۳۹۵
کفار کا مطالبہ عذاب اور اس کا جواب ۶۳۰:۵، ۵۰۴:۶

کفار جس عذاب کے لیے جلدی کر رہے ہیں وہ ان کے ساتھ ہے ٦:٦٠

کفار کا انسانوں میں سے رسول بنانے پر اعتراض اور اس کا جواب ۴:۲۹۵

کفار کی آخرت سے بیزاری ۴:۵۱۰

کفار کے ایک مغالطہ کی تردید ۴:۶۸۲

کفار کا انکارِ آخرت میں غلو ۴:۴۱۱

کفار کی صفات ۴:۲۸۷

کفار کے مطالبات برائے تصدیق رسالت ۴:۵۴۱

کفار اور مخالفین سے بے تعلقی کا اعلان ٦:۵۷۳

کفار کو چیلنج ۹:۴۵۸

کفار جو مسلمانوں سے جنگ کریں ان کے قیدیوں کے لیے فدیہ کی اجازت ۷:۳۹۷

کفار و مکذبین کے ساتھ اللہ کا معاملہ ٦:۳۷۵

کفار کی ذہنی تاریکی کی تمثیل ۴:۵۲۱، ۵:۴۱۵

کفار کے پیرو اور لیڈر دونوں جہنم میں ٦:۴٦۴

کفار پر قیامت کے دن اللہ کا غضب ۷:۲۲

## کفر

کفر کی حیثیت ۱:۱۰٦، ۳:۳۴

کفر کے معنی کا ایک خاص پہلو ۱:۱۴۳

'کفر بالایمان' کا مطلب ۲:۴٦٦

کفر و شرک ظلم ہے ۴:۴۲۰

کفر اور اہل کفر کے ظاہر و باطن کی تمثیل ۵:۴۱۳

کفر کی حالت میں مرنے والوں کی کیفیت ۳:۱۱۲

کفر کے شعائر کی توہین سے مقصود درحقیقت کفر کی توہین ہوتی ہے ۱:۱۳۹

اللہ تعالیٰ لوگوں کے کفر و ایمان سے بے نیاز ہے ٦:۵٦٦

کفر کا خمیازہ کفر کرنے والے ہی کو بھگتنا پڑتا ہے ٦:۳۹۱

## کلمہ

'کلمۃ من اللہ کی تصدیق' کا مفہوم ۲:۸۰

کلمہ ثابت سے مراد کلمہ توحید ۴:۳۲٦

کلمہ طیبہ سے مراد اور اس کی تمثیل ۴:۳۲۴

کلمہ خبیثہ سے مراد اور اس کی تمثیل ۴:۳۲۵

کلمات، اللہ کی نشانیوں کی تعبیر ٦:۱۴۲

بقرہ ۱۲۴ میں کلمات سے مراد ۱:۳۲۴

## کوثر

کوثر، لفظ کی تحقیق ۹:۵۹۲

کوثر کے باب میں مولانا فراہیؒ کا نقطہ نظر ۹:۵۹۳

کوثر اور کعبہ میں مماثلت کے دلائل ۹:۵۹۴

## کہانت

کہانت کے جھوٹے مدعی ۵:۵٦٦

کہانت کی بنیاد پر ضرب ۹:۲۲۴

کہانت کے ابطال کے لیے ستاروں کی محکومیت سے دلیل ۹:۲۲٦

کہانت کی تردید ستاروں کے غروب اور سقوط سے ۸:۵۱

کہانت کے ستونوں پر قرآن کی ضرب ۹:۲۲۵

## گمراہ

گمراہ باپ دادا کی اندھی پیروی اور خواہشات کی غلامی ٦:۴۷۰، ۸:۴۹۹

گمراہوں کی گمراہی کی اصل منزل ۵:۴۶۴
گمراہ لیڈروں اور گمراہ پیروؤں کی دوستی بس اس دنیا کی زندگی تک ہے ۶:۳۴
گمراہ لیڈروں کی پیروی سے اجتناب کی ہدایت ۸:۶۱۷
گمراہی کا طریقہ ہر دور میں ایک ہی رہا ہے ۷:۲۱۸

## گناہ

گناہ کا سرچشمہ ۱:۱۷۲
گناہ کے احاطہ میں گھر جانا دائمی عذاب کا موجب ہے ۱:۶۳۵
گناہوں کا اعتراف کر لینے والے ۳:۶۳۷
گناہوں پر اصرار کرنے والوں کو اللہ مغفرت سے محروم کر دیتا ہے ۸:۴۰۲

## لیال

لیال عشرہ سے مراد اور ان کی شہادت ۹:۳۴۷
لیالی کا لفظ شب و روز دونوں پر حاوی ہے ۴:۶۳۸

## لیڈر

لیڈروں کا فریب عوام کے ساتھ ۶:۳۹۱
لیڈروں کے طرزِ عمل کی تصویر ۶:۵۱۴

## لیلۃ القدر

لیلۃ القدر سے مراد ۱:۴۶۶
لیلۃ مبارک سے مراد لیلۃ القدر ہے ۷:۲۶۸
لیلۃ القدر کی حقیقت ۷:۲۶۸
لیلۃ القدر کی برکات ۹:۴۶۷
لیلۃ القدر کی عظمت کی وجہ ۹:۴۶۷
لیلۃ القدر میں تقسیم امور ۷:۲۷۰، ۹:۴۶۹
لیلۃ القدر کی تعیین میں اختلاف ۹:۴۶۸
لیلۃ القدر میں شیاطین پابند ہوتے ہیں ۹:۴۶۹

## مال

مال اللہ تعالیٰ کی امانت ہے ۸:۲۰۳
مال، عطیہ الٰہی ۸:۲۲۳
مال کے پرستاروں کو تنبیہ ۹:۳۵۹
زر پرست ناشکروں کو تنبیہ ۸:۲۲۰، ۹:۵۰۴
مال دار بخیلوں کا ذہن ۹:۴۰۵
مال و اولاد کی محبت کی بیڑیاں ۸:۲۷۱
مال فے اور اس کا حکم ۸:۲۹۰
مالِ فے کے مصارف ۸:۲۹۱
خیر کا لفظ مال کے لیے ۱:۴۳۹

## مترفین

مترفین اور ان کے پیروؤں کا انجام ۵:۳۲۸
مترفین کا اصل مغالطہ اور اس کا ازالہ ۶:۳۲۷

## متشابہات

متشابہات اور محکمات سے مراد ۲:۲۵، ۲۸، ۳۱
متشابہات کی مثالیں ۲:۲۶
متشابہات کے ذکر کی حکمت ۹:۵۵
متشابہات آیات کے بارے میں صحیح رویہ ۹:۵۳

## متّقین


متقی کا مفہوم ۱:۸۸

متقین کا ایک خاص وصف ۱:۹۵

متقین کا رویہ اور ان کی کامیابی کی بشارت ۴:۴۰۵

متقین کی تکریم ۵:۵۲۷، ۷:۵۵۸

متقین کے ساتھ معاملہ ۴:۴۰۵، ۶۷۹

متقین کا صلہ ۶:۵۴۳، ۶۰۵، ۷:۲۹۱، ۸:۲۴، ۹:۱۶۴

متقین کا انجام ۴:۲۹۵، ۳۶۴، ۶:۶۱۴، ۸:۱۱۵، ۱۴۵

متقین کا انعام ۷:۵۹۱، ۹:۱۴۵

اللہ تعالیٰ کی طرف سے متقی بندوں کو مبارکباد ۷:۲۵۱

متقیوں کی عزت افزائی ۷:۵۵۸


## متکبّرین


متکبرین کے باب میں پیغمبر ﷺ کو ہدایت ۴:۵۸۱

متکبرین کو آگاہی ۴:۵۸۱

کفار کی متکبرانہ ذہنیت پر ضرب ۴:۵۴۴

متکبروں کو تاریخ سے سبق لینے کی دعوت ۴:۴۰۹

متکبرین کے بالمقابل متقین کا رویہ ۴:۴۰۵

متکبروں کا ابدی ٹھکانا ۴:۴۰۴

متکبرین خدا کے مبغوض ہیں ۴:۳۹۶

متکبرین کے تکبر کی تصویر ۴:۱۰۸، ۶:۴۰۲

متکبرین کے استکبار پر ایک ضرب ۵:۴۵۹

متکبرین کے اعمال کی بے وقعتی ۵:۴۵۹

متکبرین کے استکبار کی علت ۵:۳۱۸

تاریخ کے بعض نمایاں متکبرین ۶:۴۱

متکبرین کا احمقانہ مطالبہ ۷:۳۳۱

متکبرین کے ایک مغالطہ پر ضرب ۸:۵۲۶

متکبروں کا انجام ۷:۶۵، ۹:۵۳

مستکبرین کا رویہ ۷:۳۰۸

مستکبرین کی بظاہر کامیابی کی تمثیل ۷:۱۷۲


## مجرم


مجرموں اور سرکشوں کی سزا ۱:۶۱:۵۴۳

مجرموں کا حشر ۷:۲۹۱

مجرموں کا انجام ۷:۲۸۳، ۲۹۱

مجرموں کی بے بسی کی تصویر ۹:۱۴۳

مجرموں کا اعمال نامہ سجین میں ہوگا ۹:۲۵۶

محاربہ کے مجرموں کے لیے ضابطہ تعزیرات ۲:۶۰۵

مجرموں کی دو قسمیں ۵:۳۶۷

مجرموں کا جرم بے تحقیق واضح ہوگا ۸:۱۴۲

مجرموں کے لیے سنتِ الٰہی ۷:۲۸۴


## محسنین


محسن ۴:۲۱۷

محسنین کی صفات ۶:۱۲۱، ۷:۵۹۴

محسنین کا صبر ۴:۱۷۶

محسنین کے لیے ابدی راحت ۶:۴۷۷

محسنین کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا معاملہ ۴:۲۳۸

محسنین، خدا کے حقوق کی طرح بندوں کے حقوق بھی پہنچانتے ہیں

۷:۵۹۴

محسنین کے کردار کا ایک خاص پہلو ۷:۳۵۸

## مخاطب

مخاطب کی مسلّمات سے استدلال ۵:۷۲

مخاطبوں کو ایک تنبیہ ۷:۲۷۰

مخاطبوں کے زعم کی تردید ۹:۲۵۶

## مخالفین

مخالفین کی شکست خوردگی ۴:۳۲

مخالفین قرآن کو متبادل کلام پیش کرنے کا چیلنج ۴:۱۱۲

مخالفین قرآن پر اتمامِ حجت ۴:۱۱۳

مخالفین قرآن کی اصل بیماری ۴:۱۱۵، ۹:۱۱۹

مخالفین کو فیصلہ کن جواب ۴:۱۷۸

مخالفین کے بعض اعتراضات کے جواب ۴:۴۴۵، ۵۳۴، ۷:۱۹۱

مخالفین کے لیے تنبیہ ۴:۴۴۷، ۷:۱۶۷

مخالفین کے ایک اور فتنہ کا رد ۴:۴۵۱

مخالفین کے مطالبات برائے تصدیقِ رسالت اور جوابات ۴:۵۴۱، ۵۴۲

مخالفین پر قرآن کا رعب ۵:۱۲۵

مخالفین کو وعید ۵:۲۷۳، ۷:۲۷۲، ۸:۵۵۵

قرآن کے مخالفین پر تعریض ۵:۴۹۰

مخالفین کو دھمکی ۵:۴۹۱، ۷:۶۳، ۹:۱۱۹

مخالفین قرآن کے اوہام کی تردید ۵:۵۶۱

مخالفین سے اعراض ۵:۶۹۰

مخالفین پر خود ان کے مسلّمات سے اتمامِ حجت ۶:۱۴۱

مخالفین کی ہٹ دھرمی پر اظہارِ تعجب ۶:۳۳۲

مخالفوں سے بے تعلقی کا اعلان ۶:۵۷۳

مخالفین پر امتنان اور ان کو تنبیہ ۷:۱۸

مخالفین کے شر سے محفوظ رکھنے کی بشارت ۷:۵۷

مخالفین قرآن کا آخری مطالبہ اور اس کا جواب ۷:۷۹

مخالفین سے بے پروائی کا اعلان ۷:۱۱۸

مخالفین کو ملامت ۷:۳۰۶، ۵۸۲

مخالفین کی مخالفت کی اصل علت ۷:۵۳۵، ۸:۳۴، ۹:۳۲۰

مخالفین کے شبہات کا جواب ۷:۵۳۶، ۹:۱۱۹

مخالفین کا تضادِ فکر ۷:۵۸۲

مخالفین کی خاکبازی ۸:۲۲

مخالفین کے ایک الزام کا جواب ۸:۳۳

مخالفین کی حق بیزاری پر تعجب ۸:۳۹

رسول کے مخالفین کا انجام ۸:۲۵۶

مخالفین کے اصل پالیسی ۸:۵۱۶

مخالفین کی باتوں پر صبر اور اس صبر کا طریقہ ۹:۲۸

## معاشرت

گھریلو زندگی — خاندان کی تنظیم کے لیے ہدایات ۲:۲۸۹

گھر کا قوام مرد ہے ۱:۵۳۳

کائنات میں زوجین کا وجود ۷:۶۲

گھر کی ریاست کا سربراہ مرد ہے ۲:۲۹۱

مرد کی سربراہی کے حق میں دو دلیلیں ۲:۲۹۱

نیک بیبیاں وہ ہیں جو قوام کی اطاعت گزار اور راز دار ہیں ۲:۲۹۲

'حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ' کا مطلب ۲:۲۹۲
میاں اور بیوی کو ترغیبِ مصالحت ۲:۲۹۴
بیویوں کے معاملہ میں عدل کا معیار ۲:۳۹۹
میاں اور بیوی دونوں کے حقوق ہیں ۱:۵۳۲
میاں اور بیوی کے لیے لباس کے استعارے کی بلاغت ۱:۴۵۶
مرد کی فتوت کے تقاضے ۱:۵۴۸
نشوز کی صورت میں مرد کے تادیبی اختیارات ۲:۲۹۳
'نشوز' کی حقیقت ۲:۲۹۲، ۳۹۸
اصلاح احوال کی ایک تدبیر ۲:۲۹۳
اصلاح کے بعد پچھلی کدورتیں بھلا دی جائیں ۲:۲۹۳
عورت کے لیے کھیتی کا استعارہ ۱:۵۲۷
آزادی اور پابندی کے حدود ۱:۵۲۷
شریف بیبیوں کے اطوار ۵:۶۶۹
ایامِ حیض کے احکام ۱:۵۲۵
حمل کی کم سے کم مدت چھ ماہ ہے ۷:۳۶۳
ایامِ حیض میں علیحدگی کی حد ۱:۵۲۶
تمام بدیہیاتِ فطرت شریعت کے اجزا ہیں ۱:۵۲۶
زندگی پر رشتے ناتے کے اثرات ۱:۵۱۹
ناپسند بیوی سے حسنِ سلوک کی ہدایت ۲:۲۶۹
بیوی شوہر کے رازوں کی امین ہوتی ہے ۸:۴۶۱
پسند اور ناپسند کے لیے اسلامی معیار ۱:۵۱۹
ازدواجی زندگی کا اصل مقصد ۱:۴۵۸
تہذیب وتمدن کا منبع: گھریلو زندگی ۱:۴۵۷
عورت کا اصلی دائرہ کار ۶:۲۲۳

بچے — اَولاد اور عمر میں کمی بیشی اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے ۶:۳۶۵
بیوی اور بچوں کی نعمت خدا ہی سے ملی ہے ۴:۴۳۰
بیوی بچوں کی ایک بہت بڑی آزمائش سے آگاہی ۸:۴۲۲
مال و اولاد کی قدر و قیمت ایمان کے ساتھ ہے ۳:۵۸۸
مال و اولاد کا پھندا ۳:۵۸۹
متبنّٰی کی اصل حیثیت ۶:۱۸۸
اولاد کی اصلاح کے لیے فکرمند رہنے کی تعلیم ۸:۴۷
اہل وعیال کی عاقبت کی فکر ۵:۴۹۰
قتل اولاد فقر وفاقہ کے اندیشہ سے ۳:۱۹۹
ضبطِ — خاندانی منصوبہ بندی ۳:۲۰۰
ولادت — ضبطِ ولادت ۱:۴۵۹، ۴:۴۹۹
قتل اولاد کی ممانعت ۴:۴۹۹
خاندانی منصوبہ بندی کے نظریے کی لغویت ۱:۵۲۸، ۳:۲۰۰
والدین — خدا کے بعد سب سے بڑا حق والدین کا ہے ۱:۲۶۲، ۲:۲۹۸، ۴:۴۹۵، ۶:۱۲۹، ۸:۶۰۵
والدین کے حقوق کا شعور خدا کے حقوق کے شعور کے لیے نشانِ راہ ہے ۷:۳۶۳
والدین کا حق احسان ۴:۴۹۶
والدین کا حق فرمانبرداری وخدمت ۴:۴۹۶
والدین کے لیے دعا کا حق ۴:۴۹۷
والدین کے لیے دلی محبت اور کامل سعادتمندی ۴:۴۹۷
والدین کے ساتھ حسنِ سلوک ۳:۱۹۸، ۷:۳۶۱، ۳۶۲
والدین کا عظیم حق ۸:۶۰۵
باپ ماں کے حقوق خدا کے حقوق کے تحت ہیں ۶:۱۸

خدا کے خلاف والدین کی اطاعت جائز نہیں ۶:۱۲۹
ماں کا حق باپ کے حق سے زیادہ ہے ۶:۱۳۰
ماں کی جاں بازیاں اپنی اولاد کے لیے ۷:۳۶۲
ماں کے ساتھ حسن سلوک کی ہدایت ۷:۳۶۲

رضاعت — رضاعت سے متعلق مسائل ۱:۵۴۵
رضاعت کے رشتہ کو مادرانہ رشتہ سے مشابہت حاصل ہے ۲:۲۷۵
بعض احکام درباب رضاعت: خرچ کا معیار، غریبوں کو اطمینان دہانی ۸:۴۴۴
رضاعت کے رشتے نے معاشرہ کو عظیم فائدے پہنچائے ۲:۲۷۵
معتبر رضاعت کے لیے ضروری شرط ۲:۲۷۵

گھروں کے اندر داخلہ — گھروں کے اندر داخل ہونے کے لیے طلبِ اذن کی ہدایت ۵:۳۹۳
اذن کے لیے سلام کا طریقہ اور اس کی برکتیں ۵:۳۹۴
گھر کے اندر داخل ہونے کے بعد کی احتیاطیں ۵:۳۹۵
رشتہءِ رحم کا پاس و احترام ۴:۲۸۵
رشتہءِ رحم کی اہمیت ۱:۱۴۳

پردہ — پردے کے احکام کی وضاحت ۶:۲۶۲
پردہ کا مقصد معاشرتی روابط کا انقطاع نہیں ۵:۴۳۳
گھروں سے باہر نکلنے کی صورت میں پردے کے احکام ۵:۳۹۹، ۶:۲۶۸
مسلمان خواتین کے لیے ایک علامتِ امتیاز ۶:۲۶۹
اظہارِ زینت کا ایک مخصوص دائرہ ہے ۵:۳۹۹
ان لوگوں کا ذکر جن کے لیے پردے کے معاملے میں رعایت ہے ۶:۲۶۶
بوڑھی عورتوں کے لیے ایک رخصت ۵:۴۳۲
ملازموں کا حکم ۵:۳۹۸
لباس سے ستر پوشی اور زینت دونوں مقصود ہیں ۳:۲۴۴
بوڑھوں، معذوروں اور ملازموں کا حکم ۵:۳۹۸
اوڑھنی مسلمان خواتین کے لباس کا ضروری جزو ہے ۵:۳۹۷
'اِلاَّ مَا ظَهَرَ مِنْهَا' کا مفہوم ۵:۳۹۷
گھر کے اندر عورتوں کا پردہ ۵:۳۹۶
'حفظِ فروج' میں اصلی دخل لباس کو ہے ۵:۳۹۶
'غَضِّ بَصر' کی ہدایت کی اہمیت ۵:۳۹۶
پردے کا اہتمام دل کی صحت کے لیے ۶:۲۶۴
پردے کی پابندیوں میں استثناء ۲:۲۶۶
غیر محرم خواتین سے کوئی چیز مانگے تو پردہ کی اوٹ سے مانگے ۶:۲۶۴

نکاح — نکاح کا اصل مقصد ۷:۵۳
لفظ 'نکاح' 'عقدِ نکاح' کے مفہوم میں ۱:۷۵۳
لفظ 'عقد' کا مفہوم اور اس کی وسعت ۲:۴۵۲
عہدِ نکاح ایک محکم میثاق ہے ۲:۲۷۱
نکاح کے لیے دو بنیادی شرطیں ۲:۲۷۷
نکاح میں دائے مہر اور عدل کی شرائط کی وضاحت ۲:۳۹۷
مہر کی ادائیگی کی شرط ۲:۲۵۴
مہر کی شرط کا اصلی مقصد ۲:۲۷۷
رشتہءِ نکاح کو برقرار رکھنے کے لیے عورت اور مرد دونوں کو ایثار کی ترغیب ۲:۳۹۹
دوسرے مالکوں کی لونڈیوں سے نکاح کی اجازت احتیاط کے ساتھ ۲:۲۷۹

احسان کی شرط متعہ کی نفی ہے ۲:۲۷۸
مصلحت کے لیے تعددِ ازدواج کی اجازت ۲:۲۵۲
نکاح کی عدم مقدرت بدکاری کے جواز کے لیے عذر نہیں ہے ۵:۴۰۱
رانڈوں اور رنڈووں کے نکاح کی ہدایت ۵:۴۰۰
نکاح رزق و فضل میں اضافہ کرتا ہے ۵:۴۰۰
مشرکات سے نکاح کی ممانعت ۱:۵۱۹
جمع بین الاختین کی ممانعت کی علت ۲:۲۷۶
ربیبہ کس صورت میں حرام ہے ۲:۲۷۶
وہ عورتیں حرام ہیں جن کو رحمی رشتہ سے قربتِ قریبہ حاصل ہے ۲:۲۷۵
کتابیات سے جوازِ نکاح کی شرط ۲:۴۶۵
نکاح کے باب میں نبی ﷺ کے امتیازات ۶:۲۵۳
بطریقِ فے حاصل شدہ خواتین کا حکم ۶:۲۵۴
نبی ﷺ کے لیے خاص اجازت کی حکمت ۶:۲۵۶
دربابِ نکاح آنحضرت ﷺ کے لیے پابندیاں ۶:۲۵۸
ازواجِ نبی ﷺ کا درجہ ۶:۲۶۵
زیدؓ یا زینبؓ نے حضور ﷺ کے کسی فیصلہ کی مخالفت نہیں کی ۶:۲۳۲
زیدؓ اور زینبؓ کے واقعہ کی صحیح نوعیت ۶:۲۲۷
مسلمان مردوں اور عورتوں کے سامنے ایک آئینہ ۶:۲۲۴
ازواجِ نبی ﷺ کا اصل مقصدِ زندگی ۶:۲۲۳
ازواجِ نبی ﷺ کو خطاب کر کے وقت کی بیگمات پر تعریض ۶:۲۲۱
جاہلی تہذیب کے ختم ہونے کی پیشین گوئی ۶:۲۲۲

طلاق
طلاق کے باب میں حدودِ الٰہی کا احترام ۸:۴۳۵
طلاق میں عدت کی پابندی کی بعض مصلحتیں ۸:۴۳۶
زمانۂ عدت میں شوہر کا گھر بیوی کا بھی گھر ہے ۸:۴۳۷
طلاق کی عدت کی حکمت ۱:۵۳۲
زمانۂ عدت میں عورتوں کو ساتھ رکھنے کا طریقہ ۸:۴۴۳
طلاق کا غلط طریقہ ۸:۴۳۵
طلاق کا صحیح طریقہ ۱:۵۳۴، ۸:۴۳۶
ایک وقت میں تین طلاق کا مسئلہ ۸:۴۴۰
حدودِ الٰہی کی خلاف ورزی کا ضرر خلاف ورزی کرنے والوں کو پہنچتا ہے ۸:۴۳۷
حدودِ الٰہی کی پابندی کرنے والوں کو عظیم بشارت ۸:۴۳۹
زیدؓ کے ارادۂ طلاق کے وجوہ ۴:۲۳۴
لاتمسکوھن ضرارًا لتعتدوا کا مفہوم ۱:۵۳۹
طلاق اور رجوع میں گواہ اور گواہی کی اہمیت ۸:۴۳۸
مساوات مرد و زن کا نظریہ ۱:۵۳۳
اگر تعلق زن و شوہر قائم ہونے سے پہلے طلاق دی جائے تو اس کے احکام ۱:۵۴۸، ۶:۲۵۲
ایک پُرحکمت پابندی ۱:۵۳۷
طلاق کی ایک قسم ظہار ۸:۲۴۷
'متعہ' اور 'حلالہ' میں فرق ۱:۵۳۸
متعہ اسلام میں قطعی حرام ہے ۱:۵۳۷
ایک بے دلیل بات ۱:۵۳۸
متعہ عرب جاہلیت کا ایک مکروہ رواج تھا ۲:۲۷۸
مطلقہ کی راہ میں رکاوٹ نہ ڈالی جائے ۱:۵۴۴

عورتوں کے اختلافِ حالات کے سبب سے ان کی عدت میں فرق ۸:۴۴۱

حاملہ کی عدت ۸:۴۴۲

حلالہ اسلام میں حرام ہے ۱:۵۳۸

مرد کو اپنا حق عورت کی ضرر رسانی کے لیے استعمال کرنا جائز نہیں ہے ۸:۴۳۸

بیوی سے دیا ہوا مال واپس لینا فتوت کے منافی ہے ۲:۲۷۰

مرد کی فتوت کا حق ۱:۵۳۵

بیوہ — عدت کی پابندی کی مصلحتیں ۸:۴۳۶

بیوہ کی عدت ۱:۵۴۶

طلاق کی عدت کی حکمت ۱:۵۳۲

عدت کا حکم طلاق قبل مباشرت میں ۶:۲۵۲

حاملہ کی عدت ۸:۴۴۲

بیوہ کے لیے وصیت کا عارضی حکم ۱:۵۵۵

عدت کے دوران مطلقہ کے حقوق ۸:۴۴۳

عدت کے دوران شوہر کا گھر بیوی کا بھی گھر ہے ۸:۴۳۷

عورتوں کے اختلاف حالات کے سبب سے ان کی عدت میں فرق ۸:۴۴۱

عدت کے سلسلہ میں ایک استثناء ۶:۲۵۲

عدت کے دوران نکاح کے قول و قرار کی ممانعت ۱:۵۴۷

اَیلاء — ایلاء ۱:۵۲۹

ایلاء کے احکام ۱:۵۳۰

خلع — خُلع کے احکام ۱:۵۳۵

لعان — لعان کا ضابطہ ۵:۳۷۶

سائل — سائل اور محروم سے مراد ۸:۵۷۳

اور محروم — سائل اور محروم کی حاجت روائی ۷:۵۹۴

ظِہار — ظِہار اور اس کا شرعی حکم ۶:۱۸۷، ۸:۲۴۷، ۲۴۹

’ظہار‘ کا کفارہ ۸:۲۵۰

بہتان — بہتان لگانے کی ممانعت ۸:۳۴۳

قذف — قذف کے معاملہ میں شہادت اور سزا کا قانون ۵:۳۷۶

تہمت، قذف کی ممانعت ۴:۵۰۲

یتامٰی — اِسلامی معاشرہ میں یتیم کا مرتبہ ۹:۵۸۳

سوسائٹی میں یتیموں کا مقام ۹:۳۵۸

یتیم کا مال ۳:۲۰۲

یتیم کے مال کی حفاظت ۴:۵۰۱

یتامٰی کے حقوق کے تحفظ نے دوسروں کے حقوق کی راہ کھول دی ۲:۲۵۶

یتیم کو مال کی حوالگی کے وقت گواہ مقرر کرنے کی ہدایت ۲:۲۵۵

غریب سرپرست کو یتیم کے مال سے معروف کے مطابق فائدہ اٹھانے کی اجازت ۲:۲۵۵

یتیموں کی حفاظت کے سلسلے میں نساء سے مراد یتامٰی کی مائیں ہیں ۲:۲۵۲

مال کے اندر انفرادی اور اجتماعی بہبود کے پہلو ۲:۲۵۴

یتیم و مسکین کا حق ۹:۵۸۳

یتیموں کا مال کب ان کے حوالے کیا جائے ۲:۲۵۵

یتیموں کے مال کی حفاظت کے لیے ضروری ہدایات ۲:۲۵۱

یتیموں کے بارے میں مسلم معاشرہ کی ذمہ داری ۱:۵۱۷

یتیموں کی حفاظت کے سلسلہ میں سفہاء سے مراد ۲:۲۵۴

لونڈی، — غلاموں اور لونڈیوں سے متعلق قدیم تصورات کی اصلاح ۵:۴۰۳

غلام — اسلامی معاشرہ میں لونڈیوں اور غلاموں کا درجہ ۲:۲۷۹

غلاموں لونڈیوں کا درجہ اونچا کرنے کے بعض احکام ۲:۲۸۰

غلام کا بدل ۲:۳۶۱

غلاموں کی آزادی کی ترغیب ۹:۳۷۶

ذی صلاحیت لونڈیوں اور غلاموں کے نکاح کی ہدایت ۵:۴۰۰

لونڈیوں سے پیشہ کرانے والوں کو تنبیہ ۵:۴۰۳

غلامی کا بالتدریج خاتمہ ۵:۴۰۴

قرابت دار، قرابت دار، مسکین اور مسافر کا حق ۴:۴۹۷

مسکین، قرابت مندوں، مساکین اور پڑوسیوں کے حقوق ۲:۲۹۸

مسافر پڑوسی کی تین قسمیں ۲:۲۹۷

تنظیم معاشرہ کی تنظیم سے متعلق بنیادی حقائق ۲:۲۴۶

معاشرہ انسان پر اس کے معاشرہ کا حق ۹:۵۳۶

ہر شخص پر معاشرے کی اصلاح کی بھی ذمہ داری ہے ۳:۴۵۹

معاشرتی وسیاسی تعلقات کی بنیادیں ۳:۵۴۲

معاشرت بالمعروف ۲:۲۶۹

اسلامی اِسلامی معاشرہ کے اَجزائے ترکیبی ۶:۲۲۴

معاشرہ اِسلام، اِیمان، قنوت، صدق، صبر، خشوع، صدقہ، روزہ، عفت وحیا، ذکر اللہ

اِسلامی معاشرہ کے گل سر سبد لوگ ۳:۶۳۵

اسلامی معاشرہ میں دوسرے درجہ کے لوگ ۳:۶۳۵

اسلامی معاشرہ میں فرقِ مراتب کی ترتیب ۳:۶۵۷

اِسلامی معاشرے میں فرقِ مراتب: نبی ﷺ کا درجہ،

ازواج مطہراتؓ کا درجہ ۶:۱۹۰

اِسلامی معاشرے میں جذبات کا احترام ۱:۵۴۷

اسلامی معاشرہ میں سلام کی اہمیت ۲:۳۵۶

اسلامی معاشرے کا اخلاقی اصول ۵:۳۸۳

احسان اور ادائے حقوق ۱:۲۶۲

ادائے حقوق کے لیے اسراف کی ممانعت ۳:۱۸۵

حسن سلوک ۶:۱۹۱

حقوق العباد کے معاملات کی نزاکت ۷:۳۷۹

گواہ اور گواہی کی اہمیت ۸:۴۳۸

بعض مجلسی آداب ۸:۲۶۲

آدابِ معاشرت ۵:۴۳۱

بعض ضروری آداب متعلق دعوت ۶:۲۶۳

لقمان کی نصیحتیں بڑوں کے لیے خاص اہمیت رکھتی ہیں ۶:۱۳۳

تواضع اور فروتنی کی تعلیم ۶:۱۳۳

ایثارِ نفس کی حوصلہ افزائی ۶:۲۵۵

تواضع کی ہدایت اور اس کے آداب ۵:۳۱

اجتماعیات کا ایک اہم سبق ۲:۴۹۲

جماعتی زندگی کی ایک اہم ہدایت ۲:۴۱۳

عرف پر مبنی احکام حالات کی تبدیلی سے متغیر ہوتے ہیں ۲:۳۶۱

غیر جانبداری کے جھوٹے مدعیوں کا حکم ۲:۳۵۹

حق کی حمایت میں زبان سے کچھ کہنا بھی موجبِ اجر ہے ۲:۳۴۹

امانت کا لفظ اپنے وسیع مفہوم میں ۲:۳۲۲

امانت کا حق ۲:۳۲۲

امانت کا سب سے اہم پہلو ۲:۳۲۳

'سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا' کا مفہوم ۲:۳۰۹

معاملات میں دیانت اور راستبازی ۳:۳۱۰

رہن کا مفہوم اور اس کے احکام ۱:۶۴۲
مسلم معاشرہ کی حس ایمانی کی بیداری کی ضرورت ۵:۳۷۵
اعتدال و کفایت شعاری کی ہدایت ۴:۴۹۸
راست بازوں کی صحبت اختیار کرنے کی ہدایت ۳:۶۶۰
اسلام میں مذہب کے پرائیویٹ زندگی سے مخصوص ہونے کا کوئی تصور نہیں ہے ۱:۵۹۳
اقدام سے پہلے سوچنے کی ضرورت ۹:۴۵۷
توبہ کے ساتھ اصلاح کی شرط ۲:۵۱۴
مومنین کے باہمی حقوق کی بنیاد رِحمی رشتوں پر ۶:۱۹۱
عام عورتوں سے متعلق ایک احتیاطی ہدایت ۸:۳۴۳
لباس سے ستر پوشی اور زینت دونوں چیزیں مقصود ہیں ۳:۲۴۴
باطنی لباس تقویٰ ہے ۳:۲۴۴
موالات ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے ۸:۳۲۵
ستر پوشی انسان کی فطرت ہے ۳:۲۳۶
اولوالارحام کے شرعی حقوق مقدم ہیں ۳:۵۱۹
مخصوص طبقات کی برائیوں کا ذکر صیغۂ عام سے ۲:۲۷۲
کفار سے معاشرتی انقطاع کا اعلان ۲:۴۵۷
'مشرکین' اور 'مشرکات' کا استعمال بطور اصطلاح ۱:۵۱۹
لڑکیوں سے متعلق عرب جاہلیت کے احساس کی تشبیہ ۷:۲۱۵
اپنے کافر عزیزوں کے باب میں تشویش میں مبتلا لوگوں کے لیے بشارت ۳:۵۵۵
اپنے اعزہ و اقرباء کے ایمان کے آرزومند مسلمانوں کے لیے بشارت ۳:۵۴۷
مسلمانوں کو اجتماعی توبہ کی ہدایت، مسلم معاشرہ کی اصلاح اور تطہیر کے لیے ۵:۳۹۹
شہوانی خواہشات پر قابو ۵:۲۹۸
استقامت کی تلقین ۷:۱۵۵
تمسخر کی ممانعت ۷:۵۰۵
ناپ تول میں کمی نظامِ کائنات کے منافی ہے ۵:۵۵۱
اشیاء میں ملاوٹ ۵:۵۵۲
حرام خوری کا موٹاپا راس آنے والی چیز نہیں ہے ۵:۵۵۲
ہمارے معاشرے کا فسادِ مزاج ۵:۳۸۴
معاشرتی مسائل
معیارِ زندگی اونچا کرنے کا خبط ۹:۵۲۲
سفارش کے خلاف ایک دلیل ۷:۲۷
برائی فیشن کی حیثیت سے ۶:۳۶
افواہوں کے بارے میں صحیح طرزِ عمل ۲:۳۴۸
ادائے حقوق کے منافی ذہنیت ۲:۲۹۸
اندھی روایت پرستی کی مذمت ۲:۶۰۲
کسی برائی کی کثرت اس کے جواز کی دلیل نہیں ہے ۲:۵۹۹
مجالس میں اللہ کی آیات کا مذاق ۲:۴۱۰
تمدن میں فساد پیدا کرنے کے لیے شیطان کی ایک خاص چال ۳:۲۴۶
'سحت' کا مفہوم ۲:۵۲۴
رشوت ۱:۴۶۴
جھوٹ اور رشوت نظام عدل کو ختم کر دیتے ہیں ۲:۵۲۴
رشوت کی حرمت کے مختلف پہلو ۱:۴۶۵
اِس دور کے معاشرتی مفکروں کے لیے ایک تنبیہ ۱:۵۴۸
عصر حاضر کی مجالس کا حال ۸:۲۶۳
اچھے مجلسی الفاظ کا استعمال طنز کے طور پر ۲:۳۰۹

اِترانے اور فخر کرنے والوں کی چند خصوصیات ۲:۲۹۹
بیگماتِ جاہلیت کے سامانِ زینت پر طنز ۶:۲۲۲
عورتوں کا بناؤ سنگھار کر کے گھروں سے باہر نکلنا ترقی نہیں جاہلیت کی طرف رجعت ہے ۶:۲۲۳
عرب جاہلیت کے ایک مکروہ رواج کی اصلاح ۲:۲۶۹
زنا اور محرکاتِ زنا ۳:۲۰۰، ۴:۴۹۹
عورت کے معاملہ میں شدتِ احتیاط کی حکمت ۲:۲۶۵
عورت سراسر برائی کا سرچشمہ نہیں ۸:۴۷۶
اجتماعی مصلحین کا ایک مغالطہ ۳:۲۸۱
مکاتبت — مکاتبت کا مفہوم اور اس کا حکم ۵:۴۰۱
مکاتبت کے لیے صلاحیت کی شرط ۵:۴۰۱
مکاتب کی مدد انفاق فی سبیل اللہ ہے ۵:۴۰۲
اموالِ زکوٰۃ سے مکاتب کی مدد ۵:۴۰۲
مکاتبت کا حق لونڈیوں کو بھی حاصل ہوا ۵:۴۰۲
تجسس، غیبت — تجسس اور غیبت کی ممانعت ۷:۵۱۰
تجسس کا جواز حکومت کے لیے ۷:۵۱۳
مستحسن تجسس ۷:۵۱۵
غیبت کا مفہوم ۷:۵۱۰
غیبت کے باب میں بعض لوگوں کی غلط فہمی ۷:۵۱۶

## معاہدات

معاہدات سے متعلق ضروری ہدایات ۳:۴۹۹
معاہدات سے قریش کی بدعہدی کے بعد براءت ۳:۷،۵۳۹،۵۳
معاہدات میں براءت میں چار ماہ کی مہلت کی مصلحتیں ۳:۵۳۷
کسی معاملت کے لیے فریقین کی حقیقی رضامندی شرط ہے ۲:۲۸۵
معاہدۂ حدیبیہ کی طرف اشارہ ۳:۵۴۳
مفتوح اور معاہد اہل ذمہ کا حکم ۳:۵۶۱
'فتح قریب' سے مراد معاہدۂ حدیبیہ ہے ۷:۴۶۸
معاہدہ حدیبیہ سے متعلق ایک اہم نزاع کا فیصلہ ۸:۳۳۶
حدیبیہ کے موقع پر جو کچھ ہوا تدبیر الٰہی سے ہوا ۷:۴۶۲
معاہدۂ حدیبیہ کے فتح مبین ہونے کے چند پہلو ۷:۴۳۶
فتح مبین کے چند نتائج ۷:۴۳۷
معاہدہ حدیبیہ کی پابندی کی ہدایت ۳:۵۴۳
معاہدات سے متعلق تین باتیں ۳:۵۴۴
اعلانِ براءت کے وجوہ کی مزید وضاحت ۳:۵۴۴
معاہدۂ حدیبیہ کے بعد مکہ سے آنے والی عورتوں سے متعلق تحقیق ۸:۳۳۹
معاہدۂ حدیبیہ کے بعد مہاجرات مومنات کی واپسی کی ممانعت ۸:۳۴۰
حدیبیہ کے بعد کی فتوحات کی طرف اشارہ ۷:۴۵۸

## معترضین

معترضین پر ایک لطیف طنز اور ان کو تنبیہ ۵:۴۷۷
معترضین کے بعض اور اعتراضاتِ رسول ﷺ پر معترضین کی حواس باختگی ۵:۴۴۸
اعتراضات کا جواب ۵:۴۵۳
معترضین کو جواب ۷:۲۲۵
معترضین سے چند سوالات ۸:۳۵

## معجزات

معجزات کے باب میں سنتِ الٰہی ۳:۳۴۳
معجزہ اور سحر میں امتیاز ۳:۳۴۳، ۳۴۶، ۵:۶۵

ساحر سحر اور معجزے کے فرق کو سب سے زیادہ جانتا ہے ۳:۷ ۳۴
حق اور سحر کا فرق ۴:۶۷
قرآن کو جادو کہنے کا ایک پہلو ۹:۵۲
مصریوں کے نزدیک ساحروں کا درجہ ۷:۲۳۶
معجزات کی نشانی کا مطالبہ ۵:۱۲۵
معجزات کے باب میں موسیٰ کے ساتھ خاص معاملہ کی وجہ ۳:۳۴۰، ۵:۳۶
سامری کا فن ۳:۳۶۵
معجزہ دکھانے کا کفار کی طرف سے مطالبہ ۳:۱۴۰، ۴:۹۲، ۲۹۰، ۳۱۶، ۵۴۴، ۶۲۶، ۵:۱۲۵، ۹:۴۷۹
موسیٰؑ کے معجزات ۳:۳۵۴، ۵:۷۱
رسول کریم ﷺ کو حسی معجزہ نہ ملنا باعثِ رحمت ہے ۶:۵۹
مطالبۂ معجزات کا جواب ۴:۹۲، ۲۹۰، ۴، ۵۴۴، ۶۲۶
عصائے موسیٰؑ کا معجزہ ۵:۳۵

## معذورین

حقیقی معذورین ۳:۶۲۶
معذورین کا بیان ۷:۴۵۷
حقیقی معذورین کی معذوری کی شہادت ہر بُنِ مُو سے ۳:۶۲۶
بہانہ بازوں اور حقیقی معذورین میں فرق ۳:۶۲۵

## معراج

معراج کے سفر کی غایت ۴:۴۷۵
معراج، نبیوں کی رویائے صادقہ ۴:۴۷۵
معراج کے واقعہ پر ردِّعمل ۴:۵۱۶

## معرفت

معرفت اور شریعت میں نسبت ۱:۴۳۹
حقیقی غنا کا سرچشمہ اور معرفت الٰہی ۹:۴۱۷
صحیح علم کا منبع اللہ کی معرفت ہے ۶:۳۷۷
ہر پتا معرفتِ کردگار کا دفتر ہے ۴:۳۹۶
ہر ورق معرفتِ کردگار کا دفتر ۳:۱۲۷
یہ دنیا اپنے وجود میں ایک درسگاہِ معرفت ہے ۷:۵۳۹
شرح صدر سے مراد بصیرت و معرفت ۹:۴۲۶
معرفت الٰہی کے لیے انسان کی اپنی خلقت ایک درس گاہ ہے ۵:۲۰۷

## معیشت

اُصول اِسلامی اقتصادیات کا اصول ۸:۲۹۲
اِسلامی شریعت کا مزاج ۱:۵۱۵، ۵۱۸
عفو کے لفظ سے اشتراکیت کے لیے غلط استدلال ۱:۵۱۷
انفاق انفاق ۱:۹۵
مال اللہ تعالیٰ کی امانت ہے ۸:۲۰۳
'انفاق فی سبیل اللہ' کا مفہوم ۱:۶۱۳
'انفاق' کی حقیقت ۲:۴۴
انفاق کی برکات ۳:۵۶۵
قانونی اور اختیاری انفاق ۳:۵۶۶
انفاق کی دلیل اور اس کی تسہیل ۱:۵۸۶
ترغیبِ انفاق کی دو دلیلیں ۸:۲۰۶
انفاق ایمان کا لازمی تقاضا ہے ۸:۲۰۳
انفاق ایمان کی تصدیق ہے ۸:۲۰۴

انفاق تاریکی سے روشنی میں لاتا ہے ۸:۲۰۵
انفاق قیامت کے دن روشنی بنے گا ۸:۲۰۸
انفاق کرنے والوں کے درجات ۸:۲۱۸
انفاق کا اصلی محرک ۸:۵۷۴
انفاق کی اصل ضرورت ۴:۳۲۹
انفاق کے لیے قرض کی تعبیر ۱:۵٦٧
انفاق کی صحیح شکل ۹:۴۰۵
انفاق کا ضد کردار سود خوار ۶:۹۹
جنگی تیاریوں کے لیے انفاق ۳:۵۰۴
انفاق اور احسان کا مفہوم ۱:۴۸۱
انفاق کا حجاب بخل و حرص ۸:۴۲۳
انفاق سے روگردانی کے لیے ایک جاہلی فلسفہ ۶:۴۲۸
انفاق ـــــ قل العفو کی تشریح ۱:۵۱۵
انفاق کرنے والے اور سود خور کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا معاملہ ۱:٦٣١
زکوٰۃ اور انفاق میں فرق ۳:۵٦٧
نفاق کے ساتھ کوئی انفاق بھی قبول نہیں ۳:۵۸۸
توبہ اور انفاق کی ترغیب ۳:٦٣٩
مرض نفاق کا مؤثر علاج، انفاق ۲:۲۱۹، ۳:٦٣٩
انفاق کا اصلی فائدہ انفاق کرنے والے کو ہوتا ہے ۳:٦٣٩
سرّی انفاق کی اہمیت ۴:۲۸۵
علانیہ اور پوشیدہ انفاق کے درجے ۱:٦٢٢
لفظ زکوٰۃ انفاق کے عام مفہوم میں ۷:۸۰
خدا کے ساتھ وفاداری کی شرط: محبوب مال کا انفاق ۲:۱۴۲
سود خوری کے میدان میں مسابقت کے بجائے انفاق میں
مسابقت کی دعوت ۲:۱۷۷
واتی المال علیٰ حبہ کی تشریح ۱:۴۲۵
انفاق کی راہ کی ایک مزاحمت ۲:۱۷۹
منافقین کی کمزوری انفاق کے معاملے میں ۲:۲۱۹
بخیل مالداروں کا ایک نفسیاتی پہلو ۲:۲۹۹
مالِ خبیث کا انفاق قبول نہیں ہوتا ۱:٦١٩
دکھاوے کا انفاق کاروباری خرچ ہے ۲:۲۹۹
خدا کو دینا اپنے لیے جمع کرنا ہے ۱:٦٢٣
انفاق حکمت کے خزانے کی کلید ہے ۱:٦٢١
انفاق کی راہ کی مزاحمتیں ۱:٦٢٠، ۲:۱۷۹
انفاق کے لیے اہتمام ۵:۴۸۷
انفاق میں بخالت کرنے والوں کو دھمکی ۷:۴۲٦
اللہ کی راہ میں کچھ خرچ کیے بغیر جنت کے خواب دیکھنے والوں کی تمثیل ۸:۱۷
انفاق کے سلسلہ میں مردوں کے ساتھ عورتوں کے خاص طور پر ذکر کی حکمت ۸:۲۱۸
انفاق کے لیے صدقہ اور قرض کے الفاظ بیان کرنے میں حکمت ۱:۵٦٧، ۸:۲۱۸
اس انفاق کی تمثیل جو رضائے الٰہی کے لیے ہو ۱:٦١٧
انفاق وہ مقبول ہے جو رضائے الٰہی کے لیے ہو ۹:۱۱۳، ۴۰٦
انفاق تربیتِ نفس کے لیے ریاضت ہے ۱:٦١٧
دلداری کا ایک کلمہ اس خیرات سے بہتر ہے جس کے ساتھ دل آزاری ہو ۱:٦١٤
انفاق کے اجر کے اصلی حقدار ۱:٦١٤
آخرت کا منکر بے غرض انفاق نہیں کرسکتا ۹:۵۸۲

سوال کرنے والوں کی پس پردہ ذہنیت ۱:۵۰۹
یسئلونك ماذا ینفقون کی تشریح ۱:۵۰۹
جواب میں تدریج کی حکمت ۱:۵۱۵
ناگزیر حالات میں انفاق فی سبیل اللہ کی آخری حد ۱:۵۱۰
انفاق کے مصارف ۱:۴۲۶
نہ مانگنے والے حاجتمندوں کا تذکرہ ۱:۶۲۴
انفاق کا حکم جہاد کے لیے ۱:۴۸۰، ۸:۲۰۷
نماز کے بعد انفاق دین کا دوسرا بازو ہے ۸:۵۷۲
انفاق، نماز اور تصدیق ۹:۹۴
فقراء، مساکین اور عاملین سے مراد ۳:۵۹۱

**زکوٰۃ** لفظ 'زکوٰۃ' کی تحقیق ۱:۱۸۵
زکوٰۃ کا لفظ انفاق کے عام مفہوم میں ۷:۸۰
زمانہء جاہلیت میں زکوٰۃ کا تصور ۸:۵۷۳
نماز اور زکوٰۃ ۱:۴۲۷
احکامِ شریعت کی بنا نماز اور زکوٰۃ پر ہے ۱:۱۹۸
نماز اور زکوٰۃ سے تمام نیکیوں کی شیرازہ بندی ہوتی ہے ۱:۲۶۵
ایمان کی عملی تعبیر نماز اور زکوٰۃ ہے ۲:۵۴۸
زکوٰۃ اور نماز اسلام میں بنیادی نیکیاں ہیں ۱:۱۰۴
نماز اور زکوٰۃ کی اصلی روح ۲:۵۴۹
زکوٰۃ کے سلسلہ میں ایک قابل توجہ بات ۴:۶۶۸
تمام دین و شریعت کی بنیاد نماز اور زکوٰۃ پر ہے ۴:۶۴۸
نماز اور زکوٰۃ تمام دین کے لیے بمنزلہء شیرازہ ہیں ۵:۲۵۸
نماز اور زکوٰۃ کی ہدایت شہادت علی الناس کی ذمہ داری کے پہلو سے ۵:۲۸۹
نماز کے بعد دین کا دوسرا استون زکوٰۃ ہے ۵:۲۹۷
نماز اور زکوٰۃ میں لازم و ملزوم کا رشتہ ہے ۵:۲۹۸
حق زکوٰۃ پیداوار پر ہے ۳:۱۸۴
زکوٰۃ سے کوئی پیداوار مستثنیٰ نہیں ۳:۱۸۵

**صدقہ** صدقہ اور زکوٰۃ میں فرق ۳:۵۹۱
صدقہ اور قرض ۸:۲۱۸
صدقات کے لیے تملیک ذاتی ضروری نہیں ۳:۵۹۳
صدقہ ذریعہء تزکیہ ہے ۳:۶۳۸
صدقات کے اصل مستحقین ۳:۵۹۱

**سود** سود انفاق کا ضد ہے ۱:۶۲۵، ۶:۹۹
لفظ 'ربوٰا' کا مفہوم ۱:۶۳۰
تخبط کی تحقیق ۱:۶۳۰
'مس' کے معنی ۱:۶۳۱
صاحب انفاق اور سود خوار کے ساتھ اللہ کے معاملے ۱:۶۳۱
تاجر اور سود خوار کے سرمایہ میں فرق ۱:۶۳۲
رفاہی کاموں اور اجتماعی منصوبوں کا سود ۱:۶۳۳
سودخواروں کے لیے تنبیہ ۱:۶۳۴
سودخور کا کردار ۶:۹۹
ہمارے معاشرے کا فساد مزاج ۵:۳۸۴
ناپ تول میں کمی نظامِ کائنات کے منافی ہے ۵:۵۵۱
گناہ کا احاطہ دائمی عذاب کا موجب ہے ۱:۶۳۵
سود کی بے برکتی اور صدقات کی برکت ۱:۶۳۵
سود کی بے برکتی کا باعث ۱:۶۳۶
سودی کاروبار پر آخری ضرب ۱:۶۳۷

سودخواروں کو الٹی میٹم ۱:۷ ٦۳
حامیانِ سود کا ایک دعویٰ اور اس کا جواب ۱:۸ ٦۳
عرب میں تجارتی قرضوں پر سود لینے کا بھی رواج تھا ۱:۸ ٦۳
سود کی حرمت کا حکم احبار میں ۲:۲۴
اضعافاً مضاعفہ کی قید کا مقصد ۲:۱۷۷

وراثت قانونِ وراثت کی تمہید ۲:۲۵٦
وراثت کی تقسیم میں عرب جاہلیت کے دَور میں زور آور عصبات کا کردار ۹:۳۵۹
وراثت کی شرعی تقسیم ۲:۲۵۷
عرب جاہلیت کے ایک مکروہ رواج کی اصلاح ۲:۲٦۹
کلالہ کی میراث کا حکم ۲:۴۳۹
خدا کے مقرر کردہ وارث ہی اصلی وارث ہیں ۲:۲۸۹
'غیر مضار' کی قید کی حکمت ۲:۲٦۱
یوصیکم اللہ کا مفہوم ۲:۲٦۰
وارثوں کے حق میں وصیت جائز نہیں ۲:۲٦۱
لڑکیوں کے بالمقابل لڑکوں کا حصہ دونا رکھنے کی وجہ ۲:۲٦۰
خدا کی تقسیم کی خلاف ورزی خدا کی حکمت کی تحقیر ہے ۲:۲٦۱
فردوس کی وراثت کے اصل حقدار ۵:۳۰۰
وصیت کو ثلث مال تک محدود ۲:۲٦۲
زمین کے وارث صالحین ہوں گے ۵:۱۹۴
جہانِ نو کی وراثت صرف صالحین کو حاصل ہوگی ۵:۱۹۸

تجارت تجارت میں صحیح ناپ تول کی ہدایت ۴:۵۰۲
تجارت میں لینے اور دینے کے پیمانے الگ الگ رکھنے والوں پر اللہ کی لعنت کا ذکر ۹:۲۵۴
اشیاء میں ملاوٹ ۵:۵۵۲
حرام خوری کا موٹا پا راس آنے والی چیز نہیں ہے ۵:۵۵۲
کاروبار میں کسی معاملت کے لیے فریقین کی حقیقی رضامندی شرط ہے ۲:۲۸۵

## مغرور

مغرور و متکبر کے سوچنے کا انداز ۴:۵۸۷
مغروروں کے پندار پر ضرب ۴:٦۲٦، ۸:۳۷
مغروروں کی ذہنیت ۴:٦۷۹، ۸:۲۸۴
مغروروں کے معارضہ کا جواب ۴:٦۸۰
مغروروں کو تنبیہ ٦:۱۴۴، ۹:۲۷۱
مغروروں سے اعراض اور نیکوں کی طرف التفات کی ہدایت ۷:۳۰ ٦
مغروروں کو نظر انداز کرنے کی ہدایت ۹:۱٦۹

## مفسدین

مفسدین کی سعی افساد کا انجام ۴:۴۰۲
مفسدین کی قوت و جمعیت ۵:٦۱۲
مفسدین کے چال کی مقابل میں اللہ تعالیٰ کی تدبیر ۵:٦۱۳
مفسدین کی مہلت کا قانون ۳:۳۱۲

## مکذبین

مکذبین کو سوچنے کی دعوت ۹:۴۵۷
تکذیبِ قرآن کی اصل وجہ ۴:۵۸
مکذبین جزا کا کردار ۹:۲۵۷
مکذبین کو مہلت دینے کی وجہ ۴:۵۸
مکذبین قیامت کو تنبیہ ۹:۳۰۵

مکذبین کو دھمکی اور ان کی محرومی پر ملامت ۸: ۵۲۹
مکذبین سے اعلان براءت ۴: ۵۸
مکذبین اور باغیوں کا انجام ۹: ۱۶۳
مکذبین کے ایک بے ہودہ خیال کی تردید ۸: ۵۵۱
مکذبین کی جلد بازی کا جواب ۴: ۵۹
مکذبین کی ہلاکت پر تاریخی شہادتیں ۹: ۱۳۶
مکذبین کی صفات ۴: ۲۸۷
مکذبین رسول ﷺ پر اس دنیا میں بھی عذاب آیا ۵: ۵۷۷
مکذبین رسول ﷺ کی بدبختی پر اظہار افسوس ۶: ۴۱۹
مکذبین کا غرور ۶: ۵۱۲
مکذبین قرآن کو یاددہانی ۶: ۵۸۰
مکذبین کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا معاملہ ۶: ۳۷۵
مکذبین کو انذار ۷: ۳۸۲
مکذبین قرآن سے ایک سوال ۷: ۱۲۸
اتمام حجت کے بعد مکذبین کی تباہی ۷: ۲۰۸
ہر دور کے مکذبین کا طریقہ ایک ہی رہا ہے ۷: ۲۱۸
مکذبین کے باطن کی تعبیر ۸: ۵۵۲
مکذبین و مخالفین کو وعید ۸: ۵۵۵
تکذیب کی اصل علت ۹: ۲۵۸
مکذبین کی ہٹ دھرمی پر ملامت ۹: ۱۴۶

مکر

مکر کا مفہوم ۲: ۱۰۱، ۴: ۴۰۳
مکر کفار کی چالیں ۴: ۳۹
'خیر الماکرین' کا مفہوم ۳: ۴۶۶
'یمکرون السیئات' کی وضاحت ۶: ۳۶۴

ملائکہ

ملائکہ پر ایمان ۱: ۴۲۳
ملائکہ جن کی امانت میں اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کو محفوظ فرمایا ہے ان کی صفات ۹: ۲۰۳
ملائکہ کا استغفار اہل زمین کے لیے ۷: ۱۴۱

مناظرہ باز

مناظرہ بازوں سے گریز کرنے کی ہدایت ۵: ۲۸۳
مناظرہ بازوں کو فیصلہ کن جواب ۷: ۶۱

منکرین

منکرین کے انکار کی اصل علت ۴: ۴۷۳، ۲۴۹، ۳۴۹، ۳۹۶، ۵۵۸، ۷: ۵۷
منکرین قیامت کی خرد باختگی ۵: ۳۱۹
منکرین کا تضادِ فکر ۵: ۳۴۰
منکرین قرآن کا سبب انکار ۵: ۵۷۷، ۵۸۴
منکرین کی ذلت و بے بسی ۶: ۴۶۲
منکرین کو انذار ۶: ۵۴۷
منکرین کے علی الرغم غلبۂ حق کی بشارت ۷: ۵۷
منکرین کے استکبار کی وضاحت ۷: ۳۵۵
منکرین جزا کا معارضہ، جواب منکرین کی ذہنیت کے مطابق ۷: ۵۸۵
رسولوں کی تکذیب کے لیے منکرین کا بہانہ ۸: ۴۱۷
منکروں کو تہدید، مومنوں کو تسلی ۸: ۴۹۵
منکرین کا ایک سفیہانہ معارضہ ۸: ۵۰۰
منکرین کے غرور کی بے ثباتی ۸: ۵۰۱

منکرین کی ہٹ دھرمی پر ملامت ۹:۱۴۶

منکرین کے تین مغالطے ۹:۴۸۹

## موت

موت سے ڈر کر ادائے فرض سے فرار حماقت ہے ۶:۶۰۴

موت کے اسیر سب ہیں ۸:۱۸۶

موت کے بعد کے مراحل ۸:۱۸۷

## مومنین

مومنوں کا کردار ۳:۶۰۵، ۶۲۱، ۴:۴۲۴، ۵:۶۶۶

مومنوں کے اوصاف ۲:۵۴۶، ۳:۴۳۱، ۵:۳۲۷، ۶:۵۷۵، ۷:۵۲۰،۵۲۱

مومن کا ظاہر، باطن ۷:۵۵۹

مومنوں کے لیے صحیح روش ۲:۲۰۷، ۳:۵۹۰، ۴:۱۱۱

مومنوں کی اصلی چاہت ۳:۶۲

مومن کا اصل اعتماد اسباب و وسائل پر نہیں اللہ تعالیٰ کی رحمت و عنایت پر ہوتا ہے ۴:۱۴۳

مومنوں پر قرآن کا اثر ۳:۶۶۴

مومنوں کے لیے بشارت ۴:۸۱، ۶۸۱، ۵:۲۷۲، ۲۹۶، ۳۲۸، ۶۰۰، ۶:۱۰۷، ۷:۱۰۰، ۳۹۵

مومنوں کو جو آزمائشیں پیش آتی ہیں وہ ان کے ایمان کی جانچ کے لیے پیش آتی ہیں ۷:۴۴۱

مومنوں کے لیے مصیبت اور راحت دونوں میں خیر ہے ۳:۵۸۷

مومنوں کی نصرت کے وعدہ کی دلیل ۵:۲۸۰

مومنوں کو اس دنیا میں بھی فرشتوں کی معیت حاصل ہوتی ہے ۷:۱۰۰

مومنوں کے لیے فرشتوں کا استغفار ۶:۲۴۰

مومن کے لیے اللہ کی حفاظت کافی ہے ۶:۵۹۲

مومنوں کو تسلی کہ ان پر شیطان کو اختیار و قدرت نہیں وہ صرف فتنے پھیلا سکتا ہے ۴:۴۴۹، ۵۲۰

مومنوں کی حوصلہ افزائی ۱:۴۹۷، ۸:۶۲۲

مومنوں کو دعوت عزم ۷:۲۴

مومنوں کو جادہ حق پر استقامت کی تلقین ۴:۱۷۵

مومنوں کے لیے کامیاب تجارت ۸:۳۶۷

مومنوں کے باہمی حقوق ۶:۱۹۱

مومنوں اور کافروں کی تمثیل ۳:۱۵۹، ۴:۵۸۲

مومنین صالحین کو جہنم سے دور رکھا جائے گا ۵:۱۹۳

مومنوں کا آخرت میں صلہ ۴:۵۸۲، ۶۲۶، ۶:۳۸۵

مومنوں کا قیامت میں اعزاز ۸:۲۷۵

مومنوں کو ان کے نیک اعمال کا جو صلہ ملے گا وہ تصور سے بالاتر ہے ۶:۱۶۷

مومنوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا معاملہ ۶:۱۸

مومنوں کے لیے آخرت میں اللہ تعالیٰ کا سلام و پیغام ۶:۲۴۰

مومنین صالحین کا انجام ۴:۲۷، ۵:۲۲۴، ۲۳۳، ۷:۴۰۲

مومنوں کے حسن انجام پر عقل و فطرت کی گواہی ۷:۴۰۳

حقیقی مومنین کا طرزِ عمل ۸:۲۷۴

مومنین اور مومنات کے لیے اللہ کا وعدہ ۳:۶۰۵

مومن کا مرکزِ نگاہ ۴:۱۴۳

قوم کے اغنیاء کو چھوڑ کر مومنین پر شفقت کا حکم ۴:۳۷۸

## مہاجرین

مہاجرین اور انصار کے ایمان کی خصوصیت ۳:۶۵۷

مہاجرین اوّلین اور انصار کی سیرچشمی ۸:۲۹۴

مہاجرین متاخرین کا رویہ اور اس کی تحسین ۸:۲۹۶

مہاجرین حبشہ کی تحسین ۴:۴۱۱

مہاجرین کے لیے عظیم بشارت ۵:۲۷۹

مہاجرات کی تحقیق کی ہدایت ۸:۳۳۹

مہاجرات کی مکہ کو واپسی کی ممانعت ۸:۳۴۰

مہاجرین کے خلاف زہر آلود فقرے ۸:۴۰۴

## مہلت

مہلت کا فلسفہ وحکمت ۷:۱۵۸، ۸:۵۹۳

مہلت کا باعث اللہ کا حلم ہے ۶:۳۹۴

## میثاق

میثاق کا مفہوم ۱:۲۴۲، ۴:۲۸۵، ۸:۲۰۵

میثاق لینے کی حکمت ۶:۱۹۲

میثاق الٰہی کی ذمہ داری دنیا وآخرت دونوں میں ۲:۶۰۶

## ناشکری

ناشکری کا انجام ۶:۳۰۸

ناشکروں کو تنبیہ ۶:۴۲۷

ناشکری کرنے والوں کی سزا ۹:۵۰

## نجوٰی

نجوٰی کا مفہوم ۲:۳۸۱

مجلس نبوی کو نجوٰی سے پاک رکھنے کے لیے بعض ہدایات ۸:۲۶۱

نجوٰی کی پاکیزہ قسم ۸:۲۶۰

نجوٰی کو روکنے کے لیے صدقہ کا حکم اور کچھ عرصہ بعد اس حکم کی منسوخی ۸:۲۶۵

## نشانیاں

آفاق کی نشانیاں ۳:۴۸، ۴:۲۷۶، ۶:۱۴۳، ۹:۶۰

حقیقت کے طالبوں کے لیے ہر قدم پر نشانیاں موجود ہیں ۳:۱۲۱

الانعام ۹۹ کے اندر بیان کردہ نشانیاں ۳:۱۲۸

نشانیوں سے ہدایت پانے کے بارے میں سنتِ الٰہی ۳:۱۴۰

ان لوگوں کا انجام جو نشانیوں سے آنکھیں بند کیے ہوئے ہیں ۴:۲۶

آسمان کے بعد زمین کی نشانیوں کی طرف اشارہ ۴:۲۷۱

زمین کی نشانیوں کے ایک اور پہلو کی طرف اشارہ ۴:۲۷۲

نشانیاں صرف اہل حق کے لیے کارآمد ہیں ۴:۲۷۲

آسمان و زمین کی نشانیوں کی شہادت ۱:۳۹۶، ۴:۲۷۲، ۳۹۷، ۷:۵۴۰، ۶۲۶، ۹:۱۸۳

تضاد وتوافق کے قانون کی ہمہ گیری ۴:۲۷۲

آفاق وانفس کی نشانیاں ۴:۳۴۹

نشانیوں کے مطالبے کا جواب ۴:۲۵۸

آسمانی نشانیوں کی طرف اشارہ، شہابِ ثاقب کا مفہوم ۴:۳۵۱، ۷:۶۰۰

زمین کی نشانیوں کی طرف اشارہ ۴:۳۵۲، ۵:۴۹۹

سمندر کی نشانیوں کی طرف اشارہ ۴:۳۹۷

اللہ تعالیٰ کی نشانیوں سے فائدہ اٹھانے والوں کی تین صفات ۴:۴۲۸

بعض اور نشانیوں کی طرف اشارہ ۴:۴۳۳

روزمرہ کے استعمال کی اشیاء کی نعمت ۴:۴۳۴

نشانیوں کی تکذیب کی ایک مثال ۴:۵۱۵

آسمان اور اس کی نشانیوں کی طرف اشارہ ۵:۱۴۲

بارش کی نشانیوں کی طرف اشارہ ۵:۴۷۶

نشانیوں کے باب میں قریش کا رویہ ۴:۵۱۵

اَصل ضرورت نشانیوں کی نہیں بلکہ نشانیوں سے فائدہ اٹھانے کی ہے ۵:۴۸۲

خاموش آثار سے صرف عقل والے فائدہ اٹھاتے ہیں ۶:۳۹

نشانیوں کی تعبیر کلمات سے ۶:۱۴۲

گذشتہ قوموں کی ہلاکت کی نشانیاں ۶:۱۷۴

شب وروز اور سورج کی نشانیاں ۶:۴۲۵

چاند کی نشانی ۶:۴۲۶

نشانیوں سے فائدہ اٹھانے کے لیے اصل شے توجہ ہے ۷:۲۴

کشتی کی نشانی ۶:۴۳۷

رسولوں اور انبیاء کی سرگزشت کے اندر نشانیاں ۶:۱۷۴

ربوبیت کی نشانیوں کی طرف اشارہ ۷:۶۶

تنبیہی نشانیاں ۷:۲۳۵

سامان پرورش کی نشانیوں کی طرف اشارہ ۷:۳۰۳

اِنسان کی خلقت کے اندر کی نشانیاں ۷:۳۰۳

بارش کی نشانیاں ۶:۵۸، ۷:۳۰۴

رات اور دن کی آمد وشد کے اشارات ۷:۳۰۴

نشانیاں ان کے لیے کارآمد ہیں جو اِن سے فائدہ اٹھائیں ۷:۳۰۵

ہواؤں کی گردش کی نشانیاں ۷:۳۰۵

اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کی طرف اشارہ ۷:۵۳۸، ۸:۵۷

آسمان وزمین اور انسان کے اندر کی نشانیوں کی طرف اشارہ ۷:۵۹۵

قدرت کی بعض نشانیوں کی طرف اشارہ ۷:۶۲۶

ظہورِ عذاب کی ایک نشانی ۸:۹۰

آفاق کی نشانیوں میں توحید اور معاد کے دلائل ۷:۳۱۱

نشانیاں بہت ہیں لیکن عبرت حاصل کرنے والے تھوڑے ہیں ۸:۹۹

کائنات کی نشانیوں کی طرف ایک اشارہ ۸:۱۲۸

اللہ تعالیٰ کی قدرت کی سب سے زیادہ واضح نشانی، تہ بہ تہ سات آسمان ۸:۶۰۰

زمین کی بعض نشانیاں جو جزا وسزا پر دلیل ہیں ۷:۵۹۶

آسمان کے اندر کی دو نشانیوں کی طرف اشارہ ۸:۶۰۱

زمین کی نشانیوں سے آخرت کی دلیل ۸:۶۰۱

زمین بجائے خود ایک عظیم نشانی ہے ۸:۶۰۲

اونٹنی عذاب کی نشانی تھی ۹:۳۹۳

نشانیوں پر غور کرنے کا طریقہ ۹:۲۰۸


## نصرتِ الٰہی


نصرتِ الٰہی کے ظہور کا ضابطہ ۷:۱۴۱، ۹:۶۲۰

نصرت الٰہی نبی کریم ﷺ کے ساتھ ۳:۵۷۶

وعدۂ نصرت کی دلیل ۵:۲۸۰، ۷:۴۴۱

نصرت کا وعدہ اور اسلام کے غلبہ کی بشارت ۴:۴۶۵


## نظمِ قرآن


نظمِ قرآن کا اشکال ۱:۲۲

نظمِ قرآن کی قدر و قیمت ۱:۲۰

نظمِ قرآن بحیثیتِ مجموعی ۱:۲۴

نظمِ قرآن کا ظاہرہ پہلو ۱:۲۴

نظمِ قرآن کا مخفی پہلو ۱:۲۵

## نعمت

نعمت اللہ سے مراد ۱:۱۰۵
نعمت کی وضاحت ۱:۱۷۶
نعمتیں سب اللہ کی عطا کردہ ہیں ۶:۱۳۸، ۳۵۶
اس کائنات کی کسی چیز کی نفع رسانی بالاضطرار نہیں بلکہ خدا کے حکم سے ہے ۶:۲۹۵
نعمت کسی کی قابلیت واستحقاق کا نتیجہ نہیں ہوتی ۶:۵۹۸
زندگی، موت، عمر کا طول وقصر سب اللہ کی طرف سے ہے ۴:۴۲۹
نعمت منعم کی ایک امانت ہے ۵:۵۴۲
نعمت دینے والے کی شکرگزاری فطرت کا تقاضا ہے ۸:۱۳۲
نعمت کا حق منعم کی شکرگزاری ہے ۱:۲۲۳، ۴:۳۹۱، ۳۳۲، ۶:۳۰۵، ۳۰۸، ۷:۲۱۲، ۹:۳۷۳، ۴۱۸، ۵۲۴، ۵۷۵
نعمتوں کا صحیح مصرف ۱:۳۷۳
تحدیثِ نعمت ۹:۴۱۹
انعام کے اندر استدراج کا پہلو ۵:۵۳۷، ۵۴۲
قرآن اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت ہے ۸:۱۲۷
سامانِ غذا کے بعد پانی کی نعمت کی طرف اشارہ ۸:۱۷۷
نعمتوں کے بے آمیز ہونے کے پہلو پر ایک نظر ۷:۴۰۴
شہد کی نعمت کی طرف اشارہ ۴:۴۲۸
دودھ کی نعمت اور بعض اور نعمتوں کی طرف اشارہ ۴:۴۲۷
چوپایوں کی نعمت سے متمتع ہونے والوں کے لیے سبق ۴:۳۹۱
خالص نعمتیں سلیم الفطرت لوگوں کے لیے خاص ہیں ۷:۴۰۵
نعمتوں میں تنوعات کی حکمت ۴:۴۲۸
نعمت کے ساتھ اذابیت ضروری ہے ۶:۵۲۱
نعمتوں کے جائز حقدار اہل ایمان ہی ہیں ۳:۲۵۲
نعمتیں اور تنگی دونوں آزمائش کے لیے ہوتی ہیں ۹:۳۵۷
نعمت پا کر ناشکری کے رویہ کی مثال ۴:۵۸۵
نعمتوں کی ناقدری پر اظہارِ افسوس ۹:۳۷۵
نعمتوں کی ناشکری کرنے والوں کو سزا ۹۱:۵۰
نعمتوں کی قیامت میں پرسش ۹:۵۲۴

## نفاق

مذبذبین کا کردار ۵:۲۱۹
نفاق کی مہلک بیماری اور اس باب میں سنتِ الٰہی ۸:۲۱۶
نفاق کے ضمن میں مرض کا مفہوم ۱:۱۱۹، ۶:۲۰۱
نفاق ارتداد ہے ۷:۴۲۰
نفاق کی جڑ جمانے والا طرزِ عمل ۳:۶۱۲
نفاق کا مؤثر علاج ذکر اللہ اور انفاق ۳:۶۳۹، ۸:۴۰۴

## نفس

نفس لوامہ سے قیامت پر استدلال ۷:۵۹۹، ۹:۷۸
نفس امارہ ۴:۲۲۵، ۹:۷۹
نفس کی شہادت ۹:۳۸۷
نفس اور خواہشات کے غلام چوپایوں سے بھی بدتر ہوتے ہیں ۵:۴۷۰
نفس کی خواہشات کی پیروی کرنے والوں کا انجام ۶:۹۰
نفس کا توازن قائم رکھنے کی تدبیر ۹:۷۹
نفس مطمئنہ کا مطلب ۳:۶۳۶

## نور

سورہ نور کی اہمیت ۵:۳۶۱

سورہ نور کی حیثیت سورہ مومنون کے تکملہ وتتمہ کی ہے ۹:۴

نور اور ظلمت سے مراد ۱:۵۹۸

نور اور کتاب مبین سے مراد ۲:۴۸۱

نورِ ایمان کی تمثیل ۵:۴۰۹

'بینہ' سے مراد نورِ فطرت ہے ۴:۱۱۶

باطن کا نورِ یزدانی ۴:۲۰۶

اپنے نورِ فطرت کی حفاظت کرنے والوں کے نور میں اضافہ ۷:۴۱۳

## نیک وبد

نیک وبد کا امتیاز عدل الٰہی کا لازمی تقاضا ہے ۸:۵۲۵

نیکوکاروں کی تشریف وتکریم ۵:۵۲۷

بدکاروں کا حشر ۵:۵۲۷

نیکوں کے ساتھ فضل اور بدوں کے ساتھ عدل کا معاملہ ۵:۱۴۷

نیکوکاروں کا انجام ۸:۵۲۵

نیکوں اور بدوں کا قیامت میں انقلابِ حال ۹:۲۶۱

نیکی اور بدی کے مزاج کا فرق ۹:۵۰، ۳۷۵

نیکوکاروں اور بدکاروں کا انجام ۹:۲۴۴، ۳۷۷، ۴۰۱

نیکوں کا رویہ اہل وعیال کے بارے میں ۹:۲۷۴

نیک اور بد دونوں کی کمائی یکساں نہیں ہوگی ۹:۴۰۱

اس فرق کی تفصیل جو نیکوں اور بدوں کی کمائی میں ہوگا ۹:۴۰۲

نیک لوگوں کے وہ اعمال جن کے صلے میں ان کو سرفرازی حاصل ہوتی ہے ۹:۱۱۱ تا ۱۱۴

نیکوکاروں کا اعمال نامہ علیین میں ۹:۲۵۹

نیکوکاروں کا انعام ۹:۲۶۰

بدوں کے لیے کٹھن منزل ۹:۴۰۳

## وحی

وحی کی حالت ایک تصرفِ غیبی ہے ۴:۵۴۰

وحی کا طریقہ اور اللہ تعالیٰ کے خطاب کی مختلف شکلیں ۷:۱۹۱، ۸:۵۲

وحی اللہ تعالیٰ کی مرضیات کے علم کا واحد ذریعہ ہے ۷:۲۴

وحی الٰہی میں تدریج کی حکمت ۹:۳۱۶

وحی کی عظمت کا بیان ۹:۲۰۲

وحی الٰہی کی حفاظت کے لیے خاص انتظام ۸:۱۸۲

وحی کے نزول کے وقت رسول کریم ﷺ کے شوق کی کیفیت ۹:۸۵

وحی کے لیے رسول کریم ﷺ کی شدتِ انتظار کی وجہ ۹:۴۱۳

وحی الٰہی کے باب میں رسول کریم ﷺ کو ایک خاص ہدایت ۹:۳۱۶

وحی کی تعبیر روح سے ۷:۱۹۳

وحی کے مہبط یعنی نبی کے انتخاب کی بنیاد ۷:۱۹۴

وحی الی النحل سے مراد ۴:۴۲۸

وحی الٰہی کی تکذیب کا انجام ۴:۵۴۰

## وصیت

وصیت کا مفہوم ۱:۴۳۸، ۲:۲۶۰

وصیت کے لیے دو شرطیں ۱:۴۳۹

یہ حکم وصیت عبوری دور کے لیے تھا ۱:۴۳۹

ابراہیمؑ کی وصیت ۱:۳۴۴

یعقوبؑ کی وصیت ۱:۳۴۵

یعقوبؑ کی وصیت کے حوالے کی حکمت ۱:۶ ۳۴۶
وصیت اور اس کے جواب کے بعض دقیق پہلو ۱:۶ ۳۴۶
وصیت کی شہادت کے متعلق ہدایات ۱:۰ ۴۴، ۴۴۱، ۲:۴ ۶۰۴
وصیت میں تبدیلی کی ممانعت اصلاح کی ممانعت کے ہم معنی نہیں ہے ۱:۱ ۴۴

## ہٹ دھرم

ہٹ دھرموں کا معاملہ اللہ کے حوالے کیا جائے ۷:۰ ۳۵
ہٹ دھرموں کی بلادت پر اظہارِ تعجب ۸:۸ ۵۹

## ہجرت

ہجرت کی حقیقت ۴:۲ ۴۱
ہجرت کا اصل مقصود ۴:۳ ۳۳
ہجرت کا ایک نفسیاتی پہلو ۸:۱ ۳۳
ہجرت سے متعلق ہدایات ۶:۱ ۶۱
ہجرت کے بعض وقتی مسائل ۳:۷ ۵۱
ہجرت سے متعلق بعض حقائق ۲:۵ ۳۶
ہجرت اور جہاد کی برکات ۲:۱ ۳۳
ہجرت کے بعد اللہ تعالیٰ کا انعام ۶:۵ ۳
راہِ ہجرت میں طبعی موت بھی شہادت کا درجہ رکھتی ہے ۵:۹ ۲۷
راہِ ہجرت میں اوّل قدم بھی منزل کے حکم میں ہے ۵:۸ ۲۷
نوحؑ کی ہجرت ۵:۶ ۳۱
ہجرت کے وقت ابراہیمؑ کی دعا ۵:۶ ۵۲
ہجرت حبشہ کے جانبازوں کے لیے بشارت ۴:۴ ۴۵
نبی کریم ﷺ کو ہجرت کی طرف اشارہ ۴:۲ ۵۳، ۵:۶ ۳۴
ہجرت کے لیے دارالکفر کے مسلمانوں کو ترغیب ۳:۹ ۵۱
ہجرت دارالکفر کے مسلمانوں کے کفر و ایمان کی کسوٹی ۲:۸ ۳۵
ہجرت کا حکم تمام غیر معذور مسلمانوں کو ۲:۵ ۳۶
مہاجرین کی تعریف ۸:۳ ۲۹
انصار اور اوّلین مہاجرین کی سیر چشمی کی تحسین ۸:۴ ۲۹، ۲۹۶

## ہدایت

ہدایت کا مفہوم ۲:۷ ۱۳
ہدایت کے لیے اہتمام ۶:۳ ۳۸، ۸:۶ ۴۴
خدا کی ہدایت آ جانے کے بعد کسی کے لیے کوئی عذر باقی نہیں رہا ۳:۱ ۸
انسان کی فطرت مقتضی تھی کہ اس کی ہدایت کے لیے قرآن نازل ہو ۸:۷ ۱۲
ہدایت وہ ہے جو انبیاء کو ملی ۳:۲ ۱۰
ہدایت ان کو ملتی ہے جو اپنی صلاحیتوں سے فائدہ اٹھاتے ہیں ۳:۰ ۵
ہدایت خدا کی توفیق بخشی پر منحصر ہے ۴:۸ ۳۰
ہر شے پر ہدایت کا فیضان ۵:۶ ۵
آخری منزل کے لیے جدوجہد کی ہدایت ۹:۸ ۴۲
ہدایت کی جستجو فطرت کا تقاضا ہے ۵:۷ ۶۸
اللہ کی ہدایت کے مقابل میں خواہشِ نفس کی پیروی ۵:۸ ۶۸، ۸:۳ ۶
ہدایت سے اعراض کرنے والوں سے اعراض کی ہدایت ۸:۶ ۶
دنیوی مفادات ہدایت کے لیے حجاب ۴:۸ ۳۰
ہدایت و ضلالت کے باب میں سنتِ الٰہی ۱:۳ ۵۸، ۶۰۰، ۶۲۳، ۲:۳ ۵۲، ۳:۲ ۱۷، ۴۵۷، ۱۹۷، ۴:۸ ۴، ۱۷۷، ۳۰۹، ۴۵۴، ۵۴۳، ۵۸۰، ۵:۲ ۴۲، ۶۳۳، ۶:۸ ۳۵، ۳۷۰، ۳۷۲، ۷:۴ ۱۵، ۱۸۶، ۸:۷ ۳۵، ۹:۶ ۶، ۳۱۸

ہدایت وضلالت کا احوال ۷:۴۳

ہدایت کے لیے طلب وجستجو شرط ہے ۲:۴۸۱

ہدایت وضلالت کے باب میں اصلی نکتہ ۱:۵۹۸

خلق کی ہدایت کا سامان کرنا اللہ تعالیٰ کی صفات کا تقاضا ہے ۳:۱۰۷

جو امور جتنے اہم ہیں ان کے لیے اتنا ہی اہتمام ہے ۷:۵۸۴

ہدایت کے طالبوں کے لیے ہر قدم پر نشانیاں موجود ہیں ۳:۱۲۱

ہدایت کی مختلف صورتیں ۱:۶۱۶

ایک سلیم الفطرت انسان کے اندر حقوق وفرائض کے شعور کا ارتقاء ۷:۳۶۱

جنھوں نے اپنے نورِ فطرت کی حفاظت کی ان کے نور میں اضافہ ہوا ۷:۴۱۳

ہدایت سے محروم رہنے والے ۳:۳۹۸

ہدایت سے محرومی کی اصل وجہ ۸:۴۹۹

فیض بقدر استعداد پہنچتا ہے ۶:۵۸۱

اتباعِ ہوا، ہدی اللہ کی ضد ہے ۲:۷۰۴


## ہوائیں


ہوائیں خود مختار نہیں بلکہ مسخر ہیں ۹:۱۳۲

ابرِ رحمت والی ہوائیں ۹:۱۳۲

ہواؤں کی یاد دہانی ۹:۱۳۲

# نظام القرآن

# نظام القرآن

نظمِ کلام کسی کلام کا ایسا جزو لاینفک ہوتا ہے کہ اس کے بغیر کسی عمدہ کلام کا تصور ہی نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن یہ عجیب ستم ظریفی ہے کہ قرآن جس کو فصاحت و بلاغت کا معجزہ قرار دیا جاتا ہے اور جو فی الواقع معجزہ ہے بھی، ایک بہت بڑے گروہ کے نزدیک نظم سے بالکل خالی کتاب ہے۔ ان کے نزدیک نہ ایک سورہ کا دوسری سورہ سے کوئی ربط و تعلق ہے، نہ ایک سورہ کی مختلف آیات ہی میں باہم کوئی مناسبت و موافقت ہے۔ بس مختلف آیات، مختلف سورتوں میں بغیر کسی مناسبت کے جمع کر دی گئی ہیں۔ حیرت ہوتی ہے کہ ایسا فضول خیال ایک ایسی عظیم کتاب کے متعلق لوگوں کے اندر کس طرح جاگزیں ہو گیا ہے جس کے متعلق دوست دشمن دونوں ہی کو اعتراف ہے کہ اس نے دنیا میں ہل چل پیدا کر دی، اذہان و قلوب بدل ڈالے، فکر و عمل کی نئی بنیادیں استوار کیں اور انسانیت کو ایک نیا جلوہ دیا۔ [۱۷:۱]

| (۱) | (۲) | (۳) | (۴) | (۵) | (۶) | (۷) | |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| اَلفاتحہ (پورے قرآن اور پہلے گروپ کا دیباچہ) | الانعام / الاعراف | یونس / ہود | الفرقان / الشعرآء | ۵ سبا / فاطر | قٓ / الذّٰریٰت | الملک / القلم | التین / العلق |
| البقرہ / اٰل عمران | الانفال / التوبہ | یوسف / الرعد | النمل / القصص | یٰسٓ / الصّٰٓفّٰت | الطّور / النجم | الحآقّۃ / المعارج | القدر / البیّنۃ |
| النسآء / المآئدہ | دو مکی دو مدنی | ابراھیم / الحجر | العنکبوت / الروم | صٓ / الزمر | القمر / الرحمٰن | نوح / الجنّ | الزلزال / العٰدیٰت |
| ایک مکی چار مدنی | | النحل / بنی اسرائیل | لقمٰن / السجدہ | المؤمن / حٰمٓ السجدۃ | الواقعۃ / الحدید | المزّمّل / المدّثّر | القارعۃ / التکاثر |
| | | الکھف / مریم | الاحزاب (پورے گروپ کا تکملہ) | الشورٰی / الزخرف | المجادلۃ / الحشر | القیٰمۃ / الدھر | العصر / الھمزہ |
| | | طٰہٰ / الانبیآء | ۸ مکی ایک مدنی | الدخان / الجاثیہ | الممتحنۃ (الحشر کا تکملہ وتتمہ) | المرسلٰت / النباء | الفیل / القریش |
| | | الحج / المومنون | | الاحقاف / محمد | الصّف / الجمعۃ | النّٰزعٰت / عبس | الماعون / الکوثر |
| | | النور (المومنون کا تکملہ وتتمہ) | | الفتح / الحجرات | المنٰفقون / التغابن | التکویر / الانفطار | الکٰفرون / النصر |
| | | ۱۴ مکی ایک مدنی | | ۱۳ مکی ۳ مدنی | الطلاق / التحریم | المطففین / الانشقاق | اللّھب (النصر کا تکملہ وتتمہ) |
| | | | | | ۷ مکی ۱۰ مدنی | البروج / الطارق | الاخلاص (خاتمۂ قرآن) |
| | | | | | | الاعلٰی / الغاشیہ | الفلق / النّاس |
| | | | | | | الفجر / البلد | ۴۳ مکی ۵ مدنی |
| | | | | | | الشّمس / الّیل | |
| | | | | | | الضّحٰی / الم نشرح | |

## قرآن کی سورتوں کے سات گروپ

۱۔ ہر گروپ ایک یا ایک سے زائد مکی سورتوں سے شروع ہوتا ہے اور ایک یا ایک سے زیادہ مدنی سورتوں پر تمام ہوتا ہے۔[۱:۲۵]

۲۔ ہر گروپ میں پہلے مکی سورتیں ہیں، ان کے بعد مدنی سورتیں ہیں۔[۱:۲۵]

۳۔ مدنی سورتوں کو اپنے گروپ کی مکی سورتوں سے وہی مناسبت ہے جو مناسبت کسی درخت کی جڑ اور اس کی شاخوں میں ہوتی ہیں۔[۱:۲۶]

۴۔ ہر گروپ کے اندر اسلامی دعوت کے تمام ادوار ابتدا سے لیکر انتہا تک نمایاں ہوئے ہیں البتہ نمایاں ہونے کا پہلو ہر ایک کے اندر مختلف ہے۔[۱:۲۷]

۵۔ ہر گروپ کا ایک خاص عمود ہوتا ہے اور اس گروپ کی تمام سورتیں اسی جامع عمود کے کسی خاص پہلو کی حامل ہیں۔

یہ سات عمود مندرجہ ذیل ہیں:۔

○ قانون و شریعت

○ ملتِ ابراہیم علیہ السلام کی تاریخ اور اس کے اصول و فروع

○ کشمکشِ حق و باطل اور اس کے بارے میں سنن الٰہیہ

○ نبوت و رسالت اور اس کے خصائص و امتیازات

○ توحید اور اس کے لوازم و مقتضیات

○ بعث، حشر و نشر اور ان کے متعلقات

○ منذرات

۶۔ سورتوں کے گروپوں کی تقسیم منصوص ہے۔[۸:۴۸۰]۔

## سورتوں کا نظم

۱۔ ہر سورہ ایک مستقل وحدت ہے۔ اِس کا ایک علیٰحدہ عنوان و موضوع (عمود) ہے۔ اور اس سورہ کے تمام اجزائے کلام اس عنوان و موضوع سے نہایت گہری وابستگی رکھتے ہیں۔[۱:۲۶]

۲۔ ہر سورہ زوج زوج ہے یعنی ہر سورہ اپنا ایک جوڑا اور مثنیٰ بھی رکھتی ہے۔ ایک میں جو خلا ہوتا ہے دوسری اس خلا کو بھرتی ہے۔ ایک میں جو پہلو مخفی ہے، دوسری اسکو اجاگر کرتی ہے۔[۱:۲۶]

۳۔ سورہ فاتحہ اس کلیہ سے مستثنیٰ ہے۔ یہ سورہ پورے قرآن کے لیے بمنزلہ دیباچہ ہے۔[۱:۲۶]

۴۔ بعض سورتیں ایسی بھی ہیں جن کی حیثیت ضمنی سورہ کی ہے یعنی وہ کسی سورہ کے مستقل مثنیٰ کی حیثیت نہیں رکھتی ہیں بلکہ اپنی ماسبق کے کسی ایک اہم پہلو کی وضاحت کے طور پر نازل ہوئی ہیں۔[۱:۲۷]

## سورتوں پر ایک اجمالی نظر

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

آیت بِسْمِ اللهِ کی تاریخی حیثیت۔[۱:۴۵]

یہ دعا ہے۔[۱:۴۶]

اس کے اسمائے حسنیٰ۔[۱:۴۷]

قرآن میں اس کی جگہ۔[۱:۴۹]

## سورتوں کے پہلے گروپ پر ایک اجمالی نظر

الفاتحہ

سورہ کا مضمون۔[۱:۵۳]

سورہ کا اسلوب۔[۱:۵۳]

سورہ کا استدلالی پہلو۔[۶۱:۱]
رسالت کی ضرورت پر ایک دلیل۔[۶۶:۱]
سوورہ پر دعا کے پہلو سے ایک نظر۔[۶۷:۱]
سورہ کی تاثیر۔[۶۷:۱]
سورہ پر دیباچۂ قرآن ہونے کی حیثیت سے ایک نظر۔[۶۹:۱]
سورہ کا تعلق بعد کی سورہ سے۔[۷۱:۱]
سورہ میں ایمان باللہ کا ذکر ہے۔[۷۵:۱]

البقرۃ

سورہ کا عمود۔[۷۵:۱]
مرکزی مضمون دعوتِ ایمان۔[۷۵:۱، ۹۴، ۱۰:۲]
اصلاً خطاب یہود سے ہے۔[۷۶:۱]
سورہ کے مطالب کا تجزیہ۔[۷۶:۱]
سورہ کی تمہید۔[۷۶:۱]
سورہ کا خاتمہ۔[۸۰:۱]
بنی اسرائیل کے لیے صرف دعوت کی سورہ نہیں بلکہ ان کے لیے ملامت کی سورہ بھی ہے۔[۱۲۷:۱]

اٰل عمران

سورہ کا عمود اور سابق سورہ البقرۃ سے تعلق۔[۹:۲]
اٰل عمران اور البقرۃ کا مختلف پہلوؤں سے گہرا ربط ہے۔[۹:۲]
اٰل عمران اور البقرۃ کے امتیازی پہلو۔[۹:۲]
نبی ﷺ کی رسالت کا اثبات، لوگوں پر عموماً اور اہل کتاب پر خصوصاً دونوں سورتوں کا مشترک موضوع۔[۹:۲]
اسلام کی حقیقت واضح کی گئی ہے۔[۱۲:۲]
براہِ راست خطاب نصاریٰ سے۔[۱۲:۲]
البقرۃ اور اٰل عمران کی تقدیم و تاخیر کے وجوہ۔[۱۳:۲]
سورہ کے نصف اوّل میں اللہ کی اطاعت کا اثبات اور اہلِ کتاب خصوصاً نصاریٰ کی گمراہیوں کا بیان،
نصفِ آخر میں مسلمانوں کو اہل کتاب کی گمراہ کن چالوں سے خبردار کیا ہے۔[۱۴:۲]

النسآء

سورہ کا عمود اور سابق سورہ اٰل عمران سے تعلق۔[۲۳۷:۲]
اِسلامی معاشرہ اور اس کے فطری نتیجہ اسلامی حکومت کے استحکام اور اس کو انتشار سے بچانے کی تدابیر۔[۲۳۷:۲]
یہ سورہ اٰل عمران کا تکملہ و تتمہ ہے۔[۲۳۷:۲]
سورہ کے مطالب کا تجزیہ۔[۲۳۸:۲]

المآئدۃ

سورہ کا عمود۔[۴۴۳:۲]
سورتوں کے پہلے گروپ کی آخری سورہ۔[۴۴۳:۲]
امّتِ مسلمہ سے آخری امت کی حیثیت سے عہد و پیمان۔[۴۴۳:۲]
سورہ کے مطالب کی نوعیت۔[۴۴۳:۲]
سورہ کے مطالب کا تجزیہ۔[۴۴۴:۲]
محاربہ کا مفہوم۔[۵۰۵:۲]
محاربین کے لیے ضابطۂ تعزیرت۔[۵۰۶:۲]
حالات کی نوعیت کے لحاظ سے حکومت کو مناسب اقدام کا اختیار۔[۵۰۶:۲]
سزا اجماعی حیثیت سے۔[۵۰۶:۲]
اس قانون کے استعمال کی بعض مثالیں۔[۵۰۶:۲]
جرم اور مجرمین کے جدید فلسفہ پر بحث۔[۵۰۷:۲]
مغلوب ہونے سے پہلے اصلاح کر لینے والوں کا حکم۔[۵۰۸:۲]

المائدۃ ۵۴ محکم ہے، نبی ﷺ اور صحابہؓ کے عمل سے تائید۔ [۵۳۱:۲]

نزولِ مائدہ کی دعا کا مقصد۔ [۶۰۸:۲]

## سورتوں کے دوسرے گروپ پر ایک اجمالی نظر۔ [۹:۳]

### الانعام

سورہ کا عمود،

سورہ کے مطالب کا تجزیہ،

سورہ کے مخاطب قریش،

توحید، معاد اور رسالت آنحضرت ﷺ کے دلائل۔ [۱۰:۳]

### الاعراف

سورہ کا عمود اور سابق سورہ سے تعلق،

سورہ الانعام کی مثنیٰ سورہ،

دعوت کے بجائے انذار کا پہلو غالب۔ [۲۱۵:۳]

سورہ کے مطالب کا تجزیہ۔ [۲۱۶:۳]

### الانفال

سورہ کا عمود

مسلمانوں کو تقویٰ، باہمی اخوت و ہمدردی اور اللہ و رسول کی اطاعت کی اساس پر منظم اور جہاد کے لیے تیار ہونے کی دعوت۔ [۴۱۹:۳]

سورہ کے مطالب کا تجزیہ۔ [۴۲۰:۳]

### التوبۃ

سورہ کا عمود اور اس پر بسم اللہ نہ لکھنے کی وجہ۔ [۵۲۳:۳]

سورہ میں جہاد کا اعلان،

سورہ کے مطالب کا تجزیہ۔ [۵۲۳:۳]

سورہ کا زمانۂ نزول۔ [۵۳۸:۳]

## سورتوں کے تیسرے گروپ پر ایک اجمالی نظر

تمام سورتوں کی قدرِ مشترک، قریش کے لیے انذار اور پیغمبر ﷺ اور آپ کے صحابہؓ کے لیے بشارت۔ [۱۰:۴]

### یونس

سورہ کا عمود۔ [۱۰:۴]

سورہ کے مطالب کا تجزیہ۔ [۱۲:۴]

### ھود

سورہ کا عمود اور سابق سورہ یونس سے تعلق۔ [۹۷:۴]

سورہ کے مطالب کا تجزیہ،

یہ سورہ یونس ہی کا مثنیٰ ہے،

سورہ یونس میں جو باتیں بالا جمال بیان ہوئی تھیں، اس سورہ میں تفصیل سے بیان ہوئی ہیں۔ [۹۷:۴]

### یوسف

سورہ کا عمود۔ [۱۸۳:۴]

سورہ کے مطالب کا تجزیہ۔ [۱۸۴:۴]

قصۂ یوسف علیہ السلام کے احسن القصص ہونے کے بعض وجوہ۔ [۱۸۴:۴]

'احسن القصص' کا مفہوم۔ [۱۸۹:۴]

### الرعد

سورہ کا عمود،

سورہ یوسف کی توام اور اس کے جوڑے کی حیثیت،

سورہ یوسف سے یوسف علیہ السلام کی زندگی کے حالات و واقعات سے استدلال، اس سورہ میں عقل و فطرت سے استدلال، سورہ کے مطالب کا تجزیہ۔ [۲۶۳:۴]

## ابراہیم

سورہ کا عمود،

قریش کو جو دھمکی سورہ رعد میں اشارہ و کنایہ کے انداز میں دی گئی وہ اس سورہ میں کھل کر سامنے آ گئی۔

سورہ کے مطالب کا تجزیہ۔[۴:۳۰۵]

## الحجر

سورہ کا عمود۔

سورہ ابراہیم کے آخر میں کفار کے لیے تہدید و وعید اور آنحضرت ﷺ کے لیے جو تسکین و تسلی مجمل الفاظ میں وارد ہوئی وہ اس سورہ میں بالکل سامنے آ گئی ہے،

سورہ کے مطالب کا تجزیہ۔[۴:۳۴۳]

'سبع مثانی' سے کیا مراد ہے؟[۴:۳۷۶]

## النحل

سورہ کا عمود اور سابق سورہ سے تعلق،

سورہ الحجر کے آخر میں کفار کے طنز پر صبر و استقامت کی تلقین کے بعد یہ سورہ بغیر کسی تمہید کے ان متکبرین کو خطاب،

سورہ کے مطالب کا تجزیہ۔[۴:۳۸۳]

## بنی اسرآءیل

سورہ کا عمود اور سابق سورہ النحل سے تعلق،

سورہ نحل کی توام سورہ،

سورہ نحل میں جو باتیں اشارات کی شکل میں ہیں وہ اس سورہ میں نہایت واضح صورت میں آ گئی ہیں۔[۴:۴۶۹]

سورہ کے مطالب کا تجزیہ۔[۴:۴۷۰]

## الکھف

سورہ کا زمانہ نزول

سورہ کا عمود اور سابق سورہ بنی اسرآءیل سے تعلق،

حق و باطل کی کشمکش کے آخری مرحلے کی سورہ۔[۴:۵۵۱]

سورہ کے مطالب کا تجزیہ۔[۴:۵۵۲]

## مریم

سورہ کا عمود اور سابق سورہ الکھف سے تعلق،

سورہ کھف کی مثنیٰ سورہ،

طریق استدلال اور نہج بیان کے فرق کے ساتھ دونوں کا ایک ہی مضمون۔[۴:۶۲۹]

سورہ کے مطالب کا تجزیہ۔[۴:۶۳۰]

## طٰہٰ

سورہ کا عمود،

نبی ﷺ کو مخالفین کے مقابل میں صبر اور انتظار کی تلقین،

صبر کے حصول اور اس کی ترتیب کے لیے نماز اور دعا کا اہتمام،

موسیٰ علیہ السلام کی سرگزشت کی تفصیل بطور عملی مثال،

سورہ کے مطالب کا تجزیہ۔[۵:۹]

## الانبیآء

سورہ کا عمود اور سابق سورہ طٰہٰ سے تعلق،

سورہ طٰہٰ کی مثنیٰ،

سورہ طٰہٰ کے مضمون کا تسلسل۔[۵:۱۱۵]

سورہ کے مطالب کا تجزیہ۔[۵:۱۱۶]

### الحج

سورہ کا عمود اور زمانۂ نزول،

مکی دور کی آخری سورہ۔[۵:۲۰۳]

سورہ کے مطالب کا تجزیہ۔[۵:۲۰۴]

### المومنون

سورہ کا عمود اور سابق سورہ الحج سے تعلق،

یہ سورہ الحج کی توام اور مثنیٰ ہے،

سورہ الحج جس مضمون پر تمام ہوئی ہے اسی مضمون سے اس کا آغاز ہوا ہے،

الحج کا تکملہ وتتمہ ہے،

سورہ کے مطالب کا تجزیہ۔[۵:۲۹۳]

### النور

سورہ کا محل ومقام،

سورہ کا عمود اور سورہ المؤمنون سے تعلق،

سورہ المؤمنون کا تکملہ وتتمہ۔[۵:۳۵۵]

سورہ کے مطالب کا تجزیہ۔[۵:۳۵۶]

## سورتوں کے چوتھے گروپ پر ایک اجمالی نظر

گروپ کا جامع عمود اثباتِ رسالت،

اسلامی دعوت کے تمام ادوار دعوت، ہجرت، جہاد،

اور تمام بنیادی مطالب — توحید، رسالت، معاد،

زیر بحث البتہ اسلوب، انداز اور موادِ

استدلال دوسرے گروپوں سے مختلف۔[۵:۴۳۹]

### الفرقان

سورہ کا عمود،

قرآن اور نبی ﷺ کا دفاع ہے۔[۵:۴۳۹]

سورہ کے مطالب کا تجزیہ۔[۵:۴۴۰]

'اَرْسِلْ مَعَنَا' کا نقطۂ نظر۔[۵:۵۰۸]

### الشعرآء

سورہ کا عمود اور سابق سورہ الفرقان سے تعلق،

سورہ الفرقان کی مثنیٰ،

نبی ﷺ کی رسالت اور قرآن کے کتابِ الٰہی ہونے کا اثبات،

سورہ کے مطالب کا تجزیہ۔[۵:۴۹۵]

### النمل

سورہ کا عمود اور سابق سورہ الشعرآء سے تعلق،

قرآن کوئی شاعری اور کہانت نہیں ہے،

الشعرآء میں صفاتِ الٰہی میں سے عزیز ورحیم پر بحث کی بنیاد، النمل میں حکیم وعلیم پر بحث کی بنیاد۔[۵:۵۷۴]

سورہ کے مطالب کا تجزیہ۔[۵:۵۷۴]

### القصص

سورہ کا عمود اور سابق سورہ النمل سے تعلق،

یہ سورہ النمل کی مثنیٰ ہے،

عمود میں کوئی بنیادی فرق نہیں البتہ اجمال وتفصیل اور اسلوبِ بیان و نہجِ استدلال کے اعتبار سے فرق۔[۵:۶۴۳]

سورہ کے مطالب کا تجزیہ۔[۵:۶۴۴]

### العنکبوت

سورہ کا عمود اور سابق سورہ القصص سے تعلق،

ایمان لانے والے نوجوانوں اور غلاموں کو خصوصی خطاب، ہجرت کی طرف اشارات،

سورہ کے مطالب کا تجزیہ۔[۶:۱۱]

### الروم

سورہ کا عمود اور سابق سورہ العنکبوت سے تعلق،

یہ سورہ العنکبوت کی مثنیٰ ہے،

مجوسیوں کا نصرانیوں پر غلبہ کے واقعہ کو بنیاد بنا کر تمام حقائق کو از سرِ نو مبرہن کیا جن کو مشرکین نے مشتبہ بنانے کی کوشش کی،

سورہ کے مطالب کا تجزیہ۔[۶:۶۹]

### لقمٰن

سورہ کا عمود اور سابق سورہ الروم سے تعلق،

سورہ لقمٰن کی تمہید سورہ بقرۃ کی تمہید سے ملتی جلتی ہے،

سورہ الروم میں یہ حقیقت واضح فرمائی گئی کہ یہ قرآن دینِ فطرت کی دعوت ہے، سورہ لقمٰن میں عرب کے مشہور حکیم کے نصائح کا حوالہ دیا گیا ہے جو قرآن کے مطابق ہیں۔[۶:۱۱۵]

سورہ کے مطالب کا تجزیہ۔[۶:۱۱۶]

### السّجدۃ

سورہ کا عمود اور سابق سورہ لقمٰن سے تعلق،

یہ سورہ لقمٰن کی مثنیٰ ہے، قرآنی نام بھی ایک تمہید بھی ایک ہی نوع کی،

سورہ کے مطالب کا تجزیہ۔[۶:۱۵۱]

### الاحزاب

سورہ کا عمود، گروپ کے ساتھ تعلق

اور زمانہ نزول،

پورے گروپ کا تکملہ و تتمہ ہے،

قرآن و رسالت کا اثبات،

سورہ کے مطالب کا تجزیہ۔[۶:۱۷۹]

## سورتوں کے پانچویں گروپ پر ایک اجمالی نظر

گروپ کا جامع عمود: قرآنی دعوت

کی تینوں اساسات۔توحید، قیامت،

رسالت زیرِ بحث آئی ہیں البتہ جامع عمود اثباتِ توحید ہے۔[۶:۲۸۵]

### سبا

سورہ کا عمود اور مطالب کا تجزیہ،

اِس کا عمود اثباتِ توحید و قیامت ہے،

بنیاد اس کی شکر اور اس کے مقتضیات پر ہے اور مخاطب مترفینِ قریش۔[۶:۲۸۵]

### فاطر

سورہ کا عمود اور سابق سورہ سبا سے تعلق

یہ سبا کی توام سورہ ہے،

مضمون توحید ہے،

سورہ کے مطالب کا تجزیہ۔[۶:۳۴۷]

### یٰسٓ

سورہ کا عمود اور سابق سورہ فاطر سے تعلق،

توحید، معاد اور رسالت کے مطالب،

سورہ کے مطالب کا تجزیہ۔[۶:۳۹۷]

## الصّٰٓفّٰت

سورہ کا عمود اور سابق سورہ یٰسٓ سے تعلق، یہ سورہ یٰسٓ کی مثنیٰ ہے،

اثباتِ توحید نمایاں لیکن اس کا ایک خاص پہلو الوہیتِ ملائکہ کے تصور کا ابطال،

سورہ کے مطالب کا تجزیہ۔[۶:۴۴۹]

## صٓ

سورہ کا عمود اور سابق سورہ الصّٰفّٰت سے تعلق،

اثباتِ توحید،

قرآن قریش کے لیے عظیم یاددہانی لیکن کبر و غرور اور شرک پرستی کے جوش و جنون میں مخالفت،

سورہ کے مطالب کا تجزیہ۔[۶:۵۰۷]

## الزّمر

سورہ کا عمود اور سابق سورہ صٓ سے تعلق،

یہ سورہ صٓ کی مثنیٰ ہے،

سورہ کی بنیاد توحید، اسی تعلق سے قیامت کا بیان،

سورہ کے مطالب کا تجزیہ۔[۶:۵۵۵]

## المؤمن

سورہ کا عمود،

سورہ کی بنیاد توحید پر ہے، ضمناً توحید کے لوازم و مقتضیات،

سورہ کے مطالب کا تجزیہ۔[۷:۱۱]

تمام حوامیم نام کی طرح مزاج میں بھی بالکل یکساں ہیں۔[۷:۱۷]

## حٰمٓ السجدۃ

سورہ کا عمود اور سابق سورہ المؤمن سے تعلق، اصل مضمون توحید،

سورہ کے مطالب کا تجزیہ۔[۷:۷۱]

## الشوریٰ

سورہ کا عمود اور زمانۂ نزول،

مرکزی مضمون توحید، اسی کے تحت قیامت سے ڈرایا گیا ہے۔[۷:۱۳۳]

سورہ کے مطالب کا تجزیہ۔[۷:۱۳۴]

## الزّخرف

سورہ کا عمود اور سابق سورہ شوریٰ سے تعلق،

یہ سورہ الشوریٰ کی مثنیٰ ہے،

مرکزی مضمون توحید،

ملائکہ کی الوہیت اور ان کی شفاعت کے تصوّر کا ابطال،

سورہ کے مطالب کا تجزیہ۔[۷:۱۹۹]

## الدّخان

سورہ کا عمود اور سابق سورہ الزخرف سے تعلق،

توحید کے دلائل کے بجائے انذار کا پہلو غالب،

سورہ کے مطالب کا تجزیہ۔[۷:۲۶۳]

## الجاثیۃ

سورہ کا عمود اور سابق سورہ الدخان سے تعلق،

نام، تمہید اور بنیادی مطالب میں

الدّخان کی مثنیٰ ہے، فرق اجمال و تفصیل کا ہے،

سورہ کے مطالب کا تجزیہ۔[۷:۲۹۷]

## الاحقاف

سورہ کا عمود اور سابق سورہ الجاثیۃ سے تعلق،

قیامت امرِ شدنی، شرک و شفاعت باطل،

ایمان وہی لائیں گے جن میں سلامت روی،

حق شناسی اور عاقبت بینی ہے،

سورہ کے مطالب کا تجزیہ۔[۷:۳۳۷]

## محمد

سورہ کا عمود اور گروپ کے ساتھ اس کے تعلق کی نوعیت،

احقاف کی آخری آیت میں کفار کے لیے جو وعید ہے محمد میں اس کا عملی ظہور ہے،

کفار کی تمام کوششیں رائگاں، اہل ایمان کی مساعی دنیا و آخرت میں بارآور،

منافقین کو دھمکی،

سورہ کے مطالب کا تجزیہ۔[۷:۳۸۷]

## الفتح

سورہ کا عمود اور سابق سورہ محمد سے ربط،

مسلمانوں کی سربلندی اور کفار کی ذلت و پامالی کے دعوے کا ایفاء،

سورہ کا پس منظر۔[۷:۴۳۱]

سورہ کے مطالب کا تجزیہ۔[۷:۴۳۳]

## الحجرات

سورہ کا عمود اور سابق سورہ الفتح سے تعلق،

سابق سورہ الفتح کا ضمیمہ وتتمہ،

آپ ﷺ اور آپ کے صحابہؓ چٹان کی طرح سخت اور موم کی طرح نرم کی تفسیر۔[۷:۴۷۹]

سورہ کے مطالب کا تجزیہ۔[۷:۴۸۰]

# سورتوں کے چھٹے گروپ پر ایک اجمالی نظر

گروپ کا جامع عمود بعث اور حشر و نشر۔[۷:۵۲۷]

## قٓ

سورہ کا عمود، زندگی بعد الموت کا اثبات،

سورہ کے مطالب کا تجزیہ۔[۷:۵۲۸]

## الذّٰریٰت

سورہ کا عمود اور سابق سورہ قٓ سے تعلق،

یہ سورہ قٓ کی مثنیٰ ہے،

قریش کے مکذبین سے خطاب،

استدلال کی بنیاد آفاق و انفس کے دلائل،

سورہ کے مطالب کا تجزیہ۔[۷:۵۷۵]

## الطّور

سورہ کا عمود اور سابق سورہ الذّٰریٰت سے تعلق،

قریش کو عذاب کی دھمکی،

تاریخی اور آفاقی شواہد،

سورہ کے مطالب کا تجزیہ۔[۸:۱۱]

## النّجم

سورہ کا عمود اور سابق سورہ الطّور سے تعلق،

الطّور کی توام سورہ،

مرکزی مضمون جزا اور سزا کا اثبات،

سورہ کے مطالب کا تجزیہ۔[۸:۴۵]

القمر

سورہ کا عمود اور سابق سورہ النجم سے تعلق،

اَزِفَتِ الْاٰزِفَۃُ کے اجمال کی تفصیل،

سورہ کے مطالب کا تجزیہ۔[۸:۸۷]

الرحمٰن

سورہ کا مزاج، عمود اور سابق

سورہ القمر سے تعلق،

قریش کے ہٹ دھرموں کو نئے اسلوب اور نہایت اچھوتے انداز سے دعوت۔[۸:۱۱۹]

سورہ کی بعض مشکلات۔[۸:۱۲۰]

سورہ کے مطالب کا تجزیہ۔[۸:۱۲۳]

الواقعۃ

سورہ کا عمود اور سابق سورتوں سے تعلق،

جزاوسزا سے متعلق سابقہ سورتوں کی بحث کا خلاصہ،

دلائل کی وضاحت کے بجائے اصل نتیجہ سے قریش کے متکبرین کو آگاہی،

سورہ کے مطالب کا تجزیہ۔[۸:۱۵۳]

الحدید

سورہ کا عمود اور سابق سورہ الواقعۃ سے تعلق،

یہ سورہ الواقعۃ کی مثنیٰ ہے،

زمانی اور مکانی بُعد کے باوجود معنوی اعتبار سے دونوں میں غایت درجہ ربط و اتصال،

مخاطب مسلمان۔[۸:۱۹۱]

سورہ کے مطالب کا تجزیہ۔[۸:۱۹۲]

المجادلۃ

سورہ کا عمود اور سابق سورہ الحدید سے تعلق،

منافقین کی حرکات پر گرفت،

مسلمانوں کو ہدایت،

سورہ کے مطالب کا تجزیہ۔[۸:۲۴۳]

الحشر

سورہ کا عمود اور سابق سورہ المجادلۃ سے تعلق،

اللہ اور رسول کے غلبہ کے دعوے کو بعض واقعات سے مبرہن کیا گیا ہے،

پوری سورہ میں خطاب منافقین سے،

سورہ کے مطالب کا تجزیہ۔[۸:۲۷۹]

الممتحنۃ

سورہ کا عمود اور سابق سورہ الحشر سے تعلق،

مشرکینِ مکہ سے قطع تعلّق کا حکم،

سابق سورہ میں اہل کتاب بالخصوص یہود سے قطعِ تعلّق کا حکم دیا گیا،

سورہ کے مطالب کا تجزیہ۔[۸:۳۱۹]

الصّف

سورہ کا عمود اور سابق سورتوں سے تعلّق،

جہاد سے جی چرانے والے مسلمانوں سے خطاب،

مسلمانوں کو صحیح روش کی ہدایت،

منافقین کے ایک گروہ کا کردار زیرِ بحث،

داخلی کمزوریوں کے اسیر۔[۸:۳۴۹]

سورہ کے مطالب کا تجزیہ۔[۸:۳۵۰]

## الجمعۃ

سورہ کا عمود اور سابق سورہ الصّف سے تعلق،

دونوں کے عمود میں کوئی فرق نہیں، اسلوبِ بیان اور نہج استدلال دونوں کے الگ الگ،

بنی اسمٰعیل کو تنبیہ،

مسلمانوں کے ایک گروہ کی ملامت جس نے دنیوی کاروبار کے طمع میں جمعہ اور رسول کا احترام ملحوظ نہیں رکھا،

سورہ الصّف کی مثنیٰ

سورہ کے مطالب کا تجزیہ۔[۸:۳۷۳]

## المنٰفقون

سورہ کا عمود اور سابق سورہ الجمعۃ سے تعلق،

سابق سورہ کے تکملہ اور تتمہ کی حیثیت،

منافقین کے کردار سے بحث،

سورہ کے مطالب کا تجزیہ۔[۸:۳۹۳]

## التّغابن

سورہ کا عمود اور سابق سورہ المنٰفقون سے تعلق،

اَصل زندگی آخرت کی ہے جو شُدنی ہے،

سورہ کے مطالب کا تجزیہ۔[۸:۴۰۹]

## الطّلاق

سورہ کا عمود اور سابق و لاحق سے تعلق،

نفرت و محبت دونوں طرح کے حالات کے اندر صحیح رویّہ کی حدود۔[۸:۴۲۹]

سورہ کے مطالب کا تجزیہ۔[۸:۴۳۰]

## التحریم

سورہ کا عمود اور سابق سورہ الطلاق سے تعلق،

سابق سورہ میں نفرت کے اندر حدودِ الٰہی کا احترام بتایا، اس سورہ میں محبت کے اندر حدودِ الٰہی کا احترام بتایا،

سورہ کے مطالب کا تجزیہ۔[۸:۴۵۱]

### سورتوں کے ساتویں گروپ پر ایک اجمالی نظر۔[۸:۴۷۹]

## الملک

انذار، اس انذار میں دنیا اور آخرت دونوں کے عذاب شامل ہیں۔[۸:۴۸۱]

سورہ کے مطالب کا تجزیہ۔[۸:۴۸۲]

## القلم

سورہ کا عمود اور سابق سورہ الملک سے تعلق،

یہ سورہ الملک کی مثنیٰ ہے،

دونوں کے عمود اور موضوع میں فرق نہیں،

طرزِ بیان، نہجِ استدلال اور لب و لہجہ میں فرق،

قریش کو عذاب و قیامت سے ڈرایا گیا ہے،

سورہ کے مطالب کا تجزیہ۔[۸:۵۰۵]

## الحاقّۃ

سورہ کا عمود اور نظام،

سابق سورہ القلم سے گہری مناسبت،

دونوں کا عمود ایک یعنی اثباتِ عذاب و قیامت البتہ نہج استدلال الگ الگ،

سورہ کے مطالب کا تجزیہ۔[۸:۵۳۵]

## المعارج

سورہ کا عمود اور سابق سورہ الحاقۃ سے تعلق،

یہ سورہ الحاقۃ کی مثنیٰ ہے،

انذارِ عذاب و قیامت دونوں کا موضوع،

سورہ کے مطالب کا تجزیہ۔[۵۵۹:۵]

## نوح

سورہ کا عمود اور سابق سورہ المعارج سے تعلق،

نوح علیہ السلام کی دعوت کے مراحل، ان کے طویل صبر و انتظار اور بالآخر ان کی قوم کے مبتلائے عذاب ہونے کی سرگزشت،

آپ ﷺ کے لیے آئینہ،

سورہ کے مطالب کا تجزیہ۔[۵۸۵:۸]

## الجنّ

سورہ کا عمود اور سابق سورہ نوح سے تعلق،

یہ سورہ نوح کی توام سورہ ہے،

جنوں کے حوالے سے قریش کو غیرت دلائی گئی ہے کہ وہ براہِ راست مخاطب نہ ہونے کے باوجود قرآن کو سنتے ہیں،

سورہ کے مطالب کا تجزیہ۔[۶۰۹:۸]

## المزّمّل

سورہ کا زمانۂ نزول اور عمود،

یہ سورہ اور بعد کی سورہ المدثّر دونوں ہم رنگ و ہم مزاج اور توام ہیں۔[۱۷:۹]

سورہ کے مطالب کا تجزیہ۔[۱۸:۹]

## المدّثّر

سورہ کا عمود اور سابق سورہ المزّمّل سے تعلق،

یہ سورہ المزّمّل کی توام ہے،

قولِ ثقیل، کا واضح الفاظ میں اظہار کہ آپ کمر بستہ ہو کر لوگوں کو انذار کریں،

سورہ کے مطالب کا تجزیہ۔[۳۷:۹]

آیات متشابہات سے متعلق صحیح رویہ۔[۵۴:۹]

متشابہات کے ذکر کی حکمت۔[۵۵:۹]

## القیٰمۃ

سورہ کا عمود اور سابق سورہ المدثّر سے تعلق،

انذارِ قیامت کی سورہ،

نفسِ لوّامہ، قیامت کے ثبوت میں ایک دلیل۔[۷۱:۹]

سورہ کے مطالب کا تجزیہ۔[۷۲:۹]

## الدّھر

سورہ کا عمود اور سابق سورہ القیٰمۃ سے تعلق،

یہ سورہ القیٰمۃ کی توام ہے،

سمع و بصر کی صلاحیت اور خیر و شر کا امتیاز جزا و سزا کا بدیہی تقاضا،

سورہ کے مطالب کا تجزیہ۔[۹۹:۹]

## المرسلٰت

سورہ کا عمود اور سابق سورہ الدّھر سے تعلق،

اپنے عمود، تمہید اور طرزِ استدلال کے اعتبار سے سورہ ذٰریٰت اور اپنے اسلوبِ بیان اور مزاج میں سورہ الرحمٰن سے مشابہ ہے،

ہواؤں کے عجائب تصرفات کی شہادت۔[۱۲۳:۹]

سورہ کے مطالب کا تجزیہ۔[۱۲۴:۹]

النّبا ء

سورہ کا عمود اور سابق سورہ المرسلٰت کی توام سورہ،

اثباتِ یوم الفصل، استدلال خدا کی ربوبیت کے آثار وشواہد، سورہ کے مطالب کا تجزیہ۔[۹:۱۵۱]

النّٰزِعٰت

سورہ کا عمود،

قریش کے متمردین کو انذار،

ہواؤں اور بادلوں کے عجائبِ تصرّفات بطور شہادت،

سورہ ذٰریٰت اور مرسلٰت سے مشابہ، سورہ کے مطالب کا تجزیہ۔[۹:۱۶۹]

عَبَس

سورہ کا عمود اور سابق سورہ النّٰزِعٰت سے تعلق،

یہ سورہ النّٰزِعٰت کی مثنٰی ہے،

اسلوبِ بیان اور موادِ استدلال میں بھی واضح یکسانی،

سورہ کے مطالب کا تجزیہ۔[۹:۱۹۱]

التکویر

سورہ کا عمود اور سابق سورہ عبس سے تعلق،

پچھلی دونوں توام سورتوں میں جس ہَولِ قیامت سے ڈرایا گیا ہے اس سورہ میں اسی ہَول کی پوری تصویر ہے،

قریش کے مکذبین کو انذار،

سورہ کے مطالب کا تجزیہ۔[۹:۲۱۵]

الانفطار

سورہ کا عمود اور سابق سورہ التکویر سے تعلق،

یہ سورہ التکویر کی توام ہے،

قیامت کے ہلچل کی تصویر،

پہلی سورہ میں استدلال کی بنیاد قرآن کی صداقت وحقانیت پر اس سورہ میں خالقِ کائنات کی صفات پر استدلال۔[۹:۲۳۵]

سورہ کے مطالب کا تجزیہ۔[۹:۲۳۶]

المطفّفین

سورہ کا عمود اور سابق سورہ الانفطار سے تعلق،

یہ سورہ الانفطار کا تکملہ وتتمہ ہے،

ابرار وفجّار کی تقسیم،

سابق سورہ میں استدلال اللہ کی صفات سے جو انسان کی خلقت کے اندر نمایاں ہیں،

اس سورہ میں استدلال انسان کی فطرت سے ہے۔[۹:۲۴۹]

سورہ کے مطالب کا تجزیہ۔[۹:۲۵۰]

الانشقاق

سورہ کا عمود اور سابق سورہ المطفّفین سے تعلق،

سابق سورہ سے نہایت واضح معنوی مشابہت،

جزاوسزا کے منکرین کو تنبیہ،

دونوں سورتوں کے اصل مخاطب مترفین اور اربابِ تنعم،

استدلال کی بنیاد سابق سورہ میں انسانی فطرت اور اس سورہ میں آفاق کے بعض شواہد پر،

سورہ کے مطالب کا تجزیہ۔[۹:۲۶۷]

البروج

سورہ کا زمانۂ نزول اور مضمون،

مسلمانوں کو دینِ حق پر جمے رہنے کی تلقین وتسلی اور کفار کو تنبیہ،

سورہ کے مطالب کا تجزیہ۔[۹:۲۸۳]

## الطّارق

سورہ کا عمود اور سابق سورہ البروج سے تعلق،

یہ سورہ البروج کی توام ہے،

تمہید اور خاتمے کے پہلو سے بھی حیرت انگیز مشابہت،

آفاق و انفس کے شواہد اور خالقِ کائنات کی صفات کی روشنی میں انذار،

سورہ کے مطالب کا تجزیہ۔[۹:۲۹۷]

## الاعلیٰ

سورہ کا عمود اور سابق سورہ الطّارق سے تعلق،

قریش کے ہٹ دھرموں سے صرفِ نظر کرکے براہِ راست نبی ﷺ سے خطاب،

سورہ کے مطالب کا تجزیہ۔[۹:۳۰۹]

## الغاشیۃ

سورہ کا عمود اور سابق سورہ الاعلیٰ سے تعلق،

یہ سورہ الاعلیٰ کی مثنیٰ ہے،

نبی ﷺ کو تسلی،

اندازِ خطاب، طریقِ استدلال اور تفصیل و اجمال کے پہلو سے دونوں میں فرق،

سورہ کے مطالب کا تجزیہ۔[۹:۳۲۵]

## الفجر

سرہ کا عمود اور سابق سورہ الغاشیۃ سے تعلق،

سابق سورہ میں آسمان و زمین کی بعض نمایاں نشانیوں کی طرف توجہ دلائی،

اس سورہ میں آفاق اور تاریخ کے بعض نہایت نمایاں آثار و واقعات کی طرف اشارہ کرکے ثابت فرمایا کہ اس کائنات کی ہر چیز کی باگ اس کے خالق و مالک کے ہاتھ میں ہے۔[۹:۳۴۱]

سورہ کے مطالب کا تجزیہ۔[۹:۳۴۲]

## البلد

سورہ کا عمود اور سابق سورہ الفجر سے تعلق،

یہ سورہ الفجر کی توام ہے،

سابق سورہ میں انسان کی غلط فہمی پر متنبہ کیا ہے

اس سورہ میں اسی کلیہ کو قریش پر منطبق کیا ہے۔[۹:۳۶۵]

سورہ کے مطالب کا تجزیہ۔[۹:۳۶۶]

## الشّمس

سورہ کا عمود اور سابق سورہ البلد سے تعلق،

سابق سورہ میں قریش کے لیڈروں کو متنبہ کیا اس سورہ میں ان کو طغیان اور سرکشی کے انجام سے ڈرایا ہے،

سورہ کے مطالب کا تجزیہ۔[۹:۳۸۱]

## اللّیل

سورہ کا عمود اور سابق سورہ الشّمس سے تعلق،

یہ سورہ الشّمس کی مثنیٰ ہے،

دونوں کے ظاہر و باطن میں گہری مشابہت و مماثلت،

سورہ کے مطالب کا تجزیہ۔[۹:۳۹۷]

## الضّحیٰ

سورہ کا عمود اور سابق و لاحق سے تعلق،

یہ سورہ اَلَمْ نَشْرَحْ کی توام ہے،

نبی ﷺ کو تسلی کہ آپ ہی فائز المرام ہوں گے،

سورہ کے مطالب کا تجزیہ۔[۹:۴۰۹]

### الم نشرح

سورہ کا عمود اور سابق سورہ الضحیٰ سے تعلق،

یہ سورہ الضحیٰ کی مثنیٰ ہے،

سابق سورہ میں بعثت سے پہلے کے الطاف وعنایات کا ذکر، اِس میں دعوت کے دور کے افضال وعنایات کا حوالہ،

سورہ کے مطالب کا تجزیہ۔[۹:۴۲۳]

### التین

سورہ کا عمود اور سابق سورہ الم نشرح سے تعلق،

جزا وسزا کا اثبات،

سورہ کے مطالب کا تجزیہ۔[۹:۴۳۳]

### العلق

سورہ کا عمود اور سابق سورہ التین سے تعلق،

یہ سورہ التین کی مثنیٰ ہے،

سابق سورہ میں تاریخی شواہد اور فطرتِ انسانی کی اعلیٰ ساخت سے فلاح کی راہ پر استدلال،

اس سورہ میں قریش اور ان کے لیڈروں کو تنبیہ،

سورہ کے مطالب کا تجزیہ۔[۹:۴۴۹]

سورہ کا زمانہ نزول۔[۹:۴۵۹]

### القدر

سورہ کا عمود اور سابق سورہ العلق سے تعلق،

موضوع نزولِ قرآن، نزولِ قرآن کی رات کی اہمیت وعظمت،

سورہ کے مطالب کا تجزیہ۔[۹:۴۶۳]

لیلۃ القدر سے مراد۔[۹:۴۶۶]

شب قدر کی عظمت وبرکت۔[۹:۴۶۷]

لیلۃ القدر کی تعیین میں اختلاف۔[۹:۴۶۸]

اس رات کا اصل کام،

اس رات میں شیاطین پابند ہوتے ہیں۔[۹:۴۶۹]

### البیّنۃ

سورہ کا عمود اور سابق سورہ القدر سے تعلق،

یہ سورہ القدر کی مثنیٰ ہے،

سورہ کا زمانہ نزول،

قرآن کی عظمت کا بیان۔[۹:۴۷۳]

سورہ کے مطالب کا تجزیہ۔[۹:۴۷۴]

### الزلزال

سورہ کا مضمون اور ترتیبِ بیان،

یوم حساب۔[۹:۴۸۹]

### العٰدیٰت

سورہ کا مضمون اور ترتیبِ بیان،

انسان کے ناشکرے پن پر تنبیہ وملامت،

الزلزال میں قیامت کے دن کی تصویر اور اِس سورہ میں اس کی دلیل۔[۹:۴۹۷]

### القارعۃ

سورہ کا مضمون اور ترتیب بیان،

قیامت کی آمد یقینی ہے جو اچانک آئے گی۔[۹:۵۰۹]

### التکاثر

سورہ کا عمود، سابق سورہ القارعۃ سے تعلق اور ترتیبِ بیان،

یہ سورہ القارعۃ کی مثنیٰ ہے،

سابق سورہ میں بتایا کہ آخرت میں کام آنے والی چیزیں وہ نیکیاں ہیں جو اس دنیا میں کر لی جائیں،

اس سورہ میں 'تکاثر' کی دوڑ میں ساری عمر کھپا دینے والوں کو تنبیہ کی ہے۔[۵۱۹:۹]

## العصر

سورہ کا مضمون، سابق سورہ التکاثر سے تعلق اور ترتیبِ بیان،

سابق سورہ میں ان کو تنبیہ جو ساری عمر دنیا کے مال اور متاع جمع کرنے کی فکر میں گنوا بیٹھتے ہیں،

اس سورہ میں زندگی کی اصل قدر و قیمت کی وضاحت بتائی ہے۔[۵۲۹:۹]

## الھمزۃ

سورہ کا عمود، سابق سورہ العصر سے تعلق اور ترتیبِ بیان،

یہ سورہ العصر کی مثنیٰ ہے،

دونوں کے مضمون میں واضح مناسبت،

سابق سورہ میں فلاح پانے والے انسانوں کا کردار بیان ہوا ہے اس سورہ میں اس کے بالکل ضد کردار یعنی بخیلوں کا کردار بیان ہوا ہے۔[۵۴۳:۹]

## الفیل

سورہ کا عمود، سابق ولاحق سے تعلق اور ترتیبِ بیان،

القارعۃ سے الھمزۃ تک قریش کو تنبیہ کہ مال اور اولاد کے عشق میں اللہ اور بندوں کے حقوق برباد کیے،

اس سورہ میں تنبیہ کہ اس سرزمین کا امن و رزق دعائے ابراہیم علیہ السلام کا ثمرہ ہے اس لیے اس گھر کے خداوند کی بندگی کرو۔[۵۵۵:۹]

## القریش

سورہ کا عمود، سابق سورہ الفیل سے تعلق اور ترتیب بیان،

یہ سورہ الفیل کی توام ہے،

قریش بیت اللہ کے ساتھ جس نوعیت کی وابستگی رکھتے تھے وہ ان پر واضح کر کے اس کے فطری حق کا ان سے مطالبہ کیا گیا ہے۔[۵۶۹:۹]

## الماعون

سورہ کا عمود، سابق ولاحق سے تعلق اور ترتیبِ بیان،

قریش کے لیڈروں کا کردار۔[۵۷۹:۹]

## الکوثر

سورہ کا عمود، سابق سورہ الماعون سے تعلق،

بشارت کی سورہ،

سابق سورہ میں قریش کے لیڈروں کے کردار کا بیان،

اس سورہ میں فردِ قراردادِ جرم بیان کر دی۔[۵۸۹:۹]

## الکٰفرون

سورہ کا عمود، سابق سورہ الکوثر سے تعلق اور مدّعا کی ترتیب،

قریش کے آئمۂ کفر سے براءت کا اعلان۔[۶۰۱:۹]

## النّصر

سورہ کا عمود، سابق سورہ الکٰفرون سے تعلق،

سابق سورہ براءت، ہجرت اور معناً اعلانِ جنگ کی سورہ ہے،

اس سورہ میں نبی ﷺ کو فتح و نصرت کی بشارت ہے۔[۶۱۵:۹]

## اللّھب

سورہ کا عمود اور سابق ولاحق سے تعلق،

سورہ النصر میں فتح و غلبہ کا ذکر،

اِس سورہ میں دشمن کی بربادی کا ذکر۔[۶۲۷:۹]

یہ سورہ مدنی اور فتح مکّہ کی بشارت ہے۔[۶۲۸:۹]

## الاخلاص

سورہ کا عمود، ترتیب میں اس کا مقام،

زمانۂ نزول اور سابق و لاحق سے تعلق،

'اخلاص' اس کا عمود ہے،

اخلاص کا مطلب اللہ واحد پر اس طرح ایمان لانا کہ اس کی ذات یا صفات یا ان صفات کے لازمی تقاضوں میں کسی پہلو سے کسی دوسرے کی شرکت کا کوئی شائبہ نہ پایا جائے۔[۹:۶۴۳]

توحید کی شان میں ایک مختصر اور جامع سورہ۔[۹:۶۴۹]

## الفلق

سورہ کا مضمون اور سابق و لاحق سے تعلق،

توحید کو دین کی اساس کی حیثیت حاصل ہے اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب کا آغاز بھی توحید سے فرمایا اور پھر اس کا اتمام بھی اسی پر کیا۔ گویا اصلاً قرآن کی آخری سورہ الاخلاص ہے، معوذتین اس خزانۂ توحید کے پاسبان اور محافظ کی حیثیت سے اس کے ساتھ لگا دی گئی ہیں۔[۹:۶۵۵]

سورہ الفلق کے بارے میں ایک ضعیف روایت شانِ نزول۔[۹:۶۶۵]

## النّاس

سورہ کا عمود، سابق سورہ الفلق سے تعلق اور اس کے امتیازی پہلو،

یہ سورہ الفلق کی مثنیٰ ہے،

دونوں تعوذ کی سورتیں۔[۹:۶۷۱]

# قرآن کی معنوی تقسیم

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

## الفاتحۃ

| | | |
|---|---|---|
| ۱ | تا | ۶ |

## البقرۃ

| | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|
| ۱ | تا | ۵ | ۶ | تا | ۷ |
| ۸ | تا | ۱۶ | ۱۷ | تا | ۲۰ |
| ۲۱ | تا | ۲۹ | ۳۰ | تا | ۳۹ |
| ۴۰ | تا | ۴۶ | ۴۷ | تا | ۶۲ |
| ۶۳ | تا | ۸۲ | ۸۳ | تا | ۹۶ |
| ۹۷ | تا | ۱۰۳ | ۱۰۴ | تا | ۱۲۱ |
| ۱۲۲ | تا | ۱۴۱ | ۱۴۲ | تا | ۱۶۲ |
| ۱۶۳ | تا | ۱۷۶ | ۱۷۷ | تا | ۱۷۹ |
| ۱۸۰ | تا | ۱۸۲ | ۱۸۳ | تا | ۱۸۷ |
| ۱۸۸ | | | ۱۸۹ | تا | ۲۰۳ |
| ۲۰۴ | تا | ۲۱۴ | ۲۱۵ | تا | ۲۲۱ |
| ۲۲۲ | تا | ۲۳۱ | ۲۳۲ | تا | ۲۳۷ |
| ۲۳۸ | تا | ۲۵۳ | ۲۵۴ | تا | ۲۵۶ |
| ۲۵۷ | تا | ۲۶۰ | ۲۶۱ | تا | ۲۷۴ |
| ۲۷۵ | تا | ۲۸۳ | ۲۸۴ | تا | ۲۸۶ |

## ال عمران

| | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|
| ۱ | تا | ۶ | ۷ | تا | ۱۷ |
| ۱۸ | تا | ۲۲ | ۲۳ | تا | ۲۷ |
| ۲۸ | تا | ۳۲ | ۳۳ | تا | ۴۴ |
| ۴۵ | تا | ۶۳ | ۶۴ | تا | ۷۱ |
| ۷۲ | تا | ۷۶ | ۷۷ | تا | ۸۰ |

۸۱ تا ۹۱ — ۹۲ تا ۹۹
۱۰۰ تا ۱۰۹ — ۱۱۰ تا ۱۲۰
۱۲۱ تا ۱۲۹ — ۱۳۰ تا ۱۴۳
۱۴۴ تا ۱۴۸ — ۱۴۹ تا ۱۵۵
۱۵۶ تا ۱۸۹ — ۱۹۰ تا ۲۰۰

### النسآء

۱ — ۲ تا ۱۰
۱۱ تا ۱۴ — ۱۵ تا ۱۸
۱۹ تا ۲۲ — ۲۳ تا ۲۵
۲۶ تا ۲۸ — ۲۹ تا ۳۳
۳۴ تا ۳۵ — ۳۶ تا ۴۳
۴۴ تا ۵۷ — ۵۸ تا ۷۰
۷۱ تا ۷۶ — ۷۷ تا ۸۵
۸۶ تا ۱۰۰ — ۱۰۱ تا ۱۰۴
۱۰۵ تا ۱۱۵ — ۱۱۶ تا ۱۲۶
۱۲۷ تا ۱۳۴ — ۱۳۵ تا ۱۵۲
۱۵۳ تا ۱۶۲ — ۱۶۳ تا ۱۷۵
۱۷۶

### المآئدة

۱ تا ۵ — ۶ تا ۱۱
۱۲ تا ۱۴ — ۱۵ تا ۱۹
۲۰ تا ۲۶ — ۲۷ تا ۳۱
۳۲ تا ۳۴ — ۳۵ تا ۴۰
۴۱ تا ۵۰ — ۵۱ تا ۶۶
۶۷ تا ۸۶ — ۸۷ تا ۱۲۰

### الانعام

۱ تا ۱۱ — ۱۲ تا ۳۲
۳۳ تا ۵۰ — ۵۱ تا ۵۵
۵۶ تا ۶۷ — ۶۸ تا ۷۳
۷۴ تا ۹۰ — ۹۱ تا ۹۴
۹۵ تا ۱۰۸ — ۱۰۹ تا ۱۱۷
۱۱۸ تا ۱۳۰ — ۱۳۱ تا ۱۶۵

### الاعراف

۱ تا ۹ — ۱۰ تا ۲۵
۲۶ تا ۴۳ — ۴۴ تا ۵۳
۵۴ تا ۵۸ — ۵۹ تا ۹۳
۹۴ تا ۱۰۲ — ۱۰۳ تا ۱۷۱
۱۷۲ تا ۲۰۶

### الانفال

۱ تا ۸ — ۹ تا ۱۹
۲۰ تا ۲۸ — ۲۹ تا ۴۰
۴۱ تا ۴۹ — ۵۰ تا ۵۸
۵۹ تا ۶۶ — ۶۷ تا ۷۱
۷۲ تا ۷۵

### التوبة

۱ تا ۲۸ — ۲۹ تا ۳۵
۳۶ تا ۳۷ — ۳۸ تا ۴۲
۴۳ تا ۶۰ — ۶۱ تا ۷۲

۷۳ تا ۸۰ ۸۱ تا ۸۹
۹۰ تا ۹۹ ۱۰۰ تا ۱۱۲
۱۱۳ تا ۱۲۹

## یونس

۱ تا ۱۰ ۱۱ تا ۱۹
۲۰ تا ۲۷ ۲۸ تا ۳۶
۳۷ تا ۷۰ ۷۱ تا ۹۳
۹۴ تا ۱۰۹

## ھُود

۱ تا ۲۴ ۲۵ تا ۹۹
۱۰۰ تا ۱۲۳

## یوسف

۱ تا ۶ ۷ تا ۲۲
۲۳ تا ۳۴ ۳۵ تا ۵۳
۵۴ تا ۱۰۱ ۱۰۲ تا ۱۱۱

## الرعد

۱ تا ۱۳ ۱۴ تا ۱۶
۱۷ تا ۲۶ ۲۷ تا ۳۲
۳۳ تا ۳۷ ۳۸ تا ۴۳
۳۸ تا ۴۳

## ابراھیم

۱ تا ۴ ۵ تا ۸
۹ تا ۱۷ ۱۸ تا ۸۳

۸۴ تا ۹۰ ۹۱ تا ۹۵
۹۶ تا ۱۰۵ ۱۰۶ تا ۱۱۱
۱۱۲ تا ۱۲۴ ۱۲۵ تا ۱۲۸

## الحجر

۱ تا ۱۵ ۱۶ تا ۲۵
۲۶ تا ۴۸ ۴۹ تا ۷۷
۷۸ تا ۹۶

## النحل

۱ تا ۹ ۱۰ تا ۲۳
۲۴ تا ۳۲ ۳۳ تا ۴۷
۴۸ تا ۶۰ ۶۱ تا ۶۴
۶۵ تا ۸۳ ۸۴ تا ۹۰
۹۱ تا ۹۵ ۹۶ تا ۱۰۵
۱۰۶ تا ۱۱۱ ۱۱۲ تا ۱۲۴
۱۲۵ تا ۱۲۸

## بنی اسرآءیل

۱ ۲ تا ۸
۹ تا ۲۱ ۲۲ تا ۳۹
۴۰ تا ۵۷ ۵۸ تا ۶۰
۶۱ تا ۶۵ ۶۶ تا ۷۲
۷۳ تا ۸۴ ۸۵ تا ۱۱۱

## الکھف

۱ تا ۸ ۹ تا ۲۶

۲۷ تا ۳۱ ۳۲ تا ۴۴
۴۵ تا ۴۹ ۵۰ تا ۵۹
۶۰ تا ۸۲ ۸۳ تا ۹۸
۹۹ تا ۱۱۰

**مریم**

۱ تا ۱۵ ۱۶ تا ۳۶
۳۷ تا ۴۰ ۴۱ تا ۶۳
۶۴ تا ۹۸

**طٰہٰ**

۱ تا ۸ ۹ تا ۹۸
۹۹ تا ۱۳۵

**الانبیاء**

۱ تا ۱۵ ۱۶ تا ۲۹
۳۰ تا ۳۳ ۳۴ تا ۴۷
۴۸ تا ۷۷ ۷۸ تا ۹۴
۹۵ تا ۱۱۲

**الحج**

۱ تا ۴ ۵ تا ۲۴
۲۵ تا ۳۷ ۳۸ تا ۴۱
۴۲ تا ۵۷ ۵۸ تا ۷۶
۷۷ تا ۷۸

**المؤمنون**

۱ تا ۱۱ ۱۲ تا ۲۲
۲۳ تا ۵۰ ۵۱ تا ۶۷
۶۸ تا ۹۲ ۹۳ تا ۱۱۸

**النور**

۱ تا ۱۰ ۱۱ تا ۲۶
۲۷ تا ۳۴ ۳۵ تا ۴۰
۴۱ تا ۵۷ ۵۸ تا ۶۴

**الفرقان**

۱ تا ۹ ۱۰ تا ۳۴
۳۵ تا ۴۴ ۴۵ تا ۶۲
۶۳ تا ۷۷

**الشعراء**

۱ تا ۹ ۱۰ تا ۶۸
۶۹ تا ۱۰۴ ۱۰۵ تا ۱۲۲
۱۲۳ تا ۱۴۰ ۱۴۱ تا ۱۵۹
۱۶۰ تا ۱۷۵ ۱۷۶ تا ۱۹۱
۱۹۲ تا ۲۲۷

**النمل**

۱ تا ۶ ۷ تا ۱۴
۱۵ تا ۴۴ ۴۵ تا ۵۸

**القصص**

۱ تا ۴۶ ۴۷ تا ۶۱
۶۲ تا ۷۵ ۷۶ تا ۸۴
۸۵ تا ۸۸

**العنکبوت**

۱ تا ۱۳ ۱۴ تا ۴۰
۴۱ تا ۶۹

**الروم**

۱ تا ۱۸ ۱۹ تا ۲۹
۳۰ تا ۳۹ ۴۰ تا ۶۰

**لقمٰن**

۱ تا ۱۱ ۱۲ تا ۱۹
۲۰ تا ۳۴

**السّجدۃ**

۱ تا ۱۴ ۱۵ تا ۲۲
۲۳ تا ۳۰

**الاحزاب**

۱ تا ۸ ۹ تا ۲۷
۲۸ تا ۳۵ ۳۶ تا ۴۸
۴۹ تا ۵۲ ۵۳ تا ۶۲
۶۳ تا ۷۳

**سبا**

۱ تا ۹ ۱۰ تا ۲۱
۲۲ تا ۲۷ ۲۸ تا ۳۹
۴۰ تا ۴۵ ۴۶ تا ۵۴

**فاطر**

۱ تا ۸ ۹ تا ۱۸
۱۹ تا ۲۸ ۲۹ تا ۳۸
۳۹ تا ۴۵

**یٰسٓ**

۱ تا ۱۲ ۱۳ تا ۳۲
۳۳ تا ۵۰ ۵۱ تا ۶۸
۶۹ تا ۸۳

**الصّٰفّٰت**

۱ تا ۱۰ ۱۱ تا ۷۴
۷۵ تا ۱۴۸ ۱۴۹ تا ۱۸۲

**صٓ**

۱ تا ۱۶ ۱۷ تا ۲۹
۳۰ تا ۴۰ ۴۱ تا ۶۴
۶۵ تا ۸۸

**الزّمر**

۱ تا ۸ ۹ تا ۲۰
۲۱ تا ۳۵ ۳۶ تا ۵۲
۵۳ تا ۶۳ ۶۴ تا ۷۵

**المؤمن**

۱ تا ۲۲ ۲۳ تا ۵۵
۵۶ تا ۸۵

**حٰمٓ السجدۃ**

۱ تا ۱۲    ۱۳ تا ۲۴
۲۵ تا ۳۶    ۳۷ تا ۴۶
۴۷ تا ۵۴

**الشوریٰ**

۱ تا ۱۰    ۱۱ تا ۲۰
۲۱ تا ۳۶    ۳۷ تا ۴۳
۴۴ تا ۵۰    ۵۱ تا ۵۳

**الزّخرف**

۱ تا ۲۵    ۲۶ تا ۴۵
۴۶ تا ۵۶    ۵۷ تا ۶۵
۶۶ تا ۸۹

**الدّخان**

۱ تا ۱۶    ۱۷ تا ۳۳
۳۴ تا ۵۷    ۵۸ تا ۵۹

**الجاثیۃ**

۱ تا ۱۵    ۱۶ تا ۲۳
۲۴ تا ۳۷

**الاحقاف**

۱ تا ۱۴    ۱۵ تا ۲۰
۲۱ تا ۲۸    ۲۹ تا ۳۵

**محمد**

۱ تا ۱۵    ۱۶ تا ۳۸

**الفتح**

۱ تا ۷    ۸ تا ۲۱
۲۲ تا ۲۶    ۲۷ تا ۲۹

**الحجرات**

۱ تا ۱۰    ۱۱ تا ۱۳
۱۴ تا ۱۸

**قٓ**

۱ تا ۱۵    ۱۶ تا ۳۵
۳۶ تا ۴۵

**الذّٰریٰت**

۱ تا ۱۴    ۱۵ تا ۱۹
۲۰ تا ۲۳    ۲۴ تا ۴۶
۴۷ تا ۶۰

**الطّور**

۱ تا ۲۸    ۲۹ تا ۴۹

**النّجم**

۱ تا ۱۸    ۱۹ تا ۳۰
۳۱ تا ۵۵    ۵۶ تا ۶۲

**القمر**

۱ تا ۸    ۹ تا ۱۷
۱۸ تا ۴۲    ۴۳ تا ۵۵

الرحمٰن

۱ تا ۳۰ ۳۱ تا ۴۵

۴۶ تا ۷۸

الواقعة

۱ تا ۵۶ ۵۷ تا ۷۴

۷۵ تا ۹۶

الحدید

۱ تا ۶ ۷ تا ۱۵

۱۶ تا ۲۴ ۲۵ تا ۲۹

المجادلة

۱ تا ۴ ۵ تا ۱۱

۱۲ تا ۱۳ ۱۴ تا ۲۲

الحشر

۱ تا ۴ ۵ تا ۱۰

۱۱ تا ۱۷ ۱۸ تا ۲۴

الممتحنة

۱ تا ۷ ۸ تا ۹

۱۰ تا ۱۳

الصّف

۱ تا ۹ ۱۰ تا ۱۴

الجمعة

۱ تا ۸ ۹ تا ۱۱

المنٰفقون ۱ تا ۱۱

التغابن ۱ تا ۱۸

الطّلاق ۱ تا ۱۲

التّحریم ۱ تا ۱۲

الملک ۱ تا ۳۰

القلم ۱ تا ۵۲

المعارج ۱ تا ۴۴

نوح ۱ تا ۲۸

الجنّ ۱ تا ۲۸

المزّمّل ۱ تا ۲۰

المدّثر ۱ تا ۵۶

القیٰمة ۱ تا ۴۰

الدّھر ۱ تا ۳۱

المرسلٰت ۱ تا ۵۰

النبا ۱ تا ۴۰

النّزعٰت ۱ تا ۴۶

عبس ۱ تا ۴۲

| | | | |
|---|---|---|---|
| التکویر | ۱ | تا | ۲۹ |
| الانفطار | ۱ | تا | ۱۹ |
| المطفّفین | ۱ | تا | ۳۶ |
| الانشقاق | ۱ | تا | ۲۵ |
| البروج | ۱ | تا | ۲۲ |
| الطّارق | ۱ | تا | ۱۷ |
| الاعلیٰ | ۱ | تا | ۱۹ |
| الغاشیۃ | ۱ | تا | ۲۶ |
| الفجر | ۱ | تا | ۳۰ |
| البلد | ۱ | تا | ۲۰ |
| الشّمس | ۱ | تا | ۱۵ |
| الّیل | ۱ | تا | ۲۱ |
| الضُّحیٰ | ۱ | تا | ۱۱ |
| الم نشرح | ۱ | تا | ۸ |
| التّین | ۱ | تا | ۸ |
| العلق | ۱ | تا | ۱۹ |
| القدر | ۱ | تا | ۵ |
| البیّنہ | ۱ | تا | ۸ |
| الزّلزال | ۱ | تا | ۸ |
| العٰدیٰت | ۱ | تا | ۱۱ |
| القارعۃ | ۱ | تا | ۱۱ |
| التّکاثر | ۱ | تا | ۸ |
| العصر | ۱ | تا | ۳ |
| الھمزۃ | ۱ | تا | ۹ |
| الفیل | ۱ | تا | ۵ |
| القریش | ۱ | تا | ۴ |
| الماعون | ۱ | تا | ۷ |
| الکوثر | ۱ | تا | ۳ |
| الکٰفرون | ۱ | تا | ۶ |
| النصر | ۱ | تا | ۳ |
| اللّھب | ۱ | تا | ۵ |
| الاخلاص | ۱ | تا | ۴ |
| الفلق | ۱ | تا | ۵ |
| النّاس | ۱ | تا | ۶ |

# نقطۂ نظر

- تفاسیر سے اختلاف
- استاذ امام حمید الدین فراہیؒ سے اختلاف

# تفاسیر سے اِختلاف

...ہمارا طریقہ یہ ہے کہ ہم ہر سورہ اور ہر آیت پر اُس کے الفاظ، اُس کے سیاق وسباق، اُس کے نظم اور قرآن میں اُس کے شواہد ونظائر کی روشنی میں غور کرتے ہیں۔ اِس طرح جو باتیں سمجھ میں آجاتی ہیں مزید اطمینان کے لیے اُن کو تفسیروں میں بھی دیکھ لیتے ہیں۔ جس نتیجے تک ہم پہنچتے ہیں اُن کی تائید اگر تفسیروں سے بھی ہو جاتی ہے تو اِس سے مزید اطمینان حاصل ہو جاتا ہے۔ اگر تفسیروں سے اُس کی تائید نہیں ہوتی تو اِس پر غور وفکر جاری رکھتے ہیں تا آنکہ یا تو اپنی غلطی دلائل کے ساتھ واضح ہو جائے یا تفسیروں میں جو بات ہے اُس کے ضعف کے وجوہ و دلائل سامنے آجائیں۔ ہمارے نزدیک تفسیروں سے فائدہ اٹھانے کا صحیح طریقہ یہی ہے...[۱:۳۲]

## تفاسیر سے اختلاف

۱۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم: بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ 'رحیم' کے مقابل میں 'رحمان' میں زیادہ مبالغہ ہے اِس وجہ سے، 'رحمان' کے بعد 'رحیم' کا لفظ ان کے خیال میں ایک زائد لفظ ہے جس کی چنداں ضرورت تو نہیں تھی لیکن یہ تاکیدِ مزید کے طور پر آ گیا ہے۔ ہمارے نزدیک یہ خیال صحیح نہیں ہے۔[۱:۴۸]

۲۔ اِس امر میں اختلاف ہوا ہے کہ 'بسم اللہ الرحمٰن الرحیم' کسی خاص سورہ کا حصہ بھی ہے یا ہر سورہ کے اوپر یہ صرف بطور ایک متبرک آغاز اور ایک علامتِ امتیاز کے ثبت ہے۔[۱:۴۹]

۳۔ حمد کا ترجمہ عام طور پر قرآن مجید کے مترجموں نے تعریف کیا ہے، لیکن مَیں نے اِس کا ترجمہ شکر کیا ہے۔[۱:۵۵]

۴۔ حروفِ مقطعات پر ہمارے پچھلے علماء نے جو رائیں ظاہر کی ہیں ہمارے نزدیک وہ کسی مضبوط بنیاد پر مبنی نہیں ہیں۔[۱:۸۳]

۵۔ البقرۃ ۲: عام طور پر لوگ اِس کا مطلب یہ سمجھتے ہیں کہ اِس کتاب میں کوئی ایسی بات نہیں ہے جس میں شک کیا جا سکے۔ لیکن ہمارے نزدیک اس جملہ کا یہ مطلب نہیں ہے۔[۱:۸۷]

۶۔ البقرۃ ۳: اکثریت کی رائے یہ ہے کہ 'بِالْغَیْبِ' میں 'ب' کو صلہ کی 'ب' مانا جائے اور اور بِالْغَیْبِ کو یُؤمِنُون کا مفعول قرار دیا جائے لیکن ہمیں یہ رائے کچھ زیادہ قوی نہیں معلوم ہوتی[۱:۹۰]

۷۔ البقرۃ ۲۵: 'مِنْ قَبْلُ' کی دو تاویلیں لوگوں نے کی ہیں ایک یہ کہ اس سے پہلے دنیا میں، دوسری یہ کہ اِس سے پہلے اسی جنت میں میرے استاذ مولانا فراہی رحمۃ اللہ علیہ نے ان دونوں تاویلوں کو جمع کرنے کی کوشش کی ہے لیکن میرے نزدیک یہ اشارہ دنیا کی طرف ہے۔[۱:۱۴۱]

۸۔ البقرۃ ۲۶: قرآن میں 'فسق' کے لفظ کو اُس ہلکے معنی میں ہر جگہ نہیں لینا چاہیے جس معنی میں اِس کو عام طور پر ہمارے فقہاء اور متکلمین نے لیا ہے۔[۱:۱۴۳]

۹۔ البقرۃ ۲۷: بعض لوگوں نے اِس کو عام رکھا ہے اور اس سے ہر اُس چیز کا کاٹنا مراد لیا ہے جس کو خدا نے جوڑنے کا حکم دیا ہے۔[۱:۱۴۳]

۱۰۔ جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ مجرد قوتیں ہیں جن کو ملائکہ کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اُن کا خیال صحیح نہیں ہے۔[۱:۱۵۷]

۱۱۔ خدا نے زمین میں کس کا خلیفہ بنانے کا ارادہ ظاہر فرمایا تھا، مختلف آراء میں سے صحیح رائے کون سی ہے؟۔[۱:۱۵۷]

۱۲۔ جو لوگ فرشتوں کی طرف سے آدم علیہ السلام کی اِس تعظیم کو آدم علیہ السلام کی علمی فضیلت کا نتیجہ سمجھتے ہیں، میرے نزدیک اُن کے اِس خیال کے لیے کوئی مضبوط بنیاد نہیں ہے۔[۱:۱۶۴]

۱۳۔ 'اِهْبِطُوْا' کا خطاب حضرت ابنِ عباسؓ اور بعض دوسرے اہل تاویل کے نزدیک آدم علیہ السلام، حوا علیہا السلام اور ابلیس سے ہے اور ابنِ زید کے نزدیک آدم علیہ السلام و حوا علیہا السلام اور ان کی ذریت سے۔ ہمارے نزدیک ان میں سے صحیح تاویل حضرت ابن عباسؓ کی ہے۔[۱:۱۶۷]

۱۴۔ البقرۃ ۵۸: 'الباب' سے مراد بعض لوگوں نے بستی کا دروازہ لیا ہے، بعض لوگوں نے خیمۂ عبادت کا دروازہ، مَیں اس دوسرے قول کو ترجیح دیتا ہوں۔[۱:۲۲۰]

۱۵۔ البقرۃ ۶۲: صابئین کے متعلق اہل تاویل کے متعدد اقوال منقول ہیں، مولانا فراہیؒ کا قول۔[۱:۲۳۰]

۱۶۔ البقرۃ ۶۵: اہل تاویل کے درمیان اس امر میں اختلاف ہوا ہے کہ اس لعنت کے نتیجہ میں ان کا ظاہر بھی بندروں کے مشابہ ہو گیا تھا یا یہ مسخ صرف عقلی اور روحانی مسخ تھا۔[۱:۲۴۵]

۱۷۔ وَقُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا (البقرۃ ۸۳) کا مفہوم اہلِ تاویل نے عام رکھا ہے لیکن اس کا ایک خاص مفہوم بھی ہے۔[۱:۲۶۳]

۱۸۔ ثُمَّ اَقْرَرْتُمْ وَاَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ (البقرۃ ۸۴) کے دو مفہوم۔[۱:۲۶۶]

۱۹۔ وَمَا هُوَ بِمُزَحْزِحِهٖ (البقرۃ ۹۶) کے دو ترجمے۔[۱:۲۷۴]

۲۰۔ ہاروت و ماروت پر کیا چیز اتاری گئی تھی؟ اس سوال کا جواب عام طور پر مفسرین نے یہ دیا ہے کہ یہ جادو کا علم ہے۔ لیکن یہ جواب کئی پہلوؤں سے کھٹکتا ہے۔ [۱: ۲۸۳]

۲۱۔ 'هَارُوْتَ وَمَارُوْتَ' قرآن سے واضح ہے کہ خدا کے دو فرشتے تھے اِس وجہ سے تفسیر کی کتابوں میں ان کے متعلق جو فضول سا قصہ منقول ہے، وہ ہمارے نزدیک بالکل نا قابلِ التفات ہے۔ [۱: ۲۸۵]

۲۲۔ اسلامی شریعت میں نسخ کے بارے میں تین گروہ ہیں۔ ہمارا نقطہ نظر۔ [۱: ۳۱۳]

۲۳۔ مقام براہیم کے بارے میں علمائے تفسیر سے دو قول منقول ہیں۔ ہمارے نزدیک صحیح تاویل۔ [۱: ۳۲۹]

۲۴۔ قُلْ بَلْ مِلَّةَ اِبْرٰهٖمَ حَنِيْفًا (البقرة ۱۳۵) عام طور پر لوگ یہاں ماضی کا صیغہ محذوف مانتے ہیں۔ مَیں نے یہاں امر کا صیغہ محذوف مانا ہے۔ [۱: ۳۴۷]

۲۵۔ بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ یہود کا دین بہت سخت اور نصاریٰ کا دین بہت نرم ہے۔ اسلام ان دونوں کے درمیان ایک معتدل دین ہے اس وجہ سے اس دین معتدل کی حامی امت کو امّتِ وَسَط قرار دیا گیا ہے۔ لیکن ہمارے نزدیک یہ خیال صحیح نہیں ہے۔ [۱: ۳۶۴]

۲۶۔ شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ (البقرة ۱۴۳) ہمارے ارباب تاویل نے عام طور پر اِس شہادت کو آخرت سے متعلق مانا ہے کہ یہ امت گمراہوں کے خلاف انبیاء کی تائید میں آخرت میں شہادت دے گی کہ ان گمراہوں کو اللہ کا دین پہنچ چکا تھا، اِس کے باوجود انھوں نے گمراہی کی یہ روش اختیار کی۔ لیکن ہمارے نزدیک اِس تخصیص وتحدید کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ [۱: ۳۶۵]

۲۷۔ البقرة ۱۴۳: عام طور پر مفسرین نے اِس آیت کو اس سیاق میں لیا ہے کہ تحویل قبلہ کے بعد لوگوں میں یہ سوال پیدا ہوا کہ جو لوگ پہلے ہی قبلہ کے دوران میں وفات پا چکے ان کا کیا بنے گا۔ اِن کی نمازیں قبول ہوں گی یا نہیں؟ یہ اس سوال کا جواب دیا گیا ہے۔ لیکن ہمارے نزدیک نہ تو اس سوال کے پیدا ہونے کی کوئی وجہ تھی اور نہ اس کے جواب دینے کی ضرورت تھی۔ [۱: ۳۶۷]

۲۸۔ جن لوگوں پر قبلہ کی عظمت و اہمیت کا یہ پہلو واضح نہیں ہے وہ اکثر اس اَمر میں حیران ہوتے ہیں کہ اینٹ اور پتھر کے بنے ہوئے ایک مکان کو دین میں اس درجہ اہمیت کیوں دے دی گئی ہے۔ [۱: ۳۷۴]

۲۹۔ البقرة ۱۵۸: صفا اور مروہ کے شعائر میں سے ہونے کی وجہ عام طور پر تو یہ بیان کی جاتی ہے کہ انھی دو پہاڑیوں کے درمیان حضرت ہاجرہ علیہا السلام نے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے لیے پانی کی تلاش میں تگ ودو کی تھی لیکن استاذ امامؒ کا رجحان اس بات کی طرف ہے کہ اصل قربان گاہ مروہ ہے۔ یہیں ابراہیم علیہ السلام نے اپنے رب کے حکم کی تعمیل میں فرمانبردارانہ اور غلامانہ سرگرمی دکھائی۔ اس وجہ سے ان دونوں پہاڑیوں کو شعائر میں سے قرار دے دیا گیا اور ان کی سعی کی یادگار ہمیشہ کے لیے محفوظ کر دی گئی۔ [۱: ۳۸۵]

۳۰۔ بعض لوگ زیر بحث آیت (البقرة ۱۷۳) کو اس کے موقع ومحل سے بالکل الگ کر کے اِس سے یہ نتیجہ نکالنا چاہتے ہیں کہ اِسلام میں بس یہی چیزیں حرام ہیں جو اس آیت میں مذکور ہیں۔ ان کے علاوہ کوئی چیز بھی حرام نہیں ہے۔ لیکن یہ خیال صریحاً غلط ہے۔ [۱: ۴۱۴]

۳۱۔ البقرة ۱۷۳: جو شخص حالت اکراہ میں مبتلا ہو جائے وہ بھی اس اجازت سے فائدہ اٹھا کر اپنی جان بچا سکتا ہے لیکن بعض فقہاء نے اس حد سے بڑھ کر اس کو عزیمت کا درجہ دیا ہے۔ چنانچہ حنفیہ کے نزدیک تو وہ شخص خودکشی کا مجرم ٹھہرے گا جو اس طرح کے حالات میں حرام سے فائدہ اٹھانے کی جگہ اپنی جان کو خطرے میں ڈال دے گا۔ ہمارے نزدیک اس اجمال کے ساتھ یہ بات صحیح نہیں ہے بلکہ اس کے ساتھ ایک تفصیل بھی ہے جس کے سامنے آئے بغیر اس سے بعض غلط فہمیاں پیدا ہو سکتی ہیں۔ [۱: ۴۱۵]

۳۲۔ اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ (البقرة ۱۸۴) سے کیا مراد ہے؟ اہلِ تاویل کے مختلف اقوال میں سے امام ابن جریرؒ کے قول کی ترجیح۔ [۱: ۴۴۶]

۳۳۔ 'وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ' (البقرة ۱۸۴) کا مطلب عام طور پر لوگوں نے یہ لیا ہے کہ شروع شروع میں جب روزوں کا حکم نازل ہوا تو چونکہ اہل عرب اس سخت عبادت کے

عادی نہیں تھے اس وجہ سے ان کی آسانی کے لیے یہ گنجائش رکھی گئی کہ جو شخص روزہ رکھنے کی قدرت کے باوجود روزہ نہ رکھنا چاہے وہ ایک روزہ کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلا دے۔ بعد میں یہ اجازت منسوخ کردی گئی۔ لیکن یہ تاویل کسی طرح بھی صحیح معلوم نہیں ہوتی۔[۱:۴۴۷]

۳۴۔بعض لوگوں نے یُطِیۡقُوۡنَہٗ کے معنی یہ لیے ہیں کہ " جو لوگ مشکل سے طاقت رکھتے ہیں"۔ ہمارے نزدیک عربی لغت اِس لفظ کے اِس معنی سے بالکل خالی ہے۔[۱:۴۴۷]

۳۵۔البقرۃ ۱۸۹: قرآن میں بالعموم لوگوں کے سوالات نہایت اختصار کے ساتھ نقل ہوتے ہیں اور یہی بلاغت کا تقاضا ہے۔ کیونکہ سوال کی اصل نوعیت تو خود اس جواب ہی سے اچھی طرح واضح ہوجاتی ہے جو اس کے بعد دیا جاتا ہے، پھر سوال کے نقل کرنے میں طولِ بیان کی کیا ضرورت ہے؟ یہی اسلوب عربی زبان میں پسندیدہ اسلوب ہے۔دوسری زبانوں میں بھی ماہرین کا معروف طریقہ یہی ہے۔لیکن یہ عجیب بات ہے کہ قرآن میں اس اختصار کی وجہ سے لوگوں کو تاویل میں الجھنیں پیش آئیں۔[۱:۴۷۲]

۳۶۔البقرۃ ۱۹۷: وَتَزَوَّدُوۡا فَاِنَّ خَیۡرَ الزَّادِ التَّقۡوٰی اکثر لوگ یہاں تقوٰی کے لفظ کو محذوف نہیں مانتے۔ ان کے نزدیک تَزَوَّدُوۡا کے لفظ سے لوگوں کو حج کے لیے مادی زادِراہ لے کر نکلنے کی تاکید کی گئی ہے... لیکن یہاں یہ معنی لینا عربیت کے بالکل خلاف ہوگا۔[۱:۴۸۵]

۳۷۔البقرۃ ۲۱۵: مولانا فراہیؒ اِس آیت کو مختلف زاویہ سے دیکھتے ہیں۔[۱:۵۱۰]

۳۸۔البقرۃ ۲۱۹: بعض لوگوں نے یہ خیال کیا ہے کہ قرآن نے یہاں جوئے اور شراب کے جن فوائد ومنافع کا اعتراف کیا ہے وہ اُن کے مادی اور طبی منافع ہیں لیکن یہ خیال غلط ہے۔[۱:۵۱۵]

۳۹۔البقرۃ ۲۲۳: بعض اہل تاویل نے اِس کی تاویل اِس سے مختلف کی ہے لیکن ہمارے نزدیک یہی تاویل صحیح ہے۔[۱:۵۲۸]

۴۰۔البقرۃ ۲۵۹: ہمارے نزدیک صاحبِ کشاف کا یہ خیال صحیح نہیں ہے کہ یہاں جس شخص کا حوالہ دیا گیا ہے وہ کافر تھا بلکہ یہ ایک ایسے بندۂ مومن کا ذکر معلوم ہوتا ہے جو ایمان سے تو بہرہ ور تھا لیکن وہ اپنے اس ایمان میں اس اطمینانِ قلب اور یقین کا طالب تھا جس کو حق الیقین کہتے ہیں۔[۱:۶۰۱]

۴۱۔ حَتّٰی تَنۡکِحَ زَوۡجًا غَیۡرَہٗ (البقرۃ ۲۳۰) میں نکاح کا لفظ ہمارے نزدیک عقدِ نکاح ہی کے معنی میں ہے۔جن لوگوں نے اِس کو وطی کے معنی میں لیا ہے انہوں نے ایک غیر ضروری سا تکلف کیا ہے۔[۱:۵۴۷]

۴۲۔اَلصَّلٰوۃ الۡوُسۡطٰی (البقرۃ ۲۳۸) کے لغوی معنی تو بیچ والی نماز کے ہیں اور اُسلوبِ کلام صاف شہادت دے رہا ہے کہ یہ عام کے بعد خاص کا ذکر ہے۔ رہا یہ سوال کہ اِس خاص سے کیا مراد ہے تو اِس کے جواب میں اہلِ تاویل نے بڑا اختلاف کیا ہے۔[۱:۵۵۳]

۴۳۔ لَآ اِکۡرَاہَ فِی الدِّیۡنِ (البقرۃ ۲۵۶) کے ٹکڑے میں جس جبرو اکراہ کی نفی کی گئی ہے اس سے مقصود جبرِ فطری کی نفی ہے ... اس زمانے میں بعض کم سواد اس آیت کو اِس کے اس مفہوم سے ہٹا کر جبرِ قانونی کی نفی کے معنی میں لیتے ہیں۔[۱:۵۹۲، ۵۹۳]

۴۴۔البقرۃ ۲۷۵: ہمارے اہلِ تاویل نے عام طور پر وَاَحَلَّ اللّٰہُ الۡبَیۡعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا کے ٹکڑے کو ان کی اس بات کی تردید کے معنی میں لیا ہے اور اسی پہلو سے اِس کی تاویل کی ہے ... مجھے بار بار یہ خیال ہوتا ہے کہ یہ ٹکڑا الگ نہیں ہے بلکہ قَالُوۡۤا اِنَّمَا الۡبَیۡعُ مِثۡلُ الرِّبٰوا کے تحت ہی ہے۔[۱:۶۳۲]

۴۵۔البقرۃ ۲۸۳: مفسرین نے عام طور پر امانت سے وہ قرض مراد لیا ہے جو کوئی شخص کسی کو بغیر رہن کے مجرد اعتماد پر دے دے لیکن قرض کے لیے امانت کی تعبیر گوناگوں پہلوؤں سے ہمارے نزدیک غلط ہے۔[۱:۶۴۴]

۴۶۔ آل عمران ۷: وَمَا یَعۡلَمُ تَاۡوِیۡلَہٗۤ اِلَّا اللّٰہُ، یہاں وقف ہے۔ یہی مذہب جمہور اہل سنت کا ہے ... البتہ شیعہ اور بعض متکلمین یہاں وصل کے قائل ہیں۔[۲:۳۲]

۴۷۔ آل عمران ۲۸: اِلَّاۤ اَنۡ تَتَّقُوۡا مِنۡہُمۡ تُقٰىۃً اِس آیت سے جن

لوگوں نے تقیہ کا جواز نکالا ہے انہوں نے لغت، نظائرِ قرآن اور سیاق و سباق ہر چیز کو نظر انداز کیا ہے۔[۶۸:۲]

۴۸۔ آل عمران ۷۳: اِس آیت کی تشریح و تفسیر میں ہمارے ارباب تاویل کو بڑا اضطراب پیش آیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اِس میں اسلوب کی بعض مشکلیں ہیں۔[۱۲۰:۲]

۴۹۔ آل عمران ۷۶: عام طور پر مترجمین قرآن نے اَوْفٰی بِعَھْدِہٖ کا ترجمہ ''اپنے عہد کو پورا کرتے ہیں'' کیا ہے۔ میرے نزدیک ضمیر کا مرجع اللہ ہے۔ قرآن کے نظائر سے اِسی کی تائید ہوتی ہے۔[۱۲۴:۲]

۵۰۔ آل عمران ۱۴۲: وَیَعْلَمَ الصّٰبِرِیْنَ میں یَعْلَمَ کے فتحہ کے بارے میں لوگوں نے مختلف توجیہیں پیش کی ہیں لیکن ہمارے نزدیک اِس کا عطف اوپر وَلِیَعْلَمَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا پر ہے۔[۱۸۲:۲]

۵۱۔ النسآء ۱: خَلَقَ مِنْھَا زَوْجَھَا کے معنی ہیں اُسی کی جنس سے۔ اگرچہ اِس کے معنی لوگوں نے اور بھی لیے ہیں لیکن جس بنیاد پر لیے ہیں وہ نہایت کمزور ہے۔ ہم نے جو معنی لیے ہیں اُس کی تائید خود قرآن میں موجود ہے۔[۲۴۵:۲]

۵۲۔ النسآء ۳: مَا طَابَ لَکُمْ کے معنی اہل تاویل نے مَاحَلَّ لَکُمْ (یعنی جو عورتیں تمہارے لیے جائز ہوں) لیے ہیں۔[۲۵۲:۲]

۵۳۔ النسآء ۲۹: وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَکُمْ بالکل لَاتَاْکُلُوْٓا اَمْوَالَکُمْ بَیْنَکُمْ بِالْبَاطِلِ کا ہم وزن ٹکڑا ہے یعنی نہ آپس میں ایک دوسرے کا مال ہڑپ کرو نہ ایک دوسرے کو قتل کرو۔ اس کے معنی خودکشی کے لینے کا نہ کوئی موقع و محل یہاں ہے نہ الفاظ میں اس مفہوم کی کوئی گنجائش ہے۔[۲۸۵:۲]

۵۴۔ النسآء ۱۰۲: بعض لوگوں کی رائے یہ ہے کہ امام چار رکعت پڑھے گا اور مقتدیوں کے دونوں گروہ دو دو رکعتوں میں اس کی اقتدا کریں گے۔ اس صورت میں یہ بات کھٹکتی ہے۔[۳۷۱:۲]

۵۵۔ النسآء ۱۲۷: اِس آیت کی تاویل میں چونکہ بڑا اختلاف ہے اور یہ اختلاف زیادہ تر نتیجہ ہے کلام کی تالیف نہ سمجھنے کا، اِس وجہ سے ہماری توضیح کی روشنی میں کلام کی تالیف پر غور کر کے اِس کو اچھی طرح ذہن نشین کر لیجیے۔[۳۹۸:۲]

۵۶۔ النسآء ۱۷۵: وَیَھْدِیْھِمْ اِلَیْہِ صِرَاطًا مُّسْتَقِیْمًا میں ہدایت کا لفظ میرے نزدیک اسی ہدایت کے لیے ہے جو اہل ایمان کو آخرت میں حاصل ہوگی۔ قرآن میں یہ لفظ اس مفہوم میں متعدد مقامات میں استعمال ہوا ہے ... آخرت کی ہدایت مقصود و مطلوب کی طرف ہدایت ہے۔ یہ بات کہ اس ہدایت کا تعلق آخرت سے ہے اس سے نکلتی ہے کہ اس کا عطف فَسَیُدْ خِلُھُمْ پر ہے جس کا تعلق صریحاً آخرت سے ہے اور یہ بات کہ یہ ہدایت مطلوب و مقصود کی طرف ہے 'اِلَیْہِ' کے لفظ سے نکلتی ہے۔[۴۳۸:۲]

۵۷: النسآء ۱۵۹۔ یہاں یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ سلف میں سے عکرمہ پہلی ضمیر کا مرجع آنحضرت ﷺ کو مانتے ہیں لیکن عام طور پر لوگوں نے اس بُعد کے سبب سے جو ایک طویل جملہ معترضہ نے پیدا کر دیا ہے، اس قول کو اہمیت نہیں دی۔[۴۲۳:۲]

۵۸: المآئدۃ ۳۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ 'اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ الایۃ حجۃ الوداع' کے موقع پر نازل ہوئی ہے۔ ہمارا خیال یہ ہے کہ نازل تو اسی سلسلے میں حجۃ الوداع سے پہلے ہوئی ہے لیکن اس بشارت کا اعلان عام چونکہ حجۃ الوداع ہی کے موقع پر ہوا اس وجہ سے بعض لوگوں کو خیال ہوا کہ اس کا نزول اسی موقع پر ہوا ہے۔[۴۵۹:۲]

۵۹۔ المآئدۃ ۲۳: عام طور پر لوگوں نے یَخَافُوْنَ کے مفعول کو محذوف مانا ہے یعنی یَخَافُوْنَ (وہ اللہ سے ڈرنے والوں میں سے تھے)۔ لیکن اِس تاویل پر میرا دل نہیں جمتا۔[۴۸۹:۲]

۶۰۔ المآئدۃ ۳۱: عام طور پر مفسرین نے یہ سمجھا ہے کہ کوّا قابیل کو یہ بتانے کے لیے آیا تھا کہ وہ اپنے بھائی کی لاش کو کس طرح دفن کرے... ہمارا خیال ہے کہ ہم نے اُوپر جو کچھ عرض کیا ہے اُس کے بعد اِس عجیب و غریب بات کی تردید کی ضرورت باقی نہیں رہی۔[۵۰۰:۲]

۶۱۔ المآئدۃ ۴۴: 'فَلَا تَخْشَوُ النَّاسَ وَاخْشَوْنِ وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰیٰتِیْ ثَمَنًا قَلِیْلًا' عام طور پر مفسرین نے اِس ٹکڑے کو اوپر کے سیاق و سباق سے الگ کر کے وقت کے یہود سے خطاب کے مفہوم میں لیا ہے۔ لیکن

میرا رجحان اس طرف ہے کہ اس کا تعلق بھی اوپر کے ٹکڑے ہی سے ہے۔[۵۲۸:۲]

۶۲۔المائدہ ۴۵: فَمَنۡ تَصَدَّقَ بِهٖ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَّهٗ میں لَہٗ کے مرجع کے بارے میں اصحابِ تاویل کا اختلاف ہے۔[۵۳۰:۲]

۶۳۔الانعام ۱۹: لِاُنۡذِرَكُمۡ بِهٖ وَمَنۡۢ بَلَغَ، عام طور پر مفسرین نے وَمَنۡۢ بَلَغَ کو ضمیر منصوب پر معطوف مانا ہے۔لیکن ہمارا خیال یہ ہے کہ یہ ضمیر متکلم پر معطوف ہے۔[۳۱:۳]

۶۴۔الانعام ۸۳: یہ اشارہ توحید کی اس دلیل کی طرف ہے جو ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم پر قائم فرمائی اور جو اوپر تفصیل سے مذکور ہوئی۔ اِس کے متعلق ارشاد ہوا ہے کہ یہ ہے ہماری وہ حجت جو ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو اس کی قوم کے مقابل میں عطا فرمائی۔ اِس سے یہ بات صاف نکلتی ہے کہ جو لوگ اس کو ابراہیم علیہ السلام کا فکری ارتقا سمجھتے ہیں ان کا خیال قرآن کے بالکل خلاف ہے۔[۹۸:۳]

۶۵۔الانعام ۱۲۸۔ یہاں ایک اور چیز بھی قابلِ غور ہے وہ یہ کہ 'خٰلِدِيۡنَ فِيۡهَا' کے بعد 'اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ' کے الفاظ بھی ہیں جن سے بادی النظر میں معلوم ہوتا ہے کہ یہ خلود مقید بمشیت الٰہی ہے۔اِس اِستثنا کے باب میں ہمارے اربابِ تاویل کو تردد پیش آیا ہے۔[ ۱۶۴:۳]

۶۶۔الانعام ۱۴۳: ثَمٰنِيَةَ، فعل محذوف سے منصوب ہے۔عام طور پر لوگوں نے فعل ماضی محذوف مانا ہے لیکن ہمارے نزدیک قرینہ یہاں فعل امر کے محذوف ماننے کا ہے۔[۱۸۷:۳]

۶۷۔الانعام ۱۵۴: تَمَامًا عَلَى الَّذِيۡۤ اَحۡسَنَ سے مراد لوگوں نے جماعت بھی لی ہے لیکن میرے نزدیک اس سے مراد موسیٰ علیہ السلام ہی ہیں۔[۲۰۵:۳]

۶۸۔الاعراف ۳: عام طور پر لوگوں نے اس آیت کا مخاطب مسلمانوں کو مانا ہے لیکن سیاق وسباق اور آیت کے الفاظ دلیل ہیں کہ خطاب قریش سے ہے۔[۲۲۲:۳]

۶۹۔الاعراف ۴: بعض اہل تاویل کو 'فَجَآءَهَا بَاۡسُنَا بَيَاتًا اَوۡ هُمۡ قَآئِلُوۡنَ' کے الفاظ سے یہ خیال ہوا ہے کہ اللہ کا عذاب اس وقت آتا ہے جب لوگ رات میں یا دن میں سوئے ہوئے ہوتے ہیں لیکن یہ بات تاریخ کے بھی خلاف ہے اور قرآن کے بیان کے بھی۔[۲۲۲:۳]

۷۰۔الاعراف ۴۹: اہل جنت تو بالفعل جنت میں براجمان ہوں گے ہی پھر ان کو مخاطب کر کے 'اُدۡخُلُوا الۡجَنَّةَ' (جنت میں داخل ہو) کہنے کے کیا معنی؟ غالباً اِسی سوال سے بچنے کے لیے اربابِ تاویل نے اس جملہ کے مخاطب اور اس کے قائل کے تعین میں بڑے تکلّف سے کام لیا ہے۔[۲۷۰:۳]

۷۱۔الاعراف ۷۳: قرآن کے الفاظ سے یہ بات کہیں نہیں نکلتی کہ یہ اونٹنی اپنی خِلقت کی اعجوبگی کے پہلو سے کوئی نشانی تھی... اس وجہ سے ان تفسیری روایات کو زیادہ اہمیت دینے کی ضرورت نہیں ہے...[۳۰۱:۳]

۷۲۔الاعراف ۱۲۷: وَيَذَرَكَ وَاٰلِهَتَكَ کی تاویل میں ہمارے علماء اور مفسرین کو بڑا اضطراب پیش آیا ہے۔[۳۵۰:۳]

۷۳۔الاعراف ۱۸۵: فَبِاَيِّ حَدِيۡثٍۢ بَعۡدَهٗ يُؤۡمِنُوۡنَ 'بَعۡدَهٗ' کی ضمیر کے مرجع کے بارے میں دو قول ہو سکتے ہیں۔ایک اجل، جس کا ذکر اوپر گزرا اور دوسرے قرآن جس کی آیات کی تکذیب کا یہ سارا نتیجہ ظاہر ہو رہا ہے۔استاذ رحمۃ اللہ علیہ کا رجحان دوسرے قول کی طرف معلوم ہوتا ہے لیکن میرا رجحانِ غالب پہلے قول کی طرف ہے۔[۴۰۳:۳]

۷۴۔الاعراف:۱۸۷: ثَقُلَتۡ فِى السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ لَا تَاۡتِيۡكُمۡ اِلَّا بَغۡتَةً، اِس کا مطلب عام طور پر لوگوں نے یہ لیا ہے کہ یہ آسمان وزمین میں ایک بھاری حادثہ ہوگا۔اگرچہ یہ بات بجائے خود صحیح ہے لیکن اسلوب بیان ایک اور معنی کی طرف بھی اشارہ کر رہا ہے۔[۴۰۴:۳]

۷۵۔الاعراف:۱۸۹: فَلَمَّا تَغَشّٰٮهَا حَمَلَتۡ حَمۡلًا خَفِيۡفًا فَمَرَّتۡ بِهٖ بعض لوگوں نے لَمَّا کی وجہ سے اِس کو ایک معیّن واقعہ سمجھا اور جب معیّن واقعہ سمجھا تو ضروری ہوا کہ اِس کو کسی خاص شخص کی طرف منسوب کریں۔چنانچہ انہوں نے اس کو آدم علیہ السلام اور حوا علیہا السلام کی طرف نسبت دے دی اور اِس کے لیے ایک بے بنیاد واقعہ بھی گھڑ کر تفسیروں میں شامل کر دیا۔[۴۰۷:۳]

۷۶۔الانفال ۵: اللہ تعالیٰ نے نکلنے کا یہ حکم ایک مقصدِ حق کے لیے دیا تھا۔اِس مقصدِ حق کی وضاحت آگے یوں فرما دی ہے يُرِيۡدُ اللّٰهُ وَاَنۡ

يُحِقَّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ وَيَقْطَعَ دَابِرَ الْكٰفِرِيْنَ وہ مقصدِ حق تھا کہ دین کا بول بالا ہو اور کفر کی جڑ کٹے۔ ظاہر ہے کہ کفر کی جڑ کٹ سکتی تھی تو قریش کی ہزیمت سے کٹ سکتی تھی نہ کہ ان کے کسی تجارتی قافلہ کو لوٹ لینے سے۔ [۳:۴۳۵]

۷۷۔ الانفال ۱۱: عام طور پر لوگوں نے یہ سمجھا ہے کہ اونگھ کی یہ حالت مسلمانوں پر عین اس وقت طاری ہوئی جب زور شور کا معرکہ گرم تھا اور حالت یہ ہوئی کہ لوگوں کے ہاتھوں سے تلواریں چھوٹ کر گری پڑتی تھیں۔ لیکن یہ بات کسی طرح سمجھ میں نہیں آتی۔ اوّل تو یہی بات بڑی عجیب سی ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک ایسی حالت کو اپنے انعام کے طور پر گنائے جس کا فائدہ سرتاسر کفار کے حق میں جاتا ہے۔ ان کے لیے اِس سے بڑھ کر اور کیا تائید ہوسکتی تھی کہ مسلمان عین لڑائی کے وقت اونگھنے لگ جائیں خواہ وہ کتنے ہی قلیل وقت کے لیے ہو۔ دوسرے یہ بات قرآن کے صریح الفاظ کے بھی بالکل خلاف ہے۔ [۳:۴۴۵]

۷۸۔ الانفال ۱۱: عام طور پر لوگوں نے اس اثباتِ قلب اور ثباتِ قدم کو بھی مذکورہ بارش ہی کے تحت شمار کیا اور اس پہلو سے اس ٹکڑے کی تاویل کی ہے لیکن میرا رجحان یہ ہے کہ یہ اس نیند کے فوائد کی تفصیل ہے جس کا اوپر ذکر ہے۔ میرے رجحان کے وجوہ حسبِ ذیل ہیں ۔۔۔۔ [۳:۴۴۷]

۷۹۔ الانفال ۴۳: بعض لوگوں نے یہاں سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ کبھی کبھی حضرات انبیاء کو بھی رویا میں کوئی چیز خلاف واقعہ دکھا دی جاتی ہے۔ چنانچہ قریش کی فوج تعداد میں بہت زیادہ تھی لیکن نبی ﷺ کو وہ تھوڑی دکھائی گئی۔ ہمارے نزدیک یہ بات صحیح نہیں ہے ۔۔۔۔ [۳:۴۸۵]

۸۰۔ الانفال ۶۸: ہمارے مفسرین کو اِن آیات کی تاویل میں بڑی الجھن پیش آئی ہے۔ [۳:۵۱۲]

۸۱۔ الانفال ۹، ۱۰: اِس زمانے کے بعض کم سوادوں نے اِس آیت سے یہ نتیجہ نکالا کہ فرشتوں کی فوج اتارنے کا وعدہ محض مسلمانوں کو ذرا بڑھاوا دینے کے لیے تھا تاکہ وہ ہمت کر کے کفار سے بھڑ جائیں۔ ان کے خیال میں قرآن نے جنگ کے بعد خود یہ راز کھول دیا کہ یہ بات محض تمہاری تسلی کے لیے کہ دی گئی تھی، اِس کی حقیقت کچھ نہیں تھی۔ گویا نعوذ باللہ پہلے تو اللہ میاں نے مسلمانوں کو چکما دیا اور پھر خود ہی اپنا بھانڈا پھوڑ دیا۔ [۳:۴۴۴]

۸۲۔ التوبۃ ۳: یہیں سے عام طور پر لوگوں نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ اِس سورہ کا نزول ۹ھ میں ہوا ہے لیکن اِس نتیجہ کے قبول کرنے میں مجھے تردد ہے۔ [۳:۵۳۸]

۸۳۔ التوبہ ۶۰: ہمارے فقہاء کا ایک گروہ مؤلَّفۃِ القُلُوب کے مصرف کو آنحضرت ﷺ کی وفات یا بالفاظ دیگر اسلام کے غلبہ کے بعد ساقط قرار دیتا ہے لیکن ہمارے نزدیک یہ بات کچھ زیادہ قوی نہیں ہے۔ [۳:۵۹۲]

۸۴۔ التوبہ ۸۲: عام طور پر مفسرین نے یہاں انشاء کو خبر کے معنی میں لیا ہے۔ لیکن ہمارے نزدیک یہ صحیح نہیں ہے۔ [۳:۶۱۸]

۸۵۔ التوبۃ ۹۹: عام طور پر مفسرین نے اِس آیت کا یہ مطلب لیا ہے کہ وہ اپنے انفاق کو نبی کی دعاؤں کے حصول کا ذریعہ بناتے ہیں لیکن مجھے اِس مطلب کے قبول کرنے میں تردد ہے۔ [۳:۶۳۰]

۸۶۔ التوبۃ ۱۰۷: اِس آیت سے متعلق ایک شبہ بھی ہے کہ اِس میں خبر مذکور نہیں ہے۔ مفسرین نے عام طور پر تاویل یوں کی ہے کہ اوپر جن منافقین کا ذکر ہوا ہے انہیں منافقین کے زمرے میں یہ لوگ بھی ہیں جنہوں نے مسجد ضرار بنائی۔ لیکن اِس بات سے صرف حرف عطف کی توجیہہ سامنے آتی ہے۔ خبر کا مسئلہ اِس سے حل نہیں ہوتا۔ میرے نزدیک یہاں خبر محذوف ہے۔ [۳:۶۴۲]

۸۷۔ التوبۃ ۱۱۲: عام طور پر ہمارے مترجموں نے اِس کا ترجمہ روزہ رکھنے والے، یا راہِ خدا میں پھرنے والے، یا 'بے تعلق رہنے والے' کیا ہے۔ لیکن ان ترجموں سے سیاحت کا صرف ایک ایک پہلو سامنے آتا ہے۔ درآنحالیکہ اس کے متعدد پہلو ہیں۔ مَیں نے ریاض کرنے والے، ترجمہ کیا ہے۔ [۳:۶۴۷]

۸۸۔ سورہ حج کو بعض لوگوں نے مدنی قرار دیا ہے لیکن یہ رائے صحیح نہیں ہے۔ [۴:۹]

۸۹۔ یونس ۷۵: موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام فرعون اور اس

کے اعیان کے پاس رسول کی حیثیت سے گئے تھے اس وجہ سے انہوں نے لازماً ان کے اوپر اللہ کی حجت تمام کی۔ اس کے بغیر رسول کا مشن پورا نہیں ہوتا۔ اس وجہ سے ان لوگوں کا خیال صحیح نہیں ہے جو سمجھتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام نے ایک قوم پرست لیڈر کی طرح فرعون سے صرف بنی اسرائیل کی آزادی کا مطالبہ کیا، اس کے آگے ایمان و اسلام کی کوئی دعوت نہیں پیش کی۔ [۴:۷۶]

۹۰۔ ھود ۱۳: عام طور پر لوگوں نے اِن مختلف آیتوں کو سامنے رکھ کر اس تحدّی کی ایک تدریج و ترتیب قائم کی ہے ... ہمارے نزدیک صائب رائے یہ ہے کہ قرآن نے شروع ہی میں قرآن کے مانند کلام پیش کرنے کا مطالبہ کیا، خواہ وہ دس سورتوں کی شکل میں ہو یا ایک ہی سورہ کی شکل میں، بعد میں اسی اجمال کو حسبِ موقع مختلف الفاظ میں واضح فرمایا گیا... [۴:۱۱۳]

۹۱۔ ھود ۵۸: مفسرین نے عام طور پر اس سے عذابِ آخرت مراد لیا ہے لیکن ہم نے جو اس کا خاص پہلو واضح کیا ہے وہ موقع و مناسبت سے نہایت واضح مناسبت رکھتا ہے۔ [۴:۱۵۱]

۹۲۔ یوسف ۹: بعض لوگوں نے 'وَتَکُوْنُوْا مِنْ بَعْدِهٖ قَوْمًا صٰلِحِیْنَ' کا مطلب یہ لیا ہے کہ اِس جرم کے کر لینے کے بعد پھر نیک بن جانا۔ لیکن یہ معنی اِس جملہ کے کسی طرح نہیں ہو سکتے۔ [۴:۱۹۶]

۹۳۔ یوسف ۲۳: بعض لوگوں نے 'اِنَّهٗ رَبِّیْ' میں ضمیر منصوب کا مرجع خدا کو مانا ہے لیکن یہ محض تکلّف ہے۔ سیاق و سباق اِس سے اِبا کر رہا ہے۔ [۴:۲۰۶]

۹۴۔ یوسف ۸۰: اِس امر میں اختلاف ہوا ہے کہ 'کبیر' سے کون بھائی مراد ہے؟ [۴:۲۴۶]

۹۵۔ الرعد ۴۱: غالباً اِسی آیت کی بنا پر بعض لوگوں نے اس سورہ کو مدنی قرار دیا ہے۔ ان کا ذہن اس طرف گیا کہ 'نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا' سے اشارہ مسلمانوں کی جہادی فتوحات کی طرف ہے اور جہادی فتوحات کا تعلق چونکہ مدنی دور ہی سے ہے اِس وجہ سے یہ سورہ اُن کے نزدیک مدنی ہوئی۔ لیکن ہمارے نزدیک اِس سے اشارہ اسلام کی دعوتی فتوحات کی طرف ہے۔ [۴:۳۰۱]

۹۶۔ الکھف ۱۶: عام طور پر ہمارے مفسرین نے اِس آیت کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بشارت کے مفہوم میں نہیں لیا ہے بلکہ اس کو خود اصحاب الکھف کا قول سمجھا ہے کہ انہوں نے آپس میں اپنے ساتھیوں سے یہ بات کہی۔ لیکن یہ بات صحیح نہیں ہے۔... [۴:۵۷۰]

۹۷۔ الکھف ۲۵: عام طور پر لوگوں نے اس کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے خبر کے مفہوم میں لیا ہے لیکن ہمارے نزدیک اِن کی مدتِ قیام کے باب میں قرآن نے کوئی قطعی بات نہیں کہی ہے۔ [۴:۵۷۷]

۹۸۔ ہمارے نزدیک موسیٰ علیہ السلام کے اِس سفر کا مقصد یہی تھا لیکن بعض مفسرین نے معلوم نہیں کہاں سے یہ فضول سی بات لکھ دی ہے کہ نعوذ باللہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ترنگ میں آ کر کسی دن یہ کہ بیٹھے تھے کہ اس وقت مجھ سے بڑا عالم کوئی نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بطور تادیب و تنبیہ اِن کو اپنے ایک بندے کے پاس بھیجا کہ وہ دیکھ لیں کہ اِن سے بھی بڑا ایک عالم موجود ہے۔ [۴:۶۰۰]

۹۹۔ الکھف ۸۷: بعض لوگوں نے محض اوپر کے 'قُلْنَا' اور اِس 'قَالَ' کی بنیاد پر ذوالقرنین کو نبی مان لیا ہے لیکن ہمارے نزدیک یہ دلیل اس کو نبی ماننے کے لیے کافی نہیں ہے۔ [۴:۶۱۸]

۱۰۰۔ مریم ۱۰: [illegible] نے 'اَلَّا تُكَلِّمَ' کو خبر کے بجائے نہی کے معنی میں لیا ہے۔ [۴:۶۳۸]

۱۰۱۔ مریم ۱۳: 'حنان' کے معنی محبت، ذوق و شوق اور سوز و گداز کے ہیں۔ یہ لفظ نہایت معروف و متداول الفاظ میں سے ہے۔ اس وجہ سے تعجب ہوتا ہے کہ حضرت ابن عباسؓ کی طرف، بعض لوگوں نے یہ بات، کس طرح منسوب کر دی کہ انہوں نے فرمایا کہ مجھے اس کے معنی معلوم نہیں۔ [۴:۶۳۹]

۱۰۲۔ مریم ۴۱: 'الکتاب' سے عام طور پر ہمارے مفسرین نے قرآن کو لیا ہے لیکن مَیں نے اس سے کتبِ سابقہ کو مراد لیا ہے۔ [۴:۶۵۷]

۱۰۳۔ مریم ۴۲: آزر ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام ہے نہ کہ چچا کا جیسا کہ یہود کا دعویٰ ہے اور جس کو بے سوچے سمجھے ہمارے بعض مفسرین نے بھی قبول کر لیا۔ [۴:۶۵۸]

۱۰۴۔ مریم ۷۱: ہمارے مفسرین نے اِس کا مخاطب تمام بنی نوع

انسان کو مان لیا ہے، چنانچہ وہ ہر شخص کے لیے خواہ نیک ہو یا بد، جہنم سے گزرنا ضروری قرار دیتے ہیں۔ یہ غلط فہمی مفسرین کو صرف اسلوبِ کلام کے نہ سمجھنے کے سبب سے ہوئی ہے اور ہم نے دیکھا ہے کہ ان کی اکثر لغزشیں اسی چیز کا نتیجہ ہیں۔[۴:۶۷۸]

۱۰۵۔مریم ۷۲: 'وَنَذَرُ الظّٰلِمِيْنَ فِيْهَا جِثِيًّا' کا قرینہ دلیل ہے کہ یہ اُن کے جہنم کے اندر کی حالت بیان ہو رہی ہے لیکن اِس کے اندر تو اِن کے رونے چلانے کا ذکر ہونا چاہیے، جیسا کہ دوسرے مقامات میں ہے، نہ کہ اکڑوں بیٹھنے کا۔ اِس مشکل سے بچنے کے لیے اِس کا مفہوم ہمارے مفسرین اور مترجموں نے بدل دیا ہے لیکن یہ تبدیلی لغت سے تجاوز کی نوعیت کی ہے۔ اِس وجہ سے ہم کو اس سے اتفاق نہیں ہے۔[۴:۶۷۹]

۱۰۶۔طٰہٰ ۱۲: بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اگر جوتے صاف ہوں تو ان کے ساتھ مسجد میں جانے میں کوئی ہرج نہیں ہے لیکن یہ بات صحیح نہیں ہے...[۵:۳۱]

۱۰۷۔طٰہٰ ۳۹: فَلْيُلْقِهِ الْيَمُّ بِالسَّاحِلِ ... یہ اُس وحی کا جز نہیں ہے جو موسیٰ علیہ السلام کی ماں کو ہوئی۔ اگر یہ بات بھی وحی میں شامل ہوتی تو اس کی صورت جواب امر کی ہوتی حالانکہ 'فَلْيُلْقِهِ' پر لام امر ہے اس وجہ سے یہ امر غائب ہے۔ جن لوگوں نے اس کا ترجمہ جواب امر کا کیا ہے ان کا ترجمہ بالکل غلط ہے۔[۵:۴۴]

۱۰۸۔طٰہٰ ۸۷: اس آیت کے ایجاز کے سبب سے اِس کی تاویل میں ہمارے مفسرین کو بڑا اضطراب پیش آیا ہے۔[۵:۷۶]

۱۰۹۔طٰہٰ ۱۱۴: ہمارے مفسرین نے اِن آیات کو اس محدود مفہوم میں لیا ہے کہ جبریل علیہ السلام جب آنحضرت ﷺ کو وحی سناتے تو آپ ﷺ اُس کو سیکھنے میں عجلت کر دیتے جس پر آپ ﷺ کو ٹوکا گیا... لیکن یہ بات صحیح نہیں ہے کہ یہاں آپ ﷺ کو اس چیز پر ٹوکا گیا ہے۔[۵:۹۶]

۱۱۰۔الانبیآء ۳۵: آیت میں لفظ فِتْنَةً کو زمخشریؒ نے تاکید فعل کے مفہوم میں لیا ہے لیکن میرے نزدیک یہ مفعول لہٗ ہے۔[۵:۱۴۷]

۱۱۱۔الانبیآء ۴۷: اَلْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ میں 'لِ' کو مفسرین نے 'فی' کے معنی میں لیا ہے لیکن میرے نزدیک یہ غایت ومقصد کے مفہوم میں ہے۔[۵:۱۵۲]

۱۱۲۔طٰہٰ ۱۲۳: جن لوگوں نے محض اِس غلط فہمی کی بنا پر کہ یہاں تثنیٰ کا صیغہ استعمال ہوا ہے اِس کا مخاطب آدم علیہ السلام اور حوا علیہا السلام کو مانا ہے اُن کا خیال بالکل غلط ہے۔[۵:۱۰۲]

۱۱۳۔طٰہٰ ۱۱۸-۱۱۹: اِن دو آیتوں میں اس جنت کی نہایت ہی جامع تعریف ہے جس میں آدم علیہ السلام رکھے گئے تھے... بعض لوگوں نے یہ سمجھا کہ پیاس کا ذکر بھوک کے ساتھ اور دھوپ کا ذکر عریانی کے ساتھ زیادہ موزوں ہوتا، ہمارے نزدیک یہ رائے عربیت کے ذوق سے محرومی کا نتیجہ ہے۔[۵:۹۸]

۱۱۴۔الانبیآء ۶۳: جن لوگوں نے ابراہیم علیہ السلام کے جواب بَلْ فَعَلَهٗ كَبِيْرُهُمْ کو کذب یا خوف پر محمول کیا ہے وہ عربی سے بے خبری کے باعث اِس ارشاد کی بلاغت کو نہ سمجھ سکے۔[۵:۱۶۲]

۱۱۵۔الانبیآء ۷۸-۷۹: یہاں ایک مقدمہ کی طرف اشارہ فرمایا ہے جو داؤد علیہ السلام کی عدالت میں پیش ہوا۔ ہمارے مفسرین نے اس مقدمے کی جو تفصیل پیش کی ہے وہ قرآن سے ایک بالکل خارج چیز ہے۔[۵:۱۷۳]

۱۱۶۔الانبیآء ۸۲: بعض لوگوں نے شیاطین سے ان کافر قوموں کو مراد لیا ہے جو سلیمان علیہ السلام کے زیرنگیں تھیں لیکن ہمارے نزدیک یہ اس لفظ سے ایک قسم کا تجاوز ہے۔[۵:۱۷۷]

۱۱۷۔الانبیآء ۸۷: یونس علیہ السلام کے واقعہ کی روایت میں چونکہ مفسرین نے بڑا گھپلا کر دیا ہے اِس وجہ سے مَیں نے اِس کی صحیح نوعیت واضح کرنے کے لیے اس کی تفصیل پیش کر دی۔[۵:۱۸۲]

۱۱۸۔الانبیآء ۸۷: فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَيْهِ، اِس ٹکڑے کی اگر یہ تاویل لی جائے تو یہ عقل وفطرت کے بالکل مطابق بھی ہے، اِس سے یونس علیہ السلام پر کوئی الزام بھی عائد نہیں ہوتا اور اِس تکلف کی بھی کوئی ضرورت باقی نہیں رہتی جو لوگوں نے 'لَنْ نَّقْدِرَ عَلَيْهِ' کی تاویل میں لغت سے تجاوز کر کے کیا ہے۔ حالانکہ اِس تکلف کے بعد بھی اس مشکل

کوحل نہ کرسکے جو اِس میں ہے۔[۵:۱۸۳]

۱۱۹۔ الانبیآء ۱۰۲: یعنی وہ اِس جہنم سے اِتنے دور رکھے جائیں گے کہ اُن کو اِس کی آہٹ بھی سنائی نہیں دے گی۔ اِس آیت سے اُن لوگوں کے خیال کی نہایت واضح الفاظ میں تردید ہورہی ہے جو سورۂ مریم کی آیت ۷۱ وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا ، کے خطاب کو صحیح طور پر معین نہ کرنے کے سبب سے اِس غلط فہمی میں مبتلا ہو گئے کہ العیاذ باللہ ایک مرتبہ تمام اہل ایمان کو بھی جہنم سے گزرنا پڑے گا۔ ہم نے سورۂ مریم کی آیت مذکورہ کے خطاب کو متعین کر دیا ہے اور آیت زیر بحث کی روشنی میں مفسرین کے اُس عام خیال کی تردید کرکے دونوں آیتوں کی باہمی موافقت واضح کر دی ہے۔[۵:۱۹۳]

۱۲۰۔ الحج: یہ سورہ اپنے مزاج و مطالب کے اعتبار سے مکی ہے۔ اِس کی صرف چار آیات (۳۸-۴۱) ہجرت کے بعد کی ہیں۔ انھی چند آیات کی بنا پر ہمارے مفسرین نے اِس سورہ کے مکی یا مدنی ہونے کے باب میں اِختلاف کیا ہے۔[۵:۲۰۳]

۱۲۱۔ الحج ۱۵: 'یَّنْصُرَهٗ' میں ضمیر کا مرجع 'مَنْ' ہے۔ جن لوگوں نے اس کا مرجع رسول اللہ ﷺ کو مانا ہے اُن کی رائے سیاق و سباق کلام سے بالکل بے جوڑ ہے۔[۵:۲۲۵]

۱۲۲۔ الحج ۱۵: اِن تاویلوں میں جو قباحت ہے اُس سے قطع نظر لفظ 'قطع' کا جو مفہوم اِن حضرات نے لیا ہے وہی محل نظر ہے۔ ہمارے نزدیک یہ تمام اَقوال ضعیف ہیں۔[۵:۲۲۶]

۱۲۳۔ الحج ۱۹: استاذ امام رحمۃ اللہ علیہ کا رجحان، کلام عرب کی روشنی میں اِس بات کی طرف معلوم ہوتا ہے کہ اگر فریق دو سے زیادہ ہوں تو ان کے لیے تثنیہ اور جمع دونوں کے صیغے استعمال ہو سکتے ہیں۔ یہاں 'اِخْتَصَمُوْا' کے صیغۂ جمع سے بھی اِن کے خیال کی تائید نکلتی ہے۔ لیکن میرا رجحان اِس سے مختلف ہے۔[۵:۲۳۱]

۱۲۴۔ الحج ۲۵: 'سَوَآءَ نِ الْعَاكِفُ فِيْهِ وَالْبَادِ' کے الفاظ سے ہمارے فقہاء کی ایک جماعت نے اِس سے یہ مسئلہ بھی استنباط کیا ہے کہ حدودِ حرم میں نہ کوئی گھر کسی کی ذاتی ملکیت ہوسکتا اور نہ وہ کسی دوسرے سے کسی گھر کا کرایہ وصول کرسکتا ہے۔ میرے نزدیک یہ استنباط ضعیف ہے۔[۵:۲۴۰]

۱۲۵۔ الحج ۴۰: 'اِلَّآ اَنْ يَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ' بعض لوگوں نے اِس سے یہ سمجھا ہے کہ قرآن یہاں کلمۂ توحید کو ایک مرنجاں مرنج قسم کے کلمہ کی حیثیت سے پیش کر رہا ہے کہ یہ کسی کے لیے کوئی چڑنے کی چیز تو ہے نہیں، کفارِ قریش خواہ مخواہ کو اِس سے چڑ کر مسلمانوں کے درپے آزاد ہو گئے۔ آخر اس سے کیا فرق پیدا ہوتا ہے کہ کوئی صرف ایک ہی خدا کو مانے! جن لوگوں نے ایسا سمجھا ہے یہ محض اُن کی خوش فہمی ہے۔[۵:۲۵۵]

۱۲۶۔ الحج ۴۷: جن لوگوں نے آیت زیر بحث میں 'یَوْم' سے یومِ قیامت مراد لیا ہے اور اُس کے اِس طول کو اُس کی شدّتِ عذاب سے استعارہ قرار دیا ہے۔ ہمارے نزدیک اُن کی تاویل سیاقِ کلام کے بھی خلاف ہے اور نظائر قرآن کے بھی۔[۵:۲۶۶]

۱۲۷۔ الحج ۵۲: مجھے نہیں معلوم کہ 'تَمَنّٰی' کے اندر بعض لوگوں نے قراءت کرنے کے معنی کہاں سے گھسا دیے ہیں۔ مجھے اِس معنی میں یہ لفظ، کلام عرب میں کہیں نہیں ملا حالانکہ یہ عربی زبان کے کثیر الاستعمال الفاظ میں سے ہے...[۵:۲۶۸]

۱۲۸۔ الحج ۵۲: اِس آیت کی توضیح میں ہم نے اِس قدر تفصیل سے صرف اِس لیے کام لیا ہے کہ کسی کے ذہن میں کوئی خلجان باقی نہ رہ جائے۔ اِس توضیح کے بعد اُس فضول سی روایت کی تردید کی ضرورت باقی نہیں رہی جو ہمارے مفسرین نے، اللہ ان کو معاف کرے، اپنی کتابوں میں اِس آیت کے شانِ نزول کی حیثیت سے درج کر دی ہے...[۵:۲۷۱]

۱۲۹۔ الحج ۶۷: ہم نے ان آیات کے تحت یہ حقیقت بھی اچھی طرح واضح کر دی ہے کہ یہ یہود و نصاریٰ کے ساتھ رواداری کی ہدایت نہیں ہے جیسا کہ بعض لوگوں نے سمجھا ہے، بلکہ یہ ان کے رویہ سے بیزاری کا اِظہار و اعلان ہے۔[۵:۲۸۳]

۱۳۰۔ الحج ۷۸: هُوَ سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ، بعض لوگوں نے 'هُوَ' کا مرجع اللہ تعالیٰ کو مانا ہے لیکن میرے نزدیک ابراہیم علیہ السلام کی اس دعا کی طرف اشارہ ہے جو بقرہ میں یوں وارد ہے 'رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَآ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ'[۵:۲۸۹]

۱۳۱۔ المومنون ۴: جن لوگوں نے اِس کو مصدری معنی یعنی تزکیہ کے مفہوم میں لیا ہے، اُن کی رائے ہمارے نزدیک صحیح نہیں ہے۔[۵:۲۹۸]

۱۳۲۔المومنون ۱۴: یہاں عربی زبان کے اس اسلوب کو بھی یاد رکھیے کہ 'اَفْعَل' کا صیغہ بالخصوص جب کہ وہ جمع کی طرف مضاف ہو بسا اوقات تفضیل و ترجیح کے مفہوم سے مجرد ہو کر محض اعلیٰ مرتبہ صفت کے اظہار کے لیے آتا ہے... [۳۰۵:۵]

۱۳۳۔المومنون ۶۷: 'بِہٖ' کی ضمیر مجرور کا مرجع مفسرین کے ایک گروہ نے لفظ 'آیات' کو قرار دیا ہے، جو اُوپر والی آیت میں مذکور ہے اور اس کو علیٰ سبیل التاویل 'ذکر' اور 'کتاب' کے مفہوم میں لیا ہے۔ ہمارے نزدیک اِس ضمیر کا مرجع رسول ہے۔[۳۲۹:۵]

۱۳۴۔المومنون ۱۱۲: 'قٰلَ' کا فاعل یہاں اللہ تعالیٰ یا کوئی فرشتہ نہیں ہے، جیسا کہ بعض لوگوں نے سمجھا ہے۔ بلکہ یہ قَالَ قَآئِلٌ کے مفہوم میں ہے۔[۳۴۹:۵]

۱۳۵۔النور ۲: 'طَآئِفَة' کے معنی گروہ اور جماعت کے ہیں۔ بعض مفسرین کے نزدیک اِس لفظ کا اطلاق ایک شخص پر بھی ہوتا ہے۔ معلوم نہیں ان حضرات کی اس نادر تحقیق کا ماخذ کیا ہے۔[۳۶۳:۵]

۱۳۶۔النور ۲: زنا کے حوالے سے چوتھی قید فقہا کے ایک گروہ نے یہ عاید کی ہے کہ یہ حد صرف مسلمان پر نافذ ہوگی، غیر مسلم اس سے مستثنیٰ ہیں، یہ بات ہمارے نزدیک صحیح نہیں ہے۔[۳۶۴:۵]

۱۳۷۔النور ۳۱: اَوْ نِسَآئِهِنَّ، میں بعض فقہاء نے صرف مسلمان عورتوں کو مراد لیا ہے لیکن یہ بات صحیح نہیں معلوم ہوتی۔[۳۹۷:۵]

۱۳۸۔النور ۳۱: اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ، سے مراد لونڈی اور غلام دونوں ہیں۔ بعض فقہاء نے اِس سے صرف لونڈیوں کو مراد لیا ہے لیکن اِس تخصیص کا کوئی قرینہ الفاظ میں موجود نہیں ہے۔[۳۹۸:۵]

۱۳۹۔الفرقان ۲۹: وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِلْاِنْسَانِ خَذُوْلاً، میرے نزدیک یہ اظہار حسرت کرنے والوں کے قول کا جزو نہیں ہے، جیسا کہ عام طور پر لوگوں نے سمجھا ہے۔ بلکہ یہ اُن کے قول پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے برمحل تذکیر و تنبیہ ہے کہ شیطان اِس طرح عین وقت پر دغا دینے والا اور ساتھ چھوڑ دینے والا ہے۔[۴۶۱:۵]

۱۴۰۔الشعراء ۱۹۶: 'آیت وَاِنَّهٗ لَفِيْ زُبُرِ الْاَوَّلِيْنَ' کی یہ تاویل جو ہم نے کی ہے نہایت واضح ہے۔ اس کے شواہد پیچھے بھی اِس کتاب میں گزر چکے ہیں۔ آگے بھی آئیں گے لیکن معلوم نہیں کہ کس طرح بعض فقہاء کی طرف یہ بات منسوب کی گئی ہے کہ انہوں نے اِس سے یہ استنباط کیا ہے کہ قرآن کسی عجمی زبان میں بھی پڑھا جا سکتا ہے۔ یہ بات کسی طرح ہماری سمجھ میں نہیں آئی۔[۵۵۹:۵]

۱۴۱۔الشعراء ۲۱۸: حِيْنَ تَقُوْمُ کی تاویل میں مفسرین سے مختلف اقوال منقول ہیں اور ان میں سے ہر قول کی صحت کا احتمال ہے لیکن تَقَلُّبَكَ فِي السّٰجِدِيْنَ کے قرینہ کی بنا پر میں زیادہ قوی ان لوگوں کے قول کو سمجھتا ہوں جنہوں نے اِس سے قیامِ لیل کو مراد لیا ہے۔[۵۶۴:۵]

۱۴۲۔النمل ۴۸: رَهْط، کے معنی قبیلہ اور خاندان کے ہیں۔ یہ اسی شکل میں جمع اور واحد دونوں کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ اس وجہ سے جن لوگوں نے اِس کا ترجمہ شخص کیا ہے ہمارے نزدیک انہوں نے غلط ترجمہ کیا ہے۔[۶۱۲:۵]

۱۴۳۔النمل ۶۶: قرآن نے مشرکین عرب کی ذہنی کشمکش کو 'اِدّٰرَكَ عِلْمُهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ' سے تعبیر فرمایا ہے اور یہ نہایت ہی حقیقت افروز تعبیر ہے۔ لیکن تعجب ہوتا ہے کہ ہمارے مفسرین اِس کی تاویل میں معلوم نہیں کس طرح اُلجھن میں پڑ گئے!۔[۶۲۸:۵]

۱۴۴۔النمل ۸۲: اِس آیت کی یہ تاویل، میرے فہم کے حد تک، قرآن کے الفاظ، نظام اور اُس کے نظائر کی روشنی میں بالکل واضح ہے لیکن ہمارے مفسرین اِس کے تحت ایک عجیب وغریب 'دآبة' کا ذکر کرتے ہیں جو قیامت کے قریب ظاہر ہوگا۔ میرے نزدیک اِس کا تعلق اس آیت سے نہیں بلکہ آثار قیامت کی روایات سے ہے۔[۶۳۵:۵]

۱۴۵۔القصص ۵۸: 'بطر' کے معنی اکڑنے، اِترانے اور فخر و ناز کرنے کے ہیں۔ چونکہ اِس کا استعمال بطور متعدی معروف نہیں ہے اس وجہ سے 'مَعِيْشَتَهَا' کے نصب کے بارے میں بڑا اختلاف ہے...[۶۹۳:۵]

۱۴۶۔القصص ۷۷: وَلَا تَنْسَ نَصِيْبَكَ مِنَ الدُّنْيَا، عام طور پر ہمارے مفسرین نے اس کا یہ مطلب لیا ہے کہ تم اِس دنیا میں سے بھی اپنا حصہ نظر انداز نہ کرو، ہم یہ نہیں کہتے کہ آخرت کی خاطر اس دنیا کو تج دو بلکہ یہ کہتے ہیں کہ آخرت کو بھی فراموش نہ کرو۔ ہمارے نزدیک یہ بات

بالکل غلط ہے اور گوناگوں پہلوؤں سے غلط ہے۔[۵:۷۰۹]

۱۴۷۔العنکبوت ۴۶: اِلَّا الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ، عام طور پر لوگوں نے اِس کا مطلب یہ سمجھا ہے کہ اہل کتاب میں سے جو شریر اور مناظرہ باز ہیں ان کے ساتھ طریقِ احسن کی پابندی ضروری نہیں ہے۔ ان کو ترکی بہ ترکی جواب دیا جائے۔ لیکن میرے نزدیک یہ استثنائے منقطع ہے...[۶:۵۵]

۱۴۸۔الروم ۳۹: 'ربا' اُس مال کو بھی کہتے ہیں جو کسی کو سودی قرض کے طور پر دیا جائے اور اُس سود کو بھی کہتے ہیں جو کسی قرض پر حاصل کیا جائے۔ اِس لفظ کو جن لوگوں نے ہدیہ یا عطیہ کے معنی میں لیا ہے انہوں نے بالکل غلط لیا ہے۔[۶:۹۹]

۱۴۹۔السجدۃ ۵: فِیْ یَوْمٍ کَانَ مِقْدَارُهٗۤ اَلْفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ، عام طور پر لوگوں نے اِس سے مراد قیامت کا دن لیا ہے اور اس دن لوگوں کے اعمال کی جو پیشی خدا کے سامنے ہونی ہے ان کے نزدیک یہ اس کی طرف اشارہ ہے۔ قیامت کا دن چونکہ بہت سخت ہوگا اُس کی اِس سختی کو بطریق استعارہ یوں تعبیر فرمایا کہ وہ ہزار سال کے برابر بن جائے گا۔ ہمارے نزدیک یہ خیال صحیح نہیں ہے۔[۶:۱۵۸]

۱۵۰۔السجدۃ ۲۳: 'اَلْکِتٰب' سے مراد تورات ہے۔ جن لوگوں نے اس کو جنس کتاب کے مفہوم میں لیا ہے اُن کی رائے قرآن کی تصریح کے خلاف ہے[۶:۱۷۱]

۱۵۱۔السجدۃ ۲۳: فَلَا تَکُنْ فِیْ مِرْیَةٍ مِّنْ لِّقَآئِهٖ، اِن نظائر کی روشنی میں آیت زیر بحث پر غور کیجیے تو اِس کا ہر جزو پوری طرح واضح ہو جائے گا۔ ہمارے مفسرین نے اِس کو چونکہ اس کے سیاق و سباق اور اس کے شواہد کی روشنی میں نہیں دیکھا اِس وجہ سے اِس کی تاویل میں اُن کو بڑی الجھن پیش آئی ہے۔[۶:۱۷۲]

۱۵۲۔الاحزاب ۱: آنحضرت ﷺ کو یہاں یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ سے جو خطاب فرمایا ہے یہ محض تعظیم و تکریم کے لیے نہیں ہے، جیسا کہ عام طور پر لوگوں نے سمجھا ہے بلکہ یہ لفظ آپ ﷺ کے فریضۂ منصبی کی یاد دہانی کے لیے یہاں استعمال ہوا ہے۔[۶:۱۸۵]

۱۵۳۔الاحزاب ۱۰: 'وَتَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ الظُّنُوْنَا' آیت زیر بحث کا اشارہ انہی لوگوں کی طرف ہو سکتا ہے جو ضعیف الایمان تھے۔ اِس بنا پر ہم ان تفسیری روایات کو بالکل بے سروپا سمجھتے ہیں جن میں یہ تاثر دینے کی کوشش کی گئی کہ العیاذ باللہ غزوۂ احزاب کے موقع پر ایک آدھ آدمیوں کے سوا اور کوئی شخص مسلمانوں میں عزم و ہمت رکھنے والا نہیں نکلا۔[۶:۲۰۰]

۱۵۴۔الاحزاب ۲۴: 'اِنْ شَآءَ اَوْ یَتُوْبَ عَلَیْهِمْ' اِس ٹکڑے سے جن لوگوں نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ اللہ تعالیٰ جن کو چاہے گا توبہ و استغفار کے بغیر ہی بخش دے گا۔ انہوں نے توبہ کے معاملے میں اللہ تعالیٰ کی سنت کو نہیں سمجھا ہے...[۶:۲۱۱]

۱۵۵۔الاحزاب ۲۸-۲۹: ہمارے مفسرین نے اِن آیات کا پس منظر یہ بتایا ہے کہ فتح خیبر کے بعد جب مسلمانوں کو فی الجملہ معاشی کشادگی حاصل ہوئی تو آنحضرت ﷺ کی ازواج نے بھی آپ ﷺ سے مطالبہ کیا کہ اِن کو بھی زندگی کی راحتوں اور زینتوں سے متمتع ہونے کا موقع دیا جائے۔ اُن کے اِس مطالبہ پر بطور عتاب یہ آیات نازل ہوئیں۔ ہمارے نزدیک کئی پہلوؤں سے یہ بات نہایت کمزور ہے۔[۶:۲۱۶]

۱۵۶۔الاحزاب ۳۳: 'جاہلیت' کے ساتھ یہاں 'اولیٰ' کی صفت کی بنا پر ہمارے مفسرین نے اِس سے حضرت نوح علیہ السلام یا حضرت ادریس علیہ السلام کے زمانہ کی جاہلیت مراد لی ہے۔ لیکن اس تکلف کی ضرورت نہیں ہے۔[۶:۲۲۲]

۱۵۷۔الاحزاب ۳۷: 'وَتُخْفِیْ فِیْ نَفْسِکَ مَا اللّٰهُ مُبْدِیْهِ وَتَخْشَی النَّاسَ وَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشٰهُ' اِس ٹکڑے کے تحت ہمارے غیر محتاط مفسرین نے فضول قسم کی جو روایات نقل کر دی ہیں اُن سے تعرض کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ بالکل بے اَصل ہیں۔[۶:۲۳۵]

۱۵۸۔الاحزاب ۳۷: بعض لوگوں نے لفظ 'زَوَّجْنٰکَهَا' سے یہ سمجھا کہ یہ نکاح آسمان ہی پر ہو گیا تھا، زمین پر اِس کی رسم ادا کرنے کی ضرورت پیش نہیں آئی۔ لیکن ابن ہشام میں وہ ساری تفصیل موجود ہے جو اوپر ہم نے نقل کی ہے۔[۶:۲۳۶]

۱۵۹۔الاحزاب ۴۰: 'وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ' نبی اور

رسول کے درمیان نسبت عام اور خاص کی ہے۔ ہر رسول نبی لازماً ہوتا ہے لیکن ہر نبی کا رسول ہونا لازمی نہیں۔ اس وجہ سے اگر حضور ﷺ خاتم الانبیاء ہیں تو 'خاتم الرسل' بدرجۂ اولیٰ ہوئے۔[۲۳۸:۶]

۱۶۰۔الاحزاب ۵۰: اس آیت کے متعلق، بعض روایات کی بنا پر لوگوں نے یہ گمان کیا ہے کہ یہ حضور ﷺ کے تمام نکاحوں کے بعد نازل ہوئی اور اس کے ذریعہ سے گویا آپ ﷺ کو یہ اطمینان دلا دیا گیا کہ آپ ﷺ نے جتنے نکاح کیے سب جائز ہیں۔ ہمارے نزدیک یہ بات صحیح نہیں ہے۔[۲۵۶:۶]

۱۶۱۔الاحزاب ۵۶: 'سَلِّمُوۡا تَسۡلِيۡمًا' میں مصدر تاکید و تکثیر کے مفہوم پر دلیل ہے۔ اس وجہ سے ہم اُن فقہاء کی رائے کو صحیح نہیں سمجھتے جو کہتے ہیں کہ اگر عمر بھر میں ایک مرتبہ بھی کوئی درود پڑھ لے تو اس آیت کا حق ادا ہو جائے گا۔[۲۶۷:۶]

۱۶۲۔سبا ۱۲: 'وَمِنَ الۡجِنِّ مَنۡ يَّعۡمَلُ بَيۡنَ يَدَيۡهِ بِاِذۡنِ رَبِّهٖ' بعض لوگوں نے جنّوں سے دیو ہیکل اور طاقتور آدمی مراد لیے ہیں لیکن یہ خیال صحیح نہیں ہے۔ اِس لیے کہ سورۂ نمل میں صاف تصریح ہے کہ سلیمان علیہ السلام کا لشکر جنّوں، اِنسانوں اور پرندوں سب پر مشتمل تھا۔[۳۰۲:۶]

۱۶۳۔سبا ۱۳: جہاں تک بے جان چیزوں کی صورتوں اور مورتوں کا تعلق ہے ان کے جواز میں تو کوئی اختلاف رائے نہیں ہے لیکن جاندار چیزوں، بالخصوص فرشتوں کی مورتوں کا معاملہ سمجھ میں نہیں آتا کہ سلیمان علیہ السلام نے اِس کو کس طرح جائز سمجھا۔ اگر اس کا جواب یہ دیا جائے جیسا کہ عام طور پر ہمارے مفسرین نے دیا ہے کہ بنی اسرائیل کی شریعت میں یہ چیزیں حرام نہیں تھیں، تو یہ جواب تورات سے ناواقفیت پر مبنی ہے۔[۳۰۴:۶]

۱۶۴۔سبا ۲۴: 'وَاِنَّاۤ اَوۡ اِيَّاكُمۡ لَعَلٰى هُدًى اَوۡ فِىۡ ضَلٰلٍ مُّبِيۡنٍ' ہمارے نزدیک یہ ٹکڑا موادعت کے مفہوم میں ہے نہ کہ ملاطفت کے مفہوم میں، جیسا کہ عام طور پر لوگوں نے سمجھا ہے۔[۳۱۷:۶]

۱۶۵۔سبا ۲۵: یہ اظہار رواداری کے مفہوم میں نہیں بلکہ اظہارِ بیزاری کے مفہوم میں ہے۔ سیاق و سباق پر نگاہ نہ رکھنے کے سبب سے لوگوں کو غلط فہمی ہوئی۔[۳۱۸:۶]

۱۶۶۔سبا ۳۱: 'وَلَا بِالَّذِىۡ بَيۡنَ يَدَيۡهِ' کی دو تاویلیں لوگوں نے کی ہیں ایک یہ کہ اِس سے مراد قرآن سے پہلے نازل ہونے والے آسمانی صحیفے ہیں۔ دوسری یہ کہ اس عذاب اور قیامت کی طرف اشارہ ہے جس سے قرآن ان کو آگاہ کر رہا تھا۔ ہمارے نزدیک یہ دوسرا قول سیاق و سباق سے زیادہ اوفق ہے۔[۳۲۴:۶]

۱۶۷۔فاطر ۳۲: مفسرین نے عام طور پر 'الَّذِيۡنَ اصۡطَفَيۡنَا مِنۡ عِبَادِنَا' سے امت مسلمہ کو مراد لیا ہے اور پھر اِس سے یہ نتیجہ بھی، معلوم نہیں کس طرح نکال لیا ہے کہ یہ ظالمین بھی بخش دیے جائیں گے۔[۳۸۴:۶]

۱۶۸۔یٰس ۱: یہ اِس سورہ کا قرآنی نام ہے۔ بعض لوگوں نے اس کے معنی 'يٰۤاَيُّهَا الۡاِنۡسَانُ' کے لیے ہیں لیکن یہ بات بالکل بے دلیل ہے۔[۴۰۰:۶]

۱۶۹۔یٰس ۱۳: قرآن نے اس بستی کا نام نہیں لیا ہے اِس وجہ سے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اِس سے کون سی بستی مراد ہے؟ مفسرین نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ اِس سے مراد انطاکیہ ہے اور یہاں جن رسولوں کا ذکر ہے وہ اللہ کے رسول نہیں بلکہ عیسیٰ علیہ السلام کے بھیجے ہوئے سفیر تھے جن کو حضرت علیہ السلام نے اپنے شاگردوں میں سے اِنتخاب کر کے انطاکیہ والوں کے انذار کے لیے بھیجا تھا۔ میرے نزدیک یہ قول متعدد وجوہ سے بے بنیاد ہے۔[۴۰۵:۶]

۱۷۰۔یٰس ۳۵: 'مِنۡ ثَمَرِهٖ' کی ضمیر کے مرجع کے بارے میں اہل تاویل کا اختلاف ہے۔ اکثر لوگوں نے اس کا مرجع اللہ تعالیٰ کو مانا ہے (یعنی لوگ اللہ تعالیٰ کے بخشے ہوئے پھل کھائیں اور اس کے شکرگزار رہیں)۔ اِس تاویل میں مجھے تکلف محسوس ہوتا ہے۔ میرے نزدیک اِس ضمیر کا مرجع، ارض، ہی ہے جس کا ذکر اوپر سے چلا آ رہا ہے۔[۴۲۴:۶]

۱۷۱۔یٰس ۸۰: 'الشجر الاخضر' سے مراد وہ درخت ہیں جو عرب کے بعض علاقوں میں پائے جاتے ہیں اور صحراؤں کے مسافران کی شاخوں سے چقماق کا کام لیتے رہے ہیں۔ سلف میں سے بعض لوگوں نے اِس آیت کی تاویل اِس سے مختلف بھی کی ہے لیکن مجھے اِس میں تکلّف محسوس ہوتا ہے۔[۴۴۵:۶]

۱۷۲۔الصّٰفّٰت۱-۳: یہاں عربی زبان کا یہ قاعدہ پیش نظر رہے کہ جب صفات کا بیان اِس طرح 'ف' کے ساتھ ہو جس طرح یہاں ہے تو یہ دو باتوں پر دلیل ہوتا ہے۔ ایک اِس بات پر کہ یہ تمام صفات ایک ہی چیز کی ہیں۔ اِس وجہ سے جن لوگوں نے ان صفات کے الگ الگ موصوف قرار دیے ہیں۔ ان کی رائے ہمارے نزدیک عربیت کے خلاف ہے۔ دوسری اِس بات پر کہ ان صفات میں ایک تدریجی ترتیب ہے۔[۶:۴۵۳]

۱۷۳۔الصّٰفّٰت۲۸: 'تَاْتُوْنَنَا عَنِ الْيَمِيْنِ' کے ٹکڑے کی تاویل میں ہمارے مفسرین کو بڑی الجھن پیش آئی ہے۔ اِس کی وجہ یہ ہے کہ یہ حضرات اسلوبِ کلام کی اس ندرت کو نہیں سمجھ سکے جو یہاں ملحوظ ہے۔[۶:۴۶۳]

۱۷۴۔الصّٰفّٰت۸۸-۹۳: یہ اصل واقعہ کی سیدھی سادی شکل ہے جو الفاظِ قرآن سے سامنے آتی ہے لیکن مفسرین نے معلوم نہیں کس طرح اس کے تحت بعض ایسی روایتیں نقل کر دی ہیں جن سے یہ بات نکلتی ہے کہ نعوذ باللہ ابراہیم علیہ السلام نے اِس موقع پر غلط بیانی کی اور وہ ستاروں کے مؤثر ہونے پر عقیدہ رکھتے تھے۔[۶:۴۸۰]

۱۷۵۔الصّٰفّٰت۹۶: بعض متکلمین نے 'وَمَا تَعْمَلُوْنَ' سے یہ استدلال کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی بندوں کے افعال و اعمال کا بھی خالق ہے۔ اِس آیت سے یہ استدلال ہمارے نزدیک بالکل بے محل ہے۔[۶:۴۸۲]

۱۷۶۔الصّٰفّٰت۱۰۳: پیشانی کے بل پچھاڑنے کی توجیہ بعض لوگوں نے یہ کی ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے چاہا کہ ذبح کے وقت بیٹے کا محبوب چہرہ سامنے نہ ہو تاکہ رقتِ قلب چھری چلانے میں مانع نہ ہو۔ لیکن یہ توجیہ میرے نزدیک صحیح نہیں ہے۔[۶:۴۸۵]

۱۷۷۔الصّٰفّٰت۱۰۵: جن لوگوں نے اِس سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنا حکم عمل سے پہلے ہی منسوخ کر دیا انہوں نے غیر ضروری تکلف کیا ہے۔[۶:۴۸۶]

۱۷۸۔الصّٰفّٰت۱۱۳: 'عَلَيْهِ' کی ضمیر مجرور کا مرجع اسمٰعیل علیہ السلام ہیں۔ جن لوگوں نے ابراہیم علیہ السلام کو مرجع قرار دیا ہے، اُن کی رائے بالکل غلط ہے۔[۶:۴۸۸]

۱۷۹۔الصّٰفّٰت۱۲۳: 'الیاس' سے مراد وہی ہیں جن کا ذکر تورات میں 'ایلیا' کے نام سے ہوا ہے ... بعض لوگوں نے اِن سے ادریس علیہ السلام کو مراد لیا ہے لیکن یہ خیال غلط ہے...[۶:۴۹۰]

۱۸۰۔الصّٰفّٰت۱۵۸: زمخشریؒ کو معلوم نہیں کیا مغالطہ پیش آیا کہ یہاں انہوں نے جنّوں سے فرشتوں کو مراد لیا ہے۔ ہم نے بات کی صحیح تاویل واضح کر دی ہے۔ قرآن میں ملائکہ اور جنّات کا ذکر دو بالکل مختلف الجنس اور مختلف الصفات مخلوقات کی حیثیت سے ہوا ہے۔ اِن دونوں کو ایک قرار دینے کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔[۶:۵۰۰]

۱۸۱۔صٓ ۱: 'صٓ' اِس سورہ کا قرآنی نام ہے۔ بعض لوگوں نے اِس کے معنی متعین کرنے کی کوشش کی ہے لیکن ہمارے نزدیک یہ محض تکلّف ہے۔[۶:۵۱۱]

۱۸۲۔صٓ ۷: بعض لوگوں نے 'ملت آخرۃ' سے ملت عیسوی کو مراد لیا ہے لیکن اِس کا کوئی قرینہ یہاں نہیں ہے۔ ملت عیسوی کا حوالہ تو اس شکل میں ان کے لیے معتبر و مؤثر ہوتا جب وہ اور ان کے عوام اس کے معتقد ہوتے یا آنحضرت ﷺ نے توحید کی دعوت ملتِ عیسوی کی بنیاد پر دی ہوتی۔[۶:۵۱۵]

۱۸۳۔صٓ ۲۴: قرآن کے اَلفاظ سے جو بات نکلتی ہے وہ تو زیادہ سے زیادہ اِسی حد تک جاتی ہے۔ رہے وہ مزخرف قصے جو تفسیر کی بعض کتابوں میں نقل ہوئے ہیں تو اُن کی نسبت ہماری دعا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو معاف کرے جو اپنی کتابوں میں اِن کو نقل کرنے کے مرتکب ہوئے ہیں۔[۶:۵۲۶]

۱۸۴۔صٓ ۳۴: یہ سلیمان علیہ السلام کی انابت کا دوسرا واقعہ بیان ہو رہا ہے۔ اِس واقعہ کی شکل بھی تفسیر کی کتابوں میں چونکہ بہت بدنما بنا دی گئی ہے اس وجہ سے اِس کو بھی پہلے سادہ الفاظ میں سمجھ لیجیے، اِس کے بعد الفاظِ قرآن پر غور فرمایئے...[۶:۵۳۳]

۱۸۵۔صٓ ۳۹: 'فَامْنُنْ اَوْ اَمْسِكْ' یہ اُن کے اُس اختیار کا بیان ہے جو ہر مالک کو اس کی ملکیت اور ہر بادشاہ کو اس کی مملکت میں حاصل ہوتا ہے۔[۶:۵۳۶]

۱۸۶۔صٓ ۴۴: مفسرین نے عام طور پر یہ سمجھا ہے کہ قسم انہوں نے اپنی بیوی کو سو کوڑے مارنے کی کھائی تھی لیکن قرآن میں اس کی طرف کوئی اشارہ نہیں ہے اور قرینہ بھی اِس کے خلاف ہے۔[۵۴۲:۶]

۱۸۷۔الزمر ۲۰: 'مَّبۡنِيَّةٌ' یہاں آراستہ و پیراستہ (Furnished) کے مفہوم میں ہے۔عربی میں 'بنی الدار' جس طرح مکان بنانے کے مفہوم میں آتا ہے اِسی طرح مکان آراستہ کرنے کے مفہوم میں بھی آتا ہے۔ مفسرین نے اِس معنی کی طرف توجہ نہیں کی ہے لیکن قرآن اور کلامِ عرب میں اِس کے شواہد موجود ہیں۔[۵۷۶:۶]

۱۸۸۔الزمر ۲۳: 'مَثَانِيَ' یہ قران کی سورتوں کے جوڑے جوڑے ہونے کی طرف اشارہ ہے۔جن لوگوں نے اس کے معنی بار بار دہرائی ہوئی چیز کے لیے ہیں، اُن کی رائے لغت اور نظائرِ قرآن کے خلاف ہے۔[۵۸۲:۶]

۱۸۹۔المومن ۵۱: اس آیت کی تاویل میں ہمارے مفسرین کو بڑی الجھن پیش آئی ہے اس لیے کہ اِس میں نہایت صراحت کے ساتھ اِس کا وعدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ رسولوں اور ان پر ایمان لانے والوں کی اس دنیا میں بھی مدد فرماتا ہے۔اِس الجھن کی وجہ یہ ہے کہ اِن حضرات کے سامنے وہ فرق واضح طور پر نہیں ہے جو رسول اور نبی کے درمیان ہے۔[۴۹:۷]

۱۹۰۔حٰمٓ السجدۃ ۸: 'غَيۡرُ مَمۡنُوۡنٍ' کی تاویل بعض لوگوں نے اِس سے مختلف بھی کی ہے لیکن قرآن کے نظائر سے تائید اسی تاویل کی ہوتی ہے جو ہم نے اختیار کی ہے۔قرآن میں بعض جگہ یہی مضمون 'عَطَآءً غَيۡرَ مَجۡذُوۡذٍ' کے الفاظ سے ادا کیا گیا ہے۔ظاہر ہے کہ اِس کے معنی ایسی بخشش کے ہیں جس کا سلسلہ کبھی منقطع نہ ہو۔[۸۱:۷]

۱۹۱۔حٰمٓ السجدۃ ۱۱: 'ائۡتِيَا طَوۡعًا' اسی طرح کا اسلوب ہے جس طرح سلیمان علیہ السلام نے ملکۂ سبا کو اپنے نامہ میں لکھا تھا کہ 'وَاۡتُوۡنِيۡ مُسۡلِمِيۡنَ'۔جن لوگوں نے اس کے معنی اس سے الگ لیے ہیں انہوں نے اسلوب زبان سے ناواقفیت کے باعث بالکل غلط معنی لیے ہیں۔[۸۵:۷]

۱۹۲۔حٰمٓ السجدۃ ۴۵: امام رازیؒ کے نزدیک 'مِنۡهُ' میں ضمیر کا مرجع قرآن ہے لیکن میرے نزدیک اِس کا مرجع تورات ہی ہے۔[۱۱۸:۷]

۱۹۳۔حٰمٓ السجدۃ ۴۹: عام طور پر لوگوں نے اس آیت کا یہ مطلب لیا ہے کہ اِس طرح کے لوگ اپنی دنیاوی کامیابیوں اور ترقیوں کے لیے دعا کرنے میں بڑے سرگرم ہوتے ہیں۔ان کے نزدیک 'دعائے خیر' سے مراد یہی دنیوی ترقیوں کی دعا ہے لیکن یہ بات عام تجربہ و مشاہدہ کے بالکل خلاف ہے۔[۱۲۴:۷]

۱۹۴۔الشوریٰ ۷: 'وَمَنۡ حَوۡلَهَا' سے بعض لوگوں نے تمام عالم کو مراد لیا ہے۔لیکن 'مَنۡ حَوۡلَهَا' کی یہ تاویل الفاظ کے حدود سے اوّل تو صریح تجاوز ہے۔پھر اَصل مقصد کے لیے اِس کی کوئی ضرورت بھی نہیں ہے۔[۱۴۳:۷]

۱۹۵۔الشوریٰ ۱۴: عام طور پر لوگوں نے 'کتاب' سے قرآن کو مراد لیا ہے لیکن اِس کا کوئی قرینہ نہیں ہے۔[۱۵۵:۷]

۱۹۶۔الشوریٰ ۲۳: 'قُلۡ لَّاۤ اَسۡـَٔلُكُمۡ عَلَيۡهِ اَجۡرًا اِلَّا الۡمَوَدَّةَ فِي الۡقُرۡبٰى' یہاں استثناء میرے نزدیک منقطع اور قربیٰ مصدر کے مفہوم میں ہے جس طرح 'زلفیٰ' اور 'بشریٰ' وغیرہ اِس وزن کے دوسرے الفاظ ہیں۔مطلب یہ ہے کہ قریش کے اِن برخود غلط لیڈروں کو آگاہ کردو کہ تمہاری تمام ناقدریوں، بےزاریوں اور دل آزاریوں کے باوجود مَیں اِس طرح جو اپنے رات دن تمہارے پیچھے ایک کیے ہوئے ہوں تو یہ نہ سمجھو کہ اِس میں میری کوئی ذاتی غرض پوشیدہ ہے... تم میرے خاندان اور میری قوم کے لوگ ہو اس وجہ سے مجھ پر یہ حق ہے کہ جو ہدایت اور آگاہی خدا کی طرف سے مَیں لے کر آیا ہوں اس سے سب سے پہلے تم کو آگاہ کروں...

۱۔استاذ امامؒ اِس آیت کو ذرا مختلف زاویہ سے دیکھتے ہیں۔وہ اس استثناء کو استدراک کے مفہوم میں لیتے ہیں۔اِن دونوں تاویلوں میں زیادہ بُعد نہیں ہے اس لیے کہ انقطاع اور استدراک دونوں ایک ہی نوع کی چیز ہے۔تاہم دونوں میں کچھ فرق ہے۔

۲۔عام طور پر لوگوں نے اس کا یہ مطلب لیا ہے کہ مَیں تم سے کوئی اجر تو نہیں مانگتا، بس یہ چاہتا ہوں کہ میرے اور تمہارے درمیان جو قرابت ہے اس کی بنا پر میرے ساتھ حسنِ معاشرت کا برتاؤ رکھو۔اِس تاویل میں جو ضعف ہے وہ بالکل ظاہر ہے۔حسنِ معاشرت کا سوال بھی ایک اجر ہی

کا سوال ہے۔ کسی نبی نے بھی اپنی دعوت کے صلہ میں اپنی قوم سے اپنے ساتھ حسنِ معاشرت کی اپیل نہیں کی۔

۳۔ بعض گمراہ فرقوں نے اِس کے یہ معنی لیے ہیں کہ مَیں اِس دعوت پر تم سے بس یہ اجر مانگتا ہوں کہ میرے اقرباء کے ساتھ محبت کرو۔ یہ تاویل آیت کے الفاظ، دوسرے نصوص اور عقل کے بالکل خلاف ہے۔![۷:۱۶۵-۱۶۷]

۱۹۷۔ الشوریٰ ۵۲:۔ اُستاذ امامؒ یہاں ایمان سے حکمت مراد لیتے ہیں...[۷:۱۹۵]

۱۹۸۔ الزخرف ۱۸: یہ امر یہاں اچھی طرح ملحوظ رہے کہ عورت پر یہ تبصرہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہیں ہے بلکہ اُن اہل عرب کی طرف سے ہے جو فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں قرار دیتے تھے...[۷:۲۱۶]

۱۹۹۔ الزخرف ۳۸: 'مشرقین' کا مفہوم عام طور پر مفسرین نے مشرق اور مغرب لیا ہے لیکن میرے نزدیک یہ صحیح نہیں ہے...[۷:۲۳۰]

۲۰۰۔ الدخان ۲: 'وَ' یہاں قسم کے لیے ہے۔ عام طور پر ہمارے مفسرین نے اس کا مقسم علیہ بعد والی آیت 'اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ'... کو قرار دیا ہے۔ اگرچہ زبان کے قواعد کے اعتبار سے اِس میں کوئی خامی نہیں ہے لیکن مجھے اِس پر پورا اطمینان نہیں ہے۔[۷:۲۶۷]

۲۰۱۔ الدخان ۱۰: مفسرین میں سے ایک گروہ کے نزدیک یہ دھواں ظہور قیامت کے وقت ظاہر ہوگا۔ ایک دوسرے گروہ نے اس سے ایک قحط مراد لیا ہے جو ان کے بیان کے مطابق، ہجرت کے بعد نبی ﷺ کی بددعا کے نتیجہ میں قریش پر آیا اور اس نے اتنی شدت اختیار کر لی کہ لوگ مردار تک کھانے پر مجبور ہو گئے اور بھوک سے ہر شخص کا یہ حال ہوا کہ آسمان کی طرف لوگ نظر اٹھاتے تو وہ بالکل دھواں ہی دھواں نظر آتا۔ عام طور پر ہمارے مفسرین نے اِسی دوسرے قول کو اختیار کیا ہے لیکن مجھے اِس میں کئی باتیں کھٹکتی ہیں۔[۷:۲۷۳]

۲۰۲۔ الدخان ۵۳: 'سُنْدُسٍ' اور 'اِسْتَبْرَقٍ' ریشمی کپڑوں کے نام ہیں۔ بعض لوگوں نے اِن کے درمیان باریک اور دبیز کا فرق کیا ہے۔ لیکن یہ ذکر جنت کے 'سُنْدُسٍ' اور 'اِسْتَبْرَقٍ' کا ہے۔ اِس وجہ سے یہ بحث غیر ضروری ہے۔ اِن کی اصل حقیقت صرف اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے۔[۷:۲۹۲]

۲۰۳۔ الدخان ۵۸: 'تَیْسِیْر' کے معنی کسی شے کو کسی مقصد کے لیے موزوں، سازگار اور ہر پہلو سے مستحکم و استوار بنانا ہے۔ یَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ کے معنی ہوں گے قرآن کو تعلیم و تذکیر کے مقصد کے لیے تمام ضروری لوازم سے آراستہ کر کے نہایت موزوں بنایا ہے۔[۷:۲۹۳]

۲۰۴۔ الجاثیۃ ۱۴: 'لِیَجْزِیَ قَوْمًا' میں 'قوم' سے مراد یہی مخالفین ہیں جن کا ذکر اوپر سے چلا آ رہا ہے۔ اِس لفظ کی تنکیر اظہارِ نفرت و بیزاری کے لیے ہے۔ جن لوگوں نے اِس سے مسلمانوں کو مراد لیا ہے انھوں نے سیاق و سباق کی دلالت اور اسلوب کی بلاغت پر غور نہیں کیا۔[۷:۳۱۱]

۲۰۵۔ الجاثیۃ ۲۴: اِس آیت سے بعض لوگوں نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ عرب میں دہریوں کا بھی ایک گروہ تھا جو خدا اور قیامت وغیرہ کا قطعی منکر تھا۔ میرے نزدیک یہ خیال صحیح نہیں ہے۔ اہل عرب منکر نہیں بلکہ مشرک تھے۔[۷:۳۲۶]

۲۰۶۔ الاحقاف ۱۰: یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ شاہد سے کس کی طرف اشارہ ہے۔ اِس سوال کے تین جواب ہمارے مفسرین نے دیے ہیں:۔ ہمارے نزدیک یہ اشارہ سیدنا مسیح علیہ السلام کی طرف ہے۔[۷:۳۵۲]

۲۰۷۔ الاحقاف ۱۲: عام طور پر لوگوں نے یہ سمجھا ہے کہ قرآن چونکہ تورات کو ایک آسمانی کتاب تسلیم کرتا ہے اِس وجہ سے قرآن بھی ایک آسمانی کتاب ہوا۔ یہ بالکل لایعنی ہے۔[۷:۳۵۷]

۲۰۸۔ الاحقاف ۱۷: 'اَلَّذِیْ' جب تمثیل کے لیے آتا ہے تو یہ ضروری نہیں ہوتا کہ اِس سے لازماً کسی خاص شخص ہی کو مراد لیا جائے بلکہ اِس سے مراد ہر وہ شخص ہوگا جس پر تمثیل منطبق ہو۔[۷:۳۶۶]

۲۰۹۔ الاحقاف ۳۱: جن لوگوں نے اِس آیت کے اندر 'مِنْ' کو ایک بالکل زائد چیز سمجھ کر اُس کی تاویل کی ہے اُنھوں نے اس کا حق ادا نہیں کیا ہے۔ قرآن میں ایک حرف بھی زائد نہیں ہے۔ اور یہ بات بھی یاد

رکھنی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کے معاملے میں جس طرح بے جا قنوطیت ناجائز ہے اُس طرح بے جا رجائیت بھی ایک فتنہ ہے۔ نقطۂ اعتدال بیم و رجا دونوں کے بین بین ہے۔[۷:۳۷۹]

۲۱۰۔الاحقاف ۳۲: قرآن کی بنیادی دعوت اِنسانوں اور جنّوں دونوں کے لیے یکساں ہے لیکن یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ نبی ﷺ جنّوں کے لیے بھی اُسی طرح رسول تھے جس طرح انسانوں کے لیے تھے۔[۷:۳۸۲]

۲۱۰۔محمد ۴: یہ امر واضح رہے کہ جہاں تک مشرکینِ عرب یا بالفاظ دیگر مشرکین بنی اسمٰعیل کا تعلق ہے ان پر اللہ تعالیٰ نے انہی کے اندر سے ایک رسول بھیج کر ان پر حجت تمام کر دی۔ اِس وجہ سے دوسرے غیر مسلموں کی طرح اِن کے لیے یہ رعایت نہیں تھی کہ وہ اِسلامی حکومت کے اندر ذِمّی یا معاہد بن کر رہ سکیں یا ان کو غلام بنایا جا سکے۔ان کے لیے صرف دو ہی راستے تھے یا اِسلام قبول کریں یا تلوار...[۷:۳۹۸]

۲۱۲۔الفتح ۴: حضرت امام ابوحنیفہؒ سے یہ بات جو منسوب کی جاتی ہے کہ وہ ایمان کے گھٹنے بڑھنے کے قائل نہیں تھے تو اس کا ایک خاص محل ہے۔ اِس سے اُن کی مراد وہ قانونی ایمان ہے جس پر ایک اسلامی ریاست میں ایک مسلمان کے شہری حقوق قائم ہوتے ہیں، نہ کہ وہ ایمان جس پر آخرت کے مدارج و مقامات مبنی ہیں...[۷:۴۴۲]

۲۱۳۔الفتح ۸: 'شَاهِدٌ' کے معنی ہیں، گواہی دینے والا، یعنی لوگوں کے سامنے اللہ کے دین کی گواہی دینے والا۔ عام طور پر لوگوں نے اِس سے وہ گواہی مراد لی ہے جو آپ آخرت میں دیں گے۔ لیکن ہمارے نزدیک یہ بات صحیح نہیں ہے۔[۷:۴۴۹]

۲۱۴۔الفتح ۹: عام طور پر لوگوں نے تُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ کا تعلق بھی اللہ تعالیٰ ہی سے مانا ہے۔ان کے خیال میں اگر ضمیر مفعول کا مرجع رسول مانا جائے تو اِس سے بُعد پیدا ہو جاتا ہے۔ ہمارے نزدیک یہ خیال غلط فہمی پر مبنی ہے۔ یہاں ترتیب صعودی ہے، اِس وجہ سے بُعد نہیں پیدا ہوتا...[۷:۴۵۰]

۲۱۵۔الفتح ۱۰: عام طور پر لوگوں نے اِس آیت کو بیعتِ رضوان سے متعلق سمجھا ہے حالانکہ اِس کو بیعت رضوان سے کوئی خاص تعلق نہیں ہے۔ یہ سمع و طاعت کی اُس عام بیعت کا ذکر ہے جو ہر ایمان لانے والا رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ پر کرتا تھا۔[۷:۴۵۱]

۲۱۷۔الفتح ۱۵: بعض لوگوں نے كَذٰلِكُمْ قَالَ اللّٰهُ مِنْ قَبْلُ سے اُس قول کو مراد لیا ہے جس کا ذکر سورۂ توبہ کی آیت ۸۲ میں ہے۔ لیکن یہ بات صحیح نہیں ہو سکتی۔[۷:۴۵۵]

۲۱۷۔الفتح ۲۷: 'فتح قریب' سے عام طور پر لوگوں نے 'فتح خیبر' کو مراد لیا ہے لیکن میرے نزدیک اِس سے معاہدۂ حدیبیہ ہی مراد ہے جس کو اِسی سورہ کی تمہید میں 'فتح مبین' سے تعبیر فرمایا ہے۔ یہی فتح قریب، فتح مکہ کا دیباچہ ثابت ہوئی...[۷:۴۶۸]

۲۱۸۔الفتح ۲۹: مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ، کا ترجمہ عام طور پر مترجموں نے مبتدا اور خبر کا کیا ہے لیکن میرے نزدیک 'رَسُوْلُ اللّٰهِ' یہاں صفت اور عطف بیان کے حکم میں ہے۔ خبر اس کی آگے اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ ... الاٰیۃ ہے۔ یہ تورات میں وارد ایک تمثیل کی طرف اشارہ ہے۔[۷:۴۷۰]

۲۱۹۔الفتح ۲۹: اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ، کا صحیح مفہوم نہ سمجھنے کے باعث بعض لوگ اِس غلط فہمی میں مبتلا ہو گئے کہ اسلام روزمرہ زندگی کے سلوک و طرزِ عمل میں یہ چاہتا ہے کہ ہر مسلمان کا رویہ ہر غیر مسلم کے ساتھ کرخت اور بیزارانہ ہو حالانکہ یہ بات نہ قرآن کے الفاظ سے نکلتی ہے اور نہ نبی ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہؓ کے طرزِ عمل سے اِس کی تائید ہوتی ہے۔[۷:۴۷۲]

۲۲۰۔الفتح ۲۹: 'سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ' یہ صحابہؓ کی خاص علامت اِمتیاز کی طرف اشارہ ہے کہ اُن کے چہروں پر سجدوں کے نشان نمایاں ہیں۔ الفاظ سے یہ بات صاف نکل رہی ہے کہ یہاں وہی نشان مراد ہیں جو کثرتِ سجود سے پیشانی پر پڑ جاتے ہیں اور یہ بات بھی بالکل واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ کو یہ نشان بہت محبوب ہیں یہاں تک کہ وہ چاہتا ہے کہ اس دنیا کے اندر یہ اُمّت اِسی نشان سے دوسری امتوں کے مقابل میں پہچانی جائے۔ یہ ساری باتیں الفاظ قرآن سے واضح ہیں۔[۷:۴۷۳]

۲۲۱۔الحجرات ۶: اِس آیت کے تحت ہمارے مفسرین نے، اپنی عادت کے مطابق، ایک شانِ نزول کا بھی ذکر کیا ہے ...میرے

نزدیک یہ شانِ نزول روافض کی ، ایجادات ، میں سے ہے جس سے انہوں نے صرف ولیدؓ ہی کو بدنام کرنا نہیں چاہا ہے بلکہ حضرت عثمانؓ کو بھی مطعون کرنے کی کوشش کی ہے کہ انھوں نے یہ جانتے بوجھتے کہ یہ شخص فاسق ہے محض ازراہِ کنبہ پروری اس کو کوفہ کا گورنر بنا دیا۔[۷:۴۹۷]

۲۲۲۔الحجرات ۶: بعض محدثین اور فقہاء فاسق کی روایت قبول کرنے کے باب میں اِس کے فسق عملی کو تو اہمیت دیتے ہیں لیکن اُس کے عقائدی فسق کو زیادہ اہمیت نہیں دیتے ... ہمارے نزدیک فسق عملی اور فسق عقائدی کی یہ تقسیم بے معنی ہے۔قرآن وحدیث میں اِس کے حق میں کوئی دلیل موجود نہیں ہے۔[۷:۵۰۳]

۲۲۳۔قٓ ۱۲: تفسیر کی کتابوں میں ایک روایت یہ بھی نقل ہوئی ہے کہ اس قوم نے اپنے رسول کو کنویں میں دفن کر دیا تھا۔ رسّ، کنویں کو کہتے ہیں اِس وجہ سے اس کا نام اصحاب الرس ہوا۔لیکن یہ بات صحیح نہیں معلوم ہوتی۔[۷:۵۴۲]

۲۲۴۔ قٓ ۱۷: 'اِذْ يَتَلَقَّى الْمُتَلَقِّيٰنِ' میں عربیت کے معروف قاعدے کے مطابق 'اِذْ' سے پہلے ایک فعل محذوف ہے۔صاحبِ کشاف نے ایک دوسری شکل اِختیار کی ہے ، لیکن مجھے اس سے اتفاق نہیں ہے۔[۷:۵۴۷]

۲۲۵۔قٓ ۲۱: یہ نفخ صور کے بعد کا مرحلہ ہے۔اُس دن ہر جان اپنے رب کے آگے پیشی کے لیے اِس طرح حاضر کی جائے گی کہ ایک فرشتہ اُس کے پیچھے سے اس کو ہانکنے کے لیے مامور ہوگا اور دوسرا اس کے اقوال واعمال کے ریکارڈ کے ساتھ گواہی کے لیے ۔ یہی مفہوم آیت سے متبادر بھی ہوتا ہے اور یہی سلف سے منقول بھی ہے۔[۷:۵۴۹]

۲۲۶۔قٓ ۲۳: قرینہ دلیل ہے کہ 'قرین' سے مراد انہی دو میں سے کوئی ایک ہے جو 'سآئق' اور 'شھید' کی حیثیت سے اس کو لے کر عدالتِ الٰہی میں حاضر ہوں گے ۔بعض لوگوں نے اِس سے اس شیطان کو مراد لیا ہے جو اللہ تعالیٰ سے اعراض کرنے والے پر مسلط کر دیا جاتا ہے۔لیکن یہ بات صحیح نہیں معلوم ہوتی ... یہ سوال کہ ان میں سے کون مراد ہے تو اس کا کوئی قطعی جواب دینا مشکل ہے ...[۷:۵۵۰]

۲۲۷۔قٓ ۲۹: وَمَا اَنَا بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ، (میں بندوں پر ذرا بھی ظلم کرنے والا نہیں ہوں ) ہمارے مفسرین اور مترجمین عام طور پر اس اسلوب سے چونکہ ناواقف ہیں اِس وجہ سے وہ اِس کو 'لَيْسَ بِظَالِمٍ' کے معنی میں لیتے ہیں اور مترجمین اپنے ترجموں میں انہی کی پیروی کرتے ہیں حالانکہ یہ الفاظ قرآن سے صریح بے پروائی ہے۔[۷:۵۵۵]

...[طویل بحث]

۲۲۸۔قٓ ۳۶: بعض لوگوں نے 'نَقَّبُوْا فِی الْبِلَادِ' کے یہ معنی لیے ہیں کہ انہوں نے اپنے دورِ عروج میں اپنی فاتحانہ ترک تازیوں سے دنیا کا کونا کونا چھان مارا لیکن یہ بات صحیح نہیں ہے۔لفظ 'تنقیب' عربی میں فاتحانہ جولانیوں کے لیے نہیں آتا بلکہ ڈر اور خوف سے ، جائے پناہ کی تلاش میں، زمین میں نقب لگانے کے لیے آتا ہے...[۷:۵۶۴]

۲۲۹۔قٓ ۴۰: 'وَاَدْبَارَ السُّجُوْدِ' عام طور پر لوگوں نے اِس کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ 'سجدوں کے بعد بھی اس کی تسبیح کرو'۔ لیکن میرا ذہن اِس طرف جاتا ہے کہ یہاں سجود مصدری معنی میں ہے اور اِس سے مراد آفتاب کا سجود ہے۔جس کے طلوع وغروب کے قبل کی نمازوں کا ذکر اوپر والے ٹکڑے میں ہو چکا ہے۔یعنی جس طرح سورج کے طلوع و غروب سے پہلے نماز کے اوقات ہیں اسی طرح سورج کے سجود کے بعد بھی تسبیح کے اوقات ہیں ۔ چونکہ سورج کا ذکر پہلے ہو چکا ہے اِس وجہ سے دوبارہ اس کی تصریح کی ضرورت نہیں ہوئی ...[۷:۵۶۸]

۲۳۰۔الذّٰریٰت ۱-۴: جب صفات کا عطف 'ف' کے ساتھ ہو تو یہ دو باتوں پر دلیل ہوتا ہے۔ایک اِس بات پر کہ اِن کے اندر ترتیب ہے، دوسری اِس بات پر کہ یہ تمام صفتیں ایک ہی موصوف کی ہیں ۔عربیت کے اِس قاعدے کی رُو سے یہاں جو تین صفتیں 'ف' کے ساتھ بیان ہوئی ہیں وہ لازماً ہواؤں کی ہوں گی۔جن لوگوں نے ان کو الگ الگ چیزوں کی صفت مانا ہے ان کی رائے عربیت کے بھی خلاف ہے اور قرآن کے نظائر کے بھی۔[۷:۵۷۸]

۲۳۱۔الذّٰریٰت ۳: یہ صفت بھی ہواؤں ہی کی ہے۔جن لوگوں نے اِس سے کشتیاں مراد لی ہیں، ان کی رائے اس قاعدے کے خلاف ہے جس کا حوالہ ہم نے اوپر دیا ہے۔[۷:۵۷۹]

۲۳۲۔الذّٰریٰت ۵-۶: استاذ امام فراہیؒ کے نزدیک 'تُوْعَدُوْنَ'

وعد، ہے جس کے تحت وہ تمام چیزیں داخل ہیں جن کا نبیوں کی زبانی وعدہ کیا گیا ہے، یعنی حشر نشر، جزا سزا اور رحمت و نقمت وغیرہ۔ وہ اِنَّ الدِّیْنَ لَوَاقِعٌ کو اس پر عطف خاص علی العام کی حیثیت دیتے ہیں۔ لیکن میرا رجحان اِس طرف ہے کہ 'تُوْعَدُوْنَ' وعید، سے ہے اور یہاں اس سے مراد وہ عذاب ہے جو رسول کی تکذیب کی صورت میں لازماً اس کے مکذبین پر نازل ہوتا ہے۔ میرے اس رجحان کے حق میں کئی باتیں جاتی ہیں، لیکن ان کی تفصیل کی ضرورت نہیں ہے۔ صرف تین باتوں کی طرف اشارہ کافی ہے... [۷:۵۸۰]

۲۳۳۔ الذّٰریٰت ۱۷: یہ اُن کے تقویٰ اور احسان کی علامات کی طرف اشارہ ہے کہ یہ لوگ راتوں کو کم سوتے تھے... بعض لوگوں نے اِس کا مفہوم اس سے مختلف لیا ہے لیکن اُن کی رائے عربیت کے بھی خلاف ہے اور قرآن کے نظائر کے بھی۔ [۷:۵۹۲]

۲۳۴۔ الذّٰریٰت ۵۰: 'مِنْہُ' سے مراد یہ ہے کہ مَیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے خاص تمہارے انذار ہی کے مشن پر مامور ہو کر آیا ہوں۔ بعض لوگوں نے 'مِنْہُ' کو 'نذیرٌ' کے صلہ کے مفہوم میں لیا ہے، لیکن یہ رائے عربیت کے بھی خلاف ہے اور نظائر قرآن کے بھی۔ [۷:۶۲۸]

۲۳۵۔ الطّور ۱: بعض لوگوں نے 'طور' کو یہاں عام پہاڑ کے معنی میں لیا ہے۔ لیکن یہ قول مختلف وجوہ سے کمزور ہے۔ قرآن میں یہ لفظ بار بار آیا ہے اور ہر جگہ علم ہی کی حیثیت سے آیا ہے۔ دوسرے یہ کہ پہاڑ کے معنی لینے کی صورت میں مقسم علیہ کے ساتھ اس کی مطابقت باقی نہیں رہتی درآنحالیکہ یہ چیز ضروری ہے ورنہ قسم بے محل ہو جائے گی۔ [۸:۱۶]

۲۳۶۔ الطّور ۲: 'کِتٰبٍ مَّسْطُوْرٍ' سے مراد یہاں تورات ہے۔ اس کا ایک واضح قرینہ تو یہ ہے کہ اِس کا عطف 'طور' پر ہے اور یہ کتاب اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو طور پر ہی عطا فرمائی۔ دوسرا قرینہ یہ ہے کہ اِس کی صفت 'فِیْ رَقٍّ مَّنْشُوْرٍ' آتی ہے۔ رَق، باریک کھال کو کہتے ہیں جو زمانہ قدیم میں لکھنے کے مصرف میں آتی تھی اور تاریخوں سے معلوم ہوتا ہے کہ تورات شروع شروع میں صاف کی ہوئی باریک کھالوں ہی پر لکھی جاتی جو طومار کی شکل میں لپیٹ کر رکھی جاتیں اور تلاوت کے وقت ان کو پھیلا لیا جاتا۔ اِن قرائن کی موجودگی میں تورات کے سوا کسی اور کتاب کو مراد لینے کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ [۸:۱۷]

۲۳۷۔ الطّور ۴: 'بَیْتِ مَعْمُوْرٍ' سے عام طور پر (i) مفسرین نے جنت کے اندر ایک گھر کو مراد لیا ہے۔ یہ قول، ہمارے نزدیک یہاں غیر متعلق ہے۔ (ii) بعض لوگوں نے اِس سے بیت اللہ کو مراد لیا ہے... لیکن سیاق و سباق اِس قول کے خلاف ہے۔ ہمارا خیال یہ ہے کہ 'بیت معمور' سے مراد یہ زمین ہے جس پر آسمان کی چھت پھیلی ہوئی ہے۔ اِس خیال کی تائید میں کئی باتیں پیش کی جاسکتی ہیں... [۸:۱۸]

۲۳۸۔ الطّور ۱۹: 'ھَنِیْٓئًا' فعیل کے وزن پر صفت ہے۔ یہاں یہ درحقیقت مصدر محذوف کی صفت واقع ہے۔ پورا جملہ یوں ہے: 'کُلُوْا وَاشْرَبُوْا اَکْلًا وَّشُرْبًا ھَنِیْٓئًا'، بعض لوگوں نے اِس کو حال کے مفہوم میں لیا ہے لیکن یہ رائے عربیت کے خلاف ہے۔ [۸:۲۴]

۲۳۹۔ الطّور ۲۴: اہل عرب کسی چیز کی غایت درجہ نفاست و نزاکت کی تعبیر کے لیے 'لُؤْلُؤٌ مَّکْنُوْنٌ' کی تشبیہ استعمال کرتے ہیں۔ قرآن کے اندازِ بیان سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اِن چھوکروں کو خاص اِسی مقصد کے لیے پیدا کرے گا۔ بعض لوگوں کی رائے اِس کے خلاف بھی ہے لیکن اِن کے حق میں کوئی دلیل نہیں ہے۔ [۸:۲۸]

۲۴۰۔ النجم ۱: النجم سے عام طور پر مفسرین نے ثریا کو مراد لیا ہے۔ لیکن اِس کا کوئی قرینہ نہیں ہے۔ اِس سے زیادہ واضح قرینہ تو شعریٰ کا ہو سکتا ہے جس کا ذکر اِسی سورہ میں آگے آیا ہے لیکن اِس کو مراد لینے کا بھی یہاں کوئی محل نہیں ہے۔ ہمارے نزدیک یہ اسم جنس کے مفہوم میں ہے۔ [۸:۵۰]

۲۴۱۔ النجم ۱۹-۲۰: اِن ناموں کے اشتقاق اور اِن کے معانی سے متعلق جو بحثیں تفسیر کی کتابوں میں آئی ہیں ان کا بیشتر حصہ بے بنیاد ہے۔ ہمارے نزدیک 'اللّٰت' تو 'اَلْاِلٰھَۃ' کی بگڑی ہوئی شکل ہے... بعض لوگوں نے اس کو 'لَتٌّ' کے مادہ سے لیا ہے جس کے معنی گوندھنے اور لت کرنے کے ہیں۔ قرآن کے بیان سے یہ بات واضح ہے کہ یہ دیویوں کے بُت تھے اور یہ دیویاں فرشتوں کے نام عورتوں کے نام پر رکھ کر بنائی گئی تھیں۔ [۸:۶۲]

۲۴۲۔ النجم ۳۳-۳۵: 'اَلَّذِیْ' سے ہمارے مفسرین نے عام طور پر قریش کے ایک سردار ولید بن مغیرہ کو مراد لیا ہے۔ اِس سے متعلق ایک

واقعہ بیان کرتے ہیں ... اصل یہ ہے کہ 'اَلَّذِیْ' چونکہ عام طور پر معرفہ کے لیے آتا ہے اس وجہ سے ہمارے مفسرین جہاں کہیں 'اَلَّذِیْ' یا 'اَلَّتِیْ' دیکھ پاتے ہیں تو ان کو تلاش کسی خاص شخص کی ہوتی ہے جس پر اُس کو منطبق کر سکیں۔ اس کوشش میں انہیں لازماً کوئی نہ کوئی واقعہ بھی بنانا پڑتا ہے، خواہ وہ کتنا ہی بے تکا اور کلام کے موقع و محل سے کتنا ہی بے جوڑ ہو۔ [۸:۷۴]

۲۴۳۔ النجم ۵۵: 'اَلَآءِ' 'الی' کی جمع ہے۔ اِس کے معنی ہمارے مفسرین و مترجمین نے عام طور پر نعمت کے لیے ہیں۔ لیکن یہ اس لفظ کا ادھورا مفہوم ہے۔ اِس کے اصل معنی کرشمے، نشانیاں، عجائب قدرت، کارنامے، نوادر اور آثارِ حکمت کے ہیں۔ نعمتیں بھی چونکہ انہی کے تحت ہیں اِس وجہ سے وہ بھی اِس کے مفہوم میں داخل ہیں، لیکن ہر جگہ اس کا ترجمہ نعمت صحیح نہیں ہے۔ [۸:۸۲]

۲۴۴۔ القمر ۱۵: ضمیر مفعول کا مرجع وہ سر زمین بھی ہو سکتی ہے جس کا ذکر اوپر 'وَ فَجَّرْنَا الْاَرْضَ عُیُوْنًا' کے الفاظ سے ہو چکا ہے اور قومِ نوح علیہ السلام کی یہ سرگزشت بھی ہو سکتی ہے ... [۸:۹۹]

۲۴۵۔ القمر ۱۷: اِس آیت کا مطلب عام طور پر لوگوں نے یہ لیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کو حفظ کرنے یا نصیحت حاصل کرنے کے لیے نہایت آسان کتاب بنایا ہے۔ یہ بات اگرچہ بجائے خود صحیح ہے لیکن آیت کا مفہوم اِس سے بہت وسیع ہے ...

لفظِ ذکر یہاں وسیع معنوں میں اِستعمال ہوا ہے یعنی تعلیم، تذکیر، آگاہی، تنبیہ، نصیحت، موعظت، حصولِ عبرت اور اتمامِ حجت سب اس کے مفہوم میں شامل ہیں ... [۸:۹۹]

۲۴۶۔ القمر ۲۴: عام طور پر مترجموں نے 'سُعُر' کا ترجمہ جنون کیا ہے لیکن یہاں یہ لفظ جس اسلوب سے استعمال ہوا ہے وہ اِس معنی سے اِباء کرتا ہے۔ میرے نزدیک یہ 'سعیر' کی جمع ہے اور آگ کے معنی میں آیا ہے ... [۸:۱۰۵]

۲۴۷۔ الرحمٰن ۶: 'اَلنَّجْمُ' سے بعض لوگوں نے زمین پر پیدا ہونے والے چھوٹے پودے، جھاڑ اور بیلوں وغیرہ کے قسم کی چیزیں مراد لی ہیں۔ غالباً شجر کے ساتھ ستاروں کی مناسبت اِن حضرات کی سمجھ میں نہیں آئی ... [۸:۱۲۹]

۲۴۸۔ الرحمٰن ۱۲: اِس آیت میں لفظ 'ریحان' سے متعلق ایک تنبیہ بھی ضروری ہے۔ بعض لوگوں نے اس کے معنی پتوں کے لیے ہیں لیکن اس معنی میں یہ لفظ نہ عربی زبان میں استعمال ہوا ہے اور نہ یہاں پتوں کے ذکر کا کوئی محل ہی ہے۔ [۸:۱۳۱]

۲۴۹۔ الرحمٰن ۱۷: 'مشرقین' اور 'مغربین' کے مثنیٰ لانے کی توجیہ عام طور پر ہمارے مفسرین نے یہ کی ہے کہ اس سے سردی اور گرمی کے مشرق و مغرب مراد ہیں لیکن یہ محض تکلف ہے۔ قرآن میں یہ الفاظ واحد، مثنیٰ، جمع تینوں صورتوں میں استعمال ہوئے ہیں اور اِن تینوں ہی صورتوں میں مفہوم کے اعتبار سے کوئی خاص فرق نہیں ہے ... [۸:۱۳۴]

۲۵۰۔ الرحمٰن ۲۲: بعض مفسرین نے یہاں یہ سوال اٹھایا ہے کہ مونگے اور موتی تو صرف کھاری پانی سے نکلتے ہیں اور قرآن کا بیان یہ ہے کہ دونوں سے نکلتے ہیں تو اس کا جواب کیا ہے؟ ہمارے نزدیک اس کا جواب یہ ہے کہ یہ دعویٰ بالکل بے بنیاد ہے کہ موتی صرف کھاری پانی سے نکلتے ہیں۔ انسائیکلوپیڈیا بریٹانیکا میں موتی پر جو مضمون ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مونگے اور موتی میٹھے پانی سے بھی نکلتے ہیں ... [۸:۱۳۵]

۲۵۱۔ الرحمٰن ۳۵: 'نُحَاسٌ' کے معنی عام طور پر ہمارے مفسرین اور مترجمین نے دھوئیں کے لیے ہیں لیکن یہ لفظ اِس معنی میں معروف نہیں ہے۔ ہمارے نزدیک یہ اپنے معروف معنی ہی میں استعمال ہوا ہے اور یہ انہی شہابوں کی ایک قسم ہے جن کا ذکر 'شُوَاظٌ مِّنْ نَّارٍ' کے الفاظ سے ہوا ہے۔ [۸:۱۴۰]

۲۵۲۔ الواقعۃ ۷-۱۰: اُن لوگوں کا خیال غلط ہے جنہوں نے یہ گمان کیا ہے کہ دربارِ الٰہی میں جگہیں پانے والوں کی ترتیب بیان ہوئی ہے۔ اللہ جل شانہٗ کے دربار سے متعلق اوّل تو دہنے بائیں اور آگے پیچھے کا تصور ہی ایک بے معنی تصور ہے اور اگر اس تصور کی گنجائش تسلیم بھی کر لی جائے تو یہ امر اپنی جگہ مسلّم ہے کہ اس دربار میں اصحاب الشمال کے لیے کوئی جگہ نہیں ہوگی نہ بائیں نہ پیچھے بلکہ ان کا ٹھکانا جہنم ہوگا۔ [۸.۱۶۱]

۲۵۳۔ الواقعۃ ۸: 'اَصْحٰبُ الْيَمِيْنِ' عام مسلمانوں کے مفہوم میں نہیں

ہے، جیسا کہ بعض لوگوں نے سمجھا ہے۔ بلکہ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جن کے اعمال نامے بطور اعزاز داہنے ہاتھ میں دیے جائیں گے اور وہ اپنے شاندار کارناموں پر نہایت شاداں وفرحاں بھی ہوں گے۔[۸:۱۶۱]

۲۵۴۔الواقعۃ ۱۵:مَّوۡضُوۡنَۃٍ، کے معنی بعض لوگوں نے دوسرے بھی لیے ہیں لیکن میرے نزدیک اِس کا صحیح مفہوم وہی ہے جو ہم اپنی زبان میں لفظ 'جڑاؤ' سے ادا کرتے ہیں۔ قدیم زمانے کے شاہانِ عجم اپنے درباروں میں اسی طرح کے زرنگار، سونے، ہیرے اور جواہرات جڑے ہوئے تختوں پر جلوہ افروز ہوا کرتے تھے۔[۸:۱۶۳]

۲۵۵۔الواقعۃ ۱۷:۔ 'مُخَلَّدُوۡنَ' کا مفہوم یہ ہے کہ وہ ہمیشہ ایک ہی سن وسال کے رہیں گے۔ان کی حیثیت دائمی خدّام کی ہوگی... قرآن کے الفاظ سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اِن لڑکوں کو اللہ تعالیٰ خاص اِس مقصد کے لیے بنائے گا۔بعض لوگوں کی رائے یہ ہے کہ کفار کے بچے، جو نابالغی میں وفات پا جائیں گے، ان کو اللہ تعالیٰ اہل جنت کی خدمت میں لگا دے گا۔اس رائے کے حق میں اگرچہ قرآن میں کوئی اشارہ نہیں ہے لیکن کوئی ایسی چیز بھی نہیں ہے جو اس کے خلاف جاتی ہو۔[۸:۱۶۴]

۲۵۶۔الواقعۃ ۷۵:یہاں 'لَا فعل اُقۡسِمُ' سے متصل نہیں ہے بلکہ اِس سے بالکل الگ ہے۔اثبات سے پہلے یہ نفی مخاطب کے زعم باطل کی تردید کے لیے آئی ہے۔اکثر لوگوں نے 'اِس لا' کو زائد مانا ہے لیکن فصیح کلام میں اوّل تو کوئی حرف زائد ہوتا نہیں اور بالفرض ہوتا بھی ہو تو حرف 'لَا' بہر حال ان حروف میں سے ہے جس کو کہیں بھی زائد ماننے میں بڑے خطرات مضمر ہیں۔[۸:۱۸۲]

۲۵۷۔الواقعۃ ۷۹: لَایَمَسُّہٗۤ اِلَّا الۡمُطَهَّرُوۡنَ، کے ٹکڑے سے ہمارے فقہاء نے طہارت کے بعض آداب بھی استنباط کیے ہیں۔لیکن یہ آیت جس سیاق وسباق میں ہے اس سے واضح ہے کہ ان مسائل سے ان کو براہِ راست تعلق نہیں ہے...[۸:۱۸۴]

۲۵۸۔الواقعۃ ۹۱:فَسَلٰمٌ لَّکَ مِنۡ اَصۡحٰبِ الۡیَمِیۡنِ،میں 'مِنۡ' سلام کے صلہ کے طور پر نہیں آیا، جیسا کہ عام طور پر مفسرین نے سمجھا ہے بلکہ ضمیر خطابُ کے بیان کے لیے آیا ہے۔اس وجہ سے میرے نزدیک اس ٹکڑے کا یہ ترجمہ صحیح نہیں ہوگا کہ 'تیرے لیے اصحابِ یمین کی جانب سے سلام پہنچے۔ بلکہ عربیت کے صحیح قاعدے سے اِس کا ترجمہ یہ ہوگا کہ "اے صاحبِ یمین تیرے لیے سلامتی ہو"۔[۸:۱۸۷]

۲۵۹۔الحدید ۸:'مِیثاق' سے مراد میرے نزدیک یہاں سمع وطاعت کا وہ عہد ہے جو ہر مسلمان کو نبی ﷺ سے بیعت کے وقت کرنا پڑتا۔ استاذ امام رحمۃ اللہ علیہ کا رجحان اس عہد کی طرف معلوم ہوتا ہے جس کا ذکر سورہ آل عمران کی آیت ۸۰ میں ہے۔مَیں نے اس پر غور کیا لیکن یہ بات میری سمجھ میں نہیں آئی وہ دوسرے سیاق وسباق کی بات ہے، یہاں اس کا محل نہیں ہے۔میرے خیال کی تائید مائدہ کی آیت سے بھی ہوتی ہے۔[۸:۲۰۵]

۲۶۰۔الحدید ۱۰: یہاں 'فتح' سے مراد ظاہر ہے کہ فتح مکّہ ہی ہے۔ بعض لوگوں نے اِس سے صلح حدیبیہ بھی مراد لی ہے۔لیکن صلح حدیبیہ کی حیثیت اصل فتح کی نہیں بلکہ فتح مکّہ کی تمہید کی ہے۔[۸:۲۰۷]

۲۶۱۔الحدید ۱۱:'مُضَاعَفَۃً' کا ترجمہ عام طور پر لوگوں نے دگنا کیا ہے۔ لیکن یہ صحیح نہیں ہے۔ اِس کے معنی بڑھانے کے ہیں۔ یہ بڑھانا دگنا، چوگنا، دس گنا بلکہ اس سے بھی کہیں زیادہ ہوسکتا ہے۔اِس کا تعلق دینے والے کے خلوص اور ان حالات سے ہے جن میں وہ مال دیا گیا ہے اور سب سے زیادہ اس ربّ کریم کے فضل سے ہے جس نے اپنے بندوں کے لیے ابدی منفعت کی یہ راہ رکھولی ہے۔[۸:۲۰۷]

۲۶۲۔الحدید ۱۳:بعض لوگوں نے اِس قول کو العیاذ باللہ محض ایک چکما سمجھا ہے لیکن یہ چکما نہیں بلکہ بیان حقیقت ہے۔کسب واکتساب کی جگہ یہ دنیا ہے۔جس نے اِس میں نیکی کی کمائی نہیں کی آخرت میں اُس کا حصہ صرف محرومی ہے۔[۸:۲۰۹]

۲۶۳۔الحدید ۲۰:اس آیت میں تالیفِ کلام عام مفسرین کے نزدیک تو اِس طرح ہے کہ وہ 'اَنَّمَا الۡحَیٰوۃُ الدُّنۡیَا' کو مبتداء اور اس کے بعد کی ساری عبارت کو خبر قرار دیتے ہیں۔لیکن میرے نزدیک و 'اَنَّمَا الۡحَیٰوۃُ الدُّنۡیَا' کے بعد لَعِبٌ وَّ لَهۡوٌ وَّ زِیۡنَۃٌ وَّ تَفَاخُرٌۢ بَیۡنَکُمۡ وَتَکَاثُرٌ فِی الۡاَمۡوَالِ وَالۡاَوۡلَادِ، کے الفاظ بطور بدل بیان ہوئے ہیں اور کَمَثَلِ غَیۡثٍ ...الایۃ، اِس مبتداء کی خبر ہے... مفسرین کے نزدیک تو آیت کا مطلب یہ ہے کہ یہ دنیا کی زندگی محض لہو ولعب، زینت وآرائش اور تفاخر وتکاثر

ہے۔ میرے نزدیک مطلب یہ ہے کہ دنیا کی زندگی یعنی لہوولعب، زینت و آرائش اور تفاخر و تکاثر کی تمثیل یوں ہے جس طرح...[۸:۲۲۰]

۲۶۴۔الحدید ۲۰: آیت میں لفظ 'کفّار' بھی قابلِ غور ہے۔ اس کے معنی مفسرین نے عام طور پر 'زرّاع' یعنی کسانوں کے لیے ہیں لیکن دل اِس پر نہیں جمتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ لفظ اِس معنی میں معروف نہیں ہے۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ جس مادے سے ہے اس کے اندر یہ معنی لینے کی گنجائش بھی ہے ....اس وجہ سے میرا ذہن اس طرف جاتا ہے کہ یہاں 'کفّار' اپنے اصل مفہوم ہی میں ہے۔[۸:۲۲۱]

۲۶۵۔الحشر ۹: ہمارے نزدیک مفسرین نے اِس آیت کا موقع و محل بالکل نہیں سمجھا ہے۔ اِس آیت کو اِس بحث سے کوئی تعلق نہیں ہے کہ انصار اموال فے میں حصہ دار ہیں یا نہیں۔ نہ کسی کے ذہن میں یہ سوال تھا، نہ اس کے پیدا ہونے کی کوئی وجہ تھی اور نہ اِس کے جواب کا کوئی فائدہ تھا...[۸:۲۹۶]

۲۶۶الحشر ۱۱: 'الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ' میں یہود کے جس گروہ کی طرف اشارہ ہے اُس کے تعین میں لوگوں کو بڑا اضطراب پیش آیا ہے لیکن مَیں اِس بات پر مطمئن ہوں کہ یہ اشارہ یہود بنی قریظہ کی طرف ہے...[۸:۳۰۰]

۲۶۷۔الحشر ۱۵: 'الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ قَرِيْبًا ذَاقُوْا وَبَالَ اَمْرِهِمْ' سے عام طور پر لوگوں نے قریش کو مراد لیا ہے۔ ان کے نزدیک یہ اشارہ غزوۂ بدر کی طرف ہے کہ جس طرح بدر میں قریش کو منہ کی کھانی پڑی اِس طرح یہ لوگ بھی منہ کی کھائیں گے۔

یہ اشارہ اگرچہ قریش کی طرف بھی ہوسکتا ہے بلکہ بنوقینقاع کی طرف بھی ہوسکتا ہے، جیسا کہ ابن کثیرؒ نے سمجھا ہے۔ لیکن میں اوپر عرض کر چکا ہوں کہ ان آیات میں اس سازش کی تفصیل بیان ہو رہی ہے جو بنو نضیر کی جلاوطنی کے بعد منافقین نے بنوقریظہ کے ساتھ کرنی شروع کی تھی۔[۸:۳۰۳]

۲۶۸۔الحشر ۲۱: استاذ امام رحمۃ اللہ علیہ کے بعض اشارات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس آیت کو 'اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا' (الاحزاب ۷۲)'' اورہم نے اپنی امانت آسمان اور زمین اور پہاڑوں کے سامنے پیش کی تو انہوں نے اس کے اٹھانے سے انکار کیا اور اس سے ڈرے اور انسان نے اِس کو اٹھا لیا۔ بے شک وہ ظلم کرنے والا اور جذبات سے مغلوب ہوجانے والا ہے''۔ کی روشنی میں لیتے ہیں۔ اِس میں شبہ نہیں کہ اس کے ایک پہلو کی وضاحت اس کی روشنی میں بھی ہوتی ہے۔ لیکن البقرۃ اور الحدید کی مذکورہ بالا آیات سے اِس کا ہر پہلو واضح ہو جاتا ہے۔[۸:۳۱۰]

۲۶۹۔الممتحنۃ ۱:۔ اِس ٹکڑے کی نحوی تالیف مفسرین پر اچھی طرح واضح نہیں ہوئی، اِس وجہ سے وہ اس کا مطلب واضح نہ کرسکے۔ مفسرین نے عام طور پر یہاں 'شرط' کا جواب محذوف مانا ہے اور قرینہ سے اِس کو معین کرنے کی کوشش کی ہے۔ لیکن میرے نزدیک یہاں 'اِنْ كُنْتُمْ' اور 'مَنْ يَّفْعَلْهُ' دونوں شرطوں کا جواب ایک ہی یعنی فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ہے۔ 'تُسِرُّوْنَ' ضمیر خطاب سے حال واقع ہوا ہے اور 'اَنَا اَعْلَمُ بِمَآ اَخْفَيْتُمْ وَمَآ اَعْلَنْتُمْ' جملہ معترضہ کے محل میں ہے۔[۸:۳۲۵]

۲۷۰۔الممتحنۃ ۱: اِس آیت کے تحت مفسرین نے حضرت حاطب بن بلتعہؓ کا ایک واقعہ بطور شانِ نزول نقل کیا ہے۔ اِس آیت پر غور کیجیے تو معلوم ہوگا کہ اس میں کسی خاص واقعہ کی طرف اشارہ نہیں ہے بلکہ ایک خاص قسم کی صورتِ حال کی طرف اشارہ ہے۔ جس کمزوری کی طرف آیت میں اشارہ ہے بعض لوگوں کے اندر اس کا پایا جانا کچھ عجیب بھی نہیں ہے بلکہ یہ عام بشری کمزوری کا نتیجہ یا جیسا کہ ہم نے اشارہ کیا، مصلحتِ خیر پر بھی مبنی ہوسکتی ہے اور یہاں یہی پہلو، جیسا کہ آگے کی آیات سے واضح ہوگا، قرینِ عقل ہے ...[۸:۳۲۶]

۲۷۱۔الممتحنۃ ۴: 'اِلَّا قَوْلَ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ' عام طور پر ہمارے مفسرین نے سمجھا ہے کہ یہ 'اُسوۂ حسنہ' سے استثناء ہے لیکن ہمارے نزدیک یہ اعلانِ براءت سے استثناء ہے۔[۸:۳۲۹]

۲۷۲۔الممتحنۃ ۱۲:۔ 'وَلَا يَاْتِيْنَ بِبُهْتَانٍ يَّفْتَرِيْنَهٗ بَيْنَ اَيْدِيْهِنَّ وَاَرْجُلِهِنَّ' عام طور پر ہمارے مفسرین نے اِس ٹکڑے کا یہ مطلب لیا ہے کہ کوئی عورت کسی غیر مرد کے حمل کو اپنے شوہر سے منسوب نہ کرے لیکن اِس کو اِس قدر محدود کردینے کی کوئی وجہ میری سمجھ میں نہیں آئی۔

مَیں نے اِس کے الفاظ کی روشنی میں اس کی وسیع تاویل کی ہے جس کے اندر وہ ساری باتیں آ جاتی ہیں جو اس کے تحت آسکتی ہیں۔[۸:۳۴۴]

۲۷۳۔الممتحنہ ۱۲: بعض لوگوں نے 'فِیْ مَعْرُوْفٍ' کے الفاظ یہاں قید وشرط کے مفہوم میں لیے ہیں اور اِس سے یہ نکتہ پیدا کیا ہے کہ اسلام میں پیغمبر ﷺ کی اطاعت بھی معروف کی قید سے مقید ومشروط ہے تو تا بہ دیگراں چہ رسد...!

پیغمبر کے ہر حکم کی اطاعت لازمۂ ایمان ہے۔ جب وہ خود معروف و منکر کے امتیاز کی کسوٹی ہوا تو کسی دوسرے کے لیے اِس کی کسی بات کو معروف کے خلاف قرار دینے کے کیا معنی...![۸:۳۴۴]

۲۷۴۔الصف ۶: مُصَدِّقاً لِّمَا بَیْنَ یَدَیَّ، جو لوگ اِس کے معنی یہ لیتے ہیں کہ، مَیں تورات کی تصدیق کرنے والا ہوں، انہوں نے نہ تو اِس کلام کا موقع ومحل سمجھا ہے نہ 'مُصَدِّقاً' کا صحیح لغوی مفہوم وہ متعین کر سکے ہیں۔ مسیح علیہ السلام نے یہ بات اپنے کو مومن بالتّورات ظاہر کرنے کے لیے نہیں فرمائی ہے بلکہ اپنی نبوت ورسالت کی دلیل کے طور پر فرمائی ہے اور قرآن میں جہاں بھی یہ لفظ آیا ہے اِس سیاق میں آیا ہے...[۸:۳۵۸]

۲۷۵۔الصف ۶: فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ، جَآءَ کے فاعل عیسیٰ علیہ السلام ہیں یعنی وہ سابق پیشین گوئیوں کے مصداق اور اپنے بعد آنے والے رسولِ خاتم ﷺ کے مبشر بن کر، نہایت کھلے ہوئے معجزات کے ساتھ، جب آئے تو یہود کے دل اس طرح کج ہو چکے تھے کہ انہوں نے آپ کے تمام معجزات کو جادو قرار دیا اور آپ کی تکذیب کر دی ... بعض لوگوں نے 'جَآءَ' کا فاعل آنحضرت ﷺ کو قرار دیا ہے لیکن یہ سیاق وسباق کے بالکل خلاف ہے۔[۸:۳۶۳]

۲۷۶۔الطلاق ۴: آئسہ عورتوں کے ساتھ 'اِنِ ارْتَبْتُمْ' کی جو شرط لگی ہوئی ہے۔ اِس کے سبب سے ہمارے اربابِ تاویل کو اس میں بڑا ارتیاب پیش آیا ہے۔ عام طور پر تو لوگ اس کے معنی یہ سمجھتے ہیں کہ اگر تمہیں ان کی عدت کے بارے میں کوئی شبہ ہو تو ہم تم کو بتاتے ہیں کہ اِن کی عدت تین مہینے ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ عورت کو خون تو آتا ہو لیکن یہ معیّن نہ ہو رہا ہو کہ یہ حیض ہے یا استحاضہ تو اس کی عدت تین مہینے ہے۔ میرا ذہن اِس طرف جاتا ہے کہ 'اِنِ ارْتَبْتُمْ' کی شرط یہاں آئسہ غیر مدخولہ اور آئسہ مدخولہ کے درمیان اِمتیاز کے لیے آئی ہے...[۸:۴۴۲]

۲۷۷۔التحریم ۳: 'وَاِذْ اَسَرَّ النَّبِيُّ اِلٰى بَعْضِ اَزْوَاجِهٖ حَدِيْثًا' مفسرین نے عام طور پر اس واقعہ کو اوپر والے واقعے ہی سے جوڑ کر ایک ناگوار داستان کی شکل دے دی ہے لیکن عربیت کے لحاظ سے یہ ضروری نہیں ہے کہ یہ واقعہ اوپر کے واقعہ ہی کا ایک حصہ ہو بلکہ اقرب یہ ہے کہ یہ ایک، دوسری بات کا حوالہ ہو جس کا صدور ازواج نبی (رضی اللہ عنھنّ) میں سے کسی سے ہوا جس پر اللہ تعالیٰ نے گرفت فرمائی۔ زبان کا یہ نکتہ یاد رکھیے کہ 'وَاِذْ' سے بالعموم کسی دوسرے مستقل واقعہ ہی کا حوالہ دیا جاتا ہے۔[۸:۴۶۰]

۲۷۸۔التحریم ۳: ہمارے مفسرین نے اِس راز سے پردہ اٹھانے کی جو کاوش کی ہے ہم اس سے تعرض نہیں کرنا چاہتے۔ اس کی بنیاد اوّل تو ایسی روایات پر ہے جن میں نہایت واضح تضاد ہے۔ پھر یہ کاوش اُس تعلیم کے بھی خلاف ہے جو اس آیت میں دی گئی ہے...[۸:۴۶۲]

۲۷۹۔التحریم ۴: 'اِنْ تَتُوْبَآ اِلَى اللّٰهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا' اِس ٹکڑے کی تاویل میں ہمارے مفسرین سے سخت لغزش ہوئی ہے۔ انہوں نے 'صَغَتْ' کے معنی کج ہونے کے لیے اور تاویل یہ کی کہ اگر تم دونوں توبہ کرو تو یہی تمہیں کرنا چاہیے اِس لیے کہ تمہارے دل تو کج ہو چکے ہیں۔ اِس تاویل میں کئی غلطیاں ہیں جن میں سے بعض کی طرف ہم توجہ دلائیں گے...[۸:۴۶۴]

۲۸۰۔التحریم ۵: سٰٓئِحٰتٍ، کا ترجمہ مترجمین نے، روزہ رکھنے والیاں، کیا ہے۔ لیکن ہمارے نزدیک لفظ کی یہ تعبیر ناقص ہے۔ یہ 'سیاحت' سے ہے جو ایک دینی اصطلاح ہے اور جس کا مفہوم وسیع ہے... روزہ اِس ریاضت کے اہم ارکان میں سے ضرور ہے لیکن اِس کا ترجمہ روزہ کے لفظ سے صحیح نہیں ہے۔ مَیں نے اس کا ترجمہ ریاض کرنے والیاں کیا ہے جو نسبتاً جامع ہے...[۸:۴۶۸]

۲۸۱۔الملک ۱۶: 'مُوْر' کے مختلف ترجمے لوگوں نے کیے ہیں لیکن میرا ذہن بار بار اس طرف جاتا ہے کہ یہاں یہ بگ ٹٹ چل پڑنے کے معنی میں ہے۔ اِس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ 'مور' کے اَصل معنی حرکت سریع ہی

کے ہیں اور دوسری یہ ہے کہ اوپر اس زمین کو ناقۂ ذلول (فرمانبردار اونٹنی) سے تشبیہ دی ہے۔ اِس تعلق سے دیکھیے تو یہ معنی یہاں زیادہ موزوں معلوم ہوتے ہیں...[۸:۴۹۷]

۲۸۲۔القلم ۳: غَیْرَ مَمْنُوْن ، کے معنی غیر منقطع کے ہیں۔بعض لوگوں نے اس کے معنی اِس سے مختلف بھی لیے ہیں لیکن وہ عربیت اور نظائرِ قرآن کے خلاف ہے۔[۸:۵۱۴]

۲۸۳۔القلم ۶:'مَفْتُوْنٌ' کے معنی 'مَجْنُوْنٌ' کے نہیں، جیسا کہ بعض لوگوں نے سمجھا ہے بلکہ 'مَفْتُوْنٌ' ہی کے ہیں یعنی وہ شخص جو دنیا اور شیطان کے جال میں پھنسا ہوا ہے۔[۸:۵۱۵]

۲۸۴۔القلم ۱۰: یہ اُسی 'فَلَا تُطِعِ الْمُکَذِّبِیْنَ' پر عطف کر کے تاکید کے ساتھ پھر تنبیہ فرمائی کہ تم ہر لپاٹیے ذلیل کی باتوں پر کان نہ دھرو۔ یہ اشارہ کسی خاص شخص کی طرف نہیں ہے، جیسا کہ عام طور پر لوگوں نے سمجھا ہے۔ بلکہ قریش کی پوری قیادت کی اخلاقی پستی کی تصویر آگے کی چند آیتوں میں کھینچ دی گئی ہے۔[۸:۵۱۷]

۲۸۵۔القلم ۱۷:'اَصْحٰبُ الْجَنَّۃِ' میں لفظ 'اَلْجَنَّۃ' پر الف لام داخل ہے، جس سے گمان ہوتا ہے کہ یہ کسی خاص باغ والوں کے واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔لیکن یہ خیال صحیح نہیں ہے۔تمثیلات میں لام ِتعریف یا 'اَلَّذِیْ' اور 'اَلَّتِیْ'، وغیرہ جو آتے ہیں تو اِس سے مقصود یہ نہیں ہوتا کہ کوئی معین ذات مدنظر ہے۔ بلکہ اس سے مقصود صرف صورتِ حال کو مشخص یا مصور کرنا ہوتا ہے تاکہ قاری کے سامنے واقعے کی پوری تصویر آجائے۔[۸:۵۲۱]

۲۸۶۔القلم ۱۸: عام طور پر لوگوں نے اِس کا یہ مطلب لیا ہے کہ قسم کھاتے ہوئے انہوں نے اِن شآء اللہ، نہیں کہا۔ اِن کو اپنی کامیابی اتنی متیقن نظر آئی کہ یہ وہم بھی نہ گزرا کہ اس میں کوئی رخنہ بھی پیدا ہوسکتا ہے۔ اِس مطلب پر اگرچہ تمام مفسرین کا اتفاق ہے لیکن میرا دِل اس پر نہیں جمتا...

میرے نزدیک یہاں 'وَلَا یَسْتَثْنُوْنَ' اپنے اصلی لغوی مفہوم ہی میں ہے یعنی انہوں نے قسم کھائی کہ کل ہم اپنے باغ کے پھل ضرور ہی توڑ لیں گے اور اس میں سے کچھ بھی چھوڑیں گے نہیں...[۸:۵۲۱]

۲۸۷۔القلم ۴۲: 'کشف ساق' شدتِ امر کی تعبیر کے لیے عربی زبان کا معروف محاورہ ہے... بعض لوگوں نے ایک روایت کی بنا پر اس کے معنی یہ بھی لیے ہیں کہ 'جس دن اللہ تعالیٰ اپنی پنڈلی کھولے گا'۔لیکن متعدد ائمہ تفسیر سے وہی تاویل منقول ہوئی ہے جو ہم نے اختیار کی ہے...[۸:۵۲۷]

۲۸۸۔الحآقّۃ ۱-۳: یہ ایک ہی لفظ جملہ کے قائم مقام ہے۔جن لوگوں نے 'مَا الْحَاقَّۃُ' کو اس کی خبر قرار دیا ہے اُن کی رائے صحیح نہیں ہے۔ یہ اسلوب بیان اس وقت اختیار کیا جاتا ہے جب مخاطب، خاص طور پر غافل مخاطب کو ہڑ بڑا دینا مقصود ہو۔ایسی صورت میں صرف مبتدا کا ذکر کافی ہوتا ہے، خبر کی ضرورت نہیں ہوتی تاکہ مخاطب کی پوری توجہ مبتدا ہی پر مرکوز ہوجائے۔اس طرح جملہ میں جو ابہام پیدا ہوتا ہے وہ مخاطب کی توجہ جذب کرنے کا باعث بنتا ہے۔[۸:۵۴۱]

۲۸۹۔الحآقّۃ ۴۵: لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ' کا ترجمہ عام طور پر لوگوں نے 'ہم اس کا (پیغمبر کا) دہنا پکڑتے، کیا ہے۔لیکن مجھے یہ ترجمہ صحیح نہیں معلوم ہوتا۔عربیت کے قاعدے سے اس کا ترجمہ، ہم اس کو اپنے قوی بازو سے پکڑتے، ہونا چاہیے۔ میں نے یہی ترجمہ کیا ہے اور تفسیر ابن جریر دیکھی تو اس سے بھی اسی کی تائید ہوئی۔[۸:۵۵۴]

۲۹۰۔المعارج ۴: بعض لوگوں نے اِس دن سے مراد قیامت کے دن کو لیا ہے اور اس کا یہ طول ان کے نزدیک اس کے ہول اور شدت کی تعبیر ہے۔ ہمارے نزدیک یہ رائے موقع ومحل کے بھی خلاف ہے اور عربیت کے بھی۔ یہاں مقصود اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کی بلندی کا اظہار ہے نہ کہ روز قیامت کی شدت کا۔روز قیامت کی شدت اور اس کے ہول کا ذکر آگے آرہا ہے۔[۸:۵۶۶]

۲۹۱۔المعارج ۳۲: لفظ 'امانت' محدود معنی میں نہیں ہے، جیسا کہ عام طور پر لوگوں نے سمجھا ہے بلکہ انسان کی جتنی قوتیں اور صلاحیتیں ہیں اور جن اسباب و وسائل سے بھی اللہ تعالیٰ نے اس کو بہرہ مند فرمایا ہے، وہ سب اس کی تحویل میں امانت ہیں اور ایک دن اِن میں سے ایک ایک کی بابت اللہ تعالیٰ پوچھے گا کہ ان کے استعمال میں کوئی خیانت تو نہیں کی گئی ہے؟[۸:۵۷۵]

۲۹۲۔ المعارج ۴۱: یعنی ہم اِس بات پر قادر ہیں کہ ان کی جگہ ان سے بہتر مخلوق لائیں جو اللہ کے دین کو ماننے والی ہو۔ دوسرا مطلب یہ ہو سکتا ہے کہ ہم اِس بات پر قادر ہیں کہ ان کو دوبارہ اِس سے بہتر صورت میں پیدا کر دیں۔ مطلب یہ کہ جب ہم اس سے بہتر صورت میں پیدا کر دینے پر بھی قادر ہیں تو بعینہٖ انھی کو دوبارہ اٹھا کھڑا کرنا ہمارے لیے اور بھی آسان ہے۔

عام طور پر لوگوں نے پہلے مطلب ہی کو اختیار کیا ہے اور زبان کے پہلو سے اِس میں کوئی خرابی بھی نہیں ہے۔ لیکن میرا رجحان دوسرے مطلب کی طرف ہے۔ آگے کی آیات سے اس خیال کی تائید ہوتی ہے۔[۵۸۰:۸]

۲۹۳۔ المعارج ۴۳: میرے نزدیک لفظ 'نُصُبٌ' یہاں نشان اور علم ہی کے معنی میں ہے۔ مطلب یہ ہے کہ آج تو یہ متمرد دین اللہ کے داعی سے اکڑتے ہیں اور اس کی بتائی ہوئی راہ سے منحرف ہو کر دوسری راہوں پر چل رہے ہیں لیکن وہ دن بھی آنے والا ہے جب قیامت کا داعی اپنا صُور پھونکے گا اور یہ قبروں سے نکل کر تیزی سے اس طرح اس کی طرف لپکیں گے گویا وہ دوڑ کے معین نشانیوں کی طرف بھاگ رہے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ اس دن اِن کے سارے کس بل نکل جائیں گے اور یہ کج روی ان کی ختم ہو جائے گی...

عام طور پر لوگوں نے 'نُصُبٌ' سے معبودوں کے تھان اور استھان مراد لیے ہیں لیکن اول تو یہ اس لفظ کا ضمنی مفہوم ہے۔ دوسرے تھان یا استھان کی طرف دوڑنے کا کوئی مفہوم سمجھ میں نہیں آتا۔[۵۸۱:۸]

۲۹۴۔ المزمّل ۱: بعض مفسرین نے اِس خطاب سے یہ مطلب سمجھا ہے کہ نبی ﷺ چادر اوڑھے سوئے پڑے تھے کہ آپ کو وحی کے ذریعہ ہدایت ہوئی کہ اے چادر تان کر سونے والے اُٹھ اور نماز پڑھ۔ یہ مطلب اگرچہ اس پہلو سے دلچسپ ہے کہ بعد کی آیات سے بظاہر اس کا جوڑ مل جاتا ہے۔ لیکن ہمارے نزدیک یہ صحیح نہیں ہے۔ البتہ یہ بات قرآن میں جگہ جگہ ملتی ہے کہ دعوت کی راہ میں جب آپ کو مشکلات و مصائب سے سابقہ پڑا ہے اور آپ اس صورتِ حال سے فکر مند رہنے لگے ہیں تو آپ کے عزم و حوصلہ کو مضبوط اور پریشانی کو دور کرنے کے لیے نماز بالخصوص تہجد کی نماز کی تاکید فرمائی گئی ہے۔ ہمارے نزدیک یہاں بھی یہی صورت ہے۔[۲۲:۹]

۲۹۵۔ المزمّل ۵: 'قَوْلًا ثَقِيلًا' سے کیا مراد ہے؟ اِس کے جواب میں اہل تاویل سے مختلف اقوال منقول ہیں لیکن ان کی بنیاد کسی دلیل پر نہیں ہے۔ اِس وجہ سے اِن کے نقل کرنے میں کوئی خاص فائدہ نہیں ہے۔ استاذ امامؒ اِس سے اُس انذارِ عام کو مراد لیتے ہیں جس کا حکم اگلی سورہ میں 'يٰٓاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَاَنْذِرْ' [المدثر ۱، ۲] (اے چادر میں لپٹنے والے، اُٹھ اور انذار کر) اور اس کے بعد کی آیات میں دیا گیا ہے۔ ہمارے نزدیک یہی رائے قرین قیاس ہے...[۲۴:۹]

۲۹۶۔ المزمّل ۶: 'اَشَدُّ وَطْاً' یہ اُس وقت اٹھنے کی تاثیر بتائی ہے کہ جب آدمی اُس وقت بستر سے اٹھ کر، وضو کر کے، نماز میں کھڑا ہوتا ہے تو اس کے قدم خوب جمتے ہیں۔ قدم خوب جمنا دماغ کی یکسوئی، دل کے اطمینان اور عقل کی بیداری کی تعبیر ہے ... بعض مفسرین نے اِس کے یہ معنی لیے ہیں کہ اس وقت اٹھنا نفس کو اچھی طرح کچلنے والا ہے۔ اگرچہ الفاظ میں اس معنی کی بھی گنجائش ہے لیکن آگے کے فقرے سے اسے مناسبت نہیں ہے...[۲۵:۹]

۲۹۷۔ المزمّل ۷: عام طور پر لوگوں نے اِس کے معنی یہ لیے ہیں کہ دن میں تمہارے لیے اور بھی بہت سے کام ہیں یعنی دن میں چونکہ دوسرے بہت سے دھندے گھیرے رہتے ہیں، نماز کے لیے دلجمعی کا وقت مشکل ہی سے میسر آتا ہے، اِس وجہ سے شب میں تم کو تہجد کے اہتمام کا حکم دیا گیا ہے۔ لفظ 'سبح' کے اندر، از روئے لغت، اِس معنی کی گنجائش موجود ہے لیکن ہمارا دل مختلف وجوہ سے اِس تاویل پر نہیں جمتا...[۲۶:۹]

۲۹۸۔ المدثر ۶: یعنی اِنذار کا یہ فرض بغیر کسی وقفہ اور انقطاع کے برابر جاری رکھو۔ کبھی یہ گمان کر کے چھوڑ نہ بیٹھنا کہ کافی انذار ہو چکا، اب ضرورت نہیں رہی...

ہمارے مفسرین نے عام طور پر اِس کا مطلب یہ لیا ہے کہ تم کسی پر کوئی احسان اس خیال سے نہ کرنا کہ اس کا بدلہ اِس سے زیادہ احسان کی صورت میں حاصل کرو۔ اگرچہ آیت کے الفاظ سے یہ مطلب نکالا جا

سکتا ہے لیکن سوال کلام کے موقع ومحل کا بھی ہے۔[۹:۴۶]

۲۹۹۔المدثر ۱۱: مفسرین نے اِس سے قریش کے لیڈروں میں سے ولید بن مغیرہ کو مراد لیا ہے۔ لیکن ہمارے نزدیک اِس تخصیص کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ یہ ذہن صرف ولید بن مغیرہ ہی کا نہیں بلکہ قریش کے تمام سرداروں اور دولت مندوں کا تھا اور قریش ہی کی کیا خصوصیت ہے آج بھی جن کو مال و جاہ حاصل ہوتا ہے۔ ان کے اندر یہی خناس سما جاتا ہے۔[۹:۴۹]

۳۰۰۔المدثر ۳۱: 'وَلَا يَرْتَابَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَالْمُؤْمِنُوْنَ' یہاں یہ امر پیش نظر رہے کہ اہل ایمان کے پہلو بہ پہلو اچھے اہل کتاب کا بھی ذکر آیا ہے حالانکہ یہ سورہ ابتدائی مکی سورتوں میں سے ہے جب کہ اہل کتاب سے براہِ راست سابقہ پیش نہیں آیا تھا۔ چنانچہ جن لوگوں نے اِس آیت کو مدنی قرار دیا ہے اس کی ایک وجہ یہ بھی انہوں نے بتائی ہے۔ لیکن ہمارے نزدیک یہ خیال صحیح نہیں ہے۔...[۹:۵۷]

۳۰۱۔المدثر ۳۱: 'وَمَا هِيَ اِلَّا ذِكْرٰى لِلْبَشَرِ' 'هِيَ' کا مرجع عام مفسرین نے 'سقر' کو سمجھا ہے لیکن میرے نزدیک اِس کا مرجع وہ آیات منذرات ہیں جن میں 'سقر' کے احوال سنائے گئے ہیں۔ اس لیے کہ 'ذِکرٰی' یعنی یاددہانی ہونے کی حیثیت درحقیقت ان آیات ہی کو حاصل ہے نہ کہ 'سقر' کو۔[۹:۶۰]

۳۰۲۔المدثر ۵۶: 'هُوَ اَهْلُ التَّقْوٰى وَاَهْلُ الْمَغْفِرَةِ' مفسرین نے عام طور پر 'هُوَ' کا مرجع اللہ کو قرار دیا ہے اور مطلب یہ بیان کیا ہے کہ اللہ ہی تقویٰ کا سزاوار ہے اور مغفرت کا اہل ہے۔ لیکن ہمارے نزدیک اِس کا تعلق 'فَمَنْ شَآءَ ذَكَرَهٗ' سے ہے۔ 'مَنْ' واحد، جمع دونوں کے لیے آتا ہے۔ اِس وجہ سے اِس کے لیے ضمیریں دونوں قسم کی استعمال ہوسکتی ہیں...[۹:۶۷]

۳۰۳۔اَلْقِيٰمَةِ ۱: قسم سے پہلے جب اِس طرح 'لا' آیا کرتا ہے جس طرح یہاں ہے تو وہ قسم کی نفی کے لیے نہیں بلکہ مخاطب کے اس خیال کی نفی کے لیے آتا ہے جس کی تردید اس قسم سے مقصود ہوتی ہے...[۹:۷۸]

۳۰۴۔اَلْقِيٰمَةِ ۵: 'اَمَامَهٗ' کا مطلب عام طور پر لوگوں نے یہ لیا ہے کہ انسان اپنی آگے کی زندگی میں برابر اپنے گناہوں پر جما رہنا چاہتا ہے۔ اس وجہ سے قیامت کے انکار کے لیے بہانے تلاش کرتا ہے۔ 'اپنے آگے' سے مطلب ہمارے نزدیک یہ ہے کہ انسان اپنے ضمیر اور اپنے نفس لوامہ کے روبرو، اس کی تذکیر وتنبیہ کے علی الرغم، شرارتیں کرنا چاہتا ہے۔ قیامت کی سب سے بڑی شہادت انسان کے نفس کے اندر ہی موجود ہے لیکن جو شخص خود اپنی تردید وتکذیب کے لیے اٹھ کھڑا ہوا اس کا کیا علاج ہے![۹:۸۱]

۳۰۵۔اَلْقِيٰمَةِ ۱۵: 'مَعَاذِيْرَ' جمع ہے 'مَعذِرَۃٌ' کی۔ اِس کے معنی جھوٹے عذرات اور لاطائل بہانوں کے ہیں.... بعضوں نے اس کو 'معذار' کی جمع بتایا ہے جس کے معنی اہل یمن کی بولی میں پردہ کے ہیں۔ ہمارے نزدیک یہ رائے صحیح نہیں ہے۔[۹:۸۴]

۳۰۶۔اَلْقِيٰمَةِ ۲۳: 'اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ' سے بعض لوگوں نے رویتِ باری تعالیٰ پر استدلال کیا ہے۔ لیکن ہمارے نزدیک، جیسا کہ اس کی تاویل اور اس کے موقع ومحل سے واضح ہے، یہ آیت اِس مسئلہ سے تعلق رکھنے والی نہیں ہے۔ بلکہ یہ بالکل ہی دوسرے موقع ومحل کی آیت ہے۔ اِسی طرح جن لوگوں نے رویتِ باری تعالیٰ کی مخالفت کی ہے اور اِس مخالفت کے جوش میں 'اِلٰی' کے معنی ہی بدل دیے ہیں۔ اُن کی رائے بھی ہمارے نزدیک بالکل غلط ہے...[۹:۹۱]

۳۰۷۔اَلْقِيٰمَةِ ۳۴-۳۵: 'اَوْلٰى لَكَ فَاَوْلٰى ثُمَّ اَوْلٰى لَكَ فَاَوْلٰى'، اَوْلٰی لفظ 'ویل' سے ہے جو زجر، اظہارِ حسرت و ملامت اور اظہارِ نفرت وغضب کے لیے آتا ہے...[۹:۹۵]

۳۰۸۔الدھر: بعض مصاحف میں اس سورہ کو مدنی ظاہر کیا گیا ہے لیکن پوری سورہ کا مدنی ہونا تو الگ رہا اس کی ایک آیت کے بھی مدنی ہونے کا کوئی قرینہ نہیں ہے۔[۹:۹۹]

الدھر ۱: 'ھل' کے معنی مفسرین نے اِستفہام کے بجائے عام طور پر 'قد' کے لیے ہیں۔ لیکن کلامِ عرب میں اِس معنی کے لیے مجھے کوئی نظیر نہیں ملی۔ بعض مثالیں جو اس معنی کی شہادت کے طور پر پیش کی گئی ہیں اُن پر مَیں نے غور کرلیا ہے۔ میرے نزدیک اِن میں بھی 'ھل' استفہام ہی کے لیے ہے۔[۹:۱۰۵]

۳۰۹۔الدھر ۲: 'نَّبْتَلِيْهِ' کو عام طور پر لوگوں نے بیانِ علت کے

مفہوم میں لیا ہے۔ یعنی ہم نے انسان کو آزمانے کے لیے پیدا کیا ہے۔ لیکن یہ علت کے مفہوم میں ہوتا تو اس پر لام علت آنا تھا۔ حالانکہ یہ حال کی صورت میں ہے اور حال کا مفہوم علت کے مفہوم سے بالکل مختلف ہوتا ہے... [۹:۱۰۷]

۳۱۰۔الدھر ۷: کوئی نیک کام کرنے کا عہد کر لینے کو 'نذر' کہتے ہیں۔ ان وفادار بندوں (ابرار) کے اوصاف میں ایفائے نذر کو خاص طور پر نمایاں کیا گیا ہے۔ جو لوگ اِن نذروں کے پورے کرنے کا بھی اہتمام رکھیں گے جو انہوں نے بطور خود اپنے اوپر واجب کی ہوں اُن سے اُن نیکیوں کے بدرجۂ اولیٰ اہتمام کی توقع ہے جو اُن کے رب نے ان پر واجب ٹھہرائی ہیں۔ ہمارے مفسرین نے اِس لفظ کے مفہوم کو وسیع کر کے تمام نیکیوں پر حاوی کر دیا ہے، خواہ بندے نے اپنے اوپر وہ از خود عائد کی ہوں یا اللہ تعالیٰ کی طرف سے عائد کی گئی ہوں۔ لیکن یہ اس لفظ کے حقیقی مفہوم سے تجاوز ہے۔ [۹:۱۱۱]

۳۱۱۔الدھر ۸: 'عَلٰی حُبِّہٖ' میں ضمیر کا مرجع عام طور پر لوگوں نے اللہ تعالیٰ کو مانا ہے۔ اُن کے نزدیک مطلب یہ ہے کہ وہ مسکینوں اور یتیموں کو اللہ کی محبت میں کھلاتے پہناتے ہیں۔ اگرچہ قاعدہ زبان کی رُو سے اِس میں کوئی خرابی نہیں ہے لیکن شواہد قرآن کے پہلو سے میں اُن لوگوں کے قول کو ترجیح دیتا ہوں جو اِس کا مرجع طعام، کو قرار دیتے ہیں۔ [۹:۱۱۲]

۳۱۲۔الدھر ۲۱: 'وَحُلُّوْٓا اَسَاوِرَ مِنْ فِضَّةٍ' یہاں چاندی کے کنگنوں کا ذکر ہے۔ سورۂ کہف میں سونے کے کنگنوں کا ذکر ہے۔ اِس کی توجیہ یہ ہو سکتی ہے کہ یہ تنوع کے اظہار کے لیے ہے کہ اہل جنت جب چاہیں گے سونے کے کنگن پہنیں گے اور جن کا جی چاہے گا چاندی کے پہنیں گے۔ تنوع پسندی اور اِختلاف مذاق ایک فطری چیز ہے۔ جنت میں ہر شخص کے ذوق اور اس کے اِنتخاب کا پورا لحاظ ہوگا۔

مفسرین نے عام طور پر یہی توجیہ کی ہے لیکن میرا ذہن ایک اور طرف بھی جاتا ہے۔ [۹:۱۱۶]

۳۱۳۔المرسلٰت ۱: 'مرسلٰت' یہاں ہواؤں کے لیے استعمال ہوا ہے۔ اگرچہ بعض لوگوں نے اِس سے ملائکہ کو بھی مراد لیا ہے۔ لیکن بعد کی صفات اِس سے اِبا کرتی ہیں۔ [۹:۱۳۱]

۳۱۴۔المرسلٰت ۱۵: یہ آیت اِس سورہ میں بار بار آئے گی اور ہر جگہ اپنے ماسبق سے گہرے ربط کے باوصف، اس کی حیثیت بالکل مستقل ہے۔ بعض لوگوں نے اس کو اُس شرط کا جواب قرار دیا ہے۔ جو اوپر مذکور ہوئی ہے لیکن یہ رائے عربیت کے خلاف ہے۔ اگر یہ جواب شرط کے محل میں ہوتی تو اس پر 'ف' آنی تھی... یہاں جواب شرط محذوف ہے۔ [۹:۱۳۶]

۳.۱۵۔المرسلٰت ۳۰: اِس ٹکڑے کی تاویل میں بعض اَصحابِ علم نے یہ نکتہ پیدا کیا ہے کہ کفر کی بنیادی خصلتیں تین ہیں: (۱) اللہ تعالیٰ سے غفلت (۲) مخلوق سے بے پروائی (۳) روز جزا کا انکار۔ انہی تین خصلتوں کے مطابق عذاب کی تین شاخیں اُن کی طرف بڑھیں گی اور اُن کو چھالیں گی۔ یہ نکتہ لطیف ہے لیکن یہ تینوں خصلتیں باہم دگر بالکل لازم و ملزوم بھی ہیں اور یہ تمام کفار میں مشترک بھی نہیں۔ اِن کی بنیاد پر کفار کی الگ تھلگ درجہ بندی کی طرف کوئی اشارہ نہیں ہے۔ اِس وجہ سے ہمارے نزدیک اِس تکلف کی ضرورت نہیں ہے۔ [۹:۱۴۲]

۳۱۶۔المرسلٰت ۳۲: 'اِنَّھَا' میں ضمیر کا مرجع وہ آگ ہے جو دھوئیں کے ذکر سے بطور اس کے لازم کے مفہوم ہوتی ہے۔ فرمایا کہ وہ گنبد کے برابر چنگاریاں اور شعلے پھینک رہی ہوگی۔ 'قصر' کی قراءت اور معنی میں بعض لوگوں نے اِختلاف کیا ہے لیکن ہم نے اپنی اِس کتاب میں ہر جگہ متواتر قراءت ہی کو ترجیح دی ہے۔ ہمارے نزدیک یہاں یہ محل اور گنبد ہی کے معنی میں ہے اور یہ نہایت عمدہ تشبیہ ہے آگ کے کسی بڑے الاؤ سے اٹھتے شعلوں کی۔ یہ تشبیہ شعلوں کے پھیلاؤ، ان کی بلندی اور ان کے رنگ کی دی گئی ہے... [۹:۱۴۳]

۳۱۷۔المرسلٰت ۵۰: یہ اُن منکرین کی ہٹ دھرمی پر ملامت اور اُن کے ایمان سے مایوسی کا اظہار ہے کہ جب یہ اِس انذار پر ایمان نہیں لا رہے ہیں جس کو قرآن اتنے واضح دلائل کے ساتھ سنا رہا ہے تو اس کے بعد کس بات پر ایمان لائیں گے! 'بَعْدَہٗ' کا مطلب بعض لوگوں نے یہ لیا ہے کہ اُس دن کے آجانے کے بعد یہ لوگ کس چیز پر ایمان لائیں گے۔ ان کے نزدیک مدعا یہ ہے کہ اس انذار پر ایمان لانے کا نفع ہے تو آج

ہے، جب وہ دِن آجائے گا تو اس دن ایمان لائے تو کیا، نہ لائے تو کیا۔ اُس وقت تو سب ہی ایمان لائیں گے لیکن اس سے کسی کو کوئی نفع نہیں پہنچے گا۔ اگرچہ اِس تاویل کا بھی احتمال ہے لیکن قرآن کے نظائر سے زیادہ واضح تائید اُسی تاویل کی نکلتی ہے جو ہم نے اِختیار کی ہے۔[۹:۱۴۷]

۳۱۸۔ النّبا ۲-۳: اِس آیت سے پہلے اگرچہ حرفِ اِستفہام لفظاً مذکور نہیں ہے لیکن معناً یہ بھی اس اِستفہام کے تحت ہے جو پہلے آیا ہے... مترجمین عام طور پر اِس اسلوبِ زبان سے نا آشنا ہیں اِس وجہ سے وہ اِس طرح کے انشائیہ جملوں کا ترجمہ خبر یہ اسلوب میں کر دیتے ہیں جس سے کلام کا اصل زور واضح نہیں ہوتا اس لیے کہ انشاء اور خبر میں بڑا فرق ہوتا ہے...[۹:۱۵۷]

۳۱۹۔ النّبا ۲۳: 'لٰبِثِیْنَ فِیْهَآ اَحْقَابًا' 'اَحْقَابٌ' کے معنی قرنوں کے ہیں۔ اِس کی وضاحت قرآن میں جگہ جگہ خٰلِدِیْنَ فِیْهَآ اَبَدًا کے الفاظ سے ہوگئی ہے یعنی وہ اِس میں ہمیشہ ہمیش رہیں گے۔ بعض لوگوں نے اِس سے طویل مدّت مراد لے کر یہ نتیجہ نکالنے کی کوشش کی ہے کہ جہنم بالآخر ایک دِن ختم ہوجائے گی۔ لیکن یہ رائے غلط ہے۔ زبان کے سمجھنے کا طریقہ یہ ہے کہ مجمل کی شرح مفصل کی روشنی میں کرتے ہیں نہ کہ مفصل کی شرح مجمل کی روشنی میں۔ خَالِدِیْنَ فِیْهَآ اَبَدًا کے الفاظ ظاہر ہے کہ مفصل ہیں اور لفظ 'احقاب' مجمل۔ اِس مجمل کو مفصل کی روشنی میں سمجھیں گے نہ کہ اِس کے برعکس۔[۹:۱۶۳]

۳۲۰۔ النّبا ۳۸: یہاں 'روح' سے مراد جبریل علیہ السلام ہیں۔ اُن کے لیے قرآن میں یہ لفظ جگہ جگہ استعمال ہوا ہے۔ ملائکہ کے گل سر سبد وہی ہیں۔ اِس وجہ سے اُن کا ذکر سب سے پہلے ہوا تا کہ واضح ہو جائے کہ جب اُس دن جبریل علیہ السلام کا یہ حال ہوگا تو تا بہ دیگراں چہ رسد! بعض لوگوں نے اِس کو عام ارواحِ انسانی کے مفہوم میں لیا ہے لیکن اس کا یہاں کوئی قرینہ نہیں ہے۔[۹:۱۶۵]

۳۲۱۔ النّزِعٰت ۱-۲: 'نَازِعَاتٌ' اور 'نَاشِطَاتٌ' کی تاویل میں یوں تو متعدد اقوال منقول ہیں لیکن غالب رائے یہ ہے کہ اِن سے مراد وہ فرشتے ہیں جو کفار کی جانیں سختی سے اور اہل ایمان کی جانیں نہایت نرمی سے نکالتے ہیں۔ اگرچہ اِس قول کو شہرت حاصل ہے لیکن اِس کی کوئی بنیاد نہیں ہے... ہمارے نزدیک 'نَازِعَات' سے مراد تند ہوائیں ہیں اور 'نَاشِطَات' سے نرم رو اور آہستہ خرام ہوائیں...[۹:۱۷۵]

۳۲۲۔ النّزِعٰت ۶-۷: یہ مقسم علیہ نہیں ہے، جیسا کہ بعض لوگوں نے گمان کیا ہے بلکہ اُس دن کی یاد دہانی ہے جس دن اس عذاب سے سابقہ پیش آئے گا جس سے اُن کو ڈرایا جا رہا ہے...[۹:۱۷۷]

۳۲۳۔ عبس ۲۰: ثُمَّ السَّبِیْلَ یَسَّرَهٗ، مفسرین نے عام طور پر اِس تیسیر سے وہ تدبیر مراد لی ہے جو قدرت نے بچے کے بطنِ مادر سے برآمد ہونے کے لیے خود عورت اور بچہ کے نظامِ جسم میں ودیعت فرمادی ہے اور جو دونوں کی مدد کے لیے عین وقت پر نمودار ہوتی ہے۔ یہ بات غلط نہیں ہے... لیکن ہمارے نزدیک تیسیر کے مفہوم کو اس قدر محدود کر دینے کی کوئی وجہ نہیں ہے...[۹:۲۰۶]

۳۲۴۔ التکویر ۲۴: 'ضَنِیْنٌ' کا ترجمہ عام طور پر لوگوں نے 'بخیل' کیا ہے لیکن مَیں نے حریص کیا ہے۔ بخل اور حرص دونوں لازم و ملزوم ہیں، اِس وجہ سے ان میں فرق محض ظاہری ہے لیکن مَیں نے حرص کے معنی کو اِس وجہ سے ترجیح دی ہے کہ لفظ 'ضَنٌّ' بخل کے معنی میں جب آتا ہے تو اس کا صلہ 'ب' آتا ہے اور یہ یہاں 'علٰی' آیا ہے جو اِس بات کا قرینہ ہے کہ یہ 'حرص' کے معنی پر متضمن ہے۔[۹:۲۳۱]

۳۲۵۔ الانفطار ۵: 'مَاقَدَّمَتْ وَاَخَّرَتْ' کی تاویل اگر ان متکبرین کو سامنے رکھ کر کی جائے جو سورہ کے اوّل مخاطب ہیں تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ جو نا کردنی کام اللہ و رسول کے خلاف انہوں نے کیے اُن کا انجام بھی وہ دیکھیں گے اور جو کرنے کے کام انہوں نے نظر انداز کیے اُن کی حسرت بھی چکھیں گے...[۹:۲۴۰]

۳۲۶۔ المطففین ۲-۳: اِس آیت کے تحت مفسرین نے ایک روایت نقل کی ہے کہ انصار میں ناپ تول میں کمی کی خرابی موجود تھی اِس وجہ سے یہ آیت نازل ہوئی۔ لیکن اوّل تو یہ سورہ مکّی ہے، مدنی نہیں ہے۔ پھر انصار میں یہ خرابی رہی بھی ہوگی تو اتنی ہی رہی ہوگی جتنی اہل مکّہ میں رہی ہوگی۔ بلکہ اہل مکہ کے اندر اِس کے پائے جانے کے زیادہ امکان تھے اِس لیے کہ وہ بالعموم تجارت پیشہ تھے جبکہ انصار کا اصلی پیشہ زراعت

تھا۔ پھر سب سے اہم پہلو یہ ہے کہ یہ آیت ناپ تول میں کمی کرنے کی مذمت کے سیاق میں نہیں ہے بلکہ اِس حقیقت کے بیان میں ہے کہ انسان عدل وظلم میں امتیاز سے قاصر نہیں ہے۔[۹:۲۵۵]

۳۲۷۔المطففین ۲۸:۔ ہمارے مفسرین اور مترجمین پر اس 'ب' کی نوعیت واضح نہیں ہوئی ہے۔ اِس وجہ سے وہ یا تو اِس سے کترا گئے ہیں یا اس کی غلط توجیہ پر راضی ہو گئے ہیں۔ مترجمین نے عام طور پر اس کا ترجمہ یہ کیا ہے کہ 'اُس سے پیتے ہیں'۔ لیکن یہ ترجمہ بالکل بے معنی ہے۔ اِس کا مطلب اگر یہ سمجھا جائے کہ اِس چشمہ میں سے پیتے ہیں تو یہ بات 'مِزَاجُهٗ مِنْ تسنیم' سے پوری ہو گئی اور نہایت واضح طور پر پوری ہو گئی۔ پھر اِس بات کو ایک بالکل مبہم انداز سے دہرانے کا فائدہ! یہ بات واضح رہے کہ ظرفیت کے لیے 'ب' کا استعمال اعلیٰ عربی میں معروف ہے، بالخصوص اِس طرح کے مواقع میں تو ظرفیت کے سوا اور کوئی معنی لینے کی گنجائش ہی نہیں ہے۔[۹:۲۶۱]

۳۲۸۔المطففین ۳۳: عام طور پر لوگوں نے اِس آیت کا یہ مطلب لیا ہے کہ یہ کفار اِن مسلمانوں پر کوئی نگران اور اتالیق تو نہیں مقرر کیے گئے تھے کہ ان کو ضال اور مضل ٹھہرائیں اور ان کے اعمال و عقائد پر نکیر کریں۔ لیکن میرے نزدیک یہ کفار ہی کے قول کا ایک حصہ نقل ہوا ہے[۹:۲۶۳]

۳۲۹۔الانشقاق ۱۷:۔ 'وَمَا وَسَقَ' رات کے بعد یہ اُن چیزوں کی قسم کھائی ہے جن کو رات اپنے اندر سمیٹ لیتی ہے۔ ہمارے مفسرین نے اِس سے عام طور پر حیوانات وغیرہ کو مراد لیا ہے اس لیے کہ رات میں وہ آرام کے لیے اس کے دامن میں پناہ گیر ہو جاتے ہیں۔ بعض نے اس سے دریاؤں، پہاڑوں اور درختوں وغیرہ کو مراد لیا ہے کہ رات اِن سب پر اپنی چادر اڑھا دیتی ہے۔ لیکن اِن چیزوں کا تعلق اس مقسم علیہ سے سمجھ میں نہیں آتا جو اوپر مذکور ہوا درآنحالیکہ قسم کھائی جاتی ہی ہے مقسم علیہ کو ثابت کرنے کے لیے۔ اس لیے ہمارے نزدیک اِس سے وہ کواکب و نجوم مراد ہیں جو رات میں نمودار ہوتے اور جن سے اس کی بزم آراستہ ہوتی ہے۔ یہ چیزیں اوّل تو رات ہی کے مخصوصات میں سے ہیں، اِس وجہ سے ان کے لیے 'وَمَاوَسَقَ' کی تعبیر نہایت موزوں ہے...[۹:۲۷۷]

۳۳۰۔البروج ۴: اَصحاب الاُخدود کے تحت مفسرین نے ایک بادشاہ کا قصہ نقل کیا ہے۔ لیکن اِس کا کوئی نام یا زمانہ نہیں بتایا ہے۔ بس اتنا ہی بتاتے ہیں کہ اُس نے اپنے دور کے بہت سے باایمان نصاریٰ کو محض اِس جرم میں آگ کے گڑھوں میں پھنکوا دیا کہ انہوں نے اس کو سجدہ کرنے سے اِنکار کر دیا۔ یہاں مخاطب قریش کے فراعنہ ہیں جو کمزور مسلمانوں کو ظلم وستم کا ہدف بنائے ہوئے تھے۔ ہمارے نزدیک یہ قریش کے ان فراعنہ کو، جو مسلمانوں کو ایمان سے پھیرنے کے لیے طرح طرح کی اذیتوں کا تختہ مشق بنائے ہوئے تھے، جہنم کی وعید ہے۔ اُن کو خبردار کیا گیا ہے کہ اگر وہ اِس شقاوت سے باز نہ آئے تو وہ جہنم کی اس خندق میں پھینکے جائیں گے جو کبھی نہ بجھنے والی آگ سے بھری ہو گی۔[۹:۲۸۹]

۳۳۱۔الاعلیٰ ۵: 'غُثَآءً اَحْوٰی' کا ترجمہ عام طور پر لوگوں نے کالا کوڑا یا سیاہ خس و خاشاک کیا ہے ... لفظ غُثَاءٌ اگرچہ مکھن کے جھاگ اور سیلاب کے خس و خاشاک کے لیے بھی آتا ہے لیکن اس سبزہ کے لیے بھی اس کا استعمال معروف ہے جو زمین کی زرخیزی کے سبب سے اچھی طرح گھنا اور سیاہی مائل ہو گیا ہو۔[۹:۳۱۵]

۳۳۲۔الغاشیہ ۴-۵: قرآن مجید کے دوسرے مقامات سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ یہاں مجرموں کی جس بدحواسی و پریشان حالی کا ذکر ہے اُس کا تعلق اُس وقت سے ہے جب اِن پر یہ حقیقت واضح ہو گی کہ وہ دوزخ میں ڈالے جانے والے ہیں۔ عام طور پر لوگوں نے یہ سمجھا ہے کہ یہ ان کے دوزخ میں پڑنے کے بعد کے حالات بیان ہو رہے ہیں لیکن یہ بات صحیح نہیں ہے۔[۹:۳۳۰]

۳۳۳۔الفجر ۲: 'وَلَیَالٍ عَشْرٍ' کے مختلف جواب مفسرین سے منقول ہیں۔ لیکن اِن میں سے کسی قول کی کوئی قابل قبول دلیل ان سے منقول نہیں ہے۔ اِن کی بنیاد محض اس مفروضہ پر ہے کہ یہاں اُن کی قسم کھائی گئی ہے اور جس چیز کی قسم کھائی جائے ضرور ہے کہ وہ کوئی مقدس چیز ہو حالانکہ یہ خیال بالکل بے بنیاد ہے ...اِس قسم میں چاند کے تدریجی عروج و زوال کی پوری تصویر سامنے رکھ دی گئی ہے ... یہاں قیامت کے لیے جلدی مچانے والوں کو اس حقیقت کی طرف توجہ دلائی ہے کہ اللہ

تعالیٰ کی ہر نشانی کے ظہور کے لیے ایک معین پروگرام اور تدریجی ارتقاء ہوتا ہے۔ قیامت اللہ تعالیٰ کے عدل کا بدیہی مقتضیٰ ہے۔ اِس کا ظہور تو لازماً ہوگا لیکن ہوگا اپنے وقت پر۔[۹:۳۴۷]

۳۳۴۔الفجر ۳: 'وَالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ' کے جواب میں مفسرین سے اتنے اقوال منقول ہیں کہ ان کا استقصاء مشکل ہے۔ اقوال کی اِس کثرت کی وجہ ہمارے نزدیک وہی ہے کہ لوگوں نے نظمِ کلام اور سیاق وسباق کو پیشِ نظر رکھنے کے بجائے ساری توجہ صرف اس امر پر مرکوز رکھی کہ کسی مقدس چیز کو ان الفاظ کا مصداق بنائیں۔ حالانکہ اگر نظر شہادت کے پہلو پر ہوتی تو غور کرنے اور صحیح نتیجہ تک پہنچنے کی آسان راہ یہ تھی کہ ان مقامات پر نظر ڈالی جاتی جہاں قرآن نے ہر شے کے جوڑے جوڑے پیدا کیے جانے کا ذکر کیا ہے اور اِس سے حکمت کے نہایت اہم حقائق کی طرف توجہ دلائی ہے۔۔۔[۹:۳۴۸]

۳۳۵۔الّیل ۱۵-۱۷: یہ امر یہاں واضح رہے کہ مقابلہ یہاں کم شقی اور زیادہ شقی یا زیادہ متقی اور کم متقی میں نہیں ہے بلکہ رسول کی تکذیب کرنے والوں اور ان کی تصدیق کرنے والوں میں ہے۔۔۔اِس آیت سے بعض لوگوں نے یہ استدلال کیا ہے کہ دوزخ صرف انہی لوگوں کے لیے ہے جو زیادہ شقی ہوں، عام شقی دوزخ میں نہیں جائیں گے۔ لیکن یہ بات نہایت کمزور ہے۔۔۔[۹:۴۰۵]

۳۳۶۔الّیل ۱۹-۲۰: بعض لوگوں نے اِس کا ترجمہ یوں کیا ہے کہ 'اور کسی کا اُس پر اِحسان نہیں جس کا وہ بدلہ دے' اگرچہ الفاظ کے اعتبار سے اِس ترجمہ کو غلط نہیں قرار دیا جاسکتا لیکن اِس کا مطلب اگر یہ ہے کہ جو شخص اُس پر کچھ خرچ کرے جس نے پہلے اُس پر کوئی احسان کیا ہے تو یہ انفاق اللہ کی رضا کے لیے نہ ہو گا تو یہ بات سمجھ میں نہیں آتی۔[۹:۴۰۶]

۳۳۷۔الضُّحیٰ ۸:۔۔۔اگر سید عالم ﷺ کو سیدہ خدیجہؓ کے مال سے کچھ فائدہ پہنچا تو یہ حضرت خدیجہؓ اور ان کے مال کی ایسی خوش بختی ہے جو اس زمین پر کسی مال اور کسی صاحبِ مال کو مشکل ہی سے حاصل ہوئی ہوگی لیکن وہ غنا جس کا یہاں ذکر ہے مجرّد مال سے نہیں حاصل ہوتا بلکہ یہ اصلاً اس ہدایت کا ثمرہ ہے جس کا ذکر اوپر والی آیت میں ہے اور جس کی صحیح تعبیر وہ 'شرح صدر' ہے جس کی تفصیل بعد کی سورہ ـــ اَلَمْ نَشْرَحْ ـــ میں، جو اس کی توام ہے، آئے گی۔۔۔[۹:۴۱۷]

۳۳۸۔الم نشرح ۵-۶: یہاں اِس پہلو پر بھی نظر رہے کہ ایک ہی بات دومرتبہ فرمائی گئی ہے۔ یہ تکرار محض تاکید کے لیے نہیں، جیسا کہ عام طور پر لوگوں نے سمجھا ہے، بلکہ اِس سے مقصود اس حقیقت کا اظہار ہے کہ یہ 'عُسر' اور 'یُسر'، دونوں اِس دنیا میں لازم وملزوم ہیں۔ ایک گھاٹی کسی نے پار کر لی تو یہ نہ سمجھ بیٹھے کہ اب کسی نئی گھاٹی سے اِس کو سابقہ نہیں پیش آنا ہے بلکہ دوسری اور تیسری گھاٹی بھی آسکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا یہی معاملہ حق کے راستہ پر چلنے والوں سے بھی ہے۔۔۔[۹:۴۲۸]

۳۳۹۔التّین ۱: یہاں 'تِین' سے مشہور پھل انجیر مراد نہیں ہے، جیسا کہ ہمارے مفسرین نے سمجھا ہے، بلکہ جبل تین ہے جو انجیر کی پیداوار کے لیے مشہور رہا ہے۔۔۔[۹:۴۳۶]

۳۴۰۔التّین ۱: 'زَيْتُوْن' سے بھی زیتون کا درخت یا اُس کا پھل مراد نہیں، جیسا کہ ہمارے مفسرین نے گمان کیا ہے۔ بلکہ جبل زیتون ہے جو حضرت مسیح علیہ السلام کی دعوت اور عبادت کے مرکز کی حیثیت سے معروف ہے اور انجیل میں جس کا ذکر بار بار آیا ہے۔[۹:۴۳۶]

۳۴۱۔التّین ۶: 'غَيْرُ مَمْنُوْنٍ' کے معنی غیر منقطع اور دائم کے ہیں بعض لوگوں نے اِس کی تاویل اِس سے مختلف بھی کی ہے لیکن وہ عربیت کے خلاف ہے۔[۹:۴۳۹]

۳۴۲۔العلق: بعض پوری سورہ کو سب سے پہلے نازل ہونے والی قرار دیتے ہیں لیکن اکثریت پوری سورہ کو نہیں بلکہ اس کی صرف پانچ آیتوں کو یہ درجہ دیتی ہے۔ اِس قول کی بنیاد صحیحین کی ایک روایت پر ہے۔ میرے نزدیک یہ پوری سورہ بالکل ہم آہنگ وہم رنگ ہے۔ اِس کی ابتدائی آیتوں کا مزاج بھی بعد کی آیتوں سے کچھ مختلف نہیں ہے۔ سورہ کا اندازِ خطاب وکلام اتنا تیز وتند ہے کہ بالکل پہلی ہی سورہ میں یہ انذار، سمجھ میں نہیں آتا کہ کیوں اختیار فرمایا گیا۔ علاوہ ازیں سورہ کے الفاظ میں کوئی قرینہ یا اشارہ موجود نہیں ہے جس سے اِس کا دو الگ الگ قسطوں میں نازل ہونا معلوم ہوتا ہو۔[۹:۴۵۹]

۳۴۳۔البیّنۃ: بعض مفسرین نے اِس سورہ کو مدنی قرار دیا ہے لیکن ہمارے نزدیک یہ رائے صحیح نہیں ہے۔ اِن لوگوں کا ذہن اس طرف اس وجہ سے گیا کہ اس میں مشرکین مکہ کے ساتھ اہل کتاب کے رویہ کا بھی حوالہ ہے لیکن محض اِتنی بات کسی سورہ کو مدنی قرار دینے کے لیے کافی نہیں ہے۔ سورتوں کے پچھلے گروپ آپ کی نظروں سے اگر گزر چکے ہیں تو آپ نے دیکھا ہوگا کہ ہر گروپ کی آخری مکّی سورتوں میں مشرکین مکہ کے رویے کے ساتھ ساتھ اہل کتاب کے رویے کی طرف بھی اشارے ہوئے ہیں جو بالتدریج مخفی سے جلی ہوتے چلے گئے ہیں...[۹:۴۷۳]

۳۴۴۔العٰدیٰت ۱: 'عَادِیَات' کے معنی دوڑنے والے کے ہیں لیکن یہاں یہ جنگی گھوڑوں کی صفت کے طور پر آیا ہے۔ دلیل اِس کی یہ ہے کہ آگے چار صفتیں، جو ترتیب کے ساتھ آئی ہیں، وہ جنگی گھوڑوں کے سوا کسی اور چیز پر منطبق نہیں ہوتیں۔ بعض لوگوں نے اِس سے مزدلفہ میں اونٹوں کو مراد لیا ہے، لیکن اِس کا کوئی قرینہ موجود نہیں ہے۔

ایک رائے یہ بھی ہے کہ اِس سے غازیوں کے گھوڑے مراد ہیں۔ لیکن اِس تخصیص کے لیے بھی کوئی قرینہ موجود نہیں ہے۔...[۹:۵۰۰]

۳۴۵۔الفیل ۴-۵: ہمارے مفسرین تو عام طور پر کہتے ہیں کہ قریش نے ابرہہ کا کوئی مقابلہ نہیں کیا بلکہ ان کے سردار عبدالمطلب قوم کو لے کر پہاڑوں میں جا چھپے اور خانہ کعبہ کو خدا کے سپرد کر دیا کہ جس کا یہ گھر ہے وہ خود اس کی حفاظت کرے گا۔ ان کے نزدیک 'ترمی' کا فاعل 'طَیْرًا اَبَابِیْلَ' ہے۔ یعنی چڑیوں نے ابرہہ کی فوجوں پر سنگ باری کر کے ان کو پامال کر دیا۔ اگرچہ اِس قول پر تمام مفسرین متفق ہیں لیکن گوناگوں وجوہ سے یہ بالکل غلط ہے۔ جن میں سے بعض کی طرف ہم اشارہ کریں گے۔[۹:۵۶۱]

۳۴۶۔الذّٰریٰت ۷: جن لوگوں نے ذات الحبک، سے چرخ مکوکب مراد لیا ہے خواہ اس کی مضبوطی و استواری کے پہلو سے یا اس وجہ سے کہ اس میں تارے ٹنکے ہوئے ہیں، ہمارے نزدیک ان کی رائے صحیح نہیں ہے۔[۹:۵۸۱]

۳۴۷۔الماعون ۴-۵: بعض لوگوں نے اِسی 'فَوَیْلٌ لِّلْمُصَلِّیْنَ' والے ٹکڑے کی بنا پر اس سورہ کو مدنی قرار دیا ہے۔ ان کا خیال یہ ہے کہ اِس قسم کی ریاکارانہ نماز پڑھنے والے مدنی دور میں پیدا ہوئے ہیں، مکی دور میں اس قسم کے لوگ کہاں تھے؟ اِس غلط فہمی کی بنیاد یہ ہے کہ اِس سے انہوں نے وہ نماز مراد لی ہے جس کا حکم اسلام نے دیا ہے۔ حالانکہ اس سے مراد، جیسا کہ ہم نے وضاحت کی، وہ نماز ہے جس کے قیام کا حکم اسمٰعیل علیہ السلام اور ان کی ذرّیت کو بیت اللہ کی تعمیر کے ساتھ ہی دیا گیا تھا اور جس کی روایت بعد کے ادوار میں باقی رہی اگرچہ اِس کا حلیہ بدعات کے غلبہ کے سبب سے بہت بگڑ گیا تھا۔[۹:۵۸۵]

۳۴۸۔الکوثر: مکّی زندگی کے آخر دور میں، جب مسلمانوں پر مکہ میں عرصۂ حیات تنگ ہو رہا تھا، آنحضرت ﷺ اور مسلمانوں کو مخاطب کر کے فتح و غلبہ کی بشارت مختلف سورتوں میں دی گئی ہے۔ یہ بشارت بھی اِسی نوعیت کی ہے۔ اگرچہ بعض لوگوں نے اس بشارت ہی کے سبب سے اس سورہ کو واقعہ حدیبیہ کے دور سے متعلق مانا ہے۔ استاذ امام مولانا حمید الدین فراہی رحمۃ اللہ علیہ کا رجحان بھی اِسی طرف معلوم ہوتا ہے۔ لیکن میرے نزدیک اِس تکلف کی ضرورت نہیں ہے۔ قربِ ہجرت کی سورتوں میں مسلمانوں کی تسلی کے لیے اِس قسم کی بشارتیں دی گئی ہیں اور وہ ہر گروپ کی آخری مکّی سورتوں میں موجود ہیں۔[۹:۵۹۰]

۳۴۹۔الکوثر ۲: قربانی کے لیے یہاں 'نَحر' کا لفظ استعمال ہوا ہے جو اونٹ کی قربانی کے لیے معروف ہے لیکن یہ اپنے عام استعمال میں دوسرے بہائم کی قربانی کے لیے بھی آتا ہے... بعض لوگوں نے 'نَحر' کے معنی نماز میں سینہ پر ہاتھ باندھنے کے لیے ہیں، لیکن لفظ کے معنی اختیار کرنے میں موقع و محل کا لحاظ نہایت ضروری ہے۔ یہاں یہ معنی لینے کا کوئی محل نہیں ہے...[۹:۵۹۶]

۳۵۰۔الکٰفرون: جن لوگوں نے اِس خطاب کو مذمت یا غضب پر محمول کیا ہے، ان کی رائے صحیح نہیں ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ کسی جماعت کا کفر اُس وقت تک واضح ہوتا ہی نہیں جب تک اہل حق اس پر اتمامِ حجت نہ کر دیں... اللہ تعالیٰ کے رسولوں نے ہجرت اور جہاد کے لیے اقدام اتمام حجت کے بعد ہی کیا ہے اور یہی حق و عدل کا تقاضا ہے۔[۹:۶۰۲]

۳۵۱۔الکٰفرون ۲: عام طور پر لوگوں نے 'لَآ اَعْبُدُ' کو حال کے مفہوم میں لیا ہے لیکن اِس کو حال کے مفہوم میں لینا صاحبِ کشاف کے نزدیک

عربیت کے خلاف ہے۔ اور میرے نزدیک اُن کی رائے صائب ہے۔ مضارع پر جب اِس طرح 'لا' آئے گا تو وہ مضارع کو لازماً مستقبل کے مفہوم میں کردے گا۔ حال کے مفہوم کے لیے 'لا' نہیں بلکہ 'ما' کا استعمال موزوں ہے۔[۹:۶۰۸]

۳۵۲۔الکٰفرون ۵: اگر مطلب آیت کا یہ ہے جو ہم نے اختیار کیا ہے تو 'مَآ اَعْبُدُ' کی جگہ، مَاعَبَدْتُّ، کیوں نہیں فرمایا؟ اِس کا جواب صاحب کشّاف نے یہ دیا ہے کہ 'مَاعَبَدْتُّ' اس لیے نہیں فرمایا کہ اس دور میں آنحضرت ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی بندگی نہیں کی۔ اس وجہ سے آپ نے اس کا حوالہ نہیں دیا بلکہ صرف حال کا حوالہ دیا لیکن یہ جواب بالکل غلط ہے۔[۹:۶۱۰]

۳۵۳۔الکٰفرون ۶: عام طور پر لوگوں نے اِس آیت کو رواداری کے مفہوم میں لیا ہے حالانکہ یہ کفار کے رویہ سے بیزاری بلکہ انجام کار کے اعتبار سے ان سے ابدی مفارقت اور اعلانِ جنگ کے مفہوم میں ہے۔[۹:۶۱۱]

۳۵۴۔النصر: اس سورہ کے زمانۂ نزول سے متعلق دو قول ہیں۔ ایک یہ کہ فتح مکہ کے بعد نازل ہونے والی سورتوں میں یہ سب سے آخری سورہ ہے۔ دوسرا یہ کہ یہ فتح مکہ سے پہلے اس کی بشارت کے طور پر نازل ہوئی ہے۔ میرے نزدیک اِسی دوسرے قول کو ترجیح حاصل ہے۔ جن لوگوں نے اس سورہ کا نزول فتح مکہ کے بعد مانا ہے انہیں ایک روایت کے سمجھنے میں غلط فہمی پیش آئی ہے۔[۹:۶۱۵]

۳۵۵۔النصر ۱: 'اَلْفَتْحُ' پر الف لام اِس حقیقت کی طرف اشارہ کر رہا ہے کہ اِس سے مراد موعود و منتظر فتح ہے جو اللہ کے رسولوں اور ان کے ساتھیوں کے لیے سنت الٰہی کا تقاضا ہے ... اِس بشارت کے پردے میں گویا نبی ﷺ کو یہ بتا دیا گیا کہ اب جلد وہ وقت آنے والا ہے کہ لوگ قریش کے ظلم و استبداد سے بالکل آزاد ہو کر اللہ کے دین کی طرف دوڑیں گے اور کسی کی مجال نہ ہوگی کہ ان کی راہ میں کوئی مزاحمت پیدا کر سکے۔ یہ چیز اس بات کی نہایت محکم دلیل ہے کہ اس سے مراد فتح مکہ ہی ہے۔ اِس کے سوا کوئی اور فتح نہیں ہے جس سے یہ اثرات نمایاں ہوئے ہوں۔[۹:۶۲۰]

۳۵۶۔اللھب: ہمارے مفسرین نے عام طور پر اس کو مکی قرار دیا ہے لیکن یہ رائے کچھ قوی نہیں معلوم ہوتی۔ اِس کے حق میں واحد دلیل جو اُن کی طرف سے پیش کی گئی ہے یہ ہے کہ یہ جواب ہے ابولہب کی اُس گستاخی کا جو اُس نے حضور ﷺ کی شان میں کی تھی ... لیکن الفاظ 'تَبَّتْ یَدَآ اَبِیْ لَھَبٍ' کے اندر ہجو و مذمت اور بددعا کا مضمون نہیں بلکہ ابولہب کے اِقتدار کے ڈھے جانے، اُس کے انصار و اعوان کے ٹوٹ جانے اور اُس کی دولت و حشمت کے برباد ہو جانے کا مضمون پایا جاتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں یوں سمجھیے کہ یہ جملہ انشائیہ نہیں بلکہ خبریہ ہے اور یہ خبر ماضی کے صیغہ میں ابولہب کی بربادی کی پیشین گوئی ہے جو اس وقت کی گئی ہے جب اس پر حجت تمام کی جا چکی ہے۔ اسلوب کلام سے یہ بات بھی نکلتی ہے کہ سورہ اُس کی موت سے پہلے نازل ہوئی ہے...[۹:۶۲۸]

۳۵۷۔اللھب ۲: 'وَمَا کَسَبَ' کی تاویل میں مفسرین سے کئی قول منقول ہیں۔ بعض لوگوں نے اِس سے اُس کے بیٹوں کو مراد لیا ہے۔ اگرچہ یہ حقیقت ہے کہ آخر میں اِس کے بیٹے بھی اُس کے کچھ کام نہ آئے۔ لیکن اِس تاویل میں تکلف ہے۔ بعض لوگوں نے اِس سے اُس کی وہ کمائی مراد لی ہے جو اُس نے حرام راستوں سے حاصل کی۔ لیکن اس مفہوم کے لیے اوّل تو یہ لفظ کچھ موزوں نہیں ہے ثانیاً 'مَآ اَغْنٰی عَنْهُ مَالُهٗ' کے بعد اِس کی کچھ ضرورت باقی نہیں رہتی۔ ہمارے نزدیک اِس سے اُس کے وہ اعمال مراد ہیں جو اُس نے اپنی دانست میں نیکی کے سمجھ کر کیے لیکن اُس کے خبث باطن اور شرک کے سبب سے وہ بھی رائگاں ہو گئے۔[۹:۶۳۵]

۳۵۸۔اللھب ۴: 'حَمَّالَةَ الْحَطَبِ' کی تاویل میں بڑا اختلاف منقول ہے۔ اکثر مفسرین کی رائے تو یہ ہے کہ یہ بطور ہجو و تحقیر، اُس کی وہ حالت بیان ہوئی ہے جو اُس کی اِس دنیا میں تھی۔ وہ لونڈیوں کی طرح گلے میں رسّی ڈال کر جنگل جاتی اور سر پر ایندھن کا گٹھڑ لاد کر لاتی۔ یہ قول سب سے زیادہ مشہور ہے لیکن یہ جتنا ہی مشہور ہے اتنا ہی خلافِ عقل و قیاس ہے...

ہمارے نزدیک 'حَمَّالَةَ الْحَطَبِ' ترکیب میں حال پڑا ہوا ہے اور اُس کی یہ حالت اُس وقت کی بیان ہوئی ہے جب وہ اپنے شوہر کے ساتھ دوزخ میں پڑے گی۔ اُس وقت اُس کا حال اُس مجرم کا سا ہو گا جو

اپنی سولی کا تختہ اور اپنے جلانے کا ایندھن خود اٹھائے ہوئے ہو۔

حال کے سوا کوئی اور ترکیب اِس کی ازروئے عربیت صحیح نہیں ہوسکتی۔[۹:۷ ٦٣]

۳۵۹۔الفلق ۱: 'الفلق' کا ترجمہ عام طور پر لوگوں نے صبح کیا ہے لیکن اِس کے اَصل معنی پھاڑنے کے ہیں۔صبح چونکہ شب کے پردے کو چاک کر کے نمودار ہوتی ہے اِس وجہ سے اِس پر بھی اِس کا اطلاق ہوا۔لیکن پھاڑ کر نمودار ہونے والی چیز صرف صبح ہی نہیں ہے۔ ہر چیز کسی نہ کسی چیز کے اندر سے اِس کو چاک کر کے ہی نمودار ہوتی ہے۔ گٹھلی سے پودا نمودار ہوتا ہے، دانے کو پھاڑ کر انکھوے نکلتے ہیں، زمین کو پھاڑ کر نباتات اگتی ہے، پہاڑوں کا سینہ چاک کر کے چشمے اور دریا ابلتے ہیں، اِسی طرح انڈے کو پھاڑ کر بچے نکلتے ہیں اور رحم کے منہ کو کھول کر دوسری تمام زندہ مخلوقات وجود پذیر ہوتی ہیں۔ پھر لفظ 'فلق' کو اِس قدر محدود کر دینے کے لیے کیا جواز ہے؟ ہمارے نزدیک اِس کو اس کے وسیع معنی میں رکھنا ہی موقع و محل کے اعتبار سے زیادہ موزوں ہے۔لغت میں یہ لفظ وسیع معنی میں آیا بھی ہے...

مَیں نے لفظ کی اِس وسعت کو پیش نظر رکھ کر 'رَبِّ الْفَلَق' کا ترجمہ 'نمودار کرنے والے خداوند' کیا ہے۔میرے نزدیک یہ ترجمہ زیادہ جامع اور معنی خیز ہے۔آگے کے مضمون سے بھی اِس کو زیادہ مناسبت ہے۔[۹:۶٦۰]

۳٦۰۔الفلق : یہ سورہ کسی شانِ نزول کی محتاج تو نہیں ہے لیکن اِس کے تحت لوگوں نے ایک واقعہ نقل کیا ہے جس سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ نبی ﷺ پر العیاذ باللہ کچھ یہودیوں نے ایک زمانہ میں جادو کر دیا تھا جس سے آپ بیمار ہو گئے تو آپ کو یہ سورہ سکھائی گئی اور آپ اِس جادو کے اثراتِ بد سے محفوظ ہوئے...

میرے نزدیک اِس شانِ نزول کو رد کرنے کے لیے یہ دلیل کافی ہے کہ یہ اس مسلمہ عقیدے کے بالکل منافی ہے جو قرآن نے انبیاء علیہم السلام سے متعلق ہمیں تعلیم کیا ہے۔عصمت، حضراتِ انبیاء علیہم السلام کی ان خصوصیات میں سے ہے جو کسی وقت بھی اِن سے منفک نہیں ہو سکتیں... اللہ تعالیٰ نے اِس طرح کے شیطانی تصرفات سے اپنے نبیوں کو محفوظ رکھا ہے اور اُن کی یہ محفوظیت دین کے تحفظ کے لیے ناگزیر ہے۔[۹:٦٦۵]

۳٦۱۔النّاس ۴: عام طور پر لوگوں نے 'خنّاس' کا مطلب یہ لیا ہے کہ وہ چھپ کر وسوسہ اندازی کرتا ہے، خود سامنے نہیں آتا۔اِس وجہ سے اس کو 'خنّاس' کہا گیا۔لیکن یہ بات اگر صحیح ہوسکتی ہے تو صرف انہی شیاطین کے حد تک صحیح ہوسکتی ہے جو جنّات کے زمرے سے تعلق رکھنے والے ہیں درآنحالیکہ اِس سورہ کی آگے والی آیت میں تصریح ہے کہ شیاطین جنّوں اور انسانوں دونوں میں سے ہوتے ہیں۔اِس دور کے بعض قلم کاروں نے اس کے معنی بار بار آنے والے کے لکھے ہیں لیکن اس معنی کو عربی لغت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

ہمارے نزدیک اِس کے معنی ہیں 'دبک رہنے والا'۔اِس سے مقصود شیطان کے کردار کے اُس پہلو کو سامنے لانا ہے کہ وہ اللہ کے بندوں کو ورغلانے کے لیے تو نمودار ہوتا ہے لیکن جب کوئی شخص اس کے چکما میں آ کر گناہ کر بیٹھتا ہے تو وہ اُس کے نتائج کی ذمہ داری سے اپنے کو بالکل بری قرار دے کر اُس کو چھوڑ بیٹھتا ہے...[۹:٦۷۵]

## اُستاذ امام حمید الدین فراہیؒ سے اختلاف

### آیت بسم اللہ

استاذ امام مولانا حمید الدین فراہی رحمۃ اللہ علیہ اس کو سورۂ فاتحہ کی ایک آیت اور دوسری سورتوں کے لیے بمنزلہ فاتحہ مانتے ہیں۔ مجھے قوی مذہب قراے مدینہ کا معلوم ہوتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مصحف کی موجودہ ترتیب تمام تر وحیِ الٰہی کی رہنمائی اور رسول ﷺ کی ہدایات کے تحت عمل میں آئی ہے اور بسم اللہ کی کتابت بھی اسی ترتیب کا ایک حصہ ہے۔ اسی ترتیب میں جہاں تک بسم اللہ کے لکھے جانے کی نوعیت کا تعلق ہے سورۂ فاتحہ اور غیر سورۂ فاتحہ میں کسی قسم کا فرق نہیں کیا گیا ہے بلکہ ہر سورہ کے آغاز میں اس کو ایک ہی طرح درج کیا گیا ہے۔ اس کی حیثیت سورہ سے الگ ایک مستقل آیت کی نظر آتی ہے۔ [۱:۴۹]

**البقرۃ ۲۵:** ''مِنْ قَبْلُ'' کی دو تاویلیں لوگوں نے کی ہیں ایک یہ کہ اس سے پہلے دنیا میں، دوسری یہ کہ اس سے پہلے اسی جنت میں۔ میرے استاذ مولانا فراہی رحمۃ اللہ علیہ نے ان دونوں تاویلوں کو جمع کرنے کی کوشش کی ہے لیکن میرے نزدیک یہ اشارہ دنیا کی طرف ہے۔ [۱:۱۴۱]

**البقرۃ ۴۵:** استاذ امامؒ کا خیال تو یہ ہے کہ اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ میں اصل مقصود نماز پر مضبوطی کے ساتھ قائم ہو جانے کی تاکید ہے۔ اس کے ساتھ صبر کا ذکر جو آیا ہے وہ محض اِس لیے کہ اس کی حیثیت نماز کے لیے شرط اور ذریعہ کی ہے کیوں کہ نماز پر اِستقلال کے ساتھ جمے رہنا صبر کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ نماز کی مثال مولانا کے نزدیک ایک عظیم پل کی ہے جس کی تعمیر صرف ایک محکم بنیاد ہی پر ممکن ہے۔ مولانا کا استدلال وَاْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا (اور اپنے اہل کو نماز کا حکم دو اور اس پر جم جاؤ طٰہٰ ۱۳۲) اور اس مضمون کی بعض دوسری آیات سے ہے۔ ہمارا نقطۂ نظر ذرا اس سے مختلف ہے۔ [۱:۲۰۱ حاشیہ]

**البقرۃ ۲۱۹:** يَسْئَلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ ، قُلِ الْعَفْوَ اِس جواب نے انفاق کی آخری حد معین کر دی کہ یہ انفاق چونکہ امت کے تحفظ و بقا کے جہاد کے سلسلہ کا انفاق ہے اِس وجہ سے اس میں دین کا مطالبہ یہ ہے کہ انسان اپنی ناگزیر ضروریات سے جو کچھ بچا سکے وہ سب خدا کی راہ میں خرچ کرنے کے لیے تیار رہے۔

مولانا فراہیؒ اِس آیت کو ذرا اس سے مختلف زاویہ سے دیکھتے ہیں۔ ان کی تاویل یہ ہے کہ چونکہ یہ انفاق اس جہاد کے لیے تھا جس کا حکم خانہ کعبہ کو مشرکین کے قبضہ سے آزاد کرانے کے لیے ہوا تھا اس وجہ سے اس نے مسلمانوں کی ساری توجہ اپنی طرف جذب کر لی اور اس جہاد کی تیاریوں میں وہ اس قدر منہمک ہو گئے کہ انفاق کے دوسرے مصارف والدین، اقربا، یتامیٰ، مساکین وغیرہ کی طرف ان کو وہ توجہ نہیں رہی جو ہونی چاہیے تھی۔ اس وجہ سے لوگوں میں یہ سوال پیدا ہوا کہ انفاق کی مقدار کیا ہو۔ ان کے جواب میں یہ تصریح کر دی گئی کہ جو مستحقین سے فاضل بچے وہ خرچ کرو، چونکہ اوپر مستحقین کا ذکر ہو چکا تھا اس وجہ سے یہ مختصر جواب کافی ہوا۔ [۱:۵۱۰]

**اٰل عمران ۸۶:** لفظ 'ہدایت' کے تین مرحلے ہیں۔ آخری مرحلہ اس کا ہدایت آخرت کا ہے۔ اس مرحلہ میں غایت و مقصود کی طرف ہدایت ہوتی ہے اور بندہ اپنی مساعی کے ثمرہ سے بہرہ مند اور اپنی جدوجہد زندگی کے حاصل سے بامراد ہوتا ہے۔ ہدایت کا لفظ اس معنی میں بھی جگہ جگہ استعمال ہوا ہے۔ مجھے بار بار خیال ہوتا ہے کہ 'یھدی' اس آیت میں اسی معنی میں ہے۔ استاذ مرحوم اس سے ہدایت کا عام مفہوم ہی مراد لیتے ہیں۔ [۲:۱۳۷]

**المآئدۃ ۲۳:** رَجُلٰنِ مِنَ الَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمَا عام طور پر لوگوں نے يَخَافُوْنَ کے مفعول کو محذوف مانا ہے یعنی يَخَافُوْنَ اللہ، وہ اللہ سے ڈرنے والوں میں سے تھے۔ اگرچہ میرے استاذ رحمۃ اللہ علیہ کا رجحان بھی اسی طرف ہے لیکن دو وجہ سے اس تاویل پر میرا دل نہیں جمتا۔ [۲:۴۸۹]

**الاعراف ۱۸۵:** فَبِاَيِّ حَدِيْثٍۭ ، بَعْدَهٗ يُؤْمِنُوْنَ ۝ بَعْدَهٗ کی ضمیر کے مرجع کے بارے میں دو قول ہو سکتے ہیں۔ ایک اجل، جس کا ذکر اوپر گزرا اور دوسرے قرآن جس کی آیات کی تکذیب کا یہ سارا نتیجہ ظاہر ہو رہا ہے۔ استاذ رحمۃ اللہ علیہ کا رجحان دوسرے قول کی طرف معلوم ہوتا